فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع اول فتاویٰ معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنی

جلد پہلی غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو در المختار

... جس میں حاشیہ طحطاوی اور حاشیہ شامی کے اقوال کو شامل کیا تصحیح و تکمیل احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی

... دہلی واقع ... بلیماران باہتمام مولوی محمد منیر مطبوع ہوا

بعرق ریزی ... سید ... پروف ...

فہرست جلد اوّل غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار

مضمون	صفحہ
دیباچہ	۱
بیان مصنفات متن	۳
مقدمہ تعریف اور موضوع اور غرض علم فقہ کے بیان میں	۴
بیان اسباب جہل ونسیان	۹
اسباب مورثہ حفظ	〃
تحصیل علم کے احکام کہ فرض کس علم کا سیکھنا ہے اور مستحب اور مکروہ کس کا	۱۰
فضائل امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے	۱۴
ان علامتوں کا ذکر جنپر فتوی دینے کے وقت مفتی کو کاربند ہونا چاہیے	۲۳
مراتب سبعہ مجتہد ومقید	۳۶
کتاب الطہارۃ	۴۰
یعنی پاک صاف ہونے کے مسائل	
وضو کیسہ اور پر تیس مقام میں مستحب ہے	۴۳
ارکان وضو	۴۴
جب ہاتھ ناپاک ہوں اور پانی نہ سکے تو کیا کرنا چاہیے	۴۶
چار چیزیں انبیا کی سنت ہیں	۴۷
وضو میں اکیس سنتیں ہیں	۵۱
مستحبات وضو	۵۲
مقدار صاع و مد بحساب وزن	۵۶
نواقض وضو	〃
مسائل غسل	۶۶
اقسام غسل	۷۹
جس مصحف میں پڑھا نہ جاسکے اوسکو دفن کیا جائے	۸۴
ترتیب وضع کتب	〃
تعویذ کو لٹکانا درست ہے	〃
مسجد کا کوڑا ایسی جگہ پھینکنا بے تعظیمی ہو درست نہیں	۸۴
باب المیاہ یعنی پانیوں کے مسائل	۸۵
پانی میں دہ در دہ کی مقدار کسی اصل سے ماخوذ نہیں	۹۴
فصل فی البئر یعنی کنوئیں کے مسائل	۱۰۱
معنی استحسان	۱۰۴
شبہ باہمی کفار سے	۱۰۵
باب التیمم یعنی تیمم کے احکام	۱۰۷
اگر بالکل کار امر ہو تو تیمم کیسے کرنا چاہیے	۱۱۴
باب المسح علی الخفین یعنی دونوں موزوں پر مسح کرنیکا بیان	۱۲۲
باب الحیض یعنی حیض کے احکام ومسائل	۱۳۲
اقسام استحاضہ	۱۳۸
باب الانجاس یعنی نجاستوں اور ناپاکیوں کا بیان	۱۴۳
چوہے اور چیل کی بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا	۱۴۷
دھونیکے بعد بو کی نجاست کا رہنا مضر نہیں	۱۵۰
طریقہ ہر طرح کے برتن دھونے کا	۱۵۱
فصل اس فصل میں استنجا کے احکام ہیں	۱۵۲
مسئلہ عجیب	
کتاب	
یعنی نماز کے احکام اور مسائل	
تعداد اوقات نماز	
جن مکانات میں نماز مکروہ ہے	〃
باب الاذان اذان کے بیان میں اور	۱۶۳
اسی جگہ سے ابتدا ہے مترجم ثانی کے ترجمہ کی	
آنحضرت پر سلام پڑھنا بعد اذان کے امر جدید ہے	۱۶۵

مضمون	صفحہ
باب شروط الصلوٰۃ یعنی نماز کی شرطون کا بیان	۱۸۰
ثواب نماز کا مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین	۱۹۲
جہت قبلہ کے معنون کی تشریح	۱۹۳
باب صفۃ الصلوٰۃ یعنی نماز کی کیفیت کا بیان	۱۹۹
واجبات نماز	۲۰۵
ترکیب جمائی کے دفع کی	۲۱۵
فصل اس فصل مین نماز کے ادا کرنے کا ذکر ہے	۲۱۶
نماز کے اندر پچیس باتونمین عورت مخالف ہے مرد سے	۲۲۸
اوقات درود پڑھنے کے	۲۳۴
فصل اس فصل مین قرارت کے احکام ہین	۲۴۲
باب الامامۃ یعنی امامت کے مسائل	۲۴۸
جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی مین مزاحم ہون تو بدون مرجح کے کسی کو مقدم نکیا جائے	۲۵۴
اکیلا لڑکا صف مین داخل کیا جائے	۲۶۰
باب الاستخلاف یعنی خلیفہ کرنیکے احکام	۲۷۲
باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا یعنی اُن امور کے بیان مین جو نماز کو فاسد کرتے ہین اور جو اسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہین	۲۸۰
جن لوگون پر سلام کرنا مکروہ ہے	۲۸۱
جن لوگون پر سلام کا جواب واجب نہین	۲۸۲
مشابہت اہل کتاب ہر چیز مین مکروہ نہین	۲۸۵
قاعدہ نماز کے فاسد ہونیکا قرارت کی غلطی سے	۲۸۸
احکام مساجد	۳۰۱
باب الوتر والنوافل نماز وتر و نوافل کے بیان مین	۳۰۳
پانچ چیزونمین امام کا اتباع چاہیئے اور چار مین نہین	۳۰۶
نماز تہجد کی تحقیق	۳۱۱
صلوٰۃ التسبیح کی کیفیت مشرح وار	〃
مسائل ثمانیہ	۳۱۴
ریل پر نماز کا بیان	۳۱۷

مضمون	صفحہ
باب ادراک الفریضۃ یعنی جماعت فرض کے حاصل کرنے کا بیان	۳۲۱
نماز کو توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے کبھی مستحب کبھی مباح کبھی واجب	۳۲۲
باب قضاء الفوائت یعنی فوت شدہ نمازون کے قضا پڑھنے کا بیان	۳۲۶
باب سجود السہو یعنی سہو کے سجدونکا بیان	۳۳۲
حکایت عجیبہ	۳۳۳
باب صلوٰۃ المریض یعنی بیمار کی نماز کے احکام	۳۳۹
باوجود قدرت تھوڑی سی قیام کے بیٹھکر نماز پڑھنی نہ چاہیئے	۳۴۰
باب سجود التلاوۃ یعنی سجدہ تلاوت کے احکام	۳۴۳
باب صلوٰۃ المسافر یعنی نماز مسافر کی احکام	۳۵۲
باب الجمعۃ یعنی جمعہ کے احکام	۳۶۱
دونو خطبون کے درمیان دعا مانگنی بدعت ہے	۳۶۵
باب العیدین یعنی دونو عیدون کے احکام	〃
باب الکسوف یعنی سورج گہن کی نماز کا ذکر	۳۸۵
باب الاستسقاء یعنی طلب باران کے ذکر مین	۳۸۷
باب الخوف یعنی نماز خوف کے بیان مین	۳۸۹
باب صلوٰۃ الجنازۃ یعنی جنازہ کی نماز اور اسکے لواحق کے ذکر مین	۳۹۱
جن لوگون سے سوال قبر نہو گا	۳۹۳
ظاہر علامت مسلمان ہونے کی	۳۹۸
قبر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی نہین تھین	۴۱۴
باب الشہید یعنی شہید کے احکام	۴۱۸
باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ یعنی کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت	۴۲۲
کتاب الزکوٰۃ یعنی احکام زکوٰۃ کے بیان مین	۴۲۳
شوہر پر مہر مؤجل مانع زکوٰۃ نہین	۴۲۵
باب السائمۃ یعنی چرنیوالے جانورونکی زکوٰۃ کے بیان مین	۴۳۳

مضمون	صفحہ
باب اس باب مین اونٹون کی زکوٰۃ کا بیان ہے	۴۳۴
باب زکوٰۃ البقر یعنی گائے بیل کی زکوٰۃ کا بیان	۴۳۵
باب زکوٰۃ الغنم یعنی زکوٰۃ بھیڑ بکری کے بیان مین	۴۳۶
باب زکوٰۃ المال یعنی مال نقد کی زکوٰۃ کا ذکر	۴۴۲
مخلوط چاندی سونے مین طریق زکوٰۃ کا کیا ہے	۴۴۵
باب العاشر یعنی رہ گیر کی وصول کرنیوالے کا بیان	۴۴۹
باب الرکاز یعنی دفینہ کے احکام	۴۵۴
باب العشر یعنی دہ یکی کے احکام	۴۵۹
باب المصرف یعنی زکوٰۃ اور عشر کے خرچ کرنیکو موقعون کا بیان	۴۶۷
رسم عید مین اقارب کو کچھ دینا زکوٰۃ کی نیت سے جائز ہو	۴۷۸
باب صدقۃ الفطر یعنی صدقہ فطر کے احکام	۴۷۹
اسلام کے واجبات سات ہین	۴۸۶
کتاب الصوم یعنی روزہ کے بیان مین	"
باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ یعنی اون چیزون کے بیان مین جو روزہ کی مفسد ہین اور جو مفسد نہین	۵۰۲
حقہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	۵۰۳
فرق جمال وزینت مین	۵۱۸
فصل فی العوارض یعنی اون امور کا ذکر جنسے روزہ ترک کرنا مباح ہو جاتا ہے	۵۲۰
باب الاعتکاف یعنی اعتکاف کے احکام	۵۳۱
شب قدر کا بیان	۵۴۰
کتاب الحج	
احکام حج کا بیان اور بیان سے بہتر شد ا ہے مترجم اول کے ترجمہ کی	۱

مضمون	صفحہ
فصل فی الاحرام اس فصل مین مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہے	۱۴
دعائین طواف کی	۲۰
دعائین وقوف عرفات کی	۲۲
سوال وجواب بطور چیستان کے	۲۸
باب القران یعنی حج اور عمرہ کو ملاکر ادا کرنے کا ذکر	۲۹
باب التمتع یعنی عمرہ سے حلال ہوکر حج کے احرام باندھنے کا ذکر	۳۴
باب الجنایات یعنی حج مین جو باتین منع ہین اوسکے ارتکاب کی سزا کیا ہے	۴۱
باب الاحصار یعنی اگر کسی وجہ سے اثنا حج مین رک جاوے تو کیا کرے	۶۰
باب الحج عن الغیر غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا ذکر	۶۱
فضیلت حج کی ماںباپ کی طرف سے	۶۶
باب الہدی یعنی اوس جانور کا ذکر جو حرم مین ذبح کیا جائے شکریہ کے طور پر یا قصور کی عوض مین	۶۸
مسائل مختلفہ حج	۶۹
وقوف عرفہ جمعہ کے دن	۷۱
مسئلہ اقامت حرمین	۷۴
فصل کیفیت حج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی	۷۵
فصل اداب زیارت مدینہ طیبہ علے صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام	۸۳

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم ثانی

الحمد للہ رب العلمین اکمل الحمد علی کل حال والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولنا محمد فی الغدو والاصال و
علی الہ واصحابہ ذوی الشرف والکمال وعلی من تبعہم باحسان الی یوم الرجف والزلزال
بعد حمد و صلوۃ کے احقر العباد محمد حسن صدیقی نانوتوی عرض کرتا ہے کہ کتاب در المختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم
ابو حنیفہ کوفی کی جسکا مذہب ہندوستان میں مروج ہے اس فن میں نہایت معتبر ہے اس زمانہ کے سب علما اسبات پر متفق ہیں کہ جسطرح کی تنقیح
مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کے مؤلف محمد علاء الدین حصکفی نے کی ہے دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتی حتی کہ یہہ کتاب باوجود
فتاوی ہونے کے مدار مذہب مشہور ہو گئی اور سب علمانے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسیوجہ سے بڑے بڑے عالم مثل علامہ حلبی اور
علامہ طحطاوی و شیخ احمد رحمتی و محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابدین شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاوی میں سے اور
کوئی اعتبار کا نہیں جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہوں یا اوسکے مسائل مثل متون کے معتبر ہوں اس کتاب جلیل الشان کو
مولوی خرم علی صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمائش نواب صاحب بہادر مبرور والی باندہ ۱۲۵۸ ہجری میں کتاب النکاح سے
اردو میں ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے رجب ۱۲۷۱ھ میں آخر کتاب تک پونچا دیا پھر محرم ۱۲۷۱ھ تک کتاب الحج کا
ترجمہ پورا کرکے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے کہ یکایک رہگرای عالم بقا ہوئے اس عاجز نے بنظر رفاہ عام ترجمہ مذکورہ کو
مترجم مرحوم کے ورثہ سے لیکر جسقدر باقی رہ گیا تھا اوسکی تکمیل اسیطرح کرکے قصد چھپوانے کا کیا اور ازانجا کہ خود اسقدر مایہ نرکھتا
تھا کہ تنہا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمیں شریک کیا ایک جلد بھی اسکی چھپنے نپائی تھی کہ بعض شرکا حوادث آسمانی کے

باعث شرکت سے دست بردار ہوئے اوسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذرتی تھی اوسکو خدا ہی جانتا ہے رات دن بعجز التجا او تضرع
کے جناب باری مین دوسرا کار نتہا اسی عرصہ مین ایک اشتہار اسکی طبع کا مشتہر کیا کہ شاید اُس سے طبع مین کچھ مدد ملے قدرت
قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب اعظم الامرا امیر الکبرا منطقۂ ذروۂ شہامت و جلالت نقطۂ دائرہ
امارت و ایالت مؤید مراسم سیاست و عدالت مقوی ارکان ابہت و بسالت حامی دین متین ناصر اہل الیقین ملجا العلما ملاذ الفضلا
ممہد قواعد خیر و سخا مؤسس قوانین علم و ہدی ؎ قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا و کان + پرتوی از رای او پیرایۂ خورشید و ماہ + یعنی
جناب **نواب محمد کلب علیخان صاحب بہادر** والی رامپور دامت دولتہ بمزید النعم و طالت مدتہ فی نشر آثار الکرم کے ملاحظۂ
فیض شمائل سے مشرف ہوا تو احقر کے حاضر ہونے کا حکم دیا کمترین اسکو تائید غیبی جانکر بتعمیل ارشاد و شرف ملازمت سے مشرف ہوا بکمال
قدردانی حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اوسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو کہ
اسکی تکمیل بعون دولت ابد مدت فرمائینگے چنانچہ دوسرے روز جسقدر کمی کہ عاجز نے عرض کی تھی اُسکی وانیہ کا ارشاد فرمایا غرضکہ
صرف ادنی توجہ جناب ممدوح سے یہہ کتاب انجام کو پونہچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کبیر کے نام سے مزین
ہوا کریم کارساز حقیقی نے یہہ ممدوح جاودانی جناب منعم الیہم کے لئے مقدر فرمائی ؎ این سعادت بزور بازو نیست + تا نبخشد خدای
بخشندہ + یہہ کمترین اسکی شکریہ مین بجز اسکے کہ صدق دل سے دعا کرے اور کیا کرسکتا ہے ؎ از دست فقیر بینوا ناید ہیچ + جز آنکہ بصدق دل دعائے
بکند + اللہم وفقہ لما تحب و ترضی و اعطہ سؤلہ فی الدنیا و اجعل شدتہ ملتزم اہل التقی و آخرتہ خیرا من الاولی بحرمۃ سیدنا
محمد المصطفی و آلہ المجتبی اب چند باتین متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہون **اوّل** یہہ کہ چونکہ مترجم اول کو مہلت سب کتاب کے پورا
کرنے کی بھی نملی اسلئے اس ترجمہ کا نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور ازانجاکہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع ۱۲۸۶ھ
مین کیا اور ۱۲۹۲ھ تک سلسلہ ترجمہ کا جاری رہا اس لحاظ سے مین نے اسکا نام تاریخی غایۃ الاوطار رکھا جسمین ۱۲۹۴ نکلتے ہین جو ۸۶ اور
۹۲ کا درمیانی سال ہے عجب نہین کہ مترجم ممدوح کو اس نام سے نامزد کرنے کی ہو **دوم** یہہ کہ عبارت در مختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ
لکھوائی گئی اور متن پر خط سیاہی کا کھینچ دیا **سوم** یہہ کہ عبارت نسخ عنوانون کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہو وہ متن کی عبارت ہے یا ان
شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر مین لکھی ہین تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہے اور اسکے بعد ترجمہ مین لکھدیا ہے کہ یہہ مسائل فروعیہ
شارح نے اضافہ کئے ہین اسیطرح لفظ فائدہ و جو کلام شارح مین کہین آیا ہے اوسکو بھی جلی لکھا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی
سے نہین لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کردی گئی ہے **چہارم** یہہ کہ مترجم اول نے جہان کہین اقوال محشیہ کے نقل کئے تھے تو اونکے شروع مین
یہہ جملہ لکھا تھا مترجم کہتا ہے مین نے اس جملہ کی جگہہ صرف میم جلی قلم سے لکھوا دیا ہے البتہ ہر جلد کے شروع مین ایک دو جگہہ وہ جملہ بھی
لکھدیا ہے تاکہ ناظرین جان جائین کہ میم جلی مختصر جملہ مذکور کا ہے **پنجم** یہہ کہ ترجمہ مین مترجم مرحوم نے اکثر جگہہ فروگذاشت کردی
تھین اور حاشیہ پر لکھدیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا اونکو اس عاجز نے پورا کردیا اور جس وجہ سے ان مین

تامل تھا کتب متداولہ کو دیکھنے سے اوسکو صاف کر دیا ششم یہہ کہ بعض جا عبارت دُرِّ مختار کی بالکل فرو گذاشت ہو گئی تھی یا تو سہو
سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تھا اوسمین نہو بہرحال مین نے مقابلہ کیوقت ایسی عبارتون کو داخل ترجمہ کر دیا ہے
ہفتم یہہ کہ نظر ثانی قرار واقعی مترجم سے نہونے پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہو گیا تھا ایسے مقامات کو اکثر مین نے بدلدیا ہو
اور جہان کہین نہین بدلا وہان حاشیہ پر اشارہ کر دیا ہے کہ مترجم اول سے اسجگہہ تسامح ہوا ہشتم یہہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورہ
اردو کے لحاظ سے تذکیر و تانیث مین غلطی کی تھی اور کہین الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کر دئے تھے اُن سب کو مین نے حال کی بول چال کے
موافق صحیح کر دیا ہے نہم یہہ کہ اثناء ترجمہ مین جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے اُنکے معانی حاشیہ پر یا لفظون کے نیچے
لکھدئے ہین دہم یہہ کہ اگر اثناء ترجمہ مین کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہو تو اوسکی دونو طرف خط مقوس کھینچدیا ہے اسطرح
( ) تاکہ کوئی اوسکو عبارت دُرِّ مختار کی نہ سمجھے یازدہم یہہ کہ ہم دونو مترجمون نے اسبات کا التزام کیا ہے کہ عبارت اُردو کا
محاورہ بھی ہاتھہ سے نجانے پائے اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی جہت سے بیشتر تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہے مثلاً
شارح نے مبتدا اور خبر یا فعل اور فاعل کے درمیان مین کوئی قید بڑہا دی تو ہمنے ترجمہ مین اول پہلے جملہ کا ترجمہ کیا ہے اوسکے بعد شارح
کی تحقیق کو بیان کیا ہے اور جس مقام پر کہ ایک مبتدا کی کئی خبرین یا ایک شرط کی کئی جزائین واقع ہوئی ہین تو اُن مقامون مین ترجمہ کے اندر
لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطلب کے لئے مکرر لکھا ہے اسیطرح مقدرات اور محذوفات کو اکثر ترجمہ مین ظاہر کر دیا ہے حتی کہ ضمیرون کی جگہہ اُن کے
مرجع لکھدئے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھہ مین آوے اور کسیطرح کی کنجلک مسئلہ مین باقی نرہنے پاوے دوازدہم یہہ کہ حواشی کی
پوری عبارت کا ہمنے ترجمہ نہین کیا بلکہ اتنی باتونکا لحاظ رکہا ہے ١ توضیح مطلب مسئلہ ٢ ترکیب نحوی اور اشتقاق کلمات اگر مشکل ہو
٣ شارح کا تسامح جسجگہہ واقع ہوا ہو ٤ کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے مجمل بیان کیا ہے ٥ جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری
کتابون پر کیا ہے انکا نقل کرنا بشرطیکہ کوئی خاص فائدہ اُن سے متعلق تصور کیا ہو ٦ اگر شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا
ہو تو اوسمین روایت قوی کتب مروجہ سے ٧ جس جگہہ شارح نے لکھدیا ہو کہ اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا اوسکی تصریح کتابون سے
٨ تطبیق شارح کے اقوال مین اگر بظاہر مختلف معلوم ہوئے ٩ عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ ضروری جو حواشی مین نظر پڑا ١٠ دلیل
مسائل کی کتاب اور سنت یا اصول سے خواہ دلیل عقلی ١١ اختلاف نسخون کا ذکر ١٢ جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکھا ہے اُسکا
مقابل نقل کیا ہو اور اوسکی صحت یا مرجوح ہونے مین فقہا کے قول نقل کئے ہین سیزدہم یہہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہے کہ حواشی مین
ایک عبارت دوسرے مقام کے نیچے لکھی ہوئی تھی اور ہمنے اوسکو اوسکے مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اسلیئے ہمنے یہہ التزام نہین کیا
کہ ہر قول کا حاشیہ اوسکے ذیل مین رہے دوسری جگہہ نہو چہاردہم یہہ کہ اثناء ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہے تو جس کتاب مین
وہ قید نظر پڑی ہے اُسکا حوالہ اثناء ترجمہ مین کر دیا ہے مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اوس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا
ترجمہ کیا ہے پانزدہم یہہ کہ جو حاشیہ سے ہمنے نقل کیا ہے آخر کر اوسکا نام اور حوالہ کر دیا ہے جیسے کذا فی الشامی یا قال الشامی اور کذا فی الطحطاوی

اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہو بعض جا اونکا بھی حوالہ کر دیا ہو مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف اُن کتابون کے نام پر اکتفا کیا ہے مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الہدایہ **شانزدہم** یہہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکھی ہے تو اوسمین سے بقدر اپنے التزام کے لکھکر حوالہ کے بعد مختصراً لکہدیا ہو اور کسی جگہہ اور قسم کا تصرف بھی کرنا پڑا ہو تو وہان حوالہ کے بعد بتصرف یا ملتقطاً بڑہا دیا ہو اور بعض جا ایسا بھی ہوا ہو کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سوای حواشی کے اور کتابونمین پایا ہو تو وہان اُن کتابون کا نام لکہدیا ہو **ہفتدہم** یہہ کہ بعض مواضع مین جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہو ہمنے بدون رجوع اصل کتاب کے بتبعیت محشیون کے حوالہ لکہا ہو **ہیجدہم** یہہ کہ جس عبارت مین شارح کی کوئی سقم محشیون نے بیان کیا ہو اوسکا ترجمہ ہمنے اُن لفظون کے لحاظ سے کیا ہو جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہے اور جابجا اسکی تصریح بھی کر دی ہے کہ لفظ غلط کو چھوڑکر ہمنے صحیح لفظ کا ترجمہ کیا ہو **نوزدہم** یہہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور مدنی سے لئے ہین اگر کسی جگہہ سہو کاتب سے حوالہ رہگیا ہو تو ناظرین جان لین کہ یہہ مسئلہ انہین دو حاشیون مین سے کسی مین ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کیوقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکہتا تھا تو میرے ترجمہ مین جسکا حوالہ متروک ہو اوسکو قول شامی کا تصور فرماوین کتر جگہہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچھہ لکہا ہو اور جس جگہہ لکہا ہے سیاق عبارت آواز بلند کہہ رہا ہی کہ یہہ ہماری بحث ہی نہ محشیون کا قول **بستم** یہہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہو کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکہا ہو اور طحطاوی نے دوسرے طرح تو ہمنے اُس تقریر کا ترجمہ ایسی طرح کیا ہے کہ دونو حاشیونکی تحریر کو شامل ہو اور ایسی جگہہ حوالہ مین دونو کتابون کا نام لکہدیا ہو اور اسیطرح جو مسئلہ دونومین یکسان نظر آیا ہو اوسکے حوالہ مین بھی دونو کا نام مندرج کر دیا ہو **بست ویکم** یہہ کہ جو مسائل مفید اور فوائد عجیب کتاب مین نظر پڑے ہین اُنکا اشارہ حاشیہ پر ف لکھکر کر دیا ہو اور نیز ایسے مسائل کو فہرست مین بھی لکہدیا ہو تاکہ ناظرین کو اُنکی تلاش مین دقت نہو **بست و دوم** یہہ کہ اس کتاب کی تکمیل مین مجکو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب مولٰنا مولوی **محمد مظہر** صاحب نے بہت سی مدد دی اللہ تعالی اُنکی اور میری سعی کو مشکور فرماوے **بست و سوم** یہہ کہ حتے الوسع تصحیح کتاب اور تنقیح مسائل مین مینے بہت جان فشانی کی ہے اور باینہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہون اگر کسی جگہہ غلطی ہوئی ہو تو ناظرین عالی ہمم سے راجی کرم ہون سے نازم بسرمایۂ فضل خویش ✦ بدریوزہ آوردہ ام دست پیش ✦ اور اللہ تعالی سے توقع رکہتا ہون کہ جیسے اُسنے اصل کتاب کو عرب و عجم کے باشندونمین مقبول و مختار فرمایا ایسے ہی اس ترجمہ کو پسند ارباب دین اور اصحاب یقین فرماویگا اور ہمارے لئے اوسکو باقیات صالحات مین سے کریگا ✦

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهِ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْنَ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

جلد اوّل

ترجمہ درالمختار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہون اللہ تعالی کے نام پاک سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

مترجم کہتا ہے شارح نے ابتدا کتاب کی تسمیہ سے کیا باتباع کلام مجید و بفحوای حدیث مشہور کہ جو امر ذیشان شروع نہ ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے وہ ابتر اور بے برکت ہے حَمْدًا لَكَ يَا مَنْ شَرَحَ صُدُورَنَا بِاَنْوَارِ الْهِدَايَةِ تِبْيَانًا ہم تیری ستائش کرتے ہین اے وہ ذات مقدس کہ تونے ہمارے سینوںکو واسطے کشادہ کردیا طرح طرح کی ہدایت سے وَنَوَّرْتَ بَصَائِرَنَا بِتَنْوِيرِ الْاَبْصَارِ لِلْاِحْكَامِ اور بعد اسکے ہماری باطن کی بینائیون کو تو نے نورانی کردیا ظاہر کی آنکھین روشن کر کے وَفَضْتَ عَلَيْنَا مِنْ اَشِعَّةِ شَرِيعَتِكَ الْمُطَهَّرَةِ بَحْرًا رَائِقًا اور تونے اپنی پاک شریعت کی شعاعون سے ہمپر صاف غیر مکدر دریا بہایا وَاَغْدَقْتَ لَدَيْنَا مِنْ بِحَارِ مِنَحِكَ الْمُوَفَّرَةِ نَهْرًا فَائِقًا اور تونے اپنی بخشش کی بہت بھرے دریاؤن سے ہمارے نزدیک نہر عالی قدر کو بکثرت روان کردیا ؎ شارح نے حمد الٰہی مین بطور براعت استہلال کے کتب فقیہ کو ذکر کیا ہے مدیہ اور تنویر الابصار جو متن ہے درالمختار کا اور بحرالرائق اور نہر الفائق جو کنزالدقائق کی شرحین ہین اور منح الغفار شرح تنویر الابصار ماتن کی ہے بالجملہ اگر انکے معانی لغویہ پر نظر کیجیے تو بھی مطلب صحیح ہے چنانچہ ترجمے مین مذکور ہو چکا اور اگر کتابین مراد لیجیے تو بھی مدعا درست ہے کہ انسے علوم اللہ کا افیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہو گیا وَاَتْمَمْتَ نِعْمَتَكَ عَلَيْنَا حَيْثُ يَسَّرْتَ ابْتِدَاءَ تَبْيِيضِ هٰذَا الشَّرْحِ الْمُخْتَصَرِ تُجَاهَ وَجْهِ صَاحِبِ الشَّرِيعَةِ وَالْمُرَادِ اور تونے اپنا احسان پورا کیا ہمپر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتدا تبییض تونے آسان کردی ذات مقدس منبع شریعت اور دُرر کے سامنے یعنی مدینہ طیبہ مین روضہ مطہرہ کے سامنے شارح نے درالمختار کو مسودہ سے صاف کرنا شروع کیا ؎ عرف مولفین مین تبییض اسی عبارت ہے کہ کتاب محرر مرقوم ہو بعد مسودہ لکھنے کے بعد غالبا اور دُرر یعنی موتیون سے مراد احکام فقیہ ہین اور اسمین اشارہ ہے اُس کتاب کا جسکا نام دُرر ہے كَذَا فِي الطَّحْطَاوِي وَضَجِيعَيْهِ الْجَلِيلَيْنِ اَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنی ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بَعْدَ الْاِذْنِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ درالمختار کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالی اس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ؎ درالمختار کی منتقی مین سے مقصد کافی ہے کہ باذن نبوی مؤلف ہوئی اور یہہ کتاب لائق ہے مدح کے اسواسطے کہ اہل مذہب سے اسطرح کی کتاب نہین ہوئی بعضے مصنفین نقل غلط اور اقوال پر حریص ہین اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہین کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور اُن کے مخالفین کے استدلال پر مائل ہین بعضون نے عبارت مین کمال بسط کر دیا کہ افراط تک نوبت پہونچی اور اس کتاب مین شارح علامہ نے اختصار غیر مُخل کا ارتکاب کیا اور اقوال متعددہ کا التزام کیا ایک ہی قول پر اقتصار کیا یا ایسے دو قول پر جو دونون صحیح ہین اور کثرت استدلال سے اسمین تعرض نہین کیا کیونکہ مقلد

[illegible]

پر دلیل کا مطالبہ نہین اسواسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہی اور اسیطرح اس شرح کی متن کیواسطے بڑی فضیلت ثابت ہو چکی ہی یعنی ماتن نے خواب مین دیکھا کہ
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سکے گھر مین تشریف لائے اور زبان مبارک کو میرے مُنہ مین داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ
مزیت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہی کذا فی الطحطاوی مختصرًا وعلی آلہ وصحبہ الذین حازوا من یمنہ فتح کشف فیض فضلات الوافی حقائقا
اور رحمت خاص نازل ہووے انکی آل اور اصحاب پر جنہون نے تیرے فضل وافی کے فیض کے عطایا سے نصرت کا شغبہ مظہرہ سے امور متحققہ کو جمع کیا اور گھیر لیا ہم شارح نے
اسمین اُلٹی فقہ کی کتابون کیطرف اشارہ کیا جنسے شارح وغیرہ نے روایات کو نقل کیا یعنی منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق وبعد
فیقول فقیر رحمۃ ذی اللطف الخفی محمد علاء الدین الحصکفی اور حمد اور صلوٰۃ کے بعد کہتا ہی محتاج لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاء الدین حصکفی یا حسن کیفی کا رہنے
والا ہم طحطاوی نے لب اللباب سے نقل کیا کہ حصکف ایک شہر ہی دیار بکر مین انتہی اور بعضون نے کہا یہ نسبت ہی حصن کیفی کیطرف جو واقع ہے آمد اور جزیرہ ابن عمر کے بابین
مین شارح کا نام محمد ہے اور علاء الدین لقب ہی رحمۃ اللہ علیہ ابن الشیخ علی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ الحنفی محمد علاء الدین بیٹا شیخ
علی کا جو بنی امیہ کے جامع مسجد کا امام ہی پھر مفتی محروسہ دمشق کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یون ہی محمد علاء الدین بن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ
عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ حسن بن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی والخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لما بیضت الجزء الاول من
خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار قدرتہ فی عشر مجلدات کبار جبکہ پہلا جزء خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودہ سے
کاغذ سادہ مین مین نے صاف کیا تو مین نے اُس شرح کا بڑی بڑی دس مجلد مین اندازہ کیا ہم شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جسکا نام خزائن الاسرار
وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب مسودہ صاف کیا تو اول ہی جزء کے صاف کرنیسے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس
جلدین ہونگی فصرفت عنان العنایۃ نحو الاختصار وسمیتہ بالدر المختار فی شرح تنویر الابصار پھیری مین نے اہتمام اور کوشش کی باگ اختصار
کیطرف اور اس شرح مختصر کا نام در المختار فی شرح تنویر الابصار مین نے رکھا ہم یعنی خوف تطویل سے مطول شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد مین
کر دیا لہذا در المختار نہایت دقیق ہوا شرح نہین بلکہ متن متین ہو گیا اختصار عبارت سے تقلیل لفظ اور تکثیر معنی سے الذی فاق کتب ہذا الفن فی الضبط
والتصحیح والاختصار وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالی قدر ہی اس فن یعنی فن فقہ کی کتابون سے ضبط اور تصحیح اور اختصار عبارت مین ہم ضبط عبارت
سے تحریر اور حفاظت فروع سے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح عبارت سے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے سے یا تصحیح تراکیب سے کذا فی الطحطاوی ولعمری
لقد اضحت روضۃ ہذا العلم مفتحۃ الازہار مسلسلۃ الانہار قسم اپنی زندگی کی کہ تحقیق اس علم فقہ کا باغ اسکے ہونیسے کھلی کلیون والا اور
انہار ہو گیا یعنی مسائل فقہیہ جو کلیونکی مانند مغلق اور پوشیدہ تھے وہ پھولون کی مانند شگفتہ ہو گئے ماتن کے بیان واضح سے یہانتک ثمرات التحقیق تجتنی
من عرائس ذخائرہ تدقیق تحیر الافکار اس متن کے عجائب سے تحقیق کے پھل پسند کئے جاتے ہین اور اسکے غرائب سے تدقیق کے وہ ذخیرے ہین جنسے
عقول حیرت ناک ہین لشیخنا شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمرتاشی الحنفی الغزی عمدۃ المتاخرین الاخیار وہ متن موصوف بصفات مذکورہ
تصنیف ہی ہمارے استاد کے استاد کا یعنی شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہی علماء متاخرین صالحین مین ہم تمرتاش بضم
تا و میم وسکون را مہملہ و تا و شین معجمہ خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام مین اور اسکو غزہ ہاشم کہتے ہین قاموس مین ہے کہ
غزہ شہر ہی فلسطین مین وہان امام شافعی پیدا ہوئے اور ہاشم بن مناف وہان مرگئے انتہی نسب ماتن کا یون ہی محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن
ابراہیم خطیب کذا فی المنح شرح الماتن معلوم کرنا چاہیئے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہی از انجملہ یہ متن ہی اور اسکی شرح ہی مسمی بمنح الغفار اور
منظومہ فقہ مین مسمی بہ تحفۃ الاقران اور حاشیہ درر غرر کا اور شرح کنز اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوی دو مجلد اور شرح منار کے اصول
مین اور شرح منظومہ ابن وہبان اور معین المفتی علی جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المعتمدۃ علم فقہ کا حاصل شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور
امین الدین ابن العال سے اور بہت علماء نامدار نے ماتن سے علم حاصل کیا از انجملہ شیخ صالح محشی اشباہ و نظائر خلف رشید ماتن انتقال کیا ماتن نے ایک ہزار

بیان مصنفات ماتن

اور جیہ سال ہجری مین فرزۂ ہاشم مین اور وہین مدفون ہوئے غفر اللہ لہ کذا فی الطحطاوی ملخصًا قال اذکره عن شیخنا الشیخ عبد الغنی الخلیلی عن المصنف الغزی عن ابن نجیم المصری بسنده الی صاحب المذهب ابی حنیفة بسنده الی النبی المصطفی المختار عن جبریل عن اللہ الواحد القہار کما هو مبسوط فی اجازتنا بطرق عدیدة عن المشایخ المتقدمین الکبار یعنی مین روایت کرتا ہون اس فن کو یعنی علم فقہ کو اپنے اُستاد شیخ عبد الغنی خلیلی سے وہ روایت کرتے ہین مصنف یعنی عبد اللہ غزی سے وہ زین ابن نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہین اپنی اُس سند سے جو متصل ہوا امام ابو حنیفہ صاحب مذہب تک وہ روایت کرتے ہین اپنی اُس سند سے جو متصل ہے نبی برگزیدہ و پسندیدہ تک اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہین جبریل علیہ السلام سے وہ روایت کرتے ہین اللہ واحد قہار سے جل جلالہ چنانچہ یہ سند مذکور مشرح اور مفصل مذکور ہے ہماری اجازت مین بہت طریقون سے اساتذہ کثیر العلم عظیم الشان سے ۱۲ شعرانی نے میزان میں ائمہ اربعہ کی یون سند ذکر کی ہے امام ابو حنیفہ عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عز وجل امام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عز وجل امام شافعی عن مالک الی آخر السند امام احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک الی آخر السند کذا فی الطحطاوی وما کان فی الدرر والغرر لم اعزه الا ما ندر وما زاد عن نقله عزوته لقائله تبعا للاختصار یعنی جو قول کہ دُرر غُرر سے نقل کیا اوسکو دُرر غُرر کیطرف منسوب نہین کیا بقصد اختصار مگر بندرت کبھی بیان بھی کر دیا اور جو زائد ہے دُرر غُرر سے وہ اوسکی قائل کیطرف منسوب کر دیا ۱۲ یعنی در المختار منقول ہے مذہب حنفی کی کتب معتمدہ سے مگر بعض کتب سے نقل زیادہ ہے چنانچہ ملا خسرو کی دُرر غُرر سے تو اختصار کیواسطے اوسکی ہر قول مین شارح نے یہہ نہین کہا کہ یہہ دُرر غُرر سے منقول ہے اوسکی سوا اور کتابون سے اسقدر بکثرت نقل نہین تو وہان نسبت کر دیا کہ یہہ قول فلانی کتاب سے ہے اور یہہ شارح کی مزید دیانت پر دلیل ہے اور عدم ادعا ریاست علمی پر رحمۃ اللہ علیہ ومأمولی من الناظر فیه ان ینظر بعین الرضا والاستبصار وان یتلافی تلافیه بقدر الامکان او یصفح ویصفح عما عالم الاشرار والاضمار اور میری امید اس کتاب کے ناظر سے یہہ ہے کہ اسکو بچشم رضا اور تامل کے دیکھے اور یہہ کہ اسکے عیب اور نقصان کا تدارک کرے بقدر اپنی استطاعت اور قدرت کے یا درگذر کرے عیب گوئی سے تاکہ اوسکو میرے سبب درگذر کرے بہید اور چھپی چیز کا جاننے والا ۱۲ چشم رضا کی قید اسواسطے لگائی کہ جو غضب اور بدگمانی کی آنکھ سے دیکھتا ہے اوسکو حق باطل معلوم ہوتا ہے ع چشم بداندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید ہنرش در نظر + ولعمری ان السلامة من هذا الخطر لامر یعز علی البشر اور قسم ہے اپنی حیات کی کہ سلامت رہنا سہو اور غفلت کے امر عظیم سے البتہ وہ امر ہے جو آدمی پر نادر اور عسیر ہے ولا غرو فان النسیان من خصائص الانسانیة والخطاء والزلل من شعائر الآدمیة اور عدم سلامت کچھہ عجب نہین اسواسطے کہ بھولنا انسانیت کے مخصوصات سے ہے اور چوکنا اور لغزش قدم آدمیت کی نشانیون سے ہے واستغفر اللہ مستعیذا به من حسد یسد باب الانصاف ویرد جمیل الاوصاف اور اللہ تعالی سے مغفرت مانگتا ہون اوس خطاسے جو اس کتاب مین واقع ہوئی پناہ بخدا طلب کرکے اُس حسد سے جو منصفی کے دروازہ کو بند کر دے اور حاسد کو اوصاف جمیلہ سے پہیر دے ۱۲ حسد اوسکو کہتے ہین کہ آدمی غیر کی نعمت کا زوال چاہے اور تمنا کرے کہ وہ مجکو ملے یا مطلق زوال چاہے خواہ اوسکو ملے یا نملے اور وہ سخت مرض ہے کہ نیکیون کو کہاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کہاتی ہے چنانچہ یہہ مضمون حدیث مین وارد ہے اور گاہے حسد آدمی کو کفر تک پہونچا دیتا ہے اسواسطے کہ حسد کا انجام کار اعتراض ہے خدا پر کہ کیون اوسکو یہہ نعمت دی اعوذ باللہ من الحسد ومن کل القبائح الا دات الحسد حسنت من تعلق به هلک آگاہ رہنا کہ بیشک حسد وہ کانٹا ہے کہ جسکو لگا وہ ہلاک ہو گیا وکفی للحاسد ذما آخر سورة الفلق فی اضطرامه بالقلق حاسد کی مذمت میں پچھلی آیت سورہ قل اعوذ برب الفلق کی کفایت کرتی ہے اوسکے جل بھن جانے مین قلق کے سبب سے ۱۲ سورہ فلق کی پچھلی آیت مین حق تعالی نے حاسد کیطرف شر کو نسبت کیا اور اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ اُس سے پناہ مانگو تو حسد کی کونسی مذمت اس سے زیادہ ہوگی للہ در الحسد ما اعدله بدا بصاحبه فقتله خدا بہلا کرے حسد کا کیا خوب منصف ہے اول اپنے صاحب یعنی حاسد کو قلق دیا پہر اوسکو مار رکہا ع وما انا من کید الحسود بآمن + ولا جاهل یزری ولا یتدبر اور مین حسد کرنیوالیکے مکر اور فریب سے نڈر نہین اور اُس جاہل کے مکر سے جو عیب جوئی کرے یعنی میری کتاب مین اور تامل نکرے ۱۲ یہہ بیت ہے قصیدہ ابن وہبان کی ابن شحنہ الحنفی

یعنی پناہ مانگتا ہون حسد سے اور تمام برائیون سے

شارح نے کہا سبب اسکا یہہ ہی کہ صاحب قصیدہ حاسدون کی حسد اور معاندون کے مکر مین مبتلا ہوا بعضے کہتے تھے کہ وہبانیہ بد کتاب ہی اور بعضے کہتے تھے کہ یہہ کتاب قدیم ہے ابن وہبان نے اپنی طرف نسبت کر لی انتہی اسیطرح شارح مغفور بھی سہام طعن حاسدین کا نشانہ ہوا کذا فی الطحاوی وﷲ در القائل سعو بحسدی وفی وشی الناس کلہم * من عاش فی الناس یوما غیر محسود اور خدا بہلا کرے اس بیت کے قائل کا حاسد میرا حسد کرتے ہین اور سب آدمیون مین بدتر وہ شخص ہے جو ایکدن بھی غیر محسود جیا یعنی جسپر کسی نے حسد نکیا ہم غیر محسود ہوا اسلیے بدتر ہوا کہ حسد اُسیکا ہوتا ہی جسمین اوصاف حمیدہ ہوتے ہین تو جسپر حسد لوگون نے نکیا تو معلوم ہوا کہ اوسمین کچھہ خوبی نہین چنانچہ شارح اسکی آگے اشارہ کرتا ہی اذ لا یسود سید بدون ودود یمدح وحسود یقدح اسواسطے کہ کوئی سردار سرداری نہین پاتا بدون اُس دوست کے جو اوسکی خوبی بیان کرے اور بدون اُس حاسد کے جو بدگوئی کرے ہم جب آدمی نے اپنی بدگوئی سنی اور اوسپر تحمل کیا اور چشم پوشی کی تو اوسکی عالی ظرفی اور سرداری ثابت ہوگئی لانہ من درج الاحسن حصن المحن اسواسطے کہ جسنے کمینون کا کہیت بویا رنجون کو خرمن کیا فاللئیم یفضح والکریم یصلح سو کمینہ اور کمظرف فضیحت کرتا ہی اور شریف صاحب کرم صلاح دیتا اور درست کر دیتا ہی ہم جب کلام سابق سی معلوم ہوا کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہین لئیم اور کریم سو لئیم تو عیب جوئی مین رہتا ہی اور کریم اصلاح کرتا ہی اگر کچھہ خلل پاتا ہی بشرط قدرت یا چشم پوشی کرتا ہے لکن یا اخی بعد الوقوف علی حقیقۃ الحال والاطلاع علی ما حررہ المتاخرون کصاحب البحر والنہر والفیض والمصنف وجدنا المرحوم وعزمی زادہ واخی زادہ وسعدی افندی والزیلعی والاکمل والکمال وابن الکمال لیکن ای بہائی خطاء اس کتاب کی تلافی کرنا چاہیئے بعد واقف ہونیکے حقیقت حال پر اور بعد مطلع ہونیکے علماء متاخرین کی تحریر اور تقیم پر مانند صاحب بحر اور نہر اور فیض اور مصنف اور ہماری جد مرحوم اور عزمی زادہ اور اخی زادہ اور سعدی افندی اور زیلعی اور اکمل اور کمال و ابن الکمال کے ہم یعنے تدارک خلل بعد مطلع ہونے کے کتب مذکورہ پر چاہیئے اور مجرد خطوط قلب کے اسپر جرأت مناسب نہین صاحب بحر الرائق زین ابن نجیم مصری ہی اور صاحب نہر الفائق شیخ عمر بن نجیم بہائی صاحب بحر کا اور شاگرد نہر الفائق کو تصنیف کیا بہائی کی موت کے بعد اور بہائی پر اکثر مسائل مین مواخذہ کیا یون عذر بیان کرکے کہ بھول چوک سی محفوظ رہنا آدمی پر دشوار ہے اور عزمی زادہ محشی ہی درر کا اور اکمل عنایہ شرح ہدایہ کا مصنف ہی اور کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدیر محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید سکندری ہی ہمام لقب ہی عبد الواحد کا ثم تحقیقات سنح بالبال وتلقیتہا عن فحول الرجال ساتھہ ملاحظہ ان تحقیقات کے کہ بعض کو میرے دل نے پیدا اور ظاہر کیا اور بعض کو مین نے کامل مردون سی حاصل کیا ہم اگر کوئی کہے کہ شارح جیسی علماء کی تحقیقات کا مسائل فقہ مین کچھہ دخل نہین ہے اسلیے کہ وہ مجتہد مذہب اور صاحب فتوی نہین اور قیاس کرنیکا بھی اہل نہین ہے اسواسطے کہ قیاس کرنا ہجری چارسو برس کے بعد مفقود ہوگیا پہر شارح کی تحقیقات سی کیا حاصل جواب اسکا یہہ ہی کہ تحقیقات سی مراد نظائر کو جمع کرنا ہے اور معتمد کے قول کو لانا اور اشکلات کو عبارات لطیفہ سی دفع کرنا یا اسکا جواب دیا جانا بموجب اُس قول کے کہ قوت مدرک کا اعتبار ہی اور اسکا اہل پیدا ہوا کرتے ہین قدرت کاملہ سے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی ویابی اللہ العصمۃ لکتاب غیر کتابہ اور حق تعالی ہر کتاب کی عصمت کو مکروہ رکہتا ہی سوا اپنی کتاب کے یعنی کلام اللہ کے سوا آدمی کی کتاب ایسی لازم العصمۃ نہین کہ اوسمین خطا کا احتمال نہو یہہ شارح نے اپنی بھول چوک کا عذر بیان کیا والمنصف من اغتفر قلیل خطاء المرء فی کثیر صوابہ اور منصف وہ ہی جو آدمی کی تہوڑی خطا کو اوسکی بہتیری درست گوئی مین چہپا ڈالے یعنی جب آدمی کا اکثر کلام حق اور صواب ہو تو اوسکی خطاء قلیل پر نظر نکرنا منصفون کا کام ہی اور فقط خطا کو پکڑ لینا اور اوسکی صواب گوئی سے چشم پوشی کرنا ظلم صریح اور خباثت ہی ہم وهذا افصح اتقن کتابی هذا فهو الفقیه الماهر اور ساتھہ اسکے یعنے باوجود عدم عصمت کے سو جو شخص کہ خوب سمجھہ لیگا میری اس کتاب کو تو وہ فقیہ ماہر ہی یعنی مسائل فقہ کا خوب واقف ہوگا ومن ظفر بما فیہ فسیقول بملاء فیہ کم ترک الاول للآخر اور جو فتحیاب ہوگا اس کتاب کے مطلب پر وہ اپنا منہہ بہر کے کہیگا کہ بہت مطالب کو اگلے پچہلے کیواسطے چھوڑ گیا ہم یعنی متقدمین نے اکثر اشیا کی تصریح نہین کی اور متاخرین نے اوسپر آگاہ کر دیا ہے اسواسطے کہ حوادث متجدد ہوتے جاتے ہین زمانون کے تجدد سے سو فی الواقع کہ کتاب در المختار ضبط ربط مسائل اور حسن اختصار مین عدیم المثال ہی ولہذا عرب اور عجم مین مطرح انظار

ہی و من حصلہ فقد حصل لہ الحظ الوافر لانہ البحر لکن بلا ساحل و وابل القطر غیر انہ متواصل اور جسنے اس کتاب کو حاصل کیا سو
اوسکو بہت حصہ ملا اسواسطے کہ وہ سمندر ہی لیکن نہ کنارہ اور بڑی بوندون کا مینہہ ہی پروہ لگاتار ہے ہم اس صنعت عبارت کو تاکید المدح بما
یشبہ الذم کہتے ہین بحسن عبارات و رموز اشارات و تنقیح معان و تحریر مبانی حالانکہ کتاب میری یا اوسکی تحقیقات خوبی عبارات اور پوشیدہ
اشارات اور منقح کرنے معانی اور آراستہ کرو بنیو الفاظ سو ملگئی ہی یعنی اسکی عبارت اَلجھی نہین تعقیدات لفظیہ اور معنویہ اور تطویل لاطائل سو معرا ہے
ولیس الخبر کالعیان و ستقر بہ بعد التامل العینان اور خبر دیکھنی کی برابر نہین اور تامل کرنے کے بعد دونو آنکھین اس کتاب سو اب ٹھنڈی
ہونگی ہم یعنی دیباچہ کتاب مین میرا توصیف کرنا اس کتاب کا خبر ہے اور خبر محتمل ہوتی ہے صدق اور کذب کی مگر جبکہ تو مطلع ہوگا اس کتاب پر تو تیرے
نزدیک اسکا خوبی شاہد ہو جاویگا ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ وہ توجیہ تعلیل ہے دعای محذوف کی فخذ ما نظرت من حسن روضتہ الاسنی ودع
ما سمعت عن الحسن و سلمی سو لے اسکو جو تو دیکھ چکا ہے اس کتاب کے عالیقدر باغ کی خوبصورتی کو اور اوسکو چھوڑ جو تو نے خوبصورتی اور سلمی
کی حکایت سنی ہی ہم سلمی معشوقہ کا نام ہے یعنی حسن صوری کیطرف التفات نکر حسن معنوی اس کتاب پر نظر کر ے خذ ما نظرت ودع شیأ
سمعت بہ + فی طلعۃ الشمس ما یغنیک عن زحل سے اوسکو جو تو نے دیکھا اور چھوڑ اوسکو جو تو نے سنا آفتاب کے طلوع ہونے مین وہ روشنی ہی
جو تجکو نے پرواکرتی ہے زحل کی روشنی سو ہم زحل کم روشن ایک ستارہ ہی جسکو فارسی مین کیوان اور ہندی مین سنیچر کہتے ہین ھذا و قد صارت
اعراض المصنفین اغراض سہام السنۃ الحساد بوجہ لے سکا اور مقرر اہل تصانیف کی ابرو ئین اہل حسد کی زبانون کی تیرون کی نشانہ ہوگئین
مین و نفائس تصانیفھم معرضۃ بایدیہم متنہب فوائدہا متہم بالکساد اور اہل تصانیف کے عمدہ مصنفات اہل حسد کے ہاتھوں مین پڑی
ہین اونکے فوائد کو لوٹتی ہین پھر او کو کھوٹا کرکے پھینکتے ہین ے انا العلو لا نعجل بعیب مصنف + ولم تتیقن زلۃ منہ تعرف ایضا
علم شناسی نکر مصنف کی عیب جوئی مین حالانکہ تجکو اوسکی خطا کا یقین نہین ہوا جانتا ہو جہارت فکم افسد الراوی کلاما بعقلہ + وکم حرف الاقوال
قوم و صحفوا اسو بہت بگاڑا ہی روایت کرنیوالے نے کلام کو اپنی عقل ناقص سو اور بہتیری قولونکی تحریف کی ہی ایک قوم نے اور تصحیف کی ہی ہم تحریف
عبارت ہی تغییر اور تبدیل سو خواہ تبدیل ایک لفظ کی دوسرے لفظ سو ہو یا ایک حرف کی دوسری حرف سو اور گاہی تحریف بمعنی تاویل آتا ہی یعنی غیر مراد کا ارادہ
کرنا اور تصحیف عبارت ہی خطا فی الصحیفہ سو یعنی لکھنے مین چوکنا کذا فی الطحطاوی یعنی جب افساد راوی اور خطا کاتب کا دخل ہوا تو مصنف کی خطا پر یقین نہین
ہوسکتا الا بوجہ دیگر تو عیب گوئی مین عالم کو عجلت مناسب نہین ے وکم ناسخ اضحی لمعنی مغیرا + وجاء بشیئ لم یردہ المصنف اور بہت کاتبون
نے معنی کو بدلڈالا اور وہ چیز لائے جسکا مصنف نے ارادہ نہین کیا وما کان قصدی من ھذا ان یدرج ذکری بین المحررین من المصنفین و المولفین
بل القصد ریاضۃ القریحۃ وحفظ الفروع الصحیحۃ مع رجاء الغفران ودعاء الاخوان اور اس تصنیف سو میرا قصد یہ نتہا کہ میرا ذکر داخل ہو اہل
تحریر مین کہ مصنفین اور مولفین ہین بلکہ مقصود ذہن کی مشق ہی اور محفوظ رکہنا صحیح مسائل کا تو قع بخشش ربانی و دعا برادران دینی و ماعلی من اعراض
الحاسدین عنہ حال حیاتی فسیتلقونہ بالقبول ان شاء اللہ تعالی بعد وفاتی اور مجکو کچھہ رنج نہین حاسدون کی روگردانی کا اس کتاب سو میری زندگی مین
کیونکہ عنقریب اوسکو قبول کرلینگے انشاءاللہ تعالی میری موت کے بعد کما قیل ے تری الفتی ینکر فضل الفتی + لوما و خبثا فاذا ما ذھب + لج
بہ الحرص علی نکتۃ + یکتبھا عنہ بماء الذھب چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہی دیکھتا ہی تو ایک جوان کو کہ دوسری جوان کے کمال کا انکار کرتا ہی کمظرفی اور
خباثت کی راہ سو پھر جبکہ وہ جاتا رہا یعنی مرگیا بیقرار کرتی ہے اوسکو حرص مسئلہ باریک پر کہ لکھتا ہے اُس کامل محسود کے کلام کو سونیکے پانی سو فہاک
مولفا مھذبا بمہمات ھذا الفن مظہرا للدقائق استعملت الفکر فیہا اذا ما اللیل جن متحریا ارجح الاقوال و اوجز العبارۃ معتمدا فی رفع
الایراد الطف الاشارۃ تو سواے مخاطب اس فن کے آراستہ مجموعہ کو جو ظاہر کرنیوالا ہے اُن باریکیونکو جنمین مین نے اپنی فکر کو استعمال کیا جبکہ رات
چھائی تھی راجح تر اقوال اور مختصر عبارت کو تلاش کرتا دفع کرنے اعتراض مین لطیف تر اشارہ کو قصد کرتا فربما خالفت فی حکم او دلیل فحسب

مَن لا اطلاع لہ ولا فہم عندہ بحمل جمیل پہر کبہی تو مین نے مسئلہ متن مین مخالفت کی با دلیل مین سو جسکو اطلاع نہیں اور نہ فہم اوسنے گمان کیا اوسی
بہکنا یعنی ناواقفی سو میری مخالفت کو گمراہی سمجہا وَ رُبَّمَا غَیَّرْتُ تَبَعًا لِمَا شَرَحَ عَلَیْہِ المُصَنِّفُ کَلِمَۃً او حرفًا واخری اَنَّ ذٰلِکَ لِنُکْتَۃٍ تَدِقُّ عَن نَظَرِ
و تخفی اور گاہی مین نے مصنف کی شرح کی پیروی سو کسی لفظ یا حرف کو بدل ڈالا اور حالانکہ اُس معترض کو معلوم نہیں کہ یہہ بدلنا اُس سخن باریک کے سبب سے
جو اوسکی نظر سے باریک اور پوشیدہ ہی وقد اَنْشَدَنِی شَیْخِی الخیر الشامی والبحر الطامی واحد زمانہ حسنۃ اوانہ شیخ الاسلام الشیخ خیر الدین الرملی
اطال اللہ تعالیٰ بقاءہ اور البتہ اشعار پڑہے مجھپر میرے اوستاد و علامہ عالی قدر دریای لبالب اپنے زمانے کے یکتا اور اپنے وقت کے خوب فاضل
یعنے شیخ الاسلام شیخ خیر الدین ساکن رملہ نے اللہ تعالیٰ اونکی عمر کو دراز کرے ☙ رملہ شہر ہے فلسطین مین وہین اُنکا انتقال ہوا اُنکی تصانیف عمدہ بہت
ہین ازانجملہ فتاوی خیریہ ☙ قُلْ لِمَنْ لَمْ یَرَ المُعَاصِرَ شَیْئًا + وَیَرَی لِلْاَوَائِلِ التَّقْدِیْمَا + اِنَّ ذٰلِکَ القَدِیْمَ کَانَ حَدِیْثًا + وَسَیَبْقٰی ھٰذَا الحَدِیْثُ قَدِیْمًا
کہہ اُس شخص سو جو ہمعصر کو کچہہ نہیں سمجہتا اور اگلے لوگون کو پہلون پر تقدیم سمجہتا ہی کہ مقرر وہ پُرانا بہی اپنے وقت مین نیا تہا اور آگے یہہ نیا بہی پُرانا ٹہریگا ☙
فی الواقع معاصر کتنا ہی کامل الوجوہ ہو لوگونکی نظر مین نہیں آتا اور بعد مدت کے وہی معتمد اور مقتدا مشہور ہوتا ہے چنانچہ صاحب در المختار اپنے معاصرین
حاسدین سے کس قدر تنگ ہین اور اس زمانے مین عرب اور عجم مین در المختار ایجوبہ روزگار ہے اور اول علماء کبار سے عَلیٰ اَنَّ المَقْصُوْدَ وَالمُرَادَ مَا اَنْشَدَنِی
شَیْخِی وَبَرَکَتِی وَوَلِیُّ نِعْمَتِی رَاْسُ المُحَقِّقِیْنَ وَالنُّقَّادِ مُحَمَّد اَفَنْدِی المَحَاسِنِی وَقَدْ اَجَادَ علاوہ برین اس شعر کے لکہنے سے مقصود اور مراد وہ مضمون ہے
جو شعر مین پڑہکر سنایا ہی میرے اوستاد اور میری برکت اور میرے ولی نعمت محققین اور پرکہنے والون کے سردار یعنی محمد افندی محاسنی نے اور البتہ بہت
خوب کہا ہی ☙ محاسنی نسبت ہی محاسن کیطرف یعنی خوبیون والا اور افندی کا لفظ بمعنی بزرگوار مستعمل ہے کذا فی الطحطاوی ☙ لِکُلِّ بَنِی الدُّنْیَا مُرَادٌ وَ
مَقْصَدٌ + وَاِنَّ مُرَادِی صِحَّۃٌ وَفَرَاغٌ + لِاَبْلُغَ فِی عِلْمِ الشَّرِیْعَۃِ مَبْلَغًا + یَکُوْنُ بِہٖ لِی فِی الجِنَانِ بَلَاغٌ ہر ایک اہل دنیا کا کچہہ مراد اور مقصد ہوتا ہی اور
میرا مقصد صحت اور فارغ البالی ہی تاکہ مین علم شریعت مین اُس درجہ کو پہونچون جسکے سبب سے بہشت مین میرا پہنچنا ہو ☙ فَفِی مِثْلِ ھٰذَا فَلْیُنَافِسْ اُولُوا
النُّھٰی + وَحَسْبِی مِنَ الدُّنْیَا الغُرُوْرِ بَلَاغٌ + تو ایسے مقصد عظیم الشان مین چاہئے کہ حرص کرین صاحبان عقول اور کافی ہی مجکو دغاباز دنیا سے بلا غرور یعنی کفایت
یعنی حطام دنیا سے قلیل کافی ہی تو کوشش کرنا چاہیے اوسمین جس سے نعیم موبد اور سرور دائمی حاصل ہو کذا فی الطحطاوی ☙ فَمَا الفَوْزُ اِلَّا فِی نَعِیْمٍ مُؤَبَّدٍ + بِہٖ
العَیْشُ رَغْدٌ وَالشَّرَابُ یُسَاغٌ سو نہین ہی مقصد پانا مراد کی مگر دائمی نعمت مین جسکے سبب سے معاش کی کشائش ہی اور حلق مین شربت خوشگوار ہو

مقدمہ

اہل تصانیف کی عادت ہی کہ قبل از شروع مقصود اُن امور کو ذکر کرتے ہین جسسے ناظر کتاب کو بصیرت حاصل ہو اسکو مقدمہ کہتے ہین حَقٌّ عَلٰی مَنْ حَاوَلَ عِلْمًا
اَنْ یَتَصَوَّرَہٗ بِحَدِّہٖ اَوْ رَسْمِہٖ وَیَعْرِفَ مَوْضُوْعَہٗ وَغَایَتَہٗ وَاسْتِمْدَادَہٗ جو شخص کہ کسی علم کے شروع کرنیکا قصد کرے اوسپر یہہ حق اور لازم ہی کہ اُس
علم کی حد یا رسم کو تصور کرے اور اوسکی موضوع اور غایت اور استمداد کو پہچانے ☙ حد اوس تعریف کو کہتے ہین جسمین ذاتیات مذکور ہون چنانچہ انسان کی
تعریف مین کہنا کہ جاندار گویا اور رسم وہ ہی جسمین تعریف بعرض لازم ہو چنانکہ انسان کو ضاحک یا کاتب بولنا مقدمہ مین دس چیزین مذکور ہوتی ہین
انمین سے شارح نے چار کو مذکور کیا تعریف علم اور موضوع اور غرض اور استمداد سو باقی چہہ امور یہہ ہین واضع علم اور نام علم کا اور حکم شارع کا
اور تصور مسائل اور فضیلت اور نسبت سو چار چیزونکو خود شارح نے بیان کیا بلکہ فضیلت کو بہی باقی کا بیان یون ہی کہ واضع علم فقہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
اور نام علم کا فقہ ہی اور شارع کا حکم یہہ ہے کہ فقہ کا حاصل کرنا بقدر ضرورت کے واجب ہے اور مسائل اس علم کے ہر ایک وہ جملہ ہی جسکا مبتدا مکلف
کا فعل ہی اور احکام خمسہ اوسکی خبر ہی چنانچہ یہہ فعل واجب ہے یا حرام مثلاً اور فضیلت علم فقہ کی یہہ ہی کہ سوای علم عقائد اور تفسیر اور حدیث اور اصول
فقہ کے باقی علوم سے فقہ کا علم افضل ہے اور نسبت یہہ ہی کہ علم فقہ ظاہر کی اصلاح کرتا ہی جیسے عقائد اور تصوف باطن کی اصلاح کرتے ہین کذا فی الحلبی
فَیُعَرَّفُ الفِقْہُ لُغَۃً العِلْمُ بِالشَّیْءِ ثُمَّ خُصَّ بِعِلْمِ الشَّرِیْعَۃِ تو فقہ لغت عرب مین دریافت کرنا ہی شی کا پہر عرف مین فقہ مخصوص بعلم شریعت ہی وَفَقِہَ
بِالکَسْرِ فِقْھًا عَلِمَ اور فَقِہَ بکسر قاف صیغہ ماضی کا بمعنی علم ہی یعنی دریافت کیا اور جانا اور فقہ بکسر اول و سکون ثانی اوسکا مصدر ہے بمعنی علم و فہم

وفقہ بالضم فقاہۃ صار فقیہا اور فقہ بضم قاف جسکا مصدر فقاہت ہی اُسوقت بولتے ہین جبکہ آدمی فقیہ ہو جائے ؎ خلاصہ یہ ہی کہ فقہ لغوی کا ماضی مکسور القاف ہی اور اصطلاحی کا مضموم القاف ہی کذا ذکرہ صاحب بحر الرائق مع الکرمانی اور صاحب قاموس نے فقیہ کے ماضی مین کسرہ بھی نقل کیا ہے واصطلاحا عند الاصولیین العلم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ المکتسب من ادلتہا التفصیلیۃ اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح مین فقہ عبارت ہی احکام شرعی فرعی کے اُس علم سے جو حاصل ہوا ہو احکام کی دلائل مفصلہ سے ؎ احکام فرعی وہ ہین جو عمل کرنے سے متعلق ہین اور جو اعتقاد سے متعلق ہین اونکو احکام اصلی کہتے ہین شارع نے احکام مین شرعی کی قید اسلئے لگائی کہ اس قید سے احکام عقلی و حسی اور اصطلاحی فقہ کی تعریف سے نکل گئے چنانچہ اسکا علم کہ عالم حادث ہی اور آگ جلانیوالی ہے اور فاعل مرفوع ہی معلوم کرنا چاہیے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس فقہ کی دلائل تفصیلی ہین اس تعریف سے معلوم ہوا کہ اصولیون کے نزدیک فقیہ حقیقی فقط مجتہد ہے یا مانند اوسکی اسواسطے کہ مقلد کو دلائل سے استدلال کرنا ضرور نہین وعند الفقہاء حفظ الفروع واقلہ ثلث اھ اور فقیہون کے نزدیک فقہ نام ہی مسائل کے یاد رکھنے کا اور کمتر مرتبہ حفظ مسائل کا یہ ہے کہ تین مسئلے یاد ہون ؎ ماتن اور شارح نے کتاب الوصیۃ مین کہا کہ اگر ثلث مال کی وصیت کی فقیہون کیواسطے تو اوسمین وہ داخل ہوگا جو مسائل شرعی مین نظر دقیق رکھتا ہو اگرچہ تین ہی مسئلونکو اونکی دلائل کے ساتھ جانتا ہو انتہی تو معلوم ہوا کہ جسکو ہزارون مسئلے بے دلائل کے یاد ہون وہ فقیہ نہین وعند اہل الحقیقۃ الجمع بین العلم والعمل اور اہل حقیقت یعنی صوفیہ کرام کے نزدیک فقہ عبارت ہی علم اور عمل کی جامعیت سے ؎ حقیقت مغز ہے شریعت کا اور حقیقت شریعت سے باہر نہین اور نہ شریعت حقیقت سے جدا ہے اور جو حقیقت کو شریعت سے جدا جانتا ہو اوسپر کفر کا خوف ہی کذا فی الطحطاوی حضرت امیر خسرو دہلوی نے مطلع الانوار مثنوی مین فرمایا ہے ؎ حقیقت بشریعت درست ٭ شرع اگر چنین نباشد شریست ٭ ہرکہ تنک از شرع فراتر زدہ ٭ اللہ دیا رب ہمہ زد عریدہ ٭ اور خواجہ عبید اللہ احرار نے فرمایا کہ حقیقت دریاست و شریعت کشتی از دریا بجز توان گذشت بکشتی جب منجملہ صوفیہ صافیہ کے شاہدین عارفین کے کلام سے شریعت اور حقیقت مین اتحاد یا تلازم ثابت ہوا تو صاف معلوم ہوگیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شریعت اور ہی اور حقیقت اور ہی وہ صوفیہ کرام کے طریق سے گمراہ ہین لقول الحسن البصری انما الفقیہ المعرض عن الدنیا الزاہد فی الآخرۃ البصیر بعیوب نفسہ بدلیل قول خواجہ حسن بصری کے کہ فقیہ نہین ہے مگر وہ کہ روگردان دنیا سے نہ رغبت کرنیوالا آخرت مین اپنے محبوب ذاتی کا دانا ہم یعنی عارف فقیہ کی عبادت فقط خدا ہی کیواسطے ہوتی ہے نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کی طمع سے جیسے لوگ جو بہشت کو مانگتے ہین تو تلذذ کیواسطے نہین بلکہ پروردگار کے دیدار کے لئے چنانچہ کسی عارف نے کہا ہی ؎ لیس قصدی من الجنان نعیما ٭ غیر انی ارید ہا لاراک ٭ کذا فی الطحطاوی وموضوعہ فعل المکلف ثبوتا وسلبا اور فقہ کا موضوع عاقل بالغ کا فعل ہے ثبوت کی راہ سے یا سلب کی راہ سے ؎ موضوع علم اوسکو کہتے ہین جسکی عوارض ذاتی کی اُس علم مین بحث اور گفتگو ہو چنانچہ کلمہ اور کلام موضوع ہی علم نحو کا یعنی اول سے آخر تک اسیکی حالات کی گفتگو ہے اسیطرح فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہے ثبوت کی راہ سے چنانچہ فعل کا صحیح ہونا اور فرض ہونا اور واجب ہونا اور مستحب اور مباح ہونا اور سلب کی راہ سے چنانچہ صحیح نہونا فعل کا اور عدم فرضیت اور حرام ہونا اور مکروہ ہونا تو غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون کا فعل علم فقہ کا موضوع نہین اور ضمان متلفات اور نفقہ زوجات کے ادا کرنے مین ولی مخاطب ہے نہ صغیر اور مجنون واستمدادہ من الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اور فقہ کی استمداد اور مددگاری کتاب یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اور قیاس سے ہے ؎ یعنی امور اربعہ مذکورہ فقہ کے ماخذ اور اصول ہین قدرے تحقیق کرنا چاہیے کہ قبل از اسلام شریعت غیر منسوخہ قرآن مجید کی تابع ہے اور سنت سے قول اور فعل اور تقریر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد ہی تقریر اس سے عبارت ہی کہ کوئی امر حضرت کے سامنے ہوا اور حضرت نے اوسکو جائز رکھا ہو اوسپر انکار نکیا اور صحابہ کرام کے اقوال تو سنت مین داخل ہین اور اجماع سے مراد اُن لوگونکا اجماع ہی جنکا اجماع شمار کے لائق ہے چنانچہ صحابہ کرام اور تمام مجتہدین عصر کا اتفاق اور تعامل ناس یعنی لوگون کا عمل بالاتفاق تو اجماع کا تابع ہے اور قیاس سے مراد وہ قیاس ہی جو کتاب اور سنت اور اجماع سے مستنبط ہوا اور تحری اور استصحاب حال تو قیاس کا تابع ہے قیاس مستنبط من الکتاب کی مثال حرمت لواطت کا قیاس ہی وطی فی الحیض کی حرمت پر جو ثابت ہی لقولہ تعالی قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض

بہو علت مشترکہ مقیس اور مقیس علیہ مین اندا ہی اور قیاس مستنبط من السنۃ کی مثال حرام ہونا چنے کے ایک پیمانہ کا چنے کے دو پیمانون سے بقیاس حرمت گیہون
کے ایک پیمانہ کے گیہون کے دو پیمانون سے جو ثابت ہی اس حدیث سے کہ الحنطۃ بالحنطۃ مثلاً بمثل یداً بید والفضل ربوٰا اور علت مشترکہ یہان اتحاد جنس
اور مقدار ہی اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا ہے وطی حرام کا وطی حلال پر چنانچہ امتہ مزنیہ کے وطی کی حرمت کو قیاس کیا ہی مادر کنیز موطوءہ کی
حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہی یعنی جب اپنی لونڈی سے وطی کی تو اس لونڈی کی مان کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہی اسمین کوئی نص نہین ہی کتاب اور سنت سے بلکہ
امہات النساء یعنی خوشدامن مین بلا اشتراط وطی کے نص وارد ہی کذا فی الطحطاوی تعرف وغایتہ الفوز بسعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض اور علت غائی
سعادت دارین کی ظفریابی ہے واما فضلہ فکثیر شہیر اور فقہ کی بزرگی اور فضیلت تو بہت مشہور ہی ہم جامع ترمذی مین ابو امامہ رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر جیسی میری فضیلت تمہارے ادنے شخص پر مقرر اللہ تعالی اور اوسکے فرشتے اور اہل سموات اور اہل ارض یہانتک
کہ چیونٹی اپنے سوراخ مین اور مچھلیان دریا مین بھلائی چاہتی ہین انکی جو لوگونکو خیر کی تعلیم کرتے ہین اور ترمذی مین ابن عباس رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت تر ہی ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول ومنہا ما فی الخلاصۃ وغیرہا النظر فی کتب
اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل اور منجملہ فضائل کے وہ قول ہے جو خلاصہ وغیرہا مین ہی کہ نظر کرنا ہمارے اصحاب کی کتابون مین بدون سماع یعنی
فقہ کے کتابونکو مطالعہ کرنا بدون اوستاد سے سنا ہو تہجد کی نماز سے بہتر ہے وتعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن اور فقہ کا سیکھنا
افضل ہی باقی قرآن کے سیکھنے سے ہم یعنی زیادہ از حاجت فقہ کا سیکھنا غیر کے نفع کیواسطے باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہی اسواسطے کہ فقہ کا تعلم بقدر حاجت کے
فرض عین ہی وجہ افضلیت کی یہہ ہی کہ اسوقت مین تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہی اور قرآن کا تعلم سنت ہی اور فرض افضل ہی سنت سے مگر یہہ وجہ مسلم نہین اسواسطے کہ
تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہی یا افضلیت کی یہہ وجہ ہی کہ جمیع فقہ محتاج الیہ ہی اسواسطے کہ وقائع کا حدوث ہوتا ہی فقہ کے ہر باب مین بخلاف قرآن
کے اسواسطے کہ قرآن مین ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہی اور سورہ فاتحہ اور تین آیتون کا سیکھنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وجمیع الفقہ لا بد منہ اور تمام
فقہ سے چارہ نہین یعنی ضروری ہی اگرچہ بطریق فرض کفایہ کے ہو الحاصل فقہ بجمیع انواع خود آدمیونکو ضروری ہی سو طہارت اور نماز اور روزے کا دریافت کرنا تو علی العموم
سبکو فرض ہی اور زکوۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق وغیر ذلک کا معلوم کرنا اوسپر فرض ہی جو انکا حاجتمند ہو یعنی اگر مالدار ہی تو زکوۃ اور حج کے مسائل
کا معلوم کرنا اوسپر فرض ہی وعلے ہذا القیاس نکاح کرنیوالا اور طلاق دینے والا وفی الملتقط وغیرہ عن محمد لا ینبغی للرجل ان یعرف بالشعر والنحو لان
آخر امرہ الی المسئلۃ وتعلیم الصبیان ولا بالحساب لان آخر امرہ مساحۃ الارضین ولا بالتفسیر لان آخر امرہ الی التذکیر والقصص
بل یکون علمہ فی الحلال والحرام وما لا بد منہ اور ملتقط وغیرہ مین محمد بن حسن سے منقول ہی کہ مرد کو لائق نہین کہ شعرگوئی و نحودانی مین مشہور ہو اسلیے کہ
اوسکا انجام گداگری ہی اور لڑکون کا پڑھانا اور نہ حساب دانی مین مشہور ہو کہ اوسکا انجام کار پیمائش ہی اراضی کی اور نہ تفسیردانی مین مشہور ہو اسواسطے کہ اوسکا
انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہے بلکہ لائق یہہ ہی کہ اوسکا علم ثابت ہو حلال اور حرام مین اور اوسمین جس سے چارہ نہین ہم گداگری کو شعرگوئی کا انجام
اسواسطے کہا کہ اکثر شاعر دنیائے فانی کے طلب کرنے کیواسطے جو مدح کے لائق نہین انکی مدح کرتے ہین اور گاہے ہجو کرتے ہین اوسکی جو مستحق مذمت کا نہین
اور انکی اکثر اوقات مضامین تازہ کاذبہ کی تلاش مین سرگردانی سے برباد ہوتی ہین کما قیل ؎ اذا ما اعتز ذو علم بعلم + فعلم الفقہ اولی باعتزاز
فکم طیب یفوح ولا کمسک + وکم طیر یطیر ولا کباز + چنانچہ نظم مین کسی نے کہا ہی کہ جب فخر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب سے تو فقہ کا علم
مقدم تر اور اولے باقتخار ہے سو بہت سی خوشبوئین مہکتی ہین اور نہین مہکتی مشک کی مانند اور بہت سی چڑیان اڑتی ہین اور نہین اڑتی باز کی مانند
یعنی فقہ اور علوم سے ایسا افضل ہے جیسے مشک اور خوشبوؤن سے اور باز اور پرندون سے وقد مدحہ اللہ تعالی بتسمیتہ خیراً بقولہ ومن یؤت الحکمۃ
فقد اوتی خیراً کثیراً وقد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ہو علم الفقہ اور البتہ حق تعالی نے فقہ کی مدح کی ہی اوسکو خیر کہکے
اپنے اس قول مین ومن یؤت الحکمۃ الخ یعنی جسکو حکمت دی گئی اوسکو بہت خیر دی گئی اور مفسرین کے ایک گروہ نے حکمت کو تفسیر بعلم فروع کیا ہی وہ علم جو

[illegible]
[illegible]
[illegible]

برحمت کا علم ہے ومن ھھنا قیل ع وخیر علوم علم فقہ لانہ یکون الی کل العلوم توسلا ۔ فان فقیہا واحدا متورعا علی الف
ذی زہد تفضل واعتلی اور اسی جگہہ سے کسی نے کہا ہے نظم مین اور سب علمون سے بہتر فقہ کا علم ہے اسواسطے کہ وہ سب مراتب عالیہ کیطرف وسیلہ ہوتا ہے
کیونکہ ایک فقیہ متقی ہزار زاہدون پر بزرگ اور عالیقدر ہوتا ہے مراد یہہ ہے کہ فقیہ ان زاہدون سے افضل ہے جو فقہ کو نہین جانتے ہین وھما ماخوذان من قول الامام
محمد تفقہ فان الفقہ افضل قائد الی البر والتقوی واعدل قاصد وکن مستفیدا کل یوم زیادۃ من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد
فان فقیہا واحدا متورعا اشد علی الشیطان من الف عابد اور وہ دونون شعرین جو گذر گئین ماخوذ ہین اس نظم آیندہ سے جو امام محمد کیطرف منسوب ہے
وہ یہہ ہے کہ فقہ کو سیکھو اسواسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہے نیکی اور پرہیزگاری کیطرف اور معتدل تر تقصید ہے یعنی اصل طریق مقرب مقصود ہے اور ہو تو ہر روز حاصل
کرنیوالا زیادتی کا فقہ سے اور تیراکر فوائد کے دریاؤن مین اسواسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہے شیطان پر ہزار عابد سے ع نظم سابق اور یہہ نظم امام محمد کا اس حدیث
مرفوع سے ماخوذ ہے عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اخرجہ الترمذی چنانچہ اسکا ترجمہ مقدمہ مین
مذکور ہو چکا ومن کلام علی رضی اللہ عنہ ما الفضل الا لاھل العلم انھم علی الھدی لمن استھدی ادلاء اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہہ
نظم ہے کہ بزرگی نہین مگر اہل علم کیواسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہین اور طالب ہدایت کے رہنما ہین وقدر کل امرء ما کان یحسنہ والجاھلون لاھل
العلم اعداء اور وزن یعنی قدر اور خوبی ہر مرد کی موافق اوسکی خوب کرداری کے ہے اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہین ع تو صانع کی قدر اوسکی حسن
صنعت کی مقدار پر ہے اور جسنے علوم آداب کے خوب سیکھے تو اوسکی قدر انہین کی مقدار پر ہوگی اور جسنے علم فقہ کا خوب حاصل کیا تو اوسکی قدر عظیم ہوگی بسبب عظمت فقہ کے
الحاصل جو شخص کسی چیز کو خوب حاصل کریگا تو اوسکا مرتبہ اوسیکی مقدار پر ہوگا کذا فی الطحطاوی ففز بعلم ولا تجھل بہ ابدا الناس موتی واھل العلم احیاء
سو رستگار اور ظفریاب ہو علم کے سبب سے اور علم سے جاہل نرہو ہمیشہ یعنی اسباب جہل سے اجتناب رکھو سب آدمی مردے ہین اور علم والے زندے ہین ع یعنی
جاہل مردونکی مانند ہین لائق شمار کے نہین اور اونسے کچھہ فائدہ نہین اور اہل علم زندہ ہین یعنی اونکی زندگی سے اونکو اور لوگونکو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو
علماء دین کا وجود رحمت اور نور سے کیون نہو کہ وہ وارث ہین انبیا علیہم السلام کے اور منجملہ جہالت کے اسباب جہل اور نسیان کا ارتکاب ہے چنانچہ جہالت کا
بڑا سبب کاہلی ہے اور کاہلی پیدا ہوتی ہے کثرت بلغم سے اور کثرت بلغم کی ہوتی ہے بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پینا ہوتا ہے بہت کھانے سے تو مبدا فساد
کثرت اکل ٹھہرا اور تقلیل اکل کا طریقہ یہہ ہے کہ قلت اکل کے منافع کو آدمی غور کرے ازانجملہ ایک فائدہ یہہ ہے کہ آدمی تندرست رہتا ہے اور زیادہ کھانیوالا گران
تن اور اکثر بیمار ہو جاتا ہے اور بہت کھانیوالا حق تعالی کو ناپسند ہے آمد دوسرا فائدہ قلت اکل کا ایثار ہے یعنی کھانے مین غیر کو مقدم رکھنا اور بہت کھانے
والے کو دوسرے کا کھلانا دشوار ہوتا ہے اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت ذنوب ہے اور امور دنیا کی تشویشات اور کثرت اشتغال امور دنیاوی علائق سے
اور ہرا دھنیا کھانا اور ترش سیب اور مصلوب کو دیکھنا اور الواح قبور کو پڑھنا اور اونٹونکی قطار مین چلنا اور زندہ جون زمین پر ڈالنا اور گدی پر پچھنے لگانا اور منجملہ اسباب
موجبہ حفظ و حافظہ کوشش کرنا ہے اور ہمیشہ مذاکرہ رکھنا اور کم کھانا اور تہجد کی نماز پڑھنا اور قران کو دیکھکر پڑھنا اور بہت درود پڑھنا اور شہد کا پینا اور
کندر کو شکر کے ساتھہ کھانا اور ۲۱ مویز منقی کا نہار منہ کھانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کرتی ہے معلوم کرنا چاہیے کہ طالب علم کو
علم نہین آتا اور نہ اوس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جبتک کہ علم کی اور اہل علم کی اور اوستاد کی تعظیم اور توقیر نکرے اسواسطے کہ کوئی کمال کو نہین پہونچا مگر حرمت
کرنے سے اور کوئی بےنصیب نہین رہا مگر ترک حرمت سے علی مرتضی رض نے فرمایا کہ مین اوسکا غلام ہون جسنے مجکو ایک حرف بتایا چاہے بیچے مجکو چاہے آزاد کرے
ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تاکہ وہ علم اور ادب سیکھے تو بادشاہ نے ایکدن دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہین اور شاہزادہ پانی ڈالتا ہے
تو بادشاہ نے اسپر عتاب کیا اس امر مین اور کہا کہ مین نے اوسکو اسواسطے بھیجا ہے کہ آپ اوسکو علم اور ادب سکھائیے آپ نے اوس سے یون کیون نہ فرمایا کہ ایک
ہاتھہ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھہ سے آپکا پاؤن دہووے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہے تو طالب علم کو لائق ہے کہ کتاب کو ہاتھہ نہ لگاوے بدون
طہارت کے شمس الائمہ سرخسی کو ایکبات اسہال عارض ہوا اور وہ اپنے سبق کی تکرار کرتے تھے تو اوس رات کو سترہ بار وضو کیا اسواسطے کہ وہ سبق کی تکرار بدون

بیان اسباب جہل و نسیان

اسباب حفظ ذہن

وضو کے نکرتے تھے وجہ اسکی یہہ ہی کہ علم نور ہے اور وضو بھی نور ہے تو علم کا نور وضو سے دو چند ہو جاتا ہی اور منجملہ تعظیم واجب کے یہہ ہے کہ کتاب کیطرف پانوں نہ
پھیلائے اور کتابت کی تعظیم ایک یہہ ہے کہ خوشخط واضح لکھے اور بہت باریک نہ لکھے امام اعظمؒ نے ایک کاتب کو دیکھا کہ باریک لکھتا تھا تو فرمایا کہ باریک مت لکھ کہ
شاید تو زندہ رہا تو پچتائیگا اور اگر مر گیا تو تجکو لوگ برا کہینگے یعنی اگر تو پیر ہو گا اور تیری بصارت ضعیف ہو گی تو ایسی باریک تحریر پر تجکو ندامت ہو گی اور منجملہ تعظیم
علم کے ہم سبق بہائیون کی تعظیم ہے اور چاپلوسی معیوب چیز ہے مگر طلب علم مین مذموم نہین اسواسطے کہ استاد اور ہم سبقون کی چاپلوسی کرنا لائق ہے تاکہ اونسے فائدہ
حاصل ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وَقَدْ قِيلَ الْعِلْمُ وَسِيلَةٌ إِلَى كُلِّ فَضِيلَةٍ اور کہا گیا ہی یعنی علماء محققین نے فرمایا ہے کہ علم وسیلہ ہی ہر بزرگی اور کمال کا یعنے
ترقیات دارین کا سبب ہے اَلْعِلْمُ يَرْفَعُ الْمَمْلُوكَ إِلَى مَجَالِسِ الْمُلُوكِ علم بلند مرتبہ کرتا ہے غلام کو پادشاہون کی مجالس تک یعنی نہایت حقیر شخص علم کی جلالت شان
سے بادشاہون کا ہم صحبت اور جلیس ہو جاتا ہی لَوْلَا الْعُلَمَاءُ لَهَلَكَتِ الْأُمَرَاءُ اگر عالم نہوتے تو امیر ہلاک اور تباہ ہو جاتے ہیں وجہ اسکی یہہ ہی کہ امیر خلق اللہ کے
حاکم ہین تو اگر فصل خصومات مین علماء دین کیطرف رجوع نکرتے تو گمراہ ہوتے اور عذاب آخرت مین گرفتار رہتے باوجود اسکی علماء دین کو لائق نہین امیرون کے پاس جانا
آنا دنیاء فانی کے حاصل کرنے کیواسطے عالم کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو ذلیل نکرے بلکہ مقسوم پر راضی رہے ہمت کو عالی رکھے لوگون کے مال مین طمع نکرے زمانہ سابق
مین دستور تہا کہ اول لوگ پیشہ سیکہتے پہر علم حاصل کرتے تھے تا خلق اللہ کے مال مین طمع کی مجال باقی نرہے اور جبکہ عالم طامع ہوا تو اوسکی علوم کی حرمت باقی
نہین رہتی اور وہ حق گوئی سے بھی کنیا تا ہی ابن عساکر نے اپنی تاریخ مین انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ میری امت کی خرابی سے علماء بدکردار سے اس علم
کو تجارت قرار دینگے اوسکو بیچین گے اپنے زمانے کے امیرون سے اپنی منفعت کیواسطے خدا اونکی تجارت مین نفع نہ بخشی اور مروی ہی کہ بدتر علماء وہ ہین جو امیرون
کے پاس جاتے ہین اور بہتر امیر وہ ہین جو عالمون کے دروازون پر آتے ہین اور مروی ہی کہ دو قسم آدمیون سے جب آراستہ ہوئی تو سب لوگ آراستہ ہوجاتے
ہین اور جب وہ بگڑی تو سب لوگ بگڑ جاتے ہین علماء اور امراء کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وَإِنَّمَا الْعِلْمُ لَا كَرَامَةَ سِوَاهُ إِذْ لَيْسَ لَهُ عَزْلٌ اور سوا ہی اسبات کے
نہین ہے کہ علم صاحبان علم کیواسطے وہ منصب دائمی ہے جسکی معزولی نہین یعنی بادشاہ اس منصب کو نہین چہین سکتا إِنَّ الْأَمِيرَ هُوَ الَّذِي يُضْحِي أَمِيرًا بَعْدَ
عَزْلِهِ إِنْ زَالَ سُلْطَانُ الْوِلَايَةِ لَمْ يَزَلْ سُلْطَانُ فَضْلِهِ البتہ اصلی امیر وہ ہے جو امیر بنا رہے اپنے معزول ہونے کے وقت اگر قوت منصب کی زائل ہوگئی تو وہ اپنے
کمال کی قوت مین ثابت ہی وَاعْلَمْ أَنَّ تَعَلُّمَ الْعِلْمِ يَكُونُ فَرْضَ عَيْنٍ وَهُوَ بِقَدْرِ مَا يَحْتَاجُ لِدِينِهِ اور معلوم کر اے مخاطب کہ علم کا سیکہنا فرض عین ہوتا ہے
یعنی ہر شخص پر اور فرض عین اوسقدر علم ہے جسکی طرف آدمی حاجت مند ہو اپنے دین کیواسطے ہم تعلیم متعلم مین ہے کہ مسلمان پر ہر علم کا حاصل کرنا فرض نہین
بلکہ علم حال کی طلب فرض ہی یعنی آدمی جس حال مین واقع ہو اوس حال کا علم سیکہنا فرض ہی مثلاً جسپر نماز اور روزہ فرض ہوا اوسپر صوم اور صلوۃ کے مسائل کا
دریافت کرنا فرض ہے اور اگر مال حاصل ہوا تو زکوۃ اور حج کے مسائل کا سیکہنا فرض عین ہی اور سوداگر پر علم بیوع فرض ہے بالجملہ جو جس چیز کا شغل کرتا ہی
اوسپر اوسکا علم فرض ہی تاکہ اوسمین ارتکاب حرام سے محفوظ رہی اور علم واجب وہ ہے جسقدر سے امر واجب ادا ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً وَفَرْضَ كِفَايَةٍ
اور علم سیکہنا فرض کفایہ ہوتا ہے فرض کفایہ وہ ہی کہ ہر شخص پر فرض نہین بلکہ بعض کا سیکہنا ایک شہر مین سبکی طرف سے کفایت کرتا ہی وَهُوَ مَا زَادَ عَلَيْهِ لِنَفْعِ
غَيْرِهِ اور فرض کفایہ وہ علم ہی جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو غیر کو نفع کیواسطے یعنے ناواقفون کے بتانے کو تاکہ وہ لوگ مہالک اور محرمات سے بچین تو ایک عالم
ہر نواحی مین ضرور ہی کہ عوام مسلمین کو ضروریات دین کے سکہا دے نہین تو عوام ضائع ہونگے وَمَنْدُوبًا وَهُوَ التَّبَحُّرُ فِي الْفِقْهِ وَعِلْمِ الْقَلْبِ اور علم سیکہنا
مستحب ہوتا ہی اور مستحب علم تبحر اور مہارت کا حاصل کرنا ہے فقہ مین اور دلکے علم مین ہم علم قلب سے علم اخلاق مراد ہی یعنی جس علم سے انواع فضائل اور رذائل
حاصل کرنے کی کیفیت معلوم ہو اور اقسام رذائل اور انسے بچنے کی کیفیت دریافت ہو تعلیم متعلم مین ہی اسیطرح فرض ہی علم احوال قلوب چنانچہ توکل اور انابت اور
خوف الہی اور رضا بالقضا اسواسطے کہ یہہ سب احوال مین واقع ہے اور بندگی اس علم کی کسی پر مخفی نہین ہی اور اسیطرح اخلاق مین معرفت جود اور بخل اور
تکبر اور تواضع اور عفت اور اسراف اور تقتیر وغیرہا کی فرض ہے اسواسطے کہ بخل اور نامردی اور تقتیر حرام ہی اور اس سے بچنا بدون اسکی علم اور اسکی ضد
کے ممکن نہین انتہی تو علم قلب فقہ پر عطف ہی نہ تبحر پر تو مطلب یہہ ہوا کہ اصل علم اخلاق فرض ہے اور اوسمین تبحر پیدا کرنا مستحب ہی اور اگر تبحر پر عطف کریں

تو تعلیم متعلم کے مخالف ہوگا یعنی علم اخلاق مستحب ٹہیرےگا نہ فرض وَحَرَامٌ وَهُوَ عِلْمُ الْفَلْسَفَةِ وَالشَّعْبَذَةِ وَالتَّنْجِيمِ وَالرَّمْلِ وَعُلُومِ الطَّبَائِعِيِّينَ وَالسِّحْرِ
وَالْكَهَانَةِ اور علم سیکہنا حرام ہوتا ہے اور وہ حرام علم یونانیونکی حکمت ہے اور شعبدہ یعنی دست چالاکی بازیگری مین بہان متی کی مانند اور نجوم اور رمل اور
اہل طبائع کے علوم یعنی علم طبیعی اور جادو اور کہانت ہیں یونانی حکمت اسواسطے حرام ہوئی کہ اوسمین عالم کا قدیم ہونا وغیرذلک من الکفرات والمحرمات
داخل ہین اور علم نجوم مین اوضاع فلکیہ سے حوادث سفلیہ پر استدلال کرتے ہین تعلیم متعلم مین ہے کہ نجوم کا علم بمنزلہ مرض کے ہے تو اوسکا سیکہنا حرام
کیونکہ وہ مضر ہے نافع نہین اسلئے کہ قضا اور قدر سے بچنا غیرممکن ہے تو مسلم کو چاہئے کہ ذکر اللہ اور دعا اور تضرع مین مشغول رہے اور حق تعالی سے عافیت مانگا کرے
اسواسطے کہ داعی محروم الاجابہ نہین ہوتا پھر اگر بلا مقدر ہے تو ضرور پونہچیگی لیکن داعی کو حق تعالی صبر عطا کریگا دعا کی برکت سے لیکن تعلم نجوم کا بقدر قبلہ
شناسی اور اوقات نماز کے جائز ہے انتہی اور کہانت یہہ ہے کہ شیاطین سے راہ پیدا کرے تا کہ وہ اخبار آیندہ بتائین اور یہہ جو لوگ علم جفر کو علی مرتضی
کرم اللہ وجہہ کیطرف نسبت کرتے ہین سو غلط ہے اسکی کچہہ اصل نہین شارح نے علم طب کو بیان نہین کیا لیکن تعلیم متعلم مین یون مذکور ہے کہ طب کا سیکہنا
جائز ہے اسواسطے کہ اسباب مین سے ایک یہہ بھی سبب ہے تو اسکا سیکہنا جائز ہے باقی اسباب کیطرح اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بھی علاج کیا ہے اور
امام شافعی سے منقول ہے کہ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَبْدَانِ وَعِلْمُ الْاَدْيَانِ علم فقہ دین کیواسطے ہے اور علم طب بدن کیواسطے کذا فی الطحطاوی لمنتقطا وَدَخَلَ فِي الْفَلْسَفَةِ
الْمَنْطِقُ اور حکمت یونانی مین منطق کا علم داخل ہے یعنی حرام ہے حموی محشی اشباہ نے کہا بعض فاضلون نے کہا کہ مین نے اپنے مذہب کے علما کی کتابونمین
تحریم منطق کا قول نہین دیکہا اگر صاحب اشباہ نے دیکہا تہا تو اوسکا نقل کرنا مناسب تہا ان شافعی مذہب کی کتابونمین اسکی بہت تصریح ہے اور تضییع عمر کو اگر حرمت
قرار دیجئے تو بعید نہین اور یہہ بھی ہے کہ جو منطق سے اشتغال رکہتا ہے وہ غالباً فلسفہ کیطرف مائل ہوجاتا ہے تو منع کرنا از قبیل سد ذرائع کے ٹھہرا والا منطق مین وہ
نہین جو شرع مبین کے مخالف ہو اور بعضے فاضلون نے کہا کہ شاید منطق سے مراد فلاسفہ کی منطق ہے نہ اہل اسلام کی منطق اسواسطے کہ اسمین قواعد اسلام
کے مخالف کوئی چیز نہین اور امام غزالی نے منطق کو معیار العلوم کہا ہے اور فرمایا کہ جسکو منطق کی معرفت نہین اوسکے علم پر اعتماد نہین اور بو علی سینا نے
منطق کو خادم العلوم کہا ہے انتہی طحطاوی نے کہا ظاہراً منطق سے وہ منطق مراد ہے جو شبہات اہل اعتزال سے مملو ہے تو وہ داخل فلسفہ ہے وَمِنْ هٰذَا الْقِسْمِ عِلْمُ
الْحَرْفِ وَالْمُوْسِيْقٰى اور حرام کی قسم سے حرف اور راگ کا علم ہے شاید کہ علم حرف سے کاف کا حرف مراد ہو جو کیمیا کیطرف اشارہ ہے اور اسکی حرمت مین کچہہ
کلام نہین کہ اسمین عمر اور مال دونون برباد ہوجاتے ہین یا مراد حروف کا جمع کرنا ہے جس سے حرکات پر دلالت خارج ہو اور احتمال ہے کہ علم اسرار حروف مراد ہو جیسے
اوفاق اور استخدام وغیرذلک سے کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون کہ ظاہراً علم حرف سے جفر کا علم مراد ہے کہ اوس سے وقائع آیندہ کا استخراج کرتے ہین نجوم کی مانند
اور حالانکہ علم غیب مخصوص بعلام الغیوب ہے واللہ اعلم وَمَكْرُوْهًا وَهُوَ اَشْعَارُ الْمُوَلَّدِيْنَ مِنَ الْغَزَلِ وَالْبَطَالَةِ اور ہوتا ہے علم مکروہ اور وہ غزل اور بیہودہ
گوئی اون شاعرونکی جو عرب مین بعد اسلام کے پیدا ہوئے ہیں مولد وہ لوگ ہین جو عرب مین پیدا ہوئے اور حالانکہ وہ عرب کی قوم سے نہین چنانچہ ابو نواس وغیرہ
قاموس مین ہے کہ تغزل سے عبارت ہے عورتون کے ساتھہ بات چیت کرنے سے وَمُبَاحًا كَاَشْعَارِهِمُ الَّتِيْ لَا سُخْفَ فِيْهَا كَذَا فِيْ فَوَائِدِ شَتّٰى مِنَ
الْاَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ اور ہوتا ہے علم مباح یعنی اوسکا فعل اور ترک برابر ہے چنانچہ مولدین کے وہ اشعار جنمین نامعقول مضمون نہین اسیطرح مذکور ہے اشباہ
و نظائر کے فوائد شتے مین ہیں مولدین کی قید اسواسطے لگائی کہ اونکے اشعار مین اکثر مضامین سخیفہ واہیہ مملو ہین برخلاف عرب خالص کے ابن عباس اکثر اشعار
عرب کیطرف لغات رکہتے تہے قران اور حدیث کے الفاظ پر استدلال کرنے کو کذا فی الطحطاوی ثُمَّ نَقَلَ فِيْ مَسْئَلَةِ الرُّبَاعِيَّاتِ مَحْصُوْلُهَا اَنَّ الْفِقْهَ ثَمَرَةُ
الْحَدِيْثِ پہر صاحب اشباہ نے مسئلہ رباعیات مین کلام طویل نقل کیا اور اوسکا خلاصہ مقصود یہہ ہے کہ معرفت فقہ حدیث کا ثمرہ ہے یعنی حدیث سے مستخرج ہے وَ
لَيْسَ ثَوَابُ الْفَقِيْهِ اَقَلَّ مِنْ ثَوَابِ الْمُحَدِّثِ اور نہین ہے فقیہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کمتر وَفِيْهَا كُلُّ اِنْسَانٍ غَيْرِ الْاَنْبِيَاءِ لَا يَعْلَمُ مَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى
لَهُ وَبِهِ لِاَنَّ اِرَادَتَهُ تَعَالٰى غَيْبٌ اِلَّا الْفُقَهَاءَ فَاِنَّهُمْ عَلِمُوْا اِرَادَتَهُ تَعَالٰى بِهِمْ بِحَدِيْثِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ
اور اشباہ مین ہے کہ ہر آدمی سوای انبیا علیہم السلام کے جانتا نہین ہے کہ اللہ تعالی کا کیا ارادہ ہے اوسکے ساتھہ دارین مین اسواسطے کہ حق تعالی کا ارادہ غیب ہے

مگر فقیہ اوسکو جانتے ہین اسواسطے کہ وہ جان گئے ہین حق تعالی کے ارادہ کو جو اونکے ساتھہ ہی رسول صادق مصدوق کے اِس حدیث کی دلیل سے کہ جسکے ساتھہ اللہ تعالی خیر کا ارادہ کرتا ہی اوسکو دین مین فقیہ کرتا ہی یعنی امر دین مین فہم سلیم عطا کرتا ہے ھم غور کرنا چاہیئے کہ فقیہ سے مراد وہ ہی جو مصطلح فقہا ہی یہانتک کہ جو تین مسئلے یاد رکہے وہ بہی فقیہ ٹھہری یا اصطلاح اصولیون کا فقیہ یعنے مجتہد مراد ہی اور ظاہرا مراد وہ ہی جو فقہ مین مشتغل ہونے وجہ فروع قلیلہ کو یاد رکہتا ہو مین کہتا ہون یہہ استدلال اسوقت تمام ہی جب کہ لسان شرع مین فقیہ کا اطلاق فقط اسی پر متعین ہو سو یہہ کیونکر ہو اسواسطے کہ فقیہ کی تعریف مین اختلاف کثیر واقع ہے یہانتک کہ غزالی نے اِسکو علم تصوف پر محمول کیا ہی کذا فی الطحطاوی وَمِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ يُسْأَلُ عَنْهُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا الْعِلْمَ لِأَنَّهُ طَلَبَ مِنْ نَبِيِّهِ أَنْ يَطْلُبَ الزِّيَادَةَ مِنْهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا فَكَيْفَ يُسْأَلُ عَنْهُ اور اشباہ کے فوائد مین ہی کہ ہر چیز سے بندہ پوچھا جائیگا قیامت کے دن مگر علم سے اسواسطے کہ حق تعالی نے اپنی نبی کریم سے یہہ طلب کیا کہ علم کی زیادت طلب کری بدلیل اِس آیت کریمہ کے (وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا) یعنی اور کہہ اے میری پروردگار مجکو زیادہ علم دی سو کیونکر سوال ہوگا علم سے یعنی بعد طلب کے ھم یہہ دلیل مدعا کی مفید نہین اسواسطے کہ ہر امر غیر علم ہو یا سوای اوسکے شرع مین مطلوب الزیادۃ ہے علامہ ابو سعود نے کہا اِس استدلال مین اعتراض ہے اِسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ بندہ کے دونون قدم قیامت مین نہ ہٹینگے یہانتک کہ اوس سے چار چیزون کا سوال ہوگا اوسکی عمر سے سوال ہوگا کہ کس امر مین اوسکو فنا کیا اور اوسکی جوانی سے سوال ہوگا کہ کس مین اوسکو کہپایا اور اوسکی مال سے سوال ہوگا کہ کونسی چیز سے اوسکو حاصل کیا یعنی بوجہ حلال یا حرام اور اوسکی علم سے سوال ہوگا کہ اوسنے اوسمین کیا کیا یعنی علم کے موافق عمل کیا یا نہین وتمام البیان نے الطحطاوی وفیہا اذا سُئلنا عن مذہبنا ومذہب مخالفنا قلنا وجوبا مذہبنا صواب یحتمل الخطاء ومذہب مخالفنا خطاء یحتمل الصواب اور اشباہ کے فوائد مین ہے مصفی سے منقول کہ جب ہمسے سوال کیا جای ہماری مذہب سے یعنی حنفی مذہب سے اور ہماری مخالف کے مذہب سے یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب سے کہ کونسا مذہب حق ہی فروع مین تو ہم اِس سوال کے جواب مین کہینگے وجوبا یعنی ہمپر واجب ہی یون کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہے یعنی حق ہی مطابق واقع کے احتمال رکہتا ہی خطا کا یعنی چوک جانے کا اور ہماری مخالف کا مذہب خطا ہی محتمل ہے صواب کا ھم یہہ جواب اسواسطے متعین ہوا کہ یہہ مقلد ہی اور تقلید کسی شخص کی نہین چاہیئے اوسکو خاطی جانکر اور صواب الیقین قطعا اسواسطے نکیا کہ اگر قطعی یقین کیا جای تو مجتہدین کا یہہ قول صحیح نہ ٹھہرے کہ المجتہد یخطئ ویصیب یعنی مجتہد استنباط احکام مین خطا بہی کرتا ہی اور صواب بہی ولہذا مخالف کے مذہب کی خطا پر یقین کرلینا جائز نہوا خلاصہ مقام یہہ ہی کہ یہہ کلام نظر بمجتہد ہی یعنی جسطرف ہمارے امام اعظم گئے ہین وہ اونکے نزدیک صواب ہی مع احتمال الخطاء اسواسطے کہ ہر مجتہد مصیب ہی اور گاہی نفس الامر مین خطا بہی کرتا ہی اور باعتبار ہم مقلدون کے چارون امام حق پر ہین اپنے اجتہاد مین مصیب ہین تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب مین کہیگا جبکہ اوسکے مذہب سے سوال ہوگا اپنی امام کی طرف سے جسکا وہ مقلد ہی اور یہہ مراد نہین ہے کہ ہر مقلد اسکا مکلف ہے کہ دوسری امام کی خطا کا معتقد ہو اسواسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز نہین ہوتی مگر بقصد ضروری ہونے تقلید کے اور تقلید کی ضرورت یہہ ہی کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہین رکہتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کرسکے تو ایک امام کی تقلید فقط عمل مین کرتا ہی اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھہ اعتقاد کرنیکا بہی مکلف ہی نہین تو ادای تکالیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آتا ہی اسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ لازم نہین آتا ہے مگر جبکہ مسائل تقلیدیہ کی عدم صحت کا معتقد ہوا اور ہم یہہ نہین کہتے ہین بلکہ مقلد ظاہرا صواب پر ہے کہ اوسنے وہ کیا جو اوسپر واجب تہا بدلیل قولہ تعالی فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ یعنے اخذ بقول مجتہد جو بموجب اِس آیۃ کریمہ کے اوسپر واجب تہا سو اوسنے کیا اور مقلد اسکا مکلف نہین ہی کہ اپنی خلاف مذہب کا تخطیہ کری یعنی اوسکی خطا کا معتقد ہو اب خلاصہ کیا ہی ہماری اوستاد نے ابن ملا فروخ کی حنفی کے قول سے یہہ کا کذا فی الطحطاوی عن مفتی الروم اسعد وَإِذَا سُئِلْنَا عَنْ مُعْتَقَدِنَا وَمُعْتَقَدِ خُصُومِنَا قُلْنَا وُجُوبًا الْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَيْهِ وَالْبَاطِلُ مَا عَلَيْهِ خُصُومُنَا اور جب کوئی ہمسے سوال کرے ہماری عقائد سے یعنی اہل سنت کے عقائد سے اور ہماری مخالفین کے عقائد سے یعنی معتزلہ اور خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون انمین سے حق پر ہی تو ہم جواب مین وجوبا کہینگے کہ مطابق واقع کے حق وہی عقائد ہین جنپر ہم ہین اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہین جنپر ہماری مخالفین ہین وفیہا العلوم ثلثة علم نضج وما احترق وهو علم النحو والاصول اور اشباہ کے فوائد مین ہی کہ علوم تین قسم ہین ایک وہ علم ہے کہ پختہ ہوگیا اور

تفرع نہیں ہوا یعنی کمال کو نہیں پہونچا اور وہ نحو اور اصول کا علم ہے ہم منضج علم سے مراد یہ ہے کہ قواعد اوسکے مقرر ہو گئے اور قواعد پر جزئیات متفرع ہو گئے اور وہ نحو اعتراضات اور تفصیل اقاویل اور توضیح مشکلات ہو گئی اور احتراق سے مراد غایت اور نہایت کو پہونچا اور یہہ تفسیر سے مراد کی نہیں تو احتراق منع اشباہ ہے کذا فی الطحطاوی تو علم نحو اور علم اصول کے اگرچہ قواعد مدون ہو گئے لیکن اونکے فروع مستنبط ہنوز کمال کو نہیں پہونچے بلکہ اونکو امام اونمین مختلف ہین اور یہہ امر ظاہر ہے اُس شخص پر جو اصول اور نحو کی کتابون مین تامل کرتا ہے کذا فی الحموی وَعِلْمٌ لَا نَضِجَ وَلَا احْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْبَيَانِ وَالتَّفْسِيرِ اور ایک علم وہ ہے جو نہ پختہ ہے اور نہ محترق اور وہ بیان اور تفسیر کا علم ہے ہم بیان سے مراد بلاغت کے تینون علم یعنی علم معانی اور بیان اور بدیع حموی نے بعض فضلا سے نقل کیا کہ علم بیان تو ذوق کیطرف راجع ہے تو اوسکی کچھ غایت نہیں کیونکہ آدمی اسمین مختلف ہین اور علم تفسیر کے عدم کمال کی وجہ یہہ ہے کہ موضوع علم تفسیر کا کلام ربانی ہے باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور مواقع مناسبات وغیر ذلک کے جنکا کوئی محیط نہیں ہو سکتا سوا علام الغیوب کے سو اوسکی نہایت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے انتہیٰ وَعِلْمٌ نَضِجَ وَاحْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ اور ایک علم وہ ہے جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پہونچ گیا اور وہ علم حدیث اور علم فقہ کا ہے ہم علم حدیث نہایت رتبہ کمال کو پہونچا اسواسطے کہ محدثین نے جزاہم اللہ خیرا اسماء رجال اور اونکے نسب اور طبقات مین کتابین تصنیف کین اور قوی الحفظ اور ضعیف الحفظ اور فاسد الروایۃ اور صحیح الروایۃ کو بیان کر دیا اور بعضے ایک لاکھ اور بعضے تین لاکھ حدیثون کے حافظ ہوئے اور صحابہ کرام مین جو راوی تھے اونکو منحصر کر دیا اور مراد اور احکام حدیث کو ہر مجتہد کے فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث مین طرح طرح کی کتابین لکھین کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رکہی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہے کہ مجتہدین نے قران اور حدیث مین ایسا نظر کرکے بال کی کھال نکالی قواعد مقرر کئے اور انپر جزئیات متفرع کئے اور خلائق کے حوادث باوجود اونکے اختلاف مواقع کے بعینہا لکھدئے یا جو اُن حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہا نے اُن امور مین کلام کیا جو کبھی واقع نہین ہوئے اِس تصور سے کہ شاید اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران نہون اور جو جزئی منصوص نہین وہ نادر ہی کیاب اور اگر ہے منصوص بھی ہوا ہے لیکن ناظر اوسکے محل سے ناواقف ہے فہم کا قصور ہے ہر امر فقہ مین مذکور ہے خواہ بمفہوم خواہ بمنطوق کذا فی الطحطاوی ملخصا اگر اہل اسلام انصاف کرین تو حضرت مجتہدین اور فقہا کی احسان کی شکر گذاری سے آپکو عاجز جانین اللّٰہم فارحم المجتہدین وفقہاء ربانیین واجزہم عنا خیر الجزاء یا ارحم الراحمین وَقَدْ قَالُوا الْفِقْهُ زَرَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَسَقَاهُ عَلْقَمَةُ وَحَصَدَهُ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَدَاسَهُ حَمَّادٌ وَطَحَنَهُ أَبُو حَنِيفَةَ وَعَجَنَهُ أَبُو يُوسُفَ وَخَبَزَهُ مُحَمَّدٌ وَسَائِرُ النَّاسِ يَأْكُلُونَ اور البتہ فقیہون نے کہا کہ فقہ کا کھیت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا اور علقمہ نے اوسکو سینچا اور ابراہیم نخعی نے اوسکو کاٹا اور حماد نے اوسکو ماندا یعنی اناج جدا کیا بہوسی سے اور ابو حنیفہ نے اوسکو پیسا اور ابو یوسف نے اوسکو گوندا اور محمد بن حسن نے اوسکی روٹیان پکائین اور باقی لوگ اوسکو کہانیوالے ہین ہم ابو یوسف اور محمد شاگرد ہین ابو حنیفہ کے اور ابو حنیفہ شاگرد ہین حماد کے اور حماد ابراہیم نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہ کے اور علقمہ عبد اللہ بن مسعود صحابی کے تو خلاصہ یہہ ہے کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ امام اعظم نے کمال کو پہونچایا اور محمد بن حسن نے امام کی روایات کو جمع کرکے فروع کو منتخب کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اوسکو بیان کر دیا اور حوادث اونکے وقت مین بکثرت ہوئے تو انہون نے فقہ کو مدون کیا اور کتابین تصنیف کین کہ ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہیئے کہ فقہ مذکور سے وہ فقہ مراد ہے جو ابو حنیفہ کے طریق سے مروی ہے اسواسطے کہ امام مالک کی فقہ مروی ہے نافع سے ابن عمر سے اور شافعی کی فقہ مروی ہے امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق مروی ہے شافعی سے اور یہہ مطلب نہین کہ فقہ مین تکلم نہین کیا مگر ابن مسعود اور ابو حنیفہ نے وَقَدْ نَظَمَهُ بَعْضُهُمْ فَقَالَ الْفِقْهُ زَرْعُ ابْنِ مَسْعُودٍ وَعَلْقَمَةُ حَصَّادُهُ ثُمَّ إِبْرَاهِيمُ دَوَّاسُ نُعْمَانُ طَاحِنُهُ يَعْقُوبُ عَاجِنُهُ مُحَمَّدٌ خَابِزٌ وَالْآكِلُ النَّاسُ اور البتہ بعض علما نے اسکو نظم کیا ہے پھر بولکر سو یون کہا ہے کہ فقہ کو ابن مسعود نے بویا اور علقمہ اُسکا کاٹنے والا ہے پھر ابراہیم ماندنیوالا ہے نعمان یعنی ابو حنیفہ اُسکا پیسنے والا ہے اور یعقوب یعنی ابو یوسف اُسکا گوندنے والا اور محمد بن حسن روٹی پکانیوالا اور لوگ کہانیوالے ہین وَقَدْ ظَهَرَ عِلْمُ مُحَمَّدٍ بِتَصَانِيفِهِ كَالْجَامِعَيْنِ وَالْمَبْسُوطِ وَالزِّيَادَاتِ وَالنَّوَادِرِ حَتَّى قِيلَ إِنَّهُ صَنَّفَ فِي الْعُلُومِ الدِّينِيَّةِ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعِينَ كِتَابًا محمد بن حسن کا علم ظاہر ہو گیا اونکی تصنیفات سے جیسا کہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہانتک کہ کہا گیا ہے کہ البتہ انہون نے دین کے

علوم مین ۹۹۹ کتابین تصنیف کی ہین ھم جامع صغیر مین محمد روایت کرتے ہین ابو یوسف سے اور وہ امام اعظم سے اور جامع کبیر مین محمد روایت کرتے ہین امام سے بلاواسطہ ۔ وعن تلامذتہ
الشافعی رضی اللہ عنہ وتزوج بام الشافعی وفوض الیہ کتبہ ومالہ فبسببہ صار الشافعی فقیہا ۔ امام شافعی محمد بن حسن کے شاگرد ہین انہون نے ہی اور
نکاح کیا تہا شافعی کی مان سے اور اپنی کتابین و اپنا مال انکو سپرد کیا تھا سو اسی سبب سے شافعی فقیہ ہوئے ھم یہہ قول ظاہرا اول ہے حلبی نے کہا ہان یون کہنا صحیح ہے کہ محمد کی
کتابون سے شافعی کو ان مسائل پر اطلاع ہوئی جن سے انکو قبل اسکے آگاہی نہ تہی اسواسطے کہ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کثرت استخراج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعی
تو قبل اونکے داخل ہونے کے محمد کے ملنے سے پہلے بہی فقیہ مجتہد تھے اور اجتہاد مطلق کیونکر مستفاد ہو اس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہین ا
مجتہد مطلق وہ ہے جو اصول اور فروع مین دوسرے کا تابع نہو چنانچہ چارون امام اور مجتہد منتسب وہ ہے جو اصول مین دوسرے کا تابع ہو نہ فروع مین چنانچہ
ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم واللہ
ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن اور مقر انصاف کیا ہے شافعی نے جہان یون کہا ہے کہ جو شخص کہ فقہ حاصل کرنیکا ارادہ کرے سو اوسکو چاہیے کہ
ابو حنیفہ کے شاگردون کا ساتھہ نچھوڑے اسواسطے کہ معانی و دقیقہ تو اونکو آسان اور سہل ہو گئے ہین اور خدا کی قسم ہے کہ مین فقیہ نہین ہو گیا مگر محمد بن حسن شیبانی
کی کتابون سے ھم یعنی مزید بصیرت فروع فقہیہ مین مجکو حاصل نہین ہوئی مگر اونکی کتابون سے کذا فی الحلبی المحشی للدر المختار وقال اسمعیل بن ابی رجاء رأیت
محمدا فی المنام فقلت لہ ما فعل اللہ بک قال غفر لی ثم قال لو اردت ان اعذبک ما جعلت ہذا العلم فیک فقلت لہ فاین ابو یوسف قال
فوقنا بدرجتین قلت فابو حنیفۃ قال ہیہات ذلک فی اعلی علیین اور اسمعیل بن ابی رجا نے کہا کہ مین نے محمد بن حسن کو خواب مین دیکھا سو اوس سے کہا کہ
خدا نے تمہارے ساتھہ کیا کیا اونہون نے کہا کہ مجکو بخشدیا پھر حق تعالی نے فرمایا کہ اگر مین تیرے عذاب کرنیکا ارادہ کرتا تو یہہ علم تجکو ندیتا پھر مین نے کہا
تو ابو یوسف کہان ہین کہا کہ ہمسے دو درجے اوپر ہین مین نے کہا تو ابو حنیفہ کہان ہین کہا دور ہین وہ تو علیین کے اوپر ہین ھم علیین جنت مین
بالاتر مکان ہے سو یہہ بلندی رتبہ اضافی ہے یعنی نسبت صاحبین کے نہ مطلقا اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ امام سے قطعا درجہ مین بلند تر ہین کیف و
قد صلی الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ امام کا بلند مرتبہ اسقدر کیونکر نہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشا کی وضو سے پڑہی ۔ چالیس برس ھم مسعر بن کدام
نے کہا کہ مین امام ابو حنیفہ کی مسجد مین گیا تو مین نے دیکھا کہ فجر کی نماز پڑہکے لوگونکو تعلیم علم کیا کئے یہانتک کہ ظہر کی نماز پڑہی پھر عصر تک تعلیم مین مشغول رہے
پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسیطرح عشا تک پھر بعد نماز عشا گھر مین گئے سو مینے اپنے دلمین کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہہ ہے مطالعہ کب ہوتا ہوگا
مین اسکا تجسس کرونگا جب لوگون کی آمد و رفت بند ہوئی تو امام مسجد مین آئے سو نماز مین قائم رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گھر مین گئے پھر کپڑے
پہنکر مسجد مین آئے اور فجر کی نماز پڑہی اور اسیطرح عشا تک تعلیم مین مشغول رہے پھر گھر مین گئے سو مین نے اپنے جیمین کہا کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بہی اسکا
تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد مین آئے اور شب گذشتہ کیطرح نماز مین صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پھر گھر مین جاکر کپڑے پہنکر
نماز کیواسطے مسجد مین آئے اور نماز پڑہکر اوسیطرح تا عشا تعلیم اور ارشاد مین رہے پھر گھر مین گئے تو مین نے کہا آج البتہ آرام کرینگے آج بہی تجسس کرونگا
سو اوس رات مین بہی ویسا ہی کیا صبح تک تو مینے اپنے جیمین کہا کہ مین انکا ساتھہ نچھوڑونگا یہانتک کہ انکا انتقال ہو دنیا سے یا میرا سو مین نے انکی ملازمت
کی اونکی مسجد مین ابن معاذ نے کہا کہ مسعر بن کدام ابو حنیفہ کی مسجد مین مرگئے سجدے کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ سے پوچہا کہ طاعت پر تمکو
کس چیز نے قوی کر دیا کہا کہ مین نے حق تعالی سے دعا کی بواسطے اوسکی اسماء مطہرہ کے جو کہ حسنہ پر اور وہ دعا مقدمہ غزنویہ مین مذکور ہے جلال الدین
سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت کی کہ مین نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تھے کہ ایک
رات مین مسجد مین گیا ایکمرد کو نماز پڑہتے دیکھا مجکو اوسکی قرات پسند آئی سو اوسنے قرآن کا ساتوان حصہ پڑہا مین نے کہا کہ اب رکوع کریگا پھر
اوسنے تہائی قرآن پڑہا مین نے کہا اب رکوع کریگا پھر اوسنے آدہا قرآن پڑہا سو اسیطرح پڑہتا رہا یہانتک کہ تمام قرآن ختم کیا ایک رکعت مین پھر
مین نے جو اونکو دیکھا تو وہ ابو حنیفہ تھے ۔ اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قرآن کو ایک رکعت مین ختم کیا چار بزرگون نے انمین سے ایک

امام ابوحنیفہ ہین اور خطیب نے یحیی بن نصر سے روایت کی کہ ابوحنیفہ قرآن کو رمضان مین ساٹھ بلکہ اکثر ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی کہ مین نے اسد بن عمرو سے سنا کہتے تھے کہ ابوحنیفہ نے فجر کی نماز عشا کی وضو سے چالیس برس پڑھی اور اکثر شب تمام قرآن کو ایک رکعت مین پڑھتے تھے اور جس مکان مین اونکی وفات ہوئی وہان ..... بار قرآن کو ختم کیا اور خطیب نے حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ جب ہمارے والد کا انتقال ہوا تو مین نے حسن بن عمارہ سے کہا کہ تم اونکو غسل دو تو جب انہون نے نہلایا تو کہا اللہ تجہپر رحم کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہین کیا تیس برس سے اور تیری آنکھین نہین جھپکین چالیس برس سے مقرر تو نے اپنے بعد مشقت مین ڈالا اور قاریون کو فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف سے روایت کی کہ مین چلا جاتا تھا ابوحنیفہ کے ساتھ مین نے سنا ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہہ ابوحنیفہ ہین کہ رات کو نہین سوتے ہین تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ کہین جو مین نہین کرتا ہون اور رات کو اونکی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الطحطاوی وحج خمسا وخمسین حجۃ اور امام نے پچپن حج کئے ورأی ربہ فی المنام مائۃ مرۃ ولہا قصۃ مشہورۃ اور اپنے پروردگار جلشانہ کو خواب مین سو بار دیکھا اور رویت کا ایک قصہ مشہور ہے حافظ نجم الدین غیطی نے وہ قصہ یون مذکور کیا ہے کہ امام نے رب العزۃ کو خواب مین ننانوے ۹۹ بار دیکھا سو کہا اپنے جی مین کہ اگر اب سوین بار دیکھونگا تو سوال کرونگا کہ خلائق اوسکے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائیگی کہا امام نے پہر مین نے حق سبحانہ وتعالی کو خواب مین دیکھا تو عرض کیا اے پروردگار عز جارک وجل ثناؤک وتقدست اسماؤک کس چیز سے نجات پائیگی خلائق تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح اور شام یون کہا کریگا سبحان الابدی الابد سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغیر عمد سبحان من بسط الارض علی ماء جمد سبحان من خلق الخلق فاحصاہم عدد سبحان من قسم الرزق ولم ینس احد سبحان الذی لم یتخذ صاحبۃ ولا ولد سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد وہ شخص میرے عذاب سے نجات پائیگا کذا فی الطحطاوی وفی تحفۃ الاخیرۃ استأذن حجبۃ الکعبۃ بالدخول لیلا فقام بین العمودین علی رجلہ الیمنی ووضع الیسری علی ظہرہا حتی ختم نصف القرآن ثم رکع وسجد ثم قام علی رجلہ الیسری ووضع الیمنی علی ظہرہا حتی ختم القرآن فلما سلم بکی وناجی ربہ وقال الہی ما عبدک ہذا العبد الضعیف حق عبادتک لکن عرفک حق معرفتک فہب نقصان خدمتہ لکمال معرفتہ فہتف ہاتف من جانب البیت یا ابا حنیفۃ قد عرفتنا حق المعرفۃ وخدمتنا فاحسنت الخدمۃ قد غفرنا لک ولمن تبعک ممن کان علی مذہبک الی یوم القیمۃ اور امام نے اپنے اخیر حج مین کعبہ شریفہ کے خادمون سے ایک رات داخل ہونے کی اجازت لی تو کہڑے ہوئے نماز مین بیت اللہ کے دو ستونون کے درمیان داہنے پانون پر اور بایان پانون داہنے کی پشت پر رکہا یہان تک کہ آدہا قرآن ختم کیا پہر رکوع اور سجدہ کیا پہر کہڑے ہوئے بائین پانون پر اور داہنا پانون اوسکی پشت پر رکہا یہانتک کہ قرآن کو ختم کیا پہر جب سلام پہیرا تو روئے اور مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الہی اس بندہ ضعیف نے تیری عبادت نہین کی جیسی کہ تجہکو لائق ہے لیکن تجہکو جانا جیسے کہ تیرے جاننے کا حق ہے تو اوسکی خدمت کے نقصان کو اوسکی کمال معرفت کے سبب سے بخشدے یعنے کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کی ایک جانب سے آواز غیبی آئی کہ اے ابوحنیفہ تو نے ہمکو جانا جیسا کہ حق معرفت تہا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہمنے تجہکو بخشا اور اوسکو بخشا جو تیرا تابع ہوا اُن لوگون مین سے جو تیرے مذہب پر ہین قیامت تک ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراوح افضل ہے نعت قدمین سے تراوح کی حقیقت یہہ ہے کہ ایکبار ایک پانون پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پانون پر اور یہی محمل امام کے فعل مذکور کا انتہی لیکن یہہ احتمال بعید ہے اسواسطے کہ ایک پانون کا دوسرے پانون کی پشت پر رکہنا منقول ہے اور ضیاء معنوی مین مذکور ہے کہ ایک پانون پر فرائض مین کہڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہے اور نوافل مین جائز ہے اور حق معرفت کا عرفان جو مذکور ہوا تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ امام حق تعالی کے اُن صفات کے بالیقین عارف تہے جو اوسکی کبریا اور جلال پر دلالت کرتی ہین اور یہہ مراد نہین کہ کنہ ذات اور صفات ربانی کی عارف تہے اسواسطے کہ وہ تو محال ہے بدلیل ما عرفناک حق معرفتک اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ جو امام کے مذہب پر چلے یعنی اوسکے حلال اور حرام اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر بموافقت سنت وکتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور مکروہ سے بچے

اور یہہ وارد نہیں ہے کہ جو کوئی مین حنفی مذہب ہون اوسکی مغفرت ہو جاوے کذا فی الطحطاوی منتصراً وقیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادۃ و
ما استنکفت عن الاستفادۃ اور امام ابو حنیفہ سے کہا گیا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہونچے کہا کہ مین نے بخل نہین کیا فیض کے بتانیسے اور نہ عار کی سیکھنے سے
ھم اور یہہ کسی نے ایکبار پوچھا کہ یہہ علم آپکو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکرگذاری سے حاصل ہوا جب مین کسی حکمت اور فقہ کو سیکھا تو مین نے کہا الحمد للہ
یعنی خدا کو شکر ہے جسنے مجکو اس فہم کی توفیق دی تو میرا علم اس محنت اور شکرگذاری سے بڑہتا گیا یعنی اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہے وقال مسعر من جعل ابا حنیفۃ بینہ وبین اللہ رجوت ان لا یخاف اور مسعر بن کدام نے کہا کہ جو امام ابو حنیفہ کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالی کے کرے یعنی انکو وسیلہ
کرے اور انکے مذہب پر چلے مین امید کرتا ہون کہ اوسکو کچہہ خوف نہو وقال فیہ حسبی من الخیرات ما اعددتہ یوم القیمۃ فی رضی الرحمن دین النبی محمد خیر الورٰی ثم اعتقادی مذہب النعمان اور مسعر بن کدام نے امام کی مدح مین کہا کفایت کرتی ہے مجکو قیامت کے دن نیکیون سے وہ چیز جو مین نے طیار کر
رکھی ہے رحمن کی رضامندی مین سو وہ چیز دین ہے نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہین پہر بعد اسکے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنی ابو حنیفہ ھم مقدمہ غزنوی مین یہہ
دونون بیتین ابو یوسف کیطرف منسوب ہین تو مسعر نے یہہ کہا ہوگا حکایت عن الغیر کذا فی الطحطاوی مسعر بن کدام استاد ہین سفیان ثوری اور سفیان ابن
عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہہ دونون بزرگ مجتہد اور استاد المحدثین ہین رحمۃ اللہ علیہم وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان آدم افتخر بی وانا افتخر
برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابو حنیفۃ ھو سراج امتی اور روایت ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ حضرت آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور مین فخر کرتا ہون
ایک مرد کے سبب سے جو میری امت مین ہے نام اوسکا نعمان ہے اور کنیت اوسکی ابو حنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان سائر الانبیاء
یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی کذا فی التقدمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوۃ
والسلام سے روایت ہے کہ تمام انبیا میرے سبب سے فخر کرتے ہین اور مین ابو حنیفہ کے سبب سے فخر کرتا ہون جو اوسکے ساتہہ محبت رکہے سو تحقیق اوسنے میرے ساتہہ محبت رکہی اور
جو اوسکے ساتہہ دشمنی رکہے سو البتہ اوسنے میرے ساتہہ دشمنی رکہی اسیطرح یہہ دونو حدیثین تقدمہ مین مذکور ہین جو شرح ہے مقدمہ ابو اللیث کی ھم طحطاوی نے کہا
اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہین ابو حنیفہ سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ ابو حنیفہ اوس زمانے مین موجود ہوئے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع
ہو گیا تہا اور سنت مین کچہہ ضعف طاری تہا تو انکا وجود خلق کیواسطے رحمت ہو گیا اور احکام دینی کے فہم مین نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی و
قول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی بطرق مختلفۃ ضیاء معنوی مین کہا اور ابن جوزی کا یہہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے یعنی بندہ
بنائی ہوئی ہے تعصب اور نا انصافی ہے اسواسطے کہ روایت اوسکی اسناد مختلفہ سے ثابت ہے ھم ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہے یعنی جبکہ روایت
حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اوسکو موضوع کہنا نا انصافی ہے زیادہ برین نیست کہ ضعیف ہی نہ کہ موضوع علاوہ یہہ ہے کہ جب ضعیف حدیث
کے طرق متعدد ہوئے تو وہ مرتبہ حسن کی قریب ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی وروی الجرجانی فی مناقبہ بسندہ الی سہل بن عبد اللہ التستری
انہ لو کان فی امۃ موسی وعیسی مثل ابی حنیفۃ لما تہودوا ولما تنصروا اور جرجانی نے مناقب نعمانیہ مین اپنی سند کے ساتہہ سہل بن عبد اللہ
تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسی اور عیسوی مین ابو حنیفہ کی مانند عقل اور دیانت مین کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور نصرانی نہوتے
یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نکرتے ومناقبہ اکثر من ان تحصی اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سے زیادہ تر ہین یعنی حصر نہین
ہو سکتے ھم جلال الدین سیوطی شافعی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مالک کی بشارت دی اوس حدیث
مین جسکا خلاصہ مطلب یہہ ہے کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے کیواسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر نپاوینگے
اور امام شافعی کی بشارت دی اوس حدیث مین جسکا حاصل مطلب یہہ ہے کہ قریش کو برا نکہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقہ زمین کو علم سے بہر دیگا مین
کہتا ہون کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابو حنیفہ کی بشارت دی اوس حدیث مین جسکو ابو نعیم نے حلیہ مین ابو ہریرہؓ سے روایت کی قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی حضرت نے فرمایا کہ اگر علم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند مرد

ابنا رفارس کے اسکو پا جاتے اور حدیث ابوہریرہ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے ہی لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجال من فارس اور صحیح مسلم میں یون ہی لو کان الایمان عند الثریا لذہب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ اور اسی مضمون کی حدیث شیرازی نے القاب میں اور معجم طبرانی کبیر میں روایت کی ہی تو یہہ اصل صحیح معتمد علیہ ہے بشارت اور فضیلت میں اسکی موضوع خبر کی کچھ حاجت نہین انتہے ما قال السیوطی اور منجملہ مناقب امام کے وہ روایت ہے جو خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابو یحیی حمانی سے کہ مین نے ابو حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ مین نے ایک خواب دیکھا سو اوس سے مجکو بہت پریشان کیا مین نے دیکھا کہ مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کہودتا ہون سو مین بصرہ مین گیا مین نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو انہون نے کہا کہ یہہ مرد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو پہیلاوے گا نشر اور مشہور کریگا اور خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی ہے مین نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالی میری فریادرسی نکرتا ابو حنیفہ اور سفیان از سبب تو مین بہی اور آدمیون کی مانند ہوتا اور خطیب نے محمد بن عبد الجبار سے روایت کی کہ قاسم بن معین بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود رضی سے کہا گیا کہ تم ابو حنیفہ کے شاگردونمین داخل ہونے سے راضی ہوا انہون نے کہا کسیکی مجلس لوگون کو ابو حنیفہ کی مجالس سے زیادہ تر نافع نہین اور روح بن عبادہ سے روایت ہی کہ مین ابن جریج کے پاس تہا ۱۵۰ ہجری مین کہ ابو حنیفہ کی موت کی خبر آئی تو استرجاع کیا اور کہا آہ علم ذہب یعنی بہت بڑا علم جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر مروزی سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ جب سفیان اور ابو حنیفہ یکجا ہون تو انکے آگے کون شخص فتوی دیسکتا ہی اور کہتے تھے کہ جب یہہ دونون بزرگ ایک شی پر اتفاق کرین تو وہی حق ہے اور عبد اللہ بن داود نے کہا کہ جب تو آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہی اور جبکہ تو ان دقائق اور موشگافیون کا ارادہ کرے تو ابو حنیفہ ہے اور خطیب نے محمد بن سعید کاتب سے روایت کی کہ مین نے عبد اللہ بن داود سے سنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نمازمین ابو حنیفہ کیواسطے دعا کرنا واجب ہے کہ انہون نے لوگون کیواسطے سنن اور فقہ کو محفوظ کر دیا اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ مین نے شداد بن حکیم سے سنا کہتے تھے کہ مین نے ابو حنیفہ سے زیادہ تر عالم نہین دیکھا اور اسمعیل بن محمد فارسی سے روایت کی کہ مین مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ اپنے اہل زمانے مین سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحیی بن معین سے روایت کی کہ مین نے یحیی بن سعید قطان سے سنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہین کہتے مین ہمنے ابو حنیفہ کی رای سے بہتر نہین سنا اور اونکے اکثر اقوال کو ہمنے لیا ہے اور خطیب نے سلیمان بن ربیع سے روایت کی کہ مین نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ مین علماء کوفہ کی مجلس مین بیٹھا سو اون مین سے کسی کو اورع یعنے متقی تر ابو حنیفہ سے نہین دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بزار سے روایت کی کہ حفص بن عبد الرحمن تجارت مین امام کے شریک تھے سو انہون نے حفص بن عبد الرحمن کے پاس کپڑے میں متاع کو بہیجا یعنی تھانون کی گٹھری بہیجی اور اطلاع کی کہ فلانے کپڑے مین نقصان ہے جب بیچنا تو مشتری کو اسکا عیب جتا دینا سو حفص نے اوسکو بیچا اور مشتری سے اسکا عیب بتانا بہول گئے پہر جب ابو حنیفہ کو یہہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کذا فی الطحطاوی عن السیوطی ہم عبد اللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبد اللہ بن داود اور شداد بن حکیم اور یحیے بن سعید اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے اوستاد ہین اور انکے اقوال مسندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقت مین امام ابو حنیفہ کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور لو کان العلم عند الثریا لنالہ رجال من فارس کا محمل صحیح امام اعظم اور اونکے اصحاب ہین کیونکہ اہل فارس مین اونسے زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم دقیقہ رس نہین ہوا تو امام کیواسطے یہہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہی وصنف فیہا سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین وسماہ الانتصار لامام ائمۃ الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم مین دو مجلد بڑی بڑی تصنیف کی اور اسکا نام رکہا الانتصار لامام ائمۃ الامصار یعنی پیشوایان بلاد کے پیشوا کی لئی انتقام لینا ہم امام کو امام الائمہ اسواسطی کہا کہ انکا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین سے مقدم ہے اور اجتہاد کا دروازہ انہین نے کہولدیا کما لا یخفی علی العلماء وصنف غیرہ اکثر من ذلک اور اوسکے سوا اور علمانے اونکے فضائل اور مناقب اس سے زیادہ بہت کچھ تصنیف کیا بعض مختصر ہین

اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو البتہ بعض اہل فارس بیشک پا جاتا کہ اوسکو حاصل کرے ۱۲

اور بعضے مبسوط وغیرہ میں ہے اِنَّ اَبَا حَنِیفَۃَ النُّعمَانَ مِنْ اَعظَمِ مُعجزاتِ المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم بعد القرآن اور حاصل کلام یہہ ہے کہ بے شک امام ابو حنیفہ نعمان
معجزات مصطفوی میں سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہے هم معجزہ کہا امام کو اسواسطے کہ اونکی خبر دی قبل اونکے وجود کے اُن احادیث میں جو مذکور ہو چکین
مستفیضہ ہین اسواسطے کہ احادیث علم ثریا امام اعظم پر قطعاً محمول ہین بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اوسکو بعضون نے ابن عباس پر محمول کیا ہے اور عالم
مدینہ کی حدیث کو اور علماء مدینہ پر محمول کیا ہے بخلاف حدیث مذکور کے کہ اوسکا کوئی محمل واقعی صحیح نہین سوا ابو حنیفہ اور اونکے اصحاب کے اور یہان
معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہین ہین اسواسطے کہ معجزہ وہ ہے جو مقترن بتحدی ہو بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہین کذا فی الطحطاوی وحیثیات
مین مناقبہ اشتہار مذہبہ ما قال قولاً الا اخذ بہ امام من الائمۃ الاعلام اور امام کے مناقب سے مجکو کفایت کرتا ہے اونکے مذہب کا مشہور ہونا
امام نے کوئی ایسا قول نہین کہا جسکو کسی امام نے ائمہ اعلام سے نہ لیا ہو هم اخذ سے مراد موافقت ہے اجتہاد مین نہ تقلید اسواسطے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد
کی تقلید نہین کرتا ولقد جعل اللہ الحکم لاصحابہ واتباعہ من زمنہ الی ہذہ الایام الی ان یحکم بمذہبہ عیسی علیہ السلام اور البتہ حق تعالی
نے ٹھہرایا ہے حکم شریعت اور سیاست کا نصف عالم مین امام کے اصحاب اور اتباع کو امام کے زمانے سے ان دنون تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق عیسی
علیہ الصلوۃ والسلام حکم کرینگے هم یعنی احکام مذہب حنفی کے روم اور توران کی سلطنت مین تا زمان شارح بلکہ ابتک جاری ہین اور یہہ جو کہا کہ حضرت
عیسی بھی اپنی مذہب کے موافق عمل کرینگے سو حلبی محشی نے اسکا مطلب یون بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کرینگے اور اونکا اجتہاد ابو حنیفہ کے
اجتہاد کے موافق پڑیگا لیکن شافعیہ توافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہونگے انتہی اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام حلبی کے کہا مین کہتا ہون کہ
جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موہمہ بولنا ہرگز لائق نہین کہ ایسی امور سے منقبت نہین تعریف نہین مذمت قائل کی ثابت ہوتی ہے ذخائر رہبان کے مصنف نے صاحب
اشاعت سے نقل کیا کہ بعضے جہال حنفیون نے دعوی کیا کہ عیسی اور مہدی دونو بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہون گے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی
کتاب المشرب الوردی فی مذہب المہدی مین اسکو خوب رد کیا ہے اور امام مہدی کو مجتہد مطلق کہا ہے لیکن صاحب فتوحات اونکے اجتہاد کے منکر ہین کیونکہ
عیسی علیہ السلام نبی معصوم ہین مطلقا اور منجملہ دلائل استحالہ تقلید اُن حضرات کی یہہ ہے کہ اونکو احکام شریعت کے خدا کی طرف سے تعلیم ہونگے بواسطہ ملک
اور اونکے صاحبین نے اکثر ثلث احکام سے اونکا خلاف کیا ہے ولہذا اور امام مہدی معصوم ہین احکام مین اور ابو حنیفہ مجتہد ہین اور مجتہد قد یخطی ویصیب
کیونکر تقلید کرے وہ شخص جو معصوم ہے کبھی خطا نہین کرتا اُس شخص کی جسکی صفت یخطی ویصیب ہے مطمح نظر جاہلون کا فرط تعصب اور عناد سے کچھ نہین مگر
ابو حنیفہ کی تفضیل اگرچہ اصل خیر سے ہو گو وہ کلام مؤدی الی الکفر ہو اور ان جاہلونکو علم نہین امام اعظم کے اُن فضائل جمیلہ حقہ کا جنہین علماء
محققین نے کتابون مین تصنیف کی ہین لہذا انہون نے اُس کذب اور افترا کو پسند کیا ہے جس سے اللہ اور اسکا رسول راضی نہین بلکہ خود ابو حنیفہ راضی نہین
اور اگر ابو حنیفہ ایسے اقوال کو سنتے تو قائل کے کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستونکو اونکے فضائل واقعیہ کافی ہین اثبات تفضیل کے اسلئے ایسی تاویل
کی حاجت نہین جیسی تنقیص انبیا علیہم السلام کی لازم آوے فانا للہ وانا الیہ راجعون تو ای مخاطب تو اپنے اوپر اتباع سنت غرا لازم کر کہ وہ پناہ ہے
ہوا پرستی سے اور سپر ہے سہام شیطانی سے اور چھوڑ تعصب ناحق جانب داری کو کہ وہ باب عظیم ہے ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحطاوی ملتقطا هم حاشیہ
طحطاوی مین ملہمین کی جوڑی ایک حکایت طویل منقول ہے خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ احکام شرعی کو خضر علیہ السلام نے ابو حنیفہ سے ۳۰ برس مین حاصل کیا ہے
تین سال مین ابو القاسم قشیری کو تعلیم کیا انہون نے مذہب حنفی مین ہزار کتابین تصنیف کین اور صندوق مین بند کرکے نہر جیحون مین امانت رکھین جب عیسی
علیہ السلام قریب قیامت کے نزول کرینگے تو اون کتابونکو نکالکر اونکے موافق عمل کرینگے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اس دروغ بے فروغ کو
تفصیل تمام رد کیا ہے خوف تطویل سے اتنی پر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی کیطرف رجوع کرے اعوذ باللہ من الافراط والتفریط
ع دوستی بیخرد خود دشمنی ست + وھذا یدل علی امر عظیم اختص بہ من بین سائر العلماء العظام اور یہہ بعضے فقرہ مناقب مذکورہ اُس امر
عظیم پر دلالت کرتا ہے جو مخصوص بامام ہے باقی علماء عظام کے مابین سے کیف لا وہو کالصدیق رضی اللہ عنہ لہ اجرہ واجر من دوّن الفقہ

وَالْفِقْهَ وَفَرَّعَ اَحْكَامَهُ عَلٰى اُصُوْلِهِ الْعِظَامِ اِلٰى يَوْمِ الْحَشْرِ وَالْقِيَامِ امام ابن العلماء کبو نکر مخصوص بامر عظیم نہو حالانکہ امام تو صدیق کی مانند ہین اور اونکو اوسی خاص کے عمل کا ثواب ہے اور اُس شخص کی برابر ثواب ہی جسنے فقہ کو مدون اور جمع کیا اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عظام پر متفرع کیا قیامت تک ہم مردونمین اول سب سے صدیق اکبر ایمان لائے اور نبوت کی تصدیق کی تو اونکو اپنے ایمان لانیکا ثواب ہوا پھر اونکے بعد جو ایمان لاتا گیا اُسکی ثواب کی برابر صدیق کو ثواب ملیگا اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ جسنے نیک طریقہ نکالا تو اوسکو اُسکا ثواب ملیگا اور اُس شخص کی برابر ثواب ملیگا جو اُس نیک طریق پر چلیگا قیامت تک اسیطرح امام ابو حنیفہ نے اول مدون فقہ اور استخراج فروع کی راہ نکالی تو اونکو اسکا ثواب ملیگا اور باقی مجتہدون کی برابر ثواب حاصل ہوگا خوارزمی نے مجموعہ مسانید امام مین کہا کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا اور ابواب پر مرتب کیا پھر اونکے بعد امام مالک نے موطا مین وہی طریقہ اختیار کیا اسباب مین ابو حنیفہ سے کسی نے سبقت نہین کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت مین ابواب کرکے کوئی تصنیف نہین کی اونکو اپنی یاد پر اعتماد تھا سو امام نے جب علم کو منتشر دیکہا اور متاخرین کے سوء حفظ سے ڈرے کہ مبادا علم ضائع ہوجاوے تو مدون کرنا مستحسن جانا تو تدوین مین طہارت سے ابتدا کی پھر صلوۃ سے پھر صوم سے پھر باقی عبادات سے پھر معاملات سے پھر خاتمہ کیا مواریث پر کذا فی الطحطاوی یا دکی خرابی

وَقَدْ اَتْبَعَهُ عَلٰى مَذْهَبِهٖ كَثِيْرٌ مِّنَ الْاَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ مِمَّنِ اتَّصَفَ بِثَبَاتِ الْمُجَاهَدَةِ وَرَكَضَ فِىْ مَيْدَانِ الْمُشَاهَدَةِ كَاِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَدْهَمَ وَشَقِيْقِ الْبَلْخِيِّ وَمَعْرُوْفِ الْكَرْخِيِّ وَاَبِىْ يَزِيْدَ الْبِسْطَامِيِّ وَفُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ وَدَاوُدَ الطَّائِيِّ وَاَبِىْ حَامِدِ اللَّفَّافِ وَخَلَفِ بْنِ اَيُّوْبَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَوَكِيْعِ بْنِ الْجَرَّاحِ وَاَبِىْ بَكْرِ الْوَرَّاقِ وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ لَا يُحْصٰى لِعَدَدِ اَنْ يُسْتَقْصٰى یعنی اسطرح ممتاز نہوا اور علما سے حالانکہ امام کے مذہب کے تابع اور مقلد ہوئے ہین اکثر اولیاء کرام اُن حضرات مین سے جو متصف بہ ثبات مجاہدہ ہین اور موصوف بہ تیز روی میدان مشاہدہ چنانچہ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل عیاض اور داؤد طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف بن ایوب اور عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح اور انکے سوا جنکا شمار نہایت پذیر نہین فَلَوْ وَجَدُوْا فِيْهِ شُبْهَةً مَا اتَّبَعُوْهُ وَلَا اقْتَدَوْا بِهٖ وَلَا وَافَقُوْهُ سو اگر یہہ اولیاء کاملین امام مین کچھہ شبہہ پاتے تو اونکے تابع اور مقتدی نہوتے اور نہ اونکی موافقت کرتے یعنی حقیت مذہب امام کی ایک یہہ بھی دلیل ہے کہ ارباب کشف اور شہود کی اونکو تابع اور مقتدی ہین وَقَدْ قَالَ الْاُسْتَاذُ اَبُو الْقَاسِمِ الْقُشَيْرِيُّ فِىْ رِسَالَتِهٖ مَعَ صَلَابَتِهٖ فِىْ مَذْهَبِهٖ وَتَقَدُّمِهٖ فِىْ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةِ سَمِعْتُ الْاُسْتَاذَ اَبَا عَلِىٍّ الدَّقَّاقَ يَقُوْلُ اَنَا اَخَذْتُ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةَ عَنْ اَبِى الْقَاسِمِ النَّصْرَاٰبَادِيِّ وَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ اَنَا اَخَذْتُهَا مِنَ الشِّبْلِيِّ وَهُوَ اَخَذَهَا مِنَ السَّرِيِّ السَّقَطِيِّ وَهُوَ مِنْ مَعْرُوْفِ الْكَرْخِيِّ وَهُوَ مِنْ دَاوُدَ الطَّائِيِّ وَهُوَ اَخَذَ الْعِلْمَ وَالطَّرِيْقَةَ مِنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ اور مقرر کہا ہی اوستاد ابو القاسم قشیری نے اپنی رسالہ قشیریہ مین باوجود اونکی صلابت کے اپنے مذہب مین یعنی مذہب شافعی مین اور باوجود اونکے مقدم ہونے کے اِس طریقہ تصوف مین کہ مین نے سنا ہے اُستاد ابو علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ مین نے یہہ طریقہ لیا ابو القاسم نصرابادی سے اور ابو القاسم نے کہا کہ مین نے اوسکو لیا شبلی سے اور شبلی نے لیا سری سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف کرخی نے لیا داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابو حنیفہ سے

ہم زرقانی نے شرح مواہب مین کہا کہ عبد الکریم ابو القاسم قشیری نحوی فقیہہ اور نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تہے انواع محاسن کے ایسا کامل شخص دیکہنے والونے نہین دیکہا شافعی مذہب تہے سنہ ۳۷۶ مین پیدا ہوئے حدیث کی سماعت کے حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے انسے روایت کی اور انکی تصانیف اونسے مشہور ہین اور ۴۶۵ھ مین وفات پائی کذا فی الطحطاوی وَكُلٌّ مِنْهُمْ اَثْنٰى عَلَيْهِ وَاَقَرَّ بِفَضْلِهٖ فَعَجَبًا لَكَ يَا اَخِىْ اَلَمْ يَكُنْ لَكَ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِىْ هٰؤُلَاءِ السَّادَةِ الْكِبَارِ اَكَانُوْا مُتَّهَمِيْنَ فِىْ هٰذَا الْاِقْرَارِ وَالِافْتِخَارِ وَهُمْ اَئِمَّةُ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةِ وَاَرْبَابُ الشَّرِيْعَةِ وَالْحَقِيْقَةِ اور ہر ایک نے اونمین سے ثنا کی ہے امام پر اور انکی فضیلت کا اقرار کیا ہے سو تعجب کرتا ہون تجہہ سے اے بہائی کیا تجکو نیک پیروی نہ تھی ان بڑے بزرگون مین کیا انپر جہوٹ بولنے کا گمان تھا اِس اقرار اور افتخار مین اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہین اِس طریقہ تصوف اور درویشی کے اور وہ شریعت اور حقیقت والے لوگ ہین ہم شارح کا یہہ خطاب اُن لوگونسے ہی جو امام کے امر مین منکر یا متردد ہین وَمَنْ بَعْدَهُمْ فِىْ هٰذَا الْاَمْرِ فَلَهُمْ تَبَعٌ وَكُلُّ مَا خَالَفَ مَا اعْتَمَدُوْهُ مَرْدُوْدٌ وَمُبْتَدَعٌ

اور جو اہل کمال کہ ان حضرات کے بعد ہین وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت مین انکے تابع ہین اور جو بات کہ ان بزرگون کے سمجہہ بوجہہ کے مخالف ہو وہ مردود
اور ایمان ناپسند ہوے بالجملة فلیس لابی حنیفة فی زهده وورعه وعبادته وعلمه وفهمه مشارک غرض حاصل کلام اور قول مجمل یہہ ہے کہ امام ابو
حنیفہ کے زہد اور تقوی اور عبادت اور علم اور فہم مین دوسرا کوئی شریک نہین یعنی بےنظیر ہین وما قال فیه ابن المبارک ؎ لقد زان
البلاد ومن علیها * امام المسلمین ابو حنیفة اور منجملہ ان مدائح کے جو عبداللہ بن مبارک نے امام کی مدح مین کہا ہے یہہ ابیات ہین البتہ
زینت دی شہرونکو اور شہر والونکو مسلمانون کے امام ابوحنیفہ نے ؎ باحکام وآثار وفقه * کآیات الزبور علی الصحیفة زینت دی سبب
احکام شرعی اور احادیث اور فقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر مرقوم ہین ؎ فما فی المشرقین له نظیر * ولا فی المغربین ولا بکوفة سو نہین
ہے دونون مشرق مین اسکا نظیر اور نہ دونون مغرب مین اور نہ کوفہ مین م دونون مشرق یعنی ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق
اسیطرح دو مغرب کو دریافت کرنا چاہیے مراد اس سے تمام دنیا ہے ؎ یبیت مشمرا سهر اللیالی * وصام نهاره لله خیفة رات
کاٹتا ہے امام دامن چڑہائے یعنی مستعد عبادت راتون مین جاگتا اور دنمین روزہ رکہتا اللہ کے خوف سے م ۴۰ برس تمام رات کی بیداری
کی امام اس سے پہلے نصف شب کی اور ۳۰ برس برابر روزہ رکہا کذا فی الطحاوی ؎ فمن کابی حنیفة فی علاه * امام للخلیفة والخلیفة سو
کون ہے ابوحنیفہ کی مانند بلند رتبگی مین امام خلق کا اور بادشاہ کا ؎ رایت العائبین له سفاها * خلاف الحق مع حجج ضعیفة دیکہا
مین نے اوسکے عیب کرنیوالونکو بیوقوف اور حق کے مخالف دلائل ضعیفہ کے ساتہہ ؎ وکیف یحل ان یوذی فقیه * له فی الارض آثار شنیعة
اور کیونکر حلال ہو اوس فقیہ کا ایذا دینا جسکے آثار شریفہ زمین مین ثابت ہین ؎ فقد قال ابن ادریس مقالا * صحیح النقل فی حکم لطیفة سو
البتہ محمد بن ادریس شافعی نے ایک قول صحیح النقل کہا ہی لطیف حکمون مین ؎ بان الناس فی فقه عیال * علی فقه الامام ابی حنیفة امام
شافعی کا وہ قول یہہ ہی کہ تمام لوگ فقہ مین عیال ہین یعنے بال بچے ہین امام ابوحنیفہ کی فقہ کے م خطیب نے ربیع سے روایت کی کہ مین نے شافعی
سے سنا کہتے تھے الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه یعنے لوگ ابوحنیفہ کے عیال ہین فقہ مین اور خطیب نے حرملہ بن یحیی سے روایت کی کہ مین نے محمد
بن ادریس شافعی سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابوحنیفہ کے عیال ہین فقہ مین ابوحنیفہ اونمین ہے جسکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحاوی من تبییض الصحیفة للسیوطی
الشافعی ؎ فلعنة ربنا اعداد رمل * علی من رد قول ابی حنیفة لعنت ہو ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے اوسپر جو ابوحنیفہ کے قول کو رد
کرے م حلبی نے کہا مراد یہہ ہی کہ جو ابوحنیفہ کے قول کو رد کرے اونکو حقیر جانکر اونکے اجتہاد کا منکر ہوکر اسواسطے کہ ائمہ اجتہاد بعضون کے
قول کو ہمیشہ رد کرتے رہے ہین اور وہ اسپر مستحق ثواب ہین اسوجہ سے کہ اونہون نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ناظم کو یون کہنا اسلم تہا علی
من تنقص قدر ابی حنیفة انتہی طحاوی نے کہا جو امام کے قول کو رد کرے بعنت منقدمہ تو اوسکا غایت رتبہ یہہ ہے کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا حالانکہ مرتکب
حرام پر لعنت نہین بلکہ کافر مخصوص پر بہی لعنت جائز نہین کہ شاید اوسکا خاتمہ بخیر ہو ہان مجملاً کفار پر لعنت جائز ہے انتہی مین کہتا ہون یواقیت المتصرہ
مین زکریای قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ابیات عبداللہ بن مبارک نقل کی ہین لیکن لعنت کی بیت اوسمین نہین تو اغلب کہ یہہ بعض متعصبین کے
ملحقات سے ہے اسواسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے اسقدر سبا کی نہایت مستبعد ہو واللہ اعلم وقد ثبت ان ثابتا والد الامام ادرک
الامام علی بن ابی طالب فدعا له بالبرکة فیه وفی ذریته اور مقرر یہہ بات ثابت ہی کہ امام اعظم کے والد ماجد یعنی ثابت نے امیرالمومنین علی بن ابیطالب
کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی اونکی خدمت مین حاضر ہوے سو اپنے ثابت اور اونکی اولاد کیواسطے برکت کی دعا کی م حافظ جمال الدین نے کتاب
تہذیب الکمال فی اسماء الرجال مین احمد بن عبداللہ بن شاذان مروزی سے روایت کی کہ میرے والد نے اپنے والد سے روایت کی کہ مین نے
اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ مین اسمعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہون مرزبان اہل فارس احرار
کے فرزندون سے قسم خدا کی ہم پر رق یعنی کسیکا مملوک ہونا واقع نہین ہوا میرا جد یعنی امام اعظم پیدا ہوا ہجری اسی برس مین اور اوسکا باپ

اوسکو لیگیا علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تہا سو آپنے دعا کی برکت کی اوسکو واسطے اور اوسکی اولاد کے واسطے اور ہم امید رکھتے ہین دعا کی
قبولیت کی امید رکہتے ہین کذا فی الیواقیت الملتقمہ نے مناقب الائمہ الاربعہ طحطاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھ
نقل کیا اور کہا اسمین خلل ہے کہ ولادت امام کی ۸۰ مین ثابت ہے اور وفات علی مرتضی کی ۴۰ برس پہلے ہوئی اسکے پہلے ہوا انتہی مین کہتا ہون تو امام کا لیجانا
حضور مرتضوی مین وہم ہے کسی راوی کا ثابت کا جانا اور اونکی اولاد کیواسطے دعا کرنا البتہ ثابت ہے وصح ان ابا حنیفۃ سمع الحدیث
من سبعۃ من الصحابۃ کما بسط فی اواخر منیۃ المفتی وادرک بالسن نحو عشرین صحابیا کما بسط فی اوائل الضیاء یہ بہی قول ہم
ہے کہ ابو حنیفہ نے سات صحابہ سے حدیث سنی چنانچہ اواخر منیۃ المفتی مین مشرح ہے اور بیس صحابہ کا زمانہ پایا عمر کے حساب سے چنانچہ ضیاء معنوی
کے اوائل مین مذکور ہے ہم سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعی نے ایک جز تالیف کیا امام ابو حنیفہ
کی روایت مین چار صحابیون سے انتہی ابن حجر نے کہا اسواسطے کہ ابو حنیفہ پیدا ہوئے کوفہ مین ۸۰ ہجری مین اور وہان اوسوقت عبد اللہ بن ابی
اوفی صحابی موجود تھے بالاتفاق اور بصرہ مین انس صحابی تھے اسواسطے کہ وہ ۹۰ ہجری مین یا بعد اسکے مرے اور ابن سعد نے بسند قابل اعتبار روایت
کی کہ ابو حنیفہ نے انس کو دیکہا اور ان دونون صحابیونکے سوا اور اصحاب شہرون مین زندہ تھے تو ابو حنیفہ اس اعتبار سے طبقہ تابعین مین داخل ہین
اور ائمہ امصار معاصرین ابو حنیفہ کو یہہ امر ثابت نہین چنانچہ اوزاعی کو شام مین اور حمادین کو بصرہ مین اور ثوری کو کوفہ مین اور مالک کو مدینہ مین
اور مسلم بن خالد زنگی کو مکہ مین اور لیث بن سعد کو مصر مین انتہے ما قال السیوطی الشافعی آمد خوارزمی حنفی نے مسند امام مین کہا کہ علما متفق ہین کہ امام نے
اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی لیکن اونکے عدد مین اختلاف ہے بعضون نے کہا چہہ مرد اور ایکعورت سے روایت کی اور
بعضون نے پانچ مرد اور ایکعورت سے اور بعضون نے کہا سات مرد اور ایکعورت سے سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبد اللہ بن انیس اور عبد اللہ
بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور واثلہ بن اسقع اور عائشہ بنت عجرد ہین اور ثالث قول پر معقل بن یسار
زائد ہین اور ثانی قول پر جابر اور معقل داخل نہین اور ہر قول مین ابو الطفیل مذکور نہین کذا فی الطحطاوی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ اور اوسکے حاشیہ
منہیہ مین کہا کہ عبد اللہ بن ابی اوفی نے کوفہ مین ۸۶ یا ۸۷ مین انتقال کیا اور انس بن مالک نے بصرہ مین ۹۱ یا ۹۲ یا ۹۳ مین وفات پائی اور سہیل بن
ساعدی نے مدینہ مین ۹۱ یا ۸۸ مین انتقال کیا اور ابو الطفیل نے ۱۰۲ ہجری مین وفات پائی چنانچہ جامع الاصول مین ہے صاحب جامع الاصول نے
کہا کہ ابو حنیفہ کی ملاقات اصحاب سے اور حدیث کی روایت انسے ارباب نقل کے نزدیک ثابت نہین اور ابو حنیفہ کے اصحاب کہتے ہین کہ ابو حنیفہ نے
چند اصحاب کو پایا اور انسے روایت کی انتہی مین کہتا ہون واقع مین عقل کے حساب سے یہہ بات بہت دور ہے کہ رسول کریم کے اصحاب امام کے زمانے
مین موجود ہون اور وہ اونکی ملاقات کا قصد نکرین باوجودیکہ ہونا امام کا اور جانا امام کا اون شہرون مین جہان اصحاب تھے ثابت ہے اور ۲۰ برس کی
مدت امام کی زندگی سے زمانہ اصحاب مین گذری اسواسطے کہ سو برس تک کے آخر تک وجود صحابہ کا ثابت ہے تو اصحاب ابو حنیفہ کا قول حق ہے جو کہتے ہین
کہ امام نے جماعۃ صحابہ کو پایا انتہے ما قال الدہلوی ہم حق بجانب حنفیہ ہے روایت اور درایت کی راہ سے اسواسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت
کے مثبت ہین اور ایک جماعت نافی حالانکہ یہہ قاعدہ اہل علم مین مسلم ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے اور اثبات بہی فقط حنفیہ مین منحصر
نہین بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی بشہادت جلال الدین سیوطی شافعی کے بجانب اثبات یا تجویز کے ہین نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی
ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار ملاقات اور روایت کے عند التحقیق وقد ذکر العلامۃ شمس الدین محمد ابو النصر
ابن عربشاہ الانصاری الحنفی فی منظومتہ الالفیۃ المسماۃ بجواہر العقائد ودرر القلائد ثمانیۃ من الصحابۃ ممن روی عنہم
الامام الاعظم ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین اور تحقیق ذکر کیا ہے علامہ شمس الدین محمد ابو النصر بن عربشاہ انصاری حنفی نے
اپنی منظومہ الفیہ مین جسکا نام جواہر عقائد اور درر قلائد ہے آٹھہ صحابیون کو جنسے روایت کی امام اعظم ابو حنیفہ نے خدا کی رحمت اسپر اور ان سب پر

حیث قال مسئلہ معتقد امذہب عظیم الشان ابی حنیفۃ الفتی النعمان + التابعی سابق الائمۃ بالعلم والدین مدرک الائمۃ جماعۃ من
اصحاب النبی ادرکا اثرھم فما اقتفی وسلکا طریقۃ واضحۃ المناہج + سالمۃ من الضلال الداجی + علامہ مذکور نے جس مقام مین
کہا ہے کہ مین کہتا ہون معتقد ہو کر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابو حنیفہ جوانمرد نعمان کا جو تابعی ہے مقدم سب امامون سے علم اور دین مین امت محمدی
کا چراغ ایک جماعت کو نبی کے اصحاب سے اوسنے پایا بے شک اونکا پیرو ہوگیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کہلی ہے سالم ہے تاریک گمراہی سے
سے روی عن انس وجابر + وابن ابی اوفی کذا عن عامر + اور تحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبد اللہ بن ابی اوفی سے اور
عامر سے ھم تبئیض الصحیفہ مین عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہے خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے مین کلام ہے اسواسطے کہ عامر
کا انتقال ہوا معاویہ رضی کی ریاست مین اور معاویہ رضی کا انتقال ہوا ۶۰ ہجری مین پہر کیونکر اونکی روایت متصور ہو کذا فی الطحطاوی سے اعنی ابا الطفیل
ذا ابن واثلۃ + وابن انیس الفتی وواثلۃ مراد عامر سے وہ ابو الطفیل ہے جو واثلہ کا بیٹا ہے اور روایت کی عبد اللہ بن انیس جوانمرد سے اور واثلہ
بن اسقع سے سے عن ابن جزء قد روی الامام + وبنت عجرد ھی التمام روایت کی امام نے عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی سے
اور عائشہ بنت عجرد سے اسی پر اٹھہ کا شمار تمام ہوا ھم ابن جزء بفتح جیم وسکون زا معجمہ اور ہمزہ وہ عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہے امام اعظم سے
مروی ہے کہ مین نے اپنے والد کے ساتھہ ۹۶ ہجری مین حج کیا تو مین نے قریب کعبہ حلقہ دیکھا مین نے والد سے کہا کہ یہہ کیا ہے جوابدیا کہ یہہ ایک
صحابی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہے تو مین نے جا کر سنا کہتا تہا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعانۃ المسلم
فریضۃ علی کل مسلم یعنی وہ صحابی ابن جزء زبیدی تھے اور امام کے مسند مین خوارزمی نے ابن جزء سے اس حدیث کی روایت کی ہے من تفقہ فی دین اللہ
کفاہ اللہ ہمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب ابن شاہین نے کہا سماعت امام کی جابر بن عبد اللہ سے صریح وہم ہے کیونکہ جابر باتفاق روایات ستر اور چند
سال مین مرگئے اور اسی تک زندہ نہین رہے جسمین امام پیدا ہوئے انتہا اوسکا جواب یون ممکن ہے کہ بعضے اہل تاریخ کے نزدیک امام کی
ولادت ۷۰ ہجری مین ہے تو بموجب اس قول کے سات یا نو برس کی عمر مین سماع حدیث ممکن ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وتوفی ببغداد فی
السجن لیلی القضاء والسبعون سنۃ بتاریخ خمسین مأۃ اور امام نے وفات پائی بغداد مین ایکسو پچاسوین سال ہجری مین اور انکی عمر ۷۰
برس کی تھی بعضون نے کہا بندی خانہ مین انتقال کیا اسواسطے محبوس ہوئے تھے کہ عہدہ قضا کو قبول کرین ھم ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابو حنیفہ
۸۰ ہجری مین پیدا ہوئے اور ۷۰ برس زندہ رہے اور ۱۵۰ مین وفات پائی اور بعضون نے کہا ۷۰ مین اور بعضون نے ۶۱ مین پیدائش ہے لیکن
پہلا قول صحیح تر ہے پیدا ہوئے صحابہ کرام کے زمانہ مین اور فقیہہ ہوئے تابعین کے زمانہ مین رجب یا شعبان مین انتقال ہوا قید خانہ مین اور قضا
کا منصب قبول نکیا اور مقبرہ خیزران مین دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کی ملل اور نحل مین مذکور ہے کہ منصور دوانقی نے امام کو اسواسطے
قید کیا تہا کہ اونہون نے محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی سے بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابی طالب رض کے پروتے سے بیعت کی تھی طحطاوی نے کہا ممکن ہے
کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونون سبب ہوئے ہون محبوس کرنیکے قیل ویوم توفی ولد الامام الشافعی رضی اللہ عنہ فعد من مناقبہ
بعضون نے کہا کہ جسدن امام ابو حنیفہ نے وفات پائی اوسیدن امام شافعی رض پیدا ہوئے تو یہہ ابو حنیفہ یا شافعی کے مناقب مین شمار کیا گیا ھم
امام اعظم کی منقبت اسواسطے ہے کہ حق تعالی نے اس جہان کو ایسے امام کی مانند سے خالی نرکہا کذا فی الطحطاوی اور شافعی کی منقبت یہہ ہوئی کہ ایسے
کامل کے خلیفہ ٹھہرے وقد قیل الحکمۃ فی مخالفۃ تلامیذہ انہ رأی صبیا یلعب فی الطین فحذرہ عن السقوط فاجاب بان احذر انت
من السقوط فان فی سقوط العالم سقوط العالم فحینئذ قال لاصحابہ ان توجہ لکم دلیل فقولوا بہ فکان کل یأخذ بروایۃ عنہ ویرجحہا وھذا من
احتیاطہ وورعہ وعلم بان الاختلاف من آثار الرحمۃ فمہما کان اکثر کانت الرحمۃ اوفر کما قالوا اور البتہ کہا گیا ہے کہ شاگردان امام کی مخالفت
مین حکمت یہہ ہے کہ امام اعظم نے ایک لڑکا کہیلتے دیکھا کیچڑ مین سو اوسکو ڈرایا رپٹ پڑنے سے سو لڑکے نے امام کو جوابدیا کہ تم رپٹ پڑنے سے بچو

اسواسطے کہ عالم کے رہنے سے تمام جہان کا رہنا ہے تو اُس وقت سے امام نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اگر تمہارے سامنے دلیل آوے یعنی اگر دلیل شرعی کتاب اور
سنت سے تم پر ظاہر ہو تو اوسپر عمل کرو تو ہر شاگرد امام کی ایک روایت کرلیتا تہا اور اوسکو ترجیح دیتا تہا یعنی اوسکو قوی کرتا تہا اور دلیل سے اور یہہ اجازت اختلاف
کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقوی سے ہے اور اس اجازت سے معلوم ہوا کہ اختلاف یعنی مجتہدین کا اختلاف من جہۃ الدلیل رحمت الہی کی نشانیوں سے ہے
تو جسقدر اختلاف برہانی ہوگا زیادہ تر ہوگی رحمت ربانی وافر تر بدلیل قول علماء امام نے انکی کے کلام سے پسندلی یہی شان ہے عارفوں کی کہ اشارات لطیفہ عبارات
بسبب وسیع سمجھ لیتے ہیں مسند خوارزمی میں سیف الائمہ سائلی سے منقول ہے کہ یہہ بات مشہور ہے کہ امام نے چار ہزار استادوں کی علماء تابعین سے شاگردی کی اور
علم فقہ کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر اپنی زبان سے فتوی ندیا یہانتک کہ اونہوں نے اجازت دی تو کوفہ کی جامع مسجد میں مجلس کے اندر بیٹہا اور ہزار شاگرد امام
کے جمع ہوئے انمیں سے بزرگتر اور فاضل تر ۴۰ شاگرد تہے جو رتبہ اجتہاد کو پہونچے تہے سو انکو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میرے رازدان اور غمگسار ہو میں نے اس فقہ
کے گہوڑے کو تمہارے واسطے ملیا ہو کر وایا ہے لگام دیکر اعانت کیسی کرسو تم میری مدد کرو اسواسطے کہ لوگوں نے مجکو جہنم کا پل بنایا ہے غیر لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجہہ
میری پیٹہہ پر ہے یعنی لوگ تو تقلید سے نجات پاوینگے مواخذہ مجہہ سے ہوگا اگر عزیزی اجتہاد میں کچہہ تساہل ہوگا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تہی کہ جب کوئی
واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور اونسے پوچھتے اور جو احادیث اور آثار شاگردوں کے پاس تہے اونکو سنتے اور جو
آپکو معلوم تہے اوسکو فرماتے اور مجتہد شاگرد امام کے ساتھ مہینہ مہینہ بہرتک یا زیادہ دلیل اور مناظرہ کرتے یہانتک کہ آخر کو ایک بات ٹہر جاتی تو اُس قول
متفق کو ابو یوسف ثابت کرتے یعنی لکہتے یہانتک کہ تمام اصول فقہ کو اسی طرح شوری کرکے ثابت کیا امام اعظم اور اماموں کی طرح بذات خود متفرد نہیں ہوئے انتہی
روایۃ الخوارزمی اختلاف کو آثار رحمت کہنا ثابت ہے اس حدیث سے کہ اختلاف امتی رحمۃ اور بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے یوں منقول ہے کہ اختلاف ائمۃ الہدی
توسعۃ للناس کذا فی الطحطاوی رسم المفتی یہہ نشانی ہے مفتی کیواسطے یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتی ہیں جو مفتی کو فتوی دینے پر دلالت کریں اصولیوں کے
نزدیک مفتی مجتہد ہے بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ ابو یوسف نے کہا کہ فتوی دینا حلال نہیں مگر مجتہد کو اور محمد نے فتوی دینا جائز رکہا ہے اگر مرد
کا صواب اوسکی خطا سے زیادہ ہو اور اسکانی سے منقول ہے کہ شہر کے بڑے عالم کو ترک فتوی جائز نہیں فتح القدیر میں کہا ہے کہ اہل اصول کی رای اسپر مستقر ہوگئی
ہے کہ مفتی وہی مجتہد ہے اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکہتا ہو وہ مفتی نہیں ہے تو غیر مجتہد پر واجب ہے کہ جب اُس سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ مجتہد کے
قولکو بطریق حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانے میں فتوی دیتے ہیں وہ درحقیقت فتوی نہیں ہے بلکہ وہ نقل ہے مفتی کے کلام کی تاکہ
مستفتی اوسپر عمل کرے اور نقل فتوی کی دو صورتیں ہیں یا ناقل کے پاس سند ہو اُس امر میں یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اُس کتاب معروف سے جو متداول
ہے محمد بن حسن کی کتابوں سے اور مانند اونکی اور تصنیفات مشہورہ سے اسواسطے کہ کتاب معروف بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہے انتہی کذا فی الطحطاوی واعلم
اَنَّ مَا اتفق علیہ اصحابنا فی الروایۃ الظاہرۃ عنہم یفتی بہ قطعاً یہہ معلوم کرکہ جسپر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم اور انکے اصحاب متفق ہوگئے
اُس روایت میں جو ظاہر ہے اُنسے تو مفتی اُسکا فتوی دے یقیناً ہم ظاہر الروایۃ کی قید لگائی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے سوا ہے اور روایات مرجوم عنہا
ہیں یعنی مطروح ہیں یا غیر مشہور نامعتبر ہیں اور ظاہر الروایۃ کی کتابیں زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر محمد بن حسن کی تصنیفات سے اور
ظاہر الروایۃ کے معنی یہہ کہ اوسکی روایت امام اعظم یا انکے اصحاب سے ظاہر ہے ثقات اور معتمدین کے نقل کرنے سے نقل خواہ بتواتر ہو یا بشہرت
کذا فی الطحطاوی متون فقہ یعنی وقایہ اور قدوری وغیرہما بھی ظاہر الروایۃ ہیں اسیواسطے کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سے مستخرج ہیں واختلف فیما
اختلفوا فیہ والاصح کما فی السراجیۃ وغیرھا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق اور اوسمیں اختلاف کیا گیا ہے جسمیں ہمارے اصحاب مختلف ہیں
اور صحیح تر قول چنانچہ سراجیہ وغیرہا میں ہے یہہ ہے کہ فتوی دیا جاوے امام اعظم کے قول پر مطلقاً یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہو ثم بقول
الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد پہر اگر امام اعظم کا قول نہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جاوے پہر محمد کے قول پر فتوی
دیا جاوے پہر زفر اور حسن ابن زیاد کے قول پر فتوی دیا جاوے طحطاوی نے کہا یہہ صورت باقی رہی کہ اگر صاحبین متفق ہوں اور امام اعظم منفرد ہوں سو

بعضون نے کہا ہو کہ مفتی مختار ہے چاہے صاحبین کے قول پر فتوی دے چاہے امام کے قول پر انتہے قاضی خان کے فتاوی میں ہے کہ صورت اختلاف اگر امام کے ساتھ ابو یوسف اور محمد ہیں تو دونون کے متفق قول پر فتوی دیا جاوے کیونکہ دو تین پر بوفور شرائط اور اوفر صواب کا اجتماع ہے اور اگر صاحبین کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر ان کا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمان کے ہو چنانچہ قضا بظاہر عدالت تو صاحبین کا قول مفتی لے اور مزارعت اور معاملت میں اور انکی مانند میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجماع ہے اور اسکے سوا میں بعضون نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہو اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد حقیقی کی تعریف میں اختلاف ہو بعضون نے کہا کہ جو دس سوالات کے جواب میں آٹھ سوال کا جواب ٹھیک دے اور دو جواب میں چوک جاوے وہ مجتہد ہو اور بعضون نے کہا کہ اجتہاد کیواسطے حفظ مبسوط اور معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور مئول کی اور لوگون کی عادات اور عرف کا علم ضرور ہے انتہی ما فی الخانیۃ وَصَحَّحَ فِی الحَاوِی القُدسِی قُوَّةَ المُدرَکِ اور حاوی قدسی میں قوت دلیل کی تصحیح کی ہے ہم کہتے ہیں بصیغہ اسم مفعول بمعنی دلیل ہو اور یہہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہو طحاوی نے کہا یعنی جس قول کی دلیل قوی تر ہو یعنی امام کا قول ہو یا ابو یوسف یا محمد کا وہی قول مقدم ہے اور وجہ توفیق ان دونون مختلف قولون میں یہہ ہے کہ جس شخص کو قوت دلیل کی ادراک کی طاقت ہو وہ قول قوی الدلیل پر فتوی دے اور نہیں تو سراجیہ کی ترتیب مقدم پر فتوی دے وَفِی وَقفِ البَحرِ وَغَیرِہِ مَتیٰ کَانَ فِی المَسئَلَةِ قَولَانِ مُصَحَّحَانِ جَازَ القَضَاءُ وَالاِفتَاءُ بِاَحَدِھِمَا اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ میں ہے کہ جب ایک مسئلے میں دو قولون کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو ان دونون قولون میں سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو فتوی دینا جائز ہے ہم طحاوی نے کہا ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کے ہو دونون یا بلفظ صحیح کے یا ایک میں اصح کا لفظ ہو اور دوسرے میں صحیح کا ہر صورت ایک قول پر قضا اور افتا جائز ہے وَفِی اَوَّلِ المُضمَرَاتِ اَمَّا العَلَامَاتُ لِلاِفتَاءِ فَقَولُہُ عَلَیہِ الفَتوٰی وَبِہٖ یُفتٰی وَبِہٖ نَاخُذُ وَعَلَیہِ الاِعتِمَادُ وَعَلَیہِ عَمَلُ الیَومِ وَعَلَیہِ عَمَلُ الاُمَّةِ وَھُوَ الصَّحِیحُ وَالاَصَحُّ وَالاَظھَرُ وَالاَشبَہُ وَالاَوجَہُ وَالمُختَارُ وَنَحوُھَا کَذَا فِی حَاشِیَةِ البَزدَوِی انتہی اور مضمرات کے اول میں ہو کہ فتوی دینے کی علامات بارہ الفاظ ہیں علیہ الفتوی سے مختار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیہ بزدوی میں مذکور ہیں انتہی ما فی المضمرات ہم الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یون ہو وعلیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ہے وبہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسکو ہم لیتے ہیں وعلیہ الاعتماد اور اسی قول پر اعتماد ہے وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہے آجکے دن کا وعلیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہے وہو الصحیح اور یہی قول صحیح ہے اوالاصح یا صحیح تر ہے اوالاظہر یا ظاہر تر ہے اوالاشبہ یا بہت مشابہ تر ہے اوالاوجہ یا موجہ تر ہے اوالمختار یا پسندیدہ تر ہے اور ان الفاظ کی مانند وعلیہ العمل الیوم وبہ جری العرف وہو المتعارف وبہ اخذ علماؤنا قَالَ شَیخُنَا الرَّملِی فِی فَتَاوَاہُ وَبَعضُ الاَلفَاظِ اٰکَدُ مِن بَعضٍ فَلَفظُ الفَتوٰی اٰکَدُ مِن لَفظِ الصَّحِیحِ وَالاَصَحِّ وَالاَشبَہِ وَغَیرِہَا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی میں کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہیں بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہے صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ہم وجہ تاکید یہہ ہے کہ فتوی جاری نہیں ہوتا مگر اسکے سبب سے جو مقتضی ہے فتوی کا چنانچہ اسانی یا اکثر ہے اور لفظ فتوی سے اسکے حروف اصلیہ مراد ہین کسی صیغہ میں پائی جائین کذا فی الطحطاوی وَلَفظُ بِہٖ یُفتٰی اٰکَدُ مِنَ الفَتوٰی عَلَیہِ اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہے الفتوی علیہ کے لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم مفعول سے حصر ثابت ہوتا ہے اور اسیطرح لفظ علیہ الفتوی کا الفتوی علیہ سے موکد تر ہے وَالاَصَحُّ اٰکَدُ مِنَ الصَّحِیحِ وَالاَحوَطُ اٰکَدُ مِنَ الاِحتِیَاطِ انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہے احتیاط کے لفظ سے انتہی قول الرملی ظاہرا اسم تفضیل کے سب صیغون کا یہی حکم ہے قُلتُ لٰکِن فِی شَرحِ المُنیَةِ لِلحَلَبِیِّ عِندَ قَولِہٖ لَا یَجُوزُ مَسُّ المُصحَفِ اِلَّا بِغِلَافِہٖ اِذَا تَعَارَضَ اِمَامَانِ مُعتَبَرَانِ عَبَّرَ اَحَدُھُمَا بِالصَّحِیحِ وَالاٰخَرُ بِالاَصَحِّ فَالاَخذُ بِالصَّحِیحِ اَولٰی لِاَنَّھُمَا اتَّفَقَا عَلٰی اَنَّہٗ صَحِیحٌ وَالاَخذُ بِالمُتَّفَقِ اَوفَقُ فَلیُحفَظ شارح نے کہا میں کہتا ہون لیکن حلبی کی شرح منیہ میں ماتن کے اس قول کے پاس کہ جائز نہیں مصحف کا چھونا مگر اسکے غلاف کے ساتھ یہہ قول ہے کہ جب مقابل اور مختلف ہون ترجیح اقوال میں دو امام معتبر اسطرح کہ ایک امام کہے کہ یہہ قول صحیح ہے اور دوسرا امام کہے کہ یہہ قول اصح ہے تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہے اسواسطے کہ دونون امام نے اس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور اصحیت میں

ف استاد سے مراد رملی ہیں جو شیخ اور استاد ہیں صاحب در مختار کے اور بڑی مشہور و معروف ہیں اور انکے فتاوی بھی علما نے بیان کی

مطلب مفتی کو چاہیے کہ مسائل کا فتویٰ دے اور حکم کرے اسی پر جو مفتیٰ علیہ ہو عمل کرے موافق ترجیح اعتبار کے تو اس صورت کو گویا ہر کہنا غیر ترجیح فی ہر مسائل کتب
المذہب منہ فیک ترجیح ہو جس کتاب معتبر یا مصنف کا دو ترجیح ہو یا دو روایت و قول ہو مانت شیئ ہا کو یہ اضا لفا یتلہ پہر میں دیکھا مسائل
سوا ہب المفتی مین کہ کسی کتاب مستند میں ہدایت مذکور یا وضع ہو یعنی روایت کے بعد لکھا ہو کہ یہہ اصح ہے یا اولیٰ یا اوفق ہے اور مانند اوسکی چنانچہ التوجیہ اور الاظہر
تو مفتی کو اختیار ہے کہ اوس روایت کا فتویٰ دیوے اور اوسکی مخالف دوسری روایت کا بھی فتویٰ دیوے جسکا چاہے دونو میں سے ہم اسواسطے کہ اسم تفضیل اپنی
مخالف کے برابر کرتا ہو تو مقابل اوسی اسم تفضیل کا بھی مرجح ہے کذا فی العطاوی موافق ادیات بالصحیح او الماخوذ بہ یعنی او علیہ الفتویٰ لو کہیں تجعل الامام
اور جسکہ روایت کے کسی لیما جو فتویٰ با بہ یفتی یا علیہ الفتویٰ لکہا ہو تو اوسکی مخالف روایت کا فتویٰ نہ دیوے ہم اسواسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف اور ماخوذ بہ
کا مقابل غیر ماخوذ بہ اور بہ یفتی لفظ علیہ الفتویٰ کا مقابل غیر مفتیٰ بہ ہے الا اذا کان فی الہدایہ مثلا ہو الصحیح وفی الکافی بمخالفہ ہو الصحیح
فیخیر الحاکم و المفتی و الکافی و الحاوی مثلا فلیحفظ مگر جبکہ ہدایہ میں روایت کی ذیل میں ہو الصحیح ہو اور کافی میں اوسکی مخالف روایت کی ذیل میں ہو الصحیح ہو
تو مفتی مخیر ہے اور دونو میں سے جس روایت کو اختیار کرے جو اوسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو اتنی الرسالۃ تو اوسکو یاد رکہنا چاہیے ہم قوی تر کا
اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہے یعنی صورت اختلاف قوت دلیل کا اعتبار ہے کذا فی العطاوی وحاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم
فی تصحیحہ انہ لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ اور جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں ذکر کیا ہے اوسکا حاصل
یہ ہے کہ کچھہ فرق نہیں ہے درمیان مفتی اور قاضی کے یعنی بموجب تفصیل مذکور کے قاضی بھی انہیں علامات افتا پر عمل کرے مفتی کی مانند مگر اتنا فرق ہے کہ مفتی
حکم شرعی کا بتا دینے والا ہے اور قاضی حکم مذکور کا لازم کرنیوالا ہے بحکومت حبس و تعزیر سو اگر کوئی عمل نکرے اور اوسکو اختیار ہے اقامت حدود اور قصاص
کا کذا فی العطاوی وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اور یہہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع
کا پہاڑ ڈالنا ہے یعنی حرام اور باطل ہم قول مرجوح چنانچہ صاحبین کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اوس قول کی تصحیح نہیں ہوئی یا اوسکی وجہ کی تقویت نہیں ہوئی اور
ایسے ہی بالبطلان ہے ظاہر الروایۃ کے مخالف پر فتویٰ دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسطرح قول مرجوح عنہ پر فتویٰ دینا کذا فی الحلبی وان الحکم الملفق باطل بالاجماع
اور یہہ کہ حکم ملفق یعنی بلا شرط چند مذاہب سے ایک مسئلہ مرکب کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو میں ایک یا دو بال کا مسح کیا بمذہب شافعی پہر مقتدی ہوکر نماز
پڑہی فاتحہ چہوڑ کے بموجب مذہب امام اعظم کے کذا فی الطحطاوی شافعی مذہب پر نماز اسواسطے نہوئی کہ فاتحہ پڑہنا واجب تہا سو اوسنے ترک کیا اور حنفی
مذہب پر اسواسطے نہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنی چوتہائی سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہوئی وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل
اتفاقا وہو المختار فی المذہب اور یہہ کہ پہر جانا تقلید سے عمل کر چکنے کے بعد بالاتفاق باطل ہے اور یہی قول مختار ہے مذہب میں ہم مثلا قاضی حنفی نے
ثبوت نکاح بغیر شہود میں امام مالک کی تقلید کی پہر اس تقلید سے رجوع کرنیکا قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے
تو یہہ اوسکو جائز نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ یہہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں جواز تقلید کی مطلقا نفی ہے بلکہ اسی صورت مذکورہ میں اسواسطے کہ یہاں
التقلید مذکورہ کے پہرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہے اور اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ حنفی کو مثلا شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلے میں عبارت ہے شافعی کے قول پر عمل کرنیسے
باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اوسی مسئلے میں یہانتک کہ اگر اوسی مسئلہ خاص میں جسمیں حنفی نے شافعی کی تقلید کی ہے سوال کرے بطریق استفتا کے تو جواب
دے موافق اپنے امام کے مذہب کے اور بقا علی مذہبہ کا مطلب یہ ہے کہ اوس مسئلے میں عمل کیا بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہے یعنی
اگر زمانہ مستقبل میں ویسی ہی صورت جسپر عمل کر چکا ہے بمذہب شافعی پیش آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کریگا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور
مستفتی کو بتانا اگر اپنے امام کے قول پر پہر جانا ہو شافعی کی تقلید سے مسئلہ تقلید میں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوس واقعہ مخصوصہ میں جسمیں عمل کر چکا ہے پہر نہ گیا
بلکہ اوس واقعہ سے جو بعد اسکے ایسا ہی جنس کا حادث ہوا اور تقلید مذکورہ کے جواب میں دو قول ہیں قول مختار یہہ ہے کہ تقلید جائز ہے اور بعضوں نے اسکی سیر
کا انکار کیا ہے کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی ہے وہ اوسکے نزدیک صواب اور ولائل ہو یا احتمال خطا اور یہی بعینہ جواب ہے اوس سوال کا اور مخفی کو

تقلید شافعی مین عمل بالنکاح نہ کرنا آسے اسواسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا و محتمل الصواب جانتا ہی یہ خلاف ... میں امام ابو حنیفہ کے
جواب کا اور منتسبان مصنفین بھی اسپر متفق کیا ہی اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تقلید مذہب ہر ایک امام کی بلا تعیین جایز ہے ... اماموں کی تقلید ... جیسے
حنفی اور حنبلی ایک آن مین ہو اور اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلا شافعی کی تقلید کرے کسی مسئلہ خاص مین تو ... جب ہے کہ اس مسئلہ کے تمام ...
مین مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی بحوالہ شیخ الاسلام ابی سعود و مختصرا ... خلاف ...
اگر خلاف ... شافعی مجتہد ہو یعنی امام اور صاحبین کا خلاف اسمین کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب پر حکم کرے تو اسکا حکم نافذ ہوگا یا نہیں صاحبین
نے کہا کہ اسکا حکم نافذ نہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھولکر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور عمدا میں ... نے کہا کہ صاحبین
نفاذ حکم مین امام کے موافق ہین اور قاضی خان نے کہا کہ مخالف ہین کذا فی الطحطاوی ... فلا ینفذ قضاؤه ... کما فی القنیة
قاضی کا حکم تو برخلاف اپنے مذہب کے اصلا نافذ نہین ہوتا چنانچہ قنیہ مین ہے م شرح طحاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریح مخالف ہے کما فی البحر وقلت ولا سیما
فی زماننا فان السلطان ینص فی منشوره علی نهیه عن القضاء بالاقوال الضعیفة فکیف بخلاف مذهبه فیکون معزولا بالنسبة الی غیر المعتمد من مذهبه
فلا ینفذ قضاؤه فیه وینقض کما بسط فی قضاء الفتح والبحر والنهر مین کہتا ہون اور خصوصا ہمارے زمانے مین حکم مخالف مذہب نافذ نہوگا اسلیے کہ بادشاہ اپنے
فرمان مین تصریح کر دیتا ہے قاضی کے روکدینے پر اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بنسبت قول غیر معتمد اپنے
مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اسکا حکم کرنا اپنے مذہب کے غیر معتمد پر نافذ نہوگا اور وہ حکم توڑا جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضا مین یہ
قول مشرح مذکور ہے قال فی البرهان وهذا صریح الحق الذی یعض علیه بالنواجذ علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن مین کہا اور یہ قول
مذکور وہ حق صریح ہے جسکو دانتون سے پکڑنا چاہیے نعم امر الامیر متی صادف فصلا مجتهدا فیه نفذ امره ہان حاکم کا حکم جب فصل مجتہد فیہ کو پاوے
یعنے مختلف فیہ صورت پر جسمین اجتہاد مجتہدین کو گنجایش ہے حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہو جائیگا کما فی سیر التاتارخانیة وشرح السیر الکبیر للسرخسی
اسیطرح مذکور ہے تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وقد ذکروا ان المجتهد المطلق قد فقد اور البتہ علماء نے
ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق یعنے جو اصول اور قواعد مین دوسرے مجتہد کا پیرو نہو وہ مفقود ہو گیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہین ہے م طحطاوی نے کہا مجتہد مطلق جائز الوجود
ہے یعنی ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی کا فضل کسی زمانے مین مقید اور منحصر نہین انتہی حافظ شیراز نے فرمایا ہے فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ٭ دیگران
ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ٭ واما المقید فعلی سبع مراتب مشهورة اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہین م مراتب سبعہ کا یون بیان ہے کہ
پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہے چنانچہ چارون امام اور انکی مانند جنہون نے اصول اور قواعد کو تاسیس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب اور
سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ اسمین کسیکے مقلد نہین ہین دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا چنانچہ ابو یوسف اور محمد وغیرہما من اصحاب ابی حنیفہ
جنہون نے احکام کو نکالا ادلہ اربعہ سے بموجب ان قواعد کے جو امام اعظم نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہما نے بعض احکام فروع مین امام کا خلاف کیا
لیکن قواعد اور اصول مین انکے تابع ہین اور اسی وجہ سے امام شافعی وغیرہ سے ممتاز ہین تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف اور طحاوی اور ابو الحسن
کرخی اور شمس الائمہ سرخسی اور شمس الائمہ حلوائی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفت پر قادر نہین نہ اصول مین
نہ فروع مین لیکن وہ ان احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہین امام کے قواعد سے جنمین امام سے روایت نہین ہے چوتھا طبقہ اصحاب تخریج کا مقلدین مین سے چنانچہ
رازی وغیرہ بسبب اسکے کہ اجتہاد پر اصلا قادر نہین لیکن احاطہ اصول اور ضبط ماخذ سے امام ... کے قول مجمل ذی الوجہین ... اور حکم مبہم محتمل الامرین کی
پہلو دار قول کی تفصیل پر قادر ہین اور اسکو امثال اور نظائر پر قیاس کرسکتے ہین ... ... سے ... اسکا ... مطلب ...
اصحاب ترجیح کا مقلدین مین سے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور مانند انکی انکا کام یہ ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دین ...
کہ یہ قول اولی ہے یا اصح ہے یا روایت کی راہ سے ... ... ہے چھٹا طبقہ ان مقلدون کا جو ...

[illegible] مذہب اور فقہا [illegible] کی اعتبار کرنے کا طریق بتلاتا ہی اور اسکے مصنف بھی صاحب بحر اور صاحب نہر اور صاحب
[illegible] میں ایک ادنیٰ نظیر یہ ہی کہ اپنی کتابوں میں اقوال مردودہ واہیہ روایات ضعیفہ کو نقل نہیں کرتے سوائے بعض اُن متقدمین کا جو تمیز روایات قادر
نہیں اور فرق نہیں ملت [illegible] مشغول کو نہیں سو متاخرین نہیں کرتے بلکہ جمع کرتے ہیں روایات کو جو پاتے ہیں حاطب اللیل کی مانند افسوس ہی اوپر اسکے جو تقلید
کرتے ہیں [illegible] السلام علامہ کمال پاشا نے کذا فی طبقات محمود بن سلیمان الکفوی المسماۃ بکتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان
المختار [illegible] مراتب [illegible] ابن کمال پاشا کے رسالہ ترتیب طبقات سے مختصر نقل کیا ہی اور کہا ہی کہ مجتہد مطلق بھی اِن طبقات میں داخل ہی اور
[illegible] اسکی مخالف ہی اور اسکو مجتہد مقید کہتے ہیں یہہ خلاف ہے کہ مقید سابعہ بلکہ سلیمان بن شعیب متقدمین میں کچھ بھی اجتہاد پر قادر نہیں فـ اما نحن
فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتونا فی حیاتہم اور لوگون پر تو پیروی اُس قول کی لازم ہی جسکو علماء مرجحین اور مصححین نے ترجیح دی ہی اور صحیح
کہا ہی جیسے اگر وہ لوگ اپنی زندگی میں فتویٰ دیتے تو پیروی اونکی لازم تھی کیونکہ وہ ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے ہم ترجیح اور تصحیح انکا کی تمام علامات مذکورہ طرح
میں دیتا لفظ ترجیح یا تصحیح کا فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح پھر اگر تو اے سائل یوں کہے کہ کبھی اقوال کو بدون
ترجیح کے نقل کرتے ہیں اور کبھی تصحیح میں اختلاف کرتے ہیں ہم حاصل سوال کا یہہ ہی کہ اتباع مرجح کا نہیں ہو سکتا جب کہ ایک قول کی ترجیح نہوا اور جبکہ اصلا ترجیح
نہوئی یا ترجیح میں اختلاف ہوا تو اب اتباع کیونکر ہوگا قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس وما ہو الارفق وما ظہر
علیہ التعامل وما قوی وجہہ ولا یخلو الوجود عمن یمیز ہذا حقیقۃ لا ظنا وعلی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراءۃ ذمتہ میں سوال مذکور
کا جواب دیتا ہوں کہ صورت مذکورہ میں عمل کیا جاوے جسطرح علماء سابقین نے عمل کیا یعنی اعتبار کرنا عرف کے بدل جانیکا اور لوگون کے احوال کا اور اعتبار
کرنا اُس قول کا جو لوگون پر آسان تر ہو اور جسپر لوگون کا عمل جاری ہوگیا ہو اور جس قول کی دلیل مضبوط ہو اور وجود خالی نہوگا حقیقت میں نہ فقط گمان میں
ایسے شخص سے جو تمیز کرے اسکو یعنی تغیر عرف اور ارفق اور تعامل کو اور جسکو اسکی تمیز نہو اسپر لازم ہی کہ اہل تمیز کیطرف رجوع کرے اپنی بری الذمہ ہونیکے
واسطے ہم تعامل یعنی رواج کا مرجع عرف کی طرف ہی تو یہہ تکرار ہے اور قوت دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہے اور مشہور ترتیب سابق ہی
اور شخص غیر [illegible] رجوع کرنا گاہی دشوار ہوتا ہی کیونکہ وہ شہر بعید میں ہے تو انضباط اور محکم تر وہی ترتیب ہی جو سراجیہ سے منقول ہو چکی یعنی امام کے قول
پر فتویٰ علی الاطلاق پھر ابو یوسف کے الخ کذا فی الطحطاوی فنسئل اللہ تعالی التوفیق والقبول بجاہ الرسول سو اب ہم سوال کرتے ہیں اللہ تعالی
عزیز کی درگاہ میں توفیق اور قبولیت اِس کتاب کی بوسیلہ مرتبہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کیف لا وقد یسر اللہ تعالی ابتداء تبییضہ فی الروضۃ النبویۃ
والبقعۃ المصطفویۃ تجاہ وجہ صاحب الرسالۃ حائز الکمال والبسالۃ وصاحبیہ الجلیلین الضجیعین الکاملین رضی اللہ عنہما عن رسالۃ
حبیبہ وابانہ فعلیہم بحسان الی یوم الدین اور کیونکر یہہ کتاب مقبول نہو حال آنکہ حق تعالی نے ابتدا صاف کرنے اِس کتاب کی مسودہ سے
[illegible] میسر کردی روضہ منورہ اور مکان پاک میں سامنے چہرہ مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور شجاعت کے اور سامنے رسول کریم کے
ہم خواب دونون جلیل القدر اور دونون کامل الوجود ہیں یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق راضی ہو اللہ تعالی اُن دونون سے اور باقی تمام اصحاب سے جو
پیارے ہیں [illegible] اور اصحاب کے نیک پیروون سے قیامت کے دن تک ثم تجاہ الکعبۃ الشریفۃ تحت المیزاب وفی الحطیم والمقام واللہ تعالی
المیسر للتمام پھر ابتدا صاف کرنے کی ہوئی کعبہ شریفہ کے سامنے میزاب رحمت کے نیچے اور حطیم اور مقام ابراہیم میں اور اللہ تعالی تمامی کتاب کا آسان
کرنیوالا ہے ہم [illegible] اس کتاب متبرک کی مدینہ منورہ میں روضہ مقدسہ کے اندر سراجیہ شریف نبوی میں ہوئی اور ابتدائی صفائی بیت اللہ
میں ہوئی [illegible] علامات القبول اگر کریم علی الاطلاق مترجم وزر افتادہ ہند کے ترجمہ کو بجاہ رسول مقبول صلعم مقبول کرلے تو اونکی رحمت
کے علت سے کچھ دور نہیں ع بر این ما بہ بیکسان ببخشد کریم ٭ بعد فراغ خطبہ و مقدمہ اب شارح رحمۃ اللہ علیہ متن کی شرح میں شروع کرتا ہے اور
مترجم اوسکے ترجمہ کرنے میں ٭

کتاب الطہارۃ یہ کتاب ہی طہارت کی بیچ یعنی اسکا عنوان ہے کہ مسائل طہارت کی اسمین بیان ہونگے
ایمان کے بعد عبادات مقدم کی گئی ہیں عبادات پر اسکا عباد اسلیے کہ نہایت کی بنے ہم دین کا اعتقادات اور عبادات
آداب پر ہے لیکن اعتقادات ابتدا اسکی بحث فقہ میں نہیں ہے عبادات پانچ قسم میں نماز روزہ حج زکوٰۃ
جہاد ضمانات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات ترکات اور عقوبات بھی پانچ قسم ہیں قتل نفس کا قصاص اور حدود
قطع طریق وغیرہ کا بیان بیان ہے تمام کتاب میں عبادات کو معاملات وغیرہ پر مقدم ذکر کیا ہے اسلیے کہ عبادات کا اہتمام
ہوا نہر الفائق میں ہے کہ کثرت احتیاج باعث ہوا اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہے بہ نسبت معاملات وغیرہ اب آگے شارح وجہ
پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہے والصلوۃ تالیۃ الایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہے یعنی قرآن مجید میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے
قال اللہ تعالیٰ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ متقی وہ ہیں کہ ایمان بالغیب لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں
شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہے والطہارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنی کنجی ہے کہ بغیر اسکے نماز کا دروازہ طہارت کے
نہیں ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن القرآن
بما مختص لزومہا لکل الارکان اور طہارت شرط ہے مخصوص بنماز لازم ہے نماز کو اسکے تمام ارکان میں یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا
تو دو وجہ سے ایک یہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہے دوسری یہ کہ طہارت ایسی شرط ہے نماز کی کہ نماز ہی کو خاص ہے اور اسکے تمام ارکان کو لازم ہے اور
شرط ہر شئی کی مقدم ہوتی ہے اوسکو مشروط پر بالطبع تو اسکو بالوضع بھی مقدم کیا برخلاف باقی شروط صلوٰۃ کے اسواسطے کہ وقت اور نیت کا لازم ہونا
اول نماز سے آخر تک ضرور نہیں ہے اور طہارت کا ہونا ضرور ہے الا بعذر وقت کا ہونا تحریمہ کیوقت کافی ہے اور اسیطرح نیت کا علاوہ یہہ ہے کہ نیت
مخصوص بنماز نہیں بلکہ جمیع عبادات کیے خصائص سے ہے اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہے تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے
کہ طہارت مخصوص بنماز نہیں ہے اسواسطے کہ مس مصحف اور طواف میں بھی طہارت شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب یوں ہو سکتا ہے کہ طہارت نماز
کیواسطے فرض ہے اور مس مصحف اور طواف کیواسطے واجب ہے تو اختصاص افتراض کی جہت سے ہے قیل فیہ منع لکونہا شرطا لا یسقط اصلا وبذا فاقد
الطہورین یؤخر الصلوۃ واورد من ان النیۃ کذلک مردود بکل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہے کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط
اصلا ساقط نہیں ہوتی یعنی عذر کے ہونے سے بھی اور اسیواسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانیوالا نماز کو تاخیر کرتا ہے اور وہ اعتراض جو اس
توجیہہ پر وارد کیا گیا ہے کہ نیت بھی ایسی ہے کہ ہرگز ساقط نہیں ہوتی سو یہہ تینوں دعوے مردود ہیں پہلا دعویٰ یہہ ہے کہ طہارت ایسی شرط ہے کہ
اصلا ساقط نہیں ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعویٰ اسی قول پر متفرع ہے کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہے یہہ عدم سقوط طہارت
تیسرا دعویٰ یہہ ہے کہ نیت بھی طہارت کیطرح اصلا ساقط نہیں ہوتی پھر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہے شارح نے ان تینوں دعوؤں کو غیر مرتب رد
کیا فاقد الطہورین کیصورت یہہ ہے کہ مثلا ایک شخص ایسے مکان میں محبوس ہو جہاں پانی نہیں اور اسکی زمین اور دیوارین نجس ہیں اما الاخیر
ففی القنیۃ وغیرہا من توالت علیہ الہموم تکفیہ النیۃ بلسانہ نیت کا جواب تو یہہ ہے کہ قنیہ وغیرہا میں ہے کہ جس شخص پر ہموم پے در پے
آ پڑیں اوسکو زبان سے نیت کرنا کفایت کرتا ہے ہم ارادہ دل کا نام نیت ہے زبان سے جو بولنا تو دیکھو کہ یہاں پریشان دل سے نیت کرنا ساقط
ہو گیا تو نیت عدم سقوط میں طہارت کی برابر نہ ٹھہری یہہ رد تیسرے دعوے کا ابو السعود نے کہا کہ قنیہ کی روایت میں کلام ہے اسواسطے کہ
الفاظ زبانی کو نیت کا بدلا ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہے حالانکہ یہہ ممنوع ہے حموی نے اسکا جواب دیا کہ زبان بدل کا ٹھہرنا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ جب کہ
پریشان دل نیت دلی پر قادر نہ ہوا تو ذکر لسانی اصل ہو گیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ صاحب ہموم کو جسقدر نماز کا ارادہ دل
میں آیا اوسیقدر حصول نیت میں کافی ہے جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو باطل نہیں کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا قطع وسواس کیواسطے

پڑھنا بہتر ہی نہین بغیر قبلہ ہی کی نماز پڑھی گئی ... فی التطہیر غیر عاجز من خوف بدلا وی بلاو ... یصلی بلا وضوء
بتیمم ... اور طہارت کا نحال ... ہوکہ تطہیر یہ ہی ہو کہ جس شخص کے دونو ہاتھ اور دونو پانون کٹے ہون اور اسکے چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص
بدون وضو اور بغیر تیمم کے ... نماز کا اعادہ ... تیمم ترقول ہین یعنی چہرہ درست ہونیکے بعد اوسپرا عادہ نماز کا نہین ہے یہہ وجہ پہلے قول کی
یہ ہے کہ اوس شخص سے طہارت ساقط ہو گئی تطہیر یہ ... ذکر کر کے ... اگر اعضا مجروح ہون تو ایسی صورتین تیمم کا حکم ہے لیکن تیمم بھی ساقط ہو گیا
اوسکے نہونے سے ... فی التطہیر ... فاقد الطہورین
کا تو حال ہے کہ نعض و غیرہ ہین کہ فاقد الطہورین نماز پڑھی بانند نماز کے افعال قیام قعود رکوع سجود کرے صاحبین کے نزدیک یعنی بوجہ حرمت وقت اور
اسی قول کی طرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ہم یہہ جواب ہی وجہ ثانیہ کا ان افعال کو نماز کہا مشابہ نماز کے کہا اسواسطے کہ
جب پانی ملیگا تو اعادہ نماز کا واجب ہوگا تو حقیقت مین یہہ جواب نہین ہو سکتا اسواسطے کہ یہہ نماز کی صورت ہی نہ حقیقت نماز کی اگر حقیقت مین نماز ہوتی تو اعادہ
واجب نہوتا قلت ویظہر ... مکفر ... میں کہتا ہون اور ظہیریہ
کے مضمون گذشتہ سے یہہ ظاہر ہوا کہ بدون طہارت کے قصداً نماز کا پڑھنا آدمی کو کافر نہین کرتا ہے جیسے غیر قبلہ کیطرف یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا کافر
نہین کرتا اور یہی یعنی عدم تکفیر ظاہر مذہب ہے چنانچہ یعنی فتاوی قاضی خان مین ہے ہم تینون صورتون مین عدم تکفیر مشروط بعدم استحلال و عدم استخفاف ہی اور
مسئلہ ظہیریہ پر تمہ صلوۃ بلا طہارت کو قیاس کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ ضرورت مین مفروض ہے تو حالت اختیار کو اوسپر قیاس کرنا کیونکر صحیح
ہوگا وفی سیر الوہبانیۃ ... وفی کفر من صلی بغیر طہارۃ مع العمد خلف فی الروایات یسطر اور وہبانیہ کی کتاب السیر مین ہے اور
اوس شخص کے کفر مین جو بدون طہارت کے قصداً نماز پڑھے اختلاف ہی روایات مین کہ کتابون مین مرقوم ہے ہم یعنی علما مذہب کا اسمین اختلاف ہی
اور عدم تکفیر کا قول معتمد ہے چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہی بلکہ فقہانے فرمایا ہی کہ اگر نناوے روایتین متفق پائی جاوین ایک مومن کے کفر پر اور ایک روایت عدم تکفیر کی ہو
اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو تو مفتی اور قاضی اوسی ضعیف روایت پر عمل کریگا اور قوی روایتون پر کذا فی الطحطاوی ... مرکب اضافی ... پھر ہم کہتے ہین
کہ کتاب الطہارۃ کا لفظ مرکب اضافی ہے یعنی دونون لفظون سے مرکب ہی پہلے لفظ کو مضاف کہتے ہین اور دوسرے کو مضاف الیہ عربی زبان مین مضاف
مقدم ہوتا ہے مضاف الیہ پر اور ہندی مین مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے مضاف پر اور کا یا کی لفظ دونون کے بیچ مین آتا ہی چنانچہ کتاب الطہارۃ
یعنی طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدأ او خبر او مفعول لفعل محذوف کتاب الطہارۃ مبتدا ہے یا خبر یا فعل محذوف کا مفعول
ہم جملہ اور کلام دو قسم ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ اگر پہلا جز اسم ہو تو وہ اسمیہ ہی اور اگر فعل ہے تو فعلیہ ہی سو اسمیہ کے پہلے جز کو مبتدا کہتے ہین اور
دوسرے جز کو خبر چنانچہ زید قائم کہ زید مبتدا ہی اور قائم اوسکی خبر اور جملہ فعلیہ کی پہلی جز کو فعل کہتے ہین اور دوسری کو فاعل اور جسپر فاعل کا فعل واقع ہو
وہ مفعول ہے تو اگر کتاب الطہارۃ کو مبتدا قرار دیجیے تو خبر اوسکی محذوف ہے یعنی کتاب الطہارۃ ہذا اور اگر اوسکو خبر کہیے تو مبتدا محذوف ہی یعنی
ہذا کتاب الطہارۃ اور اگر اوسکو مفعول فرض کیجیے تو فعل اور فاعل اوسکا محذوف ٹہیریگا چنانچہ خذ کتاب الطہارۃ یا اقرأ کتاب الطہارۃ یعنی لے
کتاب الطہارۃ کو یا پڑہ اور اوسکو مبتدا اور خبر ہونے کی صورتین آخر کتاب پہ رفع یعنی پیش ہوگا اور مفعول ہونے مین نصب یعنی زبر ہوگا یہہ سب
اوس تقدیر پر ہے جب کتاب الطہارۃ کو کلام قرار دیجیے وان اعتبر تعدیدا فعلی السکون پھر اگر کتاب الطہارۃ کے لفظ سے شمار کا ارادہ
کیا جاوے تو آخر کتاب کا حرف یعنی ب پر سکون اور جزم ہوگا اسم بیت جو کتابون مین ذکر ہین اونکو کوئی شخص بطور اعداد گنے تو حرف آخر کتاب کا
مبنی علی السکون ہوگا کیونکہ وہ حروف کا مطالبہ ... عدم اعراب مین ... ویکسر تخلصاً من الساکنین اور اوسی حرف آخر کو شمار کیصورت مین کسرہ بھی
دیا جاتا ہے تاکہ اجتماع ساکنین ہو تخلص حاصل ہو پہلا ساکن باء ہے اور دوسرا ساکن لام ... والاضافۃ ... اللامیۃ ...
... الطہارت کی اضافت ... اضافت تین قسم ہے ... مضاف الیہ ... کا میان ... طرف ...

تو اگر مضاف الیہ خود ہان اضافت بمعنی لام ہوگی جو اختصاص پر دلالت کرتا ہے چنانچہ غلام زید یعنی وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اور اگر جنس سے
مضاف کا تو وہان اضافت بمعنی من بیانیہ جاتی ہے جیسے خاتم فضة یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہو وہان اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے
ہوتی ہے چنانچہ صوم الیوم یعنے روزہ جو دن کے اندر واقع ہے تو جبکہ اضافت کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر عبارت یون ٹھہری کہ کتاب ہذا لبیان
مسائل الطہارۃ یعنی وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کیواسطے موضوع ہے اور چونکہ طہارت میں کتاب نہیں لہذا شارح نے اسکی نفی کی اسطرح کہ یہ مضاف
من والی نہیں ہے اور ماتن کی شرح میں جیسا کہ النقایہ نام رکھا ہے کہ بیان اضافت بمعنی فی کی توجیہ ترجمہ تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب ہے مسائل طہارت کے
بیان میں وحیث یتوقف معرفة المضاف على معرفة المضاف اليه اور کتاب الطہارت کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہے ان مسائل کا اوسکو دونون مفرد یعنی کتاب اور طہارت
کی شناخت پر موقوف ہے یا نہیں م یہہ سوال ہے شارح اسکا جواب آگے دیتا ہے الراجح نعم قول راجح یہہ ہے کہ ہان موقوف ہے م مرکب کہ
نام ہو کسی چیز کا تو اسمین دو قول ہین قول ضعیف یہہ ہے کہ اوسکی تعریف اوسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہین اسواسطے کہ نام رکھنے سے اوسکی
معنی افرادی مسلوب ہوگئی چنانچہ عبداللہ کسیکا نام رکھا اور قول راجح قوی یہہ ہے کہ البتہ اجزا کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہے مزید توضیح کیوجہ سے
علی الخصوص جبکہ نام مین معنی وصفی کا لحاظ ہو چنانچہ عمدہ باغ کا کوئی بہشت دنیا نام رکھے اب آگے شارح قول راجح پر مستنے کرکے دونون مفرد یعنی مضاف
اور مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہے فالکتاب مصدر بمعنی الجمع لغة تو کتاب کا لفظ لغت عرب مین مصدر ہے بمعنی جمع یعنی ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ
اور صاحب بحر وغیرہ نے جو کتاب کے معنی جمع حروف کہے ہین تو خصوصیت مقام کا لحاظ کیا ہے نہ لغوی معنی کا اور جیسے کتاب مصدر ہے کتب کا ویسے ہی کتابت اور کتب
بھی اسکا مصدر ہے کذا فی الطحطاوی مصدر وہ ہے جس سے ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلین اور اوسکی ہندی معنی ہین آتا لفظ چنانچہ جلوس بیٹھنا قیام کھڑا
ہونا جُعِلَ شرعًا عنوانًا لمسائل مستقلة بمعنی المکتوب اور اصطلاح اہل شرع مین کتاب کو مسائل مستقلہ کا سرنامہ اور لقب قرار دیا ہے بمعنی مجموع م
یعنے جمع کرنا ان الفاظ کا جو مسائل مجموعہ پر دال ہین یہی مراد ہے کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہہ ہے کہ ان مسائل کا تصور کرنا موقوف نہین اس شی پر
جو اس سے پہلے اور پیچھے ہے سو کتاب الطہارۃ بایمعنی مستقل ہے یعنی کتاب الصلوۃ پر اسکے مسائل کا فہم موقوف نہین اور استقلال کا یہہ مطلب نہین کہ وہ اصل
سے کسیکا تابع نہین کیونکہ یہہ مطلب صحیح نہین اسواسطے کہ طہارت تابع ہے صلوۃ کی مسائل کی قید سے ان حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہوگیا جو مسائل
نہین ہین اور استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکل گئی کیونکہ دونون مستقل نہین ہر کتاب کی تحت مین داخل ہین تو فصل وہ صنف ہے جو داخل
ہے اس صنف کے تحت مین جسکا باب نام ہے اور باب اس صنف کے تحت مین ہے جسکا نام کتاب ہے اور کتاب اوس صنف کے تحت مین ہے جو مسمی بعلم ہے تو
علم مدون صنف عالی ہے اور کتاب اور باب اور فصل اسکا صناف سافلہ ہین درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کے شامل ہے اوسکو جسکی مسائل کی ایک ہی
نوع ہے چنانچہ کتاب اللقطہ اور اوسکو جسکی بہت انواع ہین چنانچہ کتاب البیوع اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول
ہے یا کہ فعال کا صیغہ بمعنی مفعول آتا ہے جیسے لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق والطحطاوی ملتقطا منہما والطہارة مصدر طَهُرَ بالفتح والضم بمعنے
النظافة لغة اور لغت مین طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہے طہر کا جو فعل ماضی مفتوح العین ہے اور مضموم العین بھی آیا ہے یعنی بقلب م صاحب قاموس نے عین
ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر مذکور کیا ہے اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہے ولذا افردها اور ماتن نے اسیواسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہے یعنی چونکہ طہارت کا
لفظ مصدر ہے اور اصل مصدر مین افراد ہے لہذا مصنف اوسکو مفرد لایا ہے اگرچہ طہارت کے انواع بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطے کہ
مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہے وشرعًا النظافة عن حدث او خبث اور شرع مین طہارت پاک صاف ہونا ہے نجاست حکمی یا نجاست حقیقی
سے ومن جمعها نظر الى انواعها اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنی جس مصنف نے کتاب الطہارات کہا اوسنے طہارت کے اقسام پر نظر کی وهي کثيرة
اور اقسام طہارت کے بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحكمها شهيرة اور طہارت کی حکمتین مشہور ہین
یعنی جن امور کیواسطے طہارت مشروع ہوئی وہ ایک ہی شی ہین انکو کنا ہو تکا چہرہ اور شیطان سے محفوظ رہنا وحكمها استباحة ما لا يحل بدونه

حکم طہارت کا یعنی وہ اثر اور ثمرہ جو طہارت پر مترتب ہوتا ہو مباح کر لینا ہے اُس عمل کا جو حلال نہیں بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا ہم ثواب کو طہارت کا حکم نکہا اسواسطے کہ طہارت میں ثواب لازم نہیں کیونکہ ثواب موقوف ہی نیت پر اور نیت طہارت میں شرط نہیں **وسببہا ای سبب وجوبہا ما لا یحل فعلہ فرضا کان او غیرہ کالصلوٰۃ ومس المصحف الا بہا ای بالطہارۃ** اور طہارت واجب ہونیکا سبب وہ فعل ہے جو حلال نہیں ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہو جیسے مصحف کا چھونا **صاحب البحر قال بعد ذکر الاقوال ونقل کلام الکمال والظاہر ان السبب ہو الارادۃ فی الفرض والنفل** بحر الرائق کے مصنف یعنی زین العابدین ابن نجیم مصری نے بعد ذکر کرنے اقوال علما کے سبب طہارت میں اور نقل کرنے کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ کے کہا کہ قول ظاہر یہ ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ کرنا ہے نماز فرض اور نفل کا ہم طہارت کے سبب میں چار قول ہیں پہلا قول بحر کا جسکا ذکر ہوا یعنی یہ ہے کہ نجاست حکمی یا حقیقی سبب ہے طہارت کا دوسرا یہ کہ اقامت صلوٰۃ سبب ہے تیسرا یہ ہے کہ ارادہ نماز کا سبب ہے چوتھا یہ کہ وجوب صلوٰۃ سبب ہے وجوب صلوٰۃ صاحب فتح القدیر نے تیسرے قول پر یہ شبہ کیا کہ اگر ارادہ نماز سبب ہو طہارت کا تو اُسکا مقتضی یہ ہے کہ جب نفل نماز کا ارادہ کرے اور وضو نکرے تو گنہگار رہے اگرچہ نماز نہ پڑھے حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی اگر نماز کا ارادہ موقوف کرے تو بھی چاہیے کہ وضو نکرنے سے گنہگار رہے اسکا جواب شارح نے آگے بطریق استدراک کے دیا **لکن بترک ارادۃ النفل یسقط الوجوب کما ذکرہ الزیلعی فی الطہارۃ** سبب طہارت کا ارادہ نماز ہے لیکن نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت کا ساقط ہو جاتا ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی شارح کنز نے باب الطہارۃ میں ہم زیلعی نے کہا کہ جب نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت اسپر واجب ہوئی پھر جبکہ نفل پڑھنے سے دل ہٹا تو طہارت بھی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کیواسطے تھا کذا فی الطحطاوی **وقال العلامۃ قاسم فی تکملتہ الصحیح ان سبب وجوب الطہارۃ وجوب الصلوٰۃ او ارادۃ ما لا یحل الا بہا** اور علامہ قاسم نے اپنی تکملہ میں کہا کہ اقوال مذکورہ میں سے صحیح قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب وجوب ہونا ہے نماز کا یا ارادہ کرنا اُس فعل کا جو حلال نہیں بدون طہارت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول یعنی وجوب نماز کو سبب کہنا طہارت کا نماز نفل کی طہارت کو شامل نہیں اسواسطے کہ وہاں وجوب نہیں جو سبب ٹھہرے طہارت کا مگر یہ کہ اسکو ارادہ ما لا یحل کے تحت میں مع ملاحظہ استدراک داخل کیجیے **وقیل سببہا الحدث فی الحکمیۃ** اور بعضوں نے کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہے نجاست حکمیہ میں ہم نجاست حکمی وہ جو شرع کے حکم سے اُسکی نجاست ثابت ہوئی ظاہر میں کوئی نجاست مرئی محسوس نہیں **وہو وصف شرعی یحل فی الاعضاء یزیل الطہارۃ** اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہے کہ اعضا میں ساری ہو اور طاری ہو جاتی ہے طہارت کو دور کر دیتی ہے ہم وصف اور صفت لغت میں مترادف مصدر ہیں لیکن اصطلاح میں صفت عبارت ہے اُس معنی سے جو موصوف میں قائم ہو اور وصف ذکر کرنا ہے موصوف کی صفت کا مگر اطلاق وصف کا صفت پر جائز ہے کذا فی الفتح **وما قیل انہ مانعیۃ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل فتعریف بالحکم** اور یہ جو کسی نے حدث کی تعریف اسطرح کی ہے کہ حدث مانعیت شرعی ہے یعنی حکم شرع مانع ہے نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہے اعضا میں تا استعمال مزیل یعنی جب تک پانی یا خاک کا استعمال نہو وہ قائم ہے تو یہ تعریف بثمرہ حدث سے یعنی مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہے اور حقیقت حدث کی وہی ہے جو مذکور ہو چکی یعنی وصف شرعی مزیل طہارت **والخبث فی الحقیقیۃ** اور طہارت کا سبب نجاست جسکو نجاست حقیقی میں **وہو عین مستقذرۃ شرعا** اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والی ہے شرع کے حکم سے جیسا کہ پیشاب براز اور شراب شرع کی قید سے ظاہر مستقذر طبعی خارج ہو گیا جیسا کہ بلغم اور رینٹ **وقیل سببہا القیام الی الصلوٰۃ** اور بعضوں نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہے نماز کیواسطے یہ تیسرا قول ہے اقوال مذکورہ سے دوسرا اور شارح کے بیان میں چوتھا **ونسبا الی اہل الظاہر وفسادہما ظاہر** اور وہ دو قول یعنی حدث اور خبث کا سبب ہونا اور قیام صلوٰۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کیطرف نسبت کیا گیا ہے اور دونوں قولوں کا ناکارہ اور بے حقیقت ہونا ظاہر ہے ہم اہل ظاہر وہ علما ہیں جو قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہیں اجتہاد کے منکر ہیں انمیں سے منجملہ داؤد ظاہری ہے وجہ فساد قول اول کی یہ ہے کہ حدث اور خبث طہارت کا زائل کرنیوالا ہے کسطرح اسکو وجہ سکے تو ان ہو سکے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہیں ہو سکتی

بیان ہو اب یہ بیان رہا ہے کہ صحت اور وجوب طہارت کی شرطیں کیا ہیں [illegible]
[illegible]
[illegible] اسکی [illegible]
[illegible] اور اسکے بیان کیا کہ طہارت کے سبب میں اختلاف [illegible]
ہو جاتے گی تعلیقات کی مانند ہیں مثلاً جیسے ایک چیز کا ہونا دوسری چیز پر معلق ہے چنانچہ [illegible]
[illegible] چنانچہ اس تعلیق میں کہ جو جنے کہا کہ اگر تجھ پر طہارت واجب ہوگی تو تجھ پر طلاق ہے [illegible]
سبب طہارت کا متحقق ہوگا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ صاحب بحر نے کہا [illegible] نماز ہے اور [illegible]
[illegible] کے نزدیک اور وجوب نماز ہے علامہ قاسم کے نزدیک طلاق واقع ہوگی [illegible]
[illegible] اس اختلاف کا ثمرہ کتاب میں ظاہر ہوگا کیونکہ سب کا اتفاق ہے [illegible]
[illegible] توشیح میں [illegible]
[illegible] توشیح کے کلام [illegible] اختلاف [illegible]
وسعت کے ساتھ ہو وقت کے آنے سے جیسے نماز کے ادا کرنے میں وسعت ہے پھر جبکہ وقت تنگ ہوا تو طہارت اور نماز میں [illegible]
وقت تنگ ہوگا تو تاخیر طہارت اور نماز کی گنجائش نہ رہیگی [illegible] فی الاشباہ اور طہارت کی شرطیں [illegible]
اشباہ میں ہے کہ شرائط جمع ہے شرط کی اور شرط بمعنی شرط ہے اور شرط وہ ہے جسکے عدم سے عدم مشروط کا لازم آوے [illegible]
[illegible] لازم ہو [illegible] الطحاوی [illegible] از انجملہ وجوب طہارت کی نو شرطیں ہیں [illegible] شرائط وجوب کی [illegible]
مجتمع ہوں تو آدمی پر طہارت کرنا واجب اور لازم ہے [illegible] اور صحت طہارت کی شرطیں چار ہیں [illegible]
ہے وہ ان شرطوں کے صحیح نہ ہوگا اور یہ لازم نہیں کہ جب وجوب کی شرط موجود نہو تو صحت کی بھی شرط موجود نہو [illegible] طہارت [illegible]
طہارت صحیح ہو گی حالانکہ طہارت کرنا صغیر پر واجب نہیں [illegible] علامہ علی المقدسی شارح [illegible]
[illegible] والاسلام [illegible] والاحتلام اور ان شرائط کو نظم کیا ہمارے استادوں کے استاد علامہ علی مقدسی کنز منظوم کے شارح نے
یوں کہا کہ وجوب طہارت کی شرط عقل ہے اور اسلام اور قادر ہونا مطہر کے استعمال پر اور پانی کا ہونا اور احتلام [illegible]
[illegible] اور فاقد الطہورین [illegible] جسکو پانی اور خاک پاک نہ ملے اور صغیر پر طہارت واجب نہیں ہے [illegible]
[illegible] اور وجود حدث کا اصغر ہو یا اکبر اور عدم حیض اور عدم نفاس [illegible] وقت کی [illegible]
[illegible] وجوب طہارت کی [illegible] حیض اور نفاس والی عورت پر اور وقت صلوٰۃ کے وسعت میں طہارت واجب نہیں ہے [illegible]
[illegible] صحت طہارت کی شرط [illegible]
[illegible] کا ہونا پھر دوسری اور تیسری شرط عورت کے حق میں منقطع ہونا اسکے نفاس اور حیض کا [illegible]
چنانچہ [illegible] حیض اور نفاس وجوب طہارت کی [illegible] اور صحت طہارت کی [illegible]
سے [illegible] اور صحت ہوا [illegible] واجب [illegible]
[illegible] ایک قسم طہارت کی [illegible] کی شرط ہے [illegible]
[illegible] تین شرطیں ہیں [illegible]

دوسرے ہونا اُس چیز کا جس سے نجاست دور کیجاے جیسا کہ بدن اور کپڑا مثلاً میسر ہو قادر ہونا اسکے ازالہ پر یعنی مزیل نجاست کو استعمال کرسکنا وشرط وجودھا الشرعی دوسری قسم طہارت کی وجود شرعی کی شرط ہے یعنی وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت مین معتبر نہو بدون اوسکے کذا فی الطحطاوی کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ شرط مذکور ہونا ہے مزیل کا مشروع الاستعمال اوسیطرح کی مشروع مین جیسا کہ طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو اور غسل مین مشروع ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جس مزیل کو جس مزال عنہ کیواسطے شریعت مین مقرر کیا ہے اوسی سے وہان طہارت حاصل ہوگی نہ اور چیز سے مثلاً خشک ہونیسے زمین اور عمارت اور درخت پاک ہوگا نہ کپڑا اور بدن اور برتن وشرط وجوبھا التکلیف والحدث تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلف ہونا یعنی عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا ہے تو یہہ چار شرطین ہین عقل بلوغ اسلام حدث وشرط صحتھا صدور المطہر من اہلہ فی محلہ مع فقد مانعہ چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا ہے طاہر کرنیوالی چیز کا اہل تطہیر سے محل مین مانع تطہیر کے نہونیکے ساتھہ ہم اہل تطہیر سے مراد یہہ ہے کہ حائض اور نفسا نہو اور محل طہارت سے مراد عموم بشرہ ہے اور عدم مانع سے مراد یہہ ہے کہ اثناء طہارت مین ناقض نہو کذا فی الطحطاوی ونظمہا فقال ع تعلم شروطا للوضوء مہمۃ مقسمۃ فی اربع وثمان اور بعض مذکورنے شرائط طہارت کو نظم کیا اور کہا کہ اے مخاطب سیکھہ لے وضو کی ضروری شرطونکو جو منقسم ہین چار اور آٹھہ یعنی بارہ شرطین ہین ع فستۃ وجود الحس منہا ثلثۃ سلامۃ اعضاء وقدرۃ امکان لمستعمل الماء القراح ومعا تو انمین سے وجود حسی کی تین شرطین ہین ایک تو اعضا کا سلامت ہونا جسکو سابق شرح مین وجود المزال عنہ کہا تھا اور دوسری شرط قدرت ممکنہ خالص پانی کے استعمال کرنیوالے کے واسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہے شرطین مذکورین کے ساتھہ جسکو شرح مین مزیل تعبیر کیا تھا ع وشرط وجود الشرع خذہا بامعان فمطلق ماء مع طہارتہ ومع طہوریتہ ایضا فخذ ببیان اور وجود شرعی کی شرط کو لے غور اور تامل کے سو وہ مطلق پانی ہے اوسکے پاک ہونیکے ساتھہ اور اوسکے پاک کر دینے کی بھی ساتھہ سو ظفریاب ہو اس بیان سے ہم حاصل مطلب یہہ ہے کہ وجود شرعی طہارت کی تین شرطین ہین ایک تو پانی کا مطلق ہونا دوسرے اسکا پاک ہونا تیسرے اسکا مطہر ہونا یعنی پاک کرنیوالا ان شرطونکو شرح مین کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ کے ضمن مین تعبیر کیا پانی مطلق وہ ہے جو بدون اضافت کے بولا جاے اور اوسکے مقابل پانی مقید ہے جو اضافت کے ساتھہ بولا جاتا ہے جیسا کہ ماء الورد یعنی گلاب کا پانی یا ماء البطیخ یعنی تربوز کا پانی سو پانی مقید سے وضو اور غسل درست نہین جیسا کہ آگے معلوم ہوگا ع وشرط وجوب وہو اسلام بالغ مع الحدث التمییز بالعقل یا عانی اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہے جوان کا حدث کے ساتھہ اور تمیز کرنا عقل سے اے مخاطب فوائد کے قصد کرنیوالے ہم یعنی وجوب طہارت کی چار شرطین ہین اسلام بلوغ عقل حدث دریافت کرنا چاہیئے کہ بعض نسخے در المختار مین بجاے یا عانی کے بایمان مکتوب ہے سو ظاہرا صحیح نہین وزن کے برہم ہونے سے اور طحطاوی اور حلبی نے در المختار کے محشیون نے یا عانی کی تصریح کی ہے اور اوسکی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہے طحطاوی نے کہا تو عانی اسم فاعل ہے عنی یعنی عنایۃ کا اور حلبی نے اوسکو بمعنی اسیر کہا ہے ع وشرط لتصحیح الوضوء زوال ما یبعد ایصال المیاہ من ادران کشمع ورمص ثم انتقال لناقض + وضوء فخذنا یا عظیم ذوی الشان اور وضو صحیح ہونیکے پہلے شرط زائل ہونا اُس میل کچیل کا جو پانی کو بدن پر نہ پہونچنے دے جیسا کہ موم اور آنکھہ کا کیچڑ پھر دوسری شرط یہہ ہے کہ وضو کے اندر کوئی ناقض نہ آوے اے مخاطب بڑون کے بڑے ع ویزید علی ہذین ایضا تقاطر مع الغسل لیس ہذا الذی للثانی اور ان دونو شرطون پر دہونے کے ساتھہ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہے یہہ شرط امام ثانی یعنی ابو یوسف کے نزدیک نہین ہے مگر تقاطر کا قول معتمد ہے ہم حنفی مذہب کی کتابونمین امام بولتے ہین امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کو اور ثانی کہتے ہین قاضی ابو یوسف یعقوب کو جو بڑے شاگرد ہین امام کے اور ثالث کہتے ہین محمد بن حسن شیبانی کو جو دوسرے درجے کے شاگرد ہین امام کے اور شیخین بولتے ہین امام اور ابو یوسف کو اور طرفین کہتے ہین امام اور محمد کو اور صاحبین کہتے ہین ابو یوسف اور محمد کو اس اصطلاح کو یاد رکھنا چاہیئے وصفتہا فرض للصلوۃ اور صفت طہارت کی یہہ ہے کہ وضو فرض ہے نماز کے لئے خواہ نماز فرض ہو خواہ نفل وواجب للطواف اور واجب ہے کعبہ معظمہ کے طواف کیواسطے وقیل ومس المصحف للقول بان المطہرین الملائکۃ اور بعضون نے کہا اور وضو واجب ہے مصحف کے چہونیکے واسطے اس قول کی وجہہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہین ہم یعنی اس آیت مین کہ لا یمسہ الا المطہرون ہاتھہ نہین لگاتے کتاب کو مگر پاک لوگ دو قول ہین ایک قول یہہ ہے کہ مطہرین سے ملائکہ مقربین مراد ہین اور کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور دوسرا قول یہہ ہے اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہین

کہ کتاب سے مراد قرآن ہے جو الفاظ سے مرکب ہے جسپر نقوش دلالت کرتے ہین اور مطہرین سے مراد پاک آدمی ہین دونون قولون سے ظاہر ہوا کہ آیت کی دلالت قطعی نہین ہے
یعنی ظنی ہے جس سے فرض ثابت نہین ہوتا واجب ثابت ہوتا ہے تو جو شخص کہتا ہے کہ مس مصحف کیواسطے طہارت فرض ہے تو مراد اوسکی یہہ ہے کہ فرض عملی ہے کذا
فی الطحطاوی بالنعاس وسنۃ للنوم اور وضو سنت ہے سونیکیوقت ہم فتاوی قاضی خان مین ہے کہ جب سونیکا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہے
اور شارح نے اسکو سنت کہا ہے ومندوب ونیف وثلثین موضعًا ذکرتُها فی الخزائن منها بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور
وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اور وضو مستحب ہے تیس۳۰ اور کئی مقام مین جنکو مین نے خزائن مین مذکور کیا ہے ازانجملہ بعد کذب اور
غیبت اور قہقہہ مار کے ہنسنے اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانیکے بعد اور ہر گناہ کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالمون کے اختلاف سے بچنے کے
واسطے ہم وہ شعر خوانی مراد ہے جو حکمتون سے اور مدح نبوی سے خالی ہے اور بعضون کے نزدیک اونٹ کے گوشت کھانیسے وضو کرنا واجب ہے ظاہر حدیث
کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال جیسا کہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی کے نزدیک وضو کا ناقض ہے لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہین تو اگر ہاتھ وہان لگجاے
تو مستحب یہہ ہے کہ پھر وضو کرلے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب دلائل الاسرار نے کہا ہے مین نے خزائن کیطرف رجوع کیا وہان فقط وضو کی
مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہے لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو یون نقل کیا ہے کہ مستحب ہے سونیکے بعد بیدار ہوکر اور وضو پر مداومت
اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اوسکو اوٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت مین وضو کرنا اور جنابت کی غسل سے پہلے
وضو کرنا اور کہانے اور پینے اور سونے اور جماع کیوقت اور غصہ کرنیکے سبب سے اور قرآن اور حدیث کے پڑہنے کیواسطے اور حدیث کی روایت اور
علم کے درس کے لئے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑہنے کیواسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیواسطے اور
وقوف عرفات اور سعی کیواسطے اور کتب شرعیہ کے چہونیکے لئے اونکی تعظیم کی جہت سے انتہی اور نہر الفائق مین ہے اور عورت کے محاسن دیکھکر اور مطلق
ذکر کیواسطے اور ہر نماز کیواسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر وضو نہو سکے تو تیمم ہی کرلے اور گناہ دور ہونیکی
نیت کرے ایسا ہی فتاوی صیرفیہ مین تو یہہ شارح کی مذکورات کے ساتھہ تیس۳۰ اور کئی مقام ہین جنمین وضو مستحب ہے انتہی ما فی دلائل الاسرار وركنہا
غسل ومسح وزوال نجس اور طہارت کا رکن دہونا ہے اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہوجانا ہم بحر الرائق مین ہے کہ طہارت کے ارکان حدث
اصغر مین تین عضو کا دہونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر مین سارے بدن کا دہونا اور نجاست مین سارے بدن کا دہونا اور نجاست حقیقی
مین جو نظر آتی ہو تو اوسکے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اوسکی جگہہ کو تین بار دہونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اوسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دہوکر خشک
کرنا انتہی سو شارح کے بیان مین یہہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنیکو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونون رکن طہارت کے نہین ہین بلکہ طہارت
کی شرطین ہین کذا فی الطحطاوی وآلتہا ماء وتراب ونحوهما اور طہارت کا ہتہیار یعنی جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہے اور مانند اونکی چنانچہ
زمین کا خشک ہونا اور موندہ رگڑنا چنانچہ آگے اسکا ذکر آویگا ودلیلها آیۃ اذا قمتم الی الصلوۃ اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیۃ
ہے ہم پوری آیت یون ہے یا ایها الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم
الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطهروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا
طیبا فامسحوا بوجوهکم وایدیکم منه ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطهرکم ولیتم نعمته علیکم لعلکم تشکرون یعنی اے ایمان والو
جب تم اٹھو نماز کو تو دہولو اپنے چہرے اور ہاتھہ کہنیون تک اور مل لو اپنے سر کو اور پانوٴن کو ٹخنون تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنی غسل کی حاجت ہو
تو خوب طرح پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم مین سے آیا ہے جائے ضرور سے یا ہاتھہ لگایا تمنے عورتونکو یعنی اونسے صحبت کی پہر نپاؤ پانی
تو قصد کرو زمین پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھہ وہان سے اللہ نہین چاہتا کہ تمپر کچھہ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہے کہ تمکو پاک کرے اور اپنا احسان پورا
کیا چاہتا ہے تمپر کہ شاید تم احسان مانو تو یہہ آیت مقدسہ طہارت صغری اور کبری یعنی وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہے

وَهِيَ مَدَنِيَّةٌ اِجْمَاعًا اور وہ آیت مدنی ہے یعنی مدینہ منورہ مین نازل ہوئی باتفاق مفسرین هم یہہ آیت سورہ مائدہ مین ہے اور وہ سورت قران مین پیچھے
نازل ہوئی ہے سیوطی نے اتقان مین کہا کہ مدنی وہ ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی اگرچہ غیر مدینہ مین اوسکا نزول ہوا ہو اور مکی وہ ہے جو ہجرت سے
پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ مین اوسکا نزول ہوا ہو یہی قول صحیح تر ہے کذا فی الطحطاوی وَاَجْمَعَ اَهْلُ السِّيَرِ اَنَّ الْوُضُوْءَ وَالْغُسْلَ فُرِضَا بِمَكَّةَ مَعَ فَرْضِ
الصَّلٰوةِ بِتَعْلِيْمِ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اور اہل سیر یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احوال کے بیان کرنیوالون نے اتفاق کیا ہے اوسپر کہ
وضو اور غسل مکہ معظمہ مین فرض ہوئی نماز کے فرض ہونیکے ساتھہ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے وَاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يُصَلِّ قَطُّ اِلَّا بِوُضُوْءٍ
اور اسپر اتفاق ہے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہین پڑھی هم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ شاید آنحضرت نے بدون وضو کے
نماز پڑھی ہو بوجہ عدم فرضیت وضو بَلْ هُوَ شَرِيْعَةُ مَنْ قَبْلَنَا بِدَلِيْلِ هٰذَا وُضُوْئِيْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِيْ بلکہ وضو کرنا شریعت ہے ہمسے پہلے لوگون
کی اس حدیث کی دلیل کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے فرمایا کہ یہہ میرا وضو ہے اور ان پیغمبرون کا جو مجھسے پہلے تھے وَقَدْ تَقَرَّرَ فِي
الْاُصُوْلِ اَنَّ شَرْعَ مَنْ قَبْلَنَا شَرْعٌ لَنَا اِذَا قَصَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَرَسُوْلُهُ مِنْ غَيْرِ اِنْكَارٍ وَلَمْ يَظْهَرْ نَسْخُهُ اور البتہ اصول فقہ کے علم مین یہہ امر ثابت
ہو چکا ہے کہ اگلون کی شریعت ہماری بھی شریعت ہے یعنی اہل اسلام کو بھی اوسپر عمل کرنا چاہیئے بشرطیکہ اللہ تعالی نے قران مجید مین اور اوسکے رسول
نے حدیث مین اوسکا بیان کر دیا ہو بدون انکار کے یعنی ناپسند نکیا ہو اوسکو اور اوسکا منسوخ ہونا ظاہر نہوا ہو هم شریعت سابقہ کا بیان قران
مین کقولہ تعالے وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا احادیث مین چنانچہ صوم عاشورا کا صوم کرنا چاہیئے کہ
یہان ایک سوال وارد ہوتا ہے تقریر اوسکی یہہ ہے کہ جب وضو فرض ہو چکا مکہ معظمہ مین نماز کے ساتھہ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہہ شریعت سابقہ
غیر منسوخہ بھی ہے تو مدت کے بعد مدینہ منورہ مین آیت وضو کے نازل کرنیکا کیا فائدہ ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قولین دیا ہے فَائِدَةُ نُزُوْلِ الْاٰيَةِ
تَقْرِيْرُ الْحُكْمِ الثَّابِتِ وَتَاَتِّي اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ الَّذِيْ هُوَ رَحْمَةٌ تو فائدہ نزول آیت وضو کا خوب ثابت کر دینا ہے اُس حکم کا جو قبل نزول کے
ثابت تھا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالمون کے اختلاف کا جو رحمت ہے امت کیواسطے هم چونکہ وضو خود عبادت مستقل نہین بلکہ تابع نماز ہے تو احتمال تھا
کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نکرین اور اسکی شرائط اور ارکان کی مراعات مین تساہل کرین طول عہد اور انقراض ناقلین کیوجہ سے برخلاف
اوسکی جبکہ اثبات وضو کا اوس نص متواتر سے ہوا جو ہر زمانے مین اور ہر زبان مین باقی ہے تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نہو گی اور علما کا اختلاف
سے آیت مذکورہ کے عدد فرائض مین سو بعضے عالم کہتے ہین کہ فرض چار ہین اور بعضے زیادہ کہتے ہین اور بعضے لامستم کو جماع پر حمل کرتے ہین
اور بعضے فقط ہاتھہ لگانے پر اور جس عضو کے مسح کرنیکا حکم ہے اوسمین اختلاف ہے کہ کل عضو کا مسح مراد ہے یا چوتھائی کا یا اُس سے بھی کم کذا فی الطحطاوی
اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ کتاب مین مذکور ہو چکا کَيْفَ وَقَدِ اشْتَمَلَتْ عَلٰى نَيِّفٍ وَسَبْعِيْنَ حُكْمًا مَبْسُوْطَةً فِيْ نَيْمِ الضِّيَاءِ عَنْ
فَوَائِدِ الْهِدَايَةِ کیونکر فائدہ نہو آیت طہارت کی نزول مین حالانکہ وہ آیت شامل ہے ستر اور کئی حکمون پر جو ضیا کے باب التیمم مین فوائد ہدایہ سے
مشروحًا مذکور ہین وَعَلٰى ثَمَانِيَةِ اُمُوْرٍ كُلُّهَا مُثَنًّى اور حالانکہ آیت مذکورہ شامل ہے آٹھہ چیزون پر کہ ہر ایک اُنمین دو دو ہین یعنی ہر واحد
مین دو شی ہین تو سب سولہ ہوئے طَهَارَتَيْنِ الْوُضُوْءَ وَالْغُسْلَ شامل ہے دو طہارت پر کہ وضو اور غسل ہے وَمُطَهِّرَيْنِ الْمَاءَ وَالصَّعِيْدَ اور دو
پاک کرنیوالیون پر کہ پانی اور خاک ہے وَحُكْمَيْنِ الْغُسْلَ وَالْمَسْحَ اور دو حکمون پر کہ دہونا اور مسح کرنا ہے وَمُوْجِبَيْنِ الْحَدَثَ وَالْجَنَابَةَ اور طہارت کے
دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہے وَمُبِيْحَيْنِ الْمَرَضَ وَالسَّفَرَ اور تیمم کے دو مباح کر دینیوالون پر کہ بیماری ہے اور مسافری وَدَلِيْلَيْنِ التَّفْصِيْلِيَّ
فِي الْوُضُوْءِ وَالْاِجْمَالِيَّ فِي الْغُسْلِ اور دو دلیلون پر دلیل تفصیلی وضو مین اور دلیل اجمالی غسل مین هم وضو مین دہونے اور مسح کرنیکے
اعضا کو منفصل بتایا اور غسل مین اسیقدر مجمل فرمایا کہ فَاطَّهَّرُوْا یعنی طہارت کرو اعضا کی تفصیل نفرمائی وَكِنَايَتَيْنِ الْغَائِطَ وَالْمُلَامَسَةَ اور دو کنایہ پر
کہ غائط اور ملامسہ ہے هم کنایہ وہ لفظ ہے کہ معنی مراد پر صریحًا دلالت نکرے سو غائط لغت مین پست مکانکو کہتے ہین یہان قضاء حاجت بشری
پاخانہ جماع

[Left margin note:] یعنی نفس کے بدلے نفس [illegible]

ملاوہی اسلئی کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو پست مکان کیطرف جاتے اور ملامست لغت مین ہاتھ لگانیکو بولتے ہین یہان مراد جماع ہے
کہ جو جماع کا ارادہ کرتا ہے تو بوس وکنار سے شروع کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وَلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ ای الذنوب وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ ای بموتہ شہیدا
من داوم علی الوضوء مات شہیدا ذکرہ فی الجوہرۃ اور دو بزرگیون پر یعنی حق تعالی نے اپنے مومن بندون کو طہارت مین دو طرح کی بزرگی عطا
تو گناہون سے پاک کر دینا فی قولہ تعالی لیطہرکم اور نعمت کو پورا کر دینا فی قولہ تعالی لِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ تمام نعمت ہی اوسکی شہید ہو کر مرنے سے اس پر
دلیل ہی کہ جو وضو کرنے پر ہمیشگی کریگا وہ شہید مریگا ایسا ذکر کیا ہی جوہرہ مین جو قدوری کی شرح ہی وَاِنَّمَا قَالَ اٰمَنُوْا بالغیبۃ دون اٰمنتم
کل من اٰمن الی یوم القیٰمۃ قالہ فی الضیاء وکانہ مبنی علی ان فی الاٰیۃ التفاتا والتحقیق خلافہ اور نہین فرمایا آمنوا غائب کے صیغہ سے
مخاطب کے صیغے سے مگر اسواسطے کہ خطاب شامل رہے ہر ایک اُس شخص کو جو ایمان لاتا جاے قیامت تک یون کہا ہی ضیا مین اور شاید کہ یہہ قول اسپر مبنی ہی
وضو مین التفات ہی حاضر سے غائب کیطرف اور قول محقق اسکے مخالف ہی ھ التفات اسکو کہتی ہین کہ غائب بولنی کے مقام پر حاضر بولا جای اور حاضر
مین غائب سو بعضے عالم یا ایہا الذین اٰمنوا کو التفات کے قبیل سے سمجھتے ہین اسواسطے کہ امنوا غائب کا صیغہ ہی اور اَنتم حاضر کا صیغہ ہی اور حق منا
مخاطب ہونے کیوجہ سے یہہ ہی کہ اوسکی تعبیر حاضر کی ضمیر سے ہوا اور قول صحیح یہہ ہے کہ یہان التفات نہین ہی اسلئے کہ امنوا صلہ ہی الذین کا اور موصولا
غائب کے ہین اور جو ضمیر کہ صلہ سے راجع ہوتی ہے موصول کیطرف وہ نہین ہوتی ہے مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایۃ خلاصہ یہہ ہے کہ صنعت ا
اُسوقت ہوتی کہ حاضر کے محل مین غائب کا صیغہ ہوتا سو یہان غائب کا صیغہ اپنی محل مین ہے وَاَتٰی فِی الوُضُوْءِ باذا التحقیقیۃ وفی الجنا
التشکیکیۃ للاشارۃ الی ان الصلوۃ من الامور اللازمۃ والجنابۃ من الامور العارضۃ اور حق تعالی وضو کے بیان مین اذا کا لفظ لا
اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہی اور جنابت مین اِنْ کا لفظ لایا جو شکوک اور متردد ہونے پر دلالت کرتا ہی تاکہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی ا
امور لازمہ سے ہی اور جنابت امور عارضہ سے ہ اِذَا اور اِنْ شرط جزا پر آتے ہین تو اگر وقوع شرط کا یقین ہو یا امید قوی تو وہان اذا کا
بولتے ہین اور اگر وقوع شرط کا یقین نہو یعنی تردد ہو ہونے اور نہونے مین تو وہان اِن کا لفظ بولتے ہین جب یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چا
کہ وضو مین حق تعالی نے اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فرمایا اسواسطے کہ نماز کیواسطے اوٹھنا امور لازمہ سے ہی اور بنظر دیانت مسلم غالب الوجود ہی کہ
دنمین پانچ بار نماز فرض ہی اسواسطے اذا کا لفظ جو امر ثابت پر دلالت کرتا ہی مذکور کیا اور جنابت مین اِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فرمایا کہ وہ بنسبت نماز کے
الوجود ہی اور امور عارضہ متردد سے ہے کہ ہو یا نہو اسوجہ سے اِنْ کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہی ارشاد کیا کذا فی العینی وَصَرَّحَ
بِذِکْرِ الحَدَثِ فی الغُسْلِ والتَّیَمُّمِ دونَ الوُضُوْءِ لِیُعْلَمَ اَنَّ الوُضُوْءَ سُنَّۃٌ وفَرْضٌ والحدثُ شرطُ الثانی لا الاوّل فیکونُ الغسلُ علی
التیمم علی التیمم عبثا والوضوء علی الوضوء نورا علی نور اور حق تعالی نے حدث کو صریحا ذکر کیا غسل اور تیمم مین نہ وضو مین تا معلوم ہو کہ
وضو سنت ہی بدون حدث کے اور فرض ہی حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہی نہ اول کی یعنی فرض وضو کی شرط ہی نہ سنت وضو کی تو ایک غسل
دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بیفائدہ ہوگا اور ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نورٌ علی نور ہے ھ طحطاوی نے کہا شارح
کلام سے نکلتا ہی کہ تیمم اور غسل نہین ہوتے ہین مگر فرض اسمین خلل یہہ ہی کہ غسل چند مواضع مین مستحب ہوتا ہی اور چند مواضع مین سنت اور اسیطرح تیمم
قائم مقام ہوتا ہی یعنی عدم فرضیت مین چنانچہ سونے کیوقت اور مسجد مین جانیکے واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت نہوا اَرْکَانُ الوُضُوْءِ
اَرْبَعَۃٌ وضو کے رکن چار ہین ھ لغت مین رکن کہتے ہین ہر چیز کی جانب قوی کو اور وضو ماخوذ ہی وضاءت سے جو بمعنی لطافت اور حسن کے ہی
وضو بالضم مصدر ہے اور بالفتح وہ پانی ہے جس سے وضو کرتے ہین اور اصطلاح شرع مین وضو عبارت ہی اعضاء ثلثہ کے دہونے اور سر کے مسح کرنے
عَبَّرَ بالاَرْکَانِ لاَنَّہٗ اَفْیَدُ مصنف نے ارکان کہا فرض نہ کہا اور مصنفونکی مانند اسواسطے کہ رکن کہنا مفید تر ہے ھ اسلئے کہ رکن اخص ہی فر
اور تاکہ معلوم ہو کہ جن کتابون مین فروض الوضوء مذکور ہے وہان فروض سے ارکان مراد ہین کذا فی شرح المصنف رکن فرض سے اسلئے خاص ہوا کہ رکن

فرض کو کہتے ہیں جو ماہیت یعنی شی کی حقیقت میں داخل ہو برخلاف فرض کے وہ عام ہے اور خارج ماہیت کو یعنی رکن اور شرط دونو کو فرض بولتے ہیں مع سلامتہ عما یقال ان اُرید بالفرض القطعی یرد تقدیر المسح بالربع وان ارید العملی یرد غسل المغسول باوجود سلامت رہنے اس تعبیر کے اس اعتراض سے جسکا بیان یون ہے کہ جن کتابوں میں تعبیر فرض وضو سے ہے اگر فرض سے فرض قطعی مراد ہو تو اعتراض وارد ہوتا ہے چوتھائی مقدار مسح کرنیکا عضو ممسوح میں کیونکہ یہہ قطعی نہیں ولہذا اسمیں اختلاف ہوا اہل اجتہاد کا اور اگر فرض سے فرض عملی مراد ہو تو عضو مغسول کا اعتراض وارد ہوتا ہے اسواسطے کہ اعضاء مغسولہ کا دھونا قطعی ہے جیسے وان اجیب عنہ بعض الفضلاء فی شرح الملتقی اگرچہ اس اعتراض کا وہ جواب دیا گیا ہے جسکو منیہ خلاصہ کرکے الملتقی الابحر کی شرح میں ذکر کیا ہے هم مجملہ اُسکے شرح الملتقی کے ایک یہہ جواب ہے کہ قطعی فرض مراد ہو اور اعتراض مسح کا یہہ جواب ہے کہ اصل مسح فرض قطعی ہے کہ قرآن مجید سے ثابت اگرچہ اُسکی مقدار خبر واحد سے کذا فی الطحطاوی و تو الی کون بعضہا داخل الماہیۃ وبعضہا یکون خارجا فالفرض یعنی پھر اسکو معلوم کرنا چاہیے کہ لیکن وہ فرض ہے جو ماہیت میں داخل ہے اور شرط تو وہ فرض ہے جو ماہیت اور حقیقت سے خارج ہو تو فرض رکن اور شرط دونون سے عام ہے یعنی دونو کو شامل ہے هم فقدم الکلام بیان ترتیب اعتباری میں مستعمل ہے اور فرض لغت میں تیس اور کئی معنی کیواسطے آتا ہے کذا فی الطحطاوی عن نہایۃ النہایۃ از انجملہ معانی فرض کے قطع اور تقدیر اور تفصیل اور تحدید اور تحریر ہے وشرعا قطع بدلیل حق بکفر جاحدہ کالصلوۃ الخمس اور فرض عملی وہ عمل ہے جسکا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہوا سو یہہ حکم کہ اُسکا منکر کافر ہو جاتا ہے یا اُسکا منکر منسوب بکفر ہو جاتا ہے چنانچہ نفس مسح سر بلا تعیین مقدار هم فرض قطعی کو فرض اعتقادی بھی کہتے ہیں اسواسطے کہ عمل کے ساتھ اُسکا اعتقاد بھی فرض ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ فرض اصطلاح شرع میں وہ ہے جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جسمیں کچھ شبہہ نہیں چنانچہ قرآن اور حدیث متواتر بشرطیکہ قرآن اور حدیث میں خصوص لاحق نہوگیا ہو اور چنانچہ اجماع بشرطیکہ بطریق احاد منقول نہوا اور چنانچہ قیاس منصوص علیہ انتہی اور نہر الفائق میں ہے کہ دلائل سمعی چار قسم پر ہیں ایک تو وہ ہے جسکا ثبوت بھی قطعی اور دلالت مراد بھی اُسکی قطعی چنانچہ نصوص متواترہ دوسری یہہ کہ ثبوت تو اُسکا قطعی ہے مگر دلالت مراد ظنی ہے چنانچہ آیات ماؤلہ یعنی جنمین تاویل کی گئی ہے تیسری وہ ہے کہ جسکا ثبوت ظنی ہے اور اُسکی دلالت قطعی چنانچہ وہ اخبار احاد جسکا مفہوم قطعی ہے چوتھی وہ ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہیں تو فقیہون نے اول قسم سے فرض ثابت کیا ہے اور قسم ثانی اور ثالث سے واجب کو اور قسم رابع سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ہے اور واجب سے اُسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہے اسیوجہ سے بعضے متاخرین نے کہا کہ فرض عملی واجب کی دونو قسمون کو نیز ہے اور فرض کی دو قسمون سے ضعیف تر ہے انتہی وقد یطلق علی العملی وہو ما تفوت الصحۃ بفوتہ کالمقدار الاجتہادی فی الفروض فلا یکفر جاحدہ اور کبھی فرض بولتے ہیں فرض عملی کو اور فرض عملی وہ ہے کہ جسکے فوت ہو جانے سے عمل کی صحت فوت ہو جاوے چنانچہ فرضونکی وہ مقدار جو اجتہاد سے ثابت ہو تو فرض عملی کا منکر کافر نہوگا یا اُسکو منسوب بکفر نکرینگے هم شارح نے اپنے بیان سے اشارہ کیا کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہے اور فرض عملی پر مجازی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق وہی متبادر ہے اور متبادر معنی حقیقی کا علاقہ ہے فرض عملی اسواسطے کہا کہ عمل کرنا اُسپر فرض ہے اعتقاد فرض نہیں اسلیے کہ اوسی پر اعتقاد کرنا چاہیے کیونکہ مسح کے افتراض کا فرض نہیں اور فرض کی مقدار اجتہادی ہے چنانچہ مسح چہارم سر کا اور دھونے میں داخل ہونا کہنیوں اور ٹخنون کا کذا فی الطحطاوی غسل الوجہ ای اسالۃ الماء مع التقاطر ولو قطرۃ وفی الفیض اقلہ قطرتان فی الاصح پہلا فرض وضو کا چہرہ کا دھونا ہے یعنی پانی کا بہانا ٹپکنے کے ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے اور فیض میں ہے ٹپکنے کا کمتر رتبہ یہہ ہے کہ دو بوند ٹپکین صحیح تر قول میں هم غسل بالفتح غین لغت میں میل کے دور کرنیکو کہتے ہیں کسی چیز سے اُسپر پانی بہاکر اور غُسل بضم غین تمام بدن کے دھونے کو بولتے ہیں اور اُس پانی کو بھی کہتے ہیں جس سے نہاتے ہیں اور غِسل بکسر غین خطمی وغیرہ کو کہتے ہیں جس سے سر دھویا جاتا ہے جب پانی بہانا دھونے کی حقیقت میں داخل ہوا تو اگر پانی نہ بہایا اسطرح کہ تیل کی مانند چپڑ لیا تو ظاہر الروایۃ میں جائز نہوگا اور اگر برف سے وضو کیا اور تقاطر نہوا تو جائز نہیں اور فیض کا مصنف شیخ برہان الدین ہے کذا فی الطحطاوی مرۃ لان الامر لا یقتضی التکرار ایکبار دھونا فرض ہے اسواسطے کہ فاغسلوا امر ہے اور امر تکرار کا مقتضی نہیں هم یعنی امتثال امر ایکبار کرنے سے ادا ہو گیا بار بار کرنا ضرور نہیں ولہذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہے ایک ایک بار اعضاء وضو کو دھویا ہے اور کاہے دو دو بار اور کاہے تین تین بار چنانچہ کتب احادیث میں مذکور ہے اور بہت سی

رتبہ سے تطہیر کے بارے مین زیادہ کرنا اسراف وہو مستق من ابو جعفر مستفاد لانشان فی ثبت المزید ادا کان اشہر فی شایع کا شتقاق من الحہ
من الارتعاد والیم من الیتیم اور وہ یعنی وجہ کا لفظ مشتق یعنی نکلا ہی مواجہہ سے اور اشتقاق ثلاثی مجرد کا ثلاثی مزید سے جبکہ مزید مشہور تر ہو مجرد سے
رائج اور مشہور ہے جیسے اشتقاق رعد کا ارتعاد سے اور یم کا تیمم سے ہم ارتعاد بمعنی اضطراب مشہور ہی اسواسطے کہا کہ رعد ارتعاد سے نکلا ہی کیونکہ
رعد بھی ابر مین مضطرب رہتا ہی اور تیمم بمعنی قصد کے مشہور ہے لہذا یم بمعنی دریا کہا کہ تیمم سے مشتق ہی اسواسطے کہ دریا مقصود خلائق ہی کذا فی الحلبی علامہ
عینی نے شرح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہی کہ وجہ ثلاثی مجرد ہی اور مواجہہ ثلاثی مزید ہی اور مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا تو اسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ اشتقاق
صغیر کی شرط ہی اور اشتقاق کبیر کی اور اشتقاق اکبر کی یہہ شرط نہین بلکہ فقط تناسب ہونا لفظ اور معنی مین کافی ہے برخلاف اشتقاق صغیر کے کہ وہان
تناسب حروف مع ترتیب کا اور مناسبت لفظی اور معنوی مع تغائر معنی شرط ہی اور اشتقاق کبیر مین ثلاثی مجرد کا مشتق ہوتا مزید سے جائز ہی جیسے
جن بمعنی دیو کا اشتقاق اجتنان بمعنی استتار سے اسواسطے کہ اہل لغت کی غرض اس اشتقاق سے اس لفظ کے معنی کی حقیقت کا بیان کرنا ہی تو جائز ہی کہ مزید اشہر ہو
کثرت استعمال سے اور اشتقاق اکبر مین مخرج حروف کے مناسبت کا ہونا کافی ہی چنانچہ نعق کو کہتے ہین کہ نہق سے مشتق ہی انتہی ملخصاً مبدأ سطح جبہتہ
ای المتوجہ ہو سطح الجبہتہ الی اسفل لحییہ ای منبت اسنانہ السفلی طولاً کان علیہ شعر اولا چہرے کا دہونا فرض ہی پیشانی متوضی کی سطح
کے سرے سے اوسکی ٹھڈی تک یعنی جہان نیچے کے دانت جمتے ہین یہہ حد ہے باعتبار طول چہرہ کے خواہ پیشانی پر بال ہون یا نہون وہان تک کا دہونا فرض ہی شارح
ضمیر پیشانی کا مرجع متوضی کو قرار دیا مقام وضو کے قرینہ سے عدل عن قولہم من قصاص شعرہ الجاری علی الغالب الی المطرد لیعم الاغم و
الاصلع والانزع مصنف نے اور مصنفوں کے من قصاص شعرہ کے قول سے جو جاری تہا بنا بر غالب حال کے عدول کیا اس قول مذکور کیطرف جو شامل ہی
سب آدمیون کو تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو بھی شامل رہے ہم تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ ہدایہ اور کنز وغیرہما مین وجہ کی حد مین من قصاص شعر کا
لفظ واقع ہی یعنی سر کے بال جمنے کی نہایت سے اسفل ذقن تک چہرہ کی طولانی حد ہی سو اوس پر اغم اور اصلع اور انزع کا اعتراض وارد ہوتا ہی اغم وہ
ہی جسکے بال سر سے اوتر کے پیشانی پر جمے ہون اور اصلع وہ ہی جسکے مقدم سر پر بال نہون اور انزع وہ ہی جسکی پیشانی کی دونوں جانبین بال سے خالی ہون تو
ہدایہ وغیرہ کی حد کے موافق لازم آتا ہی اصلع اور انزع کو سر کا دہونا اور اغم کی پیشانی کا دہونے سے ساقط ہونا لہذا مصنف نے اس قول کو چھوڑا اور
ابتداء سطح پیشانی کو اختیار کیا تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو یہہ حد شامل ہی یعنی اغم پر پیشانی کے بال دہونا فرض ہوگا اور اصلع اور انزع کو پیشانی
کے اوپر دہونا لازم نہ آویگا وما بین شحمتی الاذنین عرضاً اور دونوں کانوں کے دونوں لَوْ کے مابین مین بنابر عرض کے یعنی اس نرمہ گوش
سے اوس نرمہ گوش تک عرض مین چہرہ کی حد ہے وحینئذ فیجب غسل المأقی وما یظہر من الشفۃ عند انضمامہا اور جب کہ چہرہ کے طول اور عرض
کی حد معلوم ہوئی تو واجب ہوگا یعنی فرض ہوگا کوئین کا دہونا اور اوسقدر لب جتنا کہلا رہتا ہی منہ بند ہونے کیوقت ہم اکثر نسخون مین ماقی مذکور ہے جو جمع
ہے ماق اور موق کی بمعنی گوشہ چشم جسکو ہندی مین کویا کہتے ہین اور یہی نسخہ مناسب مقام ہی اور بعضے نسخے مین ملاقی کا لفظ ہے اور حلبی بعد طحاوی محشیون
نے ملاقی کا لفظ لیا ہی اور اس سے داڑہی مراد لی جو ملاقی وجہ ہے مین کہتا ہون ماقی کا نسخہ ملاقی سے اولی ہے اسواسطے کہ داڑہی تو بالاستقلال آگے
متن مین مذکور ہوگی واللہ اعلم وما بین العذار والاذن لدخولہ فی الحد یعنی اور واجب ہی دہونا اوس سفیدی کا جو داڑہی اور کان کے بیچ
مین ہے بسبب داخل ہونے اس جگہہ کے چہرہ کی حد مذکور مین اور یہی قول مفتی بہ ہے ہم عذار عبارت ہی داڑہی کے خط سے یعنی اوسکا کنارہ قاموس مین
تصریح ہی کہ عذار نام ہی داڑہی کے دونو جانبون کا مترجم نے سہولت فہم کیواسطے حاصل مطلب کا ترجمہ کیا امام اور محمد کا یہی مذہب ہی کہ اس جگہہ کا دہونا وضو
مین فرض ہے اور ابو یوسف کے نزدیک داڑہی والیکو اسکا دہونا فرض نہین لیکن عورت اور امرد اور کوسے کو اسکا دہونا بالاتفاق فرض ہی کذا فی
الطحطاوی لا غسل باطن العینین والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب وونیم ذباب للحرج اور فرض نہین آنکھون اور ناک
کے اندر کا دہونا اور بہون اور داڑہی اور موچھ کے بالون کی جڑون کا اور مکہی کے گوہ کا دہونا فرض نہین حرج اور مشقت کے سبب سے ہم بالون

کی جڑون کا دہونا اسوقت فرض نہین جبکہ بال نہایت گہنے ہون بلکہ نظر نہ آوے اور اگر جلد نظر آویگی تو جڑون کا بہی دہونا فرض ہوگا چنانچہ ہم بیان سے مذکور ہوگا وغسل الیدین اسقط لفظ فرادی لعدم تقیید الفرض بالانفراد والرجلین البادیتین السالمتین فات الجرح وحتین المستورتین بالخف وطیفتہا المسح اور دوسرا فرض وضو کا دہونا ہی دونون ہاتہونکا اور تیسرا فرض وضو کا دہونا ہی اُن دونون پانوون کا جو ظاہر ہین صحیح سالم اسواسطے کہ زخمی پانون اور جو موزی کے اندر چہپی ہین تو اونکے واسطے مسح کرنا ہین اور مقرر ہی مصنف نے ہاتہ پانوئین فرادی کا لفظ ساقط کیا ہی اسواسطے کہ فرض ہونے مین جدا جدا کرو ہونیکی قید نہین ہے یعنی اگر دونون ہاتہون یا دونون پانونکو پانی کے اندر ساتہی ڈالیگا تو فرضیت ادا ہوگی یہہ تعریض ہی صاحب دُرر کیطرف اوسنے کہا ہی غسل الیدین فرادی یعنی اُسکا مطلب یہہ ہے کہ ہر ہاتہہ کو دوسرے ہاتہ سے علحدہ دہونا چاہیئے کذا فی الطحطاوی حرکاہما مع ہاتہ پانون کا ایکبار دہونا فرض ہے بدلیل گذشتہ یعنی امر مقتضی تکرار نہین مع المرفقین والکعبین علی المذہب ہاتہون کا دہونا فرض ہی دونو کہنیون کے ساتہہ اور پانوون کا دونون ٹخنون کے ساتہہ بنا برظاہر مذہب کے وماذکروامن ان الثابت بعبارۃ النص غسل ید ورجل والاخری بدلالتہ ومن البحث فی الی وفی القرأتین فی ارجلکم قال فی البحر لاطائل تحتہ بعد انعقاد الاجماع علی ذلک اور یہہ جو فقہ کی کتابون مین عالمون نے ذکر کیا ہی کہ قرآن کی عبارۃ النص سی ایک ہاتہہ اور ایک پانو کا دہونا ثابت ہی اور دوسرے ہاتہہ اور دوسرے پانون کا دہونا دلالۃ النص سی ثابت ہی اور وہ بحث کہ لفظ الی مین اور ارجلکم کے دونون قرأتون مین مذکور ہی بحر الرائق مین کہا کہ اس ذکر مین کچہہ فائدہ نہین بعد منعقد ہوجانے اجماع کے دونون ہاتہون کے دہونے پر کہنیون سمیت اور دونون پانونکے دہونے پر ٹخنون سمیت عہ عبارۃ النص اُس مفہوم صریح کو کہتے ہین جسکے واسطے کلام صادر ہوا اور دلالۃ النص اوسکو بولتے ہین جو نص سے مفہوم ہوتا ہے بطریق مساوات کے ایک ہاتہہ اور ایک پانون کا دہونا بطریق عبارۃ النص کے اسوجہ سے ثابت ہی کہ مقابلہ صیغہ جمع کا دوسری جمع سے قسمت علی الاحاد کا مقتضی ہے یعنی مقابلہ یہہ چاہتا ہے کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک پونہچے اور لفظ الی مین یہہ بحث ہی کہ غایت مُغیا مین یعنی مابعد الی کا اوسکے ماقبل کی حکم مین داخل ہے یا نہین یا دونون برابر ہین اور ترجیح قرائن سے ہوتی ہی وغیر ذلک اور ارجلکم مین دو قرائتین ہین یعنی لام کا زیرا اور زبر بلاشبہہ متواتر ہین اور جمع بین القرأتین یا تو تخییر عہ بین الغسل والمسح کا مقتضی ہی چنانچہ بعض کا مذہب ہے یا زبر کی قرأت یعنی دہونا اسحالت پر محمول ہی جبکہ پانوئین موزہ نہوے اور زیر کی قرأت یعنے مسح کرنا موزہ پوشی پر محمول ہی چنانچہ بعض اہل سنت کا مذہب ہے اور تحقیق اسمین یہہ ہی کہ زیر کی قرأت کا ظاہر بالاجماع متروک ہی کیونکہ جو مسح کرنیکا قائل ہی وہ دونون ٹخنون کو مسح کی غایت قرار نہین دیتا صاحب بحر نے کہا کہ یہہ سب گفتگو اجماع کے مقابلے مین ساقط الاعتبار ہے اگر کوئی کہے کہ یہہ احکام وضو کے تو زمانہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مین ثابت تھے اور حضرت کے ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہے اُسکا جواب یہہ ہی کہ حضرت کا فعل یا اُن لوگونکو یقین کا موجب تہا جنہون نے حضرت کو دیکھا اور ہمکو تو ثابت نہین ہوسکتا علے وجہ الیقین بدون متواتر ہونیکے اور جبکہ تواتر نپایا گیا تو اب ہمارے حق مین اجماع معتبر ہوگا یا دلالۃ النص کذا فی الطحطاوی مختصرا ومسح ربع الراس مرۃ فوق الاذنین ولو باصابۃ مطر او بلل باق بعد غسل علی المشہور لا بعد مسح الا ان یتقاطر اور چوتہا فرض وضو کا چوتہائی سر کا مسح کرنا ہی دو کانون کے اوپر اگرچہ چہارم سر تر ہوگیا ہو بارش کے پانی لگجانے سے یا اُس تراوت سے جو ہاتہہ مین باقی رہی کسی عضو کے دہونے کے بعد بنا بر قول مشہور کے نہ اُس تراوت سے جو مسح کرنے کے بعد باقی رہی مگر یہہ کہ پانی ٹپکتا ہو یعنی اگر ایک مسح کر چکنے کے بعد اتنی تراوت بکثرت ہی کہ تقاطر ہنوز موجود ہی تو اب دوسرے عضو کا بہی مسح کرنا جائز ہے عہ مسح لغت مین ہاتہہ پہیرنا ہی کسی چیز پر اور عرف شرع مین عضو کا تر ہونا پانی سے خواہ تر ہاتہہ پہیرنے سے یا بارش کے پانی سے اور فرض مسح کی مقدار مین تین روایتین ہین ایک یہہ کہ چوتہائی سر کا مسح فرض ہی اور یہی روایت مشہور ہی یعنی اسیواسطے فقہ کی متون معتبرہ مین یہی روایت ماخوذ ہی دوسری روایت ہی مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہے اور ہدایہ مین مقدار ناصیہ کو چہارم سر کہا ہی اور تحقیق یہہ ہی کہ ناصیہ کم ہی چہارم سے تیسری روایت تین انگلیونکی مقدار ہی بدائع مین کہا کہ یہہ اصول کی روایت ہی ظہیریہ مین کہا اسی پر فتوی ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ یہہ محمد سے روایت ہے لہذا بعض متاخرین نے کہا کہ یہہ محمد سے ظاہر الروایۃ ہی امام سے ظاہر الروایۃ نہین کذا فی النہر الفائق مختصرا ولو مد اصبعا او اصبعین لم یجز الا ان یکون مع الکف او بالابہام والسبابۃ مع ما بینہما اور اگر ایک یا دو انگلیونکو سر پر کہینچا تو مسح جائز نہوگا مگر یہہ کہ انگلیون کے ساتہہ

[illegible]

عہ یعنی وضو کرنیوالا کو اختیار ہی کہ پانو دہووے یا مسح کرے

ہتھیلی بھی لگائی تو مسح درست ہوگا یا کھینچا انگوٹھی اور شہادت کی انگلی کو اونکے ابین کے ساتھ تو بھی مسح درست ہوگا ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ قول
ثلث اصابع کی روایت پر متفرع ہے ورنہ بمقدار چہارم سر ثابت نہیں ہوتا مگر یہ کہ مدار وضع میں تفرقہ کیا جاوے یعنی کھینچنے سے چہارم سر ہو سکتا ہو نہ
رکھنے سے اگر بھگایا یا چندبار جدید پانیوں سے مسح کرے تو درست ہے ہم یہ مسئلہ دونوں روایتوں پر متفرع ہو سکتا ہے یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار نیا
پانی لیکر مسح کیا محل کو بدلکر تو ثلث اصابع پر متفرع ہے اور اگر زیادہ کیا بقدر چہارم سر کے تو بھی اس کی بنا پر متفرع ہے ولو ادخل رأسه
الاناء او خفه او جبيرته وهو محدث اجزاه ولم يصر الماء مستعملا وان نوى اتفاقا على الصحيح كما في البحر عن البدائع اور اگر سر کو پانی بھرے
برتن میں داخل کیا یا اپنے دونوں موزوں کو یا مسح کی پٹی کو حالانکہ اوسکو وضو نہیں ہے تو اسطرح کا مسح کفایت کرتا ہے اور اس فعل سے برتن کا پانی مستعمل
نہو جائیگا بالاتفاق اگر اوسنے نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق میں بدائع سے منقول ہے ہم یعنی محمد کے نزدیک اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے مگر یہ
پانی مستعمل نہوا اسلئے کہ مستعمل ہونے میں پانی کا بہنا شرط ہے نہ پانی کا لگنا سو یہاں پانی کا لگنا صادق آیا نہ بہنا کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل جميع
اللحية فرض يعني عمليا ايضا على المذهب الصحيح المفتى به المرجوع اليه وما عدا هذه الرواية مرجوع عنه كما في البدائع اور تمام داڑھی کا یعنی
بقدر محاذات ذقن (ٹھوڑی کے مقابل) دھونا بھی فرض ہے بنا بر اوس مذہب کے جسکو محقق عالموں نے صحیح کہا ہے اور جسکا فتوی دیا ہے اور اسی قول پر امام اعظم نے ظاہر کا مد
رجوع کیا ہے اور اس روایت کے سوا اور روایتیں سب متروک ہیں چنانچہ بدائع میں مذکور ہے شارح نے کہا یہاں فرض سے مراد فرض عملی ہے نہ فرض اعتقادی
ہم ...ن نے اپنی شرح میں کہا چونکہ دھونا داڑھی کا مذہب صحیح معتمد تھا لہذا میں نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن میں اور تعجب ہے اصحاب متون کیسے مذہب
مرجوع عنہ کے ذکر کرنے میں اور مذہب مرجوع الیہ صحیح مفتی بہ کے چھوڑ دینے میں باوجودیکہ داڑھی کا دھونا داخل ہے وجہ کی اوس حد میں جو انہوں نے
اپنی کتابوں میں بیان کی ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ داڑھی میں روایات متروکہ غیر معتمدہ چھ ہیں ایک روایت تمام داڑھی کا مسح ۲ چوتہائی کا مسح ۳ تہائی
کا مسح ۴ چوتہائی کا دھونا ۵ تہائی کا دھونا ۶ نہ دھونا نہ مسح کرنا انتہی نہر الفائق میں کہا بخلاصہ ... غیر صحیح ایک روایت یہ ہے کہ جسقدر داڑھی ملاقی بشرہ ہے یعنی جتنی
کھال سے ملی ہے اسکا مسح فرض ہے قاضی خان نے اسکی ترجیح دی ہے جامع صغیر کی شرح میں ثم لا خلاف ان المسترسل لا يجب غسله ولا مسحه
بل يسن ... یہاں میں اختلاف نہیں کہ ٹھوڑی سے لٹکتی داڑھی کا نہ دھونا واجب ہے نہ اسکا مسح کرنا بلکہ اسکا مسح کرنا مسنون ہے ہم منتقی میں ہے کہ مسترسل سے مراد یہ کہ
دائرہ وجہ سے چھوٹی ہوئی ہو اور منیہ میں صریحا مذکور ہے کہ لحیہ مسترسلہ کا مسح مسنون ہے کذا فی الطحطاوی وان الخفيفة التي ترى بشرتها
يلزم غسل ما تحتها كذا في النهر اور اسمیں اختلاف نہیں کہ جو ایسی ہلکی داڑھی ہو جسکے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو اوسکے ماتحت کا دھونا لازم
ہے ایسا ہے نہر الفائق میں ہم تو خلاف سابق کا محل لحیہ کثیفہ ہے وفي البرهان يجب غسل بشرة لم يسترها الشعر كحاجب وشارب
وعنفقة في المختار اور برہان میں ہے کہ اس کھال کا دھونا واجب ہے یعنی جسکو بالوں نے نہیں چھپایا مانند بھوں اور مونچھ اور عنفقہ کے قول مختار
میں ہم جو بال لب اور ٹھوڑی کے درمیان میں اونکو عنفقہ کہتے ہیں اور بعضے اہل ہند اوسکو بچی بولتے ہیں ولا يعاد الوضوء بل ولا بل المحل
بحلق رأسه ولحيته اور وضو دوسری بار نکیا جاوے سر اور داڑھی کے مونڈنے سے بلکہ اسکی جگہ کا تر کرنا بھی ضرور نہیں اگرچہ وہ خشک نکلے
كما لا يعاد الغسل للمحل ولا الوضوء بحلق شاربه وحاجبه وقلم ظفره وكشط جلده جیسی مونچھ اور بھوں کے مونڈنے سے اور ناخن تراشنے
اور کھال اکھاڑنے سے اوس جگہ کا دھونا دوسری بار لازم نہیں اور نہ وضو کرنا وكذا لو كان على اعضاء وضوئه قرحة كالدملة وعليها جلدة
رقيقة فتوضأ وامر الماء عليها ثم نزعها لا يلزمه اعادة الغسل على ما تحتها ان تألم بالنزع على الاشبه لعدم البدلية بخلاف نزع وان
الخف اور اسیطرح اگر وضو کے اعضا پر زخم ہو چنانچہ پھوڑا اور اوسپر باریک کھال ہو پھر اوسنے وضو کیا اور اوس کھال پر پانی بہایا اور کھال کو نوچ
ڈالا تو اوس شخص پر لازم نہوگا دھونا کھال کی ماتحت کا بشرطیکہ درد ہوا ہو نوچنے سے بنا بر اوس قول کے جو اشبہ بحق ہے عدم بدلیت سے یعنی دوسری بار دھونا
اسواسطے لازم نہوا کہ نوچی کھال اپنی ماتحت کی بدلا نہی برخلاف موزہ اوتارنے کے کہ پاؤں کا دھونا لازم ہوگا اسواسطے کہ موزہ کا مسح بدلا ہے

[illegible] کہ ایک اگر کھال لٹکتی ہو اور دہونا [illegible] اس کا دہونا لازم ہوا اور اگر وہ [illegible] کوئی چیز
[illegible] وضو [illegible] نہیں [illegible] دہونا لازم نہیں اور اشبہ یہہ ہے کہ وہ [illegible] دہونا لازم نہیں [illegible] ہاتھ [illegible] شارح
[illegible] لم یا انتزع عن الاشیاء یعنی دہونا لازم نہیں اگر [illegible] قول اشبہ [illegible] ہونے میں
[illegible] میں کذا فی [illegible] اعضاء [illegible] اوقش [illegible] کی کھال [illegible] ہو گیا جیسے
[illegible] مسح کیا پھر [illegible] کو کھرچ ڈالا یا چھیلا یعنی باوجود اسکے مسح قائم ہو دوسری بار مسح کرنا لازم نہیں **فروع** چند مسائل ہیں
جنکو شارح نے بڑہایا ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے اس کتاب میں کہ متن کی شرح کرنیکے بعد مناسب مقام پر چند مسائل کو نقل کرتا ہے
[illegible] حاصل ہوں فی اعضائہ شقاق غسلہ ان قدر و الا مسحہ و الا ترکہ [illegible] متوضی کے اعضا میں انشقاق ہے یعنی بوائی تو اوسکو
دہووے اگر دہو سکے اور اگر نہ دہو سکے تو اوس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بھی نکر سکے تو اسکا مسح کرنا بھی چھوڑ دے اور اوسکے آس پاس [illegible] کذا فی [illegible]
[illegible] و لا یقدر علی الماء تیمم اور اگر اوسکے ہاتھ میں انشقاق ہو اور وہ پانی پر قادر نہو تو تیمم کرے یعنی اگر دونوں ہاتھ پھٹے ہوں
اور پانی کا استعمال نکر سکتا ہو تو تیمم کرے اسواسطے کہ اگر ایک ہاتھ صحیح سالم ہوگا تو اوس ہاتھ سے دہونا لازم ہوگا ہرچند شارح نے ظاہرا ایک ہاتھ کو ذکر
کیا مگر مراد دونوں ہاتھ ہیں اسواسطے کہ مفرد مضاف عام ہو جاتا ہے تو دونوں ہاتھونکو شامل ہوگا کذا فی الطحطاوی و یجب فی قطع بین المرفق غسل محل
القطع اور اگر ہاتھ کاٹا گیا کہنی سے تو قطع کی جگہہ کو دہووے یعنی اگر کچہہ کہنی باقی ہو اور اگر تمام کہنی کٹ گئی یا تمام ٹخنہ کٹ گیا تو اوس ہاتھ اور
پاؤں کا دہونا ساقط ہو گیا و لو خلق لہ یدان و رجلان فلو یبطش بہما غسلہما و لو باحدہما فہی الاصلیۃ فیغسلہا اور اگر ایک شخص کے
دو ہاتھ اور دو پاؤں مخلوق ہوئے یعنی ایک کہنی کے اوپر سے دو ہاتھ اور ٹخنہ کے اوپر سے دو پاؤں پھوٹ نکلے تو اگر دونوں ہاتھوں سے کام کرتا
ہو تو دونوں کو دہووے اور اگر ایک ہاتھ سے کرتا ہو تو وہی اصلی ہاتھ ہے تو اوسیکو دہووے یعنی دوسرا زائد اور بیکار ہے اسکا دہونا لازم نہیں
اور اسیطرح اگر دونوں پاؤں سے چلتا ہو تو دونوں کو دہووے و الا بیکار زائد کا دہونا لازم نہیں و کذا الزائدۃ ان نبتت من محل الفرض
اور اسیطرح اوس زائد ہاتھ پاؤں کو دہووے جو جما ہے فرض کے مقام میں یعنی کہنی کے نیچے سے ہاتھ اور ٹخنہ کے نیچے سے پاؤں پیدا ہوا تو اوسکا
بھی دہونا لازم ہوگا کاصبع و کف زائدین یعنی جیسے زائد انگلی اور زائد ہتھیلی کا دہونا لازم ہے و الا فما حاذی منہما محل الفرض غسلہ
و ما لا فلا لکن یندب مجتبی اور اگر زائد ہاتھ پاؤں محل فرض میں نہیں جما بلکہ اوپر سے جما ہے تو جتنا انمیں سے محل فرض کے سامنے ہو اوسکو دہووے
اور جو فرض کے مقابل نہو تو اوسکا دہونا فرض نہیں ہے لیکن مستحب ہے یہہ مذکور ہے مجتبی میں جو شرح ہے قدوری کی و سننہ اور وضو کی
سنتیں افاد انہ لا واجب للوضوء و لا للغسل و ہو المعتمد مصنف نے وضو اور غسل میں فرض کے بعد سنتوں کے ذکر کرنے سے یہہ فائدہ
[illegible] کہ وضو اور غسل میں کوئی واجب نہیں اور اگر کوئی واجب ہوتا تو اوسکو سنتوں سے پہلے فرض کے پیچھے بیان کرتا یعنی اسواسطے کہ جب
سنت [illegible] مقامات تصنیف اوسکی تقدیم کی مقتضی ہے جمعہا لان کل سنۃ مستقلۃ بدلیل یخصہا اور مصنف نے سنت کو بصیغہ جمع لایا
[illegible] ہے دلیل [illegible] یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہے یعنی وضو کی آیت اور سنتوں کی دلائل
علاحدہ علاحدہ ہیں اور ہر سنت کا حکم ہے یعنی ثمرہ اور ثواب جدا جدا ہے یعنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کی تو جسکو ادا کیا
[illegible] فرض کے [illegible] کہ فرضوں سے ایک فرض کو بھی ترک کریگا تو کچہہ ثواب نہوگا و حکمہا ما یؤجر علی فعلہ و یلام
علی ترکہ اور سنت کا حکم [illegible] مرتب [illegible] اسکا ثمرہ یہہ ہے کہ [illegible] اوسکو چھوڑنے میں [illegible]
سنت پر عتاب ہوتا ہے [illegible] لا الحرج [illegible] سنت کی [illegible] بیان
[illegible] سنت کی [illegible] بیان [illegible] سنت وہی جسکو کرنے میں ثواب ہو اور نکرنے میں عتاب [illegible]

یعنی مسئلہ مذکور ہمنے بیان کیا ہی شرح وا حکام کا ابتدا اکثر وہ تعریف شے ہین اسکا حکم مذکور و بیان کرنے مین ہر چند کہ حکم آپس مین انکی حقیقت مین داخل نہین وعرفها الشمنی بما ثبت بقوله علیه السلام او بفعله ولیس بواجب ولا مستحب کہ جسکو شمنی نے اسکی تعریف کی یعنی سنت کی حقیقت یون بیان کی کہ سنت وہ ہی جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور نہ وہ واجب ہو نہ مستحب لیکن یہہ مطلق سنت کی تعریف ہی یعنی سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کو جسکو مستحب کہتے ہین شامل ہی شاید اسی سبب سے صاحب نہر کا تابع ہو حالانکہ سنت غیر مؤکدہ کو شمنی نے خارج کر دیا ہی بقوله ولا مستحب کذا فی الطحطاوی والسنة فی المؤکدة مواظبته صلی الله علیه وسلم اور سنت مؤکدہ کی تعریف مین شرح سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی گاہے ترک بھی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ہم ترک حکمی سے مراد عدم انکار ہے تارک پر تو عدم انکار بمنزلہ ترک حقیقی کے ہوا تو عشرہ اخیرہ رمضان کا اعتکاف سنت مین داخل ہوا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ اعتکاف کیا اور کبھی ترک نہین کیا اور یہہ اسکا مقتضی ہے کہ اعتکاف واجب ٹھہرے لیکن ہرگاہ کہ اعتکاف نکرنیوالون پر انکار نفرمایا تو یہہ عدم انکار بمنزلہ ترک کے ٹھہرگیا اور اگر مداومت حکمی مراد لیجیے تو تراویح سنت مین داخل ہو گی اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عدم شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہین امت پر تراویح فرض نہو جاوے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن شأن الشروط ان لا تذکر فی التعاریف لیکن شروط کا حال یہہ ہی کہ انکا ذکر تعریفات مین نہو ہم اسواسطے کہ تعریف ہوتی ہی ماہیت اور حقیقت کے بیان کیواسطے اور شروط ماہیت سے خارج ہوتی ہین تو شمنی کی تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبت قادح نہوا تعریف سنت کا اسواسطے کہ مواظبت سنت مؤکدہ کی شرط ہی اور شروط کا ذکر تعریف مین مناسب نہین وانما یرد علیه فی البحر المباح بناء علی ما هو المنصور من ان الاصل فی الاشیاء التوقف اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحرالرائق مین مباح کا اعتراض وارد کیا ہی بنا بر اس قول کے جو منصور اور مؤید ہے دلائل سے وہ قول یہہ ہی کہ اصل اشیا مین توقف کرنا ہی یعنی بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہی نہ حرام ہے ہم اسمین اختلاف ہی کہ اشیا مین اصل اباحت ہی یا حرمت یا توقف اول قول ہی شافعیہ اور بعض حنفیہ کا اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابو حنیفہ کیطرف نسبت کرتے ہین اور ثالث یعنی توقف کا قول ہی تو سبب منصور ہی کہ حنفیون کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہی یعنی جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہو گی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہی وہ مباح پر صادق آئیگی الا ان الفقهاء کثیرا ما یلهجون بان الاصل الاباحة فالتعریف بناء علیه مگر یہہ کہ فقہاء حنفیہ بکثرت بولتے ہین کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تو تعریف مذکور کی اسی پر بنا ہی یعنی تو مباح کی اباحت اصل سے ثابت ہی نہ شارع سے ہم بحرالرائق مین سنت کی دو تعریفین پسند کی ہین اول تعریف یہہ ہے السنة هی الطریقة المسلوکة فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبة یعنی سنت وہ طریقہ ہی جو دین مین چلا ہی بطریق مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور ماتن نے اپنی شرح مین اسی پر اقتصار کیا ہی دوسری تعریف خود صاحب بحرالرائق کی ہے وہ یہہ ہی کہ سنت وہ ہی جسپر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت مع الترک ہی تو یہہ دلیل ہی سنت مؤکدہ کی اور اگر ترک ہوا جاتا تو یہہ دلیل ہے سنت غیر مؤکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہو تو یہہ دلیل ہے وجوب کی کذا فی الطحطاوی ہم علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین سنت کی چند تعریفات کو ذکر کر کے انکا نقصان بیان کیا پھر کہا کہ خواہرزادہ کی تعریف احسن التعریفات ہی وہ یہہ ہی ما ثبت علیه النبی علیه السلام علی سبیل المواظبة ولم یترکها الا مرة او مرتین یعنی سنت وہ کام ہی جسکو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا بطریق مداومت کے اور اسکو کرنے مین ثواب دیا جائیگا اور نکرنے مین ملامت ہو گی وهی البدائة بالنیة ای نیة عبادة لا تصح الا بالطهارة کنیة الوضوء او رفع الحدث او امتثال الامر اول سنت وضو کا شروع کرنا نیت کے ساتھ یعنی اس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہو جیسے وضو کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا ہم لغت مین نیت عبارت ہی عزم قلب سے کسی شی پر اور اصطلاح شرع مین نیت عبارت ہی ایجاد فعل مین طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور ایجاد فعل نہین شبہات ہی وہ فعل جیسے اسلام کہ شبہات سے ہی کا ...

بعض کہتے ہیں کہ مختص کیا فتح القدیر میں ہے کہ یہ صحیح ہے کہ نیت بیچ وضو کی نیت کرنا بہتر ہے اسلئے کہ حدث چند قسم ہے تو طہارت منصوص کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی
اور اسی طرح کہا گیا ہے کہ وضو کی یہ نیت کرے کہ تربیت آن آقو مشا للصلوۃ ، تقربا الی اللہ تعالی یعنی میں نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لئے واسطے اللہ تعالی سے
نزدیکی حاصل کرنے کے ۔ مع حرج بالشبھات و نفالیسس بیاناظ فتنبہ یعنی اسکی تصریح کر دی ہے کہ وضو بدون نیت کے عبادت ہی نہیں ہم جب وضو
بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو اوسپر ثواب نہ ملیگا اسواسطے کہ ثواب تو نیت پر موقوف ہے بدلیل حدیث صحیح انما الاعمال بالنیات طحطاوی نے بحر سے
شیخ الاسلام سے نقل کیا اسمین کلام نہیں کہ جس وضو کا شرع میں امر ہے وہ بدون نیت کے حاصل نہیں ہوتا لیکن نماز کا صحیح ہو جانا اوسپر موقوف
نہیں ہے اسلئے کہ وضو شرعی غیر مقصود ہے بلکہ مقصود تو طہارت ہے اور طہارت نیت اور بدون نیت دونو طرح حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ پانی مطہر بالطبع ہے انتہی
خلاصہ یہہ ہے کہ وضو بلا نیت سے نماز ادا ہوگی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہوگا و یاثم بترکھا اور وضو کرنیوالا نیت کے ترک سے گنہگار ہوگا ہم
مین اختلاف ہے کہ سنت موکدہ کا تارک گنہگار رہے یا نہیں اور نہر الفائق میں اس اختلاف کو یون رفع کیا ہے کہ اگر سنت موکدہ کے ترک کرنے پر عادت
ہوگئی تو گنہگار ہے اور اگر عادت نہیں تو گنہگار نہیں کذا فی الطحطاوی میں کہتا ہوں تقدم فی الاشباہ میں اگرچہ گناہ نہیں لیکن بلا شبہہ ملامت اور عتاب ہے چنانچہ سنت
کی تعریف اسپر دلیل ہے و یاثم انھا فرض فی الوضوء المامور بہ وفی الوضوء بسور حمار و نبیذ تمر کالتیمم اور اسپر تصریح ہے کہ نیت کرنا اوس وضو میں
جسکا شرع میں حکم ہے اور گدہے کے جھوٹے پانی سے اور شربت خرما سے وضو کرنے میں فرض ہے جیسے تیمم میں نیت فرض ہے ہم کجھور کے شربت سے وضو کا جائز
ہونا ضعیف قول ہے اور معتمد قول یہہ ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی و ان وقتہا عند غسل الوجہ اور اسپر تصریح ہے کہ نیت کرنیکا وقت وضو میں
چہرہ دہونیکے ساتھہ ہے وفی الاشباہ ینبغی ان تکون عند غسل الیدین للرسغین لینال ثواب السنن اور اشباہ میں ہے لائق یون ہے یعنی مستحب ہے کذا
فی الطحطاوی کہ نیت ہو دونون ہاتہون کے دہونے کیوقت پہونچون تک تاکہ سب سنتون کا ثواب پاوے قلت لکن فی القہستانی وقتہا قبل سائر السنن کما
فی التحفۃ فلا تسن عندنا قبیل غسل الوجہ کما ھو عند الشافعی انتہی میں کہتا ہون لیکن قہستانی نے شرح نقایہ میں ہے اور نیت کا محل نیت کے
سوا اور سب سنتون سے پہلے چنانچہ تحفہ میں مصرح ہے تو مسنون نہیں نیت کرنا ہمارے نزدیک منہ دہونے سے پہلے جسطرح شافعی کے نزدیک فرض ہے انتہی اسنے
قہستانی ہم حاصل استدراک یہہ ہے کہ اشباہ میں اپنی تجویز مذکور ہے روایت نہیں اور قہستانی میں روایت ہے تحفہ سے دوسری بات یہہ ہے کہ قہستانی کے کلام سے
تقدیم نیت کی تسمیہ پر بھی ثابت ہوتی ہے اور اشباہ میں یہہ بات نہیں وفیہا سبع سوالات مشہورۃ نظمھا العراقی فقال ۔ سبع سوالات بدت لمن
الفھم اتت + محلہا لکل عالم فی النیۃ + حقیقۃ حکم محل و زمن + و شرطھا و القصد و الکیفیۃ اور نیت میں سات سوال مشہور ہیں جنکو عراقی نے
نظم کیا ہے سو یون کہا کہ سات سوال صاحب فہم کے لئے آئی ہیں مذکور ہوتے ہیں نیت کے باب میں ہر عالم کو پہلا ایک سوال ہے نیت کی حقیقت میں ۲ نیت کی
حکم میں ۳ اوسکے محل میں ۴ اوسکے زمانے میں ۵ اوسکی شرط میں ۶ اوسکی قصد میں ۷ اوسکی کیفیت میں ہم پہلے سوال کا جواب یہہ ہے کہ نیت کی حقیقت
قصد طاعت اور تقرب الی اللہ سے فعل کرنیکے ساتھہ دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ نیت کا حکم یہہ ہے کہ وضو اور غیر ماموربہ میں نیت کرنا مسنون ہے اور وضو
مامور بہ میں اور گدہے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے میں اور تمام عبادات مقصودہ میں نیت کرنا فرض ہے تیسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ نیت کا محل دل ہے
اور فقط زبان سے نیت کرنا بدعت ہے سب عبادات میں مگر پریشان دل جو عزیمت پر قادر نہو اوسکو زبان سے کہنا مستحسن ہے کذا نقل الحلبی من البحر چوتھے سوال کا
جواب یہہ ہے کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل میں سب سنتون سے پہلے ہے اور نماز میں تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اوس سے پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل اجنبی نہو پانچوین
سوال کا جواب یہہ ہے کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہے چھٹے سوال کا جواب یہہ ہے کہ نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت نیت کی امتیاز کرنا ہے عادات کا عبادات
سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہہ ہے کہ کیفیت نیت کی یہہ ہے کہ عبادت کا قصد کرے اور اسکو جانے کہ یہہ کون عبادت ہے
یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہیں کرتی بدون تعیین کے کذا فی الطحطاوی اور اسکی تفصیل کا حصہ عبادات کے مسائل میں اپنی اپنی موقع پر
انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگی والتسمیۃ قولہ والتسمیۃ اور سنت ہے وضو کو بسم اللہ کہنے سے شروع کرنا ہم شارح نے یہان اور غسل میں بین

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اسلام [illegible]

[illegible] بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام کے ہم لیں [illegible] کہا کہ [illegible]

الاسلام [illegible] کہا کہ یہہ حدیث مرفوع ہے میں کہتا ہوں یہہ [illegible] کہ کسی [illegible]

میں کہتا ہوں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے [illegible] والحمد للہ مروی ہو طبرانی نے معجم اوسط میں [illegible] علی بن ثابت [illegible]

ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمد للہ فان حفظتک لا تبرح تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک

الوضوء یعنی حضرت نے فرمایا کہ ای ابو ہریرہ جب تو وضو کرے تو یوں کہہ بسم اللہ والحمد للہ اسواسطے کہ تیرے فرشتے نگہبان تیری نیکیاں لکھا کرینگے جب تک

وضو نہ ٹوٹیگا اور اس حدیث کی اسناد حسن ہی [illegible] کہا افضل یہہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور اعوذ پڑہ کر ابتدا کرے اور [illegible] بسم اللہ کہے اور بعضے

کہے کہ یوں کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام [illegible] اور میں کہتا ہوں ان علماء کبار کو [illegible] کہ حدیث بلا تحقیق

لکہتے ہیں اور اسکی تخریج کو نہیں بیان کرتے اور نہ اسکا صحت اور ضعف ذکر کرتے ہیں اور یہہ آفت پڑی ہی تقلید سے کذا فی العینی شرح الہدایۃ تقلید سے مراد

یہان یہہ ہی کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہی نقل احادیث میں بلا بیان تخریج و بلا ذکر صحت و ضعف اور یہہ مطلب نہیں کہ تقلید مذہب بری ہی کیونکہ

علامہ عینی خود مقلد ہے امام اعظم کا قبل الاستنجاء وبعدہ خدا کا نام لینا سنت ہی استنجا کرنیسے پہلے اور بعد اسکے ہم [illegible] اسواسطے کہ قبل استنجا کے وضو

سے طہارت ہونیکی وجہہ سے اور بعد استنجا تو ابتدا ہی طہارت کی کذا فی غایۃ البیان اور صحیح روایت سے ثابت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلا میں

جانے کے وقت فرماتے تھے اللہم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث الا حال الانکشاف وفی محل النجاسۃ [illegible] یعنی مگر ستر کہلنے کے وقت اور نجاست کے مکان

میں خدا کا نام زبان سے نہ لے تو البتہ دل میں نام لے ولو نسیہا فسمی فی خلالہ لا تحصل السنۃ بل الندب [illegible] اگر ابتدا طہارت میں خدا کا نام لینا بہول گیا

پہر [illegible] درمیان وضو کے نام لیا تو سنت موکدہ حاصل نہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا نام سنت اسواسطے حاصل نہوگی کہ اسکا محل تہا ابتدا میں سو فوت ہوا اور

وجہہ استحباب یہہ ہی تاکہ وضو خالی نرہے نام خدا سے وقالوا الا کل تحصل السنۃ فی باقیہ لا الطاعات وتیقظ بسم اللہ اولہ وآخرہ اور کہا ہے کہ درمیان میں

خدا کا نام لینے سے تو سنت حاصل ہوگی باقی طعام میں اگر بسم اللہ بہول گیا اور بیچ میں یاد آوے تو چاہیے کہ یوں کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ہم شمائل ترمذی میں عائشہ

رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کہانا کہاوے اور ذکر اللہ بہول جاوے کہانے پر تو یوں کہے بسم اللہ اولہ

وآخرہ ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہی کہ اول طعام میں سنت حاصل ہوگئی اول طعام کے ذکر فرمانے سے اور یہہ مخالف ہی شارحین کے کلام سے چنانچہ شرح فتح القدیر سے

نقل کیا ہی کذا فی الطحاوی وغسل الیدین الی الرسغین ابتداء قبل الاستنجاء وبعدہ اور سنت ہی پاک دونوں ہاتہ کی [illegible] ابتدا کرنا

استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم پاک کی قید اسواسطے لگائی کہ نجس ہاتہوں کا دہونا فرض ہی بعضوں کے نزدیک قبل استنجا اور بعد دہونا سنت ہی

اور بعضوں کے نزدیک بعد استنجا کے سنت ہے مجتبی میں کہا کہ اکثر کا قول یہہ ہے کہ قبل اور بعد دونوں میں سنت ہی اور قاضی خان نے [illegible] کی

استنجا کے بابت [illegible] اور بعد اسکی بابت اضافی ہی کذا فی الطحاوی [illegible]

حدیث میں جو ہاتہوں کا دہونا جاگنے کے ساتہہ ذکر ہے سو اتفاقی قید ہی [illegible] نہیں اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم [illegible]

کی تقدیم ذکر ہی [illegible] کذا فی الطحاوی بخاری میں ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم [illegible]

فلیغسل یدہ قبل ان یدخلہا الاناء فی وضوئہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ یعنی جب جاگے کوئی تم میں سے [illegible]

برتن مین ڈالنے سے پہلے وضو کے پانی مین اسواسطے کہ کوئی نہین جانتا کہ اوسکا ہاتھہ رات کو کہان رہا یعنی نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر ولہٰذا الوضوء قبل
اِدخَالِہِمَا الاِنَاءَ ثَلاثًا سُنۃٌ ثم اختصاص السنۃ بوقت الحاجۃ اور چونکہ جاگنے کی قید اتفاقی تہی اسیواسطے مصنف نے یون لکہا کہ ہاتھہ دہونا سنت
ہے برتن مین ڈالنے سے پہلے تاکہ یہہ وہم پیدا نہو کہ ہاتھہ دہونے کی سنت حاجت کیوقت کے ساتھہ مخصوص ہے یعنی اگر یون کہتا تو گمان ہوتا کہ بدون
حاجت کے ہاتہو نکا دہونا سنت نہین حاجت سے مراد توہم نجاست ہے تو درصورت تحقق طہارت ہاتہہ دہونا مطلوب نہین حالانکہ ایسا نہین حلبی نے کہا وقول
اصح جسپر اکثر فقہا ہین یہہ ہے کہ ہاتھہ دہونا سنت ہے مطلقاً لیکن اگر نجاست کا توہم ہو اسطرح کہ بدون استنجا سو گیا ہو یا بدنپر نجاست ہو تو دہونا سنت موکدہ
ہے اور عدم توہم نجاست مین یعنی طاہر ہو کر سونے مین یا نہ سونے مین سنت غیر موکدہ ہے اور نجاست کیساتہہ تو دہونا فرض ہوگا تو مصنف کا قول یعنی غسل
یدین کا مسنون ہے مع بغیر نجاست ہے اور سنت سے مراد وہ ہے جو موکدہ اور غیر موکدہ دونونکو شامل ہے کذا فی الطحطاوی لان مَفَاہِیمَ الکُتُبِ حُجَّۃٌ غسل
اوخال کے قید اسواسطے نہ لگائی کہ کتابونکی مفہوم مخالف حجت ہوتی ہین مفاہیم جمع ہے مفہوم کی طحطاوی نے کہا المَفہُومُ مَا فُہِمَ مِنَ اللَّفظِ لَا فِی
مَحَلِّ النُّطقِ انتہے یعنی جو لفظ سے سمجہا جاے بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہے کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم مفہوم ہو صفت یا شرط کے
بیان سے چنانچہ قران مجید مین فرمایا کہ جسکو آزاد مسلمان عورتون سے نکاح کرنے کی استطاعت نہو وہ مسلمان لونڈیون سے نکاح کرلے امام شافعی اس سے
سمجہے کہ استطاعت والیکو لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہین امام اعظم کہتے ہین کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سے معلوم نہین ہوسکتا بخلافِ اکثرِ مفاہیمِ
النُّصُوصِ کذا فی النہر برخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنے کتاب اور سنت کے اکثر مفہوم مخالف حنفیون کے نزدیک حجت اور دلیل نہین
ہین اسواسطے کہ نصوص سے وہ احکام لینا مقصود ہے جنپر صریحًا نصوص دلالت کرتی ہون اور اکثر کی قید اسواسطے لگائی کہ عقوبت کا مفہوم نصوص مین معتبر ہے
چنانچہ قہستانی سے آگے مذکور ہوگا وفیہ مِنَ الحُجَّۃِ لِلمَفہُومِ مُعتَبَرٌ فِی الرِّوَایَاتِ اتِّفَاقًا اور نہر الفائق کی کتاب الحج مین ہے کہ مفہوم مخالف معتبر ہے
روایات مین بالاتفاق یعنی امام اعظم اور اونکے اصحاب سے جو روایات کتابون مین منقول ہین اونکے اکثر مفہومات معتبر ہین خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق
وَمِنہُ اَقوَالُ الصَّحَابَۃِ قَالَ وَیَنبَغِی تَقیِیدُہُ بِمَا یُدرَکُ بِالرَّاٴیِ لَا مَا لَا یُدرَکُ بِہٖ انتہی اور اسی قسم سے صحابہ کرام کے اقوال ہین کہ اونکا بہی مفہوم
بالاتفاق معتبر ہے نہر الفائق کے مصنف نے کہا لائق یہہ ہے کہ اقوال صحابہ مین قید لگائی جاے ادراک قیاس کی نہ وہ قول جو قیاس سے نہ بوجہا جاے انتہے
ما فی النہر یعنی اگر صحابہ کا قول ایسا ہے کہ اوسمین عقل کے مجال ہوسکتی ہے تو اوسکا مفہوم بہی حجت ہے اور اگر ایسا قول ہے کہ عقل اور قیاس کا اسمین دخل
نہین تو اوسکا مفہوم بہی معتبر نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ نص مرفوع کے ہوگیا اور نص کا مفہوم معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی عن حکم
النہایۃ المَفہُومُ مُعتَبَرٌ فِی نَفیِ العُقُوبَۃِ کَمَا فِی قَولِہٖ تَعَالیٰ کَلَّا اِنَّہُم عَن رَّبِّہِم یَومَئِذٍ لَّمَحجُوبُونَ اور قہستانی مین نہایہ کی کتاب الحدود سے منقول ہے کہ مفہوم
معتبر ہے عقوبت اور عذاب کے نفی مین چنانچہ حق تعالی کے اس قول مین کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سے اوسدن یعنی قیامت کے دن محجوب اور مستور رہینگے
یعنی دیدار خدا سے محروم رہین گے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہونگے بلا حجاب واما اعتبارہ فی الروایۃ فاکثری
لا کلی اور روایت فقہ مین تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثرے ہے ہر مقام مین نہین الی الرُّسغَینِ بالضم مَفصِلُ الکَفِّ بَینَ الکُوعِ والکُرسُوعِ وَالکَاعُ
فِی الرِّجلِ قَالَ شعر وَعَظمٌ یَلِی الاِبہَامَ کُوعٌ وَمَا یَلِی + لِخِنصَرِہِ الکُرسُوعُ وَالرُّسغُ مَا وَسَطَ + وَعَظمٌ یَلِی اِبہَامَ رِجلٍ مُلَقَّبٌ + بِبُوعٍ
فَخُذ بِالعِلمِ وَاحذَر مِنَ الغَلَطِ + ابتداء غسل یدین دونون پہنچون تک سنت ہے رسغ بضم را مہملہ وسکون سین مہملہ جوڑ ہے ہتہیلی کا درمیان کوع
اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام بوع ہے وہ تو پانون مین ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے اور وہ ہڈی جو انگوٹھے سے ملی ہے اوسکا نام کوع ہے اور جو
ہڈی چہنگلی سے ملی ہے وہ کرسوع اور جو کہ ان دونو ہڈیون کے درمیان جوڑ ہے اوسکا نام رسغ ہے اور جو ہڈی کہ پانون کے انگوٹھے سے ملی ہے اوسکا لقب
بوع ہے سوا ہی مخاطب علم کو اور پرہیز کر غلط فہمی سے ثُمَّ اِن لَم یُمکِن رَفعُ الاِنَاءِ اَدخَلَ اَصَابِعَ یَسَارِہٖ مَضمُومَۃً وَصَبَّ عَلَی الیُمنیٰ لِاَجلِ التَّیَامُنِ
پہر معلوم کر اگر برتن کا اوٹہانا ممکن نہو تو اپنے بائین ہاتہہ کی انگلیان ملاکر برتن مین ڈالے اور پانی لیکر داہنے ہاتھہ پر ڈالے تاکہ داہنی طرف سے طہارت شروع

ہو یعنی پہر داہنے ہاتھہ سے پانی لیکر بایان ہاتھہ دہووے م بحرالرائق مین پورا بیان یون ہے کہ ہاتھون کے دہونیکا طریقہ یہہ ہے کہ اگر چہوٹا برتن ایسا ہو
کہ اٹھانا اُسکا ممکن ہو تو اوسمین ہاتھہ نہ ڈالے بلکہ بائین ہاتھہ سے اوسکو اُٹھاوے اور داہنے ہاتھہ پر پانی ڈالے اور تین بار اوسکو دہووے پہر برتن کو
داہنے ہاتھہ مین لے اور بائین ہاتھہ پر پانی ڈالے اور تین بار اوسکو دہووے پہر اگر برتن کا اُٹھانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ شارح نے کہا اور بڑے برتن
مین انگلیان ملاکر اُسوقت ڈالے جبکہ وہان چہوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہوچکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھہ کا ڈالنا برتن مین نیند سے
جاگنے والیکو حدیث مین منع ہے اُسکا جواب یہہ ہے کہ منع اُس صورت مین ہے جبکہ چہوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اوسکے ساتھہ چہوٹا برتن بہی ہو اور اگر بڑے
برتن کے ساتھہ چہوٹا برتن نہو تو داخل کف ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملا وان
اراد الاغتراف لا اور اگر ہتہیلی کو ڈالا پانی مین اگر دہونے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا اور اگر چلو بہرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہوگا
یعنی ضرورت کیوجہ سے اگرچہ طلب استعمال یعنی قربت اور رافع حدث متحقق ہو کذا فی الحلبی م دہونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو ملاقی ہے کف
سے جبکہ جدا ہوا اور باقی تمام پانی مستعمل نہوگا اور قصداً اغتراف سے پانی مستعمل نہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسیطرح اگر کوزہ گرگیا بڑی گہری برتن
مین سو اوسکے لینے کو ہاتھہ ڈالا کہنی تک تو پانی مستعمل نہوگا کذا فی البحر ولو عجز عن الاغتراف لا بشیء ویداہ نجستان تیمم وصلی ولم یعد اور اگر پانی
لینا بڑے برتن سے ممکن نہو کسی چیز سے اور اوسکے دونون ہاتھہ ناپاک ہین تو تیمم کرے اور نماز پڑہے اور نماز کا اعادہ نکرے م توضیح اسکی صورت
مین اسطرح سے کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھہ ناپاک ہون تو دوسرے شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اسکے ہاتھہ دہولادے اور اگر کوئی وہان نہو تو کپڑے
کا ایک سرا پانی مین ڈالے اور دوسرا اُسکا سرا ہاتھہ مین پکڑے رہے پہر پانی سے نکالکر اوسکے قطرات سے داہنا ہاتھہ دہووے پہر بایان ہاتھہ دہووے
یا دانتون سے کپڑا پکڑکے دونون ہاتھہ ساتھہ ہی دہووے تین بار اور اگر کپڑا نہو تو منہ سے پانی لیکر دونون ہاتھہ دہووے اور اگر اسپر بہی قادر نہو
تو تیمم کرے اور نماز پڑہے اور اس نماز کا دوبارہ پڑہنا واجب نہین وھو سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ وینوب عن الفرض اور وہ یعنی بند
دست تک ہاتہون کا دہونا ایسی سنت ہے کہ قائم مقام ہوتا ہے فرض کے جیسے الحمد پڑہنا ایسا واجب ہے کہ قائم مقام ہوجاتا ہے فرض کے یعنی اس محل کا دہونا
کہ فرض تہا اس مسنون دہونے سے ادا ہوگیا جیسے قران کا پڑہنا کہ نماز مین فرض ہے الحمد پڑہنے سے کہ واجب ہے ادا ہوجاتا ہے ویسن غسلہما ایضا مع الذراعین
اور ذراعین کے ساتھہ انکا بہی دہونا مسنون ہے یعنی اگرچہ بند دست تک ہونے سے سنت اور فرض دونون ادا ہوگئے لیکن کہنیون تک ہاتھہ دہونیکے ساتھہ
انکا بہی دہونا دوسری بار سنت ہے بحرالرائق مین مذکور ہے کہ غسل یدین مین تین قول ہین ایک قول تو یہہ ہے کہ وہ فرض ہے اور تقدیم اسکی سنت ہے اور فتح القدیر
اور معراج اور خبازیہ مین اسیکو پسند کیا ہے دوسرا قول یہہ ہے کہ وہ سنت ہے قائم مقام فرض کے ہوجاتا ہے الحمد کی مانند اور اسکو کافی مین پسند کیا ہے
تیسرا قول سرخسی کا ہے کہ وہ سنت ہے قائم مقام فرض کے نہین ہوتا تو اونکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دہونا چاہیئے سرخسی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک
اور مشائخ کے ظاہر کلام سے قول اصل مذہب معلوم ہوتا ہے انتہی مختصرا طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام مین خلط ہے دو قول کا اسواسطے کہ جو کہتا ہے کہ غسل
یدین سنت ہے اور قائم مقام ہے فرض کے وہ نہین کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہے بلکہ دوبارہ دہونا سرخسی کا قول ہے اور شارح کے موافق
نہرالفائق مین ذخائر اشرفیہ سے منقول ہے والسواک سنۃ مؤکدۃ کما فی الجوھرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلہا اور مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے
چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہے کلی کرنے کے وقت سنت ہے اور اسکا ضعیف یہہ ہے کہ کلی سے پہلے سنت ہے م مسواک کرنیکی تاکیدات اور اسکی فضائل احادیث
مین بکثرت ہین ازانجملہ وہ حدیث صحیح ہے جو امام مالک کے مؤطا مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق
نہوتا تو مین اونکو مسواک کرنیکا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھہ اور صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت
پر شاق نہوتا تو مین اونکو مسواک کرنیکا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھہ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابونعیم نے عائشہ صدیقہ رض
سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوس نماز کی فضیلت جسکے واسطے مسواک کی گئی اُس نماز پر جسکے واسطے مسواک نہین کی گئی ہفتاد

ہی یعنی ستر درجے زائد ہی ثواب مین کذا فی العینی ﴿ہو کلو ضوء مجع عندنا﴾ اور مسواک وضو کی سنت ہی ہم حنفیون کے نزدیک ﴿ھ﴾ اور امام شافعی کے نزدیک
مسواک نماز کی سنت ہی اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے اوس شخص کے حق مین جسنے مسواک والی ایک وضو سے چند نمازین پڑہین تو ہمارے نزدیک اوسکو ہر نماز کا
ثواب ستر نمازنے مسواک کی برابر ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اِسقدر ہر نماز مین ثواب نہوگا جبتک ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نکریگا کذا فی البحر
﴿اِلَّا اِذَا نَسِیَہٗ فیندب للصلوٰۃ﴾ مسواک وضو کی سنت ہی مگر جبکہ وضو مین مسواک کرنا بہولگیا تو اب نماز کیواسطے مسواک کرنا مستحب ہوگا ﴿ھ﴾ یعنی مثلاً ظہر کے
واسطے مسواک کرنا بہولگیا پہر عصر کیوقت یاد آیا تو اب مسواک کرلینا مستحب ہی تاکہ مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہہ
صاحب نہر کی تجویز سے روایت مذہب نہین ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ اِسپر آگاہ کردیتا ﴿کما یندب لاصفرار سن وتغیر رائحۃ وقراءۃ قرآن﴾
جیسے مستحب ہی مسواک کرنا دانتون کی زردی اور بدبوی دہن کے سبب سے اور قرآن شریف کو پڑہنے کے لئے ﴿ھ﴾ استحباب مسواک کا متاکد ہوتا ہے
ارادہ نماز اور وضو اور قرأت قرآن اور نیند سے جاگنے کیوقت اور سونے سے پہلے اسواسطے کہ امام اعظم سے منقول ہی کہ مسواک کرنا دین کی سنت ہی تو سب
احوال اوسمین برابر ہین چنانچہ احمد اور ترمذی نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع روایت کی ہی کہ چار چیزین انبیاء و مرسلین کی سنت ہین ختنہ کرنا
اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا فی العینی ﴿واقلہ ثلث فی الاعالی وثلث فی الاسافل﴾ اور ادنے درجہ مسواک کا تین بار پہیرنا ہے
اوپر کے دانتون مین اور تین بار نیچے کے دانتون مین ﴿ھ﴾ اوپر کے دانتون مین ابتدا داہنی طرف سے کرے پہر بائین طرف اور اسیطرح نیچے کے دانتون مین کرنا
چاہیئے کذا فی البحر عینی مین ہی کہ مسواک کرنے کی کچہہ حد نہین یہانتک مسواک کرے کہ زردی دانت اور گندہ دہنی کے زوال کا دلکو اطمینان حاصل
ہو ﴿بمیاہ ثلثۃ﴾ تین پانی سے ﴿ھ﴾ یہہ پانی مضمضہ کے پانی کے سوا ہین اِسطرح کہ مسواک کو تین بار دہوے اسواسطے کہ مضمضہ کا بیان آگے آویگا کذا فی الطحطاوی
﴿وندب امساکہ بیمناہ﴾ اور مستحب ہی پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتھہ مین ﴿ھ﴾ مسواک کرنیکا طریقہ یہہ ہی کہ داہنے ہاتھہ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکہے اور انگوٹھے کو
مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیان مسواک کے اوپر رہین اسیطرح مروی ہی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کذا فی الطحطاوی عن النہر
﴿وکونہ لینا مستویا بلا عقد فی غلظ خنصر وطول شبر﴾ اور مستحب ہی ہونا مسواک کا نرم سیدہی برابر بے گرہ بقدر چھنگلی کے موٹی اور بالشت بہر لمبی
﴿ھ﴾ انار اور بانس کے سوا ہر لکڑی کی مسواک درست ہی کذا فی الطحطاوی اور افضل پیلو اور زیتون کی ہے عینی نے طبرانی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی
بہتر مسواک زیتون کی ہے مبارک درخت سے منہہ کو خوشبودار کرتی ہے اور بدبو دفع کرتی ہے اور وہ میری مسواک ہی اور مجہسے اگلے انبیا کی ﴿ویستاک
عرضا لا طولا﴾ اور مسواک کرے دانتون کی عرض مین نہ طول مین ﴿ھ﴾ اسواسطے کہ طول مین مسواک کرنے سے مسوڑہے زخمی ہوجاتے ہین کذا فی الطحطاوی عینی نے
کہا ابو نعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مسواک عرض مین کرتے تہے نہ طول مین اور ابو داؤد کی سنن مین حدیث ہی کہ جب تم مسواک
کرو تو عرض مین مسواک کیا کرو انتہی ﴿ولا مضطجعا فانہ یورث کبر الطحال﴾ اور مسواک نکرے لیٹ کر کروٹ سے کیونکہ اس سے تلی بڑہجاتی ہے ﴿ولا یقبضہ
فانہ یورث الباسور﴾ اور اوسکو مٹہی بہرنہ پکڑے اسواسطے کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے ﴿ولا یمصہ فانہ یورث العمی﴾ اور نہ چوسے مسواک کو کہ
اِس سے آدمی اندہا ہوجاتا ہی ﴿ثم یغسلہ والا فیستاک الشیطان بہ﴾ اور مسواک کرکے پہر مسواک کو دہو ڈالے اگر ایسے نہین تو شیطان اُس سے مسواک کریگا
﴿ولا یزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ﴾ اور ایک بالشت سے مسواک زیادہ نچہوڑے نہین تو شیطان اوسپر سوار ہوگا ﴿ولا یضعہ بل ینصبہ
والا فخطر الجنون قہستانی﴾ اور مسواک کو پڑی نرکہے بلکہ کہڑی کرے نہین تو جنون کا خوف ہی یہہ سب کہا ہی قہستانی نے ﴿ویکرہ بمؤذ ویحرم بذی
سم﴾ اور مکروہ ہی مسواک کرنا ایذا دینے والی لکڑی سے چنانچہ قصب فارسی اور حرام ہے زہردار لکڑی سے ﴿ومن منافعہ انہ شفاء لما دون الموت ومذکر للشہادۃ
عندہ﴾ اور منجملہ منافع مسواک کے یہہ ہی کہ وہ شفا ہی ہر مرض کی سواے موت کے اور وہ کلمہ شہادت کی یاد دلانیوالی ہی موت کے نزدیک ﴿ھ﴾ نہر الفائق
مین ہی کہ مسواک کے منافع ۳۶ ہین ادنی ان کا ملت اذٰی ہی یعنی دور ہونا گندہ دہنی کا اور اعلے تذکیر ہے شہادت کی مرنے کیوقت اور ابو سعود مین ہی کہ
مسواک مسوڑہون کو مضبوط کرتی ہی اور بصارت کو تیز اور پیری مین دیر لگی ہوتی ہے اور پل صراط کے چلنے مین سرعت بخشتی ہے کذا فی الطحطاوی

وعند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الاصبع او الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ اور جس وقت مسواک موجود تہو یا دانت باقی نرہی ہون تو کہر درا کپڑا یا انگلی قائم مقام مسواک کے ہو جاتی ہی یعنی تحصیل ثواب مین کذا فی النہر وغیرہ ہم سنن احمد مین مروی ہی کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پہر چہرہ اپنا دہویا اور دونو ہتہیلیونکو تین بار دہویا اور کلی کی پہر بعضی انگلی اپنی منہ مین ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہہ وضو ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کذا فی العینی کما یقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ یعنی جیسی منو بر اور مصطگی کا گوند چبانا عورت کے حق مین قائم مقام ہی مسواک کے باوجود قادر ہونیکے مسواک پر ہم وجہ اسکی یہہ ہے کہ عورتکو مواظبت کرنا مسواک پر یعنی مضعف ہی اوسکو دانتون کا تو اوسکو اسکا فعل مستحب ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبر بالغسل او للاختصار اور منہ کے اندر کا دہونا سنت ہی یعنی تمام داخل منہ کا دہونا اور اسیواسطے یعنی تمام مراد ہونے کے لئے مصنف غسل کا لفظ بولا یعنی غسل کا لفظ بانی اعضاء مغسولہ کے قرینہ سی استیعاب پر دلالت کرتا ہی یا اختصار کیواسطے یہہ عبارت اختیار کی ہی ہم اکثر کتب فقہ مین والمضمضۃ والاستنشاق مذکور ہی لیکن مصنف نے موافق کنز اور درر کے بجائی اس عبارت کے غسل الفم والانف کو اختیار کیا صراحت استیعاب کیواسطے یا اختصار کے لئے ہرچند مضمضہ اصطلاحی بھی استیعاب پر دلالت کرتا ہی مگر غسل کا لفظ استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہی کذا فی النہر اور عبارت مذکورہ سی مصنف کی عبارت مین چار حروف کی کمی سے تو اختصار ثابت ہوا بمیاہ ثلثۃ کلی کرنا سنت ہی تین پانیوں سی جدا جدا والانف ببلوغ الماء المارن بمیاہ اور ناک کے اندر کا دہونا سنت ہی نرم ناک تک تین بار پانی پونہچا کر ہم امام شافعی کے نزدیک تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہی اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کری اور استنشاق بھی اور دلیل اونکی چند احادیث صحیح ہین امام اعظم کے نزدیک احادیث مذکورہ سی جواز نکلتا ہی لیکن سنت یہہ ہی کہ ہر واحد مضمضہ اور استنشاق کیواسطی تین بار جدا جدا پانی لیا جاوی چنانچہ ابو داؤد اور طبرانی مین طلحہ بن مصرف کی حدیث سی اسکی تصریح موجود ہی اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت مین گفتگو کرتے ہین اوسکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ مین مشروحا مذکور ہے خوف طوالت سی مترجم یہان مذکور نکرسکا وہما سنتان مؤکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونون سنت موکدہ ہین ہم تو انکا ترک کرنا گناہ ہی مذہب صحیح پر اسلئے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب ہی اور جن لوگون نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت کی ہی وہ بائیس ۲۲ صحابہ کرام ہین مضمضہ اور استنشاق کو سب نے ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین ۲۳ صحابیون کے نام بنام مع تصریح مخرجین حدیث مذکور کو بیان کیا ہے شکر اللہ مساعیہ مشتملتان علی سنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہما بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتون پر شامل ہین ایک تو ترتیب یعنی پہلے کلی کرنا پہر ناک دہونا دوسری ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسری ہر بار نیا پانی لینا چوتھی دونونکو داہنی ہاتہ سی کرنا ہم لیکن ناک کا جہاڑنا بائین ہاتہ سی چاہیئے کذا فی الطحطاوی عن المبسوط والمبالغۃ فیہما بالغرغرۃ ومجاوزۃ المارن پانچوین مبالغہ کرنا مضمضہ مین غرغرہ کرکے اور استنشاق مین بانسے تک پانی پونہچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد مبالغہ کرنا مسنون ہی اوسکو جو روزہ دار نہین اسلئے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہے ہم اصحاب سنن نے لقیط بن صبرۃ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کرا اور انگلیون کے اندر خلال کر اور مبالغہ کر استنشاق مین مگر یہہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وسر تقدیمہما اعتبار اوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنیکی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہی اسواسطے کہ پانی کا رنگ آنکہہ سی اور مزہ اسکا منہ سی اور بو اوسکی ناک سی معلوم ہو جاتی ہی ہم وضو کیواسطی پاک ورپاک کرنیوالا پانی ضرور ہی اور ناپاک پانی وہ ہی جسکا اوصاف ثلثہ یعنی رنگ یا مزہ یا بو نجاست سی بدلجاوی وبعضہ ماء یکفی للغسل مرۃ معہما وثلثا بدونہما غسل مرۃ اور اگر وضو کرنیوالے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق کری تو ایکبار اعضا کو دہوسکی اور جو انکو نکری تو تین بار اعضا کو دہوسکی تو ایکبار اعضا کو دہوی اور مضمضہ اور استنشاق کری یعنی تین بار دہونیسی مضمضہ اور استنشاق زیادہ تر موکد ہین ہم اسواسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہین اور سب ناقلین صحابہ کرام نے انحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی وضو مین مضمضہ اور استنشاق کو ذکر کیا ہی اور ایکبار دہونا وضو مین آپکی فعل سی

ثابت ہی اور فرمایا کہ یہہ وضو ہی کہ بدون اوسکی حق تعالی نماز کو قبول نہیں فرماتا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو اخذ ماء فتمضمض ببعضه واستنشق بباقيه
اجزأ ولو عكسه لا اگر پانی لیا چلو بہر سو تہوڑے سی پانی سی کلی کی اور باقی سی استنشاق کیا تو اوسکو کفایت کرتا ہی اور اسکے برعکس یعنی پہلے ناک مین ڈالا پہر باقی پانی سی کلی کی
تو کافی نہیں ہی یعنی سہو اسطرح کہ پانی اسصورت مین مستعمل ہوگیا اسواسطی کہ ناک مین پانی نہین تہم سکتا اور منہ مین تہم رہتا ہی تو اول کلی کرنے سی باقی پانی مستعمل نہین
ہوجاتا اور ناک سی پانی ہٹتا ہی لہذا پانی مستعمل ہوجاتا ہی کذا فی الطحطاوی وهل يدخل اصبعه في فيه وانفه الاولى نعم قہستانی اور منہ مین کیا اپنی انگلی
اپنی منہ اور ناک مین ڈالی یا نہ ڈالی جواب بہتر یہہ ہے کہ ہان ڈالی کذا فی القہستانی وتخليل اللحية لغير المحرم بعد التثليث ويجعل ظهر كفه الى عنقه اور سنت ہے
ڈاڑہی کا خلال کرنا غیر محرم کو تین بار منہ دہونے کے بعد اور خلال کرنیکے وقت اپنی ہتہیلی کی پشت اپنی گردن کیطرف کرے سنن ابو داود مین انس رضی سے
روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تہے کف مبارک مین پانی لیتے تہے اور تحت الحنک داخل کرتے تہے اور اوس سے ریش مبارک کو
خلال کرتے تہے اور فرماتے تہے کہ اسیطرح میرے رب نے فرمایا ہی معلوم کر کہ تخلیل ریش مین چار قول ہین پہلا قول یہہ ہی کہ واجب ہی یہہ قول ہی سعید بن جبیر
کا دوسرا قول یہہ ہی کہ سنت ہی یہہ مذہب ہی ابو یوسف اور شافعی کا اور ایک روایت ہی محمد سی خیر مطلوب مین کہا کہ سنت کا قول بہی صحیح ہی تیسرا قول یہہ
کہ مستحب ہی اور چوتہا قول یہہ ہے کہ جائز ہے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور یہی قول ہی مالک کا جائز کا مطلب یہہ ہے کہ اسکا کرنیوالا منسوب بدعت نہین اور
مبسوط مین ہی کہ تخلیل ریش ابو حنیفہ کے نزدیک مستحب ہی صاحبین کے نزدیک جائز ہے کذا فی العینی منح الغفار مین ہے کہ کیفیت تخلیل بطور سنت کی یہہ ہی
کہ ہاتہہ کی انگلیان ڈاڑہی کے بالون مین نیچے سی ڈالے اوپر کیطرف لاوے اسطرح کہ پشت ہاتہہ کی منہ کیطرف ہو وتخليل الاصابع اليدين بالتشبيك
والرجلين بخنصر يده اليسرى بادئا بخنصر رجله اليمنى اور سنت ہی انگلیون کا خلال کرنا دونون ہاتہونکا خلال بطریق تشبیک ہی یعنی ایک ہاتہہ کی انگلیان
دوسرے ہاتہہ کی انگلیون مین داخل کرنا جسطرح پنجہ کرتے ہین اور دونون پانوون کا خلال بائین ہاتہہ کی چہنگلی سے ابتدا کرے داہنے پانون کی چہنگلی سے اور
ختم کرے بائین پانونکی چہنگلی پر بحر الرائق مین ہی کہ تخلیل پانون کی اسفل اصابع سے شروع کرے پشت قدم کیطرف لاوے انتہی عینی نے کہا اس کیفیت کی کچہہ اصل نہین ہی
ابو داود اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہے کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکہا جب وضو کرتے تو اصابع رجلین کو دلک کرتے چہنگلی سے
تو حدیث بدایت خنصر کی مقتضی ہی انتہی ترمذی نے ابن عباس سی روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر اپنے دونون
ہاتہونکو اور دونون پانوونکو ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث حسن غریب ہی نہر الفائق مین ہی ابن ماجہ کی روایت مین تخلیل بالخنصر آئی ہے لیکن بائین چہنگلی
یا اسفل سی فاللہ اعلم بہ انتہی وهذا بعد دخول الماء خلالها فلو منضمة فرض یہہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونیکے بعد ہے
انگلیون کے اندر تو اگر انگلیان ملی ہون تو انکے مابین کا دہونا فرض ہے فتح القدیر مین ہی کہ جب وہان پانی نہ پہنچا تو دہونا وہانکا فرض ہوگا
کیونکہ تخلیل اور چیز ہے اور غسل اور چیز ہے کما لا یخفی کذا فی الطحطاوی عن البحر وتثليث الغسل المستوعب ولا عبرة للغرفات اور تین بار پورا دہونا ہر
عضو مغسول کا سنت ہی اور چلوون کا اعتبار نہین بدون استیعاب کے یعنی تین بار تکرار غسل سنت ہی پہلا دہونا فرض ہے اور دوسرا اور تیسرا سنت مؤکدہ
ہے قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق مین منقول ہے سراج سی اور ہر بار کے غسل مین استیعاب یعنی پورا دہونا سنت ہی تین چلو کا اعتبار نہین تو اگر اول بار چلو ڈالا اور
کچہہ خشک باقی رہا پہر دوسری بار تہوڑا دہویا پہر تیسری بار تمام عضو پورا ہوگیا تو یہہ تین بار کا دہونا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو اكتفى بمرة ان اعتاده
اثم اور اگر ایکبار دہونے پر اکتفا کیا جبکہ اسکی عادت کریگا تو گنہگار ہوگا گناہ کیوجہ یہہ ہے کہ اوسنے سنت مشہورہ کے ترک پر عادت کی صاحب بحر نے
کہا گنہگار اوسوقت ہوگا جبکہ تثلیث غسل کے مسنون ہونیکا معتقد نہو ولو زاد لطمانينة القلب او لقصد الوضوء على الوضوء لا باس به اور اگر
تین بار سی زیادہ دہویا دلکی تسکین کیواسطی یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچہہ مضائقہ نہین زیادت مین در صورت شک خاطر جمعی کیواسطی
تین بار سی زیادہ دہونا اور اسیطرح پانی کی قلت سی یا سردی کی شدت سی یا اور حاجت سی تین بار سے کم کرنا مکروہ نہین کذا فی العالمگیریہ شیخ الاسلام
صینی نے کہا کہ تسکین خاطر کیواسطی زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا دوسرے وضو کی نیت کرنا لا باس بہ بدلیل حدیث ابن عمر کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تہے

[illegible]

کہ جسنے وضو کیا وضو پر اوسکو واسطے حق تعالی کے دس نیکیان لکھیگا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہرچند بعضون نے اسکو ضعیف
کہا ہے لیکن دفع ضعف کا جواب شافی بھی موجود ہے شرح عینی مین وحدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اور وہ حدیث جسمین فقد تعدی فرمایا ہے اعتقاد
پر محمول ہے مترجم بحرالرائق مین حدیث مذکور یون مذکور ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہہ وہ وضو ہے کہ اللہ تعالی
نماز کو بدون اسکے قبول نہین کرتا اور دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہہ وضو ہے اوس شخص کا جسکو دونا ثواب عطا ہوتا ہے اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ
یہہ میرا وضو ہے اور مجھسے پہلے کے انبیا کا وضو ہے سو جو شخص کہ اسپر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اوسنے حد سے تجاوز کیا در صورت زیادت
اور ظلم کیا در صورت کمی بدائع مین ہے کہ صحیح تر قول یہی ہے کہ زیادت سے گنہگار نہوگا مگر جبکہ یہہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہین مگر تین بار سے زیادہ کرنے مین
مین کہتا ہون کہ زیادت سے گنہگار ہوگا اسراف کی جہت سے اگرچہ فقط تین بار دہونیکے مسنون ہونیکا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً نقل کراھتہم تکرارہ
فی مجلس تنزیہیۃ قہستانی معزیا بالجواہر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع فتأمل ارشاد کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک
مجلس مین مکروہ بکراہت تنزیہی ہے یعنی ترک اولی ہے گناہ نہین بلکہ قہستانی مین جواہر سے منقول ہے کہ اسراف جاری پانی مین جائز ہے اسواسطے کہ یہہ شخص پانی کا
ضائع کرنیوالا نہین ہے سو اسکو تامل کر مترجم یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادت تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے مین جائز ہے اور وعید حدیث مذکور کا
معتقد کے حق مین ہے تو فقہا نے تکرار وضو کو مجلس واحد مین کیون مکروہ کہا ہے جواب دیا کہ کراہت تنزیہی ہے جسکو لاباس بہ کہتے ہین بلکہ قہستانی نے اسپر بھی
ترقی کی کہ آب جاری مین مطلقا زیادت کو جائز کہا طحطاوی نے کہا خلاصہ مین ہے کہ تکرار وضو ایک مجلس مین جائز ہے اور سراج مین ہے کہ مکروہ ہے نہر الفائق مین ہے
کہ دونون روایتون مین اختلاف نہین اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہے اور سراج کی کراہت چند بار کرنے پر محمول ہے چنانچہ سراج مین چند
بار کا لفظ صریح اسپر دلالت کرتا ہے انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول کیجیے چنانچہ حلبی محشی نے کہا ہے تو بلاشبہہ اسراف ہے اور اسراف مکروہ
تحریمی ہے نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر قاصر ہے اور شارح کا کلام سابق عام ہے اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری مین اسراف جائز ہے وہ ضعیف
قول ہے بلکہ وہ مکروہ ہے مطلقاً بلا حاجت ضرورت اور شارح نے لفظ تامل سے اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کردیا انتہی ما فی الطحطاوی مختصراً پس قہستانی کا کلام اعتماد
کے قابل نہین کہ صریح حدیث کے مخالف ہے اسواسطے کہ احمد اور ابن ماجہ مین مروی ہے کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر گذرے اور وہ وضو کرتے تھے تو
فرمایا کہ پانی مین اسراف مت کر سعد نے کہا کیا پانی مین بھی اسراف ہے فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہان پانی مین بھی اسراف ہے اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی
شرح سفر السعادۃ للدہلوی ومسح کل راسہ مرۃ مستوعبا اور سنت ہے اپنے تمام سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ بالکل سر پر دونون ہاتھہ پہیر جاوین اور کچھ بھی
باقی نرہے مترجم صحیحین مین عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونون ہاتہون سے سو دونو ہاتھہ آگے سے بھی
لیگئے اور پیچھے سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کے موطا مین عبداللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت مین مروی ہے
کہ مسح کیا مقدم سر سے تا اینکہ دونون ہاتہونکو قفا (گدی) تک لیگئے پھر دونون ہاتہونکو پھیر لائے اوس مکان تک جہان سے مسح کا شروع کیا تھا اور جو کیفیت مسح کی اس
حدیث مین مذکور ہے یہی مشہور ہے اور اسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہین وہ کسی حدیث سے ثابت نہین کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ
ظاہر تر کیفیت مسح کی یہہ ہے کہ دونون ہتھیلیان اور انگلیان مقدم سر پر رکھے اور دونو کو قفا تک کھینچ لیجاوے اسطرح کہ تمام سر پر استیعاب ہو جاوے پھر دونو انگلیون
سے دونون کانونکا مسح کرے اور اسطرح سے پانی مستعمل نہین ہوجاتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور یہہ جو بعضون نے کہا ہے کہ دونون کف کو اور سبابہ اور ابہام
علحدہ رکھے اوسکی تضعیف کی ہے بحرالرائق مین فلو ترکہ وداوم علیہ اثم اور اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہوگا یعنی
اسواسطے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہے واذنیہ معا ولو بمائہ اور سنت ہے دونون کانون کا ساتھہ مسح کرنا یعنی یہان تقدیم مین مستحب نہین اگرچہ
کانونکا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو مترجم شارح نے اس کلام سے خلاف شافعی کیطرف اشارہ کیا یعنی امام شافعی کے نزدیک کانون کے مسح کیواسطے نیا
پانی ضرور ہے ہماری حجت یہہ حدیث ہے کہ الاذنان من الراس یعنی دونون کان سر مین داخل ہین تو سر کے ساتھہ اونکا بھی مسح چاہیے علامہ عینی نے اس حدیث

کو شرح ہدایہ مین آٹھ صحابیون سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہین لیکن ابن عباس کی حدیث جو دارقطنی مین ہی ابن قطان نے اسکو صحیح اور
بزار نے اوسکو جید کہا ہی انتہے لکن ومسح عمامتہ فلا بد من ماء جدید لیکن اگر مسح سر کے بعد پگڑی کو ہاتھ لگایا تو اب نیا پانی کانون کے مسح کیواسطے
لینا ضرور ہو والترتیب المذکور فی النص اور سنت ہو وہ ترتیب جو نص قرآنی مین مذکور ہی یعنی اول چہرہ دہونا پہر دونو ہاتھ کہنیون تک پہر مسح سر کا
کرنا پہر پانون دہونا ٹخنون تک وعند الشافعی رضی اللہ عنہ فرض وهو مطالب بالدلیل اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے
اور اونسے دلیل فرضیت کا مطالبہ ہے م بحر الرائق مین بعد دلائل اور بحث کے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم افتراض پر اقامت دلیل کی حاجت نہین کیونکہ
وہ یعنی عدم افتراض اصل ہے اور اوسکے مدعی سے دلیل کا مطالبہ ہو والولاء بکسر الواو غسل المتأخر او مسحه قبل جفاف الاول بلا عذر
حتى لو فنى ماؤه فمضى لطلبه لا بأس به اور سنت ہو ولا بکسرہ واو یعنی پے درپے وضو کرنا عبارت ہی عضو متاخر کے دہونے سے یا مسح کرنے سے عضو
اول کے خشک ہو جانیسے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو جائے جیسے ہوا گرم اور تیز سے تو کچھہ مضائقہ نہین یہانتک کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک
گیا سو وہ اوسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہو گیا تو پے درپے کی سنت فوت نہوگی اس عذر سے م موالاۃ مین حدادی نے اعتدال ہوا اور اعتدال بدن
اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی طاری ہوگی اثناء وضو مین تو یہہ مانع نہین پے درپے
کی سنت ادا ہونیکو ومثله الغسل والتیمم اور وضو کی مانند غسل اور تیمم ہی کہ اونکے افعال بھی پے در پے مسنون ہین اور اگر کسی عذر سے تتابع فوت ہو جاوے تو کچھہ
قدر نہین طحطاوی نے کہا تیمم مین بحث ہی کیونکہ اوسمین خشکی کو مانع موالاۃ قرار دینا متصور نہین وعند مالک فرض اور امام مالک کے نزدیک موالاۃ یعنی وضو کو
پے درپے کرنا فرض ہے ومن المستحب التیامن وترك الاسراف وترك لطم الوجه بالماء وغسل فرجها الخارج اور منجملہ سنتون کے عضو مغسول کا
اعضا اور پانی کا اسراف یعنی زیادہ خرچ نکرنا اور منہ پر پانی سخت نمارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دہونا مسنون ہی م حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ
دہن کی مانند ہی تو جیسے دہن یعنی منہ کا دہونا وضو مین مسنون ہی اور غسل مین واجب ہی اوسیطرح شرمگاہ کا دہونا انتہی اور ظاہرا شرمگاہ کا دہونا فقط حالت
استنجا مین مسنون ہی نہ وضو کرنیکے وقت لیکن ظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتین مذکور کین اور شارح نے
چار زیادہ لین کتب فقہ مین کم و بیش مذکور کرتے ہین بعضے مستحبات کو سنن مین اور بعضی سنن کو مستحبات مین شمار کرتے ہین تحفہ مین اکیس ۲۱ سنتین وضو کی مذکور
ہین اسطرح کہ استنجا کرنا ڈھیلونسے اور نیت اور تسمیہ اور غسل یدین الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مین آداب سے تہا
اور آپکے زمانہ کے بعد سنت ہوگیا باجماع صحابہ تراویح کی مانند اور مضمضہ اور استنشاق اور دونو مین ترتیب اور ہر ایک کیواسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ اور
استنشاق مین مبالغہ کرنا مگر صوم کی حالت مین اور مسواک کرنا مضمضہ کیوقت اور ترتیب اور موالات اور تثلیث غسل اعضا مغسولہ اور داہنی سے غسل شروع
کرنا اور انگلیون کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھہ پانون مین اور تخلیل اصابع اور استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایکبار مسح کرنا اور
تثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانون کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے نہ آب جدید سے اور تخلیل ریش ابو یوسف کے نزدیک اور مسح گردن مین اختلاف ہے
بعضون کے نزدیک سنت ہی اور بعضون کے نزدیک ادب کذا فی العینی ومستحبه ويسمى مندوبا وادبا وفضيلة وهو ما فعله عليه الصلوة والسلام
مرة وتركه اخرى وما احبه السلف اور وضو کی مستحب تیامن اور مسح رقبہ (گردن) مین اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی کہتی ہین اور مستحب وہ عمل ہی جسکو
رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہ کیا اور وہ عمل جسکو سلف صالحین نے دوست رکہا اور پسند کیا م اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب ایک
چیز ہین اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہی جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے گاہی کیا گاہی ترک کیا اور مندوب وہ ہی جسکو ایک دو بار کیا جواز کی تعلیم کیواسطے ایسا ہی
شرح نقایہ مین لیکن اس تعریف مین قصور ہی اسواسطے کہ جس فعل کی شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہوا جاتا ہی اور محیط مین مندوب کی تعریف کی ہی
جو بیان مستحب کی تعریف ہی کذا فی البحر نہر الفائق مین کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہی اور اوس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہی اور یہی قول ہی اصولیون کا اسیوجہ سے
تحریر مین کہا ہی کہ جس پر مواظبت نہین ہی وہ مندوب اور مستحب ہی اگرچہ اوسکو نکیا ہو ترغیب کے بعد نحو التیامن فی الیدین والرجلین مستحب ہی وہ اسی طرف سے

شروع کرنا ہاتھ پانوں کے دہونے مین هم صحاح ستہ مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے شروع کرنے کو دوست رکہتے تہے ہر چیز مین یہانتک کہ طہارت کرنے مین اور جوتے پہننے مین اور بالون کی کنگہی کرنے مین اور سب کامون مین اخرجہ البخاری او مسلم
اور ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص جوتی پہنے تو چاہیے کہ داہنے پانون سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائین پانون سے شروع کرے تاکہ داہنا پانون جوتے پہننے مین اول ہو اور اتارنے مین آخر ہو اور انس رض سے روایت ہے کہ جب تو مسجد مین داخل ہو تو داہنے پانون سے ابتدا کر اور جب تو نکلے تو بائین پانون سے ابتدا کر حاکم نے کہا کہ یہہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور کہنا باتفاق علما داہنے کی تقدیم مستحب ہے ہر ایک اس امر مین جو از قسم تکریم کی ہے چنانچہ وضو مین اور غسل مین اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے مین اور مسجد کے داخل ہونے مین اور مسواک کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن ترشنے اور موچہ کترنے اور بغل کے بال اکہاڑنے اور سر منڈنے مین اور نماز کے بعد سلام پہیرنے مین اور بیت الخلا سے نکلنے مین اور کہانے اور پینے اور مصافحہ کرنے مین اور حجر اسود کے بوسہ لینے مین اور چیز کے دینے اور لینے مین اور سوائے انکے جو اس قسم کے افعال ہین اور بائین کی تقدیم ہے امور مذکورہ کے مخالف کامون مین چنانچہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا مین جانا اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ اور کپڑا اتارنا اور مانند انکے اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایہ وَلَوْ مَسْحًا داہنے کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے مین ہو یعنی در صورت موزہ کے یا جراحت کے مسح کرنے مین تیامن مستحب ہے لَا الْاُذُنَيْنِ وَالْخَدَّيْنِ فَلَوْ اَيُّ عُضْوَيْنِ لَا يُسْتَحَبُّ التَّيَامُنُ فِيهِمَا تیامن مستحب نہین دونون کانون کے مسح مین اور دونون رخسارون کے دہونے مین تو اسیوجہ سے پہلی کیطرح پوچہتے ہین کہ وہ دو عضو کون ہین جنمین داہنے عضو کی تقدیم مستحب نہین هم عنقریب شارح مذکور کرگیا ہے کہ دونون کانون کا مسح ساتہہ ہی سنت ہے اور اگر ایک ہی ہاتہہ ہو یا ایک ہاتہہ مین زخم ہے کہ ساتہہ ہی دونون کانون کا مسح نہین کرسکتا تو اب البتہ داہنے کان کو تقدیم ہے کذا فی العالمگیریہ وَمَسْحُ الرَّقَبَةِ بِظَهْرِ يَدَيْهِ اور مستحب ہے گردن کا مسح کرنا اپنے دونون ہاتہون کی پیٹہہ سے یعنی اسواسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہین لَا الْحُلْقُومَ لِاَنَّهُ بِدْعَةٌ حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہین کیونکہ وہ بدعت ہے هم بدعت جب مطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہے نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی وَمِنْ اٰدَابِهِ عِشْرِيْنَ لَاقَلَّهُ اٰدَابًا اٰخَرَ اَوْصَلَهَا فِي الْفَتْحِ اِلٰى نَيِّفٍ وَعِشْرِيْنَ اَوْصَلَهَا فِي الْخَزَائِنِ اِلٰى نَيِّفٍ وَسِتِّيْنَ اِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ اور وضو کے اداب یعنی مستحبات سے وضو کے وقت قبلہ رو بیٹہنا ہے شارح نے کہا مصنف ہین کا لفظ جو بعض پر دلالت کرتا ہے بولا اسواسطے کہ اداب وضو سوائے متن کے اور بہی ہین فتح القدیر مین آداب وضو کو بیس اور کئی تک پونہچایا ہے اور مین نے خزائن الاسرار مین (جو پہلے شرح لکہی تہی اس متن کی) ساتہہ اور کئی آداب تک نوبت پونہچائی هم ان نے پندرہ مستحبات ذکر کئے اور شارح نے آٹہہ زیادہ کئے اور طحطاوی محشی نے سوائے انکے چودہ بڑہائے تو سب تہتر مستحب ہوئے مستحبات مذکورہ طحطاوی یہہ ہین حالت استنجا مین انگوٹہی کا اوتار رکہنا جسپر اللہ تعالی یا اسکے رسول کریم کا نام پاک ہے اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور دستگاہ افتابہ کو تین بار دہونا اور افتابہ وضو کو بائین طرف رکہنا اور اگر بڑا برتن طشت وغیرہ کی مانند ہو اسکو داہنی طرف رکہنا اور غسل کرنے مین افتابہ کی دستگی پر ہاتہہ رکہنا نہ اسکے سر پر اور وضو کے جمیع افعال مین نیت کو ساتہہ رکہنا اور وضو مین جلدی اور شتابی نکرنا ایسا مذکور ہے فتاوی عالمگیری مین اور وضو کا برتن حاجت سے پہلے بہر رکہنا اور استنشاق کیوقت بائین ہاتہہ سے ناک جہاڑنا اور ہہون اور موچہہ کے نیچے پانی پونہچانا اور چہرہ دہونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ہاتہہ پانون کا دہونا انگلیون کے سرون سے شروع کرنا ایسا مذکور ہے معراج الدرایہ مین کذا فی الطحطاوی وَدَلْكُ اَعْضَائِهِ فِي الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى اور مستحب ہے اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دہونے مین هم مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات مین شمار کیا اور خلاصہ مین کہا ہے کہ دلک اعضا ہمارے مذہب مین سنت ہے خصوصا موسم سرما مین چنانچہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہے لہذا شارح نے دلک اعضا کو سنتون مین شمار کیا کذا نقلہ الطحطاوی وَاِدْخَالُ خِنْصَرِهِ الْمَبْلُوْلَةِ صِمَاخَ اُذُنَيْهِ عِنْدَ مَسْحِهِمَا اور مستحب ہے اپنی بہیگی چہنگلی کا داخل کرنا دونون کانون کے سوراخ مین انکے مسح کرنے کیوقت وَتَقْدِيْمُهُ عَلَى الْوَقْتِ لِغَيْرِ الْمَعْذُوْرِ اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی معذور جسکا پیشاب

اور یہ ہر وقت جاری ہے اسکو حق میں تقدیم وضو کی مستحب نہیں وھٰذہ احدی المسائل الثلث المستثناۃ من قاعدۃ الفرض افضل من النفل
لان الوضوء قبل الوقت مندوب وبعدہ فرض اور یہ یعنی تقدیم وضو کا مسئلہ ایک ہے ان تین مسئلوں سے جو مستثنی ہیں اس قاعدہ سے کہ فرض افضل ہے
نفل سے اسواسطے کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہے اور وقت آنیکے بعد فرض ہے ھ قاعدہ مذکورہ سے تین مسئلے خارج ہیں اسواسطے کہ ان میں نفل یعنی مستحب افضل ہے فرض
سے الثانیۃ ابراء المعسر مندوب افضل من انظارہ الواجب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہے وہ افضل ہے مفلس کی مہلت دینے
سے کہ وہ واجب ہے ھ مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب ہے بموجب اس آیت کے وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ یعنی اگر مدیون تنگدست ہو تو
اسکو مہلت دینا چاہیے کشادگی تک تو دیکھو یہاں چھوڑنا جو مستحب تھا افضل ٹھہرا مہلت دینے سے جو واجب ہے الثالثۃ الابتداء بالسلام سنۃ افضل
من ردہ وہو فرض تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ سلام کرنا سنت ہے سو افضل ہے سلام کے جواب دینے سے حالانکہ جواب دینا فرض کفایہ ہے ونظمھا من قال الفرض افضل
من تطوع عابد + حتی ولو قد جاء منہ باکثر + الا التطہر قبل وقت وابتداء + للسلام کذاک ابراء معسر مسائل ثلثہ کو نظم میں جان کہ
ہے جس شاعر نے یوں کہا ہے کہ فرض افضل ہے عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اس نے زیادہ تر کیا ہو فرض سے مگر طہارت کرنا وقت سے پہلے اور ابتدا بسلام
اسیطرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہے وقت آنیکے پہلے طہارت اور جواب دینے اور مہلت دینے سے وتحریک خاتمہ الواسع اور مستحب ہے کشادہ انگوٹھی کا ہلانا
اور پھیرنا وضو کے وقت ومثلہ القرط اور یہی حال کان کی بالی کا یعنی غسل کیوقت اسکا بھی پھیرنا مستحب ہے تاکہ پانی سوراخ کے اندر پہنچ جاوے وکذا الضیق
ان علم وصول الماء والا فرض اور اسیطرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہے اگر اسکے نیچے پانی کا پہنچنا معلوم ہو گیا ہو اور اگر پانی کا پہنچنا معلوم نہو تو اب تحریک
اسکی فرض ہے مستحب وعدم الاستعانۃ بغیرہ الا لعذر اور غیر سے مدد نہ چاہنا وضو میں مستحب ہے مگر معذور کو استعانت مخالف استحباب نہیں ہے عذر یہ کہ
برتن بھاری ہے اٹھ نہیں سکتا یا کہ وضو کرنے والا بیمار اور ضعیف ہے کذا فی الطحطاوی واما استعانتہ علیہ الصلوۃ والسلام بالمغیرۃ فلتعلیم الجواز
اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مدد چاہنا وضو میں مغیرہ بن شعبہ صحابی سے جواز استعانت کی تعلیم تھی ھ یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر
سے خلاف استحباب ہوتی تو حضرت سے واقع نہوتی جواب یہ کہ یہ فعل تعلیم جواز کے واسطے تھا اور شارع کو تعلیم افضل ہی مستحب ہے کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث
میں ہے کہ میں حضرت کے ساتھ سفر میں تھا اور آپ شامی جبہ تنگ آستین کا پہنے تھے تنگی آستین سے ہاتھ نہ نکل سکا آپنے اسفل آستین سے ہاتھ نکالا سو میں نے
پانی ڈالا آپنے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کیوجہ سے استعانت تھی اور
بعضوں نے کہا سفر کی جہت سے کذا فی العینی وعدم التکلم بکلام الناس الا لحاجۃ تفوتہ اور مستحب ہے وضو میں نہ بولنا آدمیوں کی سی بات کا مگر اس حاجت
کیواسطے بولنا خلاف استحباب نہیں جو بدون بولے فوت ہوتی ہو والجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الماء المستعمل اور مستحب ہے وضو کرنیوالے کو اونچی مکان
میں بیٹھنا مستعمل پانی سے بچنے کو یعنی اگرچہ اصح قول میں مستعمل پانی طاہر ہے لیکن اختلاف سے بچنے میں احتیاط ہے وعبارۃ الکمال وحفظ ثیابہ من التقاطر وھی
اشمل اور شیخ کمال الدین صاحب فتح القدیر کی عبارت یوں ہے کہ بچانا کپڑوں کا تقاطر سے مستحب ہے اور یہہ عبارت بنسبت ماتن زیادہ تر صورتوں کو شامل ہے
اسواسطے کہ کبھی وضو کرنیوالا اونچی مکان پر ہوتا ہے اور چھینٹوں سے نہیں بچتا کذا فی الطحطاوی والجمع بین نیۃ القلب وفعل اللسان اور مستحب ہے جمع کرنا دل کی
نیت میں اور زبان کے لفظ میں یعنی دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہوں رفع حدث یا استباحۃ صلوۃ یا امتثال امر کیواسطے ھذہ رتبۃ متوسطۃ
بین من سن التلفظ بالنیۃ ومن کرھہ لعدم نقلہ عن السلف اور یہہ یعنی زبانی قول کو مستحب کہنا میانہ روی ہے دو قول میں ایک قول اس شخص کا جو سنت
کہتا ہے زبانی نیت کرنیکو چنانچہ امام شافعی اور دوسرا قول اسکا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہے کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ اور تابعین سے منقول
نہیں ھ یعنی استحباب رتبہ ہے سنت کہنے اور مکروہ کہنے کے درمیان میں تو جمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کو متوسط رتبہ ٹھہرا وخیر الامور اوساطھا والتسمیۃ کما مر
عند غسل کل عضو وکذا المسح اور بسم اللہ کہنا چنانچہ مذکور ہو چکا ہر عضو کے دھونیکے وقت مستحب ہے اور اسیطرح مسح کرنے کیوقت ھ ابتدا وضو میں
بسم اللہ کہنا سنت ہے اور ہر عضو کے دھونے اور مسح کرنیکے ساتھ مستحب ہے والدعاء بالوارد عندہ ای عند کل عضو اور دعا پڑھنا جو اخبار اور آثار

مین وارد ہوے ہر عضو کے دہوتے وقت اور سب کے ترجمہ شرح طحطاوی سے ہیے کہ مضمضہ کرنیکے وقت کہے اللّٰھم اعنی علی تلاوۃ القرآن و ذکرک و شکرک و حسن عبادتک اور استنشاق کیوقت کہے اللّٰھم ارحنی رائحۃ الجنۃ اور چہرہ دہونیکیوقت کہے اللّٰھم بیض وجھی یوم تبیض وجوہ او یا یک اور دہنا ہاتھ دہونیکیوقت کہے اللّٰھم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا اور بایان ہاتھ دہونیکے وقت کہے اللّٰھم لا تعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظہری اور سر کے مسح کرنے کیوقت کہے اللّٰھم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک اور کانون کے مسح کرنے کیوقت کہے اللّٰھم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اور گردن کے مسح کرنیکے وقت کہے اللّٰھم اعتق رقبتی من النار اور دونون پانون دہونے کیوقت کہے اللّٰھم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام رافعی شافعی نے کہا کہ یہہ خیر صالحین سے مروی ہے اور محی الدین نووی نے روضہ مین کہا کہ اس دعا کی کچہہ اصل نہین ابن صلاح نے کہا کہ اسمین کوئی حدیث صحیح نہین مین کہتا ہون مستغفری نے دعوات مین اور صاحب فردوس نے اور ابن عساکر نے اسمین بطرق ضعیفہ علی مرتضی سے روایت کی ہے اور ابن حبان نے منقطعا انس سے اور مستغفری نے براء بن عازب کی حدیث سے اسیطرح کی روایت کی اور اسنا و اوسکی راہی اور ضعیف ہے کذا فی العینی وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ الصلوۃ والسلام من طرق قال محقق الشافعیۃ الرملی فیعمل بہ فی فضائل الاعمال وان انکرہ النووی اور البتہ ادعیہ مذکورہ کی حدیث کو ابن حبان وغیرہ نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی ہے چند طریقون سے محقق شافعی مذہبون کی یعنی شمس الدین محمد رملی نے کہا تو ایسی حدیث پر عمل کرنا چاہیے اعمال کے فضائل مین اگرچہ محی الدین نووی شافعی نے اسکا انکار کیا ہے ف جب حدیث ضعیف کے چند طریقے اسناد کے ہوں تو ایک دوسرے کی تقویت کرتا ہے تو وہ حدیث صرف ضعیف نہین رہتی بلکہ وہ مرتبہ حسن کو پہونچ جاتی ہے اہل حدیث اسکو حسن لغیرہ کہتے ہین ابن حجر نے شرح اربعین مین کہا کہ فضائل اعمال مین عمل بحدیث ضعیف اسواسطے جائز ہوا کہ اگر وہ حدیث نفس الامر مین صحیح ہے تو عمل کرنے سے اسکا حق ادا ہوا اور اگر صحیح نہین ہے تو عمل کرنے سے تحلیل اور تحریم کا کچہہ فساد مترتب نہوا اور نہ غیر کی حق تلفی ہوئی ایک حدیث مین وارد ہے کہ جسکو کسی بات پر کسی ثواب عمل کرنیکا پہنچا سو اوسنے اوس پر عمل کیا تو اوسکو اجر ملیگا اگرچہ مین نے اوسکو نکہا ہو کذا فی الطحطاوی شارح نے رملی کو موصوف بصفت محقق شافعیہ کہا تاکہ خیر الدین رملی حنفی کا لوگون کو وہم نہو کہا شیخ عابد سندی مدنی نے طوالع الانوار حاشیہ در المختار مین تصریح کی کہ محقق شافعیہ سے مراد شمس الدین محمد رملی ہے **فائدہ** یہہ فائدہ شارح نے مناسب مقام کے بیان کیا شرط العمل بالحدیث الضعیف عدم شدۃ ضعفہ حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی شرط ہے کہ نہایت ضعیف نہو ف شدید الضعف وہ حدیث ہے جسکا کوئی طریقہ کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہو قال الطحطاوی کذا قالہ ابن حجر وان یدخل تحت اصل عام اور یہہ شرط ہے کہ قاعدہ کلیہ شرعی کے تحت مین ہو ف وہ قاعدہ یہان دعا کی مطلوبیت ہے کیونکہ دعا کرنا عام ہے ہر وقت مین کذا فی الطحطاوی وان لا یعتقد سنیۃ ذلک الحدیث اور یہہ شرط ہے کہ اس حدیث ضعیف کے مسنون ہونیکا اعتقاد نہو یعنی یہہ یقین نکرے کہ یہہ قولا یا فعلا حضرت سے ثابت ہے لیکن علی سبیل الاحتمال کوئی مانع نہین کذا فی الطحطاوی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال ولا روایتہ الا اذا قرن ببیان وضعہ اور موضوع حدیث پر عمل کرنا تو کسی حال مین جائز نہین اور نہ اسکا نقل کرنا جائز ہے مگر جب کہ نقل کے ساتھ اوسکو موضوع ہونے کو بیان کر دے تو اس شرط سے البتہ روایت درست ہے چنانچہ اسیطرح بیان موضوعات مین محدثین نے کتابین تالیف کی ہین ف موضوع جہوٹی حدیث کو کہتے ہین اور افترا کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بالاتفاق حرام ہے اور بعضون نے اوسکو کفر کہا ہے حدیث صحیح مین وارد ہے جسنے مجہپر جہوٹ کے وہ کہا جو مین نے نہین کہا تو وہ شخص اپنا نشست گاہ دوزخ مین سے ٹہہراوے کذا فی الطحطاوی والصلوۃ والسلام علی النبی بعدہ ای بعد الوضوء لکن فی الزیلعی ای بعد کل عضو اور مستحب ہے صلوۃ اور سلام کا کہنا نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر بعد وضو کے لیکن زیلعی مین وضو کے ہر عضو کے بعد درود پڑہنے کو مستحب کہا ہے وان یقول بعدہ ای الوضوء اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین اور یہہ مستحب ہے کہ وضو کے بعد یہہ دعا پڑہے اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین ف مسلم مین عمر فاروق رضہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کامل کرے پہر کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ اوسکو واسطے آٹہون دروازے بہشت کے کہولے جاوینگے جس دروازہ سے چاہے بہشت مین داخل ہو ترمذی کی روایت مین اتنا زیادہ ہے اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین لیکن اسکی اسناد

مین اضطراب ہی اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری سے یون روایت ہی کہ جو وضو کرے پھر یہہ کلمے پڑھے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ تو لکھا جاویگا ورق مین پھر اوسپر مُہر ہوگی اور نہ ٹوٹیگی قیامت کے دن تک اِس روایت کے رفع اور وقف مین اختلاف ہی لیکن نسائی اور طبرانی نے اسکے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور نووی نے جو اذکار اور شرح مہذب مین مرقوم اور موقوف ہونیکی تضعیف کی سو غلط ہی اسلئے کہ موقوف کے صحیح ہونے مین شک نہین کذا فی العینی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ مین نسائی اور ابن السنی سے ابو موسی اشعری کی روایت کی کہ مین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کیا پھر مین نے سنا کہ آپ فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ وَاَنْ یَّشْرَبَ بَعْدَہٗ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِہٖ کَمَاءِ زَمْزَمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃِ قَائِمًا اَوْ قَاعِدًا اور مستحب ہی وضو کے بعد کچھہ وضو کا بچا پانی پینا زمزم کے پانی کی مانند قبلہ رو کھڑے ہوکر یا بیٹھہ کر وَفِیْمَا عَدَاھُمَا یُکْرَہُ قَائِمًا تَنْزِیْھًا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی ہے یعنی اسواسطے کہ اسمین طب کی راہ سے مضرت ہو نہ دین کی راہ سے کذا فی الطحطاوی وعن ابن عمر کنا نأکل علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین کہاتے تھے چلتے کہاتے تھے اور پیتے تھے کھڑے ہوئے ہوئے شارح نے اِس روایت سے ثابت کیا کہ کہانا چلتے ہوئے اور پینا کھڑے ہوئے جائز ہے وَرَخَّصَ لِلْمُسَافِرِ شُرْبُہٗ مَاشِیًا اور اجازت ہو مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوئے وَمِنَ الْاٰدَابِ تَعَاھُدُ مُوْقَیْہِ وَکَعْبَیْہِ وَعُرْقُوْبَیْہِ وَاَخْمَصَیْہِ مستحبات سے ہو خبرگیری اپنی دونون آنکھون کے کویون کی اور دونون ٹخنون کی اور دونون ایڑیون کی اور دونون تلوون کی اندر کی یعنی وضو کے اندر ان مقامونمین پانی پہنچانا اور ان سے غافل نرہنا مستحب ہی اسواسطے کہ اونچے نیچے ہونیکے سبب سے ان مقامات مین کبھی تھوڑی خشکی باقی رہجاتی ہی اِسلئے حدیث صحیح بخاری ومسلم مین وارد ہی کہ وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ یعنی خرابی ہے ایڑیون کیواسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیونمین خشکی رہگئی وضو کرنے مین غفلت سے وَاِطَالَۃُ غُرَّتِہٖ وَتَحْجِیْلِہٖ اور مستحب ہی دراز کرنا چہرے اور ہاتھہ پانون کے دہونیکا یعنی اعضاء مغسولہ کی حد معینہ سے زیادہ دہونا مستحب ہی صحیحین اور نسائی مین ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ آوینگے وضو کے آثار سے سو جس سے ہوسکے اپنا غرہ بڑہاوے اور دوسری روایت مین ہی کہ ابو ہریرہ نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دہویا اور دونون ہاتھونکو دہویا یہانتک کہ قریب تہا کہ دونو مونڈھون تک پہنچتا پھر دونو پانون دہوئے پنڈلیون تک پھر حدیث مذکور پڑھی غرہ کہتے ہین گہوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحجیل بولتے ہین اوسکے ہاتھہ پانون کی سفیدی کو اور یہہ زینت ہی گہوڑے کے حق مین تو حدیث مین غرہ اور تحجیل استعارہ ہی انسان کیواسطے وضو کے آثار مین کذا فی التیسیر یعنی مومنی کا چہرہ اور ہاتھہ پانون روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حد معینہ سے زیادہ کرنا مستحب ہی طحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونون ہاتھون کا دہونا نصف بازو تک اور پانونکا دہونا نصف ساق تک مستحب ہی وَغَسْلُ رِجْلَیْہِ بِیَسَارِہٖ اور مستحب ہی دونون پانونکا دہونا بائین ہاتھہ سے وَبَلُّھُمَا عِنْدَ ابْتِدَاءِ الْوُضُوْءِ فِی الشِّتَاءِ اور مستحب ہی دونون پانونکا پانی سے چپڑنا ابتدا وضو مین جاڑے کے موسم مین فتاوی عالمگیری مین بدائع سے تعمیم اعضا مذکور ہی اسطرح کہ خلف بن ایوب نے کہا کہ لائق ہی کہ سرما مین اعضا کو پانی سے چپڑلے تیل ملنے کیطرح پھر اوسپر پانی روان کرے اسواسطے کہ سرما مین پانی عضو پر خوب نہین پھیلتا ہی کذا فی الطحطاوی وَالتَّمَسُّحُ بِمِنْدِیْلٍ اور مستحب ہی اعضا کو پونچھنا رومال سے یعنی موضع استنجا کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہی ایسا ہی فتح القدیر مین اور عالمگیری مین ہی کہ پانی اعضاء وضو کو نہ پونچھے اس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچھا تو اور کپڑے سے پونچھنا درست ہی اور معراج مین ہی کہ لائق یہہ ہی کہ بمبالغہ نہ پونچھے کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچھنے مین علما کا اختلاف ہی سو ہمارا مذہب یہہ ہی کہ لا بأس ہے یعنی کچھہ مضائقہ نہین اور ترک افضل ہے اور امام شافعی کے نزدیک صحیح قول یہہ ہی کہ مکروہ نہین لیکن اِسکا ترک مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ موسم گرما مین مکروہ ہی اور جاڑے مین سردی کے عذر سے مکروہ نہین اور ابن شاہین نے جو ناسخ اور منسوخ مین عدم تمسح کی حدیث روایت کی ہی اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے پونچھنے کی روایت کی ہی سو دونون حدیثین ضعیف ہین انتہی ما فی العینی مختصرًا وَعَدَمُ نَفْضِ یَدِہٖ اور مستحب ہی ہاتھہ کا نہ جہاڑنا اسواسطے کہ جہاڑنا طہارت

کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وقراءۃ سورۃ القدر اور مستحب ہی سورہ انا انزلنا کا پڑہنا وضو کے بعد شارح منیہ نے اسمین
بہت ثواب ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی وصلوۃ رکعتین فی غیر وقت کراہۃ اور مستحب ہی بعد وضو کے دو رکعت کا پڑہنا سوا وقت کراہت کے
ہم اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہین صحیح مسلم وغیرہ مین عقبہ بن عامر سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے
اچھی طرح سے پھر کھڑا ہوا اور دو رکعت نماز پڑہے دونون رکعتون پر متوجہ ہو کر اپنے دل اور چہرہ سے مگر اسکو واسطے جنت واجب ہوگئی کذا فی تیسیر الوصول الی
جامع الاصول یعنی حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہی ومکروھہ لطم الوجہ او غیرہ بالماء تنزیھا اور مکروہ تنزیہی ہے چہرہ وغیرہ پر
پانی کو زور سے مارنا والتقتیر والاسراف اور حاجت سے کم و بیش کرنا ہم کمی کی صورت یہ ہے کہ غسل اعضا مین تیل کی مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح
اعضا پر تین بار پانی کو روان کرے ومنہ الزیادۃ علی الثلث اور منجملہ اسراف کے ہی تین بار سے زیادہ دہونا لیکن تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو
کی قصد سے زیادت درست ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ہم بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی مین حدیث صحیح ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
ایک مد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات مین کم و بیش بھی آیا ہے اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد دو رطل کا اور
رطل بیس استار کا اور ہر استار ساڑھے چار مثقال کا اور مد اور من شرعی ایک ہی چیز ہے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام خود پانی وضو کا کم خرچ کرتے
اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور خبر دیتے کہ میری امت مین وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو مین تعدی اور تجاوز حد سے کرین اور فرماتے تھے کہ وضو
کا ایک شیطان ہے نام اوسکا ولہان ہے تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سفر السعادۃ وشرحہ اب چونکہ ہر مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہی تو مد اور
من شرعی لکھنؤ کے سیر کے حساب سے تخمینا تین پاؤ پختہ کا ہوا اسواسطے کہ لکھنؤ کا پختہ سیر ۹۶ روپیہ کا ہی اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے
غسل سنت ہی تین سیر قدرے زائد کا ہوا عادت ہوگئی ہے پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اسقدر پانی مین متحیر ہوتے ہین اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے
سے باحتیاط وضو کرین اسطرح سے کہ بے نہر پانی گرے زمین پر بیفائدہ نگرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہی اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیے
تاکہ سنت پر عمل کرنیکا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ ہے اجتناب فیہ تحریمًا لو بماء النھر والمملوک لہ پانی مین اسراف کرنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ نہر کے
پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو ہم مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہین حرام سے قریب ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہے بعینہ اما
الموقوف علی من یتطھر ومنہ ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والون پر وقف کیا گیا اور وقف کی قسم سے ہے مدرسون
کا پانی سو اسمین تو اسراف کرنا حرام ہی بالاتفاق وتثلیث المسح بماء جدید اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہی اما بماء واحد
فمندوب او مشروع اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہی یا مسنون چنانچہ منح الغفار مین زیلعی سے منقول ہی ہم ہدایہ مین اسکو
مشروع کہا ہی اور عینی نے کہا کہ مسنون ہونے کی بھی امام سے روایت ہی اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہی انتہی ومن منہیاتہ التوضی
بفضل ماء المرأۃ اور وضو کی ممنوعات سے عورت کی وضو یا غسل کے باقی رہے پانی سے وضو کرنا ہم اسواسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھ تلذذ حاصل
ہو یا یہہ وجہ ہے کہ اکثر عورتونکو نجاست سے محافظت کمتر ہوتی ہی اور یہہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی او فی موضع نجس
لان لماء الوضوء حرمۃ یا مکروہ ہے وضو کرنا ناپاک مکانمین اسلئے کہ وضو کے پانی کی کچھ حرمت ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ دوسری یہہ بھی وجہ ہے
کہ وہان نجاست کی چھینٹون کے پڑنیکا خوف ہی او فی المسجد الا فی اناء یا مکروہ ہے وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد مین برتن کے اندر وضو جائز ہی او فی
موضع اعد لذلک اور وضو جائز ہی مسجد کے اس مکان مین جو وضو کرنیکو بنایا گیا چنانچہ اس ملک مین مسجد کے فرش وضو کے واسطے بناتے ہین والقاء النخامۃ و
الامتخاط فی الماء اور مکروہ ہی تہوکنا اور سنکنا پانی مین یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہہ کراہت تنزیہی ہے اسواسطے کہ
انکے ترک کرنے کو مستحبات مین شمار کیا ہے وینقضہ خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر منہ ای من المتوضی الحی اور وضو کو توڑ دیتا ہی
نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والیکا زندہ وضو کرنیوالے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہے اور کبھی جیم کو کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہے ہم

نواقض وضو

نجس بفتحہ جیم عین نجاست کا نام ہی اور بکسرہ جیم اوسکا نام ہی جو پاک نہو تو یہہ عام تر ہی تو نون مین دو نو طرح ہو سکتا ہی مگر فتحہ جیم کا البتہ ہی کہ تخلف سی
دور ہو اور لغت کی راہ سے دونو مین کچھہ فرق نہین چنانچہ نہر الفائق مین ہے زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اسواسطے کہ خروج نجاست کا مردہ مین ناقض
اوسکے وضو کا نہین بلکہ موضع نجاست کا دہونا چاہیئے کذا فی الطحطاوی معتادًا اولا یعنی نجس خارج عادت کی چیز ہو چنانچہ بول اور براز یا عادت کی چیز
نہو چنانچہ خون کا نکلنا مِنَ السَّبِیلَینِ اِی لا بول براز کی راہ سے نجاست نکلے یا نہین اِلیٰ مَا یَطْهُرُ بالبناء للمفعول ای ما یلحقہ حکم التطہیر یعنی
وضو ہی نکلنا نجاست کا استنجا تک بدن سے جو طاہر کیا جاتا ہے یعنی جسکے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہی وضو یا غسل مین ثم المراد بالخروج من
السبیلین مجرد الظهور یہہ اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہونا ہی بدون سیلان کے یعنی جب نجاست بول اور براز کی راہ سے ظاہر
ہوئی خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگرچہ سیلان نہو ہم مجتبی مین ہے کہ حد خروج کی انتقال ہے باطن سے ظاہر کیطرف اور یہہ معلوم نہین ہوتا ہے مگر
بسبب سیلان کرنیکے موضع نجاست سے وفی غیرہ خروج کی تعبیر سیلان سے کی برخلاف اوسکے اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سری پر کہ وہ وضو کے ناقض ہی
اگرچہ سائل نہوئی اسواسطے کہ راس سبیلین نجاست کا مکان نہین ہے وہان تو نجاست آتی ہے اپنی مکان اصلی سے منتقل ہوکر تو انتقال نجاست کا ظہور سی
معلوم ہوا تو ظہور کو خروج کے قائم مقام کر دیا کذا فی الدرر للاخسرو وفی غیرهما ای السیلان یا اور سبیلین کے سوای مین خروج بعینہ سیلان ہے
یعنی بہنا ہی نکلنا ہے ہم سیلان یعنی بہنی کی حد یہہ ہے کہ نجاست زخم کے اوپر آوی پہر وہان سے ڈھلجاوی ایسا بیان کیا ہی ابو یوسف نے اسواسطے کہ جبتک
انحدار یعنی سر زخم سے ڈھلنا پایا نجائیگا تو اپنی مکان سے نجاست کا انتقال نہوگا کیونکہ جب تک خون سر زخم کے موازی اور سامنی ہی وہی اسکا مکان
اصلی ہے اور اسی تقریر سے معلوم ہوگیا کہ غیر سبیلین مین خروج عین سیلان ہے کذا فی الدرر الحاصل سبیلین مین خروج نجاست کا تحقق فقط ظاہر
ہو جانے سے ہوتا ہی اگرچہ سیلان نہو اور غیر سبیلین مین یعنی زخم وغیرہ مین خروج ثابت نہوگا بدون سیلان کے ولو بالقوة لما قالوا لو مسح الدم
کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض والا اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوہ ہو یعنی بہنے کی لیاقت اور قابلیت رکہتا ہو تو ناقض ہوگا اسلئے کہ فقہون
نے کہا ہے کہ اگر خون نکلتے کو پونچہتا رہا اور بہنے نہ دیا لیکن اگر نہ پونچہتا تو بہتا تو ایسا خون وضو کو توڑتا ہے اور جو ایسا نہین وہ ناقض نہین یعنی
اگر بہنے کے لائق نہین وہ وضو کو نہین توڑتا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج جیسے وضو کو نہین توڑتا وہ خون جو بہا
آنکھہ کے اندر یا زخم کے اندر یا ذکر کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطے کہ ان مواضع کا دہونا نہ وضو مین لازم ہی نہ غسل مین یہہ مخزن سے قولہ یلحقہ حکم
التطہیر کا وکدمع وعرق الا عرق مدمن الخمر فناقض علی ما سیذکرہ المصنف ولنا فیہ کلام اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہین توڑتا اسلئے
کہ نجس نہین مگر دائم الخمر کا پسینا تو وضو کا ناقض ہے بنا بر اُس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب فوائد شتی مین اور ہمکو اوسمین گفتگو ہے ہم
حاصل کلام شارح یہہ ہی کہ وہ قول ضعیف اور تحریم غریب ہی تو اعتماد کے لائق نہین کذا فی الطحطاوی وخروج غیر نجس مثل ریح او دودة
او حصاة من دبر اور وضو کو توڑتا ہی نکلنا پاک چیز کا مقعد سے چنانچہ ہوا یا کیڑا یا پتہری ہم ریح اگرچہ ناپاک نہین قول صحیح مین چنانچہ زاہدی وغیرہ
مین ہی مگر وضو کی ناقض ہی نجس کی مجاورت کے سبب سے اور کیڑی اور پتہری وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہے لیکن انکا نکلنا سبیلین سے ناقض وضو ہے چنانچہ
فتح مین مصرح ہی کذا فی المنح لا خروج ذلک من جرح ناقض وضو نہین نکلنا ریح اور کیڑی اور پتہری کا زخم سے ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاة
اور ناقض وضو نہین نکلنا ریح کا اُس عورت کی فرج سے جو مفضاة نہین ہو اما ہی فیندب لها الوضوء وقیل یجب وقیل لو منتنة لیکن مفضاة کو
وضو کرنا مستحب ہی فرج کے ریح نکلنے سے اور بعضون نے کہا واجب ہی اور بعضون نے کہا کہ اگر بدبو ریح مین تو واجب ہی وضو اور نہین تو نہین ہم مفضاة
وہ عورت ہی جسکی دونون راہین ایک ہوگئین درمیان کا پردہ پہٹ کر وذکر لانہ اختلاج اور ناقض وضو نہین ناڑ ہی کی ریح اسواسطے کہ بسبب اختلاج
کے یعنی عضو کا پہڑکنا ہی درحقیقت خروج ریح نہین ہی ہم مصنف نے اپنی شرح تنویر الغفار مین کہا کہ فرج اور ذکر کی ریح اسواسطے وضو کی ناقض نہین کہ وہ نجاست
کے مقام سے نہین اوٹھی اور یہہ ناقض نہین ہوتی مگر اسی وجہ سے اور یہہ وجہ نہین ہی کہ ریح خود نجس ہی حتی لو خرج ریح من الدبر وهو یعلم انہ لم یکن من

الاصحّ فهو اختلاج فلا ينقض یہانتک کہ اگر خارج ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہی کہ اوپر سے نہیں اوتری تو وہ بھی اختلاج ہی در حقیقت
خروج نہیں تو ناقض وضو نہو گا كذا فی الشرح عن الخلاصة وانما قيّد بالريح لان خروج الدود والحصاة منهما ناقض اجماعا كما في
الجوهرة اور مصنف نے ریح کی قید نہیں لگائی مگر اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہی بالاتفاق چنانچہ
جوہرہ مین مذکور ہی ھم اسیطرح خانیہ مین مصرح ہی اور سراج وہاج مین اسپر اجماع نقل کیا ہی لیکن زیلعی نے اُس کیڑے مین جو فرج سے نکلا ہی خلاف
نقل کیا ہے اور اسیطرح شارح وقایہ نے كذا فی الشرح ولا خروج دودة من جرح او اذن او انف او فم وكذا لحم سقط منه لطهارته
وعدم السيلان فيما عليهما وهو مناط النقض اور وضو کو نہیں توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا منہ سے اور اسیطرح ناقض وضو نہیں گوشت
جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ بہنے اُس رطوبت کے جو اُن دونون پر ہے اور سیلان ہی مدار ہی وضو توڑنے کا یعنی غیر
سبیلین مین ھم زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہی گوشت سے اور گوشت پاک ہی برخلاف اُس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہی اور گوشت
کی طہارت اُس شخص کے حق مین اسواسطے کہ فقہا نے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار کی مانند ہی مگر اوسی زندہ کی ذات کے حق مین یہانتک
کہ اگر اوسکو وہ لئے رہیگا تو نماز اوسکی فاسد نہو گی تو حلبی کا یہہ اشکال ساقط ہو گیا کہ گوشت یعنی ساقط گوشت نجس ہی نہ طاہر كذا فی الطحطاوی والمخرج
بعصر والخارج بنفسه سيّان في حكم النقض على المختار كما في البزازية قال لان في الاخراج خروجا فصار كالفصد وفي الفتح عن
الكافي انه الاصح واعتمده القهستاني وفي القنية وجامع الفتاوى انه الاشبه ومعناه انه الاشبه بالمنصوص رواية والراجح دراية
فيكون الفتوى عليه اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑے سے نکالا گیا دابنے اور پھوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونو برابر ہین وضو توڑنیکے حکم مین بنا بر قول
مختار کے چنانچہ بزازیہ مین ہی اوسکے مصنف یعنی بزازی نے کہا اسواسطے کہ نکالنے مین نکلنا بھی ثابت ہی یعنی خروج اخراج کو لازم ہی تو نکلنا فصد کی مانند
ہو گیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہی باوجود اخراج کے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے کہ مخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہے اور اسپر قہستانی شارح
نقایہ نے اعتماد کیا ہی اور قنیہ اور جامع الفتاوی مین ہی کہ یہی قول اشبہ ہی اور اشبہ کا مطلب یہہ ہے کہ قول مذکور زیادہ تر مشابہت رکھتا ہی اوس
قول سے جو منصوص ہی روایت کی راہ سے یعنی نص سے اور اُس قول سے جو راجح ہے ادراک عقلی کی راہ سے تو بموجب نقول مذکورہ کے اسی پر فتوی ہو گا ھم مخرج
کا ناقض ہونا عالمگیری مین وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہی اور حسن چلپی کے حاشیہ شرح وقایہ مین یہی قول تتمہ اور خلاصہ کافی اور شمس الائمہ
سرخسی سے مذکور ہی حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہی اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر مین تفرقہ
ثابت کیا ہی لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت مین مخرج کے ناقض ٹھہرانے مین احتیاط ہی اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کا مصنف
اسکو ناقض نہیں کہتے وينقضه قيء ملأ فاه بان يضبط بتكلف اور ناقض وضو قی ہی منہ بھر کے اسطرحپر کہ بہت تکلف سے منہ کے اندر تھم سکے ھم
اور ینابیع مین کہا کہ قول صحیح یہہ ہی کہ منہ بھر کے قی وہ ہی جسکے روکنے پر قدرت نہو كذا فی الطحطاوی من مرة بالكسر اي صفراء او علق اي سوداء
قی مذکور ناقض ہے صفرا سے ہو یا سودا سے مرہ بکسر میم وتشدید راء عبارت ہی صفرا سے یعنی زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین ولام عبارت ہی سودا سے ھم
قاموس مین ہی کہ علق بالتحریک خون ہی مطلق یا نہایت سرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہان خون بستہ مراد ہی خون بستہ کی قید اسلئے
لگائی ہی کہ اگر خون سایل ہو تو ناقض ہے اگرچہ منہ بھر کے قی نہو انتہی قولہ شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہان علق سے خون بستہ مراد ہی اسواسطے کہ
خون بستہ نہیں ہوتا مگر احتراق سے اور احتراق سے ہر خلط سودا ہو جاتا ہی تو علق خون حقیقی نرہا سودا ہو گیا كذا فی العینی واما العلق النازل
من الرأس فغير ناقض اور جو خون بستہ کہ سر سے اوترا وہ تو وضو کو نہیں توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الى معدته وان لم يستقر
یا قے ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہنچ گیا اگرچہ اوسمین نہ ٹھہرا فوراً گر پڑا ناقض ہی وضو کا ھم اور حسن کا قول یہہ ہی کہ اگر طعام
اور پانی فوراً گر پڑا تو ناقض نہیں مجتبی مین اسکو مختار کہا ہی اور معراج الدرایہ مین اسکی تصحیح کی ہے تو یہان دونون قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہے

کذا فی الطحاوی وھو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ ھو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الحلبی اور وہ قے مذکور نجس مغلظ ہے اگرچہ
شیرخوار لڑکے نے قے کی ہو دودھ پیکر فوراً یہی قول صحیح ہے بسبب ملجانے نجاست معدی کے ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے یعنی کھانا اور پانی اور دودھ
جو فوراً قے ہوگیا وہ ناپاک ہوگیا ہے پیٹ کی نجاست سے مخلوط ہوکر ولو ھو فی المریٔ فلا نقض اتفاقا کمسئلۃ الحیات ودود کثیر لطہارتہ فی نفسہ اور
کھانا یا پانی یا دودھ تری میں یعنی طعام اور شراب کے مجری میں تھا پیٹ تک نہیں پہنچا اور قے ہوگیا تو وضو کا توڑنا بالاتفاق ثابت نہیں جیسے کیچوے
یا بہت سے کیڑوں کی قے ناقض نہیں بسبب پاک ہونے ہر واحد کے اپنی ذات میں یعنی اور جسقدر کہ نجاست اوپر ہے وہ قلیل ہے منہ بھر کے نہیں کذا
فی الطحاوی کماء فم النائم فانہ طاہر مطلقا بہ یفتی جیسے سوتے آدمی کی رال ناقض نہیں اسواسطے کہ وہ پاک ہے ہر طرح اسیکا فتوی ہے م
رال مطلقا پاک ہے خواہ سر سے اترے یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ بدبودار ہو یا نہو اور اس اطلاق کے مقابل وہ قول ہے ابو نصر کا مختار کہ جو
رال پیٹ سے زرد رنگ بودار ہے وہ قے کی مانند ہے اور جو سر سے اترے وہ پاک ہے تجنیس میں ہے کہ رال پاک ہے کسیطرح کی ہو اور اسی قول پر فتوی ہے
کذا فی الطحاوی بخلاف ماء فم المیت فانہ نجس کقیء عین خمر او بول وان لم ینقض لقلتہ لنجاستہ بالاصالۃ لا بالمجاورۃ برخلاف میت
کی رال کے اسواسطے کہ وہ نجس ہے جیسے نفس شراب یا پیشاب کی قے اگرچہ وہ ناقض نہو قلت کیوجہ سے بسبب ناپاک ہونے شراب یا پیشاب کے اپنی اصل میں پیٹ
کی نجاست ملجانے سے برخلاف اور چیزوں کے کہ وہ اختلاط نجاست سے ناپاک ہو جاتی ہیں ذات انکی ناپاک نہیں لا ینقضہ قیء من بلغم علی المعتمد
اصلا نہیں توڑتی وضو کو بلغم کی قے مطلقا بنا بر قول معتمد کے م بلغم خواہ سر سے اترا خواہ پیٹ سے چڑھا منہ بھر کے ہو یا کم مخلوط الطعام ہو یا نہو مگر جبکہ طعام سے منہ بھر ہو ایسا ہی بحرالرائق میں ہے اور
شارح کا قول علی المعتمد م بلغم کیطرف راجع ہے جو پیٹ سے چڑھا اسلیئے کہ جو بلغم سر سے اترا اسمیں اتفاق ہے علی الصحیح کذا فی الطحاوی الا المخلوط بطعام فیعتبر الغالب مگر وہ بلغم جو طعام کے ساتھ
مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہے تو ناقض وضو نہیں اور اگر طعام غالب ہے تو ناقض ہے م بہتر یہ تھا کہ شارح طعام کی پری
دہن کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحرالرائق نے کیا تاکہ اوس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہو اور باوجود اسکے منہ کو بھر دے لہذا صاحب بحر نے
غلبہ طعام کو اسطرح بیان کیا کہ حالت انفراد میں منہ کو بھر دے سو اسکو یاد رکھنا چاہیئے کذا فی الطحاوی ولو استویا فکل علی حدۃ اور اگر بلغم اور
طعام دونوں برابر ہیں تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہے یعنی اگر طعام بقدر پری دہن کے ہے تو ناقض ہے اور نہیں تو ناقض نہیں وینقضہ دم مائع
من جوف او فم غلب علی بزاق حکما للغالب اور وضو کو توڑتا ہے وہ پتلا خون پیٹ یا منہ کا جو غالب ہوگیا تھوک پر اسواسطے کہ غالب پر حکم
ہوتا ہے او ساواہ احتیاطا یا خون برابر ہے تھوک کی تو بھی ناقض ہوگا احتیاط کی راہ سے م خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی پہچان یہ
ہے کہ تھوک سرخ ہوگا اور مغلوب ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تھوک زرد ہوگا کذا فی شرح الوقایہ والبحر لا ینقضہ المغلوب بالبزاق اور وہ
خون وضو کو نہیں توڑتا جو تھوک سے کم ہے والقیح کالدم اور پیپ خون کی مانند ہے وضو توڑنے کے حکم میں یعنی اگر پیپ تھوک سے غالب ہے یا
برابر ہے تو ناقض ہے اور اگر کم ہے تو ناقض نہیں والاختلاط بالمخاط کالبزاق اور خون اور پیپ کا رینٹ سے ملنا تھوک کے ملنے کی برابر
ہے حکم مذکور میں یعنی غالب اور مساوی ناقض ہے اور مغلوب ناقض نہیں وکذا ینقضہ علقۃ مصت عضوا وامتلأت من الدم ومثلہا
القراد ان کان کبیرا لانہ حینئذ یخرج منہ دم مسفوح سائل اور اسیطرح وضو کو توڑتا ہے وہ کیڑا اور جونک جسنے عضو کو چوسا اور خون سے
پر ہوگیا اور چیچڑی جونک کی برابر ہے وضو توڑنے میں بشرطیکہ بڑی ہو اسواسطے کہ بڑی چیچڑی سے دم مسفوح یعنی روان خون نکلتا ہے جونک کی مانند
کذا فی الخانیہ وان لم یکن العلقۃ والقراد کذلک لا ینقض کعض ذباب کما فی الخانیۃ لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چیچڑی ایسی
نہو کہ اس سے خون جاری نکلے تو وہ ناقض وضو نہیں مچھر اور مکھی کے کاٹنے کی مانند چنانچہ خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان میں مذکور ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا
خون سائل کے نہونے سے وفی القہستانی لا ینقض ما لم یتجاوز الورم اور قہستانی میں ہے کہ خون ناقض نہیں جب تک ورم سے تجاوز نکرے
م بحرالرائق میں شیخ الاسلام کے مبسوط سے منقول ہے کہ سر زخم ورم کر گیا پھر اوس سے پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو ناقض وضو نہوگا جبتک ورم سے

تجاوز نکرے اسواسطے کہ موضع ورم کا دہونا واجب نہیں تو متجاوز نہوا اُس موضع کیطرف جسکو تطہیر کا حکم لاحق ہو طحطاوی نے کہا یہ حکم اُس صورت کو مخصوص ہے جہان دہونا ورم کو ضرر کرتا ہے اور اگر ضرر نہیں کرتا تو دہونا ورم کا واجب ہوگا انتہی قولہ تو اُس صورت مین تجاوز ورم سے بھی وضو ٹوٹیگا لاتنقض و توشّة بالرباط وان نفذ البلل الی الخارج نقض اور اگر جسم کو پٹی سے باندہا اگر تراوت باہر کیطرف نفوذ آئی تو وضو کی ناقض ہے ھ قولہ التضمید ہے اسکا مطلب یون سمجہنا واجب ہے کہ وہ زخم ایسا ہے کہ اگر پٹی نہوتی تو بہتا اسواسطے کہ اگر قمیص زخم پر پہرے سو تر ہوجاوے ناپاک نہیں ہوتا جب تک بہا نہیں کیونکہ وہ حدث نہیں کذا فی الطحطاوی ویجمع متفرق القئ ویجعل کقئ واحدٍ لاتحاد السبب وہو الغثیان عند محمد وھو الاصح لان الاصل اضافۃ الاحکام الی اسبابہا الا لمانع کما بسط فی الکافی اور متفرق قے کو جو منہ بہر کے نہیں اٹکل سے جمع کیجیے اور ایک قے اوسکو ٹہرائیے سبب کے متحد ہونے سے اور سبب قے کا متلی ہے محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار تہوڑی تہوڑی قے آئی اور مجموع کرنے سے بڑی دہن کو پہنچتی ہے تو وضو کی ناقض ہے محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے اسواسطے کہ نسبت کرنا احکام کا اُنکے اسباب کیطرف اصل ہے مگر یہ کہ اسباب کیطرف نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو اب سبب کیطرف نسبت نہوگی چنانچہ اسکی تشریح کافی مین ہے ھ مانع کی مثال چنانچہ سجدہ تلاوت ہے جبکہ اُسکا سبب ایک ہو مجلس واحد مین کیونکہ اگر یہان سبب معتبر ہو تو تداخل فوت ہوتا ہے اسواسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہے سجدہ کا اور غیر اصح قول ہے ابو یوسف کا یعنی جمع متفرق کیواسطے اونکے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہے وکل ما لیس بحدثٍ اصلا بقرینۃ زیادۃ الباء کقئ قلیلٍ ودمٍ لو ترک لم یسل لیس بنجسٍ عند الثانی اور جو چیز حدث نہیں یعنی ناقض وضو کی نہیں کسیطرح سے چنانچہ تہوڑی سی قے اور خون جو اوسکو چہوڑئے تو سائل نہو تو وہ ناپاک نہیں ابو یوسف کے نزدیک شارح نے کہا حدث مین اصلا کی قید ہمنے لگائی بار جارہ کے زائد ہونیکے قرینہ سے ھ اسواسطے کہ بار جارہ کی زیادت خبر کے عموم نفی پر دلالت کرتی ہے علم نحو کے قاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے سے اُس حدث سے احتراز ہوا جو معذور سے خارج ہوتا ہے وقت نماز کے خارج ہونے سے پہلے اسواسطے کہ مثلا معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق مین حدث نہیں لیکن وہ ناپاک ہے اسواسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق مین حدث ہے تو اصلا کی قید لگانے سے وہ داخل نرہا اس کلیہ کے تحت مین بالجملہ مذکور صحیح ہے کہ جو شی جسے ناقض وضو نہیں وہ ناپاک نہیں اور اسکا عکس درست نہیں یعنی جو نجس نہیں وہ حدث نہیں اسواسطے کہ نوم اور اغما اور ریح نجس نہیں مگر حدث ہین یعنی ناقض وضو ہین کذا فی الطحطاوی و قیدہ مین سے کہ قے قلیل ہے اسواسطے نجس نہیں کہ اعلای معدہ سے خارج ہوتی ہے اور وہ نجاست کا مکان نہیں ہے اور قلیل خون غیر مسفوح ہے یعنی سائل نہیں تو بفحوای آیہ کریمہ اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا (یا خون بہتا ہوا) حرام نہوا تو نجس بھی نہوگا اور آدمی کا غیر مسفوح خون جو حرام ہے تو وہ مبنی ہے اُسکی گوشت کی حرمت پر تو نجاست کا موجب نہوگا اسواسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہے نہ نجاست کیوجہ سے تو آدمی کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہے اگرچہ وہ حرام ہے وھو الصحیح رفقا باصحاب القروح خلافا لمحمد اور قلیل قے اور خون کا نجس نہونا یہی قول صحیح ہے زخمیون کی آسانی کیواسطے برخلاف محمد کے یعنی اونکے نزدیک قے قلیل اور خون قلیل ناپاک ہے وفی الجوھرۃ یفتی بقول محمد لو للصاحب کانتا اور جوہرہ نیرہ قدوری کی شرح مین ہے کہ محمد کے قول پر فتوی دیا جاوے اگر سائل چیز مین قلیل قے یا خون لگجاے یعنی اگر پانی وغیرہ مین تہوڑا خون لگگیا تو اوسکو ناپاک جانئے اور اگر کپڑے وغیرہ خشک چیز مین لگے تو اوسکو پاک سمجہئے وینقضہ حکما نوم اور نیند وضو کو توڑتی ہے حکم شرع کی راہ سے ھ شارح نے حکما کے لفظ کو زیادہ کرکے اشارہ کردیا کہ مصنف نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا یزیل مسکتہ ای قوتہ الماسکۃ بحیث تزول مقعدتہ من الارض وہ نیند ناقض وضو ہے جو آدمی کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی ریح کو روک سکتا ہے زائل کردے اسطرح پر کہ اوسکی مقعد زمین سے ہٹجاوے ھ صحیح قول یہ ہے کہ نوم فی نفسہ ناقض نہیں بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہے اسلیے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج شئے سے خالی نہیں اور جو ثابت ہے عادت سے وہ متیقن کی مانند ہے وہو النوم علی احد جنبیہ او ورکیہ او قفاہ او وجہہ اور نوم ناقض سونا ہے ایک کروٹ پر یا ایک سرین پر ٹیک دیکر یا چت یا پٹ یعنی یہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہے قوت ماسکہ کے زائل ہوجانے سے والا ای وان لم

يَنْ تَمَسَّكَتْهُ كانتَقَض وان تمكن في الصلوة او غيرها على المختار اهـ اگر ویسی نیند نہین یعنی اوسکی قوت ماسکہ کو زائل نہین کیا تو وہ نیند ناقض وضو
کی نہین اگرچہ آدمی قصداً سو گیا ہو نماز مین یا غیر نماز مین بنا بر قول مختار کے م علی المختار مسئلہ کیطرف راجع ہی اور غیر مختار ابو یوسف کا قول ہی کہ جب جان
مین عمداً سو ویگا تو وضو رہیگا کذا فی الطحطاوی کالنوم قاعدا ولو مستندا الی ما لو ازیل لسقط على المذهب نوم غیر ناقض جیسے دونون سرین
بر بیٹھ کر سونا اگرچہ ایسی چیز کے سہارے سے سو گیا ہو کہ اگر اوسکو ہٹا لیجئے تو سونیوالا گر پڑے بنا بر درست مذہب کے م شارح نے نیند کی ان اقسام کی
اب تفصیل شروع کی جسسے وضو نہین ٹوٹتا صدایہ مین سہارے کی نیند مذکور کو نواقض مین شمار کیا ہی اور اوسکی شارح نے کہا کہ طحاوی نے اسکو اختیار کیا ہی
مبسوط کی اصل روایت مین نہین ہے اور محیط مین ہے کہ اگر زمین پر مستقر نہو تو ناقض ہے اور اگر مستقر ہو تو ناقض نہین یہی قول اصح ہی کذا فی الدرر
او ساجدا على الهيئة المسنونة ولو في غير الصلوة على المعتمد ذكره الحلبي یا سونا سجدہ کر کے مین سنت کیطور پر اگرچہ نماز کے سوا مین اسطرح سو گیا ہو
وضو نہین جاتا قول معتمد پر اسکو ذکر کیا ہے حلبی نے م سجدہ مسنون کی صفت یہہ ہی کہ پیٹ اونچا رکھے رانون سے اور بازو علحدہ ہون پہلو سے اسواسطے کہ
اسطرح مین استمساک باقی ہی اور استطلاق منعدم ہی اور بعضون نے کہا کہ نماز مین ہر طرح کا سجدہ ناقض نہین اور غیر نماز مین سجدہ مسنونہ ناقض نہین کذا فی الطحطاوی
مندرجہ
وندہ مین ہے اور اسیطرح قیام اور رکوع کی حالت مین سونا وضو کا ناقض نہین او متوركا یا سُرین پر سونا اسطرح کہ دونون پانون ایک جانب کو پھیلائے
اور دونو سرین زمین پر جمائے او محتبيا و رأسه على ركبتيه یا سونا اگر دبیٹھ کر اسطرح کہ دونون پنڈلیان چھاتی سے ملا وین کپڑا لپیٹ کر یا دونو ہاتھون
سے تھام کر اور سر دونون گھٹنون پر ہو طحطاوی نے کہا اگر سر گھٹنون پر نہو تو بطریق اولے ناقض وضو نہین او شبه المنكب یا سونا اوندھے کی مانند
اسطرح کہ دونون سُرین رکھے ایڑیون پر اور پیٹ رانون پر اوندھا ہو گیا اوندھے کی مشابہ ایسا ذکر کیا بحر الرائق مین اور اسمین گفتگو ہی کذا فی الطحطاوی سے
او في محمل او سرج او اكاف یا سونا عماری مین یا زین یا پالان پر م طحطاوی نے خلاصہ سے نقل کیا کہ محمل مین کھڑے یا بیٹھے سونا ناقض نہین انتہے
خانیہ مین ہی کہ اگر جانور کی پیٹھ پر زین یا پالان مین سو گیا وضو نہین ٹوٹتا کیونکہ مفاصل ڈھیلے نہین ہو گئے اور اگر دونون سرین کو ایڑیون پر رکھکر سو گیا
جسطرح کتا کرتا ہے تو اوسپر وضو نہین ابو یوسف کے نزدیک اور بعضون نے کہا کہ امام کے نزدیک بھی ولو الدابة عريانا فان حال الهبوط نقض و
الا لا اور جو سوار اس حالمین کہ جانور کی پیٹھ برہنہ ہے تو اگر اتار پر ہے یعنی بلندی سے نشیب کو آتا ہی تو ناقض وضو ہی ورنہ ناقض نہین م
اسلئے کہ نیچے اترتے پر سوار آگے کو جھکتا ہی تو سُرین اوٹھ جاتے ہین تو استمساک جو مانع خروج ریح تھا باقی نرہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑھنے
مین یہہ بات نہین تو وضو قائم رہیگا ولو نام قاعدا يتمايل فسقط ان انتبه حين سقط فلا نقض به يفتى كنا عن نقيهم اكثر ما قيل عنده كا اور جو بیٹھے
سو رہا تھا جھوم جھوم کر پھر گر پڑا اگر گرتے ہی جاگ پڑا تو ناقض وضو نہین اسی قول پر فتوی ہی جیسے وضو نہین ٹوٹتا اوس اونگھنے کا جو سمجھا جاتا ہی اکثر اون باتونکو
جو اوسکے پاس ہو رہی ہین کذا في الخانية م خانیہ مین ہی کہ اگر چار زانو سو یا کسی چیز پر پیٹھ کو ٹیک کر شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہہ ناقض نہو گا انتہے ما فی
الخانیہ حاصل مقام یہہ ہے کہ اگر استرخار مفاصل نہین ہوا اور عدم زوال قوت ماسکہ کی دلیل قائم ہی چنانچہ قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ
وغیر ذلک من المذکورات مین تو وضو قائم ہے ورنہ قائم نہین والعتة لا ينقض اور اختلال عقلی اور اختلاط کلامی ناقض وضو نہین م عتہ بفتح
اول و سکون ثانی آفت ہی موجب اختلال عقل اسطرح پر کہ شخص مختلط الکلام فاسد التدبیر ہو جاتا ہے مگر وہ کسیکو نہین مارتا ہی اور نہ گالی دیتا ہی ایسا ذکر
ہے بحر الرائق مین اور معتوہ کا وضو اسواسطے صحیح ہوا کہ فقہا نے اوسکی صحت عبادت پر حکم کیا ہی اگرچہ وہ عبادت کا مکلف نہین جیسے طفل عاقل کی
عبادت صحیح ہی گو وہ مکلف نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا كنوم الانبياء عليهم الصلوة والسلام جیسے انبیا علیہم الصلوة والسلام کی نیند وضو کو نہین
توڑتی م قنیہ مین مصرح ہی کہ ناقض وضو نہونا نوم کا حضرات انبیا کی خصوصیات سے ہی ولہذا صحیحین مین وارد ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوئے
یہانتک کہ سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر اوٹھے اور نماز پڑھی بدون وضو کے اسواسطے کہ دوسری حدیث مین فرمایا ہی کہ میری آنکھین سوتی ہین اور میرا دل
نہین سوتا اور اسپر اعتراض نہین لگتا اوس حدیث کا کہ لیلة التعریس مین حضرت سو گئے تھے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا تھا اسواسطے کہ دل فقط ایک جاگتا تھا

احداث بدنی سے آگاہ تھا اور طلوع آفتاب کا ادراک دل سے متعلق نہین آنکھ کا یہہ کام ہے سو آنکھ تو سوتی تھی ایسا مشہور ہے محدثین اور فقہا کی
کتابون مین علامہ ابو سعود نے کہا علاوہ یہہ ہے کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ نوم کے سوا اور نواقض کا بھی حکم ہے تو اس وقت مین حضرات انبیا
علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو کرنا امتون کی تشریع کیواسطے تھا مگر منجملہ نواقض کے اغما اور غشی مستثنی ہین کذا فی الطحطاوی وھل ینقض اغماؤھم
وغشیتھم ظاہر کلام المبسوط نعم اور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہی یا نہین جواب اسکا ظاہر کلام مبسوط سی یہہ ہے کہ ہان ناقض
ہے ہم اغما یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہے جس سی قوت ضعیف ہو جاتی ہی اور عقل زائل نہین ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہے برخلاف جنون کے کہ
وہ عقل کو زائل کر دیتا ہے اور غشی یہہ ہے کہ قوت محرکہ اور حساسہ معطل ہو جای بسبب قلب ضعیف ہو جانیکے گرسنگی وغیرہ سی چنانچہ قہستانی مین ہے تو
غشی نوم کی برابر ہے زوال اختیار اور قوت قدرت مین بلکہ نوم سی زائد ہی اسواسطے کہ نائم جگانے سی ہوشیار ہو جاتا ہی اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہے
اسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وینقضہ اغماء ومنہ الغشی اور وضو کو توڑتا ہی اغما اور اسکی قسم سے
ہی غشی یعنی اغما اور غشی دونون ناقض ہین وجنون اور جنون یعنی دیوانگی ناقض وضو ہے جنون عبارت ہی زوال عقل سی اور اسکا ناقض ہونا ظاہر
ہی باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سی کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہو جاتا ہی لہذا انبیا علیہم الصلوۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہین اور
اغما صحیح ہے اسواسطے کہ عقل اوسمین مغلوب ہے نہ مسلوب کذا فی العینی وسکر یدخل فی مشیتہ تمایل ولو باکل الحشیشۃ اور ناقض وضو ہی وہ نشا کہ
مست اپنی چال مین ادہر اودہر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بہنگ کے کہانے سی نشا حاصل ہوا ہو ہم نشا اور مستی عبارت ہی اوس سرور سی جو عقل پر غالب ہو جاے
بعض مسکرات کے استعمال سی تو آدمی عقل کے موافق عمل نہین کر سکتا مگر اوسکی عقل زائل نہین ہو جاتی اسیواسطے وہ خطاب شرع کے لائق باقی رہتا ہی یہی قول
تحقیق ہے اور بعضون نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کر دیتا ہی اور باوجود زوال عقل کے اسکا مکلف ہونا بطریق زجر او توبیخ کے ہے کذا فی
الطحطاوی وقہقہۃ اور قہقہہ یعنے ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہے بشروط آیندہ ہم قیاس اسکو چاہتا ہے کہ قہقہہ ناقض نہو اسواسطے کہ وہ خارج
نجس نہین اور یہی مذہب ہی شافعی اور مالک اور احمد وغیرہم کا اور ہمارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہی جو چہہ صحابیون سی مرفوع مروی ہی ازانجملہ
ایک طریق یہہ ہی جو معجم طبرانی مین ابو العالیہ ابو موسی اشعری رض سی راوی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑہاتے تھے کہ ایک کمنظر آدمی
آیا اور اوس گڑہے مین گر پڑا جو مسجد مین تھا پس بہت لوگ جو نماز مین تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والونکو فرمایا کہ وضو اور
نماز کا اعادہ کرین اور بیہقی نے خلافیات مین مانند اسکے روایت کی پھر اس حدیث کو معلول کہا اسطرحپر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہین لیا مین کہتا ہون بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہوا سواے
مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی اور مرسل ابو العالیہ کا صحیح ہے اور عجب ہی احمد بن حنبل سی اسواسطے کہ انکا مذہب یہہ ہے کہ حدیث
مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہین قیاس پر سو یہان اونہون نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا کذا فی العینی مختصرا وما اعتبر بیانات
فیہ ھی ما یسمع جیرانہ قہقہہ وہ ہنسی ہی جسکو پاس کے لوگ سنین اور ضحک وہ ہنسی ہی جسکو آپ آدمی سنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا حکم یہہ ہی کہ وہ
وضو کا ناقض نہین نماز کا مبطل ہی اور تبسم وہ ہنسی ہی جسمین مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کہل جاوین اوسکا حکم یہہ ہی کہ نہ وضو اوس سی جاتا ہی نہ نماز
بالغ ولو امرأۃ سھوا یقظان قہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہی اگرچہ عورت ہو گو بہولکر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبی ونائم بل صلوتھما بہ
لڑکے اور سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نکریگا بلکہ دونون کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتوی ہے یصلی ولو حکما کالبانی ناقض وضو ہی قہقہہ
اوس جاگتے جوان کا جو نماز پڑہتا ہی خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہی یا نمازی کا حکم رکہتا ہی بانی کی مانند بانی وہ شخص ہے جسکا وضو نماز مین ٹوٹا
پہر وضو کرنے کو گیا اس قصد سی کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کرونگا سو وضو کرنیکے بعد قہقہہ ارکے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضیخان
بطہارۃ صغری ولو تیمما مستقلۃ نماز پڑہتا ہو اوس طہارت صغری کے ساتہہ جو بالاستقلال کی ہو نہ در ضمن غسل اگرچہ تیمم ہو ہم طہارت

صغرے عبارت ہی وضو اور تیمم سے اور طہارت کبریٰ عبارت ہی غسل سے فلا یبطل وضوء فی ضمن الغسل تو باطل نہوگا وہ وضو قہقہہ سے تمام
بدن کے دھونے کے ضمن مین حاصل ہوا ہے اور اگر اول وضو کرکے غسل کریگا تو ظاہرا وضو مستقل ہے کذا فی الطحطاوی لکن رجح فی الخانیة
والفتح والنهر النقض عقوبة له وعليه الجمهور كما في الدر المختار لا شئ فيه لكن خانیہ اور فتح اور نہر الفائق مین وضوء ضمنی کے نقض کو راجح
کہا ہے ہنسی والیکو سزا دینی کیواسطے اور خانیہ شرح فیہ مین کہا کہ جمہور اسی قول پر ہین کہ وضو نہین رہتا صلوٰة كاملة بالغ نے کر پوری نماز پڑھتا ہووے
ہم نماز کامل سے مراد رکوع سجود والی نماز ہے یا جو رکوع سجود کے قائم مقام ہے چنانچہ اشارہ معذور کا یا سوار کا تو نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت
مین قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹیگا لیکن وہ نماز اور سجدہ باطل ہوگا ولو عند السلام عمدا فانها تبطل الوضوء لا الصلوة خلافا لزفر كما حرره في
الشرنبلالية اگرچہ سلام کیوقت عمداً قہقہہ کیا اسواسطے کہ یہہ قہقہہ وضو کو باطل کرتا ہے نہ نماز کو برخلاف زفر کے چنانچہ شرنبلالیہ شرح وہبانیہ
مین اسکو لکھا ہے عمداً کی قید اسواسطے لگائی تا خروج بصنعه متحقق ہو تو اس سے نماز باطل نہوئی اور وضو ٹوٹ گیا اسواسطے کہ نماز کی جز اخیر مین قہقہہ
پایا گیا ولو قهقه امامه او احدث عمدا ثم قهقه المؤتم ولو مسبوقا فلا نقض اور اگر مقتدی کے امام نے قہقہہ کیا یا عمدا حدث کیا پہر مقتدی نے
قہقہہ کیا اگرچہ مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا وضو نہین ٹوٹتا اسواسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصد سے نماز باطل ہوگئی تو مقتدی کا قہقہہ خارج نماز
کے واقع ہوا اور خارج نماز کے قہقہہ ناقض نہین بخلافه بعد كلامه عمدا في الاصح برخلاف اس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہوا امام کے عمدا کلام
کرنے کے بعد قول اصح مین ہے یعنی اگر امام نے قصداً کلام کیا پہر مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول مین مقتدی کا وضو ٹوٹ جاویگا وجہ فرق قہقہہ اور
کلام مین یہہ ہے کہ کلام قاطع ہے نماز کا نہ مفسد اسواسطے کلام سے نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہین ہوگئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہوئی تو قہقہہ
مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا لہذا وضو ٹوٹا برخلاف قہقہہ امام یا عمدا حدث کے کہ اوسنے طہارت کو فاسد کر دیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہوگئی تو اب
قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا کذا فی الطحطاوی ومن مسائل الامتحان لو نسي مسح الرأس فقهقه قبل قيامه للصلوة
انتقض لا بعد ابطالها بالقيام اليها او آزمائش کے مسئلون سے ایک یہہ مسئلہ ہے کہ اگر بانی مثلاً مسح کرنا سر یا موزی کا بھولگیا پہر اوسنے قہقہہ مارا
نماز مین شروع کرنے سے پہلے تو اسکا وضو ٹوٹ گیا یعنی اسواسطے کہ نماز کے اندر قہقہہ واقع ہوا اور اسواسطے کہ بانی کا وضو کیواسطے آتا جاتا نماز مین
داخل ہے اور جو بعد شروع کرنے نماز کے ہنسا تو وضو نہین ٹوٹتا بسبب باطل ہو جانے نماز کے نماز کے شروع کرنے سے کیونکہ نسیان مسح سے طہارت نہوئی
تو بے طہارت نماز پڑھنے سے نماز باطل ہوگئی تو قہقہہ خارج نماز کے ٹھہرا ہے یعنی اگر سائل چاہے کہ مسئول کو آزماوے کہ اوسکو علم اس مسئلہ کا ہے
(جس سے پوچھا جاوے)
یا نہین تو یون پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو ناقض نہوا اور جب خارج نماز کے صادر ہو تو ناقض ہو حالانکہ امر بالعکس
ہے کذا فی الطحطاوی ومباشرة فاحشة بتماس الفرجين ولو بين المرأتين والرجلين مع الانتشار للجانبين المباشر والمباشر ولو
بلا بلل على المعتمد اور ناقض وضو ہی کہلی مباشرت دونون شرمگاہون کے بھڑ جانے سے اگرچہ یہہ امر دو عورتون مین واقع ہو یا دو مردون
مین استادگی کے ساتھ جانبین یعنی لگانیوالا اور جسکو لگایا دونون کے وضو کی ناقض ہے اگرچہ مباشرت مذکورہ مین مذی کی تراوت نہو بنابر معتمد قول کی
ہم یہہ قول شیخین کا ہے اور محمد نے کہا کہ مباشرت فاحشہ ناقض نہین جبتک کچہہ نہ نکلے اور صاحب حقائق نے اسکو صحیح کہا ہے لیکن یہہ تصحیح معتمد نہین اسلئے کہ
تحفہ مین تصریح کی چنانچہ اوسکو شارح منیہ نے نقل کیا کہ شیخین کا قول صحیح ہے اور یہی قول متون فقہ مین مذکور ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر مین کہتا
ہون فتاوی عالمگیری مین جو ینابیع سے محمد کے قول پر فتوی اور نصاب سے تصحیح اوسکی نقل کی ہے وہ بھی بقول صاحب بحر متون کے مخالف ہونیسے
لائق اعتماد کے نہین تتمہ مین ہے کہ عورت کے وضو ٹوٹنے مین انتشار آلہ مرد معتبر نہین کذا فی العالمگیریة لا ينقضه مس ذكر لكن يغسل يده
ندبا نہین توڑتا وضو کو نامزہ کا چھونا لیکن مستحب ہے کہ ہاتھ دہو ڈالے ہم بسرہ بنت صفوان کی حدیث مین مس ذکر سے نقض وضو مذکور ہے اور
طلق بن علی عن ابیہ کی حدیث مین جسکو سوا ابن ماجہ کے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے نقض وضو مذکور نہین ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث اصح

اور احسن ہی اور یحیی بن معین وغیرہ نے بسرہ بنت صفوان کی حدیث کو ضعیف کہا ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً وَالْمَرْأَۃِ وَالْاَمْرَدِ اور ناقض وضو نہین
عورت کا چھونا اور لڑکے بیریش کا بھی امام شافعی کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو ہے بدلیل قولہ تعالی (اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ) ہماری دلیل یہہ ہے
کہ لمس جب مقارن ہو عورتون سے تو جماع مراد ہوتا ہے اور صحیح مسلم حضرت عائشہ کا چھونا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاؤن کا نماز کے اندر ثابت ہی
اور صحیحین مین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ہٹانا عائشہ صدیقہ کے پانوؤن کا نماز مین ثابت ہی لکن یُندَبُ لِلْخُرُوجِ مِنَ الْخِلَافِ لَا سِیَّمَا لِلْاِمَامِ
لیکن وضو کر لینا مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہے تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصاً امام کے حق مین یعنے اسواسطے کہ امام کے پیچھے موافق اور
مخالف سب نماز پڑہتے ہین تو مقتدیونکی رعایت کرنا خوب بات ہی لکن بِشَرْطِ عَدَمِ لُزُومِ ارْتِکَابِ مَکْرُوْہٍ فِیْ مَذْہَبِہٖ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا
اپنے مذہب مین لازم نہ آوے ہم شارح نے استدراک کیا اُس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو مراعات مقتدیونکی مذہب کی مستحب ہی خواہ اس
مسئلے مین یا اسکے غیر مین والا اس مسئلے مین تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہین کذا فی الطحطاوی عن الحلبی کَمَا لَا یَنْتَقِضُ لَوْ خَرَجَ مِنْ
اُذُنِہٖ وَنَحْوِہَا کَعَیْنِہٖ وَثَدْیِہٖ قَیْحٌ وَنَحْوُہٗ کَصَدِیْدٍ وَمَاءِ سُرَّۃٍ وَغَیْرِہٖ لَا بِوَجَعٍ جیسے وضو نہین ٹوٹتا اگر متوضی کے کان سے اور مانند اوسکے جیسا کہ عین
اوسکی آنکھ یا پستان سے بدون درد کے پیپ نکلا اور اوسکی مانند جیسا کہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ اور زرد آب نکلا ناقض نہوگا
بدون درد کے وَاِنْ خَرَجَ بِہٖ اَیْ بِوَجَعٍ نَقَضَ لِاَنَّہٗ دَلِیْلُ الْجُرْحِ اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کی
ساتھ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہے ہم بحر الرائق مین کہا کہ پانی مین یہہ تفصیل البتہ خوب ہی اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہین ہوتا نہر الفائق
مین اسکا جواب دیا کہ ممکن ہی کہ زخم چنگا ہو کر پیپ نکلا ہوا اور درد کا نہونا بھی صحت کی علامت ہی فتاوی عالمگیری مین ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے
شمس الائمہ حلوائی کا فتوی نقل کیا ہے اور کہا ہی کہ اسیطرح ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج مین مذکور ہے تو صاحب بحر کا شبہہ لائق التفات کے
نہین رہا فَدَمْعُ مَنْ بِعَیْنِہٖ رَمَدٌ اَوْ عَمَشٌ نَاقِضٌ فَاِنِ اسْتَمَرَّ صَارَ ذَا عُذْرٍ مُجْتَبٰی وَالنَّاسُ عَنْہُ غَافِلُوْنَ جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھ خارج
ہو وہ ناقض ہے تو آنسو اوس شخص کا جسکی آنکھ اوٹھنی آئی اور دکھتی ہے یا ایسی چوندھی ہو اور چیپڑی کہ اکثر پانی بہا کرتا ہے ناقض وضو ہی
اور اگر آنسو بہنا دائمی ہو گیا تو یہہ شخص معذور ہو گیا اور معذور کا حکم باب الحیض مین معلوم ہوگا ایسا مذکور ہے مجتبے مین اور لوگ اس مسئلے کے حکم
سے غافل ہین یعنی اس آنسو کو ناقض وضو نہین جانتے ہین ہم فقہا نے کہا ہی جسکی آنکھ ہی رمد یا عمش سے آنسو جاری ہو اوسکو ہر وقت نماز
کے وضو کرنیکا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہہ تعلیل اسکی مقتضی ہی کہ یہہ استحباب کا امر ہے صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہی بقرینہ
مرض اسیطرح فتح القدیر مین ہے اور مجتبی مین اسکی وجہ یون بیان کی ہے کہ شاید پلکون کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی کَمَا
یَنْقُضُ لَوْ حَشَا اِحْلِیْلَہٗ بِقُطْنَۃٍ وَابْتَلَّ الطَّرَفُ الظَّاہِرُ ہٰذَا لَوِ الْقُطْنَۃُ عَالِیَۃً اَوْ مُحَاذِیَۃً لِرَأْسِ الْاِحْلِیْلِ وَاِنْ مُتَسَفِّلَۃً عَنْہُ لَا یَنْقُضُ جیسے ناقض
وضو ہے اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ مین روئی بھر دی ہو اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہہ نقض وضو کا حکم اسصورت مین ہے کہ اگر روئی سوراخ
کے سر سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سر سے نیچی ہو اور طرف ظاہر تر ہو جاوے تو تر ہونا ناقض نہوگا اسواسطے کہ خروج متحقق نہوا وَکَذَا
الْحُکْمُ فِی الدُّبُرِ وَالْفَرْجِ الدَّاخِلِ اور اسیطرح کا حکم ہے مقعد اور فرج داخلی کی روئی کا یعنی اگر وہان کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہو تو طرف
ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہے ہم منیۃ المصلی مین ہی کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج مین ہے اور تر ہو گیا تو وضو ٹوٹتا نافذ ہو
یا نہو کذا فی الطحطاوی وَاِنِ ابْتَلَّ الطَّرَفُ الدَّاخِلُ لَا یَنْقُضُ اور اگر روئی وغیرہ کی اندر کی طرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہین وَلَوْ سَقَطَتْ
فَاِنْ رَطْبَۃً انْتَقَضَ وَاِلَّا لَا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنی گر پڑی تو اگر تر ہے تو وضو ٹوٹتا اور اگر تر نہین تو نہین ٹوٹتا وَکَذَا لَوْ اَدْخَلَ اِصْبَعَہٗ فِیْ
دُبُرِہٖ وَلَمْ یُغَیِّبْہَا اور اسیطرح کا حکم ہی اگر انگلی مقعد مین داخل کی اور ساری انگلی غائب نہین کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹتا اور اگر خشک نکلی تو
نہین ٹوٹتا فَاِنْ غَیَّبَہَا اَوْ اَدْخَلَہٗ عِنْدَ الْاِسْتِنْجَاءِ بَطَلَ وُضُوْءُہٗ وَصَوْمُہٗ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی یا پانی سے استنجا کرتے داخل کی تو

وضو اور روزہ اسکا باطل ہوگیا ھم شاید کہ کلام مین لف ونشر مرتب ہی تو بطلان وضو کا اونگلی غائب کرنے سی متعلق ہی اور بطلان صوم داخل حالت
استنجا سی متعلق ہے اسواسطی کہ جب اونگلی غائب ہوئی تو آلودہ نجاست سی نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا کرنے مین اونگلی داخل کی تو پانی کا
داخل ہونا پیٹ مین لازم آیا صوم باطل ہوگیا کذا فی الطحطاوی بعضون نے لف ونشر کا دہیان نہین کیا تو شارح پر اعتراض کیا کہ انگلی کے داخل کرنیسی
اگر تر نہو تو صوم باطل نہین ہوتا شارح نے یہہ کیا کہا حالانکہ شارح کا مطلب یہہ ہے کہ اونگلی غائب کرنے سی وضو باطل ہوتا ہی نہ صوم اور داخل حالت استنجا
سے صوم باطل ہوتا ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ھم فروع جمع ہے فرع کی اور فرع کہتے ہین ہرشی کے اعلی کو اور قوم کے شریف کو
تو فروع سے مسائل عالیہ اور شریفہ مراد ہین بطریق استعارہ کے شارحین کی غالب عادت یہہ ہے کہ بلفظ فروع اُن مسائل کو جو ماتن سی فوت ہوگئے یا
مستغرب مین ذکر کرتے ہین مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث مین فروع ضروریہ اور عجیبہ اکثر بیان کرتا ہی اور گاہے
اثنائے کلام مین مناسب مقام یستحب للرجل ان یحتشی ان رابہ الشیطان ویجب ان کان لا ینقطع الا بہ قدر ما یصلی ھم مرد کو مستحب ہی
احلیل مین روئی وغیرہ رکہنا اگر شیطان اوسکو شک مین ڈالتا ہو قطرہ آنیکے وسوسہ سی اور واجب ہے بقدر نماز پڑہنے کے اگر عذر منقطع نہو تا ہو بدون
روئی رکہنے کے تاکہ نماز حتی المقدور طہارت سی حاصل ہو ھم طحطاوی نے کہا جب محدث نے وضو کیا اور جنب تہا یا پیشاب کے بعد پہر اوسنے اپنے ذکر پر نمی
اور تراوت دیکہی اور اوسکو معلوم نہین کہ وہ پانی ہے یا پیشاب ہی تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہی بات حاصل ہوئی اور شیطان
اسکا بہت وسوسہ ڈالے اور اوسکو نجاست کا یقین نہین ہے تو وہ نماز پڑہتا رہے اور اوسکا دہیان نکرے جبتک اوسکی پیشاب ہونیکا یقین حاصل
نہو اور جو مبتلا ہو ایسے وسواس کا اوسکو چاہیئے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چہڑک لے تاکہ اگر تراوت نظر آوے تو اوسکو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی
الخانیہ باسوری خرج مقعدتہ ان ادخلہ بیدہ انتقض وضوءہ وان دخل بنفسہ لا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اوسکو اپنے ہاتھ سے
اندر کر دیا تو اوسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہوگئی تو وضو نہین ٹوٹا لیکن اگر کچھ نجاست ظاہر ہوگی تو ناقض وضو ہی کذا فی الطحطاوی
ولو خرج بعض الدودۃ فدخلت اور اسیطرح اگر کیڑا تہوڑا سا نکلا پہر گہس گیا تو ناقض نہین من لذکرہ راسان فالذی لا یخرج منہ
البول المعتاد بمنزلۃ الجرح جسشخص کے ذکر کے دو سر ہون تو جس سے عادت والا پیشاب نہین نکلتا وہ بمنزلہ زخم کے ہی یعنی اُس سی اگر کوئی
چیز نکلیگی تو وضو نہ ٹوٹیگا جب تک وہ شی سائل نہو گی جیسے زخم سی نکلنا بدون سیلان ناقض نہین الخنثی غیر المشکل فرجہ الاخر کالجرح جو خنثی
کہ مشکل نہین اوسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہی تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہی فتح القدیر وغیرہ مین اور اکثر فقہا کہتے ہین کہ وضو ٹوٹنے کا
دونون فرج کی پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہو اُسکا حال ظاہر ہوگیا ہو یا نہو نہر الفائق مین زیلعی سی نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہے کذا
فی الطحطاوی والمشکل ینتقض وضوءہ بکل اور خنثی مشکل کا وضو ٹوٹتا ہے ہر فرج کے نکلنی سی بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی
التوضیح ھم خنثی مشکل اوسکو کہتے ہین کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سی ثابت نہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ منکر الوضوء ھل یکفر ان
انکر الوضوء للصلوۃ نعم ولغیرھا لا سوال وضو کا منکر کافر ہے یا نہین جواب اگر اوسنے وضو کا انکار کیا نماز کیواسطی تو ہان وہ کافر ہوا اور غیر
نماز کیواسطی منکر وضو ہوسکی کافر نہین ہوگا ھم نماز کے وضو کا منکر اسواسطی کافر ہوا کہ اوسنے قران کی تکذیب کی قال اللہ تعالی یا ایہا الذین
امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ الایۃ اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف کے وضو کا انکار کرے کافر نہوگا اسواسطی کہ اوسکی آیت مین اختلاف ہی چنانچہ مذکور
ہو چکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹہرا شک فی بعض وضوئہ اعاد ما شک فیہ لو فی خلالہ ولم یکن الشک عادۃ لہ والا لا شک پڑا وضو
کے بعض افعال مین یعنی کسی عضو کے غسل مین یا مسح مین تو جس فعل مین شک پڑا کہ کیا یا نہین کیا اوسکو پہر کرلے اگر اثناء وضو کرنے مین شک
ہوا ہو اور شک کا ہونا اوسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہین یعنی اگر اثناء وضو مین شک نہین پڑا بلکہ بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اوسکو
شک کی عادت ہو یا نہو یا اوسکو شک کی عادت خواہ اثناء وضو مین ہو یا بعد وضو ان صورتون مین اعادہ نکرے اور شک کیطرف التفات نکرے

اور آکو باوضو سمجھی کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو علم انه لم یغسل عضوا وشک فی تعیینه غسل رجله الیسری لانه اٰخر العمل اور اگر اوسکو بالیقین معلوم
ہو کہ اوسنی ایک عضو کو نہین دہویا اور شک پڑا اوسکو عضو کے معین کرنے مین کہ ہاتھ ہے یا پانون تو بائین پانون کو دہوے اسواسطو کہ وہ پچھلا عمل ہی وضو
مین تو نسیان کیطرف وہی اقرب ہی باقی رہی یہہ بات کہ اگر پچھلے پانون کے دہونیکا یقین ہو صورت مذکورہ مین توظاہرا اوسکی ماقبل عضو کا اعتبار ہوگا و
ہکذا کما فی الطحطاوی ولو تیقن بالطہارۃ وشک بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین اور اگر طہارت کرچکنے کا یقین ہوا اور وضو کے ٹوٹنے مین شک
پڑے یا اسکے بالعکس یعنے وضو ٹوٹنے کا یقین ہے اور طہارت کرنے مین شک پڑی تو یقین کو لے اور شک کو چھوڑے یعنی پہلی صورتمین طہارت کو اعتبار کری
اور دوسری صورت مین زوال طہارت کو معتبر جانے اسواسطو کہ یقین شک سی نہین ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی چیز ہے اور شک ضعیف قوی ضعیف سی کیونکر ٹل
سکے ولو تیقنہما وشک فی السابق فہو متطہر اور اگر طہارت اور حدث دونون کا یقین ہوا اور سابق مین شک پڑی یعنی یہہ یاد نہین رہا کہ اول طہارت تہی یا
حدث تو وہ شخص شرعا باطہارت ہی اسواسطو کہ غالبا طہارت بعد حدث کے ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی ومثله المتیمم اور متوضی کے حکم مین تیمم کرنیوالا ہے یعنی
اگر تیمم کا یقین حاصل ہی اور بیوضو ہونے مین شک واقع ہوا ہے یا حدث کا یقین ہی اور تیمم مین شک ہی تو یقین پر عمل کرے اور جو دونونکا یقین ہی اور تقدم اور
تاخر مین شک ہی تو یہہ شخص باتیمم ہے ولو شک فی نجاسة ماء او ثوب او طلاق او عتق لم یعتبر وتمامه فی الاشباہ اور جو شک پڑی پانی یا
کپڑے کی نجاست مین یا زوجہ کی طلاق مین شک پڑی کہ طلاق دی یا نہین دی یا لونڈی غلام کے آزاد کرنے مین شک واقع ہوا تو اس شک کا کچھہ اعتبار نہین
پانی اور کپڑی کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور لونڈی غلام کو مملوک سمجھی اور مسائل شک کا پورا بیان اشباہ و نظائر مین ہی الیقین لا یزول بالشک کے
قاعدہ مین ہم مجتبی مین ہی کہ خون اور پیب اور زرد آب اور زخم کا پانی اور آبلہ اور پہنسی اور آنکھہ اور کان کا پانی بیماری کی جہت سی سب برابر ہین بنا بر قول
اصح کے جو ناقض وضو نہین چنانچہ قلیل تے یا خون وہ طاہر ہے مگر خون استحاضہ اگر خون غیر سائل سی کپڑا ملوث ہوگیا تو جواز نماز کا مانع نہین جیسے
اصحاب القروح کے کپڑے بار بار خون پیلان اور بلا تجاوز کے نکلنے سی بھر جاتے ہین مانع نماز نہین قدر کے سبب سے اگرچہ خون بکثرت ہو اسی پر فتوی
ہے ینابیع مین ہی کہ تیل ڈالا احلیل مین پہر وہ نکل آیا وضو نہین ٹوٹتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین محیط مین ہے کہ وضو کیا پہر ذکر سی تراوت سائل دیکہی
تو پہر وضو کری اور اگر معلوم نہو کہ وہ کیا ہی تو التفات نکری نماز پڑہی کہ وہ شیطانی وسوسہ ہی اور شرمگاہ کو پانی سی چھڑک دی دفع وسوسہ کیواسطے اور اگر ریزش
چیز دماغ تک پونہچی ناک کے سرکنی سی یا اوسکی اندر کھچانے سی پہر وہ ناک سی اوتر آئی تو ناقض وضو نہین اسواسطو کہ وہ پاک مکان سی خارج ہوئی اور اگر سوئی
چبہائی ہاتھہ مین اور خون ظاہر ہوا سوئی کے سری سی زیادہ تو ناقض نہین اور محمد بن عبد اللہ اوسکو سائل جانکر نقض وضو کیطرف مائل ہے جسنے روٹی یا
پھل کہایا اور اوسمین خون کا اثر دیکہا مسوڑون سی تو چاہیئے کہ وہان انگلی رکہی اگر انگلی مین خون کا اثر پاوی تو وضو ٹوٹا اور اگر اثر خون کا مسوڑے پر
ہاتھہ رکہنی سی نپایا تو وضو قائم ہے الکل من العینی شرح الہدایہ وفرض الغسل اراد به ما یعم العملی کما مر ماتن نے کہا اور فرض غسل مضمضہ
اور استنشاق اور باقی بدن کا دہونا ہی شارح نے کہا ماتن نے فرض سے اوسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بہی شامل ہے چنانچہ وضو مین گذر گیا ہم یعنی فرض
سے یہان وہ معنی مراد ہی جو فرض اعتقادی اور فرض عملی دونونکو شامل ہی فرض عملی وہ ہی جسکی فوت ہوجانے سے جواز فوت ہوجاوی وجہ ارادہ یہہ ہے
کہ مضمضہ اور استنشاق قطعی نہین ہین کیونکہ امام شافعی ان دونونکو غسل مین مسنون کہتی ہین کذا فی الحلبی والغسل المفروض کما فی الجوہرۃ اور غسل سے
مراد مفروض غسل ہے چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی یعنی جنابت اور حیض اور نفاس کا غسل کذا فی النہر وظاہرہ عدم شرطیتہما فی الغسل المسنون کذا فی البحر یعنی عدم فرضیتہما فیه والا فہما شرط فی تحصیل السنة اور جوہرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ منہہ اور ناک کا دہونا غسل
مسنون مین شرط نہین الا مذکور ہی بحر الرائق مین مراد صاحب بحر کی یہہ ہی کہ غسل مسنون مین مضمضہ اور استنشاق فرض نہین ہین اور اگر یہہ مراد کہیئی تو سہی نہین
اسواسطو کہ سنت کے حاصل کرنے مین مضمضہ اور استنشاق دونون شرط ہین غسل کل فمه غسل مین فرض ہے سارے منہہ کے اندر دہونا ہم شارح نے
بتقدیر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کیواسطے ہی اور مراد کل فم اور کل انف کے دہونیسے مضمضہ اور استنشاق ہی ویکفی الشرب عبا لان المج لیس

مسائل فرض

بشرط في الاصح اور اس فرض کے ادا ہونے مین پانی پینا منہ بہر کے کفایت کرتا ہی [illegible] نزدیک مضمضہ مین کلّی کا باہر پہینکنا شرط نہین ہیم تر قول
مین ہم یعنی جبکہ خوب منہ بہر کے پانی پیا سارا منہ اندر دہو گیا مضمضہ مفروضہ ادا ہوا تو اگر چوس کر پانی پیا فرض ادا نہوا چنانچہ بحرالرائق مین ہی اصلی
کہ چوسنے مین سارے منہ کے اندر پانی نہین پونہچتا ہر چند کلّی کا باہر پہینکنا شرط نہین قول اصح مین لیکن اوطر ہو کما فی الخلاصۃ اسواسطے کہ وہ عہدہ فرضیت سے
بالاتفاق خارج ہوگا اور یہی مطلب ہے احتیاط کا کذا فی الطحطاوی عن النہر وَانفِهِ حَتّٰی مَا تَحْتَ الدَّرَنِ اور تمام ناک کا دہونا فرض ہے یہانتک کہ
ناک کے خشک پپڑے کے نیچے بھی پانی پونہچانا ضرور ہے ہم بحرالرائق مین ہے کہ دَرَن یابس یعنی خشک مثل ناکمین جیلابی روٹی اور خمیر کی مانند تمام
اغتسال کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی وَبَاقِی بَدَنِهِ اور مضمضہ اور استنشاق کے بعد تمام بدن کا دہونا فرض ہے ہم بدن ظاہر اور باطن سبکو شامل ہی چنانچہ
داخل عین کو بھی لیکن بسبب حرج ظاہر کے آنکہہ کے اندر کا دہونا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ آنکہہ چربی کی ہے پانی کی متحمل نہین اور جو بعضے اصحاب مثل ابن
عمر اور ابن عباس کے اندر آنکہہ کے دہویا کرتے تھے اونکی بصارت زائل ہوگئی تھی ولہذا آنکہہ کا دہونا نچاہیئے اگرچہ اُسکے اندر ناپاک سرمہ لگا ہو کذا فی
منح الغفار لکنّ فی المغرب وغیرہ البدن من المنکب الی الالیۃ وحینئذ فالرأس والعنق والید والرجل خارجۃ لکن داخلۃ تبعا کذا فی بعض
کتب لغت مثل مغرب وغیرہ مین ہے کہ بدن لغت عرب مین مونڈھے سے سُرین تک اور جبکہ یہہ حال ہوا تو سر اور گردن اور ہاتھ اور پانون بدن سے
خارج ہین لغت کی راہ سے داخل ہین کوٹھی کی نسبت سے شرع کی اصطلاح مین ہم خلاصہ یہہ ہو کہ مصنف نے بدن کا اطلاق جسد پر کیا اسواسطے کہ یہان بدن سے
با تمام الاطراف مراد ہی لا دَلکه لانه مُتَمِّم فیکون مستحبا لا شرطا خلافا لمالک یعنی بدن کا ملنا فرض نہین اسواسطے کہ ملنا کامل کرنیوالا ہے
دہونیکا پس ملنا مستحب ہوگا نہ شرط اسواسطے کہ مکمل اور متمم شی کا اُس شے کے وجود کے بعد ہوتا ہی برخلاف امام مالک کے ہم امام مالک اور ابو یوسف
کی ایک روایت مین ملنا غسل مین فرض ہے دلک عبارت ہی اعضاء مغسولہ پر ہاتھ پہیرنے سے تو اگر پانی بہایا اور سارے بدن پر پونہچ گیا بدون ہاتھ لگانیکے
تو فرض ادا ہوگیا مگر امام مالک کے نزدیک ادا نہین ہوا وَیَجِبُ ای یُفرضُ غسل کلّ مَا یُمکن من البدن بلا حرج مرّۃ کأذن وسرّۃ وشارب
وحاجب واثناء لحیۃ وشعر رأس ولو مُتلبدا لما فی فاطّهروا من المبالغۃ اور واجب ہے یعنی فرض ہے دہونا ایکبار ہر اوس محل کا بدن سے
جسکا دہونا بدون مشقت کے ہوسکتا ہی چنانچہ کان اور ناف اور موچہہ اور بہون اور داڑہی اور سر کے بالون کے اندر کا دہونا اگرچہ سر بال گوندے باہم
چپکے ہون اسواسطے کہ فاطّهروا کے لفظ مین مبالغہ نکلتا ہے ہم یعنی حق تعالی نے فرمایا اِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا یعنی اگر تمکو جنابت ہو جماع یا احتلام سے
تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی سارے بدن کا دہونا جہانتک ہوسکے بلا حرج اوسکو دہوؤ ولہذا مضمضہ اور استنشاق غسل مین فرض ہوا نہ وضو مین اسلئے کہ
فم ایکوجہ سے داخل بدن ہی اور ایک وجہ سے خارج بدن ہو باعتبار حس کے انطباق اور انفتاح کیوقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال گہونٹنے اور
داخل ہونے کسی چیز کے اوسکے منہ مین تو وضو مین فم یعنی منہ داخل بدن قرار دیا اور غسل مین خارج بدن اسواسطے غسل مین مبالغہ کا صیغہ یعنے
فاطّهروا وارد ہی اور وضو مین غسل وجہ کا حکم ہے اور وجہ عبارت ہی مواجہہ سے وفرج خارج لانه کالفم لا داخل لانه باطن اور فرض ہے
عورت کو فرج خارج کا دہونا اسواسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ منہ کی مانند ہی کہ من وجہ داخل ہے اور من وجہ خارج فرض نہین فرج داخل کا دہونا
اسواسطے ہی کہ وہ اندر بدن کے داخل ہی اور اندر کا دہونا ساقط ہی ولا تدخل اصبعها فی قبلها به یفتی اور عورت انگلی کو اپنی شرمگاہ مین
داخل نکرے اسیکا فتوی ہے یعنی غسل مین یہہ کام نکرے مزید طہارت کے خیال سے کیونکہ اندر کا دہونا واجب نہین لا یجب غسل ما فیه حرج
کعین وان اکتحل بکحل نجس واجب نہین غسل مین دہونا وہ کہ جسمین مشقت اور تکلیف ہی چنانچہ آنکہہ کا دہونا اگرچہ اسمین ناپاک سرمہ لگا یا ہو
وثقب انضمّ وداخل قلفۃ اور بند سوراخ اور داخل قلفہ کا دہونا واجب نہین ہم جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہوگیا وہان پانی پونہچانا واجب
نہین حرج کی جہت سے قلفہ بضم قاف وسکون لام وہ کہال ہے جو ختنہ کرنے مین کاٹی جاتی ہے بل یندب هو الاصح قاله الکمال وعلّله بالحرج
فسقط الاشکال بلکہ قلفہ کے اندر کا دہونا مستحب ہی یہی قول صحیح تر ہے ایسا کہا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب غسل کی علت

بیان کی ہی تو اشکال ساقط ہوگیا ھم یعنی جب حرج کو علت قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہوگیا حاصل اعتراض کا یہہ ہی کہ اگر داخل قلفہ کا غسل
مین وضو ملوا جب نہین باوجود صیغہ مبالغہ فاطّہروا کے تو اسکو جنس بدن کا حکم دیا تو اسمین پیشاب کے قطرہ آنے سے کیون وضو ٹوٹتا ہی قول
صحیح پر سقوط اعتراض کیوجہ یہہ ہے کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کیوجہ سے ہی نہ اسواسطے کہ یہہ ظاہر بدن نہین ہی وفی المسعودی اِن اَمکَنَ
فتحُ القُلفَۃِ بِلا مَشَقَّۃٍ یجبُ وَاِلّا لا اور مسعودی مین ہی کہ اگر کہولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہوسکے تو اندر کا دہونا واجب ہے ورنہ واجب نہین
ھم اسی قول کو شرنبلالی نے پسند کیا ہے اور اسکی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہی اسواسطے کہ سقوط کو مقید بحرج کیا ہی تو جہان حرج نہین وہان
دہونا بھی ساقط نہین کذا فی الطحطاوی وکفی بلّ اصلِ ضفیرتہا لا نقضُہا اور کفایت کرتا ہی ترکرنا اور بہگونا عورت کی
گوندہی چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندہی بالونکا دہونا عورت پر فرض نہین جڑون کا ترکردینا کفایت کرتا ہی تکلیف اور مشقت کیوجہ سے ضفیرہ سے مراد عورت
کے گوندہی بال ہین ھم صحیح مسلم مین حضرت ام سلمہ سے روایت ہی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین وہ عورت ہون کہ اپنے سرکی گوندہی چوٹی خوب مضبوط کرکے
باندہتی ہون کیا حیض اور جنابت کے غسل کیواسطے اوسکو کہولاکرون فرمایا نہین تجکو تو تین بار دونوں ہاتہون پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہی پہر
اپنے اوپر پانی کا بہانا اور پاک ہونا آور ابو داؤد مین ثوبان رضہ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے
بال کہولڈالے اور بالونکو دہووے یہانتک کہ بالونکی جڑ تک پونہچے اور عورت پر تو بالون کا کہولنا ضرور نہین اوسکو تو تین چلو بہر کے پانی سر پر ڈالنا
کفایت کرتا ہی کذا فی التیسیر اَمّا المنقوضُ فیفرضُ غسلُ کلِّہ اتفاقاً اور عورت کو کہلے بالون کا تو بالکل دہونا فرض ہے بالاتفاق یعنی یہان
فقط جڑون کا ترکرنا کافی نہوگا ولو لم یبتلّ اصلُہا یجبُ نقضُہا مطلقاً ہو الصحیح اور اگر گوندہی چوٹی کی جڑ نہ بہیگے تو چوٹی کا کہولنا واجب ہے
ہر حال مین یہی قول صحیح ہی ھم ہرطرح کہولنا واجب ہی خواہ اوسمین تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح وہ قول ہے کہ بالون کا نچوڑنا دہونیکے بعد ضرور ہی خواہ بال
گوندہے ہون یا کہلے کذا فی الطحطاوی ولو ضرّہا غسلُ رأسِہا ترکتہ اور اگر سر کا دہونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا دہونا چہوڑ دے یعنی درصورت
ضرر کے سر کا دہونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ مین ساقط ہی سر کو چہوڑکے باقی بدن دہووے پاک ہوجاویگی وقیل تمسحُہ اور بعضون نے
کہا کہ سر کو مسح کرے اگر دہونا ضرر کرتا ہو ولا تمنع زوجہا و سیجیء فی التیمم اور نہ منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم کے
مسائل مین ھم یعنی اگر عورت کو سر کا دہونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اوسکو اپنے شوہر کا روکنا جماع سے نہین پونہچتا ہی اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہی اور
اوسکے دفع ضرر کا علاج یہہ ہی کہ بقول اول غسل اور مسح دونوں کو ترک کرے یا بقول ثانی سر کو مسح کرے کذا فی الطحطاوی لا یکفی بلّ ضفیرتہ
فینقضُہا وجوباً ولو علویّاً او ترکیاً لامکانِ حلقِہ کفایت نہین کرتا ہی مرد کی گوندہی چوٹی کا بہگونا تو واجب یعنی فرض ہی اوسکا کہولنا
اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور بد نمائی کے ممکن ہی برخلاف عورت کے ھم علوی یعنی سادات
مرتضوی اور ترکیون کی عادت ہی بال رکہنے اور چوٹی گوندہنے کی اسواسطے اونکو بالخصوص ذکر کیا ولا یمنع الطہارۃ ونیمُ اے خرءُ ذباب و
برغوث لم یصل الماءُ تحتہ اور طہارت کا مانع نہین مکہی اور مچہر کا گوہ جسکے نیچے پانی نہین پونہچا اسواسطے کہ اس سے بچنا ممکن نہین کذا فی الطحطاوی
وحِنّاءٌ ولو جرمہ بہ یفتی اور نہ مہندی طہارت کی مانع ہی اگرچہ مہندی کا جرم لگا ہو اسیکا فتوی ہی ھم لیکن اگر مہندی کا جرم ہوگا تو
اوسکے نیچے پانی کا پونہچنا ضرور ہے اور اگر نہ پونہچیگا تو طہارت حاصل نہوگی ولہذا البحر الرائق مین کہا ہی کہ اگر عورت نے اپنے سر مین خوشبو چپکائی ہو
اسطرح کہ پانی بالون کی جڑون مین نہ پونہچتا ہو تو اوسپر واجب ہی اوسکا دور کرنا کذا فی الطحطاوی ودَرَن و وسخ عطف تفسیر وکذا
دُہنٌ و دسومۃٌ اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہی اور اسیطرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہین شارح نے کہا وسخ کا عطف تفسیری ہی
یعنی درن اور وسخ دونون بیک معنی ہین وتراب وطین ولو فی ظفرٍ مطلقاً ای قرویّاً او مدنیّاً فی الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع
طہارت کی نہین اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونون برابر ہین قول اصح مین ھم اور غیر صحیح قول یہہ ہے

[illegible]

کہ شہری کے حق مین ناخن کی مٹی مانع طہارت ہو نہ گنوار کے حق مین اسواسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہی تو پانی نفوذ نہین کرتا مطاوی نے کہا
قول اصح کی وجہ یہہ ہے کہ بہر صورت پانی نفوذ کر جاتا ہے بخلاف نحو عجین برخلاف گوندے آٹے کی مانند کہ وہ طہارت کا مانع ہے عدم نفوذ کی
وجہ سے ہم کو نمو آٹے کی مانند وہ چیزین ہین جنمین پانی سرایت نہین کرتا چنانچہ چبلائی ہوئی روٹی اور میل کے پڑے نا کین اور کہال مچھلی کی کذا
فی البحر ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ورنا مانع طہارت کی نہین وہ چیز جو رنگریز کے ناخن پر لگتی ضرورت کیوجہ سے اور بعضون کے نزدیک مانع ہی
مضمرات مین کہا کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی النہر ہم عورتین ہندوستان کی جو مسی لگاتی ہین اگر فقط رنگ ہی بدون جرم کے تو ظاہرا مہندی
کی مانند مانع طہارت نہین اور اگر جرم ہے جسکو دہڑی کہتے ہین تو ظاہرا عجین کی مانند مانع طہارت ہی واللہ اعلم ولا طعام بین اسنانہ او
فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وہو الاصح اور مانع طہارت کا نہین وہ کہانا جو دانتون کے اندر رہجاتا ہی یا پولے دانت کی
اندر گھس جاتا ہے اسی قول کا فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ اگر وہ سخت اور خشک ہی تو طہارت کا مانع ہے یہی قول صحیح تر ہے ہم رسم مفتی
مین مذکور ہو گیا کہ فتوی مقدم ہے اصح وغیرہ سے طعام ما بین الاسنان اسواسطے مانع طہارت نہین کہ پانی لطیف چیز ہے ہر جگہہ غالبا سرایت کر جاتا
ہے ایسا مذکور ہے تجنیس مین بحر الرائق مین فقیہ ابو اللیث اور فتاوی فضلی سے نقل کیا کہ احتیاط یہہ ہی کہ اوسکو نکال کے پانی اوسپر بہادی
کذا فی الطحطاوی ولو کان خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا کقرط اور اگر غسل کرنے والیکی انگوٹھی تنگ ہو تو واجب ہی کہ اوسکو نکالڈالی یا ہلادی
جیسی بالی کا نکالنا یا ہلانا واجب ہی یعنی انگوٹھی اور بالی کا اتنا ہلانا اور گھمانا چاہیئے کہ وہان پانی پہونچ جانیکا گمان حاصل ہو فلو لم یکن
بثقب اذنہ قرط فدخل الماء فیہ ای الثقب عند مرورہ علی اذنہ اجزاہ اور اگر اوسکے کان کے سوراخ مین بالی نہو سو پانی پہونچگیا
سوراخ مین کان پر پانی بہنے کیوقت تو غاسل کو کفایت کرتا ہی کسرتہ واذن دخلہما الماء جیسی ناف اور کان مین پانی داخل ہو گیا اونہی
سائل ہونے سی تو کفایت کرتا ہی یعنی اونگلی وغیرہ داخل کرنا ضرور نہین والا یدخل ادخلہ ولو باصبعہ ولا یتکلف بخشب ونحوہ والمعتبر
غلبۃ ظنہ بالوصول ورنہ اگر سوراخ مین پانی نہ گیا تو قصدا داخل کری اگرچہ اپنی اونگلی سے اور لکڑی اور مانند اوسکی سینک وغیرہ سے پانی
داخل ہونے کے لئے تکلف نکری اور پانی پہونچنے مین اپنے گمان کا غلبہ معتبر ہے یعنی جب اپنی اٹکل مین آگیا کہ پانی وہان پہونچ گیا ہوگا تو زیادہ
تکلف اور وسواس نکری فرع مسائل ملحقہ شارح کے نسی المضمضۃ او جزء من بدنہ فصلی ثم تذکر فلو نفلا لم یعد لعدم
صحۃ شروعہ نہانیوالا کلی کرنا یا کچھ بدن کا دہونا بھول گیا پہر اوسنے نماز پڑہی پہر اوسکو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تہی تو اوسکا اعادہ نکری شروع
نماز کے صحیح نہونے سے یعنی بسبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ٹھہرا تو نماز اوسپر لازم نہوئی تو اسکا اعادہ بہی لازم نہوگا علیہ غسل وثمہ رجال
لا یدعہ وان رأوہ مرد پر غسل کرنا واجب ہی اور وہان لوگ ہین تو نہانے کو نہ چہوڑے اگرچہ لوگ اوسکو دیکھین ہم یہہ متصور تین ہی کہ پردہ
وہان نہین ہو سکتا اور نماز کے فوت ہو جانیکا ڈر ہے اور جو عمدا اوسکو دیکھیگا وہ گنہگار ہوگا نہانیوالا معذور ہے والمرأۃ بین رجال او رجال
ونساء تؤخرہ لا بین نساء فقط اور عورت درمیان مردون کے یا درمیان مردون اور عورتون کے نہانے مین تاخیر کری اور تاخیر نکرے
فقط عورتون مین ہم اسواسطے کہ نظر کرنا جنس کا ہم جنس کیطرف خفیف تر ہی برخلاف غیر جنس کے واختلف فی الرجل بین رجال ونساء او نساء
فقط کما بسط ابن الشحنۃ اور اختلاف ہی اوس مرد کے غسل کرنے مین جو درمیان مردون اور عورتون کے یا فقط درمیان عورتون کے واقع ہی
چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہی ہم ظاہر کلام شارح اسکا مقتضی ہی کہ یہہ مسئلہ مذہب مین منصوص ہے اور اسمین اختلاف
واقع ہی حالانکہ ایسا نہین اسلئے کہ شارح وہبانیہ نے تصریح کی ہی کہ مین اس مسئلہ کی نقل پر واقف نہین ہوا مگر قیاس یہہ چاہتا ہی کہ مرد عورتون یا
مردون اور عورتون مین غسل کو تاخیر کرے اور خنثی کو کسیصورت مین کشف عورت جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وینبغی لہا ان تتیمم و
تصلی لعجزہا شرعا عن الماء اور عورت کو چاہیئے کہ تیمم کری بعد نماز پڑہے اسواسطے کہ عورت مردون مین شرعا پانی کے استعمال سے عاجز ہی

وَاَمَّا الاستنجاءُ فیُتْرَکُ مُطلقًا والفرقُ لایخفٰی اور پانی سے استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جاوی خواہ مرد یا عورت مردوں یا عورتون مین یا دونون مین ہو
اور فرق غسل اور استنجا مین پوشیدہ نہیں ہم وجہ فرق یہہ ہو کہ نجاست حقیقی کے ساتھہ نماز صحیح ہوتی ہو اور نجاست حکمی کے ساتھہ اصلاً صحیح نہین اور
شرع مین ہو کہ کشف عورت کرنیکی سامنی اسواسطی کہ حرام ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو ڈھیلون پر کفایت کرے
واجب کذا فی الطحطاوی مختصرًا وسُنَنُہ کَسُنَنِ الوضوءِ سِوَی التَّرتیبِ اور غسل کی سنتین وضو کی سنتون کی مانند ہین چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا
سوای ترتیب کے یعنی اسواسطی کہ وضو کی ترتیب اور غسل کی ترتیب یکسان نہین وآدابُہ کآدابِہِ سِوَی استقبالِ القِبلَۃِ لِاَنَّہُ یکونُ غالبًا مع
کشفِ العورۃِ اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کی مانند ہین سوای استقبال قبلہ کے اسواسطی کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہی ہم منجملہ مستحبات غسل کے
کا ملنا اور چھنگلی کان کے سوراخ مین ڈالنا پانی پونچانیکے بعد اور تحریک خاتم واسع اور نیت زبان سے کرنا اور اونچی مکان مین بیٹھہ کر نہانا تاکہ چھینٹین بدن پر
نہ پڑین اور عدم استعانت اور تکلم بکلام ناس نکرنا اور غسل کے مکروہات وضو کی مکروہات کے مانند ہین یعنی منہ پر پانی زور سے مارنا اور قدر ضرورت سے
پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی ملتقطًا وقالوا لو مکث فی ماءٍ جارٍ او حوضٍ کبیرٍ او مطرٍ قدرَ الوضوءِ والغسلِ فقد
اکمل السُّنَّۃَ اور فقہانے کہا ہی کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینہ مین بقدر مدت وضو اور غسل کرنیکے ٹھہرا تو البتہ اوسنی پوری سنت ادا کی
یعنی وہ سنت جو اسکے لائق ہے کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہوگئی مگر تلفظ نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا ویبدأ بغسل
یدیہ وفرجہ وان لم یکن بہ خبث اتباعًا للحدیث اور سنت ہی غسل مین دونون ہاتھون اور شرمگاہ کے دہونیسے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی
جگہہ پر کچھہ نجاست نہو حدیث کی پیروی سے وخبث بدنہ ان کان علیہ خبث لئلا یشیع اور شروع کرنا بدن کی نجاست دہونے سے اگر اوسکے بدن پر
نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست نہ پھیلے ثم یتوضأ لانہ فانصرف الی الکامل فلا یؤخر قدمیہ ولو فی مجمع الماء لما ان المعتمد
طہارۃ للماء المستعمل پہر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہین تو اوسکا فرد کامل مراد ہوتا ہی تو یہان پورا وضو مراد ٹھہرا تو
دونو قدمون کے دہونے کو تاخیر نکرے اگرچہ نہایا ہی پانی جمع ہونیکے مقام مین اسواسطی کہ مذہب معتمد ہی کہ مستعمل پانی پاک ہی ہم جب وضو کامل مراد ہوا
تو اسمین اشارہ ہی کہ سر کا بھی مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اور یہہ بھی اشارہ ہی کہ جمیع سنن اور مستحبات وضو کے بجالاوے ایسا کہا ہی صاحب بحر نے
اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشائخ کا قول ہی اور یہی قول صحیح تر ہے مذہب شافعی مین اور بعضون نے کہا تاخیر کرے مطلقًا اور بعضون نے کہا اگر وہان
پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہے مبسوط اور ہدایہ مین کذا فی الطحطاوی وعلی انہ لا یوصف بالاستعمال الا بعد انفصالہ عن کل البدن
لانہ فی الغسل کعضوٍ واحدٍ اور یہہ ہے کہ پانی مستعمل نہین ہوتا مگر بعد جدا ہونیکے تمام بدن سے اسواسطی کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کی مانند ہے
ہم تجزی حدث مین دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہی کہ حدث متجزی ہی یعنی جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک اور دوسری روایت یہہ
کہ حدث متجزی نہین یعنی بعض اعضاء مغسولہ پاک نہونگی جب تک سارا بدن نہ دہویا جاویگا تو یہہ قول شارح کا مبنی ہی عدم تجزی حدث پر منح الغفار
مین کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہہ پانی مستعمل نہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے تو جو پانی کہ دونون قدم کو لگا ہے وہ مستعمل نہین ہم
اسواسطی کہ تمام بدن غسل مین ایک عضو کی مانند ہی یہانتک کہ غسل مین تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کیطرف جائز ہی انتہی فیعتبر لا
حاجۃ الی غسلہما ثانیًا او اسوقت مین یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ یہہ پانی مستعمل نہین ہم تو دونون قدم کے دہونیکی دوسری بار حاجت نہین ہم مگر
بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دہونا بہتر ہے نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ مین ہی اور اوسکو مجتبی مین اصح کہا ہی وہ محمول ہی ماء مستعمل کی
نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علماء کے بہت فروع اسی قول پر مبنی ہین لیکن ہمنے بعض مشائخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطی کہ طہارت ماء مستعمل
کی معتمد فی المذہب ہی کذا فی المنح ملتقطًا الا اذا کان ببدنہ خبث مگر جبکہ اوسکے بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدمون کو دوسری بار دہووی
ازالہ نجاست کیواسطی نہ ازالہ حدث کیواسطی کہ وہ تو زائل ہوگیا کذا فی الطحطاوی ونقل القائلین بتاخیر غسلہما انما یستحب لیکون البدء

واختموا باعضاء الوضوء ذکر وہ فقہا جو پانون دہونیکے تاخیر کے قائل فقط اسیواسطے تاخیر کو مستحب جانتے ہین تاکہ غسل کی ابتدا اور ختم اعضاء وضو
پر ہو کذا فی البحر وقالوا لو توضأ اولاً لا یأتی بہ ثانیاً لانہ لا یستحب وضوآن للغسل اتفاقاً اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر غسل سے پہلے
وضو کیا تو بعد غسل کے دوسری بار وضو نکرے اسواسطے کہ ایک غسل کیواسطے دو وضو بالاتفاق مستحب نہین اما لو توضأ بعد الغسل واختلف
المجلس علی مذہبنا او فصل بینہما بصلوٰۃ کقول الشافعیۃ فیستحب اور اگر بعد غسل کے وضو کیا اور مجلس بدلگئی ہم حنفیون کے مذہب پر یا فقط فیستحب
وضو مین نماز کو فاصل واقع کیا شافعیون کے قولکی مانند تو یہہ دوبارہ وضو کرنا مستحب ہی ہم یہہ بحث ہی صاحب بحر کی اور سابق مذکور ہوگیا کہ وضو پر
وضو نور علی نور ہے اگرچہ مجلس بدلی ہوا اور جو وضو کہ اسراف مین داخل ہے وہ تیسری بار وضو کرنا ہی چنانچہ اسکی تحقیق صاحب بحر کے کلام سے وضو کے مسائل
مین مذکور ہوچکی کذا فی الطحطاوی ثم یفیض الماء علی کل بدنہ ثلاثاً مستوعباً من الماء المعہود فی الشرع للوضوء والغسل وہو ثمانیۃ
ارطال پہر وضو کے بعد پانی بہاوی اپنے تمام بدن پر تین بار ہر بار تمام اعضا پر پانی پونہچاکر اوس مقدر پانی سے وضو اور غسل کرے جسقدر مقرر اور معین ہی
شرع مین وضو اور غسل کیواسطے اور وہ آٹھہ رطل پانی ہی ہم غسل کیواسطے ایک صاع پانی معین ہی اور وضو کیواسطے ایک مُد اور صاع چار مد کا ہوتا ہی اور
ہر مُد دو رطل کا اور رطل سے مراد بغدادی رطل ہے جو ۱۳۰ درم کا ہوتا ہی اسواسطے کہ فقہا نے صاع کا اندازہ کیا ہی کہ اوسمین ۱۰۴۰ درم بہر مونگ یا
مسور سماوی کذا فی الطحطاوی مگر دیات وضو کے ترجمہ مین مذکور ہوچکا کہ لکہنؤ کے حساب سے مد تخمیناً تین پاؤ کا ہوتا ہی اور صاع تین سیر پختہ کا صحیحین
نسائی مین امام محمد باقر رضہ سے مروی ہی کہ ہم جابر رضہ کے پاس تہی سو لوگون نے غسل سے سوال کیا جو جابر نے کہا کہ ایک صاع تجکو کفایت کرتا ہی ایکمرد نے
کہا کہ مجکو اسقدر کافی نہین تو جابر نے کہا اوس شخص کو صاع کفایت کرتا تہا جسکے بال تجہہ سے زیادہ تر تہی اور وہ تجہہ سے بہتر تہا یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم کذا فی التیسیر وقیل المقصود عدم الاسراف اور بعضون نے کہا کہ آٹھہ رطل سے مقصود عدم اسراف ہی ہم شارح نے بصیغہ تمریض تضعیف قول
کیطرف اشارہ کیا اور شرنبلالی نے اپنے متن مین اسی قول پر اعتماد کیا ہی بحر الرائق مین کہا کہ تقدیر مذکور لازم نہین یہانتک کہ اگر پورا غسل کرلے صاع
سے کم پانی مین تو کافی ہے اور اگر کفایت نکرے تو صاع سے زیادہ کرے اسواسطے کہ آدمیونکی طبائع اور احوال مختلف ہوتے ہین ایسا مذکور ہی بدائع
مین اور نووی شافعی نے عدم لزوم تقدیر پر اجماع نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی وفی الجواہر لا اسراف فی الماء الجاری لانہ غیر مضیع وقد
قدمناہ عن القہستانی اور جواہر مین ہے کہ جاری پانی مین اسراف نہین ہے اسواسطے کہ وہ پانی تلف نہین ہوتا ہی اور ہمنی اس مسئلہ کو مقدم ذکر
کیا ہی قہستانی سے نقل کرکے ہم یہہ قول ضعیف ہی چنانچہ اسکی تضعیف مسائل وضو مین شرح مذکور ہوچکی بادیاً بمنکبیہ الایمن ثم الایسر ثم
برأسہ ثم علی بقیۃ بدنہ مع دلکہ ندباً وقیل یثنی بالرأس وقیل یبدأ بالرأس وہو الاصح وظاہر الروایۃ والاحادیث قال
فی البحر وبہ یضعف تصحیح الدرر غسل مین پانی بہاوی شروع کرتا ہوا اپنے داہنے مونڈہے سے پہر اوسکے بعد بائین مونڈہے سے پہر اپنے سر سے پہر باقی
بدن پر ملنے کے ساتہہ استحباب کی رو سے اور بعضون نے کہا کہ اول داہنے مونڈہے پر پانی بہاوی پہر دوسری بار سر پر اور بعضون نے کہا کہ سر سے
پانی بہانا شروع کرے اور یہی قول صحیح تر ہی اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہی بحر الرائق کے مصنف نے کہا اور اسیوجہ سے یعنی چونکہ سر سے شروع کرنا
ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہی لہذا درر کی تصحیح کی تضعیف کی گئی ہے یعنی درر مین جو طاہر سے تاخیر سر کی تصحیح کی ہی سو وہ ضعیف قول ہے ہم
ظاہر الروایۃ وہ مسئلہ ہی جو امام محمد کی کتب خمسہ مین مروی ہی یعنی مبسوط جسکو اصل بہی کہتے ہین اور جامع کبیر اور جامع صغیر اور زیادات اور سیر
اور حاکم شہید کی دو کتابین یعنی منتقے اور کافی جو مستخرج ہین کتب خمسہ مذکورہ مین وہ بہی ظاہر الروایۃ ہین اما احادیث پس حضرت میمونہ رضی
اللہ عنہا سے صحاح ستہ مین مروی ہی کہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کیواسطے پانی لائی سو حضرت نے دونون ہاتہہ دو بار یا تین
بار دہوئے پہر آپ نے دونون ہاتہہ ڈالے برتن مین پہر پانی ڈالا شرمگاہ پر اور بائین ہاتہہ سے اوسکو دہویا پہر بایان ہاتہہ زمین پر خوب رگڑا پہر
وضو کیا نماز کا سا وضو پہر تین بار سر پر پانی ڈالا پہر باقی بدن دہویا پہر اوس مقام سے علحدہ ہوئے پہر دونون پانون دہوئے کذا فی العینی شرح الہدایۃ

اور تیسیر الوصول الی جامع الاصول مین صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یون منقول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل
جنابت کرتے تھے تو پہلے دونون ہاتھ دہوتے پہر نماز کی مانند وضو کرتے پہر اونگلیان پانی مین ڈالتے اور اونسے بالونکی جڑون مین خلال کرتے
یہانتک کہ ساری جلد پر پانی پونہچ جانیکا ظن حاصل ہوتا تب اوسپر تین بار پانی بہاتے پہر باقی بدنکو دہوتے پہر دونون پانون دہوتے اور صحیحین
کی ایک روایت حضرت عائشہ سے یہہ ہے کہ جب غسل جنابت فرماتی تو پانی کا برتن ہاتھ مین لیتے اور سر کے داہنی طرف سے شروع کرتے پہر سر کے بائین
طرف سے انتہے پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور اختتام غسل کا پانوون پر اور یہی مذکور ہے ہدایہ مین
تو اسکو قوی اور مسنون سمجہنا چاہیئے واللہ اعلم وَصَحَّ نَقْلُ بِلَّةِ عُضْوٍ اِلٰی عُضْوٍ اٰخَرَ فِیْهِ بِشَرْطِ التَّقَاطُرِ اور غسل مین صحیح ہے
ایک عضو کا پانی دوسرے عضو پر لیجانا بشرط ٹپکنے کے ھ یعنی نقل مین یہہ شرط ہے کہ دوسرے عضو پر جاکر ٹپکے تاکہ دہونا اوسکا ثابت ہو
چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین یہہ مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد تاجیہ سے نقل کیا ہے لَا فِی الْوُضُوْءِ لِمَا مَرَّ اَنَّ الْبَدَنَ کُلَّهٗ کَعُضْوٍ وَّاحِدٍ
نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کیواسطے وضو مین صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ مذکور ہو گیا ہے کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کی مانند ہے یعنی بخلاف
وضو کے کہ اوسمین چار عضو جدا جدا ہین وَفُرِضَ الْغُسْلُ عِنْدَ خُرُوْجِ مَنِیٍّ مِّنَ الْعُضْوِ اور غسل فرض کیا گیا ہے نزدیک نکلنے منی کے
عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے وَاِلَّا فَلَا یُفْرَضُ اتِّفَاقًا لِاَنَّهٗ فِیْ حُکْمِ الْبَاطِنِ اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو بالاتفاق غسل مفروض نہین
اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم مین ہے یعنے شرع مین اوسکا اعتبار نہین جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہین جنابت ثابت
ہوئی ھ دو سبب سے ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے ادخال سے آدمی کی شرمگاہ مین کذا فی الخانیہ مُنْفَصِلٍ عَنْ مَقَرِّهٖ هُوَ صُلْبُ
الرَّجُلِ وَتَرَائِبُ الْمَرْاَةِ وہ منی جو جدا ہوئی اپنے ٹہکانے سے وہ یعنی منی کا قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہے اور عورت کی چہاتی کی ہڈیان وَ
مَنِیُّهٗ غَلِیْظٌ اَبْیَضُ اور مرد کی منی سفید ہے یعنی اور گاڑہی جسکے نکلنے سے آلہ سست ہو جاتا ہے وَمَنِیُّهَا رَقِیْقٌ اَصْفَرُ اور عورت کی منی زرد ہے یعنی
اور پتلی فَلَوِ اغْتَسَلَتْ فَخَرَجَ مِنْهَا مَنِیٌّ اِنْ کَانَ مَنِیَّهَا اَعَادَتِ الْغُسْلَ لَا الصَّلٰوةَ وَاِلَّا لَا تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد
غسل کیا پہر اوسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہے یعنی زرد اور رقیق ہے تو غسل کا اعادہ کرے نہ اوس نماز کا جو غسل کے بعد
اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑہی اور اگر عورت کی منی نہین بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل نکرے
ھ اعادہ غسل کا امام اور محمد کے معتمد قول پر ہے کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہین کہ نماز اوسوقت ادا ہوئی جبکہ
منی در حکم باطن کے تہی تو نماز باطل نہوگی نزول منی سے بعد اوسکی کذا فی الطحطاوی بِشَهْوَةٍ اَیْ لَذَّةٍ وَلَوْ حُکْمًا کَمُحْتَلِمٍ غسل فرض ہوتا ہے
اوس منی سے جو شہوت یعنی لذت کے ساتھ نکلی اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت ھ احتلام والیکو حقیقی
لذت نہین ہوتی کیونکہ اوسکا ادراک مفقود ہے در رمین ہے کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بھاری چیز کے اوٹھانے سے اور مانند اوسکی
بلاشہوت نکلی تو غسل فرض نہین خلافا للشافعی وَلَمْ یَذْکُرِ الدَّفْقَ لِیَشْمَلَ مَنِیَّ الْمَرْاَةِ لِاَنَّ الدَّفْقَ فِیْهِ غَیْرُ ظَاهِرٍ اور مصنف نے منی کی صفت
مین دفق کا لفظ جو بمعنی اوچہلنے اور کودنے کے ہے ذکر نکیا تاکہ منی عورت کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ اوچہل کر منی نکلنا عورت کی منی مین ظاہر
نہین ھ ہدایہ اور کنز مین دفق مذکور ہے لیکن چونکہ امام اور محمد کے نزدیک احلیل سے منی نکلنے مین دفق شرط نہین اور عورت کی منی مین دفق
ظاہر نہین لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح مین دلوالجی سے نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہین یعنی کود کر نہین
نکلتی اوسکی چہاتی سے شرمگاہ مین اوترتی ہے طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اوسمین دفق نہین ہوتا اور اوسمین خارج کیطرف دفع
کرنے کی قوت نہین برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اوسکی منی خارج کیطرف مندفع ہو جاتی ہے وَاَمَّا اِسْنَادُهٗ اِلَیْهِ اَیْضًا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی
خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ الاٰیۃ فَیَحْتَمِلُ التَّغْلِیْبَ اور عورت کی منی کیطرف بھی دفق کی نسبت کرنا حق تعالی کے اس قول مین کہ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ

سو الحسین تو منت تغلیب کا احتمال ہے ھم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہہ ہی کہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا کود نیوالے
پانی سے جو نکلتا ہی پیٹھہ اور چھاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی مین بھی جہندگی ہوتی ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہان تغلیب کا احتمال
ہے یعنی مرد کی منی کو عورت کی منی پر غالب ٹھہرایا جو صفت تھی مرد کی منی کی وہ عورت کی منی پر بھی ثابت کی اور پانی سے مراد مرد اور عورت کی ملی جلی منی
ہے اور چلپی محشی نے دوسرا جواب یون دیا ہی کہ دفق سے مراد اوتر نا ہے منی کا اپنے مکان سے اور نزول بلاشک دونون کی منی مین ثابت ہے
فالمستدل بھا کالقہستانی تبعا لاخی جلبی غیر مصیب تأمل جب آیت مین تغلیب کا احتمال ہوا تو دلیل لانیوالا عورت کی منی کے دافق ہونے
پر اس آیت سے چنانچہ قہستانی شارح نقایہ نے استدلال کیا اخی چلپی کی پیروی کرکے ٹھیک بات پر نہین اسکو غور کرلے ھم اسواسطے کہ جب دلیل مین احتمال
ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال تأمل کی وجہ شاید یہ ہے کہ استدلال ہوتا ہی ظاہر پر اور تغلیب خلاف ظاہر ہے ولانہ لیس بشرط عندھما
خلافا للثانی ولذا قال وان لم یخرج من رأس الذکر بھا اور مصنف نے اسواسطے دفق کا لفظ ذکر نکیا کہ دفق امام اور محمد کے نزدیک شرط
نہین برخلاف ابو یوسف کے اور اسیواسطے مصنف نے کہا اگرچہ منی سر ذکر سے شہوت کے ساتھہ نہ نکلی یعنی اپنی قرارگاہ سے منفصل ہوتے شہوت شرط ہے
دلیل سے نکلنے کیوقت شہوت نرہی ہو ھم دریافت کرنا چاہیے کہ دفق مصدر ہے متعدی اور گاہی لازم بھی آتا ہے کذا فی المنح تو متعدی بمعنی دفع بشدت
ہے اور بامعنی طرفین کے نزدیک سر ذکر سے نکلنے کیوقت دفق شرط نہین اور دفق لازم بمعنی دفوق یعنی خروج اپنے محل سے یعنی سر ذکر سے تو یہہ طرفین
اور ابو یوسف سبکے نزدیک شرط ہے یعنی غسل واجب نہوگا جبتک منی سر ذکر سے خارج نہو تو کلام شارح مین دفق متعدی کی نفی سے نہ دفق لازم کی
کذا فی الطحطاوی وشرطہ ابو یوسف اور سر ذکر سے نکلنے کیوقت دفق اور شہوت کو ابو یوسف نے شرط کہا ہے ھم اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی
چند مواضع مین چنانچہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اوسنے ذکر کو دابا یہانتک کہ شہوت ٹھہر گئی پہر بدون شہوت کے منی نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے
نہ ابو یوسف کے نزدیک یا شہوت سے نظر کی اور منی اپنے محل سے منفصل ہوئی پہر اوسنے ذکر کو دابا کہ شہوت جاتی رہی پہر بدون شہوت کے منی نکلی یا غسل کیا
پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پہر باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک وبقولہ یفتی فی
ضیف خاف ریبۃ واستحیی کما فی المستصفی اور ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جاتا ہی اوس مہمان کے حق مین کہ ڈرا تہمت اور بدگمانی کے
اثر یا چنانچہ مستصفے مین ہی ھم یعنی مہمان کو احتلام ہوا اور اوسنے سر ذکر کو دابا اور شہوت زائل ہونیکے بعد منی خارج ہوئی یہہ حرکت بدگمانی کے قدر
سے کی کہ میزبان کو شبہہ نہ پڑے تو بموجب فتوی غسل اوسپر واجب نہین اور مہمان کی قید سے معلوم ہوا کہ اسکے سوا مین طرفین کے قول پر فتوی ہی
چنانچہ بحر الرائق مین سراج سے مصرح ہے وفی القہستانی والتاتارخانیۃ معزیا للنوازل وبقول ابی یوسف نأخذ لانہ ایسر علی المسلمین
قلت ولاسیما فی الشتاء والسفر اور قہستانی اور فتاوی تاتارخانیہ مین نوازل سے منقول ہی کہ ابو یوسف کے قولکو ہم لیتے ہین اسواسطے کہ
وہ مسلمانون پر آسان تر ہے مین کہتا ہون خصوصا موسم سرما اور سفر مین ھم یعنی ابو یوسف کا قول مطلقا ماخوذ ہی گذشتہ نماز و نہین اور آیندہ مین
اور منصوری شرح مسعودی مین یون ہی کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہی گذشتہ نماز و نہین جو بدگمانی کے خوف سے پڑہین اور طرفین کے قول پر فتوی ہی
صلوات مستقبلہ مین کیونکہ اونمین تہمت کا خوف نہین الحاصل دونون قولکی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ خرج منیہ بعد البول و
ذکرہ منتشر لزمہ الغسل قال فی البحر محملہ ان وجد الشہوۃ وہو تقیید لقولہم بعدم الغسل بخروجہ بعد البول اور خانیہ مین ہی کہ منی نکلی
پیشاب کرنیکے بعد اور حالانکہ اوسکا ذکر استادہ ہی تو غسل کرنا اوسپر لازم ہوا بحر الرائق مین کہا کہ یہہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہی جو استادگی ساتھہ شہوت
بھی پائی جاوی اور وہ یعنی استادگی شہوت کے ساتھہ مقید کرنا ہی فقہا کے اس مطلق قول کو کہ پیشاب کے بعد منی کے نکلنے سے غسل لازم نہین ھم کتب فقہ مین
مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہین تو عدم غسل کا اطلاق مقید عدم انتشار اور شہوت کے ساتھہ ہی صاحب بحر نے کہا
اور اسپر دلیل تجنیس کی یہہ تعلیل ہی کہ حالت استادگی خروج اور انفصال سب دونو پائے گئے بطریق دفق اور شہوت کے کذا فی الطحطاوی وبعد ایلاج

حشفۃ ھی ما فوق الختان آدمی احتراز من الجنی یعنی اذا لم ینزل واذا لم یظہر لہا فی صورۃ الآدمی کما فی البحر اور غسل مفروض ہو آدمی کے
تمام حشفہ داخل کرنے کیوقت آلہ تناسل میں حشفہ اوسکا نام ہے جو ختنہ کرنے کے مقام سے اوپر ہے جسکو سپاری کہتے ہیں آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہے
جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن عورت سے جماع کرے اور اوسکے سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر نہو اور جبکہ عورت کو انزال نہو چنانچہ بحر الرائق میں ہو تو عورت پر غسل
نہیں ہم جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہے خواب میں آتا ہے بار ہا اور مجکو وہ لذت حاصل ہوتی ہے جو میرے زوج کے جماع سے حاصل
ہوتی ہے تو اوسپر غسل نہیں ہے وان انزال کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہوگا یا وہ احتلام ہے اور اگر جن آدمی کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال حشفہ
سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہو اسواسطے کہ مدار احکام کا ظاہر ہے کذا فی البحر او مثلہ قدرہا من مقطوعہا یا وقت داخل کرنے بقدر حشفہ
کے اوس شخص سے جسکا حشفہ کٹا ہے ولو لم یبق منہ قدرہا قال فی الاشباہ لم یتعلق بہ حکم اور جو بقدر حشفہ کے ذکر سے باقی نرہا اشباہ میں
کہا کہ کوئی حکم اوسکے ساتھ متعلق نرہا اور میں نے اوسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم یعنی جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے تعلق رکھتے ہیں جیسے وجوب غسل اور
حلال ہونا مطلقہ کا اور جماع کی قسم میں حانث ہونا یا نہونا اسمیں تین باتیں نرہیں سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقیید کے مفہوم سے یہ نکلتا ہے کہ اوسکے
ساتھ کچھ حکم متعلق نرہا اور عند السوال اسیکا فتوی دیا جاوے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی آدمی حی یجامع مثلہ صبح ثمرتہ غسل فرض ہوتا
ہے حشفہ داخل کرنے سے ایک راہ میں دو راہوں سے کہ قبل اور دبر ہے اس زندہ آدمی کی کہ ویسی کا جماع ہوسکتا ہو اور قیود ثلثہ میں سے ہر قید کا محترز
آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کے قید سے صغیرہ غیر قابل جماع خارج ہوا ہم از بحر و غائب
ہونے حشفہ بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے پر بہت احادیث دلیل ہیں از انجملہ ابوہریرہ کی حدیث ہے صحیح بخاری اور مسلم میں کہ رسول خدا صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخوں میں اور چھوا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہوگیا مسلم کی
روایت میں اتنا زیادہ ہے اگرچہ اوسکو انزال نہوا ہو اور یہ جو مسلم کی حدیث ہے کہ انما الماء من الماء یہ احتلام پر محمول ہے چنانچہ جامع ترمذی میں
عبداللہ بن عباس سے بتصریح مروی ہے کذا فی العینی علیہما ای الفاعل والمفعول لو کانا مکلفین دونوں پر غسل فرض ہے یعنی فاعل اور مفعول
پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونوں مکلف ہوں یعنی عاقل بالغ مسلمان ہوں ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط اور اگر دونوں سے ایک مکلف ہو
یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہے دون المراھق لکن یمنع من الصلوۃ حتی یغتسل غسل فرض نہیں مراہق پر لیکن وہ نماز پڑہنے
سے منع کیا جائیگا یہاں تک کہ نہاوے اسے ہم مراہق وہ صغیر ہے کہ ہنوز بالغ نہیں قریب باحتلام ہے ویؤمر بہ ابن عشر تادیبا اور دس برس کے
لڑکے کو غسل کرنیکا امر کیا جاوے ادب سکہانے کو تا طہارت کی اوسکو عادت ہو جیسے نماز کا اوسکو امر کیا جاتا ہے ہم دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت
بالغہ کا تو عورت پر غسل ہے صغیر پر نہیں لیکن عادت پڑنے کیواسطے اوسکو غسل کرنے کا امر ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وان وطئہ لم ینزل
میتا بالاجماع ادخال حشفہ سے مکلف پر غسل فرض ہے بالاجماع اگرچہ اوسکی منی نہیں نکلی ہم عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ یہی مذہب ہے ہمارے
علما کا اور یہی صحیح ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے بخلاف لو فی دبر غیرہ اما فی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنی دبر
میں حشفہ داخل کرنے سے اوسوقت غسل فرض ہوتا ہے کہ غیر شخص کی دبر میں داخل کرے اور اگر اپنی دبر میں حشفہ داخل کیا سو نہر الفائق میں عدم وجوب
غسل کو ترجیح دی ہے بدون انزال کے ہم نہر الفائق میں کہا کہ اعتماد کے لائق عدم وجوب ہے مگر با انزال اسواسطے کہ وہ اولی ہے صغیرہ اور میتہ سے
تصریح ہے ولا یرد الخنثی المشکل فانہ لا غسل علیہ بایلاجہ فی قبل او دبر ولا علی من جامعہ الا بالانزال لان الکلام فی
حشفۃ وسبیل محققین مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہیں ہوتا اسواسطے کہ اوسپر غسل واجب نہیں حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر میں اور نہ
اوس شخص پر جو خنثی مشکل سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہے اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اوس قبل اور دبر میں ہے جو بلاشبہہ محقق
اور ثابت ہیں ہم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل کرنے سے احد السبیلین میں مکلف پر غسل واجب ہوتا ہے خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم

واجب غسل کا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے کہ خنثے مشکل کا حشفہ اور فرج مشکوک الوجود ہے اور مصنف کا کلام متحقق الوجود مین ہے اوسکو داخل ہونے
مین غسل اسواسطے واجب نہین کہ شاید وہ عورت ہو اور اوسکا ذکر عضو زائد ہو تو اُسکا داخل کرنا بمنزلہ اونگلی داخل کرنے کے ہوا اور اسیطرح دوسرے
خنثے کی فرج مین اگر اوسنے داخل کیا تو غسل دونون پر نہین کہ شاید وہ دونون مرد ہون اور دونو فرجین زائد ہون اور خنثی مشکل کے مفعول ہونے
مین غسل نہین کہ شاید وہ مرد ہو اور اوسکی فرج بمنزلہ زخم کے ہو اور فرج کی تقیید سے معلوم ہوگیا کہ خنثی مشکل کی دبر مین اگر کوئی کا ادخال ہوگا
تو فاعل اور مفعول دونون پر غسل واجب ہوگا اور سبیلین سے مراد ذکر اور فرج ہے اسواسطے کہ دبر خنثی مشکل کی ثابت الوجود ہے بلا شک تو اگر شارح
یون کہتا لا فی الکلام فی حشفته و فرج خنثی تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وعند رؤیة مستیقظ خرج رؤیة السکران و
المغمی علیہ المذی منیا او مذیا وان لم یتذکر الاحتلام اور غسل فرض ہے نزدیک دیکھنے مستیقظ یعنی سوکر جاگنے والیکو منی
کو یا مذی کو بدن پر یا کپڑے پر اگرچہ احتلام ہونا اوسکو یاد نہو شارح نے کہا مستیقظ کی قید سے متوالا اور غشی والے کی مذی کا دیکھنا نکل گیا
ہم یعنی اگر بعد ہوشیار ہونیکے متوالا یا صاحب غشی مذی دیکھیگا تو دونو پر غسل نہین ہے بخلاف مستیقظ کے وجہ فرق یہہ ہے کہ نیند مظنہ ہے
احتلام کا راحت پانے کے سبب سے تو مذی کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا احتیاط کی راہ سے کہ شاید ہوا کی گرمی یا غذا کے سبب سے منی پتلی ہوگئی
اور متوالے اور صاحب غشی مین یہہ سبب متحقق نہین یعنی مستی اور غشی راحت کا سبب نہین مذی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مست بیہوش بعد افاقہ منی
دیکھینگے تو بالاتفاق غسل واجب ہوگا معلوم کرنا چاہیئے کہ مستیقظ کا مسئلہ بارہ صورتون کا محتمل ہے اسواسطے کہ یا اوسکو یقین ہے کہ وہ منی
یا مذی یا ودی ہے یا اوسکو شک ہے منی اور مذی مین یا منی اور ودی مین یا مذی اور ودی مین اور ان چھہ صورتون مین سے ہر صورت کے ساتھہ
احتلام یاد ہے یا نہین تو غسل واجب ہے بالاتفاق جب منی کا یقین ہو احتلام یاد ہو یا نہو یا مذی کا یقین ہو احتلام کے یاد ہونیکے ساتھہ یا شک
ہے منی یا مذی مین یا منی یا ودی مین یا مذی یا ودی مین اور احتلام یاد ہے ان تینون صورتون مین بھی غسل واجب ہے اور جبکہ ودی کا یقین ہو
تو غسل واجب نہین احتلام یاد ہو یا نہو یا شک ہے مذی یا ودی مین اور احتلام یاد نہین یا یقین ہے مذی کا اور احتلام یاد نہین مصنف
نے ان صورتون مین سے چار صورتون کو ذکر کیا اسلیئے کہ جمیع جزئیات کا بیان کرنا لازم نہین ہے نصوص مین نادرة الوجود کا کذا فی الطحطاوی مختصراً
مذی سفید پتلا پانی ہے جو حالت انتشار مین عورت کی ملاعبت کے ساتھہ نکلتا ہے اور ودی گاڑہا پانی سفید ہے جو پیشاب کے بعد اور غسل کے
کے بعد خارج ہوتا ہے احتلام لغت مین خواب دیکھنے کو کہتے ہین اور استعمال مین خواب جماعی کو بولتے ہین جسکے ساتھہ اکثر انزال منی کا ہوتا ہے
الا اذا علم انه مذی او شک انه مذی او ودی وکان ذکره منتشرا قبل النوم فلا غسل علیہ اتفاقاً مگر جبکہ مستیقظ کو بالیقین
معلوم ہو کہ وہ مذی ہے بشرطیکہ احتلام یاد نہو کذا فی الطحطاوی یا اوسکو شک ہے کہ وہ رطوبت مذی یا ودی ہے اور اوسکا ذکر استادہ تہا سونے
سے پہلے تو اوسپر غسل نہین باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے ہم اسواسطے کہ اگر ذکر منتشر تہا سونے سے پہلے تو جو رطوبت پائی گئی جاگنے کے بعد
تو وہ اسی انتشار کے آثار سے ہوگی تو اوسپر غسل لازم نہ آویگا لیکن اگر اوسکو منی ہونیکا گمان غالب ہوگا تو غسل لازم آویگا اور اگر سونے
کیوقت اُسکا ذکر ساکن یعنی استادہ نہوگا تو اس رطوبت کو منی قرار دینگے اور اوسکو غسل کرنا لازم ہوگا شمس الائمہ حلوائی نے کہا یہہ مسئلہ اکثر واقع
ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہین تو اسکا یاد رکہنا ضرور ہوا کذا فی الخانیہ کالودی جیسے ودی کے دیکھنے مین غسل نہین باتفاق احتلام یاد ہو یا نہو
لکن فی الجواهر الا اذا نام مضطجعا او تیقن انه منی او تذکر حلما فعلیه الغسل والناس عنه غافلون لیکن جواہر زواہر حاشیہ اشباہ
و نظائر مین یہہ ہے کہ انتشار قبل النوم مین غسل نہین مگر جبکہ وہ شخص کروٹ پر سویا یا اوسکو منی ہونیکا یقین ہوگیا یا اوسکو احتلام یاد پڑا اور حالانکہ اسکو
منی یا مذی کے ہونے مین شک واقع ہے کذا فی الطحطاوی تو ان تینون صورتون مین اوسپر غسل واجب ہے اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہین

لا یفرض ان تذکر لو مع اللذة و الانزال ولم یر علی رأس الذکر بللاً اجماعاً غسل فرض نہین بالاتفاق اگر احتلام یاد ہو

اگرچہ لذت اور انزال کے ساتھ خواب یاد ہو اور حالانکہ جاہئے سر ذکر پر رطوبت کو نہیں دیکھا ہم اتفاق سے ہوا یہان شیخین اور محمد کا اتفاق ہے
اور خلاف نہیں گرمورتین کذا فے الطحاوی سے ذکر کی قید اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے اگر کپڑے وغیرہ پر رطوبت کو نہ دیکھیگا وکذا المرأۃ مثل
الرجل علی المذھب اور اسیطرح عورت کا حکم ہے مرد کی مانند بنا بر مشہور مذہب کے یعنی بدون دیکھنے رطوبت کے احتلام یاد ہونے سے
عورت پر غسل نہیں جیسے مرد پر غسل نہیں طحاوی نے کہا یہی مذہب معتمد ہے سبکے نزدیک اور وہ جو محمد سے روایت ہے عورت کے وجوب
غسل کی وہ اعتماد کے لائق نہیں شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ ہم اوس روایت کو نہیں لیتے ہیں انتہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اس
مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری اور مسلم مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُم سُلیم ابوطلحہ کی عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس
آئی اور کہا کہ مجکو احتلام ہوا یا رسول اللہ حق تعالی شرم نہیں کرتا حق سے کیا عورت پر غسل ہے جبکہ اوسکو احتلام ہو فرمایا کہ ہان جبکہ وہ پانی
کو دیکھے یعنی جبکہ منی نظر آوے نووی نے شرح مہذب مین اسپر اجماع نقل کیا ہے اگر کوئی کہے کہ تمہارے مذہب مین مفہوم شرط کا معتبر نہین
ہم جواب دینگے کہ حکم غسل کا معلق بشرط ہے تو غسل کا حکم منعدم ہوا عدم اصلی سے اور یہہ نہیں کہ عدم شرط کو عدم حکم مین اثر ہے انتہے
ماثی المنح ملخصا ولو وجد بین الزوجین ماء ولا ممیز ولا تذکر ولا نام قبلھما غیرھما اغتسلا اور اگر درمیان زوجہ اور زوج کے
پانی یعنی منی یا مذی پائی گئی یعنی زوجین بستر پر ننگے سوتے تھے جب بیدار ہوئے تو بستر پر منی یا مذی پائی اور تمیز کی کوئی وجہ نہیں جس سے مرد یا
عورت کی منی ممتاز ہو اور نہ دونوکو احتلام یاد ہے اور اُن دونون سے پہلے کوئی اور شخص اس بستر پر سویا تھا تو دونون پر نہانا واجب ہے
احتیاطا کذا فے الخانیۃ ھ وجہ تمیز کی یہہ ہے کہ مرد کی منی سفید اور گاڑہی ہوتی ہے اور عورت کی منی پتلی اور زرد اور مرد کی منی طول مین واقع
ہوتی ہے اور عورت کی عرض مین تو جسکی علامت پائی جاوے اوسپر غسل لازم ہوگا اور جسکو احتلام یاد ہوگا اوسپر غسل لازم ہوگا اور جو اس بستر پر
اول کوئی سویا ہوگا اور منی خشک ہوگی تو ظاہرا کسی پر زوجین سے غسل واجب نہوگا کذا فی البحر بحثا وفی حشفۃ او قدرھا ملفوفۃ بخرقۃ ان
وجد لذۃ الجماع وجب الغسل والا لا علی الاصح والاحوط الوجوب حشفہ کپڑے مین لپیٹکر قُبُل یا دُبر مین داخل کیا یا بقدر حشفہ مقطوع
الحشفہ نے اسیطرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا اور اگر لذت اور گرمی کذا فی المنح نہیں پائی تو غسل واجب نہیں بنا بر اصح
قول کے اور زیادہ تر احتیاط ہی غسل کے واجب ہونے مین دونو صورتونمین لذت حاصل ہو یا نہو کذا فی البحر وعند انقطاع حیض ونفاس
ھذا وما قبلہ من اضافۃ الحکم الی الشرط اے یجب عندہ لا بہ بل بوجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل کما مر اور غسل فرض
ہے حیض اور نفاس کے منقطع ہونے کیوقت شارح نے کہا یہہ یعنی انقطاع حیض ونفاس اور جو اس سے پہلے مذکور ہو چکا یعنی خروج منی اور ادخال
حشفہ اور رویت مستیقظ وہ من قبیل نسبت کرنے حکم کے ہے طرف شرط کی یعنی غسل واجب ہے خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ
اور انقطاع حیض اور نفاس کے اوقات مین نہ ان اشیا کے سبب سے بلکہ غسل واجب ہے بسبب واجب ہونے نماز کے یا بسبب ارادہ کرنے اوس فعل
کے جو بدون غسل کے حلال نہیں چنانچہ تلاوت قران مثلا جیسا کہ مسائل وضو مین گذر گیا ھ یعنی فقہ کی جن کتابون مین خروج منی وغیرہ کو
غسل کا سبب کہا ہے تو وہان حکم کو شرط کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہیں ہین بلکہ غسل کی شرط ہین اور غسل کا سبب
فی الحقیقۃ وجوب صلوۃ ہے یا ارادہ تلاوت قران مثلا لا عند مذی او ودی غسل فرض نہیں مذی اور ودی کے نکلنے کیوقت اور مستیقظ
کو جو مذی کے دیکھنے سے غسل لازم ہوتا ہے تو اس احتمال سے کہ بدن کی یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہوگئی بل الوضوء منہ ومن البول جمیعا
علی الظاھر بلکہ وضو لازم ہے ودی بعد بول دونون سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ھ اور اسکا نظیر رعاف بعد البول ہے یا بول بعد الرعاف تو
اگر وضو کیا تو دونو کے سبب سے کیا ناقض وضو کا دونون سے ثابت ہوگا اور وہ شخص حانث ہو گا
اگر کہ وضو نکریگا رعاف سے پھر اوسکو رعاف ہوئی پھر پیشاب کیا یا اسکے بالعکس تو وضو دونون سے ثابت ہوگا اور وہ شخص حانث ہوگا
اگر کوئی یہہ پوچھے کہ کیا فائدہ ہے ودی سے وضو کے واجب کہنے مین اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہوگیا اسکی پانچ جواب بحر الرائق مین مذکور

ہین ازانجملہ ایک جواب یہہ ہے کہ جسکو سلسل البول کی بیماری ہو تو اوسکا وضو ودی سے ٹوٹیگا نہ پیشاب سے اور ازانجملہ یہہ ہو کہ جسنے وضو کیا بعد بول کے ودی نکلنے سے پہلے تو اب ودی سے وضو واجب ہوگا اور ازانجملہ وہ جواب ہے جو شارح نے ذکر کیا کذا فی الطحطاوی مختصرًا ولا عند ادخال اصبع ونحوه كذكر غير آدمي وذكر خنثى وميت وصبي لا يشتهى وما يصنع من نحو خشب في الدبر او القبل على المختار اور فرض نہین نہانا وقت داخل کرنے انگلی اور اسکی مانند کے چنانچہ آدمی کی سوا کسی جانور کا ذکر اور خنثی اور میت اور اوس صغیر کا ذکر جسکو شہوت نہین ہوتی اور جو چیز آلت کی مانند بنائی جاتی ہو لکڑی وغیرہ سے یعنی بدکار عورتین شہوت رانی کیواسطے بناتی ہین جسکو اہل ہند سبورا کہتے ہین تو ان سبکا کے قبل یا دبر مین داخل کرنے سے غسل لازم نہین بنا بر قول مختار کے هم دبر مین تو ترجیح متفق ہو مگر قبل مین ترجیح مختلف ہی اسواسطے کہ شیخ الاسلام ابو سعود نے نوح افندی کے کلام سے نقل کیا ہے کہ ادخال قبل مین وجوب غسل کا مختار ہی جبکہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی غسل واجب ہے اسواسطے کہ عورتون مین شہوت غالب ہوتی ہی تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا کذا فی الطحطاوی ملخصًا ولا عند وطء بهيمة او ميتة او صغيرة غير مشتهاة اور فرض نہین نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سے اور نہ اوس صغیرہ کے جماع سے جو شہوت کے لائق نہین هم یہہ محترز ہے اوس قول سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے احد السبیلین مین ادخال حشفہ سے نہانا فرض ہوتا ہی زندہ آدمی کی قید سے جانور زندہ اور مردہ نکل گیا اور قابل شہوت کی قید سے صغیرہ غیر مشتہاة خارج ہو گئی بان تصير مفضاة بالوطء صغیرہ غیر مشتہاة یعنی قابل شہوت نہونا اسطرح ہو کہ جماع کرنے سے درمیان کا پردہ پھٹکر دونون راہین یعنی قبل اور دبر ایک ہو جاوین وان غابت الحشفة جانور وغیرہ کے جماع سے غسل نہین اگرچہ حشفہ اندر چھپ جاوے ولا ينتقض الوضوء فلا يلزم الا غسل الذكر قهستاني عن النظم اور ایسے جماع سے وضو نہین ٹوٹتا تو سوا آلت دہو ڈالنے کے کوئی چیز لازم نہین آتی ایسا نقل کیا ہے قہستانی نے نظم سے وسيجيء ان رطوبة الفرج طاهرة عنده فتنبه اور آگے آویگا کہ رطوبت فرج کی پاک ہی امام کے نزدیک تو ہوشیار ہوجا کہ جماع صغیرہ غیر مشتہاة کے جماع سے آلت کا دہونا صاحبین کے قول پر ہی نہ امام کے قول پر اور یہہ اختلاف فرج داخل مین ہے اسواسطے کہ فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہے اس دلیل سے کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اوسکا دہونا وضو مین سنت ہے اور اگر نجس ہوتی صاحبین کے نزدیک تو دہونا فرض ہوتا کذا فی الحلبي بلا انزال لقصور الشهوة اشیاء مذکورہ مین بدون انزال کے غسل لازم نہین لذت کے ناقص ہونے کیوجہ سے هم یہہ علت ہی اشیاء ماتقدم کی عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہی مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے پہر جب محل مرغوب نہوا تو بدون انزال کے کمال لذت نہین اما به فيحال عليه اور انزال ہونیکے ساتھہ تو غسل کا واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جاویگا یعنی اسوقت مین انزال ہی منظور الیہ اور مقصود نفی الوجوب ہوگا جسپر محال علیہ متصور بالمطالبہ ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی كما لا غسل لو اتى عذراء ولم يزل عذرتها بضم فسكون البكارة فانها تمنع التقاء الختانين الا اذا حبلت لانزالها وتعيد ما صلت قبل الغسل كذا قالوا چنانچہ غسل لازم نہین جو باکرہ سے جماع کیا اور اوسکی بکارت قائم رہی اسواسطے کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ کا ہونا کی ملنی سے یعنی فرج مین دخول حشفہ سے مانع ہو مگر جبکہ باکرہ اس وطی سے حاملہ ہو گئی تو غسل لازم ہوگا عورت کے انزال ہونے کی وجہ سے یعنی اسواسطے کہ بدون انزال جانبین کے حمل متحقق نہین ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے اون نمازونکو پہر پڑہے جو غسل کرنے سے پہلے پڑہ چکی ایسا کہا ہے علماء مذہب نے شارح نے کہا عذرہ بضم عین وسکون ذال بمعنی عبارت ہی بکارت سے هم اعادہ نماز کی یہہ وجہ ہی کہ حمل کے بعد ظاہر ہو گیا کہ اوسنے بدون طہارت کے نماز پڑہی وفيه نظر لان خروج منيها من فرجها الداخل شرط لوجوب الغسل على المفتى به ولم يوجد قاله الحلبي اور قول مذکور کے وجوب غسل مین اعتراض ہی اسواسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سے وجوب غسل کی شرط ہی بنا بر قول مفتی بہ کے اور وہ یہان پایا نہین گیا ایسا کہا حلبی نے هم یعنی جبکہ خروج منی کا نہوا تو اوسپر غسل واجب نہین اگرچہ حمل رہگیا ہو الحاصل باکرہ پر غسل واجب نہین ہوتا مطلقًا اگرچہ وہ حاملہ ہوجاوے اسواسطے کہ قول اصح یہہ ہی کہ اوسپر وجوب غسل کا انزال سے اوسوقت ہوتا ہی جبکہ منی فرج داخل سے فرج خارج کیطرف پہونچے اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا اسلئے کہ ظہور

کا علامت ہی مردہ کے انزال کی اگرچہ اوسکو معلوم نہو مین کہتا ہون اوراعتراض مذکور تمام نہوگا مگر جبکہ کارت خروج منی کی مانع ہو اور حالانکہ
برخلاف اسکے ثابت ہی اسواسطے کہ حیض اوسی محل سے خارج ہوتا ہی وتمامہ فی الطحطاوی ویجب ای یفترض علی الاحیاء المسلمین کفایۃ
اجماعًا ان یغسلوا بالتخفیف المیت المسلم الا الخنثی المشکل فییمم اور واجب ہی یعنی فرض ہے زندہ مسلمانوں پر بطور فرض کفایہ اجماع
کی دلیل سے یہہ کہ نہلاوین مردہ مسلمان کو سوا اوس مردہ کے جو خنثے مشکل ہو تو اوسکو غسل نہ دیجئے بلکہ اوسکو غسل کے عوض تیمم کرا دائیں م
شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلہ مین بھی وجوب سے فرض مراد ہی مصنف نے اپنی
شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہہ فرضیت اجماع سے ثابت ہی اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین ہان ذمہ مکلفین سے اسقاط فرض کا نہوگا
بدون نیت کے تو غرق کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہوگا مگر خانیہ مین زندون پر بھی نیت کو لازم نہین کہا انتہی شارح نے یغسلوا
مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف وتشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہی کہ بالتخفیف کا لفظ بعد
لفظ میت کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہوگئی اسلئے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ میت بالتخفیف وہ ہی جو مرگیا اور میّت
بالتشدید وہ ہی جو زندہ ہے آگے مرےگا کما یجب علی من اسلم جنبًا او حائضًا او نفساء ولو بعد الانقطاع علی الاصح کما
فی شرح نبلالیۃ عن البرھان وعللہ ابن الکمال ببقاء الحدث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہی نہانا اوس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت
یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہوجانے کے بعد اسلام قبول کیا بنا بر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول
ہے اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہی حدث حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جب کہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہوگا بدون غسل
کے او بلغ لا بسن بل بانزال او حیض او ولادۃ ولو ترددًا او اصابت کل بدنہ نجاسۃ او بعضہ وخفی مکانھا جوان ہوا آدمی
عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت جنی اور اوسنے خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر
نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صورتون مین غسل کرنا لازم ہوگا ھ اور اگر بلوغ عمر کے حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہین
مستحب ہی چنانچہ عنقریب آتا ہی اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس ہین اسی قول پر فتوی ہے فی الاصح راجع للجمیع غسل لازم ہی صحیح تر
قول مین شارح نے کہا اصح ہونا سب پانچون صورتون کیطرف راجع ہی وفی التاتارخانیۃ معزیا للعتابیۃ والمختار وجوبہ علی مجنون
افاق قلت وھو یخالف ما یاتی متنا الا ان یحمل ثمہ رای منیا اور تاتارخانیہ مین عتابیہ کیطرف منسوب ہی کہ قول مختار وجوب غسل کا
ہے اس مجنون پر جو ہوش مین آگیا مین کہتا ہون یہہ قول مخالف ہے اوس قول کے جو متن مین آویگا یعنی استحباب غسل کا مگر یہہ کہ وجوب غسل کو اسپر
محمول کیجئے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے بدن یا کپڑے پر منی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجئے تو اب خلاف باقی نرہا وھل
السکران والمغمی علیہ کذلک لم اجدہ اور کیا مست اور صاحب غشی کا حکم اسیطرح مجنون کی مانند ہی ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا
حکم دیکھنا چاہیے یعنی ہمنے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے ھ بحرالرائق مین مذکور ہی کہ مست جب ہوش مین آیا اور اوسنے مذی کو دیکھا تو
اوسپر بالاتفاق غسل نہین تو اگر مذی نہ دیکھیگا تو بطریق اولے اوسپر غسل لازم نہوگا اور صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار
سے نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی والا بان اسلم طاھرًا او بلغ بالسن فمندوب اور اگر ویسا نہین یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے
پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب فرض نہین وسن لصلوۃ جمعۃ ولصلوۃ عید ھو الصحیح کما فی
غرر الاذکار وغیرہ اور غسل کرنا سنت ہی جمعہ کی نماز کیواسطے اور عید کی نماز کیواسطے بھی قول صحیح ہی چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ مین ہی ھ
ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کیواسطے ہی اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کیواسطے ہی اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی اوس
شخص مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پہر اوسکا وضو ٹوٹا اور اوسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑہی تو ابو یوسف کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن

ملہ [illegible]

کے نزدیک ادا ہوئی کذا فی النہر و فی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوٰۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعاً اور خانیہ میں ہے کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل معتبر نہیں باتفاق ابو یوسف اور حسن کے ہم حسن کے نزدیک عدم اعتبار غسل کی یہہ وجہ بحر الرائق میں بیان کی کہ غسل اسواسطے شروع ہوا تا کہ آدمی کے بدن کا میل دور ہو جس سے اجتماع میں تکلیف ہوتی ہے اور یہہ بات حاصل نہیں نماز جمعہ کے بعد نہانے سے اور حسن کے نزدیک گو غسل دن کے سبب سے ہو نہ نماز کے سبب سے لیکن یہہ شرط ہے کہ غسل نماز سے پہلے ہو اور بعضوں کے نزدیک اتفاق مذکور کی حکایت صحیح نہیں اسواسطے کہ عینی نے تصریح کی ہے کہ غسل کرنیکے بعد نماز جمعہ سے حسن کے نزدیک سنت ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً و یکفی غسل واحد لعید و جمعۃ اجتمعا مع جنابۃ اور کفایت کرتا ہے ایکبار غسل کرنا اُس عید اور جمعہ کیواسطے جو جنابت کے ساتھ جمع ہوئی ہیں ہم یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہے تو ایکبار نہانا غسل سنت اور غسل فرض سبکو کفایت کرتا ہے کذا فی النہر عن معراج الدرایۃ کما لفرضی جنابۃ و حیض جیسے جنابت اور حیض دونوں فرضوں کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہے اجتماع حیض اور جنابت کیصورت یہہ ہے کہ انقطاع حیض کے بعد جماع یا احتلام واقع ہوا و لاجل احرام اور غسل سنت ہے احرام حج یا عمرہ کیواسطے و فی جبل عرفۃ بعد الزوال اور غسل سنت ہے عرفات کے پہاڑ میں دوپہر ڈھلنے کے بعد ہم شارح نے یہاں کا لفظ زیادہ کر کے اشارہ کیا کہ غسل عرفہ اسوقت سنت ہے جبکہ داخل عرفات ہو ابن امیر حاج نے کہا کہ یہہ غسل فقط دن کیواسطے نہیں بلکہ ظاہر وقوف عرفات کیواسطے ہے کذا فی الطحطاوی و ندب لمجنون افاق اور غسل کرنا مستحب ہے اُس دیوانہ کیواسطے جو ہوش میں آگیا ہم غسل تین قسم پر ہے فرض سنت مستحب فرض غسل چھہ قسم ہے انزال منی سے بشہوت دوسرے ادخال حشفہ سے تیسرے انقطاع حیض سے چوتھے انقطاع نفاس سے پانچویں غسل میت چھٹے سارے بدن میں نجاست لگنی سے یا بعض بدن میں اور نجاست کا مکان مخفی ہو اور غسل سنت چار ہیں نماز جمعہ کیواسطے اور عید کی نماز کے لئے اور احرام کیواسطے اور وقوف عرفات کے لئے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا المجنون سے و کذا المغمی علیہ کما فی غرر الافکار اور اسیطرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہے افاقہ ہونیکے بعد چنانچہ غرر الافکار میں مذکور ہے و ہل السکران کذلک لم اره اور کیا مست کا بھی اسیطرح کا حکم ہے میں نے اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم شارح سے یہہ کلام مکرر واقع ہوا اور اسکی گفتگو بحر الرائق سے مذکور ہو گئی و عند حجامۃ اور غسل مستحب ہے پچھنے لگانے کیوقت یعنی پچھنے لگانیکے بعد و فی لیلۃ براءۃ اور غسل مستحب ہے شب برات میں یعنی شعبان کی پندرہوین رات میں اس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب بیداری کے لئے اسواسطے کہ اسمیں ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہے اور ہر مومن کیواسطے براءۃ من النار اور براءۃ من الذنوب حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی و عرفۃ اور غسل مستحب ہے شب عرفہ یعنی نوین رات ذی الحجہ میں و قدر اذا رآھا اور غسل مستحب ہے شب قدر میں جبکہ اسکو دیکھے یعنی جبکہ اسکو جانتا ہو بظن غالب اور شرنبلالی کی امداد الفتاح میں ہے کہ غسل مستحب ہے جبکہ شب قدر کو یقیناً دیکھے یا اُن احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر میں وارد ہیں کذا فی الطحطاوی ہم اکثر احادیث صحاح میں عشرہ اخیرہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں طلب کرنا شب قدر کا وارد ہے علی الخصوص اکیسوین اور تیئیسوین اور ستائیسوین واللہ اعلم و عند الوقوف بمزدلفۃ غداۃ یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہے نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کے صبح کو وہان ٹھہرنے کیواسطے ہم مزدلفہ ایک مکان ہے عرفات اور منیٰ کے درمیان و عند دخول منیٰ یوم النحر لرمی الجمرۃ و کذا لبقیۃ الرمی اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل ہونے منیٰ کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھریان مارنے کیواسطے اور اسیطرح باقی سنگساری کیواسطے یعنی یوم النحر کے بعد تین دن جمرات ثلثہ کی سنگساری جو ہوتی ہے تو ہر روز کا نہانا سنگساری کیواسطے مستحب ہے و عند دخول مکۃ لطواف الزیارۃ اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے طواف الزیارۃ کیواسطے تا کہ فرض ادا ہو اکمل طہارتین کے ساتھ اور اسیطرح ہر بار اُس مکان مقدس کے دخول میں بلا نسک غسل مستحب ہے حرمت مکانکی تعظیم کیواسطے کذا فی امداد الفتاح و لصلوٰۃ کسوف و خسوف اور غسل مستحب ہے سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کیواسطے ہم کسوف اور خسوف نشانیان ہیں بندون کے ڈرانے کیواسطے تو اقرب حالات تضرع طہارت کاملہ ہے نماز کیواسطے کذا فی

امداد الفتاح والاستسقاء و فزع و ظلمۃ و ریح شدید اور واسطے طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی روز اور سخت آندھی مین غسل کرنا مستحب
ہے تاکہ باکمل طہارتین التجا الی اللہ تعالیٰ دفع مصیبت کیواسطے حاصل ہو کذا فی امداد الفتاح وکذا للدخول المدینۃ وللحضور مجمع الناس ولمن
لبس ثوبا جدیدا وغسل میتا اور اسیطرح غسل مستحب ہے مدینہ منورہ کے داخل ہونے مین حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور
تکریم کیواسطے اور آدمیون کے مجمع مین جانے کیواسطے غسل مستحب ہے تاکہ لوگونکو میل اور پسینہ کی بدبو سے تکلیف نہو اور اوسکو غسل مستحب ہے جو نیا
کپڑا پہنے یا مردہ نہلادے ہے ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی مین منصوص ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ صاحب بحر نے کہا کہ
یہہ نووی شافعی کا قول ہے ہمنے اپنے علماء کے قول مین نہین دیکھا کذا فی الطحطاوی ولمن یراد قتلہ یا اوس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جسکے
قتل کا ارادہ کیا جاتا ہے یعنی قتل اوسکا خواہ بحد یا قصاص یا بظلم ہو بہرصورت غسل مستحب ہے تاکہ موت طہارت کے ساتھ ہو اور وہ شہید ہو کر
مرے کذا فی الطحطاوی وللتائب من ذنب اور گناہ سے توبہ کرنیوالے کو غسل مستحب ہے تاکہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے
ساتھ اسواسطے کہ طہارت ظاہری نافع نہین بدون طہارت باطنی کے وللقادم من سفر اور غسل مستحب ہے سفر سے آنیوالے کو وللمستحاضۃ انقطع
دمہا اور اوس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہے جسکا خون بند ہو گیا کہ شاید استحاضہ کے اندر حیض واقع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی وثمن ماء
اغتسالہا ووضوئہا علیہ ای الزوج ولو غنیۃ کما فی الفتح لانہ لا بد لہا منہ فصار کالشرب فالمجوس علیہ اور زوجہ
کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہے اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہے اسواسطے کہ عورت کو غسل اور وضو کا پانی
ضرور ہے پینے کے پانی کی برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہے حمام کی اجرت قیاس ہے صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہین اور یہہ جو خلاصہ
مین تفصیل مذکور ہے کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا پانی زوج پر ہے اور مالدار کا نہین سو ضعیف قول ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان
الاغتسال لا عن جنابۃ وحیض بل لازالۃ الشعث والتفث قال شیخنا الظاہر انہ لا یلزمہ اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت
اور حیض سے نہو بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل کے دور کرنے کیواسطے ہو تو ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہر ایسے نہانے کے پانی
کی قیمت زوج پر لازم نہین ہے اسواسطے کہ یہہ ضروریات سے نہین ہے بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہے اور اس کلام سے نکلتا ہے کہ سر کا تیل اور
شانہ کی اجرت واجب نہین زوج پر کذا فی الطحطاوی ویحرم بالحدث الاکبر دخول مسجد لا مصلی عید وجنازۃ ورباط ومدرسۃ
ذکرہ المصنف وغیرہ فی الحیض وقبیل الوتر لکن فی وقف القنیۃ المدرسۃ اذا لم یمنع اہلہا الناس من الصلوۃ فیہا
فہی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہے جانا مسجد کا اور حرام نہین داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا
اور صوفیون کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہے مصنف وغیرہ نے حیض مین اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف مین ہے کہ جب
اہل مدرسہ لوگونکو اوسکے اندر نماز پڑھنے سے مانع نہون تو وہ مدرسہ مسجد ہے تو مدرسہ مذکورہ مین مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فناء مسجد در حکم
مسجد ہے جواز اقتدا مین اگرچہ صفوف متصل نہون نہ دخول کے حرام ہونے مین کذا فی الطحطاوی عن النہر ولو للعبور خلافا للشافعی
الا لضرورۃ حیث لا یمکنہ غیرہ جنب وغیرہ پر دخول مسجد کا حرام ہے اگرچہ دخل گذرنا ہو خلافا للامام الشافعی کہ عبور کرنا مسجد مین جائز
ہے ضرورت سے اسطرحپر کہ سوائے مسجد کے اور طرف سے نکلنا اوسکو ممکن نہین ہے ضرورت کی یہہ صورت ہے کہ اوسکے گھر کا دروازہ مسجد مین ہو اور ضرورت
کی قید ملا خسرو نے درر مین لگائی ہے اور خوب قید ہے اگرچہ اطلاق مشائخ کے مخالف ہے صاحب بحر نے کہا اسمین یہہ قید لگانا بھی لائق ہے کہ دوسری
طرف دروازہ نہین کر سکتا اور ماوس گھر کے سوائے اور مکان کے رہنے پر قادر نہین کذا فی المنح ولو احتلم فیہ ان خرج مسرعا تیمم
ندبا وان مکث لخوف تیمم وجوبا ولا یصلی ولا یقرء اور اگر کسی شخص کو مسجد مین احتلام ہوا تو اگر مسجد سے جلد نکلا تو اوسکو تیمم کرنا مستحب
ہے اور اگر مسجد مین ٹھہرا رہا خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہے اور اس تیمم سے نہ نماز پڑھے نہ قرآن ہے

[illegible]

اس تیمم سے نماز اسواسطے صحیح نہیں کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہیں اور اباحت نماز کیواسطے وہ تیمم شرط ہے کہ عبادت مقصودہ کیواسطے کیا جاوے
کذا فی الطحطاوی ویحرم بہ تلاوۃ قرآن ولو دون آیۃ علی المختار اور حدث اکبر سے حرام ہے تلاوت قرآن کی اگرچہ آیت سے کم
پڑھے بنابر قول مختار کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور منذری نے اوسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لا یقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پڑھے حائض اور نہ جنب کچھہ
قرآن کو تو اطلاق آیت اور کم آیت دونوں کو شامل ہے اور یہی قول ہے کرخی کا اور صاحب ہدایہ نے اسکو تجنیس میں اور قاضی خان نے شرح جامع
صغیر میں اور ولوالجی نے اپنے فتاوی میں صحیح کہا ہے اور اسیطرح نسفی اور کافی میں ہے اور صاحب بدائع نے اسکو عامہ مشائخ کیطرف منسوب
کیا ہے تصحیح کے ساتھہ اس دلیل سے کہ احادیث میں قلیل اور کثیر کی تفصیل نہیں اور طحاوی کی روایت میں آیت سے کم قرآن کا پڑھنا مباح
ہے اور صاحب خلاصہ نے اسکو صحیح کہا اور فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر میں اور زاہدی نے اکثر مشائخ کیطرف نسبت کیا صاحب بحر الرائق
نے بعد حکایت مذکورہ کے کہا الحاصل کمتر از آیت میں تصحیح مختلف ہے لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہے اسواسطے کہ احادیث میں تفصیل
نہیں اور تعلیل نص کے مقابلہ میں مردود ہے اسواسطے کہ لفظ شیئا کا چنانچہ کافی میں ہے نکرہ ہے سیاق نفی میں تو اوسنے عموم کا فائدہ دیا
اور کمتر از آیت بھی قرآن ہے تو اوسکی بھی قرأت ممنوع ٹھہری پوری آیت کی مانند کذا فی منح الغفار بقصدہ فلو قصد الدعاء او الثناء
او افتتاح امر او التعلیم ولقن کلمۃ کلمۃ حل فی الاصح قرآن کا ارادہ کرکے جنب وغیرہ کو تلاوت کرنا حرام ہے تو اگر آیات قرآنی
سے دعا کرنیکا قصد کیا یا ستائش کا یا شروع کرنا کسی کام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم کیا تو اسطرح حلال ہے صحیح تر قول میں
ہم عیون میں ہے کہ اگر سورہ فاتحہ کو پڑھا بطور دعا کے یا اور آیات کو جنمیں دعا کی معنی ہیں اور تلاوت کا قصد نکیا تو لا بأس بہ انتہی اور
اسیکو حلوانی نے مختار کہا ہے اور صاحب غایۃ البیان نے اور ہندوانی نے کہا کہ میں اسکا فتوی نہیں دیتا اگرچہ امام سے مروی ہے کذا
فی الطحطاوی حتی لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ یہانتک کہ اگر فاتحہ سے ستائش کا قصد کرے نماز جنازہ میں تو مکروہ
نہیں یعنی قرآن کا پڑھنا اگرچہ نماز جنازہ میں جائز نہیں لیکن اگر بعد سبحانک اللہم کے سورہ فاتحہ بقصد ثنا پڑھیگا تو جائز ہے یہہ تفریع
ہے قصد الثنا پر الا اذا قرأ المصلی قاصدا الثناء فانها تجزیہ لانها فی محلها فلا یتغیر حکمها بقصدہ مگر جبکہ نماز گذار
اپنی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھے ثنا کی نیت کرکے تو وہ قرأت اوسکو کافی ہے اسواسطے کہ قرأت فاتحہ اپنی مناسب مقام میں ہے تو اوسکا حکم نہ بدلیگا اوسکے
قصد کرنے ثنا سے ہم یہہ استثنا کلام محذوف سے مرتبط ہے تقدیر کلام یون ہے کہ نماز جنازہ میں فاتحہ مکروہ نہیں اسواسطے کہ قصد ثنا سے فاتحہ
قرآنیت سے خارج ہوئی مگر اسصورت میں خارج نہیں اور یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر سورہ فاتحہ کا اخراج قرآنیت سے بقصد ثنا صحیح ہو تو چاہئے کہ فاتحہ
پڑھنا ثنا کے قصد سے نماز کامل میں کفایت نکرے حالانکہ وہ کافی ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل میں سورہ فاتحہ اپنے محل پر ہے تو اب ثنا کا
قصد کرنا اوسکے حکم کو بدل نہیں سکتا کذا فی الطحطاوی عن النہر یعنی اور نماز جنازہ میں فاتحہ خوانی کے محل نہ تھی تو وہان قصد ثنا نے حکم کو بدلدیا
ومس مصحف مستدرک علیہ بما بعدہ وھو ما قبلہ ساقط من نسخ الشرح وکانہ لانہ ذکرہ فی الحیض اور حدث اکبر سے حرام
ہے چہونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ زائد بے حاجت ہے اسواسطے کہ بعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہے اور وہ اور ماقبل اوسکا
یعنی مس مصحف اور تلاوہ قرآن مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہے اور شاید کہ مصنف کا ساقط کرنا شرح سے اسواسطے ہے کہ اوسکو حیض
کے مسائل میں مصنف نے ذکر کیا ہے ویحرم بہ طواف لوجوب الطہارۃ فیہ اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا طواف کرنا حرام ہے بسبب واجب
ہونے طہارت کے طواف میں ہم صحیحین میں مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض میں طواف
بیت اللہ سے منع کیا اور باقی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا ہے طواف کی حرمت کا فتح القدیر میں کہا کہ اس

تعلیل پر اقتصار اولے نہین بلکہ طواف مین طہارت واجب ہے تو اگر وہان مسجد نہوتی تو بھی طواف جنب پر حرام ہوتا کذا فی البحر وفیہ ما فیہ (و) اسے
یا اکبر ہو یا الاصغر مس مصحف ای ما فیہ آیۃ کدرہم وجدار اور حرام ہوتا ہے حدث اکبر اور حدث اصغر سے چھونا مصحف کا مصحف
سے یہان مراد وہ چیز ہے جسمین قرآن شریف کی آیت مرقوم ہو چنانچہ درہم اور دیوار ہم جیسا کہ مصحف مجید کا چھونا حرام ہو اگرچہ
فارسی مین لکھا ہو یہی صحیح ہے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر مین ہے تجنیس سے اور حرمت مین موضع کتابت اور غیر موضع کتابت دونون
برابر ہین اور بعضون نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہے اور محل خلاف مصحف مجید مین اور غیر مصحف مین اگر آیت لکھی ہو تو اوسمین حرام نہین مگر مرقوم کا
چھونا کذا فی باب الحیض من البحر وھل مس نحو التوراۃ کذلک ظاہر کلامھم لا اور توریت اور مانند اوسکی چنانچہ انجیل اور زبور کا
چھونا بھی مصحف کی مانند حرام ہے یا نہین فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اونکا چھونا حرام نہین ہے اسیطرح نہر الفائق مین مذکور ہے اور
قہستانی مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ توریت وغیرہ مین جہان تحریف اور تبدیل واقع نہین ہوئی اوسکا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہے کذا
فی الطحطاوی الا بغلاف متجاف غیر مشرز او بصرۃ بہ یفتی مگر جداگانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پر چپکا نہین پس مصحف حرام نہین
یا درم کی تھیلی کے ساتھ اوس درم کا چھونا جسپر آیت لکھی حرام نہین اسیکا فتوی ہے ہم غلاف جداگانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف مصحف
اور چپکا چنانچہ مصحف کی چولی تو جزدان کے ساتھ چھونا جائز ہے اور چولی کے ساتھ جائز نہین اسپر فتوی ہے سراج مین اور کافی مین چولی کی
ساتھ بھی چھونے کو اصح کہا ہے تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے مین اختلاف ہے تو بموجب کافی کے جائز ہے
اور بموجب سراج کے جائز نہین ہدایہ مین اسیکو صحیح کہا ہے اور خلاصہ مین ہے کہ اسی پر اکثر مشائخ ہین اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا
فی الطحطاوی من النہر وحل قلبہ بعود اور پلٹنا مصحف کے ورق کا لکڑی سے حلال ہے واختلفوا فی مسہ بغیر اعضاء الطہارۃ وبما
غسل منہا وفی القراءۃ بعد المضمضۃ والمنع اصح اور علما نے اختلاف کیا مصحف کے چھونے مین غیر اعضاء طہارت سے اور انہین سے جسکو
دھو لیا اور جنب کے قرآن پڑھنے مین کلی کرنے کے بعد اور جائز نہونا صحیح تر قول ہے ہم اعضاء طہارت سے اعضاء وضو مراد ہین اسواسطے کہ حدث
اکبر مین تمام اعضا طہارت کے ہین ولا یکرہ النظر الیہ ای القرآن لجنب وحائض ونفساء لان الجنابۃ لا تحل العین اور قرآن
کا دیکھنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہین اسواسطے کہ ناپاکی آنکھ مین نہین سماتی کما لا تکرہ ادعیۃ ای تحریما جیسے
دعاؤنکا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہین یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہین والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولی
وھو مرجع کراہۃ التنزیہ اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مطلق ذکر کیواسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب ہے اور مستحب کا
ترک کرنا خلاف اولی ہے اور خلاف اولی نقل کا رہو کراہت تنزیہی کا ہم اور بعضون کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت مؤکدہ کے مقابلہ مین ہے
اور خلاف اولے مین تو اصلا کراہت نہین کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ مس صبی لمصحف ولوح اور مکروہ نہین چھونا لڑکے نے بے وضو کا مصحف
اور اوس تختی کو جسپر قرآن لکھا ہو ولا باس بدفعہ الیہ وطلبہ منہ للضرورۃ اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر اور کچھ ڈر نہین
بالغ بے وضو کو مصحف کے دینے مین لڑکے کو اور مصحف کے طلب کرنے مین اوس سے چنانچہ بحر الرائق مین ہے مصحف کا دیا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے
اسواسطے کہ یاد کرنا لڑکپن مین جیسے نقش پتھر مین ہم چونکہ لڑکون سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہے انپر اور نا بلوغ تاخیر کرنے مین خلل قرآن کی تحصیل
تو اس ضرورت سے اونکو مس مصحف اور اوسکا دیا لینا جائز ہوا ولا تکرہ کتابۃ قرآن والصحیفۃ او اللوح علی الارض عند الثانی
خلافا لمحمد وینبغی ان یقال ان وضع علی الصحیفۃ ما یحول بینہا وبین یدہ یؤخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث قالہ الحلبی
اور مکروہ نہین بے وضو کو لکھنا قرآن کا اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکھتا ہے زمین پر ہو ابو یوسف کے نزدیک برخلاف قول محمد کے اور حلبی نے کہا
مناسب ہے کہ اگر کاغذ پر کوئی چیز رکھی جاوے جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف کا قول لیا جاوے اور اگر ایسا نہین ہے تو محمد کا قول

کیا جاوے ایسا کہا ہے حلبی نے ہم اور دوسری وجہ توفیق یہہ ہے کہ ابو یوسف کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہے اور محمد کا قول تنزیہی پر بدلیل
قول محمد أحبّ إليّ أن لا يكتب یعنی میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہے کذا فی الطحطاوی ویکرہ له قراءة توریٰة وانجیل وزبور لان الکل
کلام الله وما بُدِّل منها غير معين اور جنب وغیرہ کو مکروہ ہے پڑھنا توریت اور انجیل اور زبور کا اسواسطے کہ یہہ اللہ تعالے کا کلام ہے اور جو ان کتابوں
مین تبدیل اور تحریف واقع ہوئی یہود اور نصاریٰ سے وہ معلوم نہین بالخصوص ہم فتح القدیر مین فتاویٰ ظہیریہ سے اسی قول پر فتویٰ منقول ہے
کذا فی المنح وجزم العینی فی شرح المجمع بالحرمة اور عینی نے شرح مجمع مین حرمت قرأت پر یقین کیا ہے وخصّها فی النهر بما لم يبدّل
اور نہر الفائق مین حرمت قرأت کو خاص کیا اوسکے ساتھ جسمین تبدیل اور تحریف نہین ہوئی لا قراءة قنوت جنب مکروہ نہین جنب وغیرہ کو پڑھنا قنوت
کا اسی پر فتویٰ ہے کذا فی المنح اور مراد کراہت منفی سے کراہت تحریمی ہے نہ تنزیہی ولا اکله وشربه بعد غسل ید وفم اور مکروہ نہین جنب وغیرہ
کو کہانا اور پینا ہاتھ اور منہ کے دہو ڈالنے کے بعد ولا معاودة اهله قبل اغتسال الا اذا احتلم لم یأت اهله اور مکروہ نہین جنب
کو پہر صحبت کرنا اپنی اہلیہ کا نہانے سے پہلے مگر جبکہ جنابت احتلام کے ہونے سے ہوئی ہو تو بدون نہانے کے اپنی اہلیہ سے صحبت نکرے ہم یہہ
روایت فتح القدیر مین مستصفے سے منقول ہے قال الحلبی ظاهر الاحادیث انما تفيد الندب لا نفی الجواز المستفاد من کلامه حلبی نے
کہا کہ ظاہر احادیث تو دلالت نہین کرتا مگر استحباب ترک جماع پر قبل غسل کے نہ عدم جواز جماع پر جو حاصل ہوتا ہے فتح القدیر کے کلام سے طحطاوی
نے کہا کہ یہہ طرز شارح کا مناسب نہین اسواسطے کہ ضمیر کا مرجع پہلے مذکور نہین کر دیا والتفسیر کمصحف لا الکتب الشرعیة فانه
رخّص مسّها بالید لا التفسیر کما فی الدرر عن مجمع الفتاویٰ اور تفسیر مصحف کی مانند ہے نہ شرعی کتابین اسواسطے کہ بدون طہارت کے
شرعی کتابون مین ہاتھ لگانے کی رخصت دیگئی ہے نہ تفسیر مین ہاتھ لگانے کی چنانچہ درر مین ہے مجمع الفتاویٰ سے منقول ہم شرعی کتابون سے
مراد حنفیہ حدیث اور فقہ کی کتابین وفی السراج المستحب ان لا یأخذ الکتب الشرعیة بالکم ایضا تعظیما اور سراج مین کہا کہ مستحب
یہہ ہے کہ شرعی کتابونکو آستین سے بھی نہ پکڑے تعظیم کیوجہ سے ہم یہہ قول مخالف نہین ہے قول سابق کے اسواسطے کہ استحباب نفی وجوب کے مخالف نہین
لکن فی الاشباه من قاعدة اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام وقد جوّز اصحابنا مسّ کتب التفسیر للمحدث ولم یفصّلوا
بین کون الاکثر تفسیرا او قرآنا ولو قیل به اعتبارا للغالب لکان حسنا قلت لکنه یخالف ما مرّ فتدبر لیکن اشباہ مین
منجملہ مسائل اس قاعدہ کے کہ جب حلال اور حرام یکجا ہو تو حرام ہی غالب ہو جاتا ہے اور البتہ ہمارے عالمون نے تفسیر کی کتابون کا چہونا محدث
کیواسطے جائز رکہا اور تفصیل نہین کی تفسیر کے زیادہ ہونے مین یا قران مین یعنی یہہ نہین کہا کہ اگر تفسیر کی عبارت زیادہ ہو قران سے تو جائز ہے
اور اگر قران کے الفاظ زیادہ ہون تفسیر سے تو جائز نہین اور اگر اس تفصیل کے قائل ہو جیو غالب چیز کا اعتبار کرکے تو البتہ خوب بات ہے مین
کہتا ہون کہ اشباہ کا قول مخالف ہے متن کے جو گذر گیا تو اہے مخاطب اسمین تامل کر ہم خلاصہ یہہ ہے کہ اہل مذہب کی دو عبارتین مطلق ہین منع اور جواز
نہین اور ظاہر اشباہ کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ جواز مس تفسیر سب علما کا قول ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ماتن نے جو درر کے قول پر اعتماد کیا ہے قابل
اعتماد کے نہین بسبب مخالفت اجماع کے اور علامہ نوح نے جوہرہ اور سراج سے نقل کیا کہ کتب تفسیر مین موضع قران کا چہونا جائز نہین اور اسکے
سوا کا چہونا درست ہے برخلاف مصحف کے کہ اُسکا بالکل چہونا بے طہارت درست نہین اور فتح القدیر مین ہے کہ مکروہ ہے چہونا کتب تفسیر اور فقہ
اور سنن کا اسواسطے کہ یہہ کتابین آیات قرانی سے خالی نہین اور منیۃ المصلی مین ہے کہ مکروہ ہے یعنی محدث وغیرہ کو چہونا تفسیر اور فقہ کی کتابونکا بہی
انتہے تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ عالمون کا کلام تفسیر مین کراہت کیوجہ سے ہے نہ منع اور حرمت کے سبب سے تو صاحب درر کا یہہ کلام لا التفسیر
اسپر محمول ہے کہ تفسیر کا چہونا مرخص نہین بلکہ مکروہ ہے اور یہہ مطلب نہین کہ اوسکا چہونا حرام ہے جیسا کہ ماتن سمجہا ہے اسواسطے کہ اوسمین حرمت کی تصریح
نہین مین کہتا ہون سب عبارتون سے بہتر وہ عبارت ہے جو کہ جوہرہ اور سراج مین ہے اسواسطے کہ وہی قواعد فقہیہ سے موافق تر ہے کذا فی الطحطاوی

مختصر **فروع** مسائل متفرقہ شارح کی عبارت اذا صار المجال لا تقرا منہ ولا یخاف ان یضیع یجعل فی خرقۃ طاہرۃ ویدفن یعنی جبکہ مصحف ایسا بوسیدہ ہو جائے یا نہایت کہنہ
ظاہر ہو کہ اوسمین پڑھا نجاوے تو دفن کیا جاوے مسلمان میت کیطرح یعنی بطور لحد یا شق کے ویمنع الکافر من مسہ اور کافر کو منع کیا جاوے مصحف
کے چھونے سے وجوزہ محمد اذا اغتسل اور کافر کو اسکا چھونا محمد بن حسن نے جائز کہا ہے جبکہ کافر نے غسل کیا ہو ہم ظاہر ایہہ قول
معتمد نہیں کہ شیخین کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بتعلیمہ القرآن والفقہ عسی ان یہتدی اور مضائقہ نہیں کافر کو قرآن اور فقہ
کے سکہانے مین شاید کہ راہ راست پر آجاوے یعنی مسلمان ہو ہم معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کافر کو بتوقع ہدایت جائز ہے تو اس زمانہ مین جو
بعضے نام کے مسلمان نصارے کو قرآن پڑھاتے ہین نوکری کی طمع سے سو جائز نہین بلکہ بالیقین حرام ہے اسواسطے کہ نصاری مسلمانون کے
الزام دینے کیواسطے سیکھتے ہین اور قرآن مجید کے رد کرنے مین اپنے گمان فاسد مین کتابین تصنیف کرتے ہین حق تعالی اہل اسلام کو غیرت
دے کہ مزید طمع اور حرص سے ایسی بیغیرتی اور بے دینی اختیار نکرین ویکرہ وضع المصحف تحت راسہ الا للحفظ والمقلمۃ علی
الکتاب الا للکتابۃ اور مکروہ ہے مصحف کا رکھنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہے اور قلمدان کا رکھنا کتاب پر مکروہ ہے مگر لکھنے
کیواسطے جائز ہے یعنی کتابت کیحالت مین ویوضع النحو ثم فوقہ التعبیر ثم الکلام ثم الفقہ ثم الاخبار والمواعظ ثم التفسیر اور منصوص
و غیرہ مین اول رکھی جاوین علم نحو کی کتابین پھر اونکے اوپر علم تعبیر کی کتابین پھر اونکے اوپر علم کلام یعنی عقائد کی کتابین پھر اونکے اوپر فقہ کی کتابین
پھر احادیث اور پند کی کتابین پھر تفسیر کی کتابین ہم لغت کی کتابین نحو کی مانند ہین چنانچہ قنیہ مین ہے اور مصحف کا ذکر نہین کیا اسواسطے کہ وہ
فوق الکل ہے تنکرہ اذابۃ درہم علیہ آیۃ الا اذا کسرہ مکروہ ہے پگھلانا اور گلانا اوس درم کا جسپر آیت قرآنی کا سکہ ہے مگر جبکہ درم توڑا
جاوے تو اب درست ہے ہم توڑنے سے حروف متفرق ہو گئے تو اب گلانے مین اہانت نہین اور اگر آیت سے کم ہے تو بدون توڑنے کے بھی گلانا درست
ہے کذا فی الطحطاوی رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل جو تعویذ جدا گانہ غلاف مین ہو یعنی تعویذ پر
مڑھا ہو تو اسکا لیجانا پاخانہ مین مکروہ تحریمی نہین اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہے ہم علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر مین ہے کہ عالمون کا
اجماع ہے اسپر کہ تعویذ اور افسون تین شرطون کے ساتھ جائز ہے ایک یہہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اوسکی صفات سے ہو اور دوسری یہہ کہ
عربی زبان مین ہو یا اس زبان مین جسکے معنی معلوم ہون تیسری یہہ کہ یہہ اعتقاد ہو کہ افسون بالذات متاثر نہین بلکہ بتقدیر الہی اثر کرتا ہے اور قرطبی نے کہا
کہ رقیہ یعنی افسون تین قسم ہے ایک قسم وہ ہے جسکا مطلب و معنی معلوم نہین تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کہ مبادا اوسمین شرک ہو دوسری قسم یہہ کہ بکلام
الہی اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہے پھر اگر احادیث مین منقول ہے تو وہ مستحب ہے تیسری قسم یہہ کہ اسماء ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر مخلوقات
چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہین اور نہ اسکا شرع مین حکم ہے تو اسکا ترک کرنا بہتر ہے مگر یہہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ حلف بغیر اللہ
تو اب پرہیز کرنا لائق ہے کذا فی الطحطاوی لمصاحبہ یجوز رمی برایۃ القلم الجدید ولا ترمی برایۃ القلم المستعمل لاحترامہ کحشیش المسجد
وکناستہ ولا تلقی فی موضع یخل بالتعظیم اور جائز ہے نئے قلم کا تراشا پھینکنا اور نہ پھینکا جاوے مستعمل قلم کا تراشا اوسکی حرمت اور تعظیم کیوجہ
سے جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑا اور نہ ڈالا جاوے ایسے مقام مین کہ مخل ہو اوسکی تعظیم کا ہم لکھنے والے قلم کی تراشے کی تعظیم اس جہت سے ہے کہ قلم
سے اسماء ربانی اور انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے اسماء مبارک لکھے جاتے ہین علاوہ یہہ ہے کہ حروف کو بذات خود احترام ہے اور قلم جدید کے
تراشے مین یہہ بات نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لف شیء فی کاغذ فیہ فقہ وفی کتب الطب یجوز ولو فیہ اسم اللہ تعالی والرسول
فیجوز محوہ لیلف فیہ شیء اور جائز نہین لپیٹنا کسی چیز کا اس کاغذ مین جسمین فقہ کے مسائل لکھے ہون اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہے اور اگر
اوسمین اللہ تعالی اور رسول کریم کا نام ہو تو اسکا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کیواسطے جائز ہے ومحو بعض الکتابۃ بالریق یجوز اور بعضے لکھے حرف کا
مٹانا لعاب دہن سے جائز ہے ہم بعض کی قید سے اللہ تعالی کا نام پاک اور قرآن خارج ہو گیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہو چکی ہے وقد ورد النہی

فی مَحوِ اسمِ اللہِ بالبُزاقِ اور البتہ نہی وارد ہوا اللہ تعالیٰ کے نام مٹانے مین تھوک سے وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام القرآنُ احبُّ
الی اللہِ تعالیٰ مِنَ السمٰوٰتِ والارضِ ومَن فیہن اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ قرآن محبوب تر ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک
آسمانون اور زمین سے اور اُن اشخاص سے جو اونکے درمیان مین ہین ھم شاید کہ اس حدیث سے اسکا اشارہ کیا کہ قرآن بھی اللہ تعالیٰ کے نام
کے ساتھ ملحق ہے مٹانے کی نہی مین کذا فی الطحطاوی یجوز قربانُ المرأۃِ فی بیتٍ فیہ مصحفٌ مستور عورت سے قربت کرنا اُس کوٹھری مین جا
ہے جسمین مصحف در پردہ ہے بساطٌ وغیرہٗ کُتِبَ علیہ الملکُ للّٰہ یُکرہ بسطُہ واستعمالُہ لا تعلیقُہ للزینۃ فرش یا سواے اوسکی
تکیہ وغیرہ ہو جسپر الملک للّٰہ لکھا ہے اُسکا بچھانا اور اُسکا استعمال کرنا مکروہ ہے اور لٹکانا اوسکا آرائش کیواسطے مکروہ نہین وینبغی ان لا
یکرہ کلامُ الناسِ مطلقًا وقیل یکرہ مجرد الحروف والاول اوسع وتمامہ فی البحر وکراہیۃ القنیۃ اور لائق یہ ہے کہ مکروہ نہوے
آدمیون کا کلام لکھا ہوا ہر طرح کے استعمال مین اور بعضون نے کہا کہ فقط حرفون کا ابتذال مکروہ ہے اور قول اول مین زیادہ تر وسعت ہے اور اسکا
پورا بیان بحر الرائق اور قنیہ کی کتاب الکراہیۃ مین ہے قلت وظاہرہ انتفاء الکراہۃ بمجرد تعظیمہ وحفظہ علق اولا زین بہ اولا اور ظاہر
کلام بحر الرائق نہونا ہے کراہت کا صرف اوسکی تعظیم اور حفاظت کرنے سے جسپر الملک للّٰہ لکھا ہو خواہ اوسکو لٹکائے یا نہین اوس سے آرائش کیجے یا نہین
وھل ما یکتب علی المراوح وجدر الجوامع کذلک یحرر اور جو کہ پنکھون اور جامع مسجد کی دیوارون پر لکھا جاتا ہے وہ بھی فرش کی نوشت کی مانند ہے
یا نہین جواب اسکا لکھا جاویگا ھم باب الوتر والنوافل سے پہلے شارح نے فروع مین لکھا ہے کہ مسجد کی دیوارون پر لکھنا لائق نہین اور نہایہ مین ہے
کہ قرآن کا لکھنا محراب اور دیوارون پر خوب نہین سقوط کتابت اور پانون پڑنے کے خوف سے کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

باب المیاہ

یہ باب ہے پانیون کے مسائل مین ھم اب اُسکا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہے اصطلاح مین باب عبارت ہے اُن مسائل فقہ سے جنکے
احکام ماقبل اور مابعد سے جداگانہ ہین اور وہ مترجم بکتاب اور فصل نہین کذا فی المنح جمعُ ماءٍ بالمدّ ویُقصر اصلُہ موہٌ قُلبت الواو الفًا
والھاء ھمزۃً میاہ جمع ہے ماء کی ساتھ مد کے یعنی جسمین الف کے بعد ہمزہ ہے اور کاہے اوسکو بے ہمزہ بھی بولتے ہین اصل اُسکی موہ ہے
واو کو الف سے بدلا اور ہا ہوز کو ہمزہ سے وھو جسمٌ لطیفٌ سیالٌ بہٖ حیاۃُ کلِّ نامٍ اور پانی جسم لطیف ہے یعنی غالبًا بصارت کا حاجب
نہین اور بہنے والا ہے جس سے ہر بڑھتی چیز کی زندگی ہے یعنی حیوان اور نبات کی یرفعُ الحدثُ مطلقًا بماءٍ مطلقٍ وھو ما یتبادر عند
الاطلاق مطلق حدث یعنی حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے مطلق پانی سے اور مطلق پانی وہ ہے جو شتابی ذہن مین آجاے جبکہ پانی کا
لفظ بولا جاے بدون اضافت کے ھم منح الغفار مین ہے کہ مطلق پانی وہی جو باقی ہے اپنے پیدائشی اوصاف پر اور اوسمین نجاست نہین
ملی اور نہ کوئی اور چیز اوس پر غالب ہوگئی انتہی اسکا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہے کماءِ سماءٍ واودیۃٍ وعیونٍ وآبارٍ وبحارٍ
وثلجٍ مذابٍ بحیث یتقاطر وبَرَدٍ وجَمَدٍ ونَدًا مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور ندیون کا اور چشمون کا اور کنوؤن کا اور
دریاؤن کا پانی اور پگھلا برف ٹپکتا اور اولے اور یخ جمنے پالا اور اوس ھم آسمان کے پانی مین اگرچہ اضافت ہے مگر یہ اضافت
تشریفی ہے برخلاف مقید پانی کے اسواسطے کہ اوسمین قید لازم ہے یعنی بدون قید وہ نہین بولا جاتا چنانچہ ماء الورد یعنی گلاب کا پانی کہتے
البطیخ اور اسیطرح تربوز کا پانی اودیہ جمع ہے وادی کی اور وادی لغت مین اُس کشادگی کا نام ہے جو پہاڑون اور ٹیلون کے درمیان ہو اور
یہان مراد جنگل کا پانی ہے جو بارش کے پانی سے سائل ہوکر جمع ہو جاے جیسے ندی اور نالہ اور جھیل کا پانی فارسی مین اوسکو رود کہتے ہین
ھذا التقسیمُ باعتبارِ ما یُشاھَدُ والا فالکلُّ مِنَ السماءِ لقولہ تعالیٰ الم تر انّ اللہ انزل من السماء ماءً الایۃ والنکرۃ ولو مثبتۃً
فی مقامِ الامتنانِ تعمّ یہ تقسیم پانیون کی ظاہر نظر کا اعتبار کرنے سے ہے اور اگر ظاہر نظر کا اعتبار نہ کیجے تو سب پانی حقیقت مین
آسمان سے اوترے ہین حق تعالیٰ کے اس قول کی دلیل سے کہ تو نے کیا نہین دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اوتارا الی آخر الآیۃ اور نکرہ اگرچہ

باب المیاہ

مثبت ہو احسان جتانے کے مقام مین عام ہو جاتا ہے ھ اسم نکرہ اسکو کہتے ہین جو معین چیز کیواسطے موضوع نہو چنانچہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا
قاعدہ یہہ ہے کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہے یعنی اپنے سب افراد کو شامل ہو جاتا ہے لیکن اثبات مین نکرہ ہر جگہہ عام نہین ہوتا بلکہ مقام امتنان مین عام
ہوتا ہے سو اس آیت شریف مین کہ احسان جتانے کا مقام ہے لفظ ماء کا کہ نکرہ مثبت ہے سب پانیون کے اقسام کو شامل ہو گیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت
نکرے تو مطلب فوت ہوتا ہے وَمَاءِ زَمْزَمَ بِلَا كَرَاهَةٍ وَعَنْ اَحْمَدَ يُكْرَهُ اور چاہ زمزم کے پانی سو حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے بدون
کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہے ھ ہر چند زمزم کنوئین داخل تھا لیکن ماتن نے اوسکو بالخصوص ذکر کیا اوسکی شرافت کیوجہ
سے اور اختلاف کے سبب سے وَبِمَاءٍ قُصِدَ تَشْمِيسُهُ بِلَا كَرَاهَةٍ اور اُس پانی سے طہارت درست ہے جو قصداً دہوپ مین رکہا گیا بدون کراہت کے
وَكَرَاهَتُهُ عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ طِبِّيَّةٌ اور دہوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیون کے نزدیک طب کی راہ سے ہے یعنی اسواسطے کہ مورث برص ہے وَكُرِهَ
اَحْمَدُ الْمُسَخَّنَ بِالنَّجَاسَةِ اور مکروہ سمجہا ہے احمد بن حنبل نے اوس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا وَيَرْفَعُ بِمَاءٍ يَنْعَقِدُ بِهِ مِلْحٌ لَا بِمَاءٍ حَاصِلٍ
بِذَوْبَانِ مِلْحٍ لِبَقَاءِ الْاَوَّلِ عَلٰى طَبِيْعَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ وَانْقِلَابِ الثَّانِي اِلَى الطَّبِيْعَةِ الْمِلْحِيَّةِ اور حدث دور ہوتا ہے اوس پانی سے
کہ جمتا ہے اُس سے نمک یعنی اوسمین جمکر نمک ہو جانے کی استعداد ہے نہ اُس پانی سے جو نمک پگہل کر پانی ہو جاتا ہے بسبب باقی رہنے پہلے پانی کے اپنی اصلی
پیدائشی طبیعت پر اور بسبب بدلجانے دوسرے پانی کے نمک بنجانی کی طبیعت کیطرف ھ تو نمک پگہلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہو گیا جیسے سونے اور چاندی
محلول کا پانی نمک کا پانی گرمی مین جمتا ہے اور سردی مین پگہلتا ہے برخلاف اور پانی کے وَلَا بِعَصِيْرِ نَبَاتٍ اَيْ مُعْتَصَرٍ مِنْ شَجَرٍ اَوْ
ثَمَرٍ لِاَنَّهُ مُقَيَّدٌ اور نہ روئیدگی کے پانی سے یعنی جو پانی کہ درخت اور پہل سے نچوڑا گیا چنانچہ کیلے کے درخت سے اور تربوز سے اسواسطے کہ وہ مقید پانی ہے
یعنے ازالہ حدث کیواسطے مطلق پانی شرط ہے نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہو اور کیلے یا تربوز کا پانی ہو تو اوس سے وضو جائز نہین تیمم کرنا چاہئیے کذا فی البحر
بِخِلَافِ مَا يَقْطُرُ مِنَ الْكَرْمِ اَوِ الْفَوَاكِهِ بِنَفْسِهِ فَاِنَّهُ يَرْفَعُ الْحَدَثَ وَقِيْلَ لَا وَهُوَ الْاَظْهَرُ كَمَا فِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ عَنِ الْبُرْهَانِ برخلاف
اُس پانی کے جو انگور کے درخت یا پہلون سے خود بخود ٹپکتا ہے بہار کے موسم مین اسواسطے کہ وہ دور کرتا ہے حدث کو اور بعضون نے کہا کہ وہ رافع حدث
نہین اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے ھ جو پانی کہ درخت اور پہل سے لوگون نے نچوڑا اور ٹپکایا وہ بالاتفاق رافع
حدث نہین اور جو کہ درخت یا پہل سے خود بخود ٹپکا اوسمین اختلاف ہے ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحر الرائق سے
نقل کیا کہ عدم جواز بہت کتابون مین مصرح ہے اور قاضی خان اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہے اور شرح منیہ مین ہے کہ عدم جواز اشبہ
ہے تو یہی قول اولے ہے کمال امتزاج کیوجہ سے وَاعْتَمَدَهُ الْقُهُسْتَانِيُّ فَقَالَ وَالْاِعْتِصَارُ غَيْرُ الْحَقِيْقِيِّ وَالْحُكْمِيِّ كَمَاءِ الْكَرْمِ وَكَذَا مَاءُ
الدُّبُوْغَةِ وَالْبِطِّيْخِ بِلَا اسْتِخْرَاجٍ وَكَذَا اَيَّدَهُ الْعَلَّامَةُ عدم جواز پر اعتماد کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے سو یون کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل
ہے اعتصار حقیقی کو چنانچہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار حکمی جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہے اور انگور کے پانی کی مانند ہے
دابوغہ اور خربزہ کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسیطرح ہے شربت خرما کا ھ جلپی محشی نے کہا کہ مین نے تفسیر دابوغہ اپنے پاس کے کتب
لغت مین نہین پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلد خلیل علیہ الصلوۃ والسلام نے مجہسے کہا کہ وہانکے لوگ زمین سے جڑین نکالتے ہین اور پانی مین رکہتے
ہین وہ پانی سرخ ہو جاتا ہے اُس سے کہال کی دباغت کرتے ہین اوسکو دابوغہ بولتے ہین انتہے مین کہتا ہون مخزن الادویہ کی فرہنگ مین دار بوقہ
کو بطیخ ہندی یعنی تربوز لکہا ہے ظاہرا یہی مناسب مقام ہے شاید کہ دابوغہ معرب ہو دار بوقہ کا واللہ اعلم وَلَا بِمَاءٍ مَغْلُوْبٍ بِشَيْءٍ طَاهِرٍ
اور طہارت جائز نہین اُس پانی سے جو مغلوب ہو گیا پاک چیز کے ملجانے سے ھ مغلوب ہو گیا یعنی اپنی طبیعت اور اصل خلقت سے خارج ہو گیا چنانچہ
شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا شوربا پانی اور شوربا اسواسطے کہ ان چیزون سے پانی کا نام زائل ہو گیا مغلوب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پانی
مغلوب نہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہے چنانچہ آگے آویگا دریافت کر کہ اس مقام مین کتب فقہ کی عبارتین مختلف ہین تو قاعدہ کلیہ چاہئیے

ھ جو خرزہ ... کا پانی ... جو کہ زہر لوگ نکالتے ہین اسی سے کیلا بنتا ہے ... نہین جانا

ھ شامی ... لکہی ... سے کہ ... یعنی ... نچوڑ ... سب ... لکہا ہے ... الفاظ ...

جس سے حقیقت حال معلوم ہو وہ قاعدہ یہہ ہے کہ مطہر یعنے ماء مطلق کا زوال اطلاق یا کمال امتزاج سے ہو یا غلبہ ممتزج سے الخ منہ الغفار شرح المصنف
چنانچہ شارح اُس قاعدہ کو بیان کرتا ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ پانی مطلق کی طبیعت اصلی یہہ ہے کہ سیراب کرے اور پیاس کو بجھاوے اور بعضون
نے کہا قوت نفوذ اوسکی طبیعت ہے اور بعضون نے کہا بیرنگ ہونا الغلبۃ اِمّا بکمال الامتزاج بتشرّب نبات غالب ہونا پاک چیز کا پانی پر دو
طرح پر ہے یا نہایت اختلاط کے سبب سے ہو کہ حاصل ہوا ہے درخت اور گھاس کے چوسنے سے ہم نہایت اختلاط کی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ اشجار اور
نباتات نے بواسطے اپنے اصول دقیقہ کے زمین کے پانی یعنی تراوت کو پیا اسطرح کہ اب وہ پانی نکل نہین سکتا بدون نکالنے کے او بطبخ بما لا یقصد بہ
التنظیف یا کمال اختلاط حاصل ہوتا ہے پانی کے پکانے مین اُس چیز کے ساتھہ جسکی پخت سے صاف کرنا اور میل چھانٹنا منظور نہو ہم چیزین پانی ملاکر
پکانا دو قسم ہے ایک یہہ کہ میل صاف کرنے کیواسطے ہو جیسے اشنان اور صابون اور بیر کی پتیان اور خطمی کہ غسل میت کیواسطے پکاتے ہین ایسا پکانا
طہارت کا مانع نہین مگر جبکہ رقت اور سیلان اوسکا باقی نرہے تو اب اُس پانی سے وضو اور غسل جائز نہین دوسری قسم پکانے کی یہہ کہ میل صاف
کرنے کیواسطے نہین جیسے شوربا یہہ اختلاط مانع طہارت ہے اگرچہ وہ سائل اور رقیق ہو یہہ دوسری صورت ہے کمال اختلاط کی وامّا بغلبۃ المخالط فلو جامدًا
فبثخانتہ ما لم یزل الاسم کنبیذ التمر یا مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز ملجانیوالی کے سبب سے ہے اور اگر وہ چیز ملجانے والی بستہ اور گاڑھی ہے تو اُسکا غالب
ہونا باقی پر پانی کے گاڑھے ہوجانے سے ہے تاوقتیکہ پانی کا نام زائل نہوگیا ہو چنانچہ شربت خرما کا ہم یہہ دوسری طرح ہے پاک چیز کے غالب ہونے
کی پانی پر نبیذ تمر یعنے شربت خرما یہہ ہے کہ خرما پانی مین تر کرتے ہین پانی میٹھا ہوجاتا ہے اوسکو خرما کا شربت کہتے ہین پانی نہین بولتے تو گاڑھا ہونے
سے پہلے پانی مغلوب ہوگیا نام کے جاتے رہنے سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نرہا اِس سے وضو کرنا جائز نہین خانیہ مین ہے کہ عدم جواز وضو شربت خرما سے امام
اعظم کا پہلا قول ہے ولو مائعًا فلو مبائنًا لاوصافہ فبتغیر اکثرھا اور اگر ملجانیوالی چیز پانی مین سائل اور پتلی ہے تو اگر وہ پانی کے سب اوصاف کی
مخالف ہے تو غلبہ اُسکا ثابت ہوتا ہے پانی کے اکثر اوصاف کے بدلجانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی ملجانیوالی چیز دو قسم ہے بستہ اور سائل بستہ کا
بیان ہوگیا اب سائل کا بیان شروع ہوا سائل کی تین صورتین ہین یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہے یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور
مماثل ہے پانی کی تین صفتین ہین ایک رنگ دوسری مزہ تیسری بو سو سرکہ پانی کی تینون صفت کے مخالف ہے تو اگر سرکہ پانی مین ملا اور اوسکی دو صفت
مین تغیر ہوا یعنی رنگ اور مزہ مین یا مزہ اور بو مین یا رنگ اور بو مین تو غلبہ اوسکا پانی پر ثابت ہوگیا او موافقًا کلبن فباحدھا یا سائل چیز پانی
کی بعضی صفت سے موافق ہے اور بعضی سے مخالف ہے جیسے کہ دودھ کہ بو نہونے مین پانی کے موافق ہے اور مزے اور رنگ مین مخالف ہے تو غلبہ اوسکا
پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہوجانے سے ہے تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ پانی پر غالب ہوگیا تو وضو جائز نہین ورنہ جائز ہے اور اسیطرح تربوز کا
پانی مزے مین پانی کے مخالف ہے تو اسمین غلبہ مزے کیوجہ سے معتبر ہوگا طحطاوی نے کہا اگر شارح او مبائنًا لبعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعضے
نسخہ مین فباحدہما بصیغہ تثنیہ ہے تو ضمیر کا مرجع مذکور نہین او مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر
بالکل والا لا یا سائل پاک چیز پانی کی برابر اور مانند ہے سب تینون صفات مین چنانچہ مستعمل پانی تو غلبہ اوسکا پانی پر اجزا کے حساب سے ہے تو اگر
مطلق پانی وزن مین نصف سے زیادہ ہے تو طہارت کرنا اس تمام مخلوط پانی سے جائز ہے اور اگر مطلق پانی وزن مین کم ہے مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہین
ہم آب مستعمل کی طہارت بنا بر قول مفتی بہ معتمد کے ہے اور یہی حکم ہے عرق گاؤزبان اور عرق گلاب کا جسکی بو باقی نرہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کی برابر ہو
زائد نہ کم تو یہہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین بدائع مین ہے کہ فقہا نے کہا ہے کہ اوسکا حکم مغلوب پانی کی برابر ہے احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر
وھذا یعم الملقی والملاقی اور یہہ یعنی جو حکم کہ مذکور ہوا آب مستعمل مین وہ عام ہے اُس پانی مستعمل کو جو ڈالا گیا مطلق مطہر پانی مین اور اوسکے ساتھہ لگیا
اور اُس مطلق مطہر پانی کو جسمین کوئی شخص بیٹھا یا اوسنے غوطہ مارا کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی ان دونون صورتون مین اگر آب مطلق نصف سے زائد ہے تو طہارت
جائز ہے ورنہ جائز نہین فتوی الفساقی بجواز التوضی ما لم یعلم تساوی المستعمل علی التحقیق فی البحر والنہر والمنح تو وضو کرنا منیہ حوضون مین

جائز ہے جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم نہو یہہ قاعدہ وہی بنا بر اس تحقیق کے جو بحرالرائق اور نہرالفائق اور منہ الغفار مین مذکور ہی
هم یہہ ہی تعدیہ ہے اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہے اگر مطلق پانی اکثر ہو ورنہ جائز نہین بحرالرائق مین کہا اور اسپر دلیل یہ ہی جو شیخ سراج الدین قاری ہی
ہدایہ نے اپنے فتاوی مین جسکو اونکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہو کہ کسی نے اونسے سوال کیا فسقیہ صغیرہ کا جسمین لوگ وضو کرتے ہین اور اوسمین
مستعمل پانی گرتا ہی اور ہر روز اوسمین نیا پانی نازل ہوتا ہے اوسمین وضو کرنا جائز ہے یا نہین تو جواب دیا کہ جب اوس حوض مین سوای پانی مذکور کے
اور کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچہہ ضرر نہین انتہے یعنی اگر اوسمین نجاست پڑیگی تو وہ ناپاک ہو جاویگا صغیر ہونے کے سبب کذا فی الطحطاوی تعلیقاً علی
الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما فراجعہ متاملاً لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین ملتقی اور ملاقی مین تفرقہ کیا ہی تو اوسکی طرف رجوع
کر غور اور تامل کے ساتھ هم خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہہ ہے کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین ہو جاتا اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکماً مستعمل
ہو جاتا ہی انتہی لیکن اس ترجمہ کو صاحب بحر نے ذکر کیا اور اسکی فرق التفات نہین کیا سو یون کہا کہ جبکہ یہہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اس شخص کے قول کا ضعیف جو ہمارے زمانہ مین کہتا ہی کہ آب
مستعمل جب جاری آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق غالب ہو تو وضو سارے پانی سے جائز ہی اور جبکہ وضو کیا فسقیہ یعنی صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہو گیا اسلئے کہ دونون مسئلون مین کچہہ
فرق نہین اور یون فرق کرنا کہ وضو مین استعمال سارے پانی مین شائع ہو جاتا ہی برخلاف ڈالنے کے مدفوع ہی اسطرح پر کہ شیوع اور اختلاط دونون صورتون مین برابر ہی
تو پس جبہ الحکم دونون صورتون مین کچہہ فرق معلوم نہین ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنی چہوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہے جبتک اسکا گمان غالب
نہو کہ آب مستعمل اکثر یا مساوی ہی اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہوا انتہے اور جبکہ ملتقی اور ملاقی مین کچہہ فرق ظاہر نہین اسیواسطے شارح نے
اسکی طرف لفظ تامل سے اشارہ کردیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بما ذکر وان مات فیہ ای الماء ولو قلیلاً غیر دموی
کزنبور وعقرب وبق ای بعوض وقیل بق الخشب۔ جائز ہے دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے ان اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ
پانی قلیل ہو گو کہ اوسمین مرگیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین چنانچہ بھڑ اور بچہو اور بق یعنی مچھر اور بعضون نے کہا بق سے مراد کٹکیا کیڑا ہے
وفی المجتبی الاصح فی علق مص الدم انہ یفسد وسبعلہ حکم بق وقراد کبیر۔ اور مجتبی مین صحیح تر حکم اوس جونک کا جسنے خون کو چوسا اور
قلیل پانی مین مرگئی یہہ ہی کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہی یعنی ناپاک ہو جاتا ہی اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہی حکم مچھر اور چھوٹی چیچڑی اور بڑی چیچڑی کا
یعنے اگر مچھر اور چیچڑی خون پیکر قلیل پانی مین مرجاوے تو پانی ناپاک ہوگا جیسے خون کے چوسے جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہی قول اصح مین اسلئے کہ
جونک اور مچھر مین خون ذاتی نہین مستعار ہے کذا فی النہر و فی الوہبانیۃ دود القز وماوہ وبزرہ وخرؤہ طاہر کدودۃ متولدۃ
من نجاسۃ۔ اور وہبانیہ مین ہی کہ ریشم کا کیڑا اور اوسکا جوشیدہ پانی اور اوسکی انڈی اور بیخال پاک ہی جیسے نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہی
هم پانی سے وہ پانی مراد ہے جسمین ریشم کے کیڑے اوٹائے جاتے ہین ریشم کے نکالنے کیواسطے کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء
وخنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع۔ اور اگرچہ آب مطلق قلیل مین وہ جانور مرگیا ہو جسکی پیدایش کا مکان پانی ہی چنانچہ مچھلی اور کیکڑا
اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سؤر ہو هم مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کرکے دو مسئلے یہان ٹھہرائے ایک اوس جانور کا جسمین خون سائل
نہین دوسرے وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہے اور کنز کیطرح یون نہ کہا کہ تموت مالا دم الخ اسواسطے کہ کنز پر اعتراض لگتا ہی اوس جانور کا جو
پانی مین پیدا ہوتا ہے اور وہین رہتا ہی اور اوسمین خون سائل ہے اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اوسکی موت سے پانی نجس نہین ہوتا لہذا مصنف نے
دونو صورتون کو جمع کردیا بحرالرائق مین کہا کہ پانی کے کتے مین مشائخ کا اختلاف ہی بلا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ مین ہے لیکن خلاصہ مین ہے کہ
پانی کا کتا اور پانی کا سؤر جب پانی مین مرجاوین تو اسپر فقہا کا اجماع ہی کہ پانی فاسد نہین ہوجاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا
کذا فی الطحطاوی لا بری بالہ دم سائل وہو ما لا سترۃ لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لہا دم والا لا کخر جبلی
مینڈک مین خون سائل ہوتا ہے اور جنگلی وہ ہی جسکی انگلیون کے درمیان مین پردہ نہین ہوتا بطکی مانند تو اوسکی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہو جاتا ہی

سیہ تر قول مین جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہو جاتا ہی اگر اوسمین خون سائل ہوا اور اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا و
کذا الحکم لو مات ما ذکر خارجه و القی فیه فی الاصح فلو تفتت فیه نحو ضفدع جاز الوضوء به لا شربه لحرمة لحمه اور
اسیطرح کا حکم ہے یعنی پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مرگیا وہ جانور جو مذکور ہوا پانی سے باہر اور پانی مین ڈالا گیا یہہ تر قول مین تو اگر پانی مین مینڈک
کی مانند جانور ریزہ ریزہ ہوگیا تو وضو اوس سے جائز ہے پینا اوسکا جائز نہین اوسکے گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کی مانند وہ جانور ہی
جو ناپاک نہین مگر اوسکا کھانا حرام ہے و ینجس الماء القلیل بموت مائی معاش بری مولد فی الاصح کبط و اوز اور ناپاک ہوتا ہے
تھوڑا پانی صحیح تر قول مین اوس جانور کے مرنے سے جو پانی مین رہتا ہی خشکی مین پیدا ہوتا ہے چنانچہ بط اور یعنی بطخ پانی کی مرغابیون مین صحیح
مختلف ہے لیکن شارح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہے لہذا ماتن نے اوسی پر اعتماد کیا کذا فی النہر و حکم سائر المائعات کالماء
فی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل اور رواں چیزون کا حکم پانی کی مانند ہی صحیح تر قول مین یعنی وقوع نجاست سے قلیل فاسد ہوتا ہی نہ کثیر
حتی لو وقع بول فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد تنجیسا تک کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اوس حوض مین جسمین دہ در دہ رس ہی کسی چیز کا تو وہ
فاسد یعنی ناپاک نہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا و لو سال دم رجله مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد ذکرہ الشمنی وغیرہ اور اگر پانون
کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہوگا برخلاف محمد کے ایسا ذکر کیا ہی شمنی وغیرہ نے
ہم انگور وغیرہ کا پانون سے داب کر رس نچوڑتے ہین تو اگر پانون کا خون جاری رس کے ساتھ بہیگا ناپاک نہوگا جیسے آب رواں کے ساتھ
خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا و بتغیر احد اوصافه من لون او طعم او ریح ینجس الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف
مین سے کہ رنگ اور مزا اور بو ہے ناپاک ہو جاتا ہی بہت پانی اور اسیطرح رس ہم شارح نے کثیر کا لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ینجس کا لفظ فعل
مضارع ہے اور کثیر اوسکا فاعل ہی سو یہہ بات ٹھیک نہین بلکہ حق یہہ ہی کہ قولہ و بتغیر عطف ہی بموت مائی پر تو وہ متعلق ہی ینجس بموت مائی کا
اور جسکو شارح مضارع سمجھا ہی وہ جار مجرور ہی یعنی با جارہ ہی نہ یاء تحتانیہ اور یہہ جار مجرور متعلق ہے بہ تغیر کا تو مطلب یہہ ہے کہ ناپاک ہو جاتا ہے
پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان مین یہہ خلل ہے کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ جائز نہین اور
یہہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصرا و لو جاریا اجماعا ایک صفت کا بدلنا
نجاست سے پانی کو نجس کرتا ہی اگرچہ جاری اور بہتا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر اجماع اور اتفاق ہی کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست
سے بدلگیا اوس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسیطرح منقول ہے ہم حنفیون کی کتابون مین اور امام نووی
شافعی نے بھی شرح مہذب مین اسیطرح نقل کیا ہے اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہے عامہ علما کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہو جاتا ہی نہ کثیر لیکن
حد قلیل اور کثیر مین اختلاف ہی چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر و المنح اما القلیل فینجس وان لم یتغیر خلافا لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک
ہو جاتا ہی نجاست کے واقع ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم امام مالک کا یہہ مذہب ہی کہ
وقوع نجاست سے قلیل پانی نجس نہین ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اوسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہی کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہی
امام مالک کے نزدیک نہ قلیل کذا فی البحر لا لو تغیر بطول مکث ناپاک نہین ہوتا پانی اگر اوسکا مزہ وغیرہ بدلگیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو
علم نتنه بنجاسة لم یجز تو اگر اوسکی گندگی معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین و لو شک فالاصل الطهارة اور اگر
گندگی مین شک پڑی معلوم نہین کہ زیادہ ٹہہرنے کے سبب سے ہی یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہی تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیے لوگون سے
اسکی تحقیق اور تفتیش ضرور نہین کذا فی النہر و التوضی من الحوض افضل من النهر رغما للمعتزلة اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہی نہر سے
معتزلہ کے توڑ پر ہم معتزلہ ایک فرقہ ہے اسلام مین اہل سنت کے مخالف ہین اصول مین اور فروع مین حنفی ہین مگر اس مسئلہ مین مخالف ہین

سے اونکے نزدیک حوض کبیر وقوع نجاست سے نجس ہو جاتا ہے اگرچہ نجاست قلیل ہو بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اونکی مخالفت اوس صورت
مین ہے جبکہ معتزلہ موجود ہون اور جہان وہ لوگ نہین تو وہان وضو کرنا نہر سے بہتر ہے حوض سے۔ وکذا یجوز بماء خالطہ طاہر جامد مطلقا
کاشنان و زعفران اور اسیطرح طہارت جائز ہے اوس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہو گئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح کی چنانچہ اشنان اور زعفران
ہم طاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہین خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو چنانچہ مٹی اور چونہ یا بالقصد تنظیف تخلیط ہوتی چنانچہ اشنان اور
صابون یا کوئی اور چیز ہے چنانچہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیۃ ان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ تمر لیکن بحر الرائق
مین قنیہ سے منقول ہے کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اُس سے جائز نہین جیسے شربت خرما سے جائز نہین وفاکہۃ
و ورق شجر وان غیر کل اوصافہ فی الاصح اور جیسے پہل اور درخت کی پتیون کے پانی مین بہجانے سے طہارت جائز ہے اگرچہ پتون سے
پانی کے تمام اوصاف بدل گئے ہون صحیح تر قول مین ہم نہایہ مین ہے استادون سے منقول ہے کہ وہ وضو کیا کرتے تھے اُن حوضون سے جنمین درختون کی پتی دائم
ہوتی تھی باوجود متغیر ہوجانے تمام اوصاف کے اور کوئی کسیکو منع نہین کرتا تہا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہے کہ اگر اُس پانی
کی رنگت ہتھیلی مین اوٹھانے سے معلوم ہو تو اُس سے وضو درست نہین اُسکا پینا درست ہے ان یبقی رقتہ اے والدمہ کما مر بشرطیکہ اوس پانی کا
پتلاپن اور نام اوسکا باقی رہا چنانچہ گندگیا آب منقول جیسے بیان مین ہم اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو چنانچہ زعفران کا پانی اسقدر نہین کہ کپڑے وغیرہ
رنگتا ہو تو اُس سے وضو جائز نہین کیونکہ عربی زبان مین اوسکا نام صبغ ہو گیا چنانچہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ
اور طہارت جائز ہے اُس بہتے پانی سے جسمین نجاست پڑی ہم خواہ نجاست نظر آتی ہو پانی مین یا نہ نظر آتی ہو آب جاری اُس سے ناپاک نہین ہوتا خود
محل وقوع نجاست سے وضو درست ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہے مشائخ بخارا کا نصاب مین کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی
والجاری ہو ما یعد جاریا عرفا اور جاری پانی وہ ہے جسکو روان اور بہتا عرف مین شمار کرتے ہین وقیل ما یذہب بتبنۃ والاول
اظہر والثانی اشہر اور بعضون نے کہا جاری پانی وہ ہے جو تنکے کو بہالیجاے اور پہلا قول ظاہر تر ہے اور دوسرا قول مشہور تر ہے کذا فی البحر
وان وصلیۃ لم یکن جریانہ بمدد فی الاصح آب روان ناپاک نہین ہوتا اگرچہ اسکا بہنا اوپر کے پانی کی مدد سے نہو صحیح تر قول مین یعنی اگرچہ
مبدا اور منشا اسکا چشمہ یا جہیل یا مینہ نہو ہم عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہے اور مقابل اسکی فتح القدیر کا قول ہے کہ
جاری ہونے مین پانی کی مدد ضرور ہے چنانچہ چشمہ اور کنوان یہی قول مختار ہے تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہے کذا فی الطحطاوی
فلو سد النہر من فوق فتوضأ رجل بما یجری بلا مدد جاز لانہ جار، تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اسطرح کہ بند سے مطلقا پانی نہین رستا
ہے پہر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے جو بہتا ہے بدون مدد کے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہے وکذا لو حفر نہرا من حوض
صغیر او صب رفیقہ الماء فی طرف میزاب وتوضأ فیہ وعند طرفہ الآخر اناء یجمع الماء جاز توضیہ بہ ثانیا وثالثا و
تمامہ فی البحر اور اسیطرح اگر نہر کہودی چہوٹے حوض سے اور اوسمین پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے پانی ڈالا پرنالی کے ایک کنارے
پر اور اُس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے رواں پانی مین اور پرنلے کی دوسری طرف کوئی برتن ہے جسمین وہ رواں پانی جمع ہوتا جاتا
تو دوسری بار اوسی پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور پہر تیسری بار اسیطرح اور پہر چوتھی بار اسیطرح پانی بہاکر وضو جائز ہے اور اسکا پورا بیان
بحر الرائق مین ہے ہم یعنی حوض صغیر سے پانی بہایا نہر مین اور بہنے کی حالت مین وضو کیا پہر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان مین سو دوسرے آدمی نے
اُس مکان سے نہر کہودی اور اوسمین پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کیحالت مین پہر وہ پانی جمع ہو گیا اور مکان مین پہر اور آدمی نے اسیطرح
کیا تو سب شخصونکا وضو درست ہے اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت مین وضو کیا اور جاری پانی نجس نہین ہوتا جبتک متغیر نہو جاے چنانچہ
بحر الرائق مین ہے اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہے یعنی پاک کرنیوالا ہے اسواسطے کہ اوسکا استعمال جاری ہونے کی حالتمین ہوا ہے اور

جاری پانی مستعمل نہین ہوتا استعمال کرنے سے اسیطرح منقول ہے شیخ زاہد ابو الحسن رستغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہہ فرع مبنی ہی آب مستعمل کی نجس ہونے پر اور فتوی ہے آب مستعمل کے طاہر ہونے پر کذا فی الطحطاوی اِنْ لَمْ يُرَ لَهٗ يُعْلَمْ اَثَرُهٗ فلو فيه جيفة او بال فيه رجل فتوضأ آخر من اسفله جاز ما لم ير في اسفله اثره آب جاری وقوع نجاست سے نجس نہین ہوتا جب تک نجاست کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری مین مردار پڑا ہو یا اوسمین کسی مرد نے پیشاب کیا سو دوسرے مرد نے اوسکی جانب نشیب مین وضو کیا تو جائز ہی جب تک کہ جانب نشیب مین اوسکا اثر معلوم نہو ھ شارح نے مردار اور پیشاب کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ نجاست مرئی اور غیر مرئی مین کچھہ فرق نہین وھو اي الاثر طعم او لون او ريح اور وہ یعنی نجاست کا اثر یا مزہ ہی یا رنگ یا بو ظاهره يعم الجيفة وغيرها وهو ما رجحه الكمال وقال تلميذه قاسم انه المختار وقواه في النهر واقره المصنف وفي القهستاني عن المضمرات عن النصاب وعليه الفتوى ظاہر کلام مصنف کا مردار اوسکو غیر دونونکو شامل ہی یعنی آب جاری مین بدون ظہور اثر کے نجاست نہین ہوتی نجس چیز مردار ہو یا غیر اوسکے اور اسی قولکی ترجیح دی ہی محقق کمال نے اور اونکے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہے اور اسکو قوی کہا ہی نہر الفائق مین اور اسکو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور قہستانی مین مضمرات سے اور اسمین نصاب سے منقول ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی وقيل ان جرى عليها نصفه فاكثر لم يجز وهو احوط اور قول دوسرا یہہ ہی کہ اگر پانی جاری ہوا مردار کے نصف بدن پر یا زیادہ پر تو اُس سے طہارت جائز نہین اور یہہ قول زیادہ تر احتیاط والا ہے اور اکثر فقہا و نہین یہی مذکور ہی والحقوا بالجاري حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارك اور فقہا نے آب جاری کے ساتھہ ملایا ہی حمام کے حوض کو نجس نہونے مین بدون اثر کے بشرطیکہ حوض مین اوپر سے پانی نازل ہوا اور حوض سے پانی کا لینا پے درپے ہو اسطرح کہ ما بین الغرفتین سطح پانی کا ساکن نہوگیا ہو تو اگر ناپاک برتن یا ناپاک ہاتھہ اوس حوض مین ڈالا جاویگا تو وہ ناپاک نہوگا بدون ظہور اثر کے کذا فی البحر كحوض صغير يدخله الماء من جانب ويخرج من آخر يجوز التوضي من كل الجوانب مطلقا به يفتى اُس چھوٹے حوض کی مانند جسمین پانی داخل ہوتا ہی ایکطرف سے اور خارج ہوتا ہی دوسریطرف سے تو وضو کرنا جائز ہی اوسکی ہرطرف سے ہرطرح اسیکا فتوی ہی ھ ہرطرح یعنی وہ حوض چار در چار ہو یا کم یا زیادہ اس سے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ اگر چار در چار سے زیادہ ہی تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی البحر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہی آب مستعمل کی نجاست پر اور مفتی بہ قول پر چونکہ آب مستعمل پاک ہی تو وضو مطلقا درست ہی کیونکہ مستعمل مغلوب ہی اور مطہر غالب وكعين هي خمس في خمس ينبع الماء منه به يفتى قهستاني معزيا للتتمة اور مانند اوس چشمہ کی کہ وہ پنج در پنج ہے اوسمین سے پانی جوش مار کے نکلتا ہی اوسکی ہرطرف سے وضو جائز ہے اسیکا فتوی دیا گیا ہی چنانچہ قہستانی نے اسکو تتمہ کیطرف منسوب کیا ہی ھ پانچ کی قید اسواسطے لگائی کہ یہی تو محل نزاع ہی اور اگر پانچ ہاتھہ سے حوض یا چشمہ کم ہی تو بالاتفاق وضو جائز ہے وجہ اختلاف یہہ ہی کہ چھوٹے حوض یا چشمہ مین آب مستعمل جلد نکلجاتا ہے اور بڑی حوض مین گوشون مین ٹھہر جاتا ہے اور یہہ مسئلہ بھی آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہی اور فتوی اسکی برخلاف ہی وكذا البحر الراكد الكثير كذا الغدير وقع فيه نجس لم ير اثره ولو في موضع وقوع المرئية به يفتى اور اسیطرح وضو جائز ہی اُس بستہ ٹھہری کثیر پانی سے جو اسیطرح کا ہے یعنی جسمین ایسی نجاست پڑی جسکا کچھہ اثر نمودار نہین اگرچہ نجاست مرئیہ کے مکان وقوع مین وضو کیا اسی قول کا فتوی ہی بحر الرائق مین ھ اور بعضون نے یہہ اختیار کیا کہ اگر کل کرے سو اگر انگل مین یہہ آوے کہ نجاست خالص نہین ہوئی تو وضو کرے یعنی موقع نجاست مین ورنہ وضو کرے ابن امیر حاج نے کہا یہی صحیح تر ہے اور کرخی وغیرہ نے تجنیس کی ترجیح دی ہی بدائع مین کہا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی اور مطلب اُسکا یہہ ہی کہ موضع نجاست کو چار در چار گز چھوڑ کر وضو کرے اور مشائخ بخارا اور ما ورا النہر نے کہا کہ غیر مرئی نجاست مین موضع وقوع نجاست سے وضو کرے اور ہو الاصح تو معلوم ہوا کہ سب اقوال کی تصحیح واقع ہوئی ہی مگر فتوی اوسی پر ہی جو شارح نے ذکر کیا یعنی اگر نجاست مرئی کا اثر معلوم نہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہی فتح القدیر مین ہی کہ اسی قول کی تصحیح لائق ہے ایسا مذکور ہے نہر الفائق مین کذا فی الطحطاوی

والمعتبر في مقدار الراكد اكبر راي المبتلى به فان غلب على ظنه عدم خلوص اي وصول النجاسة الى الجانب الآخر جاز والا لا هذا ظاهر الرواية عن الامام واليه رجع محمد وهو الاصح كما في الغاية وغيرها وحقق في البحر انه المذهب وبه يعمل اور اُس آب بستہ غیر جاری کی

مقدار مین جو ناپاک نہین ہو جاتا بلا ظہور اثر نجاست کے تجویز غالب معتبر ہے بسبب اسکے یعنی اُس شخص کی جسکو طہارت کیواسطے پانی کی حاجت پڑی نزدیک اُسکے گمان مین عدم خلوص یعنی نہ پونہچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹہر گیا تو وہ آب کثیر ہے اُس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہی اور اگر یہہ گمان غالب نہین ہوتا تو وہ قلیل پانی ہی طہارت اُس سے جائز نہین یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظم سے اور اسی قول کیطرف محمد نے جنسے دہ در دہ کا قول منقول ہے رجوع کیا ہی اور یہی قول صحیح ہی چنانچہ غایۃ البیان وغیرہ میں ہے اور بحر الرائق مین ثابت کیا ہی کہ یہی قوی مذہب ہی اور اسی پر عمل کرنا چاہیئے ھ بحر الرائق مین دس روایات سی اسکو مذہب ثابت کیا ہے پہر یون کہا ہی کہ یہہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علما متاخرین نے دہ در دہ کو آب کثیر قرار دیا سو وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہین اور محمد نے اگرچہ اسکی تقدیر کی ہی مگر اُس سے رجوع کیا ہے اور اگر رجوع بھی ثابت نہوتا تو یہہ تقدیر لازم نہین مگر اُنہین کے حق مین اسواسطے کہ جبکہ ہر حاجتمند کے استکثار کا اعتبار ہوا تو ایک شخص کا کثیر سمجہنا دوسرے پر لازم نہین بلکہ یہہ امر مختلف ہے جو جسکے دلمین پڑے اُسپر وہ عمل کرے اور یہہ امر اُن امور سے نہین ہے جسمین عامی پر مجتہد کی تقلید واجب ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہے کذا فی الطحطاوی مصنف نے اپنی شرح مین کہا چونکہ حد آب کثیر مین ظن غالب ظاہر الروایۃ تہا اور اسکی تصحیح اکثر کتب معتمدہ مین واقع تہی لہذا ہمنے اُس متن مین اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ در دہ کو اعتبار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہین اور نہ ہمارے علما متقدمین کا مذہب ہی اگرچہ صاحب کنز نے اُسپر یقین کیا ہی اور صاحب ہدایہ نے اُسپر فتوی ٹہرایا ہے تو جو مذہب مین صحیح قول ہے اُسی پر عمل کرنا متعین ہے انتہی وَاِنَّ التَّقْدِیْرَ بِعَشْرٍ فِیْ عَشْرٍ لَا یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلٍ یُعْتَمَدُ عَلَیْهِ وَرُدَّ مَا اَجَابَ بِهٖ صَدْرُ الشَّرِیْعَةِ اور بحر الرائق مین یہہ ثابت کیا ہی کہ آب کثیر مین انداز ٹہرانا دہ در دہ کا اصل معتمد علیہ کیطرف راجع نہین ہوتا اور جو ثبوت اصل کا جواب دیا ہی صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اُسکو رد کیا ھ صدر الشریعۃ نے دہ در دہ کی یہہ حدیث اصل ٹہرائی کہ جو کنوان کہودے تو اُسکا حق کنوئی کے گرداگرد چالیس گز ہے تو اُسکی گرد چارون طرف سے دس گز ہوئے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوا کہودیگا تو روکا جاویگا اسواسطے کہ پہلی کنوئی کیطرف نجاست سرایت کریگی اور اگر دس گز کے بعد کہودیگا تو روکا نجاویگا تو معلوم ہوا کہ شرع نے دہ در دہ کو عدم سرایت مین معتبار کیا ہی صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہی ازانجملہ ایک وجہ یہہ ہی کہ حریم چاہ کا چالیس گز ہونا بعض کا قول ہی اور صحیح قول یہہ ہی کہ اُسکا حریم ہر طرف سے چالیس گز ہی دوسری وجہ یہہ ہی کہ زمین بمراتب سخت ہی بانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت مین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ حدیث بیر بُضاعہ دہ در دہ کی سند ہوسکتی ہی بیان اسکا یہہ ہی کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کی برابر ہو تو وہ کثیر ہی جب اُسکو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت در ہشت تہی اور باہر سے دہ در دہ تہی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ دوازدہ در دوازدہ تہی اور بیر بُضاعہ کی مسافت ہشت در ہشت تہی اور دلیل اُسپر ابو داؤد سجستانی صاحب سنن کا قول ہی کہ مین نے بیر بُضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اُسکا چہہ گز تہا اور مین نے وہان پوچہا کہ زمان سابق سے اُسمین کچہہ تغیر ہوا ہے جواب دیا کہ نہین پہر جب اُسکا عرض چہہ گز کا ہوا تو طول اُسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہی عرض سے اور اگر وہ کنوان مدور ہوتا تو کہتے کہ اُسکا دور چہہ گز تہا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھہ ملائی جاوے تو مقدار اُسکی ہشت در ہشت یا دہ در دہ ٹہر گئی تو محمد نے اس تقدیر کو لیا لیکن باب عبادات مین احتیاط بہتر ہے لہذا اُنکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی دہ در دہ کو اعتبار کیا انتہی لکن فی النہر وَاَنْتَ خَبِیْرٌ بِاَنَّ اعْتِبَارَ الْعَشْرِ اَضْبَطُ وَلَا سِیَّمَا فِیْ حَقِّ مَنْ لَا رَأْیَ لَهٗ مِنَ الْعَوَامِّ فَلِذَا اَفْتٰی بِهِ الْمُتَاخِّرُوْنَ الْاَعْلَامُ لیکن نہر الفائق مین ہی کہ اے مخاطب تو جانتا ہی کہ مقرر اعتبار کرنا دہ در دہ کا ضبط اور بند وبست کی بات ہی خصوصاً عوام لوگون کے حق مین جنکو ظن غالب اور تجویز حاصل نہین تو اسیواسطے علما کبار متاخرین نے دہ در دہ کا فتوی دیا ھ قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام مین ہی اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب نہر دونوکے کلام پر بخوبی آگاہ ہو تو تجہکو اسکا یقین حاصل ہو جاوے اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اسکو صاحب بحر نے بھی ذکر کیا اور اُسکو قابل التفات کے نجانا کذا فی الطحطاوی اے فِی الْمُرَبَّعِ بِاَرْبَعِیْنَ وَفِی الْمُدَوَّرِ بِسِتَّةٍ وَّثَلٰثِیْنَ وَفِی الْمُثَلَّثِ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ خَمْسَةَ عَشَرَ وَرُبُعًا وَّخُمُسًا بِذِرَاعِ الْکِرْبَاسِ یعنے متاخرین کا فتوی ہی حوض مربع مین چالیس گز پر اور حوض مدور مین ۳۶ گز پر اور حوض مثلث مین ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتہائی اور پانچوان حصہ گز پر تینون صورتون مین کپڑے ناپنے کا گز مراد ہی ھ یعنی حوض کبیر جو آب جاری کی مانند نجاست کے پڑنے سے بدون ظہور اثر کے ناپاک نہین ہوتا اُسکی مقدار بموجب فتوای متاخرین کے اگر وہ مربع ہے تو وہ دہ در دہ ہی یعنی ہر طرف سے دس گز اور پانی کی چارون طرف سے چالیس گز اور سطح پانی کا طول اور

یعنی دہ در دہ میں اپنی جانب سے کچھ اصل مستند نہیں

عرض تین سو گز یا اور جو حوض مدور ہین ۴۶ گز کی ترجیح مذکور ہی ظہیریہ مین اور غیر ظہیریہ مین ۴۸ گز محیط مین کہا کہ ۴۸ گز کے اعتبار مین زیادہ تر احتیاط ہی کما فی النہر اور اگر حوض مثلث ہی یعنی جسکے تینون کونے معتدل ہین تو ہر طرفسے پندرہ گز اور چہارم گز اور شارح نے جو پنجم گز زیادہ کیا ہی اوسکی کچھہ حاجت نہین کہ اسقدر سے مساحت پانی کی سو گز ہو جاتی ہے وتمامہ نے الطحطاوی نہر الفائق مین ہی کہ معتبر ذراع کرباس ہے یا ذراع ساحت یا ہر زمان اور مکان کا گز جس سے پیمائش کرتے ہین تینون قولونکی ترجیح واقع ہے اور پہلا قول مناسب تر ہی انتہی ہدایہ اور تجنیس ہین ذراع کرباس کو اختیار کیا ہی علامہ عینی نے کہا مساحت کا گز سات مشت یعنی سات مٹھی کا اور ہر مٹھی پر ایک کھڑی انگلی اور ذراع کرباس یعنی کپڑا ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہے اور ہر مٹھی پر انگلی قائم نہین اور دوسرا قول یہہ ہی کہ ۲۴ انگلی کا گز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کی شمار کے موافق ولو له طول لا عرض لكنه يبلغ عشرا في عشر جاز تيسيرا اور اگر حوض یا خندق کا طول ہے اور بہت عرض نہین لیکن اگر اوسکو کسر کرکے حساب کیجئے تو وہ دہ در دہ یعنی سو گز تک پونہچتا ہی تو وضو کرنا اوس سے جائز ہی خلق اللہ کی آسانی کیواسطے کذا فی النہر ولو اعلاه عشرا واسفله اقل جاز حتى يبلغ الاقل اور اگر ایک حوض اوپر سے دہ دردہ ہوا اور نیچے سے کم دہ دردہ سے تو وضو اوس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہے تا وقتیکہ پانی کمتر کو پونہچے یعنی جب کمتر تک پانی پونہچ جائیگا تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو جائز نہوگا ولو بعكسه فوقع فيه نجس لم يجز حتى يبلغ العشر اور جو اسکے بالعکس ہو یعنی حوض اوپر سے تنگ ہو وہ دردہ سے کم اور نیچے سے کشادہ بقدر دہ دردہ کے ہو اوسمین نجاست پڑی تو وضو جائز نہین جبتک کہ اوپر کا پانی فنا ہوکر دہ دردہ کو پونہچے یعنی جب وہان پونہچیگا تب وضو کرنا اوس سے جائز ہوگا کذا فی النہر عن السراج الہندی ولو جمد ماؤه فثقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانه كالمسقف وان متصلا لا لانه كالقصعة اور اگر حوض کبیر کا پانی برفکی سردی سے جمکر تختہ کی مانند ہوگیا پہر اوسمین سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہے آب بستہ سے تو وضو جائز ہے اسلئے کہ وہ پانی مسقف کی مانند ہے جسپر چہت ہو یعنی اگرچہ سوراخ دہ دردہ سے کم ہوا اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہی تو وضو اوس سوراخ سے جائز نہین اسواسطے کہ وہ طاس اور طغاری کی مانند ہی یعنی وہ پانی قلیل ہے جیسے طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی وفتاوی قاضی خان مین ہی کہ وضو اوس سے جائز نہین مگر اسوقت جائز ہے جبکہ ثقب دہ دردہ ہو حتى لو ولغ فيه كلب تنجس یہانتک کہ اگر کتے نے اوسمین پانی پیا یعنی اوس ثقب سے جس سے حوض کا پانی متصل ہے پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا الا لو وقع فيه فمات لتسفله ناپاک نہوگا وہ حوض اگر کتا اوسمین گر پڑا اور مر گیا اوسکی تہ نشین ہونے کیوجہ سے یعنی اسفل مین تو پانی کثیر ہے کتے کی تہ نشین ہونے سے ناپاک نہوگا مگر جبکہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فی الطحطاوی ثم المختار طهارة المتنجس بمجرد جريانه پہر معلوم کرنا چاہیے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب مین پاک ہوجانا ہی ناپاک پانی کا اوسکی جاری ہونے ہی کے ساتھہ ہی ہم یعنی اگر ناپاک حوض یا تالاب مین پاک پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہوگیا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلیگا تب پاک ہوگا اور بعضون نے کہا جبکہ سہ چند پانی نکلے گا تب پاک ہوگا اور یہہ مطلب شارح کا نہین کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بناکر اوسکو جاری کیجئے تو وہ پاک ہو بحر الرائق مین کہا طہارت کا حکم اوسوقت ہوگا جبکہ نکلنا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کیوقت ہو کذا فی الطحطاوی وكذا البئر وحوض الحمام هذا اور یہی حکم ہے کنوئین اور حمام کے حوض کا یاد رکھو اسکو یعنی اگر کنوان نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہوا پاک ہوگیا اوسکو جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ پاک پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنوان لبالب ہوکر جاری ہو گیا دوسری صورت یہہ ہی کہ چشمہ چاہ نے جوش مارا اور اندر سے بطور کاریز کے بہا وفي القهستاني والمختار ذراع الكرباس وهو سبع قبضات فقط فيكون ثمانيا في ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات وثلث اصابع على القول المفتى به بالعشر ويحكم نعم ما طوله بلا عرض في الاصح وكذا بلا عمق بعشر في الاصح اور قہستانی مین ہی اور مختار اور پسندیدہ مذہب مین کپڑا ناپنے کا گز ہے اور وہ فقط سات مٹھی کا ہے تو دہ دردہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہوتا ہی ہمارے زمانہ کے گز سے جو آٹھہ مٹھی اور تین انگلیون کا ہی یہہ قول ہے بنا بر فتوی متاخرین کے دہ در دہ کے کثیر ہونے مین یعنی اگرچہ دہ دردہ حقیقۃ نہو بلکہ حکما ہو یہہ اسواسطے ہے کہا تاکہ دہ دردہ شامل ہو جاوے اوس حوض طویل کو جسمین طول ہی بدون عرض

سکے صحیح تر قول مین اور اسیطرح شامل ہو اوس کنوئین کو جسکا عمق یعنی گہراؤ دس گز کا ہی بہتر قول مین ہم طول یا عرض مین اختلاف ہی ایک قول ہی کہ اگر اوسکا پانی بقدر دہ در دہ کے ہے تو وہ وقوع نجاست سو ناپاک نہین ہوتا چنانچہ سابق مین گذرا اور عیون مذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا مین اسکی تصحیح کی ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ وہ نجس ہو جاتا ہے قاضی خان نے اسکو عامہ مشائخ کیطرف نسبت کیا ہی اور فتح القدیر مین اسیکو اختیار کیا ہی اور قاسم نے اسکو صحیح کہا ہی تو دونون قول صحیح ہین کذا فی الطحطاوی وحینئذٍ خلوٌّ وَّ ھَا بقدر العشر لم ینجس کما فی المنیۃ اور اسوقت یعنی جبکہ عمق کا اعتبار ہوا تو اگر اوسکا پانی دہ در دہ کی برابر ہے تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنواں ناپاک نہوگا چنانچہ منیۃ المصلی مین ہی ہم یہہ قول ضعیف ہی چنانچہ شارح عنقریب اوسپر آگاہ کریگا وحینئذٍ عمقہ عشر اصابع تقریبًا ثلثۃ آلاف وثلثمائۃ واثنا عشر منًا من الماء الصافی وتسعۃ علیٰ کل ضلع منھا لو قعر صار عمقًا ذراعان وثلثۃ ارباع ذراع وضعفًا ضیعۃ تقریبًا کل ذراع اربعۃ وعشرون اصبعًا انتہیٰ اور اسوقت مین یعنی جبکہ عمیق کنوان حوض کبیر کی مانند ہوا تو پانچ انگلیون کا عمق دہ در دہ کے عرض مین ۱۲ ۳۳ ۳ سیر صاف پانی کا ہی اور گنجایش کرتا ہی اسقدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق مین دو گز اور پون گز اور آدھی انگلی سے تخمینًا ہر گز ۲۴ انگلی کا انجام ہو گیا کلام قہستانی کا قلت وفیہ کلام اذ المعتمد عدم اعتبار العمق وحدہ فتبصّر مین کہتا ہون اور قہستانی کے اس کلام مین کلام ہے یعنی مسلم نہین اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہین تو اے مخاطب ہوشیار رہیو ہم بحر الرائق مین فتح القدیر سے منقول ہے کہ عمیق تنگ جوانب کو آب کثیر قرار دینا موجہ نہین اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہی کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہونچے اور تقارب جوانب مین بلاشک وصول غالب ہی اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہی نہ عمق سے کذا فی الطحطاوی ملخصًا **فائدہ** بڑا تالاب ہی کہ ایام گرما مین خشک ہو جاتا ہی اور چوپائے اوسمین لید کرتے ہین پہر اوسمین پانی آیا اور بہر گیا تو نظر کرنا چاہیئے اگر نجاست ہو پانی داخل ہونیکے مکانمین تو سب پانی نجس ہی اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اوس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ پاک نہوگا اور اگر نجاست موضع دخول آب مین نہین پہر وہ پاک پانی جمع ہوا پاک مکانمین جو دہ در دہ ہی پہر وہان سے بڑہا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہی اور جو برف اوس سے جمے وہ بھی طاہر ہے جب تک کہ اوسمین نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسیطرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہو گیا اور اوسمین نجاست پڑی پہر نیا پانی آیا اگر نیا پانی دہ در دہ ہو گیا نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہی کذا فی الخانیہ یعنی فتاوی قاضی خان ولا یجوز بماءٍ زال طبعہ وھو السیلان والارواء والانبات بسبب طبخ کمرق وماء باقلاء الا بما قُصد بہ التنظیف کاشنان وصابون فیجوز ان بقی رقتہ اور جائز نہین طہارت وضو اور غسل کی اوس پانی سے جسکی طبیعت یعنی اوسکی پیدائشی صفت کہ بہنا اور پیاس کا کہوتا اور نباتات کا اوگانا ہی زائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا و مطبوخ مگر وہ پانی جو پکایا گیا اوس چیز کے ساتھ جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہی چنانچہ اشنان اور صابون تو اوس سے طہارت جائز ہے اگر اوسکی رقت باقی ہو یعنی گاڑھا نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہو گیا ولا بماءٍ استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو مع رفع حدث یا جائز نہین طہارت اوس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث کے ساتھ معلوم کرنا چاہیئے کہ مستعمل پانی مین کلام واقع ہوتا ہی چار مقام مین اول استعمال کے سبب مین سو مصنف نے اوسکو بیان کیا بقولہ لقربۃ او رفع حدث مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت مین سو مصنف نے اوسکا اشارہ کیا بقولہ اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت مین سو اوسکو بیان کیا بقولہ طاہر مقام رابع مستعمل کے حکم مین سو اوسکو ذکر کیا بقولہ غیر مطہر قربت کیونکہ وضو کرنے سے باتفاق شیخین ومحمد کے استعمال ثابت ہی خواہ فقط قربت ہو یا قربت رفع حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالہ حدث کی یہہ صورت ہی کہ غیر محدث یعنی باوضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ کرے یا طاہر غسل کرے اور فقط ازالہ حدث بلا قربت کی یہہ صورت ہے کہ محدث یعنی بے وضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہان ازالہ حدث تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہین اسواسطے کہ بدون نیت کے ثواب نہین ہوتا محمد کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہی اور امام اعظم اور ابو یوسف

کے نزدیک قربت بھی سبب ہے اور ازالہ حدث بھی بلکہ اسقاط فرض بھی او من ممیزٍ او حائضٍ لعادۃٍ عبادۃٍ یا ہو استعمال پانی کا نابالغ صاحب تمیز یا
حائض سے عبادت کی عادت باقی رہنے کیواسطے یعنی نابالغ جو وضو کرے ثواب کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اوسکو مستحب ہے کہ نماز کے
وقت وضو کرکے جانماز پر بیٹھ کر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نہ چھوٹے تو پانی بھی مستعمل ہے تقرب کے سبب سے اوس مستعمل سے بھی وضو جائز
نہین او غسل میتٍ یا ہو استعمال پانی کا میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہے اگر اوسکے بدن پر نجاست نہو وہو الاصح اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نجس ہے
بنجاست خبث تو اوسکا غسالہ نجس ہوگا اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہے اور محمد نے جو غسالہ میت کو مطلقا نجس کہا ہے تو اسوجہ سے کہ غالبا نجاست سے
خالی نہین ہوتا کذا فے البحر او یدٍ لاکلٍ او منہ بنیۃ السنۃ یا استعمال ہو ہاتھ کے دہونے سے کہانیکے واسطے یا کہانے سے فراغت کرکے ادائے سنت کے
قصد سے ہم حدیث مین وارد ہے کہ کہانے کی برکت ہے پہلے اور بعد کہانیکے ہاتھ دہونا تو اگر اس نیت سے ہاتھ دہوئے ثواب حاصل ہوا پانی مستعمل
ہوگیا اور اگر یہ نیت نہین چنانچہ میل صاف کرنے کیواسطے دہونے سے پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہے نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی ۱۲ ف
لاجل رفع حدثٍ ولو مع قربۃٍ کوضوء محدثٍ ولو للتبرد یا مستعمل ہو پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ حدث قربت کے ساتھہ مجتمع ہو
چنانچہ بیوضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ اوسنے سرد ہونے کیواسطے وضو کیا ہو ہم جبکہ بیوضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہان دو سبب استعمال کے جمع ہوگئے
یعنے ازالہ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی دفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہر صورت پانی مستعمل ٹھہرا فلو توضأ
متوضئٌ لتبردٍ او تعلیمٍ او لطینٍ بیدہ لم یصر مستعملا اتفاقا اور اگر باوضو شخص نے وضو کیا سرد ہونے کو یا تعلیم وضو کیواسطے یا مٹی دہونے
کیواسطے اپنے ہاتھ سے تو وہ پانی باتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہوگا ہم یہہ تفریع ہے اوس تفسیر پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہے قربت سے یا ازالہ حدث
سے سو ان صورتون مین کوئی سبب استعمال کا نہین قربت تو اسواسطے نہین کہ نیت نہین کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہین ہوتا اور ازالہ حدث بھی
نہین اسواسطے کہ وہ شخص باوضو ہے اگر کوئی کہے کہ تعلیم مقصود مین بلاشبہہ ثواب ہے پہر کیا وجہ ہے کہ تعلیم قربت نہوا اوسکا جواب یہہ ہے کہ قربت تو فقط
تعلیم مین ہے نہ پانی کے استعمال مین ولہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس تعلیم فعلی کی کچھہ حاجت نہین ہے کزیادۃٍ علی الثلث بلا نیۃ قربۃٍ چنانچہ پانی مستعمل
نہین ہوتا تین بار دہونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی بلاارادہ وضو تین بار سے زیادہ دہونے سے مستعمل نہین ہوتا وکغسل
نحو فخذٍ او ثوبٍ طاہرٍ او دابۃٍ توکل اور جیسے پانی مستعمل نہین ہوتا مثل ران کے یا پاک کپڑے یا حلال چوپائے کے دہونے سے ہم مثل ران
سے مراد اعضاء غیر وضو ہین یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دہوڈالے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنابر قول اصح کے کما فی البحر اسواسطے کہ اسمین نہ قربت ہے نہ رفع
حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کی مانند پاک برتن ہے ۱۲ او لاجل اسقاط فرضٍ یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام بحر الرائق
یہ ہے کہ پانی مستعمل ہو جاتا ہے تین چیزون مین سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اوسکے ساتھہ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اوسکے ساتھ
ازالہ حدث ہو یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے بدلیل قول فقہا کہ جو اپنے ہاتھ کہنیون تک یا ایک پانون تغار مین ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اس
صورت مین نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پائی گئی فقط فرض ساقط ہوگیا عضو مغسول سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنی برخلاف
اور کتابون کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اوس تقدیر مین تمام ہوگا جبکہ اسقاط مین ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہے اسکا
جواب یہہ ہے کہ فرض ساقط ہو جاتا ہے مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہو اور جبکہ نیت نہین تو ثواب نہین تو اب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فے
الطحطاوی ہو الاصل فی الاستعمال الکمال یہی یعنی فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہے پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اسپر آگاہ کردیا ہے
کمال الدین محقق نے ہم یعنی رفع حدث مین حقیقۃ اور قربت مین حکما اسقاط فرض موجود ہے اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہے دوسری بار کذا فی
الطحطاوی بان غسل بعض اعضائہ او ادخل یدہ او رجلہ فی حبٍ بغیر اغترافٍ ونحوہ کرہ فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا
اسقاط فرض کا اسطرح ہے کہ دہووے بےوضو شخص بعض اعضا کو یا اپنا ہاتھ یا اپنا پانون ڈالے مٹکے مین بغیر پانی لینے کے اور مانند اوسکی چنانچہ کوزہ نکالنے

کو بو مٹکے مین گر گیا ہے تو البتہ اس صورتمین پانی مستعمل ہو جائیگا فرض کے ساقط ہو جانے کیوجہ سے بالاتفاق یعنی اگر وضو یا غسل مین اس عضو کو نہ دہویا
تو کافی ہے ہم یہہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونونکو شامل ہے لیکن محیط مین ابو یوسف سے مشہور روایت یہہ ہے کہ پورا عضو پانی مین ڈالنا مستعمل ہو جانے
مین مشہور مذہب ہے اور ایک دو اونگلی کے ڈالنی سے مستعمل نہوگا اور اوخال کف سے مستعمل ہوگا چنانچہ عالمگیری مین ہے بتغیر پانی لینے کی یہہ صورت ہے کہ مٹی یا
خمیر ہاتھہ مین بھرا تھا اوسکو دہونے کیواسطے ہاتھہ مٹکے مین ڈالا تو معلوم ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھہ مٹکے مین ڈالیگا تو پانی مستعمل نہوگا ضرورت
کے سبب سے اور اسیطرح جسنے ہاتھہ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوئین مین اوترا ڈول نکالنے کو اس سے بھی پانی مستعمل نہین ہوتا اور اتفاق سے یہان مراد ان
فقہا کا اتفاق ہے جو تجزی حدث کے قائل اور جو کہ قائل نہین کذا فی الطحطاوی وان لم يزل حدث عضوه او جنابته ما لم يتم لعدم تجزيهما زوالا
وثبوتا على المعتمد اگرچہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اوسکی جنابت زائل نہوگی جب تک کہ اسقاط فرض کا پورا نہوگا بسبب متجزی ہونے حدث اور
جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر ہم یعنی زوال حدث اور جنابت کا اور اونکا ثابت ہونا متجزی یعنی پارہ پارہ نہین تو جبکہ
دونون زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگے تو سقوط فرض کا مثلا ہاتھہ سے اسکا مقتضی ہے کہ ہاتھہ کا دہونا دوسری
بار باقی اعضا کے ساتھہ واجب نہوا اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دہونے پر موقوف ہوا ایسا ہی بحر الرائق مین ہے شیخ قاسم نے حواشی مجمع مین کہا
ہے کہ حدث کا اطلاق دو معنون پر ہوتا ہے اول بمعنی مانعیت شرعیہ یعنی شرعا ممنوع ہونا اوس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے اور یہہ متجزی
نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی بمعنی نجاست حکمیہ اور یہہ متجزی ہے ثبوت اور ارتفاع مین بلا خلاف اور پانی کا مستعمل ہو جانا نجاست حکمیہ
کے ازالہ سے ہی قاسم نے کہا کہ یہہ تحقیق یاد رکھنے کے لائق ہے کذا فی الطحطاوی وينبغي ان يزاد او سنة ليعم المضمضة والاستنشاق
فتامل اور چاہیئے کہ زیادہ کیا جاے لفظ او سنة بعد اسقاط فرض کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اسمین تامل کر ہم یعنی یون کہنا چاہیئے
کہ لاسقاط فرض او سنة تو مطلب یہہ ٹھہریگا کہ مستعمل ہونا پانی کا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل ٹھہریگا حلبی محشی
نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھہ حاجت نہین کہ وہ تو قربت مین داخل ہے اسواسطے کہ سنت ادا نہین ہوتی بدون نیت کے پھر جب سنت
مین نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انتہے یہی وجہ ہے تامل کی جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضو وان لم يستقر في شيء على
المذهب ان سب صورتونمین پانی مستعمل ہو جاتا ہے اوسوقت جبکہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ کسی چیز مین نہین ٹھہرا بنا بر مذہب درست کے وقيل
اذا استقر ورجح [illegible] اور قول ضعیف یہہ ہے کہ جب عضو سے جدا ہو کر کسی مکان مین یعنی زمین یا کف یا کپڑے مین ٹھہر جاے اور حرکت سے باز رہے
تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی ترجیح دیگئی ہے حرج کے سبب سے ہم یعنی اگر بمجرد انفصال کے عضو سے استعمال ثابت ہو تو اسمین مشقت ہے اسلئے
کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے اس صورت مین کہ جب پانی عضو سے جدا ہوا اور ہنوز
کہین نہین ٹھہرا بلکہ وہ ہوا مین ہے پھر وہ گرا کسی آدمی کے عضو پر اور اوسپر بہا بدون اسکے کہ اوسنے اپنی ہتھیلی مین لیا ہو تو اول قول پر اسکا
وضو صحیح نہین اور قول ثانی پر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وثمرته ما يصيب منديل المتوضي وثيابه عفو اتفاقا وان كثر اور وہ ترجیح مردود
ہے اسطرحسے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنیوالیکے رومال اور کپڑونکو لگجاتا ہے وہ معاف ہے باتفاق شیخین اور محمد کے اگرچہ مقدار درہم سے زیادہ ہو
یعنی جب معاف ہوا تو حرج ثابت نہوا امام محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے تو اونکی قول پر معاف کہنا مناسب نہین اور شیخین کے نزدیک اگرچہ
بعض روایت مین وہ نجس ہے مگر یہان ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہے وهو طاهر ولو من جنب على الظاهر اور وہ مستعمل پانی
پاک ہے اگرچہ وہ جنابت والیکا ہو ظاہر مذہب پر ہم مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ طہارت محمد
کا قول ہے اور امام سے بھی مروی ہے اور تیسرا قول یہہ ہے کہ وہ نجس مغلظ ہے اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتھا قول یہہ ہے کہ نجس مخفف ہے اور اسکو
ابو یوسف نے امام سے روایت کیا اور اسی پر اونکا عمل ہے لیکن علمانے طہارت کی روایت کو صحیح کہا ہے یہانتک کہ مجتبی مین ہے کہ مقرر امام

اور صاحبین سے صحیح روایات یہی ہیں کہ وہ طاہر غیر طہور ہے مگر حسن کی روایت فخر الاسلام نے کہا کہ طاہر ہونا مختار ہے ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہے محمد کی تمام کتابوں میں جو مروی ہیں ہمارے علما سے اور اسکو محققین ماوراء النہر نے اختیار کیا ہے اور محیط میں ہے کہ یہی قول مشہور ہے امام سے اور اکثر کتابوں میں طاہر ہونے پر فتوی ہی مذکور ہے بلا تفصیل بین المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا یہی قول ہے احمد بن حنبل کا اور مذہب شافعی میں بھی یہی قول صحیح ہے اور روایت ہے امام مالک سے نووی شافعی نے کہا یہی قول طہارت کا جمہور سلف اور خلف کا قول ہے لکن یکرہ شربه والعجن به تنزیها للاستقذار وعلی روایة نجاسته تحریما لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اُس سے گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے گھنانے کی وجہ سے اور اوسکی نجاست کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے وحکمه انه لیس بطهور لحدث بل لخبث علی الراجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنی اثر مترتب یہ ہے کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنیوالا نہیں یعنی وضو اور غسل کے لائق نہیں بلکہ بنا بر قول راجح معتمد کے نجاست حقیقی کا پاک کرنیوالا ہے م مجتبی الدر شرح ارشاد میں ہے کہ ازالہ نجاست کا مستعمل پانی سے جائز ہے بنا بر روایات ظاہرہ کے کذا فی النہر **فروع** اختلف فی محدث انغمس فی بئر لدلو او تبرد مستنجیا بالماء ولا نجس علیه ولم ینو ولم یتدلک والاصح انه طاهر والماء مستعمل لاشتراطهم الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہے اُس محدث کے حکم میں جسنے غوطہ مارا کنوئیں میں ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنیکو غوطہ مارا پانی سے استنجا کر کے اور اوسکے بدن پر نجاست نہیں اور نہ اوسنے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدنکو ملا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور کنوئیں کا پانی مستعمل ہے اسواسطے کہ مستعمل ہونیکے واسطے جدا ہونا پانی کا شرط ہے یعنی جب شخص کنوئیں سے نکلا تو انفصال پایا گیا م محدث حدث اکبر کو بھی شامل ہے خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے یعنی جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئیں میں گھسے اور اگر قبل انقطاع جاویگی بشرطیکہ اوسکے اعضا پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونوں طاہر کی مانند ہیں اسواسطے کہ وہ خارج نہیں ہوئی حیض اور نفاس سے تو پانی مستعمل نہوگا چنانچہ خانیہ اور خلاصہ میں ہے اور کنوئیں سے وہ مراد ہے جو دہ در دہ سے کم ہے ڈول نکالنے اور سرد ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ ماریگا نہانے کے قصد سے تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوگا اسواسطے کہ ازالہ حدث اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلوں سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہوگا اور اسیطرح اگر اوسکے بدن پر نجاست ہوگی یا ازالہ حدث کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ میں مذکور ہے بحر الرائق میں کہا اسواسطے کہ ملنا نیت اغتسال کے قائم مقام ہے تو ملنے سے پانی بالاتفاق مستعمل ٹھہریگا اور اصح کے مقابل غیر اصح ایک یہ کہ مرد اور پانی دونوں ناپاک ہیں اور یہ امام سے روایت ہے اور دوسرا قول یہ کہ مرد کا حدث بحال سابق قائم ہے اور پانی طاہر اور مطہر ہے یہ روایت ہے ابو یوسف سے اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانی مستعمل ہے سو بعض کا قول ہے اسواسطے کہ ڈول نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہیں چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہوگا بلا خلاف کذا فی الطحطاوی ملخصا والمراد ان ما اتصل باعضائه وانفصل عنها مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہ ہے کہ جو پانی کہ شخص کے اعضا سے ملا اور پھر جدا ہوا اعضا سے وہ مستعمل ہے نہ تمام پانی کنوئے کا مستعمل ہے بنا بر اوس قول کے جو گذر گیا م یعنی ایسی صورتمین اجزا کا اعتبار ہے یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ مغلوب اور نہایت کم ہے کنوئیں کے باقی پانی سے وکل اهاب ومثله المثانة والکرش قال القهستانی فالاولی وما دبغ ولو بشمس وهو یحتمله طهر فیصلی به ویتوضأ منه اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جاوے یعنی پکایا جاوے اگرچہ دہوپ میں ڈالکر اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے پاک ہوگا تو آدمی پوستین پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بناکر اوس سے وضو کرے شارح نے کہا اور چمڑے کی مانند دباغت قبول کرنے میں پھوکنا اور اوجھڑی ہے قہستانی نے کہا تو بہتر ہو کل ما یدبغ کی دباغت کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز کی دباغت ہو وہ پاک ہوگی تاکہ چمڑے اور پھکنی اور اوجھڑی سبکو شامل ہو م چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہیں اوسکا پاک ہونا یہ متعلق کتاب الصید ہے اور اوسمین نماز کا جائز ہونا یہ متعلق کتاب الصلوۃ سے ہے اور اوس سے وضو کا جائز ہونا یہ متعلق ہے پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث میں اوسکو ذکر کیا دباغت دو قسم ہے حقیقی اور حکمی حقیقی وہ ہے جو پھٹکری یا ببول کے پتے وغیرہ سے ہو وہ پانی پہنچنے سے ناپاک نہیں ہوتی باتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہے جو

دہوپ سی خشک ہوا اوسمین پانی پہنچنے سی دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہی کہ وہ ناپاک ہو جاویگی دوسری روایت یہہ ہی کہ ناپاک نہوگی وما لا یحتملہا فلا وعلیہ الفتوی اور جو چمڑا وغیرہ دباغت پذیر نہین وہ پاک نہوگا اور اسی قول پر فتوی ہی فلا یطہر جلد حیة صغیرة ذكره الزيلعي اما قميصها فطاهر تو پاک نہوگی دباغت سی چہوٹے سانپ کی کہال ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے لیکن سانپ کی کینچلی تو پاک ہے وفارة اور پاک نہین ہوتی چوہے کی کہال یعنے عدم احتمال دباغت سی كما انه لا يطهر بذكاة لتقيدهما بما يحتمله جیسے کہ سانپ اور چوہے کی کہال پاک نہین ہوتی ذبح کرنے سی اسواسطے کہ دباغت اور ذبح مین احتمال اور لیاقت کی قید ہے یعنی دباغت سی پاک ہو جاتی ہی وہ کہال جو دباغت کی لیاقت رکہتی ہے اور ذبح کرنے سے اُس جانور کی کہال طاہر ہو جاتی ہے جو ذبح کرنیکے لائق ہے خلا جلد خنزير فلا يطهر وقدم لان المقام للاهانة ہر چمڑا دباغت سی پاک ہوتا ہے سُوَر کی کہال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہین ہوتی اور سُوَر کو پہلے ذکر کیا آدمی سی اسواسطے کہ یہہ ذلت اور خواری کا مقام ہے یعنی نجاست کا تو یہان ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضای بلاغت ہے وآدمي فلا يطهر لكرامته اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کہال کو دباغت نہین دیجاتی اوسکی تعظیم اور توقیر کے سبب سے ہم بعضون کے نزدیک سُوَر اور آدمی کی کہال پاک نہین ہوتی اسواسطے کہ پرت پرت ہونے سی دباغت پذیر نہین اور بعضون نے کہا کہ آدمی کی کہال پاک ہو جاتی ہے دباغت سی لیکن اوسکا استعمال جائز نہین اور یہی منقول ہے مذہب مین شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہے ولو دبغ طهر وان حرم استعماله حتى لو طحن عظمه في دقيق لم يؤكل في الاصح احتراما اور اگر آدمی کی کہال دباغت کیجاوے تو پاک ہوگی اگرچہ اوسکا استعمال حرام ہے یہانتک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیسی گئی آٹے مین تو اُس آٹے کو نکہانا صحیح تر قول مین اوسکی تعظیم کیوجہ سی وافاد كلامه طهارة جلد كلب وفيل وهو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کتے اور ہاتہی کی کہال کے پاک ہونیکا یعنی دباغت سی اور یہی قول معتمد ہے ہم جبکہ سب کہالونکی طہارت سی سُوَر اور آدمی کو استثنا کر لیا تو معلوم ہو گیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سی پاک ہو جاتے ہین وما اي اهاب طهر به بدباغ طهر بذكاة على المذهب لا يطهر لحمه على قول الاكثر ان كان غير ماكول هذا اصح ما يفتى به وان قال في الفيض الفتوى على طهارته اور جو کہال کہ پاک ہوتی ہی دباغت کرنے سی وہ پاک ہو جاتی ہی جانور کے ذبح کرنے سی مذہب صحیح پر پاک نہین ہوتا اوسکا گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر وہ جانور جسکو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہے اقوال مفتی بہ مین یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہے اگرچہ فیض مین کہا ہے کہ گوشت کی طہارت پر فتوی ہے ہم سراج الدرایة مین کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہی افعل التفضیل کے صیغہ سی طہارت کے قول کی بہی تصحیح معلوم ہوتی مگر عدم طہارت زیادہ ترجیح ہے كذا في الطحطاوي وهل يشترط لطهارة جلده كون الذكاة شرعية بان تكون من الاهل في المحل بالتسمية قيل نعم وقيل لا والاول اظهر لان ذبح المجوسي وتارك التسمية عمدا كلا ذبح وان صحح الثاني صححه الزاهدي في القنية والمجتبى واقره في البحر سوال اور کیا شرط ہے اوسکی کہال کے پاک ہونے مین بطور حکم شرع کے ذبح کرنا اسطرح کہ ذبح کرنا صادر ہوا اہل سی یعنی مسلم عاقل یا کتابی سی ذبح کرنیکے مقام مین بسم اللہ کے ساتہہ جواب ایک قول یہہ ہی کہ ہان ذبح شرعی شرط ہی اور دوسرا قول یہہ ہے کہ شرط نہین اور پہلا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اُس مسلمان اور کتابی کا جسنے بسم اللہ کہنا عمداً ترک کیا عدم ذبح کی مانند ہی اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی مین تصحیح کی ہی اور بحر الرائق مین اس تصحیح کو ثابت رکہا ہی ہم اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتمدہ مذہب مین مسطور ہی كذا في المنح زاہدی امام مشہور ہی قنیہ اور مجتبی کا مصنف ہی قنیہ فتاوی اور مجتبی شرح ہی قدوری کے زاہدی عقائد مین معتزلی مذہب ہی اور فروع مین حنفی ہی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ما يخرج من دار الحرب كسنجاب ان علم دبغه بطاهر فطاهر او بنجس فنجس وان شك فغسله افضل جو چمڑا کہ کفار کی ملک سی نکلتا ہی اور دار الاسلام مین آتا ہی جیسے سنجاب اگر اوسکی دباغت پاک چیز سی معلوم ہو جاوے تو وہ چمڑا پاک ہی یعنی اوسکو پہنکر نماز درست ہی اور اگر اوسکی دباغت ناپاک چیز سی مثلا مردار

[illegible]

عه یعنی چمڑا گوشت نہیں کیا جاتا ۱۲

کی پیری سے معلوم ہو تو وہ ناپاک ہے اور اگر شک واقع ہو یعنی معلوم نہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اوسکا دہونا بہتر ہے یعنی واجب نہین
وشعر المیتة غیر الخنزیر علی المذهب اور بال مردار جانور کے پاک ہین سواے سُوَر کے مذہب درست پر ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث مین
اسواسطے بیان کی تا معلوم ہو کہ اوسکو پانی مین واقع ہونے سے پانی ناپاک نہین ہو جاتا ہے جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق
اولے پاک ہین اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اوسکے ناپاک ہین ابو یوسف کے نزدیک اگر قلیل پانی مین واقع ہون ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی
وعظمها وعصبها علی المشهور اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہے مذہب کے مشہور قول پر ہم عصب یعنی پٹھے مین دو روایتین ہین سراج وہاج مین
کہا کہ اوسکی نجاست صحیح ہے مگر صاحب فتح القدیر بدائع کا تابع ہوا ہے اوسکی طہارت مین اور یہی قول مشہور ہے اور وقایہ اور دُرر مین اسی پر یقین کیا
ہے کذا فی النہر وحافرها وقرنها الخالیة عن الدسومة اور مردار کا سم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہے ہم یعنی بال اور ہڈی اور پٹھا
اور سم اور سینگ اوسوقت پاک ہین جبکہ اُنپر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہوگی تو ناپاک ہین یہہ ناپاکی ذاتی نہین بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہے وکذا کل
ما لا تحله الحیوة حتی الانفحة واللبن علی الراجح اور اسیطرح پاک ہے مردار کی ہر ایک وہ چیز جسمین زندگی نہین سماتی یعنی جاندار کے بدن مین وہ
چیزین بیجان ہین چنانچہ بال اور پر اور چونچ یہانتک کہ پنیرمایہ یعنی چپتا اور مردار کا دودھ بنابر قول راجح کے ہم انفحہ بکسر ہمزہ وفتح فاء وہ دودھ ہے
جو شیرخوار بچے کے پیٹ مین ہوتا ہے یعنی پنیرمایہ جسکے ڈالنے سے دودھ جمتا ہے وہ امام کے نزدیک پاک ہے جبکہ مردار سے نکلے خواہ بستہ خواہ سائل اور صاحبین
کے نزدیک سائل نجس ہے اور بستہ دہونے سے پاک ہوجاتا ہے اور اگر مذبوح جانور سے خارج ہوا تو بالاتفاق پاک ہے کذا فی الطحطاوی وشعر الانسان
غیر المنتوف اور انسان کا بال جو اُکھاڑا نہین پاک ہے یعنی اوکھاڑے بال ناپاک ہین اور اوسکی بیع کا جائز نہونا تعظیم کے سبب سے ہے نہ نجاست کیوجہ سے
وعظمه وسنه مطلقا علی المذهب اور آدمی کی ہڈی اور دانت مطلقا پاک ہین مذہب درست پر ہم مطلقا خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا واختلف
فی اذنه ففی البدائع نجسة وفی الخانیة لا اور اختلاف ہے آدمی کے کان مین سو بدائع مین ہے کہ وہ ناپاک ہے اور خانیہ مین ہے کہ ناپاک نہین وفی
الاشباه المنفصل من الحی کمیتته الا فی حق صاحبه فطاهر وان کثر اور اشباہ مین ہے کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہوگئی وہ مردار کی مانند
ہے مگر اوسی شخص کے حق مین جسکا وہ جز ہے پاک ہے اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو ہم منفصل سے مراد وہ عضو ہے جسمین جان ہے تو ناخن اور بال منفصل ہونے
سے ناپاک نہ ٹھہرینگے اور یہہ جو کہا کہ منفصل اوسیکے حق مین پاک ہے یعنے بالخصوص نماز مین اوسکا حمل درست ہے نہ پانی وغیرہ مین اسواسطے کہ پانی فاسد ہوگا
اُسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویفسد الماء بوقوع قدر الظفر من جلده لا بالظفر اور ناپاک ہوجاتا ہے قلیل
پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے ہم یعنی آدمی کی کھال یا اوسکا چھلکا پانی مین گرا اور زیادہ شمار مین آیا پانی ناپاک ہوگا
اسواسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہے اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہوگا اسواسطے کہ ناخن عصب یعنی پٹھا ہے کذا فی البحر ودم سمك
طاهر اور خون مچھلی کا پاک ہے ہم اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت مین خون نہین ہے اسواسطے کہ جب وہ خشک ہوتا ہے تو سفید ہوجاتا ہے کذا فی النہر
واعلم انه لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیه الفتوی وان رجح بعضهم النجاسة کما بسطه ابن الشحنة اور اسکو جان رکھہ کہ کتا نجس العین
نہین یعنی اوسکی نجاست ذاتی نہین خوک کی مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اگرچہ بعضے علما نے چنانچہ زاہدی اور فقیہ ابو اللیث نے نجس العین
ہونے کو ترجیح دی ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم کتے سے حفاظت اور شکار کروانا شرعا درست ہے اگر وہ نجس العین ہوتا تو
اُس سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کی مانند بحر الرائق مین ہے کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز کہ ماکول نہین وہ پاک ہے اور گوشت اُسکا ناپاک
ہے فیباع ویؤجر ویضمن ویتخذ جلده مصلی ودلوا جبکہ کتا نجس العین نہوا تو اوسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اوسکی تلف کرنیوالے پر تاوان
لازم ہونا اور اوسکی کھال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہے ولو اخرج حیا ولم یصب فمه الماء لا یفسد الماء ولا الثوب بانتفاضه و
لا بعضه ما لم یر ریقه اور اگر کتا کنوئے سے زندہ نکالا گیا اور اُسکا مُنہ پانی مین نہ لگا تو کنوئے کا پانی ناپاک نہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا بھیگے کتے

کی چھینٹون سی اور نہ اوسکی کاٹنے سے جبتک اوسکی رال کا گنا بدن پر معلوم نہو ھم یعنی اگر کنوئین مین کتا منہ ڈالیگا یا کاٹنے مین اوسکی رال بدن پر لگیگی تو پانی اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہے گوشت سی اور گوشت اوسکا ناپاک ہی ولا صلوٰۃ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہوگی نماز اوسکی جو نماز پڑہنے مین کتے کو لئے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو ھم یعنی اسواسطے کہ ظاہر اوسکا ناپاک نہین اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہین شارح نے بقولہ ولو کبیرا اشارہ کیا کہ یہہ جو بعضی روایت مین کلب صغیر کی قید ہی سو اتفاقی قید ہی نہ احترازی وشرط الحلوانی شدّ فمہ اور شمس الائمہ حلوائی نے کتے کا منہ بند کر لینا شرط کیا ہے یعنی حامل سگ کی نماز اس شرط سی فاسد نہین کہ اوسکا منہ بند ہو تاکہ اوسکا لعاب مصلے کے بدن اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ ظاہر بدن ہر جانور کا پاک ہے نجس نہین ہوتا بدون موت کے اور اوسکے باطن کی نجاست اپنے معدن مین قائم تر اوسکا حکم ظاہر نہین ہوتا جیسے باطن مصلے کی نجاست کا کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہین کتے کے گوشت کے ناپاک ہونے مین اور اوسکے بال کے پاک ہونے مین ھم بعضون نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہوا تو اوسکا پس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ ماکول حرام ہی اوسکا جواب یہہ ہے کہ طہارت عین اسکی مستلزم نہین کہ اوسکا ہر جزو پاک ہو پس خوردہ اوسکا اسوجہ سی ناپاک ہی کہ اوسکے ساتھہ لعاب اوسکا مختلط ہے اور لعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سی اور گوشت ناپاک ہی دم مسفوح کے اختلاط سی والمسک طاہر حلال فیؤکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہے ماکول ہی ہر حالت مین یعنی خواہ غذا مین خواہ دوا مین خواہ ضرورت ہو یا نہو ھم طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم نہین اسواسطے کہ مٹی پاک ہی مگر اوسکا کہانا حلال نہین وکذا نافجتہ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح وکذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الی الطیبۃ اور اسیطرح مشک کا نافہ پاک ہے مطلقا یعنے خواہ پانی کے لگنے سے فاسد ہو یا نہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسیطرح زباد پاک ہے کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہو جانے ہر ایک مشک اور زباد کے ھم یعنی ہرچند مشک اصل مین خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہی لیکن اب مستحیل بخوشبو ہو گیا حقیقت اوسکی بدلگئی دونون پاک ہین اور غیر اصح زیلعی کا قول ہے کہ اگر نافہ مشک پانی لگنے سی فاسد نہو تو پاک ہی اور یہہ اختلاف مردار جانور کے نافہ مین ہے اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہے زباد بزا معجمہ و با موحدہ بروزن سحاب خوشبودار چیز ہے یعنی ایک قسم کی بلی کا پسینہ او میل ہے کہ اوسکی دم کے نیچے مخرج کے پاس مجتمع ہو جاتا ہے اوسکو پکڑ کے کہرچ لیتے ہین قاموس مین ہی کہ جسنے زباد کی تفسیر جانور کی اوسنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ وطہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنے جس جانور کا گوشت کہانا حلال ہی جیسے بکری اور اونٹ اوسکا پیشاب نجس ہی بنجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اوسکو پاک کہا ہے ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی ولا لغیرہ عند ابی حنیفۃ اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوی ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سوای دوا کے امام ابو حنیفہ کے نزدیک ھم اور محمد کے نزدیک مطلقا جائز ہی اور ابو یوسف کے نزدیک دوا کیواسطے جائز ہی فرع ھم مسئلہ متمہ شارح کا اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی حرام چیز سے دوا کرنے مین علما کا اختلاف ہی اور ظاہر مذہب یہہ ہی کہ درست نہین ہی چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع مین ہی لیکن مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب الرضاع مین اور یہان حاوی قدسی سی نقل کیا ہی یہہ مسئلہ اسطرح اور بعضون نے کہا کہ حرام سی دوا کرنے کی رخصت دی جاتی ہے جبکہ معلوم ہو کہ حرام مین شفا ہی اور کوئی دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دیگئی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ھم خانیہ مین ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے تمہاری دوا اسواسطے شفا نہین ٹھہرائی اوس چیز مین جو تمپر حرام کی یہہ حضرت نے ان چیزون کے حق مین فرمایا جنمین شفا نہین ہے اور جنمین شفا ہی اوسکی دوا کرنیکا کچھہ مضایقہ نہین کیا تو نہین جانتا کہ پیاسے کو شراب کا پینا حلال ہے ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہی صاحب ہدایہ نے تجنیس مین اسواسطے کہ حرمت ساقط ہے شفا حاصل ہونے کیوقت اور حاوی قدسی مین ہی کہ جب خون آدمی کی ناک سی روان ہو اور بند نہوتا تک

[illegible]

کہ اوسکو مرجانیکا خوف ہوا ور تجربہ اور امتحان سے یہہ بات معلوم ہو کہ فاتحۃ الکتاب یا سورہ اخلاص اس خون سے اوسکو ملنے پر لکھنے سے خون بند ہوگا
تو ایک قول مین رخصت نہین ہے اور دوسرے قول مین رخصت ہے جیسے شرب خمر کی رخصت ہے پیاسے کو اور مردار کہانے کی نہایت گرسنگی مین اور یہی فتوی
ہے کذا فی سراج الوہاج مختصرا **فصل فی البئر** یہ فصل ہے کنوئون کے مسائل مین ۱ اذا وقعت نجاسۃ فی بئر دون الکثیر او موت حیوان دموی
مخففۃ او قطرۃ بول او دم او ذنب فارۃ لم یشمع فلو شمع ففیہ ما فی الفارۃ جب گری وہ نجاست جو جاندار نہین اگرچہ نجاست مخففہ ہو
یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہی کی ایسی دم کٹی کہ محل قطع موم سے بند نہین سو اگر محل قطع موم سے بند ہوگا تو اوسکو گرنے سے اتنے ڈول نکالی جاینگی
جتنے چوہی کے گرنے سے نکالے جاتے ہین یعنی ۳۰ ڈول ہم عدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور ہونگے اور نجاست مخففہ کو
اسواسطے ذکر کیا کہ پانی مین نجاست مغلظہ اور مخففہ یکسان ہے کچہہ فرق نہین فی بئر دون القدر الکثیر علی ما مر کہ نجاست مذکورہ گری اوس کنوئین
مین جو کم ہے مقدار کثیر سے بنابر کلام گذشتہ ہم سابق مین یہہ مذکور ہو چکا کہ آب کثیر مین مبتلا بہ کا ظن غالب معتبر ہے اور متاخرین کے فتوی پر وہ دہ دردہ
کثیر ہے تو اگر کنوان دہ دردہ ہوگا تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہوگا تاوقتیکہ اوسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہو ۲ لا عبرۃ بالعمق علی المعتمد
اور کچہہ اعتبار نہین کنوئی کے عمق کا بنابر قول معتمد کے یعنی کثرت مین طول اور عرض کا اعتبار ہے نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو وہ نجاست سے ناپاک ہوگا
کذا فی البحر ۳ او ماتت فیہا او خارجہا والقی فیہا ولو فارۃ یابسۃ علی المعتمد الا الشہید النظیف والمسلم المغسول اما الکافر فینجسہا
مطلقا کسقط یا مرا کنوئی مین یا مرا کنوئی سے باہر اور ڈالا گیا اوسمین اگرچہ مردہ خشک چوہا ہو معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف خون وغیرہ سے اور وہ
مردہ مسلمان جو نہلایا گیا کہ ان دونون کے کنوئی مین گرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا لیکن کافر مردہ تو کنوئی کو ناپاک کرتا ہے ہر طرح یعنی مغسول ہو یا غیر مغسول
جیسے اسقاط حمل کا بچہ ناپاک کر دیتا ہے حیوان دموی غیر مائی لما مر جاندار روان خون والا جو کہ آبی نہین بدلیل گذشتہ ہم مذکور ہو چکا کہ غیر
دموی کی موت سے پانی نجس نہین ہوتا اگرچہ پہول یا پہٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اوسکی مرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی
وانتفخ او تمعط او تفسخ ولو تفسخ خارجہا ثم وقع فیہا ذکرہ الوانی جانور دموی مرکے پہول گیا یا اوسکی بال جہڑ گئے یا پارہ پارہ ہوگیا
اگرچہ کنوئی کے باہر پہٹ گیا پہر اوسمین گرا ایسا ذکر کیا ہے علامہ وانی محشی درر نے ینزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ
ابن الکمال نکالا جاوے کنوئی کا وہ سب پانی جو اوسمین تہا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کیوقت ایسا ذکر کیا ہے ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنی
سے پہلے کچہہ پانی زیادہ ہوگا تو اوسقدر کا نکالنا لازم نہوگا بعد اخراجہ لا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فینزح الماء الی حد لا یملاء
نصف الدلو یطہر الکل تبعا پانی نکالا جاوے نجاست اور جانور کے نکالڈالنے کے بعد مگر جبکہ اوسکا نکالنا نہو سکے جیسے نجس لکڑی کا ٹکڑا یا ایک کپڑا کہ غائب
ہوگیا تو اسقدر پانی نکالنے سے کہ آدہا ڈول نہ بہرے یہہ سب چیزین پاک ہو جاوینگی کنوئین پاک ہونے کے ساتھ ہم یعنی ڈول اور رسی اور گہری اور کنوئی
کے گرد پیش اور پانی نکالنے والیکا ہاتہ اسواسطے کہ ان چیزون کی نجاست کنوئی کے ناپاک ہو جانے کے سبب سے تہی لہذا اوسکو پاک ہو جانے سے یہ بہی
پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہو جاتا ہے جبکہ شراب سرکہ بنجاے اور استنجا کرنے والیکا ہاتہ طاہر ہو جاتا ہے محل کی طہارت سے کذا فی البحر ولو
نزح بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصۃ اور جو تہوڑا پانی آج نکالا گیا پہر اگلے دن زیادہ ہوگیا تو اوسیقدر نکالا جاے
جتنا باقی رہا تہا قول صحیح مین کذا فی الخلاصہ ہم یعنی اسواسطے کہ علی الاتصال پانی نکالنا شرط نہین تو دوسرے دن سلہا پانی نکالنا ضرور نہین وقید
بالموت لانہ لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیء الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ فان نجسا
نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے کنوئی کے پانی نکالنے مین موت حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین
نہین مانند سؤر کی اور نہ اوسپر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہے تو کچہہ پانی نکالا نجاویگا مگر اوسوقت جبکہ اوسکا منہ پانی مین داخل ہو تو اوسوقت اوسکے
جہوٹے کا اعتبار ہوگا سو اگر اوس حیوان کا جہوٹہا ناپاک ہے تو سارا پانی نکالا جاویگا اور اگر پاک ہے یا مکروہ یا مشکوک تو کچہہ بہی نکالنا واجب نہین یہی

قول صحیح ہے ہم نجس العین کے ساقط ہونے سے تمام پانی نجس ہوگا خواہ وہ مرگیا نہ مرا ہو مُنہ اوسکا پانی مین داخل ہوا یا نہو اور شارح نے نجاست حکمی کو جو
بیان کیا تو شائد کہ یہہ قول آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہو کذا فی الطحطاوی نعم یندب عشرۃ فی المشکول لاجل الطہوریۃ کما فی القنیۃ
ان مستحب ہو دس ڈول نکالنا مشکوک مین مُطہر ہونیکے واسطے چنانچہ خانیہ مین ہے ہم اور بعضون نے مزید احتیاط کیواسطے سارے پانی کا نکالنا مستحب
کہا ہے چنانچہ عالمگیری وغیرہ مین ہے زاد فی التاترخانیۃ وعشرین فی الفارۃ واربعین فی سنور ودجاجۃ مخلاۃ وکآدمی محدث
تاتارخانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ مستحب ہی ۲۰ ڈول نکالنا چوہے مین اور ۴۰ بلی اور کوچہ گرد مرغی مین جیسی بیوضوا ودنے غسل آدمی کے کنوئین مین
گرنے اور زندہ نکلنے مین ۴۰ ڈول کا نکالنا مستحب ہو نہر هذا اذا لم تکن الفارۃ هاربۃ من هر ولا الهرۃ من کلب ولا الشاۃ من سبع
فان کان نزح کلہ مطلقا کما فی الجوهرۃ پہر یہہ حکم یعنی سارا پانی نہ نکالنا جبکہ حیوان زندہ نکلے اور وہ نجس العین نہو اسصورت مین ہے جبکہ چوہا
بھاگا نہو بلی سے اور نہ بلی کُتے سے اور نہ بکری درندے سے سو اگر ہر ایک بھاگکر کنوئین مین گرا ہے تو سارا پانی نکالا جاویگا مطلقا یعنی پانی مین منہ داخل
ہوا ہو یا نہ داخل ہوا ہو چنانچہ جوہرہ مین ہے ہم جانور گریختہ خوف سی پیشاب کر دیتا ہو یہہ وجہ ہے تمام پانی نکالنے کی لکن فی النهر عن المجتبی ان
الفتوی علی خلافہ لان فی بولها شکا لیکن نہر الفائق مین مجتبی سی منقول ہے کہ فتوی اسکی خلاف پر ہو یعنی پانی نکالنا واجب نہین اسواسطے کہ
پیشاب کے وجود مین شک ہو یعنی اور شک سی کوئی چیز ثابت نہین ہوتی فان تعذر نزح کلها لکونها معینا فبقدر ما فیها وقت ابتداء
النزح قالہ الحلبی پہر اگر متعذر ہو تمام پانی کا نکالنا بسبب اسکے ہو کنوئین کے چشمہ دار تو اسقدر پانی نکالا جاوے جتنا اوسمین تھا ابتدا اخراج کیوقت
ایسا کہا ہو حلبی نے ہم یعنی زائد کا نکالنا لازم نہین اور شارح نے ابن کمال سے پہلے وقت و قوم کا اعتبار کرنا نقل کیا ہو یوخذ فی ذلک
بقول رجلین عدلین لهما بصارۃ بالماء بہ یفتی وقیل یفتی بمائتین الی ثلثمائۃ وهذا ایسر وذاک احوط عمل کرنا چاہیے اسمین یعنی پانی کی مقدار
مین اُن متقی دو مردون کے قول پر جنکو پانی کی خوب اٹکل ہے اسی قول پر فتوی ہو یعنی جب اُنکی اندازے کے موافق پانی نکل چکا کنوان پاک ہوگیا
اور دوسرا ضعیف قول یہی ہو کہ چشمہ دار کنوئین مین دو سو ڈول کا تین سو ڈول تک فتوی ہو اور یہہ دوسرا قول آسان تر ہے اور وہ پہلا قول بہت احتیاط والا
ہو ہم دوسرا قول محمد سی مروی ہو اور جبکہ اونہون نے دیکھا کہ بغداد کے کنوئین ۳۰۰ ڈول سے زیادہ تھے تب یہہ فتوی دیا لیکن یہہ قول ضعیف ہی اسلیے کہ
نجاست کے سبب سی حکم شرع یہہ ہے کہ سارا پانی نکالا جاوے تو عدد مخصوص پر اقتصار کرنا ظاہر ہو جانے مین بلا دلیل سمعی کیونکر مقبول ہو بلکہ ابن عباس اور
ابن زبیر سی مخالف اسکی منقول ہے کذا فی الطحطاوی من البحر فاذا اخرج الحیوان غیر منتفخ ولا متفسخ ولا متمعط فان کان کآدمی وکذا
سقط ومیتۃ وجدی وادا کبیر نزح کلہ پہر جب کہ کنوئین سی مُردہ جانور نکالا گیا حالانکہ وہ پھولا نہین اور نہ پھٹا اور نہ اوسکے بال جھڑے ہین تو اگر
جانور آدمی کی برابر ہے جسمیت مین اور اسی کی مانند ہو ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بط تو تمام پانی نکالا جاویگا وان کان کحمامۃ
وهرۃ نزح اربعون من الدلاء وجوبا الی ستین ندبا اور اگر جانور کبوتر اور بلی کی مانند ہو تو ۴۰ ڈول نکالے جاوین وجوب کی راہ سے ساٹھ ڈول
تک نکالنا ہی استحباب کی راہ سے وان کعصفور وفارۃ فعشرون الی ثلثین کما مر اور اگر جانور ہو کنجشک اور چوہے کی مانند تو ۲۰ ڈول نکالے جاوین
۳۰ ڈول تک جسطرح مذکور ہو چکا یعنی ۲۰ کا نکالنا واجب ہو اور تیس ۳۰ کا مستحب وهذا یعم المعین وغیرها بخلاف نحو صہریج وحب حیث یهراق
الماء کلہ لتخصیص الابار بالاثار بحر ونہر اور یہہ حکم شماری ڈول نکالنے کا شامل ہے چشمہ دار کنوئین اور غیر چشمہ دار کو بر خلاف حوض اور مٹکے
کے اسواسطے کہ اوسکا تمام پانی بہا دیا جاویگا اگر اوسمین جانور گرکے مرجاوے اسواسطے کہ کنوؤن کا ناپاک ہونا پہر اونکا چند ڈول کے نکالنے سے پاک ہوجانا
بالخصوص ثابت ہوا ہی صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے کذا فی البحر والنہر ہم یعنی کنوون کا حکم برخلاف قیاس آثار سی ثابت ہی تو حوض اور مٹکے
کو غیر چشمہ دار کنوئین سکے ساتھہ ملحق نہین کر سکتے قال المصنف فی حواشیہ علی الکنز ونحوہ فی السراج مصنف نے کنز الدقائق کے حواشی
مین کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی مانند ہی جنف مین ونقل عن الفتیان حکم الرکیۃ کالبئر اور مصنف نے نقل کیا ہے فتیہ سی کہ رکیّہ کا حکم کنوئین

ف ـ مزیح ... [illegible]

کی مانند ہے ہم رکیہ بر وزن علیہ کنوئین کو کہتے ہین تو تشبیہ نہین ہوسکتی مگر یہہ کہ رکیہ سے مراد حفرہ یعنی گڑھا ہو چنانچہ قاموس مین رکی بمعنی حفر
مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ظاہر ایہہ سے مراد چاہ کثیر العمق ہے جسکو اہل ہند چونا بولتے ہین واللہ اعلم وعن الطحطاوی ان المختار المطموق
الکثرۃ فی الارض کالبئر وعلیہ فالمعہرج والبئر الکبیر یترشح منہ کالبئر فاغتنم ہذا التحقیق انتہی اور مصنف نے فوائد سے نقل کیا کہ جو
شہور پانی کی آدمی سے زیادہ زمین مین گڑی ہو وہ کنوئین کی مانند ہے اور بنا بر قول فوائد کے تو حوض مجمع الماء اور بہت بڑی مشہد سے کنوئین کی
مانند قدر واجب ڈول نکالنا چاہیئے سوا ہی مطالب غنیمت جان اس تحریر کو بیان تمام ہوا کلام مصنف کا جو کنز کے حاشیہ مین ہے ویعتبر فی وسطہ وھو
دلو تلک البئر بیس یا چالیس یا ساٹھ ڈول نکالے جاوین متوسط ڈول سے اور متوسط یعنی میانہ ڈول ہے وہ ڈول مراد ہے جو اوس کنوئین کا ڈول ہے یعنی جس
ڈول سے اوسکا پانی بھرا جاتا ہو وان لم یکن فما یسع صاعا پھر اگر اوس کنوئین کا کوئی ڈول مقرر نہو تو اوس ڈول کا اعتبار ہے جسمین ایک صاع پانی
سما وے صاع آٹھ رطل ہے اور لکھنؤ کے سیر سے تخمینا تین سیر صاع ہوتا ہے وغیرہ یحتسب بہ اور اسکے سوا یعنی جو ڈول کہ صاع سے
کم زیادہ ہو اسکا حساب کر لیا جاوے صاع والے ڈول سے یعنی اگر بہت بڑا ڈول ۲۰ یا ۳۰ ڈول کی برابر ہو تو ایک ہی ڈول کا نکالنا کفایت کرتا ہے ظاہر
ہونے کو ظاہر مذہب مین اسواسطے کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہو گیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیئے
ویکفی ملاء الکثر الدلو اور کفایت کرتا ہے ڈول کی شمار مین بھرنا آدھی سے زیادہ ڈول کا یعنی اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ونزح ما وجد ان قل
اور کفایت کرتا ہے نکالنا اوسقدر پانی کا جو کنوئین مین موجود ہو اگرچہ ڈولون کی شمار سے کم ہو یعنی ۲۰ ڈول مثلا نکالنا واجب ہوا اور کنوئین مین فقط
۳۰ ڈول پانی تھا تو اوسیقدر کے نکالنے سے پاک ہو گیا نہر الفائق مین کہا کہ اگر بعد اسکے پانی زیادہ ہو گیا تو کچھہ نکالنا واجب نہین وجریان بعضہ اور
کفایت کرتا ہے کنوئین کے تھوڑے پانی کا بہنا ہم کنوئین کے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ اوسمین وہ چشمہ ہو کہ ایک سے پانی نکلتا ہے اور
دوسرے سے بہتا ہے اور دوسری صورت یہہ کہ اوسمین سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اوسکا پانی بہا اگرچہ قلیل ہی جاری ہوا وہ پاک ہو جاویگا اسلئے کہ
طہارت کا سبب یعنی جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک حوض جاری ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے وغور ان قدر الواجب اور کفایت کرتا ہے طہارت مین
کنوئین کے اوسقدر پانی کا زمین کے اندر سما جانا جسقدر کا نکالنا واجب تھا ہم اگر اسفل خشک ہو گیا تو پھر پانی کے آنے سے ناپاک نہوگا اور اگر خشک
نہین ہوا تو صحیح تر یہہ ہے کہ پانی آنے سے پھر ناپاک ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی عن البحر عن السراج وما بین حمامۃ وفارۃ فی الجثۃ کفارۃ
فی الحکم اور جو جانور کہ جثہ مین کبوتر اور چوہے کے درمیان کا ہے وہ چوہے کی مانند ہے حکم مین یعنی اوسمین ۲۰ ڈول کا نکالنا واجب ہے
کما ان ما بین دجاجۃ وشاۃ کدجاجۃ فالحق بطریق الدلالۃ بالاصغر یعنی چنانچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہے وہ
مرغی کی برابر ہے حکم مین تو جو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہے اوسکو چھوٹے جانور کے ساتھہ ملا دیا بطریق دلالۃ النص کے ہم دلالۃ النص
اوسکو کہتے ہین جو صریح مذکور نہین مگر بطریق اولے اوسکو سمجھہ لیتے ہین یعنی جب مرغی مین ۴۰ ڈول واجب ہوئے تو جو جانور مرغی سے بڑا ہے
اوسمین بطریق اولے ۴۰ واجب ہونگے اسواسطے کہ اوسکو بڑے جانور کی مانند کہنا دلیل سے ثابت نہین کما ادخل الاقل فی الاکثر کفارۃ
مع ہرۃ فی حکم جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر مین جیسے چوہا بلی کے ساتھہ ہم سراج وہاج مین ہے کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونون کنوئین مین گر پڑے تو اگر دونو
زندہ نکلے تو کچھہ نکالنا واجب نہین یا دونون مردہ نکلے تو ۴۰ ڈول نکالنا واجب ہے یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰ ڈول واجب ہین اور اگر چوہا زخمی
ہے یا اوسنے پیشاب کر دیا تو تمام پانی نکالنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر ونحو الھرتین کشاۃ اتفاقا اور دو بلیونکی مانند بکری کی برابر ہے حکم
مین بالاتفاق یعنی تمام پانی نکالنا چاہیئے ونحو الفارتین کفارۃ اور دو چوہونکی مانند ایک چوہے کی مانند ہے حکم مین یعنی ۲۰ ڈول نکالنا چاہیئے
والثلث الے الخمس کھرۃ اور تین چوہے پانچ چوہون تک بلی کی مانند ہین ۴۰ ڈول نکالنے مین والست کشاۃ علی الظاہر اور چھہ چوہے
بکری کی مانند ہین تمام پانی نکالنے مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط مین ہے اور اسکو محمد نے لیا ہے کذا فی البحر ونجکم بنجاستہا مغلظۃ مین

وقت الوقوع ان علم اور کنوئین کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہے جانور کے گرنے کے وقت سے اگر وقت معلوم ہو والا منذ یوم و
لیلۃ ان لم ینتفخ اور اگر جانور کے گرنیکا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایکدن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نگیا ہو یعنی آماس
نہ پھٹا اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وھذا فی حق الوضوء والغسل وما عجن بہ فیطعم للکلاب وقیل یباع من شافعی اور یہہ
حکم یعنی کنوئین کا ناپاک ہونا ایک رات اور دن سے وضو اور غسل کے حق مین ہے اور اُس آٹے کے حق مین جو گوندا گیا اُس پانی سے تو وہ کہلایا
جاے کتون کو اور بعضون نے کہا کہ شافعی مذہب کے ہاتھ بیچا جاے یعنی اسواسطے کہ شافعی کے مذہب مین یہہ پانی ناپاک نہین اما فی حق غیرہ
کغسل ثوب فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضو اور غسل کے ماسوا کے حق مین جیسا کہ کپڑا دہونیکے حق مین تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جائیگا
فی الحال یعنے یہان ایک رات دن کا اعتبار نہوگا الحاصل وضو اور غسل مین حکم نجاست کا بطریق استناد کے ہے اور اوسکے ماسوا مین بطریق
انتصار کے وھذا لو توضؤا من حدث او غسلوا من خبث والا لم یلزم شئ اجماعا جوھرہ اور یہہ حکم یعنی وضو اور غسل مین ناپاک ہونا بطریق
استناد اور کپڑے مین بطریق اقتصار کے اُسوقت ہے کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دہوئی ہو نجاست حقیقی کے دور
کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنی وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دہویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہین باتفاق امام اور صاحبین
کے کذا فی الجوہرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دہونا کپڑے کا لازم نہین اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنی طہارت سابقہ اور مانع مین شک ہے
اسواسطے کہ پانی کی طہارت اور نجاست مشکوک ہے اور نماز شک سے باطل نہین ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اوسمین تو مانع بالیقین ثابت
ہے یعنی حدث اصغر یا اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل مین شک ہے کذا فی الطحطاوی ومنذ ثلثۃ ایام بلیالیھا ان انتفخ او تفسخ استحسانا
اور تین رات دن سے نجاست کا حکم کیا جاے اگر جانور پھولا یا پھٹا ہو استحسان کی رو سے ہم استحسان عبارت ہے احسن امر طلب کرنے سے اور بعضون
نے کہا عبارت ہے قیاس کے ترک کرنے اور اوس امر کے لینے سے جو لوگون کو آسان تر ہے اور بعضون نے کہا عبارت ہے احکام مین آسانی کے
طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتون کا یہہ ہے کہ استحسان سختی کا چھوڑنا ہے اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالی (یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید
بکم العسر) کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ استحسان اُس قیاس کو کہتے ہین جسکی وجہ مخفی ہو لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہے نہر الفائق مین ہے
وجہ استحسان یہہ ہے کہ پانی مین حیوان دموی کا واقع ہونا اوسکی موت کا سبب ظاہر ہے تو اوسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور پھولنا بلاشک دلیل ہے
پر زمانہ و قوم کا سابق ہے تو انتفاخ مین تین دن کی تقدیر ہوئی اور اسکے غیر مین ایکدن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا
یلزمھم شئ قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگونکو معلوم ہونے سے پہلے
کوئی چیز لازم نہوگی بعضون نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہے ہم صاحبین کا قول بھی قیاس ہے اسواسطے کہ یقین یعنی طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ
مین زائل نہین ہوتا شک سے یعنی نجاست سے اسواسطے کہ احتمال ہے کہ حیوان کنوئین سے باہر مرا ہو پہر اوسکو سخت ہوا نے یا کسی نادان یا چڑیا
نے کنوئین مین ڈالدیا ہو نہر الفائق مین ہے کہ غایۃ البیان مین کہا کہ امام کا قول احوط ہے اور صاحبین کا قول لوگونکو آسان تر ہے فتاوی عتابی
مین ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے اور شیخ قاسم نے اوسکو رد کیا ہے کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہے اسواسطے کہ امام کی دلیل کی اکثر کتب مین ترجیح
واقع ہے اور وہ احوط بھی ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا بہتر تھا قیل وہو المختار اسواسطے کہ اختیار کرنا فتوی لازم نہین
فرع مسئلۃ شارح کا وجد فی ثوبہ منیا او بولا او دما اعاد من آخر احتلام وبول ورعاف اپنے کپڑے مین منی یا پیشاب یا خون
کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پہلے احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سے ہم نوادر ابن رستم مین امام سے منقول ہے کہ خون مین نماز کا اعادہ نہین اور
اسکو محیط مین مختار کہا ہے کذا فی النہر ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہہ ہے کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ہو ولو وجد فی جبتہ فارۃ میتۃ
فان لا ثقب فیھا اعاد منذ وضع القطن والا فثلثۃ ایام لو منتفخۃ او متفسخۃ والا فیوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ مین مردہ چوہا پایا تو اگر

جبہ مین سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے روئی بہرنے کیوقت سے اور اگر جبہ مین سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پہیرے اگر چوہا پہولا یا خشک ہوا اور اگر
چوہا پہولا یا خشک نہو تو ایکدن کی نماز پہیرے ھ روئی بہرنے کے وقت سے اسوقت اعادہ ہوگا جبکہ ہمیشہ اوسکو پہنے رہا ہو کذا فی الطحطاوی
ولا نزح فی بول فارۃ فی الاصح فیض اور کنوئین سے پانی نکالنا لازم نہین چوہے کی پیشاب مین صحیح تر قول مین کذا فی الفیض والحجۃ
حمامۃ وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صون الماء عنہا اور پانی نکالنا لازم نہین کبوتر اور کنجشک کی بیٹ پڑنے سے کنوئین مین
اور یہی حکم ہے پرندہ درندہ کی بیٹ کا صحیح تر قول مین اسواسطے کہ حفاظت کنوؤن کی ان سے نہین ہوسکتی ولا بنقاط بول کرؤس ابر و
غبار نجس للعفو عنہما اور نہ اُس پیشاب کے ٹپکنے سے جسکی چھینٹین نہایت صغیر ہین چنانچہ سر سوزن اور نہ ناپاک غبار کے پڑنے سے اسواسطے کہ
یہہ دونون معاف ہین وبعرتی ابل وغنم اور نہ اونٹ اور بہیڑ بکری کی دو مینگنیون کے پڑنے سے کنوئین کا پانی نکالنا لازم ہے کما یعفی لو
وقعتا فی محلب وقت حلب فرمیتا فورا قبل تفتت وتلون جسطرح معاف ہے اگر دو مینگنیان پڑ گئین دودھ کے برتن مین دوہنے
کیوقت پہر پہوٹنے اور دودھ کے رنگین ہونے سے پہلے نکالکر پہینکی گئین ھ یہہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے اسواسطے کہ دوہنے کیوقت مینگنی
کرنے کی عادت ہے تو سوا اس وقت کے عفو نہین کذا فی النہر والتعبیر بالبعرتین اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک عفو ذکرہ فی الفیض
وغیرہ اور دو مینگنیون کا ذکر کرنا مصنف کا اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ دو مینگنیون سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے عفو کا کذا فی الفیض
وغیرہ ولذا قال قیل القلیل المعفو عنہ ما یستقلہ الناظر والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد کما فی الہدایۃ وغیرہا لان ابا حنیفۃ لا
یقدر شیئا بالرای اور اسیواسطے یعنی اسلئے کہ دو سے زیادہ مینگنیان بھی عفو ہین مصنف نے یا نکیا کہا گیا ہے کہ تھوڑی مینگنی وہ ہین جنکو دیکھنے والا تھوڑی سمجھے اور کثیر اسکی
بالعکس ہے یعنی جسکو ناظر بہت سمجھے اور اسی قول پر اعتماد ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے
نہین ٹھہرایا کرتے ھ معراج الدرایۃ مین کہا کہ یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی اور غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہین ایک یہہ ہے کہ جو ہر ڈول مین
مینگنی آوے تو کثیر ہے والا قلیل دوسری یہہ کہ اگر چوتھائی پانی پر مینگنیان ہون تو کثیر ہے والا قلیل اور تیسری یہہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہے
والا قلیل فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا المعتبر بین البئر والبالوعۃ بقدر ما لا یظہر للنجس اثر پانی کے کنوئین اور نجاست کے کنوئین اور گڑھے
مین اسقدر دوری ہونا معتبر ہے کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئین مین ظاہر نہو ھ جب پانی مین نجاست کا اثر یعنی رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہو تو کنواں پاک ہے
اگرچہ دونون مین ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہے اگرچہ دونون مین دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ویعتبر سؤر بمسئر
اسم فاعل من اسار ای ابقی لاختلاطہ بلعابہ اور جھوٹھے کی طہارت اور نجاست مین جھوٹھا کرنیوالے جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہے اسلئے کہ
جھوٹھی چیز مین اُس جاندار کا لعاب ملجاتا ہے شارح نے کہا کہ مُسئر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہے اَسار فعل ماضی سے جو بمعنی اَبقی ہے ھ جب مصنف نے
پانی کے فساد اور عدم فساد کے بیان سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اوسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہے یعنی
اونکا جھوٹھا اور سؤر بہمزہ العین یعنی جھوٹھا اوسکو کہتے ہین جو پینے والے سے برتن یا حوض مین پانی باقی رہے پہر بقیہ طعام وغیرہ کو بھی سؤر بولتے
ہین بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہے جاندار کے گوشت سے تو اوسیکو معتبر رکہا طہارت اور نجاست اور کراہت اور شک مین
کذا فی الطحطاوی فسؤر آدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا او امرأۃ تو جھوٹھا آدمی کا مطلقا اگرچہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہے
ھ کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کافرونکو مسجد مین شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم
یکرہ سؤرہا للرجل کعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وہو لا یجوز مجتبیٰ ہان مکروہ ہے جھوٹھا عورت کا مرد کو اور مرد کا جھوٹھا عورت
کو یعنی اجنبی مرد اور عورت کے حق مین لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی المجتبیٰ ھ یعنی یہہ کراہت استلذاذ
کیوجہ سے ہے نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہے کہ اگر حلاق امرد ہو اور محلوق اپنے سر مین اوسکے ہاتھ لگانے سے لذت پاوے تو

کمروہ ہے تو حامی امرد کی پشت مال بطریق اولے مکروہ ہوگی اور اسیطرح ہاتھہ پانون کا دبانا امرد سے وسؤر الآدمي والفرس ومأكول اللحم منه طاهر في الاصح ومثله
ما لا دم له اور اُس جانور کا جھوٹھا پاک ہی جسکا گوشت کھانا حلال ہی اور آدمی قسم سے ہی گھوڑا اصح تر قول مین اور اوسکی مانند ہی وہ جانور جسمین دم مسفوح
نہین ہم گھوڑی کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کیوجہ سے ہی کہ جہاد کا آلہ ہی نہ نجاست کیوجہ سے تو اوسکا جھوٹھا مکروہ نہین طاہر الفم
فيفيد للكل طاهر لطهوريته بلا كراهة طاہر الفم سبکی قید ہی یعنی آدمی اور ماکول اللحم اور گھوڑا اور جسمین خون بہنے والا نہین جبکہ اونکا مونہہ پاک ہو نجاست سے تو
انکا جھوٹھا بذات خود پاک ہی اور غیر کا پاک کرنیوالا ہی احداث اور اخباث سے بلا کراہت مطلقا یعنی کراہت تنزیہی بھی نہین ہے وسؤر خنزير وكلب و
سباع بهائم ومنه الهرة البرية وشارب خمر فور شربها اور جھوٹھا سور اور کتا اور چوپائے درندون کا ناپاک ہی اور درندون مین جنگلی بلی
داخل ہے اور شراب پینے والے کا جھوٹھا شراب پینے کیوقت فورا ناپاک ہی ہم چوپائے درندے ہین جیسا کہ شیر اور چیتا اور بھیڑیا شراب خوار مین فورا کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر شراب پیکر اتنا توقف کیا کہ رال سے اُسکا مونہہ دہو گیا پھر اوسنے پانی پیا تو اب اوسکا جھوٹھا ناپاک نہین ولو شاربه طويلا لا يتنجس بسيلان
نجس ولبعد زمان اور اگر شراب خوار کی مونچھ اسقدر دراز ہی کہ اوسپر زبان نہین پہنچتی تو اُسکا جھوٹھا بہر صورت ناپاک ہی اگرچہ بعد مدت کے اوسنے
پانی پیا ہو وهرة فور اكل فارة نجس مغلظ اور بلی کا جھوٹھا چوہے کھانے کیوقت فورا نجس مغلظ ہے ہم اور اگر بلی نے چوہا کھایا پیچھے بعد زبان
سے اپنے مونہہ کو چاٹا یہانتک کہ اُسکا پاک ہوجانا مظنون ہوا تو اب اُسکا جھوٹھا پاک ہی کذا فی الطحطاوی وسؤر هرة ودجاجة مخلاة وابل وبقر
جلالة والاحسن ترك دجاجة ليعم الابل والبقر فيستقيم وسباع طير لم يعلم ربها طهارة منقارها وسواكن البيوت طاهر للضرورة
مكروه تنزيها في الاصح ان وجد غيره والا لم يكره اصلا كاكله لفقير اور جھوٹھا مرغی کوچہ گرد کا اور اونٹ اور گائی بیل نجاست خور کا اور
اُن درندون پرند کا جنکے پالنے والونکو اونکی چونچ کی طہارت معلوم نہین اور جھوٹھا گھرون کے رہنے والے جانورونکا پاک ہی ضرورت کیوجہ سے مگر وہ
تنزیہی ہی صحیح تر قول مین اگر سوا اوسکے اور پانی ملے اور اگر اونکے جھوٹھے پانی کے سوا اور پانی نملے تو اب مکروہ تنزیہی بھی نہین اصلا جیسے اونکی طعام کا
کھانا محتاج کو مکروہ نہین قہستانی نے کہا تو بہتر یہہ تھا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گائی اور بیل کو شامل ہوجاتا یعنی اسوقت
کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہی تو اسمین مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہین ہم سباع الطیر سے مراد جیسا کہ باز اور شکرہ اور شاہین ہی چونکہ انکا گوشت
حرام ہے تو قیاس یہہ تھا کہ انکا جھوٹھا بھی نجس ہوتا وجہ استحسان یہہ ہی کہ یہہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہین اور وہ خشک ہڈی ہی پاک لیکن غالبا مردار خوری مین
تو کوچہ گرد مرغی کی مانند ہوئی تو کراہت کا شبہ پیدا ہوا پھر اگر یہہ شکاری جانور محبوس ہون اور اونکے پالنے والیکو اونکی چونچ کی طہارت معلوم ہو تو اونکے جھوٹھے
پانی سے وضو کرنا مکروہ نہین یہہ روایت ہی ابو یوسف سے اسکو پسند کیا ہی متاخرین نے اور اسپر فتوی دیا ہی ضرورت مذکورہ کا بیان یہہ ہی کہ قیاس چاہتا تھا
کہ انکا جھوٹھا نجس ہو انکے گوشت کے نجس ہونیسے لیکن نجاست اونکی ساقط ہو گئی طواف کی علت سے جو حدیث مین بلی کے حق مین وارد ہی اور کراہت ثابت ہی نجاست
کے توہم سے کذا فی الطحطاوی مضمرا وسؤر حمار اهلي ولو ذكرا في الاصح وبغل امه حمارة اور جھوٹھا پالتو گدھے کا اگرچہ نر ہو صحیح تر قول مین اور اس
خچر کا جسکی ماں گدھی ہی مشکوک ہی ہم مقابل اصح بعضون کا قول ہی کہ نر گدھے کا جھوٹھا نجس ہی اسواسطے کہ نر گدھا مادہ کا پیشاب سونگھتا ہی اصح کیوجہ یہہ ہی
کہ سونگھنا امر موہوم غالب الوجود نہین تو اسکا اعتبار نہین فلو فرسا او بقرة فطاهر كمتولد من حمار وحشي وبقرة ولا عبرة بغلبة
الشبه لتصريحهم بحل اكل ذئب ولدته شاة اعتبارا للام وجواز الاكل يستلزم طهارة السؤر كما لا يخفى تو اگر خچر کی ماں گھوڑی یا
گائی ہی تو اوسکا جھوٹھا پاک ہی جیسے اُس جانور کا جھوٹھا پاک ہی جو پیدا ہوا گدھے اور گائی سے اور غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین بسبب یہہ کہ تصریح کی اُس بھیڑئے کو حلال کہنے مین
جسکو بکری نے جنا ماں کے اعتبار کرنیکیوجہ سے اور کھانا حلال ہونا مستلزم ہی جھوٹھے کی طہارت کو چنانچہ یہہ امر پوشیدہ نہین ہم یہہ رد ہی قول
مسکین شارح کنز پر کہ اوسنے مشابہت کا اعتبار کیا ہی وما نقله المصنف عن الاشباه من تصحيح عدم الحل فان شيخنا ... اور جو مصنف نے
اپنی شرح مین اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی تو جواب دیا ہی اوستاد خیر الدین رملی نے کہ یہہ روایت نادر ہی مشہور کے مخالف ہی یعنی مستند نہین ہم ٹھیک

ثابت یہہ ہی کہ مصنف نے فوائد تاجیہ سی نہ اشباہ سی یون نقل کیا ہی کہ جس حیوان کا احد الابوین ماکول ہو اور دوسرا غیر ماکول ہو تو وہ حلال نہین اصح قول مین
عدم اعتماد اس قول کی وجہ یہہ ہی کہ ماں کا اعتبار کرنا محققین مین مشہور قول ہے کذا فی الطحطاوی مشکوک فی طہوریتہ لا فی طہارتہ حتی لو وقع فی
ماء قلیل اعتبر بالاجماع تو گدھے اور خچر کے جھوٹھے کے مطہر ہونے مین شک ہی اور اسکی پاک ہونے مین شک نہین یہانتک کہ اگر اسکا جھوٹھا پانی قلیل پانی مین
پڑجاوے تو اجزا کا اعتبار ہوگا یعنی اگر نصف سی کم ہے تو وضو اس سی جائز ہے چنانچہ آب مستعمل مین اجزا کا اعتبار ہی ھ دلیل شک یہہ ہی کہ ثبوت ضرورت مین
تردد ہی اسواسطی کہ گدہا مکانات مین باندھا جاتا ہی تو ظروف سی پانی پیتا ہی اور ضرورت کو اسقاط نجاست مین اثر ہے چنانچہ بلی اور چوہے مین مگر گدھی کی
ضرورت بلی اور چوہے سی کمتر ہے کیونکہ وہ دونو ہر جگہہ گہر مین آمدورفت رکہتے ہین برخلاف گدھے کے اور اگر مطلق ضرورت ثابت نہوتی چنانچہ کلب اور سباع
تو نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جبکہ ضرورت ایک وجہہ سی ثابت ہوئی اور دوسری وجہہ سی ثابت نہوئی تو طہارت اور نجاست دونون ساقط ہوگئی تعارض کیوجہہ سے
کذا فی البحر وهل یطهر النجس قولان اور گدھے کا جھوٹھا پانی ناپاک چیز کو پاک کرتا ہی یا نہین اسمین دو قول ہین ایک قول یہہ کہ ہان پاک کر دیتا ہی اور دوسرا
قول یہہ کہ پاک نہین کرتا فیتوضأ به او یغتسل و یتیمم ای یجمع بینہما احتیاطا فی صلوة واحدة لا فی حالة واحدة ان فقد ماء مطلقا جب کہ
اور خچر کا جھوٹھا مشکوک ہوا تو اوس سی وضو کری یا نہاوی اور تیمم بھی کرے یعنی دونوکو احتیاط کی راہ سی جمع کرے ایک نماز مین نہ ایک حالت مین بشرطیکہ آب
مطلق غیر مشکوک کو نپاوے ھ نماز واحد مین جمع بین الوضو والتیمم احتیاط ہی نہ اداء واحد مین تو اگر گدہی کے جھوٹھے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑہی پہر وضو
ٹوٹا اور اوسنی تیمم کیا اور وہی نماز پہر پڑہی تو جائز ہے یہی قول صحیح ہے اگرچہ اداء واحد مین جمع نکیا کذا فی الطحطاوی وصح تقدیم ایهما شاء فی الاصح
اور وضو اور تیمم مین جسکو چاہی مقدم کری یہی صحیح تر قول مین ولو تیمم وصلی ثم اراقه لزمه اعادة التیمم والصلوة لاحتمال طہوریتہ اور اگر تیمم کیا اور نماز
پڑہی پہر گدھے کا جھوٹھا پانی گرادیا تو اوسپر تیمم کرنا اور وہی نماز کا پڑہنا لازم ہوگا اس پانی کے مطہر ہونیکے احتمال سی یعنی تیمم کا اعتبار اسوقت ہی جبکہ پانی
مطہر نہو لہذا اسپانی گرانے کے بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اوسکا مطہر ہونا محتمل ہے وتقدیم التیمم علی نبیذ التمر علی المذهب المصحح المفتی
به لان المجتهد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ به اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیئے شربت خرما کی طہارت پر یعنی فقط تیمم متعین ہی وضو اوس سے جائز نہین بنابر
قول صحیح ٹہرائی گئی مفتی به مذهب پر اسواسطی کہ مجتہد نے جبکہ رجوع کیا ایک قول سے تو اوسپر عمل کرنا مقلد کو جائز نہین ھ نبیذ خرما اس سی عبارت ہی کہ خرمے پانی
مین ڈالے جاوین اور وہ پانی میٹھا اور سائل باقی رہی تو امام کا اول قول یہہ تھا کہ نبیذ سی وضو متعین ہے یعنی تیمم کرنا نچاہیئے اور ابو یوسف نے کہا نہ فقط تیمم
کرنا چاہیئے اور محمد کے نزدیک جمع بین الوضو والتیمم ہے اور نبیذ خرما جبکہ گاڑہا اور نشہ آور ہوجاتا ہی تو بالاتفاق وضو جائز نہین شرح مجمع اور بحر الرائق مین ہی
کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہی اسی قول کیطرف امام نے رجوع کیا ہی کہ تیمم کرے اوس سی وضو نکرے یہی مذهب صحیح مختار ہے کذا فی المنح المختصر وحکم العرق
کسؤره اور پسینہ جھوٹھے کی مانند ہی حکم مین ھ اسواسطی کہ جھوٹھا مخلوط ہوتا ہے لعاب سی اور لعاب اور پسینہ دونون پیدا ہوتے ہین گوشت سی تو ہر حیوان
کا پسینہ اوسکی جھوٹھے کے ساتھ معتبر ہے طہارت اور نجاست اور کراہت مین کذا فی المنح فعرق الحمار اذا وقع فی الماء صار مشکوکا علی المذهب
کما فی المستصفی تو گدھے کا پسینہ جبکہ پانی مین ٹپکا تو پانی مشکوک ہوگیا صحیح مذهب پر چنانچہ مستصفے مین مذکور ہے وفی المحیط عرق الجلالة
عفو فی الثوب والبدن اور محیط مین ہے کہ اونٹ وغیرہ ماکول اللحم نجاست خور کا پسینہ معاف ہی کپڑے اور بدن مین یعنی ہرچند نجس ہی مگر عفو ہے
اور ظاہر تخصیص اسپر دال ہی کہ پانی مین معاف نہین وفی الخانية انه طاهر علی الظاهر اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ اوسکا پسینہ پاک ہی ظاہر مذهب
پر یعنی نجس معفو نہین اور ظاہر اوسکی پڑنے سی پانی بھی پاک رہیگا واللہ اعلم **باب التیمم** یہہ باب ہی تیمم کے احکام مین ثلث
بها شیئا بالکتاب مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسری درجہ مین ذکر کیا قران مجید کی پیروی سی ھ قران مجید مین تیمم دو مقام مین
مذکور ہے سورہ نسا اور سورہ مائدہ مین سو حق تعالی نے پہلے وضو کو بیان کیا پہر غسل کو پہر تیمم کو سو مصنف نے بھی قران مجید کی اقتدا کی و هو من
خصائص هذه الامة بلا ارتیاب اور تیمم اس محمدی امت کی مخصوصات سی ہی بلاشبہہ یعنی اگلی امتونکو اسکا حکم نہ تہا حق تعالی نے مزید رحمت سی

تیمم خاکساروں کے حق میں خاک کو مطہر قرار دیا والحمد للہ علی ذلک ھو لغۃ القصد و شرعا قصد صعید مطہر و شرط لہ القصد لان النیۃ شرط لہ تیمم لغت
عرب میں بمعنی مطلق قصد کے ہی اور شرع کی اصطلاح میں تیمم قصد کرنا ہی پاک کرنیوالی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کیا اسواسطے کہ قصد عبارت ہی نیت سے اور نیت
تیمم میں فرض ہی ھم یہہ تعریف تیمم کی مقبول نہیں اسلئے کہ قصد تیمم میں شرط ہی نہ رکن فتح القدیر میں تعریف تیمم کی یون مذکور ہی کہ تیمم نام ہے چہرہ
اور دونوں ہاتہوں کے مسح کرنیکا پاک مٹی پر مارکے بشرط نیت کے کذا فی النہر بحر الرائق میں کہا کہ یہی تعریف حق ہی اور قصد شرط ہی کیونکہ قصد کو
نیت کہتے ہین خرج الارض المتنجسۃ اذا جفت فانہا کالماء المستعمل مطہر کی قید سے ناپاک مٹی جبکہ وہ خشک ہو جاے تیمم کی تعریف سے خارج
ہوگئی اسواسطے کہ وہ تو مستعمل پانی کی مانند پاک ہی مگر پاک کرنیوالی نہیں ہی کہ تیمم اوسپر درست ہو لیکن نماز اوسپر درست ہو واستعمالہ حقیقۃ او
حکما لیعم التیمم بالحجر الاملس اور استعمال اسکا خواہ حقیقۃ ہو خواہ حکما تاکہ صاف پتہر پر تیمم کرنے کو شامل رہی ھم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا
تقریر اوسکی یہہ ہی کہ صاف چکنے پتہر پر تیمم جائز ہی اور حالانکہ اوسمین استعمال نہیں جوابدیا کہ اوسپر دونوں ہاتہ کے رکہنے سے استعمال حکمی پایا گیا بصفۃ
مخصوصۃ قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اسکا استعمال ایک خاص طور پر ھم طور خاص سے تیمم کی کیفیت مراد ہی وہ یہہ ہی کہ دونوں ہاتہ مٹی پر مارے پہر اونکو جہاڑے پہر
اونسے چہرے کو ملے ایسا کہ کچھہ باقی نہ رہی پہر دونوں ہاتہ مٹی پر مارے پہر اونکو جہاڑے پہر اونسے دونوں ہاتہ کہنیوں تک ملے کذا فی المنح ھذا
یفید ان الضربتین رکن وہو الاصح الاحوط یہہ یعنی طور خاص نے اسکا فائدہ دیا کہ دوبار مٹی پر ہاتہ کا مارنا تیمم کا رکن ہی اور یہی قول
صحیح اور زیادہ تر احتیاط والا ہی ھم بعضوں نے ضربتین کو شرط کہا ہی اور صحیح یہہ ہے کہ رکن ہی اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہی التیمم ضربتان
تو ضربتین تیمم کی ماہیت میں داخل ہین ولہذا ابو شجاع نے کہا کہ اگر بعد ضرب حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کرے اور اوس مٹی سے مسح کرنا جائز
نہیں اسی کو مبسوط میں صحیح کہا ہی اور یہی مختار ہے شمس الائمہ کا اگرچہ اسبیجابی کا قول اسکی مخالف ہی کذا فی المنح لاجل اقامۃ القربۃ
... کما لا یخفی یہہ تیمم کرنا بصفت خاص چاہیے عبادت کے ادا کرنے کیواسطے اس کہنے سے تعلیم قران کا تیمم خارج ہوگیا اسلئے
... ھم اسواسطے کہ جواز نماز کے حق میں شرط ہی اوس عبادت مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہین
اور ... کے بہی ... ہے کذا فی الطحطاوی ورکنہ شیئان الضربتان والاستیعاب م اور تیمم کی رکن دو چیزیں ہین ضربتین
یعنے دوبار مٹی پر ہاتہ مارنا اور تمام اعضاء تیمم پر ہاتہ پہیرنا وشرطہ ستۃ النیۃ والمسح وکونہ بثلث اصابع فاکثر والصعید و
کونہ مطہرا وفقد الماء اور تیمم کی شرطیں چہہ ہین ایک ۱ نیت ۲ مسح ۳ تین یا زیادہ انگلیوں سے مسح کرنا ۴ مٹی ۵ مٹی کا مطہر ہونا ۶
پانی کا نہ ہونا ھم فقدان آب عام ہی حقیقی ہو چنانچہ اوسوقت پانی کا اصلا نہونا یا فقدان حکمی ہو چنانچہ بیماری سے پانی کا استعمال نکر سکنا و
سننہ ثمانیۃ الضرب بباطن کفیہ واقبالہما وادبارہما ونفضہما وتفریج اصابعہ وتسمیتہ وترتیب وولاء اور تیمم کی سنتین آٹہہ ہین
اول باطن کفین یعنی دونوں ہتہیلیونکو اندر کیطرف سے مٹی پر مارنا ۲ ہتہیلیونکو مٹی پر رکہہ کر آگے کہینچنا ۳ اونکو مٹی پر رکہے ہوئے پیچہے ہٹانا کذا فی النہر
الفائق ھم ۴ اونکو جہاڑنا ۵ مٹی پر رکہنے کیوقت انگلیونکو کشادہ رکہنا تاکہ غبار اونکے مابین مین آجاوی ۶ بسم اللہ کہنا بطور وضو کے ۷
ترتیب یعنی اول منہ کو مسح کرنا پہر داہنے ہاتہہ پہر بائین ہاتہہ کو ۸ پے درپے بلا توقف مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم
خشک نہوتا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وہبان فی الشروط الاسلام فزدتہ وضممت ستۃ الثمانیۃ فی بیت آخر وغیرت شطر
بیتہ الاول فقلت ۵ والاسلام شرط عذر ضرب ونیۃ ومسح وتعمیم صعید مطہر ۵ سنتہ سمی وبطن ...
وترتیب ووال اقبل وتدبر اور ابن وہبان نے وہبانیہ منظومہ مین تیمم کی شرطون مین اسلام کو زیادہ کیا سو مین نے بہی اسکو زیادہ کیا اور تیمم
کی آٹہہ سنتونکو دوسری بیت مین ملادیا اور اوسکی بیت کے نصف اول کو بدلدیا سو مین نے یون کہا ہی اور اسلام شرط ہی تیمم کی وقت اور عذر شرط
ہی تیمم کی یعنی پانی کا نہونا یا بیماری اور ضرب کفین اور نیت اور مسح کرنا اور ... اعضاء تیمم پر ہاتہ پہیرنا اور مٹی کا ہونا اور اوسکا مطہر ہونا شرط ہے

اور سنتین تیمم کی یہہ ہین کہ اول تیمم کرنیوالے بسم اللہ کہے اور باطن کفین سے ضرب کرے اور انگلیونکو کشادہ رکھے اور ہتھیلیونکو جھاڑے اور ترتیب کے ساتھ
تیمم کرے اور پے در پے بلا توقف تیمم کرے اور مٹی پر ہاتھ رکھکر آگے کھینچے اور پیچھے ہٹاوے اور منجملہ شروط تیمم کے جیسے اہل تصانیف نے غفلت کی انقطاع
حیض اور نفاس سے اور زائل ہونا مانع مسح کا چنانچہ موم اور چربی کا اعضاء تیمم پر ہو کذا فی الطحطاوی من عجز مبتداء خبرہ تیمم عن
استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلوٰۃ تفوت الی خلف لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا جو شخص کہ عاجز ہو اوس آب مطلق
کے استعمال سے جو کافی ہو اوسکی طہارت کو اوس نماز کیواسطے جو فوت ہوتی ہے اپنا خلیفہ چھوڑکر اسکا عاجز ہونا پانی کے بعید ہونے سے ہو ایک میل
اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے کہا من عجز مبتدا ہی اور تیمم اوسکی خبر ہے جو آگے آویگا چند سطر کے بعد ہم آب مطلق اور کافی کی قید
اسواسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ معدوم کے ہی اگر اتنا پانی ہو کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے مین نماز کی مانع ہی کفایت
کرتا ہی تو اوس سے کپڑا دہو وے اور وضو کی عوض تیمم کرے سبکے نزدیک اور اگر وضو کرکے نجس کپڑے سے نماز پڑہیگا تو نماز ادا ہوگی مگر گنہگار ہوگا
چنانچہ بحر الرائق مین ہے خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑکر فوت ہوتی ہے وہ پنجگانہ نماز ہے جسکا خلیفہ قضا ہی اور نماز جمعہ ہی جسکا خلیفہ ظہر ہی
اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہین وہ نماز جنازہ اور عیدین ہی تو نماز جنازہ اور عیدین کیواسطے تیمم کرنا درست ہی اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے
مقیم شہر کو اسواسطے شامل کر لیا کہ تیمم کی شرط عدم آب ہی پہر جہان یہہ شرط متحقق ہو وہین تیمم جائز ہے سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہہ مسئلہ
اسرار مین مصرح ہی خانیہ مین ہے کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم مین برابر ہی وتمامہ فی الطحطاوی اربعۃ الاف ذراع وہو اربع وعشرون
اصبعا وہی ست شعیرات ظہر البطن وہی ست شعرات بغل میل چار ہزار گز ہے اور گز ۲۴ انگل کا ہے اور انگلی چھہ جو کی ہے
اسطرح کہ ایک جو کی پیٹہہ دوسرے جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو خچر کے چھہ بالون کا ہی او لمرض یشتد او یمتد بغلبۃ ظن او قول حاذق
مسلم ولو بتحرک یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اوس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہو یا دراز ہو جاتی ہے بظن غالب یا طبیب کامل
مسلمان کے کہنے سے اگرچہ شدت مرض اور بہت دیر حاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سے ہم یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر مین وضو یا غسل کرونگا تو بیماری تیز
ہو گی یا طول کھینچیگی یا طبیب حاذق مسلم یہی بتاوے تو تیمم کرنا جائز ہے اسطرح اگر بیمار کے پاس پانی نہین ہی اور اوسکے پانو مین سخت پہوڑا یا ایسی ہی اور بیماری یقین
غالب جانتا ہی کہ مین اوٹھکر پانی لاؤنگا تو بیماری دراز ہو گی تو اب بہی تیمم اوسکو جائز ہی او لم یجد من یوضئہ یا بیمار نے نپایا اوسکو جو اسکو وضو کراوے
اور وہ خود وضو کرنے کی طاقت نہین رکہتا فان وجد ولو باجر المثل ولہ ذلک لا یتیمم فی ظاہر المذہب کما فی البحر پہر اگر بیمار وضو کرنیوالیکو
پاوے اگرچہ دستور کے موافق مزدوری دیکر ملتا ہو اور اوسکو مزدوری دینے کی طاقت ہی تو ایسا بیمار تیمم نکرے ظاہر مذہب مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے
وفیہ لا یجب علی احد الزوجین توضئۃ صاحبہ وتعہدہ وفی مملوکہ یجب اور بحر الرائق مین ہی کہ زوجین مین سے ایک پر وضو کروانا دوسرے کا
یا خبر گیری اوسکی واجب نہین اور لونڈی غلام مین واجب ہی یعنی مالک مملوک کی خبرگیری کرے اور مملوک مالک کی او برد یہلک الجنب او یمرضہ
ولو فی المصر اذا لم یکن لہ اجرۃ حمام ولا ما یدفئہ یا عاجز ہو اوس سردی سے جو جنابت والیکو ہلاک کرتی ہی یا بیمار کرتی ہے اگرچہ جنب شہر
مین ہو جبکہ اوسکے پاس حمام مین نہانے کی مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والیکو گرم کرے یعنی پانی گرم کرنیکا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور
نہ ایسا لباس ہم شارح نے جنب کی قید اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے وضو کو چھوڑکر تیمم کرنا جائز نہین صحیح قول مین مصفی مین اسپر اجماع نقل کیا
ہے اسواسطے کہ یہہ تو فقط وہم ہے کیونکہ وضو مین ہلاکی یا تندرست کی بیماری نہین ہوتی عادت مین کذا فی البحر وما قیل انہ فی زماننا یتحیل
بالعدۃ فمما لم یاذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے وہ ہماری زمانہ مین حمام کے نہانے کیواسطے حیلہ کرے مزدوری
دینیکا وعدہ کرے سو یہہ بات اوس قسم سے ہی جسکی شرع شریف نے اجازت نہین دی یعنی جو مفلس ہو وہ معذور ہے تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت
نہین نعم اذا کان لہ مال غائب یلزمہ الشراء نسیئۃ والا لا ہان اگر اوس شخص کا مال اوسوقت موجود نہو تو اوسکو لازم نہین خریدکر وعدہ پر

اُس چیز کا جو ضروری کو دفع کرے اور اگر مطلق مال نہو تو خریدنا لازم نہین وہ معذور ہے تیمم کرلے اَوْ لِخَوْفِ عَدُوٍّ حَيَّةٍ اَوْ نَارٍ عَلٰى نَفْسِهٖ وَلَوْ مِنْ
فَاسِقٍ اَوْ حَبْسِ غَرِيْمٍ اَوْ مَالِهٖ وَلَوْ اَمَانَةً یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن آدمی ہو یا غیر آدمی جیسے سانپ یا
آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو مرد فاسق سے کہ پانی کے پاس ہے یا خوف ہو قرضخواہ کے گرفتار کر لینے سے یا خوف ہو اپنے مال پر اگرچہ اسکے
پاس کا مال بطریق امانت کے ہو اگر مدیون مفلس ہے تو خوف حبس کا البتہ عذر ہے اور اگر مقدور والا ہے تو عذر نہین اسواسطے کہ وہ ظالم ہے ادای قرض
مین دیر لگانے سے ثُمَّ اِنْ نَشَأَ الْخَوْفُ بِسَبَبِ وَعِيْدِ عَبْدٍ اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَاِلَّا لَا لِاَنَّهٗ سَمَاوِيٌّ پہر اگر خوف ہوا ہے بندہ کے ڈرانے سے
تو تیمم بعد زوال خوف کے نماز کو پہر پڑھے اور اگر بندہ کے کچھ فعل سے نہین ہے تو اعادہ نکرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہے یعنی خدا کیطرف سے
کذا فی البحر بحثا ہے خلاصہ اور خانیہ مین ہے کہ اگر اسیر مسلم کو کافر نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پہر نماز کا اعادہ
کرے جب چھوٹے اور اسیطرح جبکہ مالک نے کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجکو قید کرونگا یا قتل کرونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پہر اعادہ کرے
[illegible] اسواسطے کہ تیمم کی طہارت منع وجوب اعادہ مین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی اَوْ عَطَشٍ وَلَوْ لِكَلْبِهٖ اَوْ رَفِيْقِ الْقَافِلَةِ حَالًا اَوْ
مَاٰلًا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوہ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اپنے کتے یا رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو جس پانی کی رفع عطش کیواسطے حاجت ہو وہ
بمنزلہ معدوم کے ہے خواہ اپنے پاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی آشنا ہو یا اجنبی تو ان صورتون مین باوجود پانی کے تیمم جائز ہے وَكَذَا الْعَجِيْنُ
اَوْ اِزَالَةُ نَجَسٍ كَمَا سَيَجِيْءُ وہ تشنگی کی مانند ہے آٹا گوندنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا دور کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وقیده ابن الکمال
عطش دوابه بعدم حفظ الغسالة لعدم الاواني اور ابن کمال نے چارپایون کی تشنگی کے خوف کو مقید کیا ہے بعدم حفظ غسالہ کے ساتھ برتن کے
نہونے سے یعنی اگر وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رکہ سکتا ہو تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ اونکی دفع تشنگی غسالہ مذکور سے ممکن ہے اور اگر
برتن نہو تو جانورون کیواسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وَفِي السِّرَاجِ لِلْمُضْطَرِّ اَخْذُهٗ قَهْرًا وَقِتَالُهٗ اور سراج مین ہے کہ مضطر کو یعنی جو شخص کہ
پیاس کے مارے مرتا ہو تو اوسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اوس سے لڑنا جائز ہے بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کیطرف حاجتمند
نہو ورنہ وہی مقدم ہے غیر سے کذا فی البحر فَاِنْ قُتِلَ رَبُّ الْمَاءِ فَهَدَرٌ پہر اگر لڑائی مین پانی کا مالک مارا گیا تو اوسکا خون رائگان ہے یعنی نہ اوسین
قصاص ہے نہ خونبہا نہ کفارہ کذا فی البحر وَاِنِ الْمُضْطَرُّ ضَمِنَ رَبُّهٗ بِقَوَدٍ اَوْ دِيَةٍ اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا
یعنی اگر قتل عمداً ہے تو قصاص ہے اور اگر شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہے تو عاقلہ پر دیت ہے اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر اَوْ عَدَمِ اٰلَةٍ
طَاهِرَةٍ يُسْتَخْرَجُ بِهَا الْمَاءُ یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے بسبب نہونے اُس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جاتا ہے یعنی جب کنوئین مین پانی ہو اور رسی
اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہوئی کنوئین کا وجود اور عدم برابر ہے اور اگر ڈول ناپاک ہو تو بھی اوسکا وجود اور عدم برابر ہے تیمم جائز ہے فَلَوْ
شَاشًا تیمم جائز نہین اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو اور اسیکی مانند رومال اور کپڑا ہے یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اوسکو نچوڑ کر
وضو کرنا لازم ہے اگرچہ پیدا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورت مین تیمم جائز نہین وَاِنْ نَقَصَ بِاِدْلَائِهٖ اَوْ شَقِّهٖ نِصْفَيْنِ قَدْرَ قِيْمَةِ الْمَاءِ
تیمم جائز نہین اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئین مین لٹکانے یا اوسکے دو ٹکڑے کرنے سے بقدر قیمت پانی کے ناقص اور خراب ہو جاوے صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا
کچھ رنگ کی پگڑی ہے کہ پانی مین ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہے یا دوپٹہ وغیرہ ہے کہ نصفا نصف پھاڑنے سے پانی تک پہنچتا ہے تو اگر
پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اوسقدر ہے جسقدر سے پانی خرید ہو سکتا ہے تو تیمم جائز نہین پانی نکالکر طہارت کرے اور اگر پانی کی قیمت سے زیادہ تر نقصان
لازم آتا ہے تو تیمم جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ یہہ مسئلہ ہمارے مذہب مین منصوص نہین ہے بلکہ شافعی مذہب مین مذکور ہے توشیح مین کہا ہے کہ یہہ سب ہمارے
مذہب کے قواعد کے موافق ہے كَمَا لَوْ وَجَدَ مَنْ يَنْزِلُ اِلَيْهِ بِاَجْرٍ چنانچہ اگر پاوے اُس شخص کو جو کنوئین مین اوترے اور پانی لاوے مزدوری کے
بدلے یعنی اگر اجرت مثل لے تو اجرت دینا لازم ہے اور تیمم جائز نہین اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہے کذا فی البحر ثُمَّ [illegible]

الاعسكر كلما عاجز ہو کر تیمم کرے ان سبب عذر ون سے یعنی میل بہر کا پانی دور ہونا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلہ کسی
علت سے جواز تیمم کی حتى لو تيمم لعدم الماء ثم مرض مرضا يبيح التيمم لم يصل بذلك التيمم لان اختلاف اسباب الرخصة يمنع الاحتساب
بالرخصة الاولى وتصير الاولى كان لم يكن جامع الفصولين فليحفظ تو اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہونے سے پھر اسکو ایسی بیماری ہو گئی جسکے
سبب سے تیمم کرنا اوسکو مباح ہو گیا تو اوس تیمم سے نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت
کرنے کو مانع ہوتا ہے اور پہلے رخصت اسطرح ہو جاتی ہے گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی کذا ذکرہ جامع الفصولین میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رخصت (اجازت شرعی)
سے مراد بیان تیمم ہے اور اسباب سے مراد بُعد اور مرض اور خوف عدو اور عطش اور فقدان آلہ ہے جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہے جو فصول
عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہے مستوعبا وجهه حتى لو ترك شعرة او وترة منخره لم يجز تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کرکے
یہانتک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتھنے کے کنارے کو یا حجاب بین المنخرین کو مسح کرنے سے چھوڑ دیگا تو تیمم جائز نہوگا کذا فی الطحاوی ويديه بنزع
الخاتم والسوار او يحركه بيديه مع مرفقيه فيمسحهما لاقطع اور پھر مسح کرے اپنے دونوں ہاتھوں کا تو انگوٹھی اور کنگن کو نکال ڈالے وقت مسح کیوقت
تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نہ رہے یا اوسکو حرکت دے یعنی اپنے مقام سے ہٹا دے اسیکا فتوی ہے یعنی وضو کیطرح یہاں فقط تحریک کافی نہیں ہے دونوں مسح کرلے
ہاتھوں کا مسح کرنے دونوں کہنیوں کے ساتھ تو جسکا ہاتھ کٹا ہے اور کچھ کہنی باقی ہے تو اوسکا بھی مسح کرے بضربتين ولو من غيره تیمم کرے دو بار
مٹی پر ہاتھ مار کے اگرچہ ضربتین متیمم کی غیر سے صادر ہوں یعنی اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرادے اوسکو بھی ضربتین کافی ہیں اسطرح کہ ایکبار سے اوسکے چہرے
کو مسح کرے اور دوسری بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو ہم حاکم اور طبرانی اور دارقطنی نے جابر سے روایت کی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين یعنی اہل حدیث اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں لیکن
حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے اور دارقطنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم میں احادیث مختلف اور متعارض ہیں بعضی حدیث میں
ضربتین ہے اور بعضی میں ضربة واحدة اور بعضی میں مطلق ضرب اور بعضی میں کفین اور بعضے میں یدین الی المرفقین اور بعضی میں یدین مطلق اور لینا احادیث
ضربتین اور مرفقین کو جیسا کہ امام اعظم کا مذہب ہے اقرب باحتیاط اور عمل باحادیث طرفین ہے اسواسطے کہ ضربتین میں ضربہ داخل ہے اور مسح یدین الی
مرفقین میں مسح کفین داخل ہے بدون العکس کذا فی شرح سفر السعادة للدهلوی ١٢ وما يقوم مقامهما كما في الخلاصة وغيرها لو حرك رأسه او
ادخله في موضع الغبار بنية التيمم جاز والشرط وجود الفعل منه یا تیمم کرے اوس فعل سے جو قائم مقام ہے ضربتین کے یہہ تعمیم ہے اسواسطے
کہ خلاصہ وغیرہا میں ہے کہ اگر تیمم کرنیوالے نے اپنے سر کو ہلایا یعنی سر کو چہرہ کے ساتھ گرد و غبار کے اندر کھڑے ہوئے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام
میں داخل کردیا تیمم کی نیت سے تو جائز ہے اور جواز تیمم کی شرط وجود فعل کا ہے تیمم کرنیوالے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب یا غیر ضرب کذا فی
البحر ہم تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ضرب تیمم کا رکن نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابوں میں ذکر ضرب کا واقع ہے اور اصل یعنی مبسوط میں وضع مذکور
ہے نہ ضرب تو ابن شجاع نے کہا کہ ضرب رکن ہے تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہیں اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب
رکن نہیں تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد اوسکے نیت کی تو کافی ہے فتح القدیر میں ہے کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہیں اسلیے کہ قرآن
مجید میں فقط مسح مامور ہے اور یہہ جو حدیث میں آیا ہے کہ التيمم ضربتان تو یا اسمیں مسحتین مراد ہے یا بنظر غالب عادت کے ہے تو شارح نے اس مقام میں فتح
القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحاوی ولو جنبا او حائضا طهرت لعادتها او نفساء تیمم کرے اگرچہ تیمم کرنیوالا جنب ہو یا وہ حائض
جو پاک ہو گئی اپنی عادت کے موافق یا نفسا ہو ہم جنب کو تیمم جائز ہے عمار یاسر کی حدیث کی دلیل سے جو صحاح ستہ میں مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے اونکو تیمم کرنیکا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تھے اور حائض اور نفسا ملحق ہے جنب میں جواز تیمم میں کذا فی النہر بطاهر من جنس الارض
ان لم يكن عليه نقع اي غبار تیمم کرے اوس پاک کرنیوالی چیز سے جو زمین کی جنس سے ہو اگرچہ اوسپر گرد اور غبار نہو ہم زمین کی جنس سے

مراد وہ چیز ہو جو آگ سے نہ پگھلے اور نہ راکھ ہو جاوے جلکر چنانچہ پتھر اور گچ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد اور زمرد اور فیروزہ اور عقیق اور ریتہ اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے نمک میں یعنی سیندھا لون میں دو روایتیں ہیں مگر جواز تیمم پر فتوی ہی چنانچہ تجنیس میں ہی تو درخت اور شیشہ جو ریت اور ریگ سے بنتا ہے جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور مترمد نہو وہ جنس ارض سے ہی اوس پر تیمم کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فلو لم یدخل بین اصابعہ غبار یحتاج الی ضربۃ ثالثۃ للتخلیل تو اگر غبار داخل نہوا انگلیوں کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے کی خلال کرنے کیواسطے حاجت نہیں بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہہ مراد نہیں کہ اصلا خلال نکرے اسلیے کہ استیعاب مسح پوری حقیقت ہی تیمم کی چنانچہ منیہ اور اوسکی شرح میں ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور عالمگیری میں ہی کہ اگر غبار انگلیوں میں داخل نہو تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہی اور صحیح یہہ ہی کہ کف کا مسح کرنا ضرور نہیں بلکہ ضرب کف کافی ہی کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہا اور محمد سے روایت یہہ ہے کہ اگر غبار داخل نہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہی نعم لو یمم غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری قستانی ہان اگر دوسرے کو تیمم کراوے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کیواسطے اور دوسری بار داہنے کیواسطے اور تیسری بار بائیں ہاتھ کے لیے ایسا کہا ہی قہستانی شارح نقایہ نے وبہ مطلقا ای بغبار او لانہ تراب دقیق اور غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہے مٹی ملے یا نہ ملے اسواسطے کہ غبار تو باریک مٹی ہے فلا یجوز بلؤلؤ ولو مسحوقا لتولدہ من حیوان البحر ولا بمرجان لشبہہ بالنبات لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر علی ما حررہ المصنف جب تیمم کیواسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہیں موتی سے اگرچہ وہ پسا ہو اسواسطے کہ اوسکی پیدائش ہی سمندر کے جانور سے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہیں کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہی اسواسطے کہ مونگا ان درختوں سے ہے جو سمندر کی تہ میں جمتے ہیں ایسی تحریر اور تنقیح کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم یہہ رد ہی صاحب بحر پر اسواسطے کہ اونسے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا پھر اوسکے سہو پر حکم کیا اسواسطے کہ غایۃ البیان اور توشیح اور عنایہ اور محیط اور معراج الدرایہ اور تبیین میں جواز ثابت ہی مصنف نے اپنی شرح میں کہا ظاہرا یہہ سہو نہیں اسواسطے کہ عدم جواز کی وجہ یہہ ہی کہ مونگا منعقد ہوتا ہے پانی سے موتی کی مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہیں وہ اسکو اجزاء ارض سے سمجھے ہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا بمنطبع کفضۃ وزجاج اور تیمم جائز نہیں اوس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھلجاوے جیسے چاندی اور کانچ ومتمرد بالاحتراق اور نہ راکھ ہو جانیوالی چیز سے جلکر یعنی جو آگ سے جلکر راکھ ہو جاوے چنانچہ درخت الا رماد الحجر فیجوز کحجر مدقوق او مغسول وحائط مطین او مجصص وادان من طین غیر مدہونۃ وطین غیر مغلوب بماء مگر پتھر کی راکھ سے تو تیمم جائز ہے جیسے جائز ہی کوٹے پتھر یا دھوئے صاف پتھر سے یعنی اگرچہ اوسپر غبار نہو اور جائز ہے کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے برتنوں سے جو روغنی نہیں اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہیں ہم تو ظروف چینی سے تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ اوسپر کانچ کا روغن ہوتا ہے ہان اگر جنس ارض سے اونپر روغن ہو چنانچہ گیرو کا تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہی اور گیلی مٹی جسکو گارا اور کیچڑ بولتے ہیں اگر اوسمین پانی غالب ہی مٹی پر یا برابر ہی تو اوس سے تیمم جائز نہیں چنانچہ متن میں مذکور ہوگا کہ غالب چیز کا حکم ہے لکن لا ینبغی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر مثلۃ بلا ضرورۃ لیکن گیلی مٹی سے تیمم کرنا فوت ہو جانے وقت کے ڈر سے پہلے نہ چاہیئے تاکہ بدشکل نہو جاوے بہوت ملکر بدون ضرورت کے ہم یعنی گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولی ہے اور اگر کریگا تو جائز ہے ولوالجیہ میں ہی کہ اگر مسافر کادوں کی جگہہ میں ہو اور صعید یعنی خشک مٹی نپاوے تو اپنا کپڑا جہاڑکر تیمم کرے اگر اوسپر غبار ہو اور اگر غبار نہو تو اپنے کپڑے میں گیلی مٹی لگاوے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر ومعادن فی محالہا فیجوز بہا لا بعد ما جیسے جائز ہے تیمم کانی چیزوں سے جو اپنی اصلی مکان میں ہیں یعنی جب تک اونکو خاک سے جدا نہیں کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی اور لوہا کہان کا تو تیمم اوسپر جائز ہے بسبب اوس مٹی کے جو اوسپر لپٹی ہے کذا فی النہر وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدیدہ علیہ وان لم یستبن لم یجز اور معدن میں جواز تیمم کیواسطے اسبیجابی نے یہہ قید لگائی کہ مٹی کا اثر ظاہر ہو اوسپر دو نوں ہاتھ پہیلا کر اور اگر مٹی کا

گا پر نہو تو معادن سے تیمم کرنا جائز نہیں وکذا کل ما لا یجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخ فعلیٰ ہذا مثل معادن کے ہر ایک وہ چیز ہے جسپر تیمم جائز نہیں مانند گیہوں اور بانات کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہہ خوب بات ہے کذا فی النہر م فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ غبار سے تیمم کرنے کی یہہ صورت ہے کہ اپنے دونون ہاتھہ مارے کپڑے یا نمد یا تکیہ مین اور مانند اسکے اعیان طاہرہ مین جنپر غبار ہے پھر جبکہ غبار اوسکے ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جھاڑے تاکہ غبار نکلے پھر اپنا ہاتھہ اوٹھاوے غبار مین ہوا کے اندر سو جبکہ غبار ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے والحکم للغالب لو اختلط تراب بغیرہ کذہب وفضۃ ولو مسبوکین اور حکم ہے غالب چیز کا یعنی غالب چیز کا اعتبار ہے اگر مٹی ملی ہو دوسری چیز سے جسپر تیمم جائز نہیں چنانچہ سونا اور چاندی اگرچہ دونون گداختہ ہون اور مٹی سے مخلوط ہوگئی ہون م شارح اس تعمیم مین شرح مصنف کا تابع ہوا اور مصنف نے اسکو بحر الرائق عن المحیط نقل کیا لیکن مین نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اوسمین محیط سے یہہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے اگر وہ مسبوک یعنی گداختہ ہون تو جائز نہیں اور اگر گداختہ نہیں اور مخلوط ہین مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہے تو جائز ہے اور یہہ اوسمین مذکور نہیں کہ جب گداختہ ہون اور مٹی کے ساتھہ ہون اور زیلعی مین ہے کہ تیمم جائز ہے سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند انکی جبتک کہ وہ زمین پر ہین اور ایسے کوئی چیز نہیں بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہیں کذا فی الطحطاوی والارض محترقۃ فلو الغلبۃ لتراب جاز والا لا خانیہ اور جلی مٹی راکھہ سے ملے تو اگر مٹی غالب ہو راکھہ سے تو تیمم جائز ہے اور اگر غالب نہیں یعنی مغلوب یا برابر ہے تو تیمم جائز نہیں کذا فی الخانیہ م یعنی زمین پر کا جھاڑ بوٹا جل گیا اور اوسکی مٹی سے ملگیا تو غالب کا اعتبار ہے اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز سے یہانتک کہ سیاہ ہوگئی تو اوس سے تیمم جائز ہے اسواسطے کہ احتراق سے مٹی کا رنگ بدلگیا نہ اوسکی ذات کذا فی الطحطاوی ومنہ علم حکم المساوی اور خانیہ کی تقیید غلبہ تراب سے معلوم ہوگیا برابر کا حکم یعنے اگر مٹی برابر ہے دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ مٹی غالب نہیں وجاز قبل الوقت ولاکثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانہ بدل مطلق عندنا لا ضروری اور تیمم جائز ہے نماز کیوقت سے پہلے اور ایک تیمم چند فرضون کیواسطے اور تیمم جائز ہے غیر فرض کے لئے چنانچہ نفل کیواسطے اسواسطے کہ تیمم مطلق بدل ہے وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدل م یعنی جب کہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہے اور اوس سے حدث مرتفع ہوجاتا ہے تا وجود آب اور یہہ نہیں کہ وہ نماز کو مباح کردیتا ہے باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہے لہذا یہہ تیمم نماز ہے حالانکہ حدث حقیقۃً موجود ہے تو اونکے نزدیک قبل وقت کے جائز نہیں اور اوس سے ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہیں اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل جو چاہے پڑھے کذا فی المنح وجاز لخوف فوت صلوۃ جنازۃ ای کل تکبیراتہا ولو جنبا وحائضا اور تیمم جائز ہے نماز جنازہ کی فوت ہوجانے کے خوف سے یعنی تمام تکبیرون کے فوت ہونیکے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنیوالا جنب یا حائض ہو م اور اگر فوت ہونیکا خوف نہو اسطرح کہ ایک ہی شخص نماز جنازہ کا واقف ہو اور جبکہ وضو کرنے جائیگا تو اوسکا انتظار ہوگا تو اوسکو تیمم جائز نہیں اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے مین بعض تکبیرات مین شریک ہوگا تو بھی اوسکو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اوسکو ممکن ہے کذا فی البحر عن البدائع ولو جیئ باخری ان امکنہ التوضئ بینہما ثم زال تمکنہ اعاد التیمم والا لا بہ یفتیٰ اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو اگر اوس متیمم کو بیچ ان دونون کے وضو کرنا ممکن ہوا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہہ قدرت زائل ہوگئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کیواسطے بالاتفاق اور جو انکے بیچ مین وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہیں شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتوی ہے کذا فی البحر عن المصفی وفوت عید بفراغ امام او زوال شمس اور جائز ہے تیمم نماز عید کی فوت ہوجانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے م یہہ حکم ہے کل نماز عید کے فوت ہونیکا اور اگر مقتدی وضو کرکے شریک ہو بعض نماز مین تو تیمم جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان یبنی بناء بعد شروعہ متوضیا وسبق حدثہ اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کرکے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنی وضو کرکے نماز جنازہ یا عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہے کہ اگر وضو پھر کریگا تو نماز فوت ہوجاویگی تو امام کے نزدیک تیمم کرکے بنا کرنا جائز ہے

خلافاً للصاحبين كذا في البحر بلا فرق بين كونه اماما او لا في الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اس بات کے امام یا غیر امام یہہ قول اصح
ہے یعنے جب فوت نماز عید یا جنازہ کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونوں کو تیمم جائز ہے لان المناط خوف الفوت لا الی بدل لیے اسواسطے کہ
جواز تیمم کا مدار اس صورت مین خوف ہے فوت ہونیکا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اوسکا بدلا نہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اوسکے فوت ہو جانے
کے ڈر سے تیمم جائز ہے جاز لكسوف وخسوف وسنن رواتب ولو سنة فجر خاف فوتها وحدها جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم
جائز ہے سورج گہن اور اسیطرح چاند گہن کی نماز کیواسطے اور موکدہ سنتون کیواسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اوسکی فوت ہونیسے بدون فرض کے
ہم یہہ بحث ہے حلبی شارح منية المصلی کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو کہ پانی کو لیس جانے تک سورج گہن ہو چکیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا
کر چکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے مین وقت فوت ہوتا ہے تو تیمم کرکے سنتین پڑھ لے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونیکے بدون فرض
کیصورت یہہ ہے کہ پانی میل بھر سے کم ہے خادم پانی لینے گیا ہے لیکن اوسکے آنے تک فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہیگا تو تیمم
کرکے فجر کی سنتین پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کرکے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت سنت فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا
فرض کے ساتھہ فوت ہونیکا خوف ہو تو تیمم نکرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھہ قضا کرلیگا ولنوم وسلام ورده وان لم تجز الصلوة
به اور جائز ہے تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کیواسطے یعنی باوجود پانی ہونے کے اگرچہ اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین
ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہین کہ نماز کے تیمم کیواسطے فقدان آب حقیقةً یا حکماً ضرور ہے اور یہہ کہ اس عبادت مقصودہ کی نیت کرے
جو حلال نہین بدون طہارت کے قال في البحر وكذا لكل ما لا تشترط له الطهارة لما في المبتغى وجاز لدخول مسجد مع وجود الماء
وللنوم فيه واقره المصنف بحر الرائق مین کہا اور اسیطرح تیمم جائز ہے یعنی باوجود پانی کے ہر ایک اس عمل کیواسطے جسکے لئے طہارت شرط نہین
بدلیل اس قول کے جو مبتغی مین یون ہے اور جائز ہے تیمم مسجد مین جانے کیواسطے باوجود پانی ہونیکے اور مسجد مین سونے کیواسطے اور مصنف نے اپنی شرح
مین اسکو ثابت رکھا ہے یعنی اسپر رد نہین کیا لكن في النهر الظاهر ان مراد المبتغى الجنب فسقط الدليل لیکن نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر یہ
ہے کہ مبتغی کی مراد جنب ہے تو بحر الرائق کی دلیل ساقط ہو گئی ہم یعنی جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نرہا کیونکہ جنب کو
طہارت شرط ہے لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا جنب کا مسلم نہین ہے اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہین کہ پانی مسجد کے باہر ہے یا
اندر اگر باہر ہے تو وہ باطل ہے کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد مین باوجود ہونے پانی کے خارج مین باتفاق تیمم سے حلال نہین اور اگر مسجد کے اندر
ہے اور یہی احتمال صحیح ہے مگر یہہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہے بدلیل قوله والنوم فيه كذا في الطحطاوي قلت وفي المنية وشرحها تيممه
لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء ليس بشيء بل هو عدم لانه ليس بعبادة يخاف فوتها مین کہتا ہون اور منية المصلی
اور اوسکی شرح مین ہے کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کیواسطے باوجود پانی کے کوئی چیز نہین بلکہ وہ معدوم یعنی
کرنا نکرنے کی برابر ہے اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہین جسکے فوت ہو جانیکا ڈر ہو ہم یہہ تائید ہے صاحب نہر کی اور اگر دخول
مسجد کو جنب پر محمول کیجئے تو کلام مبتغی کے مخالف نہین ہے لكن في القهستاني عن المختار جوازه مع الماء لسجدة التلاوة لیکن
قہستانی مین مختار سے منقول ہے کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہے پانی ہونیکے ساتھہ سجدہ تلاوت کیواسطے ہم یہہ استدراک ہے منية المصلی کی دلیل پر
کہ جس عبادت کے فوت ہونیکا کچھ خوف نہو اوسکے واسطے تیمم جائز نہین یعنی سجدہ تلاوت مین طہارت شرط ہے اور اوسکی فوت ہونیکا خوف نہین
باوجود اسکے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہہ نقل ضعیف ہے یا ہم پر الزام ہے قاعدہ کے کیونکہ سجدہ تلاوت مین طہارت مشروط ہے اور فوت ہوتی ہے خلیفہ
اپنا چھوڑ کر لكن سيجيء تقييده بالسفر لا الحضر لیکن عنقریب فروع مین آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدہ تلاوت کیواسطے سفر کے ساتھہ یعنی یہہ سفر
مین درست ہے نہ حضر مین ہم اس مسئلہ کی گفتگو فروع مین مذکور ہوگی ثم رأيت في الشرعة وشرحها ما يؤيد كلام البحر پھر علامہ ابو بکر

کی شرح الاسلام اور اوسکی شروح میں میں نے وہ دیکھا جو بحر الرائق کے کلام کی تائید کرتا ہے کہ جسمیں طہارت مشروط نہیں اوسمیں تیمم جائز ہے باوجود
پانے کی قال وظاہر الروایۃ حواز التیمم مع وجود الماء وان لم تجز الصلوٰۃ بہ صاحب شرح یا صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر الروایۃ جائز ہونا تیمم کا ہے ایسی چیز کے
واسطے باوجود ہونے پانی کے اگرچہ اوس تیمم سے نماز جائز نہیں ہے اکثر نسخون میں ظاہر الروایۃ ہے اور ایک نسخہ مطبوعہ مصر میں ظاہر البزازیۃ ہے
قلت بل یعتبر بل اکثر کلامہم من الضابط انہ یجوز لکل ما لا تشترط الطہارۃ لہ ولو مع وجود الماء میں کہتا ہوں بلکہ وہ تمام چیز بلکہ اکثر کے
واسطے تیمم مذکور جائز ہے اسواسطے کہ یہہ قاعدہ گذر گیا کہ تیمم جائز ہے ہر ایک اوس عمل کیواسطے جسمیں طہارت مشروط نہیں اگرچہ پانی موجود ہو وامّا
ما تشترط لہ فیشترط لہ فقد الماء کتیمم لمس مصحف فلا یجوز لواجد الماء واما للقراءۃ فان محدثًا فکالاول او جنبا فکالثانی اور جس
فعل کیواسطے طہارت شرط ہے سو وہان تو پانی کا نہونا تیمم کیواسطے مشروط ہے چنانچہ مصحف کے چہونیکے واسطے تیمم کرنا سو وہ جائز نہیں پانی کے
پانیوالے کو اور اگر قران پڑہنے کیواسطے ہے سو اگر بے وضو ہے تو وہ اول کی مانند ہے یعنی باوجود پانی کے اوسکو تیمم جائز ہے یا کہ وہ شخص جنب
ہے تو ثانی کی مانند ہے یعنی پانی کے ہونے اوسکو تیمم درست نہیں وقالوا لو تیمم لدخول مسجد او لقراءۃ ولو من مصحف او مسہ او کتابتہ
او تعلیمہ او لزیارۃ قبور او عیادۃ مریض او دفن میت او اذان او اقامۃ او اسلام او سلام او ردہ لم تجز الصلوٰۃ بہ
عند العامۃ بخلاف صلوٰۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ فتاوی شیخنا خیر الدین رملی اور فقہانے کہا ہے کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کیواسطے یا
قران پڑہنے کیواسطے اگرچہ مصحف دیکھکر پڑہے یا مصحف کے چہونیکو یا اوسکے لکہنے کو یا اوسکی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لئے یا بیمار پرسی کیواسطے یا مردہ
دفن کرنے کو یا اذان یا اقامت کیواسطے یا مسلمان ہونے کو یا سلام کرنے کو یا سلام کے جواب دینے کو تو ایسے تیمم سے نماز پڑہنا جائز نہیں اکثر
علما کے نزدیک برخلاف نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے یعنی اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کیواسطے تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز پڑہنا جائز ہے
بشرطیکہ پانی موجود نہو یہہ ہمارے اوستاد خیر الدین رملی کے فتاوی میں مذکور ہے قلت وظاہرہ انہ یجوز لہ فعل ذلک فتامل میں کہتا ہون
فتاوی مذکورہ کا ظاہر کلام یہہ ہے کہ اوسکو اسکا کرنا جائز ہے یعنی تیمم کرنا سجدہ تلاوت کیواسطے درست ہے سوا ای مخاطب تامل کر ہم حلبی محشی نے کہا کہ
ہمنے تامل کیا سو اوسکو صحیح پایا طحطاوی نے کہا میں کہتا ہون کہ اگر شارح کی یہہ مراد ہے کہ سجدہ تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہے
تو یہہ بالاتفاق جائز نہیں اور اگر یہہ مراد ہے کہ پانی نہونے کی وقت جائز ہے تو اسکا جواز بالاتفاق ہے تو شارح کے اس کلام کی حاجت نہیں انتہی
کلا انہ لا یتیمم لفوت جمعۃ و وقت ولو وتر لفوتہا الی بدل یعنی تیمم نکرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے فوت ہونے سے اگرچہ وتر
کا وقت ہو بسبب فوت ہونے اُن نمازون کے اپنا بدلا چہوڑکر یعنی جمعہ کا بدلا ظہر اور پنجگانہ نماز اور وتر کا بدلا قضا ہے برخلاف جنازہ اور عید
کے اسواسطے کہ اونکی قضا نہیں وقیل یتیمم لفوت الوقت اور قول ضعیف یہہ ہے کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہو جانے کے ڈر سے
ہم قنیہ میں کہا کہ یہہ روایت ہے ہمارے مشائخ سے اور اسپر چند فروع کو متفرع کیا از انجملہ یہہ ہے کہ اگر چہت پر ہو رات کو اور کوٹھری کے
اندر پانی ہے اور اندہیری میں اوسکی اندر جانے سے ڈرتا ہے تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فی البحر قال الحلبی فالاحوط ان
یتیمم ویصلی ثم یعید حلبی شارح منیۃ المصلی نے کہا تو ایسی صورتمین احوط یہہ ہے کہ تیمم کرے اور نماز پڑہے پہر وضو کرکے اس نماز کا
اعادہ کرے یعنی قضا پڑہے ویجب ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر غلوۃ ثلثمائۃ ذراع من کل جانب ذکرہ الحلبی اور واجب
ہے یعنی فرض ہے تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بہیجکر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانیکے یعنی ۳۰۰ گز ہر جانب سے اسکو ذکر کیا ہے حلبی نے
ہم تیر پرتاب ۴۰۰ گز میں ۴۰۰ گز تک کذا فی النہر شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ جسطرف پانی کا گمان ہو فقط اوسیطرف اسقدر
تلاش کرنا چاہیئے نہ ہر جانب سے تو شارح کا مطلب یہہ ہے کہ ہر جانب سے جدہر گمان ہوا وہیں تلاش کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وفی البدائع
الاصح طلبہ قدر ما لا یضر بنفسہ ورفقتہ بالانتظار اور بدائع میں ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ پانی کا تلاش کرنا اسقدر ہے کہ ضرر نہ پہنچے

۵ شامی نے اس اختیار کرکے عبارت بزازیہ کی نقل اور شارح پر تعجب کیا ہے اور یہ بھی ظاہر نہیں ہے

تو بش مین اوسکی ذات کو اور اوسکے سفر کے ساتہیون کو انتظار کرنے سی یعنی اگر ایک کو بہی اونمین سی ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہے اِنْ ظَنَّ
ظَنًّا قَوِیًّا قُرْبَہٗ دُوْنَ مِیْلٍ بِاَمَارَۃٍ اَوْ اِخْبَارِ عَدْلٍ تلاش فرض ہے اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونیکا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک
متقی آدمی کے خبر دینے سے ہم ظن مین اور ظن غالب مین فرق یہہ ہے کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسری سے اور دل نہ جمی راجح پر
اور نہ چہوڑے دوسری کو تو اسکا نام ظن اور گمان ہے اور جبکہ احد الطرفین دل مین جم جاوے اور دوسری جانب کو چہوڑ دے تو اوسکا نام اکبر ظن
اور غالب الرای ہے میل کی قید اسواسطی لگائی کہ میل یا مافوق میل بعید ہے اوسکی طلب واجب نہین قرب پانی کی علامت یہہ ہے کہ سبزہ نظر آوے اور
چڑیان گہومتی ہون کذا فی الطحطاوی وَاِلَّا یَغْلِبْ عَلٰی ظَنِّہٖ قُرْبُہٗ لَا یَجِبُ بَلْ یُنْدَبُ اِنْ رَجَا وَاِلَّا لَا اور اگر پانی کے نزدیک ہونیکا اوسکو
ظن غالب نہو یعنی شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہین بلکہ مستحب ہے اگر امید ہو نزدیکی کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بہی نہین وَ
لَوْ صَلّٰی بِتَیَمُّمٍ وَثَمَّۃَ مَنْ یَسْأَلُ ثُمَّ اَخْبَرَہٗ بِالْمَاءِ اَعَادَ وَاِلَّا لَا اور اگر نماز پڑہی تیمم سے بدون پوچہنے کے اور حالانکہ وہان وہ شخص تہا جس سے
پوچہتا پہر نماز کے بعد اوس شخص نے پانی کے نزدیک ہونے کی خبر دی تو نماز کو پہر پڑہے ورنہ اعادہ نکرے کذا فی الزیلعی ہم بحر الرائق مین سراج
سے منقول ہی کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تہی اور نماز پڑہی پہر تلاش کی سو پانی نپایا تو اعادہ واجب ہے طرفین کے نزدیک مطلقا خواہ بعد
اسکے پانی کی کوئی خبر دیوی یا ندی خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی وَشُرِطَ لَہٗ اَیْ لِلتَّیَمُّمِ فِیْ حَقِّ جَوَازِ الصَّلٰوۃِ نِیَّۃُ عِبَادَۃٍ اور شرط ہی تیمم
کیواسطی نماز جائز ہونے کے حق مین عبادت کی نیت کرنا ہم جواز نماز کی قید اسواسطی لگائی کہ نماز کے سوای چنانچہ سلام یا جواب سلام کیواسطی
فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہے اور عبادت کی نیت کی مانند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہی کذا فی البحر وَلَوْ صَلٰوۃَ
جَنَازَۃٍ اَوْ سَجْدَۃَ تِلَاوَۃٍ لَا شُکْرٍ فِی الْاَصَحِّ اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدہ تلاوت (مباح کر لینا) کا نہ سجدہ شکر کا امام کے صحیح تر قول مین یعنی اگر نماز جنازہ
یا سجدہ تلاوت کی نیت سی تیمم کیا تو اوس تیمم سی مطلق نماز جائز ہے اور اگر سجدہ شکر کیواسطی تیمم کیا تو اوس سی نماز پڑہنا درست نہین کیونکہ وہ عبادت
نہین امام کے نزدیک حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدہ شکر مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ سجدہ تلاوت کے باب مین مذکور ہوگا تو جب
عبادت ہوا تو اوس تیمم سی نماز صحیح ہوگی مَقْصُوْدَۃٍ تیمم کیواسطی اوس عبادت کی نیت مشروط ہے جو مقصود بالذات ہو یعنی دوسری عبادت کا وسیلہ نہو
خَرَجَ دُخُوْلُ مَسْجِدٍ وَمَسُّ مُصْحَفٍ عبادت مقصودہ کی قید سی مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چہونا نکل گیا یعنی دخول مسجد اور مس مصحف خود
عبادت مقصودہ نہین بلکہ نماز اور قران پڑہنے کے وسیلہ ہین اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کیواسطے ہوتا ہی اوسکا جواب یہہ
ہے کہ عبادت تو اعتکاف ہی اور دخول مسجد اوسکا تابع ہی تو عبادت مقصودہ نہ ٹہرا اور قرات کی نیت سی تیمم کرنے مین تفصیل حق ہے چنانچہ بدائع
مین ہے کہ اگر جنب نے قرات کیواسطی تیمم کیا تو اوسکو اور نمازین پڑہنا جائز ہین کذا فی الطحطاوی لَا تَصِحُّ اَیْ لَا یَحِلُّ لِیَتَیَمَّمَ قِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ لِلْجُنُبِ بِدُوْنِ
طَہَارَۃٍ تیمم کیواسطی وہ عبادت مقصودہ مشروط ہے جو صحیح نہین یعنی حلال نہین بدون طہارت کے لاتصح کی تفسیر لایحل اسواسطی کی تاکہ عبادت مقصودہ
جنب کی قران خوانی کو بہی شامل ہو جاوے ہم زیلعی اور سراج وہاج وغیرہا مین مطلق مذکور ہے کہ صحیح یہہ ہے کہ قران خوانی کے تیمم سے نماز پڑہنا درست
نہین لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبی مین کہا کہ اطلاق صحیح نہین تفصیل حق یہہ ہے یعنی اگر جنب قران خوانی کیواسطی تیمم کرے تو اور نمازین پڑہنا درست
ہین چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ شرط یہہ ہے کہ منوی عبادت مقصودہ ہو یا عبادت مقصودہ کا جز ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قران خوانی
عبادت مقصودہ یعنی نماز کا جز ہے لیکن اگر قران خوان جنب (نیت کی ہوئی چیز) ہو تو شرط اخیر یعنی عدم حلت فعل الا بالطہارۃ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہو گئی تو نماز
اوس سی درست ہوئی اور اگر قران خوان جنب نہین بلکہ بیوضو ہی تو شرط اخیر نپائی گئی تو اوس تیمم سی نماز جائز نہوئی کذا فی المنح شارح نے لاتصح کی
تفسیر لا تحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیق کیطرف خَرَجَ السَّلَامُ وَرَدُّہٗ شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہو گیا
یعنی سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہین لیکن بدون طہارت کے بہی صحیح ہین تو انکے تیمم سے نماز پڑہنا جائز نہین فَلَغَا تَیَمُّمُ کَافِرٍ لَا وُضُوْءُہٗ

لانه ليس باهل للنية فما يفتقر اليها لا يصح منه جب تيمم مين نيت مخصوصه شرط ہوئی تو کافر کا تیمم کرنا لغو یعنی باطل ہے ؛ وضو کرنا اسکا اسلئے کہ کافر نیت کرنے کی اہلیت نہین رکہتا تو جو عمل کہ اپنی صحت مین نیت کیطرف حاجت رکہتا ہے وہ کافر سے صحیح نہو گا هم اسواسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت کا سبب مراد ہوتا ہو اور کافر سے حالت کفر مین ایسا فعل واقع نہین ہوتا ولہذا کافر کا وضو صحیح ہے کیونکہ اوسمین نیت کی حاجت نہین تو کافر بعد اسلام کے وضو سابق سے نماز پڑہ سکتا ہے نہ تیمم سابق سے وصح تيمم جنب بنية الوضوء يعني اور صحیح ہے جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کا فتوی ہے یعنی وضو کی نیت سے جنابت سے بہی پاک ہو جاتا ہے وندب لراجيه رجاء قويا آخر الوقت المستحب اور جسکو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اوسکو وقت مستحب کے آخر وقت مین نماز پڑہنا مندوب اور مستحب ہے کذا فی النہر عن الوافی ولو لم يؤخر وتيمم وصلى جاز لو كان بينه وبين الماء ميل والا لا اور اگر تاخیر نکی اور تیمم کیا اور نماز پڑہ لی تو جائز ہے اگر ہو درمیان اس شخص کے اور پانی کی میل بہر کے مسافت اور اگر اسقدر سے مسافت کم ہو تو نماز جائز نہین صلى من ليس في العمران بالتيمم ونسي الماء في رحله وهو مما ينسى عادة لا اعادة عليه نماز پڑہی اس شخص نے جو آبادی مین نہین اور بہول گیا اس پانی کو جو اونٹ کے کجاوے مین ہے اور کجاوہ اس قسم سے ہو کہ اوسکی چیز کے بہولجانے کی عادت ہو تو اوسپر نماز کا اعادہ نہین هم آبادی مین نہونا عام ہے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی مین ہو اور اسطرح نماز پڑہی تو اعادہ واجب ہو اور جو مسافر کی قید لگائی ہے تو بنظر غالب عادت کے کذا فی النہر اور نسیان وغیرہ باقی قیود کے احترازات کو شارح مذکور کریگا ولو ظن فناء الماء اعاد اتفاقا اور اگر پانی کے چک جانیکا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑہی تو پانی دیکہکر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو نسيه في عنقه او ظهره او في مقدمه او راكبا او مؤخره سائقا او نسي ثوبه وصلى عريانا او في ثوب نجس او مع نجس ومعه ما يزيله او توضأ بماء نجس او صلى محدثا ثم ذكر اعاد اجماعا چنانچہ اگر اس پانی کو بہولا جو اونٹ کی گردن یا اوسکی پیٹہہ یا اوسکے سامنے تہا سواری کیحالت مین یا اونٹ کے پیچہے تہا جبکہ وہ اوسکا ہانکنے والا تہا یا شخص اپنا کپڑا بہولا اور برہنہ نماز پڑہی یا ناپاک کپڑے مین یا نجاست کے ساتہہ نماز پڑہی اور حالانکہ اوسکے پاس وہ چیز ہے جس سے ازالہ نجاست ہو سکتا تہا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بیوضو نماز پڑہی پہر اوسکو پانی یا کپڑا یا نجاست یا بیوضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پہر پڑہے بالاتفاق هم بعضی صورتون مین حکایت اجماع مین کلام ہے کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہے ويطلبه وجوبا على الظاهر من رفيقه من هو معه فان منعه ولو دلالة بان استهلكه تيمم لتحقق عجزه اور بنا بر ظاہر الروایۃ کے واجب ہے کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اوسکے ساتہہ ہے پہر اگر وہ پانی ندے اگرچہ ندینا دلالت حال کی راہ سے اسطرح کہ کچہہ پانی کو تلف کر دے اور باقی طہارت کو کافی نہ ہو تو تیمم کرے بسبب ثابت ہو جانے اوسکو عاجزی کے هم رفیق کی قید باعتبار عادت کے ہے اسلئے کہ جو نماز کیوقت موجود ہو اوس سے مانگنا چاہیے رفیق ہو یا غیر رفیق وان لم يعطه الا بثمن مثله او بغبن يسير وله ذلك فاضلا عن حاجته لا يتيمم اور اگر وہ شخص پانی ندے مگر بعوض اوس ثمن کے جو اوسقدر پانی کا معمول ہے یا تہوڑے سے غبن کے ساتہہ اور اوسکے پاس وہ ثمن موجود ہے اور اوسکی حاجت سے زیادہ ہے تو تیمم نکرے بلکہ پانی خرید کر کے وضو کے ساتہہ نماز پڑہے هم غبن یسیر وہ ہے جو دو چند قیمت سے کم ہو یہہ معلوم ہوتا ہے غبن فاحش کی تعریف سے جو عنقریب مذکور ہوگی ولو اعطاه باكثر يعني بغبن فاحش وهو ضعف قيمته في ذلك المكان او ليس له ثمن ذلك تيمم اور اگر پانی کا مالک پانی دے باکثر ثمن سے یعنی غبن فاحش کے ساتہہ اور غبن فاحش دو چند ہے پانی کی قیمت کا اوس مکان مین یا اوس شخص کے پاس اوسقدر ثمن نہین ہے تو تیمم کرے هم غبن فاحش سے خرید کرنا اسواسطے واجب نہوا کہ حرمت مال مسلم اوسکی جان کی حرمت کی مانند ہے اور جان مین ضرر ساقط ہے اسیطرح مال مین کذا فی البحر واما للعطش فيجب على القادر شراؤه باضعاف قيمته احياء لنفسه اور پیاس کیواسطے تو واجب ہے خرید کرنا مقدور والے پر اضعاف بیشمار کے بدلے اپنی جان کو زندہ رکہنے کیواسطے یعنی اسلئے کہ حفظ جان کا مقدم ہے مال کے حفظ پر انما يعتبر المثل في بضعة عشر موضعا مذكورة في الاشباه اور ثمن مثل معتبر نہین مگر ۱۹ اسکا نوین جو اشباہ مین مذکور ہین هم مواضع مذکورہ کی تفصیل بیان ضرور نتہی لہذا بخوف تطویل انکو ذکر نکیا وفي طلبه الماء لا يتيمم على الظاهر لظاهر الرواية عن اصحابنا لانه مبذول عادة كما في البحر عن المبسوط

اور پانی مانگنے سے پہلے تیمم نکرے یہ بنا بر ظاہر الروایہ کے ہمارے تینون اصحاب یعنی ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ سے اسواسطے کہ پانی مین بخل نہین ہوتا دینے اور
خرچ کرنے کی چیز سے عادت مین چنانچہ بحر الرائق مین مبسوط سے منقول ہو ہم اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اوسکو دینے مین بخل کی عادت نہو تو اوسکی مانگنے مین کچھ
ذلت اور خواری نہین اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض حوائج کو غیرون سے سوال کیا ہو کذا فی الطحاوی عن البحر وعلیہ الفتوی یجب وعلیہ الفتوی
طلب الدلو والرشا اور بنا بر اوسکے یعنی چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہے بند ول ہونیکے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا واجب ہے یعنی اسمین بھی بخل
کی عادت نہین ولکنہ لا ینتظر لو قال حتی استقی ولیس خروج الوقت علیہ اسیطرح انتظار کرنا واجب ہے اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے مالک نے ٹھہر جا
یہانتک کہ پانی بھر لون اگرچہ انتظار مین نماز کا وقت نکلجاے ہم اور دوسرا قول یہ ہے کہ انتظار کرنا واجب نہین مستحب ہے کذا فی الطحاوی ولو کان
فی الصلوۃ ان ظن الاعطاء قطع والا لا اور اگر متیمم نماز مین کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اوسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع
کرے اور اگر دینے کا گمان نہو تو نماز نہ توڑے نہر الفائق مین ہے کہ تیمم کرنیوالا نماز مین ہو اور اوسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے پھر
اگر وہ ندے تو تیمم اوسکا باقی ہے پھر اگر اوسنے بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر اوسنے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہوگئی کذا فی الطحاوی
لکن فی القہستانی عن المحیط ان ظن اعطاء الماء والالۃ وجب الطلب والا لا لیکن قہستانی مین محیط سے منقول ہے کہ اگر پانی یا ڈول اور
رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہے ورنہ واجب نہین ہم یہ روایت مخالف ہے ظاہر الروایۃ کے جو متن مین مذکور ہوچکی اور محیط کی مانند درایہ مین
بھی تفصیل مذکور ہے کذا فی الطحاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطہورین بان حبس فی مکان نجس ولا یمکنہ اخراج تراب مطہر وکذا العاجز
عنہما لمرض یؤخرہا عندہ اور بندیوان نہانیوالا پانی اور مٹی پاک کرنیوالی دونون سے اسطرح کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک مکان مین اور اوسکو ممکن نہین پاک
مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھود کر اور اسیطرح بندیوان کی مانند وہ شخص ہے جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہے بیماری کے سبب سے نماز کو تاخیر کرے امام
کے نزدیک ہم تاخیر کرے یعنی اوسپر نماز حرام ہے ایسا نقل کیا ہو نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی المنح اور اگر پاک کرنیوالی مٹی کے نکالنے پر قادر ہو
تو مٹی نکالکے نماز پڑھے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ مین ہے وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا
یؤمی قائما ثم یعید کالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نمازیون کے مشابہ بنجاے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک
مکان نملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہوکر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کی مانند ہم یعنی اگر مسافر موضع اقامت مین داخل ہوا کھانیکے
بعد رمضان شریف مین یا اسوقت پہونچا کہ نیت صوم کا وقت باقی نرہا تو باقی دن مین اوسپر امساک واجب ہے روزہ دارون کے مشابہ بنکر پھر اوس روزہ
کا اعادہ واجب ہے کذا فی الطحاوی وبہ یفتی والیہ صح رجوعہ ای الامام کما فی الفیض اور اسی صاحبین کے قول پر فتوی ہے اور اسی قول کیطرف امام
کا رجوع کرنا صحیح ہے چنانچہ فیض مین ہے وفیہ ایضا مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا یتیمم ولا یعید
علی الاصح اور یہ مسئلہ بھی فیض مین ہے کہ جسکے دونون ہاتھ اور دونون پانون کٹے ہوئے ہین جبکہ اوسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے
اور تیمم نکرے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول پر ہم اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر مل لے اور جسکے ہاتھ شل یعنی خشک ہوگئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ
مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جسکے دونون ہاتھ کٹے ہون وہ مابقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھ محل باقی ہو والا لا کذا فی الطحاوی
وبہذا ظہر ان تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر فلیحفظ وقدمر وسیجیٔ فی صلوۃ المریض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہوگیا کہ قصدا نماز پڑھنا بدون
طہارت کے نماز پڑھنے والیکو کافر نہین کر دیتا تو اسکو یاد رکھنا چاہئیے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہوگیا اول کتاب الطہارۃ مین اور آگے بھی آویگا
صلوۃ المریض کے باب مین

فروع مسائل متفرقہ شارح کی صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا لا محبوس نے تیمم کے ساتھ نماز
پڑھی اگر وہ قیدی شہر مین ہے تو خلاص ہونیکے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر مین نہین ہے تو نہ پھیرے ہم یعنی مقیم محبوس پر اعادہ ہے نہ مسافر پر
اسواسطے کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھ ملگیا اور سفر مین غالب آبی ہے تو عدم متحقق ہوگیا ہر وجہ سے اور مقیم کو اعادہ اسواسطے ہوا کہ عجز متحقق

ہوا پیادہ کے فعل سے اور فعل عباد موثر نہیں حق اللہ کے اسقاط میں کذا فی العالمگیریہ قلت تیمم لسجدۃ التلاوۃ فی السفر تجوز والا لا سوال یعنی
قاری وقت کیواسطے تیمم کرے یا نکرے جواب اگر وہ شخص سفر میں ہے تو ہان تیمم کرے اور اگر سفر میں نہیں تو نکرے ہم اگر بحالت پانی موجود ہونے مین سفر و حضر میں
تو حق یہ ہے کہ مطلقاً درست نہیں نہ سفر میں نہ اقامت میں اور اگر پانی موجود نہیں تو مطلقاً درست ہے کذا فی الحلبی الماء المسبّل فی الفلاۃ لا یمنع
التیمم ما لم یکن کثیرا فیعلم انہ للوضوء ایضا جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہو جنگل میں تو تیمم کرنیکا مانع نہیں جب تک کہ بہت نہو یعنی اگر کثرت ہو
تو معلوم ہوگا کہ وضو کیواسطے بھی ہے ہم ہنود کیواسطے پانی راہوں میں وقف ہوتا ہے تو وہ تیمم کا مانع نہیں اسواسطے کہ وضو کا پانی شرعاً معدوم
ہے اور اگر کثیر پانی ہے اسوقت وضو درست ہوگا جبکہ فقط شرب کا یقین نہو اور جبکہ یقین ہو کہ فقط پینے کیواسطے ہے تو وضو حرام ہے اسواسطے کہ واقف
کی شرط شارع کے نص کی مانند ہے کذا فی الطحطاوی ویشرب ما للوضوء اور وہ پانی جو وضو کیواسطے وقف اور سبیل ہے اسکا پینا درست ہے الجنب
اولی بمباح من حائض ومحدث ومیت جنابت والا مقدم اور لائق تر ہے مباح پانی کے استعمال کرنے مین حائض اور بیوضو اور غسل میت سے یعنی اسواسطے
کہ جنابت اشد ہے تو اسکا ازالہ اہم ہے ولو لاحدہم فھو اولی اور اگر وہ پانی انمین سے کسی ایک شخص کا مملوک ہے تو وہی شخص مقدم ہے کیونکہ وہ
مالک ہے ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت اور اگر وہ پانی تینوں مین مشترک ہے تو اسکا صرف کرنا غسل میت کیواسطے لائق ہے جاز تیمم جماعۃ من محل واحد
تیمم کرنا جماعت کا ایک مکان سے جائز ہے یعنی اسواسطے کہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی یہانتک کہ اگر تیمم کرنیوالوں کے ہاتھوں کی مٹی ایک جگہہ جمع ہو تو اوس سے بھی تیمم درست ہے
کذا فی الطحطاوی حیلۃ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش ان یخلطہ بما یغلبہ او یہبہ علی وجہ یمنع الرجوع تدبیر جائز ہونے
تیمم کی اوس شخص کو جسکے ساتھ زمزم کا پانی ہے اور اوسکو پیاس کا کھٹکا نہیں یہہ ہے کہ زمزم کے ساتھ اوس چیز کو ملا دے جو اوس سے غالب ہو جاوے یا
برابر چنانچہ گلاب وغیرہ کو مخلوط کر دے یا اوسکو ہبہ کر دے اسطرح پر کہ مانع ہو رجوع سے الہبہ کے ہم عدم خوف تشنگی کی اسواسطے قید لگائی کہ تشنگی
کے خوف سے تیمم جائز ہے بدون مخلوط کرنے کے اسواسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی مین مشغول ہے اور ظاہرا یہہ مذکورہ کا حیلہ خوب نہیں کہ اوسمین اپنا کچھہ
فائدہ نہیں واللہ اعلم وناقضہ ناقض الاصل ولو غسلا اور تیمم کا توڑنیوالا وہ ہے جو تیمم کی اصل کا ناقض ہے یعنی تیمم جسکا خلیفہ اور بدل ہے
اگرچہ وہ اصل غسل ہو یعنی جو چیز کہ وضو کی ناقض ہے وہ اس تیمم کی ناقض ہے جو خلیفہ ہے وضو کا اور جو چیز غسل کی ناقض ہے وہ اوس تیمم کی بھی ناقض
ہے جو بدلا ہے غسل کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ کنز اور وقایہ میں یون کہا ہے کہ تیمم کا ناقض وہ ہے جو وضو کا ناقض ہے اور شرح نقایہ مین کہا کہ
ناقضہ ناقض الاصل وضوءا کان او غسلا اور یہی کہنا بہتر ہے اسواسطے کہ جو ناقض ہے غسل کا وہ ناقض ہے وضو کا لیکن ہر ناقض وضو کا غسل کا
ناقض نہیں کیونکہ حدث ناقض وضو ہے پر وہ غسل کا ناقض نہیں تو یہہ کلیہ ٹھہرا کہ ناقض وضو کا ہر تیمم کا ناقض ہے انتہی فلو تیمم للجنابۃ ثم احدث
صار محدثا لا جنبا تو اگر جنابت کیواسطے تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہو گیا نہ جنب یعنی اوسکا وضو ٹوٹا نہ غسل ہم دریافت
کر کہ متن مذکور تین صورت کو شامل ہے ایک یہہ کہ اگر تیمم حدث اصغر سے ہے تو اوسکا ناقض وہ ہے جو اوسکی اصل یعنی وضو کا ناقض ہے دوسری صورت یہہ
کہ اگر تیمم جنابت سے ہے تو اوسکا ناقض وہ ہے جو غسل کا ناقض ہے تیسری صورت یہہ ہے کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنی جنابت کیواسطے ساتھ تیمم کیا پھر حدث
اصغر واقع ہوا تو یہان تیمم ٹوٹا ایک اصل کے اعتبار سے یعنی باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا
اعتراض جو شارح پر تھا کہ اوس مسکوت عنہ پر تفریع کی دفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی بتصرف فیتوضأ وینزع خفیہ جبکہ وہ محدث ہو گیا نہ
جنب تو اب وہ وضو کرے اگر پانی بقدر وضو کے پاوے اور اپنے دونوں موزے اوتار کے پانوں دہووے یعنی جو موزے کہ جنابت سے پہلی طہارت
کاملہ پر پہنے تھے اونکو اوتارے چنانچہ زیلعی مین ہے موزہ اسواسطے اوتارے کہ موزہ جنابت کا مانع نہیں چنانچہ باب المسح علی الخفین مین مذکور ہوگا کذا
فی الحلبی ثم تیمم علیہ ما لم یمر بالماء پھر وضو کے بعد ہر موزے پر مسح کرتا رہے جبتک اُسقدر پانی پر نگذرے جو غسل کیواسطے کفایت کرتا ہے کیونکہ
اگر اسقدر پانی پر گذر ہوگا تو جنابت کا بھی تیمم ٹوٹ جاویگا پھر نماز کے بعد جنابت کیواسطے دوسرا تیمم کرے کہ پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے پھر اگر

بعد اگر حدث اصغر واقع ہوا اور پانی بقدر وضو کے پاوے تو موزوں پر مسح نہ کرے بلکہ اونکو اوتارے اور پاؤں کو دھوئے کیونکہ جنابت پاؤں میں سرایت
کر گئی پھر موزے پہنے اور مسح کرتا رہے بعد حدث کے کذا فی الطحطاوی ھم مع فی عبارۃ صدر الشریعۃ بمعنی بعد کما فی ان مع العسر یسرا ۱۲ قاسم
تو مع کا لفظ صدر الشریعۃ کی عبارت میں بمعنی بعد کے ہے جیسا کہ ان مع العسر یسرا میں مع بمعنی بعد ہے یعنی دشواری کے بعد آسانی ہے سو اسکو سمجھ
لے اے مخاطب ھم شرح وقایہ میں اول باب تیمم میں صدر الشریعۃ کی عبارت اسطرح ہے اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء
یعنی جبکہ مع الجنابۃ حدث موجب وضو ہو تو اوسپر وضو واجب ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضو واجب ہے اسواسطے کہ
جنابت کے ساتھ وضو کرنے کی حاجت نہیں چنانچہ قہستانی میں یہی مصرح ہے کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اوسکی کچھ اعضا یا وضو کو کفایت کرتا ہو
تو وہ تیمم کرے اور اوسپر واجب نہیں پانی کا صرف کرنا اعضا یا وضو کیطرف مگر جبکہ جنابت کا تیمم کیا پھر حدث واقع ہوا وضو کا موجب تو اب اسوقت
اوسپر وضو کرنا واجب ہے کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہوا کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ نے عبارت مذکورہ کے وضو کو
بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہے وقدرۃ علی ماءٍ ولو اباحۃً فی الصلوۃ اور ناقض تیمم ہے قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطور اباحت کے ہو نماز
میں ھم یعنی اگر ایک شخص نے پانی کے نہونے سے تیمم کرکے نماز شروع کی اور عین نماز میں کسی شخص نے اوسپر پانی مباح کر دیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چھوڑ کر
وضو کرے اور نماز پڑھے مصنف نے شرح میں کہا کہ رویت سے قدرت کر تعبیر کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ مریض پانی کو دیکھتا ہے اور پھر بھی تیمم کرتا ہے اور بعد زوال
مرض تیمم باطل ہوگا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے کافٍ لطہرٍ ولو مرۃً مرۃً قدرت اوس قدر پانی کی ناقض ہے جو کافی ہو اوسکی طہارت
کو یعنی وضو یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضا کا دہونا ممکن ہو فضل عن حاجتہ کعطشٍ وعجنٍ وغسل نجسٍ مانعٍ ولمعۃِ جنابۃٍ لان
المشغول بالحاجۃ کالمعدوم وغیر الکافی کالمعدوم قدرت اوس پانی کی ناقض ہے جو اوسکی حاجت سے زائد ہے چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندنے اور نجاست مانع نماز
کے دہونے سے اور اوس عضو کے دہونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تھا اسواسطے کہ جو پانی کہ حاجت کے ساتھ مشغول ہے اور وضو یا غسل کو کفایت
نہیں کرتا ہے وہ نہونے کی برابر ہے لا ردۃٌ ارتداد یعنی تیمم کا ناقض نہیں مرتد ہو جانا یعنی اگر مسلمان نے تیمم کیا پھر معاذ اللہ وہ مرتد ہو گیا پھر توبہ
کی تو وہ تیمم باقی ہے نماز اس سے جائز ہے وکذا ینقضہ کل ما یمنع وجودہ التیمم اذا وجد بعدہ لان ما جاز بعذرٍ بطل بزوالہ اور اسیطرح
توڑتی ہے تیمم کو ہر ایک وہ چیز جیسا ہونا تیمم کا مانع ہے جبکہ وہ چیز تیمم کے بعد پائی جائے اسواسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونے سے باطل ہو جاتی
ہے اوسکے زائل ہو جانے سے فلو تیمم لمرضٍ بطل ببرئہ او لبردٍ بطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہو جاتا ہے بیماری کے جاتے
رہنے سے یا تیمم کیا تھا سردی کے سبب سے تو باطل ہوتا ہے سردی کے زوال سے والحاصل ان کل ما یمنع وجودہ التیمم نقض وجودہ التیمم
اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جس چیز کا وجود مانع ہے تیمم کا اوسکا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہے ھم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ کلام بعینہ ترک کلام کر
تو اسکا کچھ فائدہ حاصل نہوا اور توضیح اوسکی یوں ہے کہ تیمم جائز نہیں ابتداء میں پانی کے ہوتے اور بعد اوسکے اگر پانی میل سے کم ہے سو اگر وہ متیمم تھا
پھر پانی حاضر ہوا یا متیمم چلا یہانتک کہ میل سے کم ہو گیا تو تیمم ٹوٹ گیا اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے نہوتے پھر پانی حاضر ہوا تو تیمم
نہیں ٹوٹتا انتہی وما لا یمنع وجودہ التیمم فی الابتداء فلا ینقض وجودہ بعد ذلک التیمم اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہیں ابتداء میں
تو اوسکا موجود ہونا بعد اسکے تیمم کو نہیں توڑتا ہے ھم چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہ امر واضح ہوتا ہے ولو قال وکذا زوال ما ابلح لہ التیمم لکان
اظہر واخصر اور اگر مصنف یوں کہتا اور اسیطرح ناقض تیمم کا ہے زائل ہونا اوس چیز کا جس نے تیمم کو مباح کر دیا تو ظاہر تر اور مختصر تر ہوتا مصنف کی
عبارت سابقہ سے کما لا یخفی ظہورہ واختصارہ وعلیہ فلو تیمم لبعدہ میلاً فسار فانتقص انتقض ھم اور بنا بر قاعدہ مذکورہ کے اگر تیمم کیا ایک
میل پانی کے دور ہونے سے پھر متیمم پانی کیطرف چلا سو میل سے کم ہو گیا تو وضو ٹوٹ گیا اسکو یاد رکھنا چاہئے ھم تیمم اسواسطے ٹوٹ گیا کہ تیمم کی اباحت
ہوئی تھی بقدر میل کے دور ہونے سے پھر جب میل پورا نہ رہا تیمم ٹوٹ گیا اور بموجب متن کے یہ وجہ ہے نقض تیمم کی کہ اقل میل کا وجود تیمم کا مانع ہے چنانچہ

ہو جبکہ آدمی پیل پا لیگیا ہو اسکو پینے سے تو تیمم ٹوٹ گیا و نقض ناقض حنفیہ تیمم من حدث او غیرہ وقدرتہ علی ماء کاف
اور گذرنا اوس نائم پر جسنے تیمم کیا حدث سے یا گذرنا نائم غیر متمکن کا جو منیہ ہے جنابت سے پانی پر کہ طہارت کو کافی ہے جاگتے شخص
کی مانند ہے تو تیمم ٹوٹنے کا اس گذرنے سے وبقیا نیقضہ وہو الروایۃ المصححۃ عنہ المختارۃ للفتوی ہے اور صاحبین نے نائم اور ناعس مذکور کے
تیمم کو باقی کہا ہے اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہے امام سے پسندیدہ وہی فتوی دینے کیواسطے ہے تواب یہہ مسئلہ اختلافی نرہا اتفاقی ہو گیا کما لو
وجد بہما ء لا یعلم بہ کما فی البحر وغیرہ وقد قالہ المصنف جیسے تیمم صحیح ہو جاتا ہے اگر ایک شخص نے تیمم کیا اور اوسکے نزدیک پانی ہو
اور وہ اوسکو نہیں جانتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق وغیرہ میں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے تیمم لو کان اکثرہ اے اکثر
اعضاء الوضوء او اعضاء الغسل مجروحا او بہ جدری اعتبارا للاکثر تیمم کرے جو اکثر یعنی آدھے سے زیادہ وضو کے اعضا
شل کی راہ سے اور غسل میں پیمائش کی راہ سے زخمی ہوں یا بدن میں چیچک نکلی ہو تیمم کا حکم ہے اکثر کے اعتبار کرنے سے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل
ہے تو اگر سر اور چہرہ اور دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اور پاؤں میں زخم نہو تو تیمم کرے خواہ اعضا زخمی اکثر مجروح ہوں یا صحیح اور یہی قول مختار
ہے کذا فی البحر اور غسل میں پیمائش کا اعتبار کرنا یہہ صاحب بحر کی تجویز ہے اور صاحب نہر نے بھی اوسکو مسلم رکھا ہے کذا فی الطحطاوی وبعکسہ
یغسل الصحیح ویمسح المجروح اور اسکے عکس میں یعنی اگر اعضا صحیح ہوں اور اقل مجروح تو وہ دہوے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو ہے یعنی محل
جراحت پر مسح کرے اور اگر تاب نہو تو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہے کہ کپڑا باندھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وکذا ان استویا
غسل الصحیح من اعضاء الوضوء ولا روایۃ فی الغسل اور اسیطرح اگر اعضا صحیح اور مجروح برابر ہوں تو اعضا صحیح وضو کو دہوے اور مجروح
کو مسح کرے اور غسل میں در صورت مساوات کوئی روایت نہیں ہے اور اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے اور دہونا اور مسح کرنا احوط قول ہے چنانچہ
متن میں ہے کذا فی الحلبی ومسح الباقی منہا وہو الاصح لانہ احوط فکان اولی در صورت مساوات صحیح کو دہوے اور باقی اعضاء مجروحہ
کو مسح کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اسواسطے کہ اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے تو یہی قول بہتر ٹھہرا وصحح فی الفیض وغیرہ التیمم اور فیض وغیرہ میں
تیمم کرنے کو در صورت مساوات کے صحیح کہا ہے کما لا یتیمم لو بجراحۃ بیدیہ وان وجد من یوضئہ خلافا لہما جیسے تیمم کرے اگر اوسکے دونوں
ہاتھوں میں زخم ہو اگرچہ پاوے وہ اوس شخص کو جو اسکو وضو کرا دے بر خلاف صاحبین ہے امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہے اور صاحبین
کے نزدیک فرض ہے منیہ کی شرح ابن امیر حاج میں مذکور ہے کہ جبکہ یہہ حال ہو کہ صحیح عضو کے دہونے سے مجروح عضو کو پانی پونچتا ہو تو تیمم کرے کذا
فی الطحطاوی ولا یجمع بینہما اے تیمم وغسل اور جمع نکیا جاوے دونوں یعنی تیمم اور دہونے میں ہے یہاں غسل بالضم مراد نہیں بلکہ بالفتح
مراد ہے تاکہ غسل اور وضو دونوں کو شامل رہے تیمم اور وضو میں یا تیمم اور غسل میں اسواسطے جمع کرنا جائز نہیں کہ بدل اور مبدل میں جمع کرنا شرع سے
ثابت نہیں کما لا یجمع بین حیض وحبل واستحاضۃ ونفاس چنانچہ اجتماع نہیں درمیان حیض اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس
کے ولا بین نفاس واستحاضۃ وحبل اور نہ درمیان نفاس اور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے ولا زکوۃ وعشر او خراج او فطرۃ اور نہ اجتماع
ہے زکوۃ اور عشر میں یا زکوۃ اور خراج میں یا زکوۃ اور فطرہ میں ہے اجتماع زکوۃ اور عشر یا خراج کی صورت یہہ ہے کہ عشر خارج کا یا خراج
زمین کا ادا کیا اور غلہ باقیہ میں تجارت کی نیت کی اور ایک سال اوسپر گذر گیا تو اوسمیں زکوۃ نہیں اور حلبی محشی نے اسکی یہہ صورت مذکور کی ہے کہ
زمین کا خراج ادا کیا پہر اوسمیں تجارت کی نیت کی اور سال اوسپر گذر گیا تو اوسمیں زکوۃ نہیں اور اجتماع زکوۃ اور فطرہ کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص کی
تجارت کے غلام میں اوسپر سال گذرا تو انمیں مولے پر زکوۃ ہے اور فطرہ نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ولا عشر مع خراج اور عشر نہیں خراج کے ساتھ
اسواسطے کہ زمین یا عشری ہے یا خراجی عشری پر خراج نہیں اور خراجی پر عشر نہیں ولا فدیۃ وصوم اور اجتماع نہیں فدیہ اور صوم میں اسواسطے کہ
جسپر روزہ رکھنا لازم ہے اوسپر فدیہ دینا نہیں اور جسکو فدیہ دینا چاہیے چنانچہ شیخ فانی اوسپر روزہ نہیں وصاحب ہے طحطاوی نے کہا یہاں

سہو کاتب سے کفارہ ساقط ہوگیا تو بحر الرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنی اجتماع نہین درمیان قصاص
اور کفارہ کے اسواسطے کہ قصاص ہوتا ہی قتل عمد مین اور اوسمین کفارہ نہین اور کفارہ ہوتا ہی شبہ عمد اور خطا اور اوسکی جاری مجرا مین اور اوسمین
قصاص نہین انتہی مافی الطحطاوی اور بعض نسخون مین یون عبارت ہی او قصاص او دیۃ یعنی جمع نہین درمیان قصاص اور دیت کے واللہ اعلم و
لا ضمان فی قطع او اجر اور اجتماع نہین تاوان اور قطع مین یا تاوان اور اجرت مین یعنی جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اوسپر مال مسروقہ کا تاوان
نہین اور جس مزدور پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہی اوسکو واسطے مزدوری نہین اور جسکی مزدوری لازم ہی اوسپر تاوان نہین ولا جلد مع رجم
او نفی اور نہ درہ مارنا سنگساری یا تغریب کے ساتھ یعنی اخراج از وطن ہم اسواسطے کہ کنواری کی حد درے ہین اور بیاہی کی حد سنگساری
اور درہ مارنا تغریب کے ساتھ مجتمع نہین ہوتا مگر بتجویز حاکم لیکن درہ مارنا قید کرنے کے ساتھ جمع ہوسکتا ہی کذا فی الطحطاوی ولا مھر و
متعۃ او حد او ضمان افضائہا و موتھا من جماعۃ اور اجتماع نہین مہر اور متعہ مین یا مہر اور حد مین یا مہر اور عورت کی ضمان افضا
یا اوسکی موت مین زوج کے جماع سے ہم مہر اور متعہ مین اسواسطے اجتماع نہین کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہے تو نصف مہر واجب ہی اور
اگر مہر مسمی نہین تو متعہ واجب ہے یہان متعہ سے مراد کرتی اور اوڑھنی اور چادر مراد ہے اور مہر اور حد مین عدم اجتماع کی وجہ یہہ ہی کہ اگر وطی
صحیح یا شبہہ سے ہے تو مہر واجب ہی اور حد نہین اور اگر وطی زنا کی ہے تو حد ہی اور مہر نہین اور افضا کی حقیقت یہہ ہی کہ زوج کے جماع سے
عورت کے بول اور براز کی دونون راہین پھٹ کر ایک ہوگئین تو یہان زوج پر ضمان ہی نہ مہر اور اسی طرح اگر اوسکی جماع سے زوجہ مرگئی تو تاوان
ہے نہ مہر ولا مھر مثل و تسمیۃ اور اجتماع نہین مہر مثل اور مہر معین مین اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہوگیا تو وہی واجب ہی اور اگر مہر کا ذکر
نہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سور تو مہر مثل واجب ہوگا ولا وصیۃ ومیراث اور اجتماع نہین وصیت اور میراث مین یعنی وارث کی
واسطے وصیت کرنا صحیح نہین الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیرہا مما سیجیء فی محلہا ان شاء اللہ تعالیٰ اور ان اشیاء مذکورہ کے سوا
اور چیزین عدم الاجتماع ہین جنکا ذکر آگے آویگا اپنی موقع پر اگر حق تعالیٰ نے چاہا من بہ وجع رأس لا یستطیع معہ مسحہ محدثا ولا غسلہ
جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ جسکے سر مین ایسا سخت درد ہی کہ اوسکو ساتھ
مسح نہین کرسکتا بیوضو ہونے مین اور نہ اوسکو دہو سکتا ہی نہانے کی حاجت مین تو فیض مین ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایۃ سے یہہ مذکور ہی
کہ وہ شخص تیمم کرے یعنی وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اسکا فتوی دیا ہی کہ اس شخص سے مسح سرکی فرضیت وضو مین ساقط ہی ولو علیہ
جبیرۃ ففی مسحہا قولان اور اگر سر پر کہیں زخم کی پٹی ہے تو اوسکی مسح مین دو قول ہین مسح کرنا اور نکرنا ہم اور جو صحیح کا قول ظاہر ہے
کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علی جبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ
اور اسیطرح غسل مین دہونا سر کا ساقط ہوتا ہی تو سرکو مسح کرے اگرچہ پٹی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اوسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دہونا اور مسح کرنا
دونون بالکل ساقط ہین اور یہہ شخص حکم شرع مین بدون اس عضو کے ٹھہرایا گیا گویا اسکو سر ہی نہین جیسطرح فی الحقیقۃ معدوم العضو سے دہونا اور
مسح کرنا ساقط ہوتا ہی

باب المسح علی الخفین

یہہ باب ہی دونون موزون پر مسح کرنیکا اخرہ لثبوتہ بالسنۃ
مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم ثابت ہی قرآن مجید سے وہو لغۃ امرار الید علی
الشیء اور مسح لغت عرب مین ہاتھ کا پہیرنا ہی کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار وشرعا اصابۃ البلۃ لخف مخصوص فی
زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح مین مسح عبارت ہی تراوت پہونچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص مین ہم خاص موزہ جسمین شروط آئندہ
موجود ہین اور زمانہ خاص سے مراد ایکدن اور ایکرات ہی مقیم کیواسطے اور تین رات اور دن مسافر کو والخف شرعا الساتر للکعبین فاکثر من
جلد ونحوہ اور شرع مین موزہ اسکا نام ہی جو ڈہکے دونون ٹخنون کو یا زیادہ ٹخنون سے ہو چمڑے کا یا اسکی مانند اور چیز سے شرط مسحہ

ثلثة اشياء الاول كونه ساترا لمحل فرض الغسل لقدم مع الكعب او يكون نقصانا اقل من الخرق المانع مسح موزی کی تین چیزین شرط ہین
پہلے شرط ہونا موزے کا ڈھکنے والا اوس مقام کا جسکا دہونا وضو مین فرض ہے یا قدم کا ٹخنے کے ساتھ یا ہو کمی اوسکی کمتر اوس سوراخ سے جو مانع ہو
مسح کا یعنی اگر پانون کے چہوٹے تین انگلیون سے موزہ کمتر پہٹا ہے تو مسح جائز ہے اتنا نقصان مانع مسح کا نہین ہے فلو کان ینظر الی الرجل او لوشد
الا ان یکون مشدودة ثلثة اصابع تو جائز ہے مسح زربول پر اگر وہ تاگے یا گھنڈی سے بند ہا ہو مگر یہہ کہ بقدر تین انگلیون کے پانون کہلا ہو تو مسح
جائز نہین ہے ہم زربول ترکی زبان مین وہ جراب ہے جو چمڑے کی جوڑی پر قائم ہے اور دونون ٹخنون کیطرف مکشوف ہو دوختہ نہین جسطرح اس
ملک مین بعضے چمڑے کے موزے ٹخنون سے نیچے دوختہ نہین ہوتے اور گھنڈیون سے اونکو کس لیتے ہین وجوزہ مشائخ سمرقند ستره باللفافة
اور سمرقند کے عالمون نے ڈھک لینا زربول مشقوق کا کپڑے سے جائز کہا ہے یعنی اگر موضع مشقوق کو کپڑے سے باندہ لے تو مسح کرنیکو کافی ہے ہم یہہ قول
ضعیف ہے اور معتمد اہل بخارا کا قول ہے کہ جائز نہین مگر جبکہ ثخین یعنی گف اور سخت چیز سے جسمین پانی سرایت نکرے اوسکو سی لے چنانچہ بانات وغیرہ
کذا فی الطحطاوی عن الحلبی والثانی کونه مشغولا بالرجل لیمنع سرایة الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پانون کے ساتھ یعنی تمام
موزہ مین پانون بہرا ہو موزہ خالی نرہا ہو تاکہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعا فمسح علی الزائد ولم تقدم قدمه الیه لم یجز تو اگر موزہ
کشادہ اور لمبا ہو پہر اوسنے مسح کیا زائد پر حالانکہ اوس زائد کیطرف پانون نہین پہنچا تو مسح جائز نہوا ہم فتاوی عالمگیری مین سراج سے منقول ہے کہ معتبر نہین
مسح کرنا اوس موضع کا جو خالی ہے قدم سے تو اگر اوسنے پانون کو خالی مقام مین کردیا اور مسح کیا تو جائز ہے اور اگر وہان سے پانون ہٹادے تو مسح کو اعادہ کرے
انتہی اور حلبی نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یضر رؤیة رجله من اعلاه اور مسح مین ضرر نہین
کرتا نظر پڑنا اپنے پانون کا اوپر سے یعنی اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچہ مضائقہ نہین والثالث کونه مما یمکن متابعة المشی
المعتاد فیه فرسخا فاکثر اور تیسری شرط ہونا موزے کا ہے اوس چیز سے کہ ممکن ہو پیادہ پا چلنا اوسمین عادت کے موافق تین کوس یا زیادہ اسقدر
سے ہم فرسخ کی قید حاشیہ ہدایہ مین ہے اور محیط مین امکان سفر مذکور ہے فلم یجز علی متخذ من زجاج او خشب او حدید تو جائز نہین مسح اوس موزے پر جو بنا
ہے کانچ یا لکڑی یا لوہے سے یعنی اسواسطے کہ اوسکو پہنکر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل نہین سکتا وهو جائز والغسل افضل لالتهمة رفض
افضل اور وہ یعنی موزے کا مسح جائز ہے نہ فرض اور واجب تو پانون کا دہونا افضل ہے مسح کرنے سے مگر رفض اور خروج کی تہمت کیوجہ سے تو مسح کرنا ہی
افضل ہے ہم روافض اور خوارج کے نزدیک مسح موزے کا جائز نہین بل ینبغی وجوبه علی من لیس معه الا ما یکفیه او خاف فوت وقت
او وقوف عرفة بلکہ مسح کا واجب ہونا چاہیے اوس شخص پر جسکے پاس پانی نہین مگر اتنا کہ مسح کو کفایت کرتا ہے یا ڈرا وقت کے فوت ہونیسے اگر پانو
دہووے یا ڈرا وقوف عرفات کے فوت ہونیسے کذا فی البحر ہم یہہ تجویز ہے صاحب بحر کی کتب شافعیہ کے موافق اسواسطے کہ قواعد حنفیہ کے مخالف نہین
وفی القهستانی انه رخصة مسقطة للعزیمة ولهذا لو صب الماء فی خفیه بنیة الغسل ینبغی ان یصیر اثما اور قہستانی کی شرح نقایہ مین ہے کہ البتہ
مسح رخصت ہے عزیمت کے ساقط کرنیوالی اور اسیواسطے کہ اگر پانی ڈالے اپنے موزون مین دہونے کی نیت سے تو چاہیے کہ گنہگار ہو ہم رخصت وہ ہے جو
عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہے حکم اصلی سے جسکی بنا عذرات عباد پر نہین ہوا ہم سنے التلویح تو مسح ایسی رخصت ہے کہ مشروعیت عزیمت
کی ساقط ہو یعنی اسکے ساتھ عزیمت کا مشروع ہونا باقی نرہا برخلاف رخصت ترفیہ کے کہ اوسکے ساتھ عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہے چنانچہ روزہ
رکہنا سفر مین کذا فی البحر سنة مشهورة مسح موزے کا جائز ہے سنت مشہورہ سے یعنی احادیث مشہورہ سے ہم حدیث مشہور وہ ہے جسکے راوی دو دو زیادہ
ہوں ہر طبقہ مین طبقات رواۃ سے اور حد تواتر کی حد کو نہ پہنچین امام اعظم نے فرمایا مین مسح کا قائل نہوا یہانتک کہ مسح کا ثبوت میرے پر دن کی مانند روشن
ہوگیا یعنی کثرت احادیث سے کذا فی الطحطاوی فمنکره مبتدع تو منکر مسح کا بدعتی ہے ہم امام اعظم سے مذہب اہل سنت سے سوال ہوا فرمایا کہ تفضیل
الشیخین وحب الختنین وان تری المسح علی الخفین وعلی رأی الثانی کافر اور امام ابو یوسف کے نزدیک منکر کافر ہے ہم اسواسطے کہ اونکے نزدیک حدیث

مشہور حدیث متواتر کے حکم مین ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی و فی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ قہستانی اور تحفہ مین ہو کہ ثبوت مسح کا اجماع سے بلکہ تواتر سے ہو راوی اوسکے صحابیون سے زیادہ ترہین اسّی سے از انجملہ عشرہ مبشرہ ہین کذا فی الحاشیۃ ہم علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین مذکور کیا کہ ہمنے معانی الآثار کی شرح مین ۶۶ صحابیون کی روایت احادیث کی مذکور کی ہو مع المخرجین وقیل بالکتاب ورد بانہ غیر مغیا بالکعبین اجماعا فاطلاقہ ہا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ ثبوت مسح موزی کا قرآن مجید سے ہے اور یہہ قول رد کیا گیا ہی اسطرح کہ مسح موزی کی غایت دونون ٹخنے نہین بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کیوجہ سے ہو آیہ ارجلکم کے لام مین دو قرائتین نصب اور جر کی ہین بعضون نے کہا چونکہ دونون قراءت مین تعارض واقع ہوا تو جر کی قرائت کو موزہ پہننے پر محمول کیا اور نصب کی قراءت کو جبکہ موزہ پانو مین نہو اس قول کا رد یون ہو کہ اگر جر کی قراءت سے مسح موزی کا مراد ہوتا تو کعبین مسح کی غایت ٹھہرتی یعنی ٹخنون تک مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطیکہ ارجلکم کے بعد الی الکعبین مذکور ہے حالانکہ بالاتفاق یہہ ثابت نہین اور ارجلکم کے جر کا جواب یہہ ہو کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہی تو نصب لازم تھا چونکہ وہ مجرور کے پاس پڑا یعنی برؤسکم کے پاس تو اوسکو بھی مجرور کر دیا چنانچہ عرب کا یہہ قول مشہور ہی جحر ضب خرب لمحدث طاہر علی الوضوء الآن یقال لما حصل لہ القربۃ بذلک صار کانہ محدث مسح جائز ہے بیوضو شخص کو مفہوم ظاہر اس کلام کا عدم جواز مسح کا ہی تازہ وضو کرنیوالیکے حق مین مگر اسکا یون جواب دیا جاتا کہ ہرگاہ تازہ وضو کرنیوالیکو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بیوضو کی مانند ہو گیا لا لجنب و حائض جائز نہین مسح کرنا موزی کا جنب اور حائض کو یعنی جسپر غسل واجب ہے جنابت یا حیض یا نفاس سے اوسکو مسح جائز نہین اسواسطیکہ اوسکو تمام بدن کا دہونا لازم ہے اور مسح مین یہہ بات حاصل نہین نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی مین صفوان بن عسال سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو حکم کرتے تھی جبکہ ہم سفر مین ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزی نہ اوتارین تین دن اور تین رات مگر جنابت سے ولیکن بول اور غائط اور نوم سے کذا فی ہدایۃ العینی طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف کے قول پر مبنی ہی اسواسطے کہ اقل حیض اونکے نزدیک دو دن اور اکثر ثالث کا ہی تو سفر مین اوسکی تصویر ہو سکتی ہی برخلاف طرفین کے انتہی مختصرا و العنفی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہو گئی اوسکی تصویر لازم نہین یعنی حکم ممنوع کے وجود کیصورت بیان کرنا ضرور نہین کیونکہ نفی شی کو اوسکی کچھ حاجت نہین اور عدم لزوم تصویر اوسکے امکان کا منافی نہین کذا فی الطحطاوی چونکہ جنابت کیحالت مین وضو کرنا مفید نہین تاکہ مسح موزی کا جائز ہو لہذا اوسکی فرض صورت مین تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کر دیا کہ حکم ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہین و قیل ان النفی الشرعی یفتقر الی اثبات عقلی اور دفع دخل مذکور مین یہہ خلل ہے کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنی تصور عقلی کے محتاج ہو ہم یہہ بحث ہی قہستانی کی نفی مین شرعی کی قید اسواسطی لگائی تاکہ نفی عقلی سے احتراز ہو چنانچہ شریک باری کہ اوسکی نفی مین اثبات عقلی کی حاجت نہین اور اثبات عقلی سے تصور یوبہ مراد ہو مگر اسمین یہہ خلل ہی کہ اسمین بھی تصور ذہنی کی تصریح واقع ہی تاکہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی شے کی فرع ہی اوسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا بہتر نہین اور مسح جنب کیصورت کفایہ مین یون مذکور ہے کہ وضو کیا اور مجلد جراب کو پہنا پہر جنب ہو گیا تو اوسکو جائز نہین کہ جرابونکو باندہ کر تمام بدنکو دہووی لیٹ کر اور جرابون پر مسح کرے کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ عینی مین اوسکی تصویر مستقی سے یون مذکور ہے کہ ایکمرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پہر جنب ہوا پہر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت کرتا ہی نہ غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پانون دہووے اور مسح نکرے اور جنابت کیواسطی تیمم کرے انتہی ما فی العینی ثم لعلہ یجوز المسح لمغتسل جنب لحج فیہ ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہی جمعہ کے اور اوسکی مانند کے نہانے والیکو ہم یعنی ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اسکلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانیوالیکو مسح کرنا جائز ہو کیونکہ یہہ غسل جنب نہین ولیس کذلک علی ما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہین بنابر اوس مضمون کے جو مبسوط مین ہی ولا یبعد ان یجعل حکمہ لہ لمغتسل یعنی غیر جنب کے حکم مین ٹھہرانا کچھ بعید نہین فالاحسن لمتوضئ لا لمغتسل تو بہتر عبارت لمتوضئ لا لمغتسل ہی یعنی کہا ہی لمحدث الا لجنب کے لمتوضئ لا لمغتسل کہنا بہتر ہی یعنی مسح موزی کا وضو کرنیوالیکو جائز ہی نہانیوالیکو ہم طحطاوی نے کہا یہہ بحث اعتراض قہستانی کی ہی والسنۃ ان یخطہ خطوطا

ظاہرہما مرّۃ قلیلًا اور سنت یہہ ہو کہ مسح کرنے مین ہاتھہ کی انگلیون سے خط بنادے تھوڑا سا اور انگلیون کو کچھ کشادہ رکھے مبتدئًا من قبل الاصابع
متوجہًا الی اصل الساق مسح شروع کرے پانون کی انگلیون کیطرف سے پنڈلی کی جڑ کیطرف کھینچ کرتا ہوا ہو کیفیت مسح کی قاضیخان کی شرح
جامع صغیر مین اسطرح ہے کہ داہنے ہاتھہ کی انگلیان رکھے داہنے موزہ کے سرے پر اور بائین ہاتھہ کی انگلیان بائین موزہ کے سرے پر انگلیون کی
طرفسے پھر جبکہ انگلیان وہان ٹھہرین تو انکو کھینچے پنڈلی کی جڑ تک دونون ٹخنون کے اوپر اسواسطے کہ ٹخنون کا دہونا فرض ہے اور انکا
کرنا سنت ہے اور اگر انگلیون کے ساتھہ ہتھیلی بھی رکھے تو بہتر ہے اسیطرح مروی ہو محمد بن حسن سے اور مسح فرض ہو ہاتھہ کی تین انگلیونکی
مقدار اصح قول پر اور یہہ فرض عملی ہے اور تین انگلیونکی برابر ہر قدم پر فرض ہو اور ہاتھہ کے اندر سے مسح کرنا مستحب ہو اور اگر موضع مسح پر پانی لگ جاوے
تو کافی ہے ایسا ہی اسیطرح اگر گہاس پر چلے اگرچہ گہاس شبنم سے تر ہو یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ومحلّہ علی ظاہر خفیہ من رؤس
اصابعہ الی معقد الشراک اور مسح کرنیکا مقام دونو موزون کا ظاہر ہے انگلیون کے سرون سے معقد شراک تک یعنی جہان تسمہ بندھا رہتا
ہے چپلی مین کذا فی الطحطاوی والتجنیس کہ معقد شراک سے وسط قدم مراد ہو اور یہہ قول قاضیخان کے قول مذکور کے مخالف ہو ظاہر موزہ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر باطن
یا جوانب یا ایڑی یا ٹخنے پر مسح کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ زیلعی مین ہے انتہی ما فی الطحطاوی وتنبیہ الجمع بین ظاہر وباطن اور مسح مین مستحب
ہے جمع کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو ظاہر ہے باطن سے موزہ کا تلوہ مراد ہو نہ داخل موزہ کا لہذا باطن کو موصوف بظاہر کیا ہم
شارح اس مقام مین صاحب نہر کا تابع ہوا ہی اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہو کہ مسح باطن موزہ کا ظاہر کے ساتھہ مسنون نہین اور محیط کے سوا
اور کتابون مین استحباب کی نفی ہے اور اعلی اور اسفل موزے کے مسح کی حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے ضعیف کہا ہو انتہی ما فی الطحطاوی علامہ
عینی نے شرح ہدایہ مین اس تضعیف کا جواب مشروحًا ذکر کیا ہے اور صاحب بدائع سے نقل کیا ہو کہ ہمارے نزدیک جمع بین الظاہر والباطن مستحب
انتہے لیکن ہمارے جمہور اصحاب نے علی مرتضیٰ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہو کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو البتہ اسفل موزہ کا مسح کرنے مین ظاہر سے
مقدم تھا حالانکہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسح کرتے تھے موزون کے ظاہر پر اسکو ابوداؤد اور احمد اور ترمذی نے روایت
کیا اور کہا ہو کہ یہہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہہ جو صاحب ہدایہ نے کہا ہو کہ باطن موزہ پر مسح جائز نہین اگر یہہ مراد ہو کہ باطن پر اقتصار جائز نہین تو مسلّم
ہے اور اگر یہہ مراد ہو کہ باطن کو ظاہر کے ساتھہ مسح کرنا جائز نہین تو مسلّم نہین کما ذکرنا انتہی ما فی العینی مختصرًا من شاء مزید التوضیح فلیرجع الیہ
ویجوز علی الجرموقین ولو فوق خف او لفافۃ جائز ہے مسح ظاہر جرموقین پر اگرچہ ہون موزہ کے اوپر یا پانون کے لپٹے کپڑے پر ہو جرموق
بضم جیم چمڑا ہے جسکو موزہ پر پہنتے ہین کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کیواسطے اور نہر الفائق مین ہو کہ موق اور جرموق فارسی سے معرب ہے اسکو موزے
پر پہنتے ہین اوسکی ساق موزہ سے کمتر ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی ثم الفقہاء مین ہے کہ جرموق جو موزہ پر پہنا جاتا ہو اوسکی حفاظت کیواسطے
سو اگر جرموق چمڑا ہو اور اوسکی مانند کا ہو تو اوسپر مسح جائز ہو خواہ اوسکو تنہا پہنا ہو یا موزہ پر اور اگر جرموق کپڑا کا ہو تو اگر تنہا اوسکو پہنا
ہے تو مسح اوسپر جائز نہین اور اسی طرح اگر اوسکو موزہ پر پہنا تو بھی جائز نہین ہان مگر جبکہ تراوت اندر کے موزہ پر پہونچے تو جائز ہو انتہی مختصرًا
ولا اعتبار بما فی فتاوی الشاذی لانہ رجل مجہول لا یقلّد فیما خالف المنقول اور کچھہ اعتبار نہین اوس قول کا جو فتاوی شاذی مین ہے
اسواسطے کہ شاذی مرد مجہول غیر مشہور ہو تو اوسکی پیروی نکیجاوے اوس مسئلہ مین جو منقولات مذہب کے مخالف ہو ہم فتاوی شاذی مین ہے کہ جو
کرباس مجرد تحت الخف پہنا جاتا ہے وہ موزہ پر مسح کرنیکا مانع ہو کیونکہ وہ فاصل یعنی پانونکو اوسنے موزہ سے جدا کر دیا ہو انتہے لیکن اسکے
مخالف کافی مین یہ ہو کہ اگر موزہ پارہ ہونے کے سبب سے مسح کے لائق نہون تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہو انتہے تو جبکہ نفس غیر صالح فاصل نہ
ٹھہرا تو کرباس یعنی کپڑا بطریق اولی فاصل نہوگا چنانچہ شرح مجمع مین ہو اور مانند اسکی غایۃ البیان مین ہے کہ بہتون نے کہا یہی حق ہو کذا فی البحر مختصرًا
او جوربیہ ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخًا ویثبت علی الساق بنفسہ ولا یری ما تحتہ ولا یشف الماء الا ان ینفذ

الى المخفف منه اما لو صح يا مسح كرے جرابون پر اگرچہ وہ ہون سوت سے يا بال سے اسطرح كى گاڑھى جرابون پر مسح جائز ہے كہ اونكو پہنكے تين
كوس آدمى چلے اور وہ پنڈلى پر آپ سے ٹھہرى رہين بدون باندھنے كے اور اوسكے اندر كى چيز نظر نہ آوے اور پانى اوسمين نہ چھنے گرا وسوقت مسح جائز
ہے كہ پانى نفوذ كرکے اوسکے نيچے كى موزے تك پونہچ جاوے بقدر فرض كے هم ہر چند شفوف لغت مين بمعنى رقت ثوب ہے ليكن يہان مراد پانى كا نفوذ
ہے بدليل استثنا اور تاكہ تكرار لازم نہ آوے كذا فى الطحطاوى مختصراً ولو نزع جرموقيه اعاد مسح خفيه اور اگر اوتارے دونو جرموق موزونكے
سے تو مسح كرے دوسرى بار اپنے موزون پر ولو نزع احدهما مسح الخف والجرموق الباقى اور اگر ايک جرموق اوتارے تو مسح كرے
موزے كو اور باقى جرموق كو يعنى اسواسطے كہ ايک كے نكالنے سے دونون كا مسح جاتا رہا ولو ادخل يده تحتهما ومسح خفيه لم يجز اور اگر اپنا
ہاتھہ دونون جرموق كے اندر داخل كيا اور اندر كے موزونكو مسح كيا تو جائز نہين يعنى اسواسطے كہ حدث كا محل جرموق خارج ہے نہ خف والجورب
والمنعل بسكون النون ما جعل على اسفله جلدة اور منعل جرابون پر مسح جائز ہے منعل بسكون نون وہ جراب ہے جسكے نيچے چمڑا لگايا گيا يعنى اوسكے
تلوے پر فقط چمڑا ہے نہ ٹخنون پر والمجلد الذى اور چمڑا منڈھى جرابون پر مسح جائز ہے نہر الفائق مين ہے جراب مجلد وہ ہے جسكے اوپر اور نيچے چمڑا
منڑا ہو مرة مسح كرنا ہے ايكبار يعنى دو تين بار مسح كرنا خلاف مسنون ہے كذا فى المنح والبحر اماً او خفيف مسح جائز ہے اگرچہ ہو محدث حدث
اصغر ملبوستين على طهر مسح جائز ہے اسحالت مين كہ موزے يا جرموق يا جرابين پہنے گئے ہون طہارت پر فلو احدث ومسح خفيه او تيمم
فلبس جرموقيه لا يمسح عليه تو اگر اوس نے حدث كيا وضو ٹوٹا اور اوسنے اپنے موزون پر مسح كيا يا تيمم كيا پہر اوسنے جرموق كو پہنا تو جرموق پر مسح نكرے يعنى
اسواسطے كہ جرموق كو اوسنے طہارت پر نہين پہنا بلكہ موزونپر مسح كرنا صحيح ہوگا كيونكہ اونكو طہارت پر پہنا ہے كذا فى الطحطاوى تام خرج الناقص
حقيقة كلمعة او معنى كتيمم ومعذور موزے ملبوس ہون طہر تام يعنى پورى طہارت پر تام كى قيد سے ناقص حقيقى يا ناقص معنوى طہارت خارج
ہوگئى ناقص حقيقى چنانچہ اعضاء وضو مين كسى قدر بے خشک رہگيا اور ناقص معنوى چنانچہ تيمم كرنيوالے اور معذور كى طہارت هم صورت تيمم كى يہہ ہے كہ پانى
كے نہونے سے تيمم كيا اور موزہ پہنا تو اوسكو اب مسح كرنا پانى ملنے كيوقت جائز نہين اور اگر وضو كيا اور موزہ پہنا پہر وضو ٹوٹا اور پانى نہ پانے سے تيمم كيا
پہر بعد اسكے پانى پايا تو اوسكو مدت كے اندر مسح كرنا درست ہے كذا فى الطحطاوى فانه يمسح فى الوقت فقط اسواسطے كہ معذور تو فقط وقت مين مسح
كرتا ہے يعنى معذور نے عذر كے موجود ہونے سے مثلاً ظہر كو وضو كيا اور موزہ پہنا پہر وضو كسى اور سبب سے ٹوٹا جبتک ظہر كا وقت باقى ہے مسح جائز ہے بعد
ظہر كے عصر كيوقت مسح جائز نہين الا بعد تجديد وضو كامل الا اذا توضأ ولبس على الانقطاع الصحيح مگر جبكہ معذور نے وضو كيا اور موزہ
پہنا انقطاع صحيح پر وہ مسح سالم كى مانند ہے يعنى اگر وضو اور موزہ پہننے كيوقت عذر منقطع ہو تو باقى مدت مسح اوسكو تندرست كى مانند جائز ہے
عند الحدث طہر تام چاہيے وضو ٹوٹنے كيوقت يعنى جواز مسح كيواسطے موزہ پہننے كيوقت طہارت كا كامل ہونا ضرور نہين بلكہ حدث كيوقت ضرور ہے
فلو غسل رجليه ثم لبس خفيه ثم اكمل الوضوء ثم احدث جاز له ان يمسح تو اگر بيوضو شخص نے موزہ پہنا پہر وہ پانى
كے اندر گہس گيا سو وہ دونون پانون اوسكے تر ہوگئے پہر اوسنے باقى اعضاء وضو كو پورا كيا پہر اوسكا وضو ٹوٹا تو اوسكو مسح كرنا جائز ہے يعنى
اسواسطے كہ حدث كيوقت طہارت شرط ہے اگرچہ موزہ پہننے كيوقت نہو هم اسيطرح اگر اوسنے دونون پانون كو دہويا پہر موزون كو پہنا پہر وضو
كو پورا كيا يا كہ وضو كيا اور پانون نہ دہوئے پہر ايک پانون دہويا اور موزہ پہنا پہر دوسرا پانون دہويا اور دوسرا موزہ پہنا ان صورتون مين
بھى مسح جائز ہے بدليل مذكور يوماً وليلة للمقيم وثلثة ايام ولياليها للمسافر مسح كرنا جائز ہے مقيم كو ايک رات دن اور مسافر كو تين رات دن
وابتداء المدة من وقت الحدث اور اس مدت كى ابتدا وضو كے ٹوٹنے سے ہے يعنى ايک رات دن يا تين رات دن كا شروع وضو كے ٹوٹنے
سے ہے نہ موزے كے پہننے سے اور نہ وضو كرنے سے فقد يمسح المقيم ستاً جب يہہ معلوم ہوا تو مقيم كا ہے مسح كرتا ہے چہ نماز مين هم صورت
اوسكى يہہ ہے كہ مثلاً ظہر كى تاخير كى آخر وقت تک باوضو موزہ پہنے ہوئے پہر وضو ٹوٹا اور مسح كرکے آخر وقت مين نماز ظہر كى پڑھى پہر ظہر كى

نماز دوسری دن پڑھی اول وقت میں کذا فی القہستانی وقد لا یتمکن من الا من اربع اور کبھی آدمی قادر نہیں ہوتا مگر چار نماز سی کمتی
توضأ وتخفف قبل الفجر فلما طلع صلی فلما تشہد احدث چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا صبح ہونیسی پہلی پھر بعد
طلوع فجر کے نماز پڑھے پھر جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا ہم اس شخص کو اگلی فجر کی نماز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہین اسواسطے کہ حدث
واقع ہوا اوسکو آخر نماز مین کذا فی القہستانی یعنی ظہر عصر مغرب عشا چار نماز کیواسطے یہہ شخص مسح کریگا اور دوسرے دن کی فجر کیواسطے اگر مسح کرے
تو نماز سے خارج ہوگا مدت گذرنے کے ساتھ اور یہہ مفسد نماز ہی لا یجوز علی عمامۃ وقلنسوۃ وبرقع وقفازین لعدم الحرج جائز
نہین مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر بسبب نہونے مشقت اور تکلیف کے ہم اور دوسری وجہ عدم جواز کی یہہ ہی کہ مسح
موزہ کا ثابت ہوا حدیث سی برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزی پر نہین ہو سکتا وفرضہ عملاً قدر ثلث اصابع الید اصغرہا طولاً
وعرضاً من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض عملی ہاتھ کی تین چہوٹی اونگلیون کی برابر ہی طول اور عرض مین ہر پانون سی نہ ہر موزی سے
ہم یعنی فرض مسح اسیقدر ہی خواہ ابتدا مسح کی پانون کی اونگلیون سی ہو خواہ پنڈلی سی خواہ دہنی بائین سی اور مسنون مسح پہلے مذکور ہو چکا کہ انگلیون
سے لیکے پنڈلی تک ہر پانون کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک پانون پر بقدر چار اونگلی کے مسح کیا اور دوسری پر بقدر دو اونگلی کے تو فرض ادا نہوگا
اور اسیطرح اگر موزہ زیادہ ہو پانون سی اور اوسپر وہان مسح کیا جو پانون کے محاذی نہین تو بہی فرض ادا نہوگا فمنعوا عنہ مدّ الاصبع جب فرض
بقدر تین اونگلی کے مسح ہوا تو فقیہون نے مسح مین ایک اونگلی کا کہینچنا منع کیا ہی یعنی اگر ایک اونگلی کو ایکبار تر کرکے بقدر تین اونگلی کے مسح کیا تو جائز
نہین اور اگر ایک اونگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور جدید جدید مقام پر مسح کیا تو جائز ہی کذا فی البحر فلو مسح برؤوس اصابعہ
وجافی اصولہا لم یجز اگر اونگلیون کے سرون پر مسح کیا اور اونگلیون کی جڑونکو موزی سی جدا رکھا تو مسح جائز نہوا یعنی اسواسطے کہ مستعمل پانی
سے مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قال المصنف مگر یہہ کہ اونگلیون کے رکھنے کیوقت بقدر فرض کے موزہ تر ہو گیا
تو مسح اب جائز ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم اسواسطے کہ فرض حاصل ہو گیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی وفی
الذخیرۃ ان الماء متقاطر لجاز والا لا پہر مصنف نے شرح مین کہا اور ذخیرہ مین ہی کہ اگر اونگلیون کے سرون سی پانی ٹپکتا ہی تو مسح جائز
ہے یعنی اسواسطے کہ فرض حاصل ہو غیر مستعمل پانی سی اور اگر ٹپکتا نہین ہے تو مسح جائز نہین ولو قطع قدمہ ان بقی من ظہرہ قدر الفرض
مسح والا غسل کمن قطع من کعبہ اگر ایک آدمی کا پانون کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنی بقدر تین انگشت کے باقی ہی تو موزہ پر
مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہین تو دونون پانونکو دہووے مانند اوس شخص کے جسکا پانون ٹخنون سی کاٹا گیا یعنی ٹخنون کے نیچے سی سو اوسکو
بہی مسح کرنا جائز نہین کیونکہ مسح کا محل باقی نہین رہا مگر غسل کا محل باقی ہی ولو لہ رجل واحدۃ مسح علیہا اگر ایک آدمی کے ایک ہی پانون ہی پیدایشی
یا ایک پانون ٹخنے سی اوپر کاٹا گیا تو اوسی ایک پانون کو یعنی اوسکی موزی کو مسح کرے وجاز مسح خف مغصوب خلافا للحنابلۃ اور جائز ہی
مسح کرنا چہینے موزہ پر برخلاف حنبلی مذہبیون کے ہم ہر چند غصب کرنا گناہ کبیرہ ہی لیکن مسح کی نماز ادا ہو گی کما جاز غسل رجل مغصوبۃ
ایضاً جس طرح جائز ہی دہونا مغصوب پانون کا بالاتفاق ہم اللائق غصب کا اسپر مسئلہ ہی اور اوسکی صورت یہہ ہی کہ کسی شخص کا پانون بسبب
سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پہر وہ بہاگ گیا اور وضو کرکے اوسنے پانون دہویا کذا فی الطحطاوی والخرق الکبیر یمنع وہو قدر ثلث
اصابع القدم الاصاغر بکمالہا ومقطوعہا یعتبر باصابع مماثلہ بیمینہ اور موزہ کا پھٹنا یا بہت سوراخ یعنی قدم کی چہوٹی
پاہ سی تین انگلیونکی برابر مانع ہی مسح کرنیکا اور جس شخص کی سب انگلیان کٹی ہین تو اوسکی مماثل دوسری شخص کی انگلیون کا اعتبار کیا جاویگا شارح
نے کہا لفظ کبیر کا با موحدہ یا ثا مثلثہ دونون سی ہو سکتا ہی طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ با موحدہ کی روایت صحیح ہی اگرچہ
ثا مثلثہ بہی تاویل منصور ہی الا ان یکون فوقہ خف آخر او جرموق فیمسح علیہ مگر یہہ کہ پہٹی موزی پر دوسرا درست موزہ ہو یا جرموق

تو اوسپر مسح کرلے اسواسطے کہ اعلے کا اعتبار ہے نہ اسفل کا و بخلاف ما اذا انخرق علی غیر اصابعه وعقبه ولو بقی ما تحته اور یہہ یعنی اصابع مین صغیر
کا اعتبار کرنا اوسوقت ہی کہ سوا خف اور دریدگی اوسکی اونگلیون کے اوپر ہی پر نہو اور سوراخ کے نیچے پانون نظر آتا ہو فلو علیها اعتبر الثلث
ولو کبارا اور اگر دریدگی اونگلیون پر ہو تو عدم جواز مسح مین تین اونگلیون کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی اونگلیان ہون یعنی تو اسقدر تین صغیر
اعتبار نہین تو اگر ابہام اور کلمہ شہادت کی اونگلی منکشف ہو جاوے اور وہ بقدر تین چھوٹی اونگلیون کے ہو تو مسح اوسپر جائز ہے اور اگر ان
دونون کے ساتھ تیسری اونگلی بھی کہلجاوے تو مسح جائز نہوگا علے الاصح کذا فی الطحطاوی من تتمة الفتاوی ولو علیه اعتبر بدا اکثره
اور اگر دریدگی ایڑی پر ہے تو اکثر ایڑی کا کہلجانا معتبر ہے یعنی آدہی ایڑی سے اگر زیادہ منکشف ہو تو مسح جائز نہین ہم قاضی خان نے
شرح جامع صغیر مین اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور ظاہر متون مین ہر مقام مین تین اونگلیون کا اعتبار ہی اور اسی قول کو کمال الدین صاحب
فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہی کذا فی الطحطاوی ولو لم یر القدر المانع عند المشی لصلابته لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے
قدم اوسقدر جو مسح کا مانع ہی پیادہ پا چلنے کیوقت موزہ کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہین اگرچہ بہت پھٹا ہو ہم حلبی نے کہا کہ زمین سے
پانون اوٹہانے کیوقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہین کما لو انشقت الظهارة دون البطانة چنانچہ اگر موزہ کا ابرہ پھٹ گیا نہ اوسکا
استر تو مسح کا مانع نہین خواہ استر چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزہ مین کذا فی الطحطاوی وتجمع الخروق فی خف واحد لا فیهما اور
متفرق سوراخ جمع کئے جاتے ہین ایک موزہ مین نہ دونون موزون مین یعنی اگر ایک موزہ مین کئی جگہہ تھوڑا تھوڑا پھٹا ہی تو اوسکو جمع کرکے دیکہینگے
اگر بقدر تین انگشت کے ہے تو مسح جائز نہین والا جائز ہے اور اگر ایک موزہ مین بقدر دو انگشت کے پھٹا ہی اور دوسرے موزہ مین بقدر ایک انگشت کے
تو دونون پر مسح جائز ہوگا بشرط ان یقع وضعه علی الخف نفسه لا علی ما ظهر من خرق یسیر مسح جائز ہی دونون موزون پر اس شرط سے کہ فرض
مسح کا واقع ہو نفس موزہ پر نہ اوس مقام پر جو تھوڑا پھٹا ہے ولو اقل خرق یجمع لیمنع المسح الحالی والاستقبالی کما ینقض الماضی
اور کمتر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہی وہ اسلئے منع کرتے مسح حالی اور استقبالی کے جسطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہی کذا فی النهر ای هو مسح حالی وہ جسکے فی الحال کیا
ارادہ ہو اور استقبالی مسح وہ ہی جو آگے ہوگا اور مسح ماضی کی یہہ صورت ہی کہ درست موزہ پر مسح کیا پہر وہ اسقدر پھٹ گیا کہ مانع ہو اسمسح کا تو مسح سابق
ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت وقد مر ان ما ینقض التیمم یمنع ونحو نجاسة وانکشاف فی حق انعقادها کما سیجیء فلیحفظ مین کہتا ہون اور
یہہ مذکور ہو چکا باب تیمم مین کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہے چنانچہ پانی کا موجود ہونا اور اوسکے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتداء تیمم کا مانع ہی اور دور
کرنیوالا ہی تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ ابتداء صلوة کی مانع ہے اور صلوة موجودہ کی رافع ہی یہانتک کہ انعقاد صلوة
یعنی تحریمہ کا مانع ہی چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم خلاصہ یہہ ہی کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہے
اسیطرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہے وما تدخل فیه المسلة لا ما دونها الحاقا بمواضع الخرز کمتر سوراخ جو منع مسح کیواسطے جمع کیا جاتا ہی
جسمین ٹاٹ وغیرہ کے سینے کا سوا داخل ہو نہ وہ سوراخ جو اس سے کمتر ہے بوجہ الحاق بمواضع دوخت یعنی جیسے دوخت موزہ کی سوراخ بالاتفاق عفو
ہین لائق شمار کے نہین اسیطرح یہہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہین بخلاف نجاسة متفرقة وانکشاف عورة وطیب محرم واعلام ثوب حریر
فانها تجمع مطلقا برخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور خوشبو محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیان اسواسطے کہ یہہ سب جمع کیجاتی ہین
مطلقا یعنی ایک مقام مین ہون یا چند مقامات مین ہم نجاست متفرقہ موزون مین ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان مین یا مجموع مین اور انکشاف متفرق چنانچہ
عورت کی کچہہ شرمگاہ اور اوسکی پیٹھہ اور کچہہ ران مین تو یہہ جمع کیا جاویگا نجاست کی مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبوی متفرق اکثر اعضا
مین جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے پہنچیگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشمی بوٹیان بھی جمع کیجاوینگی اگر چار انگشت سے زیادہ ہونگی تو مرد کو اوسکا
پہننا جائز نہوگا یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی واختلف فی جمع خرق اذنی الضحیة وجمعها بعضهم احتیاطا اور قربانی کے دونون کانون

سوراخون کے جمع کرنے مین اختلاف واقع ہے یعنی ایک قول یہہ ہی کہ جمع کرینگے سو اگر ایک کان کی تہائی سے زیادہ ہونگی تو قربانی جائز نہین اور
دوسرا قول یہہ ہے کہ جمع نکرینگے مگر ایک کان کے سوراخون مین موزے کی مانند اور جمع کرنیکو ترجیح دینا لائق ہے احتیاط کی راہ سے باب عبادت
مین کذا فی النہر وناقضہ ناقض وضوء لانہ بعضہ اور مسح کا توڑنیوالا وہی ہی جو وضو کا توڑنیوالا ہے اسواسطے کہ مسح بعض ہے وضو کا یعنی توجو
کل کا ناقض ہے وہ بعض کا بھی ناقض ہوگا ونزع خف ولو واحد اور مسح کا ناقض ہے موزہ اوتارنا اگرچہ ایک ہی موزہ اوتارا ہو
ومضی المدۃ وان لم یمسح اور مدت کا گذر جانا مسح کا ناقض ہے اگرچہ اوسنے مدت مین مسح نکیا ہو ان لم یخش بغلبۃ الظن ذہاب
رجلہ من برد للضرورۃ گذرنا مدت کا ناقض ہے بشرطیکہ اوسکو ظن غالب خوف نہوا اپنے پانؤن کے جاتے رہنے کا سردی سے یہہ شرط ہوئی
ضرورت کے سبب سے ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ مسح نہین ٹوٹتا ہے مدت کے گذرنے سے خوف مذکور کیوقت پر اسمین خلل
یہہ ہی کہ سردی کے خوف کو سرایت حدث کے منع مین کچھہ اثر نہین غایۃ الامر یہہ ہے کہ موزہ نہ اوتارے لیکن مسح نکرے بلکہ تیمم کرے کذا فی ابی
السعود مگر اسمین یہہ خلل ہے کہ فقہانے وضو کا تیمم منع کیا ہے سردی کے خوف مین لہذا فتح القدیر مین ہی کہ لائق یہہ ہی کہ متوجہ دیا جاے مسح
کے ٹوٹنے کا مدت کے گذرنے سے اور دوسرے مسح کو استیعاب کا پٹی کی مانند شارح نے اسیکی طرف اشارہ کیا ہی اور یہی قول اعتماد کے لائق
ہے کذا فی الطحطاوی فیصیر کالجبیرۃ فیستوعبہ بالمسح ولا یتوقت تو خوف مذکور مین موزہ ہوجائیگا پٹی کی مانند تو سارے موزے کو پورا
مسح کرے اور اس مسح کی مدت نہین جیسے پٹی کے مسح کی مدت نہین یعنی جبتک خوف باقی ہے مسح کرتا رہے پورا مسح کرنا افضل ہی اور اگر
اکثر موزے کا مسح کریگا تو صحیح ہے اور یہہ جو صاحب نہر نے معراج سے وجوب استیعاب کا بیان کیا ہی ابو السعود نے اوسکو رد کیا ہی اسطرح کہ عبارت
معراج کی فضیلت کا احتمال رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی ولذا قالوا لو تمت المدۃ وہو فی صلوتہ ولا ماء مضی فی الاصح اور اسیواسطے
یعنی ضرورت مین مدت کے گذر جانے سے مسح نہین ٹوٹتا فقہانے کہا ہے کہ اگر مسح کی مدت تمام ہوگئی اور مسح کرنیوالا نماز مین ہے اور پانی موجود
نہین تو نماز پڑہتا رہے صحیح قول مین اسواسطے کہ موزہ اوتارنے مین کچھہ فائدہ نہین کیونکہ پانی نہین جو پانؤن کو دہووے وقیل تفسد وہو
الاشبہ اور بعضون نے کہا کہ شخص مذکور کی نماز فاسد ہوجاتی ہی اور وہ تیمم کرے اور یہی قول مناسب ہی روایت کی راہ سے اور راجح تر
ہے فہم کی راہ سے اور وجہ اوسکی یہہ ہی کہ مدت کے گذر جانے سے حدث نے پانؤن مین سرایت کی اسواسطے کہ پانی کا نہونا مانع سرایت کا نہین تو
تیمم کرے اور نماز پڑہے جس طرح وہ شخص کہ اوسکے اعضاء وضو مین کچھہ شک باقی رہا اور پانی نہین ہی جو اوسکو دہووے تو اوسکو تیمم کرنا چاہیے
کذا فی الطحطاوی وبعدہما ای النزع والمضی غسل المتوضی رجلیہ لاحلول الحدث السابق قدمیہ اور موزہ اوتارنے اور مدت کے
گذر جانیکے بعد باوضو شخص دہووے اپنے دونون پانؤن کو نہ اور اعضاء وضو کو بسبب سرایت کرنے اگلے حدث کے اوسکے دونو پانؤن کو یعنی
حدث سابق کے بعد باقی اعضا دہوئے گئی فقط قدم باقی رہے تو اوسپر کچھہ واجب نہین قدم دہونیکے سوا کذا فی البحر الا لمانع کبرد فیتیمم حینئذ[له]
اگر کسی مانع کے ہونیسے قدمونکو نہ دہووے جیسے نہایت سردی سے تو اب تیمم کرلے حلبی محشی نے کہا کہ اسوقت مین تیمم صحیح نہین اسواسطے کہ ضرر
کے خوف مین مسح کرنا چاہیئے موزے پر پٹی کی مانند اور تیمم تو اوسوقت ہی جبکہ ضرر کا خوف ہو اور پانی نہو کذا فی الطحطاوی وخروج اکثر قدمیہ
من الخف الشرعی وکذا اخراجہ نزع فی الاصح اعتبارا للاکثر اور نکلنا اور نکالنا آدہے قدم سے زیادہ شرعی موزے سے نکالنا ہے
موزے کا صحیح قول مین اکثر کے اعتبار کرنے سے یعنی اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہے قدم عبارت ہی ٹخنون سے تا سرا صابع اور شرعی موزہ ہوتا ہی ٹخنی
سے سرا صابع تک ولا عبرۃ بخروج عقبہ ودخولہ اور کچھہ اعتبار نہین ایڑی کے خروج اور دخول کا یعنی اگر بلاقصد موزے کی کشادگی سے
خروج اور دخول عقب کا معتبر نہین وما روی من النقض بزوال عقبہ فمقید بما اذا کان بنیۃ نزع الخف اور یہہ جو فقہ مین ایڑی
کے نکل جانے سے مسح کا ٹوٹ جانا مروی ہی سو مقید ہی اوس صورت کے ساتھہ جبکہ اوسکا نکلنا ہو موزہ اوتارنے کی نیت سے اما اذا

[له] یعنی پیر نہایت سخت ... ۱۲

لم يكن اى زوال عقبه بنية بل بسعة او غيرها فلا ينقض بالاجماع كما يعلم من البرجندي معزيا للنهاية وكذا القهستاني لكن
باختصار حتى زعم بعضهم انه خرق الاجماع فتنبه ۔ لیکن جبکہ ایڑی کا نکلجانا اپنی محل سے تنگ ہونے سے نہو بلکہ موزہ کی کشادگی یا اسکے سوا اور وجہ
سے ہو تو مسح نہیں ٹوٹتا ہے باتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہے یہہ قول نہایہ کیطرف منسوب کرکے اور اسیطرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا
مگر اختصار عبارت کے ساتھہ یہانتک کہ بعضے لوگون نے گمان کیا ہے کہ قہستانی نے اجماع کو پھاڑا یعنی مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اوسکا قول
اجماع کے مخالف نہیں ہے وینتقض ایضا بغسل اکثر الرجل فیه لو دخل الماء خفیه صححه غیر واحد اور موزہ مین اکثر پانون کے دہو جانے سے
بھی مسح ٹوٹتا ہے اگر اوسنے اپنے موزہ مین پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہون نے صحیح کہا ہے ہم حلبی نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہے اگر پانی خود موزے
مین داخل ہو گیا وقیل لا ینتقض وان بلغ الماء الرکبة وهو الاظهر کما فی البحر عن السراج لان استتار القدم بالخف یمنع سرایة الحدث
الی الرجل فلا یقع هذا غسلا معتبرا فلا یوجب بطلان المسح نهر فیغسلهما ثانیا بعد المدة او النزع کما مر اور بعضون نے کہا کہ موزہ مین پانی
کے داخل ہونے سے مسح نہیں ٹوٹتا ہے اگرچہ پانی زانو تک پونہچا ہو اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ بحر الرائق مین سراج سے منقول ہے اسواسطے کہ چھپنا
قدم کا موزہ سے منع کرتا ہے حدث کے پونہچنے کو پانون تک تو اسطرحکا دہو جانا معتبر دہونا نہ ٹھہریگا تو بطلان مسح کا موجب نہوگا چنانچہ نہر الفائق
مین ہے تو دونون قدمونکو مدت اور اوتارنیکے بعد دوسری بار دہو دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا وبقی من نواقضه الخرق وخروج الوقت للمعذور
اور مسح کے نواقض مین سے باقی رہا موزہ کا پھٹنا اور معذور کے حق مین نماز کے وقت کا نکل جانا مسح مقیم سافر قبل تمام یوم و
لیلة فلو بعده نزع مسح ثلثا مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پہر اوسنے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہو جانے سے پہلے تو وہ
تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہو جانیکے بعد سفر کرے تو موزہ اوتارے ہم تین دن مسح کرے یعنی مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرح
کہ مجموع تین دن ہو جاوین اور یہہ مراد نہیں کہ سرے نو سے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحطاوی ولو اقام مسافر بعد مضی مدة مقیم نزع
والا اتمها لانتهاء رخصته مقیما اور اگر مسافر مقیم ہو گیا مدت مقیم یعنی ایک رات دن کے بعد تو موزہ اوتارے اور پانون دہووے اور اگر ایک رات
دن نہیں گذرا تو مقیم کی مدت کو پورا کرلے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہو گیا وحکم مسح جبیرة هی عیدان یجبر بها الکسر وخرقة قرحة وموضع
فصد وکی ونحو ذلک کعصابة جراحة ولو برأسه کغسل لما تحتها اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے پھاہے کا اور فصد اور داغ کے مکان کا اور
مانند اوسکی چنانچہ زخم کی پٹی کا اگرچہ زخم سر مین ہو اوسکے ماتحت کے دہونے کی مانند ہے یعنی بدل نہیں ہے شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیان
ہین جس سے ٹوٹی ہڈی باندہی جاتی ہے فیکون فرضا یعنی عملیا لثبوته بظنی وهذا قولهما والیه رجع الامام خلاصة وعلیه الفتوی شرح
مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دہونے کی مانند ہوا تو مسح کرنا فرض ہوگا یعنی فرض عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح
کے دلیل ظنی سے اور یہہ یعنی مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہے اور اسیکی طرف امام نے آخر کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ مین ہے اور
اسی فرض ہونے پر فتوی ہے چنانچہ مجمع کی شرح مین ہے ہم جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہہ ہے کہ علی مرتضی رض کے ہاتھہ کی ہڈی جنگ احد یا خیبر مین
ٹوٹ گئی تھی سو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو مسح علی الجبائر کا امر فرمایا اگرچہ یہہ حدیث ضعیف ہے لیکن تعدد طرق سے قوی ہو گئی
ہے امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تھے پہر فرض ہونیکے قائل ہوئے وقدمنا ان لفظ الفتوی آکد من التصحیح والمختار والاصح والصحیح
اور ہمنے دیباچہ کتاب مین پہلے ذکر کر دیا ہے کہ فتوی کا لفظ تصحیح مین موکدتر ہے مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے ہم یعنی ہر چند بعضون نے
وجوب مسح کی تصحیح کی ہے لیکن فرضیت مین فتوی کا لفظ واقع ہوا ہے تو فرضیت موکدتر ٹھہری ثم انه یخالف مسح الخف من وجوه
ذکر منها ثلثة عشر پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہے مسح موزہ کی کئی وجہون سے اونمین سے مصنف نے تیرہ وجہونکو یہان
ذکر کیا ہے فقال فلا یتوقت لانه کالغسل حتی یتم الاصحاح سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنی مدت معین نہیں اسواسطے کہ وہ

دہونے کی مانند ہوتا اینکہ مسح کرنیوالا اندرست ہونیکی امامت کرتا ہی یعنی اسواسطے کہ وہ صاحب عذر نہین کذا فی الطحطاوی ولو بدلها باخرٰی او سقطت
العلیا لم یجب اعادۃ المسح بل یندب اور اگر ایک جبیرہ کو بدلکر دوسرے جبیرہ کو باندہا یا اوپر کے جبیرہ ساقط ہوگئی تو دوسری بار مسح کرنا واجب نہین
ہے بلکہ مستحب ہی ولا یجمع مسح جبیرۃ رجل معها ای مع غسل الاخری اور جمع کیا جاتا ہی ایک پانون کی پٹی کا مسح دوسری پانون کے دہونیکے
ساتھ یعنی اگر مسح جبیرہ کا مسح ہوتا حکمًا تو غسل کے ساتھ جمع ہوتا جیسے ایک قدم کا دہونا اور دوسری قدم کے موزی پر مسح کرنا جائز نہین کذا فی الدر
لا مسح خفها ای جمع نہین کیا جاتا جبیرہ کے موزی کا مسح دوسری قدم کے جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنی اگر دونون قدم پر جبیرہ ہو سوا اوسنے ایک قدم
کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزی پر مسح کیا تو جائز نہین طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل مین جمع کرنا لازم آیا بل حقیقۃ
بلکہ دونون موزون کا مسح جمع کیا جاتا ہی ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ اگر ایک پانون پر جبیرہ ہے سوا اوسکا مسح کیا اور دوسرے پانون کو دہویا پہر
دونون قدم پر موزی پہنے پہر وضو ٹوٹا تو دونون پر مسح کرنا جائز ہے اسواسطے کہ جمع متقدم یہان نہین ہے یعنی اصل اور بدل مین یہان اجتماع نہین
کذا فی الطحطاوی ویجوز ای یصح مسحها ولو شدت بلا وضوء وغسل دفعا للحرج اور جائز ہے یعنی مسح جبیرہ کا صحیح ہی اگرچہ جبیرہ بدون
وضو اور دہونے کے باندہی گئی ہو دفع مشقت کیواسطے ویترک المسح کالغسل ان ضر والا لا یترک اور ترک کیا جاتا ہی جبیرہ کا مسح جیسے دہونا اسکا
متروک ہی اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہو تو ترک نکیا جاوی ھ ضرر سی مراد وہ ضرر ہے جو اعتبار کے لائق ہو نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ عملا وہ ضرر سی خالی
نہین اور یہہ ترک کو مباح نہین کرتا کذا فی الطحطاوی وھو ای مسحها مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہی
ساتھ عاجز ہونیکے مسح کرنے نفس موضع سی یعنی عضو کو جب مسح نکر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہے ھ عاجزی کی صورت یہہ ہی کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو
یا پٹی بندہی ہو جسکو کہولنا ضرر کرتا ہو کذا فی الدر فان قدر علیه فلا مسح علیها سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہین ھ محیط مین
ہے کہ اسکو یاد رکہنا چاہیئے کہ لوگ اس شرط سی غافل ہین کذا فی الدر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحه فلو ضر
مسحها سقط اصلا حاصل کلام یہہ ہے کہ دہونا محل مکسور کا لازم ہی اگرچہ گرم پانی سی ہو یعنی اگر سرد پانی سے دہونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دہونا چاہیئے
اور گرم پانی سی بہی دہونا وہان کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اوسکی پٹی پر مسح کری اور اگر پٹی پر مسح کرنا بہی ضرر
کرتا ہو تو بالکل ساقط ہوگیا یعنی نہ دہونا لازم رہا نہ مسح کرنا ویمسح نحو مفتصد وجریح علی کل عصابة مع فرجتها فی الاصح ان ضره الماء او حلها
اور مسح کرے فصد لینے والا اور زخمی اور جو کہ انکی مانند ہو ساری پٹی پر اوس مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کر دونون طرف کشادہ ہو صحیح تر قول مین اگر اوسکو
پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کہولنا ضرر ہو ھ مصنف استیعاب مسح مین صاحب کنز کا تابع ہوا اور قول اصح جسپر فتوی ہے یہہ ہی کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہی
اور گرہ کے پاس کی کشادگی کا مسح کرنا کافی ہے ذخیرہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہی یعنی خلاصہ مین جو وہان کے دہونیکو فرض کہا ہی سو اصح نہین کذا
فی الطحطاوی ومنه ان لا یمکنه ربطها بنفسه ولا یجد من یربطها اور منجملہ ضرر کے یہہ ہی کہ اوس شخص کو خود پٹی کا باندہنا ممکن نہین اور نہ اوس شخص کو
پاتا ہی جو پٹی کو باندہ دی انکسر ظفره فجعل علیه دواء او وضعه علی شقوق رجله اجری الماء علیه ان قدر والا مسحه والا ترکه ایک شخص
کا ناخن ٹوٹا سو اوسنے اوسپر دوا رکہی یا پانون کی بوائی پر دوا لگائی تو وضو مین اوسپر پانی کو بہاوے اگر ہوسکے اور اگر اسپر قادر نہو تو اوسکو مسح
کرے اور اگر یہہ بہی نہو سکے تو چہوڑ دی یعنی تو دہونا اور مسح کرنا دونون ساقط ہوگیا عذر سی والمسح یبطله سقوطها عن برء والا لا اور مسح کو
باطل کرتا ہی گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہو جانے سی اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہوگئی تو مسح باطل نہین ہوتا برخلاف مسح موزہ فان سقطت
فی الصلوۃ استأنفها پہر اگر پٹی صحت کے بعد نماز مین ساقط ہوگئی تو نماز کو پہر شروع کری وکذا الحکم لو سقط الدواء او برء موضعها ولم یسقط
مجتبی اور اسیطرح حکم تفصیلی ہی اگر دوا ساقط ہوگئی یا پٹی کا مکان اچہا ہوگیا اور ہنوز پٹی نہین گری کذا فی المجتبی ھ یعنی اگر دوا صحت کے بعد نماز مین ساقط
ہوئی یا پٹی کا محل اچہا ہوگیا تو نماز کو پہر شروع کری وینبغی تقییده بما اذا لم یضر ازالتها فان ضره فلا یحل اور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیئی اس

صورت کے ساتھہ جبکہ پٹی کا اوتارنا ضرر نکرے تو اگر مضر ہو تو مسح باطل نہین کذا فی البحر یعنی پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اوسوقت مسح
باطل ہوتا ہی جبکہ پٹی کا کہولڈالنا ضرر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی نہایت چپکی ہے گوشت سے اور اوسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہو تو اس
صورتین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأۃ والمحدث والجنب فی المسح علیہا وعلی توابعہا سواء اتفاقا اور مرد اور عورت اور محدث
اور جنب جبیرہ کے مسح مین اور اوسکی توابع مین برابر ہین بالاتفاق ھ توابع جبیرہ بہا اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو
ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہے ولا یشترط فی مسحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح اکثرہا مرۃ بہ یفتی اور پٹی کے
مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح قول مین تو پٹی کا ایکبار آدہی سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہے اسی قول پر فتوی ہی ھ
یہہ قول مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہے اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تہا اسواسطے کہ فتوی اسی قول پر ہے
کذا فی الطحطاوی وکذا لا یشترط فیہا نیۃ اتفاقا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین برخلاف
مسح موزہ کے کہ اوسمین ایک قول مین نیت شرط ہے اور اصح قول یہہ ہی کہ موزہ کے مسح مین نیت شرط نہین وما فی تنسیخ المتن رجع عنہ
المصنف فی شرحہ اور جو عبارت کہ متن کی نسخون مین ہے مصنف نے اوسکو ترک کیا ہی اپنی شرح مین ھ یعنی شرح منح الغفار مین ویسمح کو غسلہ
جزء ہے آخر تک ساقط ہی طحطاوی نے کہا تو اسکا ذکر نکرنا بہتر تہا تاکہ تناقض کا مصنف پر اعتراض نہ لگتا

باب الحیض

یہہ باب ہی حیض کے احکام اور مسائل مین عنون بہ لکثرتہ واصالتہ والا فہی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار
دیا اسباب کا حیض کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم ہین حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہرچند اسباب مین
حیض اور نفاس اور استحاضہ تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اسباب کو فقط باب الحیض کرکے آغاز کیا تو اوسکی وجہ یہی ہی کہ حیض کثیر الوقوع
اور اصل ہے برخلاف نفاس کے کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونیکے بعد ہوتا ہی اور استحاضہ بھی بیمار عورت کو ہوتا ہے نہ ہر عورت کو ھو لغۃ السیلان
وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ بسبب الدم المذکور و یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے ہین اور اصطلاح
شرع مین بنا براوس قول کے کہ حیض حدث ہی منجملہ حدث اور احداث کے شرعی روکنا ہے خون مذکور کے سبب سے یعنی جن عبادات مین طہارت
شرط ہے چنانچہ نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد اونمین شارع نے حیض کو مانع طہارت اعتبار کیا ہی اگرچہ مانعیت حسیہ نہو وعلی القول بانہ من
الانجاس دم من رحم اور بنا براوس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہے منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہی کہ عورت کے رحم یعنی بچہ دان سے جاری
ہوتا ہے خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پہٹجانے سے
نکلتا ہے اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور جو کہ مقعد سے خارج ہو وہ رحم کی قید سے خارج ہوگیا ومنہ ماتراہ صغیرۃ والآیسۃ و
مشکل اور منجملہ استحاضہ ہی وہ خون ہی جسکو نو برس سے کم عمر کی چہوٹی لڑکی دیکہتی ہی اور وہ بڈہی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثی
مشکل دیکہے قول مختار یہہ ہے کہ ۵۵ برسکی عورت آیسہ ہی کذا فی اکثر المعتبرات لا لولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اس
قید سے نفاس خارج ہوگیا حیض کی تعریف سے اسواسطے کہ نفاس خارج ہوتا ہی رحم سے ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتلاء
اللہ لحواء لاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونیکا پہلا سبب خدا کا مبتلا کرنا تہا حوا علیہا السلام کو درخت منہی عنہ کے کہالینے سے وہ درخت
گیہون تہا یا انجیر یا انگور ورکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہے رحم سے یعنی فرج داخل کے کناری کی برابر ہوجاے
یہی قول مشہور ہی اور محمد کے نزدیک احساس رکن ہی حیض کا اور ثمرۂ اختلاف اسصورتین ظاہر ہی کہ عورت نے وضو کیا پہر گدی رکہی پہر نزول خون کا احساس
ہوا قبل غروب کے پہر گدی جدا کی اسکے بعد تو محمد کے نزدیک روزہ ٹوٹا برخلاف شیخین کے یعنی جبکہ گدی فرج کے محاذی نہو اور اگر محاذی ہوگا تو
بالاتفاق حیض یا نفاس ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن النہر وشرطہ تقدم نصاب الطہر ولو حکما اور حیض کی شرط مقدم ہونا ہی نصاب طہر

تے یعنے اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہین اگرچہ طہر حکمی ہو ہم طہر حکمی کی دو صورتین ہین ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طاہر ہے حکما اگرچہ خون بہا کرے دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض نمود ہوا تو یہان بھی نصاب طہر کا مقدم ہونا حکماً ہے وَتَقَدَّمَ نُقْصَانُ أَقَلِّهِ اور شرط حیض کی کم نہونا ہے کمترمدت حیض سے یعنی تین دن سے واِنَّهُ بَعْدَ التِّسْعِ اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہے وَوَقْتُ ثُبُوتِهِ بِالْبُرُوزِ فِيهِ تُتْرَكُ الصَّلٰوةُ وَيُثْبِتُهُ فِي الْأُمِّ لَا أَنَّ الْأَصْلَ الصِّحَّةُ وَالْحَيْضُ دَمُ صِحَّةٍ شَغْلَى اور حیض کے ثابت ہونیکا وقت اوسکے خارج ہونیسے ہے اوسوقت مین عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اوسکو پہلی پہل حیض آیا ہو صحیح قول مین اسواسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہے اور حیض صحت کا خون ہے کذا فے الشمنی ہم غیر اصح یہہ قول ہے کہ جسنے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے بعد نماز چھوڑ دے کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور اصح قول اکثر مشائخ بخارا کا ہے کہ جب اوسنے حالت بلوغ مین خون دیکھا تو بمجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے کہ صحت اجسام اصلی ہے اور مرض مقتضی استحاضہ عارض ہے تو بمقتضاء اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیئے نہ استحاضہ وَأَقَلُّهُ ثَلٰثَةُ أَيَّامٍ بِلَيَالِيهَا الثَّلٰثِ اور کمترمدت حیض کی تین دن ہین تین راتون کے ساتھہ خواہ انہین دنون کی راتین ہون یا نہون فَالْإِضَافَةُ لِبَيَانِ الْعَدَدِ الْمُقَدَّرِ بِالسَّاعَاتِ الْفَلَكِيَّةِ لَا لِلِاخْتِصَاصِ تو اضافت اور نسبت لیالی کی ایام ضمیر کیطرف اوس زمانہ کی شمار کیواسطے ہے جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنی نجومی گہڑیون سے کیا گیا ہے نہ خصوصیت کے بیان کیواسطے یعنے یہہ مراد نہین کہ انہین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون ہم ساعت دو قسم ہے ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت فلکی پندرہ درجہ کی ہوتی ہے اوسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایکرات اور دن کی ۲۴ گہڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گہڑیان ہوئین اور ساعت زمانی رات یا دن کے بارہوین حصے کا نام ہے اوسکو ساعت معوجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسیطرح ساعت لغوی اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہے زمانہ کے ایک جزسے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور چوتھے دن منقطع ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تھا تو وہ استحاضہ ہے حیض نہین کیونکہ اقل مدت اوسکی پائی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونیکے بعد خون منقطع ہوا تو البتہ حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی بتصرف فَلَا يَلْزَمُ كَوْنُهَا لَيَالِيَ تِلْكَ الْأَيَّامِ جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کیواسطے ٹہری نہ اختصاص کیواسطے تو راتونکو انہین دنونکی راتین ہونا لازم نہین ہم رات مقدم ہوتی ہے دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہہ لازم نہین کہ جمعہ کی رات مین بھی ہو بلکہ مطلقا تین راتین لازم ہین جسطرح یہہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کی زمانہ گذرنا چاہیئے وَكَذَا أَقَلُّ أَكْثَرِهِ عَشَرَةٌ بِعَشْرِ لَيَالٍ كَذَا رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُ اور اسیطرح مصنف کا یہہ قول ہے کہ اکثرمدت حیض کی دس دن ہین دس راتون کے ساتھہ مطلقاً خواہ انہین دنونکی راتین ہون یا نہون ایسا روایت کیا ہے اقل اور اکثرمدت کو دارقطنی وغیرہ نے ہم یہہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے تو مرتبہ حسن کو پہونچکر لائق احتجاج کے ہوگئی کذا فے النہر وَالنَّاقِصُ عَنْ أَقَلِّهِ وَالزَّائِدُ عَلٰى أَكْثَرِهِ أَوْ أَكْثَرِ النِّفَاسِ أَوْ عَلَى الْعَادَةِ وَجَاوَزَ أَكْثَرَهُمَا وَمَا تَرَاهُ صَغِيرَةٌ دُونَ تِسْعٍ عَلَى الْمُعْتَمَدِ وَآيِسَةٌ عَلٰى ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَحَامِلٌ وَلَوْ قَبْلَ خُرُوجِ أَكْثَرِ الْوَلَدِ اسْتِحَاضَةٌ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین دن سے کم ہے اور جو کہ اکثرمدت حیض سے یا اکثرمدت نفاس سے زائد ہے یا زائد ہے حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثرمدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس سے کم عمر کی لڑکی دیکھے بنا بر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڈہی عورت دیکھے جسکو حیض سے ناامیدی ہوگئی بنا بر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ وہ اکثر ولد کی نکلنے سے پہلے ہو تو یہ سب استحاضہ ہے ہم اقل اور اکثرمدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہے اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ دن کی مثلا عادت ہو اور اوسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارہوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے اسواسطے کہ وہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہوگیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وَأَقَلُّ الطُّهْرِ بَيْنَ الْحَيْضَتَيْنِ أَوْ النِّفَاسِ وَالْحَيْضِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَلَيَالِيهَا إِجْمَاعًا اور کمترمدت طہر کی یعنی پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ

دن اور اونکی راتین باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر آسمین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری
ہو گئی ہو کذا فی الطحطاوی وَلَا حَدَّ لِاَکْثَرِہٖ اِنْ اسْتَغْرَقَ الْعُمْرَ اور حد مقرر نہین اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کر جاوے ہم استغراق طہر کی تین
صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے کہ عورت بالغہ ہو جاوے عمر کیوجہ سے اور تمام عمر اوسکو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکہا کرے اور نماز پڑہا کرے اور ہمیشہ شوہر سے
قربت کیا کرے اور اوسکی عدت مہینون سے منقضی ہوگی دوسری یہہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اوسکے تین دن ہی کم خون کو دیکہے پہر ہمیشہ کو خون منقطع ہو جاوے
اسکا حکم پہلی صورت کا سا حکم ہے تیسری یہہ کہ ایسا خون دیکہے جو حیض ہو سکتا ہے پہر دائمی انقطاع ہو جاوے اسکا حکم بہی پہلی صورت کی مانند ہی مگر یہہ کہ اوسکی
عدت منقضی نہو گی مگر حیض سے اگر حیض جاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر جاری نہو تو مہینون سے اوسکی عدت منقضی ہوگی ابتداء از سن ایاس سے چنانچہ
باب العدۃ مین مذکور ہوگا اِلَّا عِنْدَ الْاِحْتِیَاجِ اِلٰی نَصْبِ عَادَۃٍ لَّھَا اِذَا اسْتَمَرَّ بِھَا الدَّمُ اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنیکی احتیاج
کیوقت جبکہ اوسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہو جاوے یعنی سیلان دائمی مین البتہ اکثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہوگی فَیُحَدُّ لِاَجْلِ الْعِدَّۃِ بِشَھْرَیْنِ
بِہٖ یُفْتٰی تو طلاق کی عدت کیواسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹہرائی جاوینگی یہی قول مفتی بہ ہی ہم نہایہ مین کہا کہ حاکم شہید نے اس قول پر اسواسطے
فتوی ہوا کہ یہہ آسان تر ہے انتہی اور یہہ دو مہینون کی حد معتادہ اور متحیرہ کے حق مین ہی نہ مبتداۃ مین یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتداء جوانی
سے برابر خون جاری ہو گیا اسواسطے کہ مبتداۃ کا حیض ہر مہینے سے دس دن ہین ابتدا روئیت سے خواہ عشرہ اولی ہو یا عشرہ ثانیہ یا ثالثہ اور باقی
ایام طہر کے ہین سو اگر مبتداۃ کو اوسکے زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اوسکی عدت ۹۰ نوے دن مین منقضی ہوگی تین حیض ۳۰ تیس دن کے اور دو طہر
ایک طہر ۳۰ دنکا اور دوسرا ۱۹ انیس دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہوگی ۸۸ یا ۸۹ دنمین تین حیض تو تیس ۳۰ دن کی اور تین طہر
ایک طہر ۲۰ دنکا اور دو طہر ۱۹ انیس انیس دن کے یا ایک طہر ۱۹ انیس دن کا اور دو طہر بیس بیس ۲۰ دنکے اور اگر طلاق دی اول حیض مین تو عدت منقضی ہوگی
۹۸ یا ۹۹ دنمین چار حیض چالیس دن کے اور تین طہر بطور سابق کے کذا فی الطحطاوی وَعَمَّ کَلَامُہُ الْمُبْتَدَأَۃَ وَالْمُعْتَادَۃَ وَمَنْ نَسِیَتْ عَادَتَھَا
اور مصنف کا کلام نصب عادت مین شامل ہے مبتداہ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بہولے اور اوس عورت کو جو اپنی حیض کی عادت بہول
گئی ہم یہہ کلام فی نفسہ صحیح ہے اگرچہ اکثر طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کے اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتداۃ کے ۳۰ دن
ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف کا یہہ کلام اِلَّا عِنْدَ نَصْبِ عَادَۃٍ لَّھَا اِذَا اسْتَمَرَّ بِھَا الدَّمُ مبتداۃ کے ۳۰ دن پر بہی صادق آتا ہی
وَتُسَمّٰی الْمُتَحَیِّرَۃَ وَالْمُضِلَّۃَ اور جو کہ حیض کی عادت بہول گئی اوسکو متحیرہ اور مضلّہ کہتے ہین ہم محیرہ اور مضللہ بصیغہ مفعول اور فاعل دونون جائز ہی وہی
یعنی وہ عورت اپنی حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہے یا یہہ کہ اوسنے فقہا کو حیران کر رکہا ہی اور اوسکو ناسیہ اور ضالہ اور متحیرہ بہی بولتے ہین وَضَلَالُھَا
اِمَّا بِعَدَدٍ اَوْ بِمَکَانٍ اَوْ بِھِمَا کَمَا بُسِطَ فِی الْبَحْرِ وَالْحَاوِیْ اور اوسکا گم کرنا اور بہولجانا یا تو شمار ایام حیض کا بہولنا ہی کہ کئے دن حیض آتا تہا یا مکان
کا بہولنا ہی یعنی شمار ایام کا تو یاد ہی مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تہا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بہولنا ہی یعنی نہ شمار یاد ہی نہ تاریخ
چنانچہ بحر الرائق اور حاوی مین شرح مذکور ہے وَحَاصِلُہٗ اَنَّھَا تَتَحَرّٰی اور حاصل اوس بیان مشرح کا یہہ ہی کہ بہولنے والی اٹکل دوڑاوے اور
خوب سوچے یعنی ظن غالب پر عمل کرے یعنی جن دنونکو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہی ہر وقت وضو کرکے نماز پڑہا کرے اور جن دنونکو حیض سمجہے اونمین
نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہہ ہی کہ جب اوسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل
کرے اور اگر کسیطرف دل نہ ٹہرے اور تردد واقع ہو اوسکا حکم شارح بیان کرتا ہی وَفِیْ تَرَدُّدٍ بَیْنَ حَیْضٍ وَدُخُوْلِ طُہْرٍ تَتَوَضَّأُ لِکُلِّ
صَلٰوۃٍ اور جبکہ عدت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے آنے مین اور طاہر ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے وضو کرے یعنی جدن یہہ تردد ہو
کہ شاید یہہ دن حیض کا ہی یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہی تو ہر نماز مین وضو کیا کرے یہی قول صحیح ہے اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے
اور قرآن بقدر مفروض اور واجب کے پڑہے اور سجدہ مین بجا دے اور قرآن کا مس نکرے و تمامہ فی الطحطاوی وَاِنْ بَیْنَہٗمَا وَالْخُرُوْجِ فِیْہِ تَغْتَسِلُ لِکُلِّ صَلٰوۃٍ

اور اگر تردد ہو حیض اور طہر مین اور طہر کے داخل ہونے یعنی حیض سے خارج ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے غسل کرے اسواسطے کہ شاید حیض سے خارج ہوئی
اور طہر مین داخل ہوئی ہو وَتَتْرُكُ غَيْرَ مُؤَكَّدَةٍ دُخُوْلَ مَسْجِدٍ وَجِمَاعًا اور چھوڑ دے نماز غیر موکدہ کو اور مسجد کے جانے کو اور جماع کو یعنی زوج کو اوپر
قادر نہونے دے کہ شاید حیض مین جماع واقع ہو حلبی محشی نے کہا کہ یہہ دوسری صورت سے متعلق ہے وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ ثُمَّ تَقْضِيْ عِشْرِيْنَ يَوْمًا
اِنْ عَلِمَتْ بِدَايَتَهُ لَيْلًا اور سارے رمضان مین روزہ رکھے پھر ۲۰ دن قضا کرے اگر جانتی ہو کہ شروع ہونا حیض کا اس بیماری سے پہلی رات کو ہے
اسواسطے کہ اگر حیض رات سے شروع ہوا تو رات پر ختم ہوگا تو اوسکا روزہ رمضان مین سوا دس دن کے فاسد نہوا اور دس دن قضا کے فاسد
ہوئے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے احتمال سے تو ۲۰ دن کے قضا کرنے مین دس روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے وَاِلَّا فَاثْنَيْنِ
وَعِشْرِيْنَ ورنہ بائیس ۲۲ دن قضا کرے یعنی اگر ابتداء حیض دن سے جانتی ہو تو ۲۲ دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دن کو شروع ہوا تو دن مین ختم
ہوگا گیارہوین دن تو گیارہ روزے اوسکے فاسد ہوگئے اور اسیقدر قضا مین کذا فی الحلبی تو ۲۲ دن کی قضا مین گیارہ روزے بالیقین طہر مین واقع
ہونگے وَتَطُوْفُ لٰكِنْ تُعِيْدُ بَعْدَ عَشَرَةٍ اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارۃ کہتے ہین پھر اوسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنی اسواسطے کہ
طواف الزیارۃ مین طہارت واجب ہے اور شاید کہ وہ طواف حیض مین واقع ہوا ہو وَلِلصَّدَرِ وَلَا تُعِيْدُ اور طواف الصدر کرے یعنی کعبہ سے رخصت
ہونیکا طواف اور اوسکو اعادہ نکرے اسواسطے کہ حائض پر سے طواف الصدر ساقط ہے وَتَعْتَدُّ لِلطَّلَاقِ بِسَبْعَةِ اَشْهُرٍ عَلَى الْمُفْتٰى بِهِ اور عدت
کرے طلاق کیوجہ سے سات مہینے مفتی بہ قول پر یعنی مضللہ اور اسیطرح معتادہ مستمرۃ الدم بقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے کذا فی الحلبی اسلئے
کہ تین حیض کے ۳۰ دن اور چھ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق مین گذرا کہ اکثر طہر اوسکا دو مہینے کا ہے وَمَا تَرَاهُ مِنْ لَوْنٍ كَكُدْرَةٍ وَتُرْبِيَّةٍ فِيْ
مُدَّةِ الْمُعْتَادَةِ اور حیض کی مدت معتادہ مین جو رنگ کہ دیکھے چنانچہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض سے ہے جبکہ تیرہ اور خاکستر خون حیض
ٹھہرا تو سرخ اور سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولی حیض ہوگا سِوٰى بَيَاضٍ خَالِصٍ قِيْلَ هُوَ شَيْءٌ يُشْبِهُ الْخَيْطَ الْاَبْيَضَ سفیدی خالص کے سوا
کہ وہ حیض نہین ہے بعضون نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہے سفید دھاگے کی مانند یعنی بعد اختتام حیض کے وہ گدی پر ظاہر ہوتی ہے لیکن تحقیق یہہ
ہے کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض مراد ہے کذا فی نہر الفائق وَلَوِ الْمَرْئِيُّ طُهْرًا مُتَخَلِّلًا بَيْنَ الدَّمَيْنِ فِيْهَا حَيْضٌ اگرچہ مدت کے اندر دو خونو
کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہے یعنی حیض کے دس دن کی مدت مین اول خون نظر آیا اور آخر مین بھی نمود ہوا اور مابین مین خشکی معلوم
ہوئی تو یہہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض مین داخل ہے لِاَنَّ الْعِبْرَةَ لِاَوَّلِهِ وَاٰخِرِهِ وَعَلَيْهِ الْمُتُوْنُ فَلْيُحْفَظْ طہر متخلل اسواسطے حیض ٹھہرا کہ اوسکے
اول اور آخر کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جیسے وجوب زکوٰۃ مین ابتداء اور انتہاء سال مین نصاب
کا ہونا کافی ہے اگرچہ سال کے اثنا مین پوری نصاب باقی نرہی ہو اسیطرح حیض مین مدت کے اول اور آخر کا اعتبار ہے درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہے
شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا کہ اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار کیا ہے لیکن اصحاب شروح نے
اسکی تصحیح نہین کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہین کیونکہ یہان خون اثناء مدت مین منقطع ہے اور زکوٰۃ مین بقاء جز نصاب اثناء سال مین شرط ہے
صاحب نہر الفائق نے اسکو یون رد کیا ہے کہ یہہ قیاس نہین ہے نصاب پر بلکہ اوسکا نظیر بیان کیا ہے ثُمَّ ذَكَرَ اَحْكَامَهُ بِقَوْلِهِ يَمْنَعُ صَلٰوةً مُطْلَقًا وَ
لَوْ سَجْدَةَ شُكْرٍ پھر مصنف نے احکام حیض کے بیان کئے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہے نماز کو مطلقاً یعنی خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ
کی اگرچہ سجدہ شکر کا ہو وَصَوْمًا وَجِمَاعًا اور حیض مانع ہے روزہ اور جماع کو وَتَقْضِيْهِ لُزُوْمًا دُوْنَ الصَّلٰوةِ اور عورت روزہ کو قضا کرے
ضرور نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت کے ہے نماز ہر سال ہر روز فرض ہے اور روزہ سال بھر مین ایک مہینا تو قضاء صوم مین حرج نہین اور نماز کی قضا
مین دقت ہے وَلَوْ شَرَعَتْ تَطَوُّعًا فِيْهِمَا فَحَاضَتْ قَضَتْهُمَا خِلَافًا لِمَا زَعَمَهُ صَدْرُ الشَّرِيْعَةِ اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا
پھر وہ حائض ہوگئی تو نماز روزہ دونونکو قضا کرے برخلاف اوس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے کذا فی البحر یعنی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے

کرسفہ قضا کرے نہ نماز وفی الفیض لو نامت طاہرۃ فقامت حائضۃ حکم بحیضہا من وقت قامت اور فیض مین ہی کہ اگر عورت سوئی پاک اور
اوٹھی حیض کیحالت مین تو اوسکی ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سی کہ وہ اوٹھی ہم یہہ حکم نظر باحتیاط ہی تو اگر عشاکی تعد بدون نماز پڑہی سوگئی اور صبح کو پاک اٹھی
تو عشاکو قضا کری اسواسطی کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کیطرف ہوتی ہی وبعکسہ فقامت طاہرۃ احتیاطا اور اسکی بالعکس مین یعنی سوئی حائض
اور اوٹھی طاہر تو اوسکی طہارت کا حکم ہوگا سونے کیوقت سی احتیاط کی راہ سی ہم بعضون نے کہا کہ قولہ احتیاطا عکس کی علت ہی مین کہتا ہون کہ
وہ دونون صورتون کی علت ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوگیا اور اس پر دلیل بحرالرائق کا کلام ہی کہ اگر عورت نے گدی رکہی رات کو اور فجر کو
پاک اوٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پہر اگر وہ طاہر تہی سواوسنے تراوت دیکہی صبح کو تو بہی عشا کو قضا کری اگر نماز نہ پڑہی ہو گدی رکہنی سی پہلی
اوسکو پاک قرار دینی کیوجہ سی پہلی صورتمین گدی رکہنی کیوقت سی اور حائض قرار دینی کی علت سی دوسری صورتمین گدی کے جدا کرنے کیوقت
سی نظر باحتیاط دونون صورتون مین کذا فی الطحطاوی ویمنع حل دخول مسجد اور منع کرتا ہی حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو ہم اس سے معلوم
ہوا کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین نجاوی مسجد کی قید سی عیدگاہ خارج ہی اور اسیطرح خانقاہ اور مدرسہ اور جسکی پیٹ مین ریح گہومی وہ اوسکے
خارج کرنے کو باہر مسجد کے نکلجای یہی قول اصح ہی اور اگر مسجد مین کسیکو احتلام ہو وہ تیمم کرکے باہر نکلے اگر خوف نہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف
ہو تو تیمم کرکے وہین ٹہرا رہے اگر مسجد سی جلد نکلے تو تیمم کا کرنا جائز ہے اور اگر خوف سی وہین ٹہرے تو واجب ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا وحل
الطواف ولو بعد دخولہا المسجد وشروعہا فیہ اور حیض حلت طواف کا مانع ہی اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف
مین شروع کرنے کے بعد عارض ہوا ہو وقربان ما تحت الازار یعنی ما بین سرۃ ورکبۃ ولو بلا شہوۃ اور منع کرتا ہی حیض تہبند کے
نیچے کی نزدیکی سے یعنی اوس بدنکی قربت سی جو ناف اور گہٹنے کے درمیان ہی اگرچہ قربت بدون شہوت کے ہو یعنی جماع کرنا اور ران وہان
لگانا اور بدون شہوت کے ہاتہ لگانا سب حرام ہی ہم یہہ حرمت استمتاع ما تحت الازار کی درصورت عدم حیلولت کے ہی اور اگر بدون جماع
کے استمتاع ما تحت الازار ہو حیلولت کے ساتھ یعنی کپڑا درمیان مین حائل ہو تو جائز ہے اگرچہ خون سی آلودگی ہو اور حائض کا کہانا پکانا اور اسکی
آٹے اور پانی چہونے کو استعمال کرنا مکروہ نہین اور حائض کے بچہونے سی علحدہ رہنا لائق نہین کہ یہہ یہودیون کا فعل ہے کذا فی الطحطاوی
عن البحر وحل ما عداہ مطلقا اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہے مطلقا ہم اسوا ہی قربت مذکورہ نظر ما تحت الازار اور استمتاع
بقیہ بدن پر صادق ہی خواہ نظر کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہی اطلاق کا کذا فی الحلبی وہل یحل النظر و
مباشرتہا لہ فیہ تردد اور کیا نظر کرنا عورت کی ما تحت الازار کو اور بدن سی بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہی یا نہین جواب اسکا یہہ ہی کہ اسمین
تردد ہی ہم شارح کو یہہ تردد پیدا ہوا ہی صاحب بحر کے متردد ہونے سی لیکن تحقیق یہہ ہی کہ نظر کے حلال ہونے مین کچہہ تردد نہین اسکی تحریم پر کوئی معتمد
دلیل نہین وہ داخل ہی اس قول کے تحت مین وحل ما عداہ مطلقا کذا فی الطحطاوی وقراۃ قرآن بقصدہ اور حیض منع کرتا ہی قران پڑہنی کو قرآن
کی نیت سی ہم حائض کو قران پڑہنا ممنوع ہی خواہ پوری آیت ہو یا کم یہی قول ہے کرخی کا اور اکثر کتب مین اسیکی تصحیح ہی کذا فی البحر لیکن اگر قران پڑہا بقصد
ثنا یا افتتاح امر یا بقصد دعا تو اصح روایت مین ممنوع نہین اور بسم اللہ پڑہنا بالاتفاق ممنوع نہین اور اذکار کا پڑہنا مباح ہی مطلقا اور ذکر کے
واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہی اور ترک اوسکا خلاف اولی ہی کذا فی الطحطاوی لمختصرا ومسہ ولو مکتوبا بالفارسیۃ فی الاصح اور حیض منع
کرتا ہی قرآن کے چہونے کو اگرچہ قران فارسی خط مین لکہا ہو صحیح تر قول مین ہم مس قران جنب اور حائض کو جائز نہین خواہ لوح پر لکہا ہو خواہ
درہم یا دیوار پر مصحف کا مس کسیطرح جائز نہین نہ حرف کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہی برخلاف غیر مصحف کہ اوسمین مکتوب کا مس جائز نہین اور
غیر مکتوب کا مس جائز ہی کذا فی البحر الا بغلافہ المنفصل کما مر مگر قران کا چہونا جدا غلاف سی جائز ہی چنانچہ گذرا یعنی جزدان کے ساتھ
چہونا درست ہی جو چولی کے ساتھ درست نہین ہم قران کی مانند توریت اور انجیل اور زبور مین بھی تبدیل اور تحریف واقع نہین ہوئی نہ ہانے کہا کہ

کو تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابون کا چھونا حائض کو مکروہ ہے کیونکہ آیات قرآنی سے خالی نہین اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی کہ جمیع شروح نحو کا بھی یہی حال
ہے کذا فی النہر وکذا یمنع حمل المکلوح و ورق فیہ آیۃ اورجیسے اسیطرح منع کرتا ہی قرآن کو اوٹھانے کو جیسے اُس تختی اور ورق کا اوٹھانا ممنوع
ہے جسمین آیت قرآنی مکتوب ہو ھ اور اگر آیت سے کم مکتوب ہو تو اُسکا چھونا مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولا باس لحائض وجنب
بقراءۃ ادعیۃ ومسہا وحملہا وذکر اللہ تعالی وتسبیح وزیارۃ قبور ودخول مصلی عید اور کچھہ مضائقہ نہین حائض اور جنب کو دعاؤن
کے پڑہنے اور چھونے اور اوٹھانے مین اور اللہ تعالے کے ذکر مین اور سبحان اللہ کہنے اور قبرون کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے مین ھ
لا باس کے لفظ مین اشارہ ہی کہ جنب اور حائض کو ان چیزون مین وضو کر لینا مستحب ہی واکل وشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اور کہانے پینے مین
کلی کرلی اور ہاتھہ دہونے کے بعد ھ تو کلی اور ہاتھہ دہونے کے بعد کہانا پینا اصلا مکروہ نہین حائض کو تو لفظ لا باس کا خلاف اولے پر جو مرجع ہی کراہت
تنزیہی کا دلالت نہین کرتا بدلیل قول شارح واما قبلہما فیکرہ کذا فی الطحطاوی واما قبلہما فیکرہ لجنب لا حائض ما لم یخاطب بغسل ذکرہ الحلبی
اور کلی اور ہاتھہ دہونے سے پہلے تو کہانا پینا جنب کو مکروہ ہی نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانیکا حکم نہو یعنی طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ھ
جنب اور حائض مین فرق یہہ ہی کہ جنب کا مُنہ دہونا کلی سے ساقط ہو جاتا ہی تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہے ہرچند یہہ تعلیل طعام مین جاری نہین
برخلاف حائض کہ اوسکا شفتہ نہین ہے تو قبل از انقطاع حیض ولا یکرہ النظر الیہ ای القرآن لجنب عند الجمہور تیسیرا وصحح فی الہدایۃ الکراہۃ وملبوس
اور مکروہ تحریمی نہین چھونا قرآن کا آستین سے اکثر عالمون کے نزدیک آسانی کیواسطے اور ہدایہ مین اسکے مکروہ ہونے کو صحیح کہا ہی اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہی
ھ آستین سے مراد وہ کپڑا ہی جو چھونے والیکے بدن سے متصل ہو ویحل وطیہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا اور حلال ہی عورت
سے جماع کرنا جبکہ اوسکا حیض منقطع ہوگیا حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہی یعنی جبکہ دس رات دن کے بعد
حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اُس عورت کا جماع درست ہی اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہین ہے بلکہ مستحب ہی تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہی
وان انقطع لدون اقلہ تتوضا وتصلی فی اٰخر الوقت اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سے کمتر مین یعنی تین رات دن سے کم مدت مین بند ہوا تو عورت
وضو کرے اور نماز پڑہے نماز کے آخر وقت مین ھ یہان غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہہ خون حیض کا نہین ہی طحطاوی نے کہا شارح نے اسصورتمین جماع کا
حکم بیان نہین کیا لیکن اوسکا حلال نہونا اگلے مسئلے سے ظاہر ہوتا ہی یعنی جبکہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہین تو یہان بطریق
اولے حلت نہوگی وان لاقلہ فان لدون عادتہا لم یحل اور اگر حیض منقطع ہوا یعنی اقل مدت کے بعد پھر اگر عادت سے کم مدت مین بند ہوگیا تو جماع
حلال نہین اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصلی وتصوم احتیاطا اور عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑہے اور روزہ رکھے احتیاط
کی راہ سے ھ تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہی جبکہ پوری عادت کے بعد حیض منقطع ہوا ہو اور اگر عادت سے کم منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہی
کذا فی النہر ولا لعادتہا فان کتابیۃ حل فی الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہے
تو اوسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہوگیا یعنی اسواسطے کہ اوسپر غسل کرنا واجب نہین کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین کذا فی البحر والا لا یحل حتی
تغتسل او تتیمم بشرطہ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہی تو جماع حلال نہین یہانتک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے موافق یعنی اگر
آب مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہے تب اوسکو تیمم درست ہوگا نہر الفائق مین ہی کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑہے جماع اوسکا حلال نہین بالاجماع بنا بر
قول اصح کے او یمضی علیہا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ یعنی من اٰخر وقت الصلوۃ لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا حتی لو طہرت
فی وقت العید لا بد ان یمضی وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جاے جو گنجائش رکہتا ہو نہانے اور کپڑے
پہننے اور تحریمہ باندہنے کی یعنی نماز کے آخر وقت سے اسقدر زمانہ چاہئے بسبب بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنی وجوب
نماز کا ثابت نہین بدون خروج وقت کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کیوقت تو ضرور ہی کہ ظہر کا وقت گذر جاے چنانچہ سراج وہاج مین مذکور ہی

ہم تو مراد یہہ ہی کہ ایسے وقت مین پاک ہو کہ ضرور ہو وقت مین اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا اور یہہ مراد نہین کہ نماز کے اول وقت
مین پاک ہوا اور اسقدر زمانہ گذر جاوی جیسا کہ بعضو غلط سمجھے ہین ہرچند مصنف کی عبارت عام ہی لیکن مراد یہی ہی جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطی مخصوص کر کے
ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سی جماع کے حق مین ہے نہ قرآن پڑہنے کے حق مین کذا فی الطحطاوی
من الحموی عن البرجندی قید مین ہی کہ اگر حیض بند ہوا دش دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سی کم مین خون بند ہوا یا تین
دن سی زیادہ عادت سی کم یا عادت کے موافق بند ہوا اور پہر جاری ہوا دش دنکی مدت مین تو اوسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتداۃ ہو خواہ
معتادہ انتہی وهل تعتبر التحريمة في الصوم ام لا اور کیا صوم مین بہی تحریمہ معتبر ہے یا نہین جواب یہہ ہی کہ صحیح تر قول مین معتبر نہین یعنی اگر قبل
صبح کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کیواسطی اسقدر زمانہ شرط ہے رات کا جسمین نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم مین کچھ فرق نہین سوا تحریمہ
کے تو نماز مین تحریمہ معتبر ہو اور صوم مین معتبر نہین وهي من الطهر مطلقا اور وہ یعنی تحریمہ طہر اور پاکی مین داخل ہے نہ حیض مین ہر صورت خواہ
انقطاع اکثر مدت سی ہوا ہو خواہ اقل سی کذا فی الحلبی ولكن الغسل لو لأكثره ولا فمن الحيض فتقضي مطلقا ان بقي قدر الغسل والتحريمة
ولو لعشرة فقدر التحريمة فقط لانه بدأ ايامه على عشرة فليحفظ اور اسیطرح غسل بہی طہر مین داخل ہی اگر حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا
نہین تو وہ حیض مین داخل ہے تو عورت نماز قضا کرے مطلقا اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تا کہ حیض کے ایام دش سی زیادہ نہوجاوین
سو اسکو یاد رکہنا چاہیے یعنی اگر اکثر مدت مین انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض مین شمار نہوگا ورنہ ایام حیض کے دش سی زیادہ ہو جاوینگی اور یہہ شرع
سے ثابت نہین ووطؤها يكفر مستحله كما جزم به غير واحد اور جماع کرنا حائض سی کافر ٹہراتا ہی اوسکی حلال سمجہنے والیکو چنانچہ اس تکفیر پر ایک نے
نہین بہت فقہانے یقین کیا ہی از انجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہے کذا فی الطحطاوی وكذا مستحل وطئ الدبر عند الجمهور
مجتبى اور اسیطرح وطی دبر کا حلال سمجہنے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی المجتبی ہم حلال عورت کی دبر مراد ہی اور غلام وغیرہ کی دبر مین ظاہرا
یہہ تاویل کا مدار جاری نہین کذا فی الطحطاوی وقيل لا يكفر في المسئلتين وهو الصحيح خلاصة وعليه المعول لانه حرام لغيره ولما يجيء في
المرتد انه لا يفتى بتكفير مسلم كان في كفره خلاف ولو رواية ضعيفة اور بعضون نے کہا کہ حلال سمجہنے والیکو کافر کہنا نچاہیے دونون مسئلون
مین اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصہ اور اسی قول پر اعتماد ہے اسواسطی کہ وہ اپنے غیر کے سبب سی حرام ہے یعنی حیض اور براز کی نجاست کیوجہ سی اور اسلیے
کہ باب المرتد مین آویگا کہ فتوی نہین دیا جاتا اوس مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر مین عالمون کا خلاف واقع ہو اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو ہم حرام لغیرہ کے
مستحل کی تکفیر پر فتوی نہین بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہی جبکہ اوسکی حرمت دلیل قطعی سی ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سی ثابت ہو یا
حرام لعینہ اخبار احاد سی تو اوسکی حلت کا معتقد کافر نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم هو كبيرة لو عامدا مختارا عالما بالحرمة پہر معلوم کرنا چاہیے
کہ جماع کرنا حیض مین گناہ کبیرہ ہے اگر دانستہ ہوا اپنے اختیار سی حرمت کو جان بوجہکر لا جاهلا او مكرها او ناسيا گناہ کبیرہ نہین اگر اسکی حرمت کو
نہ جانتا ہو یا نہ اختیار ہو کسیکے مجبور کرنے سی یا حیض کو بہولکر جماع کیا ہو فتلزمه التوبة جب گناہ کبیرہ ہوا تو اسکے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہے
ويندب تصدقه بدينار او نصفه اور مستحب ہی اسکو صدقہ دینا ایک دینار یا نصف دینار کا ہم دینار ساڑہی چار ماشی سونے کا ہوتا ہی ابو داؤد
سنن کی ابن عباس سی ایک روایت لکہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے حائض سی جماع کیا اول خون مین اور حالانکہ خون سرخ
ہی تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون مین جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہی تو نصف دینار خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول
ومصرفه كزكاة اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہی وهل على المرأة تصدق قال في الضياء الظاهر لا اور کیا عورت
پر بہی خیرات کرنا مستحب ہی ضیا مین کہا کہ ظاہرا عورت پر یہہ حکم نہین ہے ودم استحاضة حكمه كرعاف دائم وقتا كاملا اور استحاضہ کے خون
کا حکم نکسیر دائمی کی مانند ہی کہ نماز کے پورے وقت مین جاری ہو ہم خون استحاضہ چند قسم ہی ایک وہ جو اقل حیض سی کم ہو ۲ یہہ کہ اگر حیض کی

زیادہ ہو ۳ یہہ کہ حیض مبتداٗہ سے زیادہ ہوا اور اوسکا حیض دس روز کا ہی ہر مہینے مین ۴ یہہ کہ نفاس مبتداٗہ سے زیادہ ہوا اور اوسکا نفاس چالیس دن کا ہے ۵ یہہ کہ حیض اور نفاس کی عادت سے زیادہ ہوا اور دونون کی اکثر مدت سے تجاوز کر جاوے ۶ حاملہ کا خون کذا فی الحموی اور آئسہ اور صغیرہ اور مریضۃ الرحم کا خون اسی قسم کا ہے کذا ذکرہ ابو السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہہ ہے کہ اوسمین بو نہین ہوتی اور حیض کے خون مین بدبو ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لا یمنع صوماً و صلوٰۃ و لو نفلاً و جماعاً لحدیث توضئی و صلی وان قطر الدم علی الحصیر خون استحاضہ مانع نہین صوم اور صلوٰۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہو اور جماع کا مانع نہین بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو کیا کر اور نماز پڑہا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے ہم حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہے اور صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی الفتح ق

النفاس لغۃ ولادۃ المرأۃ و شرعاً دم فلو لم تره هل تكون نفساء المعتمد نعم بخرج من رحم نفاس لغت عرب مین عورت کا جننا ہے اور اصطلاح شرع مین نفاس وہ خون ہے جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پہر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکہے کیا وہ نفاس والی ٹہریگی یا نہین جواب یہہ ہے کہ ہان معتمد قول یہی ہے کہ وہ زچا ہے ہم تو اسپر غسل واجب ہے احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی نہین کذا فی البحر فلو ولدته من سرته ان سال الدم من الرحم فنفساء والا فذات جرح وان ثبت له احکام الولد پہر اگر عورت لڑکا جنی اپنی ناف سے اسطرح کہ ناف مین زخم تہا وہ پہٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچا ہے اور اگر خون وہان سے جاری نہین ہوا تو وہ عورت زچا نہوگی زخم والی ٹہریگی اگرچہ اوس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگی ہم احکام مولود کے یہہ ہین کہ اوسکی مان کی عدت منقضی ہوگی اور وہ ام ولد ٹہریگی اور اوسکی طلاق اگر ولادت پر معلق ہوگی تو اوسکی پیدایش سے واقع ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ عقب ولد او اکثرہ ولو متقطعاً عضواً عضواً ... لڑکا پیدا ہونے یا اکثر یعنی نصف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر نکلا ہو لا اقلہ فتتوضأ ان قدرت ... ولا تؤخر فتأثم ... نفاس ثابت نہین کمتر مولود کے نکلنے سے یعنی اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت ... زچا نہین ... وضو کرے اگر ... نہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑہے اور نماز کو تاخیر نکرے تو اب کون عذر باقی ہے تاخیر یا ترک نماز کا جنکے سبب تم مشغول ہو یعنی جب ایسی سخت حالت مین عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہین تو تندرست توانا مرد کو یہان عذر باقی رہا ہم عورت مذکورہ کو یون نماز پڑہنا چاہیئے کہ ... ہانڈی یا گڑہا کہود لے اور بیٹہکر نماز پڑہے تاکہ لڑکے کو تکلیف نہو کذا فی الطحطاوی وحکمه كالحيض في كل شيء الا في سبعة ذكرتها في الخزائن و شرحي الملتقی اور نفاس کا حکم حیض کی مانند ہی ہر چیز مین مگر سات چیزون مین جنکو مین نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح مین ذکر کیا ہے ہم وہ سات چیزیں یہ ہین بلوغ اور استبرا اور عدت اور یہہ کہ اقل نفاس کی کچھ حد نہین اور اکثر نفاس چالیس دن کا ہوتا ہے اور نفاس صوم کفارہ کی تتابع کا قاطع ہے اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق بدعت مین فصل واقع نہین ہوتا کذا فی الحلبی منها انه لا حد لاقله منجملہ اون سات چیزون کے ایک چیز یہہ ہے کہ اقل نفاس کی کچہہ حد مقرر نہین الا اذا احتیج الیه لعدۃ كقوله اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی فقدره الامام بخمسة و عشرین یوماً مع ثلث حیض ... والثانی ... مسئلة اقل نفاس کی حد نہین مگر جبکہ عدت کیواسطے اوسکی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول مین کہ اوسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب تو جنے تو تجہکو طلاق ہے پہر اوس عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظم نے اقل مدت نفاس کی پچیس دن کی ٹہرائی ہے تین حیضون کے ساتہہ اور ابو یوسف نے گیارہ دن کی اور محمد نے ایکساعت کی مدت ٹہرائی ہے ہم یہان امام کے قول پر فتوی ہے کذا فی النہر تو اگر عورت نے ولادت سے ۸۵ دن کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام کے نزدیک اوسکی تصدیق ہوگی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے نفاس اور حیض کے مابین مین اور تین حیضون کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضون کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابو یوسف کے نزدیک ۶۵ دن مدت تصدیق کے ہین گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض نو دن کے اور مابین دو طہر ۳۰ دن کے

اور محمد کے نزدیک اونسے مدت تصدیق کے ۲۵ دن اور ایکساعت ہی ایکساعت نفاس کی اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض نو دن کے اور مابین کے
طہر کے ۳۰ دن کذا فی الطحطاوی و الکثرۃ اربعون یوماً کذا رواہ الترمذی وغیرہ ولان الکثرۃ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی
۴۰ دن ہین اسیطرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہار چند ہی ہم اکثر حیض دس دن کا ہی تو اوسکا
چوگنا ۴۰ دن ہوئی چہار چند ہونیکی یہہ وجہ ہی کہ چار مہینے کے بعد بچے مین جان پڑتی ہے تو اوسوقت سی حیض کا خون اوسکی غذا ہوتا ہی اور پہلے جو
چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہوکر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علی الکثرۃ استحاضۃ لو مبتدأۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنی
۴۰ دن سی وہ استحاضہ ہی اگر وہ عورت مبتدأہ ہے یعنی پہلی پہل جنی ہی اوسکی عادت مقرر نہین ہوئی اما المعتادۃ فترد لعادتھا اور عادت
والی زچا تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی یعنی اگر اوسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہی اور خون ۵۰ دن جاری رہا تو ۳۰ دن نفاس کے ہین
اور باقی استحاضہ ہی وکذا الحائض اور اسیطرح حائضہ کا حکم ہی یعنی اگر مبتدأہ مین دس دن سی زیادہ خون جاری ہوا تو زائد استحاضہ ہی اور عادت والی
تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علی الکثر فیہما او قبلہ فالکل نفاس و کذا الحیض ان ولیہ طہر تام پہر اگر خون
بند ہوگیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس مین نفاس ہی اور حیض مین تمام حیض ہی اگر ہر ایک نفاس اور حیض کے بعد پوری
طہر کا یعنی پندرہ دنکا اتصال ہوا والا فعادتھا اور اگر ایسا نہین ہی یعنی اگر اس خون کے بعد پندرہ دن کا طہر نہوا تو عادت کے موافق نفاس
اور حیض ہے اور عادت سی زیادہ استحاضہ ہی ہم حیض کیصورت یہہ ہی کہ عورت کی عادت تہی ہر مہینے مین مثلاً پانچ دن کی سوا اوسکو چہہ دن خون آیا تو
چہہ دن حیض کا ہے پہر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پہر خون آیا تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر پندرہ دن طہر رہا تو
اب چہہ دن کی اوسکی عادت ٹہریگی اور نفاس کیصورت یہہ ہی کہ اوسکی عادت تہی ہر نفاس مین ۳۰ دن کی پہر اوسکو ایکبار ۴۲ دن خون آیا پہر چودہ دن
طہر رہا پہر خون آیا تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی اور یوم زائد پندرہ دن کے طہر مین شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنتقل بمرۃ
بہ یفتی وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہی اور بدلجاتی ہی ایکبار سی اسی قول پر فتوی ہی اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر
کی ہماری شرح مین ہی ہم مثلاً مبتدأہ کو چار دن خون آیا یہہ اوسکی عادت ٹہری پہر جبکہ پانچدن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹہری پہلی عادت
بدلگئی دوبار ایک طرح آنا اثبات اور انتقال عادت مین ابو یوسف کے نزدیک شرط نہین اسی قول پر فتوی ہی اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہین
ہوتی بدون دوبار کے والنفاس لام توأمین من الاول وان کان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچون کی مان کا نفاس
پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توأمین وہ دو بچے ہین جنکے مابین مین آدہی برس سی کم زمانہ ہے یعنی اسواسطے کہ ولد اول سی انفتاح
رحم ظاہر ہوا تو اوسکے بعد کا خون نفاس ٹہریگا وکذا الثلثۃ ولو بین الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسیطرحکا حکم تین بچون کا اگرچہ
مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سی زیادہ زمانہ ہوگیا ہو صحیح تر قول مین یعنی اول اور ثانی مین اور ثانی اور ثالث مین نصف سال سی
کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونیکا اصح قول مین کچہہ اعتبار نہین مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد
آیا اگر ۴۰ دن سی پہلے ہی تو وہ ولد اول کا نفاس ہی پوری ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے بعد استحاضہ ہی تو عورت غسل کرے اور نماز پڑہے بمجرد وضع
ثانی کے وہو الصحیح انتہی وانقضاء العدۃ من الاخیر اتفاقاً لتعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی ہونا پچھلے بچے سے ہی بالاتفاق بسبب متعلق
ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہوجانے سی وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید او رجل او اصبع او ظفر او شعر ولا
یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوماً ولد حکماً اور سقط یعنی جو پیٹ سی ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہوگئی چنانچہ ہاتہہ یا پانو
یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہی حکم شرع مین شارح نے کہا کہ سقط کے سین مین تینون حرکات زبر زیر پیش لغت مین جائز ہین اور وہ بمعنی مسقوط
کے ہی اور ظہور اعضا نہین ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ہم بحر الرائق مین ہی کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتہہ حق ہی لفظاً و معنیً اسواسطے کہ

سقط ظہر بعض خلقہ ... مشغول نہیں ... اور منفصل ہو تو سقوط ولد ہو جاوے گا اب اگر جاتی رہی یا اُسکو کوئی گرا دے فتصیر المرأۃ بہ نفساء ... والامۃ ام ولد ویحنث
بہ فی تعلیقہ وتنقضی بہ العدۃ جبکہ سقط ظاہر الخلقت ٹھہرا تو عورت اوسکی سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاوے گی اور مرد اوسکی سبب اپنی
تعلیق میں قسم توڑنیوالا ٹھہریگا اور اُس سے عدت منقضی ہو جاویگی ہم لونڈی اُسوقت ام ولد ٹھہریگی جبکہ اوسکا مولیٰ دعوی کرے کہ یہہ میرے نطفہ سے
ہے اور تعلیق کی یہہ صورت ہے کہ طلاق یا عتاق وغیرہ کو عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی سقط کے پیدا ہونے سے اور عدت حاملہ
کی عدت آخر ہوگی خواہ وہ بیبی ہو یا لونڈی یا اسکا شوہر مرگیا ہو کذا فی الطحاوی فان لم یظہر لہ شیء من خلقہ فلیس بشیء پھر اگر حمل ساقط میں کچھ صفت
سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہیں یعنی نفاس وغیرہ کا حکم اوس سے متعلق نہیں والمرئی حیض ان دام ثلثا وتقدمہ طہر تام والا استحاضۃ اور جو خون کہ اوسکی
بعد دیکھا جاوے وہ حیض ہے اگر جاری رہا تین دن اور اوسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنی پندرہ دن کا والا استحاضہ اور اگر ایسا نہیں یعنی تین دن جاری
نرہا اور پورا طہر مقدم نہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہیں ہوا تو وہ خون استحاضہ ہے ولو لم یدر حالہ ولا عدد ایام حملہا ودام الدم
تدع الصلوۃ ایام حیضہا بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور یا اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اوسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہیں اور
مین گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنون کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہو گیا تو نماز کو چھوڑ دے اپنے حیض کے یقینی دنوں میں پھر نہا دھو کر
پھر نماز پڑھا کرے معذور کی مانند ولا یحد ایاس بمدۃ بل ہو ان تبلغ من السن ما لا یحیض مثلہا فیہ فاذا بلغتہ وانقطع دمہا حکم
بایاسہا اور محدود نہیں ناامیدی حیض کی پیری کیوجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنی ناامیدی یہہ ہے کہ عورت اتنی عمر کو پہنچے کہ ویسی عورت
کو اوسی عمر میں حیض نہ آتا ہو پھر عورت جبکہ اُس عمر کو پہنچی اور خون اوسکا بند ہو گیا تو اوسکے ایاس کا حکم ہوگا ہم حلبی محشی نے کہا کہ یہہ امام سے روایت
ہے اور حکم ایاس کا فائدہ یہہ ہے کہ اوسکی عدت مہینوں سے ٹھہرے گی اگر اثنا عدت میں خون نمود نہوا فما رأتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد
بالاشہر وتفسد النکاح پھر جو خون کہ دیکھا اوسنے انقطاع کے بعد وہ حیض ہے تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینوں سے اور نکاح فاسد ہو جاوینگے ہم
طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہے اور ایاس میں تین مہینوں سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینوں کی عدت باطل ہو گئی اب حیض سے عدت کرنا
چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہوا کہ عدت کے اندر نکاح واقع ہوا وہ جائز نہیں وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوی فی زماننا
وغیرہ تیسیرا اور بعضوں نے کہا کہ ایاس کی مدت پچاس برس کے ساتھ محدود ہے اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اسی پر فتوی ہے ہمارے زمانے میں جیسا کہ
مجتبی وغیرہ میں ہے آسانی کیواسطے وحدہ فی العدۃ بخمس وخمسین قال فی الضیاء وعلیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ میں پچپن
برس کی حد ایاس بیان کی ہے ضیاء میں کہا اور اسی قول پر اعتماد ہے وما رأتہ بعدہا ای بعد المدۃ المذکورۃ فلیس بحیض فی ظاہر المذہب
الا اذا کان دما خالصا فحیض حتی یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتی لا تفسد الانکحۃ وہو المختار
للفتوی جوہرۃ وغیرہا وتحقیقہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکھے گی مدت مذکورہ کے بعد یعنی پچپن برس کے بعد وہ حیض نہیں ہے ظاہر مذہب میں
مگر جبکہ خون خالص ہو تو وہ حیض ہے تو باطل ہو جاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینوں سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے نہ بطلان سے
نہ بعد تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہوگا بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کیواسطے مختار ہے چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہا میں ہے اور
ہم آگے اسکی تحقیق ذکر کرینگے باب العدۃ میں وصاحب عذر من بہ سلس بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن او انفلات ریح او
استحاضۃ او بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرۃ اور صاحب عذر یعنی معذور وہ شخص ہے جسکو
سلس البول کی بیماری ہو یعنی جسکا پیشاب ہر وقت جاری ہو اسطرح کہ اوسکو روک نہیں سکتا یا اوسکا پیٹ چلتا ہو یعنی دست آنے میں یا ریح نہیں تھم سکتی
یا استحاضہ ہو یا اوسکی آنکھ میں جوش ہے یعنی درد کے ساتھ یا آنکھ چندھی ہے کیونکہ بصارت ضعیف ہے یا گوشہ چشم میں ناسور ہے ... اسیطرح جو پیپ یا پانی
بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان اور پستان اور ناف سے نکلے وہ بمنزلہ عذر ہے ہم جو مثل چشم اور ناسور وغیرہ میں ... اور پانی کا ...

مانند شرط ہے عذر کی ابتدا میں استیعاب عذر کا تمام وقت صلوٰۃ مفروضہ پر بان لا یجد فی جمیع وقتہا زمنا یتوضأ و یصلی فیہ
خالیا عن الحدث بشرط کہ ہمیشہ عذر اوسکا نماز فرض کے تمام وقت کو ایسا گہیرے کہ نماز کے سارے وقت مین ایسا زمانہ نہ پائے جسمین وضو کر کے اور
نماز پڑہے حدث سے خالی ہوکر ولو حکما لان الانقطاع الیسیر ملحق بالعدم اگرچہ استیعاب اور احاطہ عذر کا حکمی ہو نہ حقیقی اسواسطے کہ تہوڑا سا
منقطع ہو جانا عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہے ہم استیعاب حکمی کی یہہ صورت ہے کہ اسقدر انقطاع قلیل ہو کہ اوسمین اداے نماز اوس سے خالی ہوکر
نہو سکے کذا فی الطحاوی وہذا اشتراط العذر فی حق الابتداء اور یہہ یعنی استیعاب عذر کا نماز کے تمام وقت مین شرط ہی عذر کے شروع ہونے
کے حق مین یعنی ثبوت عذر اولاً اسیطرح ہوتا ہی وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرۃ اور عذر باقی رہنے کے حق مین عذر کا
پایا جانا وقت نماز کے کسی جزء مین کفایت کرتا اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنی ایکبار کا وجود کافی ہے نہ استیعاب وفی حق الزوال یشترط استیعاب
الانقطاع تمام الوقت حقیقۃ لانہ الانقطاع الکامل اور عذر جاتے رہنے کے حق مین استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت مین حقیقتاً
شرط ہے اسواسطے کہ انقطاع کامل یہی ہے ہم انقطاع حقیقی یہہ ہے کہ تمام وقت مین اصلا عذر کا اثر معلوم نہو پہر اگر انقطاع کامل کے بعد دوسرے
وقت مین عذر موجود رہا تو وہ پہر صاحب عذر ٹہریگا اور نہین تو نہین کذا فی الطحاوی وحکمہ الوضوء لکل فرض
اور حکم معذور کا وضو کرنا ہی ہر نماز فرض کے وقت نہ دہونا کپڑے کا اور مانند اوسکی یعنی بدن اور مکان کا ہم وضو سے مراد طہارت ہی خواہ وضو
سے ہو خواہ تیمم سے اور فتویٰ اسپر ہے کہ اگر یہہ حالت ہو کہ جو کپڑا دہویا جاے تو نماز کے فراغت ہونے سے پہلے وہ ناپاک ہو جاے تو اب کپڑا دہونا لازم
نہین اور اسیطرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحاوی واللام للوقت کما فی لدلوک الشمس حرف لام کا لکل فرض مین وقت کیواسطے ہی چنانچہ قران
مجید مین لدلوک الشمس کا لام وقت کیواسطے ہی یعنی نماز کو قائم کر سورج ڈہلنے کیوقت چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کیلئے نکلتا تہا اگرچہ
ایکوقت مین چند فروض ہون لہذا شارح نے جواب دیا کہ حرف لام کا یہان وقت کیواسطے ہے ثم یصلی بہ فیہ فرضا ونفلا فدخل الواجب
بالاولی پہر نماز پڑہے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولے داخل ہے یعنی جبکہ نفل باوجودیکہ ضرور نہین جائز ہی
تو واجب بطریق اولے جائز ہے فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتی لو توضأ علی الانقطاع ودام الی خروجہ لم یبطل
بالخروج ما لم یطرأ حدث آخر او یسیل پہر جبکہ وقت گیا تو وضو باطل ہوگیا یعنی اگلا حدث ظاہر ہوگیا یعنی ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہے
خروج وقت سبب نہین تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہو جانیکے وقت پہر وہ انقطاع دائم بنا رہا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو
باطل نہوگا وقت کے خارج ہونے سے جبتک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہو یا عذر سابق جاری نہو ہم اسصورت مین خروج وقت سے اسواسطے
وضو باطل نہوا کہ سیلان کیوقت وضو نہین کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا کمسئلۃ المسح علی الخف یہہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہے
یعنی اگر عذر کیوقت وضو کر کے موزہ پہنا تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہے اور خروج وقت سے بعد نزع خف مسح روا نہین اور اگر انقطاع عذر
مین وضو کیا اور موزہ پہنا تو غیر معذور کی مانند ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہے وانما [illegible]
لیصلی العید او الضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظہر وقت کی قید نے [illegible] اگرچہ عید یا چاشت یا مباح
کو وضو ہو تو وضو باطل نہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہو جانے سے یعنی یہہ جو مصنف نے کہا کہ خروج وقت سے باطل ہی سو وقت سے مراد نماز فرض کا
کا وقت ہی اور طلوع کے بعد تا نصف النہار کوئی نماز فرض کا وقت نہین تو یہہ وقت خروج ظہر تک باطل نہو وضو ثابت نہوگا [illegible] مسائل شتی
[illegible] جانتا ہو کہ ان لا ینقطع [illegible] الصلوٰۃ ولا [illegible]
[illegible] کہ [illegible] نجاست روان ہوئی تو اوسکو اوسکا [illegible] ہوتا جائز ہی [illegible] ہو کہ اگر اوسکو
[illegible] پہلے اور [illegible] پاک نہو [illegible] پہلے تو وہ [illegible] ترک کرنا جائز نہین یہی قول پسندیدہ ہی

تو وہ بچھونا بچھاوے ولکنہا لا یبسط فیہا الا تنجس فوراً لہ ترکہ اور اسطرح وہ مریض ہے کہ نہیں بچھاتا کپڑے کو مگر فوراً ناپاک ہو جاتا ہے تو اسکو ترک فرش جائز ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زمین پر پاک مکان نہیں پاتا ہے نماز کیواسطے اور اگر اپنا پاک کپڑا بچھاتا ہے تو اسکو زخمون کی نجاست مانع سے قبل نماز ناپاک ہو جاتا ہے تو اب اسکو ترک بسط ثوب جائز ہے فوراً سے مراد ظاہراً قبل اتمام نماز ہے کذا فی الطحطاوی والمعذور انما تبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضأ لعذرہ ولم یطرأ علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی نہیں رہتی وقت مین مگر دو شرطون سے ایک یہ کہ جب وضو کیا اپنے عذر کے سبب سے اور دوسری یہ کہ اسپر اور حدث طاری نہوا ہو اما اذا توضأ لحدث آخر وعذرہ منقطع ثم سال او توضأ لعذرہ ثم طرأ علیہ حدث آخر بان سال احد منخریہ او جرحیہ او قرحتیہ ولو من جدری ثم سال الآخر فلا تبقی طہارتہ لیکن جبکہ وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اوسکا عذر سابق بند ہی تھا پھر اوسکا عذر روان ہوا یا وضو کیا اپنے عذر معلوم کے سبب سے پھر اوس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اسطرح پر کہ اوسکا ایک نتھنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ وہ چیچک کا ہو پھر دوسرا نتھنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہو گیا تو طہارت اوسکی باقی نرہی ہم پہلی صورت مین نقض وضو عذر تہا سو اسطے ہوا کہ وضو عذر کیوجہ سے نہوا تھا بلکہ اور وجہ سے واقع ہوا تھا چنانچہ منیہ اور اوسکی شرح مین ہے اور اگر دونون نتھنے یا دونون زخم ساتھ ہی جاری ہوئے پھر ایک بند ہو گیا تو اوسکا وضو باقی ہے جبتک کہ وقت نماز کا باقی ہے کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کہتے ہیں یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلاتہ مومیاً واجب ہے ہٹانا اور روکنا اپنے عذر کا یا اوسکا کم کرنا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ کرکے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہو سکے ہم یعنی اگر عذر ہٹ سکتا ہو تو اوسکو ہٹا دے نہیں تو کم کر دے بحرالرائق مین ہے کہ جب معذور قادر ہو روکنے سیلان پر پٹی باندھنے یا روئی اندر کرنے سے یا اگر بیٹھ کر پڑھے تو سیلان بند ہو تو روکنا واجب ہے یعنی فرض ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اگر کھڑے ہونے سے سیلان ہوتا ہے اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان تر ہے حدث کے ساتھ نماز پڑھنے سے وبردہ لا یبقی صاحب عذر اور عذر کے روک دینے سے وہ شخص معذور باقی نرہیگا یعنی تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض برخلاف حیض والی عورت کے یعنی اگر حائض حیض کا سیلان روکدے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ وہ معذور کی مانند ہے اور بعضون نے کہا کہ حائض کی مانند ہے طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات مین داخل ہے تو قول ثانی ضعیف ہے ولا یصلی من بہ انفلات ریح خلف من بہ سلس بول لانہ معہ حدث ونجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جسکی ریح جاری ہے پیچھے اوس شخص کے جسکا پیشاب نہین تھمتا اسواسطے کہ امام مین دو عذر ہین ایک حدث اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی مین ایک ہی عذر ہے حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہ باب ہے نجاستون اور ناپاکیون کے احکام مین ہم جبکہ نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اوسکو پاک کرنیکا بیان شروع ہوا اور حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہے کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہے بالاتفاق اور اوسکا وجوب ازالہ کسی عذر سے ساقط نہین برخلاف نجاست حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وهو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفاً یختص بالاول الانجاس جمع ہے نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب مین شامل ہے ناپاک حقیقی اور حکمی کو اور عرف مین اول یعنی حقیقی کو خاص ہے ہم نجس بفتح جیم مخصوص ہے نجاست ذاتیہ سے اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونون مین مستعمل ہے تو وہ عام ہے مطلقاً تو گوبر اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونون کہینگے اور جس کپڑے مین نجاست لگ گئی اوسکو نجس بفتح جیم نہ کہینگے بلکہ اوسکو نجس بکسر جیم بولینگے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ اور حدث نجاست حکمی کے ساتھ مخصوص ہے اور ازالہ حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے فرض ہے اگر بقدر مانع صلوۃ ہو اور اوسکا ازالہ بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کشف عورت شدید تر ہے تو اگر کشف عورت لوگون کے سامنے کریگا تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح مین مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصراً [illegible]

حقيقية عن محلها ولو بالماء او بالكل مع المطعومات لا يجاوز ولو مستعملا كمت يوجد في الاصل جائز ہے دور کرنا نجاست حقیقی کا اوسکے مقام سے یعنی جہاں
وہ لگی ہے اگرچہ محل نجاست برتن یا کھانے کی چیز ہو چنانچہ روٹی یا لکڑی خواہ محل اوسکا معلوم ہو یا نہو پانی سے و جو کہ اگرچہ مستعمل پانی ہو اسیکا
فتوی دیا گیا ہے ہم طحطاوی مین خلاصہ سے منقول ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نرہا کہ کونسا ہے سو اوسنے کوئی کنارہ دہو ڈالا
بدون انکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار ہے و یجوز تطہیرها بالماء والمطاهرات يقلعونها بالعصر كل وما ورد حينئذ الزوجية تمنعها
وتذهب عين العطم يا اور جائز ہے رفع نجاست ہر ایک بہنے والی پاک چیز سے کہ نجاست کو اوکہاڑ ڈالے ایسی چیز ہے کہ نچوڑ جاوے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب
یہانتک کہ منہ کی رال سے تو چوہا اور انگلی اور پستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہے تین بار کے چاٹنے سے ہم گلاب اور سرکہ کی مانند آب باقلا اور آب
زعفران اور اشجار اور اثمار اور تربوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہے اور پستان نجس ہو جاتی ہے شیر خوار کی قے سے پھر اوسکو تین بار چاٹنے
اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف نحو اللبن كمرق لا تنعصر بالعصر برخلاف مثل دودہ کی چنانچہ تیل اسواسطے کہ وہ نجاست کو نہین دور
کرتا یعنی اپنی چکنائی کے سبب سے وما قيل ان اللبن وبول ما يؤكل لحمه مزيل بخلاف المختار اور یہہ جو بعضون نے کہا ہے کہ دودہ اور حلال جانور
کا پیشاب نجاست کا دور کرنیوالا ہے سو قول مختار کے مخالف ہے ہم یہہ قول غیر مختار ابو یوسف کا قول ہے ويطهر خف ونحوه كنعل تنجس
بنجس ذي جرم هو كل ما يرى بعد الجفاف ولو من غيرها كخمر وبول اصابه تراب به يفتى بدلك يزول به اثرها اور موزہ اور اسکی
مانند چنانچہ جوتا جوتا پاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے ایسی رگڑنے سے کہ اثر اوسکا اوس سے دور ہو جاوے جسم دار وہ نجاست ہے جو نظر
آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے ملکر خشک ہونیکے بعد نظر پڑے چنانچہ شراب اور پیشاب جسکو مٹی لگ گئی اسیکا فتوی دیا جاتا ہے ہم موزہ کی
قید اسواسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہین ہوتا مگر منی کے رگڑ ڈالنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے شراب اور پیشاب اگر بعد خشکی کے نظر
نہین آتا اگر مٹی سے ملکر جرم دار ٹھہریگا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جاویگا اثر سے مراد اوصاف ثلثہ ہین یعنی رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی
رہیگا تو پاک نہوگا رگڑنا خواہ زمین پر ہو خواہ ناخن اور لکڑی اور پتہر سے كذا في الطحطاوي والا جرم لها فيغسل اور اگر نجاست کا جرم نہو
تو موزہ اور مانند اوسکی دہویا جاوے یعنی تین بار خشک کرنیکے ساتھہ ایسا ہی بحر الرائق مین لیکن شرح نقایہ قہستانی سے منقول ہے کہ قول مختار یہہ ہے کہ
تین بار اوسپر پانی ڈالے اور چھوڑ دے یہانتک کہ ٹپکنا بند ہو جاوے ويطهر صقيل لا مسام له كمرآة وظفر وعظم وزجاج وآنية مدهونة
وخراطي وصفائح فضة غير منقوشة بمسح يزول به اثرها مطلقا به يفتى اور پاک ہوتا ہے صیقل دار یعنی کہونٹ والا جسمین مسام نہین چنانچہ
آئینہ اور ناخن اور ہڈی اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالہ چینی اور خرادی سخت چکنی لکڑی اور بے نقش چاندی کے پتر
پونچھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نرہے خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسیکا فتوی دیا جاتا ہے ہم پونچھنا صیقلی چیز کا قول معتمد مین مطہر ہے
خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست تر ہو یا خشک كذا في الطحطاوي وتطهر ارض بخلاف نحو بساط بيبسها اي
جفافها ولو بريح اور پاک ہو جاتی ہے زمین اوسکی خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت ہوا سے خشکی حاصل ہو برخلاف فرش اور اوسکی مانند کے
کہ وہ پاک نہین ہوتا بدون پانی جاری کرنے کے ہم اگر زمین تر ہو تو بدون دہونیکے پاک نہوگی پھر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکھتی ہو
تو اتنا پانی اوسپر ڈالے کہ اوسکے پاک ہو جانیکا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈہالو ہو تو اوسکے اسفل مین گڑھا کھودے اور زمین پر پانی
ڈالے جب گڑھے مین پانی جمع ہو تو اوسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہے تو اوسکا دہونا ممکن نہین بلکہ اوسکو کھود کر نیچے کی مٹی
اوپر اور اوپر کی نیچے کر دے اور گچ کی زمین ہو تو اوسپر پانی ڈالے پھر اوسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اوسکا خشک کر لے
تین بار اسطرح کرے اور اگر بہت سا پانی اوسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نرہے پھر اوسکو چھوڑ دے کہ خشک ہو جاوے تو پاک ہو جاویگی
كذا في الطحطاوي عن السراج والخلاصة والمحيط وذهاب اثرها كلون وريح لاجل صلوة عليها لا لتيمم بها اور نجاست کا اثر جانا

نہیں ہوتا ہے پھر شبہ کیونکر ہو سکتا ہے اور ہمیں سے یہ ہم کہ نجاست کا اثر جیسا کہ رنگ یا بو یا مزہ اسیطرح فرو ہو جانا ومکہا الطہارۃ
دلہ الطہور یعنی اسیطرح کی طہارت کے لئے زمین کا پاک ہونا شرط ہے نہ مطہر ہونا اور تیمم کیواسطے مطہر ہونا شرط ہے نہ فقط پاک ہونا وحکم
آجر کالارض مفروش والخص بالخاء المعجمۃ سترۃ السطح ونحوہا کالارض فی انہ یطہر کذلک ای کالارض فیطہر بالجفاف اور حکم میں اینٹ
مفروش اور اسکی مانند کا جیسا کہ کچی اینٹ فرش کی اور بانس اور نرکل یا لکڑی کی ٹٹی کا حکم اور اس درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہوا ہے
اسیطرح کا ہے یعنی زمین کی مانند ہے کہ پاک ہو جاتی ہیں یہ سب چیزیں نجاست کے خشک ہو جانے سے شارح نے کہا کہ خص بخاء معجمہ چھت کی اوٹ
ہے خص بضم خاء معجمہ وصاد مشدد گھر ہے بانس یا نرکل کا اور یہاں مراد وہ ستر یعنی اوٹ ہے جو چھتوں پر ہوتی ہے یعنی ٹٹیاں کھڑی کر کے
کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا الحکم ما کان ثابتا فیہا لاخذہ حکمہا باتصالہ بہا اور اسیطرح خشک ہونے سے طاہر ہو جاتی ہے وہ چیز جو زمین
پر ثابت اور قائم ہے جیسا کہ درخت اور اسواسطے کہ اوسکے متصل ہونے سے زمین کے ساتھ اوسنے زمین کا حکم پیدا کیا فالمنفصل یغسل
لا غیر الا حجرا خشنا کالرحی فکالارض تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہے جیسا کہ غیر مفروش اینٹ یا زینہ چوبی تو وہ دہونے سے پاک ہوتی ہے تو اسکے
سوا نہیں مگر کھردرا پتھر جیسا کہ چکی وہ زمین کی مانند خشک ہونے سے پاک ہوتی ہے ہم بحر الرائق میں ہے کہ چکنا پتھر تو بدون دہونیکے پاک نہیں ہوتا
ویطہر منی ای محلہ یابس بفرکہ ولا یضر بقاء اثرہ ان طہر راس حشفۃ کان کان مستنجیا بماء اور خشک منی کا مکان پاک ہو جاتا ہے
ملنے سے اور اوسکے اثر کا باقی رہنا کچھ ضرر نہیں کرتا بشرطیکہ سر ذکر پاک ہو اسطرح کہ پانی سے استنجا کیا ہو ہم ملنا اسصورت میں کافی ہے جبکہ
راس ذکر طاہر ہو اسطرح کہ پیشاب کیا اور مخرج سے متجاوز نہوا یا متجاوز ہوا اور پانی سے استنجا کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی اولج
فنزع فانزل لم یطہر الا بغسلہ لتلوثہ بالنجس انتہی ای برطوبۃ الفرج فیکون مفرعا علی قولہما بنجاستہا اما عندہ فہی طاہرۃ
کسائر رطوبات البدن جوہرۃ اور مجتبی میں ہے کہ ذکر فرج میں داخل کیا پھر خارج کیا پھر انزال ہوا تو یہ خشک منی طاہر نہوگی بدون دہونیکے
بسبب بھر جانے ذکر کے نجاست سے انتہی کلام المجتبی یعنی ناپاکی ہوئی فرج کی رطوبت سے تو یہ مجتبی کا قول متفرع ہے صاحبین کے قول پر کہ
اوسکی رطوبت ناپاک ہے لیکن امام اعظم کے نزدیک تو وہ پاک ہے جیسے بدن کی باقی رطوبات جیسا کہ تھوک اور رینٹ اور پسینا پاک ہیں ولو لم
یکن یابسا او لا راسہا طاہرا فیغسل کسائر النجاسات ولو دما عبیطا علی المشہور اور اگر منی خشک نہو یا سر حشفہ پاک نہو تو دہوئی
جاتی ہے جیسے اور ناپاک چیزیں دہوئی جاتی ہیں خشک ہوں یا تر اگرچہ تازہ خون ہو یہ جب قول مشہور کے ہم غیر مشہور مجتبی کا یہ قول ہے کہ اگر تازہ خون
کپڑے میں لگا اور خشک ہو گیا پھر اسکو چھیلا اور ملا تو کپڑا پاک ہو گیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بلا فرق بین منیہ ولو رقیقا
لمرض بہ ومنیہا ولا بین منی آدمی وغیرہ کما بحثہ الباقانی بدون فرق کے درمیان منی مرد کے اگرچہ وہ بیماری سے پتلی ہو گئی ہو
اور درمیان منی عورت کے اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور غیر آدمی کے جیسا کہ باقانی نے اسکو بحث کی راہ سے بیان کیا ہے نہ بروایت
نقل انسیہ ہم اور اسیطرح قہستانی میں بحث کی راہ سے آدمی اور غیر آدمی کی منی کو برابر کہا ہے اور نسیمی میں اسکو مصرح بیان کیا ہے حلبی نے کہا کہ
آدمی کی منی میں خلاف قیاس رخصت وارد ہے تو اوس پر غیر آدمی کا قیاس نہیں ہو سکتا کذا فی الطحطاوی ولا بین ثوب ولو جدیدا او مبطنا
فی الاصح وبدن علی الظاہر من المذہب اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا یا دوہرا ہو صحیح قول میں اور درمیان بدن کے
بنابر ظاہر مذہب کے ہم یعنی وہ صورت طہارت مخرج خشک منی ملنا اور تر منی دہونے سے پاک ہوتی ہے خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ
کپڑے پر ہو یا بدن پر ثم ہل یعود نجسا بالبلل بعد فرکہ المعتمد لا پھر دریافت کرنا چاہئے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونیسے پھر
ناپاک ہوتا ہے یا نہیں جواب دیا کہ ناپاک نہیں ہوتا معتمد قول میں وکذا کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع اور اسیطرح جس چیز کی طہارت کا حکم
ہو بغیر سیال چیز کے وہ تر ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہو جاتی ہے ہم مطہر غیر سائل جیسا کہ پونچھنا اور خشک ہونا اور ملنا وغیرہ کذا فی البحر الرائق میں ہے

اور اصل تصحیح اور اختیار طہارت کی ہر مسئلہ مین مختلف ہی مگر طہارت کا اعتبار ہر خصوص چیز کی اصل سے ہے جیسا کہ اصحاب متون نے اسکی تصریح کی ہی ہر مسئلہ مین
وقد افردت فی الخزائن المطهرات الی نیف وثلثین … وهبان فقلت … اور البتہ مین نے خزائن الاسرار مین مطہرات
کو تیس سے کچھ اوپر تک ذکر کیا … ابن وہبان کی نظم کو … وغسل … ومسح والجفاف … ونحت وقلب العین
والحفر یذکر … اور دھونا اور پونچھنا اور خشک ہونا پاک کرنے والا ہے اور چھیلنا اور ذات کا بدل جانا اور … کو یہ مطہرات مین ہم دھونا جیسے
مثلاً کپڑے مین اور پونچھنا صیقل دار مین اور خشکی زمین مین اور چھیلنا لکڑی … مین اور ذات کا بدل جانا … اور سور کے نمک ہو جانے مین اور …
مین ظاہر کرتا ہی … ودبغ وتخلیل ذکوة تخلل … وفرک ودلک … والدخول التغور … اور … کرنا … شراب کا نمک
وغیرہ ڈالکر اور ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ ہو جانا اور … منی کا … اور … غرض نجس مین پاک پانی کا اس قدر داخل
ہونا کہ وہ کچھ روان ہو جاے اور کنوئین کے پانی ناپاک کا زمین کے اندر گھسنا اور دھس جانا طاہر کرتا ہے … تصرفه فی البعض … ونزح …
ودخل غسل بعض … تصرف کرنا بعض مین … اور کنوئین کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگ مین جل جانا اور … اور بعض
کا دھونا اور … چیز مین نجاست نکال کر … کر دینا ہم تصرف بعض کا … اناج جب … پیدا ہوا ہو بیلون … روندنے سے تو
انکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہو جاتا ہے تو جب اوسمین کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہوگیا … کھانے … خواہ
خواہ خیرات کیواسطے فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر نصف سے کمتر روئی ناپاک ہوئی تو … پاک ہو جاویگی اور قہستانی مین ہی کہ تیل اور اسکی مانند
… ناپاک ہوا پھر اوسمین پانچوان حصہ پانی ڈالکر ابالا کہ پانی جل گیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہین کہ ناپاکی کہان ہی تو
… سے پاک ہو جاتا ہی … اوسمین … گیا … اوسکی … نکال …
… ہو جاتی … وتطهیر … ولا … اور پاک ہو جاتا ہی
ناپاک تیل … صابون بنا ڈالنے سے اسی قول پر فتوی ہی بوجہ بلوی یعنی … پانی سے … کیا اوسمین روئی
… کطهارة … یطهران … ذکره الحلبی چنانچہ …
ناپاک … کے بعد پاک ہو جاتا ہی اگر اوسمین نجاست کا اثر … کے بعد ظاہر نہین ہوا ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے
… حلبی شارح … کا اور دوسرا حلبی ابراہیم … رد المختار کا محشی … وعفا الشارع عن قدر درهم … فیجب
غسله … بقدر درہم کے معاف کر دی ہی اگرچہ اوسکے ساتھ نماز پڑھنا … بقدر درہم کے نجاست کا دھونا
واجب … سے مراد یہ ہی کہ قدر درہم کی نجاست کے ساتھ نماز … اور یہ مراد نہین … کیونکہ
… کراہت … ہی اور اگر نماز شروع کر چکا تو اوسکو دھونے کیواسطے نماز کا توڑنا جائز ہی کذا فی … ویکره …
… سے کم نجاست تو اوسکا دھونا مسنون ہی … واجب … قول … درہم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع …
… وقت مین … ہو تو دھونا افضل ہی … نماز … پانی … نجاست …
… مین تو بھی دھونا افضل ہے ورنہ نماز قطع نکرے … درہم سے زیادہ نجاست …
… والعبرة لوقت الصلوٰة لا لاصابة علی الاکثر … اور اعتبار نجاست کی مقدار مین نماز پڑھنے کے وقت کا ہی نہ نجاست لگنے کے وقت کا
اکثر علما کے نزدیک چنانچہ … مین ہی وهو مثقال … فی کثیف … وعرض مقعر الكف … رقیق
… یعنی درہم … ایک مثقال … نجاست … مین … بقدر …
… کے … نجاست مین … نجاست غلیظہ … درہم … نجاست غلیظہ ایک درہم

نجاست ہو بعضون نے درہم کے وزن کا اعتبار کیا مطلقاً اور بعضون نے مساحت کا اور ہندوانی نے دونون قولون مین توفیق دی اسطرح کہ اگر نجاست
گاڑہی ہے تو درہم کے وزن کا اعتبار ہے اور اگر پتلی ہے تو مساحت درہم کا اعتبار ہے بدائع مین کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہے اور زاہدی
اور حلبی نے اسیکو صحیح کہا ہے امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جسمین دو نص متعارض نہون صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین معاصرین اور اونکے
سابقین کا جسمین اختلاف نہو اور نجاست خفیفہ امام کے نزدیک وہ ہے جسمین دو نص متعارض ہون صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین کا اختلاف جس
غلیظہ کی تعریف مین اتنا زائد اور ہے کہ اسکے اجتناب مین بلوی یعنی حرج واقع نہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وکذا کل ما خرج منه موجباً لوضوء او غسل مغلظ
اور اسیطرح جو چیز کہ آدمی کے بدن سے نکلی وضو یا غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہے چنانچہ پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور قے
بشرطیکہ منہ بھر ہو اور خون بعض کا یہ سب نجس نجاست غلیظہ مین لیکن اس کلیہ پر ریح کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ناقض وضو ہے پر طاہر ہے وبول غیر
ماکول ولو من صغیر لم یطعم الا بول الخفافیش وخرؤها فطاہر اور چنانچہ جاندار غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیر خوار بچے کا پیشاب ہو
لیکن چمگادڑ کا پیشاب اور اوسکی بیٹ پاک ہے وکذا بول الفارة لتعذر التحرز عنه وعلیه الفتوی کما فی التاتارخانیہ اور اسیطرح چوہے کا پیشاب بھی یعنی معاف
ہے بسبب نہو سکنے بچاؤ کے اوس سے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ تاتارخانیہ مین ہے ہم حلبی نے کہا یہ معافی کپڑون اور طعام مین ہے نہ پانی مین براریہ اور
فتاوی قاضیخان مین چوہے کی نجاست کو ظاہر الروایہ کہا ہے لیکن ظاہر الروایہ پر فتوی مقدم ہے کذا فی الطحطاوی وسیجیء اخر الکتاب ان خرءها لا یفسد ما لم
یظہر اثرہ اور آخر کتاب مین آویگا کہ چوہے کی مینگنی ناپاک نہین کرتی جب تک اوسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا بو ہم روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر وہ سخت
ہو تو اوسکو نکال ڈالے اور روٹی کو کھا لے کہ وہ پاک ہے کذا فی البحر وفی الاشباه بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو وعلیه الفتوی اور اشباه مین ہے
کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنون کے سوا معاف ہے اور اسی پر فتوی ہے ودم مسفوح من سائر الحیوانات الا دم شہید ما دام علیه وما بقی فی لحم
مہزول وعروق وکبد وطحال وقلب وما لم یسل ودم سمک وقمل وبرغوث وبق اور نجاست غلیظہ ہے خون روان تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون
پاک ہے جبتک اوسکے جسم پر ہے اور جو خون کہ دبلی گوشت اور رگون اور کلیجے اور تلی اور دل مین باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہین اور مچھلی اور جون
اور پسو اور مچھر کا خون کہ یہ سب پاک ہین ہم جو خون کہ کلیجے وغیرہ مین باقی رہتا ہے وہ جاری نہین تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہو گیا تو استثنا کی کچھ
حاجت نہین زادہ فی السراج وکتان وهو کما فی القاموس کرمان دويبة حمراء لساعة اور سراج وہاج مین ہے اور خون کتان بروزن رمان کا چنانچہ
قاموس مین ہے چیونٹا سا کیڑا ہے سرخ رنگ بسیار گزندہ ہم شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہے واللہ اعلم فلیستثنی ایضاً عشرة تو حیوانات سے بارہ خون مذکور
مستثنی ہین کہ وہ ناپاک نہین وخمر وفی باقی الاشربة روایات التغلیظ والتخفیف والطہارة ورجح فی البحر الاول وفی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی
شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظہ ہے اور باقی مسکر شرابون مین تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف ہین بحر الرائق مین اول یعنی تغلیظ نجاست کی ترجیح ہے
اور نہر الفائق مین درمیان یعنی تخفیف کی ترجیح ہے ہم صاحب بحر نے منیہ کے اس مسئلے سے استدلال کیا ہے کہ اگر نماز پڑھی اور اوسکے کپڑے مین شراب مسکر سے
[illegible] نہین تو قول اصح مین [illegible] ہے حلبی نے کہا یہ نص ہے تخفیف نجاست مین تو صاحب [illegible] اسواسطے کہ فرع منصوص [illegible]
صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہے وخرء کل طیر لا یذرق فی الہواء کبط اهلی ودجاج اور نجاست غلیظہ جیسے بیٹ ہر ایک اوس پرندے کی جو
ہوا مین نہین اڑتا جیسے خانگی بط اور مرغی اما ما یذرق فیه فان ماکولا فطاہر والا فمخفف لیکن جو پرندہ کہ ہوا مین اڑکر بیٹ کرتا ہے تو اگر وہ حلال
ہے جیسے کبوتر اور چڑیا وغیرہ تو اوسکی بیٹ پاک ہے اور اگر حرام ہے تو اوسکی بیٹ ناپاک نجاست خفیفہ ہے چنانچہ باز اور شکرا اور چیل لیکن اونکی بیٹ سے کنوان ناپاک
نہوگا بسبب بلوی کی جہت سے یعنی اوس سے بچنا مشکل ہے کذا فی الطحطاوی وروث وخثی اور نجاست غلیظہ جیسے لید اور گوبر ہم بحر الرائق مین ہے کہ فضلہ
[illegible] لید کہتے ہین اور گائے بیل بھینس کو خثی یعنی گوبر کہتے ہین اور فضلہ اونٹ بکری کو بعر یعنی مینگنی اور فضلہ انسان کو رجیع یعنی
[illegible] مین افادہ بنجاسة [illegible] حیوان غیر الطیور مصنف نے لید اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاست کو جتا دیا سوا پرند کے

ہم بہتر یہ ہے تاکہ شارح نے کہا کہ تغلیظ نجاست پر آگاہ کرو یا وجہ افادہ یہ ہے کہ تغلیظ نجاست حلال جانوروں کے فضلے میں ثابت ہوئی تو حرام جانور میں بطریق
ثابت ہوگی بلکہ بطریق اولے کذا فی الطحطاوی وقالا مخففۃ اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر نجاست خفیفہ ہیں ہم صاحب بحر نے کہا کہ اس سے تعلق ہے
کہ کتا اور درندہ جانوروں کے گوہ کی نجاست غلیظہ ہونے میں امام اور صاحبین کا اتفاق ہے تو اختلاف نہیں مگر لید اور گوبر میں کذا فی الطحطاوی اسی سے
وفی الشرنبلالیۃ قولہما اظہر اور شرنبلالیہ میں ہے کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ علما کا اختلاف ہے نجاست اور طہارت میں اسی سے
خفت کا مورث ہوا اور عموم بلویٰ کے سبب سے بھی کہ راہیں اوس سے پر رہتی ہیں برخلاف حمار وغیرہ غیر ماکول اللحم کی پیشاب کے کہ زمین اوسکو جذب کر لیتی ہے
کذا فی الزیلعی وطہرہما محمد آخرا للبلوی وقال مالک اور محمد بن حسن نے لید اور گوبر کو آخر حال میں پاک کہا عموم بلوی اور مزید مشقت کے سبب
اور یہی ہے امام مالک کا جبکہ امام محمد خلیفہ کے ساتھ رے میں داخل ہوئے اور تکلیف اور مشقت لوگوں کی دیکھی کہ راہیں اور سرائیں اس سے پر ہیں تو حکم
ہوکر تخفیف کا پہلا قول ترک کر کے طہارت کے قائل ہوئے ولما صابہ من نجاسۃ غلیظۃ ونجاسۃ خفیفۃ جعلت الخفیفۃ تبعا للغلیظۃ احتیاطا
کما فی القہستانی اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹھہرائی جاویگی احتیاط کی راہ سے چنانچہ قہستانی
میں ہے یعنی خفیفہ اسصورت میں بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی تو اگر دونوں ملکر قدر درہم سے زائد ہوں تو نماز جائز نہوگی فرع اطلقوا النجاسۃ فی ظاہرہ
التغلیظ پھر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولیں تو ظاہر اطلاق کا تغلیظ نجاست پر دلالت کرتا ہے وعفی دون ربع جمیع بدن و
ثوب ولو کبیرا ہو المختار ذکرہ الحلبی ورجحہ فی النہر علی التقدیر بربع المصاب کیدوکم وان قال فی الحقائق وعلیہ الفتوی اور نجاست
خفیفہ معاف ہے تمام بدن اور کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو چنانچہ جامہ اور پگڑی ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق میں ترجیح
کہا ہے اوس چیز کے چوتھائی تقدیر پر جسکو نجاست لگ گئی ہے چنانچہ دامن اور آستین اگرچہ حقائق میں کہا ہے وعلیہ الفتوی یعنی بدن یا کپڑے کی جس کو
نجاست لگی اوسکی چوتھائی سے کم ہونے کی معافی پر فتوی ہے حقائق میں نہ تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیری میں ہے کہ یہی
صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبی اور سراج وہاج نے صحیح کہا ہے حلبی محشی بحر الرائق نے کہا کہ فتوی کا لفظ مقدم ہے مختار اور اصح کے لفظ پر
نجاسۃ مخففۃ کبول ماکول ومنہ الفرس وطہرہ محمد کم اندر چہارم کی معافی ہے نجاست خفیفہ سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب اور اسی سے ہے
گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد نے پاک کہا ہے ہم شیخین کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست خفیفہ ہے اور امام نے اوسکے گوشت
مکروہ جو کہا ہے تو اسواسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہے نہ اسواسطے کہ اوسکا گوشت ناپاک ہے وعلیہ من النتائج او خرء طیر غیر ماکول اور چنانچہ
غیر ماکول اللحم چڑیوں کی بیٹ نجس ہے خواہ وہ چڑیاں درندہ ہوں مثل باز شکرہ یا درندہ نہوں وقیل طاہر وصحح اور بعضوں نے اوسکو پاک
کہا ہے اور اوسکی تصحیح بھی بعضوں نے کی ہے ثم الخفۃ انما تظہر فی غیر الماء فلیحفظ پھر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت تو فقط پانی کے غیر میں ظاہر
ہوتی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے حلبی نے کہا اگر طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنواں نجس نہیں ہوتا
یہ مستثنے ہے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا وعفی دم سمک ولعاب بغل وحمار والمذہب طہارتہما اور معاف ہے خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدھے
کی اور صحیح مذہب اونکے طاہر ہونیکا ہے وبول انتضح کرؤس ابر اور معاف ہے پیشاب کہ چھینٹیں ہو کر لگا سوئیوں کے سروں کی مانند یعنی
سوئی کی نوک کی برابر ہو اگرچہ سیکڑوں ہوں وکذا جانبہا الآخر اور اسیطرح ہے چھینٹیں سوئی کی دوسری طرف کی مانند جو سوئی کا ناکا ہوتا
وان کثر باصابۃ الماء للضرورۃ اگرچہ پیشاب کی چھینٹیں بہت ہو جاویں پانی لگ جانے سے یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے یعنی اس سے بچنا
دشوار ہے لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح لان طہارۃ الماء آکد لیکن اگر پیشاب کی چھینٹ تھوڑے پانی میں پڑیگی تو اوسکو
ناپاک کر دیگی صحیح قول میں اسواسطے کہ پانی کی طہارت میں زیادہ تاکید ہے جوہرہ ہم پانی اسصورت سے نجس ہوگا جبکہ چھینٹ کا اثر پانی
ہو اسطرح کہ گرنے کے وقت پانی میں ظاہر ہو جاوے یا پانی ہلجاوے اور اسکا بچنا دشوار نہیں ہے چنانچہ قہستانی نے نہر سے نقل کیا باوجود

کنوئین مین پیشاب کی چھینٹ گر گئی تو ناپاک نہوگا کذا فے الحلبی و فی القنیۃ لو اتصل وانبسط وزاد علی قدر الدرہم ینبغی ان یکون کالدہن
النجس اذا انبسط اور قنیہ مین ہو کہ اگر پیشاب کی چھینٹین باہم ملگئین اور پھیل گئین اور درم کی مقدار سے زائد ہوگئین تو چاہیئے کہ ناپاک تیل کی
مانند مانع نماز ہون جبکہ وہ تیل پھیلجاتا ہو م یہہ اُسوقت نہین ہو جب گرنے کیوقت کپڑے پر نمودار ہو چنانچہ قہستانی مین ہو کہ مانی سی کذا فی الطحطاوی
عن الحلبی وطین شارع وبخار نجس وغبار سرقین ومحل کلاب وانتضاح غسالۃ لا یظہر مواقع قطرہا فی الاناء عفو اور کیچڑ شارع
عام یعنی بڑی راستہ کی اور ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کا غبار اور کتّون کے مقام کا اور چھینٹین وضو یا غسل کے پانی کی کہ اونکے قطرات کے مقامات
نمودار نہین برتن مین یہہ سب معاف ہین یعنی ضرورت کیوجہ سے م اصح قول یہہ ہے کہ اگر میت کے بدن پر نجاست نہو تو اُسکا غسالہ ناپاک نہین ہو
اگر محمد نے جو اوسکو نجس کہا ہو تو اسوجہ سے کہ غالبًا میت کا بدن نجاست سے خالی نہین ہوتا اگر پانی سے استنجا کیا اور اوسکو نہ پونچھا اور ریح کا
اخراج ہوا تو اسکی نجاست مین اختلاف ہو لیکن اکثر علما کے نزدیک وہ ناپاک نہین ہوتا اور نجاست کا دہوان اگر کپڑے مین لگا یا بدن مین اسمین بھی
اختلاف ہو صحیح یہہ ہے کہ وہ ناپاک نہین کرتا کذا فے الطحطاوی عن البحر وماء بالمد ورد ای جرے علی نجس نجس اذا ورد کلہ او اکثرہ
ولو اقلہ لا کمیتۃ فی نہر او نجاسۃ علی سطح لکن قدمنا ان العبرۃ للاثر اور جو پانی کہ وارد ہوا یعنی جاری ہوا ناپاک پر وہ ناپاک ہو بشرطیکہ
سارا پانی یا اکثر نجاست پر گذرا ہو اور اگر تھوڑا پانی نجاست کو لگا اور بہت علیحدہ اُس سے گذر گیا تو وہ ناپاک نہین چنانچہ مردار جانور نہر مین پڑا ہو
یا نجاست چھت پر ہو اور پانی بہتا جاتا ہو تو یہان تھوڑا پانی نجاست کا ملاقی ہوگا تو ناپاک نہوگا لیکن ہمنے باب المیاہ مین مقدم ذکر کیا ہو کہ اثر
نجاست کا اعتبار ہو یعنی جبکہ تھوڑا پانی نجاست پر گذرے م ورود عام ہو جریان اور ریختگی سے اور یہان حکم بھی عام ہو تو بہتر یہہ تہا کہ شارح
ورود کی تفسیر جریان نکرتا متن کو عام رہنے دیتا پانی کا گذرنا نجاست پر اسطرح ہو کہ ساری زمین ناپاک ہو یا پرنالے کے پاس نجاست پڑی ہو
بحر الرائق مین ہو کہ آب باران جبکہ نجاسات پر گذرا ناپاک نہین ہوتا جب تک کہ نجاست پاک زمین سے زیادہ تر نہو یا پرنالے کے پاس ہو کذا فی الطحطاوی
عکسہ ای اذا وردت النجاسۃ علی الماء تنجس الماء اجماعا لکن لا یحکم بنجاستہ الا فی المتنجس ما لم ینفصل فلیحفظ یعنی
اسکے عکس مین ناپاک ہوتا ہو یعنی جبکہ نجاست پانی پر پڑے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے باجماع حنفی وشافعی لیکن اوسکی نجاست کا حکم نہین کیا جاتا کہ ناپاک
چیز اوسکو ملی تا وقتیکہ نجاست سے جدا نہین ہوا تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے م بحر الرائق مین ہے کہ قیاس اسکا مقتضی ہو کہ پانی ناپاک ہو جاوے نجاست
کی اول ملاقات سے لیکن یہہ قیاس ضرورت کے سبب سے ساقط الاعتبار ہے خواہ نجس کپڑا تغار مین ہو اور پانی اوسپر ڈالا جاوے یا پانی تغار مین ہو اور
ناپاک کپڑا اوسمین ڈالا جاوے ہم حنفیون کے نزدیک تو وہ اپنے محل مین طاہر ہے اور نجس ہے جبکہ وہان سے جدا ہوا اور ناپاک کپڑے دہونے مین
بہتر یہہ ہے کہ کپڑا تغار مین رکھے بدون پانی کے پھر پانی اوسپر ڈالے نہ یون کہ پانی تغار مین اول رکھے پھر ناپاک کپڑا اوسمین ڈالے تاکہ امام شافعی
کے مخالف نہو اسواسطے کہ اونکے نزدیک پانی مین ناپاک کپڑا ڈالنے سے ناپاک ہو جاتا ہے انتہی مختصرًا لا یکون نجسا رماد قذر والا لزم نجاسۃ
الخبز فی سائر الامصار ناپاک نہین ہوتی نجاست کی راکہہ چنانچہ گوبر اور لید اور آدمی کی گندگی ورنہ لازم آوے ناپاک ہونا روٹی کا اکثر شہرون
مین جہان لکڑی میسر نہین یا کمیاب گران قیمت ہو ولا ملح کان حمارا او خنزیرا اور نہ وہ نمک ناپاک ہو جو اول گدہا یا سُور تہا جو نمکسار مین
پڑکر نمک بنگیا ولا قذر وقع فی بئر فصار حماۃ لانقلاب العین بہ یفتی اور نہ وہ گندگی ناپاک ہو جو کنوئین مین گری پھر کالی مٹی ہو کر کیچڑ بنگئی بسبب
بدلجانے اوسکی ذات کے اسیکا فتوی دیا جاتا ہو م انقلاب ذات تینون مسئلون کی دلیل ہے یعنی گندگی کی راکہہ کا اور گدہے اور سُور کے نمک کا
اور گندگی کے کیچڑ کا ناپاک نہونا اسواسطے ہو کہ اونکی حقیقت بدلکر اور چیز بنگئی وغسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاسۃ محلاً منہ و
نسی المحل مطہر لہ وان وقع الغسل بغیر تحر ہو المختار اور اُس کپڑے یا بدن کا دہونا جسکے ایک مکان پر نجاست لگ گئی اور وہ مکان بہول
گیا ہو اوس کپڑے کا پاک کرنیوالا ہو اگرچہ بدون ظن غالب کے دہویا ہو یہی قول مختار ہے م یہہ رد ہے بدائع اور اسبیجابی کے قول کا بدائع مین ہے

کہ تین بار کے دہونے کو واجب کہا ہے اور اسبیجابی نے انگلی کرکے دہونا شرط کیا ہے کذا فی الطحطاوی قولہ لو ظہر اثرہا فی طرف اخر حل بعید فی
الخلاصۃ نعم وفی الظہیریۃ المختار انہ لا یعید الا الصلوۃ التی ہو فیہا یہ اگر دہونیکے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہے جدہر
نہین دہویا تو دہونے کا اعادہ کرے یا نکرے خلاصہ مین ہے کہ ان دہو دے اور ظہیریہ مین قول مختار یہ ہے کہ اعادہ نکرے مگر اوس نماز کا جسمین
اوسنے نجاست کو دیکہا ہے یہہ غفلت ہے شارح سے صاحب نہر الفائق کی اتباع سے اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ مغائر ہے مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ
بحر الرائق کی عبارت اسمین صریح ہے ظہیریہ مین یون ہے کہ نماز پڑہنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکہی اور معلوم نہین کہ کب سے لگی ہے تو امام
کی روایات مختلفہ ہین قول مختار یہ ہے کہ اعادہ نکرے مگر اوسی نماز کا جسمین وہ مشغول ہے کذا فی الحلبی کما لو بال حمر خصہا للتغلیظ بولہا
اتفاقا علی نحو حنطۃ تدوسہا فقسم او غسل بعضہ او ذہب بہبۃ او اکل او بیع کما مر چنانچہ اگر گدہون نے پیشاب کیا مثلا اوس گیہون پر
جسکو وہ ماندتے ہین یعنی روند کر بہوسے سے جدا کرتے ہین پہر گیہون بانٹ گئے یا تہوڑے سے دہوئے گئے یا کچھ جاتے رہے بخشش یا کہانے یا بیع
کیوجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدہون کو خاص کرکے اسواسطے بیان کیا کہ اونکے پیشاب کی نجاست بالاتفاق
ہے حیث یطہر الباقی وکذا الذاہب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب اسواسطے کہ باقی گیہون پاک ہوجاتے ہین
اور اسیطرح وہ گیہون بہی پاک ہوجاتے ہین جو صرف ہوگئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف مین یعنی ہوسکتا ہے کہ جسقدر گیہون بعد تصرف کے باقی
رہے ناپاک گیہون انہین مین ہون تو اسصورت مین جدا ہوئے پاک ٹہرینگے اور یہہ بہی ممکن ہے کہ ناپاک گیہون اونہین جاتے رہے ہون جو تصرف ہوگئے ہین تو اس
صورت مین باقی پاک ٹہرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایکطرف کے دہونے سے سب پاک ٹہرا نجاست دہو جانیکے احتمال سے وکذا یطہر محل نجاسۃ
اما عینیۃ فلا تقبل الطہارۃ مرئیۃ بعد جفاف کدم بقلعہا ای بزوال عینہا واثرہا ولو بمرۃ او بما فوق الثلث فی الاصح اور اسیطرح
خشکی کے بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہوجاتی ہے اوسکو اکہاڑنے اور بالکل دور کرڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اوسکی اثر کے زائل ہونے
سے اگرچہ زوال ایکبار کے ازالہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول مین مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو
قبول نہین کرتی ہے غایۃ البیان مین کہا نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہے جو خشک ہوجانیکے بعد نظر آوے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے
بعد نظر نہ آوے وہ نمودار نہین اصح یہی ہے کہ ایکبار کے دہونے سے بہی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہے خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب
کثیر بستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغار مین تین بار سے زیادہ دہونا اوسوقت ہے جبکہ اقل کافی نہو اور غیر صحیح یہہ قول ہے کہ بعد زوال عین دوبار
دہونا واجب ہے یا تین بار یا ایکبار اسیطرح کذا فی الطحطاوی ولم یقل بغسلہا لیعم نحو دلک وفرک اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اوسکی دہونے
کو تاکہ رگڑنے اور ملنے وغیرہ کو بہی شامل رہے یعنی تطہیر فقط دہونے پر منحصر نہین بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے مین اور ملنے سے چنانچہ منی مین بہی حاصل
حاصل ہوتی ہے ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی ماء حار او صابون ونحوہ اور طہارت مین ضرر نہین کرتا
باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنی جسکا زوال دشوار ہو اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو مسلمان مکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم
پانی یا صابون اور اسکی مانند اور چیز کیطرف ہم مانند اسکی وہ برتن ہے جسمین شراب تہی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین
یعنی دہونیکے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح بل یطہر ما صبغ او خضب بنجس بغسلہ ثلثا بلکہ پاک ہوجاتا ہے وہ جو رنگا گیا یا خضاب کیا گیا
ناپاک چیز چنانچہ مہندی اور کسم ناپاک سے اوسکو تین بار دہو ڈالنے سے ہم نجس سے مراد یہان متنجس ہے نہ نجس العین بدلیل مسئلہ چربی مردار تو اگر رنگ
یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اوسکی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہے رنگ کا باقی رہنا مضر نہین والاولی غسلہ الی ان یصفو
الماء اور بہتر ہے اوسکا دہونا یہانتک کہ دہونیکا پانی صاف بیرنگ نکلے ولا یضر اثر دہن الا دہن ودک میتۃ لانہ عین النجاسۃ حتی
لا یدبغ بہ جلد بل یستصبح بہ فی غیر مسجد اور ضرر نہین کرتا ظاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر

طہارت ہو کیونکہ عین نجاست ہی ہے یہانتک کہ اُس سے چمڑے کو دباغت نکیجیے بلکہ مسجد کے سوا اور جگہہ اوسکا چراغ مین جلانا چاہیے ولیطہر محل
غیرہا ای غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل لو مکلفا والا فمستعمل لطہارۃ محلہا بلا عدد بہ یفتی اور جو نجاست نمودار نہین اُسکا محل پاک
ہوتا ہے دہونے والیکے گمان غالب سے اور اسکے محل کے پاک ہوجانیکو بلا تعیین عدد اسیکا فتوی ہے یعنی جبکہ غاسل کو طہارت محل کا ظن غالب حاصل
ہوا تو محل نجاست پاک ہے بشرطیکہ دہونے والا مکلف یعنی عاقل بالغ مسلم ہو اور جو وہ مکلف نہین یعنی صغیر یا مجنون تو اوسکی استعمال کرنیوالیکا ظن غالب
کا اعتبار ہوگا م دہونے کیحالت مین جبکہ طہارت محل کا گمان غالب حاصل ہوا اگرچہ ایک ہی بار دہونے سے یہہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہے چنانچہ
کرخی نے اسکی تصریح کی ہے اور اسیجابی نے اسکو اختیار کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقدر لموسوس بغسل وعصر ثلثا او سبعا فیما ینعصر مبالغا
بحیث لا یقطر اور دہونا وسواس والیکے حق مین اندازہ کیا گیا ہے ساتھہ دہونے اور نچوڑنے کے تین بار یا سات بار ایسی چیز مین جو نچڑ سکتی ہی بحالت
مبالغہ اسطرح پر کہ پہر نچوڑنے سے بوند نہ ٹپکے م ازانکہ موسوس کو ظن غالب بکثرت اوہام سے حاصل نہین لہذا اوسکے حق مین یہہ اندازہ شرع مین معتبر ہوا
فقہاء عراق کا قول ظن غالب کا اعتبار تہا اور فقہاء بخارا کا تین بار دہونیکا صاحب سراج نے دونون قولون مین توفیق دی کہ اگر شخص وسواسی نہین تو ظن
غالب معتبر ہے اور اگر وسواسی ہے تو تین بار کا دہونا کافی ہے سات بار کا دہونا واجب نہین مستحب ہے تا خلاف شافعی کا نہو اور اشتراط عصر علی الحکم
نہین کہ بعضے برتنون مین نہین ہوتا بحر الرائق مین حاوی قدسی سے منقول ہے کہ برتن تین طرح ہین مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور انکی
تطہیر چار طرح سے جلانا اور چھیلنا اور پونچہنا اور دہونا تو اگر برتن مٹی یا پتھر کا ہے اور نجاست اوسکے اجزا مین گھس گئی تو جلایا جاوے اور اگر پرانا ہو تو
دہویا جاوے اور اگر نئی لکڑی کا برتن ہے تو چھیل ڈالا جاوے اور اگر پرانی کا ہے تو دہویا جاوے اور اگر لوہے یا پیتل یا رانگ یا کانچ کا ہو اور چکنا صیقلدار
ہے تو پونچہہ ڈالا جاوے اور اگر چکنا نہین کھردرا ہے تو دہویا جاوے اور ذخیرہ مین ہے کہ اگر بدن مین نجاست لگی تو تین بار پے درپے دہویا جاوے اسلیکہ
نچوڑنا متعذر ہے تو پے درپے دہونا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان لو عصرہ غیرہ قطر طہر بالنسبۃ الیہ دون ذلک
الغیر اور اگر یہہ حال ہو کہ اگر دہونیوالیکے سوا غیر شخص اوسکو نچوڑے تو وہ ٹپکے تو وہ پاک ہوگیا دہونیوالیکی نسبت نہ غیر شخص کی نسبت م وجہ اسکی یہہ ہے کہ ہر شخص مخاطب ہے
بقدر اپنی طاقت کے تو دوسرے کی قدرت سے یہہ شخص قادر نہ ٹہریگا ولو لم یبالغ لرقتہ ہل یطہر الاظہر نعم للضرورۃ اور اگر نچوڑنے مین مبالغہ نکیا
کپڑے کے باریک ہونیکی وجہ سے تو پاک ہوگا یا نہین ظاہر تر جواب یہہ ہے کہ ہان پاک ہوگا ضرورت کے سبب سے م فتاوی قاضیخان مین عدم
طہارت کو پسند کیا ہے وقدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ ای غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعہا
کما مر اور ٹہرایا گیا ہے دہونے مین تین بار کا خشک ہوجانا یعنی تقاطر کا بند ہونا اوسکے غیر مین یعنی جو چیز نچڑ نہین سکتی اُس قسم سے کہ نجاست کو
سوکتی ہے اور اگر سوکتی نہین تو ازالہ نجاست سے پاک ہوجاتی ہے یعنی اسمین خشک کرنا شرط نہین کذا فی الطحطاوی وہذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ
اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیر او جری علیہ الماء طہر مطلقا بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ہو المختار اور یہہ سب
یعنی تین بار دہونا اور نچوڑنا نچوڑنے والی چیز مین اور دہونا تین بار خشکی کے ساتھہ اوسکے غیر مین اُس وقت ہے جبکہ دہویا جاوے طاش اور طغاری مین لیکن
اگر نہر اور تالاب مین دہویا جاوے یا اوسپر پانی بہت سا ڈالا جاوے یا اوسپر پانی جاری ہو تو وہ پاک ہوجاتا ہے مطلقا بلا شرط نچوڑنے اور سکھانے اور
چند بار غوطہ دینے کے یہی قول مختار اور پسندیدہ ہے م فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہو اسقدر کہ زوال نجاست کا گمان آیا تو وہ پاک ہوگیا کیونکہ
پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویطہر لبن وعسل ودبس ودہن یغلی ثلثا اور پاک ہوتا ہے دودہ اور
شہد اور شیرہ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینے سے م ان چیزون کے پاک کرنیکا یہہ طریقہ ہے کہ مثلا شہد کا نیم حصہ پانی اوسمین ڈالکر جوش دے
کہ پانی جلجاوے اسیطرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقہستانی ولحم طبخ بخمر یغلی ویبرد ثلثا اور جو گوشت کہ پکایا گیا شراب مین وہ پاک
ہوتا ہے تین بار جوش دینے اور سرد کرنے سے مراد خشک کرنا ہے یہہ قول ہے ابو یوسف کا اور امام کا قول مفتی بہ عدم طہارت ہے دائما کذا فی الطحطاوی

من البحر وكذا دجاجة مُلقاة حالة الغلي للنتف قبل شقّ بطنها فتح اور اسیطرح پاک ہوتی ہی تین بار دہونے اور خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی گرم جوش دیتی ہوئی میں ڈالی گئی ہو اور کہال نوچنے کیواسطے پیٹ پہاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح ہم یہہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہوگی ابو یوسف کے نزدیک پاک چنانچہ فتح القدیر میں ہے تو بہتر یہہ ہے کہ پہلے گرم پانی میں ڈالنے سے اوسکی پیٹ کی آلائش نکالڈالی اور محل ذبح میں جو خون کہ جاہو دہو ڈالی کذا فی الطحاوی وفی التجنيس حنطة طبخت في خمر لا تطهر ابدا يفتى اور تجنیس میں ہے کہ جو گیہون کہ پکایا گیا شراب میں وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اسیکا فتوی ہے ہم یہہ امام کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہے ولو انتفخت من بول نقعت وجففت ثلثا اور جو گیہون پیشاب میں پہولا وہ پانی میں تین بار تر کیا جاوے اور سکہایا جاوے ولو عجن خبز بالخمر صب فيه خل حتى يذهب اثرها فيطهر اور جو گوندا گیا آٹا شراب میں اور روٹی پکی تو اوسمین سرکہ ڈالا جاوے یہانتک کہ شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہوجاتا ہے ہم یہہ روٹی دہونے سے پاک نہیں ہوتی بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے اوسمین ڈالی جاوے **فروع** چہری بجہائی گئی ناپاک پانی میں وہ تین بار پاک چیز میں بجہائی جاوے گوشت کے شوربے میں نجاست گری جوش کیحالت میں وہ تین بار اوبالا جاوے تو پاک ہوا اور اگر جوش کیحالت میں نہیں گری تو تین بار گوشت دہویا جاوے کذا فی الطحاوی

فصل

یہہ فصل ہے استنجا کے احکام میں ہم ایک نسخہ میں فصل ہے تنوین کے ساتھہ اور دوسری نسخہ میں فصل فی الاستنجاء ہے الاستنجاء ازالة النجس عن السبيلين فلا يسن من ريح وحصاة ونوم وفصد استنجا دور کرنا ہے نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قبل اور دبر سے تو استنجا کرنا مسنون نہیں ریح اور پتہر اور نیند کا اور فصد کے خون سے ہم اسواسطے کہ ریح اور پتہری اور نیند نجاست نہیں اور خون فصد کا قبل اور دبر سے نہیں جو اسکا ازالہ مسنون ہو وهو سنة مؤكدة مطلقا اور استنجا سنت مؤکدہ ہے ہر حالمین یعنی خواہ نجاست حسب عادت ہو یا نہو تر ہو یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا ڈہیلون سے خواہ بیوضو کرے یا جنب یا حائض وما قيل من افتراضه لنحو حيض ومجاوز مخرج فتسامح اور وہ جو کسی نے استنجا کا فرض ہونا کہا ہی مانند حیض اور مخرج سے بڑہ جانے میں سو قول تحقیقی نہیں ہم حیض کی مانند چنانچہ جنابت اور نفاس واركانه شخص مستنج وشيء مستنجى به ونجس خارج من احد السبيلين ومخرج دبر او قبل اور ارکان استنجا کی چار ہیں ایک تو شخص استنجا کرنیوالا دوسرے وہ چیز جس سے استنجا کیا جاتا ہے چنانچہ پانی اور پتہر تیسری نجاست نکلنے والی بول یا براز کی راہ سے اور اسیطرح مسنون ہی استنجا کرنا اسپیپ کے باہر سے نجاست لگنے کا اگر وہ شخص قضاء حاجت کے مکان سے اوٹھہ کہڑا ہو قول معتمد پر چوتہا رکن ہی نجاست نکلنے کا مقام دبر یا قبل بنحو حجر مما هو عين طاهرة قالعة لا قيمة لها كمدر منق استنجا سنت ہی پتہر ایسی چیز سے اوس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنیوالی ہے جسکی کچہہ قیمت نہیں چنانچہ صاف کرنیوالا ڈہیلا ہم ڈہیلے کی مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی کہال ہو اور دیوار اور زمین سے رگڑنا لیکن خانہ غیر مملوک سے بدون کرایہ استنجا جائز نہیں بہتر طریقہ استنجا کا یہہ ہے کہ بدنکو نہایت ڈہیلا کرکے بیٹہے مگر جبکہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہے کہ بعد استنجا اوٹھنے سے پہلے کپڑے سے موضع استنجا کو پونچہہ ڈالے اور کپڑوں کو آب مستعمل سے بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونون ہاتہونکو دہووے کذا فی الطحاوی لانه هو المقصود فيختار الابلغ والاسلم عن التلويث اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہی تو استنجا کرنیکو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنیوالی اور نہایت سلامت رکہنے والی ہو آلودہ کرنے سے ولا يتقيد باقبال وادبار شتاء وصيفا اور استنجا مقید نہیں اقبال اور ادبار کے ساتھہ جاڑے اور گرمی میں ہم اقبال یہہ کہ پیچہے کیطرف سے آگے ڈہیلا لاوے اور ادبار یہہ ہے کہ آگے سے پیچہے لیجاوے یعنی استنجا سے مقصود ازالہ نجاست ہے یہہ مسنون نہیں کہ مرد جاڑے میں پہلا ڈہیلا پیچہے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچہے اور تیسرا اول کی مانند اور گرمی میں اسکو بالعکس کرے اور عورت ہر موسم میں اول اقبال کرے یہہ اقبال اور ادبار کا قول قاضی خان کا ہے اور زیلعی اور قہستانی نے اسکو اختیار کیا ہے وليس العدد ثلثا بمسنون فيه بل مستحب اور تین ڈہیلون کا شمار استنجا میں مسنون نہیں بلکہ مستحب ہے ہم استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہے خواہ ایک ڈہیلے سے ہو یا تین یا پانچ بار اور مسئلہ تین ڈہیلون کا ذکر جو بعضی احادیث میں ہے بنابر غالب عادت کے ہے یعنی غالبا اسیقدر سے پاکی حاصل ہوتی ہے

والتسفُّل بالماءِ الی ان یقع فی قلبہ انہ طھر ما لم یکن موسوسًا فیقدر بالثلث کما مر اور پانی سے دہونا یہانتک کہ استنجا کرنیوالیکے دل
مین یہ گمان حاصل ہو کہ موضع استنجا کا پاک صاف ہوگیا یہ حکم اوسکے حق مین ہے جو شخص وسواسی نہین تو وسواسی کے حق مین تین بار کا دہونا
ٹھیرایا جاوی جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ مین کذا فی الکافی ای الحجر بلا کشف عورۃ عند احد پانی سے دہونا ڈھیلون کے بعد بدون شرمگاہ کہولنے
کے کسیکے روبرو یعنی اوس شخص کے روبرو جس کی شرمگاہ دیکھنی حرام ہے ھم عمدہ مرتبہ یہ ہے کہ ڈھیلون کے بعد پانی سے دہونا پہر اسکے بعد فقط پانی
پر اکتفا کرنا پہر اسکے بعد فقط ڈھیلون پر کفایت کرنا کذا فی الطحاوی من المعامۃ وترکہ کما مر کشف عورت کے ساتھہ تو دہونیکو ترک کری چنانچہ
غسل کی سنتون سی پہلے مذکور ہو چکا فلو کشف لہ صار فاسقًا اگر دہونے کیواسطی اوسنے بدن کہولا تو گنہگار ہو جاویگا ھم بحر الرائق مین ہے
کہ ایسی صورت مین ڈھیلون پر کفایت کرے پانی سے استنجا نکری نہین تو گنہگار ہوگا اور عوام نمازی اکثر ایسا کرتے ہین کما لو کشف للاغتسال
او تغوط کما فی الحجۃ ابن الشحنہ گنہگار نہوگا اگر غسل واجب یا تغوط کیواسطے شرمگاہ کہولی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو بحث کی راہ سے
روایت کی راہ سی بیان کیا ھم سنۃ مطلقًا بہ یفتی سراج ڈھیلون کے بعد پانی سے دہونا سنت ہی ہر زمانے مین اسیکا فتوی ہی کذا فی السراج ھم
یعنی ہمارے زمانے اور صحابہ کرام کے زمانے مین یکسان سنت ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہماری زمانے مین سنت ہی صحابہ کرام کیوقت مین مستحب تھا
ویجب ای یفرض غسلہ ان جاوز المخرج نجس مانع اور واجب یعنی فرض ہے محل استنجا کا دہونا اگر مخرج سی تجاوز کر گئی ہو وہ نجاست
جو نماز کی مانع ہے یعنی اگر قدر درم سی زائد مخرج عام ہی قبل ہو یا دبر ویعتبر القدر المانع لصلوۃ فیما وراء موضع الاستنجاء
لان ما علی المخرج ساقط شرعًا وان کثر ولھذا لا تکرہ الصلوۃ معہ اور مانع نماز کی مقدار نجاست ما ورای موضع استنجا مین معتبر ہے
اسواسطی کہ جو نجاست کہ مخرج پر ہے وہ شرعا ساقط الاعتبار ہے اگرچہ وہان بکثرت ہو یعنی درم سی زیادہ ہو لہذا اوس نجاست کے ساتھہ نماز
پڑھنا مکروہ نہین ھم قدر درم سی زیادہ نجاست کا ہونا مخرج پر اسواسطی ممکن ہے کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سی مراد کراہت
تحریمی ہے نہین تو ترک استنجا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ استنجا سنت ہی کذا فی الطحاوی وکرہ تحریما بعظم وطعام وروث یابس کعذرۃ
یابسۃ وحجر استنجی بہ الا بحرف آخر اور مکروہ تحریمی ہی استنجا کرنا ہڈی اور کہانے کی چیز اور خشک لید سی جیسی مکروہ ہی آدمی
خشک گوہ سی اور اوس ڈھیلے سے جس سی ایکبار استنجا کیا گیا مگر یا اوسکی دوسری نوک سی کہ آلودہ نجاست سی نہین استنجا کرنا مکروہ نہین وآجر
وخزف وزجاج وشئ محترم کخرقۃ دیباج ویمین ولا عذر بیسراہ اور مکروہ تحریمی ہی پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کانچ اور حرمت والی چیز جیسی
ریشمی کپڑے سی اور داہنے ہاتھہ سی اسحالت مین کہ اوسکی بائین ہاتھہ مین کچھہ عذر نہین ھم اینٹ وغیرہ سی استنجا کرنے مین جراحت موضع کا ڈر
ہے اور محترم چیز سے اوسکی تضییع بیمحل ہے اور داہنی ہاتھہ سی استنجا او مس ذکر حدیث مین منع ہی تو چاہیئے کہ پیشاب کے بعد ذکر کو بائین ہاتھہ
سے پکڑی اور دیوار یا زمین سی رگڑے اور اگر نہو سکی تو داہنی ہاتھہ مین ڈھیلا لے اور اوسکو حرکت ندی بلکہ ذکر کو اوسپر رگڑی بائین ہاتھہ سے
کذا فی البحر فلو شلتا ولم یجد ماء جاریا ولا صابا ترک الماء پہر اگر بایان ہاتھہ لنجا ہو اور وہ شخص جاری پانی نپاوی اور نہ اوس شخص کو
جو اوسپر پانی ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کری ھم اور اگر جاری پانی ہو یا پانی کا ڈالنے والا جسکی شرمگاہ پر دہ نہین تو داہنی ہاتھہ سی
استنجا کرے ولو شلتا سقط اصلا کمریض ومریضۃ لم یجدا من یحل جماعہ اور اگر دونون ہاتھہ لنجے ہون تو استنجا بالکل ساقط ہوگیا
یعنی ڈھیلون سی بھی اور پانی سے بھی اوس بیمار مرد اور عورت کی مانند جنہون نے اوس شخص کو نپایا جسکا جماع کرنا حلال ہے کہ اونسی بھی استنجا مطلقا
ساقط ہے یعنی اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج میسر ہو تو انسی استنجا کرالے وفحم وعلف حیوان وحق غیر وکل
ما ینتفع بہ اور مکروہ تحریمی ہی استنجا کرنا کوئلی سی اور جانور کے چارے سی اور غیر شخص کے حق سی چنانچہ غیر کی دیوار بدون کرایہ اور جو چیز قابل انتفاع ہو
اوس سی جیسی کہ قدر لہ قیمۃ ما قدر نرقل اور یابس اور دوئی اور کپڑا ان سب کا استعمال مکروہ ہی کذا فی الطحاوی من البحر فلو فعل اجزاہ مع الکراھۃ

لحصول الانقاء پہر اگر ڈہی وغیرہ سی استنجا کیا تو کفایت کرتا ہی کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب حاصل ہو جانے صفائی کے ہم قہستانی مین نظم سی منقول ہو اوس
کرنا چاہیے کہ تین ڈہیلون سی استنجا کرے پہر اگر نہ پاوے تو تین پتہرے سے کرے پہر اگر اوسکو بہی نہ پاوے تو تین مٹہی بہر خاک سے کرے ان تین چیزون کے سوا استنجا نکرے کہ
بموجب حدیث کے مروی فقیر سے ہے اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہی کہ انگشت وسطی کو تہوڑا سا اونچا کرے اور اوسکا موضع دہووے پہر بنصر کو اونچا
کرے اور دہووے پہر خنصر کو پہر سبابہ کو اونچا کرکے دہووے یہان تک کہ اطمینان حاصل ہو اصح قول یہی ہے اور بعضون نے کہا یہانتک دہووے کہ وہ
چکنائی دور ہوکر کہرا ہو جاوے اور عورت اولی بنصر اور وسطی کو اونچا کرکے دہووے پہر مرد کیطرح دہووے اور موسم سرما مین زیادہ تر مبالغہ کرے اگر
ٹہنڈا پانی ہو اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کی مانند مبالغہ کی حاجت نہین لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہے آب گرم سے کذا فی الطحطاوی وقيل ما
ذكر انما هو اذا كان سنة لا غير فينبغى ان لا يكون معتادا للمنهى عنه مصنف اس قول مین کہ ڈہی وغیرہ سی استنجا کرنا کافی ہے خلل ہی جو اوپر بیان کیا
مذکور ہو چکا کہ استنجا سنت ہی کچہہ اور تو لائق یہہ ہی کہ نہ آدمی قائم کرنے والا سنت کا ممنوع چیز سے ہو صاحب نہر الفائق نے اسکا یون جواب دیا کہ
مسنون تو ازالہ ہی نجاست کا اور ڈہیلا وغیرہ مقصود بالذات نہین بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ مزیل ہی غایۃ الامر یہہ ہی کہ اس شی مخصوص سی ازالہ ممنوع
ہی اس سی نفس ازالہ نہین ہوتی چنانچہ غصب کے مکان مین سنت پڑہنی سے سنت ادا ہوگی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آویگا کما فی البحر ویکرہ استقبال قبلة
واستدبارها لاجل بول او غائط یعنی مکروہ تحریمی ہی قبلہ کا سامنا اور اوسکو پیٹہہ دینا پیشاب کرنے یا پاخانہ کیواسطے ہم قبلہ کسی جہت مین ہو
اوسکا استقبال اور استدبار ممنوع ہی اور یہہ جو حدیث مین وارد ہی کہ مشرق مغرب کیطرف بول براز کیواسطے بیٹہا کرو تو اونکے حق مین ہی جنکا قبلہ مشرق اور
مغرب کیطرف نہین چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کیطرف ہی واما للاستنجاء فلا یکرہ پہر اگر استنجا کرنے کیوقت استقبال یا استدبار قبلہ ہو تو مکروہ نہین
یعنی مکروہ تحریمی نہین یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہی کیونکہ ترک ادب ہی کذا فی الطحطاوی ولو فی بنیان لاطلاق النهی اور استقبال و استدبار قبلہ مکروہ ہی اگرچہ عمارت
کے اندر ہو جیسے میدان مین مکروہ ہی بسبب مطلق ہونے نہی کے یعنی حدیث شریف مین عمارت اور میدان کی قید نہین تو ہر مقام مین کراہت ثابت ہی فلو جلس
مستقبلا لها غافلا ثم ذكر انحرف ندبا لحديث الطبرى من جلس يبول قبالة القبلة فذكرها فانحرف عنها اجلالا لها لم يقم من
مجلسه حتى يغفر له سو اگر قبلہ کے سامنے بیٹہا غفلت سی پہر اوسکو یاد آیا تو پہر جاوے اوسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹہا پیشاب کو
قبلہ کے سامنے پہر اوسکو یاد پڑا سو پہر گیا اوسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کیوجسے تو کہڑا نہوگا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بخشا جاویگا ان امكنه
والا فلا باس به اگر ممکن ہو قبلہ کیطرف سے پہرنا اور اگر ممکن نہو تو کچہہ ڈر نہین عدم انحراف مین وكذا يكره هذه تحريمية والتنزيهية للمرأة امساك
صغير لبول او غائط نحو القبلة اور اسیطرح عورتکو مکروہ ہی تہامنا صغیر کا پیشاب یا پاخانہ کیواسطے قبلہ کیطرف شارح نے کہا کہ یہہ کراہت کے اقسام
شامل ہین کراہت تحریمی اور تنزیہی دونوں کو وكذا مد رجليه اليها اور اسیطرح پانون پہیلانا قبلہ کیطرف مکروہ ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ کراہت
تنزیہی ہے واستقبال شمس وقمر لهما لاجل بول او غائط اور مکروہ ہے سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا پاخانہ کیواسطے وبوله وغائطه فى
ماء ولو جاريا فى الاصح وفى البحر انها فى الراكد تحريمية وفى الجارى تنزيهية اور مکروہ ہے بول اور براز پانی مین اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول
مین اور بحر الرائق مین ہی کہ آب بستہ مین کراہت تحریمی ہی اور آب روان مین کراہت تنزیہی ہی ہم طحطاوی نے کہا اگر عذر سے مکروہ نہین چنانچہ کشتی اور
جہاز سے اوترنا ممکن نہو وعلى طرف نهر او بئر او حوض او عين او تحت شجرة مثمرة او فى زرع او فى ظل ينتفع بالجلوس فيه اور مکروہ
ہی بول اور براز نہر یا کنوئین یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پہلے درخت کے نیچے یا کہیت مین یا اوس سایہ مین جس سے لوگ فائدہ پاتے ہین اوسمین
بیٹہہ کر ہم یہہ سب کراہت تحریمی ہی کیونکہ اسکی نہی احادیث مین وارد ہی کذا فی الطحطاوی انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہوا کہ جو سایہ آبادی سے
دور ہو اوسکے نیچے بول یا براز مکروہ نہین وبجنب مسجد ومصلى عيد وفى مقابر وبين دواب وفى طريق الناس اور مکروہ ہی مسجد اور
عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان مین اور چوپایون کے درمیان اور لوگونکی راہ مین ہم قبرستان مین وجہ کراہت یہہ ہی کہ میت کو تکلیف ہوتی

سے نجس ہو زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اور ظاہر اسمین کراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جو قبرستان مین جدید راہ حادث ہوئی ہو اوسمین چلنا
حرام ہے تو بول وبراز بطریق اولی ممنوع ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی مهب ريح او جحر فارة او حية او نملة وثقب اور ہوا چلنے کے مقابل اور جو
سانپ یا چیونٹی کے بل مین اور ہر سوراخ مین مراد البيوت في موضع يكثر عليه الحدث او يقعد عليه وبجنب طريق او قافلة او خيمة وفي
المستفل الا من لے اچھا کہا ہے مین اتنا زیادہ کہا ہے اور مکروہ ہے اوس مکان مین جہان کوئی گذرتا ہو یا وہان بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ
کے برابر اور پست زمین پر بیٹھ کر بلند زمین کیطرف پیشاب کرنا مکروہ ہے یعنی عود نجاست کیوجہ سے والتكلم عليهما اور مکروہ ہے بولنا بول براز کرتے
ہم اسواسطے کہ حق تعالی اسپر ناخوش ہوتا ہے اور بول براز کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد نہ کہے اور چھینکنے والیکو دعا کرے اور سلام کا
جواب نہ دے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور بول براز کو نہ دیکھے اور نہ وہان تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھنکارے اور چپ و راست
نہ دیکھے اور ہاتھ بیہودہ بدن سے عبث فعل نکرے اور آسمان کیطرف سر نہ اوٹھاوے اور وہان بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہے اور درد جگر حادث ہوتا ہے چنانچہ
لقمان علیہ السلام سے مروی ہے اور مستحب ہے کہ نماز کے کپڑون کو وہان نہ لیجاوے اگر مقدور ہو نہین تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگجانے سے اور آب مستعمل
سے اور سر برہنہ نجاوے اور وہان داخل ہونے کے پہلے کہے اللهم انی اعوذ بك من الخبث والخبائث واعوذ بك من الرجس النجس الخبيث المخبث الشيطان الرجيم
اور مکروہ ہے وہان وہ انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہان داخل ہوتے بایان پانون اول بڑہاوے اور کھڑے ہوکر شرمگاہ کو نہ کھولے
اور دونون پانو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائین پانون پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے الحمد لله الذي دفع عني الاذى وعافاني كذا في
الطحطاوي وان يبول قائما او مضطجعا او متجردا من ثوبه بلا عذر اور مکروہ ہے پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹکر یا کپڑون سے برہنہ ہوکر بدون
عذر کے ہم بلا عذر کے قید سب سے متعلق اسواسطے کہ عذر سے کھڑے وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے
پیشاب کیا ہے بیٹھنے کو درد کیوجہ سے کذا فی البحر او يبول في موضع يتوضأ هو او يغتسل فيه لحديث لا يبولن احدكم في مستحمه فان عامة الوسواس
منه یا مکروہ ہے پیشاب کرنا اوس مکان مین جہان وہ شخص وضو کرتا ہو یا اوسمین غسل کرتا ہو اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص
تم لوگون مین سے اپنے غسل خانہ مین اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے يجب الاستبراء بمشي او تنحنح او نوم
على شقه الايسر یجب یعنی فرض ہے استبرا یعنی پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چلکر اور کھکھار کر اور بائین پہلو پر لیٹ کر
ہم حدیث مین وارد ہے کہ خوب پاکیزگی حاصل کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہے ہم استبرا عبارت ہے ازالہ [illegible] سے
تا اینکہ منقطع ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ويختلف بطباع الناس اور استبرا مختلف ہوتا ہے لوگون کے اختلاف طبائع کے سبب یعنی کسیکو جلد پاکیزگی حاصل
ہوتی ہے کسیکو دیر سے کسیکو چلنے سے کسیکو کھکھارنے وغیرہ سے ومع طهارة المغسول تطهر اليد اور مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہو جاتا
ہے یعنی جب دھونیکا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اوسکے ساتھ پاک ہو گیا اوسکے علحدہ دہونے کی حاجت نہین خواہ محل دھونیکا استنجا ہو یا سوا اوسکے
ويشترط ازالة الرائحة عنها وعن المخرج الا اذا عجز والناس عنها غافلون اور طہارت مین شرط ہے دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور
مخرج نجاست سے مگر جبکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند دہوتا ہے بدبو دفع نہین ہوتی تو اب معاف ہے اور لوگ اس مسئلہ سے
غافل اور بیخبر ہین ہم ہاتھ سے بو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہے اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی کے
استنجى المتوضئ ان على وجه السنة بان ارخى انتقض والا لا وضو والے شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ پر کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے
استنجا کیا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نکیا تو وضو نہ ٹوٹا تام او مشى على نجاسة ان ظهر عينها تنجس والا لا سویا یا چلا
نجاست پھر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی بدن یا کپڑے یا پانون یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا ورنہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح مین لفظ عین کے
عوض مین اثر کا لفظ وارد ہے اور یہی بہتر ہے کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولو وقعت في نهر فاصاب ثوبه ان ظهر اثرها تنجس

لہ الہی مین پناہ [illegible] شیطان [illegible] اوس [illegible] پیادہ [illegible] ۱۲

عہ [illegible] بچہ سے [illegible] اور [illegible] عنایت کی ۱۲

۱۲ لا اور اگر نجاست کہین نہر مین پہر آدمی کے کپڑے پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہ
لَفَّ ثَوْبًا طَاهِرًا فِي نَجِسٍ مُبْتَلٍّ بِمَاءٍ بِحَيْثُ لَوْ عُصِرَ قَطَرَ تَنَجَّسَ ۱۲ لا پاک کپڑا ایسا کپڑے مین جو تر ہوگیا ہو پانی سے کہ اگر پاک کپڑا اسقدر
سکہ جو اوسکو نچوڑنے تو ٹپکے تو وہ ناپاک ہوگیا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین اگرچہ نم ہوگیا ہو وَلَوْ لَفَّ فِي مُبْتَلٍّ بِنَحْوِ بَوْلٍ إِنْ ظَهَرَ نَدَاوَتُهُ أَوْ
أَثَرُهُ تَنَجَّسَ ۱۲ لا اور اگر پاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہوگیا ہو پیشاب کی مانند نجس چیز سے تو اگر اوسکی تراوت یا اثر اوسکا ظا
ہر ہوا تو پاک کپڑا ناپاک ہوگیا اور اگر تراوت یا اثر ظاہر نہین تو ناپاک نہین فَأْرَةٌ وَقَعَتْ فِي خَمْرٍ فَصَارَتْ خَلًّا إِنْ تَفَسَّخَتْ تَنَجَّسَ ۱۲ لا چوہا شر
مین سو پہٹ گیا پہر وہ شراب سرکہ بنگئی اگر چوہا پہٹا ہوا تھا تو سرکہ ناپاک ہے اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین ہم کہتے ہین اسواسطے کہ اجزا چوہے کے شراب مین
تو شراب کے منقلب ہو جانے سے چوہے کے اجزا رنجسہ منقلب بطہارت نہین ہوسکتے وَقَعَتْ فِي خَلٍّ قَطْرَةُ خَمْرٍ لَا يَحِلُّ إِلَّا بَعْدَ سَاعَةٍ وَإِنْ كُوزًا حَلَّ فِي الْحَالِ
شراب گری سرکہ مین ایک قطرہ گرا تو سرکہ کہانا حلال نہین مگر ایکساعت کے بعد اور اگر شراب کوزہ بہر ہے تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہو ہم وجہ اسکی
یہ ہے کہ ایک قطرہ مین نہ مزہ ہے نہ بو جس سے انقلاب مین پر استدلال کیجئے تو کچہہ توقف کرنا چاہیئے اور اگر کوزہ بہر شراب سرکہ مین گری اور اوسکا مز
اور بو باقی نرہا تو صاف معلوم ہوگیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہوگئی کذا فی الحلبی فَأْرَةٌ وُجِدَتْ فِي قُمْقُمَةٍ وَلَا يُدْرَى مَتَى مَاتَتْ فِيهَا أَمْ فِي جَرَّةٍ أَوْ
بِئْرٍ يُحْكَمُ بِأَقْرَبِ الْأَوْقَاتِ مردہ چوہا پایا گیا لوٹے مین اور معلوم نہین کہ وہ لوٹے مین مرا یا گہڑے مین یا کنوئین مین تو اوسکا مرنا لوٹے مین محمول ہوگا ای
اسواسطے کہ حادث کی اضافت اوسکے اقرب اوقات کیطرف ہوتی ہے کذا فی الحلبی ثَلَاثُ قِرَبٍ مِنْ سَمْنٍ وَعَسَلٍ وَدِبْسٍ أُخِذَ مِنْ كُلٍّ حِصَّةٌ وَخُلِطَ
فَوُجِدَ فِيهِ فَأْرَةٌ تُعَلَّقُ بِالشَّمْسِ فَإِنْ خَرَجَ مِنْهَا الدُّهْنُ فَمِنَ السَّمْنِ وَإِلَّا فَإِنْ بَقِيَ بِحَالِهَا فَالْعَسَلُ وَإِلَّا فَالدِّبْسُ تین مشکین ہین گہی اور شہد اور
شیرہ خرما کی ہر ایک سے حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا اسواسطے اوسمین مردہ چوہا نکلا تو اوسی مخلوط سے اُس چوہے کو آفتاب مین رکہیں پہر اگر اُس چوہے سے چکنا
نکلا تو گہی ناپاک ہے اور اگر چکنائی نہین نکلی اور اگر بحال اپنے بستہ جلد ہوا باقی رہا تو شہد ناپاک ہے اور اگر منقبض ہوا سمٹ گیا تو شیرہ خرما ناپاک ہے یعنی اسلئے کہ دہوپ سے گہی پگہل جاتا ہے اور شہد سمٹتا
اور شیرہ خرما نرم ہوجاتا ہے يُعْمَلُ بِخَبَرِ الْحُرْمَةِ فِي الذَّبِيحَةِ وَبِخَبَرِ الْحِلِّ فِي مَاءٍ وَطَعَامٍ عمل کیا جاوے حرمت کی خبر پر ذبیحہ مین اور حلت کی خبر پر پانی اور کہانے
مین یعنی ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت مین دو خبرین متعارض مسموع ہوئین یعنی ایک متقی کہتا ہے کہ ذبیحہ حلال ہے دوسرا کہتا ہے کہ حرام ہے تو ذ
مین اوسکو حرام سمجہنا چاہیئے اسواسطے کہ ذبیحہ مین اصل حرمت ہے کیونکہ ذبح حیوان کی تعذیب ہے اور پانی اور طعام مین اصل حلت ہے تو دونون خبرون کو
لا اعتبار کرکے اصل پر عمل کرنا چاہیئے يَتَحَرَّى فِي ثِيَابٍ أَقَلُّهَا طَاهِرٌ تحری کرے یعنی سوچے اور اٹکل دوڑاوے پاک کے دریافت کرنے مین اُن کپڑ
ون مین جو آدہے سے کم پاک ہین اور اکثر ناپاک ہین ہم جب سوچنے سے ایک کپڑا پاک ٹہرا تو اوسی مین نماز پڑہے اگرچہ نفس تحری جائز نہین مگر قبلہ مین ہان اگر اوسمین
نجاست ظاہر ہو تو دوسرا کپڑا اسکی جگہ اختیار کرے کذا فی الطحطاوی وَأَوَانٍ أَكْثَرُهَا طَاهِرٌ لَا أَقَلُّهَا بَلْ يُحْكَمُ بِالْأَغْلَبِ إِلَّا لِضَرُورَةِ شُرْبٍ
کرے پانی کے اُن برتنون مین جنمین اکثر یعنی آدہے سے زیادہ پاک ہین نہ اُن برتنون مین جو آدہے سے کم پاک ہین بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہیئے یعنی سبکو ناپاک
جاننے مگر پینے کی ضرورت سے اقل مین بہی سوچ پر عمل کرے يَحْرُمُ أَكْلُ لَحْمٍ أَنْتَنَ لَا نَحْوُ سَمْنٍ وَلَبَنٍ حرام ہے کہانا اُس گوشت کا جو سڑ گیا نہ گہی اور
دودہ ایسی سڑی چیز کا ہم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑا گہی ضرر نہین کرتا بخلاف سڑے گوشت کے مَشْيٌ فِي بَعْرٍ أَوْ رَوْثٍ صُلْبٍ يُؤْكَلُ
بَعْدَ غَسْلِهِ لَا فِي خِثْيٍ جو نکلے سو کہی مینگنی یا لید مین تو دہونے کے بعد کہائی جاوین اور اگر گوبر مین نکلے تو نہ کہائی جاوین مَرَارَةُ كُلِّ حَيَوَانٍ كَبَوْلِهِ
وَجِرَّتُهُ كَزِبْلِهِ پتا ہر جانور کا اوسکے پیشاب کی مانند ہے اور جگالی ہر جانور کی اوسکی سرگین کی مانند ہے یعنی جو بول ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہے
اسکو پتے کو بہی طاہر کہتا ہے حُكْمُ الشَّيْءِ حُكْمُ مَائِهِ پہل اور گہاس کے رس کا حکم پانی کی مانند ہے یعنی جیسی نجاست حقیقی پانی سے دور ہوتی ہو ویسا
ہی اس سے ہو اور جیسا آب کثیر و قوم نجاست سے ناپاک نہین ہوتا ویسا ہی وہ بہی اگر وہ دردہ ہو تو ناپاک نہوگا رُطُوبَةُ الْفَرْجِ طَاهِرَةٌ خِلَافًا لَهُمَا
عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے امام کے نزدیک ناپاک ہے صاحبین کے نزدیک الْعِبْرَةُ لِلطَّاهِرِ مِنْ مُرَكَّبٍ وَمَا اخْتَلَطَ بِهِ فَيُعْتَبَرُ پاک کا ہے

پانی سے کہ با وجود ناپاک ہونے کے بھی پانی اور شہد کو بہنے لگا اور نہ جا کر نجس ہونے کی بھی پاک ہوتا ہے یہ قول ہے جس پر ہم ہیں اور بیہ تعلیل ہے حسن بن ہانی کی جو الاذکی میں ہے
جب گارا بنا نا پاک پانی سے یا ناپاک مٹی سے تو صحیح قول یہ ہے کہ گارا ناپاک ہو دونون میں کوئی پاک ہو یہی قول مختار ہے تاکہ شمس نے کہا یہ قول امام ابو یوسف کا ہے
غالب مین ہو طہارت کی یہ توجیہ کی ہے کہ ترکیب سے وہ دوسری چیز بنگئی وہ ظاہر اقسام مین نہیں اسواسطے کہ اس پر لازم آتا ہے کہ کہا جائے کہ گائے یا بیل کی کھال
وہ پاک ہوں کیونکہ ترکیب سے دوسری چیز ہو گئی و مطلب یہ ہے مرکبات جبکہ اونکی بعض مفردات ناپاک ہون حالانکہ بعضے ظاہر ہے اور کہا فی المجتبیٰ
فی حمام وشی لا یغسل قدمیہ قبل ان یغسلہ یعنی حمام ادرار اوسکی مانند اور مکانون میں جا کر غسل خانہ میں قرنا پاک نہوگا جیسکہ یہ معلوم
نہو جاوے کہ جو پانی پاؤن مین لگا وہ نجاست کا ہو وہ نہ ہے م مراد یہ ہے کہ برہنہ پاؤن چلا تو بدون پاؤن دھوے نماز جائز ہے اور جبتک یہ معلوم
کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لا ینبغی اخذ الماء من الانبوبۃ لانہ یعیرہ الماء اولیٰ ہے کہ پانی لینا اس نالی سے جسکا پانی حوض مین گرتا ہے
مناسب ہے اسواسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہو جائیگا م شاید کہ اسمین نجاست ہو تو پانی لینے سے حوض مین نجاست واقع ہوگی یا مستعمل ہو کر
گریگا تو ناپاک ہوگا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہ قول ظاہر اعلیٰ سبیل الاولویۃ کے ہے یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہے
الی الحمام لیس من المروۃ لان فیہ اظہار مقلوب الکنایۃ علی الصباح حمام مین غسل کیواسطے جانا مروت کے خلاف سے نہیں ہے یعنی نے شرع سے
اسواسطے کہ اسمین مقلوب کنایہ کا اظہار ہے م مقلوب کنایہ ہی بمعنی جماع یعنی لوگون کے سامنے حمام مین جانا بیوقت ظاہر کرنا ہے رات کے جماع کا
اور یہ بیشرمی ہے طحطاوی نے کہا بہتر یون تھا کہ شارح بجای مقلوب کنایہ مقلوب کان کہتا اور وہ مقلوب نیک ہے بمعنی جماع ہے ثیاب الفسقۃ واہل الذمۃ
طاہرۃ فاسقون اور ذمیون کے کپڑے پاک ہیں م یعنی اونکے مستعمل کپڑون میں نماز درست ہے تاوقتیکہ نجاست کا یقین نہو اور بحر میں ہے کہ ذمیون
کے پاجامو مین نماز مکروہ ہے حلبی نے کہا شاید اسوجہ سے کہ وہ استبراء اور استنجا نہیں کرتے دیباج اہل فارس نجس لما علم فیہ البول بقیہ
اہل فارس کا دیبا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہے اسمین پیشاب ڈالتے کیونکہ چمک کیواسطے م فارسیون کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہے لہذا اسکو
ناپاک کہا اسیطرح جس انگریزی کپڑے مین نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہو اوسکو ترک کرنا چاہیئے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہیں
کپڑون مین اصل حلت ہے رأی فی ثوب غیرہ نجسا مانعا ان غلب علی ظنہ انہ لو اخبرہ ازالہ وجب والا لا لان الامر بالمعروف علی ہذا
ایک شخص نے دوسرے کے کپڑے مین نجاست دیکھی کہ وہ نماز کی مانع ہے یعنی درہم سے زیادہ ہے اگر اوسکو اسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اوسکو خبر کریگا
تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا واجب یعنی فرض ہے اور اگر اسکا ظن غالب نہو تو بتانا فرض نہیں تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی
تفصیل پر ہے م یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہے ورنہ فرض نہیں اور یہ بھی امر بالمعروف مین شرط ہے کہ
اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہو ورنہ وہ شخص مختار ہے چاہے کرے چاہے نکرے اور نہی عن المنکر مین یہ بھی ہے کہ خود مرتکب نہوتا ہو اس فعل کا جو منہی عنہ ہے
علم سے اور وجوب فاسق پر بھی ثابت ہے اگرچہ اوسکا امر اور نہی فائدہ بخش نہین کذا فی الطحطاوی حمل السجادۃ فی زماننا اولیٰ احتیاطا لما
ورد اول ما یسأل عنہ فی القبر الطہارۃ وفی الموقف الصلوٰۃ جانماز کا لیکر رہنا ہمارے زمانہ مین بہتر ہے احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ حدیث
شریف مین وارد ہے کہ قبر مین پہلے طہارت کا سوال ہوگا اور قیامت مین نماز کی اول پرسش ہوگی م شارح رحمۃ اللہ علیہ کے حسن بیان کو غور کرنا
چاہیئے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوٰۃ مین اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلے اللہ علیہ وسلم

کتاب الصلوٰۃ

یہ کتاب ہے نماز کے احکام اور مسائل کے بیان مین شرع فی المقصود بعد بیان الوسیلۃ
یہ شروع ہے اصل مقصد مین کہ نماز ہے بعد بیان کرنے وسیلہ کے کہ طہارت ہے و لم تخل عنہا شریعۃ مرسل نماز سے خالی نہیں رہی کسی
رسول کی شریعت یعنی یہ عبادت دائمی قدیمی ہے کبھی منسوخ نہیں ہوئی وہذا صارت قربۃ بواسطۃ الکعبۃ کانت دون الایمان
منہ بل من فروعہ اور جبکہ شریعت محمدی مین نماز عبادت ٹھہری بواسطہ کعبہ معظمہ کے تو کمتر ہوئی ایمان سے نہ ایمان کے اجزا سے بلکہ فروع ایمان

کے فرد ہم سے ہے یعنی چونکہ ایمان بلا واسطہ عبادت ہے اور نماز بواسطہ استقبال قبلہ عبادت ہے بلا واسطہ عبادت نہین لہذا نماز ایمان مین داخل نہین بلکہ اوسکی شاخ ہے باعتبار فعل کے اور باعتبار اوسکو حکم کے یعنی اوسکو فرض ہونے کی راہ سے تو وہ ایمان مین داخل ہے اسواسطے کہ ایمان عبارت ہے جمیع ارشادات تعلیمیہ نبویہ کی تصدیق سے کذا فی الطحطاوی وھی لغۃ الدعاء فنقلت شرعا الی الافعال المعلومۃ وہی نماز یعنی دعا مانگنا اللہ سے اپنی الدنیا والآخرۃ اور نماز لغت عرب مین بمعنی دعا ہے پھر شرع مین منقول ہوئی افعال معلومہ یعنی رکوع اور سجود وغیرہ کیطرف اور یہی منقول ہونا ظاہر الفقہ ہے بسبب جو ہونے نماز کے بدون دعا کے جاہل اور گونگے کی نماز مین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ صلوۃ منقول شرعی ہے منقول شرعی وہ ہے جسمین معنی وضعی باقی نہو اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صلوۃ دعا مین حقیقت ہے افعال مخصوصہ کو صلوۃ اسواسطے کہا کہ اونمین دعا بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی ھی فرض عین علی کل مکلف بالاجماع سنا یعنی پنجگانہ نماز فرض عین ہے ہر مسلمان عاقل بالغ پر باجماع اہل اسلام ہم اجتماع نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہے کسی امت کو یہہ اجتماع حاصل نہوا اور عشا کی نماز بھی اسی امت کو خاص ہے کسی نے نہین پڑہی اور اذان اور اقامت اور شروع نماز مین اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہے چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا ہے اور نماز مین اللھم ربنا ولک الحمد کہنا اور نماز مین گفتگو کا حرام ہونا بھی اسی امت کو خاص چنانچہ جلال الدین سیوطی نے انموذج مین بیان کیا ہے اور بعضون نے کہا کہ عشا کی نماز اول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جبکہ مدین سے نکلے اور راہ بھول گئے تھے کذا فی الطحطاوی عینی شرح ہدایہ مین ہے کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑہی جبکہ بہشت سے نکلے اور اندہیرا ہوکر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ اونکو ذبح فرزند کا حکم ہوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ اونکو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑہی اور ہمپر فرض ہے انتہیٰ مختصرا اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یہہ آیت ہے قران مجید کی کہ اقیموا الصلوۃ یعنی اے مسلمانو قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشہورۃ وفرضت فی الاسراء لیلۃ السبت سابع عشر رمضان قبل الہجرۃ بسنۃ ونصف وکانت قبلہ صلوتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا یعنی نماز فرض ہوئی معراج مین شب شنبہ رمضان شریف کی سترہوین تاریخ ڈیڑہ برس ہجرت سے پہلے اور معراج سے پہلے دو نمازین تہین ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اوس کے ڈوبنے سے پہلے کذا فی العینی ہم یہہ جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف مین ذکر کیا سو ایک قول ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ معراج رجب مین ہوئی تھی اور یہی لوگون مین مشہور ہے اور امام نووی نے سیرروضہ مین اسکو ذکر کیا ہے وان وجب ضرب ابن عشر علیہا بید لا بخشبۃ لحدیث مروا اولادکم بالصلوۃ وہم ابناء سبع واضربوہم علیہا وہم ابناء عشر نماز فرض ہے عاقل بالغ مسلمان پر اگر چہ واجب ہے دس برس والے کو ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال مین کہ وہ سات برس کے ہون اور اونکو مارو جبکہ وہ دس برس کے ہون ہم ہر چند حدیث مین مطلق ضرب مذکور ہے لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکلف کی جنایت مین وارد ہے اور صغیر محل جنایت نہین اسواسطے اوسکی ضرب ہاتھ پر محمول ہوئی نہ لکڑی پر اور صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے شروع ہوئی تاکہ اوسکو نماز کی آدت ہوجاوے طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار ضرب متوسط سلیم مارنا چاہیے ثلث والصوم کالصلوۃ علی الصحیح کما فی صوم القہستانی معزیا للزاہدی وفی حظر الاختیار انہ یؤمر بالصوم والصلوۃ وینہی عن شرب الخمر لیألف الخیر ویترک الشر یعنی کہنا ہوا روزہ نماز کی مانند ہے حکم کرنے اور مارنے مین بنا بر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم مین زاہدی سے منقول ہے اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر مین ہے کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اوسکو نیکی کی عادت پڑے اور برائی کو چھوڑے ہم مراد یہہ ہے کہ صغیر کو تمام مامورات کا امر کرنا اور جمیع منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوۃ اور شراب کی کچھہ خصوصیت نہین

بدلیل یکفر جاحدھا لثبوتھا بدلیل قطعی اور نماز کا انکار کرنیوالا کافر ہو جاتا ہے بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنی قرآن اور احادیث
متواترہ اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہے جسمین کچھہ احتمال نہین منح الغفار مین ہے کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہے وتارکھا عمدا
ای تکاسلا فاسق یحبس حتی یصلی لانہ یحبس لحق العبد فحق الحق احق وقیل یضرب حتی یسیل منہ الدم وعند الشافعی یقتل بصلوۃ
واحدۃ حدا وقیل کفرا اور نماز کا سستی اور کاہلی کی راہ سے چھوڑنیوالا فاسق اور گنہگار ہے قید کیا جاتا ہے یہانتک کہ نماز پڑھے اسواسطے کہ
محبوس ہوتا ہے حق العبد کے سبب سے تو خدا کے حق مین حبس کرنا بطریق اولی زیادہ ہے اور بعض یعنی امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوۃ مارا جاوے
یہانتک کہ اوسکا خون جاری ہو اور امام شافعی کے نزدیک تارک الصلوۃ قتل کیا جاتا ہے ایک نماز کے چھوڑنے سے یہہ قتل ہے حد کی راہ سے اور دوسرا
قول یہہ ہے کہ قتل ہے کفر کی راہ سے ہم اسیطرح رمضان کا تارک الصوم واجب الحبس ہے اور شافعی کی مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی منکر تارک
الصلوۃ متکاسلا لازم القتل ہے مگر سبکے نزدیک وہ کافر نہین سوای امام احمد کے کذا فی الطحطاوی ولا یحکم باسلام فاعلھا بنفسھا الا اذا صلی
فی الوقت مع جماعۃ متمما مقتدیا اور حکم کیا جاتا ہے نماز پڑھنیوالے کے مسلمان ہونے کا چار شرطون کے ساتھہ یہہ کہ نماز
پڑھے عین وقت مین جماعت کے ساتھہ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرکے ہم اسطرح نماز پڑھنا امت محمدی مین مخصوص ہے لہذا اوسکے فاعل پر اسلام کا
حکم ہوا وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ وہ دلیل ہے فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کہ اوسمین نفل کا احتمال ہے یا اعتقاد فرضیت وقت
قضا کا اور چونکہ جماعت مقتدی اور امام دونونکو شامل تھی لہذا شارح نے اقتدا کی قید زیادہ کی اسواسطے کہ اقتدا اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہے
برخلاف امام ہونے کے کہ اوسمین نیت انفراد کا بھی احتمال ہے تو جماعت ثابت نہوگی اور اتمام صلوۃ سے مراد یہہ ہے کہ اوسکو فاسد نکرے کذا فی
الطحطاوی وکذا لو اذن فی الوقت او سجد للتلاوۃ او زکی السائمۃ صار مسلما اور اسیطرح اگر اوسنے وقت نماز مین اذان دی یا آیۃ
قرآن کا سجدہ کیا یا چرندے جانورون کی زکوۃ ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہریگا ہم اسواسطے کہ یہہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہین لا لو صلی
فی غیر الوقت او منفردا او اماما او افسدھا او فعل بقیۃ العبادات لانھا لا تختص بشرعنا نہ مسلمان ٹھہریگا اگر ایک شخص نے غیر وقت مین
نماز پڑھی یا تنہا یا امام ہوکر نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کر ڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات ادا کی کیونکہ اسواسطے کہ امور مذکورہ جاری شریعت محمدی کے
ساتھہ مخصوص نہین ہم باقی عبادات چنانچہ زکوۃ اموال غیر سوائم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی مین مخصوص نہین لیکن ہیئت کاملہ پر
حج کرنا اور قرآن کا پڑھنا بھی اس امت کی خصوصیات سے ہے تو انکو بھی مستثنی کرنا چاہیئے کذا فی المنح ونظمھا صاحب النہر فقال شعر وکافر فی
الوقت صلی باقتدا * متمما صلوتہ لا مفسدا * او اذن ایضا معلنا او زکی * سوائما کان سجد لذکی * فمسلم لا بالصلوۃ
منفردا * ولا الزکوۃ والصیام والحج زد * اور خصوصیات مذکورہ اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظم مین یون کہا ہے اور کافر نے عین وقت
مین نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اذان بھی دی آشکارا یا چرندے جانورونکی زکوۃ ادا کی مانند سجدہ تلاوت کرنیکے
پاک ہوکر تو وہ کافر ان افعال سے مسلمان ٹھہریگا نہ تنہا نماز پڑھنے سے اور نہ اور اموال کی زکوۃ دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنیسے
وھی عبادۃ بدنیۃ محضۃ فلا نیابۃ فیھا اصلا ای لا بالنفس کما صحت فی الحج ولا بالمال کما صحت فی الصوم بالفدیۃ للفانی
لانھما انما تثبتا باذن الشارع ولم یوجد درر یعنی نماز صرف بدن کی عبادت ہے تو اوسمین نیابت نہین کسیطرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج
مین صحیح ہے نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزہ مین درست ہے فدیہ دیکر شیخ فانی کو اسواسطے کہ نیابت یا فدیہ تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہے سو وہ
اذن نماز مین پایا نہین گیا ہم تنبیہ عبادت بدنی یعنی مرکب نہین مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب ہے اور حج نفل مین دوسرے شخص کی نیابت
کرنا ہرطرح درست ہے اور حج فرض مین نیابت عجز دائمی سے اور صوم کے فدیہ مین بھی عجز دائمی تا موت شرط ہے منح الغفار مین ہے کہ نماز مین
نیابت اسواسطے بھی درست نہین کہ تکالیف شرعیہ سے مقصود ابتلا اور مشقت ہے سو وہ عبادات بدنیہ مین جان اور اعضا کی محنت کشی مین حاصل

تعبیر کرنے سے حاصل ہے اور نائب کے کرنیسے غیب کے قصص پر شفقت بتحقیق نہین ہوتی تو نیابت مطلقا ثابت نہین تو تحریمہ صدقہ مین ہو
قَالَ وَقْتُ التَّحْرِيمِ الْخِطَابِ فِي الْوَقْتِ نماز کا سبب پے در پے ہونا ہی احسانات ربانی کا پھر حکم قرانی ہیر وقت نماز کا اہم سبب ثبات سے
متغیر انکے الحکم سے بدون تاثیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ مین تواتر نعمات ہو ہیر حکم قرآن مجید کا جاننا چاہیے اَقِمِ الصَّلوٰةَ
اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا پس سبب ظاہری وقت ہے اسواسطے کہ وجوب متجدد ہوتا ہے اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہے
سبب ہونے کی کذا فی الطحطاوی ای الجزء الاول منه ان اتصل به الاداء والا فما يلي جزء من الوقت يتصل به الاداء والا
يتصل الاداء بجزء فالسبب هو الجزء الاخير من الوقت سبب ہے یعنی اوسکا پہلا جز سبب ہے اگر اوسکے ساتھ ادا ہی نماز متصل ہوا ورنہ اگر جز اول مین
نماز نہ پڑھی تو وقت کے جس جز سے ادا ہی نماز کا اتصال ہوگا وہی جز سبب ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جز سے ادا متصل نہوئی تو وقت کا پچھلا
جز سبب ہوگا ہم خلاصہ مقام یہ ہے کہ وجوب نماز مین وسعت ہے تو جز اول اور ثانی اور ثالث کی تاخیر سے مثلا گنہگار نہوگا حلبی نے کہا مختصر بیان
یہ ہے کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جز ہے جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہے کذا فی الطحطاوی ولو ناقصا حتى تجب على مجنون ومغمى
عليهما افاقا وحائض ونفساء طهرتا وصبي بلغ ومرتد اسلم وان صليا في اول الوقت وقت کا پچھلا جز سبب ہے اگرچہ ناقص ہو چنانچہ عصر
مین دھوپ کا زرد ہو جانا تو واجب ہو گی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ دونون ہوش مین آگئے پچھلے جز مین اور حیض والی اور نفاس والی عورت پر
کہ وہ دونون پاک ہوگئین اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہوگیا اور مرتد پر کہ جز اخیر مین مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت مین نماز پڑھی ہو ہم
جز اخیر سے مراد وہ جز ہے جو تکبیر تحریمہ کی گنجائش رکھتا ہو نہ وہ آن اور لحظہ جسمین الله اکبر کہنا نہوسکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام
کے بقدر تحریمہ وقت باقی ہو تو اسوقت کی نماز انپر واجب ہو گی اور نہین تو نہین اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہے اور نماز مرتد کی صورت یہ ہے کہ
ایک مسلمان تھا اول وقت ظہر مین مثلا اوسنے فرض نماز ادا کی پھر وہ معاذ الله مرتد ہوگیا پھر ظہر کے آخر وقت مین اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ
کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہو گئی کذا فی الطحطاوی مختصرا وبعد خروجه يضاف السبب الى جملته ليثبت الوجوب بصفة الكمال
لانه الاصل فيجب القضاء في كامل هو الصحيح اور بعد نکلنے وقت کے مضاف ہوتا ہے سبب جمیع وقت کیطرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی
صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفة الکمال یہی اصل ہے تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم ہوگا کامل وقت مین نہ ناقص مین یہی قول صحیح ہے ہم
تو اگر آجکی عصر فوت ہوئی اور کل یا پرسون آخر وقت عصر مین غروب سے پہلے تو اوس وقت قضا نکرے اسواسطے کہ وہ ناقص وقت ہے وقت صلوة الفجر
قدمه لانه لا خلاف في طرفيه نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کیوقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اوسکے دونون طرفون مین یعنی اوسکے
اول اور آخر مین خلاف نہین اتفاق ہے امت کا برخلاف ظہر وغیرہ کے ہم اور یہ جو بعضون نے اول فجر مین اختلاف کیا ہے کہ اول صبح ہو یا انتشار
اوسکا اور آخر وقت قدر ہے آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہو یا تیرانداز کو تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتماد
کے نہین کذا فی الطحطاوی واول من صلاها آدم واول الخمس وجوبا اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اوسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ
نماز کے پہلی ہے واجب ہونے کی راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج مین فرض ہوئی تو اوس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شب معراج مین پچاس نمازین فرض ہوئین پھر کم ہوتے ہوتے یہان تک کہ پانچ ٹھہر گئین پھر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہین بدلتی
تمکو پانچ وقت کی نماز مین پچاس وقت کا ثواب ملیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کذا فی العینی شرح الهداية
والظهر اول ما ذكره محمد اور امام محمد شیبانی نے جامع صغیر مین ظہر کو اول مذکور کیا ہے اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ کے پہلی ہے باعتبار
ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے ہم یہ قول مبنی ہے اسپر کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کیوقت ہوئی تھی شب معراج کے بعد
اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی اسمین دو روایتین ہین مشہور یہی روایت ہے کہ ابتدا امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی

ولا ینبغی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیۃ فلذا قضی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الصبح صبیحۃ الاسراء اور یہ شبہ وہ
نہین موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسیواسطے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نکی شب معراج کی صبح کو ہم سمجھا آ
ہے سوال مقدر کا حاصل سوال یہہ ہے کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نمازکے اول ٹھہری تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ
وہ واجب ہو گئی تھی رات کو خلاصہ جواب یہہ ہے کہ طریقہ ادا نماز کا معلوم نہ تھا اور بدون اوسکے ادا کرنا واجب نہین اور یہہ سوال مدار رہتا ہے مشہور
روایت پر نہ غیر مشہور پر اگر کوئی کہے کہ وجوب کیونکر ثابت ہوگا بدون وجوب اداکے ہم جواب دینگے کہ اسمین کچھہ استبعاد نہین اسواسطے کہ جو شخص دار الحرب
مین اسلام لایا اور شرائع کو اوسنے مجملا معلوم کیا تو اوسپر وجوب ثابت ہوگا اور ادا کرنا بلا علم کیفیت واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی ثم ہل کان
قبل البعثۃ متعبدا بشرع احد الجمہور عندنا لا بل کان یعمل بما ظہر لہ من الکشف الصادق من شریعۃ ابراہیم وغیرہ پہر اسکو دریافت
کرنا چاہیے کہ ہمارے حضرت نبوت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تہے یا نہین جواب پسندیدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہہ ہے کہ کسی شریعت خاص
پر عمل نکرتے تہے بلکہ اوسپر عمل کرتے تہے جو کشف صادق سے آپکو ظاہر ہوتا تہا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے وصح تعبدہ فی حرا
اور صحیح ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا غار مین جسکا حرا نام ہے کذا فی البحر ہم ابن اسحق وغیرہ نے مذکور کیا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام
ہرسال ایک مہینہ حرا مین تشریف لیجاتے تہے عبادت کرنے کو بعضون نے کہا عبادت آپکی ذکر تہی اور بعضون نے کہا فکر تہی واللہ اعلم کذا فی
الطحطاوی من اول طلوع الفجر الثانی وہو البیاض المنتشر المستطیر لا المستطیل نماز فجر کا وقت ہے ابتداء طلوع کرنے فجر ثانی سے اور وہ
سپیدی فجر ثانی سفیدی ہے پہیلی کنارہ آسمان مین عریض اور چوڑی نہ لمبی ہم فجر دو قسم ہے اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہے جسکو حدیث مین فرمایا
جیسے بہیڑیے کی دم وہ سفیدی ہے مثلکر سیاہی وہان ہو جاتی ہے لہذا اوسکو صبح کاذب کہتے ہین اوسوقت تک عشا کی نماز کا وقت ہے اور صائم کو سحر
کہانا درست ہے صبح کی نماز اوسوقت جائز نہین اور فجر ثانی افق مین معترض اور منتشر یعنی داہنے اور بائین پہیلی اور چوڑی ہوتی ہے دمبدم اوسکی روشنی
زیادہ ہوتی جاتی ہے اوسکو صبح صادق[سله] بولتے ہین وہی وقت ہے ابتداء نماز فجر کا اوسوقت صائم کو سحر کہانا درست نہین الی قبیل طلوع
ذکاء بالضم غیر منصرف اسم الشمس نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے ہے آفتاب کے نکلنے تک تہوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکا بضم ذال معجمہ
غیر منصرف آفتاب کا نام ہے ہم چونکہ حدیث امامت جبرئیل مواقیت نماز مین اصل ہے اور مشہور لہذا اوسکا ذکر کرنا عینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام
ہے اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیے کہ اس حدیث کو بہت صحابیون نے روایت کیا ہے ازانجملہ ابن عباس اور عبد اللہ بن مسعود اور ابوہریرہ اور
عمرو بن حزم اور ابوسعید خدری اور انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابوموسی اشعری اور بیار بن عازب اور جابر ہین رضی اللہ عنہم سو
ابن عباس کی حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اون سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبرئیل
علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو بار تو ظہر ادا کی پہلی بار جسوقت کہ سایہ اصلی مثل شراک یعنی بند نعلین کی مانند تہا پہر عصر پڑہی جبکہ
سایہ ہر چیز کا اوسکی برابر تہا پہر مغرب پڑہی جبکہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کہولنے کا وقت آیا پہر عشا پڑہی جبکہ شفق ڈوبا پہر فجر کی نماز پڑہی جبکہ فجر چمکی اور صائم
پر کہانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر پڑہی جبکہ سایہ ہر چیز کا اوسی چیز کے برابر ہوگیا کل کی عصر کیوقت پہر عصر پڑہی جبکہ سایہ ہر شی کا اوسکے دوچند تہا پہر مغرب
پڑہی پہلے دن کیوقت پر پہر عشا پڑہی جبکہ تہائی رات گئی پہر صبح پڑہی جبکہ زمین روشن ہوگئی پہر جبرئیل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا اے محمد
یہہ وقت ہے تجہسے پہلے انبیا کا اور وقت ہے مابین ان دونون وقتون کے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن ہے اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح مین
اور حاکم نے اپنی مستدرک مین اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے کذا فی البدایۃ شرح الہدایۃ للعینی ووقت الظہر من زوالہا ای میل
ذکاء عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثلیہ اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے یعنی آفتاب کے ڈہلنے سے وسط آسمان سے ہر شے کے سایہ کے
دوچند پہونچنے تک ہے ظہر کے اول وقت مین خلاف نہین آخر وقت مین اختلاف ہے امام اعظم کے نزدیک مثلین تک ہے یعنی دونا سایہ ہونے تک

[سله] صادق نہیں بلکہ اسی کی صبح ... کاذب طلوع ... کی اور سفید ... افق کا ... پہلی ... ہوکر ...

محمد کی روایت مین ہدایہ مین کہا کہ یہی قول صحیح اور ظاہر الروایہ ہی اور محیط مین ہی کہ امام ہی کا قول صحیح ہے اور محبوبی نے اسیکو مختار کہا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعہ نے اسیکو ترجیح دی اور غیاثیہ مین کہا وہو المختار اور شرح مجمع مین کہا کہ اصحاب متون نے اسیکو پسند کیا اور شارحین اسی پر راضی ہوئی کذا فی الطحطاوی عن البحر وعنہ مثلہ وہو قولہما وزفر والائمۃ الثلثۃ وقال الامام الطحاوی وبہ ناخذ وفی غرر الاذکار وہو المأخوذ بہ وفی البرہان وہو الاظہر لبیان جبریل وہو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی اور امام سے ایک مثل کی روایت ہی یعنی حسن نے امام سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اوس چیز کے ہوگیا ظہر کا وقت آخر ہوگیا اور یہی صاحبین کا قول ہی اور زفر اور تینون اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا امام طحاوی نے کہا اور اسی قول کو ہم لیتے ہین اور غرر الاذکار مین ہی کہ یہی قول لیا گیا ہے یعنی اسی پر عمل ہے اور برہان مین ہی کہ یہی قول ظاہر تر ہے جبرئیل علیہ السلام کے بیان کر دینی سی اور قول جبرئیل ہی باب مواقیت مین نص صریح ہے اور فیض مین ہے کہ اسی پر لوگون کا آج عمل ہے اور اسیکا فتوی ہی ھ بحر الرائق مین ہی کہ طحاوی کا قول اسپر دلالت نہین کرتا کہ یہی مذہب صحیح ہے تصحیحات متعددہ کے مذکور ہونے کے بعد اور سراج وہاج مین ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاط اسمین ہی کہ ظہر کی نماز مثل تک تاخیر نکرے اور عصر کی نماز نہ پڑہے جبتک مثلین تک سایہ نہ پہونچے تاکہ دونون نمازین اپنے وقتون پر بالاتفاق ادا ہون کذا فی الطحطاوی سِوٰی فَیْئٍ یَکُوْنُ لِلْاَشْیَاءِ قُبَیْلَ الزَّوَالِ سوا اوس سایہ کے جو سب چیزون کا ہوتا ہی زوال آفتاب سی پہلے تہوڑا سا یعنی ٹہیک دو پہر مین آفتاب ڈہلنی سی پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہی وہ ظہر اور عصر کیوقت سی خارج ہی مثل اور مثلین کے حساب مین داخل نہین اوسی سایہ کو فیئی بر وزن شیئ اور سایہ اصلی کہتی ہین طحطاوی نے کہا فیئ الزوال کو اسواسطی استثنا کیا کہ گاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہے ہر چیز کے بعضے مواضع مین ایام سرما مین اور گاہ ہی دونا ہوتا ہی تو اگر مثل کو اعتبار کیجئے ذی الظل کے پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جاوی نہ امام کے نزدیک یہہ حال ہی وہان کے لوگونکا جنکی سرون پر آفتاب سامنی نہین آتا لیکن جن لوگون کے سرون کے اوپر آفتاب آجاتا ہے وہان مثل کا اعتبار ذی الظل کے پاس سی ہوتا ہی یعنی اسواسطی کہ وہان سایہ اصلی منعدم ہو جاتا ہی وَیَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ اور فیئ الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہی زمان اور مکان کے اختلاف سی ھ یعنی سرما مین سایہ اصلی بڑا ہوتا ہی اور گرما مین چہوٹا اور جو ملک معدل النہار اور خط استوا سی قریب ہین وہان سایہ چہوٹا ہے اور جو بعید ہین وہان بڑا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی کی مانند ہی وہان سایہ اصلی ایکدن بالکل منعدم ہوتا ہے یعنی جبکہ آفتاب نقطہ سرطان مین داخل ہو اور سال بھر مین یہی دن بہت بڑا ہوتا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی سے کم ہوتا ہی وہان کا سایہ اصلی سال مین دو بار بالکل نابود ہو جاتا ہی چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کذا فی الحلبی ولو لم یجد ما یغرز اعتبر بقامتہ وہی ستۃ اقدام ونصف بقدمہ من طرف ابہامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے واسطی وہ چیز نپاوی جسکو زمین پر گاڑکر سایہ دریافت کرے تو اپنی قد کا اعتبار کری اور قد ہر آدمی کا ساڑہے چہہ قدم کا ہوتا ہی اوسی شخص کے قدم سی انگوٹہی کیطرفسے ھ یہہ کلام محذوف پر مرتب ہی جو معلوم ہوتا ہے بحر الرائق وغیرہ کی عبارت سی اوسمین یون ہی کہ زوال کی شناخت مین چند روایات ہین اونمین صحیح تر یہہ ہے یعنی ابو شجاع کی روایت کہ سیدہی لکڑی برابر زمین مین چاشت کیوقت گاڑی اور سایہ کے سری پر نشان کری پہر اگر سایہ کم ہوتا جاتا ہو نشان مذکور سی تو آفتاب نہین ڈہلا پہر اگر سایہ ٹہہر گیا زیادت اور نقصان سی تو یہہ وقت ہی ٹہیک دو پہر کا اور جسقدر سایہ اسوقت باقی رہا وہ فیئ الزوال اور سایہ اصلی ہی اور جبکہ سایہ فیئ الزوال کے خط سی بڑہا اور لمبا ہوا تو معلوم ہوا کہ آفتاب ڈہل گیا چنانچہ ظہیریہ مین ہی اور مجتبی مین ہی کہ اگر کوئی لکڑی گاڑنے کو نملے فیئ الزوال اور امثال کی شناخت کو تو اپنی قد سی قیاس کری ساڑہی چہہ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتی ہین اور جمع بین القولین یون ہو سکتا ہی کہ آدمی کا قد سات قدم ساق کی ست سی ہوتا ہی اور ساڑہے چہہ قدم انگوٹہی کیطرفسی انتہی اور محمد سی وہ قول منقول ہے جو اس سی بہی زیادہ تر آسان ہی وہ یہہ ہی کہ آدمی قبلہ کے سامنی کہڑا ہو پہر جبکہ آفتاب ابروی راست پر آیا تو ڈہل گیا کذا فی الطحطاوی تصرف یعنی مین یون ہی کہ جب آفتاب بائین طرفسی ڈہلا تو بہی زوال کا وقت ہی انتہی ھ یہین اور لمبانی کا اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہی کما فی حاشیہ

یعنی اُسکو سراج الوہاج ہی و وقت العصر منہ الی قبیل الغروب اور عصر کا وقت سایہ مثلین سے ہی آفتاب کے ڈوبنے تک تنبیہ پھر پہلے طحطاوی نے کہا یعنی قول
مشہور ہی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ آفتاب کے زرد ہونے تک ہی فلو غربت ثم عادت ہل یعود الوقت الظاہر نعم یعنی اگر آفتاب ڈوبا پھر نکل آیا تو عصر کا
وقت دوسری بار عود کریگا یا نہین جواب ظاہر یہہ ہے کہ ہان وقت پھر آویگا ام یہہ بحث ہی صاحب نہر کی بدلیل حدیث رد شمس یعنی آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم علی مرتضی کی گود مین سو گئی جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضی نے عصر کی نماز نہین پڑھی تو فرمایا کہ الہی علی تیرے اور تیرے رسول کی طاعت مین تہا
تو آفتاب کو پھیر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہان تک کہ اُنہون نے عصر کی نماز پڑھ لی اور یہہ واقعہ خیبر مین ہوا تہا اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے
صحیح کہا ہی اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہی از انجملہ طبرانی نے سند حسن سے اوسکو روایت کیا ہی اور جنہون نے اسکو موضوع کہا چنانچہ ابن جوزی نے
اونسے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اسکے مخالف نہین کذا فی الطحطاوی وہی الوسطی علی المذہب اور یہی عصر کی نماز وسطی ہے بنا بر مذہب صحیح کے کہ
قران مجید مین فرمایا کہ (حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی) یعنی محافظت کرو نمازون پر اور نماز وسطی پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو
نماز وسطی کی تعیین مین تیئیس[۲۳] قول ہین جو وہبانیہ اور اوسکی شرح مین مذکور ہین از انجملہ ایک قول یہہ ہی جو شارح نے ذکر کیا واللہ اعلم و وقت
المغرب منہ الی غروب الشفق وہو الحمرۃ عندہما وبہ قالت الثلثۃ والیہ رجع الامام کما فی شرح المجمع وغیرہا فکان ہو المذہب
اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے ہی شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہی جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کیطرف رہتی ہی صاحبین کے
نزدیک اور یہی کہا ہی تینون اماموں نے اور اسی قول کی طرف امام اعظم نے رجوع کیا ہے چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحون مین مذکور ہے تو یہی صاحبین کا
قول صحیح مذہب ٹھہر گیا ہم امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق مین ہوتی ہی اور یہی قول ہے صدیق اکبر اور انس اور معاذ
اور عائشہ صدیقہ کا اور ایک روایت ہی ابن عباس اور ابوہریرہ سے اور یہی مذہب ہی عمر بن عبد العزیز اور اوزاعی اور زفر اور مزنی اور ابن منذر
اور خطابی کا اور یہی مختار ہے مبرد اور ثعلب ائمہ لغت کا ابو داؤد مین حدیث ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ
ہی جبکہ افق سیاہ ہو جاوی ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح مین روایت کیا ہی اور ابو داؤد اور نسائی اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اُسوقت پڑہتے تھے جبکہ تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تہا کذا فی العینی اور محقق نے فتح القدیر مین امام کے قول کو ترجیح
دی ہی اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا نہ امام کی روایت سے ثابت ہی نہ درایت سے اول تو اسواسطے کہ امام کی ظاہر الروایہ کے مخالف ہی اور ثانی تو بدلیل حدیث
ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہان تک ہی کہ اُفق غائب ہو جاوی اور غائب ہونا افق یعنی کنارہ آسمان کا اُس سفیدی کے ساقط ہونیسے ہوتا ہی جو سرخی
کے بعد ہوتی ہے اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری مین کہا تو ثابت ہوا کہ امام ہی کا قول صحیح ہے انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتوی اور عمل نہین مگر
امام اعظم کے قول پر اور اوسکو چھوڑکر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے قولکو لینا چاہیے الا بضرورت ضعف دلیل یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین
کے قول پر فتوی دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ مین اور سراج مین ہے کہ صاحبین کا قول اوسع ہی اور امام کا قول احوط کما فی البحر اور یہہ جو دُرر مین ہے کہ
یہان صاحبین کے قول پر فتوی ہی نوح افندی نے اسکو یون رد کیا ہی کہ اسپر اعتماد جائز نہین اور امام کے قول پر صاحبین کے قولکو ترجیح دینا
درست نہین مگر بموجب ضعف دلیل کے یا بضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے حالانکہ ان چارون امور سے کوئی متحقق نہین تو امام ہی کے قول
پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ مین ہی لازم ٹھہرا انتہی وفیہ ان التعامل علی خلافہ اگر کوئی کہے کہ جب
امام ایک جانب ہون اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہے جسپر چاہے عمل کرے اوسکے دو جواب ہین ایک یہہ کہ یہہ حکم مفتی مجتہد پر محمول ہے اور
جو مجتہد نہین تو اصح یہہ ہی کہ امام ہی کے قول پر مطلقا فتوی دے چنانچہ سراجیہ مین مصرح ہے اور دوسرا جواب یہہ ہی کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہے اور
بعضون کے نزدیک تو امام کے قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل بیجا ہے از انجملہ صاحب ہدایہ ہین اونہون نے تجنیس مین کہا کہ میرے نزدیک واجب
ہے کہ امام کے قول پر ہر حال مین فتوی دیا جاوی کذا فی الطحطاوی ملخصا و وقت العشاء والوتر منہ الی الصبح اور نماز عشا اور وتر کا وقت

غروب شفق سے ہو صبح تک ولکن لا یقدم علیہا الوتر الا ناسیًا لوجوب الترتیب لانہما فرضان عند الامام لیکن یہہ نہین
عشا پر وتر کا مقدم کرنا مگر بھولکر بسبب واجب ہونے ترتیب کے اسواسطے کہ عشا اور وتر دونون فرض ہین امام کے نزدیک لیکن عشا فرض قطعی ہے
اور وتر فرض عملی ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک وتر سنت ہے والدلائل فی المبسوطات وفاقد وقتہما کبلغار فان فیہا یطلع الفجر
قبل غروب الشفق فی اربعینیۃ الشتاء اور نہ پانیوالا عشا اور وتر کے وقت کا جیسے بلغار کے ساکن ہو جیسا کہ بلغار مین فجر طلوع کرتی ہے شفق کے
غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما مین ہم قاموس مین ہے کہ بلغار ایک شہر ہے ملک صقالبہ کا نہایت جانب شمال کی شدید البرد اور یہہ جو شارح نے چلہ
سرما کو ذکر کیا سو سہو ہے اور ٹھیک یہہ ہے کہ اقصر لیالی سال مین وہان عشا کا وقت نہین ہوتا چنانچہ بحرالرائق اور امداد الفتاح مین مذکور ہے یعنی
اول صیف مین جبکہ آفتاب حلول کرتا ہے راس سرطان مین تو اسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہے اور ایک ساعت یعنی گھنٹہ بھر غروب ہوتا ہے
عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت مین اسکی تفصیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکلف بہما فیقدر لہما نہ پانیوالا عشا اور وتر کا مکلف
ہے ان دونونکا یعنی اسپر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہے تو اندازہ کر لے ان دونون نمازون کیواسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب کے پیچھے
عشا اور وتر ہوتی تھی اوسیقدر مدت کے بعد دونونکو پڑھے یا بلاد قریبہ پر قیاس کرے ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء بہ افتی البرہان
الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی نیت نکرے وقت ادا کے نہونے کے سبب سے اسیکا فتوی دیا ہے برہان الدین کبیر نے ہم قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا
اوسکو کہتے ہین جسکا وقت ہو اور فوت ہو جاوے اور یہان وقت ہی نہین تو قضا بھی نہین واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنۃ فی الغازہ فصححہ فتوہم
المصنف انہ المذہب اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار کیا ہے کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اوسکی پیروی
کی اپنی الغاز مین سو اسکی تصحیح کی ہے تو مصنف اس متن نے اسی قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی ولہذا اسکو متن مین داخل کیا برخلاف کنز کے اور کنز کے
قول کی تضعیف کی چنانچہ اسکو اسکے بعد بصیغہ تمریض ذکر کریگا ہم شارح نے اسمین تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح
مین اسکو ضعیف ہونیکی تصریح کی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکلف بہما لعدم سببہما اور بعضون نے کہا کہ عشا اور وتر کیوقت کا نہ پانیوالا
مکلف ان دونون نمازونکا نہین اونکے سبب کے نہونے کیوجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت ہے اور انتفاء سبب مستلزم انتفاء مسبب ہے وبہ جزم فی الکنز
والدرر والملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہے متون ثلثہ یعنی کنزالدقائق اور درر اور ملتقی الابحر مین وبہ افتی البقالی ووافقہ
الحلوانی والمرغینانی اور اسیکا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور اونکی موافقت کی بعد مخالفت کی حلوانی اور مرغینانی نے ہم مجتبی مین ہے
کہ برہان الائمہ کیوقت مین استفتا وارد ہوا کہ ہم لوگ اپنے شہر مین عشا کا وقت نہین پاتے تو ہمپر عشا کی نماز واجب ہے یا نہین تو جواب یہہ لکھا کہ
تمپر واجب نہین اور اسیکا ظہیرالدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسیکا استفتا بلغار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا فتوی
دیا پھر خوارزم مین شیخ السنۃ بقالی سے بھی استفتا ہوا تو اونہون نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو اونکا جواب حلوانی کو پہونچا تو ایک شخص کو بھیجا اونکے
پاس خوارزم مین کہ مجمع مین اونسے سوال کرے کہ کیا کہتے ہو اوس شخص کے حق مین جو پانچ فرضون مین سے ایک فرض کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے یا نہین تو
شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا کہ تم کیا کہتے ہو اوس شخص کی نسبت جسکے دونون ہاتھ کہنیون سمیت یا دونو پانون ٹخنون سمیت کاٹ گئے
اور اسکو وضو مین کتنے فرض ہین سائل نے جواب دیا کہ تین فرض ہین بسبب نہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسیطرح پانچوین نماز بھی فرض
نہین اوسکی وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہہ جواب حلوانی کو پہونچا تو پسند کیا اور اس مسئلہ مین اونکے موافق ہو گئے کذا فی المنح ورجحہ الشرنبلالی
والحلبی واوسعا المقال ومنعا ما ذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمین بہت گفتگو
کی ہے اور نہین مانا اس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہے ہم خلاصہ کلام محقق یہہ ہے کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل
یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ عدم محل فرض مین اور عدم سبب جعلی مین جو وجوب خفی نفس الامری کی علامت ہے فرق صریح ہے علاوہ

اسکی اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوات خمسہ جمیع آفاق پر بلا تفصیل شریعت عام ہے اور اسیطرح حدیث صحیح مسلم دلیل مدعا ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین مین کتنا ٹھہریگا فرمایا ۴۰ دن ایک دن سال کی برابر اور ایک دن مہینے کی برابر اور ایک
دن ہفتے کی برابر اور باقی دن تمہارے دنون کی مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن کہ سال کی برابر ہے اوسمین ہمکو ایکدن کی نماز کفایت کریگی فرمایا
نہین اوسکے واسطے اندازہ کر لیا کرنا انتہے تو اُس دن مین ۳۰۰ سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوئی مثل یا مثلین کے سایہ ہو جانے سے پہلے انتہے کلام الکمال
خلاصہ جواب کا یہہ ہے کہ جیسی صلوات خمسہ ٹھہر چکی ہین اوسیطرح وجوب کیواسطے اسباب اور شروط ٹھہر گئی ہین کہ بدون اونکے وجوب نہین پایا جاتا ہے تو اگر
صلوات خمسہ کا حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھہ مراد ہے تو مسلم ہے اور ہمکو مفید نہین اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلقا مراد ہے تو باطل ہے اسلئے کہ
حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلا تو اوسپر اوسدن فقط چار نمازین واجب ہین نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہے تو اوسپر غیر کو
قیاس نہین کرسکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ من المبسوطات قلت ولا یساعد حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمائۃ ظہر
مثلا قبل الزوال لیس کمسئلتنا لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان واما فیہا فقد فقد الامران مین کہتا ہون اور کمال الدین کی حدیث مساعدت
نہین کرتی دجال کی حدیث اسواسطے کہ اگرچہ وہان تین سو ظہر سے مثلا زیادہ تر واجب ہوئی زوال آفتاب سے پہلے ہماری اس مسئلہ کی مانند وہ دن نہین
اسواسطے کہ یوم دجال مین فقط علامت اوقات مفقود ہے زمانہ مفقود نہین اور بلغار کی عشا اور وتر مین علامت اوقات اور زمانہ دونون امر مفقود
ہین یعنی نہ علامت عشا کی موجود ہے اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہے کہ مغرب اور عشا اور صبح کے اوقات کی برابر ہو بلکہ مابین غروب اور طلوع آفتاب کے
فقط بقدر مغرب اور صبح کے زمانہ ہوتا ہے ھ شارح کا یہہ کلام مسلم نہین اسواسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہے تو چوبیس چوبیس ساعت یعنی ۲۴ گھنٹے
مین پانچ نمازین ادا ہونگی اور بلغار کا دن بھی اپنی رات کے ساتھہ ۲۴ گھنٹے کا ہے تو اوسمین بھی پانچ نمازین واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا اور بمنزلہ یوم
دجال کے ہوگیا مین کہتا ہون الحاصل وجوب اور عدم وجوب عشا مین دونون قولونکی تصحیح ثابت ہے مگر یہہ کہ دلیل تقدیر کی مشرق ہے اور ہمکو بلغار
کے رہنے والے نے خبر دی کہ چلہ ایام گرما مین شفق سرخ کے غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہے اور وہان کے لوگ صوم مین رات کی مدت مین ایکبار
یا دو بار کہاتے ہین قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہان سے بھی دور کے رہنے والے شخص نے مجسے حکایت کی کہ وہان مطلق اندہیرا نہین ہوتا اور بعضے
بلاد مین ہمیشہ اندہیرا رہتا ہے وہان روشنی نہین مگر چراغ کی فسبحان العلیم بحقائق الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتداء فی
الفجر باسفار والختم بہ ہو المختار بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد اور مرد کو مستحب ہے شروع کرنا نماز فجر کا روشنی مین اور
ختم کرنا روشنی مین بھی قول مختار ہے اسطرح کہ ۴۰ آیت کو اداے حروف کے ساتھہ ٹھہر ٹھہر کے دونو رکعتون مین پڑہے پھر نماز کو اعادہ کرے طہارت
کے ساتھہ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو ھ فساد کیصورت یہہ ہے کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑھی یا نماز مین کوئی فساد واقع ہوا وقیل یؤخر جدا
لان الفساد موہوم اور قول ضعیف یہہ ہے کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہو جانا نماز کا امر موہوم ہے ھ بحر الرائق مین ہے لیکن اسقدر
تاخیر نکرے کہ طلوع آفتاب مین شک واقع ہو الا الحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمرأۃ مطلقا مگر حاجی کو مزدلفہ مین روز روشن مین نماز پڑہنا
مستحب نہین تو وہان اندہیری مین نماز افضل ہے جیسے عورت کو مطلقا خواہ حج مین یا غیر حج مین اندہیری مین نماز بہتر ہے یعنی اسواسطے کہ بنا رحال نسوان
پردہ داری مین ہے سو وہ اندہیرے مین حاصل ہے وفی غیر الفجر الافضل لہا انتظار فراغ الجماعۃ اور فجر کے سوا اور نمازونمین عورت کو فراغت
جماعت کا انتظار کرنا افضل ہے یعنی جب مردونکی جماعت ہو چکے تب عورت مسجد مین نماز پڑہے وتاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقا
کذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدۃ حر وحرارۃ بلد وقصد جماعۃ اور مستحب ہے دیر کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیوارون کے سایہ مین
چلے مسجد جانے کیوقت مطلقا ایسا ہی مجمع وغیرہ مین مطلقا کی تفسیر یہہ ہے کہ تاخیر مذکور مین شرط نہین شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد
جماعت کا ھ صیف کی قید مین اشارہ ہے کہ ربیع اور خریف کے موسم مین تعجیل ظہر کی مستحب ہے اور تاخیر کی حد یہہ ہے کہ قبل از مثل نماز ہو اسواسطے کہ

خزانہ مین ہی کہ وقت مکروہ وہ ہے جو اختلاف کی حد مین داخل ہو اور جبکہ سایہ ہر شی کا اوسکی برابر ہوا تو حد اختلاف مین داخل ہوا اور یہہ قول شارح کے کلام
سے بہتر ہے اسواسطے کہ عصر کی دیوارون کا سایہ اونکی بلندی کے سبب سے جلد حاصل ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وَمَا فِی الجَوْہَرَۃِ وَغَیْرِھَا مِن اِشْتِرَاطِ
ذٰلِکَ مَنظُورٌ فِیْہِ اور جو کہ جوہرہ وغیرہ مین جو مشروط ہونا تاخیر کیواسطے امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا سو مسلم نہین اوسمین خلل ہی وَجُمُعَۃٌ
کَظُھْرٍ اَصْلًا وَاسْتِحْبَابًا فِی الزَّمَانَیْنِ لِاَنَّھَا خَلَفُہٗ اور جمعہ ظہر کی مانند ہے اصل اور استحباب کی راہ سے دونون موسم گرمی اور جاڑے مین اسواسطے کہ جمعہ
خلیفہ ہی ظہر کا ہم یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہے وہی جمعہ کا ہی اور جیسے صیف مین ظہر کی تاخیر مستحب ہی اور تعجیل اور ایام مین ویساہی جمعہ مین اوسکا بیان ہے یہ جمعہ کا
دوسرے وقت مین پڑہنا مسنون نہین سو شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور جو یہہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا سو احد القولین ہے اور دوسرا قول مشہور یہہ ہے
کہ جمعہ فرض مستقل ہے ظہر سے زیادہ تر موکد ہی کذا فی الطحطاوی وَتَاخِیْرُ عَصْرٍ صَیْفًا وَشِتَاءً تَوْسِعَۃً لِلنَّوَافِلِ اور مستحب ہی تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور
جاڑے مین نوافل کی گنجائش کیواسطے ہم ابو داؤد مین حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جبتک کہ آفتاب سفید اور صاف
رہتا تھا کذا فی البحر مَالَمْ تَتَغَیَّرْ ذُکَاءُ بِاَنْ لَا تَحَارَ الْعَیْنُ فِیْھَا فِی الْاَصَحِّ تاخیر عصر کی مستحب ہی جبتک کہ آفتاب متغیر نہو اسطرح پر کہ آنکہہ قرص
آفتاب مین حیران نہو صحیح قول میں ہم مراد یہہ ہی کہ آفتاب کی روشنی کی چمک جاتی رہی تو بصارت کو اوس سے حیرت حاصل نہوا اور تغیر روشنی کا اعتبار نہین اسلیے
کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ شعاع دیوارون پر بدلجاے اور بعضون نے کہا قرص آفتاب متغیر ہو جاے کذا فی
الطحطاوی عن السراج وَتَاخِیْرُ عِشَاءٍ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ قَیَّدَہٗ فِی الْخَانِیَۃِ وَغَیْرِھَا بِالشِّتَاءِ اَمَّا الصَّیْفُ فَیُنْدَبُ تَعْجِیْلُھَا اور مستحب ہو دیر کر کر پڑہنا
عشا کا تہائی رات تک خانیہ وغیرہا مین اس تاخیر کو مقید کیا ہی جاڑون کے ساتھہ اور گرمیون مین تو جلد پڑہنا عشا کا مستحب ہی یعنی اس خوف سے کہ
عشا کا وقت خارج نہو جاے غلبہ خواب سے کیونکہ رات بہت کم ہوتی ہے فَاِنْ اَخَّرَھَا اِلٰی مَا زَادَ عَلَی النِّصْفِ کُرِہَ لِتَقْلِیْلِ الْجَمَاعَۃِ اَمَّا اِلَیْہِ فَمُبَاحٌ پہر اگر عشا
کی تاخیر کی یہان تک کہ آدہی رات سے زیادہ ہو گئی تو یہہ تاخیر مکروہ ہے تقلیل جماعت کیوجہ سے اور آدہی رات تک تو تاخیر مباح ہی ہم نصف شب سے
زیادہ تاخیر مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح والبحر تتمہ عشا کی تاخیر اسواسطے مستحب ہی تا قصہ خوانی مکروہ قطع ہوا اور نامۂ اعمال نماز پر
ختم ہو جیسے شروع ہوا تہا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائین مٹ جاوین حق تعالی نے فرمایا اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ نیکیان برائیونکو
دفع کرتی ہین اور عشا سے پہلے سونا مکروہ ہے فوت جماعت کے خوف سے اور بعد نماز کے بلے حاجت گفتگو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہین چنانچہ قران پڑہنا اور
ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سے اور مکروہ ہے کلام بعد فجر ہونے کے پہر جب نماز پڑہ چکے تو مکروہ نہین
کذا فی الطحطاوی وَاَخَّرَ الْعَصْرَ اِلٰی اصْفِرَارِ ذُکَاءٍ اور اگر عصر کی تاخیر کی آفتاب کے زرد ہو جانے تک تو مکروہ ہے فَلَوْ شَرَعَ فِیْہِ قَبْلَ التَّغَیُّرِ فَمَدَّہٗ
اِلَیْہِ لَا یُکْرَہُ پہر اگر عصر شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے پہر نماز کو بڑہایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہین وَاَخَّرَ الْمَغْرِبَ اِلٰی اشْتِبَاکِ النُّجُوْمِ
کُرِہَ اَیِ التَّاخِیْرُ لَا الْفِعْلُ لِاَنَّہٗ مَامُوْرٌ بِہٖ اور اگر مغرب کی تاخیر کی تارون کے چٹک جانے تک یعنی اونکی بکثرت نمود ہونے تک تو یہہ تاخیر کرنا مکروہ ہے نہ
نماز پڑہنا اوسوقت کا اسواسطے کہ نماز خوانی کا تو حکم ہے وہ کیونکر مکروہ ہو سکے تَحْرِیْمًا اِلَّا بِعُذْرٍ کَسَفَرٍ وَکَوْنِہٖ عَلَی اَکْلٍ تاخیر عشا زائد از نصف شب اور تاخیر عصر
تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہے مگر سفر اور کہانا کہانے کے عذر سے تاخیر مکروہ نہین ہم کراہت تحریمی تینون مسئلون سے متعلق
ہے کذا فی الطحطاوی لہذا ترجمہ مین اوسکی تصریح کر دی وَتَاخِیْرُ الْوِتْرِ اِلٰی اٰخِرِ اللَّیْلِ لِوَاثِقٍ بِالْاِنْتِبَاہِ اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہے
اوسکو جو اوسوقت کے جاگنے پر بہروسا رکہتا ہے وَاِلَّا فَقَبْلَ النَّوْمِ اور اگر جاگنے پر اعتماد نہو تو سونے سے پہلے وتر کا پڑہنا افضل ہے فَاِنْ
اَفَاقَ فَاِنَّہٗ الْاَفْضَلُ پہر اگر اول وقت وتر پڑہکر سونے کے بعد جاگا تو امر مستحب فوت ہو گیا ہم ظاہرا غیر واثق کے جاگنے سے استحباب فوت نہین
ہوتا بدلیل قول قاضیخان کہ جسکو وثوق نہو تو اوسکو مطلقا تعجیل افضل ہے کذا فی الطحطاوی وَالْمُسْتَحَبُّ تَعْجِیْلُ ظُھْرِ شِتَاءٍ اور مستحب ہی جلد پڑہنا ظہر کی نماز
کا جاڑے مین ہم شتا وہ زمانہ ہی جسمین سردی شدید ہو اور صیف وہ ہے جسمین گرمی سخت ہو اور بعضون نے کہا کہ شتا وہ ہی جسمین دو چیزکی حاجت

ہوتا ہنو کی اور روئی بھری کپڑے کی اور صیف وہ ہی جسمین دونون چیزونکی حاجت نہو اور ربیع اور خریف وہ ہی جسمین ایک چیز کی حاجت ہو
نہ دونون چیزونکی کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ یلحق بہ الربیعُ وبالصیفِ الخریفُ موسم سرما کے ساتھہ ربیع ملحق ہی اور موسم گرما کے
ساتھہ خریف ملحق ہے ھم یہہ بحث ہی صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہی اسواسطے کہ شرنبلالی نے مجمع الروایات سی نقل کیا کہ ربیع اور خریف
مین تعجیل ظہر کی مستحب ہی حالانکہ نقل کے ہوتے بحث کا کچھہ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی وتعجیلُ عصرٍ وعشاءٍ یومَ غیمٍ اور مستحب ہی تعجیل عصر اور
عشا کی ابر کے دن نہین یعنی اسواسطے کہ تاخیر عصر مین احتمال ہے مکروہ وقت کے آجانیکا اور عشا کی تاخیر مین تقلیل جماعت کا احتمال ہے پانی برسنے
اور کیچڑ کے خوف سی وتعجیلُ مغربٍ مطلقاً اور جلد پڑہنا مغرب کا ہر موسم شتا اور صیف مین مستحب ہی ھم اور اطلاق سی یہہ مراد نہین کہ ابر ہو یا نہو
تعجیل مغرب کی مستحب ہی اسواسطے کہ ابر کے دن تاخیر مغرب کی مصرح ہے وتاخیرُہٗ قدرَ رکعتینِ یُکرہ تنزیہاً اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے
مکروہ تنزیہی ہے وتاخیرُ غیرِہما فیہ اور عصر اور عشا کے سوای اور نمازونمین ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہی یعنی فجر اور ظہر اور مغرب مین تاخیر ابر
کے دن مین افضل ہے اسواسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت مین کراہت نہین تو تاخیر مضر نہین اور مغرب کی تعجیل مین یہہ خوف ہی کہ قبل از غروب مبادا ادا
ہو ھذا فی دیارنا لکثرۃ شتونا وقلۃ رعایۃ اوقاتہا یہہ حکم تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر اونکی سوای کا ابر کے دن اون ملکونمین ہی جنمین جاڑا
بکثرت ہوتا ہی اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سی کم ہوتی ہے چنانچہ بخارا وغیرہ ماوراء النہر کے ملک مین امّا فی دیارنا فیُراعی الحکمُ الاوّلُ
اور ہمارے ملک مین یعنی مصر اور شام مین تو پہلا حکم مرعی ہے یعنی تاخیر عصر کی مطلقاً اور عشا کی تا ثلث لیل اور تعجیل ظہر سرما اور ابر اور ظہر صیف ابر
آنر التقدم یہہ بحث ہی عینی کی اور صاحب نہر نے اسکو پسند کیا ہی کذا فی الطحطاوی وحکمُ الاذانِ کالصلوۃِ تعجیلاً وتاخیراً اور اذان کا حکم نماز کی
مانند ہی تعجیل اور تاخیر مین تفصیل سابق کے موافق وکُرِہ تحریماً وکلُّ ما لا یجوزُ مکروہٌ صلوۃٌ مطلقاً ولو قضاءً او واجبۃً او نافلۃً او علی جنازۃٍ
وسجدۃُ تلاوۃٍ وسہوٍ لا شکرٍ قنیۃ مع شروقٍ اور طلوع آفتاب کے ساتھہ مکروہ تحریمی ہی مطلق نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ کی
نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا شارح نے کہا شکر کا سجدہ اوسوقت مکروہ نہین کذا فی القنیۃ اور جو چیز جائز نہین وہ مکروہ ہے ھم یہہ جواب ہے
سوال مقدر کا وہ یہہ ہی کہ مصنف نے مکروہ مین مطلق نماز کو جو غیر منعقد کو بھی شامل ہے ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہی نہ مکروہ خلاصہ جواب یہہ ہے
کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا اور شارح غیر جائز کو مکروہ رکہتا ہی خواہ غیر جائز حرام ہو یا باطل یا مکروہ باصطلاح فقہ پہر معلوم کرنا
چاہیے کہ اصل مین مذکور ہے کہ جبتک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ در حکم طلوع ہے اور امام فضلی کا یہہ قول مختار ہے کہ جب تک آدمی
آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکہتا ہے وہ طلوع مین داخل ہے اوسمین نماز حلال نہین پہر جب عاجز ہو اوسکی نظر کرنے سے تو نماز حلال
ہو گئی یہی تفسیر تغیر مصحح کی مناسب ہی چنانچہ سابق مین گذر گیا کذا فی الطحطاوی اِلّا العوامَّ فلا یُمنعون من فعلِہا لانّہم یترکونہا والاداءُ
الجائزُ عندَ البعضِ اولی من الترکِ اصلاً کما فی القنیۃ وغیرِہا مگر عوام لوگ منع نکیے جاوین اوسوقت کی نماز سے اسواسطے کہ وہ نماز چھوڑ دینگے
اور جو ادا کہ بعضون کے نزدیک جائز ہی وہ بالکل چھوڑ دینی سی اولی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہا مین ہی ھم بعض سی یہان امام شافعیؒ مراد ہین
کذا فی الطحطاوی واستواءٍ الّا النفلَ یومَ الجمعۃِ علی قولِ الثانی المصحّحِ المعتمدِ کذا فی الاشباہ ونقلَ الحلبیُّ عن الحاوی انّ علیہ الفتوی اور نماز
مطلق مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان مین یعنی ٹھیک دوپہر کو مگر روز جمعہ کے نفل مکروہ نہین ابو یوسف کے قول
معتمد پر چنانچہ اشباہ مین ہی اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سی نقل کیا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے وعند غروبٍ الا عصرَ یومِہ فلا یُکرہ فعلُہ
لاداۂ کما وجبَ بخلافِ الفجرِ والاحادیثُ تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدرُ الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی ہی آفتاب کے غروب ہونیکے
ساتھہ مگر روز غروب کی عصر تو اوسکا پڑہنا اوسوقت مکروہ نہین بسبب اوسکے ادا ہو جانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور
احادیث اسمین متعارض ہین تو ساقط العمل ہو گئی چنانچہ شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ نے اوسکو مشرح بیان کیا ہی ھم اوسی دن کی عصر جائز ہی

یعنی کل کی عصر غروب کیوقت جائز نہین وجوب ناقص کی وجہ یہہ ہے کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہو یعنی تغیر آفتاب کا وقت اور وہ ناقص ہو
یعنی عبادت کفار کا وقت ہو برخلاف فجر کے کہ اسکا تمام وقت کامل ہے تو وجوب بھی کامل ہے تو طلوع ہونے سے وہ باطل ہوجاویگی وقت
ادا کے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہہ بیان ہو کہ جماعہ محدثین نے حدیث مرفوع ابوہریرہ سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک رکعت
قبل غروب کے پائی اوسنے پوری نماز پائی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اوسنے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث مین اور
اُس حدیث مین جسمین اوقات ثلثہ مین نماز ممنوع ہے تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کیطرف رجوع کیا دفع تعارض کیواسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم
ہے تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز مین کذا فی الطحطاوی عن البحر وينعقد نفل بشروع فيها بكراهة التحريم کراہت تحریمی کے
ساتھہ منعقد ہوتی ہے نفل اوقات ثلثہ مین شروع کرنے سے یعنی تو اُسکا قطع کرنا اور اوسکو کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہو ھ جسکا نماز نام ہو اگرچہ
مجازًا اوسکو نماز بولتے ہین وہ تین قسم ہے فرض واجب نفل اول قسم عملی ہے اور قطعی تو فرض عملی وتر ہے اور فرض قطعی کفایہ ہو اور عین سو فرض
کفایہ نماز جنازہ ہے اور فرض عین نماز پنجگانہ اور جمعہ اور سجدہ صلبیہ ہے اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہو یعنی جو خدا کے واجب کردینے سے ہو یا واجب
لغیرہ ہو یعنی جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کرلیا ہو سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدہ تلاوت ہو اور واجب لغیرہ سجدہ
سہو اور دو رکعتین طواف کی اور اُس نفل کی قضا جسکو اوسنے فاسد کردیا اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت موکدہ ہے یا غیر موکدہ اور
اسکو دریافت کرکہ اوقات مکروہہ دو نوع ہین نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہے اور نوع ثانی مابین فجر اور آفتاب کے اور مابین نماز عصر کے آفتاب
کے زرد ہونے تک تو اوقات کی نوع اول مین جمیع اقسام مذکورہ نماز کی منعقد نہین ہوتی مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اُس نفل کی جسکو
انہین اوقات مین فاسد کیا اور نماز جنازہ کی جو انہین وقتون مین آیا اور سجدہ تلاوت اُس آیت کا جو انہین مین پڑہی گئی اور عصر اُسی دن کی منعقد
ہوتی ہین یہہ چہہ نمازین کراہت کے ساتھہ تو دنکو قطع کرنا اور کامل وقت مین ... کے عصر کو قطع کرنا جائز نہین اور نوع ثانی مین تمام
اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہوجاتی ہین سواے نفل اور واجب لغیرہ کے کہ اوسکا انعقاد کراہت کے ساتھہ ہوتا ہے تو اوسکا قطع اور قضا کامل وقت مین
واجب ہے کذا فی الحلبی لا ينعقد الفرض وما هو ملحق به كواجب لعينه كوتر وسجدة تلاوة وصلوة جنازة تليت الاية في كامل وحضرت
الجنازة قبل لوجوبه كاملا فلا يتادى ناقصا اوقات ثلثہ مین منعقد نہین ہوتا ہے فرض اور جو فرض کے ساتھہ ملحق ہے چنانچہ واجب لعینہ مانند
وتر کی اور سجدہ اُس آیت کا جو کامل وقت مین پڑھی گئی اور نماز اُس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتون سے پہلے بسبب اسکے واجب ہونے کے کامل ہوکر
تو ادا نہوگا ناقص ہوکر فلو وجبتا فيهما اي فيها لم يكره فعلهما اي تحريمًا اور اگر سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ انہین اوقات مین واجب ہوئی تو انکا
فعل مکروہ نہین یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہین ھ تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہو وفي التحفة الافضل ان لا تؤخر الجنازة
اور تحفہ مین ہے کہ بہتر یہہ ہے کہ اوقات ثلثہ مین جنازہ کی نماز کی تاخیر نکرے ھ صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہو کذا فی الطحطاوی
وصح مع الكراهة تطوع بدا به فيها ونذر اداه فيها وقد نذره فيها وقضاء تطوع بدا به فيها فافسده لوجوبه ناقصا اور صحیح ہو
کراہت کے ساتھہ وہ نفل جسکو شروع کیا انہین اوقات مین اور وہ نذر کی نماز جسکو ادا کیا انہین وقتون مین اور حالانکہ نذر بھی انہین مین
کی اور اُس نفل کی قضا جسکو انہین اوقات مین شروع کیا پھر اوسکو فاسد کردیا وجہ صحت نقصان وجوب ہو ثم ظاهر الرواية وجوب القطع والقضاء
في كامل كما في البحر پھر معلوم کر کہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہو کامل وقت مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے وفيه عن البغية الصلوة
فيها على النبي صلى الله عليه وسلم افضل من قراءة القران كانه لانها من اركان الصلوة فالاولى ترك ما كان ركنا لها اور بحر الرائق
مین بغیہ سے منقول ہو کہ اوقات مذکورہ مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہنا افضل ہے قران کے پڑہنے سے اور شاید کہ وہ اسواسطے ہو کہ قران خوانی نماز
کے ارکان سے ہو تو جو نماز کا رکن ہو اوسکا ترک اولی ہے ھ بغیہ بالضم و بالکسر بمعنی مطلوب ہے اور یہان کتاب کا نام ہو جو قنیہ کا مختصر ہو کذا فی الحلبی

عن البحر وكره نفل قصداً ولو تحية مسجد وكل ما كان واجباً لا لعينه بل لغيره وهو ما يتوقف وجوبه على فعله كمنذور فانه
وركعتي طواف وسجدتي سهو والذي شرع فيه في وقت مستحب او مكروه ثم افسده ولو سنة الفجر بعد صلوة فجر وصلوة عصر
اور بعد فجر اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہے اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہ نہین بلکہ واجب لغیرہ ہے واجب لغیرہ وہ ہے جسکا
وجوب بندہ کے فعل پر موقوف ہو جیسا نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتین اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت
مین پھر اسکو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو ہم یہہ رد ہے اُس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہو اور فوت ہونے فرض کا خوف ہو تو سنت کو شروع
کرکے قطع کرے پھر اسکو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہہ ہے کہ جس نفل کو فاسد کیا اسکی قضا اسوقت مین مکروہ ہے علاوہ یہہ ہے کہ قطع
کیواسطے شروع کرنا شرعاً قبیح ہے نفل مین قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑہتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل یہہ ہے
کہ دوسری رکعت پڑھے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوئی اور یہہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہین ہو سکتی صحیح تر قول مین کذا
فی الطحطاوی ولا بالمجموعة بعرفة نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہے اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملائی گئی ہو عرفات مین کذا فی النہر عن المعراج
والقنیة لا یکره قضاء فائتة ولو وترا ولا سجدة تلاوة وصلوة جنازة مکروہ نہین قضا فوت ہوگئی نماز کا اگرچہ فائتہ وتر ہو اور نہ
سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ بعد نماز فجر اور عصر کے وکذا الحکم من کراهة نفل وواجب لغیره لا فرض وواجب لعینه بعد طلوع
فجر سوی سنته لشغل الوقت به تقدیرا اور اسی طرح حکم ہے مکروہ ہونے نفل اور واجب لغیرہ کا نہ فرض اور واجب لعینہ کا بعد طلوع
ہونے فجر کے سوای سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اسوقت یعنی فجر کی نماز فجر کے ساتھ تقدیراً یعنی شارع نے اسوقت مین نوافل اور واجب
کی گنجائش نہین رکھی سوای سنت فجر کے ہم کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جو ام المومنین حفصہ سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کرتی تھی نہین پڑہتے تھے مگر ہلکی دو رکعتین اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو رکعت سنت سے زیادہ نہین پڑہتے
تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور مستحب یہ ہے کہ سنت فجر مین خفیف قرات چاہیئے بدلیل قول ابن عمر کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو سنا کہ دونون رکعتون مین قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ پڑہتے تھے کذا فی العینی حتی لو نوی تطوعا کان سنة الفجر
بلا تعیین یہانتک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہو جاویگی بدون تعیین کرنے کے ہم یہہ مبنی ہے اس قول راجح پر
کہ تعیین نیت شرط نہین سنت اور مستحب مین بلکہ اسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہے کذا فی الطحطاوی وقبل صلوة مغرب لکراهة تاخیره الا
یسیرا اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہین ہم قضا فائتہ اور
نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت اسوقت مین بلا کراہت جائز ہے اور پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شاید کہ
یہہ افضلیت کا بیان ہے اور شرح منیہ مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جمعہ کی سنت کے بعد نماز جنازہ کی پڑھے تو بموجب اسکے مغرب کی سنت
سے بھی تاخیر جنازہ چاہیئے اسواسطے کہ موکد تر ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعند خروج امام من الحجرة او قیامه للصعود ان لم
یکن له حجرة لخطبة ما وسیجیء انها عشر الی تمام صلوته اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کوئی خطبہ پڑھنے
کیواسطے یا امام کے کھڑے ہونے کیوقت منبر پر چڑھنے کے لئے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین مین آویگا کہ
خطبے دس ہین یعنی خطبہ جمعہ اور خطبہ عید الفطر اور خطبہ عید اضحی کے اور تین خطبے حج کے اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ نکاح اور خطبہ استسقا اور خطبہ کسوف
بخلاف فائتة فانها لا تکره بخلاف نماز فائتہ کہ اسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہین وقیدها المصنف فی الجمعة بصاحب
الترتیب والا فیکره وبه یحصل التوفیق بین کلامی النهایة والظهیریة اور مصنف نے فائتہ مین باب الجمعہ مین صاحب الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز
فائتہ لازم الترتیب نہین تو اسکی قضا خطبہ کیوقت مکروہ ہے اور اس قید سے توافقت حاصل ہوتی ہے نہایہ اور صدر الشریعہ کے دونون

کلام میں ہم صاحب نہایہ کہتا ہو کہ وقت خطبہ فائتہ مکروہ نہیں اور شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ کا یہ قول ہے کہ مکروہ ہے تو صاحب نہایہ کا قول ذی
الترتیب پر محمول ہے اور صدر الشریعۃ کا کلام غیر ذی الترتیب پر ہو کیونکہ ایک نفل و عند اقامۃ صلوٰۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذہبہ لحدیث
اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ اور اسیطرح نفل مکروہ ہے نماز فرض کی اقامت کیوقت دلیل اس حدیث کے کہ جب قائم کی
تو ہوا و فرض کے کوئی نماز نہیں شارح نے کہا اقامت سے مراد انہی ہم مذہب امام کی اقامت ہے ہم مفہوم کلام شارح یہ ہو کہ مخالف مذہب کے اقامت میں
نفل مکروہ نہیں خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہے یا معلوم نہو اور بحر الرائق میں یون ہو کہ جب مراعات معلوم ہو تو قصداً
مکروہ نہیں اور یہ مستلزم کراہت نفل ہے کذا فی الطحطاوی الا سنۃ الفجر ان لم یخف فوت الجماعۃ ولو بادراک تشہدہ فان خاف
ترکہا اصلا اقامت فرض میں نفل مکروہ ہے مگر سنت فجر کی مکروہ نہیں اگر جماعت کے فوت ہو جانیکا خوف نہو اگرچہ حصول جماعت اوسکو تشہد کے
پا جانے سے ہو پہر اگر ڈری فوت جماعت سے تو سنتون کو ترک کرے اصل سے یعنی اوکو قضا بھی نکرے قبل طلوع کے اور نہ بعد طلوع کے بلکہ اوسی
دن قبل انتہاء زوال قضا کرے اور یہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا سو مصنف اور شرنبلالی اور صاحب بحر کے کلام پر اختیار کیا ہے لیکن صاحب
نہر الفائق نے اسکی تضعیف کی اور ظاہر مذہب کو اختیار کیا یعنی بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑہے مگر جبکہ یہ جانے کہ ایک رکعت جماعت کے ساتھ پاویگا کذا فی
الطحطاوی وما ذکر من الحیل مردود اور جو حیلے کہ قضاء سنت فجر کیواسطے ذکر کئے ہیں سو مردود ہیں مقبول نہیں ہم ازانجملہ یہ حیلہ ہے کہ سنت
کو شروع کرے پہر قطع کرے تو اب سنت واجب ہو گئی تو اوسکو قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت میں شروع کرے پہر فرض میں شروع کرے بعد اون
قطع کے پہر اوسکو قضا کرے قبل طلوع کے وجہ رد یہ ہے کہ شروع اسکی ایکا قطع کیواسطے شرعاً قبیح ہے اور دونون حیلون میں قطع ہے دوسری
وجہ یہ ہے کہ اسکے ساتھ تغیر کرنا مجوز کیوقت میں لازم آیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہے چنانچہ مذکور ہوچکا وکذا غیر المکتوبۃ عند ضیق الوقت اور اسیطرح
مکروہ ہے نفل وغیرہ سوائے وقتی فرض کے وقت کی تنگی کیوقت ہم مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہے تو نفل اور سنت اور واجب اور فائتہ سب مکروہ
ٹھہرین اور ضیق وقت سے وقت مستحب مراد ہے کیونکہ ترتیب ساقط ہو جاتی ہے وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر شارح یون کہتا وکذا یکرہ غیر الوقتیۃ
عند ضیق الوقت المستحب تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی یعنی غیر وقتیہ مکروہ ہے وقت مستحب کے تنگ ہونے کیوقت وقبل صلوٰۃ العیدین مطلقا
اور مکروہ ہے نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنی مسجد میں بھی اور گہر میں بھی وبعدہا فی المسجد لا فی البیت فی الاصح اور بعد نماز عیدین کے مسجد
میں نفل مکروہ ہے نہ گہر میں صحیح قول میں ہم یہ رد ہے اوس قول کا کہ گہر میں نفل مکروہ نہیں نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد
مکروہ نہیں نہ گہر میں نہ مسجد میں کذا فی الحلبی وبین صلوتی الجمع بعرفۃ ومزدلفۃ اور مکروہ ہے نفل بیچ دو نمازون کے جو ملائی جاتی ہیں عرفہ
اور مزدلفہ میں ہم یعنی عرفات میں ظہر کیوقت ظہر اور عصر ملا کر پڑہتے ہیں اور مزدلفہ میں مغرب اور عشا پڑہتے ہیں عشا کیوقت سو ان دو دو نمازون
کے درمیان نفل پڑہنا مکروہ ہے وکذا بعدہما کما مر اور اسیطرح نفل مکروہ ہے عرفات کی دو نمازون کے بعد چنانچہ مذکور ہوچکا عند قولہ
وبعد الجمع بعرفۃ ہم یہ تفسیر کی عرفات کی دو نمازون کیواسطے اور یہ فقط مزدلفہ کی نمازون کیواسطے بھی اگرچہ کلام شارح سے وہم ہوتا ہے
کہ اسواسطے کہ مزدلفہ کی نمازون کے بعد نفل مکروہ نہیں کذا فی الحلبی وعند مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح اور مکروہ ہے نماز بول
اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کیوقت ووقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ اور نماز مکروہ ہے اوس کہانے کے حاضر ہونے
کیوقت جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو ہم بظاہر یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اگر طعام کیطرف طبیعت حریص نہو تو نماز مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی
وکذا کل ما یشغل البال عن افعالہا ویخل بخشوعہا کائنا ما کان اور طعام کی مانند ہر ایک وہ چیز ہے جو آدمی کے دل کو نماز کے افعال
سے باز رکہے اور نماز کی خشوع و خضوع میں خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنی ایسی چیز کہ ہو جسکے وقت پر حضور دل کی امید سے نماز مکروہ ہے اور
حضور دل اہل دل کے نزدیک فرض ہے حدیث میں وارد ہے کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہیں مگر بقدر حضور دل تو گویا جو نماز کا دسوان حصہ اوسکو

ہے یا کم پڑھا ۔ کذا فی الطحطاوی ۔ فھی نیف وثلٰثون وقتًا یہ چند اوپر تیس وقت ہیں جن میں نماز مکروہ ہے یعنی طلوع آفتاب اور استوا
اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر اور قبل نماز فجر اور قبل نماز مغرب کے اور وقت خطبوں کے وقت اور اقامت فرض کے وقت اور تنگی
وقت میں اور عید الفطر کی نماز سے پہلے اور اوسکے بعد مسجد میں اور عید اضحیٰ کی نماز سے پہلے اور اوسکے بعد مسجد میں اور ان میں جمع تقدیم کے
عرفات میں اور ان میں جمع تاخیر کے مزدلفہ میں اور مدافعت بول کے وقت اور مدافعت براز کے وقت اور دونوں کی مدافعت کے وقت اور مدافعت
ریح کے وقت اور اوس طعام کے حضور کے وقت جسکی طرف طبیعت مشتاق ہو اور اوس چیز کے حضور کے وقت جو مانع حضور قلب ہو اور سونا آدھی رات کے
بعد اور تاخیر مغرب کی تاروں کے چھٹکنے تک اور اگر عرفہ کی نماز دن کے بعد کا اور اوقات مستحبہ کے مقابل کا اعتبار کیجئے چنانچہ مقابل اسفار کا
صبح میں اور مقابل ابراد کا ظہر صیف میں تو ان پر زیادہ ہو جاوینگے **فائدہ** طلوع اور استوا اور غروب کی کراہت ان اوقات کے نقصان
کے سبب ہے جو بعض عبادت کفار کے اوقات ہیں اور انکے سوا اور اوقات میں وجہ کراہت نقصان وقت نہیں بلکہ اور وجوہ ہیں کذا فی الطحطاوی
وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ وفی طریق ومزبلۃ ومجزرۃ ومقبرۃ ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر اور اسیطرح
اوقات مذکورہ کی مانند نماز مکروہ ہے چند مکانوں میں چنانچہ کعبہ معظمہ پر اور راہ میں اور سرگین گاہ اور جہاں جانور ذبح ہوتے ہیں اور قبرستان میں
اور غسل خانہ میں اور حمام میں اور نالے کے اندر اور اونٹ اور بکری اور گای بیل کے گھاٹ پر یعنی جہاں پانی کو پیکر اوسکے پاس جو بیٹھتی
ہیں زاد فی البحر ومرابط دواب واصطبل وطاحون وکنیف وسطوحہا ومسیل واد وارض مغصوبۃ او للغیر لو مزروعۃ او
مکروبۃ وصحراء بلا سترۃ لمار کذا فی من اتنا زیادہ کہا اور نماز مکروہ ہے چارپایوں کے بندھنے کے مقاموں میں اور گھوڑوں کے اصطبل میں اور
اوس چکی کے پاس جسکو بیل یا گدھے گھماتے ہیں اور پاخانہ میں اور انکی چھتوں پر اور نالہ بہنے کے مقام میں یا چھینی ہوئی زمین میں یا بیگانی زمین میں
بشرطیکہ بوئی یا جوتی ہو اور جنگل میں بدون سترہ یعنی جبکہ چلنے والے کے واسطے کوئی چیز اوٹ نہو ۔ وکرہ النوم قبل العشاء اور مکروہ ہے
سونا نماز عشا سے پہلے ھم یہہ اوسکے حق میں محمول ہے جسکو نماز کیواسطے جاگنے کا اعتماد نہو کذا فی البحر والکلام المباح بعدھا اور مکروہ ہے
مباح کلام کرنا عشا کے بعد ھم مباح کلام سے مراد وہ کلام ہے جسکی حاجت نہو اور حاجت والے کلام سے کراہت لازم نہیں آتی چنانچہ قرآن پڑھنا
اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور حدیث کا اور گفتگو کرنا مہمان کے ساتھ کذا فی البحر وبعد طلوع الفجر الی ادائہ الا لا باس
بحاجتہ وقیل یکرہ الی طلوع ذکاء وقیل الی ارتفاعہا قہستانی اور مکروہ ہے بات چیت کرنا بعد طلوع ہونے فجر کے نماز فجر کے ادا کرنے
تک پھر نماز کے بعد کچھ ڈر نہیں جیسے پھرنے میں اپنی حاجت کے لیئے اور بعضوں نے کہا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب مکروہ ہے یعنی
وہی کلام جسکی طرف متکلم کی حاجت نہو اور بعضوں نے کہا آفتاب کے بلند ہونے تک کلام مکروہ ہے کذا فی القہستانی ھم اور سنت فجر کے بعد کلام کرنے سے
سنت باطل نہیں ہو جاتی بقول معتمد لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولا جمع بین فرضین فی وقت بعذر سفر ومطر خلافا
للشافعی اور جمع کرنا دو فرض نماز دن کا ایک فرض کیوقت میں جائز نہیں بعذر سفر اور بارش کے عذر سے برخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک سفر اور
مطر کے عذر سے جمع کرنا درست ہے ھم بخاری اور مسلم میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ اوسکی قسم جسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کوئی نماز کبھی نہیں پڑھی مگر اوسکے وقت میں لیکن دو نمازیں جمع کیں ظہر اور عصر کو عرفات میں اور مغرب اور عشا کو مزدلفہ میں کذا فی النہر
وما رواہ محمول علی الجمع فعلا لا وقتا اور جو کہ امام شافعی نے جمع بین الصلوٰتین کی احادیث کی روایت کی ہے وہ جمع فعلی پر محمول ہے نہ جمع وقتی
ھم جمع فعلی کیصورت یہہ ہے کہ پہلی نماز مثلا ظہر کی تاخیر کی اور دوسری نماز مثلا عصر کی تعجیل کی تو درحقیقت یہہ جمع حقیقی نہیں بلکہ صوری اور ظاہری
اور جو صریح خروج وقت کی روایت ہے وہ قرب خروج پر محمول ہے چنانچہ قول اللہ تعالیٰ فاذا بلغن اجلہن فامسکوہن ای قاربن بلوغ الاجل
چنانچہ زیلعی میں ہے اور ماسواے اسکے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغرب کو سفر میں آخر وقت تک تاخیر کرے تو اوس میں کراہت نہیں کذا فی الطحطاوی فان جمع

فسد لو قدم الفرض علی وقتہ پھر اگر دو فرضونکو جمع کیا ایکوقت مین تو وہ فرض جسکو اوسکے وقت سے پہلے جسکو اوسکے وقت پر مقدم کیا یعنی اگر ظہر کیوقت پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہوگئی وحرم العکس لحرمۃ تاخیر الفرض بلا عذر اور عکس حرام ہے تاخیر اگر اوسکے بالعکس کیا یعنی فرض کی تاخیر کیا چنانچہ مغرب عشا کے ساتھہ ملاکر پڑہے اگرچہ تاخیر سے فرض ہیہ ہے بطریق قضا کے الا لحاج بعرفۃ ومزدلفۃ مگر حاجی کو جمع کرنا ظہر اور عصر کا عرفہ مین اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ مین ثابت ہو چنانچہ کتاب الحج مین آویگا ولا بأس بالتقلید عند الضرورۃ اور کچہ مضائقہ نہین اپنے امام کے سوا دوسری امام کی تقلید کرنے مین ضرورت کیوقت یعنی اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمع بین الصلوتین مین مثلا تقلید کرے تو جائز ہے علی الخصوص سفر حجاز مین کہ وہان اہل قافلہ نہین ٹھہرتے اور تنہا رہنے مین جان و مال کا خوف ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا ضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہین اور یہہ ایک قول ہے مذہب کا اور دوسرا قول مختار یہہ ہے کہ تقلید دوسری امام کی جائز ہے اگرچہ بدون ضرورت کے ہو گو کہ بعد وقوع اور نزول کے ہو چنانچہ خطبہ اس کتاب مین ہم مذکور کر چکے ہین اور البتہ مسئلہ تقلید مین چند رسائل جداگانہ تصنیف ہوئی ہین دونو قولونپر انتہی ما فی الطحطاوی لکن بشرط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع لیکن دوسری امام کی تقلید مین شرط یہہ ہے کہ لازم پکڑلے سب اون احکام کو جنکو اس عمل کیواسطے اوس امام نے واجب ٹھہرایا ہے اسواسطے کہ ہم آگے ذکر کر چکے ہین کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہو وہ بالاجماع باطل ہے ہم جمع بین الصلوتین مین امام شافعی کے احکام یہہ ہین کہ اگر جمع تقدیم ہے تو اوسمین شرط ہے پہلی نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کر لینا پہلی نماز کے فارغ ہونے سے پہلے اور دونون نمازونمین اسقدر جدائی نکرے جسکو عرف مین جدائی جانتے ہون اور جمع تاخیر مین اسکے سوا کوئی شرط نہین کہ نیت کرے جمع بین الصلوتین پہلی نماز کیوقت کے خارج ہونے سے پہلے اور جمع تقدیم افضل ہے مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہے چلنے کیحالت مین اور مسافر اکثر مبتلا ہوتا ہے ایسے فعل کا خصوصا حاجی اور تقلید مین کچہہ ڈر نہین کذا فے النہر الفائق

باب الاذان

یہہ باب ہے اذان کے بیان مین ہم اذان بروزن زمان مصدر ہے اور بعضون نے کہا اسم مصدر ہے اسلئے کہ ماضی اسکی اذّن بالتشدید اور مصدر تاذین آتا ہے ہو لغۃ الاعلام اذان لغت مین بمعنی اعلام ہے یعنی آگاہ و خبردار کرنا وشرعا اعلام مخصوص لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب علی وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ای مخصوصۃ اور شریعت مین اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہے یعنی نماز کے لئے بطریق مخصوص چند الفاظ معینہ مرتبہ سے مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص بدخول وقت نکہا تاکہ اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل رہے یعنی قضا کی اذان مین وقت نہین ہوتا اور خطیب والی اذان مین اگرچہ وقت ہے مگر اوسکی آگاہی تو اذان سے پہلے ہو چکی ہے ہم جن لوگون نے دخول وقت کی قید لگائی ہے تو انہون نے اصل مشروعیت اذان کا لحاظ کیا ہے اور اسصورت مین اذان فائتہ اور خطیب کے سامنے کی بھی داخل رہیگی اور الفاظ مخصوصہ کی قید سے یہہ اشارہ ہوا کہ فارسی مین اذان درست نہین گو لوگ جان لین کہ اذان ہوتی ہے کذا فی الشامی نا قلا عن السراج وسببہ ابتداء اذان جبرئیل لیلۃ الاسراء واقامتہ حین امامتہ علیہ السلام ثم رؤیا عبد اللہ بن زید ملیا اذان الملک النازل من السماء فی السنۃ الاولی من الہجرۃ شروع مین اذان کا سبب جبرئیل علیہ السلام کی اذان سے اور اقامت اونکی شب معراج مین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کیوقت یعنی جب بیت المقدس مین آپ امام ہوئی تھی حضرات انبیا علیہم السلام کی دو رکعت نفل مین پہر اسکے بعد خواب مین دیکہنا عبد اللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری مین اوس فرشتے کی اذان جو آسمان سے آترا تہا ہم یہان یہہ اعتراض ہوتا ہے کہ غیر انبیا کی خواب پر بنا احکام شرعی نہین ہوتی پہر عبد اللہ وغیرہ کی خواب سے اذان کیونکر شروع ہوئی تو اسکا جواب یہہ ہے کہ ثبوت اذان کا فقط عبد اللہ وغیرہ کی خواب سے نہین ہوا بلکہ آنحضرت صلعم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے اسواسطے کہ عبد الرزاق اور ابو داؤد نے مراسیل مین روایت کی کہ عمر رضہ نے جب اذان خواب مین دیکہی اور حضرت کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی مین اسکا حکم ہو چکا اور بلال کی اذان کان مین پہونچی پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان مین وحی مجہ سے سبقت کر گئی ابن حجر مکی نے شرح بخاری مین ذکر کیا ہے

گو کچھ یہ حدیثیں اسباب پر دال ہیں کہ اذان مکہ معظمہ میں قبل ہجرت شروع ہوئی چنانچہ طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے اس مضمون کی حدیثیں روایت کی ہیں
مگر حق یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی صحیح نہیں خبر صحیح یہی ہے کہ شروع اذان کا مدینہ پاک میں ہوا جیسا کہ مسلم میں مذکور ہے کذا فی الشامی وھل ھو
جبرئیل قیل وقیل سوال اذان کا فرشتہ جبرئیل تھے یا کوئی اور جواب بعضوں نے کہا جبرئیل تھے اور بعضوں نے کہا غیر جبرئیل علیہ السلام وسببہ
بقاء دخول الوقت اور اذان کا سبب بقا کی راہ سے نماز کے وقت کا داخل ہونا ہے ھم شامی نے کہا کہ بقاء تمیز ہے جسکا مضاف الیہ پھیر دیا گیا ہے
یعنی سبب اسکو باقی رہنے کا اس سے یہ مراد ہے کہ جس سبب کے حادث ہونے سے اذان از سر نو کہنی پڑے وہ دخول وقت ہے وھو سنۃ للرجال فی مکان عال
مؤکدۃ ہی کالواجب فی لحوق الاثم للفرائض الخمس اور اذان مردوں کو اسطرح اونچے مکان میں سنت مؤکدہ ہے فرائض پنجگانہ کے لئے سنت
مؤکدہ واجب کی مانند ہے گنہگار ہونے میں اسکے چھوڑ دینے سے ھم محمد نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کریں تو انکا قتال حلال ہے اور ابو یوسف نے
کہا کہ وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہیں اور وہ سنت کفایہ ہے یعنی شہر میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے کذا فی الطحطاوی فی وقتہا ولو قضاء
لانہ سنۃ للصلوٰۃ حتی یبرد بہ لا للوقت اذان سنت ہے فرائض کے وقت میں اگرچہ فرض قضا ہو اسلئے کہ اذان نماز کی سنت ہے نہ وقت کی یہاں
تک کہ گرمیوں کو ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دیجاتی ہے یعنی تقدیم و تاخیر میں اذان نماز کی تابع ہے کذا فی الطحطاوی لا لغیرھا کعید اذان مسنون
نہیں سوا ہی فرض نمازوں کے اور نمازوں کے لئے مانند عید کی ھم عید کی مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنن رواتب ہیں
اور وتر ہی جو امام اعظم کے نزدیک واجب ہے مگر چونکہ وقت عشا میں ادا کیا جاتا ہے تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی فیعاد اذان وقع
بعضہ قبلہ کالاقامۃ خلافا للثانی فی الفجر دوسری بار اذان کہی جاے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کے وقت سے پہلے واقع ہوئے ہوں
اقامت کی مانند برخلاف ابو یوسف کے فجر میں یعنی انکے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہے ھم اقامت اگر قبل وقت ہو تو اسکا اعادہ
بالاتفاق ہے اور اگر امام حاضر ہوا اقامت کے بعد ساعت بھر پیچھے اور اس نے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہیں تو صریحا معلوم
ہو گیا کہ اگر اقامت کے بعد فی الفور نماز نہ پڑھی تو اقامت باطل نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن المنح بتربیع تکبیر فی ابتدائہ وعن الثانی تثنیتہ
اذان سنت ہے چار بار تکبیر یعنے اللہ اکبر کہنے کے ساتھ شروع اذان میں اور ابو یوسف سے ایک روایت میں دو بار تکبیر ہے ھم پہلی اذان میں چار
بار اللہ اکبر کہے اسطرح کہ ایک آواز میں دو بار اور دوسری آواز میں بھی دو بار اللہ اکبر کہے یعنی چار آوازوں سے چاروں تکبیر کو علیحدہ علیحدہ نہ کہے
کذا فی الطحطاوی ویفتح راء اکبر والعوام یضمونہا اکبر کی رے کو زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اسکو پیش دیتے ہیں کذا فی روضہ ھم مضمرات میں
ہے کہ موذن کو اختیار ہے چاہے اکبر کی رے کو ضمہ یعنی پیش دے چاہے جزم اور اگر اتصال زدگی میں اللہ اکبر چند بار مکرر کہے تو اسم ذات مرفوع ہے ہر بار اور
اکبر کا لفظ پہلی بار کی سوا چاہے پیش کے ساتھ کہے چاہے جزم کے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لکن فی الطلبۃ معنی قولہ علیہ السلام
الاذان جزم ای مقطوع المد فلا تقول آللہ لانہ استفہام وانہ لحن شرعی لیکن طلبہ میں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول الاذان
جزم کا یہ مطلب ہے کہ اذان مقطوع المد ہے یعنی اللہ کے لفظ میں الف کو کشش نہیں تو اسکی الف کو بڑھا کر نہ بولے کہ وہ پوچھنا ہے کہ کیا اللہ
بڑا ہے اور یوں کہنا شرعا غلط ہے ھم جبکہ یہ شرعا غلط ہوا تو اسطرح اذان مکروہ ہے اور اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہوگا کذا فی الطحطاوی
اور شامی میں ہے کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہے او مقطوع حرکۃ الآخر للوقف
فلا یقف بالرفع فانہ لحن لغوی فتاوی الصیرفیہ من الباب السادس والثلاثین یا حدیث مذکور کا یہ مطلب کہ آخر کی حرکت مقطوع ہے تو وقف
کرے پیش پر کہ وہ لغت عرب میں غلط ہے چنانچہ فتاوی صیرفیہ کے چھتیسویں باب میں ہے یعنی اذان میں جتنے جملے ہیں سبکے آخر حرف پر وقف کرے
حرکت نہ دے لیکن چھ اللہ اکبر جو اذان میں ہیں ان میں سے اول اور تیسری اور پانچویں میں اکبر کی رے کو چاہے ساکن ادا کرے چاہے فتحہ کے ساتھ
ملا دے اور اگر پیش سے ملا دیگا تو خلاف سنت ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی ملخصا ولا ترجیع فانہ مکروہ ملتقی اور اذان میں ترجیع نہیں اسلئے کہ

ترجیع نکرے وہ ہی کذا فی الملتقی ھم ترجیع یہہ ہو کہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ اشہد
ان محمدا رسول اللہ کو پہلے آہستہ کہو پہر چارون کلمات کو زور سے کہو یہہ شافعی مذہب مین سنت ہی اور ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الحلبی
اور ابی محذورہ کی اذان مین جو ترجیع حدیث مین مذکور ہی وہ حساب پر محمول ہی کہ بطریق تعلیم کے تہی کیونکہ جمیع روایات متفق ہین اسپر کہ بلال اذان
مین ترجیع نکرتے تہے اسکو طبرانی مین ابی محذورہ کی اذان مین بہی ترجیع نہین تو عدم ترجیع ہی ثابت ہوا اور وجہ کراہت یہہ ہی کہ اذان اعلام کے لئے
مشروع ہی اور آہستہ کہنے سی اعلام نہین ہوتا کذا فی الشامی ولا لحن فیہ ای تغنی بغیر کلماتہ فانہ لا یحل فعلہ وسماعہ کالتغنی بالقرآن اور اذان
مین لحن نہین یعنی وہ راگنی جو اذان کے کلمات متغیر کردے کہ اسکا کرنا اور سننا حلال نہین جیسے قرآن کو تغنی کا فعل اور سماع حلال نہین ھم لحن یہہ ہے کہ
حروف کے ادا مین اور انکی حرکات اور سکنات مین کمی بیشی واقع ہو چنانچہ گانے مین ایسا ہوتا ہی اور خطا و اعرابی کو بہی لحن بولتے ہین وبلا تغییر حسن
اور خوش آوازی بغیر متغیر کرنے کلمات اور حرکات اور سکنات کے خوب ہی اذان اور قرات مین ھم یعنی تغنی بلا تغییر خوب ہی اسواسطے کہ تحسین صوت مطلوب
ہے اور تحسین صوت کو تغییر لازم نہین کذا فی البحر وقیل لا باس بہ فی الحیعلتین اور قول ضعیف یہہ ہو کہ کچہہ ڈر نہین حی علی الصلوۃ اور حی علی
الفلاح کے لحن مین ھم قائل اس قول کا حلوانی ہے اور وجہ یہہ بیان کی ہے کہ یہہ دونو کلمات ذکر نہین اور لفظ لا باس بہ سے اشارہ ہی اسطرف کہ اولی
یہہ ہو کہ انہین بہی لحن نکرے کذا فی الشامی ویترسل فیہ بسکتۃ بین کل کلمتین ویکرہ ترکہ ویندب اعادتہ اور موذن اذان کو ٹہہر ٹہہر کے
اور سکوت کرکے دو دو کلمہ کے درمیان مین اور ترسل یعنی سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اسکے ترک سے اذان کو پہر کہنا مستحب ہے کذا فی الطحطاوی سے
من الظہیریۃ ویلتفت فیہ وکذا فیہا مطلقا وقیل ان المحل متسعا یمینا وشمالا فقط لئلا یستدبر القبلۃ بصلاۃ وفلاح اور
اذان مین منہ پہیرے داہنے اور بائین حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے ساتہ اور اسیطرح اقامت مین التفات کرے ہر حال مین یعنی جگہہ مین وسعت
ہو یا نہو اور بعضون نے کہا کہ اگر جماعت کا مکان کشادہ ہو تو التفات کرے فقط داہنے اور بائین سے تاکہ پشت واقع نہو قبلہ کیطرف ولو وحدہ
او لمولود لانہ سنۃ الاذان مطلقا التفات مذکور ترک نکرے اگرچہ موذن تنہا ہو یا بچہ ہونیکے وقت اذان کہتا ہو اسواسطے کہ التفات اذان کی
سنت ہی ہرطرح ویستدیر فی المنارۃ لو متسعۃ ویخرج راسہ منہا اور موذن گردش کرے اذان کے منارے مین اگر وہ کشادہ ہو اور اپنا سر اوسکے
طاقچے سے نکالے لوگون کے خبردار کرنیکو ھم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیوقت منارہ واذان کے لئے نہ تہا حضرت بلال مسجد کی چہت پر اذان کہا کرتے
تہے بعد کو امیر معاویہ کے حکم سے منارہ بنایا گیا ویقول ندبا بعد فلاح اذان الفجر الصلوۃ خیر من النوم مرتین لانہ وقت نوم اور مستحب
کے طور سے دو بار کہے اذان فجر کی حی علی الفلاح کے بعد الصلوۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہے نیند سے اسواسطے کہ یہہ نیند کا وقت ہی ویجعل ندبا اصبعیہ
فی صماخ اذنیہ فاذانہ بدونہ حسن وبہ احسن اور بطریق استحباب کے کرے اپنی دونون انگلیان اپنے دونون کانون کے سوراخ مین کہ اذان بغیر
انگلی رکہنے کے خوب ہی اور انگلی رکہکر بہت خوب ہی ھم کان مین انگلی رکہنے کا فائدہ یہہ ہی کہ اس فعل سے آواز بلند ہو جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے
حضرت بلال کو فرمایا کہ دونو کانون مین انگلیان کرلو کہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی اور دوسرا فائدہ یہہ ہو کہ بہرا اور دور کا آدمی آواز نہین
سنتا اس فعل کو دیکہیگا وہ جانتا ہی کہ اذان ہو رہی والاقامۃ کالاذان فیما مر اور اقامت جسکو عوام تکبیر بولتے ہین اذان کی مانند ہے احکام
مذکورہ مین ھم اذان کے احکام جو متن مین گذرے گئے دس ہین یعنی مسنون ہونا فرائض کیواسطے اعادہ اوسکا اگر وقت سے پہلے ہوئی ہو اور شروع
کرنا چار تکبیر سے اور ترجیع نکرنا اور لحن نکرنا اور ٹہہر ٹہہر کہنا اور التفات اور گردش اور نماز فجر مین الصلوۃ خیر من النوم کا زیادہ کرنا اور کانون مین انگلیان
رکہنا لیکن مصنف نے تین احکام کہان احکام عشرہ سے نکال ڈالا تو ٹہہر ٹہہر کہنے کے بدلے جلد جلد کہنا اور الصلوۃ خیر من النوم کی عوض قد قامت الصلوۃ
کہنا اور کان مین انگلی نرکہنا مذکور کیا تو سات حکم مشترک باقی رہے حلبی نے کہا تو مصنف کو گردش کا نفی کرنا بہی لازم تہا لکن ھی ای الاقامۃ فی
کذا الامامۃ افضل منہ فتح لیکن اقامت اور اسیطرح امامت افضل ہی اذان سے کذا فی الفتح ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفض اور اقامت

کہنے والا اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں نہ کہے اسواسطے کہ اقامت کی آواز پست تر ہوتی ہے اذان کی آواز سے ويترسل فيه اى يتمهل فى الاذان ويحدر فيها اور
اقامت کہنے میں جلدی کرے یعنی بین الکلمتین سکتہ نکرے شارح نے کہا کہ حدر بضم دال بمعنی تیز تر ہے یعنی سرعت کرے فلو ترسل لم يعدها فى
تو اگر اقامت مثل شہر کے اذان کی مانند تو اسکا اعادہ نکرے صحیح تر قول میں ہے لیکن اگر اذان کو جلد جلد تکبیر کیطرح کہیگا تو اسکا دوبارہ کہنا مستحب ہے
کیونکہ اذان میں تکرار مشروع ہے چنانچہ جمعہ کے روز اور تکبیر میں تکرار شریعت میں ثابت نہیں ويزيد قد قامت الصلوة بعد فلاحها مرتين اور اقامت
کے حی علی الفلاح کے بعد دو بار کہے قد قامت الصلوة (نماز قائم ہوئی) وجعلها الشافعى فرادى اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد تینوں کے نزدیک اقامت
ایک ایک کلمہ ہے ويستقبل غير الراكب القبلة بهما اور سوار کے سوا ہر شخص اذان اور اقامت میں قبلہ رخ ہو جاوے ہے جماعت کیواسطے سوار ہو کر
اذان نکہے سفر کے حال میں سوار کو اپنے واسطے اذان اور اقامت درست ہے اور استقبال قبلہ شرط نہیں ويكره تركه تنزيها اور ترک استقبال قبلہ مکروہ
تنزیہی ہے صاحب محیط نے استقبال قبلہ کو احسن کہا صاحب بحر نے اسی سے نکالا کہ اسکا ترک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قدم فيهما
مؤخرا اعاد ما قدم فقط اور اگر اذان اور اقامت میں موخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھر کہے یعنی اوسی لفظ کا اوسکی محل میں اعادہ
کرے مثلاً حی علی الفلاح کو حی علی الصلوة سے پہلے کہدیا تو اعادہ صرف انہیں دو کلموں کا صحیح طور پر کرے نہ تمام اذان کا اعادہ ضرور نہیں ولا يتكلم
فيهما اصلا ولو رد السلام اور اذان اور اقامت میں اصلا کلام نکرے اگرچہ وہ کلام جواب سلام کا ہے یعنی سلام کا جواب نہ دے نہ اپنے دل میں اور
نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول صحیح ہے اور کھکھارنا بھی کلام میں داخل ہے مگر تحسین صوت کیواسطے جائز ہے کذا فی البحر فان تكلم استانفه
سو اگر اذان اور اقامت میں بولا تو پھر سرے سے شروع کرے ويثوب بين الاذان والاقامة فى الكل بما تعارفوه اور موذن اذان
اور اقامت میں بلادے سب نمازوں کو بدون تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازوں میں جسطرح کہ انکے بلانے کی عادت ہو ہے تثویب یعنی اعلام بعد الاعلان
کا طریقہ یہ ہے کہ بعد اذان بقدر بیس آیت پڑھنے کے ٹھہر جاوے پھر بلادے اسطرح کہ الصلوة الصلوة یا کہے کہ چلو نماز تیار ہے یا جسطرح کا رواج ہو پھر اسکے
بعد بقدر بیس آیت کے توقف کرے پھر اقامت کہے کذا فی البحر مگر مغرب میں تثویب نہیں چنانچہ نقایہ کی شرح میں مصرح ہے اور ماتن نے اگلے کلام سے بھی
نکالا ہے ويجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعيا لوقت الندب اور موذن بیٹھ جاوے اذان اور اقامت میں بقدر آنے ہمیشہ آنیوالوں
کے وقت مستحب کی رعایت کرکے ہے جیسے صبح میں اسفار کا اور ظہر صیف میں ابراد کا ملاحظہ موذن کو لازم ہے الا فى المغرب فيسكت قائما
قدر ثلث ايات قصار مگر مغرب میں تثویب اور جلوس نکیا جائے تو موذن چپکا کھڑا رہے چھوٹی تین آیتوں کی مقدار ويكره الوصل اجماعا اور بلا توقف ملا
دینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور اقامت میں توقف کر اسقدر کہ کہانیوالا اپنے کہانے سے
فراغت حاصل کرے **فائدہ** قال الشارح التسليم بعد الاذان حدث فى ربيع الآخر سنة سبعمائة واحدى وثمانين فى عشاء ليلة
الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين احدث فى الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر
سلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری میں عشا کی نماز میں دوشنبہ کی رات پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازوں میں سوا
مغرب کے پھر مغرب میں بھی دو بار سلام کہنا رائج ہو گیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہے یہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی کے حسن المحاضرہ سے
نقل کیا اور سخاوی نے قول بدیع میں ہے کہ اسکی ابتدا از حدوث سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۷۹۱ھ میں طحطاوی نے کہا
کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت میں رائج نہیں اور نہ سیوطی کی اُس عبارت میں ہے جو نہر الفائق میں منقول ہے انتہی بدعت حسنہ وہ ہے جو قواعد شریعت
کے مخالف نہو ويسن ان يؤذن ويقيم لفائتة رافعا صوته لو بجماعة او صحراء لا ببيته منفردا اور سنت ہے اذان دینا اور اقامت کہنا قضا کی نماز
کیواسطے آواز بلند کرکے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل میں نہ اپنے گھر میں اکیلے اگر گھر میں جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان کہے
وكذا يسنان لاولى الفوائت لا لفاسدة اور اسیطرح اذان اور اقامت مسنون ہے چند قضا نمازوں میں سے پہلی نماز کیواسطے نہ فاسد نماز کیواسطے

یعنے جیسا ادا وقت مین ویخیر فیہ للباقی لو فی مجلس وفعلہ اولیٰ ویقیم للکل اور آدمی اذان اور اقامت مین مختار ہو قضا کی باقی نمازون
کیواسطے اگر ایک مجلس مین ہو اور اگر چند مجالس مین قضا نکو ادا کرے تو ہر مجلس مین اذان و اقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی مین اذان کہنا بہتر ہو اور اقامت
کے سب نمازون کی قضا مین اسواسطے کہ جنگ خندق مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چار نمازون کی قضا مین اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی
الکافی ولا یسن ذلک فیما تصلیہ النساء اداء وقضاء ولو جماعۃ کجماعۃ صبیان وعبید اور یہ یعنی اذان اور اقامت مسنون نہین
اُس نماز مین جسکو عورتین پڑھتی ہین ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہون جیسے لڑکے اور غلامون کی جماعت مین اذان اور اقامت مسنون نہین
ہم کہ شارح بجا ہو ولو جماعۃ کے ولو منفردۃ کہنا تو بہتر تھا اسلئے کہ عورتون کی جماعت مشروع نہین رہی کذا فی الشامی ولا یسنان
ایضا لظہر یوم الجمعۃ فی مصر اور بھی اذان اور اقامت سنت نہین جمعہ کے دن ظہر کی نماز کیواسطے شہر مین ہم اسواسطے کہ اسمین مشابہہ پڑتا ہے
مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گانو مین اذان جمعہ کے روز مکروہ نہین ولا فیما یقضی من الفوائت فی مسجد لان فیہ تشویشا
وتغلیطا اور نہین مسنون اذان اور اقامت اُس نماز مین فوت سے جسکو قضا کرتے ہون مسجد مین اسواسطے کہ اسمین لوگونکی پریشان خاطری اور غلط
اندازی ہے یعنی وہ وقت کی اذان سمجہین گے ویکرہ قضاؤہا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا بزازیۃ اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد مین
مکروہ ہے اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہے تو گناہ کو ظاہر نکرے کذا فی البزازیۃ ہم یہ وجہ جماعت مین ظاہر ہے نہ منفرد مین اسلئے کہ منفرد
اذان آہستہ کہتا ہے مگر تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کو جتاکر ادا کرنا مکروہ ہے خواہ جماعت مین ہو یا اکیلے ویجوز بلا کراہۃ اذان صبی مراہق وعبد
اور بلا کراہت جائز ہے اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی ہم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہے جیسا کہ بحرالرائق
مین خلاصہ سے منقول ہے کہ سوا انکے اور شخص اولیٰ ہے تو انکی اذان مین ترک اولیٰ ہوا کذا فی الشامی ولا یحل الا باذن کاجیر خاص اور غلام کو
اذان جماعت کی حلال نہین مگر مولیٰ کے اذن سے خاص مزدور کی مانند اسکو بھی اذان حلال نہین بلا اذن مستاجر کیونکہ مراعات اوقات سے نقصان
مولے اور مستاجر کا لازم آویگا اور اسیوجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑہنا درست نہین واعمی وولد زنا واعرابی اور جائز ہے اذان اندہے اور ولد الزنا
اور دیہاتی کی وانما یستحق ثواب المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسب بحر اور اذان کہنے والا موذنون کے
ثواب کا مستحق نہین ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگرچہ
بہ نیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا ولو غیر محتسب یقین کرنے کے لائق نہین اسواسطے کہ صاحب بحر نے اسکو بطریق احتمال
کے بیان کیا ہے ویکرہ اذان جنب واقامتہ واقامۃ محدث لا اذانہ علی المذہب اور مکروہ ہے اذان نہانے کی حاجت والے کی اور
اوسکی اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر ہم مکروہ سے مراد ظاہرا مکروہ تحریمی ہے اور وجہ کراہت جنب کی اذان
کی یہ ہے کہ وہ لوگون کو نماز کے لیے بلاتا ہے اور خود اوسکی اجابت نہین کرتا کذا فی الشامی واذان امراۃ وخنثی وفاسق ولو عالما لکنہ
اولی بامامۃ واذان من جاہل تقی اور مکروہ ہے اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان مین فاسق عالم
اولی ہے جاہل پرہیزگار سے یعنی جہان سوا ہی اوس فاسق کے دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وسکران ولو بمباح اور اذان مکروہ ہے متوالے
کی اگرچہ مباح چیز سے مست ہوگیا ہو جیسا کہ خراسانی اجوائن سے کمعتوہ وصبی لا یعقل جیسے مدہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہے وقاعد
الا اذا اذن لنفسہ اور مرد نشستہ کی اذان مکروہ ہے مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہین وراکب الا لمسافر اور سوار کی اذان
مکروہ ہے مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہین ویعاد اذان جنب ندبا وقیل وجوبا اور پہر کہی جاے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضون
نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامتہ لمشروعیۃ تکرارہ فی الجمعۃ دون تکرارہا اور دوبارہ نہ کہی جاے اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار
اذان کے جمعہ مین اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنی جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم ہوا کہ عذر سے تکرار اذان درست ہے وکذا

ویعاد اذان امرأة ومجنون ومعتوه وسکران وصبی لایعقل لا اقامتهم لمشروعية تکرارہ اور اسطرح اعادہ کیا جاوے عورت اور دیوانہ اور
مدہوش اور مست اور صغیر غیر عاقل کی اذان کا نہ اونکی اقامت کا بدلیل گذشتہ یعنی تکرار اذان شرعًا ثابت ہے نہ تکرار اقامت ویجب استقبالھا
کموت مؤذن وغشیه وخرسه وحصره ولا ملقن وذهابه للوضوء لسبق حدث خلاصة اور واجب ہے شروع سے کہنا اذان اور اقامت کا
بسبب مرجانے موذن کے اذان کہنے مین اور مرجانے مقیم کے اقامت کہنے مین اور بسبب اوسکو غش مین آجانے اور گونگا ہوجانے اور بند ہوجانے اور بتانیوالا نہ
ہونے کے اور حالانکہ وہان کوئی بتانیوالا نہین اور بسبب جانیکے وضو کیواسطے وضو کے ٹوٹ جانے سے کذا فی الخلاصة حکم موذن اور مقیم کا پانچون صورتون مین
یکسان حکم ہے شارح نے فقط موذن پر اسواسطے اکتفا کیا کہ اقامت کہنا موذن ہی کا حق ہے شامی مین کہا کہ پچھلی صورتین یعنی اثناء اذان واقامت
مین بیوضو ہوجانے مین موذن اور مقیم کو چاہئے کہ بعد اذان واقامت کے وضو کو جاوے کیونکہ جب ابتدا بیوضو پوری اذان کہہ سکتا ہے تو ناقص کو بطریق
اولے تمام کرسکتا ہے لکن عبر فی السراج بیندب لیکن سراج وہاج مین لفظ یندب بیان کیا ہے یعنی کہا کہ پانچون صورتون مین شروع سے اذان
اور اقامت کا کہنا مستحب اور مندوب ہے واجب نہین وجزم المصنف بعدم صحة اذان مجنون ومعتوه وصبی لایعقل اور یقین کیا ہے مصنف نے یعنی صحیح ہونے
اذان مجنون اور مدہوش اور صغیر غیر عاقل کا قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قوله فی الدیانات مین کہتا ہون اور کافر اور فاسق کی بھی اذان
صحیح نہین بسبب مقبول نہونے اونکے قول کے دین کے کامون مین شامی مین کہا کہ اوپر گذر چکا کہ فاسق کی اذان مکروہ ہے اور یہان شارح نے عدم صحت کو
بیان کیا تو یہ برابری فاسق کی کافر کے ساتھ شارح کیطرف سے مناسب نہوئی وکرہ ترکهما معا لمسافر ولو منفردا اور مکروہ ہے مسافر کو اذان اور
اقامت کا یکبارگی چھوڑ دینا اگرچہ مسافر اکیلا ہو ہم یہان چار صورتین ہین سو دو صورتین مکروہ ہین ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونو کو چھوڑنا
دوسری یہ کہ فقط اقامت کو چھوڑنا اور دو صورتین مکروہ نہین ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونو کہنا دوسری یہ کہ فقط اقامت کہنا اذان کو
اذان اور اقامت مین دو فائدے ہین ایک تو ثواب دوسرے حاضر ہونا نماز مین اُن بندگان خدا کا جو نظر نہین آتی وکذا ترکها لا ترک الاذان لحضور الرفقة اور
اسیطرح مسافر کو مکروہ ہے چھوڑنا اقامت کا نہ اذان کا بسبب جمع ہونے سب رفیقون کے یعنی اذان تو اعلام کیواسطے مشروع ہے پھر جب سفر کے رفیق ساتھ ہون
تو اعلام کی چندان ضرورت نہین بخلاف مصل ولو بجماعة فی بیته بمصر او قرية لها مسجد فلا یکره ترکهما اذ اذان الحی یکفیه برخلاف اُس
نمازی کے جو اپنے گھر مین شہر کے اندر نماز پڑھتا ہے اگرچہ بجماعت نماز ہو یا اُس گانو مین نماز پڑھتا ہے جسمین مسجد ہے تو وہان اذان یا اقامت کا ترک کرنا
مکروہ نہین اسواسطے کہ اذان محلہ اوسکو کفایت کرتی ہے ہم اور اگر گانو مین مسجد نہو یا ہو مگر اوسمین اذان واقامت نہوتی ہو تو وہان کا نمازی اذان
اور اقامت ترک نکرے بلکہ اسکا حکم مسافر کا سا ہے او مصل فی مسجد بعد صلوة جماعة فيه بل يكره فعلهما وتكرار الجماعة الا فى مسجد على طريق
فلا بأس بذلك جوهرة برخلاف اُس نمازی کے جو مسجد مین نماز پڑھتا ہے اوسمین جماعت ہو جانیکے بعد بلکہ مسجد مذکور مین اذان اور اقامت
کہنا اور دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے مگر راہ کی مسجد مین اسکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی الجوہرة یعنی راہ کی مسجد مین تکرار جماعت اذان اور اقامت
ساتھ درست ہے لا بأس کے لفظ سے یہہ نکلا کہ اسکا نکرنا اولی ہے کذا فی الطحطاوی اقام غیر من اذن بغیبته ای المؤذن لا یکره مطلقا اگر
کہی اور شخص نے سواے اذان کہنے والے کے موذن کی غیبت مین تو مطلقا مکروہ نہین یعنی خواہ موذن خوش ہو یا ناخوش ہو وان بحضوره کره ان لحقه
وحشة اور اگر غیر شخص نے اقامت کہی موذن کے سامنے تو مکروہ ہے اگر اوسکو وحشت اور ناخوشی ہو ہم اقامت کہنا موذن کا حق ہے بدلیل حدیث من
اذن فهو یقیم یعنی جو اذان کہے وہی اقامت کہے کما کره مشیه فی اقامته جیسی مکروہ ہے اقامت کہنے مین چلنا ویجیب وجوبا وقال الحلوانی
ندبا والواجب الاجابة بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا اور واجب ہے جواب دینا زبان سے اوسکو جسنے اذان کو سنا اگرچہ وہ جنب ہو اور
حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور قدم سے اجابت واجب ہے یعنی اذان سنتے ہی مسجد مین جماعت کیلئے حاضر ہوجانا چاہئے لا حائضا
ونفساء وسامعا خطبة وفی صلوة وجنازة وجماع ومستراح واكل وتعليم علم وتعلمه بخلاف قرآن نہ جواب دے اذان کا اگر سامع ہو حائض

اور نہ جواب دے سامع کسی خطبہ کا اور نہ جواب دے نماز میں اور جنازہ میں اور صحبت کرنے میں اور پاخانہ میں اور کھانا کھانے اور علم سکھانے اور علم کے سیکھنے میں
برخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کرکے اذان کا جواب دے بأن یقول بلسانہ کمقالتہ إن سمع المسنون منہ ولو کان
جنبا لا حائضا جواب دے یعنی معلوم کرکے اپنی زبان سے موذن کے کلام کی مانند بشرطیکہ موذن سے سنے اذان مسنون اذان مسنون وہ ہے جو بلا لحن کے ہو اور لحن یعنی
تغیر کلمات سے ہو اور اذان عربی ہو یعنی بغیر الفاظ و حروف کے حق ادا ہوتے ہوں سوا اس کے جو اذان بعض لوگ کہتے ہیں حروف اور حرکات کو بڑھا گھٹا کر
وہ حرام ہے اس اذان کا جواب دینا نہ چاہیے کذا فی الطحطاوی علی المراقی وفی تکرارہ اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ مسجد
کی اذان ہو یا اور مقام کی کذا فی الحلبی الا فی الحیعلتین فیحوقل جو موذن کہے وہی جواب دے وہ الا کہے مگر حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح میں کہ لا حول و
لا قوۃ الا باللہ کہے وفی الصلوۃ خیر من النوم فیقول صدقت وبررت اور الصلوۃ خیر من النوم میں یوں کہے صدقت وبررت یعنی تو صادق اور نیکوکار
ہے ایسا کہنے میں کچھ خلاف نہیں سے بہتر ہے ویندب القیام عند سماع الاذان بزازیہ اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت ولم یذکر ہل یستمر الی فراغہ
او یجلس اور یہ ذکر نہیں کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاوے ولو لم یجبہ حتی فرغ لم ارہ وینبغی تدارکہ ان قصر الفصل
اور اگر سامع نے موذن کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اس کا حکم میں نے نہیں دیکھا کتاب میں اور مناسب یہ ہے کہ اس کا تدارک کرلے
اگر فصل تھوڑا ہو یعنی اگر بہت عرصہ گذر گیا ہو معلوم یہ بحث صاحب بحر کی ہے اور صاحب نہر نے کہا ہے کہ جواب دینے والا موذن سے ہر کلمات کا جواب دے نہ کہ بلکہ ہر کلمہ کے
تمام ہونے پر اس کا جواب کہے کہ حدیث عمر بن ابی امامہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور اس سے ظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی
نہیں کذا فی الشامی ویدعو عند فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے وسیلہ مانگے اور دعا وسیلہ مستحب ہے اس واسطے کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تم موذن کو سنو تو کہو مثل اس قول کی جو وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو اس واسطے کہ جو مجھ پر درود پڑھیگا حق تعالی اس کو بدلے اس کے دس بار
رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو اس واسطے کہ وسیلہ ایک درجہ ہے بہشت میں کہ وہ لائق نہیں مگر ایک بندے کے واسطے خدا کے بندوں سے اور میں
امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں سو جو شخص میرے لیے وسیلہ مانگیگا تو میری شفاعت اس کے لیے ضرور ہوگی انتہی یعنی اس کی شفاعت واجب ہوگی اس
سے زیادہ و ترتیب اس مناسبت ہے کذا فی الطحطاوی من المواہب و شرح اور دعاء وسیلہ کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ میں جابر سے یوں مروی ہے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ ات محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودا
الذی وعدتہ تو اس کے واسطے میری شفاعت حلال ہوگی یعنی واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور بیہقی نے وعدتہ کے بعد انک لا تخلف
المیعاد اس دعا میں زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج میں کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو والدرجۃ الرفیعۃ کہتے ہیں اور تمامی پر یا ارحم الراحمین تو
ان دونوں کی کچھ اصل نہیں اور یہی حال وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس
علیہ الاجابۃ ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ بالقدم اور اگر اذان کا سننے والا مسجد میں ہو جبکہ اس نے اذان سنی تو اس پر جواب دینا لازم نہیں
اور اگر مسجد کے باہر ہو تو جواب دے اس طرح قدم سے چلکر ولو اجاب باللسان لا بہ لا یکون مجیبا وہذا بناء علی ان الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ
لا بلسانہ کما ہو قول الحلوانی اور اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چلکر تو وہ شخص مجیب نہ ہوگا اور اس قول کی بنا اس پر ہے کہ اجابت مطلوبہ
شرع میں قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ یہی قول ہے حلوانی کا وعلیہ فیقطع قراءۃ القرآن لو کان یقرأ بمنزلہ ویجیب لو اذان مسجدہ کما
یأتی ولو بمسجد لا لانہ اجاب بالحضور اور بموجب اسی قول کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر میں اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اس کی
مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تاتارخانیہ سے اور اگر مسجد میں قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نہ کرے اس واسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد میں حاضر ہونے
سے وہذا مفرع علی قول الحلوانی والظاہر وجوبہا باللسان لظاہر الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول کما بسط فی البحر

[illegible]

او قتلهم شیئاً ثم قرأ فی البحر عن المحیط وغیرہ بانه علی الاول لا یرد السلام ولا یشمت ولا یعتبر لا یجیب فی قلبه یجیب بقلبه ويشتغل
بغير الاجابة اور یہہ جو ماتن نے اجابت بالقدم کو ذکر کیا متفرع اور مستخرج ہے حلوانی کے قول پر اور ظاہر قول واجب ہونا ہو اجابت کا زبان سے دلیل
ظاہر امر کے جو اس حدیث میں ہو کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اسی قول کے جو موذن کہتا ہی چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہو بحر الرائق میں اور ثابت کیا
اسکو مصنف نے اپنی شرح میں اور زبان سے جواب دینے کو قوی کیا ہو نہر الفائق میں محیط وغیرہ سے نقل کرکے اسطرح کہ اول قول پر یعنی وجوب اجابت زبانی
پر اذان کا سامع سلام کا جواب نہ دی اور نہ کسیکو سلام کرے اور نہ قران پڑھے بلکہ قرأت کو قطع کرے اور اذان کا جواب دیوے اور مشغول نہو کسی فعل میں بجز
اجابت کے قال وینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب ان یجیب بقدمه اتفاقاً فی الاذان الاول یوم الجمعة لوجوب السعی
بالنص صاحب نہر نے کہا اور یہہ چاہیے کہ زبان سے جواب نہ دی باتفاق جو اذان خطیب کے سامنے کی اذان میں جمعہ کے دن اور یہہ کہ اجابت بالقدم کرے
باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان میں بسبب واجب ہونے سعی کے نص قرانی سے ہم عدم اجابت لسانی کی یہہ وجہ ہو کہ جب خطیب منبر پر چڑھے تو امام کے
نزدیک مطلقاً کلام مکروہ ہی لیکن باب الجمعہ میں آویگا کہ صحیح قول یہہ ہو کہ امام کے نزدیک ذکر جائز ہی خطبہ شروع ہونے سے پہلے تو اب کون مانع ہے
اجابت کا کذا فی الطحطاوی وفی التاتارخانية انما یجیب اذان مسجده اور تاتارخانیہ میں ہو کہ جواب نہ دی مگر اپنی مسجد کے اذان کا ہم یعنی جواب
قدم سے چلکر اپنی مسجد کو مخصوص ہے یہہ متفرع ہے حلوانی کے قول پر چنانچہ شارح نے اسپر پہلے اشارہ کر دیا کہا یاتی کہکر کذا فی الطحطاوی وسئل ظهیر الدین
عمن سمعه فی آن من جهات ماذا یجب علیه قال اجابة اذان مسجده بالفعل اور ظہیر الدین سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک آن میں اذان کئی
کئی طرفون سے اوسپر کیا واجب ہے کہا کہ اوسپر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنی قدم سے چلکر واجب ہی ویجیب الاقامة ندباً اجماعاً کالاذان و
یقول عند قد قامت الصلوٰۃ اقامها الله وادامها اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کی مانند اور کہے قد قامت
الصلوٰۃ کے وقت اقامها الله وادامها ہم ان الفاظ کو ابو داؤد نے روایت کیا ہو اسقدر زیادتی کے ساتھ ما دامت السموات والارض وجعلنی من صالحی اهلها یعنی
الله تعالیٰ نماز کو قائم و دائم رکھے جبتک آسمان و زمین رہین اور مجکو زمین کے نیکبخت باشندوں میں کرے وقیل لا یجیبها وبه جزم الشمنی اور بعضون نے
کہا کہ اقامت کا جواب نہ کہے اور اسی قول کا یقین کیا ہی شمنی شارح نقایہ نے ہم یہہ نفی اجماع سابق کی مخل نہین کیونکہ یہہ نفی نفی وجوب پر محمول ہو اور نفی اتفاق
اجماع استحباب پر ہی فروع مسائل ملحقہ شارح صلی السنة بعد الاقامة او حضر الامام بعدها لا یعیدها بزازیہ یعنی سنت نماز پڑہی اقامت کے
بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت کا اعادہ نکرے کذا فی البزازیہ وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعاً کاکل ان تعاد اور لائق یعنی
مستحب ہی کہ اگر اقامت اور نماز میں مدت زیادہ ہو جاوی یا پایا جاوی وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جاوی درمیان اقامت اور نماز کے چنانچہ کہانا تو اقامت
پہر سے کہی جاوی دخل المسجد والموذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاه ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اسحال میں کہ موذن اقامت کہتا ہی تو بیٹھ جاوی
امام کے کہڑے ہونے تک اپنی جای نماز پر ولا ینتظر المؤذن ولا الامام لواحد بعينه الا لشرير والوقت متسع رئیس محلہ کا انتظار کیا جاوی جبتک کہ وہ شریر ہو اور
نماز کا وقت فراخ یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہے تو اوسکی انتظاری جائز ہے اور اگر وقت تنگ ہو تو انتظار نچاہیے اگرچہ رئیس بدذات ہو کیکره
له ان یؤذن فی مسجدین موذن کو مکروہ ہے اذان کہنا دو مسجد میں ہم یہہ کراہت اوسوقت ہو جبکہ موذن پہلے مسجد میں نماز پڑھ چکا ہو کذا فی البحر
ولایة الاذان والاقامة لبانی المسجد مطلقاً اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بانی ہی کے واسطے ہر طرح یعنی خواہ عادل ہو یا غیر عادل
اگرچہ لوگونکو پسند نہو کذا فی البحر وکذا الامامة لو عدلاً اور اسیطرح مسجد کے بانی ہی کو امامت کا اختیار ہے اگر عادل ہو یعنی فاسق نہو الافضل
کون الامام هو المؤذن امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہے ہم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بہی کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وفی الضیاء انه علیه الصلوٰۃ والسلام
اذن فی سفر بنفسه واقام وصلی الظهر وحققناه فی الخزائن اور ضیاء مقدسی میں ہو کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر میں بذات مقدس
اذان اور اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑہی اور البتہ ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہو خزائن الاسرار میں ہم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جسکے

آپ سوار تھے کذا فی الطحاوی من قتادہ مرسلا اور آپ کا اذان کہنا صرف ترمذی کی حدیث میں مروی ہوا ہے اور جنہوں نے اسپر یقین کیا ہے مگر مسند احمد میں اوسی طریق سے جو حدیث کی تخریج کی ہے اوس میں یوں ہے کہ بلال کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپ کا صرف حکم دینا تھا اور عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہے کذا فی الشامی

باب شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہے نماز کی شرطوں کے بیان میں ہم شرطین تین قسم سے شرط عقلی جیسے زندگی واسطے علم کے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کیواسطے اور شرط جعلی جیسے گہر میں جانا زوجہ کا جسکو طلاق مشروط ہو کذا فی العینی تو یہاں شروط شرعیہ مراد ہیں نہ عقلیہ اور جعلیہ اور شروط شرعیہ وہ شروط مقصود ہیں جو صحت نماز کی شرط ہیں نہ نماز کے واجب ہونیکی منجملہ شرائط وجوب ایک تکلیف ہے یعنی مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا و انہا منجملہ عاجز نہونا نماز سے وانہا منجملہ وقت ہے

انواع شرطین تین قسم ہیں شرط انعقاد ایک قسم شرط ہے انعقاد نماز کی ہم شرط انعقاد وہ ہے جسکا وجود ضرور ہے ابتدا نماز میں پیشتر موجود ہوکر آخر نماز تک موجود رہے یا نرہے کذا فی الحلبی کنیۃ وتحریمۃ ووقت وخطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کیونکہ جبتک امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہوگا انہین نیت تو آخر نماز تک موجود رہ سکتی ہے اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہین وشرط دوام کطہارۃ وستر عورۃ واستقبال قبلۃ اور دوسری قسم شرط ہے دوام نماز کی جیسے طہارت اور ستر عورت اور استقبال قبلہ ہم شرط دوام وہ ہے جسکا وجود مشروط ہے اول نماز سے آخر تک ومشروط بقائہ فلا یشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بابتدائہ وشرط البقاء اور تیسری قسم شرط ہے جسکا وجود مشروط ہے اول نماز سے آخر تک ... یعنی نماز کے بعد موجود ہو جانے نماز کے تو اوسمین آگے ہونا اوس شرط کا مشروط نہین اور نہ ابتداء نماز سے اوسکا متصل رہنا اور وہ یعنی بقا نماز کی شرط قرأت ہے ہم شرط بقاء نماز وہ ہے جو اثناء نماز میں پائی جاوے بطریق استمرار کے اور قرارت اسیطرح کی ہے کہ اثناء نماز میں اوسکا ہونا ہے استمرار کے طور پر اور یہ تینون شرطین ایک دوسرے میں متداخل ہین کیونکہ انمین عموم وخصوص مطلق ہے شرط دوام خاص ہے اور شرط انعقاد اور بقا عام مثلا طہارت جو شرط دوام ہے اگر ابتداء نماز میں اسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہو جائیگی اور اگر حالت بقاء میں وجود کو شرط سمجھین تو شرط بقا ہوگی اور سوا وقت صبح کے اور وقت نماز کے لئے صرف شرط انعقاد ہے کہ نہ اوسکا دوام شرط ہے اور نہ بقا اور شرط بقا کی مثال قرأت ہے کہ اثناء نماز میں حادث ہوکر انتہا تک رہتی ہے گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قرأت کہ امام کی قرأت گویا اوسکی قرأت ہے کذا فی الشامی بتصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیرا اسواسطے کہ قرأت بذات خود تو رکن ہے اور اپنے غیر کے حق میں شرط ہے بسبب پائے جانے قرأت کے تمام ارکان میں تقدیرا یعنی اگرچہ سب ارکان میں قرأت حقیقی موجود نہین لیکن گویا کہ ہے ہم رکن اوسکو کہتے ہین جو ماہیت میں داخل ہو اور شرط وہ ہے جو ماہیت سے خارج ہو اور یہ دونون ایک دوسرے کے مخالف ہین مگر چونکہ رکن دو طرح ہوتا ہے ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط بھی ہو جاتا ہے جیسے قرأت کہ مقتدی سے ساقط ہو جاتی ہے تو اس لحاظ سے قرأت کو رکن کہا اور دوسری میں شرط سے تعبیر کیا کذا فی الشامی بتصرف ولذا لم یجز استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود قرأت حالتین او سکو رکن کہا اور دوسری میں شرط سے تعبیر کیا ... ارکان میں ضروری ہے امی شخص کا خلیفہ کرنا نماز میں اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہین فی الشرح لغۃ العلامۃ اللازمۃ پہر معلوم کرا کہ شرط بفتح اول وسکون ثانی لغت میں علامت لازمہ کو کہتے ہین یعنی جو شانی کہ ایک ہی چیز میں پائی جاوے دوسری چیز میں نہو وفی الشرع ما یتوقف علیہ الشیء ولا یدخل فیہ اور اصطلاح شرع میں شرط وہ ہے جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اس چیز میں داخل نہو یعنی اوسکا جز نہو خارج ہو ہم کسی چیز کا متعلق اگر اوسکی ماہیت میں داخل ہوتا ہے تو رکن کہلاتا ہے جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو تو دو حال سے خالی نہین یا چیز موثر ہوگا یا نہوگا اگر موثر ہے تو اوسکو علت کہتے ہین جیسے عقد نکاح علت ہے حلت کے لئے اور اگر موثر نہین تو پھر چیز کیطرف موصل ہے یا نہین اگر موصل ہے تو اوسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہے اور اگر موصل نہین تو چیز اوسپر موقوف ہوگی یا نہوگی اگر موقوف ہوگی تو اوسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو حق میں اور اگر چیز اوسپر موقوف بھی نہین تو اوسکو علامت بولتے ہین تو شارح کی تعریف سے رکن اور علامت نکل گئی مگر سبب اور علت شرط

استنجا چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف مین آنا اور زیادہ کہتا کہ ولا یؤثر فیہ ولا یؤثر معلی بالرسم انحلالہ یعنے نہ چیز مین موثر ہوا ور نہ اوسکی بناوٹ کہ بغیر وصل ہو
کذا فی الشامی عینی نے کہا اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہے کہ شرط وہ ہے جس کے نہونے سے مشروط کا نہونا لازم ہو اور
مشروط کی وجود سے شرط کا وجود لازم نہو ھی ستۃ طھارۃ بدنہ ای جسدہ لقولہ الا طراف والجسد دون البدن فلیحفظ
شرطین نماز کی چھہ مین پہلی شرط پاک ہونا ہے نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہے بسبب داخل ہونے ہاتھہ پانون کے جسد مین نہ بدن مین تو
اسکو یاد رکہنا چاہیے ھم چونکہ لغت عرب کی راہ سے ہاتھہ پانو بدن مین داخل نہ تھے لہذا شارح نے بدنکی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھہ پانون کی بھی طہارت
ثابت ہو اگرچہ اردو زبان مین بدن سارے جسم کو کہتے ہین من حدث بنوعیہ طہارت بدنکی شرط ہے دونون قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے
ھم دونون قسم سے مراد حدث اصغر اور حدث اکبر ہین اول مقتضی وضو کا ہے اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ اور مصنف نے مقدم کیا
حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اسواسطے کہ وہ غلیظ تر اور سخت تر ہے نجاست حقیقی سے ھم یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف
نہین بر خلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہے وخبث مانع کذلک اور طہارت شرط ہے اسیطرح دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو
نماز کی مانع ہے ھم دونون قسم کی نجاست یعنی مغلظہ اور مخففہ سو مغلظہ زائد از درم مانع نماز ہے اور مخففہ زائد از ربع ثوب وثوبہ وکذا ما
یتحرک بحرکتہ اور دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا اور اسیطرح پاک ہونا اوس چیز کا جو ہلے نمازی کے ہلنے سے ھم یعنی ایسی چیز جو نمازی
کے بدن سے متصل ہو مثلا ایک چادر کا آنچل اوسکے بدن پر ہے اور دوسرے آنچل پر ایسی نجاست ہے جو مانع نماز ہے تو اگر نمازی کی حرکت سے
ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہے اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اوسکی بدن سے متصل نہین مثلا چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہے اور یہہ
دوسرے کنارہ پر نماز پڑہتا ہے تو یہہ نجاست نماز کی مانع نہین خواہ چٹائی بڑی ہو یا چہوٹی کذا فی الشامی او یعد حاملا لہ کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یستمسک
بنفسہ منع والا لا یا نمازی اوس چیز کا اوٹھانیوالا گنا جاے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہے بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تہامنے نمازی کے تو نماز کا
مانع ہے اور اگر لڑکا نمازی کے تہامنے کا محتاج نہو خود اوسکو چمٹا ہو تو نمازی اوسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا مانع نہوگا ھم اور یہی حکم ناپاک چھت
اور چہپر اور خیمہ نجس کا ہے جبکہ نمازی کا سر کہڑے ہونے سے ان چیزون مین لگتا ہے کذا فی الطحطاوی وکجنب وکلب ان شد فمہ فی الاصح جسطرح
مانع نماز نہین اگر نمازی پر جنب آدمی اور کتا ہو اگر اسکا منہہ باندہا ہو صحیح تر قول مین ھم اگر شارح یون کہتا کہ کتا بشرطیکہ اوس سے لعاب وغیرہ مانع
نماز نہ بہے تو بہتر ہوتا کذا فی الشامی بحر الرائق مین ہے کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہے جو اندر سے خون ہو گیا تو نماز جائز ہے کیونکہ وہ اپنے معدن
مین ہے بر خلاف اوس شیشی کے جسمین پیشاب ہے یعنی وہ مانع نماز ہے ومکانہ ای موضع قدمیہ او احدھما ان رفع الاخری وموضع سجودہ
اتفاقا فی الاصح اور تیسری شرط پاک ہونا مصلے کے مکان کا ہے یعنی اوسکے دونون قدمونکی جگہہ کا یا ایک قدم کی جگہہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم
اوٹھا لیا اور سجدہ کی جگہہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین ھم موضع قدمین کی طہارت امام اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے بالاتفاق بلا نقل خلاف اور
موضع سجود مین خلاف ہے مگر صحیح تر یہی قول ہے کہ امام کے نزدیک اوسکی طہارت بھی شرط ہے اگر نمازی کے کپڑون کی اطراف نجاست پر پڑی
اور نماز پڑھی تو کچھہ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی لا موضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاھر الا اذا سجد علی کفہ کما سیجی شرط نہین پاک ہونا دونون
ہاتہون اور دونون گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آویگا یعنی اوسوقت ہاتھہ کے مکان
کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ یہہ سجود کا مکان ٹھہرا ھم فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتہون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اسکی
تصحیح کی ہے عیون مین اور اطلاق متون بہی اسی پر دلالت کرتا ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہے اگرچہ
دونون ہاتھہ ہون تو اوسکی مکان کی طہارت شرط ہے کذا فی الطحطاوی من النجس ای الخبث لقولہ تعالی وثیابک فطھر فبدنہ ومکانہ
بالاولی لا تحتمال لزوم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہے ناپاکی یعنی نجاست حقیقی سے بدلیل قول حق تعالی وثیابک فطھر اور اپنے کپڑون کو پاک کر

تو جب کپڑے کا پاک کرنا لازم ہوئی تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولے لازم ہوا اسواسطے کہ بدن اور مکان بہ نسبت کپڑون کے زیادہ لازم ہین
اسواسطے کہ کپڑون کا جدا ہو جانا متصور ہی برخلاف بدن اور مکان کے ھ اظہر یہ ہے کہ آیت کریمہ مین نماز کے ثیاب ملبوسہ مراد ہین اور نجاست سے انکا
پاک کرنا قول ہی جمیع فقہا کا اور اسی پر جمیع مفسرین ہین کذا فی الطحاوی وَالرَّابِعُ سَتْرُ عَوْرَتِهٖ وَوَجْهُهٗ ظَاهِرٌ وَلَوْ فِي الْخَلْوَةِ عَلَى الصَّحِيحِ اِلَّا عَنْ نَفْسِهٖ عَلَى الصَّحِيحِ
اور نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور اوڑھنا ہی اپنی عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا علی العموم ہی اگرچہ آدمی خالی مکان مین ہو بنا بر قول صحیح
کے مگر غرض صحیح کیواسطے شرمگاہ کھولنا جائز ہے چنانچہ مثلاً بول و براز یا ختنہ یا علاج یا جماع حلال ھ ستر عورت غیر سے واجب ہی نہ اپنی ذات سے
جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہے کذا فی الزاہدی لیکن ادب نہین تو تصحیح مین اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چار طرف سے ہو نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان
نیچے سے برہنگی دوسرے کی دیکھ لے تو نماز فاسد نہو گی کذا فی الطحاوی وَلَا يَلْبَسُ ثَوْبَ الْحَرِيرِ فِي غَيْرِ الصَّلٰوةِ اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہی اور حالت
مین سوائے نماز کے وَهِيَ لِلرَّجُلِ مَا تَحْتَ سُرَّتِهٖ اِلٰى مَا تَحْتَ رُكْبَتِهٖ اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے ہی دونون گھٹنون کے نیچے تک ھ
عورت کا لفظ نکلا ہی عور سے جو معنی نقصان اور عیب کے ہی تو شرمگاہ کو عورت کہا اسواسطے کہ اسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور بے حیائی ہی کذا
فی الطحاوی ثمرہ وہین عورت مرد کے مقابل کو کہتے مین فارسی مین زن اور ہندی مین لگائی اور جورو بولتے ہین وَشَرَطَ اَحْمَدُ سَتْرَ اَحَدِ مَنْكِبَيْهِ
اَيْضًا اور امام احمد بن حنبل نے ڈھکنا ایک کندھے کا بھی نماز مین شرط کیا ہی وَعَنْ مَالِكٍ هِيَ الْقُبُلُ وَالدُّبُرُ فَقَطْ اور امام مالک سے ایک روایت یہہ ہے
کہ عورت یعنی شرمگاہ فقط فرج اور مقعد ہی ھ امام اعظم کے مذہب مین شرمگاہ کی جو یہہ حد ہی کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہہ جوان کے حق مین ہی
نہ صغیر کے حق مین کہ اسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہے اور جوان مین حکم زانو کا خفیف تر ہی ران سے تو جو شخص بیا زانو کھولے ہو اوسپر انکار نرمی سے
کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اس سے نزاع کرنا لائق نہین اور جو اپنی ران کھولی ہو اوسپر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیئے بدون ضرب کے
اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحاوی وَمَا هُوَ عَوْرَةٌ مِنْهُ عَوْرَةٌ مِنَ الْاَمَةِ وَلَوْ خُنْثٰى اَوْ مُدَبَّرَةً اَوْ مُكَاتَبَةً اَوْ اُمَّ وَلَدٍ مَعَ ظَهْرِهَا وَبَطْنِهَا اور جسقدر
کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہی اوتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہے اوسکی پیٹھ اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ لونڈی خنثی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو ھ مدبرہ وہ
لونڈی ہی جسکو آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنیکے بعد تو آزاد ہی اور مکاتبہ وہ جسکو یہہ کہا ہو کہ اگر تو اتنا مال دے تو تو آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی جس کے
آقا سے اولاد ہوئی ہو وَاَمَّا جَنْبَاهَا فَتَبَعٌ لَهُمَا اور لونڈی کا پہلو اوسکی پیٹھ اور پیٹ کا تابع ہی یعنی جسقدر پہلو پیٹ سے متصل ہی وہ پیٹ کا تابع اور
اور جسقدر پیٹھ سے ملا ہے وہ پیٹھ کا تابع ہی یعنی اوسکے پہلو بھی شرمگاہ ہین وَلَوْ اَعْتَقَهَا مُصَلِّيَةً اِنِ اسْتَتَرَتْ كَمَا قَدَرَتْ صَحَّتْ وَاِلَّا لَا جَعَلَتْ
بِعَمَلٍ قَلِيلٍ وَلَا عَلَى الْمَذْهَبِ اور اگر مولی نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت مین اگر اوسنے اپنا بدن ڈھک لیا فوراً جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز صحیح ہو اور
اگر فوراً باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہوئی مولے کے آزاد کرنیکو اوسنے جانا ہو یا نجانا ہو بنا بر مذہب درست کے ھ پردہ سازی
سے اسقدر مراد ہی جسقدر ہو یعنی یہی کو پردہ چاہیئے اور استتار مین یہہ شرط ہی کہ بعمل قلیل ہو اور قبل ادا ہر رکن ہو اور اگر استتار سے عاجز ہو گی تو نماز
باطل نہو گی قَالَ اِنْ صَلَّيْتِ صَلٰوةً صَحِيحَةً فَاَنْتِ حُرَّةٌ قَبْلَهَا فَصَلَّتْ بِلَا قِنَاعٍ وَيَنْبَغِيْ اِلْغَاءُ الْقَبْلِيَّةِ وَوُقُوعُ الْعِتْقِ كَمَا رَجَّحُوْا فِي الطَّلَاقِ الدَّوْرِيِّ
مولی نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو صحیح نماز پڑھیگی تو تو آزاد ہے اوس نماز سے پہلے پس اوسنے بدون اوڑھنے کی نماز پڑھی تو قبلیت کا لغو کر دینا اور طلاق کا واقع ہونا
لائق ہے چنانچہ فقہا نے قبلیت کے لغو کرنے کو طلاق دوری مین ترجیح دی ہی ھ یہہ مسئلہ روایت مذہب نہین بلکہ صاحب بحر الرائق کی تجویز ہے طلاق
دوری پر قیاس کر کے طلاق دوری کی یہہ صورت ہی کہ زید نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھکو طلاق دون تو تجھکو تین طلاق ہین قبل از طلاق پھر اوسنے بلا شرط
طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاقین اس طلاق سے پہلے واقع ہونگی اور ان کا واقع ہونا یہہ چاہتا ہی کہ پچھلی طلاق واقع نہو کیونکہ تین طلاق کے بعد
عورت محل طلاق نہین رہتی تو جب ہمنے قبلیت کو لغو کر دیا تو ایسا ہو گیا کہ یا اوسنے یون کہا کہ اگر مین تجھکو طلاق دون تو تجھکو تین بار طلاق ہی تو ایک طلاق
اوسکو واقع کرنے سے واقع ہو گی اور دو طلاقین تعلیق سے واقع ہونگی اور تیسری طلاق باطل ہو جاویگی عدم محل کے سبب سے وَالْحُرَّةُ وَلَوْ خُنْثٰى جَمِيعُ بَدَنِهَا

خلا شعرها النازل في الاصح اور حرہ یعنی بیبی کا تمام بدن شرمگاہ ہے جسکا چھپانا واجب ہے یہانتک کہ اوسکے لٹکتے بال بھی عورت ہین صحیح قول مین
اگرچہ مرغنیثے پر ہم لکھ چکے بالون کی قید اسواسطے لگائی کہ جو بال سر پر ہین وہ بالاتفاق عورت ہین خلا الوجه والكفين فظهر الكف عورة على
المذهب والقدمين على المعتمد بی بی کا تمام بدن عورت ہے مگر اوسکا چہرہ اور دونون ہتھیلیاں اور دونون قدم عورت نہین قول معتمد پر توپشت
کفدست کا چھپانا واجب ہے مذہب درست پر ہم اور اقوال نامعتمد یہ ہین کہ پشت کفدست نماز مین عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ وہ مطلقا عورت
نہین اور بعضون نے کہا کہ دونون قدم عورت ہین اور کسی نے اسکو صحیح بھی کہا ہے کذا فی الطحاوی وصوتها على الراجح اور حرہ کی آواز عورت نہین
راجح قول پر ہم اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہے تو بخوف فتنہ حرام ہے اور بعضون نے کہا کہ اوسکو آواز کا بھی پوشیدہ کرنا واجب ہے کذا فی الطحاوی
وذراعيها على المرجوح اور حرہ کی دونون کلائیان عورت نہین مرجوح یعنی ضعیف قول پر ہم یہ ابو یوسف کا قول ہے اور اختیار شرح مختار مین اسکو
راجح کہا ہے لیکن مذہب راجح اور قوی یہ ہے کہ کلائیان عورت ہین کذا فی الطحاوی وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال لا لانه
عورة بل لخوف الفتنة اور جوان عورت منع کیجاتی ہے چہرہ کھولنے سے درمیان مردون کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اوسکا عورت ہے بلکہ بخوف فتنہ منع
کا حکم ہے كمسه وان امن الشهوة لانه اغلظ ولذا ثبت به حرمة المصاهرة كما ياتي في باب الحظر یعنی مرد کو عورت کا چہرہ چھونا ممنوع
ہے اگرچہ شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر کرنے سے اور اسیواسطے شہوت کے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ باب الحظر
مین آویگا ولا يجوز النظر اليه بشهوة كوجه امرد فانه يحرم النظر الى وجهها ووجه الامرد اذا شك في الشهوة اما بدونها
فيباح ولو جميلا كما اعتمده الكمال اور جائز نہین نظر کرنا عورت کے چہرہ کیطرف شہوت سے مانند چہرہ امرد کی یعنی بیریش لڑکے کی اسواسطے کہ حرام
ہے نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جبکہ شہوت کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہے اگرچہ امرد خوبصورت ہو
چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہے قال فحل النظر منوط بعدم خشية الشهوة مع عدم العورة کہا کمال الدین نے تو
حلت نظر وابستہ بعدم خوف شہوت ہے ساتھ اس امر کے کہ وہ محل وجوب الاستتار نہو یعنی جبکہ محل نظر وہ مقام نہو جسکا چھپانا چاہیے اور شہوت کا خوف
نہو تو نظر کرنا حلال ہے ورنہ حلال نہین وفي السراج لا عورة للصغير جدا ثم ما دام لم يشته فقبل ودبر ثم تغلظ الى عشر سنين ثم كبالغ اور سراج
مین ہے کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہین یعنی ڈھکنے کے لائق نہین پھر جب تک کہ وہ قابل خواہش کے نہین تو بول اور براز کی راہ چھپانے کے لائق ہے
پھر عورت غلیظہ ہوتی ہے دس برس تک یعنی بول وبراز کا مقام مع گرد ونواح کے قابل چھپانے کے ہوجاتا ہے پھر دس برس کے بعد جوان کی مانند ہے
برہنگی کے چھپانے مین ہم نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہے لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحاوی عن الحلبي عن شيخه وفي الاشباه يدخل على النساء
الى خمسة عشر سنة انتهى اور اشباہ مین ہے کہ اندر جاوے لڑکا عورتون مین فقط پندرہ برس کی عمر تک ہم یہ اسصورت مین ہے کہ اوسکا بلوغ بجز عمر
کے ثابت نہو اور اگر احتلام وغیرہ سے اوسکا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سے پہلے بھی اوسکا عورتون مین جانا منع ہوگا اور جو عضو کہ عورت ہے
بدن مین ملا ہوا اوسکا دیکھنا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی درست نہین کذا فی الطحاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرة کہنا مناسب تھا اسلیے کہ لفظ
سنة مؤنث ہے ويمنع حتى انعقادها كشف ربع عضو قدر اداء ركن بلا صنعه من عورة غليظة او خفيفة على المعتمد اور منع کرتا ہے
نماز کو یہانتک کہ انعقاد نماز کو کھل جانا چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سے معتمد قول پر ہم کشف ربع
عورت مانع انعقاد نماز اسوقت ہوگا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت مین ہو اگرچہ ادای رکن سے کم مدت ہو اور ادای رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہے
اور اگر کشف عورت بفعل مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہو جائیگی اگرچہ کمتر ہو ادای رکن کی مقدار سے والغليظة قبل ودبر وما حولهما و
الخفيفة ما عدا ذلك من الرجل والمرأة اور عورت غلیظہ مرد اور عورت مین بول اور براز کا محل ہے اور جو مکان کہ ان دونون کے آس پاس ہے
اور عورت خفیفہ وہ ہے جو اوسکے سوا ہو ويجمع بالاجزاء لو في عضو واحد اور چند جگہ سے کھلی ہوئی برہنگی جمع کیجائیگی اجزا سے اگر ایک عضو مین

ہو ہم اجزا سے مراد کسور حسابیہ ہیں مثلاً پانچواں اور چھٹا اور آٹھواں حصہ تو اگر مثلاً ران ایک جگہ سے آٹھواں حصہ کھلا اور دوسری جگہ سے بھی آٹھواں حصہ
کھلی ہو تو دونوں کو جمع کریں گے تو چہارم حصہ ٹھہریگا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر جمع کرنے سے اوس عضو کا چہارم نہوگا تو مانع نماز کا نہوگا والا فلا لفقد
١٠ اگر عورت مکشوفہ متفرق ایک عضو میں نہیں بلکہ چند اعضا میں ہو تو وہ پیمائش سے جمع کیجائیگی نہ اجزا سے فان بلغ ربع ادناها كان مانعا سو اگر
کھلے اعضا میں سے کمتر عضو کے چہارم کو پیمائش پہونچ جائیگی چنانچہ کان تو یہہ کھل جانا نماز کا مانع ہوگا مثلاً سولہواں حصہ ران کا اور کچھہ کان عورت
کا کھل گیا تو اوسکی نماز جائز نہوگی اسواسطے کہ دونوں کا مجموعہ کان کے چہارم سے زیادہ ہے اور یہی قول حق ہے برخلاف بحر الرائق کے کہ اوسمیں مجموع
اعضاء منکشفہ کے چہارم کو معتبر لکھا ہے کذا فی الطحطاوی والشرط سترها عن غيره ولو حكما كمكان مظلم اور شرط ہو ڈھکنا برہنگی کا غیر شخص سے
اگرچہ ستر حکمی ہو چنانچہ نمازی ہو اندھیری مکان میں یعنی اگرچہ وہ ستر ہو باعتبار حس کے بایں معنی کہ وہ نظر نہیں آتا لیکن وہ حکم شرع میں مستور نہیں تو اوسپر چھپانا کپڑے وغیرہ سے واجب ہے
کذا فی الحلبی لا سترها عن نفسه وبه يفتى شرط نہیں چھپانا برہنگی کا اپنی ذات سے اسیکا فتوی دیا ہے فلو رآها من زيقه لم تفسد پس اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو
نماز فاسد نہوگی اگرچہ یہہ نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وعادم ساتر لا يصف ما تحته اور نہ پانیوالا اوس چھپانے والی چیز کا جو اپنے
اندر کی چیز کو ظاہر نکرے یعنی جسمیں بدن نظر نہ آوے ہم عادم مبتدا ہے اوسکی خبر آگے آتی ہے یعنی يصلي قاعدا ساتر میں یہہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا
ہے جس سے نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہے چنانچہ باریک ململ یا جالی تو وہ بمنزلہ معدوم کے ہے ولا يضر التصاقه وتشكله اور ضرر نہیں کرتا ساتر کا بدن میں
چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسے کپڑے سے درست ہو جائیگی ولو حريرا او طينا يبقى الى تمام صلوته او ماء كدرا اگرچہ ساتر شرمگاہ کا
ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گدلا پانی ہو ہم اگرچہ ریشمی کپڑا مرد کو حرام ہے اور اوسکے ساتھ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز
نپاوے تو ریشمی سے بدن چھپاکر نماز پڑھے اوسکے ہوتے نماز برہنہ جائز نہیں لا ماء صافيا وحشيشا نہ صاف پانی اگر اسکے سوا کوئی چیز ساتر پاوے
یعنی صاف پانی میں بیٹھکر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز مل سکتی ہو اور اگر نہ ملی تو اوسی میں نماز واجب ہے بوجہ تھوڑا کھلنے کے کذا فی الطحطاوی
وهل تكفيه الظلمة في مجمع الانهر بحثا نعم في الاضطرار لا الاختيار سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے میں نماز کفایت کرتی ہے مجمع الانہر شرح
ملتقى الابحر میں بحث کرکے یوں جواب دیا ہے کہ ہاں اضطرار میں کافی ہے نہ اختیار میں ہم اس کلام کا کچھہ ثمرہ معلوم نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب ساتر
مفقود ہوا تو ہر حال میں نماز پڑھے خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اسمیں اشارہ ہے بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دنکو بیٹھکر نماز پڑھے اور رات
کو کھڑے ہو نماز پڑھے اسواسطے کہ رات کا اندھیرا اوسکی شرمگاہ کا ساتر ہے کذا فی الطحطاوی يصلي قاعدا كما في الصلوة نہ پانیوالا کسی چیز ساتر کا
نماز پڑھے بیٹھکر جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں یعنی مرد بائیں پانوں پر بیٹھے داہنا پانوں کھڑا کرکے اور عورت سرین پر بیٹھے وقيل مادا رجليه اور بعضوں نے
کہا دونوں پانوں پھیلاکر بیٹھے ہم اور عورت غلیظہ پر ہاتھہ رکہلے اور راجح پہلا قول ہے کہ اوسمیں کثرت ستر ہے باوجود خالی ہونے کے قبلہ کیطرف
پانوں پھیلانے سے جو بہتر نہیں کذا فی البحر موميا بركوع وسجود بیٹھکے نماز پڑھے رکوع اور سجود کا اشارہ کرکے تاکہ برہنگی نہ کھلے وهو افضل من
صلوته قائما بركوع وسجود وقائما بايماء او بركوع وسجود لان الستر آكد من اداء الاركان اور وہ یعنی برہنہ شخص کو بیٹھکے رکوع
سجود کا اشارہ کرکے نماز پڑھنا افضل ہے اوسکی نماز سے جو بیٹھکر رکوع اور سجود کرکے یا کھڑے ہوکر اشارہ سے یا رکوع سجود کرکے اسواسطے کہ شرمگاہ کا
چھپانا زیادہ تر مقصود ہے ارکان کے ادا کرنے سے ہم اسواسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہے نماز اور غیر نماز میں اور ارکان یعنی قیام اور رکوع اور سجود
نماز میں فرض ہیں ولو اباحه ثوبا ولو اعاره ولو بثمن مثله لا يصلي عاريا اور اگر برہنہ کو مباح کیا جائے کپڑا اگرچہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو
اسکا قادر ہونا ساتر پر ثابت ہوگیا یہی قول صحیح تر ہے یعنی اب وہ برہنہ نماز پڑھیگا تو نماز جائز نہوگی ولو وعد به ينتظر ما لم يخف فوت
الوقت هو الاظهر كراجي ماء وثوب وطهارة مكان اور اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اوس سے وعدہ کرے تو اوسکا انتظار کرے جبتک فوت وقت
کا خوف نہو یہی قول ظاہر ہے جیسے انتظار کرے پانی و کپڑے و طہارت مکان کا امیدوار ہم یعنی اگر مکان نجس ہیں مثلاً قید ہو اور توقع قوی وہاں سے

ڈھکنے کی ہو تو نماز میں تاخیر کرے جبتک کہ فوت وقت کا خوف ہو وھل یلزمہ الشراء لو بثمن مثلہ ینبغی ذلک سوال اور کیا برہنہ شخص کو لازم
ضرور ہے خریدکرنا کپڑے کا اوسکی برابر قیمت سے جواب لائق یہہ ہے کہ خریدنا ضرور ہو مگر یہہ بحث ہے صاحب بحرالرائق کی مذہب کی روایت نہیں ولو وجد ما
ای ساترا کلہ نجس لیس بالاصلی کجلد میتۃ لم یدبغ فانہ لا یستتر بہ فیما اتفاقا بل خارجہا ذکرہ الواقی واما من ربعہ طاہر
ندب صلوتہ فیہ وجاز الایماء کما مر اور جو پایا برہنہ نے وہ ساتر کہ اوسکا کل نجاست کے لگنے سے ناپاک ہے اصلی ناپاک نہیں اصلی ناپاک جیسے مردار
کی کہال جسکی دباغت نہیں ہوئی تو یہہ شخص ستر عورت نکرے اس اصلی ناپاک سے نماز میں بالاتفاق بلکہ خارج نماز کے اوس سے شرمگاہ چہپاوے ایسا ذکر کیا
ہے علامہ واقی محشی درر نے یا ایسا ساتر پایا جو چوتہائی سے کمتر پاک ہے تو اوسکو اوسمین نماز پڑہنا مستحب ہے اور جائز ہے برہنہ نماز پڑہنا اشارہ سے جیسا کہ
نماز کا پڑہنا اوپر مذکور ہوا وحتم محمد لبسہ واستحسنہ فی الاسرار وبہ قالت الثلثۃ اور محمد بن حسن نے اس ساتر کا جو تمام ناپاک ہے یا چہارم سے کمتر
طاہر ہے پہننا لازم کیا ہے نہ مستحب اور اسرار میں اس قول کو اچہا سمجہا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو کان ربعہ طاہرا صلی فیہ حتما
اذ الربع کالکل اور اگر ساتر کا چوتہائی حصہ پاک ہو تو اوسی ساتر میں بالضرور نماز پڑہے اسواسطے کہ چہارم کل کی برابر ہے یعنی چوتہائی کا حکم
کل کا سا ہے مثلاً محرم کو چوتہائی سر کا منڈانا کل کی برابر ہے اور چوتہائی برہنگی کا کہلنا نماز کا مانع ہے کذا فی الشامی وہذا اذا لم یجد ما یزیل النجاسۃ
او یقللہا اور یہہ حکم مذکور اوسوقت ہے جبکہ نپاوے وہ اوس چیز کو جو نجاست کو دور کر دے یا اوسکو کم کر ڈالے یعنی اگر مزیل نجاست پاوے تو ازالہ
واجب ہے کذا فی البحر فیتحتم لبس اقل ثوبیہ نجاسۃ جب تقلیل نجاست کا حکم ہوا تو لازم ہے نماز میں پہننا اپنے دونوں ناپاک کپڑوں سے اوس
کپڑے کا جسکی نجاست کمتر ہے دوسرے سے والضابطۃ ان من ابتلی ببلیتین فان تساویا خیر وان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ
کلیہ اس مسئلہ کا یہہ ہے کہ جو شخص مبتلا ہو دو بلاؤں میں مثلاً دو ناپاک کپڑوں میں سو اگر دونوں برابر ہوں منع نماز میں تو اوسکو اختیار ہے جسے چاہے
اوسکو لے چاہے اسکو اور اگر دونوں مختلف ہیں یعنی ایک بلا کم ہے اور دوسری زیادہ تو وہ ہلکی کو اختیار کرے ہم مثلاً زخمی اگر سجدہ کرتا ہے تو
زخم سیلان کرتا ہے اور نہیں تو نہیں تو وہ بیٹہکر اشارہ سے نماز پڑہے اسواسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہے بیوضو ہونے کے ساتہ نماز سے اور ترک سجدہ
حالت اختیار میں بہی کرسکتا ہے مثلاً سواری پر نماز نفل اشارہ سے درست ہے تو حالت عذر میں ترک سجدہ کا مضائقہ نہیں کذا فی البحر ولو وجدت
الحرۃ البالغۃ ساترا یستر بدنہا مع ربع راسہا یجب سترہما فلو ترکت ستر راسہا اعادت بخلاف المراہقۃ لانہا
سقط بعذر الرق فبعذر الصبی اولی اور اگر آزاد جوان عورت نے پایا ایسا ساتر جو ڈہکتا ہے اوسکے بدن کو اور اوسکے چوتہائی سر کے ساتہ تو
بدن اور چہارم سر کا ڈہکنا واجب یعنی فرض ہے دونوں کا ڈہکنا تو اگر اپنے سر کا ڈہکنا چہوڑیگی تو نماز کا اعادہ کرے برخلاف قریب البلوغ
عورت کے یعنی اگر وہ بدون سر ڈہکنے کے نماز پڑہیگی تو اعادہ نماز کا ضرور نہیں اسواسطے کہ سر کا ڈہکنا جبکہ ساقط ہو گیا لونڈی ہونے کے عذر
سے تو لڑکپن کے عذر سے ساقط ہونا اولی ہے ہم شارح کو علت بیان کرنا اس حدیث سے مناسب تہا کہ کوئی بالغ عورت نماز بدون سر ڈہانکے
نہ پڑہے کیونکہ شارح کے قول سے مفہوم ہوتا ہے کہ جن اعضا کا ڈہکنا لونڈی ہونے کی جہت سے ساقط ہے انکا ڈہکنا لڑکپن سے ساقط ہو حالانکہ یہہ کلیہ نہیں
کذا فی الشامی ولو کان یستر اقل من ربع الراس لا یجب بل یندب اور اگر ساتر ڈہکتا ہو کمتر چوتہائی سر سے تو اوسکو ڈہکنا واجب نہیں بلکہ
مستحب ہے لکن قولہ ولو وجد المکلف ما یستر بہ بعض العورۃ وجب استعمالہ ذکرہ الکمال زاد الحلبی وان قل یقتضی وجوبہ
مطلقا فتأمل لیکن مصنف کا یہہ قول اور اگر پاوے مکلف وہ چیز جس سے بعض برہنگی کو چہپاوے تو اوسکا استعمال واجب ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین
نے فتح القدیر میں حلبی شارح منیہ نے اتنا زیادہ کیا ہے وان قل یعنی اگرچہ وہ ساتر قلیل ہو چاہتا ہے ساتر کے استعمال کو مطلقا خواہ چوتہائی
کا ساتر ہو یا کمتر کا سو تامل کرو مخالف ہم یعنی مصنف کے دونوں قولوں میں تناقض ہے پہلا قول یہہ ہے کہ چہارم سے کمتر کا ڈہکنا واجب نہیں
اور دوسرا قول یہہ ہے کہ بعض عورت کا ڈہکنا واجب ہے خواہ چہارم ہو یا کمتر حلبی محشی در المختار نے کہا کہ اگر کمال الدین کے کلام کو سر کے سوا محمول کیجے

اسواسطے کہ سر کا عورت ہونا خفیف تر ہے باقی عورت سے اور یہہ دلیل ہے کہ صلوٰۃ مراہقہ سر کھلی کی صحیح ہے گو ثواب تام نہیں باقی رہیگا ویستر
القبل والدبر اوّلا اور ڈھکے پیشاب کی راہ کو اور پاخانہ کی راہ کو پہلے فان وجد ما یستر احدھما قیل یستر الدبر لانہ افحش
فی الرکوع والسجود وقیل القبل وھو کما فی البحر بلا ترجیح پہر اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپاوے تو بعضوں نے کہا دبر کو چھپاوے
اسواسطے کہ اوسکا کھلنا رکوع اور سجدہ میں فاحش تر اور قبیح تر ہے اور بعضوں نے کہا قبل کو چھپاوے یعنی اسلئے کہ وہ قبلہ رخ ہے اور کوئی عضو
اوسکی آڑ نہیں جیسے سرین مقعد کا حجاب ہیں کذا فی الشامی نقل کیا ہے دونوں قولوں کو بحر الرائق میں بدون ترجیح کے وفی النھر الظاھر
ان الخلاف فی الاولویۃ والتعلیل یفید انہ لو صلی بالایماء تعین ستر القبل ثم فخذہ ثم بطن المرأۃ وظھرھا ثم الرکبۃ ثم الباقی
علی السواء اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر دونوں قولوں کا خلاف اولی ہونے میں ہے اور تعلیل یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود میں
اسکا مفید ہے کہ اگر بدون رکوع اور سجود کے اشارہ سے نماز پڑہی تو قبل کا چھپانا متعین ہوگا پہر اسکے بعد ران کا پہر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کا
پہر زانو کا پہر باقی بدن برابر ہے ھم ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہے نہ نہر الفائق سے یعنی اگر زیادہ ہووے کپڑا تو قبل کے بعد ران کو پہر عورت
اپنے پیٹ اور پیٹھ کو پہر زانو کو چھپاوے ہے کذا فی الطحطاوی واذا لم یجد المکلف المسافر ما یزیل بہ نجاسۃ او یقللھا لبعدہ میلا او
لعطش [illegible] علیہ اور اگر عاقل بالغ مسافر نہ پاوے وہ چیز جس سے نجاست کو دور کرے یا اوسکو کم کرے دور ہونے
کے سبب سے [illegible] یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑہے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہوکر اور اوسپر اعادہ نماز کا نہیں وینبغی
لزومھا لو العجز [illegible] بفعل العباد کما مر فی التیمم اور لزوم اعادہ نماز لائق ہے اگر عاجز ہونا مزیل نجاست اور ساتر
بندوں کے فعل [illegible] تیمم میں اوپر گذرا ھم یہہ بحث ہے صاحب بحر الرائق کی اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکہا ہے ثم ھذا
للمسافر لان المقیم [illegible] طھارۃ المساتر وان لم یملکہ قہستانی پہر معلوم کر کہ یہہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے حق میں ہے اسلئے کہ
مقیم کیواسطے طہارت [illegible] اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہو چنانچہ قہستانی میں ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے ساتھ بلا
وجہ ہے [illegible] بالاجماع اور پانچویں شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہے بدلیل اجماع واتفاق ھم یعنی اشتراط نیت کی دلیل
اجماع ہے نہ یہہ آیت وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین سو اسلئے کہ عبادت سے یہاں توحید مراد ہے تو یہہ اخلاص یعنی خلوص ارادہ
و نیت اس آیت سے [illegible] عبادت میں اور یہہ حدیث بہی دلیل نہیں ہے کہ انما الاعمال بالنیات اسواسطے کہ اسمیں تو نیت کا ثواب مراد ہے
اور صحت سے [illegible] نہیں کذا فی الطحطاوی وھی الارادۃ المرجحۃ لاحد المتساویین اور نیت ارادہ ہے ترجیح دینے والا ایک چیز کا دو برابر
چیزوں سے ھم دو چیزیں برابر جیسا کہ کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلا نماز پڑہنا اور نہ پڑہنا دونوں برابر ہیں کہ بذات خود نہ فعل اسکا
لازم اور محال ہے نہ ترک اسکا پہر جبکہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر صرف ارادہ سے ہوئی اسی
ارادہ مرجحہ کو نیت کہتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہیں بلکہ عبارت ہے اوس ارادہ سے جو فعل کے ساتھ ہو اور علم
میں اس سے پہلے ہو ای ارادۃ الصلوۃ للہ تعالی علی الخلوص یعنی نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالی کیواسطے ھم شارح نے اشارہ
کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہد کا ہے یعنی نیت ہر ارادہ کا نام نہیں بلکہ یہاں ارادہ نماز کا مراد ہے خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالی کے ساتھ
کسیکو شریک نکرے عبادت میں نہ شرک جلی مشرکوں کی مانند نہ شرک خفی ریاکاروں کی طور پر لا مطلق العلم فالجاھل بالفرض مع علم الکفر
لا یکفر ولو نوی الکفر یکفر نیت عبارت ہے ارادہ مذکورہ سے نہ مطلق دانست سے سمجہتر قول میں کیا تو نہیں دیکہتا کہ جسنے کفر کو جانا وہ کافر نہیں ہوتا
اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہے ھم نہر میں عبد الواحد کا یہہ قول ہے کہ نیت دانست کا نام ہے حالانکہ دونوں کے مفہوم متبائن ہیں ارادہ کو
علم یعنی دانست لازم ہے اور دانست کو ارادہ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیھا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر

باللسان وان خالف القلب لانہ کلام لا نیۃ اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہے جسکو ارادہ لازم ہو تو کچھ اعتبار نہین زبانی کے ذکر کا
اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اسواسطے کہ زبانی ذکر کلام ہے نیت نہین ہے ہم جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ
ضرر نہین مثلاً دلمین ارادہ ہو ظہر کا اور زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطا قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ
تعیین عدد و شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین کذا فی الاشباہ الا اذا عجز عن احضارہ لھموم اصابتہ فیکفیہ اللسان مجتبی مگر جبکہ
آدمی عاجز ہوا دل کے حاضر کرنے سے افکار اور تشویشات کے لاحق ہونے سے تو اب اوسکو زبان کا عمل بجائے عمل دل کے کفایت کرتا ہے کذا
نے المجتبی وھو ای عمل القلب ان یعلم عند الارادۃ بداھۃ بلا تامل ای صلوۃ یصلی فلو لم یعلم الا بتامل لم یجز اور وہ یعنے
دل کا عمل یہہ ہے کہ جانے آدمی نماز کیوقت فوراً بدون غور اور تامل کے کہ کونسی نماز پڑھتا ہے سو اگر نہ جانے مگر تامل کرنے سے تو نماز جائز
نہین ہم یہہ استحضار فقط نیت کیوقت شرط ہے تمام نماز مین شرط نہین یعنی اگر اثناء نماز مین نہوگا تو کچھ حرج نہین اور اسمین کسیکو اختلاف نہین کذا فی الطحطاوی سے
مختصراً والتلفظ عند الارادۃ بھا مستحب ھو المختار اور ارادہ نماز کیوقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے یہی قول مختار ہے ویکون بلفظ
الماضی ولو فارسیا لانہ الاغلب فی الانشاءات وتصح بالحال قھستانی اور ہو وہ زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھہ جو زمانہ
گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اگرچہ فارسی بولی مین ہو اسواسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہے انشاءات مین یعنی اُن الفاظ مین جو ایجاد اشیا مین
بولے جاتے ہین چنانچہ معاملات مین اور صحیح ہے نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھہ جو زمانہ موجود پر دلالت کرتا ہے کذا فی القہستانی شرح النقایہ
لفظ حال سے صیغہ مضارع کا مراد ہے جس سے فقط حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ استقبال ہو وعدہ ٹھہریگا نہ در قوم تو عربی مین نیت بہ لفظ
ماضی بطرح ہے کہ نویت ان اصلی الفجر اور فارسی مین یون کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذارم اور ہندی مین یون کہ نماز فجر کی مین نے نیت کی
اور بلفظ حال اسطرح کہ ارید ان اصلی الفجر اور فارسی مین یون کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی مین یون کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہون وقیل
سنۃ ای احبہ السلف او سنۃ علمائنا اذ لم ینقل عن المصطفی ولا الصحابۃ ولا التابعین بل قیل بدعۃ اور بعضون نے کہا کہ زبان سے
نیت کرنا سنت موکدہ دائم العمل ہے یعنی یہان سنت سے مراد یہہ ہے کہ پسند کیا ہے اوسکو یا اوسکو طریقہ قرار دیا ہے ہمارے عالمون نے سنت شرعی یہان مراد نہین اسلئے
کہ زبان سے نیت کرنا جناب مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہین بلکہ بعضے عالمون نے اوسکو بدعت کہا ہے ہم
بدعت سے یہان بدعت حسنہ مراد بقول معتمد ہے نہ بدعت سیئہ بحر الرائق مین کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے اطمینان کے سبب سے اور وجہہ یہ ہے یعنی
انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہے اور زبان کے کہنے سے ارادہ دلی کو جمعیت ہو جاتی ہے اسلئے زبان سے کہنا مستحسن ہوا کذا فی الطحطاوی وفی المحیط انہ
یقول اللھم انی ارید ان اصلی صلوۃ کذا فیسرھا لی وتقبلھا منی ویأتی فی الحج اور محیط مین ہے کہ نماز کا پڑھنے والا یون کہے کہ اے اللہ مین ارادہ
کرتا ہون فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اوسکو میرے لئے آسان کردے اور میری طرف سے اوسکو قبول کر اور عنقریب اسکا بیان کتاب الحج مین آویگا ہم یہہ مثال
ہے نیت کی بلفظ حال نہر الفائق مین کہا کہ اکثر علما نے کہا ہے کہ یہہ نیت حج کیواسطے مخصوص ہے اسواسطے کہ حج زمانہ دراز مین پیدا ہوتا ہے اور اوسمین مشقتین
بہت ہوتی ہین برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقدیمھا علی التکبیرۃ ولو قبل الوقت اور جائز ہے مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ
تقدیم نیت کی نماز کیوقت سے پہلے ہو ہم اور نماز کی مانند جمیع عبادات پر تقدیم نیت کی جائز ہے یہی قول ہے وفی البدائع خرج من منزلہ یرید الجمعۃ
فلما انتھی الی الامام کبر ولم تحضرہ النیۃ جاز ومفادہ جواز تقدیم الاقتداء ایضاً فلیحفظ اور بدائع مین ہے کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت
کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہنچا تو اوسنے تکبیر تحریمہ کی اور نیت اقتدا کی اوسکو اوسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہے اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا
ہے کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے لیکن قہستانی مین ہے کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہین مالم یوجد
بینھما قاطع من عمل غیر لائق بالصلوۃ تقدیم نیت کی جائز ہے جبتک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنیوالا نیت کا جو نماز کے

مناسب نہین ہی پایا نجاہی ھ عمل قاطع نیت چنانچہ کہانا اور پینا اور کلام اور خرید کرنا کذا فی البحر وھو کل ما یمنع البناء ا ور وہ یعنی عمل غیر مناسب
نماز وہ عمل ہے جو بناءِ نماز کا مانع ہے ھ اگر اثناءِ نماز مین نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ چپ چاپ جاوی اور دوسرا وضو کر کے بقیہ نماز
پڑھے اِس بقیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہین اِس سے معلوم ہوا کہ چلنا اور وضو کرنا قاطع نیت نہوگا کیونکہ یہہ دونون کام نماز کے اندر قاطع نیت نہین
ہوتے تو نماز کے خارج بطریق اولے قاطع نہونگے وشرط الشافعي قرانها فيندب عندنا اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھہ
شرط کیا ہی تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھہ ہمارے نزدیک مستحب ہی ھ اسواسطے کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہی اگرچہ ہمارے نزدیک قران شرط نہین
ولا عبرة بنية متاخرة عنها على المذهب وجوزه الكرخي الى الركوع اور اُس نیت کا اعتبار نہین جو تحریمہ کے بعد ہو بنا بر صحیح مذہب کے اور
کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز کہا ہی ھ شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی نے نہین کی بلکہ علما نے اونکے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا
ہے کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک ویکفی مطلق نية الصلوة وان لم يقل لله تعالى لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد
اذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع اور کفایت کرتی ہے مطلق نیت نماز کی نفل اور سنت موکدہ اور تراویح کیواسطے معتمد قول پر اگرچہ اوسنے نکہا ہو کہ
اللہ تعالی کیواسطے نیت کرتا ہون اِسلئے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا متعین ہونا ثابت ہو جاتا ہی اونکے واقع ہونیسے شروع کرنے کیوقت ھ یعنی یون کہنا
یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہون نفل کی یا سنت فجر کی مثلا یا تراویح کی ضرور نہین بلکہ بلا قید نیت کرنا کافی ہی پھر جبکہ فجر کیوقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو
سنت کا تعین حاصل ہوگا وقوله وان لم يقل لله شبه بيان ہی اطلاق نیت کا والتعيين احوط اور نفل یا سنت کا متعین کر لینا احوط ہی یعنی تعیین میں زیادہ
تر احتیاط ہے اسواسطے کہ اطلاق اور تعیین کی تصحیح مین اختلاف ہی کذا فی البحر ولا بد من التعيين عند النية فلو جهل الفرضية لم يجز ا اور فرض
نماز مین متعین کرلینا نیت کیوقت ضرور ہی تو اگر نماز کے فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اوسکی جائز نہوگی ھ ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز
پڑھتا ہی لیکن اونکا فرض ہونا نہین جانتا ہی تو اوسکی نماز جائز نہین اوسپر قضا کرنا واجب ہے کیونکہ اوسنے فرض معین کی نیت نہین کی کذا فی المحیط
ولو علم ولم يميز الفرض من غيره ان نوى الفرض فى الكل جاز ا اور اگر اوسنے بعضی نماز ونکو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نکیا فرض
کو غیر فرض سے تو اگر سب نماز ونمین فرض کی نیت کی تو جائز ہے یعنی بقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل وكذا لو أم غيره فيما لا سنة قبلها
اور اسیطرح نماز جائز ہے اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت کی فرض کی نیت سے اوس نماز مین جسکے پہلے سنت نہین ہے ھ یعنی جو شخص فرض اور
نفل کو ممتاز نہین کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے مغرب اور عصر اور عشا مین جنکے پہلے سنت موکدہ نہین تو مقتدیون اور امام کی نماز
صحیح ہے اشباہ مین قنیہ سے منقول ہی کہ نمازی چہہ قسم ہین پہلی قسم وہ نمازی ہی جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہی یعنی جانتا ہی کہ فرض وہ ہی
جسکے کرنے مین ثواب اور نکرنے مین عذاب ہی اور سنت وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب ہی اور نکرنے مین عذاب نہین سو اوسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی
ہے ۲ وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل کو جانتا ہی اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر یہہ نہین جانتا کہ فرض کسقدر ہی اور سنت کتنی اوسکی نماز بھی
درست ہی ۳ وہ نمازی ہی جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر فرض کے معنی نہین جانتا تو اوسکی نماز کفایت نہین کرتی ۴ وہ نمازی ہی جو
یہہ جانتا ہی کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہین اونمین بعض نماز فرض ہے اور بعض نفل اور امتیاز نہین کرتا فرض اور نفل مین تو اوسکی نماز جائز نہین
اسواسطے کہ فرض مین نیت کا متعین کرنا شرط ہی اور بعضون نے کہا کہ اوسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہی ۵
وہ نمازی ہی جسنے یہہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہی تو اوسکی نماز جائز ہی ۶ وہ نمازی ہی جو یہہ نہین جانتا ہی کہ خدا کی نماز بندون پر فرض ہے
ولیکن وہ پنجگانہ نماز پڑھتا ہی اوسکی نماز جائز نہین ہی انتہی ملخصا لفرض انه ظهر او عصر قرنه باليوم او الوقت اولا هو الاصح یعنی
ضرور ہی نیت کی تعیین فرض کیواسطے اسطرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہے یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھہ دن اور وقت کو ملادے یا نملادے یہی قول
صحیح تر ہے ھ یعنی یون کہنا یا نیت کرنا کہ اصلی ظہر الیوم یا ظہر الوقت یعنی آجکی ظہر یا اسوقت کی ظہر ادا کرتا ہون کچھہ ضرور نہین فقط ظہر یا

کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہے اسم قول میں اسواسطے کہ وہ وقت فوت ہونیسے واسطے متعین ہوگیا ہے ولو الفرض قضاءً نیت فرض کی تعیین کی ضرور ہے اگرچہ
فرض قضا ہو لکنہ یعین ظہر یوم کذا علی المعتمد لیکن قضا کا پڑھنے والا معین کرلے فلانے دن کی ظہر یا عصر کو بنا بر قول معتمد کے ہم یعنی قضا میں
فقط ظہر یا عصر کا کہنا کفایت نہیں کرتا بلکہ معتمد قول یہہ ہے کہ کہے کہ فلانے دن کی ظہر پڑھتا ہوں خواہ کثرت فوائت سے ترتیب ساقط ہوگئی ہو یا نہوئی
ہو اور غیر معتمد قول یہہ ہے کہ نیت تعیین کی کثرت فوائت سے ساقط ہے کذا فی الطحطاوی والاسہل نیۃ اول ظہر علیہ او آخر ظہر اور تعیین نیت میں
در صورت بہت سی قضا نماز دن کے آسان تر طریقہ یہہ ہے کہ کہے کہ میں نیت کرتا ہوں پہلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہے یا پچھلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہے ہم
آسانی کیوجہہ اس نیت میں یہہ ہے کہ شاید تاریخ اور دن قضا کے یاد نہوں وفی القہستانی عن المنیۃ لا یشترط ذلک فی الاصح وسیجئی آخر الکتاب
اور قہستانی میں منیۃ المصلی سے منقول ہے کہ قضا میں معین کرنا نیت کا شرط نہیں صحیح تر قول میں اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب میں یعنی مسائل شتی میں آئیگا
والواجب انہ وتر او نذر او سجود تلاوۃ اور ضرور ہے نیت کا معین کرنا واجب نماز کیواسطے اسطرح کہ وہ وتر کی نماز ہے یا نذر کی یا سجدہ
تلاوت کا ہم وتر کی تعیین ضرور ہے لیکن اوسکو واجب یا سنت کہنا لازم نہیں کیونکہ اسمین اختلاف ہے اور نذر نماز میں یوں کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہوں جو شفا
کیواسطے یا فلانی حاجت کیواسطے میں نے نذر مانی تھی اسواسطے کہ تعیین نذر کی نہیں بدون ذکر کرنے اوسکے اسباب کے کذا فی الطحطاوی وکذا شکر
بخلاف سہو اور اسیطرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ شکر کی نیت کا بخلاف سجدہ سہو کے کہ اوسمین تعیین ضرور نہیں ہم سجدہ شکر اور سجدہ سہو میں شارح سے
سہو واقع ہوا یوں کہنا ٹھیک تھا وکذا سہو بخلاف شکر یعنی اسیطرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ سہو کا نہ سجدہ شکر کا اسواسطے کہ سجدہ سہو کا واجب ہے اور
سجدہ شکر کا نفل ہے حالانکہ نفل میں تعیین نیت ضرور نہیں یہہ بحث ہے صاحب نہر الفائق کی کہ تعیین نیت سہو میں واجب ہے نہ شکر میں کذا فی الطحطاوی
مختصراً دون تعیین عدد رکعاتہ لحصولہا ضمنا فلا یضر الخطأ فی عددھا ضرور نہیں معین کرنا شمار رکعات
کا فرض اور واجب میں کیونکہ رکعات تو ضمنا حاصل ہیں یعنی تعیین رکعات تو حق تعالی کیطرف سے حاصل ہوچکی اوسمین تو احتمال کمی بیشی کا
نہیں تو عدد رکعات میں جو کنا کچھ ضرر نہیں کرتا یعنی جسکی تعیین ضرور نہیں تو اوسمین خطا واقع ہونے سے کچھ ضرر نہیں تو اگر ظہر میں مثلا تین رکعت کی
اور فجر میں چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے وینوی المقتدی المتابعۃ اور نیت کرے امام کے پیچھے پڑھنے والا امام کے پیچھے ہونے کے یعنی
یوں ارادہ کرے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں لم یقل ایضا لانہ لو نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوۃ الامام ولم یعین
الصلوۃ صح فی الاصح وان لم یعلمہا لجعلہ نفسہ تبعا لصلوۃ الامام مصنف نے لفظ ایضا نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کیطرح یوں نہ کہا کہ علاوہ
نیت سابقہ کے مقتدی نیت متابعت کی بھی کرے اسلئے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرے اور نماز کو معین
نکرے تو صحیح تر قول میں اقتدا درست ہو جائیگا گو مقتدی امام کی نماز کو نجانتا ہو کیونکہ اوسنے تو اپنے آپ کو امام کا تابع کر دیا ہے تو اوسکو اوسکی نماز
کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہیں ہم شامی نے کہا کہ تبعا لصلوۃ الامام کی جگہہ اگر شارح تبعا للامام کہتا تو بہتر تھا جیسے زیلعی نے کہا ہے
اسلئے مترجم نے دوسرے لفظ کا ترجمہ کیا بخلاف ما لو نوی صلوۃ الامام وان انتظر تکبیرہ فی الاصح لعدم نیۃ الاقتداء بخلاف
اس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اوسکی اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے صحیح تر قول میں اور یہہ صورت حکم سابق کے خلاف ہے بسبب نہونے
اقتدا کی نیت کے ہم یعنی اسصورت میں اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت اقتدا مفقود ہے اسلئے کہ جب امام کی نماز کی نیت کی تو اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ اقتدا
کی نیت بھی کی ہو اسیطرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار بھی کبھی اقتدا کے لئے ہوتا ہے اور کبھی عادت کیوجہہ سے تو دونو صورتو میں شک کیوجہہ سے
مقتدی نہوگا کذا فی الشامی الا فی جمعۃ وجنازۃ وعید علی المختار لاختصاصہا بالجماعۃ مگر جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز میں مذہب مختار پر
نیت اقتدا ضرور نہیں اسلئے کہ یہہ نمازیں جماعت کے ساتھہ مخصوص ہیں ہم یعنی تنہا نہیں پڑہی جاتیں تو جسوقت آدمی انکی نیت کریگا تو نیت اقتدا ضمنا
ثابت ہوگی ولو نوی فرض الوقت مع بقائہ جاز اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی ہوتے ہوئے تو یہہ نیت کرنا جائز ہے یعنی

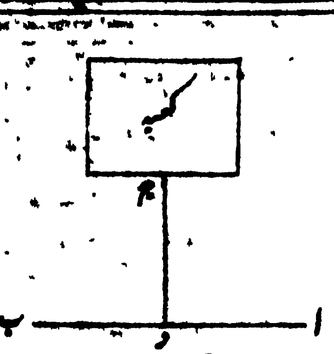
اگر نماز مین یہ نیت کرے کہ فرض وقت پڑہتا ہون تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل اگر جمعہ کی نماز مین فرض وقت کی
نیت سے جائز نہین اسلئے کہ جمعہ کی نماز عوض ہے اوس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہے نہ جمعہ الا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہ فرض الوقت
کما ہو رأی البعض فتصح مگر یہہ کہ نمازی کے عندیہ اور اعتقاد مین ہو کہ جمعہ فرض وقت ہے ظہر کا بدل نہین چنانچہ بعض فقہا کی تجویز یہی ہے تو اس صورت
مین جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت کے ظہر کی مثلا نیت کی تو
اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی تو جائز ہے اگرچہ جمعہ مین ہو م فیض الغفار شرح المختار مین ہے کہ اگر نیت وقت کے ظہر کی جمعہ کے سوا مین کریگا
تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہے اس لئے شارح نے شرنبلالیہ کی تبعیت سے ولو فی الجمعہ کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ اس حکم مین جمعہ اور غیر جمعہ برابر
ہین کذا فی الشامی ملتقطا ولو مع عدمہ بان کان قد خرج وہو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہونیکے ساتھ ہو یعنی
اس طرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اوسکے نکلنے کو نجانتا ہو تو صحیح تر قول مین درست نہوگی م وقت کے نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلئے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے
کو جانکر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا فی الشامی ومثلہ فرض الوقت اور ظہر الوقت کی مثل ہے حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت
کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نجانتا ہوگا تو یہہ بھی اول مسئلہ کیطرح صحیح تر قول مین درست نہوگی اور اشباہ مین جو درستی کا قول منقول ہے
وہ صحیح کے خلاف ہے کذا فی الشامی قالا والاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا الصحۃ القضاء بنیۃ الاداء کعکسہ ہو المختار م پس بہتر یہہ ہے کہ نیت آج کے
ظہر کی کرے واسطے اوسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ عین وقت مین پڑہے یا وقت نکلگیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے ادا کی نیت سے مثل اوسکے
عکس کے یعنی صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہے م یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہرچند وقت گذر بھی گیا ہوگا تب بھی وہ نماز اوس روز کے
ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اوسوقت کا ظہر نہ ٹھہریگا اور شارح نے جو یہہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا بہ نیت ادا اسکا مطلب یہہ
ہے کہ وقت گذر گیا ... پر اگر بعلمی مین ظہر الیوم کی نیت کریگا تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑہیگا حالانکہ یہہ جائز ہے جیسے کوئی قید کی اٹکل سے رمضان کے
روزے رکھے اور ... معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تہا تو اسکو ... تو درست ہونگے مگر اس تعلیل مین یہہ خلل ہے کہ یہہ اوسیوقت بنتی ہے کہ نمازی ادا کی
نیت سے پڑہے اور اگر اوسکی نیت کچھہ نہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اوسوقت یہہ تعلیل نہ بنیگی کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی ومصلی الجنازۃ ینوی الصلوۃ
للہ تعالی وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑہنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالی کے لئے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لئے
لانہ الواجب علیہ اسلئے کہ نیت نماز اور دعا نمازی پر واجب ہے م طحطاوی نے کہا کہ اگر مرجع ضمیر لانہ کا نماز و دعا دونو کی نیت ہو تو یہہ خلل رہیگا
کہ دعا جنازہ مین ہوتی واجب اسلئے حلبی نے مرجع ضمیر صرف صلوۃ قرار دیا ہے جو ینوی الصلوۃ سے سمجہا جاتا ہے اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا
اس اعتبار سے ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہی ہے کیونکہ اوسمین قراءت اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہین اور اسکا موید وہ قول ہے جو نتف مین مذکور ہے
کہ نماز جنازہ امام اعظم اور انکے اصحاب کے قول مین درحقیقت دعا ہے نہ نماز فیقول اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑہنے والا یون کہے کہ مین
نماز پڑہتا ہون اللہ تعالی کے لئے دعا کرنے والا ... وان اشتبہ علیہ المیت ذکر ام انثی یقول نویت ان اصلی مع الامام علی من یصلی
علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہو کہ مرد ہے یا عورت تو وہ یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ نماز پڑہون امام کے ساتھ اوس شخص
پر کہ امام نماز پڑہتا ہے وافاد فی الاشباہ بحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثی او عکسہ لم یجز اور اشباہ مین بحث کرکے یہہ افادہ
کیا ہے کہ اگر نیت کی مذکر مردہ کی پہر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اسکا عکس کیا کہ مردہ عورت کی نیت کی پہر ظاہر ہوا کہ مرد ہے تو نماز درست نہوگی م وجہ عدم
جواز کی یہہ ہے کہ میت مثل امام کے ہے اوسکی تعیین مین چوکجانا ایسا ہی جیسا امام کی تعیین مین چوکنا تو جیسے امام کی تعیین مین چوکنے سے نماز درست نہین ہوتی
ویسے ہی میت کے تعیین مین خطا ہونے سے درست نہوگی مثلا اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑہتا ہون پہر معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست نہوگی ہان اگر اشارہ
کرکے کہے کہ اس مردہ پر پڑہتا ہون جو زید ہے پہر ظاہر ہو کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام مین خطا کرنا لغو ہو جاتا ہے کذا فی الشامی

وانه لا یضر التعیین عند المولی الا اذا بان انه اکثر لعدم نیة الزائد اشباہ۔ اور اشباہ مین یہہ بھی مذکور ہو کہ مردون کے عدد کا تعیین کرنا
مضر نہین مگر جس صورت مین کہ ظاہر ہو کہ شمار اونکا نمازی کی تعیین سے زیادہ ہو بسبب پائی جانے نیت زائد از شمار کے یعنی اگر نمازی نے نیت دس
جنازون کی کی اور وہ درحقیقت دس ہین یا کمتر تو نماز درست ہوگی اور اگر گیارہ یا زیادہ ہونگے تو درست نہوگی کیونکہ جسقدر زیادہ ہین انکی
نیت نہین پائی گئی طحطاوی نے کہا کہ اسصورت مین دس کی جو نیت کی ہے انکی بھی درست نہوگی کیونکہ دس غیر معین کی نیت کی ہو تو ہر جنازہ مین زائد ہو سکتا
ہے اور زائد نیت مین داخل نہین اسلئے سبکی نماز باطل ہوگی والامام ینوی صلوته فقط اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے ھ یعنی کسیکے امام
ہونیکی نیت نکرے اسلئے کہ وہ خاص اپنے حق مین تنہا پڑھنے والیکی طرح ہو اب یہان ایک وہم ہوتا ہو کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہئے
یعنی جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہے ویسے ہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیئے اس وہم کو مصنف اور شارح نے آیندہ قول مین دفع
کیا ولا یشترط لصحة الاقتداء نیة امامة المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد به لا قبله کما بحثه فی الاشباہ لو امّ رجالا اور
مشروط نہین اقتدا کی درستی کے لئے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورتمین کہ مردون کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنیکے لئے امامت
مقتدی کی نیت شرط ہے جبکہ کوئی امام کا اقتدا کرے نہ پیشتر اقتداء کے چنانچہ اسکو اشباہ مین بیان کیا ہے ھ یعنی اقتدا کے صحیح ہونیکے لئے یہہ ضرور نہین
کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنیکو امامت کی نیت چاہیئے اور یہہ نیت اوسوقت ہو جب کوئی امام کا اقتدا کرے پہلے
یہہ بھی ضروری نہین اگرچہ پہلے سے نیت کرلینی بھی جائز ہے فلا یحنث فی لا یؤم احدا ما لم ینو الامامة تو آدمی قسم مین جو اسنے کھائی
قسم مین کہ کسیکا امام نہونگا جبتک کہ امامت کی نیت نکریگا ھ شارح نے یہہ مسئلہ اپنے اس قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتدا کے لئے امام کو نیت امامت کی
ضروری نہین اور صورت مسئلہ کی یہہ ہو کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین کسیکی امامت نکرونگا پھر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کھڑا ہوا تو لوگ اوسکے
پیچھے نماز پڑھنے لگے پس اسصورت مین اوسکی قسم نہ ٹوٹیگی اسلئے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہین
ہوئی اسلئے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی بتصرف وان امّ نساء فان اقتدت به المرأة محاذیة لرجل فی غیر صلوة جنازة فلابد لصحة صلوتها
من نیة امامتها لئلا یلزم الفساد بالمحاذاة بلا التزام اور اگر نمازی عورتون کا امام ہو تو اگر کوئی عورت اوسکا اقتدا کسی مرد کی برابر کھڑے
ہوکر جنازہ کی نماز کے سوا مین کریگی تو اوس عورت کی نماز درست ہونیکے لئے اوسکی امامت کی نیت ضرور ہوگی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون
لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے ھ صلوة جنازہ کو اسلئے استثنا کیا کہ اوسکے اندر نیت عورت کی امامت کی بالاتفاق شرط نہین اور محاذاة سو وہ برابر ہونا
ہو جوان شروط کے ساتھہ ہو جو آگے باب الامامة مین مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت امامت ہو اور حاصل شارح کی تعلیل کا یہہ ہو کہ اگر عورت کا اقتدا
بدون نیت کے درست ہو جاوے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون لازم پکڑنے کے لازم آویگا یعنی اگر بالفرض عورت مرد کی برابر کھڑی ہو گئی
اور بدون نیت امامت کے اوسکا اقتدا صحیح ہوگیا تو چاہیئے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہو جاوے حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر بدون
اوسکو لازم پکڑنے کے جائز نہین اسلئے عورت کی اقتدا کے لئے نیت اوسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیة اختلف فیه فقیل یشترط
وقیل لا کجنازة اجماعا وکجمعة وعید علی الاصح خلاصة واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد سے ہوکر اقتدا نکیا تو اسمین اختلاف ہے بعض نے
کہا کہ صحت اقتدا کے لئے نیت امامت کی شرط ہے اور بعضون نے کہا کہ شرط نہین جیسے جنازہ مین بالاتفاق شرط نہین اور جیسے جمعہ اور عید مین اصح قول پر شرط
نہین ھ جمعہ اور عید مین اصح کی قید اسلئے لگائی کہ جمہور کے نزدیک ان دونون مین نیت امامت عورت کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی وعلیه ان لم تحاذ احدا
تمت صلوتها والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لئے اوسکی امامت کی نیت شرط نہین یہہ ہو کہ اگر عورت کسیکی محاذی یعنی برابر یا آگے پیچھے ہوئی
نہوگی تب تو اوسکی نماز پوری ہوگی اور اگر آگے پیچھے ہوجائیگی یا برابر ہوگی تو اوسکا اقتدا باقی نرہیگا اور نماز تمام نہوگی ونیة استقبال القبلة لیست بشرط مطلقا
علی الراجح اور نیت قبلہ کیطرف منہہ کرنیکی شرط نہین ہر حال مین یعنی خواہ نمازی کعبہ کے قریب ہو یا دور جنگل مین ہو یا مسجد مین برابر قول قوی سے

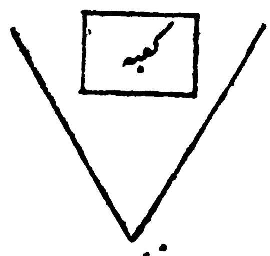
ہم مقابل قول قوی کا یہہ قول ضعیف ہی کہ چونکہ قریب شخص کے لئے عین کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہے بالاتفاق اور دور والے کو یہہ امر ممکن نہین بجز اسکے کہ دل مین نیت کرے اسلئے دور والے کو نیت قبلہ کیطرف منہ کرنے کی شرط کی گئی فما قیل لو نوی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز مبنی علی المرجوح صح ترجمہ جو کسی نے کہا ہی کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہوگی یہہ مسئلہ قول ضعیف پر مستلزم ہے ہم یعنی جو لوگ نیت قبلہ رخ ہونے کی شرط کہتے ہین اونکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف منہ کرنے کی نیت ہوگی تو درست نہوگی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت کی جائز نہوگی اسلئے کہ کعبہ میدان خاص و ہوا کا نام ہی نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کے بنانے کیوقت کھڑے ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہی غرض کہ ان صورتون مین عین کعبہ کیطرف منہ کرنیکی نیت نہین پائی جاتی اسلئے اونکے نزدیک نماز بھی درست نہوگی اور یہہ قول ضعیف ہی اور قول قوی کے بموجب نماز درست ہوگی اسلئے کہ جب نیت کعبہ شرط نہین تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھہ نقصان نہوگا کذا فی الشامی ملتقطاً کتبہ

تعیین الامام فی صحۃ الاقتداء انما لیست بشرط جیسی نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی مین کہ وہ بھی شرط نہین فلو اتم به یظنه زیدا فاذا ھو عمرو صح مثلاً اگر امام کا اقتدا کیا اوسکو زید سمجھکر پس وہ بکر نکلا تو اقتدا درست ہوگا اسلئے کہ اوسنے امام موجود کی اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اوس کا نام کچھہ اور سمجھہ لیا تو کیا نقصان ہی کیونکہ اعتبار نیت کا ہی نہ سمجھہ کا کذا فی الحلیۃ الا اذا عینه باسمه فبان غیرہ مگر اسصورت مین اقتدا درست نہین کہ امام کو اوسکے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنی اقتدا مین امام موجود کی نیت نکی بلکہ اقتدا زید کی نیت کی خواہ اوسکا نام زبان سے کہا یا نکہا تو اب اگر وہ عمرو ہوگا تو اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت کا اعتبار ہی اور اوسنے امام حاضر کے غیر کی اقتدا کی نیت کی اسلئے صحیح نہوئی الا اذا عرفه بمکانه کالقائم فی المحراب او اشار الیه کہذا الامام الذی هو زید مگر نام کے ساتھہ تعیین مین اوسوقت اقتدا درست ہوگا کہ امام کا پتا جگہہ سے بتا دے مثلاً یون کہے کہ زید جو محراب مین کھڑا ہے یا اشارہ سے اوسکو بتا دے کہ یہہ امام جو زید ہی تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھہ مضائقہ نہین اسلئے کہ اشارہ کر دینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بوصف مخصوص کہذا الشاب فاذا هو شیخ فلا یصح ہان اگر کسی صفت خاص سے اشارہ کریگا اور وہ صفت امام مین پائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہوگا مثلاً یون کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہی تو اقتدا صحیح نہین وبعکسه یصح لان الشاب یدعی شیخا لعلمه اور اسکے عکس مین اقتدا درست ہی یعنی اگر نیت کی کہ اس شیخ کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہی کیونکہ جوان کو اوسکے علم کی جہت سے بوڑھا کہا کرتے ہین وفی المجتبی نوی ان لا یصلی الا خلف من هو علی مذهبه فاذا هو غیرہ لم یجز اور مجتبی مین ہی کہ مقتدی نے نیت کی کہ اوسکے پیچھے نماز پڑہتا ہون جو میرے طریق پر ہی اور پھر وہ اوس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہوگا ہم وجہ عدم جواز کی یہہ ہی کہ جب اوسنے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو گویا اوسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی من القنیہ **فائدہ** یہہ ایک کام کی بات ہی لما کان الاعتبار للتسمیۃ عندنا لم یختص ثواب الصلوۃ فی مسجدہ علیه الصلوۃ والسلام بما کان فی زمنه فلیحفظ چونکہ ہم حنفیون کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہی (یعنی اوسصورت مین کہ اشارہ نہو) اسلئے ثواب نماز کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف مین مخصوص اوس مقدار پر نہوگا جو آپکے عہد مبارک مین تھی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم یعنی یہہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین بہتر ہے ہزار نماز سے اوسکے سوا دوسری مسجد مین سوا مسجد حرام کے تو یہہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اوس مقدار مسجد پر مخصوص نہین جو حضرت کے وقت مبارک مین تھی بلکہ مسجد شریف مین جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ولید اور مہدی نے اضافہ کیا ہی اوس زیادہ کی ہوئی مین بھی ایک نماز ہزار کی برابر ہوگی اسلئے کہ حدیث مین میری مسجد ارشاد فرمایا ہی اور ظاہر ہے کہ جو مسجد اب موجود ہی وہ سب مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے تو بڑہی ہوئی مقدار مین بھی ثواب ہزار گنا ہوگا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص اوسی مقدار کے ساتھہ کیا ہی جو آپکے عہد مبارک مین تھی وہ یہہ فرماتے ہین کہ حدیث مین سوا نام لینے کے اشارہ بھی ہی کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہی یعنی میری اس مسجد مین جس سے جگہہ خاص جو اوس روز موجود تھی مراد ہی پس بڑہی ہوئی مقدار اوس مین داخل نہوگی اوسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیئے اور حنفیہ

محراب وغیرہ ہین کہ یہہ اشارہ جگہہ کے خاص کرنیکے لئے نہین بلکہ اشتہر ہے کہ مسجد مدینہ طاہرہ کی ہوا اور بسا جد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب
ہین وہ اس فضیلت مین داخل نہین کذا فی الشامی ثم عبرت والسادس استقبال القبلة حقیقة او حکما کالعاجز اور چھٹی شرط نماز کی کعبہ
کیطرف منہ کرنا ہی خواہ حقیقت مین ہو یا حکما ہو جیسی عاجز یعنے وہ شخص کہ مرض یا دشمن کے ڈر سے یا قبلہ کے نہ معلوم ہونے کی جہت سے قبلہ
رخ نہین ہو سکتا تو جس طرفکو مریض وخائف اپنا منہ کر سکتے ہین یا قبلہ کا سمجھنے والا اٹکل سے کسیطرفکو قبلہ ٹھہراتا ہو وہ اونکا قبلہ حکمی ہے
والشرط حصوله لا طلبه اور شرط قبلہ رخ ہونا ہی نہ اوس کا طلب کرنا ہم یعنی شرط صرف اسقدر ہی کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاوی اس مقابلہ کا طلب
کرنا شرط نہین یعنی سین اور تے استقبال مین بمعنی طلب نہین ہان جس صورتمین کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو اوسوقت طلب شرط ہوگی کذا
فی الشامی من السلیه وهو شرط زائد للابتلاء یسقط للعجز اور کعبہ کیطرف منہ کا ہونا ایک زائد شرط ہے بندون کے امتحان کے لئے ساقط ہو جاتی ہی
عاجزی کے سبب سے ہم زائد شرط ہو یعنی عبادت مین مقصود نہین اور امتحان سے یہہ مراد ہی کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالی پر جہت کو محال جانتا ہو اوسکی
اصل پیدایش اسکی مقتضی ہے کہ نماز مین کسی خاص طرف کو منہ نکرے اسلئے اللہ تعالی نے مکلف بندونکو ایسی بات کا حکم کیا جو اونکی مقتضای اصل
پیدایش کے خلاف ہو تاکہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہین یا نہین کذا فی الحلبی حتی لو سجد للکعبة نفسها کفر یہانتک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ
کریگا تو کافر ہو جائیگا ہم یعنی جب کعبہ کیطرف منہ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالی ہے تو عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فی
الشامی فللمکی وکذا المدنی لثبوت قبلتها بالوحی اصابة عینها یعم المعاین وغیره لکن فی البحر انه ضعیف والاصح ان من بینه
وبینها حائل کالغائب واقره المصنف قائلا فالمراد بقوله فللمکی مکی یعاین الکعبة تو مکہ کے رہنے والے کا قبلہ اور ایسیہی
حرم مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہی عین کعبہ کی سمت ہی یہہ قول متن کا عام ہی کعبہ کے دیکھنے والے کو یعنی سب
اہل مکہ اور مدینہ کو نماز مین عین کعبہ کی سمت پر نماز پڑھنی چاہیے شامی نے کہا کہ لام للمکی کا معنی علی سے یعنی مکی پر واجب ہی سمت پانا عین کعبہ
کی مگر بحر الرائق مین ہی کہ یہہ قول ضعیف ہی اور صحیح تر قول یہہ ہی کہ جس شخص کے اور کعبہ کے درمیان مین آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اُسکا حال مثل غائب کے ہی
یعنے اوسکا قبلہ جہت کعبہ ہی نہ عین کعبہ اور ثابت رکھا ہی اس قولکو مصنف نے یہہ کہکر کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہی جو کعبہ کو دیکھتا ہو وغیرہ
ای غیر معاینها اصابة جهتها اور مکی کے سوا کا قبلہ یعنی اُس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہو سمت وہی کعبہ کی جہت کی بان یبقی شیء من سطح الوجه مسامتا
للکعبة او لهوائها بان یفرض من تلقاء وجه مستقبلها حقیقة فی بعض البلاد خط علی زاویة قائمة الی الافق مارا علی الکعبة وخط
آخر یقطعه علی زاویتین قائمتین یمنة ویسرة منها یعنی کچھ چہرہ کی سطح مقابل کعبہ کے یا ہوا کعبہ کی باقی رہی اسطرح کہ ہر شخص بعض شہرونمین حقیقت مین کعبہ کیطرف کو
منہ کئے ہو اوسکے چہرہ کی سمت سے ایک خط زاویہ قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جاوے اور ایک دوسرا خط اُس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اُس شخص
کے داہنے بائین قطع کرے تو یہہ خط دوسرا جو کعبہ کے مقابل ہوگا جہت کعبہ کی ہوگی کذا فی الشامی ہم جہت کے معنے میں شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد
کا سمجھنا دشوار ہو گیا اسلئے تعریف جہت کی ایسی طرحپر کرنی جس سے مقصود معلوم ہو جاوے ضروری ہی معراج مین جہت کی تعریف یہہ لکھی ہی کہ جہت کعبہ وہ طرف
ہی کہ جب آدمی اوسکی طرف منہ کرے تو کعبہ کا یا اوسکی ہوا کا مقابل تحقیقا ہو جاوے یا تقریبا اور مقابلہ تحقیقی سے یہہ غرض ہی کہ اگر ایک خط اوسکو چہرہ کی سمت سے
افق پر عمود کھینچا جاوے تو وہ کعبہ پر یا اوسکی ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہہ ہی کہ خط مذکور کعبہ یا اوسکی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اوس سے بالکل مقابلہ
جاتا رہے بلکہ کسیقدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اوسکی ہوا کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنیکے دو طریق ہین ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو
ہم شرح سے لکھتے ہین فرض کرو کہ نقطہ د پر ایک نمازی ہی جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہو تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اوسکی ہوا پر نقطہ ج مین
ملاقی ہوتا ہے اس خط د ج پر اگر ایک عمود نمازی کے داہنے بائین نکالو مثلا آ ب تو خط آ ب جہت کعبہ کی ہوگی یعنی جو شخص اس خط پر سوا نقطہ
د کے کسی جگہہ داہنے یا بائین ہو جائیگا تو وہ تقریبا مقابل کعبہ کا یا اوسکی ہوا کا ہوگا اسلئے کہ تھوڑے سے فاصلہ مین تو ذرا سا داہنے بائین سرکنے سے مقابلہ



مقام نمازی



نمازی

جاتا رہتا ہی اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہی تو اوسیکو مناسب سرکنی سی مقابلہ جاتا ہے تھوڑا ہٹنا دہنی یا بائین ہونے سی نہین جاتا مثلا چاند جو لوگون سی بہت دور ہی تمام شہر کے آدمیون کو یکسان معلوم ہوگا یعنے اگر ایک کے سر پر ایک جگہہ ہوگا تو اوسوقت سب شہر کے لوگونکو ہر جگہہ سر پر ہی معلوم ہوگا اسیطرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا ہے تو مقابلہ تحقیق کے مقام سی اوہر اودہر ہٹجانے سی مقابلہ زائل نہین ہوتا اور یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے اکثر شہرون کی مسجدین ایک سمت کو ہین +

دوسرا طریق جہت معلوم ہونیکا یہہ ہی کہ نمازیکی آنکہون کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کہینچے جائین کہ وہ ایکدوسرے سے ملکر زاویہ قائمہ سی کم بنائین تو اگر کعبہ ان دونو خطون کے درمیان مین واقع ہوگا تو مقابلہ زائل نہوگا ورنہ زائل ہوگا اوسکی صورت یہہ ہے کذا فی الشامی تبصرت +

قلت فهذا معنى التيامن والتياسر في عبارة الدر مختصر مین کہتا ہون کہ یہی معنی ہین دہنے بائین ہٹنے کے در کی عبارت مین تو اسکو خوب دیکہہ اس لیے کہ مطلب تحقیق سے ہم یعنی در کا یہہ مطلب نہین کہ کعبہ کو دہنی طرف کرلے یا بائین طرف کہ اسصورت مین قطعا مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہہ ہی کہ خط جہت پر داہنی بائین ہونے سی مقابلہ بنا رہتا ہی جیسا ہمنے اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول مین وتعرف بالدليل اور قبلہ پہچانا جاتا ہی اوس علامت سے جو قبلہ کو بتائے وهو في القرى والامصار محاريب الصحابة والتابعين وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب اور علامت قبلہ شہرون اور گانوؤن مین مسجدین صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ہین اور جنگلون اور سمندرون مین ستارے ہین جیسے قطب یعنی جس جگہہ مسجدین قدیم موجود ہون وہان سمت قبلہ کی ان سی معلوم ہوسکتی ہی ورنہ قطب وغیرہ ستارون سی مثلا ہندوستان کے اکثر شہرون مین قطب نمازی کے دہنے شانہ پر رہتا ہی تو رات کو ہر جگہہ اوس سی سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہی والا فمن الاهل العالم بها ممن لو صاح به سمعه اور نہین تو اوسجگہہ کے باشندہ قبلہ کے جاننے والے سے پوچہا جائے اور باشندہ وہ آدمی ہی کہ اگر نمازی اوسکو زور سی پکارے تو وہ اوسکی پکار سن لے ہم یعنی اگر نہ مسجدین ہون نہ قطب سی حال کہلے نہ کوئی آلہ مثل قبلہ نما کی پاس ہو تو سمت قبلہ کو اوسجگہہ کے باشندہ سی پوچہنا چاہئے اوس سے پوچہنے مین دو شرطین ہین ایک یہہ کہ قبلہ کا جاننے والا ہو نہر الفائق مین کہا کہ اسکے ساتہہ یہہ بہی چاہیئے کہ مقبول الشہادة ہو تو اِس سی معلوم ہوا کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اسباب مین مفید نہین دوسرے یہہ کہ نمازی کی پکار سنے طحطاوی نے کہا کہ من لو صاح به مراد ابل سی والمعتبر في القبلة العرصة لا البناء فهي من الارض السابعة الى العرش اور قبلہ کے باب مین معتبر کشادگی اور میدان کعبہ ہی نہ اوسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سی لیکر عرش تک ہی طحطاوی نے کہا کہ اِس سی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہری کنوؤن مین یا اونچے پہاڑون پر نماز پڑہیگا تو اوسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چہت پر نماز جائز ہی پس اگر قبلہ عمارت ہوتی تو نماز صحیح نہوتی وقبلة العاجز عنها لمرض وان وجد موجها عند الامام او خوف مال وكذا كل من سقط عنه الاركان جهة قدرته ولو مضطجعا بايماء وفي تركه يعيد اور قبلہ اوس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سی قبلہ رخ ہونے سی عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ کر دینیوالے کو پاوے امام کے نزدیک یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سی قبلہ کیطرف ہونے سی عاجز ہو اسیطرح ہر شخص جس سے ارکان نماز ساقط ہوگئی ہون ہر ایک کا قبلہ اوسکی قدرت کی جہت ہی یعنی جدہر کو پڑہ سکتا ہو پڑہے قبلہ رخ ہونا لازم نہین اسلئے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہین اور امتحان ایسی صورتین بہی حاصل ہے اگرچہ دشمن کے دیکہنے کے خوف سی نماز لیٹکر اشارہ سی پڑہے ہم امام کے نزدیک اسلئے کہا کہ صاحبین کے نزدیک اگر کسی مدد سی قبلہ رخ ہوسکتا ہو اور مددگار اوسکی پاس موجود ہو تو اوسکو جہت قدرت کیطرف نماز درست نہوگی اور جس سے ارکان نماز کے ساقط ہوگئی ہون اوسکی مثال بوڑہا آدمی ہی جو پیری کے ضعف سی قیام وقعود نہین کرسکتا تو اوس سی قبلہ رخ ہونا بہی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے

مقعود ارکان کی دشمن کے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی ہے یعنی اگر آدمی کو خوف ہو کہ کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لیگا تو اوس سے ارکان ساقط
ہو جاینگے لیکن اشارہ سے نماز درست ہو گی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورت میں ساقط ہے کذا فی البحر ولم یُعِدْ لان الطاعۃ بحسب الطاقۃ اور اس
نماز کا اعادہ نکرے اسلئے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی یہہ عذر آسمانی ہیں کسی مخلوق کی جہت سے نہیں بخلاف مریض قیدی وغیرہ کسی کے کہ کسی کے کرنے سے نہیں ہوتے
یہانتک کہ خوف بھی کسیکے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اسلئے ان عذروں میں نماز کا دوبارہ پڑھنا نہیں کذا فی الشامی ویتحرّی ھو بذل المجھود لنیل المقصود
عاجزٌ عن معرفۃ القبلۃ بما مرّ اور تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے بذریعہ اُن امور کے جو پیشتر گذرے ہیں یعنی نہ مسجد ہو نہ ستارہ
نہ کوئی بتانیوالا شارح نے کہا کہ تحری کے معنی ہیں کوشش کرنا مقصود حاصل کرنیکے لئے اور مراد تحری سے یہاں اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے یعنی اگر مسجد وغیرہ
سے قبلہ کا پتا نہ معلوم ہو تو نمازی اٹکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرائے فان ظہر خطاؤہ لم یُعِدْ لما مرّ پس اگر نماز کے بعد اٹکل میں خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ
نہ پڑھے اُسی وجہ سے کہ پیشتر گذری یعنی طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے اوسنے نماز پڑھنے میں وہ امر کر لیا تھا جو اوسکی طاقت میں تھا وان عَلِمَ بہ فی صلاتہ
او تحوّل رأیہ ولو فی سجود سہو استدار وبنی اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اوسکی رای بدل گئی اگرچہ سہو کے سجدہ میں بدلی ہو تو اوسی وقت پھر جاے
اور بنا کرے یعنی اگر نماز کے اندر رای بدل گئی کہ قبلہ اسطرف نہیں دوسریطرف ہے تو دوسریطرف فوراً پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد
ہو جائیگی کذا فی الشامی اور بنا کرے اسکا مطلب یہہ ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے ازسرنو نماز نہ پڑھے یعنی رای کی غلطی سے پہلی نماز جاتی نہیں رہی وہ بھی قائم
باقی کو اوسی پر بنا کرے حتّی لو صلّی کل رکعۃ لجہۃ جاز ولو بمکۃ او مسجد مظلم یہاں تک کہ اگر ہر رکعت کو جداگانہ جہت کو پڑھیگا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نمازی مکہ
میں ہو یا کسی مسجد تاریک میں ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اوسنے ایک طرف اٹکل سے ایک رکعت پڑھی دوسری رکعت میں اوسکی اٹکل
دوسریطرف ہو گئی تو دوسری رکعت اُس طرف کو ادا کی اسیطرح نماز کے آخر تک تو یہہ نماز جائز ہے اور مکہ میں ہونیکی یہہ صورت ہے کہ مکہ میں مقید ہوا اور اوسکے
پاس نہو جس سے قبلہ دریافت کرے پھر اٹکل سے نماز پڑھے اور اوسمیں خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی ولا یلزمہ قرع الابواب ومسّ الجدران اور لازم نہیں
نمازی کو لوگوں کے دروازوں کا ٹھوکنا کہ کوئی قبلہ بتا دے اور دیواروں کو ٹٹولنا تا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندھیری رات میں اگر مسجد میں جاوے اور قبلہ نہ سوجھے
تو اٹکل کر لے لوگوں کے پاس قبلہ پوچھتا نہ پھرے اور نہ دیواروں کو ٹٹولے صاحب مقتل نے کہا کہ یہہ حکم بعض مسجدوں میں ہو سکتا ہے مگر اکثر میں تو محراب قبلہ
اندھیری میں بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدوں میں اٹکل نکرے کذا فی الشامی ولو اعمٰی فسوّاہ رجل الی القبلۃ ولم یقتد بہ اور اگر نمازی اندھا ہو اور اسکو
کسی شخص نے سیدھا قبلہ کیطرف کر دیا تو وہ اندھا نماز کو پہلی ہی نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنیوالا شخص اندھے کا اقتدا نکرے اسلئے کہ اوسکو معلوم ہو گیا کہ شروع
کی نماز اندھے کی قبلہ رخ نہیں تھی ولا بمتحرٍّ تحوّل اور نہ اُس اٹکل کرنے والیکا اقتدا کرے جو ایک طرفکو ترک کرکے نماز کے اندر ہی دوسریطرف پھر گیا ہو شامی
نے کہا کہ اسمیں یہہ قید ہے کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اوسکو معلوم نہو تو اقتدا میں کچھ خرابی نہیں ولو ائتمّ بہ بلا تحرٍّ لم یجز ان
اخطأ الامام اور اگر کسی تحری کرنیوالیکا اقتدا کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری میں غلطی کی ہو گی تو اقتدا درست نہو گا اسلئے کہ اشتباہ کی
صورتمیں بدون تحری کے نماز جب ہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ کیطرف ہو مگر امام کی نماز درست ہے کہ اوسنے تحری کے بعد پڑھی ولو سلّم فتحوّل رأی
مسبوق ولاحق استدار المسبوق واستأنف اللاحق اور اگر امام نے سلام پھیرا پھر رای مسبوق اور لاحق کی بدلگئی یعنی اونکی رای میں قبلہ
اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی رای کی سمت کیطرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز از سرنو پڑھے ہم مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا زیادہ رکعت
اوسکو نملی ہو اوسکو پھرنیکا حکم اسلئے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے میں مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر رای بدلجانے سے پھرنا پڑتا ہے ویسے ہی
مسبوق کو پھرنا ہو گا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ میں مثلاً وضو کے جاتے رہنے یا اور کسی عذر سے کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر میں
پھر شریک ہو گیا تو اسکا حکم یہہ ہے کہ نماز از سرنو پڑھے اسلئے کہ باقی نماز میں یہہ حکماً امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو اور اوسکو معلوم
ہو کہ قبلہ امام کے منہ کیطرف نہیں وہ دوسریطرف کو ہے تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہیں کرسکتا اسلئے کہ اگر وہ دوسریطرف کو منہ پھیرتا ہے تو امام کی مخالفت

لازم آتی ہے جو نماز کی مفسد ہے اور اگر نہین پہیرتا تو جان بوجہکر قبلہ کے سوا اور طرفکو نماز پڑہتا ہے یہہ بھی مفسد نماز ہے تو یہی حال لاحق کا بھی ہے جب تک
کی اصلاح کچہہ ممکن نہین ہوسکتی اسلئے از سرنو پڑہے کذا فی الشامی ملخصا ومن لم یقع تحریہ علی شئ صلی لکل جہۃ مرۃ احتیاطا اور جسکی اٹکل کسیطرف
نہو بلکہ سب طرفین قبلہ ہونے مین اوسکے نزدیک برابر ہون تو وہ ہر طرفکو ایکبار نماز پڑہے بلحاظ احتیاط کے ہم جب نمازی قبلہ کے لئے چارو طرف اٹکل
دوڑاوے اور کسیطرف نہ جمے تو اسمین تین قول ہین ایک یہہ کہ نماز مین تاخیر کرے جبتک کہ ایکطرف قبلہ اوسکے نزدیک ظاہر ہو دوسرے یہہ کہ چارون طرف کو
ایک ایک نماز پڑہ لے تیسرے یہہ کہ اوسکو اختیار ہے چاہے تاخیر کرے چاہے چار نمازین پڑہے مگر فتاوی عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہے کہ زیادہ
درست دوسرا قول ہے اسلئے شارح نے اوسکو اختیار کیا اور شرح منیہ مین بھی اوسیکو احوط کہا ہے کذا فی الشامی ملخصا ومن تحول رایہ لجہۃ
الاخری فی الصلوۃ استدار اور جس شخص کی رای پہلی طرف کو پہر جاوے وہ اوسی طرفکو پہر جاوے یعنی کچہہ نماز ایک طرف کو تحری کے بعد پڑہی پہر نماز مین
دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اوسطرف کو پہر گیا اوسکے بعد پہر اول ہی جانب پر رای آگئی تو اوسیطرف کو ہوجاوے اور خلاصہ مین ایک قول
یہہ ہے کہ از سرنو پڑہے مگر تاتارخانیہ اور قہستانی نے اول قولکو مقدم کہا ہے اور طحطاوی اور شامی نے بھی اوسکو وجہ ذکر کیا ہے ومن تذکر ترک
سجدۃ من الاولی استانف اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چہوٹ جانا یاد آیا وہ از سرنو نماز پڑہے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے تحری کے
بعد ایک رکعت ایک جانب کو پڑہی پہر رای بدلگئی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑہنے لگا اوسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو پہر سے
پڑہے اسلئے کہ اگر سجدہ مذکورہ اوس جانب کو کرتا ہے جدہر دوسری رکعت پڑہتا ہے تو سجدہ قبلہ کیطرف نہوگا اسلئے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہہ طرف نہ تہی اور
یہہ سجدہ رکعت مذکورہ کا جز ہے اور اگر پہلی رکعت کی قبلہ کیطرف کو کرتا ہے تو جو طرف اب اوسکے نزدیک قبلہ ہے اوس سے پہرنا لازم آتا ہے اسلئے نماز از سرنو
پڑہے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب لترکہ فرض التحری اور جو شخص کہ قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہو اگر وہ نماز کو
بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹہیک قبلہ کو پڑہتا ہو اسلئے کہ اوسنے فرض تحری کو چہوڑ دیا یعنی بصورت اشتباہ قبلہ کے
تحری فرض تہی اوسکو اوسنے چہوڑ دیا الا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقا مگر جب اپنے فارغ ہونیکے بعد ٹہیک قبلہ کو ہونا جانے
تو دوبارہ نماز نہ پڑہے بالاتفاق بخلاف مخالف جہۃ تحریہ فانہ یستانف مطلقا بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑہنے والے کے کہ وہ
از سرنو پڑہے ہر حال مین یعنی اگر تحری ایکطرف پہونچی اور اوسنے دوسریطرف نماز پڑہی تو نماز کو پہر سے پڑہے ہر حال مین یعنی خواہ نماز مین جانے کہ ٹہیک
قبلہ کیطرف پڑہی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانے یا کچہہ بھی معلوم نہوا اور امام اعظم سے مروی ہے کہ اس شخص پر خوف کفر ہے کذا فی الشامی کمصل علی
انہ محدث او ثوبہ نجس والوقت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے نماز کا پڑہنے والا اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہے یا اوسکا کپڑا ناپاک ہے یا وقت
نہین آیا پہر اسکا خلاف معلوم ہوا تو اوسکی نماز درست نہوگی وہی نماز از سرنو پڑہے وجہ ناجائز ہونیکی یہہ ہے کہ اوسکے عقیدہ مین نماز فاسد ہوچکی ہے
تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وصلی جماعۃ عند اشتباہ بالتحری فلو لم یتحر لم یجز ان اصاب جاز بالتحری مع امام
وتباین تحریہم صلوا الی جہات مختلفۃ وصح لمتیقن منہم مخالفۃ امامہ فی الجہۃ او تقدمہ علیہ حالۃ الاداء لما فلا یصح
ایک جماعت نے نماز پڑہی قبلہ کے مشتبہ ہونے کیوقت تحری سے ایک امام کے ساتھہ اور ظاہر ہوا کہ انہون نے مختلف سمتون کیطرف نماز پڑہی تو جس
شخص کو اونمین سے یقین ہوا بحالت ادا مین یعنی غلبہ ظن ہوا کذا فی الفیض کہ اوسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑہی یا امام سے آگے بڑہنے کا یقین ہوا تو اوسکی
نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اوسکو مضر نہین شارح نے کہا کہ مگر قبلہ مشتبہ تہا تو اگر نمازی ٹہیک طرفکو پڑہیگا تو درست ہوگی یعنی
اگر کوئی ایسا شخص موجود نہ تہا جس سے قبلہ پوچہہ لینا ممکن تہا مگر وہ دریافت کے تمرد سے نماز پڑہی تو اگر ٹہیک قبلہ کیطرف کو پڑہی ہوگی تو درست ہوگی
ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہے تیقن مخالفۃ کا و تقدم کا اوس سے کچہہ علاقہ نہین اسلئے کہ آگے بڑہنے پر تو غلط ہر صورت سے مفسد ہے
خواہ حالت ادا مین آگے بڑہنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لاعتقادہ خطأ امامہ وترکہ فرض المقام حالت ادا مین امام کی مخالفت معلوم

کرنے والیکی نماز اسلئے نہوگی کہ اوسکو اپنے امام کے چوکنے کا اعتقاد ہے یعنی اپنے عندیہ مین امام کو خطا پر سمجہتا ہے پہر اوسکا اقتدا کیسے ہوگا اور آگے بڑہ
کر معلوم کرنے والیکی نماز اسوجہ سے نہوگی کہ اوسنے مقام کے فرض کو ترک کیا یعنی اوسکو امام کے پیچھے کہڑا ہونا فرض تہا آگے بڑہنے سے یہہ فرض چہوٹ
گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ لاعتقادہ الخ نشر مرتب ہے ومن لم یعلم ذلک فصلوتہ صحیحۃ اور جس شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑہنے
کا معلوم نہوا تو اوسکی نماز درست ہے کما لو لم یتعین الامام بان رأے رجلین یصلیان فائتم بواحد لا بعینہ جیسے امام کو متعین نکرے
یعنی اسطرح کہ دو شخصونکو نماز پڑہتے دیکہا اور ایک غیر معین کا اقتدا کر لیا تو صحیح نہوگا ہم ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہ صحت
نماز کی ہو حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ اوسکو لم تجز صلوتہ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح نے
شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتا یعنی پیشتر استقبال قبلہ سے تو بہتر ہوتا النیۃ عندنا شرط مطلقا نیت ہمارے نزدیک
شرط ہے سب عبادتون مین یعنی کسی عبادت مین نیت رکن نہین بلکہ سب مین شرط ہے البتہ تکبیر تحریمہ مین اختلاف ہے کہ اوسکو بعض نے رکن بھی کہا
ہے مگر معتمد یہی ہے کہ وہ شرط ہے ولو عقبہا بمشیئۃ فلو مما یتعلق بالاقوال کطلاق وعتاق بطل والا لا اور اگر الفاظ نیت کہکر
انشاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہوئی چیز ان کامون سے ہوگی جو زبانی قولون سے متعلق ہین چنانچہ طلاق اور ازادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل
ہو جائینگی ورنہ اگر ایسی نہین جو قول سے متعلق ہین جیسے روزہ ہے تو انکی نیت کے بعد انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل نہونگی لیس لنا من نوی شیئا خلاف
ما یؤدیہ الا علی قول محمد فی الجمعۃ وھو ضعیف ہم حنفیون کے نزدیک ایسا کوئی نہین جو نیت کچہہ کرے اور ادا کچہہ کرے مگر امام محمد کے
قول پر جمعہ مین ایسی صورت ممکن ہے اور وہ قول ضعیف ہے ہم صورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہے کہ ان کے نزدیک جمعہ نہین ہوتا جب تک کہ نمازی کو ایک
رکعت نملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ مین امام کا اقتدا کیا تو وہ یہہ فرماتے ہین کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام
فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اسصورت مین نیت تو کچہہ اور تہی یعنی جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی نماز ظہر اسصورت کے سوا دوسری
ایسی نہین کہ نیت اور کچہہ ہو اور ادا اور کچہہ کذا فی الشامی والمعتمد ان العبادۃ ذات الافعال تنسحب نیتھا علے کلھا قول معتمد یہہ ہے کہ
عبادت بہت سے فعلون والی کی نیت ان سب افعال پر کہنچ جاتی ہے یعنی اوسکو ہر فعل ورکن کے لئے جدا جدا نیت ضرور نہین ایک نیت شروع مین کافی
ہے جیسے اس عبادت مین کہ ایک ہی فعل ہو چنانچہ روزہ کہ بلا خلاف اوسکے اول مین نیت کر لینا کافی ہے افتتحہا خالصا ثم خالطہ الریاء اعتبر
السابق شروع کیا عمل کو اخلاص کے ساتھہ پہر اوس عمل مین ریا کا یعنی نمود کا خلط ہو گیا تو اعتبار سابق کا ہوگا یعنی عمل اخلاص کے ساتھہ ہی رہیگا
شامی نے کہا کہ اسکی وجہ شاید یہہ ہے کہ نماز قابل قسمت نہین تو ایسا نہین ہو سکتا کہ بعض خالص خدا تعالی کے لئے ہو اور بعض غیر کے لئے ہان اگر بعض
کو دکہانے کے لئے بنا سنوار کر پڑہیگا تو اس بنانے سنوارنیکا کچہہ ثواب نپاویگا والریاء انہ لو خلا عن الناس لا یصلی اور ریا کامل یہہ ہے
کہ اگر نمازی لوگون سے علٰحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑہتا فلو معہم یحسنہا ولو وحدہ لا فلہ ثواب اصل الصلوۃ پس اگر لوگون کے ساتھہ ہوکر نماز کو اچھی
طرح پڑہے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اوسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا اچھی طرح پڑہنے کا ثواب نملیگا بظاہر یہہ حکم فرض اور نفل دونوکو شامل ہے کذا فی الطحطاوی
ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موھوم اور نماز یا دوسرے نیک کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے اسلئے کہ ریا کا داخل ہونا
ایک وہمی بات ہے تو وہمی بات کے لئے نیک کام کیون چھوڑا جائے ولا ریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور نمود نہین ہوتا فرضون مین واجب کے
ساقط ہونے کے باب مین یعنی ریا فرض کو باطل نہین کرتا اور فقیہ ابو اللیث نے نوازل مین اپنے بعض استاذہ کا قول نقل کیا ہے کہ نہ مستقیم یہہ ہے
کہ ریا اصل ثواب کو نہین کہوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہے تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھہ نماز پڑہ لیگا تو اوسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا لیکن بسبب
جاننے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظھر ولک دینار فصلی بھذہ النیۃ ینبغی ان تجزئہ ولا یستحق الدینار ایک
شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑہ لے تجکو ایک دینار ملیگا سو اوسنے اسی ارادہ سے نماز پڑہی تو چاہیئے کہ یہہ نماز اوسکو کافی ہو اور وہ مستحق دینار کا

هم نماز کا کافی ہونا تو اسوجہ سے ہو کہ فرض مین ریا کو دخل نہین اور دینار کا استحقاق اسوجہ سے نرہا کہ نماز اوسکے ذمہ واجب تہی واجب چیز پر اجرت کا استحقاق نہین ہوتا مثلاً باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لئے نوکر رکہے تو بیٹا کچہ نوکری کا مستحق نہوگا اسلئے کہ باپ کی خدمت اوسپر واجب ہی کذا فی الشامی الصلوٰۃ لارضاء الخصوم لا تفید بل یصلی للہ تعالی فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑہنا دشمنون کے راضی کرنیکے لئے مفید نہین بلکہ نماز اللہ تعالی کیواسطے پڑہے پہر اگر اوسکا دشمن اپنا حق معاف نکریگا تو آخرت مین اوسکی نیکیون مین سے لیکر حقدار کو حوالہ کیا جائیگا هم شارح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو ذکر نکیا بلکہ یہہ کہا کہ مفید نہین لیکن مختارات النوازل مین کہا کہ ایسی نماز درست نہین یعنی اگر نماز اس نیت سے پڑہے کہ خدا کیواسطے پڑہتا ہون تاکہ وہ حقدارون کو بہشت مین راضی کر دے تو درست نہوگی اسلئے کہ بدعت ہی کذا فی الشامی جاء انہ یوخذ لدانق ثواب سبعمائۃ صلوۃ بالجماعۃ بعض کتب آسمانی مین آیا ہی کہ ایک دانگ کے لئے ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا هم دانگ درہم کے چہٹے حصہ کو کہتے ہین اور نماز باجماعت سے فرض فرائض ہین کہ جماعت اونہین مین ہوتی ہے یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو مال کے سکہ کے اعتبار سے پون آنے کے قریب ہوتا ہی تو اوسکو عوض آخرت مین سات سو فرضون کا ثواب ظالم سے حقدار کو دلایا جائیگا ولو ادرک القوم فی الصلوۃ ولم یدر افرض ام تراویح ینوی الفرض فان ہم فیہ صح والا تقع نفلا اور اگر نمازی نے لوگونکو نماز مین پایا اور یہہ نجانا کہ نماز فرض پڑہتے ہین یا تراویح تو یہہ شخص فرض کی نیت سے اون کا شریک ہو جائے پہر اگر وہ فرض ہی مین ہونگے تو اسکا فرض بہی درست ہوگا ورنہ نماز نفل ہو جائیگی یعنی تراویح نہوگی کیونکہ تراویح بعد فرض عشا کے ہوتی ہی کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کمکتوبۃ وجنازۃ فللمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضونکی یعنی فرض عین اور فرض کفایہ کی ایک ساتہ نیت کی چنانچہ فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلئے کہ فرض وقت قوی ہی اور حقیقت مین نماز اسیکا نام ہی کہ اسمین رکوع اور سجدہ وسب ارکان ہین بخلاف نماز جنازہ کے هم قاعدہ کلیہ اسطرح کی نیت کا یہہ ہی کہ جب دو عبادتونکو ایک نیت کے ساتہ جمع کریگا تو اگر اون دونون مین سے ایک قوی ہوگی تو نیت اوسیکی ہو جائیگی اور اگر دونون برابر ہونگی تو نیت لغو ہوگی اور کسی مین شروع کرنیوالا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیۃ اور اگر دو فرض وقت کی نیت کی یعنی ایک جسکا وقت موجود ہی اور ایک جسکا وقت ابہی نہین ہوا مثلاً ظہر کے وقت مین ظہر اور عصر کے ساتہ نیت کی تو نیت اوسکی ہوگی جسکا وقت ہی اسلئے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت مین درست نہین اگرچہ نمازی عرفات مین ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہی بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی زاد او فائتتین فللاولی لو من اہل الترتیب اور اگر دو نمازونکی نیت کی تو اونمین سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو هم اہل ترتیب اوسکو کہتے ہین جسکے ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ نمازین متصل باقی نہون تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازونکی ایک ساتہ نیت کریگا تو یہہ نیت پہلی کی ہوگی اسلئے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہین ہوتی جبتک پہلی کو ادا کرلے کذا فی الشامی والا لغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہو اور دو قضا نمازونکی ایک ساتہ نیت کرے تو یہہ نیت لغو ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہیئے هم وجہ لغو ہونے کی یہہ ہی کہ ایک ساتہ تو دونون کا ادا ممکن نہین کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل علحدہ چاہیئے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور صاحب ترتیب نہونے سے اولویت ترتیب معتبر نہین رہی کہ اول کی نیت ہو جاتی اسلئے نیت لغو ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ ووقتیۃ فللفائتۃ لو الوقت متسعا اور اگر ایک قضا نماز اور ایک وقت کی نماز کی نیت کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت مین گنجائش ہو یعنی بعد قضا پڑہنے کے وقتی کو ادا کر سکے طحطاوی نے کہا کہ وقت مین گنجائش ہونیکے سوا ایک یہ بہی شرط ہی کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہو جائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کے لئے ہوگی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہو ولو فرضا ونفلا فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایکساتہ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنہما اور اگر دو نفل نمازون کی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونون کیطرف سے کافی ہوگی یعنی دونون کا ثواب پاویگا ولو نافلۃ وجنازۃ فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلئے کہ نفل حقیقت

نماز ہو اور نماز جنازہ و دعا ہو ولا تبطل بنیۃ القطع ما لم یکبر بنیۃ مغایرۃ اور نماز باطل نہین ہوتی قطع کی نیت سے جب تک دوسری نیت سے تکبیر
نہ کہے ہم یعنی ایک شخص نے فرض شروع کیا پھر یہہ نیت کی کہ فرض کو قطع کرتا ہون نفل پڑہتا ہون تو جب تک نیت نفل کے بعد اللہ اکبر کہیگا تب تک اسکا فرض
باطل نہوگا اور نیت مین جو غیر ہونیکی قید لگائی اس سے یہہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کریگا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑہکر پہر اوسی ظہر کی نیت بدون زبان
سے کچہہ کہنے کے کر لی تو پہلی رکعت باطل نہو گی کذا فی الطحطاوی ولو نوی فی صلوتہ الصوم صح اور اگر اپنی نماز مین روزہ کی نیت کی تو درست ہے
طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ جس فعل مین مشغول ہو اوسکے اندر دوسری چیز مین مصروف نہو

باب صفة الصلوة

یہہ باب ہے نماز کی کیفیت
مین شروع فی المشروط بعد بیان الشرط شروع ہے مشروط کے بیان مین بعد شرط کے بیان کے یعنی اول نماز کی شرط کا بیان ہوا اب خود نماز کا بیان
شروع ہوتا ہے ہی لغۃ مصدر وعرفا کیفیۃ مشتملۃ علی فرض وواجب وسنۃ ومندوب صفت لغت مین مصدر ہے یعنی جسکے معنی
ہین بیان کرنا اُس چیز کا جو موصوف مین ہے اور عرف مین صفت وہ کیفیت ہے جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر ہم یہہ تعریف
عرفی مطلق صفت کی نہین بلکہ خاص صفت نماز کی ہے اور نیز اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ صفت نماز سے مراد صفت اجزاء نماز ہے کہ بعض اجزا
فرض ہین اور بعض واجب اور بعض مسنون اور بعض مستحب ہین فرائضہا التی لا تصح بدونہا التحریمۃ قائما نماز کے اُن فرضون مین سے
جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہے حالت قیام مین ہم تحریمہ سے مراد ذکر خالص ہے مثل اللہ اکبر تحریم کے معنی ہین کسی چیز
کا حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ کے بعد نمازی پر کلام وغیرہ مباح چیزین حرام ہو جاتی ہین اسلئے اسکا نام تحریمہ ہوا اور فرائضہا مین یہہ قید جو شارح
نے لگائی کہ جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی بعض ظاہر کرنیوالی صفت ہے کیونکہ فرضون مین ایسا کوئی نہین جسکے بدون نماز صحیح ہوتی ہو اور
تحریمہ حالت قیام مین چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کہڑے ہونے کے قریب تہا تب تو نماز صحیح ہو گی اور
جہکے ہوے کہیگا تو درست نہو گی اور اسکو پہلی شرطون کے ساتہہ اسلئے ذکر نکیا کہ تحریمہ نماز کے ساتہہ ایسی ملی ہے جیسے دروازہ گہر سے کذا فی
الشامی والطحطاوی وہی شرط فی غیر جنازۃ علی القادر بہ یفتی اور تکبیر تحریمہ شرط ہے جنازہ کے سوا اور نمازون مین اور فرض ہے قدرت والے
پر یعنی گونگے اور امی پر اللہ اکبر کہنا فرض نہین بلکہ جو کہہ سکتا ہے اسپر فرض ہے اسی پر یعنی تحریمہ کی شرط ہونے پر فتوی ہے نہ رکن ہونے پر جو قول ہے امام
محمد کا اور جنازہ کو اسلئے استثنا کیا کہ اوسمین یہہ تکبیر رکن ہے مثل اور تکبیرون کے کذا فی الشامی فیجوز بناء النفل علی النفل وعلی الفرض وان
کرہ جب تحریمہ شرط ہے تو درست ہے ایک نفل کی بنا دوسرے پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ ہے ہم یعنی چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہین تو
اگر ایک دوگانہ نفل کے بعد تشہد کے کہڑا ہو گیا تو دوسرا نفل صحیح ہونگی اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب فوت ہونے رکن کے جائز نہوتی
اور فرض پر بنا نفل اسلئے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہے قوی پر بنا ضعیف کی ہو سکتی ہے اسکا عکس صحیح نہین اور وجہ مکروہ ہونیکی ان دونو صورتونکی
یہہ ہے کہ اول تو سلام مین تاخیر ہوتی ہے دوسری ابتدا دوسری نفل کی تحریمہ سے نہین ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی لا فرض علی فرض
او نفل علی الظاہر نہین جائز ہے بنا فرض کی دوسری فرض پر یا نفل پر بر بنا ظاہر مذہب کے ہم اسمین یہہ بحث ہے کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہے تو
چاہیے یون تہا کہ ہر نماز کی بنا دوسری پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلاً دوسری نماز درست ہے اسیطرح اور شرطون کا حال ہے کہ
انمین خصوصیت خاص نماز کی نہین ہے پہر تحریمہ ایک فرض کی دوسرے کیلئے کافی کیون نہین اسکا جواب یہہ ہے کہ فرضون مین معین اور جدا ہونا مطلوب ہے
اگر عبادت علیحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسری پر ہو تو دونون ملکر ایک عبادت ہو جائینگی یہہ حالانکہ منفرد ہے ولاتصالها بالارکان روعی
لہا الشروط اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتہہ مراعات کی گئی ہین اوسکے لئے شرطین ہم یہہ جواب ہے ایک سوال مقدر
کا اوسکی تقریر یہہ ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہے تو اوسکے لئے شرطون کی رعایت کیون کی گئی ہے شرطین تو ارکان مین ہوتی ہین شارح نے جواب
دیا کہ تکبیر مین طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطون کی رعایت اسلئے ہے کہ تکبیر متصل ہے قیام سے جو رکن ہے نماز کا یعنی جو شرطین رکن مین ملحوظ

شہین وہ بوجہ اتصال تکبیر مین ملحوظ ہوتی ہین یہہ نہین کہ خود تکبیر کے رکن ہونے کی جہت سے ملحوظ ہوتی ہون وقد منعہ الزیلعی زیلعی نے تکبیر
تحریمہ کے لئے شرائط کی مراعات کا انکار کیا ہی یعنی امام شافعی جو اوسکو رکن ہونے کے قائل ہین اور کہتے ہین کہ جو شرطین نماز کی ہین وہی تکبیر کے لئے
ہین اونکی جواب مین زیلعی نے کہا ہی کہ یہہ کہان سے کہ جو شرطین نماز کے لئے ضرور ہین وہی تکبیر کے لئے ہون مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اوٹہا کے
تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہو کر نجاست ڈالدی یا شرمگاہ کہولے تحریمہ کہی اور تحریمہ کے بعد تہوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چہپالی تو نماز درست
ہوگی حالانکہ نماز مین یہہ امور مفسد نماز ہین تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ مین نہین ثم رجع الیہ بقولہ ولئن سلم پہر زیلعی نے مراعات شروط
کیطرف رجوع کیا اپنے اس قول مین کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ مین مان لیجاوی تو ہم یہہ کہین گے کہ یہہ مراعات اسلئے ہین کہ تحریمہ رکن نماز ہی بلکہ
اسوجہ سے ہے کہ ادا ار نماز تحریمہ سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا تو اسمین کلام ہے اسلئے کہ یہہ قول بسبیل فرض
وتنزل ہے نہ بطور یقین وجزم اور رجوع دوسرا کہلاتا ہے نعم فی التلویح نقلا عنہ المنع علی التسلیم اولی ان تلویح مین ہے کہ
مراعات شروط کے نکرنے کو رعایت شرائط کی مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے یعنی یہی اچہا ہے کہ تحریمہ مین مراعات شروط نماز کا انکار کیا جاوے
ورنہ جو صورتین زیلعی نے لکہی ہین وہ بن نہ سکینگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہہ نکلتا تہا
کہ شاید وہی قول معتمد ہوگا اسلئے تلویح کے اس جملہ سے اوس وہم کو دور کردیا لکن نقول الاحتیاط خلافہ مگر ہم یہہ کہتے ہین کہ احتیاط
اسکے خلاف ہی یعنی ہرچند تلویح کے قول سے ترجیح عدم مراعاۃ کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کیصورت یہہ ہے کہ مراعاۃ شروط کو مان لیا جاوے
طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحرالرائق اور نہرالفائق اور منح الغفار سے یہہ ہے کہ عدم مراعاۃ پر اعتماد ہو وعبارۃ البرہان وانما اشترط
لہا ما اشترط للصلوۃ لا باعتبار رکنیتہا بل باعتبار اتصالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی یہہ ہے کہ تحریمہ کے لئے
ہر وہ چیز شرط ہوئی جو نماز کے لئے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونیکے نہین بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ تحریمہ قیام سے متصل ہے جو نماز کا رکن ہے
ومنہا القیام بحیث لو مد یدیہ لاینال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا جسکے بدون نماز نہین ہوتی کہڑا ہونا ہے اسطرح کہ اگر کہڑا ہوا اپنے دونو
ہاتہہ پہیلاوے تو اوسکے دو گہٹنونکو نہ پہنچین یعنے اگر نماز مین خوب سیدہا نہوگا کسیقدر جہکا ہوگا تو فرض ادا ہو جائیگا لیکن جب اتنا جہکیگا کہ ہاتہہ
گہٹنونکو لگ جائین تو فرض ادا نہوگا ومفروضہ وواجبہ ومسنونہ ومندوبہ بقدر القراءۃ فیہ اور مقدار قیام کی فرض اور واجب
اور مسنون اور مستحب ہونے کی منحصر ہے اوسکے اندر قرارت کی مقدار پر یعنی قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورہ فاتحہ اور دوسری
سورت یا تین چہوٹی آیتون کے واجب ہے اور وتر مین اتنا قیام جسمین سورہ اعلی اور کافرون اور اخلاص پڑہی جاوے مسنون ہے اور صبح مین
طوال مفصل کے پڑہنے کی قدر مستحب ہی غرضکہ نماز مین جسقدر قرارت فرض یا واجب وغیرہ ہو اوسیقدر قیام بہی فرض و واجب وغیرہ ہی فلو کبر قائما
فرکع ولم یقف صح لانہ اتی بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ قنیہ پس اگر کہڑے ہوکر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر
اور رکوع کے درمیان مین وقفہ نہین کیا تو قیام صحیح ہوگیا اسلئے کہ جتنا قیام اوسنے رکوع مین پہنچنے تک کیا اوسیقدر کافی ہی کذا فی القنیۃ
ہم یعنی رکوع مین جہکنے کیوقت بہی جبتک گہٹنون تک ہاتہہ نہ پہنچینگے قیام ہی مین داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ یہہ صورت اوس شخص کے
حق مین ممکن ہے جسپر قرارت نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع مین پاوے یا کہ وہ ادنی قرارت پر اقتصار کرے مثلاً ثم نظر کہہ لے وفی
فرض وملحق بہ کنذر وسنۃ فجر فی الاصح قیام فرض ہے فرض نماز مین اور جو فرض سے ملحق ہے چنانچہ نماز نذر اور سنۃ فجر صحیح تر
قول مین یعنی فجر کی سنتین بعضون کے نزدیک واجب ہین تو اونکے وجوب کی رعایت سے جو اونکو مسنون کہتے ہین وہ بہی قیام کو اونمین فرض
کہتے ہین خلاصہ مین ہی کہ فجر کی سنتین بدون عذر کے بیٹہ کر جائز نہین بالاجماع چنانچہ یہی روایت ہے حسن کی امام اعظم سے لقادر علیہ
وعلی السجود قیام فرض ہے اوس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعداً پہر اگر صرف قیام پر قادر ہو سجدہ پر

تو مستحب ہی اشارہ سے پڑھنا بیٹھکر اسلئے کہ قیام ذریعہ ہی سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہین تو ذریعہ کو بھی ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ مین
اشارہ سے کھڑے ہوکر پڑھنا بھی جائز ہے ولکن من تحیل بسجدہ لو سجد اور اسی طرح اشارہ سے بیٹھکر پڑھنا مستحب ہی اُس شخص کو کہ اگر سجدہ
کرے تو اوسکا زخم بہنے لگے کیونکہ یہہ شخص بھی گویا سجدہ کرنے سے عاجز ہی اسلئے کہ سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹتا ہی تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط
ہوا کذا فی الحلبی وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحه اذا قام او یسلس بوله او یبدو ربع عورته او یضعف عن القراءة اصلا او
عن صوم رمضان اور کبھی لازم ہوتا ہی بیٹھکر پڑھنا مثلا کھڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم بہنے لگے یا پیشاب جاری ہو جاوے یا چوتھائی ستر کھلا
کھلجاوے یا قراءت سے بالکل عاجز ہو جاوے یعنی قدر فرض بھی نہ پڑھ سکے یا قیام کی جہت سے رمضان کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتون مین بیٹھکر پڑھے
کیونکہ کھڑے ہونے سے یا طہارت جاتی رہیگی یا ستر یا قراءت یا روزہ اور انکا کوئی بدل نہوگا اور قیام کو ترک کرنے سے بیٹھنا اُسکا خلیفہ ہو جائیگا ولو اضعفه
عن القیام الخروج الی الجماعة صلی فی بیته قائما به یفتی خلافا للاشباه اور اگر جماعت کے لئے نکلنا نمازی کو قیام سے عاجز کر دے
یعنی جماعت مین جانے سے اتنی طاقت نہین رہتی کہ پھر کھڑا ہوکر جماعت کا شریک ہو تو اپنے گھر مین کھڑا ہوکر نماز پڑھے جماعت مین نجاوے
اسیکا فتوی ہی اسلئے کہ قیام فرض ہی اور جماعت سنت موکدہ تو اوسکے لئے فرض کو نہ چھوڑنا چاہیئے بخلاف قول اشباہ کے ہم اشباہ مین مجتبی
سے اسکی تصحیح کی ہے کہ جماعت کے لئے جاوے اور بیٹھکر شریک ہو ومنها القراءة لقادر علیها کما سیجیء اور ایک فرض نماز کا قراءت ہی اُس
شخص کے لئے جو قراءت پر قادر ہو چنانچہ فصل آئندہ مین مذکور ہوگا وهی رکن زائد عند الاکثر اور قراءت رکن زائد ہی اکثر فقہا کے نزدیک ہم
رکن کی دو قسمین ہین ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہی کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہین ہوتا مثل قیام کے اور زائد وہ
کہ بدون موجود ہونے ضرورت کے بھی بعض صور تو نمین ساقط ہو جاتا ہی اور اوسکا کوئی قائم مقام بھی نہین ہوتا جیسے قراءت لسقوطه
بالاقتداء بلا خلف بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سے بدون نائب کے یعنی مقتدی سے قراءت ساقط ہو جاتی ہی اور اوسکا خلیفہ کچھ
نہین ہوتا بخلاف اور ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہین تو دوسری چیز اونکا عوض ہوتی ہے مثلا جس شخص سے رکوع اور سجدہ ساقط ہوتا ہی تو
اشارہ اُن دونون کا قائم مقام ہوتا ہی ہم یہان یہہ اعتراض ہے کہ رکن وہ ہی جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسے ہو سکتا ہی اوسکا جواب یہہ ہے
کہ رکن ہونا اور حالت مین ہی اور زائد ہونا دوسری حالت مین یعنی جب ایسی حالت ہو کہ قراءت کے ہونے سے نماز ہوتی ہو اور نہونے سے نہوتی ہو
تب تو اس کو رکن کہینگے جیسے تنہا نماز پڑھنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قراءت کے نہونے سے نماز ہو جاتی ہو تو اُسوقت اسکو زائد کہینگے کذا فی
الطحطاوی والشامی ومنها الرکوع بحیث لو مد یدیه نال رکبتیه اور ایک فرض نماز کا رکوع ہی یعنی اسطرح جھکنا کہ اگر اپنے دونون
ہاتھ پھیلا دے تو دونو زانو کو پکڑ لے اس سے معلوم ہوا کہ صرف سر کا جھکانا رکوع مین کافی نہین اور یہہ صورت کبڑے ہوکر رکوع کرنے کی ہی اور اگر بیٹھکر
رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آجانی چاہیئے کذا ذکرہ ابو السعود ومنها السجود بجبهته وقدمیه ووضع اصبع واحدة منهما
یعنی شرط اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہی اپنی پیشانی اور دونو قدمون سے اور ایک اونگلی کا ٹکانا دونون پانون سے شرط ہی سجدہ کے درست ہونے
کی یعنی اگر دونو پانو زمین سے بالکل اُٹھے رہینگے تو سجدہ درست نہوگا وتکراره تعبد ثابت بالسنة کعدد الرکعات اور مکرر کرنا سجدہ
کا متعلق عبادت ہی حدیث سے ثابت ہی مثل رکعتون کی شمار کے ہم یعنی سجدہ کے دو بار کرنیکی کوئی وجہ عقلی نہین بلکہ صرف متعلق بعبادت ہی اور
بعضون نے کہا کہ دو بار سجدہ شیطان کی مخالفت کرنیکے لئے ہوا کہ اوسنے ایکبار نہ کیا ہم دو بار کرتے ہین بحر الرائق مین کہا کہ آیت قرانی سے سجدہ کا
تکرار نہین مفہوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سے ثابت ہوا جیسے شمار رکعات کا انہین دونو سے ثابت ہی ومنها القعود الاخیر اور ایک فرض نماز کا
قعدہ اخیرہ ہی والذی یظهر انه شرط لانه شرع للخروج کالتحریمة للشروع اور جو بات ظاہر ہی وہ یہہ ہی کہ قعدہ اخیرہ شرط ہی اسلئے کہ
وہ مشروع ہوا ہی نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہی نماز کے شروع کرنے کو یعنی قعدہ اخیرہ مقصود بالذات نہین بلکہ

تمدیم ہو طحطاوی نے کہا کہ یہہ علت شرط ہونے کے لئے کافی نہین کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہے حالانکہ وہ رکن ہے نہ شرط ہم قعدہ اخیرہ
مین اختلاف ہی بعض کے نزدیک رکن اصلی ہے اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پہر اسمین بھی اختلاف ہی کہ فرض ہی یا واجب
مگر صحیح یہی ہی کہ فرض ہے اور رکن ہی وصحح فی البدائع انہ رکن زائد لحنث من حلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع مین
تصحیح کی ہے اسبات کی کہ قعدہ اخیرہ رکن زائد ہی اسوجہسی کہ اگر کوئی قسم کہائی کہ نماز نہ پڑہونگا تو اوسکی قسم سجدہ سی سر اوٹہانے پر ٹوٹجاتی ہی
اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جبتک وہ نہو چکتا قسم نہ ٹوٹتی وفی السراجیۃ لا یکفر منکرہ اور سراجیہ مین ہی کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر
نہین شامی نے کہا کہ مراد منکر سی اوسکی فرضیت کا منکر ہے اسلئے کہ بعض کے نزدیک قعدہ اخیرہ واجب ہی اور اگر اوسکی اصل مشروع ہونیکا منکر
ہوگا تو کافر ہونا چاہیئے کیونکہ اوسکا ثبوت حق ہے بالاجماع قدر ادنی قراءۃ التشہد الی عبدہ ورسولہ بلا شرط موالاۃ وعدم
فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہے مقدار کم سے کم تشہد پڑہنی کی عبدہ ورسولہ تک بدون شرط پیہم بیٹھنے اور فاصلہ نکرنیکے ہم یعنی قعدہ اخیرہ اتنی
دیر کا صحیح ہوگا جسمین جلد جلد صحت الفاظ کی ساتھ التحیات پوری عبدہ ورسولہ تک پڑہ سکے اور اسقدر بیٹھنے مین پیہم ہونا اور فاصلہ نکرنا شرط نہین
لما فی الولوالجیۃ صلی اربعا وجلس لحظۃ فظنہا ثلثا فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کان الجلستان قدر التشہد صحت والا لا
موالات کی شرط اسلئی نہین کہ ولوالجیہ مین یہہ مسئلہ ہی کہ ایکشخص چار رکعتین پڑہکر ایک لحظہ بیٹھا پہر اونکو تین رکعتین سمجہکر اوٹہا پہر یاد کرکے بیٹھ گیا
پہر بول پڑا تو اگر دو بار کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو نماز اوسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اسصورتمین بیٹھنا پیہم نہین
بیچ مین اوٹہنا بھی موجود ہی ومنہا الخروج بصنعہ کفعلہ المنافی لہا بعد تمامہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز کا باہر ہونا نمازی کا
ہے اپنے کام سی چنانچہ اوسکا کرنا وہ کام جو مخالف ہی نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہے ہم مراد
خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام پہیرنا ہے کہ لفظ السلام کہنا واجب ہی اور اسکی جگہہ دوسرا فعل قصدا مخالف نماز کرنا مثل کہانے اور پینے
اور باتین کرنے کے مکروہ تحریمی ہی بسبب ترک کرنے واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہین ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اسلئے لگائی کہ اگر
ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلا قعدہ سی پیشتر تو وہ بالاتفاق نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا
قالہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف فی المجتبی وعلیہ المحققون اور صحیح یہہ ہی کہ خروج بصنعہ فرض نہین باتفاق امام اور صاحبین کے
کہا ہم اوسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکہا ہی اوسکو مصنف نے اور مجتبی مین ہی کہ اسی پر ہین تحقیق والے ہم اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام
اعظم سے صراحۃ نہین ثابت ہی کہ فرض ہے بلکہ احمد بن حسین بردعی نے ان بارہ مسئلون سی جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہین اور جنمین بعد تمامی
ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی یہہ نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہی
حالانکہ بردعی کی رای غلط ہے کیونکہ ان مسائل مین نماز کا باطل ہونا اسوجہسی نہین کہ خروج بصنعہ نپایا گیا تو ایک فرض چہوٹ گیا بلکہ اسوجہسے
بطلان ہی کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہین جنسی فرض اور کا اور ہوجاتا ہی چنانچہ معلوم ہوگا کذا فی الشامی وبقی من الفروض
تمییز المفروض اور ماتن نے جو فرض مذکور کئے اونمین اتنے فرض اور باقی رہی اول جدا کرنا مفروض کا ہم حلبی نے کہا کہ تمییز مفروض سی یہہ
غرض ہے کہ جتنی نمازین اوسپر فرض ہین اونکو تمییز کرے اون سی جو فرض نہین یہانتک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازون کے فرض ہونے کو نجانتا ہو
مگر اونکے اوقات مین اونکو پڑہ لیا کرتا ہو تو یہہ پڑہنا اوسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمییز مفروض کے یہہ معنی کہے ہین کہ سجدہ ثانیہ کو پہلی سجدہ سے
جدا کرے یعنی سجدہ اول فرض ہی تو دوسرا بہی اوس سی جدا کرنا چاہیئے اسطرح کہ دونون کے بیچ مین سر اوٹہاوے اگر بدون سر اوٹہانے کے سجدہ ثانیہ ادا
کریگا تو نماز نہوگی والترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ما قبلہ دوسرا فرض جو ماتن نے نہین بیان کیا ترتیب
ہی نماز کے ارکان مین یعنی مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اوسکو پیشتر کے ارکان سی حلبی نے کہا کہ اگر شارع

اسکو ایک طرحپر بیان کرتا تو اچہا ہوتا یعنی یون کہتا کہ تقدیم قیام کی رکوع پر اور رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے
خلاف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی واتمام الصلوٰۃ تیرہوان فرض جو باتر ہے بیان سیرہ گیا نماز کا پورا کرنا یعنی اسیطرح ادا
کرنا کہ اسکا کوئی فرض نہ چہوٹے ھم طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول کے بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ماقبل کے ارکان سے موخر
کرنا اسکی حاجت نہین کہ نماز کے اتمام کو جدا فرض کہا جاے کیونکہ اوس سے تمام نماز کا خود لازم آتا ہے والانتقال من رکن الی آخر چوتہا فرض ایک
رکن سے دوسرے رکن کیطرف جانا ہے ومتابعتہ لامامہ فی الفروض پانچوان فرض اپنے امام کی پیروی ہے فرضون کے اندر یعنی ہر رکن مین
امام کے ساتھہ یا اوسکے بعد شریک ہو اوس سے پیشتر ادا نکرے ورنہ نماز نہوگی اور فرضون کی قید اسلئے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازون مین
متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی وصحۃ صلوٰۃ امامہ فی رأیہ چہٹا فرض یہہ ہے کہ اپنے عندیہ مین اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا
ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی ناک زہ یا عورت کو چہو لیا اور اوسکے پیچہے کسی حنفی نے اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اوسکے نزدیک تو
وضو ہی نہین ٹوٹا وعدم تقدمہ علیہ ساتوان فرض مقتدی کا آگے نہ بڑہنا ہے امام پر یعنی ایڑیان امام سے آگے قبلہ کیجانب نہ بڑہین وعدم
مخالفتہ فی الجہۃ آٹہوان فرض جہت مین امام کے مخالف نہونا یعنی اقتدا اور ادا کیوقت یہہ سمجہتا ہو کہ امام کا منہ اور طرف ہے ورنہ نماز نہوگی چنانچہ آگے
گذر چکا وعدم تذکر فائتۃ وعدم محاذاۃ امرأۃ بشرطہما نوان فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے اور دسوان فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا بموجب شرط
ان دونون کے یعنی قضا کے نہ یاد ہونے کی فرضیت مین یہہ شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت مین گنجائش ہو اور عورت کے برابر نہونے مین شرط
ہے جو امامت کے بیان مین مذکور ہوگی وتعدیل الارکان عند الثانی والائمۃ الثلاثۃ گیارہوان فرض ارکان نماز مین تعدیل ہے امام ابو یوسف اور
باقی تین امامون شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک ھم تعدیل لغت مین برابر کرنیکو کہتے ہین اور شرعاً اعضا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور
جلسہ مین یعنی ان ارکان کو اطمینان کے ساتھہ ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قال العینی وھو المختار واقرہ المصنف وبسطناہ فی الخزائن
عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے اور اسکو مصنف نے ثابت رکہا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار مین مفصل لکہا ہے وشرط فی اداء
ھذہ الفرائض اور شرط ہے ان فرائض یعنی ارکان کے ادا کے لئے اختیار یعنی بیداری ھم شرط بصیغہ مجہول ماضی ہے اوسکا نائب فاعل لفظ اختیار
بعد نظم کے مذکور ہے قلت وبہ بلغت نیفا وعشرین وقد نظم الشرنبلالی فی شرحہ للوھبانیۃ للتحریمۃ عشرین شرطا ولغیرہا ثلاثۃ عشر
مین کہتا ہون کہ اس شرط اختیار کے ساتھہ شرطیں کچہہ اوپر بیس یعنی اکیس ہوگئین اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین تحریمہ کے لئے بیس شرطین اور اوسکے
سوا باقی نماز کے لئے تیرہ شرطین نظم کی ہین چنانچہ کہا ہے ع شروط لتحریم حظیت بجمعہا مھذبۃ حسنا ملی الدھر تزھر ترجمہ شرطین ہین تکبیر
تحریمہ کی بہرہ ور ہوا مین اونکو اکٹہا کر دینے سے حالانکہ وہ شرطین آراستہ ہین خوبی سے زمانہ بہر چمکتی ہین ع دخول لوقت واعتقاد دخولہ
وستر وطہر والقیام المحرر وہ شرطین یہہ ہین داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونیکا کیونکہ دخول وقت مین شک
کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا اور ستر عورت اور طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور قیام تقسیم کیا ہوا یعنی قدرت
والے کیلئے اسطرح کہڑا ہونا کہ ہاتہون سے گہٹنے نہ پکڑ سکے ع ونیۃ اتباع الامام ونطقہ وتعیین فرض او وجوب فینذر اور نیت امام
کی متابعت کی مقتدی کے حق مین اور بولنا تکبیر کا اسیطرح کہ اپنے آپ اچہی طرح سنلے اور معین کرنا فرض یا واجب کا نیت مین کہ ظہر ہے یا عصر ادا
ہے یا قضا پہر نمازی ذکر کرے یعنی اگلی شعر مین جو ذکر خالص مذکور ہے اوسکو منہ سے ادا کرے ع بجملۃ ذکر خالص عن مرادہ ولو مستملا بعربی
ان ھو یقدر بولے ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اوسکی حاجت سے جیسے اللہ اکبر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہم اغفرلی کہیگا تو تحریمہ درست نہوگی کیونکہ
یہہ جملہ خالی حاجت سے نہین اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے بہی تحریمہ صحیح نہین چنانچہ ضیایہ مین ہے اور وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر
قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جملہ سے بہی تحریمہ صحیح ہے شامی نے کہا کہ آگے آویگا کہ شروع کرنا نماز کا سوا ہے عربی زبان کے بہی درست ہے بالاتفاق

اگرچہ نمازی عربی پر قادر ہو ہان فارسی مین قرارت صحیح نہین ہے وعن ترکہ ادا او اذ کرہ بالایۃ وعن ملا زات وادا پاثقبر اور خالی ہو لفظ اللّٰہ
اکبر چھوڑنے سے یا دی یعنی الف و دم لفظ اللّٰہ کے اور خالی ہو چھوڑنے سے لفظ اللّٰہ اکبر خالی ہو دونو ہمزون سے یعنی اللّٰہ کے ہمزہ پر مد ہونہ
اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے یہ سے کہ ان باتون سے معنی بگڑ جاتے ہین ہے یا قادم لفظہا کالاعجم مبادی اودعن اسکی نیز روۃ اللّٰہ
اور خالی ہو وہ جملہ بیچ مین آنیوالے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کر بعد کہا یا کسی کو کہا پر تحریمہ کی تو درست نہو گی اور خالی
ہو کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کر کے کچھہ کلام دنیا وی کیا پھر اللّٰہ اکبر کہا تو درست نہوگا اور خالی ہو اللّٰہ اکبر کے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہو
کہ اول اللّٰہ اکبر کہے پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہوگی اور مثل تیرا ہو مخاطب ہے ورکہا ہو تجہہ جملہ ناظم نے اپنے لئے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ
مین دیکھہ تو ناظم کا عذر قبول کرے کہ نظم مین تنگی الفاظ کی مجبوری ہو جاتی ہے پس ان
باتون کو درست کرے وباندھنی والا قبلہ کیطرف یعنی شرطا خیر قبلہ رخ ہونا ہے ناکہ توبہ کے حق مین تاکہ قبول کا اور شکر گذار ہو
اللّٰہ تعالے کا کہ اوسنے ایسی نعمت دی یا شکر گذار ہو ناظم کا کہ شروط متفرقہ کو ایک جا کر دیا الا شی من لیس نکا غیرہا جو نظم یا
یرجی الہ اذ فی تو مجموعہ ان شرطون کا بیس ہوا بلکہ انکے سوا زیادہ بھی کی گئی ہین مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض
اور نظم کرنیوالا ان شرطون کا توقع رکھتا ہے اللّٰہ تعالے سے جو کرنیوالے سے کہ وہی اوسکی مغفرت فرمائیگا وازکی صلوۃ مع سلام
ذخیرہ اللّٰہ الذین یحشر اور درود وسلام کے ساتھہ مخصوص ہو سرور کائنات حضرت محمد صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے لئے جو ذریعہ ہین اللّٰہ
کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہین ہے والحقتہا من بعد ذاک لغیرہا ثلثۃ عشر کلہا این النظم اور اضافہ کیا مین نے بعد بیان ان شرطون
کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لئے تیرہ شرطونکو جو نماز پورہ کے لئے ظاہر ہوتی ہین ہے قیامک للمفروض مقدار آیۃ ومقرء فی اثنین منہا تحتم
اور دو شرطین یہہ ہین کہڑا ہونا تیرا بقدر ایک آیت کے فرض نماز مین اور جو فرض سے ملحق ہے یعنی واجب اور سنت فجر مین اور فرض کی دو رکعتون تیری قرأت
لیکن تجکو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے اول کی دو مین پڑھ چاہے پچھلی دو مین ہے وفی رکعات النفل والوتر فرضہا ومن کان مؤتما فعن ذلک
یحظر اور نفل اور وتر کی سب رکعتون مین قرارت فرض ہے اور جو مقتدی ہو وہ اس قرارت سے منع کیا جاتا ہے یعنی اوسکے حق مین قرارت مکروہ تحریمی ہے
کیونکہ امام کی قرارت اوسکی قرارت ہے بموجب حدیث کے ہم نفل کی سب رکعتون میں قرات اسلئے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اوسکا نماز علیحدہ ہے اور وتر بھی
مشابہ سنتون کے ہے اس اعتبار سے کہ اوسکے لئے اذان وتکبیر نہین ہوتی کذا فی الشامی ہے وشرط سجود فالقرار لجبہۃ وقرب قعود حد
فصل یحظر اور سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹہر جانا ہے یعنی ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اوسکا سر نیچے نہو جاوے جیسا رکہا تہا اوسی حالت پر رہے
اس سے معلوم ہوا کہ اگر چاول یا مسور وغیرہ کے ڈہیر پر سجدہ کریگا تو جائز نہوگا ہان اگر غلہ گون مین بہرا ہوگا تو درست ہوگا کیونکہ اسصورت مین قرار
ممکن ہے اسیطرح روئی اور گدیلے پر درست نہوگا لیکن اگر سر رکہنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہو جانا حد فاصل
دونون سجدونکی منقسم ہوئی ہے یعنی ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لئے اتنا اوٹہے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض
فقہانے جو اونے سر اوٹہانیکو حد ٹہرایا ہے وہ قول منقح نہین ہے ہے دبعد قیام فالرکوع فسجدۃ وثانیۃ قدعنہا تؤخر اور بعد قیام کے
فرض رکوع ہے پہر سجدہ اور ساتوان فرض ترتیب ہے جو ناظم کے قول بعد اور حرف ف سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے موخر کرنا
صحیح ہے یعنی دونون سجدونمین ترتیب فرض نہین بلکہ واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے علے طہر کفا وعلی فضل ثوبہ
اذا الطہر الارض الجواز المعتبر جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی ہتہیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہے
ہم خلاصہ اس شعر کا آٹھوین فرض کا بیان کرنا ہے یعنی آٹھوان فرض سجدہ کی جگہہ کا پاک ہونا ہے گو سجدہ ہتہیلی یا زائد کپڑے پر ہو ہے سجودک
فی عال فلیس مشار الیہا سجودک فیما عندکہ حالت یغفر سجدہ کرنا تیرا اونچی جگہہ مین اور اوس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ مین تیرا شریک ہو

وقت لغیرہ اور بیٹر کے معاف ہو ہم یہہ بیان ہوئین فرض کا یعنی سجدہ ۵ بالشت بہتر ین سے اونچی جگہہ پر نہو اور اگر بیشتر کی جہت سے یا اور کسی عذر سے ہو
تو معاف ہوا سیطرح اگر کثرت آدمیون کی جہت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بھی وہی نماز پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہی تو سجدہ کبھی جائز
ہے کذا فی الشامی ہے اداء ث افعال الصلوٰۃ بیقظۃ وتمیز مفروض علیک مقرر ادا کرنا تیرا نماز کے افعال کو بیداری میں اور تمیز مفروض
کی تمیز پر تقدیم ہے وختم افعال الصلوٰۃ قعود ہ وفی صنعہ عنہا الخروج بصنعہ اور ختم کرنا ہے نماز کے افعال کو قعدہ کرنا تمامی کا اور نکالنا
آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے شرع ہے شامی نے کہا کہ فی سمتے تب ہی اور عنہا متعلق بخروج ہے اور ضمیر صلوٰۃ کیطرف ہے الاختیار ای الاستیقاظ
ادا مو فرائض کے لئے اختیار شرط ہے یعنی ہوشمین ہونا اور جاگنا ہم ایک نسخہ مین و شرط فی ادائہا الاختیار ہے چونکہ ماتن کے قول مین و شرط کو
فی ادائہا گذر چکا ہے تو شارح کا مکرر لانا فضول ہے لیکن البتہ بسبب دور پڑجانے قول ماتن کے اعادہ اسکا خالی فائدہ سے نہیں ہے فلو رکع
او سجد ذاہلا کل الذہول اجزأہ تو اگر رکوع کیا یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت مین تو اوسکو کافی ہوگا یعنی غفلت اور بہول مخالف اختیار کے نہین
بلکہ سونا اوسکو مخالف ہے چنانچہ ماتن کہتا ہے فان اتی بہا او باحدہا بان قام او قرأ او رکع او سجد او قعد الاخیر نائما لا یعتد بما اتی
بل یعیدہ ولو القراءۃ او القعدۃ علی الاصح پس اگر ادا کیا سب فرائض کو یا انمین سے ایک کو سونے کی حالت مین بطرح کہ سونے مین قیام کیا یا قراءت
کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ وغیرہ کیا تو جو رکن سوتے مین ادا کیا وہ معتبر نہوگا بلکہ اوسکو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قراءت یا قعدہ ہو صحیح قول کے بموجب ہم قول غیر
اصح قراءت اور قعدہ کے باب مین فقیہ ابو اللیث کا قول ہے کہ اونکے نزدیک یہہ دونو رکن سونے کی حالت مین بھی معتبر ہوتے ہین کذا فی الشامی وان
لم یعدہ تفسد لصدورہا لا عن اختیار فکان وجودہا کعدمہا والناس عنہ غافلون اور اگر جس رکن کو سوتے ہوئے ادا کیا اوسکو نہ دہرایگا
تو نماز فاسد ہو جاویگی بسبب صادر ہونے اوس رکن کے نہ اختیار سے تو اوسکا وجود اور عدم برابر ہوگیا اور لوگ اس سے غافل ہین یعنی ایسے ارکان کو دوبارہ
نہین پڑھتے جنکو سونے کی حالت مین ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعۃ تامۃ تفسد صلاتہ لانہ زاد رکعۃ وہی لا تقبل الرفض پہر اگر سونیوالے نے
ایک رکعت پوری ادا کی تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلئے کہ اوسنے ایک رکعت زیادہ کردی حالانکہ وہ رکعت ترک کو قبول نہین کرتی یعنی سونے مین جو رکعت ادا
کی وہ غیر معتبر ہوئی اور اوسکے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز مین ایک رکعت بڑھ گئی اور ایسا ہو نہین سکتا کہ قدر غیر معتبر کو ترک کرکے باقی کو صحیح کہا
جائے جیسے چار رکعتون کی جگہہ کوئی پانچ پڑھے وہی تو نماز درست نہین ہو سکتی اسیطرح یہہ نماز بھی درست نہین ولو رکع او سجد فنام فیہ اجزأہ لحصول
الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ مین سو گیا تو اوسکو کافی ہوگا اسلئے کہ پائی گئی سر اوٹھانے اور
رکہنے کے اختیار کے ساتھہ یعنی رکوع کے لئے جہکنا اور سر اٹھانا اور سجدہ کے لئے زمین پر سر رکہنا اور اٹھانا افعال اختیاری ہین انکے بیچ مین سو جانا مضر نہین ولہا
واجبات لا تفسد بترکہا اور نماز کے کچھہ واجب ہین جنکے ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہین ہوتی ہم شارح نے لا تفسد سے قہستانی کے قول کو رد کیا کہ اوسنے
کہا ہے کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے مگر باطل نہین ہوتی وجہ رد یہہ ہے کہ آئمہ فقہا عبادات مین فاسد اور باطل کو ایک ہی معنی مین بولتے ہین تو یہہ کہنا
کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہے باطل نہین ہوتی البتہ معاملات مین فاسد اور باطل جدا جدا معنی مین مستعمل ہین فاسد اوسکو کہتی ہین جس سے کوئی وصف مرغوب جاتا رہے
اور باطل وہ جسمین سے کوئی رکن مفقود ہو جاوے وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ اور جس نماز مین واجب ترک ہوا ہو وہ دوبارہ پڑھی جاتی
بطور وجوب کے قصد مین اور بہول مین بشرطیکہ بہول کا سجدہ نکیا ہو یعنی اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سہو نہین کیا تو دونو صورتون مین اوس نماز کا
دوبارہ پڑھنا واجب ہے وان لم یعدہا یکون فاسقا آثما اور اگر اس نماز کو نہ دہراویگا تو فاسق اور گنہگار ہوگا اسلئے کہ ترک واجب مکروہ تحریمی ہے
اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گنہگار ہوتا ہے وکذا کل صلوٰۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتہا اور اسیطرح جو نماز کہ کراہت تحریمی کے
ساتھہ ادا کی مثلا بول یا براز کو بدقت روک کر یا جس کپڑے مین تصویر ہو اوسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دہرانا واجب ہے والمختار انہ جابر للاول
لان الفرض لا یتکرر اور مختار یہہ ہے کہ دوبارہ پڑھنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنیوالا ہے اسلئے کہ فرض مکرر نہین ہوتا ہم قول مختار کا مقابل ہو

ابی الیسر کا ہی کہ دوبارہ کی نماز کو فرض کہتا ہی نہ اول کو شارح کہتا ہی کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہی جیسی سجدہ سہو سی نقصان دور ہوتا ہی تو
وہ نماز فرض نہین ہے کیونکہ اگر اُسکو فرض قرار دین تو اول نماز بھی فرض ہی تھی اسلئے کہ اوسکے سب ارکان و فرائض ادا ہوئی تو کیا وجہ کہ فرض نہو علاوہ
اسکے فرض وقت اوسکے سبب دوسری ساقط ہو جاتا ہی اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز اول فرض ہے تو ایکوقت مین دو فرض جمع ہو جائنگے حالانکہ ایک ہی فرض دو بار
ایکوقت مین نہین ہو سکتا کذا فی الشامی بتصرف اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام ترک واجب کی جہت سے نماز کو دہرادے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار مین جماعت
کا شریک ہوگا تو اوسکی نماز نہو گی کیونکہ جب امام کی نماز فرض نہین تو مقتدی فرض والیکا اوسکے پیچھے درست نہوگا وھی علی ما ذکرہ اربعۃ عشر اور نماز کے
واجبات بموجب اُس بیان کے جو مصنف نے بیان کئے ہین چودہ ہین یعنی واقع کے اعتبار سے یہ شمار نہین بلکہ اس سے بہت زائد ہین قراءۃ فاتحۃ الکتاب
فیسجد للسھو بترکھا او اکثرھا لا اقلھا اول واجب الحمد کا پڑھنا ہی تو نمازی اوسکے اکثر کے چھوڑنے سے سجدہ سہو کرے نہ اوسکے کمتر کے چھوڑنے سے ہم
قہستانی مین ہی کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد واجب ہی اسلئے باقی کی بھولنے سے سجدہ سہو واجب نہین
شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہی کذا فی الطحطاوی لکن فی المجتبی یسجد بترک آیۃ منھا وھو اولی لیکن مجتبی مین ہی کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی
ایک آیت چھوڑنے سے اور یہہ بہتر ہی طحطاوی نے کہا کہ وجہ اولیت کی شاید الحمد کی مواظبت ہی اور مواظبت مفید وجوب کی ہی قلت وعلیہ فکل آیۃ واجبۃ ککل
تکبیرۃ عید وتعدیل رکن واتیان کل میں کہتا ہوں اور مجتبی کے قول پر تو ہر آیت واجب ہی مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چھہ تکبیروں سے اور مثل
اطمینان سے ادا کرنے رکن کے اور مثل بجالانے ہر واجب کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہے تعدیل قومہ اور جلسہ کی کذا فی الحلبی اور
اتیان کل کے یا یہہ معنی ہین کہ واجبات مین سے ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہی یا یہہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہہ پر ادا کرنا واجب ہے وتراد تکرر
کل کما یاتی فلیحفظ اور مثل ترک کرنے ہر واجب کے مکرر کرنیکے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے طحطاوی نے کہا کہ مکرر نکرنا واجب کا
واجب ہی مگر الحمد اس سے مستثنے ہی یعنی اگر سورہ کے بعد پھر الحمد کو مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا وضم اقصر سورۃ کالکوثر او ما قام مقامھا
وھو ثلاث ایات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الایۃ او الایتان تعدل ثلاثا قصارا ذکرہ الحلبی
اور واجب ہی ملانا الحمد کے ساتھہ بہت چھوٹی سورۃ کا مثل سورہ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورہ کے اور اوسکا قائم مقام تین چھوٹی
آیتین ہین جیسے یہہ تین آیتین سورہ مدثر کی ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر اور اسیطرح قائم مقام چھوٹی سورہ کے ہی اگر ایک آیت یا دو آیتین
تین چھوٹی آیتونکی برابر ہوں ذکر کیا ہے اوسکو حلبی نے ہم چھوٹی تین آیتون سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی فی الاولیین من الفرض
وھل یکرہ فی الاخریین المختار لا ملانا سورہ کا واجب ہی فرض کی دو پہلی رکعتون مین اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتون مین مکروہ ہے مذہب
مختار یہہ ہی کہ مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین بلکہ خلاف سنت ہونیکی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے وفی جمیع رکعات النفل لان کل شفع منہ
صلوۃ اور ملانا سورہ کا واجب نفل کی سب رکعتون مین اسلئے کہ ہر ایک دوگانہ اوسکا نماز جداگانہ ہی ہم تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس
تحریمہ سے صرف دو رکعت اوسپر واجب ہونگی اور جب تیسری کو اوٹھیگا تو گویا نئی تحریمہ ہوگی اور اگر ان دوگانون مین کسی مین فساد ہوگا تو صرف
وہی فاسد ہوگا نہ دوسرا وکل الوتر احتیاطا اور ملانا سورہ کا واجب ہی وتر کی ہر رکعت مین بلحاظ احتیاط ہم یعنی جب وتر مین آثار سنت
ہونیکے ظاہر ہوئی کہ نہ اوسکے لئے اذان دیجاتی ہے نہ تکبیر کہی جاتی ہے تو احتیاط اسکی مقتضی ہی کہ قرارت کے باب مین اوسپر سنت کا حکم جاری کیا
جاوے کذا فی الشامی وتعیین القراءۃ فی الاولیین من الفرض علی المذھب اور واجب ہی معین کرنا قرارت کا فرض کے پہلے دو رکعتون
مین مذہب مشہور کے بموجب ہم فرض سے مراد بیان وہ ہی جو تین رکعتون یا چار کا ہو اور تعیین اور چیز ہی اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہہ قول
شارح کا مکرر نہین اب معلوم کرنا چاہیئے کہ محل قرارت کے باب مین تین قول ہین اول یہہ کہ قرارت کی جگہہ خاص پہلی دو رکعتین ہین بدائع مین اسی
کی تصحیح کی ہی دوسرا قول یہہ ہی کہ محل قرارت فرض کی دو رکعتین ہین بلا تعیین تو اسصورت مین تعیین پہلی دو رکعتون مین واجب ہی اور مذہب مشہور یہی

له ... ارقمی ... [illegible]

تیسرا قول یہہ ہی کہ پہلی دو رکعتونکو قرات کے معین کرنا افضل ہے نہ واجب اور یہہ قول ضعیف ہی و تقدیم الفاتحة علی کل السورة وکذا ... واجب ہے
مقدم کرنا الحمد کا تمام سورہ پر یعنی اگر دوسری سورہ کا حرف بھی الحمد سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حرف سے
مراد اتنی دیر پڑہنا ہے جسمین ایک رکن ادا ہو تو اگر ادا ہو رکن سے کم دیر لگیگی تو سجدہ سہو لازم نہ آویگا وکذا ترک تکریرها قبل سورة
الاولیین اور اسیطرح واجب ہی کہ مکرر نہ پڑہنا الحمد کا پہلی دو رکعتونمین سورہ سے پیشتر تو اگر سورہ سے پیشتر الحمد مکرر پڑہیگا تو سجدہ سہو واجب
ہوگا بسبب تاخیر سورہ ملانیکے اور پہلی رکعتون کی اسلئے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتون مین سورہ سے پیشتر مکرر پڑہیگا تو سجدہ سہو نکرنا پڑیگا کذا
فی الطحطاوی ورعایة الترتیب بین القراءة والرکوع وفیما یتکرر اما فیما لا یتکرر ففرض کما مر وفی کل رکعة کالسجدة او فی کل
الصلوة کعدد رکعاتها اور واجب ہے لحاظ رکہنا ترتیب کا درمیان قرات اور رکوع کے اور درمیان ان افعال کے جو ہر ہر رکعت مین مکرر ہوتے
ہین جیسی سجدہ ہی اور جو افعال ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتے تو انمین ترتیب فرض ہے چنانچہ اونکی ترتیب کا بیان گذر چکا یا ترتیب واجب ہر ان
افعال مین جو کل نماز مین مکرر ہوتے ہین مثل عدد نماز کی رکعتون کے ہم ترتیب رکعات کی صورت مسبوق مین ظاہر ہوتی ہے مثلا چار رکعتون مین اگر
اوسکو ایک رکعت آخر کی ملی تو اب وہ کہڑا ہوکر اول قرات والے دوگانہ کو ادا کریگا پہر بلا قراءت والی کو طحطاوی نے کہا کہ سجدہ کی مثال استدراکا
ہے یعنی بجز اسکے اور کوئی فعل ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتا حتی لو نسی سجدة من الاولی قضاها ولو بعد السلام قبل الکلام لکنه یتشهد
ثم یسجد للسهو ثم یتشهد یہانتک کہ اگر ایک سجدہ پہلی رکعت کا بہول گیا تو اوسکو قضا کرے اگرچہ بعد سلام پہیرنے کے قضا ہو لیکن کلام سے پیشتر
قضا کرے یعنی اسوقت تک کوئی مفسد نماز کا نہ کیا ہو لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑہے پہر سجدہ سہو کرے پہر التحیات اور درود اور دعا
پڑہکر سلام پہیرے لانه یبطل بالعود الی الصلبیة والتلاویة التشهد کیونکہ پڑہکر التحیات مع قعدہ باطل ہو جاتی ہی سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت
کیطرف عود کرنے سی ہم سجدہ صلبی خود نماز کے سجدہ کو کہتے ہین جو اوسکا جز ہی اور وجہ باطل ہونے قعدہ کی یہہ ہی کہ قعدہ اخیرہ اور ارکان نماز کی
ترتیب شرط ہے یعنی جب کل ارکان ہو چکین اوسوقت قعدہ اخیرہ ہونا چاہیئے تو جب سجدہ صلبی چہوٹ گیا اور قعدہ کے بعد اوسکو ادا کیا تو قعدہ مذکور
اخیرہ نہوا تو وہ اور اوسکا تشہد باطل ٹہہرے اسلئے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ کے باطل ہونیکی یہہ وجہ ہی کہ جب سجدہ تلاوت نماز
کے اندر واقع ہوا تو اوسکو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی اما السهویة فترفع التشهد لا القعدة حتی لو سلم بمجرد رفعه منها
لم تفسد بخلاف تلک السجدتین کہ لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہی نہ قعدہ کو یہانتک کہ اگر بمجرد سر اوٹہانیکے سجدہ سہو سے سلام پہیریگا
تو نماز فاسد نہوگی بخلاف ان دو سجدون کے کہ اونکے بعد سلام پہیرنے سی نماز فاسد ہو جائیگی بسبب نپائی جانے قعدہ اخیرہ کے جو فرض ہے
طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ شارح تلک کی جگہہ تینک کہتا بصیغہ تثنیہ وتعدیل الارکان ای تسکین الجوارح قدر تسبیحة فی الرکوع
والسجود وکذا فی الرفع منهما علی ما اختاره الکمال اور واجب ہی تعدیل ارکان کی یعنی ساکن کرنا اعضا کا بمقدار سبحان الله کہنی کے
رکوع مین اور سجدہ مین اور اسیطرح واجب ہی تعدیل سر اوٹہانے مین رکوع اور سجدہ سی یعنی قومہ اور جلسہ مین بنا بر قول اوسکے کہ پسند کیا ہی اوسکو
کمال الدین محقق نے ہم بحرالرائق مین کہا کہ علت تعدیل کی مواظبت ہی آنحضرت صلے الله علیہ وسلم کی اوسپر تو وہ چارون چیزون یعنی رکوع اور سجدہ
اور قومہ اور جلسہ مین یکسان ہی کذا فی الشامی لکن المشهور ان مکمل الفرض واجب ومکمل الواجب سنة لیکن مشہور یہہ قاعدہ ہی کہ
فرض کی تکمیل کرنیوالی چیز واجب ہی اور واجب کی تکمیل کرنیوالی سنت ہی یعنی چونکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہی تو رکوع اور سجدہ جو فرض ہین انمین تعدیل
واجب ہونی چاہیئے اور قومہ اور جلسہ جو واجب ہین اونمین تعدیل مسنون ہونی چاہیئے ہم یہہ شارح کا اعتراض ہے کمال الدین حلبی نے اسکا
یہہ جواب دیا ہی کہ جب دلیل کی اقتضا کے موافق تعدیل واجب ہوئی تو قاعدہ کی مخالفت کچہہ مضر نہین کذا فی الشامی وعند الثانی الاربع فرض
اور امام ابو یوسف کے نزدیک چارون فرض ہین یعنی فرض عملی ہین کہ اونکو نہ کرنے سے نماز درست نہین رہتی والقعود الاول ولو فی نفل فی الاصح

هو رواجب ہی اول قعدہ گو نفل مین ہو صحیح تر قول مین هم امام محمد نفل مین ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہین اسواسطے کہ ہر دوگانہ نماز علحدہ ہے تو اوسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہہ هی کہ نفلو نمین بھی قعدہ اول واجب ہے کیونکہ جب بعد قعدہ کے تیسری رکعت کو اوٹھا تو معلوم ہوگیا کہ وہ قعدہ اخیرہ نہین اسلئے فرض نرہا کذا فی الشامی وکذا ترک الزیادة فیه علی التشهد اور اسیطرح واجب ہے قعدہ اول مین التحیات سے زیادہ نہ پڑھنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول مین التحیات تمام کرکے بمقدار اللهم صل علی محمد کی کوئی چیز پڑھیگا تو واجب فوت ہو جائیگا وارادبالاول غیر الاخیر اور مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا جو اخیر نہو هم یہہ شارح نے اسلئے کہا کہ اگر اٹھہ یا دس یا زائد نفل رکعتون کو ایک تحریمہ سے پڑھیگا تو سوا ہو قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدون کا یہی حکم ہے یعنی واجب ہونگے لکن یرد علیه لو استخلف مسافر سبقه الحدث مقیما فان القعود الاول فرض علیه وقد یجاب بانه عارض لیکن اول سے غیر اخیر مراد لینے پر یہہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسافر امام بوضو ہو کر مقیم کو اپنا خلیفہ کر دے تو اسصورت مین اوس مقیم پر پہلا قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہے اور اسکا جواب یہہ هی کہ یہہ فرضیت عارضی ہے اسیطرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری رکعت مین ملا تو بوجہ متابعت امام کے اوسپر وہ قعدہ فرض ہوگا جو اوسکے حق مین اخیر نہین والتشهدان ویسجد للسهو بترک بعضه ککله وکذا فی کل قعدة فی الاصح اور واجب ہین دونون تشهد یعنی دونون قعدون مین التحیات کا پڑھنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشهد چھوڑنے سے یعنی اگرچہ نصف سے کم چھوڑا ہو کذا فی الطحطاوی مثل کل تشهد کے چھوڑنے کے اور اسیطرح واجب ہی تشهد ہر قعدہ مین صحیح تر قول مین هم اور قول ضعیف یہہ هی کہ سوا اخیر قعدہ کے اور دونین تشهد سنت ہی اسی قول سے شارح نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشهد کو بصیغہ تثنیہ نہ کہتا تو اچھا تہا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشهد کو شامل ہوتا چنانچہ بحر الرائق مین اسکی طرف اشارہ کیا هی کذا فی الحلبی اذ قد یتکرر عشرا کمن ادرک الامام فی تشهد المغرب وعلیه سهو فتشهد معه وسجد معه ثم تذکر سجود تلاوة فسجد معه وتشهد ثم سجد للسهو وتشهد معه ثم قضی الرکعتین بتشهدین وقد لا كذلك وجوب تشهد کی ہر قعدہ مین اسلئے لگا دی کہ بعض دفعات تشهد دس بار تک ہو جاتا ہی مثلا ایک شخص نے مغرب کی دو تشهدونمین امام کا اقتدا کیا یعنی پہلے قعدہ مین اوسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سہو تہا تو اوسنے امام کے ساتھہ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشهد پڑہا پہر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی نے بھی اوسکے ساتھہ سجدہ کرکے تشهد چہارم پڑہا اب چونکہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدہ اور تشهد باطل ہوگئی تو امام نے پہر سجدہ سہو کو ادا کیا اور مقتدی نے اوسکے ساتھہ تشهد پنجم پڑہا پہر مقتدی نے اپنی باقی دو رکعتون کو دو تشهدون سے پڑہا تو سات تشهد ہوئے اب جو امر امام کو پیش ہوا تہا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنی ان دو رکعتون مین اسکو سہو ہوا تو سجدہ سہو کرکے آٹھوان تشهد پڑہا پہر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اوسکے ذمہ ہوگیا تہا تو اوسکو ادا کرکے نوان تشهد پڑہا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے قعدہ اور تشهد بیکار ہوگئی اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہیے اسلئے سجدہ سہو کرکے دسوان تشهد پڑہا تو یہہ سب تشهد واجب ہین خصوصیت دو تشهد کی نہین قلت ومثل التلاوة تذکر الصلبية فلو فرضنا تذکرها ایضا لهما یزید اربع اخر لما مر مین کہتا ہون اور سجدہ تلاوت کی مثل ہے یاد ہونا سجدہ صلبی کا تو اگر ہم فرض کرین اوسکا بھی یاد پڑنا امام و مقتدی دونوکو تو چار تشهد اور بڑہجاوینگے اوسوجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پہر سجدہ سہو کرنا پڑیگا هم صورت اوسکی یہہ هی کہ امام نے صورت مذکورہ بالا مین پانچوین تشهد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اوسکو ادا کرکے چھٹا تشهد پڑہا پہر سجدہ سہو کرکے ساتوان تشهد پڑہا تو امام کے سات تشهد ہوئی اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز مین بھی اسیطرح سات تشهد پڑہنی پڑی اور سات امام کے ساتھہ پڑہ چکا هی تو اوسکے چودہ تشهد ہوئی اسلئے شارح نے کہا کہ چار اور بڑہجاوینگے یعنی پہلے دس تھی اور اسصورت مین چودہ ہونگی ولو فرضنا انه تذکر التلاوية والصلبية لهما ایضا یزید ست ایضا اور اگر فرض کرین بعد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام مقتدی کے لئے تو چہہ تشهد اور بھی بڑہجائینگی هم صورت اوسکی یہہ هی کہ صورت مفروضہ بالا مین امام کو ساتوین تشهد کے بعد ایک سجدہ

صلبی اوسیا د پڑا تو اوسنے اوسکو ادا کر کے آٹھواں تشہد پڑہا پہر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدہ تلاوۃ دوسرا یاد کیا تو اوسکو بھی ادا کیا اور نوان تشہد پڑہا اب اوسکے بعد سجدہ سہو کیا اور دسوان تشہد پڑہا تو اسصورت مین جیسے دس تشہد امام کے ہوئے اسیطرح مقتدی کے ہونگے تو مقتدی کے ۲۰ تشہد ہو جاوینگے حلبی نے کہا کہ اگر اسصورت مین امام دوسرے سجدہ صلبی کے بعد تشہد پڑہکر سجدہ سہو بھی کرے اور تشہد نوان پڑہکر پہر دوسرا سجدہ تلاوت کرے اور دسوان تشہد پڑہے پہر سجدہ سہو کرے اور گیارہوان تشہد پڑہے تو کل تشہد مقتدی کے بائیس ہو جاوینگے یعنی پہلے کی نسبت کے آٹھ تشہد زیادہ ہونگے۔ شامی نے کہا کہ درمختار کے اکثر نسخوں مین بیٹ کی جگہہ ستون ہے یعنی ساٹھ تشہد زیادہ ہو جاوینگے ساٹھ کے ہونے کیصورت یہہ ہے کہ امام نے ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی یاد کیا اوسکو ادا کر کے ایک تشہد پڑہا پہر سجدہ سہو کر کے دوسرا تشہد پڑہا پہر اوسی طرح دو صلبی یاد کر کے اسیطرح دو تشہد پڑہے تو چار تشہد ہوئے اب سجدہ تلاوت تمام قرآن کے ایک ایک یاد کرتا گیا اور ہر ایک مین معہ سجدہ سہو دو دو تشہد پڑہتا گیا تو چونکہ ایک سجدہ تلاوت اول ادا کر چکا تھا باقی رہے تیرہ تو تیرہ سجدون مین اس حساب سے ۲۶ تشہد ہونگے اور چار پہلے ہو چلے تھے تو امام کے کل تشہد ۳۰ ہوئے اور اسیطرح مقتدی کے ۳۰ ہونگے تو مقتدی کے کل ساٹھ تشہد ہو جاوینگے اور جب ان ساٹھ پر چودہ وہ بڑہاؤ جو پیشتر ہو چکے تھے شارح کے پہلے قول مین تو کل ۷۴ ہونگے اور ان پر چار وہ بڑہاؤ جنکو شارح اگلے قول مین ذکر کر چکے ہے تو کل تشہد ۷۸ ہونگے اور انہین ۷۸ کا حوالہ شارح نے واجبات کی تمامی پر کیا ہے جہان کہ کہا ہے کہ ۷۸ کو ضرب دو ۷۸ مین جیسا اوسکا بیان گذر چکا تو معلوم ہوا کہ جن نسخون مین ستون ہے وہی صحیح ہے **ولو فرضنا ادراكه للامام ساجدًا ولم يسجدهما معه فمقتضى القواعد انه يقضيهما فيزاد اربع تشهدات** اور اگر ہم فرض کرین اقتدا کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کیحالت مین اور مقتدی نے ان دونو سجدون کو امام کے ساتھ نہ ادا کیا تو مقتضا قواعد یہہ ہے کہ مقتدی اونکو ادا کرے تو اسصورت مین چار تشہد اور ہو جاوینگے سو اسکو سمجھ لے ط طحطاوی نے کہا صورت اوسکی یہہ ہے کہ امام نے کی دوسری رکعت کے اول سجدہ مین تہا کہ مقتدی نے اقتدا کیا مگر دونون سجدہ مین شریک نہوا بلکہ بیٹہکر تشہد مین شریک ہوا اور مراد شارح کی قواعد سے مذہب ایک قاعدہ ہے وہ یہہ ہے کہ جس شخص کو بعد اقتدا کے نماز مین کسی کچہہ فوت ہو جاوے تو وہ فوت ہوئے ارکان کا اعادہ کرے جیسے لاحق کرہ وہ بھی جتنی نماز رہجاتی ہے اوسکو دہراتا ہے لیکن شامی نے کہا کہ یہہ صورت اسطرح سے کہ طحطاوی نے فرض کی نہین بنی اسلئے کہ مقتدی پر ہر چند متابعت امام کی دونو سجدون مین واجب تہی مگر اب جو اوسنے وہ سجدے نکئے اور بعد فراغت امام کے دوسری رکعت کو مع اوسکے دونو سجدون کے پڑہلیا تو اوسکی نماز مین کسیطرحکا نقصان نہین رہا چنانچہ تجنیس مین تصریح موجود ہے کہ اگر امام کو سجدہ مین پایا اور اقتدا کر کے سجدہ مین شریک نہوا بلکہ باقی نماز مین شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑہ لی تو نماز درست ہے پہر ان دونون سجدون کو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یہہ ذکر نہین کیا کہ ایسی صورتمین مقتدی اوس رکعت مین تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہا کے یہہ کیسے کہا جاوے کہ ان دونون سجدون کا ادا کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہے ہان اگر امام کا اقتدا سجدہ سہو مین کیا اور امام کا شریک انہین ہوا تو اپنی نماز پڑہنے کے بعد اونکو استحسان کی رو سے ادا کرے انتہی **تبصرت ولم ار من نبه على ذلك والله اعلم** اور مین نے کسیکو نہ دیکھا کہ اس تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم ہم اگر کثرت تشہد کے لئے شارح اتنا بکھیڑا نکرتا اور صرف اسقدر کہدیتا کہ تشہد زیادہ بھی ہو سکتے ہین چنانچہ کوئی ہزار رکعت نفل ادا کرے ایک سلام سے تو اوسمین پانسو تشہد ہو سکتے ہین تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا **ولفظ السلام مرتين فالثاني واجب على الاصح برهان دون عليكم وتنقضي قدوته بالاول قبل عليكم على المشهور عندنا وعليه الشافعية خلافا للتكملة** اور واجب ہے لفظ السلام دوبار یعنی دوسرا واجب ہے صحیح تر قول مین کذا فی البرہان نہین واجب ہے لفظ علیکم اور ہو چکتا ہے اقتدا پہلے سلام پر پیشتر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے نزدیک اور اسی پر ہین شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ اوسنے دوسرے سلام پر اقتدا کا تمام ہونا صحیح کہا ہے ہم مانتے ہین کہ جو لفظ السلام کہا اسمین اشارہ ہے کہ اور کوئی لفظ اسکی قائم مقام نہین ہوتا بشرطیکہ نمازی اسکو پڑہ سکے تنبیہ ادا دوسرے سلام کو بعضون نے مسنون کہا ہے اسلئے شارح نے اصح کی قید لگائی کذا فی الشامی **فلو اتمه به بعده قبل قوله عليكم لم يجز محل**

تنقطع التحريمة بالاول ام بالثاني جزم في الجوهرة والبرهان وغيرهما بالاول وصحح شارح التكملة الثاني وعليه فيصح الاقتداء قبله والمعتمد عند الشافعية انه لو اقتدى به بعد شروعه في السلام وقبل عليكم لم يصح الاقتداء ذكره الرملي الشافعي في باب سجود السهو پس اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز نہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام اول ہی منقطع ہو جاتی ہے یا دوسری پر جوہرہ اور برہان اور ان دونو کے سوا اور کتابون مین تو اول پر یقین کیا ہی یعنی سلام اول پر تحریمہ تمام ہو جاتی ہے اور شارح تکملہ نے دوسری کی تصحیح کی ہے کہ دوسری سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہی اور اس قول پر اقتدا دوسری سلام سی پیشتر درست ہوگا اور شافعی مذہب والون کے نزدیک معتمد یہہ ہی کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سی تو اقتدا صحیح نہوگا ذکر کیا ہے اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب مین ہم شامی نے کہا کہ یہہ عبارت فلو اتم سے آخر تک در المختار کے بعض نسخون مین ہے

وقراءة قنوت الوتر وهو مطلق الدعاء وكذا تكبيرة قنوته اور واجب ہی پڑہنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہی یعنی ہر ایک دعا سے حاصل ہوتا ہے خصوصیت اللهم انا نستعينك الخ کی نہین کہ اس خاص دعا کا پڑہنا سنت ہی اور اسیطرح واجب ہے قنوت وتر کی لئی الله اکبر کہنا ہم بعضون نے اس الله اکبر کہنی کو سنت کہا ہی کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا کہ اسکی ترک کرنے سی سجدہ سہو واجب ہی کذا فی الشامی وتكبيرة ركوع الثالثة زيلعي اور واجب ہے الله اکبر کہنا تیسری رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی ہم زیلعی مین اس مسئلہ کا وجود نہ اسجگہہ ہے نہ سجود سہو کے بیان مین اس سی معلوم ہوا کہ شارح کا بیان صحیح نہین یعنی یہہ تکبیر رکوع کی واجب نہین بلکہ سنت ہی وتكبيرات العيدين وكذا احدها اور واجب ہین تکبیرین دونو عید کی چہ چہ بار الله اکبر کہنا ہی ہر رکعت مین تین بار اور اسیطرح واجب ہے انمین سی ایک یعنی ہر تکبیر واجب جداگانہ ہی یہہ نہین کہ چہون ملکر واجب ہون طحطاوی نے کہا کہ اسیطرح واجب ہین تکبیرین ایام تشریق کی چنانچہ اونکا بیان آگے آویگا وتكبير ركوع ركعته الثانية كلفظ التكبير في افتتاحه اور واجب ہی تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسی واجب ہی الله اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع مین یعنی اگر سوای الله اکبر کے اور کسی لفظ سی شروع کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لكن الاشبه وجوبه في كل صلوٰة بحر فليحفظ لیکن مشابہ ترجیح یہہ ہے کہ الله اکبر کہنا ہر نماز کے شروع مین واجب ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے والجهر للامام والاسرار للكل فيما يجهر فيه ويسر اور واجب ہی پکار کر پڑہنا امام کو ان نمازون مین کہ پکار کر پڑہا جاتا ہے یعنی صبح اور مغرب اور عشا اور جمعہ وغیرہ مین اور واجب ہے آہستہ پڑہنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول مین ان نمازون مین کہ آہستہ پڑہی جاتی ہین چنانچہ ظہر اور عصر اور پچہلی رکعت مغرب کی وغیرہ وبقي من الواجبات اتيان كل واجب او فرض في محله اور باقی رہی واجبات مین سی واجبات آیندہ یعنی ایک واجب ادا کرنا ہی ہر واجب یا فرض کا اوسکے محل مین فلو اتم القراءة فمكث متفكرا سهوا ثم ركع او تذكر السورة راكعا فضمها فانما اعاد الركوع وسجد للسهو تو اگر نمازی قرارت کو تمام کرکے بہولے سی سوچتا رہگیا پہر رکوع کیا تو سجدہ سہو کری یا یہہ صورت ہوئی کہ سورہ کو ملانا بہول گیا اور رکوع کرنے مین اوسکو یاد ہوا سو اوسنی سورہ کو کہڑے ہوکر ملایا تو رکوع دوبارہ کری اور سجدہ سہو کرے ہم پہلی صورت مثال ہے فرض کی تاخیر کی اوسکے موقع سے یعنی بعد قرارت کے رکوع فوراً فرض تہا تو اوسنی رکوع کو اوسکے محل سی ٹلا دیا اور دوسری مثال ہے واجب کو اوسکی جگہہ سی ٹالنے کی یعنی ضم سورہ واجب تہا بعد الحمد کے اوسمین ایک رکوع زائد حائل ہوگیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین ضعف ہی پس اگر اعاد الركوع سجد للسهو کہتا تو خوب تہا یعنی اس عبارت سی وہم یہہ ہوتا ہی کہ اعادہ رکوع اور سجدہ سہو دونو مسئلون سے متعلق ہے حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سی متعلق ہے اور سجدہ سہو دونون سی وترك تكرير ركوع وتثليث سجود اور واجب ہے ترک کرنا رکوع کے مکرر کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنی اگر ایکبار رکوع کرکے پہر اعادہ اوسکا کریگا یا دو سجدون کی جگہہ تین کریگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا وترك قعود قبل ثانية او رابعة اور واجب ہی ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتہی رکعت سی پہلے تو اگر پہلی

رکعت مین قعدہ کریگا یا چار رکعت والی نماز مین تیسری رکعت پر قعدہ کریگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا وکل زیادۃ تتخلل بین فرضین اور زیادہ
سے ترک کرنا ہر زیادتی کا جو دو فرضون کے بیچ مین پڑے شامی نے کہا کہ دو فرضون کی کچھ قید نہین فرض اور واجب کے بیچ مین بھی زیادتی کا
یہی حکم ہے مثلا قعدہ اول کے تشہد مین زیادتی کی اور تیسری رکعت کو نہ اوٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا اور زیادتی مین چپ رہنا بھی
داخل ہے والانصات للمقتدی اور واجب ہے چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے پیچھے قرارت پڑہیگا تو قرارت مکروہ تحریمی ہوگی
مگر اصح قول مین نماز فاسد نہوگی اور اگر بھولکر پڑہیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا کیونکہ مقتدی پر سہو نہین ہوتا ومتابعۃ الامام یعنی فی المجتہد
فیہ اور واجب ہے امام کی پیروی ان افعال مین جنمین اختلاف مجتہدین سے ہم مجتہد فیہ سے یہہ مراد ہے کہ جسکی بنا دلیل معتبر شرعی پر ہو کہ
دوسری مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلا امام نے عید کی تکبیرین تین سے زیادہ کہین جیسے شافعی پانچ کہتے ہین یا دو سجدہ سہو کے سلام
سے پیشتر کئے یا وتر مین قنوت بعد رکوع کے پڑہا تو ایسے امور مین پیروی امام کی واجب ہے اسیطرح جن امور مین اتفاق ہے ان مین متابعت
بطریق اولے واجب ہے لا فی المقطوع بنسخہ نہین واجب ہے متابعت اوس فعل مین جسکا منسوخ ہونا قطعی ہے جیسے نماز جنازہ مین امام نے
پانچ تکبیرین کہین تو پانچوین مین اتباع نکرے اسلئے کہ ہرچند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیرین مروی ہین
مگر آخر فعل آپ کا چار تکبیرین تہین تو یہہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد او بعدم سنیتہ کقنوت فجر یعنی اگر ہو
اوس فعل کے مسنون ہونیکا تو اوس مین بھی متابعت امام کی واجب نہین جیسے فجر کا قنوت یعنی اسصورت مین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک
قوم پر بد دعا ایک مہینہ تک کی تھی پہر اسکا مسنون ہونا منسوخ ہوگیا تو ہمین بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر
پہلے سنت تہا اب منسوخ ہوگیا یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہوسکتی ہے وانما تفسد بمخالفتہ فی الفروض کما بسطناہ فی الخزائن اور نماز
صرف فرض مین امام کی مخالفت کرنے سے فاسد ہوتی ہے چنانچہ ہمنے اوسکو خزائن الاسرار مین شرح بیان کیا ہے شامی نے کہا کہ فساد نماز کا
مین فرض کے ترک سے ہوتا ہے نہ متابعت کے ترک سے مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہے اسلئے نماز کے فساد کو مخالفت کیطرف منسوب کیا
اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت کے ترک سے نماز فاسد نہین ہوتی قلت فبلغت اصولها نیفا واربعین مین کہتا ہون کہ اصول
واجبات کے کچھہ اوپر ۴۰ ہوگئے ہم یعنی چودہ ۱۴ واجب مصنف نے بیان کئے تھے اور ۲۸ شارح نے زائد کئے تو کل ۴۲ ہوگئے اور اگر
تفصیل شامی نے یون بیان کی ہے کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب کہا شارح نے چہون آیتون کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اسمین
بڑھے اسیطرح عیدین کی چہون تکبیرون کو ماتن نے ایک کہا اور شارح نے ہر ایک کو علحدہ کہا تو پانچ اسمین زیادہ ہوئے اور تعدیل ارکان
ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین چار جگہہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمین زیادہ ہوئے
تو کل تیرہ ۱۳ ہوئے چودھوان ۱۴ نہ مکرر پڑہنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرہوان ۱۵ ترتیب قرارت اور رکوع مین سولہوان ۱۶ ترتیب عدد رکعات مین
سترہوان ۱۷ بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارہوان ۱۸ تکبیر قنوت اونیسوان ۱۹ تکبیر قنوت کے رکوع کی بیسوان ۲۰ تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کی
اکیسوان ۲۱ عید کے دوگانہ کے شروع مین اللہ اکبر کہنا بائیسوان ۲۲ ہر فرض وواجب کو اپنے محل پر ادا کرنا تیئیسوان ۲۳ ترک کرنا تکریر رکوع چوبیسوان ۲۴
ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسوان ۲۵ ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر چھبیسوان ۲۶ ترک کرنا زیادتی کا بیچ مین دو فرضون کے
ستائیسوان ۲۷ چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسوان ۲۸ پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات مین حاجت ضرب اور تفصیل کی نہین اسلئے شارح نے انکو
اصول واجبات کہا انتہی وبالبسط اکثر من مائۃ الف اذا جدتها ینتج ۳ من ضرب خمسۃ قعدۃ المغرب بثنتیها وترک
نقص منہ وزیادۃ فیہ او علیہ فی ۸ ، کما مر اور پہیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکہہ سے زیادہ ہوجائیگی اسلئے کہ ایک واجب یعنی
تشہد ۳۹۰ واجب پیدا کرتا ہے یعنی پانچ واجب مفصلہ ذیل کے ضرب کرنیسے ۸ تشہد وہین جنکا بیان اوپر گذرا یعنی جہان شارح نے کہا ہے

کہ تشہد کبھی دس بار مکرر ہوتا ہے الخ اور وہ پانچ واجب یہہ ہیں اول قعدہ مغرب دوم اوسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا چہارم اوسکے کلمات کے اثنا میں زیادتی نکرنی پنجم اوسکے تمام کرنے پر کچھہ زیادہ نکرنا تو چونکہ ہر تشہد میں ۷۸ تشہدوں سے یہہ پانچوں واجب ضرور ہونے چاہئیں اسلئے پانچ کو ۷۸ میں ضرب کیا ۳۹۰ ہوئے ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورہ بالا میں سو سے زیادہ سجدہ ہیں اور ہر سجدہ میں تین واجب ہیں تعدیل اور دونو ہاتھوں کا زمین پر رکھنا اور دونو زانو کا رکھنا ان تین کو سو میں ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہیں اور پہلے واجبات میں ملانے سے ۷۰۰ کے قریب ہو جاتے ہیں اور جب اس تم کو بقیہ ۴۲ واجبات میں ضرب کروگے تو ۲۵ ہزار سے زائد ہونگے اور چونکہ مقتدی کی متابعت کچھہ اوپر ۲۰ فرض میں اور کچھہ اوپر ۳۰ واجبات میں واجب ہے یعنی کچھہ اوپر ۶۰ جگہہ واجب ہے تو اب اگر اوپر کے مجموعہ کو ۶۰ میں ضرب کرو تو ۱۵ لاکھہ سے زائد واجب ہو سکتے ہیں حالانکہ بھی اور واجب باقی ہیں مثلاً ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع میں قرارت نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر کہڑا ہونا وغیرہ پس انمیں ضرب دینے سے تعداد اور بھی بڑھجائیگی اسلیئے شارح نے کہا التتبع ینفی الحصر ثم تتبع اور تلاش واجبات کی نفی کرتی ہے حصر کو یعنی تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ لاتعد ولاتحصیٰ ہیں تو اسکو خوب دیکھہ بھال لو ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات میں سے اکثر صورتیں فرضی اور عقلی ہیں کہ کبھی خارج میں نہیں پائی جاتی اور انکی تلاش سے بجز تضییع اوقات اور کچھہ فائدہ نہیں اور اگر حضرت شارح کے کلام کے بیان کی نہوتی تو بہتر تھا کہ اس سے پہلو تہی کیجاتی انتہی مترجم نے بھی اسلیئے مختصر ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت میں بہت کچھہ تصرف کیا تاکہ صرف مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہو جاوے جو کوئی تفصیل اس مقام کی چاہے وہ شامی کو دیکھے فیلغز ای واجب یستوجب ثلثمائۃ وتسعین واجبا تو چیستان پوچھی جاتی ہے کہ وہ کونسا واجب ہے جو ۳۹۰ واجبات کا مستوجب ہوتا ہے یعنی جس سے ۳۹۰ واجب لازم آتے ہیں ہم جواب اس چیستان کا وہی قاعدہ اول مغرب کا ہے مقتدی کے حق تفصیل مذکورہ بالا وسننہا اور نماز کی سنتیں یہہ ہیں جو آگے مذکور ہوتی ہیں ترک السنۃ لا یوجب فسادا ولا سہوا بل اساءۃ لو عامدا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے نہ سجدہ سہو بلکہ اسارت یعنی برا کرنیکا موجب ہے اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو ہم یعنی اگر ترک سنت نادانستگی میں ہو تو کچھہ برائی بھی نہوگی اور اگر سنت کو حقیر جانیگا تو کافر ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں بزازیہ سے منقول ہے کہ اگر سنت کو حق نجانیگا تو کافر ہوگا اسلئے کہ حق نجاننا حقیر سمجھنا ہے وقالوا الاساءۃ ادون من الکراہۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اسارت کم ہے بہ نسبت کراہت کے ہم شامی نے کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہے یعنی اسارت میں ملامت بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کمتر ہے اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہے اسلئے کہ تلویح میں ہے کہ سنت موکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہے اور نہر الفائق میں ہے کہ حکم سنت کا یہہ ہے کہ اوسکے ترک پر ملامت کیجاوے اور کسیقدر گناہ بھی لاحق ہو اور طحطاوی نے کہا کہ اسارت کے معنی ترک اولے ہیں تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک ہوئی ثم ہی علی ما ذکرہ ثلاثۃ وعشرون پہر یہہ سنتیں بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہیں اور واقع میں زیادہ ہیں چنانچہ شارح بیان کریگا دفع الیدین للتحریمۃ فی الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ اثم سنت ہے اوٹھانا دونو ہاتھوں کا تحریمہ کے لئے یعنی تکبیر سے پیشتر اور بعضوں نے کہا کہ تکبیر کے ساتھہ اوٹھاوے خلاصہ میں ہے کہ اگر ہاتھہ اٹھانیکا عادی ہوگا تو گنہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہو جاوے تو گنہگار نہوگا ونشر الاصابع ای ترکہا علی حالہا اور سنت ہے تکبیر کیوقت پھیلا رکھنا انگلیوں کا یعنی انکو بحال خود چھوڑنا کہ نہ بہت پھیلی ہوں نہ بہت ملی ہوں وان لا یطاطی راسہ عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہے تکبیر کیوقت اپنے سر کو نہ جھکانا کیونکہ سر جھکانا اوسوقت بدعت ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا تمام قیام میں سر جھکانا ایسا ہی ہے وجہر الامام بالتکبیر بقدر حاجتہ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہے پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اوسکی حاجت کے خبردار کرنیکے لئے دخول اور انتقال پر یعنی اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیوں کو نماز میں داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کیطرف جانے کی خبر ہوجاوے اور اسیطرح سنت ہے پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہوگا شامی نے

کہا کہ مکروہ اُس صورتمین ہے کہ حاجت سے زیادتی نہایت درجہ کو ہو مثلاً اوسکے پیچھے ایک صف ہو اور وہ اتنا چیختا ہے کہ دس صفون مین آواز جاوے تو
مکروہ ہوگا پھر یہہ معلوم کرنا چاہیئے کہ جب امام شروع مین اللہ اکبر کہے تو اگر اوسکی نیت صرف لوگونکو خبردار کرنیکی ہوگی تو اوسکی نماز نہوگی اور نہ کسی
مقتدی کی ہوگی بلکہ خبردار کرنیکے ساتھہ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے اسیطرح مکبر جو امام کی آواز دوسرے لوگونکو پہنچاتا ہے وہ بھی اگر فقط
خبردار کرنیکی نیت سے اللہ اکبر کہیگا تو نماز نہ اوسکی ہوگی اور نہ اُس شخص کی جو اوسکی آواز پر اقتدا کریگا بلکہ پکارکر کہنے کے ساتھہ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا
تو نماز ہوگی اور بدون حاجت کے مکبر کا اللہ اکبر پکارکر کہنا مکروہ ہے وَاَمَّا المؤتمُّ وَالمنفردُ فیُسمِعُ نفسَہٗ اور مقتدی اور تنہا پڑھنے والا اللہ
اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اپنے آپ سن لیے وَالثَّناءُ وَالتعوُّذُ وَالتسمیۃُ وَالتَّامینُ وَکونُھُنَّ سِرًّا اور مسنون ہے سُبحانَکَ اللّٰھم پڑھنا اور اعوذ
باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور الحمد کے بعد آمین کہنا اور ان سب کا آہستہ ہونا یعنی آہستہ کہنا سنت علیحدہ ہے اور ہر ایک کا
پڑھنا سنت جداگانہ وَوَضعُ یمینِہٖ علی یسارِہٖ وَکونُہٗ تحتَ السُّرَّۃِ لِلرِّجالِ لقولِ علیٍّ رضی اللہ عنہ مِنَ السُّنَّۃِ وَضعُھُما تحتَ السُّرَّۃِ
وَلِخَوفِ اجتماعِ الدَّمِ فی رؤوسِ الاصابعِ اور مسنون ہے رکہنا اپنے داہنے ہاتھہ کا بائین پر اور مسنون ہے مردون کو رکہنا اونکا ناف کے نیچے بسبب
فرمانے علی مرتضیٰ رض کے کہ سنت ہے رکہنا دونو ہاتھونکا ناف کے نیچے اور بسبب خوف خون جمع ہوجانیکے اونگلیون کے پورون مین یعنی حکمت ہاتھون
کے کہلے نہ رکہنے مین یہہ ہے کہ زیادہ کہڑے رہنے سے اونگلیون مین خون نہ اوتر آوے وَتکبیرُ الرُّکوعِ وَکذا الرَّفعُ منہ بِحیثُ یستوی قائمًا و
التسبیحُ فیہِ ثلاثًا وَالصاقُ کعبیہِ واخذُ رکبتیہِ بیدیہِ فی الرکوعِ وتفریجُ اصابعِہٖ للرَّجُلِ ولا یندبُ التفریجُ الّا ھٰھُنا ولا الضمُّ
الّا فی السجودِ اور مسنون ہے رکوع کے لئے اللہ اکبر کہنا اور اسیطرح مسنون ہے رکوع سے سر اوٹھانا اسطرح پر کہ برابر کہڑا ہو جاوے اور مسنون ہے
رکوع مین تین بار سُبحانَ رَبِّیَ العظیم کہنا یعنی تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے اور مسنون ہے دونون ٹخنون کا ملانا یعنی اگر بلا عذر ہو سکے اور مسنون
ہے پکڑنا اپنے دونون زانو کا اپنے دونو ہاتھون سے رکوع کے اندر اور مسنون ہے پہیلانا اپنی اونگلیون کا مرد کو اور نہین مستحب ہے کشادہ رکہنا
اونگلیون کا مگر رکوع کے اندر اور نہ ملا ہوا رکہنا مگر سجدہ کے اندر وتکبیرُ السجودِ وکذا الرفعُ منہ بحیثُ یستوی جالسًا وکذا
تکبیرۃُ والتسبیحُ فیہِ ثلاثًا ووضعُ یدیہِ ورکبتیہِ فی السجودِ اور مسنون ہے سجدہ کے لئے اللہ اکبر کہنا اور اسیطرح مسنون ہے سجدہ سے
اوٹھنا اسطرح کہ برابر بیٹھہ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہے سجدہ سے اوٹھنے کو اللہ اکبر کہنا اور مسنون ہے سجدہ مین تین بار سُبحانَ رَبِّیَ الاعلٰی
کہنا اور مسنون ہے دونو ہاتھون اور زانوون کا رکہنا سجدہ مین ہم اکثر فقہا نے ہاتھون اور زانوون کا زمین پر رکہنا مسنون کہا ہے
اور فقیہ ابو اللیث نے فرض کہا ہے اور فتوی عدم فرضیت پر ہے اور فتح القدیر مین اسکو واجب کہا ہے اسوجہہ سے کہ مطابق حدیث کے ہے اور
اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے بحر الرائق مین کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور متوسط
ہے بسبب اوسکے موافق ہونے کے اصول سے کذا فی الشامی فلا تلزم طہارۃ مکانہما عندنا مجمع پس لازم نہین پاک ہونا ہاتھہ اور زانو
کی جگہہ کا ہم حنفیون کے نزدیک کذا فی المجمع یعنی جب انکا رکہنا سجدہ مین فرض نہین تو اگر ناپاک جگہہ پر رکہہ جاوینگے تو نماز فاسد نہوگی ہم
شامی نے کہا کہ ان دونو اعضا کے مکان کی طہارت کا شرط نہونا روایت ضعیف ہے صحیح یہہ ہے کہ اگر انکی جگہہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی
کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا ہے جیسے نجاست کا اوٹھانا الّا اذا سجد علی کفّہ کما مرّ مگر جس صورت مین کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا
اوسوقت پاک ہونا اوسکی جگہہ کا شرط ہے جیساکہ پہلے بیان ہوا وافتراشُ رِجلِہِ الیُسریٰ فی تشہُّدِ الرَّجُلِ اور مسنون ہے بچھانا اپنے
بائین پانو کا مرد کے تشہد مین یعنی التحیات پڑہنے مین مرد بائین پانون کو بچھاوے والجلسۃُ بینَ السجدتَینِ اور مسنون ہے بیٹھنا دونو
سجدون کے درمیان مین طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر اوٹھانا سجدہ سے مسنون کہا تھا شارح نے اوسمین یہہ قید لگائی کہ اسطرح
سر اوٹھاوے کہ برابر بیٹھہ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکرر ٹھہرتا ہے لیکن اگر شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اوٹھانا جدا سنت ہے اور جلسہ جدا

ووضع يديه فيها على فخذيه كالتشهد للتوارث اور مسنون ہی رکھنا اپنی دونو ہاتھونکا جلسہ مین اپنی دونو زانوونپر جیسی التحیات
مین ہاتھونکا رکھنا زانوونپر مسنون ہے بسبب توارث کے یعنی اکابر سی اسیطرح پونہچا ہے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکہی کہ انگلیون
کی پورین گھٹنون کے پاس ہون وهذا مما اغفله اهل المتون والشروح كما في امداد الفتاح للشرنبلالي اور یہہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات
کے بیٹھنے کے ہونا اس قسم سی ہو کہ متن اور شرح والون نے اسکا ذکر نہین کیا چنانچہ شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہی قلت وبانی معزيا
للمنية فافهم مین کہتا ہون اور یہہ ذکر منسوب منیہ کیطرف آگے آویگا تو اسکو سمجہہ لے ہم شاید فافہم سی یہہ اشارہ ہی کہ کلام فقہا سی اس
جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکل سکتا ہے اسطرح کہ اگر ان دونون مین کچہہ مخالفت ہوتی تو اوسکو بیان کردیتے جیسی جلسہ اخیرہ مین دونو
پانوونکے ایکطرف نکالنے کو بیان کرتے ہین توجب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ جلسہ مثل جلسہ تشہد ہی کذا فی الشامی والصلوة على النبي
في القعدة الاخيرة وفرض الشافعي قول اللهم صل على محمد اور مسنون ہی درود پڑہنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اخیرہ مین اور
فرض کہا ہی امام شافعی نے کہنا اللہم صل علی محمد کا یعنی اونکے نزدیک قعدہ اخیرہ مین درود اسقدر فرض ہے ونسبوه الى الشذوذ
ومخالفة الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہی ہم طحاوی اور ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور ابن
منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا لیکن بحرالرائق مین منقول ہے کہ بعض صحابہ اور تابعین سی روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی
ہے تو اسصورت مین شاذ کہنا بلاوجہ ہی کذا فی الشامی والدعاء بما يستحيل سؤاله من العباد اور مسنون ہے درود کے بعد اور قبل
سلام کے ایسی چیز کی دعا جسکا مانگنا بندون سی محال ہو جو دعا کہ اسباب مین مسنون ہی اوسکا ذکر فصل آیندہ مین آویگا وبقي بقية
تكبيرات الانتقالات حتى تكبير القنوت على قول اور مسنونون مین سی باقی رہی اور تکبیرین ایک رکن سی دوسری رکن مین جانیکی یعنی رکن
کے بدلنے کے لیئے اللہ اکبر کہنا مسنون ہی یہانتک کہ قنوت کے لئے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونے
کا قول ضعیف ہو بلکہ وہ واجب ہے جیسا پہلے بیان ہوا والتسميع للامام والتحميد لغيره اور مسنون ہی سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا
ولک الحمد کہنا امام کے غیر کو یعنی مقتدی اور تنہا پڑہنے والیکو وتحويل الوجه يمنة ويسرة للسلام اور پہیرنا منہہ کا داہنی اور بائین
سلام کیوقت ہم اور مسنون ہی سلام مین ابتدا کرنا داہنی سی اور امام کو نیت مردون اور فرشتونکی کرنی اور پست کہنا دوسری سلام کا
نسبت اول کی کذا فی الشامی ولها آداب اور نماز کے کچہہ آداب ہین تركه لا يوجب اساءة ولا عتابا كترك سنة الزوائد لكن
فعله افضل ادب کا ترک کرنا نہ مکروہ تنزیہی ہونے کا موجب ہی اور نہ عتاب کا باعث جیسی چہوڑنا سنت زوائد کا عتاب و کراہت کا
موجب نہین لیکن کرنا ادب کا افضل ہے ہم نماز مین ادب اوسکو کہتے ہین جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور
اوسپر مداومت نفرمائی ہو جیسی رکوع اور سجدہ مین تین بار سی زیادہ تسبیح کہنا اور حلیہ مین کئی تعریفین ادب کی کرکے آخر کو کہا کہ ظاہر ادب
اور مستحب ایک ہی چیز ہین اور سنت زائدہ اوسکو کہتے ہین جو موکد نہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسی
اپنی سیرت لباس اور نشست و برخاست مین یا نماز چاشت اور اسکا مقابل سنت ہدی ہی یعنی سنت موکدہ جیسی اذان اور جماعت ہی کذا
في الشامي نظره الى موضع سجوده حال قيامه والى ظهر قدميه حال ركوعه والى ارنبة انفه حال سجوده والى حجره حال قعوده
والى منكبه الايمن والايسر عند التسليمة الاولى والثانية لتحصيل الخشوع مستحب ہی دیکہنا نمازی کا کہڑے ہونے کیوقت اپنے
سجدہ گاہ کیطرف اور رکوع کیوقت اپنے دونون پانوون کی پشت کیطرف اور سجدہ کرنے مین اپنی ناک کی نوک کیطرف اور قعود کیحالت مین
اپنی گود کیطرف اور پہلے سلام پہیرنے کیوقت اپنے داہنی شانہ کیطرف اور دوسری سلام کیوقت اپنے بائین شانہ کیطرف یہہ سب آداب ہین
واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا اگر ان جگہون مین کوئی ایسی چیز ہوگی جس سی دل بٹے تو انکی طرف دیکہنا

مستحب نرہیگا کیونکہ اُس سے انکسار جاتا رہیگا جو مستحب سے ثابت ہے وامساک فیہ عند التثاؤب ولو باخذ شفتہ بسنہ فان لم یقدر
غطّاہ بظہر یدہ الیسریٰ وقیل بالیمنیٰ لو قائماً والا فبیسراہ مجتبیٰ اور مستحب ہے اپنا منہ بند کرنا جمائی لینے کیوقت اگرچہ ہونٹھ کو دانت
کے پکڑنے سے بند ہو پھر اگر منہ بند نہو سکے تو اوسکو اپنے بائین ہاتھ کی پیٹھ سے چھپاوے اور بعضون نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو داہنے کی پیٹھ سے چھپاوے
اور نہین تو بائین کی پیٹھ سے کذا فی المجتبیٰ ہم وجہ منہ کے بند کرنے کی یہہ ہے کہ جمائی لینا نماز مین اور خارج نماز کے مکروہ ہے اور کھڑے ہونے
مین داہنا ہاتھ اسلئے کہا تاکہ حرکت ایک ہی ہاتھ کی ہو ورنہ بائین ہاتھ کو داہنے کے نیچے سے نکالنے مین دونو ہاتھونکو حرکت ہوگی اور بعض
نسخو نمین لفظ شفتیہ بصیغہ تثنیہ ہے مگر چونکہ دونو ہونٹھ کا دبانا جمائی کے دفع کے لئے دانت سے دشوار ہے اسلئے صیغہ مفرد درست ہے کذا فی
الشامی او کمہ یا منہ کو چھپاوے اپنی آستین سے لان التغطیۃ بلا ضرورۃ مکروھۃ ہاتھ یا آستین سے منہ اسوقت چھپاوے کہ جب بلا مدد ہاتھ
اور آستین کے منہ نہ بند ہو اسلئے کہ منہ کا چھپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہے اگر ہونٹھ کو دانت سے دباکر جمائی روک سکتا تھا مگر اسطرح نرکا
بلکہ ہاتھ یا آستین سے منہ کو چھپایا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصہ **فائدہ** ترکیب جمائی کے دور کرنے کی یہہ بہت عمدہ ہے کہ اپنے دلمین سوچے کہ
انبیا علیہم السلام نے جمائی نہین لی تو دور ہی اور شامی نے ذکر کیا کہ ہمنے اسکا بارہا امتحان کیا فوراً جمائی دور ہوگئی واخراج کفیہ من کمیہ
عند التکبیر للرجل الا لضرورۃ کبرد اور مستحب ہے اپنی دونو آستینونمین سے دونو ہاتھونکا باہر کرنا مرد کو اللہ اکبر کہنے کیوقت یعنی شروع نماز مین
مگر کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتھونکا مستحب نہین رہتا ودفع السعال ما استطاع لانہ بلا عذر مفسد فیجتنبہ اور مستحب ہے
منع کرنا کھانسی کا اپنی مقدور بھر اسلئے کہ کھانسنا بلا عذر مفسد نماز ہے یعنی جبکہ اوس سے حروف پیدا ہون کذا فی العینی تو اُس سے اجتناب کرے
والقیام للامام ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح خلافاً لزفر فعندہ عند حی علی الصلوٰۃ ابن کمال اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور
مقتدی کو جبکہ تکبیر مین حی علی الفلاح کہا جاوے بخلاف قول زفر کے کہ انکے نزدیک حی علی الصلوٰۃ کہنے کیوقت کھڑا ہونا مستحب ہے کذا ذکرہ ابن
کمال شامی نے کہا کہ یہہ نقل قول زفر کی درست نہین بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہہ ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ کہنے کیوقت کھڑا ہوا ان کان
الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتہی الیہ الامام علی الاظہر حی علی الفلاح کیوقت کھڑا ہونا اوسوقت مستحب ہے کہ امام
محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو یعنی صفون کے پیچھے سے اپنی جگہہ جاتا ہو جس صف مین امام پہونچے وہی کھڑی ہو جاوے ظاہر قول مین
وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرہم علیہ اور اگر امام آگے کیجانب سے داخل ہو تو لوگ اُسوقت کھڑے ہون جب انکی نظر امام
پر پڑے الا اذا اقام الامام بنفسہ فی مسجد فلا یقفوا حتی یتم اقامتہ ظہیریۃ مگر جبکہ امام خود مسجد مین تکبیر کہے تو مقتدی کھڑے نہون
یہانتک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریۃ شامی نے کہا کہ شارح کو فی المسجد الف لام کے ساتھہ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا
بصیغہ نفی وان خارجہ قام کل صف ینتہی الیہ بحر اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک پہونچے وہ کھڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا
کہ اس قول کو مین نے بحر الرائق مین نپایا بلکہ نہر الفائق مین مذکور ہے وشروع الامام فی الصلوٰۃ قبل قد قامت الصلوٰۃ ولو اخر حتی
اتمہا لا بأس بہ اجماعاً وہو قول الثانی والثلاثۃ وہو اعدل المذاہب کما فی شرح المجمع لمصنفہ وفی القہستانی معزیاً للخلاصۃ
انہ الاصح اور مستحب ہے نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلوٰۃ کہا جاوے اور اگر نماز کے شروع کرنے مین تاخیر کی یہانتک کہ موذن
نے اقامت تمام کر لی تو اسکا کچھہ مضائقہ نہین بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور یہی درست تر مذہب
ہے جیسا کہ شرح مجمع مین اوسکے مصنف نے ذکر کیا ہے اور قہستانی مین منسوب بخلاصہ یون ہے کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہے اسلئے کہ اس سے نمازیون
پر اشتباہ نرہیگا اور موذن بھی امام کے ساتھہ نماز شروع کر سکیگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح لو لم یعلم ما فی الصلوٰۃ من فرض وسنن
اجزأہ قنیہ اور اگر نمازی نے یہہ نجانا کہ جو فرض مثلاً ادا کرتا ہے اوسمین فرض کیا افعال ہین اور سنت کیا تو یہہ نماز ادا اوسکو کافی

ہو گی کذا فی القنیہ **فصل** اس فصل میں نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اُس طریق پر ہے جو سلف سے منقول چلا آیا ہے
واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ کبّر لو قادرًا للافتتاح ای قال وجوبًا اللّٰہ اکبر اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے
تو شروع نماز کے لئے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنی براہ وجوب لفظ اللہ اکبر کہے طحطاوی نے کہا کہ قادر کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ
اکبر کہنے کے وجوب سے یہ نکلا کہ اگر اللہ کبیر یا اللہ الاکبر یا اللہ الکبیر کہیگا تو واجب ادا نہوگا ولا یصیر شارعًا بالمبتدا او فقط کاللّٰہ
ولا بأکبر فقط ھو المختار اور نماز کا شروع کرنیوالا نہوگا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط لفظ اللہ کہے اور خبر کچھ نہ کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے
شروع کرنیوالا ہوگا یہی قول مختار ہے شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام اعظم سے اور وجہ شروع کرنیوالا نہونے
کی یہ ہے کہ شروع نماز کی شرط پورا جملہ ہے تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نہ پائی جائیگی فلو قال اللّٰہ مع الامام واکبر قبلہ او ادرک
الامام راکعًا فقال اللّٰہ قائمًا واکبر راکعًا لم یصح فی الاصح پس اگر مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر کو امام کے
فارغ ہونے سے پیشتر کہہ لیا یعنی ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہیں کیا تہا کہ مقتدی کہہ چکا یا مقتدی نے امام کو رکوع میں پایا تو لفظ اللہ
تو کھڑے ہوئے کہا اور اکبر رکوع میں تو دونو صورتوں میں اوسکا اقتدا درست نہوگا صحیح تر قول میں ف پہلی صورتمیں اقتدا اسلئے صحیح نہوا کہ امام بوجہ تمام نہ
ہونے اللہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنیوالا نہیں ہوا تہا کہ مقتدی نے اُسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری صورتمیں شرط
تحریمہ مفقود ہے یعنی حالت قیام میں پورا جملہ چاہیئے تہا وہ نہوا اسلئے اقتدا بھی صحیح نہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہیں ویسے ہی مقتدی خود
اپنی نماز کا شروع کرنیوالا بھی نہوگا کیونکہ اوسنے قصد شریک ہوکر پڑھنے کا کیا تہا یعنی تنہا پڑھنے کی نیت پہلے ہی نہ تھی کما لو فرغ من
اللّٰہ قبل الامام جیسے اقتدا صحیح نہیں جبکہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنی امام نے تکبیر تحریمہ ابھی
شروع نہیں کی کہ مقتدی اللہ کہہ چکا تو اقتدا صحیح نہوگا ولو ذکر الاسم بلا صفۃ صح عند الامام خلافًا لمحمدؒ اور اگر صرف اسم ذات
کو یعنی لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنے اکبر کے تو صحیح ہے امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مکرر ہو گیا اور باوجود
مکرر ہونے کے ضعیف ہے کیونکہ ظاہر الروایت پر مبنی نہیں کذا ذکرہ الحلبی ف اگر پہلی صورت کو یعنی صرف مبتدا کے ذکر کرنے سے شروع کرنیوالا نہونے
کو منفرد یا امام کے لئے محمول کریں اور اس صورت کو بحالت اقتدا پر تو مکرر نہیں ہوتا بالحذف اذ مد احد الھمزتین مفسد وتعمدہ کفر
وکذا الباء فی الاصح اللہ اکبر دو باکے ہمزوں کے مد کرنیکے ساتھہ یعنی اللہ اور اکبر کے ہمزوں کو بڑہاکر کہے اسلئے کہ کہینچکر پڑہنا ان دو ہمزوں میں
سے ایک کا مفسد ہے شروع نماز کا اگر نادانستگی میں بڑہاکر پڑہا ہو اور جانکر اونکو مد کرنا کفر ہے اور اسیطرح ب کا بڑہانا لفظ اکبر سے صحیح تر قول
میں مفسد ہے ف مقابل اوسکا وہ ہے جو حلبی نے شرح منیہ میں ذکر کیا ہے کہ ب کا بڑہانا مفسد نہیں کذا فی الطحطاوی ویشترط کونہ قائمًا فلو
وجد الامام راکعًا فکبّر منحنیًا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع اور شرط ہے اللہ اکبر کہنا کھڑے ہوکر
یعنے فرض نماز میں باوجود قدرت کھڑے ہوکر تحریمہ کرنا چاہیئے پس اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکے ہوئے اللہ اکبر کہا تو اگر یہہ جھکنا قیام سے
قریب ہوگا یعنی اسقدر جھکا ہوگا کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہوگی ف صورت اوسکی یہہ ہے کہ
مقتدی نے جو اللہ اکبر کہا اُس سے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہہ تکبیر تحریمہ کی ہو جائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہوگی اسلئے کہ تکبیر تحریمہ
فرض اور شرط ہے اور رکوع کی تکبیر نفل ہے اور چونکہ یہہ نفل فرض کے محل میں واقع ہوئے اسلئے فرض کیطرف پہیری گئی کذا فی الشامی مختصرًا ف مسائل متعلقہ ح
کو کبّر غیر عالم بتکبیر امامہ ان اکبر رأیہ انہ کبّر قبلہ لم یجز والا جاز محیط مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور یہہ نہیں جانتا کہ امام اللہ اکبر کہہ چکا ہے یا نہیں تو اگر اوسکی رائے غالب یہہ ہے کہ
یعنی امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہے تب تو اقتدا درست نہوگا ورنہ جائز ہوگا کذا فی المحیط یعنی اگر گمان غالب یہہ ہو کہ امام کے ساتھہ یا اوسکے بعد اللہ اکبر کہا ہے یا کچھہ گمان ہی نہو کہ پہلے کہا یا پیچھے
تو اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی ولو اراد بتکبیرۃ التعجب او متابعۃ المؤذن لم یصر شارعًا اور اگر نمازی نے اللہ اکبر کہنے سے

قصد تعجب کا کیا یا موذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنیوالا نماز کا نہوگا کیونکہ تعجب کرنا اور جواب اذان کا دینا اجنبی باتین ہین اور نماز
کی نعت ہین تو ان سے شروع درست نہوگا ولایجزم الراء لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الاذان جزم والاقامۃ جزم والتکبیر جزم
منح ومثلہ فی الاذان اور اللہ اکبر کی ر کو جزم کرے بسبب فرمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہے اور اقامت جزم ہے
اور اللہ اکبر کہنا جزم ہے کذا فی المنح اور یہہ حدیث باب الاذان مین گذری ہے اذان جزم ہے یعنی اوسکے کلمات کے آخر پر کچھہ حرکت نہین
یہہ حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہے وانما یصیر شارعا بالنیۃ عند التکبیر لا بہ وحدہ ولا بہا وحدہا بل بہما اور بات
یون ہے کہ شروع کرنیوالا نیت سے ہوتا ہے اللہ اکبر کہنے کیوقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونو چیزون سے ہم یعنی چونکہ نیت
بھی صحت نماز کی شرط ہے اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیشتر بھی جائز ہے بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل مثل کہانے پینے کے بیچ مین واقع نہو تو اس
سے یہہ وہم ہوتا ہے کہ شاید صرف نیت کافی ہو اسلئے ماتن نے تصریح کردی کہ نیت تحریمہ کیوقت ہونی چاہیئے کذا فی الشامی ولا یلزم العاجز
عن النطق کاخرس وامی تحریک لسانہ وکذا فی حق القراءۃ ہو الصحیح لتعذر الواجب فلا یلزم غیرہ الا بدلیل کذا فی النہر اور جو شخص
کہ بولنے سے عاجز ہے جیسے گونگا اور امی اوسکو اللہ اکبر کہنے کے لئے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہین اور اسیطرح قرارت کے حق مین زبان کا ہلانا ضرور نہین
یہی صحیح ہے زبان کا ہلانا لازم نہین بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہین لازم ہوگا واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلئے نیت کافی ہوگی ہم یعنی اللہ اکبر
کہنا اور قرارت واجب ہے اور یہہ واجب عاجز سے ادا نہین ہوسکتا تو دوسری چیز یعنی زبان ہلانے کو اوسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہے
اسلئے عاجز کی نیت ہی نماز مین کافی ہے لکن ینبغی ان یشترط فیہا القیام وعدم تقدیمہا لقیامہا مقام التحریمۃ ولم ارہ لیکن سزاوار یہہ ہے
کہ عاجز کی نیت مین قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر نہو کیونکہ نیت اسصورت مین قائم مقام تحریمہ کے ہے اور مین نے اسکو دیکھا نہین ہم یعنی نہر
عاجز کے حق مین نیت کافی ہے تحریمہ کی کچھہ ضرورت نہین اس سے یہہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہو گئی تو شارح بہ تبعیت مصنف نہر الفائق
کے کہتا ہے کہ تحریمہ کی شرطین یعنی قیام اور مقدم نہونا عاجز کی نیت مین ملحوظ ہونا چاہیئے مگر مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز
کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونو دو شرطین علحدہ ہین تو جب ایک شرط کسی عذر سے
ساقط ہو گئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کے قائم مقام ہو گئی ثم فی الاشباہ فی
قاعدۃ التابع تابع فالمفتی بہ لزومہ فی تکبیرۃ وتلبیۃ لا قراءۃ پہر اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ تابع تابع رہتا ہے
یہہ ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہے اللہ اکبر کہنے اور لبیک کہنے مین اور لازم نہین قرارت مین ہم شامی مین محیط سے منقول ہے
کہ قرارت فرض قطعی ہے اور تلبیہ فرض ظنی تو چاہیئے کہ تلبیہ مین بطریق اولی لازم نہو ورفع یدیہ قبل التکبیر وقیل معہ ماسا بابہامیہ
شحمتی اذنیہ اور اٹھاوے اپنے دونو ہاتھہ اللہ اکبر کہنے سے پہلے اور بعضون نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھہ ہی اوٹھاوے لگانیوالا دونو انگوٹھون
کو دونو کانون کی لو سے ہم اللہ اکبر سے پہلے ہاتھون کا اٹھانا مشہور ہے طرفین کیطرف اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہے اور خلاصہ اور محیط
مین ہے کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے اوسیوقت ہاتھہ کا اوٹھانا شروع کرے اور جب اوسکو تمام کرے اوسیوقت اوسکو تمام کرے اور تیسرا
قول یہہ ہے کہ بعد اللہ اکبر کہنے کے اوٹھاوے اور یہہ سب اقوال حدیث شریف مین مروی ہین کذا فی الشامی ہو المراد بالمحاذاۃ لانہا لا
تتیقن الا بذلک کانون تک ہاتھون کا اٹھانا ہی مراد ہے محاذات سے جو ظاہر الروایۃ ہے اور بعض احادیث مین وارد ہے اسلئے کہ محاذات بدون
اسطرح اٹھانے کے یقینی نہوگی ہم یعنی بعض احادیث مین جو حذو اذنیہ آیا ہے یعنی دونو کانون کے برابر ہاتھہ اوٹھاوے اوس سے مراد یہی ہے
کہ انگوٹھے کانون کی لو کو لگین اور شانون تک اوٹھانے مین برابری کانون کی ثابت نہین اور جن حدیثون مین شانون تک اوٹھانا مروی ہے تو
وہ اوسحالت پر محمول ہے کہ ہاتھہ سردی کے سبب کپڑون کے اندر ہون اور ابن ہمام نے دونو حدیثون مین توفیق اسطرح کی ہے کہ کلائیون کو

ونیت؟ وقیل حذائیہ بکفیہ القبلۃ ویستقبل تعرف کذا فی الشامی ہوجاتی ہے انگوٹھون سے کانون کی محاذات برابر کرنے سے مونڈھون کے
دونون ہتھیلیون کو قبلہ کیطرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہتھیلیون کا. رخ دونون رخسارون کیطرف کرے والمرأۃ ولو امۃ کما فی البحر
لکن فی النہر عن السراج انہا ہنا کالرجل وفی غیرہ کالحرۃ اور عورت اگرچہ لونڈی ہو چنانچہ بحرالرائق مین ہے لیکن نہرالفائق مین سراج سے
منقول ہے کہ لونڈی اس مقام مین یعنی رفع یدین مین مرد کی برابر ہے اور دوسرے افعال مثلا رکوع اور سجدہ مین مثل آزاد بیبی کے ہے
ترفع بحیث یکون رؤس اصابعہا حذاء منکبیہا وقیل کالرجل عورت اپنی ہاتھ اسطرح اوٹھاوے کہ اوسکی اونگلیون کے سر برابر اوسکے
دونون شانون کے ہوجائین اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی کہ عورت مثل مرد کے ہاتھ اوٹھانے مین مگر اول قول کو ہدایہ مین صحیح کہا ہے
وصح شروعہ ایضا مع کراہۃ التحریم بتسبیح وتہلیل وتحمید وسائر کلم التعظیم الخالصۃ لہ تعالی ولو مشترکۃ کرحیم وکریم فی الاصح
اور نیز صحیح ہے شروع کرنا نمازی کا نماز کو کراہت تحریمی کیساتھ سبحان اللہ کہنے اور لا الہ الا اللہ کہنے اور الحمد للہ کہنے سے اور سب اللہ تعالی کی خالص تعظیم کے
کلمات سے اگرچہ مشترک ہون مثل رحیم اور کریم کے صحیح تر قول مین ہم تعظیم مین خالص کی قید اسلئے لگائی کہ جو کلمات شامل ہون دعا اور حاجت
پر وہ مخل جانین شامی نے کہا کہ لہ تعالی متعلق تعظیم سے ہے نہ خالص سے ... اوسکے بعد ولو مشترکۃ نہ بنیگا اور اصح قول کا مخالف ذخیرہ اور
خانیہ مین ہے کہ شروع نماز کو خالص لفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہے وخصہ الثانی باکبر وکبیر منکرا ومعرفا زاد فی الخلاصۃ الکبار مخففا
ومثقلا اور مخصوص کیا ہے شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اکبر اور کبیر سے خواہ انکو نکرہ لے الف لام کے بغیر لے یا الف لام کے ساتھ خلاصہ مین
کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہے ہم کہا بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید ان بمعنی کبیر ہے یعنی ابو یوسف کے نزدیک
اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہوجائیگا اور الفاظ سے صحیح نہوگا شامی نے کہا کہ
اسمین صحیح طرفین کا قول ہے چنانچہ نہرالفائق مین ہے کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان جیسے کہ صحیح ہے اگر نماز کو شروع کیا
عربی کے سوا دوسری زبان مین کوئی سی زبان ہو وخصہ البردعی بالفارسیۃ لمزیتہا بحدیث لسان اہل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ
الدریۃ بتشدید الراء قہستانی اور خاص کیا ہے دوسری زبان کو احمد بن حسین بردعی نے فارسی کے ساتھ بسبب اوسکی فائق ہونیکی اس
حدیث سے کہ زبان جنت والونکی عربی ہے اور دری فارسی اور لفظ دری راء مہملہ کی تشدید سے ہے کذا فی القہستانی ہم محشی اس حدیث کی تخریج کے در پی نہین
ہوئے اور دری منسوب ہے در کیطرف بمعنی دروازہ اور یہہ زبان ان لوگونکی ہے جو بادشاہی دروازہ پر رہتے ہین اور فارس نام ایک قبلہ کا ہے جسکی
طرف ایک قوم منسوب ہے ان لوگونکی زبان عربی کے بعد اشرف اور مشہور تر ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرطا عجزہ اور صاحبین
نے دوسری زبان مین شروع نماز کے صحیح ہونے کے لئے عاجز ہونا نمازی کا عربی مین تکبیر کہنے سے شرط کیا ہے وعلی ہذا الخلاف الخطبۃ
وجمیع اذکار الصلوۃ اور اسی خلاف پر ہین خطبہ اور سب کر نماز کی یعنی امام اعظم کے نزدیک اور زبانون مین خطبہ اور ثنا اور دوسری
دعائین درست ہین اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کے سوا نہین درست ہین طحطاوی نے کہا کہ معتمد امام کا قول ہے واما ما ذکرہ
بقولہ او امن او لبی او سلم او سمی عند ذبح او شہد عند حاکم او رد سلاما ولم ار لو شمت عاطسا او قرأ بہا عاجزا
فجائز اجماعا اور جو امور کہ نماز کے ذکر مین داخل نہین اور انکو مصنف نے اپنے قول مین ذکر کیا ہے یعنی خواہ ایمان لا یا یا لبیک کہا
یا سلام کیا یا ذبح کیوقت خدا تعالی کا نام لیا یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دی یا جواب سلام کا دیا یا قراءت پڑہی عربی سے عاجز ہوکر تو یہہ سب
باتین باتفاق امام اور صاحبین کے غیر زبان مین جائز ہین شارح نے کہا کہ اگر چھینک کا جواب غیر زبان مین دیا تو اسکا حکم مین نے نہین دیکھا
شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب مین کچھہ فرق نہین معلوم ہوتا فیقید القراءۃ بالعجز لان الاصح رجوعہ الی
قولہما وعلیہ الفتوی مصنف نے قراءت مین عربی سے عاجز ہونے کی قید لگائی اسلئے کہ صحیح تر ہے رجوع کرنا امام کا صاحبین کے قول کیطرف اور

اسی پر فتوی ہے ملتقی وجعل العینی الشروع کالقراءۃ لا سلف لہ فیہ ولا سند یقویہ بل جعلہ فی التاتارخانیۃ کالتلبیۃ یجوز
اتفاقا فافھم کلامھم رجوعھما الیہ لا ھو الیھما فاحفظہ فقد اشتبہ علی کثیر من القاصرین حتی الشرنبلالی فی کل کتبہ فتنبہ
اور عینی نے شروع نماز کی تکبیر کو قرارت کی مانند کیا ہے یعنی غیر زبان میں اوسکے صحیح ہونے کے لئے بھی قید عربی سے عاجز ہونے کی لگائی ہے تو اسباب میں عینی
کا کوئی سلف ہے جسنے پیشتر ایسا کہا ہو اور نہ کوئی سند اوسکے دعوی کو قوت دیتی ہے بلکہ شروع کو تاتارخانیہ میں تلبیہ کی مانند ٹھہرایا ہے کہ غیر زبان
میں باتفاق جائز ہے پس ظاہر تجویز تاتارخانیہ کا مثل متن تنویر الابصار کے یہہ ہے کہ صاحبین نے امام کے قول کیطرف رجوع کیا ہے نہ یہہ کہ امام نے
صاحبین کیطرف رجوع کیا ہو تو اسکو یاد کرلے کہ بہت سی کم توجہ کرنیوالون پر یہہ امر مشتبہ ہوگیا ہے یہانتک کہ شرنبلالی پر بھی اوسکی سب کتابون
میں مشتبہ ہوگیا ہے سو خبردار ہو جا ہم صاحبین کے نزدیک نماز کے سب ذکر اور تکبیر تحریمہ دوسری زبان میں اوسوقت درست ہوتے ہیں کہ نمازی
عربی سے عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قرارت کے سب اذکار و تحریمہ باوجود قدرت عربی کے غیر زبان میں جائز ہیں تو فقط امام صاحب نے
قرارت کے باب میں صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہے اسوجہ سے کہ قران ایک خاص عربی منظوم کا نام ہے جو بنقل متواتر ہم تک پونہچا ہے تو فارسی
وغیرہ میں وہ منقول خاص باقی نرہیگا باقی رہا شروع کا حال تو اوسمین امام صاحب کی دلیل قوی ہے یعنی وہ یہہ فرماتے ہیں کہ شروع میں مطلوب ذکر
اور تعظیم ہے یہہ ہر زبان میں حاصل ہو سکتا ہے خصوصیت عربی کی نہیں پس عینی نے جو شروع کو قرارت کی مانند ٹھہرایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہنے
صاحبین کا قول شروع نماز میں اختیار کیا حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ تاتارخانیہ میں شروع نماز کو تلبیہ کے موافق کہا ہے جو بالاتفاق دوسری زبان میں درست
ہے اور اس متن میں بھی شروع نماز میں قید عاجزی کی نہیں لگائی جیسی قرارت میں لگائی ہے تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کے عدم تقیید اس
بات کی دلیل ہیں کہ صاحبین نے شروع نماز میں امام کا قول اختیار کیا ہے نہ یہہ کہ امام نے صاحبین کا قول لیا ہو جیسا عینی نے سمجھا کذا فی الشامی بتصرف
لا یصح ان اذن بھا علی الاصح وان علم انہ اذان ذکرہ الحدادی واعتبر الزیلعی التعارف نہیں صحیح ہے اگر اذان دی غیر عربی میں صحیح تر
قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہہ جانیں کہ وہ اذان ہے ذکر کیا ہے اوسکو حدادی نے اور زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہے یعنی اگر اذان فارسی میں ہوا اور
لوگ جان جاویں کہ اذان ہوتی ہے تو درست ہوگی ورنہ جائز نہوگی کیونکہ اذان سے مقصود خبر کرنا نماز کا ہے وہ حاصل نہیں ہوا **فروع** مسائل متفرقہ شارح
کے قرأ بالفارسیۃ او التوراۃ او الانجیل ان قصۃ تفسد ان ذکرا لا قرارت پڑھی فارسی میں یا قران کی جگہہ توریت یا انجیل پڑھی اگر
کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہوگی م ہدایہ میں کہا کہ فارسی میں قرارت سے نماز فاسد نہیں بلا خلاف بشرطیکہ جسقدر
قرارت سے نماز درست ہوجا اوسقدر عربی میں پڑھ لی ہو اور قاضی خان نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک نماز فاسد ہوجاتی ہے فتح القدیر میں ان دو
قول میں یون توفیق کی کہ اگر فارسی میں قصون کی جگہہ یا امر و نہی کی جگہہ سے پڑھیگا تو فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر اور تنزیہ کے مقام کو پڑھیگا اور
اوسی پر اکتفا کریگا تب بھی فاسد ہوگی کہ نماز قرارت سے خالی رہجائیگی اور کسیقدر قران اوسکے ساتھ ملالیگا تو فاسد نہوگی کذا فی الشامی والحق بہ
فی البحر الشاذ اور بحر الرائق میں فارسی میں قرارت پڑھنے کے ساتھ قران کی روایت شاذ کو ملحق کیا ہے یعنی روایت شاذ کا حکم بھی اوسی تفصیل سے
ہے جیسا فارسی قرارت میں مذکور ہوا لکن فی النھر الاوجہ انہ لا یفسد ولا یجزی کالتشہد لیکن نہر الفائق میں ہے کہ موجہ تر یہہ ہے کہ روایت شاذ نماز
کو فاسد نہیں کرتی اور نہ قرارت واجب سے کافی ہوتی ہے جیسا کہ تحمید کو پڑھنا قران کا مثلا یون کہنا الحمد للہ کہ وہ بھی مفسد نہیں اور نہ مقدار واجب کو کافی
ہو م قران مجید کی روایات مشہور سات ہیں اور ائمہ قرارت دس ہیں تو متواتر روایتیں دس تک ہو سکتی ہیں پس جو روایت ان دسون روایتون
سے خالی ہوگی وہ شاذ ہے نہر الفائق میں کہا کہ وجہ اسکی مفسد نہونیکی یہہ ہے کہ روایت شاذ کے قران ہونے میں شک ہے تو شک سے نماز فاسد نہیں
ہوتی بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قران نہیں کیونکہ عرف میں قران عربی زبان ہی کو کہتے ہیں وتجوز کتابۃ آیۃ او آیتین بالفارسیۃ لا اکثر
اور درست ہے لکھنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی میں نہ زیادہ کا مطلب وہی ہے جو حلبی سے نقل کیا کہ اصلی وجہ یہہ ہے کہ ایک یا دو آیت قلیل ہے اھ

قلیل معاف ہی نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہوگا اور ضرورت کیصورت مین زیادہ کے لکھنی مین بھی کچھ مضائقہ نہین دیکھو کتب تفسیر
ححتہ بھیا اور مکروہ ہی لکھنا قران کی تفسیر کا قران کے نیچے فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ شریعت مین حکم ہے قران کے خالی رکھنے کا غیر قران
سے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے کہ لکھنا قران کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اوسکے نیچے لکھنا جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ کراہت سے تنزیہی کراہت
مراد ہے اور فارسی کی کچھ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہے تو مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہہ ہے کہ قران مجید متن مین اور ترجمہ حاشیہ پر لکھی تاکہ اس کراہت
سے بچے ۔ ولو شرع بمشوب بحاجته کتعوذ وبسملة وحوقلة واللهم اغفر لي او ذکرها عند الذبح لم يجز اور اگر نماز کو شروع کیا ان لفظون
سے جو مخلوط ہین نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہوگا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہہ قائم مقام دعا کے ہے گویا کہ یہہ کہا
کہ الٰہی مجکو پناہ دے شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہہ بھی برکت کیواسطے ہے تو گویا یون کہا کہ الٰہی تو میرے واسطے برکت کر
اور جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہہ بھی دعا ہے تو گویا یون کہیگا کہ الٰہی مجکو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت
دے کہ سوا تیرے اور کسیکو یہہ طاقت نہین اور جیسے اللھم اغفرلی کہنا کہ صریح دعا ہے حضرت کو پس ان سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللھم اغفرلی
کو ذبح کیوقت تو ذبح درست نہوگا بخلاف اللهم فقط فانه يجوز فيهما في الاصح کیا الله بخلاف صرف لفظ اللھم کے کہ شروع اور ذبح دونون
مین جائز ہے صحیح تر قول مین مثل یا اللہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح مین درست ہے باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے ان لوگون کا قول
نکل گیا جو عدم صحت شروع اور ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اوس قول کی تصحیح کی ہے اور اللھم بمعنی یا اللہ ہے ووضع الرجل يمينه على
يساره تحت سرته آخذا رسغها بخنصره وابهامه هو المختار اور رکھے مرد یعنی بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتھ بائین پر نیچے اپنی ناف کے پکڑ کر ہوا
بائین ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگوٹھے سے یہی مختار ہے یعنی چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کر کے بائین ہاتھ کی کلائی کو پکڑے اور باقی تین انگلیان
پھیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر اور بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پونچھے پر رکھے مگر مختار اول طرح ہے اور وجہ مختار ہونے کی یہہ ہے کہ بعض
احادیث مین ہاتھ کا رکھنا دوسرے ہاتھ پر مروی ہے اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکھنے مین دونو باتین حاصل ہین کذا فی الشامی بتصرف و
تضع المرأة والخنثى الكف على الكف تحت ثديها اور رکھے عورت اور خنثی مشکل داہنی ہتھیلی کو بائین ہتھیلی پر اپنی دونو پستانون کے نیچے
شامی نے کہا کہ منیہ کے بعض نسخون مین تحت ہے اور بعضون مین علی یعنی پستان کے اوپر رکھے مگر بہتر تھا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکھے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر
رکھنا لکھا ہے نہ پستان پر مع خنثی اوسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت دونو کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہوگی تو اوسکو حکم مردون کا
ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اوسکا حکم عورتون کا سا ہے اور اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہے كما فرغ
من التكبير بلا ارسال في الاصح ہاتھ ۔ کہ بمجرد فارغ ہونے کے اللہ اکبر کہنے سے باندھ لے ہاتھ لٹکائے نہین صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت
یہی ہے اور اسکا مقابل قول وہ ہے جو امام محمد سے مروی ہے کہ ثنا پڑھنے کیوقت دونو ہاتھونکو لٹکا رکھے جب سبحانک اللھم الخ سے فارغ ہو جاے تو ہاتھ
باندھ لے مع کاف کما فرغ کا مبادرت کا کاف کہلاتا ہے وهو سنة قيام اور ہاتھون کا باندھنا سنت ہے قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام
محمد کے نزدیک قرارت کی سنت ہے اسلیئے ثنا مین اونکے نزدیک ہاتھ کا لٹکانا اور اونکو نہ باندھنا اوسوقت تک درست ہے کہ قرارت شروع کرے ظاهره
ان القاعد لا يضع يديه اور ہاتھون کے باندھنے کو سنت قیام ٹھہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بیٹھنے والا اپنے ہاتھ نہ باندھے اور مین نے اسکو صریح نہین
دیکھا ثم رأيت في مجمع الانهر المراد من القيام ما هو الاعم لان القاعد يفعل كذلك پھر مین نے مجمع الانہر مین دیکھا کہ مراد قیام سے وہ ہے جو عام
ہے حقیقی اور حکمی سے اسلیئے کہ بیٹھنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہے یعنی ہاتھ وہ بھی باندھتا ہے تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا حکمی ہاتھون کا باندھنا اسکی
سنت ہے حکمی قیام جیسے نفل مین بیٹھنا اور فرضون مین عذر کی جہت سے بیٹھنا کہ یہہ نشست قائم مقام قیام کے ہے له قرار فيه ذكر مسنون فيضع
حالة الثناء وفي القنوت وتكبيرات الجنازة ہاتھونکا باندھنا اوس قیام کی سنت ہے جسمین طول ہو اور اوسمین کوئی ذکر مشروع ہو یعنی جسکے پڑھنے کا

حکم ہو خواہ وہ کچھ فرض ہو یا واجب یا سنت اِس سے یہہ نکلا کہ ہاتھ باندہے ثنا پڑہنے کیوقت اور قنوت کے اندر اور جنازہ کی تکبیروں میں کیونکہ اِن قیاموں میں
ذکر مشروع پایا جاتا ہی ھم اسیطرح خطبہ پڑہنے کیوقت ہاتھ باندہنے چاہئیں کہ وہ بہی ذکر مشروع سے خالی نہیں لَا فِی قِیَامٍ غَیرِ ذِی ذِکرٍ مِن رُکُوعٍ وَسُجُودٍ
بعد ما الفرض ابی ولا بین تکبیرات العیدین لعدم الذکر والطول القیام فیضع [illegible] نہیں مسنون ہوا ہاتھ باندہنا رکوع وسجدہ کے درمیان کے قیام
مین بسبب زیادہ ہونے قیام کے یعنی اگرچہ قومہ مین ذکر مسنون موجود ہی کہ سمع اللہ لمن حمدہ یا ربنا ولک الحمد کہنا پڑتا ہی مگر چونکہ اِس قیام مین طول نہین تو
ہاتھ باندہنا مسنون نہیں اور نہیں مسنون عیدین کی تکبیروں مین ہاتھوں کا باندہنا بسبب نہونے ذکر کے جبتک کہ قیام کو طول نہو اور اگر طول دی تو ہاتھ باندہ
لے کذا فی السراج طحطاوی نے کہا تو ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ صلوۃ التسبیح کے قومہ مین ہاتھوں کا باندہنا مسنون ہو یعنی اسوجہ سے کہ اسمین طول اور ذکر مسنون
دونون ہین وقرأ کما کبر سبحانک اللهم [illegible] وجل ثناؤک الا فی الجنازة مقتصرا علیه [illegible] ولا [illegible] فی النوافل ولا [illegible] انا اول
المسلمین فی الاصح اور پڑہے مقتدی تکبیر کہنے کے سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک کلمہ وجل ثناءک کو چھوڑکر یعنی بعد وتعالی جدک کے
وجل ثناءک کبہی سوا نماز جنازہ کے کہ اوسمین اس لفظ کا زیادہ کرنا مسنون ہے درحالیکہ اکتفا کرنیوالا ہو اسی ثنا پر یعنی اوسمین وجہت وجہی الخ نہ ملاوے
بجز نماز نفل کے کہ اوسمین اوسکا ملانا ثناء کے ساتھ جائز ہے اور نماز فاسد نہین ہوتی صحیح تر قول مین نمازی کے اس کہنے سے وانا اول المسلمین یعنی مین پہلا
ہون سب مسلمانون کا ھم منیہ مین کہا کہ اگر جل ثناءک بہی کہیگا تو نماز مین کچھ حرج نہوگا اور وجہت وجہی پوری اسطرح ہی وجہت وجہی للذی فطر السموات
والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک له وبذلک امرت وانا اول المسلمین اسکو نفل نماز مین ثنا
کے ساتھ ملالے اور متاخرین نے اسکو اختیار کیا ہی کہ تحریمہ سے پیشتر اسکو کہلے اور اصح قول کا مقابل وہ ضعیف قول ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہی اسلئے کہ
انا اول المسلمین اوسکی طرفسے جہوٹ ہوتا ہی بحر الرائق مین کہا کہ احادیث صحیحہ مین اسکا پڑہا جانا ثابت ہی تو مفسد نماز نہین ہو سکتا علاوہ اسکی جہوٹ اسوقت
ہو کہ نمازی اپنے حال کی خبر دیتا ہوا اوسکی غرض تو صرف قصد تلاوت ہی تو جہوٹ کیسے ہوگا کذا فی الشامی ملتقطا الا اذا شرع الامام فی القراءة سواء
کان مسبوقا او مدرکا وسواء کان امامه یجهر بالقراءة او لا فانه لا یأتی به لما فی النهر عن الصغری ادرک الامام فی القیام یثنی ما لم یبدأ
بالقراءة مگر تکبیر تحریمہ کہہ کر بہی ثنا پڑہے مگر جب امام قرات پڑہنی لگا ہو تو اوسوقت مقتدی ثنا نہ پڑہے خواہ مقتدی کچہہ نماز ہو جانیکے بعد ملا ہو یا شروع سے امام کا شریک ہو
اور برابر ہے کہ اوسکا امام قرات پکار کر پڑہتا ہو یا نہیں اسلئے کہ نہر الفائق مین صغری سے منقول ہی کہ امام کو مقتدی نے قیام مین پایا تو ثنا پڑہے جب تک کہ امام نے قرات شروع نکی ہو
طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ عبارت متن سے معلوم ہوتا تہا کہ جب امام آہستہ پڑہتا ہو تو قرات شروع کردینے پر بہی ثنا کا پڑہنا جائز ہی اسلئے شارح نے عبارت کو قول صحیح کی طرف پہیر ما
قیل فی المخافتة یثنی اور بعضون نے کہا کہ امام کے آہستہ پڑہنے کیصورت مین ثنا پڑہ لے ھم حلبی نے اس قول کے ضعف کی وجہ یہہ بیان کی ہے کہ جب
مقتدی سے امام کے پیچھے قرات ساقط ہوگئی جو فرض تہی تو ثنا جو نفل ہے بطریق اولی ساقط ہونی چاہئے ولو ادرکه راکعا او ساجدا
ان اکبر رأیه انه یدرکه اتی به اور اگر امام کو رکوع یا سجدہ کرتے پایا تو اگر مقتدی کا گمان غالب ہو کہ ثنا پڑہکر امام سے ملجائیگا تو ثنا پڑہ لے طحطاوی
نے شرنبلالی سے نقل کیا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا تو تحریمہ کہہ کے رکوع کرے اور ثنا کو ترک کرے اور اگر سجدہ مین پا دے تو بعد تحریمہ کے ثنا پڑہے اور
سجدہ مین شریک ہوا اور یہی حال قعدہ کا ہے وکما استفتح تعوذ بلفظ اعوذ علی المذهب اور جب ہی کہ دعا شروع یعنی ثنا کی پڑہ چکے
شیطان سے پناہ مانگے اعوذ کے لفظ سے بنا بر مذہب قوی کے یعنی اعوذ پڑہے بدون اسبات کے کہ ثنا مین اور اوسمین تاخیر کرے یا کوئی اور چیز پڑہے
اور اعوذ باللہ کہے استعیذ باللہ نہ کہے اگرچہ ہدایہ مین استعیذ لکہا ہی [illegible] هذا الاستفتاح الیها فهو کالتنازع اعوذ پڑہے آہستہ شارح نے کہا
کہ سرا ثنا پڑہنے کی بہی قید ہی یعنی دونوکو آہستہ پڑہے تو یہہ لفظ مثل تنازع کے ہوا یعنی جیسے دو فعل ایک اسم مین تنازع کرتے مین فاعل
اور مفعول ہونے مین ویسے ہی لفظ سرا دو فعلون قرأ اور تعوذ کے بعد دونو کی قید واقع ہوا ہے تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلئے
نہ کہا کہ تنازع مفعول له اور تمیز اور حال مین نہین ہوتا اور سرا یہان حال ہے یا مفعول مطلق فعل محذوف کا [illegible] فلو تذکره بعد الفاتحة

ترکه ولو قبل اکمالها ساهیا وینبغی ان یسبّح ثنا یأتی بها لما ذکر فی الحلیة اعوذ پڑہی قرارت کے لئے ایسی سی یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا پڑھنا یاد
آئے تو اسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنے سے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑھ لے اور چاہئے یون کہ الحمد کو از سر نو پڑھے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے
ہم شامی نے کہا کہ اصل مسئلہ خلاصہ مین مذکور ہی حلبی نے اسکو بہو تم سمجھ لیا اسلئے ایسا لکھا یہ کیسی ہو سکتا ہی کہ قرارت کو جو فرض ہے چہوڑ کر اعوذ
پڑھی جو سنت ہی پس تحقیق اسباب مین وہ ہی جو فقیہ ابو جعفر نے نوادر مین بیان کی ہی کہ اگر تکبیر کے بعد قرارت شروع کر دی اور ثنا اور تعوذ کو
بہول گیا تو انکو ترک کرے اسلئے کہ انکی پڑھنے کا موقع جاتا رہا ولا یتعوذ التلمیذ اذا قرأ علی استاذه ذخیرہ ای لا یسن فی حقه
اعوذ نہ پڑھی شاگرد جب اپنی استاد کے پاس سبق پڑھی کذا فی الذخیرہ یعنی اعوذ پڑھنا اسکو مسنون نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہئے یعنی چونکہ اعوذ پڑھنا
قرارت قرآن کے لئے مسنون ہی اسلئے اور عبادت کے پہلے پڑھنا مسنون نہوگا فیأتی به المسبوق عند قیامه لقضاء ما فاته لقراءته لا المقتدی
لعدمها پس اعوذ پڑھی مسبوق جس وقت کھڑا ہو اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑھے اسلئے کہ اسکو باقی نماز مین قرارت پڑہنی ہوگی نہ اعوذ پڑھی
مقتدی بسبب نہ پڑھنے قرارت کے ویؤخر الامام التعوذ عن تکبیرات العید لقراءته بعدها اور امام اعوذ کو عید کی تکبیرون سے پیچھے پڑھے بوجہ
قرارت پڑہنے کے بعد تکبیرون کے ہم طرفین کے نزدیک اعوذ قرارت کا تابع ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع قرآن کے نزدیک ثنا کے
بعد پڑھنا چاہئے اسصورت مین تکبیرون سے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ مین اسیکو اصح کہا ہی مگر قاضی خان اور ہدایہ اور کافی وغیرہا کا مختار طرفین
کا قول ہے اور شرح منیہ مین کہا کہ اسیکو ہم لیتے ہین کذا فی الشامی وکما تعوذ سمّی غیر المؤتم بلفظ البسملة لا مطلق الذکر کما فی ذبیحة ووضوء
مؤتم فی اول کل رکعة وجوبا اور بعد اعوذ پڑھنے کے غیر مقتدی یعنی امام اور تنہا پڑھنے والا الله کا نام لے بلفظ بسم الله الرحمن الرحیم مطلق
ذکر جیسی ذبیحہ اور وضو مین مطلق ذکر کافی ہے خصوصیت بسم الله کی نہین بسم الله کہی ہر رکعت کے شروع مین آہستہ ہی اگرچہ رکعت جہری ہو ہم غیر مقتدی
کی قید اسلئے لگائی کہ مقتدی قرارت نہین پڑہتا اور ہر رکعت کے شروع مین اسلئے بسم الله پڑھے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہ ہی اور جہری کی قید منیہ کے
قول کے رد کرنے سے لگائی کہ بسم الله سری نماز مین پڑھے نہ جہری مین حالانکہ یہہ قول غلط ہی کذا فی الطحطاوی لا تسنّ بین الفاتحة والسورة مطلقا
ولو سریة ولا تکره اتفاقا نہین مسنون ہی بسم الله کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان مین مطلق خواہ پہلی رکعت ہو یا اور کوئی اگرچہ نماز سری ہو
اور نہین مکروہ ہی بسم الله کہنا سورہ پر بالاتفاق ہم شامی نے کہا کہ وجہ نہ مکروہ ہونے کی یہہ ہی کہ بعض کے نزدیک بسم الله ہر سورہ کی آیت ہی
تو بسم الله کہہ لینی سی شبہہ اختلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی مین تصریح کی کہ سورہ سی پیشتر اسکا کہہ لینا اچہا ہی وما صححه الزاهدی من وجوبها
ضعّفه فی البحر اور زاہدی نے جو بسم الله کے واجب ہونے کی یعنی الحمد کے شروع مین تصحیح کی ہے اسکو بحر الرائق مین ضعیف کہا ہی یعنی اسوجہ سے
کہ مخالف ظاہر مذہب کی ہی جو متون اور شروح اور فتاوی مین مذکور ہی اور نہر الفائق مین کہا کہ حق یہہ ہی کہ دونون قول مرجح ہین وهی آیة واحدة
من القرآن کله انزلت للفصل بین السور اور بسم الله ایک آیت ہی تمام قرآن مین سے اوتری ہی سورتون مین جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ
تو الحمد کے شروع مین تبرک کے لئے مذکور ہی فیما فی النمل بعض آیة اجماعا تو جو سورہ نمل مین بسم الله الرحمن الرحیم ہے وہ آیت کا ٹکڑا ہے
بالاتفاق یعنی شروع آیت انه من سلیمان سی ہی اور انتہا وأتونی مسلمین پر ولیست من الفاتحة ولا من کل سورة فی الاصح اور بسم الله الحمد کا
جز نہین اور نہ ہر سورہ کا صحیح تر قول مین ہم شارح کو مناسب تہا کہ من الفاتحة کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تا کہ حلوانی کے قول کا رد ہو تا کہ انہون نے کہا
ہی کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم الله فاتحہ کا جز ہی اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہین تو انکی خلاف وہم کرنیکو فی الاصح
کہنا تہا کا دستور نہین فحرم علی الجنب ولم تجز الصلوة بها احتیاطا پس بسم الله پڑھنا حرام ہی جنب کو اور اسیطرح حائض اور نفسا کو اور نہین
جائز ہے صرف بسم الله سی نماز احتیاط کی راہ سی ہم شامی نے کہا کہ احتیاطا دونون مسئلون کی علت ہی یعنی چونکہ بسم الله بوجہ متواتر لکہی جانیکے
قرآنیت کلمہ معلوم ہوتی ہی اسلئے احتیاطا اسکا پڑھنا جنب کو حرام ہوا اور اسوجہ سی کہ امام مالک اسکو قرآن نہین کہتی تو قرآن ہونا اسکا مشکوک ٹھہرا اسلئے

ومشابہ اسمین ہوتی کہ اس سے نماز جائز نہو کیونکہ فرضیت قراءت یقینی ہے وہ مشکوک چیز کے پڑہنے سے ادا نہوگی ولم یکفر جاحدھا للشبھۃ اختلاف مالک
فیھا اور بسم اللہ کا منکر کافر نہیں اسواسطے کہ اوسمین امام مالک کے اختلاف کا شبہہ ہے یعنی اس شبہہ سے قطعی قران نہ ہوا کہ اوسکا منکر کافر ہوتا وکما سنّ
قرأ المصلی لو اماما او منفردًا الفاتحۃ اور بسم اللہ پڑھتی ہی نمازی اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑہے یعنی مقتدی ہو تو نہ پڑہے وقرأ بعدھا
وجوبًا سورۃ او ثلث ایات ولو کانت الایۃ او الایتان تعدل ثلث ایات قصار انتفت کراھۃ التحریم ذکرہ الحلبی لا تنتفی
التنزیھیۃ الا بالمسنون اور پڑہے بعد الحمد کے واجب ہونے کی راہ سے کوئی سورہ قران کی یا تین آیتیں اور اگر ایک آیت یا دو آیتیں برابر ہوں تین چہوٹی
آیتوں کے تو کراہت تحریمی زائل ہو جائیگی ذکر کیا ہے اوسکو حلبی نے اور کراہت تنزیہی دور نہوگی مگر مسنون قراءت سے ہم سورۃ کہنے سے اشارہ ہوا کہ الحمد کے
بعد فرضوں میں افضل ایک ہی سورہ کا پڑہنا ہے اور اگر دو یا زیادہ پڑہیگا تب بہی کراہت نہیں اور قراءت مسنون یہہ ہے کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصّل پڑہے
اور عصر اور عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی وامّن بمدٍّ وقصرٍ وامالۃٍ اور آمین کہے الف کے مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ
اور امالہ کے ساتھ ہم آمین مد کے ساتھ بروزن یاسین ہے اور قصر کے ساتھ امین بروزن قریب ہے اور امالہ کے ساتھ امین بروزن [illegible] کہیں ان تینوں
طرح سے کہنا جائز ہے ولا تفسد بمدٍّ مع تشدید او حذف یاء بل بقصرٍ مع احدھما او بمدٍّ معھما وھذا مما تفردت بہ بقصرہ اور نماز فاسد
نہیں ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھ یا حذف ی کے ساتھ بلکہ فاسد ہوتی ہے قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھ اور مد سے دونوں کے ساتھ اور یہہ
تنبیہ ہے کہ اسمین میں ہی تنہا ہوں اور کسی نے نہیں بیان کی ہم حاصل یہہ ہے کہ آمین کی آٹھ صورتیں شارح نے بیان کی پانچ سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور تین
سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے نہیں ہوتی اونمیں سے تین تو اوپر بیان کردیں سوا اونکے وزن کے چوتھی صورت الف کو مد کے ساتھ اور میم کو مشدد پڑہنا
یعنے آمّین بروزن ضالّین پانچویں صورت الف کو ممدود پڑہنا اور ی کو دور کردینا جیسے آمن بروزن ضامن تو ان پانچوں صورتوں میں نماز فاسد نہوگی
اسلئے کہ قران میں یہہ الفاظ یعنی آمین اور آمّین اور آمن موجود ہیں اور امالہ بہی جائز ہے اور تین صورتیں نماز کی مفسد ہیں اول الف مقصور پڑہنا مع تشدید
میم یعنی اَمّین دوسرے الف کو مقصور پڑہنا مع حذف ی یعنی اَمِن تیسرے الف کو مد پڑہنا تشدید اور حذف دونوں کے ساتھ یعنی آمّن یہہ الفاظ قران میں نہیں
ہیں اسلئے مفسد ہیں حلبی نے کہا کہ ایک صورت مفسد نماز اور رہ گئی یعنے الف کو مقصور پڑہنا مع تشدید اور حذف دونوں کے یعنی اَمّن تو اگر شارح یوں کہتا او بتشدید
او بقصر معھما توسب آجاتی والامام سرًّا کماموم ومنفرد ولو فی السریۃ اذا سمعہ ولو من مثلہ فی نحو جمعۃ وعید آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی
اور تنہا پڑہنے والیکی اگرچہ مقتدی نماز سری میں ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سنے گو خود جیسے مقتدی سے بالواسطہ سنے مثل جمعہ اور عید میں یعنی انبوہ
کثیر کی جماعت میں امام کی آمین بلا واسطہ نہ سنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سنے ہم امام مالک کے نزدیک آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعی کے نزدیک
امام ومقتدی دونوں پکار کر کہیں اسلئے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہیں اور بعضوں نے کہا کہ مقتدی نماز سری میں آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین
سنے کذا فی الشامی والحدیث اذا امّن الامام فامّنوا من التعلیق بمعلوم الوجود فلا یتوقف علی سماعہ منہ بل یحصل بتمام الفاتحۃ
بدلیل اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا امین اور یہہ جو صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کہ جسکا آمین کہنا فرشتوں کے
آمین کہنے سے موافق پڑیگا اوسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے تو اسمین مقتدی کا آمین کہنا شرط معلوم الوجود پر معلق ہے اسلئے امام سے سننے پر موقوف نرہیگا
بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہوگا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ فرشتے آمین کہتے ہیں سو جسکی آمین موافق
ہوگی فرشتوں کی آمین کے اوسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے اس حدیث کو عبد الرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہم یعنی صحیحین کی حدیث
سے بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے سنکر آمین کہیں اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ دوسرے مقتدی سے سنکر آمین کہیں حالانکہ یہہ حدیث کے
مخالف ہے تو شارح اسکا جواب دیتا ہے کہ حدیث میں آمین کہنے کو ایک شرط معلوم الوجود پر مشروط کیا ہے یعنی جگہہ آمین کہنے کی مقرر کردی ہے بدلیل
دوسری حدیث کے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہہ غرض ہے کہ جب الحمد کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام سے

[illegible]

مسنون ہی موقوف نہیں بلکہ الحمد کی تمامی معلوم کرنے پر ہی خواہ امام سے سنکر تمامی کا علم ہو یا مقتدی ہی سے سنکر کذا فی الطحطاوی ملتقطا اور کہا فی فتح
ویکبّر مع الانحطاط للرکوع ہے پہر قراءت سے فارغ ہوتے ہی رکوع کے لئے اللہ اکبر کہو جہکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون یہہ ہی کہ جہکنا اور اللہ
اکبر کہنا ایک ساتھہ شروع ہون ولا یکرہ وصل القراءۃ بتکبیرۃ اور مکروہ نہیں قراءت کا ملا دینا رکوع کے اللہ اکبر میں یعنی آخر حرف
قراءت کو لام اللہ اکبر میں ملانا مکروہ نہیں مثلاً سورہ نشرح کا خاتمہ فارغب پر ہی تو اگر اوسکی ب کو اللہ اکبر میں زیر سے ملاکر پڑہیگا تو مکروہ نہوگا
شامی نے تاتارخانیہ سے اسباب میں یہہ تفصیل ذکر کی ہی کہ اگر آخر سورہ میں ثنا ہو مثلاً کبّرہ تکبیرا تو ایسی صورتمین ملانا بہتر ہی ورنہ جدا کرنا بہتر ہی
جیسے سورہ کوثر کا اخیر کہ اوسکو ملانا بہتر نہیں ولو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حالۃ الانحناء لا بأس بہ عند البعض منیۃ المصلی اور اگر
قراءت میں سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور اوسکو جہکنے کیحالت مین پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچہہ مضائقہ نہیں کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہہ
قول ضعیف ہی معتمد وہی ہی کہ سب قراءت کو پوری کرکے رکوع کرے ویضع یدیہ معتمدا بہما علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ للتمکن اور اپنے
دونوں ہاتہونکو دونوں زانو پر سہارا دیکر رکہو اور ہاتہونکی اونگلیونکو پہیلا دو تمکن کے لئے یعنی تاکہ گہٹنونکو اچہی طرح پکڑ سکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتہون
کا رکہنا اور ان سے گہٹنون کا پکڑنا اور اونگلیون کا کشادہ رکہنا سنت ہی ویسن ان یلصق کعبیہ وینصب ساقیہ ویبسط ظہرہ غیر
رافع ولا منکس راسہ اور مسنون ہی رکوع مین اپنے دونوں ٹخنون کا ملانا اور دونوں پنڈلیون کا سیدہا کہڑا رکہنا اور اپنی
پشت کا پہیلانا اور پشت کو سرین کی برابر رکہنا بدون سر کے اوبہارنے یا نیچے ڈالنے کے یعنی سر بہی کمر کی برابر رہے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا
کہ پنڈلیونکو کمان کیطرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہین مکروہ ہی اور شارح کو مناسب تہا کہ لفظ یسن کو یضع کے پیشتر لاتا تاکہ وضع اور زانو کے پکڑنے
وغیرہ سنتونکو شامل ہوتا اور یہہ سب سنتین مردون کے حق مین ہین اور عورتین رکوع مین تہوڑا جہکین اور اونگلیان نہ پہیلاوین بلکہ ملی رکہین
اور ہاتہہ گہٹنون پر رکہہ لین یعنی پکڑنا انکو مسنون نہیں اور اپنے گہٹنونکو جہکالیوین اور بازوونکو علٰحدہ نکرین ویسبح فیہ واقلہ ثلثا فلو ترکہ
او نقصہ کرہ تنزیہا اور رکوع مین تسبیح کہو اور کمتر تسبیح تین بار ہی پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا امام احمد کے نزدیک
ایک بار تسبیح واجب ہے اور حلبی بہی وجوب کیطرف مائل ہی تو تسبیح ضرور کہنی چاہیئے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریما اطالۃ رکوع او
قراءۃ لادراک الجائی ای ان عرفہ والا فلا بأس بہ اور مکروہ تحریمی ہی رکوع یا قراءت کا دراز کرنا اس غرض سے کہ آنیوالا نماز مین مل جاے
یعنی اگر امام اوسکو پہچانکر طول دیتو مکروہ ہوگا ورنہ کچہہ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ اس صورتمین طول اسقدر ہی کہ دوسرے مقتدیونپر بار نہو اور
لفظ لا بأس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہی ولو اراد التقرب الی اللہ تعالٰی لم یکرہ اتفاقا لکنہ نادر وتسمی مسئلۃ الریاء فینبغی
التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قراءت یا رکوع سے صرف اللہ تعالی کا تقرب ارادہ کیا نہ آنیوالیکا ملجانا تو مکروہ نہوگا بالاتفاق مگر خالص
تقرب الہی کی نیت ہونی کمیاب ہی اور یہہ مسئلہ ریا سے بہی مسئلہ نمود ہی تو اس سے احتراز چاہیئے واعلم ان مما یتفرع علی لزوم المتابعۃ فی الارکان
انہ لو رفع الامام راسہ من الرکوع او السجود قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا عکسہ فیعود ولا یصیر ذلک
رکوعین اور جان کہ ارکان مین امام کی پیروی لازم ہونے پر یہہ مسئلہ مبنی ہی کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اوٹہایا پیشتر اس سے کہ
مقتدی تین بار تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہی یعنی جسقدر تسبیح رہگئی ہو اوسکو ترک کرکے امام کے ساتھہ ہی سر اوٹہالی اور
اسیطرح حکم ہی اسکے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی تسبیحین پوری ہونیسے پیشتر سر اوٹہالیا مثلا رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہی یعنی
پہر رکوع مین چلا جاوے اگر نجاویگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور یہہ دو رکوع نہونگے کیونکہ دوبارہ کا رکوع پہلی کی تکمیل کے لئے ہی نہ جداگانہ
ملتقطا کذا فی الحلبی بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃ قبل اتمام المؤتم التشہد فانہ لا یتابعہ بل یتمہ لوجوبہ ولو لم یتم جاز بخلاف
امام کے سلام پہیرنے اور تیسری رکعت کیلئے اوٹہنے کے پیشتر مقتدی کی التحیات پوری کرنیکے کہ مقتدی متابعت امام کی نکرے بلکہ التحیات کو تمام

[illegible] ہے جیسے انہون نے التحیات پڑھی ہو لیکن التحیات ختم ہو گئی ہو امام کے ساتھ سلام پھیرے [illegible]
[illegible] یہ جو متابعت ہے وہ جب ہو اکہ واجب کو ترک کرکے دوسرے کام کو اگر ابھی درست ہو [illegible] طحطاوی [illegible]
[illegible] ہو گی کہ اسے بجز یہی کے ساتھ کیونکہ التحیات کے پورا کرنے سے متابعت بالکل جاتی رہی بلکہ اسمین تاخیر واقع ہو گی اور متابعت [illegible]
[illegible] ہو جائیگا یہ سہو ہی [illegible] ولو سلم والمؤتم فی ادعیة التشهد تابعه لانها سنة والناس عنها غافلون
[illegible] سلام پھیرے اور مقتدی تشہد کی دعائیں پڑھتا ہو تو امام کی متابعت کرے کیونکہ دعائیں واجب نہیں اور تاخیر اگر کرے [illegible]
[illegible] غافل ہیں یعنی دعائیں پڑھتے رہ جاتے ہیں امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرتے سنت کے لئے واجب میں تاخیر کرتے ہیں شامی نے کہا کہ دعا
میں درود بھی داخل ہے ثم رفع راسه من رکوعه مسمعا پھر رکوع سے اپنا سر اوٹھاوے سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا یعنی سر اوٹھاتے کے ساتھ
ہی یہ الفاظ شروع کرے نہ جھکے ہو نہ سیدھا ہو کر وفی الولوالجیة لو ابدل النون لاما تفسد ولوالجیہ میں ہے کہ اگر نون کو لام سے بدلیگا
یعنی لمن حمدہ کی جگہ لل حمدہ کہیگا تو نماز فاسد ہو گی اسلئے کہ معنی لغو ہو گیا شامی نے کہا کہ منیۃ المصلی میں ہے کہ غالبا فاسد نہو گی حلبی شارح منیہ
نے کہا کہ اوسکا حکم توتلے آدمی کا سا ہے یعنی اگر قادر نہو گا صحیح کہنے پر تو فاسد نہو گی وهل یقف بجزم او تحریک قولان اور کیا وقف کرے حمدہ کی
ہ میں جزم سے یا حرکت سے اسمین دو قول ہیں یعنی جو لوگ اس ہ کو سکون کے لئے کہتے ہیں وہ جزم پر وقف کرتے ہیں اور جو ضمیر کہتے ہیں وہ ضمہ اشمام
کے ساتھ کہتے ہیں کذا فی الشامی ویکتفی به الامام وقالا یضم التحمید سرا ویکتفی بالتحمید المؤتم اور کفایت کرے سمع اللہ لمن حمدہ پر امام اور صاحبین
نے کہا کہ اسمین ربنا ولک الحمد آہستہ سے ملا دے اور کفایت کرے ربنا ولک الحمد پر مقتدی طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے
کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو وافضله اللهم ربنا ولک الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللهم فقط اور تحمید کی کلمات
میں سے افضل اللہم ربنا ولک الحمد ہے پھر حذف کرنا واو کا یعنی اللہم ربنا لک الحمد پھر حذف کرنا صرف اللہم کا بدون حذف واو کے یعنی ربنا ولک الحمد
شامی نے لکھا کہ اسکی بعد چوتھی صورت یہ ہے کہ اللہم اور واو دونو محذوف ہوں یعنی ربنا لک الحمد اور واو میں اختلاف ہے بعض زائد کہتے ہیں اور بعض عاطفہ
ویجمع بینهما لو منفردا علی المعتمد یسمع رافعا ویحمد مستویا اور ان دونو کو جمع کرے اگر تنہا پڑھتا ہو مذہب معتمد پر یعنی سمع اللہ
لمن حمدہ کہے سر اوٹھاتے وقت اور تحمید کہے سیدھا ہو کر ویقوم مستویا لما مر انه سنة او واجب او فرض اور کھڑا ہو سیدھا برابر اسوجہ
سے کہ پہلے گذر چکا کہ یہ قیام سنت ہے یا واجب یا فرض یعنی سنت ہے بقول طرفین اور واجب ہے بموجب اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کے اور فرض
ہے بقول امام ابو یوسف کے کذا فی الطحطاوی ثم یکبر مع الخرور ویضع رکبتیه واضعا رکبتیه اولا لقربهما من الارض ثم یدیه الا لعذر ثم وجهه (الانخفاض)
مقدما انفه [illegible] بین کفیه اعتبارا لآخر الرکعة باولها ضاما اصابع یدیه لتتوجه للقبلة پھر اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی اور سجدہ کرے
اسطرح کہ اپنے دونو گھٹنے زمین پر اول رکھے کیونکہ زمین سے قریب وہی ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھ رکھے مگر کسی عذر سے اگر ہاتھ پہلے رکھے گھٹنوں سے
تو مضائقہ نہیں پھر اپنا منہ یعنی پیشانی رکھے اسطرح کہ پہلے ناک رکھے اوسی دلیل سے کہ گذری یعنی ناک نسبت پیشانی کے زمین سے قریب ہے پیشانی کو دونو
ہتھیلیوں کے بیچ میں اسیطور پر کہ انگوٹھے کانونکی لو کے برابر ہو جائیں واسطے اعتبار کرنے رکعت کے آخر کے اوسکے اول پر یعنی جیسے شروع
رکعت اول میں تحریمہ کے وقت سر دونو ہتھیلیوں کے بیچ میں تھا آخر میں بھی ویسا ہی ہو جاوے اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتوں کو اول پر قیاس کریں
[illegible] اور اپنے ہاتھ کی اونگلیاں ملی رکھے تاکہ سب قبلہ کیطرف متوجہ رہیں [illegible] وعکس نهوضه اور عکس کرے سجدہ سے اوٹھنے میں یعنی سجدہ سے سر اوٹھا
[illegible] پیشانی اوٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے وسجد بانفه وجبهته [illegible]
[illegible] مگر ہڈی ناک سے یعنی ناک کے اوس مقام سے کہ سخت ہے طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ
[illegible] پیشانی سے پیشانی کی حد طول میں [illegible] دوسری [illegible]

کسیقدر لگے اور بعضون نے حد پیشانی کی بیہ لکہی ہو کہ نمو وہان سے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہو اور یہ بہت واضح ہے کذا فی الشامی وعدم
اکثرها واجب وقیل فرض کبعضها وان قل اور رکہنا اکثر پیشانی کا سجدہ مین واجب ہو اور بعضون نے کہا فرض ہے بعض پیشانی کا
رکہنا فرض ہے اگرچہ قلیل ہو ہم اسمین اختلاف ہو کہ سجدہ مین اکثر پیشانی کا رکہنا فرض ہے یا کسیقدر کا اور راجح و درست یہ ہو کہ اکثر پیشانی
کا رکہنا واجب ہے مواظبت کیوجہ سے کذا فی البحر اور معراج مین لکہا کہ پیشانی کی سب اطراف کا رکہنا شرط نہین بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر
اکتفا کریگا گو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وکرہ اقتصاره فی السجود علی احدهما ومنعا الاکتفاء بالانف بلا عذر واشار
الیه محمد ورجحه وعلیه الفتوی کما حرّرناه فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہے اکتفا کرنا سجدہ مین پیشانی اور ناک مین سے ایک پر اور
صاحبین نے منع کیا ہو ناک پر اکتفا کرنے کو بدون عذر کے اور صاحبین کے قول کیطرف رجوع ہوا ہو رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوی ہے
کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہوگا چنانچہ ہمنے شرح ملتقی مین اوسکی تحقیق کی ہے وفیه یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة
نحو القبلة والا لم تجز والناس عنه غافلون اور شرح ملتقی مین ہے کہ فرض ہے پانو کی اونگلیون کا رکہنا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کیطرف نہ رکہے تو
سجدہ درست نہوگا اور لوگ اس سے غافل ہین ہم شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ مین دونو پانوؤن مین سے اوٹھ جاینگے تو سجدہ درست
نہوگا اور اگر ایک اوٹھ جائیگا تو درست ہو جائیگا اور اسی پر فتوی ہے اور برجندی اور قہستانی مین ہو کہ قبلہ رخ رکہنا پانو کی اونگلیون کا
سنت ہو اور اس سنت کا ترک مکروہ ہے کما یکرہ تنزیها بکور عمامته الا لعذر وان صح عند نا بشرط کونه علی جبهته کلها او بعضها
کا موجب مکروہ تنزیہی ہے سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہو بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو
یا تہوڑی پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہے یعنی اگر پیچ ڈہلک کر ماتہے پر آگیا ہوگا تو اوسپر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے نہ یہ کہ سر
کے پیچ پر ہو اسلئے کہ اوسپر تو سجدہ درست نہین چنانچہ مصنف بیان کرتا ہے اما اذا کان الکور علی راسه فقط وسجد علیه مقتصرا
ای ولم تصب الارض جبهته ولا انفه علی القول به لا یصح لعدم السجود علی محله پس صورتین کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے
اوسپر اکتفا کرکے یعنی زمین کو نہ اوسکی پیشانی لگے اور نہ ناک اوس قول کے بموجب کہ ناک پر اکتفا درست ہو سجدہ درست نہوگا بسبب نہونے سجدے کے
اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتہا ہے تو جب یہہ دونون یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہوا ولیشترط طهارة المکان وان
یجد حجم الارض والناس عنه غافلون اور پیچ پر سجدہ کرنے مین یہہ شرط ہے کہ سجدہ کی جگہہ پاک ہو اور یہہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی
سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہین ہم شامی نے کہا کہ زمین کے حجم معلوم ہونے سے یہہ مراد ہو کہ اگر نمازی سجدہ
مین زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہو ولو سجد علی کمه او فاضل ثوبه صح لو المکان المبسوط علیه ذلک طاهرا والا لا کما لو سجد علی
بسط طاهر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا بچہ ہوئے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ آستین یا بچا ہوا کپڑا پہیلا ہو وہ پاک ہو
اور اگر وہ جگہ پاک نہوگی تو سجدہ درست نہوگا جبتک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ نکرے اور پاک جگہ پر سجدہ دوبارہ کر لینے سے بالاتفاق درست ہو جائیگا
[illegible] نے کہا کہ شارح مفسدات نماز مین ذکر کریگا کہ ناپاک جگہہ مین سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہو گو دوبارہ پاک جگہہ پر کرلے تو یہہ بیان اوسکی مخالفت
اور یہہ جو فرق کیا گیا ہے کہ یہان سجدہ کی جگہ مین آڑ ہے اور وہان بدون حائل کے سجدہ ہو تو یہہ وجہ بعید ہو وکذا حکم کل متصل لا
یتحرک بتحرکه وفخذه لو بعذر لا رکبته لکن صحح الحلبی انه کفخذه اور اسیطرح حکم ہو ہر چیز کا جو نمازی سے ملی ہو یعنی اوسپر سجدہ صحیح
ہے بشرطیکہ اوسکے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جزء ہو مثلا اوسکی ہتہیلی علی الصحیح تر قول مین اور اوسکی ران اگر کسی عذر سے ہو اور سجدہ
ایسے مثلا پشت کے درد کیوجہ سے تو نہین صحیح ہے سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہو کہ گھٹنا بہی مثل ران کے ہے [illegible]
ہے اور بلا عذر درست نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ بسط ذلک ان لم یکن ثمة تراب او حصاة [illegible]

بخلاف اوسکے متصل چیز پر اپنا سجدہ کرنے کے لئے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہو اسلئے کہ سجدہ شغل کپڑے سے خالی ہے کہا ہو کہ اگر بقصد تکبر بچھایا
تو مکروہ تحریمی ہوگا ولہٰذا لکن لو رفعا فاذا الریح اذیٰ لا باس بہ فیکون تنزیہا وان خافہ کان مباحا اور اگر بچھانا بقصد تکبر نہو تو اگر
مٹی یا کنکر وغیرہ کی ایذا سے نڈر ہو تو کچھ مضایقہ نہیں اور اس صورت میں بچھانا مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر ایذا سے خوف کرے تو مباح ہوگا وفی
الزیلعی ان لہ دفع التراب عن وجہہ کرہ وعن عمامتہ لا اور زیلعی میں ہے کہ اگر بچھانا اسلئے ہو کہ دور کرے مٹی کو اپنے چہرہ سے تو مکروہ
ہے اسلئے کہ علامت تکبر کی ہے اور اگر اپنے عمامہ سے خاک دور کرنیکو ہے تو مکروہ نہیں کہ مال کی حفاظت ہو وصحح الحلبی عدم کراہۃ بسط الخرقۃ
اور حلبی نے تصحیح کی ہو نہ مکروہ ہونے کپڑا بچھانیکی سجدہ کے لئے لما یعنی اس دلیل سے کہ حدیث صحیح میں آچکا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
لئے ایک چھوٹا بوریا خرما کا ساتھ رہتا تھا جسپر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام اعظم سے مروی ہو کہ جب وہ مسجد حرام میں آئے تو کپڑے پر سجدہ
کیا ایک شخص نے انکو منع کیا امام نے پوچھا کہ تو کہاں کا ہے اوسنے کہا کہ خوارزم کا آپنے فرمایا کہ کیا خوب مجھی سے سیکھتے ہو اور مجھی کو سکھاتے ہو
کیا تم خیابانوں پر نماز نہیں پڑھتے اوسنے کہا کہ پڑھتے تو ہیں آپنے فرمایا کہ گھاس پر سجدہ جائز بتلاتے ہو اور خرقہ پر ناجائز غرض کہ زمین پر
ایسی بچھی ہوئی چیز پر سجدہ میں بالاجماع کراہت نہیں جو نمازی کے ہلنے سے نہ ہلے ولو بسط القباء جعل کمیہ تحت قدمیہ ویسجد علی
ذیلہ لانہ اقرب للتواضع اور اگر نماز کےلئے قبا کو بچھاوے تو اوسکی آستینون کو اپنے پانون کے نیچے کرے اور سجدہ اوسکے دامن پر کرے اسلئے
کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہے اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہو کہ وہ اکثر دامن کی نجاست کا وسوسہ ڈالا کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وان
سجد للزحام علی ظہر مصل ہو قید احترازی لرادۃ مصلی صلوتہ التی ہو فیہا جاز للضرورۃ اور اگر بھیڑ کے سبب سجدہ کرے پشت پر نمازی
اوسکی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہو اوسیکے پڑھنے والیکی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورت کی وجہ سے شارح نے کہا کہ پشت
کی قید احترازی ہو یا نہیں اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا لیکن اوسکے کما قہستانی سے منقول آگے آتا ہو کہ سجدہ عذر ازدحام کے باعث رانوں پر درست ہے
یعنی تو قید مذکور اتفاقی ہو وان لم یصلہا بل صلی غیرہا او لم یصل اصلا او کان فرجۃ لا یصح اور اگر دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو بلکہ اسکے
سوا دوسری پڑھتا ہو یا سرے سے نمازہی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام بہت ہو مگر نمازی کے سامنے کشادگی سجدہ کے لئے موجود ہو تو ان صورتون
میں دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ صحیح نہوگا وشرط فی الکفایۃ کون رکبتی الساجد علی الارض وشرط فی المجتبیٰ سجود المسجود علیہ علی الارض
فالشروط خمسۃ اور شرط کیا ہو کفایہ میں سجدہ کرنیوالے کے دونوں گھٹنوں کا ہونا زمین پر اور مجتبیٰ میں شرط کیا ہو سجدہ کرنا اوس شخص کا زمین پر
جسپر سجدہ کیا جائے تو کل شرطیں جواز سجدہ کی پانچ ہوئیں یعنے اول انبوہ کثیر ہونا کہ فرجہ سجدہ کے لئے نہو دوم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت
پر ہونا سوم سجدہ کرنیوالے اور سجدہ کئے گئے کا ایک نماز میں شریک ہونا چوتھے سجدہ کرنیوالے کے گھٹنوں کا زمین پر ہونا پانچوین مسجود علیہ کا
سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز ولو الثانی علی ظہر الثالث وعلی ظہر غیر المصلی بل علی ظہر کل ماکول بل علی غیر الظہر
کالفخذین للعذر لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہو گو دوسرا شخص تیسرے کی پشت پر سجدہ کرے اور اگرچہ نماز نہ پڑھنے والیکی پشت پر کرے
بلکہ ہر ماکول کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلا اپنی دونوں رانوں پر عذر انبوہ کی جہت سے جواز نقل کیا ہو غرض کہ قہستانی
نے تو دیکھا سجدہ اونچی جگہ پر کرنیکے لئے صرف کثرت ازدحام شرط ہے اور قہستانی نے جلابی سے نقل کیا ہو کہ مستحب یہ ہو کہ نماز میں ناغہ
کرے یہانتک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اوس صورت میں ممکن ہے کہ نماز جماعت نہو ولو کان موضع سجودہ ارفع من موضع القدمین بمقدار
لبنتین منصوبتین جاز سجودہ وان اکثر لا الا لزحمۃ کما مر اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ کی نسبت کرکے دو کھڑی ہوئی
اینٹ کی برابر اونچی ہو تو اوسکا سجدہ درست ہوگا اور اگر اسقدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہوگا مگر انبوہ کے باعث جیسا کہ
گذر چکا کہ انبوہ کیحالت میں پشت پر سجدہ درست ہے حالانکہ پشت دو اینٹون کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہے والمراد لبنۃ بخارا

[illegible] اصابعہ [illegible] ثلثہ اصابع [illegible]

ہے یعنی چوتہائی ایک ہاتھہ کی کہ چہ انگشت ہوتی ہی [illegible] کی انگلی کی [illegible] ہاتھہ [illegible]

ایک بالشت کی ہوتی ہے متوسط ہاتھہ سے [illegible] [illegible] [illegible]

فان المقصود الحادہم حتی کانہم جسد واحد [illegible] ایسا ہو [illegible] جماعت کی صورت [illegible]

کھڑے ہون [illegible] ناکہ ہر عضو [illegible] برابر ہو جاوین یعنی ایک کا دوسرے [illegible] خلاف صفون کے کہ اونکو اندر اپنے [illegible]

علیحدہ کرے اسلئے کہ مقصود صفوں سے سب لوگون کا ایک ہوجانا ہی یہانتک کہ گویا ایک ہی جسم ہین اور یہہ مقصد بازون کے [illegible]

ہو [illegible] ویستقبل باطراف اصابعہ رجلیہ القبلۃ ویکرہ ان لم یفعل ذلک اور متوجہ کرے اپنے پاؤن کی انگلیون کے سرون کو [illegible]

کرے مکروہ تنزیہی ہے اگر قبلہ رخ نکریگا اسلئے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہی کذا فی الشامی کالیکرہ لو وضع قدما ورفع الاخری بلا عذر جیسا کہ مکروہ ہی اگر ایک

کو رکہا اور دوسرے کو بدون عذر اوٹھالیا ہو [illegible] کہ اسکا ظاہر ایہہ کراہت تحریمی ہی اسلئے کہ یہہ فعل عبث اور لغو ہی تو اسکا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا [illegible]

[illegible] تسبیح پڑہی یعنی سبحان ربی الاعلی کہ سجدہ مین پڑہا جاتا ہی اور پہلے گذر رکوع کے بیان مین کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کریگا

یا تین بار سے کم کہیگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا والمرأۃ تنخفض فلا تبدی عضدیہا وتلصق بطنہا بفخذیہا لانہ استر وحررنا فی الخزائن

انہا تخالف الرجل فی خمسۃ وعشرین اور عورت سجدہ مین پست ہو یعنی اپنے بازون کو ظاہر نکرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانون سے ملا رکہے

اسلئے کہ یہہ امر اوسکے لئے زیادہ پردہ کا ہی اور ہمنے خزائن الاسرار مین لکہا ہی کہ عورت مرد کے مخالف ہی پچیس باتون مین م شامی مین اون [illegible]

کو خزائن سے مع ایسی تحقیق کے بطرح ضبط کیا ہی عورت تحریمہ مین ہاتھہ اوٹہاوے اپنے شانون کی برابر ۲ ہاتھہ آستینوں سے باہر نکالے ۳ ایک ہاتھہ کی [illegible]

دوسرے کی ہتیلی پر رکہے ۴ ہاتھہ پستان کے نیچے باندہے ۵ رکوع مین تھوڑا جہکے ۶ رکوع مین ہاتہون پر سہارا ندے ۷ رکوع مین ہاتہون

کی انگلیون کو نہ پہیلاوے بلکہ ملی رکہے ۸ رکوع مین ہاتھہ گہٹنون پر رکہہ لے اونکو پکڑے نہین ۹ اپنے گہٹنون کو رکوع مین جہکالے ۱۰ رکوع

مین سمٹی رہی ۱۱ سجدہ مین اپنی بغلین نہ کہولے یعنی اوسمین بہی سمٹی رہی ۱۲ سجدہ مین اپنے دونوں ہاتھہ بچہاوے ۱۳ التحیات مین دونوں

پاؤن داہنی طرف کو نکالکر سرین پر بیٹھے ۱۴ التحیات مین ہاتہون کی انگلیان ملی رکہی ۱۵ جب کوئی امر نماز مین پیش آوے تو تالی بجاوے

یعنی مردونکی طرح سبحان اللہ نکہے ۱۶ مردوں کی امامت نکرے ۱۷ عورتوں کی جماعت مکروہ ہی ۱۸ عورتونکی جماعت مین امام عورت بیچ مین کھڑی ہو

نہ آگے بڑہ کر ۱۹ مکروہ ہی اوسکا حاضر ہونا جماعت مین ۲۰ مردوں کے ساتھہ مین عورت بیچ کھڑی ہو ۲۱ عورت پر جمعہ فرض نہین لیکن اگر پڑہ لیگی

تو صحیح ہو جائیگا ۲۲ عورت پر عیدین کی نماز واجب نہین ۲۳ عورت پر ایام تشریق مین نمازون کے بعد تکبیر واجب نہین ۲۴ عورت کو مستحب نہین کہ نماز

فجر خوب اجالا ہونیکے بعد پڑہے ۲۵ نماز جہری مین پکار کر نہ پڑہے بلکہ جن لوگون کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہے اونکی نزدیک نماز

فاسد ہو جائیگی اور بحر الرائق مین ذکر کیا ہی کہ عورت پاؤن کی انگلیان سجدہ مین کہڑی نرکہے ملادے [illegible] زیادہ کی ہین کہ عورت

اذان نہ دے نہ مسجد مین اعتکاف کرے اور یہہ مخالفت عورتوں کی مردون سے صرف نماز مین ہی ورنہ عورت بہت سے مسائل مین مردون سے علیحدہ

[illegible] ہی جیسا کہ احکامات مین ہی ثم رفع راسہ مکبرا ویکفی فیہ مع الکراہۃ اذنا الی الجلوس علیہ الامام کما صححہ ولیس [illegible]

[illegible] بالاولی کما [illegible] سجدہ سے اپنا سر اوٹہاوے اللہ اکبر کہتا ہوا [illegible] سر اوٹہانے مین کراہت تحریمی [illegible]

سر اوٹہانا جسپر نام اوٹہانیکا بولا جاوے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہی محیط مین [illegible] اور صاحب [illegible] متعلق ہونے رکعت [illegible]

[illegible] کے یعنی ادنی بہی آخر رکن ہی کہلائیگا تو جن لوگون کے نزدیک [illegible] سب [illegible]

[illegible] فسجد بالارفع اصلا [illegible] بلکہ اگر سجدہ کیا تختی پر [illegible]

[illegible] کے سامنے وجہ فی الهدایة [illegible] القعود [illegible] و [illegible] کمافی [illegible] ہدایہ مین [illegible] کو [illegible]
[illegible] کے قریب ہوجائیگا تو سجدہ [illegible] صحیح ہوگا ورنہ درست نہوگا [illegible] اور شرح [illegible] مین [illegible] کو [illegible]
[illegible] بالرفع [illegible] علیه الفتویٰ [illegible] کا سجدہ پورا ہوا ہی [illegible] امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسف کے
نزدیک سجدہ پورا ہوجاتا ہی [illegible] اگر سجدہ مین کوئی بی وضو ہوجائے تو بعد وضو کے امام محمد کے نزدیک [illegible] سجدہ [illegible] اعادہ [illegible]
[illegible] سجدہ [illegible] کما [illegible] اتفاقا [illegible] پورا ہوا ہی باتفاق [illegible]
[illegible] کہا کہ [illegible] ابو یوسف کے نزدیک [illegible] سر کہنچ [illegible] نہین ہوتا اور نماز کا سجدہ کیون [illegible]
السجدتین مطمئنا [illegible] ویضع یدیه علی فخذیه کالتشهد منیة المصلی اور بیٹھے دونون سجدون کے درمیان اطمینان سے یعنی بقدر ایکبار سبحان الله کہنے کے
[illegible] باعث [illegible] مذکور ہو [illegible] یعنی یہ جلسہ سنت ہی یا واجب یا فرض [illegible] دونون ہاتھ دونون رانون پر جیسے التحیات مین رکھتے ہین کذا فی منیة المصلی
ولیس بینهما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعه من الرکوع دعاء وکذا لا یأتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح علی المذهب وما ورد محمول علی
النفل اور دونون سجدون کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہین اور [illegible] رکوع [illegible] کوئی دعا مسنون نہین اور ایسا ہی اپنے رکوع اور سجدہ مین [illegible]
اور کچھ نکہے بموجب معتمد مذہب کے اور جو دعا ئین کہ ان مواضع مین وارد ہین وہ نفل نماز پر محمول ہین [illegible] ابو داؤد کی حدیث مین [illegible]
[illegible] وعافنی واہدنی وارزقنی اور [illegible] اللهم ربنا لک الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما بینهما وملء ما شئت من شیء بعد
[illegible] الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد روایت کیا ہی اسکو مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے اور رکوع کی
دعا کو مسلم نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی الله علیه وسلم جب رکوع کرتے تہے تو فرماتے تہے اللهم لک رکعت وبک آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی و
عصبی اور اسی حدیث مین دعا سجدہ کو روایت کیا ہی کہ جب آپ سجدہ کرتے تہے تو یہ فرماتے تہے اللهم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت سجد وجهی للذی خلقه
وصوره وشق سمعه وبصره تبارک الله احسن الخالقین تو شارح کہتا ہی کہ یہ دعائین نفل پر محمول ہین یعنی آنحضرت صلی الله علیه وسلم انکو نماز تہجد یا دوسری نفلون
مین پڑہا کرتے تہے تو نفل نمازون میں یہ دعائین مستحب ہین نہ فرض مین شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤن کے التزام سے کچھہ ضرر بہی نہین گو مشائخ نے انکی تصریح نہ
کی اسلئے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہین اور قراءت اور تسبیح اور تکبیر فرضون اور نفلون مین یکسان ہی ہین تو یہ دعائین اگر یکسان ہون تو کیا
حرج ہی ویکبر ویسجد ثانیة مطمئنا اور جلسہ کے بعد الله اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے ویکبر للنهوض علی صدور قدمیه بلا اعتماد وقعود استراحة
ولو فعل لا بأس به اور دوسرے سجدہ کے بعد الله اکبر کہوا اوٹھنے کے لئے اپنے دونون پاؤن کی چہاتی کے بل بدون زمین پر سہارا دیئے اور آرام کے لئے بیٹھنے کے اور اگر
سہارا دیگا تو کچھہ مضایقہ نہین شامی نے کہا کہ تو فعل یعنی سہارا دینا اور ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی مگر شارح کی عبارت سے استراحت کا بیٹھنا بہی ہو سکتا ہی لیکن وہ بہی مبہ
[illegible] کہ جلسہ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنی قیام کی لازم آتی ہے ویکرہ تقدیم احدی رجلیه عند النهوض اور مکروہ ہی اوٹھنے کے وقت اپنا ایک پاؤن
آگے بڑہانا والرکعة الثانیة کالاولی فیما مر غیر انه لا یأتی بثناء ولا تعوذ فیها اذ لم یشرعا الا مرة اور دوسری رکعت مثل اول کے ہی ان باتون مین جو گذر
چکین یعنی ارکان اور واجبات اور سنن مین دونو یکسان ہین بجز اسکے کہ دوسری رکعت مین ثنا اور اعوذ نہ پڑہے اسلئے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایکبار
مشروع ہوئے ہین ولا یسن مؤکدا رفع یدیه الا فی سبع مواطن کما ورد بناء علی ان الصفا والمروة واحد نظرا للسعی اور مسنون نہین تاکید کے ساتہ
اوٹھانا اپنے دونون ہاتہون کا مگر سات جگہہ مین چنانچہ حدیث مین وارد ہوا ہی اس بنا پر کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے ایک مین ہم رفع یدین حدیث مین
جگہہ مذکور ہی اور کلام مصنف اور منظم [illegible] مین آٹھ شمار کی ہین اسلئے شارح نے دونو مین مطابقت کے لیئے کہا کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے [illegible]
[illegible] اسلئے سات جگہہ ہوئین اور مصنف اور ناظم نے انکو دو شمار کرکے آٹھ کیا ہے اور سنت مین مؤکدہ کی قید اسواسطے [illegible]
[illegible] جگہہ مین رفع یدین مستحب ہی نہ سنت مؤکدہ ثلثة فی الصلوٰة تکبیرة الافتتاح وقنوت وعید وخمسة فی الحج استلام الحجر والصفا

الا في تسعة عرفات والجمرات تین تو نماز میں ہیں یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لیے اور قنوت کے لیے اور عیدین کی تکبیروں کے لیے اور باقی حج میں ہیں یعنی تکبیر
بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ پر اور اولی اور وسطی جمروں پر کنکریاں مارنے کے وقت وجمعها على هذا الترتيب بالشكل
فقعس صمعج وبالنظم لابن الفصيح فقعس صمعج كما ستعلم الشفعاء مع مروة عرفات الجمرات اور جمع کیا ہے ان مواضع کو اس ترتیب مذکور
نثر میں بیچ کلمہ فقعس صمعج یعنی یہ آٹھ حرف ہیں جن میں سے ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہے مثلاً ف فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم میں ان جگہوں کو
ابن فصیح کا شعر جامع ہے فتح یعنی شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کی ساتھ اور عرفات اور جمرات والرفع بحذاء اذنيه
كالتحريمة في الثلثة الاول واما في الاستلام والرمي عند الجمرتين الاولى والوسطى فانه يرفع حذاء منكبيه ويجعل باطنهما نحو الحجر والكعبة
اور ہاتھوں کا اوٹھانا اول کے تین مقاموں میں یعنی تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیروں میں اپنے دونوں کانوں کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور پہلے
اور درمیانی جمروں کے کنکریاں مارنے میں ہاتھوں کو اپنے دونوں شانوں کے برابر اوٹھاوے اور ہاتھوں کے اندر کی طرف یعنی ہتھیلیاں بوسہ میں حجر اسود و کعبہ کی طرف اور کنکر
مارنے میں کعبہ کی طرف کرے شامی نے مثل تحریمہ ہونے کو کہا کہ اوسکی کیفیت مشہور ہے گو تین مقاموں میں وہ بھی داخل ہے اور جمرۂ اولی اور وسطی کو اسلیے مخصوص کیا کہ
جمرہ اخیر کے پاس دعا نہیں اسلئے کہ دعا اوسی کنکر مارنے کے بعد ہے جسکے بعد کنکر مارنا ہے کذا في الطحاوي واما عند الصفا والمروة وعرفات فيرفعهما كالدعاء وهو
الرفع فيه بعني الاستسقاء مستحب اور صفا مروہ پر اور عرفات میں ہاتھوں کو اوٹھاوے دعا مانگنے کی طرح اور دعا میں ہاتھوں کا اوٹھانا اور زینہ کی طلب میں
اوٹھانا مستحب ہے فيبسط يديه حذاء صدره نحو السماء لانها قبلة الدعاء ويكون بينهما فرجة تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینہ کے برابر آسمان کی طرف پھیلاوے
کیونکہ آسمان دعا کا قبلہ ہے یعنی جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہے تو گردن ... نہ کرے ... دعا مانگنے میں ... جانب
کذا في الطحاوي اور دونوں ہاتھوں میں دعا کے وقت کسیقدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو والاشارة بمسبحته لعذر كبرد تكفي اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا
دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہے یعنی ایک ... دعا کا دعاء تضرع میں جو آگے آتا ہے اوسمیں خنصر اور بنصر کا بند کرنا اور بیچ کی انگلی اور
انگوٹھے کا حلقہ کرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہے گر سردی وغیرہ کا عذر ہو والمسح بعدها على الوجه سنة في الاصح شرنبلالية ... اور
بعد دعا کے ہاتھوں کا اپنے مونہہ پر پھیر لینا سنت ہے صحیح تر قول میں کذا في الشرنبلالية وفي البحر الادعية اربعة دعاء رغبة يفعل كما مر ودعاء رهبة
يجعل كفيه لوجهه كالمستغيث من الشيء ودعاء تضرع يعقد الخنصر والبنصر ويحلق ويشير بمسبحته ودعاء الخفية ما يفعله في نفسه اور
بحر الرائق میں کتاب الوتر میں ہے کہ دعا چار طرح کی ہے اول دعاء رغبت یعنی کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلاً تو دعاء رغبت میں کرے جیسا پہلے گذرا یعنی ہاتھوں کو آسمان کے
طرف پھیلاوے دوسری دعاء رہبت یعنی خوف جیسے دوزخ سے پناہ کی دعا اوسمیں ہتھیلیوں کی پشت اپنے مونہہ کیطرف کرے جیسے کسی چیز سے فریاد چاہنے والا کرتا ہے
شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں ظہر کفیہ ہے اور یہی صواب ہے شاید شارح کے قلم سے ظہر کا لفظ رہ گیا ہے اسلیے مترجم نے ترجمہ میں لفظ مذکور کا لحاظ رکھا تیسری دعاء
تضرع ہے کہ اوسمیں کسی چیز کی خواہش ہو نہ کسی چیز کا خوف بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالی کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الہی میں تیرا بندہ
عاجز مسکین ذلیل حقیر ہوں تو ایسی دعا میں اپنی خنصر اور بنصر کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے
چوتھی دعاء پوشیدہ ہے جو اپنے دل میں دعا مانگے یعنی اس دعا میں ہاتھ اوٹھانا نہیں ہے کیونکہ ہاتھ اوٹھانا علامت اعلان کی ہے تو دعا خفیہ نہ رہیگی کذا في الشامي

وبعد فراغه من سجدتي الركعة الثانية يفترش الرجل رجله اليسرى فيجعلها بين اليتيه ويجلس عليها وينصب رجله اليمنى ويوجه اصابعه
في المنصوبة نحو القبلة هو السنة في الفرض والنفل اور بعد اپنے فراغت ہونے کے دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے مرد اپنا بایاں پاؤں بچھاوے اور اوسکو
اپنے دونوں سرینوں کے تلے کر دیوے اور اوسپر بیٹھ جاوے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیاں کھڑے پاؤں میں قبلہ کے طرف کرے یہی سنت ہے فرض اور نفل میں
حلبی میں قہستانی سے منقول ہے کہ بچھے پاؤں کی انگلیوں کو بھی حتی الوسع قبلہ رخ کرے جسقدر ہو سکیں اور نفل میں مسنون ہونیکی قید اسلئے لگائی کہ اوسمیں ضعیف
قول یہ ہے کہ جیسے چاہے اوس طرح بیٹھے کذا في الطحاوي ويضع يمناه على فخذه اليمنى ويسراه على اليسرى ويبسط اصابعه مفرجة قليلا

جالسا لا اصل لها عند کتبتیہ ولا یمکنه اخذ الرکبة هو الاصح لتشوجه الی القبلة ۔ اور رکھی اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایان ہاتھ بائیں ران پر اور پھیلاوے اپنی انگلیان ہاتھون کی قبلہ کی طرف خوب رکھکر اور کرے انگلیون کے سرے دونو گھٹنون کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہی ۔ مضمرات ۔ پکڑنے کی ممانعت کا سبب قبلہ رخ رہین کیونکہ پکڑنے کی صورت مین یہ ہین کے طرف متوجہ ہو جائینگی اور ہر چند زانو کا پکڑنا بھی جائز ہی مگر افضل نہ پکڑنا ہی کذا فی الشامی عن البحر

ولا یشیر بسبابته عند الشهادة وعليه الفتوى كما في الولوالجية والتجنيس وعمدة المفتي وعامة الفتاوى لكن المعتمد ما صححه الشراح ولا سيما المتأخرون كالكمال والحلبي والبهنسي والباقاني وشيخ الاسلام الجد وغيرهم انه يشير لفعله عليه الصلوٰة والسلام ونسبوه لمحمد والامام بل في متن درر البحار وشرحه غرر الاذكار المفتى به عندنا انه يشير باسطا اصابعه كلها ۔ اور اشارہ نکرے اپنی سبابہ انگلی سے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ ولوالجیہ اور تجنیس اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاوی مین ہے مگر قول معتمد وہ ہی جسکی تصحیح کی ہو شارحین نے خصوصاً متاخرین مثل کمال اور حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام جد اور اونکے سوا اور ون نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نسبت کیا ہی ان لوگون نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کی طرف بلکہ درر بحار کے متن اور اوسکی شرح غرر الاذکار مین ہی کہ مفتی بہ ہم حنفیون کے نزدیک یہہ ہی کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے سب انگلیون کو کہولکر ۔ مترجم ۔ شامی نے کہا کہ درر بحار اور اوسکی شرح سے یہہ نہین پایا جاتا کہ اشارہ کرنے مین انگلیان کہلی ہوئی ہون بلکہ غرر الاذکار مین تصریح ہی کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہی سبابہ سے ترپن کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہین سبابہ کو لا الٰہ کہنے کے وقت اوٹھاوے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکہدے اور یہی قول ہی امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہین انتہی تو شارح کا باسطا اصابعہ کہنا صحیح نہوا بلکہ غلط ہی خلاصہ یہہ کہ اس مقام پر حنفیون مین دو ہی قول ہین ایک یہہ کہ تمام التحیات مین اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کے پیشتر تک انگلیان کہلی رکہے اور جب کلمے کو کہے تو ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے یعنی حرف لا پر سبابہ اوٹہاوے اور الا اللہ پر رکہدے یہہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد ہی اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ مین ثابت ہوا ہی اور ہمارے تینون اماموں سے اسکا منقول ہونا صحیح ہی اور یہہ جو شارح نے لکہا ہی کہ کہلی انگلیون سے اشارہ کرے اور اسطرح ہی عوام مین بھی مروج ہو رہا ہی تو مین نے کسیکو نہین سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کے بہ تبعیت شرنبلالی عن البرہان پس جب شارح کا کلام جمہور شارحین کلون اور محققون کے مخالف ٹہیرا تو جمہور علما ہی کے عمل پر کرنا چاہئے یعنی ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے نہ انگلیان کہلی رکہکر

وفی الشرنبلالیة عن البرهان الصحيح انه يشير بمسبحته وحدها يرفعها عند النفي ويضعها عند الاثبات واحترزنا بالصحيح عما قيل لا يشير لانه خلاف الدراية والرواية وبقولنا بالمسبحة عما قيل يعقد عند الاشارة انتهى ۔ اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ صحیح یہہ ہی کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونو سبابے سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے مین انگشت شہادت کو نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اوٹہاوے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے کے وقت رکہدے اور ہم نے جو اس قول مین صحیح کی قید لگائی تو اس سے ہم نے اس قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نکرے اوسکے صحیح نہونیکی یہہ وجہ ہی کہ اشارہ نکرنا خلاف ہی عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت ہم نے اسلئے کہا کہ اس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپن کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا ۔ مترجم ۔ اوپر معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے خلاف ہی بلکہ اسیطرح اشارہ کرنے کا کوئی قائل نہین اور اشارہ کا نکرنا خلاف عقل ہے یعنی اس لئے کہ اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہی اوس نفی اور اثبات کے موافق ہو جاتا ہی جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہی اور یہہ امر یعنی مطابقت قولی اور فعلی عقلا عمدہ ہی اور اشارہ کا نکرنا اسکے خلاف پڑتا ہی اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہی کہ امام محمد نے موطا اور کتاب مشیخت مین روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہا کہ ہم کرتے ہین جو کچھہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہی امام ابو حنیفہ رحمہ کا اور کتاب الامالی مین منقول ہے کہ امام ابو یوسف بھی اشارہ کرتے تھے جب تینون امام اشارہ پر متفق ہو گئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہو گیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے نفس کی شامت سے کسی روایت ضعیف پر عمل کرکے اشارہ نکرے تو وہ قطعا تارک سنت ہوگا وفی العینی عن التحفة الاصح انها مستحبة وفي المحيط انها سنة اور عینی مین تحفہ سے منقول ہی کہ صحیح تر قول یہی ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہی اور محیط مین ہے کہ وہ سنت ہے علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہی کہ متفق ہین

[illegible] التحیات [illegible]

بعضیں بیان کر تیں بالمتون کی کہ اشارہ کرنا سنت ہی اور [illegible]

[illegible] شیخ الاسلام [illegible] المذاہب فی الفضیلۃ ونحوہ [illegible]

بطور وجوب چنانچہ بحث کیا ہو [illegible] بحر الرائق میں لیکن [illegible] صاحب بحر [illegible] تشہد کے مسنون ہونے کا ذکر [illegible] شیخ الاسلام [illegible] تفسیر

کیا ہی کہ اختلاف [illegible] التحیات [illegible] عبد اللہ بن مسعود [illegible] تشہد

[illegible] التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ و

اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ [illegible] کہا کہ تشہد نماز میں واجب ہو [illegible]

[illegible] بحر الرائق کی بحث [illegible] واجب ہی اور الفاظ [illegible]

واجب ہی تمام [illegible] الفائق میں ہو کہ [illegible]

[illegible] التحیات [illegible]

[illegible] بالفاظ التشہد معانیہا [illegible] تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیائہ

[illegible] الاخبار [illegible] ذکرہ فی المجتبی [illegible] تشہد کے الفاظ [illegible]

[illegible] تشہد کے الفاظ [illegible] حکایت کرنا [illegible]

[illegible] شب معراج میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمقام

[illegible] اول [illegible] خدمت

قرب [illegible] التحیات للہ والصلوات والطیبات [illegible]

[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ارشاد ہوا

[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس [illegible]

السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ [illegible] السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین [illegible]

[illegible]

اور [illegible]

[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ [illegible] التحیات [illegible] حکایت [illegible]

کی حضور میں تحیت پیش کرتا ہوں [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] علینا [illegible] سلام

[illegible] اللہ تعالی [illegible]

[illegible] کلام مصنف [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] رسول اللہ [illegible] ان محمدا عبدہ ورسولہ [illegible]

[illegible] الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible]

[illegible] ان محمدا عبدہ ورسولہ [illegible]

[illegible] اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انی رسول اللہ [illegible]

[illegible] التحیات [illegible] وکذا فی الشامی ولا یزید فی الفرض علی التشہد فی القعدۃ الاولی [illegible]

[illegible] امام مالک [illegible] امام شافعی [illegible]

[illegible] بالاتفاق کہتا فان زاد عامدا کرہ فتجب الاعادۃ پس اگر التحیات میں [illegible]

... يجب سجود السهو ... اللهم صل على محمد ... لان التشهد ...

پڑھ دیا تو اوس پر سجدہ سہو واجب ہوگا جبکہ بقدر اللهم صل علی محمد کہا ہو سب مفتی ہی پر متفق ہیں کہ سجدہ سہو کچھ درود کی خصوصیت سے نہیں ...

... دیر کرنے سے ہم نہ کرت اللهم صل علی محمد سے اتنی کہا کہ بعض نے یون کہا ہی جبتک علی آل محمد نہ کہو گا سجدہ سہو واجب نہوگا ...

علی نے کہا کہ اسی پر اکثر ہین اور یہی صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ جب تک تاخیر بقدر ادا رکن کے نہو گی سجدہ سہو واجب نہوگا ...

... اللهم ... تاتارخانیہ ... کہ صاحبین کے قول پر سجدہ سہو واجب نہین جب تک کہ حمید مجید تک نہ پہونچے کذا فی الشامی ولو فرغ المقتدی قبل ...

... اتفاقا واما المسبوق فيترسل ليفرغ عند سلام امامه وقيل يتم وقيل يكرر كلمة الشهادة اور اگر مقتدی اپنے ...

پڑھ چکے ہو چکا ہو ... بالاتفاق اور مسبوق قعدہ اخیرہ مین تشہد ٹھہر کے پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت پڑھ چکے ...

التحیات کو پورا کرے اور چپ ہو رہے اور بعضون نے کہا کہ چپ نہ رہے کلمہ شہادت کو مکرر پڑھتا رہے شامی نے کہا کہ ان سب اقوال کی تصحیح ہوئی ...

اگر آخر کا ہو تو اوسمین مسبوق اور مقتدی برابر ہین واكتفى المفترض فيما بعد الاوليين بالفاتحة فانها سنة على الظاهر ولو زاد لا باس به ...

فرض پڑھنے والا اکتفا کرے الحمد پر دو پہلی رکعتون کے بعد کی نماز مین یعنے تیسری اور چوتھی رکعت مین کیونکہ الحمد کا پڑھنا ان رکعتون مین سنت ہے ظاہر روایت پر اور اگر ...

الحمد سے زیادہ ان مین پڑھیگا یعنی سورہ ملا دیگا تو کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ پچھلی رکعتون مین قراءت بدون کسی اندازہ کے ...

اور الحمد پر اکتفا کرنا مسنون ہے واجب نہین تو اسپر زیادہ ملانا سورہ کا خلاف اولے ہوگا وهو مخير بين قراءة الفاتحة وصحح العيني وجوبها وتسبيح ثلاثا

وسكوت قدرها وفي النهاية قدر تسبيحة فلا يكون مسيئا بالسكوت على المذهب لثبوت التخيير عن علي وابن مسعود اور نمازی مختار ہے چاہے الحمد

پڑھے اور الحمد کے وجوب کی تصحیح کی ہے عینی نے اور چاہے تین بار سبحان اللہ کہے اور چاہے بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے چپ رہے اور نہایہ مین چپ رہنا بقدر ایکبار

سبحان اللہ کہنے کے ہے اس سے یہ نکلا کہ چپ رہنے سے ظاہر روایت کے بموجب برا کرنیوالا نہوگا مختار اسلئے ہے کہ اختیار دینا حضرت علی مرتضی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ

تعالے عنہما سے ثابت ہے عینی نے وجوب فاتحہ کی تصحیح کی ہے اوسکا مقابل ظاہر الروایۃ ہے یعنی اختیار مذکور کہ وہ صحیح ہے وهو الصارف للمواظبة عن الوجوب اوسی

تخییر سے پھر گئی ہے مواظبت کو واجب ہونیسے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ صحیحین مین ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز مین

پہلی دو رکعتون مین تو الحمد اور دو سورتین پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو مین صرف الحمد تو اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت الحمد پر پائی جاتی ہے اور مواظبت

بدون ترک کے دلیل ہے واجب ہونیکی اس سے معلوم ہوا کہ الحمد پڑھنا پچھلی دو مین واجب ہے شارح جواب دیتا ہے کہ حضرت علی اور ابن مسعود رضہ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے

ہے کہ نمازی کو پچھلی دو رکعتون مین اختیار ہے چاہے قرآن پڑھے چاہے چپ رہے چاہے سبحان اللہ کہے اور یہہ اختیار قیاس سے معلوم ہو نہین سکتا تو ان حضرتون سے یہ کلام مروی ہونا

السماعی ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا ہو پس تخییر مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث مذکور الصدر مین مواظبت مفید وجوب نہین اگر مفید وجوب ہوتی تو تخییر

نہ پایا جاتا اور اس جواب سے رد ہوا قول عینی کا کذا فی الشامی ويفعل في القعود الثاني الافتراش كالاول وتشهد ايضا وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم ...

دوسرے قعدہ مین بائون بچھاوے مثل اول قعدہ کے اور التحیات بھی پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے ہم طحاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ شارح افتراش کی قید لگاتا

تاکہ سب احکام سابقہ مین دونو قعدے یکسان ہوتے اور کیفیت درود کی شرح منیہ مین اس طرح مذکور ہے کہ امام محمد سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

کسطرح پڑھین اونھون نے فرمایا کہ یون کہو اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على

ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد اور یہی طریق درود کا موافق ہے بخاری اور مسلم وغیرہما کے کذا فی الشامی وعدم زيادة في العالمين وتكرار انك حميد مجيد

... اور درست ہے زیادہ کرنا فی العالمین کا یعنی بعد کما بارکت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم کے جیسا کہ مالک اور مسلم اور ابو داود کی روایت مین ہے اور ...

... کما صلیت کے بعد یہہ لفظ احادیث صحیحہ مین ثابت نہین ہوا کذا فی الشامی اور درست ہے مکرر کرنا انک حمید مجید کا یعنی ایکبار کما صلیت کے بعد ...

کما بارکت کے بعد جیسا کہ اوپر مترجم نے دونو جگہ لکھا ہے وعدم كراهة الترحم ولو ابتداء اور صحیح ہے کہ مکروہ نہونا ترحم کا اگرچہ ابتدا ہی مین ہو ...

اللھم صل علیٰ محمد سے شروع ہوتی ہے اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراہیم کہا تو مکروہ نہ ہوگا بھول کر دو درود مذکور المصنف یا ام محمد و آل محمد یا دعا کیا
تو جائز ہوگا فیض میں لکھا کہ اس جگہ کا ترک کرنا بہتر ہے احتیاطا اور نووی نے اذکار میں کہا کہ اس کا پڑھنا بدعت ہے اور اسکی وجہ غالبا یہی ہے کہ وہ حاجت
کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد میں کسی معتبر طریق سے ثابت نہیں ہوئی کذا فی الشامی مختصرا و ندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع
عین سلوک الادب فہو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ اور مستحب ہے سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف پر اسلئے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب کا چلنا ہے پس سیدنا کہنا بہ نسبت اوسکے چھوڑنے کے افضل ہے ذکر کیا ہے اسکو
رملی شافعی وغیرہ نے اور طحطاوی نے کہا کہ لفظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہے اسلیئے مترجم نے اوسکو ترجمہ میں نہیں شامل کیا اور یہہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا اوس
کی ادب کا چلنا ہے اس سے یہہ غرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہیں تو آپکے لئے سیدنا بڑہانا مطابق نفس الامر کے اور مقتضای ادب ہے
اس سے معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اوس میں آپ جا بجا سیدنا بڑہاوے کیونکہ چار جا آپکا نام مبارک ہے اور چار جگہہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا و ما نقل لا تسیدونی
فی الصلوۃ فکذب و قولہم لا تسیدنی بالیاء لحن ایضا والصواب بالواو اور یہہ جو منقول ہے کہ نماز میں مجکو سید مت کہو تو یہہ حدیث جھوٹ ہے اور بعض
جو لا تسیدنی یاء تحتانیہ سے نقل کیا وہ بھی بولیگی سو غلطی ہے اور صحیح واو سے ہے کیونکہ اس کا مصدر واوی ہے و تخصیص ابراہیم لسلامہ علینا او لانہ سمانا
المسلمین او لان المطلوب صلوۃ یتخذہ بہا خلیلا اور مخصوص ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ میں بسبب انکے سلام کرنیکے ہم اہل اسلام پر یا اس لئے کہ
حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان کہا یا اس وجہہ سے کہ مطلوب وہ رحمت ہے جس سے خدا تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کر لے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا
تقریر سوال کی یہہ ہے کہ صلوۃ و برکت میں تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیون دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھ کس وجہ سے نہ دی شارح نے
اس سوال کے تین جواب دیئے اول یہ کہ آپکے ساتھ تشبیہ کا سبب یہہ ہے کہ آپنے معراج کی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو سلام
پہونچانا دوم یہہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان کہا چنانچہ خدا تعالی خبر دیتا ہے (ھو سماکم المسلمین) تو اسکے عوض میں ہماری طرف سے یہہ تشبیہ ہوئی سوم
یہہ کہ مطلوب اس صلوۃ سے یہہ ہے کہ اس سے اللہ تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کر لے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہے اور بعض لوگون نے اور جواب بھی
دیئے ہیں منجملہ انکے ایک یہہ ہے کہ تشبیہ آپ کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ آپ جد امجد ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور فضائل میں تشبیہ باپ دادا کے ساتھ مرغوب ہوتی
ہے اور دوسرا ایک یہہ کہ آپ باقی رسولون سے افضل ہیں اس جہت سے تشبیہ دی گئی اور ایک یہہ کہ اہل اسلام کی امت آپ کی ملت سے ملتی جلتی ہے چنانچہ اللہ تعالی
فرماتا ہے (ملۃ ابیکم ابراھیم) اور ایک یہہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اقتدا کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہے (ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا) کذا فی الشامی
وعلی الاخیر فالتشبیہ ظاہر او راجع لآل محمد او المشبہ بہ قد یکون ادنی مثل مثل نورہ کمشکوۃ اھ اور وجہ اخیر پر یعنی جب صلوۃ سے مطلوب صلوۃ
خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہے یعنی وجہ شبہ خلت ہے یا تشبیہ رجوع کرنیوالی ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کہ کہا
نور خدا کی جیسے قندیل میں چراغ ہم یہہ بھی جواب ہے سوال مشہور کا جو علمای قدیم و جدید کرتے ہیں اوسکی تقریر یہہ ہے کہ قاعدہ اکثر یہہ ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے وجہ شبہ
میں اعلی ہوتا ہے اور یہان یہہ بات نہیں اسلئے کہ جو رحمت و برکت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کو حاصل ہے وہ حضرت ابراہیم اور انکی آل کی رحمت
اور برکت سے اعلی ہے اسلئے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو کوئی مجہپر ایکبار درود بھیجے اللہ تعالی اوس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے اور اوسکی دس برائیان دور کرتا ہے
اور دس درجہ بلند کرتا ہے اور یہہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق میں وارد نہیں تو شارح نے اسکا جواب یہہ دیا کہ یا تو وجہ شبہ صلوۃ خاصہ ہے جو
موجب خلت ہے یا یہہ کہ تشبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا یہہ کہ مشبہ بہ کبھی کمتر ہوا کرتا ہے جیسے قرآن مجید
میں مشابہت نور الہی کی چراغ سے واقع ہوئی ہے حالانکہ نور چراغ کو اوس نور سے کچھ نسبت نہیں مگر چونکہ نور چراغ محسوس اور واضح تر وجہ شبہ میں ہے
اسلیئے اسکو مشبہ بہ کر دیا ہے اسی طرح یہان از بسکہ ابراہیم و آل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت و برکت کا نازل ہونا کتابون میں واضح اور مشہور رہا ہے اسلئے مشبہ بہ کر دیا گیا
کذا فی اللمعات ثم ہی فرض عملا بالامر فی شعبان ثانی الہجرۃ مرۃ واحدۃ اتفاقا فی العمر اور درود فرض ہے عمر بہر میں ایکبار بالاتفاق واسطے

عمل کرنیکے امر پہ جو شعبان سنہ دو ہجری مین ہوا طحطاوی نے کہا کہ عملاً مفعول لہ ہے یعنی فضیلت درود کی اسوجہ سے ہے کہ امر قطعی الثبوت پر عمل ہوا اور اس سے
یہہ نکلا کہ اسکی فرضیت قطعی ہے صرف عملی نہین تو اس کا منکر کافر ہوگا امر سے مراد یہہ آیت ہے یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما یہہ دوسرے
سال ہجری مین نازل ہوئی اور بعضون نے کہا کہ شب معراج مین نازل ہوئی و صلوٰۃ نابت عن الفرض ہرچند اگر نمازی اپنی نماز مین بالغ ہوا اور قصد فرض
مین درود پڑہا تو یہہ درود قائم مقام فرض کا ہوگا یعنی اسکے ذمہ درود فرض نہ رہیگا کذا فی النہر تجاوز المجتبی لا یجب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
یصلی علی نفسہ اور مجتبی مین لکہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہین کہ خود اپنے اوپر صلوٰۃ بہیجین ہم نہر الفائق مین ہے کہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا
مین رسول علیہ السلام شامل نہین بخلاف یا ایہا الناس اور یا عبادی کے کہ ان مین سب شامل ہوتے ہین چنانچہ اصول مین معلوم ہو چکا ہے اور حکمت آپ پر واجب
نہونے کی یہہ ہے کہ درود دعا ہے اور دعا اپنے نفس کے لیے ہر شخص بالطبع چاہتا ہے اور اپنی خیر منانا ہے تو اس مین کچہہ تکلف اور مشقت نہین اور ثواب ہی کا
وجوب اوسی امر مین ہوتا ہے جس مین کچہہ مشقت اور طبیعت کو کلفت ہو کذا فی الشامی واختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبہا علی السامع والذاکر کلما ذکر
صلی اللہ علیہ وسلم والمختار عند الطحاوی تکرارہ ای الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح اور اختلاف کیا ہے طحاوی اور کرخی نے درود کے
واجب ہونے مین سننے والے اور ذکر کرنے والے پر جتنے بار کہ مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ہوا اور طحاوی کے نزدیک مختار مکرر ہونا وجوب صلوٰۃ کا
ہے جتنی بار کہ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اگرچہ ایک ہی مجلس مین ہو صحیح تر قول مین ہم شامی نے کہا کہ وجوب صلوٰۃ مین اختلاف ذکر کیا سلام کو ذکر نکیا حالانکہ
آیت مین صلوٰۃ اور سلام دونو ہین اسلئے کہ مراد تسلیم سے آیت مین حکم ماننا ہے اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کافی مین تصحیح اسکی ہے کہ اتحاد مجلس کی صورت مین ایکبار
صلوٰۃ کافی ہے اور شرح مقدمہ ابی اللیث مین وجوب کے مکرر ہونیکو طحاوی کے نزدیک بطور کفایہ کہا ہے نہ بطور عین یعنے اگر بعض صلوٰۃ پڑہ لینگے تو کل پر سے وجوب
ساقط ہوگا لا لان الامر یقتضی التکرار بل لانہ تعلق وجوبہا بسبب متکرر وہو الذکر فیتکرر بتکررہ وتصیر دینا بالترک فتقضی لانہا حق عبد کالتشمیت
یہہ وجوب کا مکرر ہونا اسلئے نہین کہ صیغہ امر تکرار کا مقتضی ہے بلکہ اسلئے ہے کہ وجوب صلوٰۃ ایک سبب مکرر سے متعلق ہے یعنی ذکر سے تو جب سبب مکرر ہوگا وجوب بہی مکرر
ہوگا اور درود کے ترک کرنے سے ذمہ پر قرض ہو جائیگا تو اوسکی قضا ہوگی اسلئے کہ صلوٰۃ حق عبد ہے جیسے جواب دینا چھینک کا بندہ کا حق ہے اور اسکی قضا ہوتی
ہے ہم یہان ایک سوال ہوتا تہا کہ وجوب صلوٰۃ امر کے سبب سے ہے حالانکہ اصول مین ثابت ہو چکا ہے کہ امر کا صیغہ مقتضی تکرار وجوب کا نہین تو تکرار صلوٰۃ کا پڑہنا کس
طرح واجب ہوا شارح نے جواب دیا کہ یہہ تکرار امر کے اقتضا سے نہین بلکہ سبب کے مکرر ہونے سے ہے اور سبب صلوٰۃ ذکر ہے اسم شریف کا تو جب اسم شریف مکرر ہوگا وجوب صلوٰۃ بہی مکرر
ہوگا اور چھینک کے جواب کی تشبیہ صرف قضا مین ہے نہ باقی احکام مین کذا فی الشامی والطحطاوی بخلاف ذکرہ تعالی بخلاف ذکر اللہ تعالی کے کہ وہ حق پروردگار ہے
اوسکی قضا نہوگی طحطاوی نے کہا کہ یہہ کیا ضرور ہے کہ جو حق اللہ تعالی کا ہو اوسکی قضا نہو مثلاً نماز روزہ حق اللہ ہین اور انکی قضا ہوتی ہے تو مراد اسکا
یہہ ہے کہ خداوند جل شانہ کا نام سنکر ثنا کرنا واجب ہے اور ایک مجلس مین نام کے مکرر ذکر ہونے سے ایکبار ثنا کافی ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے انتہی لمصنف
المذہب استحبابہ ای التکرار وعلیہ الفتوی اور مذہب مشہور مستحب ہونا ہے تکرار کا یعنی ایکبار صلوٰۃ واجب ہے اور دوبارہ ذکر شریف ہونے سے صلوٰۃ
مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے والمعتمد من المذہب قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقانی تبعا لما صححہ الحلبی وغیرہ اور مذہب معتمد قول طحاوی کا ہے کہ ہر بار
صلوٰۃ واجب ہے ایسا ذکر کیا ہے اسکو باقانی نے بتبعیت تصحیح حلبی وغیرہ کے ورجحہ فی البحر باحادیث الوعید کرغم وابعاد وشقاء وبخل وجفاء
اور ترجیح دی ہے قول طحاوی کو بحر الرائق مین وعید کی حدیثون سے جیسے وعید ذلیل ہونے اور دور ہونے اور بدبخت ہونے اور بخیل اور ستم کے ہم یعنی آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر صلوٰۃ نہ پڑہنے والے پر ان الفاظ سے وعید احادیث مین آئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ ہر بار آپکے اسم مبارک کے ذکر پر واجب ہے
وعید رغم کی حدیث اسطرح ہے رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی اور ابعاد کی یہہ ہے بعد من ذکرت عندہ فلم یصل علیک اور شقاء کی یون ہے من ذکرت عندہ
فلم یصل علی فقد شقی اور بخل کی حدیث کی یہہ الفاظ ہین البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی اور جفا کے الفاظ یون وارد ہین من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلم یصل
علی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ثم قال فتکون فرضا فی العمر وواجبا کلما ذکر علی الصحیح پہر صاحب بحر نے اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑہنا فرض ہے عمر بہر مین

اور واجب ہے ہر بار ذکر نام مبارک کا ہر مذہب صحیح پر دو کلمات عندکم الثانی ومنافعہ و مخوکا اور حرام ہے تبدیل کہنا و ہو تہ کہ اپنی مرضی سے اور اس
جیسی دوسرے وقتوں میں سے ہے مکروہ تحریمی ہے شامی نے کہا کہ یہ مقصود میں ہے کہ تاجر کو اس درود پڑھنے سے خریدار کا جتانا یا اپنی خوبیاں جتانی کی تر دہ بھی منظور ہو اور اگر
اوس کا مقصود صرف درود ہوگا تو مکروہ نہوگا اور اسی میں ملحق ہے ذکر اللہ تعالیٰ کا جس سے تعظیم مقصود نہو بلکہ دوسرے کو جتانا یا اپنی اسباب کا مروج
کرنا منظور ہو تو وہ بھی مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحاوی وسنۃ فی الصلوٰۃ اور مسنون ہے درود پڑھنا نماز میں یعنی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد ومستحبۃ
فی کل اوقات الامکان اور درود پڑھنا مستحب ہے سب امکان کے وقتوں میں یعنی جس وقت کہ کوئی مانع شرعی نہو اوسمیں درود پڑھنا مستحب ہے
علماء اوقات درود کی تفریح اسطرح کی ہے روز جمعہ شب جمعہ روز شنبہ روز یکشنبہ روز پنجشنبہ وقت صبح وقت شام مسجد میں گھسنے کے وقت مسجد میں سے
نکلنے کے وقت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت صفا کے اوپر مروہ پر جمعہ وغیرہ کے خطبہ میں بعد جواب اذان کے تکبیر کے وقت دعا مانگنے
کے شروع اور درمیان اور آخر میں دعاء قنوت کے بعد تلبیہ سے فارغ ہونے کے وقت اجتماع کے وقت جدا ہونے کے وقت وضو کرنے کے وقت کان بولنے کے وقت
چیز کے بھول جانے کے وقت وعظ کہنے کے وقت حدیث کے پڑھنے کی ابتدا میں اور اسکے انتہا کے وقت مسئلہ یا فتویٰ لکھنے کے وقت تصنیف کے وقت درس دینے والے کو اور
پڑھنے والے کو اور منگنی کرنے والے کو اور نکاح پڑھنے والے کو اور نکاح پڑھوانے والے کو سب بڑی کاموں کے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھنے کے وقت کذا فی
شرح دلائل الخیرات للفاسی شامی نے کہا کہ ان مواضع میں سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ میں موجود ہے ومکروھۃ فی صلوٰۃ غیر تشہد الاخیر اور درود پڑھنا مکروہ ہے
نماز میں بجز اخیر تشہد کے کہ اوسمیں مسنون ہے شامی نے کہا کہ استثنا کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اوسکے آخر میں درود مشروع ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے
اور ایسی ہی نماز جنازہ کو استثنا کرنا چاہیے کہ اوسمیں بھی درود مسنون ہے تنبیہ درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات جگہ مکروہ ہے حالت جماع
حالت بول و براز خرید و فروخت میں لغزش قدم کے وقت تعجب کے وقت ذبح کے وقت چھینکنے کے وقت کذا فی شرعۃ فلذا استثنی فی النہر من قول الطحاوی ما فی
تشہد اول اور چونکہ سوا تشہد اخیر کے نماز میں درود مکروہ ہے تو اسیلئے نہر الفائق میں طحاوی کے قول سے استثنا کیا ہے اوس نام مبارک کو جو تشہد اول میں ہے یعنی
بموجب قول طحاوی کے جس جگہ نام مبارک آوے درود واجب ہے مگر قعدہ اول میں باوجود نام پاک آنیکے درود واجب نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی وما
تضمن صلوٰۃ علیہ لئلا یتسلسل اور مستثنیٰ کیا ہے اوس نام کو جو ضمن میں درود شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو تا کہ تسلسل نہو یعنی درود پڑھنا خالی
نام مبارک سے نہیں تو اگر ہر نام پر درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہو شامی نے کہا کہ اوس صورت کا بھی استثنا کرنا چاہیے کہ نام مبارک قراءت یا خطبہ میں سنے
اس لئے کہ سننا قراءت اور خطبہ کا واجب ہے اور اگر خود قرآن پڑھتا ہوا اور نام مبارک آوے تو افضل یہ ہے کہ قراءت نچھوڑے بعد فراغت قراءت کے اختیار ہے
چاہے درود پڑھے چاہے نہ پڑھے وخصہ فی درر البحار بغیر الذاکر لحدیث من ذکرت عندہ فلیصل بلکہ درر البحار میں درود کا واجب ہونا خاص کیا ہے
نام لینے والے کے سوا پر بسبب حدیث من ذکرت عندہ کی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعض علماء نے طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے
درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا تمام نہوگا اسلئے کہ درود خالی نام پاک سے نہیں ہوتا درر البحار میں طحاوی کے طرف سے یہ جواب دیا کہ وجوب اوسپر ہے جو نام مبارک کو
سنے نہ نام لینے والے پر اسلئے کہ حدیث شریف میں جو وعید وارد ہے وہ نام کو سنکر درود نہ پڑھنے والے پر ہے مثلاً البخیل من ذکرت عندہ ثم لم یصل علی یعنی بخیل وہ ہے
جسکے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھپر درود نہ پڑھے اس حدیث میں من موصولہ سے سننے والا مراد ہے جسکے روبرو نام لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور وجوب کی
یہی وعیدیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہے واذعاج الاعضاء برفع الصوت جہل وانما ہو دعاء لہ والدعاء
یکون بین الجہر والمخافتۃ کذا افادہ الباجی فی کنز العفاۃ اور اعضا کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہے بلکہ درود تو آدمی کے حق میں دعا ہے
اور دعا مانگنا درمیان میں جہر اور سر کے ہوتا ہے یعنی چلا کر نہ بہت آہستہ اسیطرح افادہ کیا ہے اوسپر باجی نے کنز العفاۃ میں ہم یعنی درود پڑھنے میں چیخنا اور
ہاتھ پاؤں کا ہلانا جہالت ہے فقہا نے عالمگیری میں کہا کہ قرآن سننے اور درود کے وقت میں آواز بلند کرنی مکروہ ہے وحرم افادہ لترکہ کلمۃ فی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ... افضل ... الاصبہانی عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی مرۃ واحدۃ فتقبلت

کا یقین ہو جیسے کہ ابن سنہ تم تخالی الاصول بالقبول اور ابن نے تصحیح کی ہو گو ہو ضعیف بعض ارکان مقبول نہیں ہوتا جیسے کہ توحید
اشہد ان لا الہ الا اللہ دلی اخلاص کے مقبول نہیں ہوتا باوجودیکہ کلمہ توحید اور درود شریف سنی بزرگ ارکان قبول ہے کیونکہ جز و ایمان ہے اور درود شریف بھی مقبول ہوتا ہے
حدیث اعمال میں نقل ہے اللہ تعالیٰ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ
مقبول ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسکی دس برکتیں کی شاید کہ اس حدیث میں ثواب شرع کو قبول کے ساتھ مقید کیا یعنی اس سے نکلتا ہے کہ کوئی درود نا مقبول
بھی ہوتا ہے درود شریف بھی ایک عمل ہے تو جیسے اور اعمال مقبول اور نا مقبول ہوتے ہیں ایسے ہی درود شریف کا بھی حال ہے مگر بعض محققین نے فرمایا کہ
درود شریف کا ایک تعلق ثواب کا ہونا پڑھنے والے کو تو اس عمل میں درود کا حکم اور اعمال کا سا ہے کہ جب موانع اور عوارض سے خالی ہو گا تو
ثواب ہوگا اور ایک تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے جو آپ کے درجات زیادہ کرنیکے حق میں تو اس اعتبار سے درود شریف نامقبول نہیں ہوا کرتا
ودعا بالعربیۃ وحرم بغیرھا فی الصلوٰۃ لنفسہ ولابویہ والاستاذ ولکل المؤمنین اور تشہد اخیرہ میں درود کے بعد دعا جائز ہے عربی میں
ہو دعا جائز نہیں عربی کے سوا دوسری زبان میں دعا کرے اپنے لئے اور اپنے ماں باپ اور استاد کے لئے جو مسلمان ہوں ہم دعا اسلوب ہو کیونکہ کوئی
دربار شاہی میں جاتا ہے تو بادشاہ کے خواص کو ضرور سلام کرتا ہے اور شاہنشاہ ملک الاطلاق کا خاص الخاص اسکا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے
آپ پر درود پڑھنا مقبول ہے تو اس سے توقع ہے کہ اسکے بعد دعا بھی مقبول ہو اور دوسری زبان میں دعا کی حرمت نہر الفائق میں مذکور ہے اس تعلیل سے کہ
زبان غیر میں الفاظ ہوتے ہیں جو منافی تعظیم ہوں مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب نماز کا شروع کرنا غیر زبان میں جائز ہے تو دعا کیسے حرام ہوگی کذا فی الطحطاوی
بعد تحقیق کہا کہ غیر زبان میں دعا مکروہ ہے نہ حرام وحرم سؤال العافیۃ مدی الدھر او خیر الدارین ودفع شرھما والمستحیلات العادیۃ کنزول
المائدۃ اور حرام ہے مانگنا تندرستی کا عمر کے سب وقتوں میں یعنی سب مرضوں سے بہتری دونوں جہان کی اور دفع ہونا دونوں جہان کی برائیوں کا
یا اون چیزوں کا جو عادۃً محال ہیں جیسے اترنا دسترخوان کا آسمان سے اور بعضوں نے کہا کہ محال چیزیں شرعی بھی مانگنی حرام ہیں جیسے دیکھنا پروردگار کا دنیا میں ہم
سب مرضوں سے عافیت کا مانگنا اسلئے حرام ہوا کہ خدا تعالیٰ نے کسی حکمت کے سبب سے آدمی میں امراض کو پیدا کیا ہے جس کا فائدہ اوسی کیطرف عائد ہوتا ہے تو دعا
آدمی اوس حکمت کو باطل کیا چاہتا ہے اور خیر دارین کی طلب اسلئے حرام ہوئی کہ بدون شر کے آدمی کو حاصل ہونی محال ہے بعض شر او سے آدمی کی
کی یعنی اگر یہ ارادہ کریگا کہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکی حق میں خیر ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ اس قسم کی دعا حدیث میں وارد ہے اللھم انی اسئلک
من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم کذا فی الطحطاوی بتصرف والحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر لا لکل المؤمنین
کل ذنوبھم بحر اور حق یہ ہے کہ دعا مانگنی کافر کی مغفرت کے لئے حرام ہے نہ سب مؤمنین کے واسطے اونکے سب گناہوں کے بخشے جانیکی کذا فی البحر
امام قرافی وغیرہ کا یہ کہنا ہے کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اونکی عدم مغفرت کی خبر دی ہے پھر دعا مغفرت سے اللہ تعالیٰ کی
کلام صحیح کی تکذیب لازم آتی ہے اور ایسا ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ سب ایمانداروں کے سب گناہوں کی مغفرت کی دعا حرام ہے اسلئے کہ اس دعا سے تکذیب اون صحیح حدیثوں کی لازم آتی
ہے جن میں تصریح ہے کہ کچھ مومنین دوزخ میں اپنی گناہوں کے سبب سے ضرور عذاب پاوینگے تو شارح اس قول کو رد کرتا ہے کہ دعاء مغفرت کافر کی کفر نہیں
ہوتا بلکہ گنہگار ہوتا ہے کیونکہ شان خدا و رسول کے لئے بہتری چاہتا ہے اسلئے دعا اوسکو حرام ہے نہ کفر اور سب مومنین کے کل گناہوں کی مغفرت چاہنا
جائز ہے بموجب آیت ویستغفرون للذین آمنوا ربنا اغفر لنا ولاخواننا اور ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا کے تو جائز ہے کہ فرط شفقت برادران دینی کی جہت سے اون کے

لئے ایسی دعا کرے اور جائز ہے کہ وقوع ہو گو نفس الامر میں واقع نہو کذا استفاد من الشامی والطحطاوی بالادعیۃ المذکورۃ فی القرآن والسنۃ لا بما یشبہ
کلام الناس اور دعا مانگے ان دعاؤں سے جو قرآن اور حدیث میں ہیں اون سے جو لوگوں کے کلام کے مشابہ ہیں طحطاوی نے کہا کہ قرآن کی دعا اگر پڑھے تو نیت
قرآن کی نہ کرے اسلئے کہ تلاوت قرآن سوا قیام کے دوسرے رکن میں مکروہ ہے دعا ماثورہ نماز کے آخر میں پڑھنا بہت اچھا ہے مشکوٰۃ میں ہے
کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو ایک دعا تعلیم فرمائیے کہ نماز میں اوسکو پڑھوں آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی

اللهم انى ظلمت نفسى ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب الا انت فاغفرلى مغفرة من عندك وارحمنى انك انت الغفور الرحيم ترجمہ الٰہی میں نے بہت ظلم کیا ہے اپنی جان پر اور نہیں بخشتا گناہوں کو مگر تو پس بخش دے مجھ کو اپنی طرف سے بخشش اور رحم کر مجھ پر بیشک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے لا یشبه کلام الناس ودعا بما یشبه الفاظ القرآن اوالحدیث لا بما یشبه کلام الناس وهو ما یستحیل سواله من الخلق لا یفسد والا یفسد لو قبل قدر التشهد دعا کی بابت فقہا کا کلام پریشان ہے خصوص مصنف کا کلام کہ وہ کہتے ہیں کہ جیسا قرآن و حدیث میں ہے لیکن مطلب یہ ہے کہ دعا قرآن میں یا حدیث میں جو دعا آئی ہے اس سے بھی کر سکتا ہے اور جو دعا بندوں سے مانگنا محال ہے جیسے کہے مجھے بخش دے اور یا الٰہی مجھکو نمک دے یا پیل دے وغیرہ تو مفسد نماز ہوگی بشرطیکہ دعا مذکور بمقدار التحیات کے بیٹھنے سے پہلے ہو ورنہ نماز نہ ٹوٹیگی مالم یتذکر سجدة فلا تفسد بسؤال المغفرة مطلقا ولعلمى ولغيرى وكذا الرزق مالم يقيده بمال ونحوه لاستعماله فى العباد مجازا اور اگر بمقدار التحیات کے بیٹھنے کے بعد پڑھے تو نماز اوسکی پوری ہوجائیگی یعنی کراہت تحریمہ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی نماز پوری ہوگی جبکہ سجدہ نماز یا تلاوت یاد نہ ہو تو فاسد ہوگی دعاء مغفرت سے مطلقا یعنی خواہ وہ دعا قرآن میں ہو یا نہ ہو اگر چہ دعا یوں کرے کہ الٰہی بخشدے میری چچا یا عمرو کو اور اسیطرح فاسد نہوگی نماز طلب رزق سے اگر اوسکو مقید مال وغیرہ سے نکریگا کہ وہ مستعمل ہوتی رزق کے بندوں میں بطور مجاز کے ہو سجدہ تلاوت اور سجدہ نماز کے یاد نہ پڑنیکی قید اسلئے لگائی کہ اگر یاد ہونیپر قاعدہ اخیرہ باطل ہوجاتا ہے تو دعا نماز کے بیچ میں واقع ہوگی اسلئے مفسد ہوگی اور طلب رزق میں مال کی قید اسلئے لگائی کہ رزق تو خاص خدا تعالیٰ کا کام ہے بندہ صرف سبب ہے مال پہونچا سکتا ہے اسلئے رزق مقید بمال سے نماز فاسد ہوگی مثلا یوں کہنے سے کہ الٰہی مجھکو مال روزی کر اور چونکہ بندہ کے اختیار میں سبب رزق کا ہے نہ رزق اسلئے شارح نے بتلا دیا کہ رزق دینے کا استعمال بندوں میں مجازا ہوا کرتا ہے نہ حقیقة ثم یسلم عن یمینه ویساره حتی یری بیاض خده پھر سلام پھیرے منہ پھیر کر داہنے اور بائیں کو بقدر کہ سفیدی اوسکے رخسار کی پیچھے کے نماز پڑھنے والے کو دکھائی دیوے یعنی داہنے رخسار کے داہنی طرف کو منہ پھیرنے میں اور بائیں کے بائیں طرف کو پھیرنے میں کامل سلام پھیرنے میں یہ کہنا ہے داہنے اور بائیں السلام علیکم ورحمة الله تو اگر صرف السلام علیکم یا سلام علیکم کہا تو کافی ہوگا مگر تارک سنت ہوگا اور داہنے بائیں کو منہ پھیرنا بھی سنت ہے کذا فی الطحطاوی ولو عکس سلم عن یمینه فقط ولو تلقاء وجهه سلم عن یساره اخرى اور اگر الٹا کیا یعنی بائیں طرف اول سلام پھیرا اور داہنی طرف پیچھے تو سلام پھیرے صرف داہنی طرف اور اگر سلام پھیرا سامنے کی طرف تو دوسرا سلام بائیں طرف کو پھیرے یعنی سامنے کا سلام قائم مقام داہنی طرف کے ہوجائیگا ولو نسی الیسار اتى به مالم یستدبر القبلة فی الاصح اور اگر بائیں کو سلام پھیرنا بھول گیا تو اوسکو ادا کرے جب تک کہ قبلہ کو پشت نہ پھیری ہو صحیح تر قول میں اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحرالرائق میں ہے کہ سلام کو ادا کرلے جبتک کہ مسجد سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کرلی ہو اسلئے شارح نے اصح کی قید لگا دی کہ بحرالرائق کا قول نکلجاوے وتنقطع التحريمة بتسليمة واحدة برهان وقد مر اور منقطع ہوجاتی ہے تحریمہ ایکطرف کے سلام پھیرنے کذا فی البرہان اور یہ مسئلہ پیشتر گذر ایعنی واجبات نماز میں بیان ہوچکا ہے کہ اقتدا تمام ہوجاتا ہے سلام اول پر پیشتر لفظ علیکم کے وفی التاتارخانية ما شرع فی الصلوة مثنى فللواحد حكم المثنى فيحصل التحليل بسلام واحد كما يحصل بالمثنى وتتقيد الركعة بسجدة واحدة كما تتقيد بسجدتين اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جو چیز نماز میں دو مشروع ہوئی ہے تو اوسمیں ایک کیلئے حکم دو کا ہے اسی سبب سے کہ نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہوجاتا ہے جیسے دو سے حاصل ہوتا ہے اور رکعت ایک سجدہ سے مقید ہوجاتی ہے جیسے دو سے ہوتی ہے یعنی اگر قعدہ اخیرہ بھولکر مثلا کھڑا ہوگیا اور ایک رکعت نماز پڑھی تو جبتک رکعت مذکورہ کو ایک سجدہ سے مقید کریگا فرض باطل ہوجائینگے فتم لا ملم ان اتم التشهد اتم ااور مقتدی سلام پھیرے امام کے ساتھ ہی اگر التحیات پڑھ چکا ہو چنانچہ گذر گیا یعنی اگر التحیات پوری نہ کی ہو تو اوسکو پوری کرکے سلام پھیرے اسلئے کہ التحیات بھی واجب ہے اور متابعت امام بھی واجب ہے حالانکہ دوسرے کو ترجیح اول پر نہیں کذا فی الحلبی ولا یخرج المؤتم عن صلاة الامام بل بتخصيصه وحده لانه لا اعتبار حرمته فلا یسلم اور نہیں نکلتا ہے مقتدی نماز سے امام کے سلام پھیرنے سے بلکہ اوسکے کھلکھلا کر ہنسنے اور قصدا وضو توڑ ڈالنے سے مقتدی نماز سے باہر ہوجائیگا بسبب نہ ہونے حرمت نماز کے تو اس صورت میں مقتدی سلام نہ پھیرے ہم پہلے صورت اسطرح ہے کہ قعدہ اخیرہ کے بعد امام نے سلام پھیرا یا کلام کیا یا بعد کوئی بات کی جس سے نماز پوری ہوگئی فاسد نہوئی تھی ایسی صورت میں مقتدی

نماز پوری ہو جائیگی اور پھر سلام پھیرنا واجب ہے اور قعدہ اخیرہ بقدر تشہد فرض ہے اور اس کے بعد تمامی ارکان کے پائے گئے اسلئے کچھ ضرر نہ کریگا اور سلام کا
پھیرنا بھی واجب ہے اسی کا اعادہ ہے مقتدی پر کذا فی الشامی بعد لو اتمہ قبل امامہ فتکلم جاز وکرہ فلو عرض مناف تفسد صلوٰۃ الامام فقط اور اگر مقتدی
نے تشہد کو اپنے امام سے پہلے پورا کر لیا پھر بول پڑا تو نماز درست ہو گی اور یہ فعل مکروہ ہوگا کیونکہ متابعت امام کی بدون عذر کے ترک کی اب اگر مقتدی کے کلام
کرنے کے بعد کوئی نماز کا منافی امام کو پیش ہو گا تو صرف امام کی نماز فاسد ہو جائیگی مقتدی کی نہو گی کیونکہ وہ تو منافی کے پیش ہونے سے پہلے ہی نماز ہو چکا
ہو گیا ہے کالتحریمۃ مع الامام وقالا الافضل فیہما بعدہ سلام ہے مثل تکبیر تحریمہ کے امام کے ساتھ ہی ہے پھر صاحبین نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام
میں یہی ہے کہ بعد امام کے ہو قائلا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہو السنۃ سلام پھیرے یہ کہتا ہوا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہ ان الفاظ کا کہنا سنت ہے وفی التحریم
المنہی عنہ بدعۃ علیک السلام وانہ لا یقول ہنا وبرکاتہ اور صراحت ہے تقدیم کی ہے علیکم السلام کے مکروہ ہونیکی اور یہ بات کی کہ وبرکاتہ بعد رحمۃ اللہ
کے کہو یہاں سلام پھیرنے میں بلکہ یہ لفظ التحیات میں کہو وجعلہ النووی بدعۃ ورد کہ الحلبی اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے بدعت قرار دیا ہے اور حلبی
شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہے یہ کہکر کہ سنن ابی داؤد میں جو روایت وائل بن حجر سے باسناد صحیح یہ لفظ وارد ہے پھر بدعت کیسے ہو سکتا ہے وفی الحاوی
انہ حسن اور حاوی قدسی میں ہے کہ یہ لفظ کہنا بہتر ہے وسن جعل الثانی اخفض من الاول خصہ فی المنیۃ بالامام واقرہ المصنف اور سنون
ہو دوسرے سلام کو نسبت اول کے پست کہنا منیہ میں یہ بات کو امام کے لئے خاص کیا ہے یعنی مقتدی اور منفرد دونوں طرف یکساں آواز سے سلام پھیرے اور
اس بات کو برقرار رکھا ہے مصنف نے وینوی الامام بخطابہ السلام علی من عن یمینہ ویسارہ ممن معہ فی صلوتہ ولو جنا ونساء ما سلام التشہد
فیعم لعدم الخطاب الحفظۃ فیہما بلا نیۃ عدد کالایمان بالانبیاء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے سلام اپنی لوگوں پر جو اسکے داہنے
بائیں طرف اسکی نماز میں شریک ہیں گو جن یا عورتیں ہوں اور سلام تشہد کا یعنی السلام علینا عام ہے سب لوگوں پر بسبب نہ خطاب کے اور نیت کرے فرشتوں محافظ
کی دونو سلاموں میں بدون نیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیا علیہم السلام پر بدون شمار کے ہو محافظ فرشتوں کی تعداد میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ
ہر مومن کے ساتھ دو ہیں اور بعضوں کے نزدیک چار اور کسیکے نزدیک پانچ اور کسی کے دس اور کسی کے ایکسو ساٹھ اور اسکا پورا بیان منیہ کی شرحوں میں ہے
کذا فی الشامی وقدم القوم لان المختار ان خواص بنی ادم وہم الانبیاء افضل من کل الملئکۃ وعوام بنی ادم وہم الاتقیاء افضل من عوام
الملئکۃ والمراد بالاتقیاء من اتقی الشرک فقط کالفسقۃ کما فی البحر عن الروضۃ واقرہ المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنی آدمیوں کو مقدم کیا
فرشتوں سے اسلئے کہ مختار یہی ہے کہ بنی آدم کے خواص جو انبیا ہیں وہ سب فرشتوں سے افضل ہیں اور بنی آدم میں کے پرہیزگار عوام فرشتوں سے افضل ہیں اور
مراد پرہیزگار سے وہ لوگ ہیں جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہیں جیسے فاسق چنانچہ بحر میں روضہ سے منقول ہوا اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے حم کتاب
روضۃ العلما امام ابی الحسن بخاری کی تالیف ہے اوسمین لکھا ہے کہ امت کا اجماع ہے اسپر کہ انبیا سب مخلوق سے افضل ہیں اور اونمیں سے افضل سردار کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں اور بعد انبیا کے سب خلق سے افضل خواص ملائکہ ہیں یعنی جبرئیل اور اسرافیل اور میکائیل اور عزرائیل اور حاملین عرش اور روحانی اور رضوان
اور مالک علیہم السلام اور صحابہ اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتوں سے افضل ہیں اب اسکے بعد اختلاف ہے امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ سب اہل اسلام
باقی فرشتوں سے افضل ہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ باقی فرشتے عوام مسلمانوں سے افضل ہیں غرضکہ بشر تین قسم ہیں خواص مثل انبیا اور اوساط مثل صحابہ
صلحا اور عوام مثل باقی لوگوں کے اور فرشتے دو قسم ہیں خواص جو اوپر مذکور ہوئے اور عوام جو ان کے سوا ہیں تو فضلیت باتفاق تین وجہ تک ہے یعنی سب
میں افضل خواص بشر ہیں پھر خواص ملائکہ پھر اوساط البشر اور اسکے بعد اختلاف ہے امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہیں عوام ملائکہ سے اور صاحبین کے نزدیک
عوام ملائکہ افضل ہیں کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی مجمع الانہر تبعا للقہستانی خواص البشر واوساطہ افضل من خواص الملئکۃ واوساطہا
عند اکثر المشائخ میں کہتا ہوں اور مجمع الانہر میں بتبعیت قہستانی مذکور ہے کہ خواص بشر افضل ہیں خواص ملائکہ سے اور اوساط بشر افضل ہیں اوساط ملائکہ سے
اکثر مشائخ کے نزدیک مگر شامی نے کہا کہ اس عبارت میں لف ونشر مرتب ہو تو مسلم ہے اور روضہ کی عبارت میں کچھ منافات نہیں اسلئے کہ ہمیں اولی

(حاشیہ:) [illegible]

تبشر کا ذکر نہین کیا ہو جیسے کہ اوسمین خلاف ہی چنانچہ اوپر بیان ہوا وَحَلَّ تَعَقُّبَ الْحَفَظَةِ قُوْلَ اٰیۃ اور کیا ماخذ ... ہو جسے ہی ... ہین ابن
قول ہین ہم بعض علماء ملتے ہین کہ بدلتے رہتے ہین کیونکہ حدیث صحیح مین بخاری و مسلم کی وارد ہے کہ تم پر آتے ہین اور ... پیچھے ... اور
صبح اور عصر مین جمع ہو جاتے ہین پھر جو تم مین رہے ہوتے ہین وہ اوپر چڑھ جاتے ہین الحدیث اس حدیث مین قاضی عیاض نے ... کے
نقل کیا ہی کہ مراد ان فرشتون سے محافظ یعنی کراماً کاتبین ہین اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دو فرشتے آدمی کی زندگی تک نہین بدلتے ...
انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اپنے ایماندار بندہ پر دو فرشتے معین کئے ہین کہ وہ اوسکا عمل لکھا کرتے ہین جب
وہ مرجاتا ہی تو وہ جناب الٰہی مین عرض کرتے ہین کہ فلان شخص مرگیا ہمکو تو اجازت دے کہ ہم آسمان پر چڑھ آوین اللہ جل شانہ فرماتا ہی کہ میرا آسمان میرے فرشتون سے
بھرا ہو میری تسبیح پڑھتے ہین پھر وہ عرض کرتے ہین کہ تو ہم زمین مین رہین اللہ تعالے فرماتا ہی کہ میری زمین میری مخلوق سے بھری ہو مجھکو ...
ہین پھر وہ دونو عرض کرتے ہین کہ اب ہم کہان رہین اللہ تعالے فرماتا ہی کہ میرے بندہ کی قبر پر ٹھیرو اور میری تکبیر اور تہلیل اور تسبیح اوسکا ذکر کرو اور ...
... بندہ کے لیے قیامت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی ویفارقہ کاتب السیئات عند جماع وتخلی وصلوٰۃ اور علیحدہ ہو جاتا ہی آدمی سے
لکھنے والا برائیون کا وقت صحبت کرنے اور پاخانہ پھرنے اور نماز پڑھنے کے طحطاوی نے کہا کہ شامی اس عبارت مین بحر الرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت ...
اور حدیث الخلا مین دونو فرشتے کرتے ہین چنانچہ شرح جوہرہ مین ہے تو پھر تخصیص کاتب سیئات کی کیا ہی ہان نماز مین چونکہ کاتب سیئات اپنی لکھنے کی چیز نہین پاتا
علیحدہ ہونا خاص اوسکی گنجائش رکھتا ہی والمختار ان کیفیۃ الکتابۃ والمکتوب فیہ مما استأثر اللہ بعلمہ اور مختار یہی ہی کہ کیفیت فرشتون کے لکھنے کی
جس چیز مین وہ لکھتے ہین ... احوال ان چیزون مین سے ہین جنکا علم اللہ تعالے کو مخصوص ہے تعرف فی حاشیۃ الاشباہ تکتب فی رق بلا احرف کتبوا فی العقل ...
اشتمل ما قیل فی قولہ تعالی والطور وکتاب مسطور فی رق منشور ان حاشیہ اشباہ مین ہے کہ کاتب اعمال ورق مین بدون حرفون کے لکھتے ہین جیسے
معلومات عقل مین بدون حرفون کے رہتے ہین اور یہ قول ایک ہی ان اقوال مین سے جو اس آیت کی تفسیر مین کہے گئے ہین والطور وکتاب مسطور فی رق منشور
یعنی قسم ہی طور کی اور قسم ہے کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق مین یعنی لوح محفوظ کی حم شامی نے کہا کہ جب قول مختار شارح لکھچکا تھا تو اوسکے مقابل کے
لکھنے کی ضرورت نہ تھی وصحح النیسابوری فی تفسیرہ انہما یکتبان کل شیء حتی الانین اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین اس امر کی تصحیح کی ہی کہ وہ دونون
فرشتے ہر چیز کو لکھتے ہین یہانتک کہ آدمی کی آہ کرنے اور کراہنے کو بھی لکھتے ہین شامی نے کہا کہ اس سے یہ نکلتا ہی کہ ضروری چیزون کو مثل سانس لینے اور انکھ
وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہون قلت وفی تفسیر السیوطی یکتب المباح کاتب السیئات ویمحی یوم القیامۃ مین کہتا ہون اور تفسیر سیوطی مین ہی
کہ مباح چیز کو بدیون کا کاتب لکھتا ہی اور قیامت کے دن مٹا دیگا ہم اوپر جو بیان کیا تھا کہ دونو کاتب ہر چیز لکھتے ہین اب اوسکی تفصیل کی خلاصہ یہ ہے کہ اعمال تین
قسم ہین ایک وہ جنمین ثواب ہو دوم وہ جنمین عذاب ہو سوم مباح جنمین نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہی اور باقی کو کاتب سیئات
... الشامی فی تفسیر ... الکافی ... المعروف بالاحوت ... انہما یکتبان ... ان کاتب الیمین ... کاتب الیسار اور تفسیر
... مین جو اون کے علم سے مشہور ہی لکھا ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ کاتب اعمال بد بھی لکھتے ہین گردہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہو بائین پر ... یعنی ...
اعمال بد بھی لکھے جاتے ہین تو ضرور ... فرشتون کی کیا ہو ... شارح نے ... کہ وہ گواہ ... طحطاوی نے کہا کہ شارح یہ قول ... نقل کیا ہو ...
... وفی البرہان ان ملئکۃ اللیل غیر ملئکۃ النہار وان ابلیس مع ابن آدم بالنہار وولدہ
باللیل اور برہان مین ہی کہ رات کے فرشتے غیر ہین دن کے فرشتون کے ... صحیحین ... اور یہ کہ ابلیس ابن آدم کے ساتھ رہتا ہی دن کو اور اوسکی اولاد اوسکے ساتھ
رہتی ہی ... طحطاوی نے کہا کہ ... قول ہین بعضون کے نزدیک ... اور بعضون کے نزدیک ... اور بعض کہتے ہین کہ ...
... ہی اللہ ... وہ ... اپنی ذات سے ... صحیح مسلم ... ما منکم من احد الا وقد وکل اللہ بہ قرینہ من الجن ... الملئکۃ
قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم ... صحیح مسلم ... کہ تم مین سے کوئی ... نہین ... مقرر کیا ہو

ہکتا تہا مجھے ان ملائکہ سے یعنی جو برائی پر ملامت کرتا ہی اور اوسکا ساتہی فرشتون سے جو خیر و ملامت کرتا ہے لوگون نے عرض کیا اور آپ بہی یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ مجہہ بہی میرا قرین مقرر ہے لیکن اللہ تعالی نے مجھکو اوسپر غالب کر دیا ہی تو وہ مسلمان ہو گیا ہی یعنی سوا خیر کے اور بات مجہسے نہیں کہتا
شارح نے کہا کہ اسلم میم کے فتحہ اور ضمہ دونو سے مروی ہی میم کے زبر سے صیغہ ماضی باب افعال سے اور ضمیر مستتر قرین کیطرف ہو گی جسکا ترجمہ اوپر لکہا گیا
اور میم کے ضمہ سے صیغہ واحد متکلم مضارع ثلاثی ہو کا تب بیہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالے نے میری امانت فرمائی تو مین اوس سے بچا رہتا ہون ویزید المقتدی بنیۃ
السلام علی امامہ فی التسلیمۃ الاولی ان کان الامام فیہا والا ففی الثانیۃ و نواہ فیہما لو محاذیا اور مقتدی قوم اور فرشتون کی نیت پر زیادہ کرے سلام اپنے
امام پر داہنی طرف کے سلام مین اگر امام اوسطرف ہو ورنہ بائین طرف کے سلام مین نیت امام کی کرے اور اگر امام اوسکے سامنے ہو تو دونو سلامون مین امام کی نیت
کرے وینوی المنفرد الحفظۃ فقط لم یقل الکتبۃ لیعم الممیز اذ لا کتبۃ معہ اور منفرد صرف محافظ فرشتون کی نیت کرے شارح کہتا ہی کہ مصنف نے کتبہ کہا
حفظہ کہا تا کہ عام ہو وے تمیز دار لڑکے کو بہی کہ اوسکے ساتہہ کاتب اعمال نہین شامی نے کہا کہ اس صورت مین مراد محافظون سے محافظین ذات ہین نہ محافظین اعمال
لیکن صحیح یہ ہے کہ لڑکے کی حسنات لکہی جاتی ہین اور اون کا ثواب اوسکو ملیگا اور ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہو گا کما فی اللقانی تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ لڑکے کے لیے کاتب
حسنات ہوتا ہی ولعمری لقد صار ہذا کالشریعۃ المنسوخۃ لا یکاد ینوی احد شیئا الا الفقہاء وفیہم نظر اور قسم ہی اپنی جان کی کہ یہہ فرشتے سلام مین نیت
قوم اور محافظین کی کرنی منسوخ شریعت کیطرح ہو گئی ہے گویا کوئی کچہہ نیت ہی نہین کرتا بجز علما کے اور اون مین بہی کلام ہی یعنی احتمال ہی کہ وہ نیت کرتے ہون
یقینی نہین ہم و انصف شارحا کا قول درست ہے اگر لاکہہ آدمیون سے پوچہو کہ تم نے اپنے سلام مین کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی نہ دیگا ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر
اللہم انت السلام الخ اور مکروہ ہے فرضون کے بعد سنتون کی تاخیر کرنی مگر بقدر پڑہنے اللہم انت السلام الخ کے ہم پوری دعا اسطرح ہی اللہم انت السلام ومنک السلام
یا ذا الجلال والاکرام یعنی فرض پڑہنے کے بعد صرف اسقدر دیر کرے جسمین یہ دعا اوسکے برابر کوئی اور پڑہ لے زیادہ دیر کرنی مکروہ ہے اسوجہ سے کہ مسلم وترمذی
مین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد سلام کے اتنا ہی بیٹہتے تہے کہ یہہ کلمات فرماتے شامی نے کہا کہ احادیث مین بعض
نماز ونکے بعد جو وظائف آئے ہین اون مین یہہ نہین ہی کہ سنتون سے پہلے اونکو پڑہنا چاہیئے بلکہ اسی پر محمول ہین کہ بعد سنتون کے پڑہے جائین کیونکہ سنتین فرضونکی تابع
اور اونسے ملحق ہین تو جو کچہہ سنتون کے بعد ہو گا وہ فرضون کے بعد کہلائیگا وقال الحلوانی لا باس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان اریدا لکراہۃ
التنزیہیۃ ارتفع الخلاف اور حلوانی نے کہا کہ کچہہ مضایقہ نہین ہی فرضون اور سنتون مین وظیفون کے فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا ہی اس قول کو کمال الدین محقق نے
حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لیجائے تو خلاف دور ہو جائے یعنی جو لوگ کہ فصل کو مکروہ کہتے ہین اونکا قول اور حلوانی کے قول مین خلاف جاتا رہیگا دونو
قائل ہونگے کہ بقدر اللہم انت السلام الخ سے زیادہ بیٹہنا مکروہ تنزیہی ہو گا قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ مین کہتا ہون اور میری یاد مین حلوانی کے قول کا محمول
کرنا ہی تہوڑے وظائف پر یعنی حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لاباس کہا ہی تو اوس سے مراد تہوڑے وظائف ہین بقدر اللہم انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے بہی خلاف
جاتا رہا ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلثا وثلثین ویہلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان
ربک اور مستحب ہی کہ تین بار استغفار پڑہے اور آیۃ الکرسی اور معوذات یعنی سورہ ناس اور سورہ فلق اور سورہ اخلاص پڑہے اور سبحان اللہ ۳۳ بار والحمد للہ ۳۳
بار اور اللہ اکبر ۳۳ بار کہے یہہ تینون کلمے ملکر ۹۹ ہوئے تو سو پورا کرنے کو ایک بار لا الہ الا اللہ کہے اور دعا مانگے اور دعا کو سبحان ربک الآیہ پر تمام کرے کیفیت
استغفار کی امداد الفتاح مین یون ہے استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ اور سو پورا کرنیکے لیے بعض احادیث مین یون وارد ہی لا الہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر اور ان چارون کلمات کا سو بار پڑہنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہی وفی الحجۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا للمقتدی
یعنی حجہ مین ہی کہ مکروہ ہی امام کو نفل پڑہنا اپنی جگہہ مین نہ مقتدی کو یعنی مکروہ تنزیہی ہی چنانچہ خانیہ کی عبارت سے دلیل ہی کما فی الشامی وقیل یستحب لہ ایضا
نے کہا کہ مستحب ہی امام کو نفل پڑہنے کے لیے صفون کا چیرنا شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ مین اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہی اور محیط مین تصریح کی ہے
اطلاق کا یعنی استحباب منقول ہوا خطیہ مین کہا کہ ان سب سے بہتر یہ ہے کہ نفلین اپنے گہر مین پڑہے اگر کسی امر کا خوف نہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ

نہین جیسا کہ المصلی لیشغلنی ادیرجو اوسنا ہے یعنی جیسکہ مستحب ہے امام کو بہر قبلہ کے داہنی طرف یعنی نمازی ہکے بائین طرف نفل پڑھنی وظیفہ پڑھنی کو و صلوۃ فی المنیۃ
یتحول یمینا وشمالا وامامًا وخلفًا و ذہابه لبیتہ و استقبال الناس بوجھہ ولو دون عشرۃ مالم یکن بحذائه مصل ولو بعیدًا علی المذہب
اور منیہ مین امام کو اختیار دیا ہی چاہے داہنی کو پہرے چاہے بائین کو چاہے آگے اور پیچہے کو چاہے گہر کو جاوے چاہے لوگون کے طرف اپنا موہنہ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہووے
بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو گو دور نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب کے بموجب تم منیہ مین اختیار دینگے وہ صورتین جسمین فرضون کے بعد سنتین ہون اور لوگون کے
طرف موہنہ کرینگے وہ صورت ہی کہ فرضون کے بعد سنتین نہون اور دس مردون سے کم کی قید اسلئے لگائی کہ بعض لوگون نے یہہ کہا ہی کہ دس مرد ونکی جماعت ہو تو موہنہ کرے
نہین تو نکرے اون لوگون کا قول بے اصل ہے اور یہہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور ہی پڑھتا ہو تو یہہ زیلعی وغیرہ مین مذکور ہی مگر حلیہ مین یون
کہا ہی کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ مین کوئی تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کیجانب ہو تو امام کے موہنہ پہیرنے مین کچھہ کراہت نہین تیسرا شخص بجائی ستر کے ہو جائیگا
چنانچہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ اگر ایک شخص کے موہنہ کیطرف نماز پڑہی اور دونو کے درمیان تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کیطرف ہو تو مکروہ نہوگا اور شاید ظاہر
مذہب مین امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونے کی اسلیئے قید نہین لگائی کہ اسکا حال تو معلوم ہی ہو انتہے کذا فی الشامی **فصل** یہہ فصل ہی قرارت کے
احکام مین چونکہ ارکان کے نسبت قرارت مین زیادہ احکام متعلق ہین اسلئے اونکو جدا گانہ بیان کیا ویجہر الامام وجوبًا بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء
اور پکار کر پڑہے امام بطور واجب اوپر جماعت کے یعنی جسقدر جماعت ہو اُسقدر آواز بلند کرے پہر اگر حاجت سے زیادہ پکار کر پڑہیگا تو برا کریگا امام وجہ جہر کی مواظبت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی جہر پر کذا فی الطحاوی ولو ائتم بہ بعد الفاتحۃ او بعضہا سرًّا اعادہا جہرًا بحر لکن فی اخر شرح المنیۃ ائتم بہ بعد
الفاتحۃ یجہر بالسورۃ ان قصد الامامۃ والا فلا یلزمہ الجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی نے بعد کل فاتحہ یا تہوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑہنے کے تو فاتحہ کو
آہستہ اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ مین ہی کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑہے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑہنا اوسکو ضرور
نہین ہی بحر الرائق مین وجہ جہر سے اعادہ کرنیکی یہہ لکہی ہی کہ دوسرے کی اقتدا کے سبب سے جہر اوسپر واجب ہو گیا اب اگر صرف باقی قرارت کو پکار کر پڑہتا ہی تو ایک
رکعت مین آہستہ پڑہنا اور پکار کر پڑہنا جمع ہوا جاتا ہی حالانکہ یہہ امر برا ہی اور اگر آہستہ پڑہتا ہی تو جہر کے واجب ہونیکے بعد آہستہ پڑہنا واجب کا ترک ہی اسلئے
اعادہ جہر ضرور ہوا اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا ہی اور خلاصہ مین اصل سے منقول ہی پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکہا ضعیف ہے اور یہہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد
کرے یہہ بہی ضعیف ہی کیونکہ نیت امامت کا اعتبار بجز عورتون کے امام ہونیکا اور کسی جا نہین کذا فی الطحاوی فی الفجر واولی العشائین اداء و قضاء و جمعۃ و عیدین
و تراویح و وتر بعدہا ای فی رمضان فقط للتوارث امام جہر کرے نماز فجر مین اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتون مین ادا پڑہے یا قضا اور جمعہ اور دونو عید کی نماز مین
اور تراویح مین اور تراویح کے بعد وتر مین یعنی صرف رمضان مین پکار کر پڑہے بسبب توارث کی یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہی قلت فی تقییدہ بعدہا
نظر لجہرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر مین کہتا ہون کہ مصنف نے جو وتر مین بعدہا کی قید لگائی تو اسمین کلام ہے اسلئے کہ امام وتر مین جہر کریگا اگرچہ
اوسنے تراویح نہ پڑہی ہو مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر مین ہی یعنی مصنف کے قول سے ایسا وہم ہوتا ہی کہ جہر جب ضرور ہی کہ وتر بعد تراویح پڑہے حالانکہ قبل تراویح
اگر وتر جماعت سے پڑہے تو اوس مین جہر واجب ہے شامی نے شارح کا جواب دیا کہ تراویح رمضان مین ہوتی ہی اور اوسکے بعد وتر بہی رمضان مین ہونگی تو بعدہا سے
یہہ مطلب ہی کہ رمضان کے وتر مین جہر کرے انتہی وتر مین نعوفی القہستانی تبعًا للقاعدی لا اعلم خلافًا فی غیر الفرائض کعید و وتر نعم الجہر افضل اھ
قہستانی مین بہ تبعیت قاعدی مذکور ہی کہ سوای فرضون کے اور جہری نماز مین آہستہ پڑہنے سے سجدۂ سہو نہین ہی مثل عید اور وتر کہ ان مین جہر فضل ہے شامی اور
طحاوی نے کہا کہ قہستانی نے بعد اس عبارت کے یہہ کہا ہی کہ یہہ بہی ہی کہ عید اور وتر مین بہی جہر کرے یعنی واجب ہی چنانچہ اکثر کتب مذہب مین یہی ہی ویسر فی غیرہا کمتنفل بالنہار فانہ یسر
السر اصلا الا ان ترکہ فی الظہر والعصر لدفع اذی الکفار کما فی الدہ آہستہ پڑہے نماز دن اور رکعتون مذکورہ بالا کے سوا مین امر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سب نماز مین جہر کرتے تہے پہر جہر کو ظہر اور عصر کی نماز مین کسکیا بسبب ایذا کفار کے کذا فی الکافی ہم آپ ترک مین یہہ نماز مین جہر فرماتے تہے اور
مشرک آپکو ایذا دیتے یعنی اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیان دیتے تہے تو اللہ تعالی نے یہہ آیت نازل فرمائی ولا تجہر بصلوتک الآیۃ

تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا) یعنی نہ کل نماز دن میں جہر کرو نہ کل میں آہستہ پڑھو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک راہ تلاش کرو کہ رات کی نماز دن میں جہر کرو اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو بعد اس کے آپ ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھا کرتے کیونکہ کفار ان دونوں وقتوں میں ایذا دینے کو مستعد رہتے تھے اور مغرب میں چونکہ کفار کھانے میں مشغول رہتے اور عشا اور فجر میں سوتے ہوتے اسلیے ان تینوں وقتوں میں آپ پکار کر پڑھا کرتے اور جمعہ اور عید میں آپ نے مدینہ منورہ میں قائم کی ہیں وہاں کفار کا زور نہ تھا اسلیے پکار کر پڑھی کذا فی الطحاوی عن الحلبی (کمتنفل بالنهار فإنه يسر) یعنی جیسے نفل پڑھنے والا دن کو کہ وہ بھی آہستہ پڑھے (ويخير المنفرد في الجهر وهو أفضل ويكتفي بأدناه إن أدى) اور مختار ہے تنہا پڑھنے والا جہر میں اور جہر کرنا اسکے لیے افضل ہے اسلیے کہ نماز جماعت کی صورت پر ہو جائیگی اور کفایت کرے ادنی جہر پر یعنے زیادہ آواز سے نہ پڑھے یہ اختیار اوس صورت میں ہے کہ منفرد ادا نماز پڑھے (وفي السرية يخافت حتما على المذهب) اور نماز سری میں آہستہ پڑھے بطور وجوب کے ظاہر مذہب پر یعنی اگر پکار کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا (كمتنفل بالليل منفردا فلو أم جهر لتبعية النفل للفرض زيلعي) جیسے مختار ہے آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں رات کا نفل پڑھنے والا تنہا پس اگر امام ہو یعنی نوافل کو جماعت سے پڑھے تو جہر کرے بسبب تابع ہونے نفل کے واسطے فرض کے یعنی جہر میں نفل فرضوں کی تابع ہے کذا فی الزیلعی (ويخافت المنفرد حتما أي وجوبا إن قضى الجهرية في وقت المخافتة كأن صلى العشاء بعد طلوع الشمس كذا ذكره المصنف بعد في الواجبات قلت هكذا ذكره ابن الملك في شرح المنار من بحث القضاء على الأصح كما في الهداية) اور آہستہ پڑھے منفرد بطور وجوب کے اگر قضا پڑھے جہری نماز کو آہستہ پڑھنے کے وقت میں مثلا عشا کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھے ایسا ذکر کیا ہے اوسکو مصنف نے بعد واجبات کے شمار کرنے کے میں کہتا ہوں اور اسیطرح ذکر کیا ہے اسکو ابن ملک نے شرح منار میں قضا کی بحث کے ذیل میں آہستہ پڑھے صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ ہدایہ میں ہے ہم وقت مخافتہ کی قید اسلیے لگائی کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت میں قضا کرے تو مختار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر (كذا في الحلبي لكن تعقبه غير واحد ورجحوا التخيير كمن سبق بركعة من الجمعة فقام يقضيها يخير) لیکن اس قول پر اعتراض کیا ہے بہتوں نے اور ترجیح دی ہے منفرد کے اختیار دینے کو آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں جیسے وہ شخص کہ جمعہ کی ایک رکعت نہ پاوے اور کھڑا ہو کر اسکو پڑھنے لگے کہ اوسکو بھی اختیار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر طحطاوی نے کہا کہ مغرب اور عشا اور فجر کے مسبوق کا بھی یہی حال ہے اسلیے کہ مسبوق مثل منفرد کے ہے فقہا کے اقوال میں (وأدنى الجهر إسماع غيره وأدنى المخافتة إسماع نفسه ومن بقربه) اور ادنے درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنی جو اوسکے قریب نہو کذا فی الشامی اور ادنے درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو اور اپنے قریب کے شخص کو (فلو سمع رجل أو رجلان فليس بجهر والجهر أن يسمع الكل خلاصة) پھر اگر ایک یا دو آدمیوں نے قرارت کو سنا تو جہر نہ ہوگا جہر یہ ہے کہ سب سنیں کذا فی الخلاصہ ہم قہستانی نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سبکو آواز نہ پہونچے تو چاہیے کہ جہر نہو شامی نے اسکے جواب میں یہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں پہونچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی لیے جائیں جو نہ بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت سے لوگ سنیں نہ صرف ایک یا دو (ويجري ذلك المذكور في كل ما يتعلق بنطق كتسمية على ذبيحة ووجوب سجدة تلاوة وعتاق وطلاق واستثناء وغيرها فلو طلق أو استثنى ولم يسمع نفسه لم يصح في الأصح) اور جاری ہے یہ مذکور یعنی ادنی درجہ آہستہ کہنے کا یہ ہے کہ آپ سنے اور پاس والا سنے ہر ایک بات میں جو بولنے سے علاقہ رکھتی ہے مثلا بسم اللہ کہنا ذبیحہ پر اور واجب ہونا سجدۂ تلاوت کا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور انشاء اللہ کہنا اور سوا اسکے پھر اگر طلاق دی یا انشاء اللہ طلاق دینے خواہ آزاد کرنے کے بعد کہا اور اپنے آپ نہ سنا تو طلاق اور استثنا درست نہوگا صحیح تر قول میں ہم استثنا کی صورت یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو کہا انت طالق انشاء اللہ یعنی تو طلاق ہے اگر خدا چاہے یا غلام کو کہا انت حر انشاء اللہ یعنی تو آزاد ہے اگر خدا چاہے اور انشاء اللہ اسطرح کہا کہ اپنے آپ نہ سنا تو استثنا صحیح نہوگا اور زوجہ مطلقہ ہو جائیگی اور غلام آزاد ہوگا اور صحیح کی قید اسلیے لگائی کہ کرخی نے اسمیں وجود کلام کا مدار حروف صحیح کا تلفظ ٹھہرایا ہے گو اپنے آپ سنے یا نہیں تو کرخی کے قول کے بموجب استثنا مذکور صحیح ہوگا کذا فی الشامی (وقيل في البيع يشترط سماع المشتري) اور بعضوں نے کہا ہے کہ بیع جیسے تصرفات میں سنانا مشتری کا شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور اسی مثل بیع کے ہر وہ معاملہ ہے جسمیں ایجاب ہو یا قبول غیر پر موقوف ہو (ولو ترك سورة أولي العشاء مثلا

وبعدها فاذا ما نسيها وقيل تنبيه القسم الثالث في الاخريين يأتي بالفاتحة والسورة في ركعة اگر کسی نے پہلی دو رکعتوں میں
سورہ کو چھوڑ دیا ہو تو بہتر ہے کہ پچھلی دونوں رکعتوں میں سورہ پڑھے اور بعض علما نے کہا کہ پچھلی دو رکعتوں میں جہر کرے اگر صرف سورہ کو بھول
گیا تھا الحمد کو آہستہ ایک رکعت میں جہر اور آہستہ پڑھنا جمع ہوگا اور جمع کرنا ان دونوں کا ایک رکعت میں برا ہے استحباب کو قیل کرکے بیان کیا
تاکہ معلوم ہو کہ اصح قول وجوب ہے کیونکہ وجوب کی طرف جامع صغیر میں امام محمد نے اشارہ کیا ہے کذا فی الشامی ولو تذكرها في ركوعه قرأها واعاد الركوع اور
اگر سورہ کو یاد کیا رکوع کے اندر تو کھڑا ہو کر سورہ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ کرے اسلئے کہ ترتیب درمیان افعال ارکان کے فرض نہیں اگر دوبارہ
رکوع نہ کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی ولو ترك الفاتحة في الاوليين لا يقضيها في الاخريين للزوم تكرارها اور اگر پہلی دو رکعتوں میں الحمد کو ترک
کیا تو اسکو پچھلی دو میں قضا نہ کرے بسبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے یعنی پچھلی رکعتوں میں فاتحہ دو بار ہو جائیگی حالانکہ مکرر نہ پڑھنا فاتحہ کا واجب ہے ولو تذكرها قبل
الركوع قرأها واعاد السورة اور اگر فاتحہ کو رکوع کے پیشتر یاد کیا تو فاتحہ پڑھ لے اور سورہ کو دوبارہ پڑھے بطور وجوب اسلئے کہ ترتیب فاتحہ اور سورہ میں
واجب ہے کذا فی الطحاوی و شامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہیں اسلئے کہ اگر رکوع کے اندر یاد کرے تب بھی اسکو وہی کرنا چاہیے جو سورہ کے یاد پڑنے میں کیا تھا کیونکہ جب سورہ کو
پھر پڑھا تو فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے تو فاتحہ تو سورہ کی نسبت کہ زیادہ موکد ہے وفرض القراءة اية على المذهب هي لغة العلامة وعرفا طائفة من القران
مترجمة اقلها ستة احرف ولو تقديرا كلم يلد اور فرض قراءت کا جسکے پڑھنے سے نماز صحیح ہو جائے ایک آیت ہے ظاہر مذہب پر یعنی بقول امام اعظم اور
صاحبین کے نزدیک تین آیتیں چھوٹی یا ایک بڑی برابر تین آیت کے فرض ہے کذا فی الطحاوی آیت لغت میں نشانی کو کہتے ہیں اور عرف فقہا میں ایک جملہ ہے قرآن سے
بیان کرنیوالا یعنی جسکی ابتدا اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہو کذا فی الحلبیۃ من حاشیۃ الکنز اور اس جملہ میں کم سے کم چھ حرف ہوں اگرچہ تقدیرا ہوں مثل لم یلد کے کہ
پانچ حرف ہیں مگر چونکہ اصل میں لم یولد تھا اسلئے تقدیرا چھ حرف ہوئے الا اذا كانت كلمة فالاصح عدم الصحة وان كررها مرارا اگر جس صورت میں کہ آیت
ایک کلمہ ہو تو صحیح تر نہ درست ہونا نماز کا ہے گو اس آیت کو نمازی چند بار کہے مثلا مدهامتان وغیرہ کہ انکو چند بار کہنے سے بھی نماز صحیح نہ ہوگی الا اذا حكم به حاكم
فيجوز ذكره القهستاني لیکن اگر کوئی حاکم حکم کردے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز ہوگی ذکر کیا ہے اسکو قہستانی نے اس صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے
غلام سے کہا کہ اگر تو نماز صحیح پڑھے تو آزاد ہے پھر اوس نے نماز پڑھی جسمیں قراءت ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ اسکو مکرر پڑھا ہو یا نہیں بعد اسکے اس مقدمہ کی نالش
ایسے حاکم کے یہاں ہوئی جو ایسی قراءت سے صحت نماز کا قائل ہے تو اوس نے اوس غلام کی آزادی کا حکم کیا پس یہ نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن میں
ہو جائیگا کذا فی الشامی ولو قرأ آية طويلة في الركعتين فالاصح الصحة اتفاقا لانه يزيد على ثلث آيات قصار حلبی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتوں میں
پڑھی تو اصح صحیح ہونا ہے نماز کا باتفاق امام اور صاحبین کے اسلئے کہ اسقدر پڑھنا زیادہ ہے تین چھوٹی آیتوں سے کہا ہے اسکو حلبی نے یعنی نصف آیت طویل جس صحیح
تین آیتوں سے زیادہ ہوگی تو صاحبین کے قول پر بھی نماز درست ہوگی کذا فی الطحاوی وحفظها فرض عين متعين على كل مكلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہے
یعنی ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض عین ہے وحفظ جميع القران فرض كفاية وسنة عين افضل من التنفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہے یعنی کچھ
مسلمانوں نے یاد کر لیا ہو تو سب کے ذمہ سے فرض ادا ہو جائیگا اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہے ہر شخص مکلف کے لئے نفل ہے نفل پڑھنے سے شامی نے کہا کہ اس میں
اشارہ ہے کہ سنت بھی کبھی عین ہوتی ہے اور کبھی کفایہ مثلا تراویح کا پڑھنا سنت عین ہے اور اسکی جماعت ہر محلہ میں سنت کفایہ ہے تنبیہ قرآن کو بھولنا حرام نہیں مگر
جب کہ ایسا بھولے کہ قرآن سے دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے کذا فی شرح المنیہ وتعلم الفقه افضل منهما اور سیکھنا فقہ کا افضل ہے اون دونوں سے یعنی نفل
سے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے فقہ سے مراد وہ مسائل دینی ہیں جو زائد اوس شخص کی حاجت سے ہوں ورنہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض عین ہے
قرآن سے جسقدر قرآن کا یاد کرنا فرض یا واجب ہے اوسکے سوا باقی کو یاد کرنے سے فقہ کا سیکھنا افضل ہے اور اسمیں کہ کچھ لوگ قرآن کو یاد
کرتے ہیں اگر کبھی یاد کر لیا ہو تو فقہ کا سیکھنا افضل ہے وضم اقصر سورة كالكوثر او ما قام مقامها
میں تو واجب ہے اور یاد کرنا الحمد کا اور ایک چھوٹی سورہ کا واجب ہے ہر مسلمان پر

ہے تو کسی چیز کا حکم کرتا ہے الطحطاوی ويقرأ في السفر مطلقا أي حالة القرار والفرار كذا أطلق في الجامع الصغير ورجحه في البحر ردا على ما في الهداية
وغيرها من التفصيل وأقره في النهر وخرجه على ما في الهداية هو ان يقرأ الفاتحة وأي سورة شاء اور مسنون ہے سفر میں ہر حال یعنی خواہ
حالت اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بطور وجوب اور جس سورہ کو کہ مسافر چاہے غایۃ یہ کہا کہ اسی طرح مطلق کہا ہے جامع صغیر میں اور اطلاق کو ترجیح
دی ہے بحر الرائق میں اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحر الرائق نے رد کیا ہے اور صاحب بحر کے قول کو نہر الفائق میں رد کیا اور یہ قول منح میں کیا کہ ہدایہ
میں تفصیل ہے وہی منتج ہے ہم ہدایہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مسافر جلدی میں ہو تو الحمد اور جس سورت کو چاہے پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر میں مثل سورہ
بروج کے پڑھے اور ظہر مثل فجر کی ہو اور عصر اور عشا میں بروج سے چھوٹی سورتیں پڑھے اور مغرب میں بہت چھوٹی صاحب بحر نے اس کو رد کیا کہ اطلاق افضل
کچھ حاصل نہیں جامع صغیر میں اطلاق مثل متون کے مذکور ہے علاوہ اسکے مثل سورہ بروج کے مسافر کے لیے معین کرنیکو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول
نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ حالت قرار و جلدی دونوں میں حکم یکساں ہو صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ مثل سورہ بروج سے طوال مفصل میں سے ہے
حد خاص کی پس جب مراعاۃ سنت کی مسافر سے ممکن ہو تو کیا وجہ کہ اسکی رعایت نکریں انتہی اور جلدی کی قید جو شارح نے لگائی تو اس وہم کے دفعیہ کو لی ہے کہ
کوئی یہ سمجھے کہ سفر میں الحمد کا پڑھنا سنت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بعد الحمد کی قرات واجبہ کی جونسی سورت کو مسافر چاہے اوسکا پڑھنا مسنون ہے کذا في الطحطاوي والشامي
وفي الضرورة بقدر الحال اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت میں بقدر گنجائش حال کے جیسے مثلاً اگر وقت تنگ ہو کہ قرات مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہو جاتی ہو تو اتنی
قرات پڑھے جس سے نماز کامل ہو جائے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو کذا في الطحطاوي ويسن في الحضر لإمام ومنفرد ذكره الحلبي والناس عنه غافلون
طوال المفصل من الحجرات الى آخر البروج في الفجر والظهر اور مسنون ہے حضر میں یعنی مقام کرنیکی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورہ حجرات
سے سورہ بروج تک ہیں فجر اور ظہر کی نماز میں امام اور منفرد دونوں کے لیے مسنون ہونیکو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی اونکو خبر نہیں کہ منفرد کے
حق میں قرات مسنون امام کی مثل ہے ہم طوال بکسر طا جمع ہے طویل کی اور مفصل کے معنی تفصیل کیا ہوا ہے قرآن کے آخر کی ساتویں حصہ کی سورتیں مفصل کہلاتی ہیں اسلئے
وجہ ہے کہ ان میں بسم اللہ فصل کے لیے بہت جگہ ہے وجہ یہ ہے کہ ان میں منسوخ آیتیں بہت کم ہیں پھر مفصل کی تین قسمیں ہیں طوال یعنی لمبی اور اوساط یعنی درمیانی اور قصار یعنی
چھوٹی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک طوال مفصل ہیں اور وہاں سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل اور وہاں سے آخر قرآن تک قصار مفصل کہنا الی آخر
لم یکن واوساطه في العصر والعشاء وباقيه قصاره في المغرب اور سورۂ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشا میں پڑھنا مسنون ہے اور
باقی مفصل سورتیں یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب میں پڑھنا مسنون ہے ہم اسطرح کی قرات کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمر رض
نے ابو موسی اشعری رض کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا في الشامي أي في كل ركعة
سورة مما ذكر ذكره الحلبي یعنی ہر رکعت میں ایک سورہ ان سورتوں میں سے کہ مذکور ہوئیں پڑھے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے واختار في البدائع عدم التقدير
وانه يختلف بالوقت والقوم والامام اور صاحب بدائع نے نہ اندازہ کرنے کو پسند کیا ہے اور یہ کہ حال قرات کا مختلف ہوتا ہے وقت اور قوم اور امام کے
باعث سے ہم یعنی صاحب بدائع نے کہا ہے کہ قرات میں کوئی حد مقرر نہیں ہے تو فجر میں کبھی چھوٹی سورہ پڑھے کبھی بڑی اسیطرح اور نمازوں میں اور یہ خلاف
وقت پر منحصر ہے یعنی اگر وقت میں گنجائش ہے تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پر منحصر ہے کہ اگر مقتدی طول چاہتے ہوں تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام پر منحصر ہے کہ خوش الحان
آواز ہو تو لوگوں کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہیں ہوتا ورنہ گھبراتے ہیں وفي الحجة يقرأ في الفرض بالترسل حرفا حرفا وفي التراويح بين بين وفي النفل ليلا له
ان يسرع بعد ان يقرأ كما يفهم اور فتاوی حجت میں ہے کہ فرض نماز میں قرات ٹھیر ٹھیر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور تراویح میں نہ ٹھیر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر
پڑھے اور رات کی نفلوں میں جیسے تہجد میں نمازی کو جائز ہے کہ جلد پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ میں آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید غالباً اسلئے لگائی کہ تہجد والوں کی عادت
زیادہ قرآن پڑھنے کی ہوتی ہے تو جلد پڑھنے سے اونکا ورد پورا ہو سکتا ہے مگر جلدی کے یہ معنے کہ مد زیادہ نہ کھینچے نہ یہ کہ سمجھ میں نہ آوے یہ حرام ہوگا بسبب
ترک کی تشدید کے ويجوز بالروايات السبع لكن الأولى ان لا يقرأ بالغريبة عند العوام صيانة لدينهم اسواسطے کہ جو قرآن کا ساتوں

معلمیون مین گو بہتر یہ ہی کہ روایت حفص کی عوام کے سامنے نہ پڑہے واسطے حفاظت اونکے دین کے ہم یعنی ہر چند ساتون روایتین صحیح اور فصیح ہین مگر غریب
روایت عوام کے سامنے نہ پڑہنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر اور حمزہ اور کسائی کی کہ اوسکو سنکر عوام ہنستے ہین اور ہنسنا قرآن پر بیدینی تک
پہنچاتا ہی اونکے دین کے بچانے کے لیے روایت غریبہ پڑہے و تطال اولی الفجر علی ثانیتہا بقدر الثلث وقیل النصف ندبا فلو فحش لا باس بہ فقط اور زیادہ
کیجاوے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصہ کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے از راہ استحباب کے پس اگر پہلی رکعت مین زیادتی بہت کریگا
مثلا پہلی مین دس گنی قراءت پڑہے بہ نسبت دوسری کے تو کچھ مضایقہ نہین ہم یعنی پہلی رکعت مین اتنی قراءت پڑہے کہ اوسکی زیادتی دوسری رکعت کی
قراءت سے بقدر سوم حصہ قراءت کے ہو جاوے مثلا پہلی رکعت مین ۴۰ آیتین پڑہین اور دوسری مین ۲۰ تو دونون مین ۶۰ آیتین ہوئین اور اول مین ۲۰ زائد
ہین دوسری سے اور وہ تہائی ہین ۶۰ کی اور اگر اول مین ۴۵ پڑہین اور دوسری مین ۱۵ تو پہلی مین تہائی زائد ہونگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہین کل
قراءت کی اور فقط سے مراد یہ ہی کہ یہ حکم صرف فجر کی نماز مین ہی نہ دوسری نمازون مین وقال محمد اولی الکل حتی التراویح قیل وعلیہ الفتوی اور
امام محمد نے فرمایا ہی کہ سب نمازون کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا مستحب ہی یہان تک کہ تراویح کی بہی کہتے ہین کہ فتوی اسی قول پر ہی ہم طحاوی نے کہا کہ یہ خلاف
ہی اور بعید یعنی شیخین کے نزدیک اور دوسری نمازون مین اور ان دونون مین بالاتفاق دونون رکعتین برابر پڑہنی چاہیین اور حلیہ مین امام محمد اور شیخین کی دلیلین نقل کرکے
کہا کہ ترجیح شیخین کے قول پر ہونا چاہیے وتطالۃ الثانیۃ علی الاولی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلاث آیات ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف
والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لا عدد الآیات اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتون کے مکروہ تنزیہی ہی بالاتفاق اگر آیتین دو
رکعتون کی بڑی چھوٹی ہونے مین قریب قریب ہون اور اگر ایسی آیتین نہون تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت مین دوسری رکعت کے کلمات اور
حروف اول سے زیادہ ہون اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہی نہ شمار آیتون کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ بڑہنی چاہیے واستثنی فی
البحر ما وردت بہ السنۃ واستظہر فی النفل عدم الکراہۃ مطلقا اور بحر الرائق مین استثنا کیا ہی اون سورتون کو جو حدیث مین وارد ہین یعنی انکے پڑہنے مین کراہت
نہین جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت مین سبح اسم اور دوسری مین ہل اتٰک پڑہنا حالانکہ پہلی مین ۱۹ آیتین ہین اور دوسری مین ۲۶ اور ترجیح دی ہی نفل مین
عدم کراہت کی مطلقا یعنی حدیث مین وارد ہو یا نہو وان باقل لا یکرہ لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی بالمعوذتین اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین
آیتون سے کم ہو تو مکروہ نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑہی ہی معوذتین سے یعنی فجر کی اول رکعت مین سورہ فلق اور دوسری مین سورہ ناس پڑہی حالانکہ
دوسری مین ایک آیت پہلی سے زیادہ ہی ولا یتعین شیء من القرآن لصلوٰۃ علی طریق الفرض بل تعین الفاتحۃ علی وجہ الوجوب اور نہین معین ہی قرآن
مین سے کچھ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اوسکے بدون نماز درست نہو بلکہ معین ہی فاتحہ ہر نماز مین بطور واجب ہونیکے وکرہ التعیین کالسجدۃ وہل اتی
لفجر کل جمعۃ بل یندب قراءتہما احیانا اور مکروہ ہی معین کرنا کسی سورۃ کا نماز کے لیے جیسے جمعہ کی فجر مین پہلی رکعت مین الم سجدہ اور دوسری مین سورہ دہر
پڑہنا بلکہ کبھی کبھی ان دونو کا پڑہنا مستحب ہی ہم طحاوی اور اسبیجابی نے یہ قید لگائی ہی کہ اگر معین سورہ کے پڑہنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجھے تو اوس طرح
کی تعیین مکروہ ہی اور اگر باتباع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معین کو پڑہے اور بعض اوقات دوسری سورتون کو بہی پڑہے یا سوا معین سورتون کے دوسری کو
یاد نہون یا انکا پڑہنا اوسکو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہین اور ہدایہ مین وجہ کراہت کی یہ لکہی ہی کہ معین کرنے سے چہوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے افضل
ہونیکا لازم آتا ہی کذا فی الشامی والمؤتم لا یقرأ مطلقا ولا الفاتحۃ فی السریۃ اتفاقا وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطہ الکمال اور مقتدی قراءت
نہ پڑہے نہ جہری نمازون مین نہ سری مین اور نہ الحمد پڑہے سری نمازون مین باتفاق علماء اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کیطرف منسوب ہی کہ سری نمازون مین مقتدی کو احتیاطا
الحمد کا پڑہنا مستحب ہی وہ ضعیف ہی چنانچہ اسکو کمال نے مشرح بیان کیا ہی ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار مین فرمایا ہی کہ امام کے پیچھے
پڑہنا ہمارے نزدیک کچھ نہین خواہ نماز جہری ہو یا سری فان قرأ کرہ تحریما وتصح فی الاصح پس اگر مقتدی قراءت پڑہیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح
ہوگی صحیح تر قول مین وفی درر البحار عن مبسوط خواہر زادہ انہا تفسد ویکون فاسقا وہو مروی عن عدۃ من الصحابۃ فالمنع احوط اور درر البحار

مین سے بعض یہ ہے کہ اسکو منقول ہے کہ امام کے پیچھے قرأت پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور پڑھنے والا فاسق ہوتا ہے اور قرأت کا منع ہونا چند صحابہ سے مروی ہے
اسلیئے منع کرنے مین زیادہ احتیاط ہے ہم فرماتے ہیں اور کافی مین ہے کہ مقتدی کو قرأت سے منع کرنا اسی صحابہ سے مأثور ہے جنمین حضرات علی مرتضیٰ اور عبد اللہ بن مبارک
اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور فساد نماز کا قول مقابل ہے اصح قول کا کہ اسمین نماز صحیح رہتی ہے بل یستمع اذا جهر
وینصت اذا اسر لقول ابی هریرة رضی اللہ عنه کنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا بلکہ مقتدی قرأت امام کی
سنے جب وہ پکار کر پڑھے اور چپ رہے جب آہستہ پڑھے بسبب قول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے پس حکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو
اسکو سنو اور چپ رہو ہم اس قول سے وجہ استدلال کی یہہ ہے کہ آیت مین دو باتین مطلوب ہین ایک قرآن کا سننا دوسرے سکوت کرنا تو سننا جہری نماز کے لئے مخصوص ہے مگر
سکوت خاص نہین اسلیئے وہ دونوں نمازون مین مطلقاً واجب ہے کذا فی الشامی ولانه وصلیا فقرأ الامام آیة ترغیب او ترهیب وکذا الامام لا یشتغل بغیر
القرآن وما ورد حمل علی النفل منفرداً کذا الحکم مقتدی کچھ نہ پڑہے گرچہ امام آیت ترغیب پڑھے یعنی جسمین ذکر رحمت اور جنت اور ثواب کا ہو یا آیت ترہیب پڑہے جس مین
ذکر دوزخ اور عذاب کا ہو یعنی نہ سوال ثواب کا کرے نہ عذاب سے پناہ مانگے بلکہ سکوت کرے اور اسیطرح امام بھی سوا قرآن کے آیت ترغیب و ترہیب کے پڑھنے کو دعا
و دعامین مشغول نہو اور جو کچھہ اس باب مین حدیث مین وارد ہوا ہے وہ حالت انفراد مین نفل پڑھنے پر محمول ہے جیسے کہ پیشتر اسکی نظیر واجبات کے بیان مین گذری ہے یہہ مسئلہ
تمام شارح نے کہا کہ ان سے مقصد ہے شرطیہ ہم یعنی ابو داؤد مین بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑھی تو جس آیت
رحمت پر گذرے وہان توقف فرما کر اپنے لیئے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر گذرے وہان وقفہ کرکے پناہ مانگی تو یہہ نماز نفل پر محمول ہے کذا فی الشامی وکذا الخطبة
فلا یأتی بما یفوت الاستماع ولو کتابة او رد سلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ علیه وسلم الا اذا قرأ آیة صلوا علیه فیصلی المستمع سراً
فی نفسه وینصت بلسانه عملاً بامری صلوا وانصتوا اور اسیطرح حکم ہے خطبہ کا یعنی امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت آدمی وہ بات نکرے جس سے سننا جاتا رہے اگرچہ
لکھنا یا سلام کا جواب دینا ہی ہو اور اگرچہ خطبہ پڑھنے والا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یعنی اسوقت بھی سکوت کرے مگر جب کہ خطیب یہہ آیت پڑھے کہ صلوا علیه
تو سننے والا خطبہ کا پوشیدہ اپنے دل مین درود پڑھے اور زبان سے سکوت کرے تاکہ دونوں امرون پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوا علیه کا اور دوسرا انصتوا کا تو دل مین درود
پڑھنے سے دونوں کی تعمیل ہو جائیگی شامی نے کہا کہ جو امر نماز مین حرام ہے وہ خطبہ مین بھی حرام ہے اور خطبہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا عید کا سب یکسان واجب ہے اور ظالم حاکمون کی
مدح اور تعریف خطبہ مین اصل نہین والبعید عن الخطیب والقریب سیان فی افتراض الانصات اور خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہین سکوت کرنیکے فرض ہونے مین
ہم شارح نے سکوت کو فرض کہا بتبعیت ہدایہ کے اور نہر الفائق مین اسکو واجب کہا ہے طحطاوی نے کہا کہ وجوب ہی بہتر ہے اسلئے کہ ترک سکوت مکروہ تحریمی ہے فروع مسائل
متفرقہ شارح نے یجب الاستماع للقراءة مطلقاً لان العبرة لعموم اللفظ واجب ہے سننا قرأت قرآن کا ہر حال مین یعنی نماز مین اور خارج نماز اسلئے کہ اعتبار عموم لفظ کا
ہے یعنی آیت فاستمعوا اگرچہ نماز کے باب مین نازل ہوئی ہے چنانچہ پیشتر بیان ہوا مگر احکام مین اعتبار الفاظ کے عام ہونیکا ہے نہ سبب کے خاص ہونیکا پھر یہہ حکم وجوب استماع کا
بے عذری مین ہے اور عذر کی صورت مین سننا واجب نہین مثلاً گھر مین لڑکا تلاوت کرتا ہے اور آدمی اپنے کار وبار مین پہلے سے مصروف ہین تو ان پر سننا واجب نہ ہوگا ہی
طرح جو شخص بازار مین تلاوت کرنے لگے تو بازاری لوگ کار وبار کرنے والون پر سننا واجب نہوگا کذا فی الشامی ملتقطاً لا بأس ان یقرأ سورة ویعیدها فی الثانیة
کچھہ مضایقہ نہین اس بات کا کہ پڑہے ایک سورۃ ایک رکعت مین اور پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری مین ہم لا بأس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا ترک اولی یعنی مکروہ تنزیہی
ہے اور مضطر ہونیکی صورت مین بلا کراہت جائز ہے مثلاً پہلی رکعت مین سورۃ ناس سہو سے پڑھ گیا تو دوسری مین پھر اوسیکو پڑھے ورنہ اوسکا پڑھنا لازم آویگا کذا فی الشامی
وان یقرأ فی الاولی من محل وفی الثانیة من آخر ولو من سورة ان کان بینهما آیتان فاکثر اور اسکا بھی مضایقہ نہین کہ پہلی رکعت مین ایک جگہہ سے پڑہے اور
دوسری مین دوسرے مقام سے گرچہ دونو مقام ایک ہی سورت مین سے ہون بشرطیکہ دونو مقامون مین دو آیتون یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو
مکروہ ہوگا ویکره الفصل بسورة قصیرة اور مکروہ ہے دونو رکعتون کی قرأت مین چھوٹی سورہ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت مین سورۃ کافرون اور دوسری
مین تبت پڑھی بعد سورۃ نصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا اور اگر بیچ مین بڑی سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہین وان یقرأ منکوساً اور مکروہ ہے یہہ کہ قرآن کو

الاشباہ ہو جیسا پہلے رکعت مین سورۂ اخلاص اور دوسری مین سورۂ تبت پڑھے اور وجہ کراہت یہہ ہے کہ ترتیب سورتون کی تلاوت کے واجبات مین سے ہو اور لڑکون کو جو
جو ترتیب بدلکر پڑھاتے ہین تو تعلیم کی ضرورت کے سبب سے ہے کذا فی الشامی ولا اذا ختم فيقرأ من البقرة اور ثنا پڑھنا مکروہ ہو مگر جب قرآن کو ختم کرے تو شروع
بقرہ مین سے پڑھے اسلیے کہ حدیث مین آیا ہے کہ ختم کی خوبی وارد ہے وفی القنية قرأ في الاولى الكافرون وفي الثانية الم تر او تبت ثم ذكر يتم وقيل
يقطع ويبتدئ اور قنیہ مین ہی کہ اول رکعت مین سورۂ کافرون پڑھی اور دوسری مین سورۂ فیل یعنی خلاف ترتیب یا سورۂ تبت یعنی چھوٹی سورت کا
فاصلہ چھوڑ کر شروع کی پھر یاد کیا کہ ترتیب بدل گئی یا چھوٹی سورت بیچ مین رہ گئی تو انہین سورتون کو تمام کرے اور ایک قول ضعیف یہہ ہے کہ اونکو چھوڑ دے اور دوسری سورت
شروع کرے جیسے ترتیب وغیرہ لازم آئے شامی نے کہا کہ حسن معلوم ہوا کہ اگر بھولکر ترتیب بدل جاوے یا چھوٹی سورت کا فاصلہ رہجاوے تو مکروہ نہیں ولا يكره في النفل
شيء من ذلك اور نفل مین ان باتون مین سے کوئی مکروہ نہیں ہے یعنی بے ترتیب پڑھنا اور چھوٹی سورہ کا فاصلہ چھوڑنا نفل مین درست ہے حلبی نے اسپر اعتراض کیا
کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہے تو جب بے ترتیبی مکروہ ہے تو نماز کے اندر کیون نہ ہوگی طحطاوی نے جواب دیا کہ نفل مین چونکہ گنجایش زیادہ ہے اور
اسکی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہے تو بے ترتیب پڑھنا ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑھی اور چپ ہوگیا تھوڑی دیر کے بعد دوسری آیت اوسکے
اوپر کی پڑھی جسطرح کہ یہہ پڑھنا مکروہ نہین ایسی ہی نماز نفل مین مکروہ نہین فلت تبلغ قدر اقصر سورة افضل من اية طويلة اور تین آیتین کہ بمقدار چھوٹی
سورت کے ہوجاوین بہتر ہی ایک آیت سے فضل مین هم شامی نے کہا کہ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے اور ثلاث مبتدا ہے بتقدیر مضاف یعنی قراءة ثلاث اور بعض نسخون مین
بثلاث ہے تو اس صورت مین تقدیر الصلوة بثلاث ہوگی حنفی موطیہ وبعض سورة العبرة للاكثر وبسطناه في الخزائن اور پوری سورت اور تھوڑی سورت
مین اعتبار اکثر کا ہی باعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتین پڑھی ہونگی تو سورہ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور اس مسئلہ کو فرع کو خزائن الاسرار مین شرح بیان کیا ہی

باب الامامة

یہہ باب ہے امامت کے بیان مین هي صغرى وكبرى فالكبرى استحقاق تصرف عام على الانام وتحقيقه في علم الكلام امامت دو قسم ہے
ایک چھوٹی ایک بڑی بڑی امامت مستحق ہونا تصرف عام کا ہے خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام مین مذکور ہے طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف مین یہہ خلل ہے کہ استحقاق تصرف
امامت کا اثر ہے اوسکی حقیقت بلکہ صفت اوسکی وہی ہے جو مقاصد مین مذکور ہے کہ امامت ریاست عامہ ہے لوگون کی دین و دنیا کی مصالح کی خلافت کے طور بنیابت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امرا نکل گئے کہ اونکی ریاست اہل عالم پر عام نہین ہے بلکہ خاص مسلمانون پر ہوتی ہے اور خلق
سے مراد مسلمان ہین واحد جو اونکے حکم مین مشاغ مین غیرہ کے ونصبه اهم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانون پر زیادہ ضروری واجبات مین سے ہے اس لیے
کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر موقوف ہین اور یہی وجہ عقائد نسفیہ مین کہا ہے کہ مسلمانون کے لیے ایک امام ضرور چاہیے کہ اون مین احکام جاری کرے اور اونکو
سزائین اعمال بد کی دے اور دشمنون کو اون پر سے روکے اور اونکے لشکرون کو سامان دے اور اون سے صدقات وصول کرے اور گردن کشون کو [illegible]
یعنی چورون اور رہزنون کو زیر کرے اور جمعہ اور عید قائم کرے اور حقوق کے ثابت کرنیکی گواہیان سنے اور جن بچون کے ولی نہین اونکے نکاح کردے اور مسلمانون مین
غنیمتون کے مال تقسیم کردے انتہی فلذا قدموه على دفن صاحب المعجزات صلى الله عليه وسلم اور اسی وجہ سے کہ امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے
خلیفہ مقرر کرنیکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ہے یعنی وفات شریف دوشنبہ کے روز ہوئی اور سہ شنبہ کے دن یا بدھ کی رات خواہ دن مین دفن ہوئے
كذا في الحلبي طحطاوی نے کہا کہ یہہ سنت ابتک باقی ہے کہ کوئی خلیفہ دفن نہین ہوتا جبتک کہ دوسرا اسکی جگہ قائم نہین ہوتا ويشترط كونه مسلما حرا ذكرا عاقلا
بالغا قادرا قرشيا اور شرط ہے ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مذکر صاحب عقل بالغ قدرت والا قریشی کے نسب سے ہو مسلمان سے وجہ یہہ ہے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت
نہین ہو سکتی اور آزاد کی وجہ یہ کہ غلام کو خود اپنے نفس پر ولایت نہین تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اسلیے کہ عورتون کو گھر مین بیٹھنے کا حکم ہے اور عقل کی ناقص مین تو
اون سے واجبات شرعی کی تعمیل نہو سکیگی اور عاقل و بالغ اسلیے کہ مجنون اور لڑکے کو اپنے اوپر ولایت نہین اور قادر سے یہہ غرض کہ احکام کے جاری کرنے اور
مصالح اہل اسلام کے قائم کرنے پر قدرت رکھتا ہو ورنہ امام کے مقرر کرنیکی غرض فوت ہوجائیگی اور قریشی ہونا اسوجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
الائمة من قريش یعنی امام قریش مین سے ہین کذا فی الشامی اور مجمع مین امامت کے لیے شجاعت کو بھی شرط کیا ہے اور بعض نے عالم ہونا امام کا شرط کیا ہے [illegible]

قلت وبمعصوم وما نہیں شرط ہی امام کا ہاشمی ہونا یا اولاد حضرت علی مرتضے رضی اللہ عنہ کی ہونا یا کتنا ہو اسی معصوم ہونا امام شیعوں نے لگائی ہین کہ امام کو ہاشمی
ہونا ضرور ہی اس سی یہ مطلب کہ خلافت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی باطل ہی اور علوی کہنے سی یہ مدعا کہ خلافت عباسیون کی
باطل ہو اور معصوم اثنا عشری شیعوں اور اسماعیلیون کا قول ہی حلبی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ نفقۃ آتین جگہ لا ایسی یون کہتا لا ہاشمیا ولا علویا ولا
معصوما اسلئے کہ یہ تینون قیدین شیعوں کی تین فرقون کے قول ہیں جدا جدا ہیں نہ یہ ایک ہی قول ہو ویکرہ تقلید الفاسق اور مکروہ ہی حاکم بنانا بدکار کا اسمین کروہ کہنے سی
اشارہ ہی کہ حاکم عادل ہونا امام کا شرط نہیں ویعزل به الا لفتنة اور امام بدکاری سی معزول ہو جاتا ہی فسق سی یعنی اگر فاسق حکومت مین اوسکا فسق طاری ہو گیا تو اس سے
معزول ہو جاتا ہی بلکہ مستحق عزل ہو گا اگر بغاوت خوف فتنہ کی اوسکو معزول کیا جاوی ویجب ان یدعی له بالصلاح اور واجب ہی کہ ایسے امام کے حق مین دعا
نیک بختی ہونیکی کیجاوی وتصح سلطنة متغلب للضرورة اور صحیح ہی سلطنت زبردستی حاکم ہو والیکی بسبب ضرورت کے ہم عقد امامت دو طرح سی منعقد ہوتا ہی
اول یہ کہ خلیفہ خود اپنی جگہہ دوسرے کو امام کر دی جیسے حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو خلیفہ کیا تھا دوسرے یہ کہ زمرۂ علما اور صاحبان رای وتدبیر کسیکے ہاتھ
پر بیعت کر لیں تو اگر یہ دونو صورتیں نہوں اور کوئی شخص زبردستی والی ہو جاوی تو اوسکی سلطنت صحیح ہو گی ضرورت کی وجہ سی یعنی تا کہ اہل اسلام مین فتنہ نہو وکذا
صبی وینبغی ان یفوض امور التقلید علی وال تابع له والسلطان فی الرسم هو الولد وفی الحقیقة هو الوالی لعدم صحة اذنه بقضاء وجمعة کما
فی الاشباه عن البزازیة اور اسیطرح درست ہی سلطنت لڑکے کی ضرورت کی وجہ سی اور چاہیی کہ کار وبار حکومت کے ایک حاکم کے سپرد کیے جاوین جو تابع سلطان کا ہو
اور بادشاہ ظاہر مین تو وہ لڑکا ہی اور حقیقت مین والی مذکور کیونکہ اوسکی اجازت قضا اور جمعہ مین درست نہیں چنانچہ اشباہ مین ہی بزازیہ سی یعنی اگر والی مذکور
حقیقت مین بادشاہ نہیں تو اوسکا حکم دینا قضا اور جمعہ کیلئے درست نہو گا کیونکہ ان دونو مین ایسی شخص کا اذن صحیح نہیں جسکو ولایت نہو لیکن یون کہنا چاہیے کہ یہ شخص ایک
قائم وقت تک حقیقت مین سلطان ہی یعنی لڑکے کے بالغ ہونے تک اس بحث کی قید سی یہ فائدہ ہو گا کہ جب وہ لڑکا بالغ ہونیکے بعد حاکم مستقل ہو گا تو اوس والی کے معزول
کرنیکی حاجت نہو گی کذا فی الشامی وفیہا لو بلغ السلطان او الوالی یحتاج الی تقلید جدید اور بزازیہ مین ہی کہ اگر سلطان یا والی بالغ ہو جاوے تو حاجت پڑیگی کہ
سر سی اوسکو حاکم بنایا جاوی والصغری ربط صلوة المؤتم بالامام بشروط عشرة اور امامت صغری وابستہ ہونا مقتدی کی نماز کا ہی امام کی نماز سی دس
شرطون کے ساتھ ہم شارح نے جو دس شرطین ذکر کی ہین سو اقتدا کی ہین امامت کی نہین نور الایضاح مین چہ شرطین امامت کی علحدہ لکہی ہین تندرست مردون کیلئے
اول مسلمان ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا چہارم مرد ہونا پنجم عذرون سے سلامت رہنا جیسی نکسیر اور پیشاب کے جاری رہنے اور تتلاہونے وغیرہ کی ششم موجود ہونا
شرطہا نماز کا مثل طہارت اور ستر عورت وغیرہ کے مگر چونکہ امامت بدون اقتدا کے ہو نہیں سکتی اسلئے جو شرطین شارح نے اقتدا کی لکہی ہین وہ امامت کی بہی ہو سکتی
ہین بلحاظ موقوف ہونا امامت کے اقتدا پر اسیطرح یہ چہ شرطین اقتدا کی بہی ہو سکتی ہین اس سی معلوم ہوا کہ کل شرطین امامت اور اقتدا کی سولہ ہین مگر چونکہ دس مقتدی کے
ساتھ قائم ہین او چہ امام کی تو بہتر ہی کہ دس کو شرطین اقتدا کی ٹہرایا جاوی اور چھہ کو امامت کی کذا فی الشامی نیة المؤتم الاقتداء شرط اول نیت اقتدا کی کرنی
مقتدی کو واتحاد مکانهما اور دوسری شرط متحد ہونا امام ومقتدی کے مکان کا تو اگر سوار پیادہ کا اقتدا کریگا یا بالعکس تو جائز نہو گا اور اگر امام ومقتدی کے بیچ مین
آڑ ہو تو کچہہ حرج نہیں اگر مقتدی پر حال امام مشتبہ نہو وصلوتهما اور تیسری شرط متحد ہونا دونو کی نماز کا بحر الرائق مین کہا کہ اس سی یہ غرض ہی کہ اگر مقتدی امام کی
نماز کی نیت سی اقتدا کری تو درست ہو جاوی یہ تعبیر اسلئے کی کہ اقتدا متنفل کا فرض پڑہنی والیکی پیچہے اس عبارت مین داخل ہو جاوی اس شرط کو نور الایضاح مین خوب
لکہا ہی کہ مقتدی سوای امام کے فرض کے اور کوئی فرض نہ پڑہتا ہو کذا فی الشامی عن الحلبی وصحة صلوة امامه اور چوتھی شرط صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے
گمان مین تو اگر مقتدی کی دانست مین امام کی نماز فاسد ہو گی تو اوسکا اقتدا صحیح نہو گا وعدم محاذاة امرأة اور پانچوین شرط ہی نہ برابر ہونا عورت کا کیونکہ
عورت کا برابر ہونا ان شرطون کے ساتھ جو آگے مذکور ہونگی مفسد نماز ہی وعدم تقدمه علیه بعقبه اور چہٹی شرط ہی نہ آگے بڑہنا مقتدی کا اپنے امام سی بلحاظ ایڑی کے
تو اگر ایڑیان برابر ہی ہونگی تو اقتدا درست ہو گا اگرچہ پاؤن بڑا ہونیکی جہت سی مقتدی کی اونگلیان آگے بڑہی ہوئی ہون وعلمه بانتقالاته اور ساتوین شرط جاننا
مقتدی کا امام کے ایک رکن سی دوسری مین جانیکو خواہ دیکہنے سی یا آواز سننے یا دوسرے مقتدیون کو دیکہکر یہہ علم حاصل ہو وبحاله من اقامة وسفر اور آٹہوین شرط

شرط ہی جاننا مقتدی کا امام کے حال کو یعنی اوسکے مسافر یا مقیم ہونیکو یہہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز مین دو پر سلام
پہیر دیا اور لوگون کو معلوم نہوا کہ اوسنے بہولکر دو پڑہین یا سفر کی نیت سے تو نماز نہوگی ومشارکتہ فی الارکان اور نوین شرط ہی شریک ہونا مقتدی کا امام کے
ساتھہ ارکان نماز مین یعنی ہر رکن کو اوسکے ساتھہ ادا کرتا تو اگر کسی رکن کو چہوڑ دیگا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اقتدا بہی ٹوٹ جائیگا وکونہ مثلہ او دونہ فیہا و
فی الشرائط کما بسطہ فی البحر اور دسوین شرط یہ ہی ہونا مقتدی کا امام کی مانند یا اوس سے کمتر ارکان مین اور نماز کی شرطون مین چنانچہ مشرح مذکور ہی بحر الرائق
مین ہم ارکان مین برابر ہی ہونیسے یہہ غرض کہ اونکی بجا آوری مین برابر ہو مثلا اگر امام اشارہ سے ارکان ادا کرتا ہو اور مقتدی بہی اشارہ ہی سے کرتا ہی تو اقتدا
درست ہی کیونکہ دونو ارکان کے ادا کرنے مین یکسان ہین اور کمتر کی مثال یہہ کہ اشارہ سے نماز پڑہنے والا رکوع اور سجدہ کرنیوالے کا اقتدا کرے اور شرطون مین یکسان
ہونیکی یہہ صورت ہی کہ ننگا آدمی دوسرے ننگے کا اقتدا کرے یا سب شرطون کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور شرطون مین کم ہونیکی یہہ مثال ہی کہ امام مین
سب شرطین ہون اور مقتدی مثلا ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسوین شرطین اصل نسخہ بحر الرائق مین نہین بلکہ بعض نسخون کے حاشیہ پر بخط مؤلف پائی جاتی ہین
قیل ثبوتہا باٰیۃ ارکعوا مع الراکعین کہتے ہین کہ امامت وجماعت کا ثبوت اس آیت سے ہے (ارکعوا مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنیوالون کے ساتھہ یعنی تحریمہ
جماعت ہو اس صورت مین جماعت سنت موکدہ نرہیگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضون نے مثل قاضی بیضاوی کے اس کے معنی یہہ کہے ہین کہ خشوع کرو عاجزی
کرنیوالون کے ساتھہ تو اس صورت مین ثبوت امامت کا اس آیت سے نہوگا ومن حکمہا نظام الالفۃ وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتون مین سے دوستی
منتظم رہنا اور جاہل کا عالم سے سیکہنا ہے یعنی جماعت کے مشروع ہونیمین یہہ حکمت ہی کہ پانچ وقت محلہ والون اور ہمسایون سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو
شخص افعال نماز کو نجانتا ہوگا دوسرے کے دیکہنے سے واقفکار سے سیکہ لیگا اور ایک حکمت یہہ بہی ہو کہ تنہا پڑہنا نفس پر شاق ہوتا ہی جماعت مین دل نہین گہبراتا کذا فی الطحطاوی
ہی افضل من الاذان عندنا خلافا للشافعی قالہ العینی امامت ہم حنفیون کے نزدیک اذان سے افضل ہی یعنی امامت مین زیادہ ثواب ہی بخلاف امام شافعی کے
کہ اونکے نزدیک اذان کہنے مین زیادہ ثواب ہی کہا ہی اسکو عینی نے اور بعض علما دونون کو برابر کہتے ہین کذا فی الحلبی وقول عمر لولا الخلافۃ لاذنت ای مع الامامۃ اذ الجمع
افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہوتی تو مین اذان کہا کرتا اسکے یہہ معنی ہین کہ امامت کے ساتھہ کیونکہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہے
ہم یعنی حضرت عمر کے قول سے فضیلت اذان کی نہین پائی جاتی کیونکہ اوسکے معنے یہہ ہوسکتے ہین کہ امامت بہی کرتا اور اذان بہی کہتا کہ دونو باتون کے جمع ہونیمین
بلاشبہہ فضیلت ہی خلافت کو مانع اس لیے فرمایا کہ کاروبار خلافت مین مشغول ہونے سے انتظار اوقات نماز کا نہین ہوسکتا اسلیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا
فی الشامی وقال بعضہم اخاف ان ترکت الفاتحۃ ان یعاتبنی الشافعی او قراتہا یعاتبنی ابو حنیفۃ فاخترت الامامۃ اور بعض علما نے کہا ہی کہ مجکو
خوف ہی کہ اگر مین فاتحہ کو حالت اقتدا مین چہوڑدون تو امام شافعی مجہپر عتاب کرین اور اگر اسکو پڑہون تو امام اعظم غصہ نفرمائین اسلیے مینے امامت کو اختیار کیا ہی
گویا دوسری دلیل ہی امامت کے افضل ہونیکی کہ امامت کی وجہ سے نماز بلاخلاف درست ہو جاتی ہی والجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال قال الزاہدی ارادوا
بالتاکید الوجوب الا فی جمعۃ وعید فشرط اور جماعت مردون کے لیے سنت موکدہ ہی زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہی یعنی جو لوگ
سنت موکدہ کہتے ہین اونکے قول مین اور جو لوگ واجب کہتے ہین اونکے قول مین کچہہ فرق نہین دونون کا مآل ایک ہی کیونکہ تاکید سے غرض واجب ہونا ہی مگر جمعہ اور
عید مین جماعت شرط ہی اون دونو کے صحیح ہونیکی وفی التراویح سنۃ کفایۃ وفی وتر رمضان مستحبۃ علی قول اور تراویح مین جماعت سنت کفایہ ہی
کہ محلہ مین کچہہ لوگون کے ادا کرنیسے سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتی ہی اور رمضان کے وتر مین جماعت مستحب ہے ایک قول پر اور دوسرے قول کے بموجب نہین بلکہ وترونکو مکان مین
ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ وتطوع علی سبیل التداعی مکروہۃ اور رمضان کے سوا اور وترون مین اور نماز نفل مین جماعت مکروہ ہے
بطور تداعی کے اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ہم تداعی سے یہہ غرض کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچہے نماز پڑہین کذا فی الطحطاوی اور قہستانی مین ہے کہ اگر
چار مقتدیون سے کم ہون اور مسجد کے کسی گوشہ مین جماعت کرلین تو مکروہ نہین ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق
او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن اور مکروہ ہی مکرر کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھہ محلہ کی مسجد مین نہ شارع عام کی مسجد مین یا ایسی مسجد مین جسکا امام

ہوتی ہین علم کہ اوسسے مراد مکروہ تحریمی ہے جو سلیمانی نے کہا ہی کہ جماعت دوبارہ جائز نہین اور مجمع مین ہے کہ جماعت مکرر مباح نہین اور شرح جامع صغیر مین ہی کہ بدعت ہی
اور مسجد محلہ سے یہی مراد ہی کہ جسکا امام اور جماعت مقرر ہو بدائع مین کہا کہ اگر اہل محلہ بدون اذان و اقامت کے جماعت دوبارہ کرین یا مسجد شارع عام پر ہو تو دوسری
جماعت جائز ہوگی بالاتفاق جیسے اوس مسجد مین جسکا امام اور موذن نہین اور آدمی گروہ گروہ آکر نماز پڑھتے ہون تو افضل یہی ہے کہ ہر گروہ اذان اور اقامت
جداگانہ سے نماز پڑھے اور تبیین مین کہا کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہوا اوس صورت سے کہ محلہ کی مسجد مین دوبارہ جماعت بدون اذان پڑھی جاوے کہ اسطرح
پڑھنا مباح ہی بالاتفاق اور جماعت دوم کے مکروہ ہونیکی یہہ دلیل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم مین صلح کرادینیکو نکلے تھے تو نماز کے وقت مسجد مین تشریف
لیگئے جس مین جماعت ہوچکی تھی آپ اپنے مقام پر واپس تشریف لائے اور گھروالون کو جمع کرکے نماز پڑھی پس اگر جماعت دوم مسجد مین درست ہوتی تو مسجد کی جماعت چھوڑکر
آپ گھر مین کیون نماز پڑھتے علاوہ اسکے جماعت ثانی کے جائز رکھنے مین جماعت کی کمی بھی متصور ہے کیونکہ جب لوگون کو معلوم ہوگا کہ دیر کرکے جانیمین بھی جماعت فوت نہوگی
اگر اول نملیگی دوسری ملجائیگی تو اول جماعت مین اکٹھے نہونگے تو اس تعلیل سے یہہ نکلتا ہی کہ مسجد محلہ مین تکرار جماعت گو بدون اذان کے ہو مکروہ ہی اور اسیکا موید ظہیریہ
مین ہی کہ اگر کچھہ لوگ ایک مسجد مین آئے جس مین جماعت ہوچکی ہی تو وہ تنہا نماز پڑہین اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اور اسیوجہ سے شیخ سندی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ مین
ذکر کیا ہی کہ یہہ جو اہل حرمین جدا جدا امام کے پیچھے جماعتین ایک ہی وقت مین پڑھتے ہین یہہ بالاتفاق مکروہ ہے اور شریف غزنوی جو ۱۰۵۱ھ مین حج کو گئے تھے تو ان جماعتون کے
باب مین انکار صریح کیا تھا اور بعض مالکیون نے فتوی دیا ہی کہ تکرار جماعت مسجد محلہ مین چارون مذہب کے علما کے قول پر ناجائز ہی مگر اس مین اشکال یہہ ہے کہ مسجد مکہ معظمہ
اور مدینہ منورہ کیلئے نمازی مقرر نہین تو اونکو مسجد محلہ کیسے کہہ سکتے ہین بلکہ اون کا حال مثل مسجد شارع عام کے ہی اور پیشتر گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد مین تکرار
جماعت بالاتفاق مکروہ نہین اور شرح منیہ مین امام ابو یوسف سے منقول ہی کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہو تو مکروہ نہوگی ورنہ مکروہ ہوگی اور یہی قول
صحیح ہی اور تاتارخانیہ مین ولوالجیہ سے منقول ہے کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین اور بزازیہ مین ہے کہ محراب سے ہٹ کر کھڑے ہونے مین پہلی جماعت کی صورت بدلجاتی ہی کذا فی
الشامی مختصرا چونکہ اس زمانہ مین جماعت دوم کے باب مین بہت بحث رہتی ہی اس لئے مترجم نے استیعاب روایات کو مناسب سمجھا اور مجکو کراہت و عدم کراہت جماعت دوم مین
تردد تھا کہ یکروز خود بخود صلوۃ خوف کا خیال دل مین گذرا کہ نصف فوج مقابل دشمن کے رہتی ہی اور نصف امام کے ساتھہ پڑھتی ہے تو اگر مرضی شارع کی دوسری
جماعت کیلئے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتھہ پڑہنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتھہ پڑھنے کا حکم ہوتا اتنے تکلف کی اجازت نہوتی اوس روز سے مجکو وہ تردد
رفع ہوگیا اور معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی ارجح ہی واقلھا اثنان واحدھما الامام ولو ممیزا او ملکا او جنیا فی مسجد او غیرہ اور کم سے کم جماعت دو
ہین یعنی ایک مقتدی امام کے ساتھہ اگرچہ مقتدی سمجھدار لڑکا تمیزدار ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد مین ہو یا غیر مسجد مین کم سے کم جماعت دو آدمیون سے ہونیکی وجہ وہ حدیث ہی جسکو
سیوطی نے جامع صغیر مین روایت کیا ہی کہ دو اور اوس سے زیادہ جماعت ہین اور بحر الرائق مین وجہ عقلی بیان کی ہی کہ جماعت اجتماع سے ماخوذ ہی چونکہ دو مین بھی اجتماع
ہی اسلئے جماعت بھی پائی جاویگی اور یہہ حکم اور فرضون مین ہے سوائے جمعہ کے کیونکہ جمعہ مین امام کے سوا تین آدمی لائق امام ہونیکے مقتدی ہونے چاہیئین کذا فی الشامی قال
بعض اماۃ الجنی اشباہ اور صحیح ہی امام ہونا جن کا کذا فی الاشباہ اسلئے کہ جن بھی مکلف ہی اور فرشتہ کی امامت درست نہین کیونکہ فرشتہ مکلف نہونیکی جہت سے
نفل پڑھیگا اور فرض پڑہنیوالیکا اقتدا نفل پڑہنے والیکے پیچھے درست نہین اور حضرت جبریل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی تعلیم کیلئے مخصوص تھا اور یہہ بھی
احتمال ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ای عامۃ مشایخنا وبہ جزم فی التحفۃ و
غیرہا قال فی البحر وہو الراجح عند اہل المذہب اور بعضون نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور اسی قول پر ہین اکثر ہمارے علما اور اسیکا یقین کیا ہی تحفہ وغیرہا مین بحر الرائق
مین کہا کہ یہی روایت وجوب کی قوی ہے اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب مین ٹھیک اور قوی تر ہی اور اسی لئے اجناس مین کہا ہی کہ
جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چھوڑدے تو اوسکی گواہی مقبول نہین اور بعضون کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہے فتسن او تجب ثمرتہ تظہر فی الاثم
ہی کہا ثمرۃ علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلوۃ بالجماعۃ من غیر حرج پھر جماعت سنت ہو یا واجب ہے مردون عاقل و بالغ آزاد
اور جماعت کی نماز پر بدون کسی دقت کے قدرت رکھنے والون پر شامی نے کہا کہ واجب یا سنت ہونیکا ثمرہ اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ اگر جماعت کو بلا عذر چھوڑیگا تو وجوب کے

قولہ پر گناہگار ہوگا اور مسنون ہونیکی قول پر گناہگار نہوگا جم ص سے مراد عذر شرعی ہو جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بڈھا ہونا وغیرہ اور اوسمین اشارہ ع
مین ہو کہ اگر کوئی شخص عذر سے جماعت مین حاضر نہوا اگر اوسکی نیت مین یہ تہا کہ عذر نہوتا تو حاضر ہوتا تو اوسکو جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ولو فاتتہ ندب
طلبہا فی مسجد آخر الا المسجد الحرام ونحوہ اور اگر نمازی کو مسجد محلہ مین جماعت نملے تو مستحب ہو کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجد مین کرے مگر مسجد حرام
اور اوس جیسی دوسری مسجدون مین اگر جماعت نملے تو تلاش جماعت کی مستحب نہین اسلئے کہ ان مسجدون مین جماعت کی نماز سے ان مسجدون مین نماز پڑہنی زیادہ ثواب رکہتی ہو
بسبب حدیث ابن ماجہ کے جو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر مین نماز پڑہنا ایک نماز کا ثواب ہو اور مسجد محلہ مین
پڑہنا پچیس نمازون کا ثواب ہو اور مسجد جامع مین پانسو کا اور بیت المقدس مین پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ مین پچاس ہزار کا اور مسجد حرام مین ایک لاکہ کا
ثواب ہو کذا فی الحلبی فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن ومقطوع ید ورجل من خلاف او رجل فقط ذکرہ الحدادی ومفلوج وشیخ کبیر عاجز
واعمی وان وجد قائدا جماعت واجب نہین ہو دن مریض کہ اوس سے یہ نکلا کہ واجب نہین بیمار اور اپاہج اور مدت کے بیمار پر اور ایسے پر جسکا ایک ہاتہ اور ایک پانون مخالف جانب
کٹا ہو یا فقط ایک پانو ہی کٹا ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور واجب نہین فالج زدہ اور بہت بوڑہے چلنے پہرنے سے عاجز پر اور واجب نہین اندہے پر اگرچہ کوئی
ہاتہ پکڑ کر لیجانیوالا موجود ہو اور یہی حال ہے عاجز کا اگر اوسکے پاس سواری موجود ہو تو اوسپر بہی جماعت واجب نہین فتح القدیر مین کہا کہ جماعت بالاتفاق
ایسے اندہے اور عاجز پر واجب نہین جنکا پہنچانیوالا میسر ہو اور حضرت امام کے نزدیک واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے کذا فی الشامی ولا علی من حال بینہ
وبینہا مطر وطین وبرد شدید وظلمۃ کذلک اور نہ واجب ہے جماعت اوس شخص پر جس مین اور جماعت مین مینہ اور کیچڑ اور شدت کا جاڑا اور سخت اندہیرا
حائل ہوا ہو یعنی مانع ہو مراد مینہ اور کیچڑ کثرت سے ہو تو جماعت واجب نہیگی اسیطرح جاڑا اگر بہت سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندہیرے کا سخت ہونا اسطرح
کہ رستہ نسوجہی دیتا ہو لیلا لا نہارا وخوف علی مالہ او من غریم او ظالم ومدافعۃ احد الاخبثین اور آندہی رات کو مانع ہے نہ دن مین یا حائل ہو خوف
اپنے مال پر چور وغیرہ سے یا خوف ہو قرضدار کا کسی ظالم سے یا مانع ہو دبانا دو پلید چیزون کا یعنی بول وبراز کا اسیطرح ہے نیند کا غلبہ کذا فی الشامی وارادۃ سفر وقیامہ
بمریض وحضور طعام تتوقہ نفسہ ذکرہ الحدادی اور مانع حضور جماعت ہو ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانیکا بشرط شرکت جماعت کے اور مریض کی خبر
گیری یعنی جس صورت مین کہ مریض کو اوسکے چلے جانے سے ایذا ہو اور سامنے آ جانا کہانیکا کہ جسکی طرف نمازی کا نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے وکذا اشتغالہ بالفقہ لا بغیرہ
کذا جزم بہ الباقانی تبعا للبہنسی ای الا اذا واظب تکاسلا فلا یعذر ویعزر ولو باخذ المال یعنی بحبسہ عنہ مدۃ اور اسیطرح مانع وجوب جماعت ہو
مشغول ہونا نمازی کا فقہ مین نہ غیر فقہ مین ایسا ہی یقین کیا ہے اسکو باقانی نے بہ تبعیت بہنسی کے یعنی بجز اوس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی مین ترک جماعت پر مواظبت کریگا
کسل کی راہ سے تو معذور نہ متصور ہوگا اور تعزیر دیا جائیگا اگرچہ سزا مال کے لینے سے ہو یعنی اوسکے مال کو چند روز اوس سے روک دیا جاوے ہم فقہ سے مراد مسائل فرعیہ
دینیہ کیہین اور مشغول ہونا عام ہو کہ سکہنے سے ہو یا سکہانے سے یا تصنیف کرنے سے طحطاوی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنیکی سزا قول ضعیف ہے چنانچہ باب التعزیر مین مذکور ہوگا و
لا تقبل شہادتہ الا بتاویل بدعۃ الامام او عدم مراعاتہ اور قبول کیجاوے گواہی جماعت کی ترک کرنیوالے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے
ہم یعنی اگر ترک جماعت کا عذر یہ بیان کرے کہ امام بدعتی ہے اسلئے جماعت مین حاضر نہین ہوتا یا امام رعایت مذہب مقتدی کی نہین کرتا اون امور مین جو موجب نماز کے باطل ہو
کے ہین تو ان عذرون سے گواہی مقبول ہوگی والاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانہر الاعلم باحکام الصلوٰۃ فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش
الظاہرۃ وحفظہ قدر فرض وقیل واجب وقیل سنۃ اور زیادہ مستحق امامت کا آگے بڑہنے مین بلکہ ہمیشہ کو امام مقرر کرنے مین کذا فی مجمع الانہر وہ شخص ہے جو احکام فقط نماز
کی صحت اور فساد کے زیادہ جانتا ہو یعنی اور طرح مین فاضل ہو یا نہین نماز کی احکام زیادہ جانتا ہو بشرطیکہ اوسکے بچنے کے ظاہری گناہون سے اور بشرط یاد کرنے مقدار فرض
نماز کے اور بعضون نے بقدر واجب اور بعض نے بقدر سنت یاد کرنے کو کہا ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہری گناہون سے بچنے کے شرط یہ ہیکہ امام کے دین پر کوئی طعنہ نکرتا
ہو اور مقدار فرض کا یاد کرنا تو کافی کا ہو اور مقدار واجب کا یاد کرنا بحر الرائق مین بطور بحث مذکور ہو اور زیلعی نے بقدر سنت کو کہا ہے اور یہی مبسوط اور فتح القدیر
مین ہو اور یہی ظاہر ہے اسلئے کہ بیان اعلم کے او جو نیکا ہو تو امام کو لحاظ رکہنا سنت کا مناسب ہو ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقراءۃ ثم الاورع ای الاکثر

[illegible] مستحق امامت [illegible] قراءت اور قراءت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو [illegible]

[illegible] پہر پرہیزگار [illegible] کہ حرام [illegible] اور شبہ [illegible]

[illegible] کہا کہ قراءت کی فضیلت [illegible] رکن میں ہوتی ہے اور علم کا احتیاج سب رکنوں میں ہے [illegible]

[illegible] اور شبہ [illegible] کہتے ہیں جسکی علت [illegible] ثم الاسن ای الاقدم اسلاما

پہر مستحق امامت زیادہ عمر والا ہے یعنی جو اسلام میں پیشتر ہو پس مقدم کیا جاوے جوان اوس بوڑہے پر کہ چند روز سے مسلمان ہوا ہو [illegible]

کذا فی النہر عن الزاہدی وعلیہ یقاس سائر الخصال فیقال یقدم اقدمہم علما ونحوہ وحینئذ قلما یحتاج للقرعۃ اور نہر سے کہا ہے

مقدم کیا جاوے وہ شخص جو پیشتر ہو ورع میں یعنی جس کا ورع بیس برس کا ہو وہ اوس سے مقدم ہو جسکا ورع کم مدت کا ہے اور نہر الفائق میں زاہدی سے منقول ہے کہ ورع

پر جملہ صفتوں کا قیاس ہوگا یعنی یوں کہا جائیگا کہ مقدم کیا جاوے وہ جسکا علم سب سے پیشتر ہو اور مثل اوسکی یعنے مثلا جسکو فن قراءت مدت سے آتا ہو وہ اوس سے مقدم

ہے کہ چند روز سے آتا ہے اور اس وقت میں یعنی جبکہ ہر خصلت کے پیشتر ہونیکا لحاظ کیا جاوے تو قرعہ ڈالنے کی احتیاج کمتر ہوگی ہم ملتقے نے آگے بیان کیا ہے کہ اگر سب مستحق امامت

سب صفتوں میں برابر ہوں تو اونمیں قرعہ ڈالا جاوے شارح کہتا ہے کہ جبکہ سب حال میں لحاظ پیشتر ہونیکا کیا جاوے تو اب ضرورت قرعہ ڈالنے کی کم ہوگی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا

کہ چند آدمیوں میں ورع اور علم اور قراءت ایک ہی مدت سے ہوئی ہوں ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس پہر مستحق امامت وہی ہے جو خلق زیادہ

ہو شارح کہا کہ خلق بالضم خاص ہے لوگوں سے ملنساری کو کہتے ہیں ثم الاحسن وجہا ای اکثرہم تہجدا پہر زیادہ خوبصورت یعنی لوگو نمیں زیادہ تہجد گذار ہو یہ تفسیر شارح

نے [illegible] کی ہے کہ کثرت تہجد کو خوبصورتی لازم ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شب کو زیادہ نماز پڑہیگا دن کو اوسکا چہرہ حسین ہوگا صاحب بدائع نے کہا کہ اسکی

کچھ حاجت نہیں خوبصورتی ظاہر کی مراد لینی چاہیے کہ خوبصورت کی امامت سبب ہے جماعت کی کثرت کا کذا فی الشامی زاد فی الزاد ثم اصبحہم ای اسمحہم وجہا

اور الفقیر میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ پہر سب میں کا زیادہ صبیح یعنی چہرہ میں زیادہ بشاش مستحق ہے ثم اسمح مشتق ہے سماحت سے سماحت کے معنی یہ ہیں کہ جس کی کشادہ

پیشانی اور ہنس مکہہ ہو یہ بات حسن ظاہری سے علاوہ ہے گر خوش خلقی میں اور اسمیں ظاہرا کچہ فرق نہیں معلوم ہوتا ثم اکثرہم حسبا پہر مستحق وہی ہے جو سب میں زیادہ

حسب کا ہو بعض نسخوں میں حسبا نون کے ساتہ ہے گر چونکہ اسکا ذکر پیشتر ہو چکا پہلی با موحدہ کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے قاموس میں ہے کہ حسب جو کچہ جسکو

قوم اپنی آبا یا مال یا دین یا کرم وغیرہ کے سبب سے شمار کرے ثم الاشرف نسبا پہر وہ مستحق ہے جو خاندان میں یا شریف ہو مثلا سید مقدم ہے اور لوگوں پر زاد فی

البرہان ثم الاحسن صوتا برہان میں یہ زیادہ کیا ہے کہ پہر جسکی آواز زیادہ اچھی ہو یعنے اگر صفات گذشتہ میں برابر ہو تو خوش آواز مقدم کیا جاویگا قال

فی الاشباہ قبیل ثمن المثل ثم الاحسن زوجۃ اور اشباہ میں تہوڑا سا پہلے ثمن مثل کے بیان کیا ہے پہر مستحق وہ ہے جسکی بی بی زیادہ اچہی ہو اسلیے کہ بی بی

[illegible] مضمون محبت اور عفت کا زیادہ ہوگا اور یہ مشہور نہیں ہے کہ لوگوں میں اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہیں کہ صفات

[illegible] ہر شخص اپنی بی بی کے اوصاف بیان کرے کذا فی الشامی ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاہا پہر وہ مستحق ہے جو زیادہ ہو مال میں [illegible] مال حلال [illegible]

[illegible] زیادہ ہو اور گر مال حرام ہوگا تو وہ شخص فاسق ہوگا کذا فی الطحطاوی پہر وہ جسکی جاہ زیادہ ہو یعنی لوگوں کی [illegible] میں اسکی جگہ زیادہ ہو ثم الانظف

ثوبا [illegible] پہر جسکے کپڑے زیادہ ستہرے ہوں اسلیے کہ یہ امر بہی موجب کثرت جماعت ہے ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا پہر جسکا سر بڑا اور دوسرے عضو چہوٹے ہوں

[illegible] عضوا کا تناسب دلیل ہے زیادتی عقل کی مگر کلانی سر کی موقع سے ہو [illegible] کذا فی الطحطاوی ثم المقیم علی المسافر

پہر مقدم کیا جاوے مقیم مسافر پر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ مشہور نہیں ہے کہ مقتدی مقیم ہوں یا سب مسافر [illegible] ہوں اور جس صورت میں کہ سب

[illegible] ایک مقیم ہو تو [illegible] کی ظاہر ہیں اور شامی نے [illegible] سے نقل کیا ہے کہ مقیم اور مسافر دونوں برابر ہیں [illegible] اولویت

ثم الحر الاصلی علی العتیق پہر مقدم کیا جاوے آزاد اصلی اوس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اور صفات میں دو شخص [illegible] ایک

[illegible] آزاد ہو اور [illegible] غلام تہا اب آزاد ہو گیا ہو تو جو اصلی مقدم ہوگا اسلیے کہ [illegible] نہیں [illegible] ثم المتیمم

عکس بخلاف المتیمم عن حدث على المتیمم عن جنابة پهر مقدم کیا جاوے وہ جسنے حدث سے تیمم کیا ہو اوس شخص پر جسنے جنابت سے تیمم کیا ہو اسلئے کہ جنبی ضعیف ہے بہ نسبت جنابت کے **فائدہ** ایک تمام کی بات ہے لا یقدم احد فی التزاحم الا بمرجح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی مین ایک دوسرے سے مزاحم ہون تو کسیکو بدون مرجح مقدم نکیا جاوے ومنه السبق الى الدرس والافتاء والدعوى اور اسباب ترجیح مین سے ہے پیشتر آنا پڑہنے کے لئے یا فتوی لینے کو یا قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنے کو ہم سبق دو طالب علم ایک استاد سے پڑہتے ہین تو اول اوسکو پڑہاوے جو پیشتر آیا ہو اسیطرح مفتی کے یہان فتوی پوچھنے والون مین تقدیم اوسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ ان تینون کی جگہ استفتاء ہوتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ مین سمجہ استفتاء ہی کے لکہا ہے فان استووا فی المجئ اقرع بینهم انتہی کلام الاشباہ پہر اگر آنے مین برابر ہون یعنی سب ایک ساتہہ آئے ہون تو ان مین قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پیشتر نکلے اوسیکو مقدم کیا جاوے تمام ہوا کلام اشباہ کا وفی الفصل الثانی والثلثین من حظر التاتارخانیة وفی طلبة العلم یقدم السابق فان اختلفوا وثمه بینة فبها والا اقرع بینهم کجیئهم معا کما فی المحرقی والغرقی اذا لم یعرف الاول قد یجعل کانهم ماتوا معا اور بتیسوین فصل کتاب الحظر تاتارخانیہ مین مذکور ہے کہ طالب علمون کے سبق مین مقدم کیا جاوے پیشتر آنیوالا یعنی اگر وہ سب ایکدوسرے کے بعد آئے ہون اور وہان کچہہ بیان پیشتر آنیکی ہو تو اوسی پر عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جاوے گا جیسے سب کے ایک ساتہہ آنے مین قرعہ ڈالا جاتا ہے چنانچہ ایک ساتہہ جلنے والون اور ڈوبنے والون مین جب اول نہین معلوم ہوتا اور یہہ ٹہرالیا جاتا ہے کہ گویا وہ سب ساتہہ ہی مرے ہین تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا اور تشبیہ جلنے والون اور ڈوبنے والونکی صرف اسین ہے کہ دو صورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہے کہ سب ایک ساتہہ ہین اور قرعہ ڈالنے مین تشبیہ نہین اسلئے کہ جلنے اور ڈوبنے والون مین قرعہ نہین ہوتا کذا فی الشامی وفی محاسن القراء لابن وهبان وقیل ان لم یکن للشیخ معلوم جاز ان یقدم من شاء واکثر مشائخنا علی تقدیم الاسبق واول من سنه ابن کثیر اور ابن وہبان کی محاسن القراء مین ہے کہ بعض علما کا قول یہہ ہے کہ اگر استاد کو طالبعلمون کے آنیکا حال معلوم نہو تو جائز ہے کہ جسکو چاہے مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پیشتر آنیوالیکی تقدیم پر ہین اور اول جسنے یہہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہے سمہودی نے جواہر العقدین مین یہہ روایت کی ہے کہ ایک انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کچہہ پوچہنا آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اوسکے بعد آیا آپنے فرمایا کہ انصاری تجہہ سے پہلے سوال کر رہا ہے اتنا بیٹہا رہ کہ اسکی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے اس مین متابعت اسکی اختیار کی کذا فی الشامی فان استووا یقرع بین المستویین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرهم پس اگر مستحقین امامت برابر ہون یعنی کسی مین وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہو تو برابر صفات والون مین قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیون کو اختیار ہے کہ جسکو چاہین امام بنائین پہر اگر اختیار مین مقتدی مختلف ہون کچہہ کسیکو چاہین کچہہ دوسرے کو تو اعتبار اونکے اکثر کا ہے یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کرین وہی امامت کرے ولو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم اور اگر مقتدی اولی کے سوا دوسرے کو پیش امام کرینگے تو برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کرینگے اور گناہگار نہونگے واعلم ان صاحب البیت ومثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیره مطلقا الا ان یکون معه سلطان او قاض فیقدم علیه لعموم ولایتهما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور جاننا چاہئے کہ گہر کا مالک امامت کے واسطے بہتر ہے دوسرے لوگون سے ہر حال مین یعنی گو دوسرا اوس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بہی مالک مکان افضل ہے اور مالک کی مانند ہے امام معین مسجد کا یعنی وہ بہی اپنے غیر سے بہتر ہے اگرچہ غیر اوس سے صفات گذشتہ مین فائق ہو مگر اوس صورت مین کہ ہو وے مالک یا امام معین کے ساتہہ بادشاہ یا قاضی کہ بادشاہ یا قاضی مالک وغیرہ پر مقدم ہوگا بسبب عام ہونے ولایت اور تصرف بادشاہ اور قاضی کے تصریح کی ہے حدادی نے والی کے مقدم کرنیکی امام معین پر والمستعیر والمستاجر احق من المالک لما مر اور مکان کا عاریت لینے والا اور کرایہ دار زیادہ حقدار ہین بہ نسبت مالک کے اوسی وجہ سے کہ پیشتر گذری شامی نے کہا کہ شارح کو لما مر کہنا مناسب نہ تہا کیونکہ اوپر عموم ولایت کا ذکر ہے حالانکہ مستعیر اور کرایہ دار کی ولایت عام نہین تو یون کہنا چاہئے تہا لان الولایة لهما فی هذا المکان دون المالک یعنی اسوقت انہین دونون کا تصرف ہے نہ مالک کا ولو ام قوما وهم له کارهون ان الکراهة لفساد فیه او لانهم احق بالامامة منه کره له ذلک تحریما لحدیث ابی داود لا یقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له کارهون وان هو احق لا والکراهة علیهم اور اگر کوئی شخص ایک قوم کا امام ہو اور وہ لوگ اوسکو برا جانتے ہین تو اگر اونکی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کے لئے ہے یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام کے زیادہ مستحق امامت ہین

اوس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہی بسبب حدیث ابی داؤد کے کہ اللہ تعالی اوس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اوس سے
نفرت رکہین اور اگر امام مذکور زیادہ حقدار امام ہونیکا ہو تو اوسکے حق مین امام ہونا مکروہ نہین اور مقتدیون کو اوس سے نفرت کرنا مکروہ ہی ویکرہ
تنزیہا امامۃ عبد ولو معتقا قہستانی عن الخلاصۃ ولعلہ لما قدمناہ من تقدم الحر الاصلی اذ الکراہۃ تنزیہیۃ فتنبہ اور مکروہ تنزیہی ہے
امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہو گیا ہو کذا فی القہستانی عن الخلاصہ اور شاید کہ اسکی وجہ وہی ہی جو ہم پیشتر بیان کر چکے ہین یعنی حر اصلی کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولی
ہی کیونکہ کراہت اس مسئلہ مین تنزیہی ہے اور وہ ترک اولی سے ہوا کرتی ہی پس خبردار ہو جاو ایک نسخہ مین لعلہ لما قدمناہ کی جگہہ والعلۃ ما قدمناہ ہی یعنی وجہ اسکی
وہی ہی جو ہم پہلے لکھ چکے ہین واعرابی ومثلہ ترکمان واکراد وعامی اور مکروہ ہی امامت بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی ہین
یعنی ان سب کی امامت مکروہ ہی اور علت کراہت غلبہ جہالت ہو اور لوگون کا تنفر اونکی امامت سے وفاسق واعمی ونحوہ الاعشی نہر اور مکروہ ہی امامت فاسق اور
اندہے کی اور مثل اندہے کی ہی وہ شخص جسکو رات اور دن مین کم سوجہتا ہو کذا فی النہر مع اندہے کی امامت کی کراہت بوجہ نہ بچنے نجاست کے ہی صاحب نہر الفائق نے
بحث کی راہ سے کہا کہ اس امر مین کم سوجہ آدمی بھی ایسا ہی ہے الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم فہو اولی مگر یہہ کہ ہووے ہر واحد سابق کے شخصون سے سوا
فاسق کے زیادہ عالم قوم کا تو اس صورت مین اوسکا امام ہونا اولی ہے مگر فاسق کا استثنا نہین کیا کہ باوجود عالم ہونے کے بھی اسکی امامت خالی کراہت سے نہین کیونکہ امامت
مین اسکی تعظیم ہے حالانکہ شرعا مقتدیون پر اسکی اہانت واجب ہی مفتی ابوالسعود نے کہا کہ اس تعلیل کا مفاد یہہ ہے کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہی اور اندہے کی
امامت مین ہر چند عالم ہو سو علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے موجود رہتی ہی مگر اوسمین نص صریح کی ہونے سے کراہت جاتی رہی یعنی ابن ام مکتوم اور عتبان باوجودیکہ
اندہے ہو گئے تہی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکو مدینہ منورہ مین اپنا نائب کیا تہا نماز پڑہانے کو کیونکہ مردون مین اون سے زیادہ لائق موجود نہ تہا کذا فی [illegible]
ومبتدع ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ اور مکروہ ہے امامت مبتدع یعنی بدعت والیکی اور بدعت
اعتقاد کرنا ہی خلاف اوس بات کے جو مشہور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بوجہ عناد کیونکہ بوجہ عناد اعتقاد مخالف کا کرنا قطعا کفر ہی بلکہ اعتقاد ہو کسی قسم کے
شبہہ سے ہم شمنی نے تعریف بدعت کی یہہ کی ہی کہ جو چیز کسی قسم کے شبہہ استحسان سے پیدا ہو مخالف اوس حق کے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہی خواہ وہ حق بات
علم ہو یا عمل یا حال اور اوس چیز کو دین اور صراط مستقیم ٹہرالیا ہو اس تعریف مین بدعت صرف اعتقاد کا نام نہین جیسا شارح کی تعریف سے مفہوم ہوتا ہی وکل من کان
من قبلتنا لا یکفر بہا حتی الخوارج الذین یستحلون دماءنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالی وجواز
رؤیتہ لکونہ عن تاویل وشبہۃ اور جتنے لوگ کہ جانب قبلہ کے طرف نماز پڑہتے ہین وہ بدعت سے کافر نہین ہوتے یہان تک کہ فرقہ خارجیون کا بھی کافر نہین جو ہمارے جان اور
مال حلال جانتے ہین اور گالی دینا اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روا سمجھتے ہین اور اللہ تعالی کی صفات کے اور اوسکے دیدار جواز کے منکر ہین یہہ لوگ کافر نہین بسبب انکے اعتقاد
تاویل اور شبہہ کے ہم تاویل عبارت ہی معنی بنالینے سے یعنی ان کا اعتقاد اس جہت سے بگڑا کہ معانی نص کو اپنے مطلب کے موافق بنالیا جو معانی سلف صالحین سے مروی نہ اونکی
پابند نہوے طحطاوی نے کہا کہ انکار صفات الہی مذہب معتزلہ کا ہی نہ خارجیون کا ہان اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقہ اہل سنت سے خارج ہو تو شارح کا قول اونکا انکار
صفات الہی کا درست ہوگا بدلیل قبول شہادتہم الا الخطابیۃ خارجی کافر نہین بدلیل مقبول ہونے اونکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی
مسلمان پر مقبول نہین اونکی بھی نہوتی حالانکہ اونکی گواہی مقبول ہی اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہین لیکن بدعتی ہین بجز فرقہ خطابیہ کے کہ اونکی گواہی مقبول نہین
طحطاوی نے کہا کہ وجہ اونکی گواہی مقبول نہونیکی یہہ نہین کہ وہ کافر ہین بلکہ یہہ وجہ ہی کہ وہ اپنی ساتھ والون کے لیے جہوٹی گواہی دینے کو دین سمجھتے ہین ومنعنا
من کفرہم اور ہم منع کرتے ہین بعض السیر مین جو خارجیون یعنی بدعتیون کو کافر کہتے ہین ہم شامی نے کہا کہ معتمد اسکے خلاف ہی چنانچہ بحر الرائق مین خلاصہ سے بعض
فروع السیر ذکر کئے ہین جن سے بدعتیون کا کفر پایا جاتا ہی مگر اوسکے بعد کہا کہ مذہب معتمد یہہ ہی کہ اہل قبلہ مین سے کسیکو کافر نکہا جائے وان انکر بعض ما علم من الدین
ضرورۃ کفر بہا کقولہ ان اللہ تعالی جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق فلا یصح الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایسی بات کا
جو دین مین ضروری جانی گئی ہی تو وہ اوس بدعت سے کافر ہو جائیگا مثلا اوسکا یہہ کہنا کہ اللہ تعالی جسم ہی مانند اور جسمون کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق کا

[illegible] کا معنی جس کا جز قرآن مجید میں ہے (اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ) کذا فی الطحطاوی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ ہے [illegible] اور کہا جو
[illegible] کا ہو یا اور کرتا ہے ملامت ملا ان کی کچھ نہ کر کر نکو یہ جس سے غلط پر تی ہو فان وجد غیرھم والا فالاقتداء بھم اولٰی کر ے ہو ا ایسا [illegible]
کی امامت کا ذریعہ ہی کہ اور جگہ سے اور دوسرا امام اوس سے بہتر موجود ہو اور اگر اوس سے بہتر کوئی نہ ہو وہان نہیں تو کراہت بھی نہیں ایسا نہ کہ [illegible] بحر الرائق میں ہے
کی درست وفی النھر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اور نہر الفائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر نماز پڑھی پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت
کا ثواب پائیگا مراد اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے انکے پیچھے پڑھنا بہتر ہے کذا فی الشامی ولکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع [illegible] اور اسطرح کروہ تنزیہی ہے نماز پیچھے
[illegible] کے اور [illegible] کم عقل کے مگر شیخ زین ومشقی نے کہا کہ امر د کا امر بعید تر ہی کہ محل فتنہ ہوتا ہی اور جب سب مین زیادہ عالم وہی ہو اور خوف شہوت یا فتنہ
کی نوبت کا نہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہے اور سفیہ اوسکو کہتے ہین جو تصرف مقتضائے شرع وعقل کے موافق نہ بنکر سکتا ہو ومفلوج والابرص شائع برصہ اور
مکروہ ہی نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والے کے جس کا برص پھیل گیا ہو مگر برص ایک مرض ہے کہ بدن پر اوسکے مخالف رنگ کے داغ سفید یا سیاہ ہو جاتے ہین یا وہ سبب
وہی نفرت ہے وشارب الخمر واکل الربوا ونمام ومراء ومتصنع اور مکروہ ہے نماز پیچھے شرابخوار اور سود کھانیوالے اور چغل خور اور ریاکار اور تکلف والے کے شامی
نے حلبی سے نقل کیا کہ یہ پانچون فاسق مین لگئے انکو علیحدہ لکھنا تکرار بیفایدہ ہے اور فرق ریاکار اور متکلف مین یہ ہے کہ ریاکار وہ ہے جسکا مقصود لوگون کی دکھاوٹ ہو
خواہ طاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہیں اور متکلف وہ ہے کہ بناوٹ اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو متکلف خاص ہے بہ نسبت ریاکار کے ومن ام باجرۃ
قہستانی اور مکروہ ہی نماز اوس کے پیچھے جو امامت کر ہی مزدوری لیکر کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہی کہ طاعتون پر اجرت لینا باطل ہے اور مفتیٰ بہ قول
کے نزدیک یہ ہے کہ تعلیم قرآن اور اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہی ضرورت کی وجہ سے کیونکہ مفت یہ امور کوئی نہیں کرتا تو اگر ان پر اجرت لینی ممنوع
ہو جائے تو یہ باتین بالکل موقوف ہو جائین زاد ابن ملک ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمھا لم یصح
وان شک کرہ ابن ملک نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ مکروہ ہی نماز پیچھے مخالف مذہب مثلاً شافعی کے لیکن بحر الرائق کے وتر کی بحث مین یہ تفصیل ہے کہ اگر مقتدی کو یقین ہو
مراعات امام کا یعنی یہ جانے کہ فروض مین جو شرطین اور رکن مقتدی کے اعتقاد مین ہین امام اونکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے
تو اقتدا صحیح نہوگا اور اگر شک کرے گا مراعات اور عدم مراعات مین تو اس صورت مین اقتدا مکروہ ہو گا ملا علی قاری نے اپنے رسالہ الاھتدا فی الاقتدا مین کہا کہ
ہمارے اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ مقتدی حنفی کا مثلاً شافعی کے پیچھے جائز ہی بشرطیکہ شافعی خلاف کی جگہون مین احتیاط کرے یعنی فصد اور نکسیر کے بعد مثلاً وضو کرلے اور اگر
احتیاط نکرے تو اقتدا درست نہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنے والے کے پیچھے بلا کراہت درست ہی ورنہ مکروہ ہی شامی نے کہا کہ تفصیل بحر الرائق کی متقدم ہے
کہ محققین کا میلان اوسطرف ہی اور قواعد مذہب بھی اسکے شاہد ہین ویکرہ تحریماً تطویل الصلوۃ علی القوم زائداً علی قدر السنۃ فی قراءۃ واذکار
رضی القوم اولا لاطلاق الامر بالتخفیف نہر اور مکروہ تحریمی ہی طول دینا نماز کا قوم پر قراءت اور ذکرون مین مقدار سنت سے زیادہ لیکر کے قوم راضی ہو
یا نہیں یہ حکم مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النہر مسلمین میں ہے کہ جب کوئی تم مین سے لوگون کو نماز پڑھاوے تو چاہیئے کہ تخفیف کرے
کیونکہ لوگون مین کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہین الحدیث صاحب بحر الرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اسلیے شارح نے بھی ترک تخفیف یعنی
تطویل کو مکروہ تحریمی کہا وفی الشرنبلالیۃ ظاھر حدیث معاذ انہ لا یزید علی صلوۃ اضعفھم مطلقا ولذا قال الکمال الا لضرورۃ اور
شرنبلالیہ مین ہے کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قراءت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقاً یعنی اگرچہ قراءت مسنون سے کم ہو اور اسی
وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہی کہ قدر مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی جہت سے مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے سورۃ
عشاکی نماز مین شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جا کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا حال بیان کیا حضرت نے
فرمایا کہ تم کیا لوگون کو فتنہ مین ڈالتے ہو جب امامت کرو تو والشمس وضحٰہا اور سبح اسم ربک الاعلیٰ اور والیل پڑہا کرو شامی نے کہا کہ شرنبلالی نے اس حدیث سے
یہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی نماز سے زیادہ نکرے گو قدر مسنون سے کم ہو جاوے یہ بات اس سے نہین نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہی کہ قدر مسنون سے زیادہ نہ پڑھنا چاہئیے [illegible]

وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ شمس اور لیل وغیرہ پڑھا کرین جو مثانی مین مسنون ہین باوجود یکہ قوم معاذ مقتدی کا عذر ثابت تھا اور یہی مطلب کافی کی عبارت
کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی وجہ سے یہہ نہین کہ ضعیف کی حالت کرے اگرچہ مسنون سے کم ہو جاوے جیسا شرنبلالی نے سمجھا ہے وعنہ
علیه الصلوة والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی اور صحیح مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز مین معوذتین پڑھین جبکہ
ایک بچہ کا شور سنا م نماز فجر مین طوال مفصل کا پڑھنا مسنون ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار معوذتین پڑھین سلام کے بعد لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے
اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ مین نے ایک بچہ کا رونا سنا تو ڈرا کہ کہین اسکی ماں گھبرا وے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایان
ہو ویکره تحریما جماعة النساء ولو فی التراویح فی غیر صلوة جنازة لانها لم تشرع مکررة فلو انفردن تفوتهن بفراغ احدهن اور مکروہ تحریمی ہے جماعت
صرف عورتون کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو سوائے نماز جنازہ کے کہ نماز جنازہ مین اونکی جماعت مکروہ نہین اسلیے کہ نماز جنازہ دوبارہ تو مشروع نہین تو اگر تنہا
پڑھین گی تو ایک عورت کے فارغ ہونے سے باقی عورتون کو نماز فوت ہو جائیگی کہ دوبارہ پڑھنا نماز جنازہ کا مکروہ ہے اسلیے اونکو جماعت کرنی جنازہ کی نماز مین مکروہ
نہین م نماز جنازہ فرض ایک ہی بار ہے دوسری بار پڑھنا نفل مکروہ ہے تو جب ایک عورت تنہا نماز پڑھیگی تو فرض ادا ہو جائیگا باقی عورتین اس سے محروم رہجائینگی
اسلیے جماعت سے پڑھین سبکو فضیلت فرض کی فوت نہوگی اور یہہ مسئلہ اوس صورت مین ہے کہ جنازہ پر صرف عورتین ہون ولو امّت فیها رجالا لا تعاد لسقوط
الفرض بصلوتها الا اذا استخلفها الامام وخلفه رجال ونساء فتفسد صلوة الکل اور اگر نماز جنازہ مین مردونکی امام ہوئی تو نماز دوبارہ نپڑھی جاوے
بسبب ساقط ہونے فرض کے عورت کی نماز سے یعنی مردون کی نماز تو سرے سے منعقد نہین ہوئی تھی تو تنہا امام کی نماز ہوئی اوسی سے فرض ساقط ہو گیا کذا فی الحلبی مگر اوس صورت مین
اعادہ نماز کا چاہیے جبکہ عورتکو امام خلیفہ کرے اور امام کے پیچھے مرد اور عورتین ہون کیونکہ خلیفہ کرنے سے نماز سب کی فاسد ہو جائیگی م شیخ عینی نے یہہ سبب کی نماز
فاسد ہونیکی یہہ بیان کی کہ جب امام نے ایسے شخص کو خلیفہ کیا جو لائق امامت نہین تو خود اوسکا مقتدی ہو گیا اسلیے اوسکی نماز فاسد ہوئی اور سبکی نماز کے فساد سے
مقتدیونکی نماز فاسد ہو گئی فان فعلن تقف الامام وسطهن فلو تقدمت اثمت الا الخنثی فیتقدمهن پھر اگر عورتین باوجود کراہت کے جماعت کرین تو امام
اونکے بیچ مین کھڑی ہو تو اگر آگے بڑھکر کھڑی ہوگی تو گنہگار ہوگی بجز خنثی کے کہ وہ عورتون سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو م بیچ مین ہم لفظ امام مین مذکر مونث برابر ہے
اور بیچ مین کھڑی ہونے سے یہہ مراد ہے کہ صف کے برابر ایسی طرح کھڑی ہو کہ اوسکی ایڑیان صف کی ایڑیون سے آگے نکلی رہین اور خنثی کے آگے بڑھنے کی یہہ وجہ ہے کہ اگر اوسکو
مرد فرض کرین تو عورتون کی برابر ہی سے اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسیوجہ سے کسیکی نماز نہوگی کذا فی الطحطاوی کالعراة فیتوسطهم الامام ونکو جماعتهم تحریما
فتح جیسے ننگے آدمی کہ امام اونکے بیچ مین کھڑا ہو اور اونکی جماعت مکروہ تحریمی ہے کذا فی الفتح م بیچ مین کھڑی ہونیکی تشبیہ سے افادہ کیا کہ تشبیہ ننگون اور عورتون کی
جماعت مین صرف بیچ مین کھڑے ہونے مین ہے ہر وجہ سے نہین کیونکہ ننگونکو بیٹھکر نماز پڑھنا افضل ہے بخلاف عورتون کے کذا فی البحر اور وجہ کراہت جماعت کی غالبا دیکھنا
کی برہنگی کا ہو ویکره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان واستثنی الکمال بحثا
العجائز المتفانیة اور مکروہ ہے حاضر ہونا عورتون کا جماعت مین اگرچہ حاضر ہونا جمعہ مین اور عید مین اور وعظ مین ہو مطلقا یعنی اگرچہ بوڑھی عورت ہو یا جوان رات
مجمع مین حاضر ہو یا دن کو مکروہ ہی مذہب مفتی بہ پر بسبب خرابی زمانہ کے اور مستثنا کیا ہے اس حکم سے کمال نے براہ بحث بوڑھی عورتون فانی کو م آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے وقت مین عورتین جماعت مین حاضر ہوتی تھین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتونکو مسجدون مین جانے سے منع فرمایا عورتون نے اونکی شکایت حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی آپ نے جواب دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حال معلوم ہوتا جو عمر رض کو معلوم ہوا تو تمکو اجازت مسجد مین جانیکی نہ دیتے اسی سے متاخرین
نے فتوی دیا کہ عورتون کا نکلنا جماعتون مین مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی کما تکره امامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیره ولا محرم منه کاخته
او زوجته او امته اما اذا کان معهن واحد ممن ذکر او امهن فی المسجد لا یکره بحر جیسے مکروہ ہے امام ہونا مرد کا عورتون کو ایسے گھر مین کہ امام کے سوا
کوئی مرد عورتون کے پاس نہو اور نہ کوئی محرم امام کی عورتون مین ہو مثلا امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتون کے ساتھ ان مین سے جنکا ذکر ہوا کوئی ہو یا مردونکی
امامت مسجد مین کرے تو مکروہ نہوگا کذا فی البحر م یعنی مرد اگر عورتون کا امام ہو تو خلوت کے مکان مین نہو یہانتک کہ مسجد مین ہو تو دروازہ مسجد کا کھلا ہو

ہو اور جماعت گوشہ مسجد مین ہو اور اگر خلوت مین جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضرور ہی ہو گا... التجنیس و وقف الواحد محاذیا ای مساویا لیمین امامہ علی المذہب اور کہڑا ہو ایک مقتدی مگر یہ کہ اگر کہڑا ہو محاذی یعنی برابر امام کے داہنے طرف ... بخلاف اوس قول کے کہ امام محمد سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچہے ہٹکر کہڑا ہو کہ اوسکی انگلیان امام کی ایڑی کے پاس ہون شامی نے کہا کہ اگر مقتدی ایک ہو ... صورت ہو تو مقتدی پیچہے امام کے کہڑی ہو شامی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنے طرف کہڑا ہونیکے لیے کہے ولا عبرۃ بالرأس بل بالقدم فلو صغیرا ... اور مسلم یتقدم اکثر قدم المؤتم لا تفسد اور اعتبار نہین سر کا یعنی سجدہ کی حالت مین اگر مقتدی کا سر بوجہ دراز قد ہونیکے امام سے آگے نکلجاوے تو کچہہ اعتبار نہین بلکہ قدم کا اعتبار ہی کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ نکلے پہر اگر قدم امام کا چہوٹا ہو تو صحیح یہ ہے کہ جب تک قدم مقتدی کا آگے نہ بڑہیگا تو نماز فاسد نہوگی لیکن پیچہون کا بہنا ضرر نہین کرتا فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقا وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفۃ السنۃ پہر اگر ایک مقتدی اوسکے بائین طرف کہڑا ہو گا تو مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہی کہڑا ہونا امام کے پیچہے صحیح تر قول مین بسبب مخالف کرنے طریقہ سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین کرہ تنزیہا وتحریما لو اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کہڑے ہون امام کے پیچہے پس اگر امام دونکے بیچمین کہڑا ہو گا تو مکروہ تنزیہی ہو گا اور اگر دو سے زائد کے بیچ مین کہڑا ہو گا تو مکروہ تحریمی ہو گا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑہکر کہڑا ہونا امام کو واجب ہے چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہی ولو قام واحد بجنب الامام وخلفہ صف کرہ اجماعا اور اگر ایک شخص امام کے برابر کہڑا ہوا اور پیچہے امام کے جماعت ہی تو مکروہ ہی بالاتفاق ہم اگر ایک مقتدی امام کے برابر کہڑا ہو پہر دوسرا آیا تو بعضون نے کہا کہ امام آگے بڑہ جاوے ایسا ہی گنین ہی اور بعضون نے کہا کہ مقتدی اول پیچہے کو ہٹے اور بعضون نے کہا کہ دوسرا مقتدی نیت باندہکر پہلے کو ہٹالے اور بے نیت اگر ہٹاویگا تب بہی مضایقہ نہین اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائین جانب کہڑا ہوجاے تو امام دونو کو پیچہے ہٹنے کا اشارہ کرے اور یہی امر بہتر ہی اسلیے کہ امام متبوع ہی نہ تابع اور صف کرنا پیچہے امام کے مقتدیون کا کام ہی نہ امام کا اس لحاظ سے امام کا اوسی جگہہ رہنا بہتر ہی اور اسی کی تائید حدیث مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی کہ ایک غزوہ مین مین ہمراہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کہڑے ہوئے مین آپکے بائین طرف آکر کہڑا ہوا آپ نے میرا ہاتہ پکڑکر اپنے داہنی طرف کہڑا کیا اسکے بعد ابن صخر آئے اور آپکے بائین جانب کہڑے ہوے آپنے اون کے دونو ہاتہ پکڑے اور ہم دونو کو پیچہے ڈہکیلا یہان تک کہ ہمکو اپنے پیچہے کہڑا کیا کذا فی الشامی ویصف ای یصفہم الامام بان یامرہم بذلک قال الشمنی وینبغی ان یامرہم بان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبہم اور صف باندہین پیچہے مقتدیونکی صف کرادے امام اسطرح کہ اونکو حکم کرے صف باندہنے کا شمنی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدیونکو امر کرے کہ ایکدوسرے سے ملے رہین اور دو شخصونکی بیچمین کی جگہہ کو بند کرین اور اپنے شانون کو برابر رکہین ویقف وسطا اور امام درمیان مین کہڑا ہو یعنی ایسی طرح کہڑا ہو کہ داہنے اور بائین دونو طرف صف مساوی ہو شامی نے معراج سے نقل کیا کہ سنت ہی امام کا کہڑا ہونا محراب مین تاکہ دونو طرفین برابر ہوجاوین اور اگر امام ایکطرف صف کے کہڑا ہو گا تو مکروہ ہو گا اور جب امام کے دونو طرف برابر ہون تو آنیوالا مقتدی داہنی طرف ملے اور اگر صف کے بیچ مین جگہہ چہوٹی ہو تو اوسمین کہڑا ہوجاے اور اگر صف بہر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اوسکے ساتہہ ملکر پیچہے کہڑا ہو اور اگر اسی اثنا مین امام رکوع کرے تو کسی مسئلہ جاننے والے کو صف مین سے کہینچکر اپنے برابر کرلے اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو امام کے پیچہے اوسکی سیدہ مین اکیلا کہڑا ہوجاے ضرورت کے لیے وخیر صفوف الرجال اولہا فی غیر جنازۃ ثم وثم اور بہتر صف مردونکی سب سے پہلی ہی سواے جنازہ کے پہر دوسری تیسری کی نسبت بہتر ہی پہر تیسری چوتہی سے اور علی ہذا القیاس ہم بحر الرائق مین درجہ اولویت صف اول کی یہ لکہی ہی کہ اخبار مین وارد ہے کہ اللہ تعالی جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہی تو اول امام پر نازل کرتا ہی پہر وہ رحمت امام کے بعد اوس شخص پر ہوتی ہی جو صف اول مین امام کی سیدہ پر ہو پہر داہنی طرف والون پر پہر بائین طرف والون پر پہر صف دوم پر اسیطرح اور غیر جنازہ کی قید اسلیے لگائی کہ جنازہ مین سب سے پچہلی صف بہتر ہے اس لیے کہ منظور جنازہ مین زیادہ ہونا صفون کا ہی تو اگر پہلی بہتر ہو تو آدمیونکی قلت کی صورت مین کوئی پیچہے کہڑا ہونا پسند نکرے کذا فی الشامی ولو صلی علی دکان المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ اور اگر نماز پڑہی مسجد کے دکان پر اگر صحن مسجد مین جگہہ تہی تو مکروہ ہوگی جیسے مکروہ ہی کہڑا ہونا نمازی کا اوس صف کے پیچہے کی صف مین جسمین جگہہ چہوٹی ہوئی ہو ہم دکان طاق عمارت کو کہتے ہین تو اگر کوئی نمازی بلا عذر باوجود صف مین جگہہ ہونیکے کسی طاق پر چڑہکر نماز پڑہیگا تو نماز مکروہ ہو گی اسلیے کہ اسطرح پڑہنے سے صف پوری ہونے میں خلل ہوتا ہے

...کی صف سے کہڑا ہوا اسواسطے کہ پیچہے سے آواز سنکر ... پرہنے سے آواز سب صف والون ... نہین پہونچیگی تو اس صورت مین مکروہ نہین ہے نماز صحیح ہوگی اگر
امام ... کی صف مین جگہہ ہو تو بھی اکیلا ہے ... اگلی صف مین کہڑا ہو گیا تو اسکی نماز فاسد نہین ہوگی پہر وہ ... کہڑا ہوا کرو وہ ہے
تو بھی اسکی تنہا چاہیے کہ حدیث شریف مین جو وعید آیا ہے کہ جو شخص صف کو قطع کرے اوسکو خدا قطع کرے اوس کا شبہہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی وغلت
وبالکراھۃ ایضا صرح الشافعیۃ یعنی کہتا ہون کہ زبہ والی صف کے پیچہے کہڑے ہونیکی کراہت کو شافعیون نے بہی صریح کردیا ہے قال السیوطی فی بسط الکف فی
اتمام الصف وھذا الفعل مفوت لفضیلۃ الجماعۃ الذی ہو التضعیف لا لاصل برکۃ الجماعۃ فتضعیفہا غیر برکتہا وبرکتہا ھی عود برکۃ الکامل
منہم علی الناقص انتہی سیوطی شافعی نے اپنی کتاب بسط الکف فی اتمام الصف مین بیان کیا ہے کہ صف مین جگہہ چہوڑنا جماعت کے ثواب کو فوت کرتا ہے ثواب جو
کئی گنا ہو نماز کا اصل برکت جماعت کو فوت نہین کرتا کیونکہ تضعیف دوسری چیز ہے برکت کے سوا اور جماعت کی برکت یہہ ہے کہ نمازیون مین سے کامل شخص کی برکت
ناقص پر پہونچتی ہے انتہی یعنی یہہ جو وارد ہے کہ جماعت کی نماز تنہا پڑہنے سے پچیس یا ستائیس گنی زیادہ ہے فرجہ چہوڑنے سے یہہ ثواب نہین ملتا بلکہ اصل برکت جماعت کی ملتی ہے یعنی
جو کامل شخص ہین انکے اخلاص کے سبب سے رحمت نازل ہوتی ہے اوسمین حاضرین شریک ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ صفیون کے نزدیک تضعیف بہی ملتی ہے اور
کہا ہے ولو وجد فرجۃ فی الاول لا الثانی لہ خرق الثانی لتقصیرہم اور اگر نمازی اول صف مین فرجہ پاوے نہ دوسری مین تو اوسکو جائز ہے چیر جاوے دوسری
صف کا بسبب قصور کرنے دوسری صف والون کے ہم یعنی جب کوئی شخص نماز مین داخل ہونا چاہے اور اگلی صفون مین جگہہ دیکہے تو پچہلی صف والون کے سامنے کو یا اون کو
چیر کر اوس جگہہ مین جا کہڑا ہو کیونکہ پچہلی صف والون کا قصور ہے کہ اونہون نے جگہہ کو نہ بہرا اسلیے اونکو چیر جانا اونکی نماز کے آگے کو گذرنا کچہہ مضائقہ نہین اسلیے کہ حدیث مین آیا ہے
کہ جب کوئی شخص فرجہ دیکہے تو اوسکو خود بند کردے اور اگر نہ بند کرے تو دوسرا شخص اوسکی گردن پر ہو کر چلا جاوے کہ اوسکی کچہہ تعظیم نہین ہے اخرجہ فی الفردوس عن ابن عباس و
فی الحدیث من سد فرجۃ غفر لہ اور حدیث مین ہے کہ جو شخص فرجہ بند کرے اوسکی مغفرت ہوگی وفیہ خیارکم الینکم مناکب فی الصلوۃ اور صحیح ہوا ہے یعنی حدیث صحیح
آیا ہے کہ تم مین سے بہتر وہ ہے جو نماز مین بلحاظ شانہ نرم ہون یعنی اگر کوئی صف مین داخل ہونیکے لیے اونکے شانہ پر ہاتہہ رکہے تو وہ شانہ کو نرم کردین اور اوسکو جگہہ دیدین وبھذا یعلم
جہل من یتمسک عند دخول داخل بجنبہ فی الصف ویظن انہ ریاء کما بسط فی البحر اور اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتی ہے جہالت اوس شخص کی جو رک رہے جب
کوئی صف مین داخل ہونیوالا اوسکی برابر آنا چاہے اور گمان کرتا ہے کہ دوسرے کو جگہہ دینی نمود کی بات ہے جیسا شرح بیان کیا ہے بحر الرائق مین ہم بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا
ہے کہ ریا کا گمان اسلیے ہے کہ نمازی دوسرے کے لیے حرکت کرتا ہے حالانکہ یہہ بات نہین بلکہ دوسرے کو جماعت کی فضیلت ملنے پر مدد دیتا ہے اور فرجہ کو بند کرنیکے حکم کی تعمیل کرتا ہے
لکن نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ وغیرہا ما یخالفہ لیکن مصنف اور دوسرے لوگون نے قنیہ اور اور کتابون سے وہ مضمون نقل کیا ہے جو مخالف نقل بحر الرائق کے
ہے ہم یعنی مصنف وغیرہ نے بہ نسبت صاحب قنیہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے صف کے آدمیکو ہٹایا اور وہ اوسکے لیے جگہہ دینے کو ہٹ گیا تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ اوسنے
نماز مین خارج شخص کا کہنا مانا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو اس استدراک کا نذکور کرنا بہتر تہا اسلیے کہ مخالف حدیث کے ہے یعنی جب حدیث سے ثابت ہو گیا کہ دوسرے کو جگہہ دینے کے لیے
ہٹنا افضل ہے تو پہر فساد نماز کے کیا معنے ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلۃ من جذب من الصف فتأخر فہل ثم فرق فلیحرر پہر مصنف نے نہ فاسد ہونے
نماز کے تصحیح کی نقل کی اس مسئلہ مین کہ ایک شخص صف مین سے کہینچا گیا اور وہ پیچہے ہٹ آیا تو کیا اس مین اور پہلے مسئلہ مین کچہہ فرق ہے اسکی تنقیح چاہیے ہم مسئلہ قنیہ کی یہہ
صورت ہے کہ ایک نمازی سے دوسرے نے کہا کہ آگے بڑہو وہ آگے بڑہ گیا یا دوسرے نے صف مین ملنے کے لیے اول کو ہٹایا اور اوس نے جگہہ دیدی تو بقول صاحب قنیہ نماز فاسد
ہوگی کہ مخلوق کے امر کا امتثال پایا گیا اور اگر بدون اسکے امر کے نمازی نے جگہہ دی تو اس مسئلہ مین اور اسمین کچہہ فرق نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر اس مسئلہ کا تفصیل سے
بیان کیا جاوے تو خوب ہے یعنی دونو مسئلون مین اگر ہٹنے والا یہہ سمجہے کہ مین اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہون تو نماز دونو جگہہ فاسد نہوگی اور اگر خیال امر
شرعی کا نکرے صرف نماز مین شریک ہونیوالے کی خاطر سے ہٹے تو نماز فاسد ہوگی الرجال ظاہرہ یعم العبید صف باندہین امام کے پیچہے مرد شارح نے کہا کہ قول
مصنف کا یعنی الرجال عام ہے غلامون کو کہ مرد آزاد ہون یا غلام قہستانی نے کہا کہ معلوم ہو کہ حلیہ مین جو لڑکون کو بالغ ہونے پر مقدم بیان کیا ہے سو درست نہین
کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ جو قریب بالغ عاقل ہین اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم ہے ثم الصبیان ظاہرہ تعدد ہم فلو واحدا دخل فی الصف

[illegible] صف باندہنی ہو کہ [illegible] ظاہر [illegible] کی ہین [illegible] صف [illegible] ایک [illegible]
[illegible] واسطے سبکے یہ ہے کہ اگر اکیلا ہو تو بھی صف مین مل جاوے مشابہ ہے [illegible] لوگون کی صف مین ملجاوے یہان [illegible] کہ [illegible]
نماز فاسد ہو جاتی ہو تو جب ہے صحیح اکیلی عورت مردون کی صف کے پیچھے ہو تو وہ پیچھے ہی رہے کیونکہ اگر صف مین کھڑی ہو گی تو اوسکے برابر [illegible]
کذا فی الشامی ثم الخناثی ثم النساء پہر لڑکے کہڑے کرین پہر صف کرین خنثے پہر صف کرین عورتین قالوا الصفوف الممکنة اثنا عشر لکن لا یلزم [illegible]
معاملة الخناثی بالاضر فقہانے کہا ہو کہ صفین جو ہو سکتی ہین بارہ ہین لیکن لازم نہین درست ہونا اون سب کا بسبب اسکے خنثون کے ساتہ مضر تر بات کو
بارہ صفین اسطرح ہو سکتی ہین کہ مقتدی یا مذکر ہو گا یا مونث یا خنثی پہر ہر ایک یا بالغ ہو گا یا نابالغ تو چہ قسم مقتدی ہوے پہر انمین سے ہر ایک آزاد ہو گا
یا غلام پس بارہ ہوے ان کی تفصیل ترتیب حلیہ مین یون مذکور ہے کہ اول صف آزاد بالغ کرین دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد
بالغ خنثے ششم آزاد لڑکے خنثے ہفتم غلام بالغ خنثے ہشتم غلام لڑکے خنثے نہم آزاد عورتین بالغ دہم آزاد عورتین نابالغ یازدہم لونڈیان بالغ دوازدہم
لونڈیان نابالغ شارح کہتا ہے کہ ان سب صفون کا صحیح ہونا ضرور نہین کیونکہ خنثے صحت صف کو ضرر کرتے ہین اسلئے کہ خنثی کا برابر ہونا دوسرے خنثے کے یا اوسکے
پیچھے کہڑا ہونا صحیح نہین کہ شاید اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والون مین سے ایک خنثی مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثون کو
ایک صف مین اسطرح کہڑا کرین کہ دو شخصون کے بیچ مین کوئی چیز آڑ ہو یا فاصلہ ایک شخص کا چہوڑا ہو کیونکہ اونکا برابر کہڑا ہونا ایکدوسرے کی نماز کو مفسد ہے اور ایک ہی صف
مین آزاد اور غلامون کو جمع کر دین کہ ایکدوسرے کے پیچھے ہو نہین بھی ضرر ہے واذا حاذته ولو بعضو واحد وخصه الزیلعی بالساق والکعب امرأة ولو
امة مشتهاة حالا کبنت تسع مطلقا او ماضیا کعجوز شوهاء محاذی ہو کوئی عورت مرد کے اگرچہ ساتھ ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے
خاص کیا ہے محاذات کو ساتہ پنڈلی اور ٹخنہ کے گو عورت لونڈی ہو طحطاوی نے کہا کہ یہہ شارح نے اسلئے کہا تاکہ معلوم ہو کہ لونڈی کا حکم اس باب مین مختلف نہین اور مشابہ
جثہ یہ ہیم ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد موازی کی مایا کوئی اور محرم ہو تو اس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہو گی دس شرطون کے پائیجانے سے اول شرط عورت کا مشتہاة یعنی
قابل جماع ہونا ہے خواہ اوسوقت ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق یعنی دبلی ہو یا پتلی اور تابہ اور شامی نے بس کی لڑکی بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ زمانہ ماضی مین مشتہاة ہو
مثلا بہت بڑہیا ہم ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہو کہ محاذات یعنی برابری اور سیدہ عورت کی کسی عضو کی مرد کے کسی عضو کے ساتہ مفسد نماز ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ فقہا نے
تصریح کی ہو کہ عورت کی عضو سے مراد اوسکا قدم ہے یعنی قدم عورت کا اگر مرد کے کسی عضو کی سیدہ یا برابری مین ہو گا تو نماز مرد کی فاسد ہو جائیگی خواہ عورت اور مرد
برابر کھڑے ہون خواہ عورت آگے ہو اور مرد اوسکے پیچھے اور یہہ جو شارح نے مشتہاة ہونیکے لیے برسون کی تعداد مذکور کی ہو تو طحطاوی نے کہا کہ یہہ قول ضعیف
نہین کیونکہ اس زمانہ کی عورتین ہرگز نو برس تک کی عمر مین قابل صحبت نہین ہوتین چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصحیح اس امر کی کی ہو کہ مشتہاة مین اعتبار عمر کا نہین جس عمر مین
لیاقت وطی کی ہو جاے اوسی کا اعتبار ہو کذا فی الشامی والطحطاوی لنقعطاد ولا حائل بینهما اقله قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجة تسع رجلا دوسری شرط
یہہ ہو کہ عورت اور مرد مین کوئی آڑ نہو کمتر آڑ بلندی مین ایک ہاتہہ اور موٹائی مین ایک انگشت ہو یا یہہ کہ دونو مین فاصلہ اتنا نہ چہوڑا ہو کہ ایک آدمی کی گنجایش ہو [illegible]
اگر اتنا فاصلہ ہو گا تو اوس مین نماز فاسد نہو گی اور یہہ مشہور مین ہو کہ دونو برابر ہون اور اگر عورت آگے ہو گی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہو گا البتہ آڑ مانع ہو گی فی [illegible]
وان لم تتحد کنیتها ظهرا بمصلی عصر علی الصحیح سراج فانه یصح نفلا علی المذهب بحر وینبغی مطلقة فخرج الجنازة تیسری شرط محاذات کی ہونا مرد اور عورت
کی نماز مطلق یعنی رکوع سجدہ والی مین خواہ نماز عید ہو یا وتر یا نفل اگرچہ متون مین دونو کی نماز ایک نہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑہنے والے کے اسلیے [illegible]
محاذات دونو کی نماز فاسد ہو گی یہی قول ہے کذا فی السراج اسلیے کہ یہہ نماز عورت کی نفل ہو کر صحیح ہو گی مذہب تو یہی ہے بموجب کذا فی البحر اور مقتضے یہہ ہے کہ [illegible]
شارح نے کہا کہ مطلق کی قید سے نماز جنازہ نکل گئی کہ اوسمین محاذات مفسد نہین کیونکہ وہ حقیقت مین دعا ہے نہ نماز حلبی نے کہا کہ علی الصحیح متعلق محذوف کے ہے یعنی [illegible]
صورت کے اندر مذہب تو یہی ہے مراد شیخین کا قول ہے کہ جب عورت کا ظہر صحیح نہوا تو وہ نفل ہو گیا کیونکہ وصف باطل ہو نہ کہ اصل [illegible]
[illegible] تو نفل ہونا باقی رہگیا اور امام محمد کے نزدیک جب عورت کی نماز کا ظہر ہونا باطل ہوا تو اصل نماز باطل ہو گئی [illegible]

جاتی ہے تو ایسی محاذات سے ... کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ عورت حقیقت میں نماز نہیں پڑھتی ہے بہر حال گو نماز فاسد نہیں ہوتی ... کذا فی الشامی
بنبرف مشترکۃ تحریمۃ ... فی صلوۃ مکروہۃ لا مفسدۃ ... سبقت بعضہا و ادا و لو حکما لاحقین بعد فراغ
لا امکن ... فی المحاذاۃ یعنی چوتھی شرط محاذات کی یہ ہے کہ نماز کا مشترک مرد اور عورت میں تحریمہ کی راہ سے اور ادا کی راہ سے ہو تحریمہ میں شرکت
یہ ہے کہ عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمہ پر اپنی تحریمہ کی بنا کی ہو یا محاذی کے امام کی تحریمہ پر اگرچہ بعض نماز عورت سے پیشتر ہو چکی ہو یعنی یہ شرط نہیں کہ
شروع نماز ہی میں ملے بلکہ اگر مرد ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہو اور اسوقت عورت اگر شریک ہو تو بقیہ نماز میں اگر محاذات ہو گی تب بھی مفسد ہوگی اور ادا میں شرکت سے یہ مراد ہے
کہ بعض نماز کو دونوں پڑھتے ہیں اون میں ایک دوسرے کا امام ہو یا دونو تیسرے شخص کے مقتدی ہوں گو شرکت ادا کی حکماً ہو جیسے دو لاحق بعد امام کے فارغ ہونے کے یعنی اگر عورت
اور مرد کی محاذات امام کے سلام پھیرنے کی بعد لاحق ہونیکی صورت میں ہو جائیگی تو مرد کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ حکماً دونو ایک امام کے پیچھے ہیں بخلاف دو مسبوقوں کے محاذات کے
امام کے بعد کہ وہ مفسد نہیں کیونکہ مسبوق باقی نماز کے پڑھنے میں منفرد ہوتا ہے تو اوسوقت کی محاذات میں شرکت فی الاداء پائی گئی اور بخلاف محاذات رستہ کی کہ وہ بھی
مفسد نہیں یعنی اگر مرد اور عورت بے وضو ہو کر وضو کرنے گئے اور راہ میں محاذات ہوئی تو نماز کی مفسد نہو گی شارح نے کہا تو اس اشتراک کی قید سے معلوم ہوا کہ محاذات نماز
پڑھنے والی عورت کی اوس مرد نمازی سے جو عورت کی نماز نہیں پڑھتا مثلاً دونو علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں یا ایک مقتدی امام ہے اور دوسرا منفرد تو اس صورت میں محاذات [illegible]
تو نماز کی مفسد کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا کہ مراد مکروہ سے بظاہر مکروہ تحریمی ہے بسبب مظنہ شہوت کے واتحاد الجہۃ فلو اختلفت کما فی جوف الکعبۃ و فی
لیلۃ مظلمۃ فلا فساد یا پانچویں شرط محاذات کی یہ ہے کہ جہت دونو کے قبلہ کی ایک ہو تو اگر جہت مختلف ہو جیسے کعبہ کے اندر مثلاً کہ ایک کا مونہہ ایک دیوار کی طرف ہو اور
ایک کا دوسری دیوار کی طرف اور جیسے اندھیری رات میں دونو نے نماز قبلہ کی اٹکل کرکے پڑھی اور مختلف سمت کو پڑھی تو اس صورت میں محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی
بلکہ مکروہ ہوگی فسدت صلوتہ لو مکلفا والا لا فاسد ہو گی نماز مرد کی اگر وہ عاقل اور بالغ ہوگا اور نہیں تو فاسد نہو گی یعنی چھٹی شرط فساد نماز کی عاقل اور بالغ ہونا ہے
مرد فسدت صلوتہ تجزاہی اذا حاذتہ کی اور تکلیف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر محاذات لڑکے کے ساتھ ہوگی تو اوسکی نماز فاسد نہو گی اور مرد کی نماز فاسد ہوگی اسی
سے نکلا کہ عورت کی نماز فاسد نہو گی بشرطیکہ مرد محاذی امام نہو ورنہ دونوں کی فاسد ہوگی کذا فی الشامی ان نوی الامام وقت شروعہ لا بعدہ امامتہا و ان لم تکن
حاضرۃ علی الظاہر و لو نوی امرأۃ معینۃ او النساء الا ہذہ عملت نیتہ و الا ینوہا فسدت صلوتہا کما لو اشار الیہا بالتاخر فلم تتاخر لترکہا فرض المقام
یعنی ساتویں شرط محاذات سے نماز فاسد ہونیکی یہ ہے کہ نماز مرد کی جبھی فاسد ہوگی جب امام اپنے شروع کیوقت عورت کی امامت کی نیت کرے نہ نماز شروع کرنیکے بعد یعنی نیت امامت
عورت کی اگر بعد نماز شروع کرنیکے کریگا تو اقتدا عورت کا صحیح ہوگا تو مرد محاذی کی نماز بھی فاسد نہو گی نیت امامت عورت کی امام نے کی ہو اگرچہ عورت اسوقت موجود نہو
قول ظاہر پر اور اگر امام نے نیت کی معین عورت کی امامت کی یا اور عورتوں کی نیت کی سوا اس عورت کے تو عمل کریگی اوسکی نیت یعنی معین عورت کے سوا دوسری کی محاذات
پہلی صورت میں اور جسکا استثنا کیا اوسکی محاذات دوسری صورت میں مفسد نہوگی اور اگر امام نے اوس عورت کی نیت نکی ہوگی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی جیسے اگر امام نے اسکو اشارہ
کیا پیچھے ہٹنے کا اور وہ پیچھے نہیں ہٹی تو اسصورت میں بھی اسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ عورت نے فرض مقام کو ترک کیا کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اکثر فقہا اسپر ہیں کہ جمعہ
عیدین میں عورت کی اقتدا کی صحت کے لیے نیت امام شرط نہیں اور یہی قول اصح ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جنازہ میں تو بالاتفاق شرط نہیں مگر قہستانی میں عدم اشتراط کو
عدم محاذات پر منحصر کیا ہے یعنی جمعہ اور عیدین میں اگر عورت نے اقتدا کیا اور کسی مرد کی محاذات نہیں تو اوسکا اقتدا صحیح ہوگا گو امام نے اسکی نیت نکی ہو اور نہایہ میں ہے کہ
[illegible] امام اعظم کا اول قول ہے تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ شرط ہونا نیت کا پچھلا قول ہے اور عمل اور فتوی پچھلے قول پر ہوتا ہے و شرطوا کونہا عاقلۃ [illegible]
[illegible] شارح نے بیان کی ہے ہونا عورت کا عاقل اس سے معلوم ہوا کہ اگر مجنون عورت کی محاذات ہو گی تو مفسد نماز نہو گی کیونکہ اسکی نماز منعقد ہی نہیں ہے شامی نے
کہا کہ ماتن کے قول فی صلوۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہیں و کونہما فی مکان واحد [illegible] شرط یہ ہے ہونا مرد اور عورت کا ایک مکان میں یعنی اگر [illegible]
اونچی دوکان میں ہو اور مرد نیچے ہو تو فساد نماز نہو گا نہر الفائق میں کہا کہ یہ شرط ہر چند محاذات کے لفظ سے معلوم تھی مگر مشائخ نے توضیح کے لیے [illegible]
[illegible] مطلب یہ ہے کہ محاذات [illegible] کے ادا کرنے میں ہو شامی نے کہا کہ خانیہ میں ہے کہ محاذات مفسد ہے کم ہو یا زیادہ یعنی [illegible]

[illegible] محاذات [illegible] سو [illegible] بعض [illegible] کے [illegible]
[illegible] ہوجاتی ہیں اور پیچھے [illegible] کے لیے امام کے اشارہ [illegible] مرتبہ [illegible] ہوتی ہیں [illegible]
محاذات سے نماز مرد کی نماز فاسد ہوسکتی ہے ایک اوسکی جو عورت کی داہنی طرف ہو ایک بائیں طرف والے کی ایک پیچھے کھڑا ہو ہونے والے کی [illegible] زیادہ [illegible]
نہو گی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہونگے درمیان عورت اور دوسرے نمازیوں کے وهذا اذا لم [illegible] والصحيح المشهور [illegible] التفسير [illegible]
لما في جامع المحبوبي ودرر البحار من الفساد لأنه في المرأة غير معلول بالشهوة بل بترك فرض المقام كما حققه ابن الهمام اور محاذی ہونا برابر [illegible]
عورت سوائے شہوت کا نماز کو فاسد نہیں کرتا یہی مذہب ہے شارح نے کہا کہ ماتن کا یہہ کہنا ضعیف بتاتا ہے اس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار میں مذکور ہے یعنی نماز کا
فاسد ہونا اور وجہ ضعف کی یہہ ہے کہ نماز کے فاسد ہونیکی علت عورت میں شہوت نہیں تاکہ اوسی علت سے امرد کی محاذات کو مفسد ٹھہرایا جاوے بلکہ وجہ فساد کی
ترک فرض مقام کا ہے جیسا کہ اسکو ابن ہمام نے ثابت کیا ہے ہم کہتے ہیں اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات میں شہوت ہوتی تو چاہیے تھا کہ بڑھیا اور بہن اور دوسری محرم
کی محاذات سے فساد نہوتا حالانکہ اون سے بھی ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہے کہ جہاں عورت کو کھڑا کرنا فرض تھا اوس جگہہ نہ کھڑا کیا ولا يصح اقتداء
رجل بامرأة وخنثى وصبي مطلقا ولو في جنازة ونفل على الأصح اور نہیں صحیح ہے اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثی اور لڑکے کے کسی نماز میں اگرچہ نماز جنازہ
اور نماز نفل میں ہو صحیح تر قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت میں خلل ہے اسلیے کہ اگر مراد رجل سے بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ کا اقتدا
پیچھے عورت اور مخنث کے درست ہے اور اگر رجل سے مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اقتدا نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہیں حالانکہ
دونوں باتیں غیر واقع ہیں تو بہتر تھا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہیں اقتدا ذکر کا عورت اور خنثی کے پیچھے اور نہ بالغ کا لڑکے کے پیچھے کذا في الحلبي اور
على الاصح راجع ہے صرف مرد بالغ کے اقتدا کی طرف نفل نماز میں ہدایہ میں کہا کہ تراویح اور سنتوں میں مشائخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہے اور مختار یہہ
ہے کہ کسی نماز میں لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہیں خواہ تراویح ہو عید یا وتر یا کسوف وخسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمے کوئی نماز نہیں اسکو حکم نماز کا بغرض
عادت پڑنیکے لیے کیا جاتا ہے اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے لازم آویگا اور یہہ بھی درست نہیں [illegible]
[illegible] اقتدا جائز نہوا کہ بالغ کی نفل تو ایسی ہے کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے کذا في النهر ولا يصح الاقتداء بمجنون مطبق او متقطع في غير حالة افاقته
وسكران او معتوه ذكره الحلبي اور اسطرح درست نہیں اقتدا پیچھے مجنون دائمی یا مجنون منقطع کے سوا حالت افاقہ کے اور پیچھے متوالے کے یا پیچھے مدہوش کے ذکر کیا ہے
اسکو حلبی نے مطبق بضم میم وکسر موحدہ وہ جنون جسمیں کبھی ہوش نہوتا ہو اور منقطع وہ کہ کبھی افاقہ ہوتا ہو اور کبھی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہہ ہے کہ مجنون مکلف
نہیں اور متوالے اور مدہوش میں ثبوت نیت کا نہیں ولا طاهر بمعذور هذا ان قارن الوضوء الحدث او طرأ عليه بعده وصح لو توضأ على الانقطاع
وصلى كذلك اور نہیں صحیح ہے اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہہ صورتیں ہیں کہ جب وضو کے ساتھ ہی حدث ہوا ہو یا بعد وضو کرنیکے یعنی نماز سے پیشتر حدث لاحق
طاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہے بشرطیکہ عذر نہونے پر وضو کیا ہو اور نماز اسیطرح پڑھی ہو یعنی تمام نماز میں عذر نہوا ہو تو اب طاہر کا اقتدا معذور کے پیچھے درست
ہے [illegible] طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا کہ بجائے طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ معذور طاہر نہیں حالانکہ شرعا وہ
طاہر ہے [illegible] وبمفتصد امن خروج الدم وكاقتداء امرأة بمثلها وصبي بمثله ومعذور بمثله وذي عذرين بذي عذر لا عكسه كذي انفلات
ريح بذي سلس لان مع الامام حدثا ونجاسة جیسے درست ہے اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کھلوانیوالے کے کہ خون نکلنے سے امن ہو اور جیسے صحیح ہے اقتدا عورت کا پیچھے
[illegible] دوسری عورت کی اور اقتدا لڑکے کا دوسرے لڑکے کے پیچھے اور اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والے کا ایک عذر والے کے پیچھے
صحیح ہے اور عکس یعنی اقتدا ایک عذر والے کا دو عذر والے کے پیچھے مثلا اقتدا کرنا ہوا نکلنے والے کا اوس شخص کے پیچھے جسکو سلس البول ہو درست نہیں اسلیے کہ امام
یعنی سلس البول والے کے ساتھ دو عذر ہیں ایک بے وضو ہونا دوسرے نجاست کا ہونا اور مقتدی میں صرف ایک عذر ہے یعنی ہوا نکلنے سے بے وضو ہونا [illegible] النہر [illegible]
میں کہا کہ اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اوس وقت صحیح ہے جب کہ دونوں کا عذر متحد ہو تو اس صورت میں [illegible] شارح نے کہا [illegible] اقتدا ایک [illegible]

ہین جیسیکہ قال البحر ان الحیض لا یقتدی بالتی [illegible] الفعل والحال [illegible] الاستحاضة [illegible]

بلکہ اقتدا اوسکا اپنے مثل کے درست ہے مگر تین شخصون کا اقتدا اپنے مثل کے پیچھے درست نہین اول خنثی مشکل کا اقتدا خنثی مشکل کے

پیچھے درست نہین اس احتمال سے کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتدا ضالہ عورت کا اپنی مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے

درست نہین اس احتمال حیض کے یعنی شاید امام کو وہ دن حیض کا ہو پس اگر یہہ احتمال دور ہو جاوے اسطرح کہ یقین ہو کہ مستحاضہ کا تو اقتدا درست ہے جو کلام فتح [illegible]

[illegible] ہین جسکو خون دائم ہو گیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے مین شبہہ رہیگا کہ جس [illegible]

حیض ہو مگر مستحاضہ مین یہہ صورت مشکل ہے اسلیے کہ خون استحاضہ پر احتمال حیض نہین ہو سکتا ہان یون ہو سکتا ہی کہ ایک عورت کی عادت چھہ روز کے حیض کی ہو پھر خون [illegible]

[illegible] گئی تو چھہ سے دس تک کے دنون مین دو احتمال ہو سکتے ہین یعنی اگر خون دس تک منقطع ہو گا تو یہہ دن حیض کا ہو گا اور اگر دس سے بڑھ جاویگا تو [illegible]

ہوگا تو ایسی مستحاضہ کی امامت درست نہوگی شیخ حسن محشی نے کہا کہ مین نے مجتبی کی عبارت مین یہہ قول پایا کہ اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہے اور ضالہ کا

اقتدا ضالہ کے پیچھے جائز نہین انتہی اس نسخہ کیطرح کچھ اشکال نہین اور ما فی المجتبی مبتدا ہے اور اسکی خبر قول شارح ای الاحتمال ہے یعنی مقتضی [illegible]

ہی کذا فی الشامی ولا حافظ آیة من القرآن بغیر حافظ لہا وہو الامی اور نہین درست ہی اقتدا اوس شخص کا جسکو ایک آیت قرآن کی یاد ہو پیچھے اوسکے

جسکو ایک آیت بھی یاد نہو اور وہی امی کہلاتا ہے ولا امی باخرس لقدرة الامی علی التحریمة فصح عکسہ اور نہین جائز ہی اقتدا امی کا پیچھے گونگے کے بسبب قادر

ہونے امی کے تحریمہ پر تو صحیح ہوگا اوسکا عکس یعنی اقتدا گونگے کا پیچھے امی کے درست ہے شامی نے کہا کہ اس تعلیل سے یہہ سمجھا جاتا ہی کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہو تو

دونکا اقتدا گونگے کے پیچھے درست ہوگا کیونکہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نرہی ولا مستور عورة بعار عنها ولا تام العادی [illegible]

فیصلی [illegible] الامام ومماثلہ جائز اتفاقا وکذا ذو جرح بمثلہ وبصحیح اور نہین صحیح ہی اقتدا برہنگی کے چھپے ہوئے شخص کا پیچھے ننگے کے تو اگر امام [illegible]

برہنہ ہون اور کپڑے پہنے ہوئے ہون تو امام کی نماز اور اوسکی مثل کی یعنی برہنہ مقتدیونکی جائز ہی بالاتفاق اور اسیطرح درست ہی نماز زخم والے کی ساتھہ دوسرے زخمی اور

تندرست کے یعنی اگر زخمی امام ہو ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونون زخمیون کی جائز ہے ہم بالاتفاق کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امی اور قاریون

تو امام کے نزدیک سبکی نماز فاسد ہوتی ہی تو ایسا نہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کرکے سبکی نماز کو فاسد کہو اور وجہ فرق کی دونون مسئلون

مین بحر الرائق مین یون بیان کی ہی کہ امی کو ممکن تہا کہ اپنی نماز قراءت کے ساتھہ کر لیتا قاری کو امام کرکے کیونکہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہی حدیث کی

روسے تو جب اوسنے ایسا نکیا تو نماز اوسکی فاسد ہوئی اسلیے سبکی نماز فاسد ہوگی اور ستر عورت اور طہارت کا یہہ حال نہین کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کی [illegible]

ہو اسیواسطے کپڑے پہنے والونکی نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز زخمی کے پیچھے نہوگی کذا فی الشامی بتصرف ولا قادر علی رکوع وسجود بعاجز عنہما [illegible]

القوی علی الضعیف اور نہین درست ہے اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکھنے والیکا پیچھے اوس شخص کے جو رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑھتا ہو اسلیے

کہ [illegible] قوی ہے ضعیف پر یعنی قادر رکوع سجود پر قوی حال ہے اور اشارہ سے پڑھنے والا ضعیف تو قوی کی بنا ضعیف پر نہین ہو سکتی ولا مفترض بمتنفل وبمفترض

فرض آخر لان اتحاد الصلوتین شرط عندنا اور نہین صحیح ہی اقتدا فرض پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے اور پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والیکے اسلیے کہ دونو

نمازون کا ایک ہونا شرط ہی ہمارے نزدیک ہم پیشتر اس باب کے شروع مین کہہ چکے کہ اتحاد امام و مقتدی کی نماز سے یہہ غرض ہی کہ مقتدی امام کی نماز کی نیت سے نماز مین

شریک ہو یعنی یہہ نیت کرے کہ مین امام کی نماز پڑھتا ہون تو اس نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن [illegible]

[illegible] ان معاذا کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفلا وبقومہ فرضا اور صحیح ہوا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھہ نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھہ فرض پڑھتے تھے ہم یہہ جواب امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین مین جو وارد ہے کہ حضرت معاذ

[illegible] علیہ وسلم کے ساتھہ نماز عشا پڑھتے تھے پھر اپنی قوم مین آکر اونکو عشا پڑھایا کرتے تھے تو اسی سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ [illegible]

[illegible] کیونکہ حضرت معاذ [illegible] اول پڑھ جاتے تھے تو اپنی قوم [illegible] پڑھتے تھے وہ نفل ہوتی تھی اور مقتدی لوگ پیچھے فرض پڑھتے تھے

شافعی ... جو روایت ہوا ہی کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے اور امام ہوکر فرض ... [illegible]
اونکی شکایت بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے اون کو یہ ارشاد فرمایا کہ ای معاذ یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا قوم ... [illegible]
اس سے یہ نکلا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھیں تو امامت قوم کی نہیں کر سکتے لیکن اگر آپ کے ساتھ نفل پڑھیں تب البتہ امامت کر سکتے
ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض وَلَا نَاذِرٍ بِمُتَنَفِّلٍ وَلَا بِمُفْتَرِضٍ وَلَا بِنَاذِرٍ لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا [illegible]
[illegible] اور نہیں درست ہے اقتدا نذر کرنیوالے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اسلیے کہ نذر واجب ہے تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی اور نہ نذر کرنے والیکا اقتدا فرض
پڑھنیوالا اور دوسرے نذر کرنے والیکے پیچھے درست ہو اسلیے کہ ہر ایک ان دونو امام اور مقتدی سے ایسا ہی ہے جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط
اقتدا کی ہی وہ ان دونو مسئلوں میں نہیں پایا جاتا إِلَّا إِذَا نَذَرَ أَحَدُهُمَا عَيْنَ مَنْذُورِ الْآخَرِ فَلِلِاتِّحَادِ اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا دوسرے نذر کی نماز پڑھنیوالے کے
پیچھے جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ ایک شخص وہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے اس صورت کی یہ ہے کہ زید نے مثلاً کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا
کہ جو نذر زید نے کی ہی وہی میں کرتا ہوں تو جب دونو کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونو نے نماز معین کی نذر کی اسلیے یہاں اتحاد پایا گیا بخلاف اوس صورت کے کہ دونو
نے نذر کی جدا گانہ کی کہ اوسمیں دونو کے ذمے کے واجب علیحدہ ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہیں کذا فی الشامی وَلَا نَاذِرٍ بِحَالِفٍ لِأَنَّ الْمَنْذُورَةَ أَقْوَى [illegible]
[illegible] اور نہیں درست ہے اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا پیچھے قسم کی نماز پڑھنے والیکے اسلیے کہ نذر کی نماز قوی ہے قسم کی نماز سے [illegible] بخلاف [illegible] یعنی قسم کی
نماز والیکا اقتدا نذر کی نماز والے کے پیچھے درست ہے اور قسم کی نماز والے کے پیچھے اور نفل پڑھنے والیکے پیچھے درست ہے صورت قسم کی یہ ہے کہ ایک شخص نے
مثلاً قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھونگا تو یہ دوگانہ نفل ہوگا اسلیے قسم کی نماز والیکو اختیار رہتا ہے چاہے دوگانہ پڑھکر قسم سچی کرلے خواہ ترک کرے اور کفارہ
[illegible] بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہی ہے اور یہیں جب نذر والا قسم والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور قسم والے اور نفل والے کے پیچھے اقتدا
کر سکتا ہے حلبی نے کہا کہ شارح کا قول وبحالف متعلق بناذر محذوف پر ہے جو کہ عکس میں سمجھا جاتا ہے کذا فی الشامی وَمُصَلِّيَا رَكْعَتَيِ طَوَافٍ كَنَاذِرَيْنِ اور دو شخص
پڑھنیوالے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کی نماز پڑھنیوالوں کے ہیں یعنی ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز نہیں بسبب اختلاف سبب کے یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا
غیر ہے اور اگر دوگانہ طواف کو مسنون کہیں جیسا بعض فقہا کا قول ہے تو اس قول کے بموجب اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی وَلَوِ اشْتَرَكَا فِي نَافِلَةٍ فَأَفْسَدَاهَا
[illegible] لَا إِنْ أَفْسَدَاهَا مُنْفَرِدَيْنِ اور اگر دو شخص شریک ہوئے نماز نفل میں پھر دونو نے اوسکو فاسد کردیا تو اقتدا صحیح ہے مثلاً دو نو دوگانہ نماز
[illegible] امام کے پیچھے پڑھتے تھے پھر اوس دوگانہ کو فاسد کردیا تو اوسے ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں کیونکہ نماز متحد ہے نہ اوس صورت میں جب اوسکو فاسد کیا
دونو نے تنہا کہ اوس صورت میں اقتدا جائز نہیں بسبب اختلاف سبب کے وَلَوْ صَلَّيَا الظُّهْرَ وَنَوَى كُلٌّ إِمَامَةَ الْآخَرِ صَحَّتْ لَا إِنْ نَوَيَا الِاقْتِدَاءَ وَالْفَرْقُ لَا يَخْفَى اور اگر
دو شخصوں نے نماز ظہر پڑھی اور ہر ایک نے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونو نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہیں ہے فرق
یہ ہے کہ امام اپنے حق میں منفرد ہوتا ہے اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہیں ہوتا تو جب دونو نے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہوا تو دونو منفرد رہیگے اور نماز درست
ہوگی اور اقتدا کی نیت میں عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہیں ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کا جو صحیح نہیں [illegible]
[illegible] مقتدی ہیں دونو نے اپنی نماز کو دوسرے کی نماز پر مبنی کیا ہی اسلیے اقتدا ایک کا دوسرے کے پیچھے صحیح نہوا تو نماز بھی درست نہوئی کذا فی الحلبی
وَلَا [illegible] مَسْبُوقٍ بِمِثْلِهِ لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ الِاقْتِدَاءَ فِي مَوْضِعِ الِانْفِرَادِ مُفْسِدٌ كَعَكْسِهِ اور نہیں درست ہے اقتدا لاحق اور مسبوق کا پیچھے [illegible]
دونو کے بوجہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہہ میں مفسد ہے جیسے کہ اوسکا عکس مفسد ہے یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہہ میں [illegible] لاحق وہ [illegible]
نماز میں شریک ہونیکے بعد [illegible] درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہوگئی ہو تو یہ شخص امام کے فارغ ہونیکے بعد اس فوت شدہ نماز کے [illegible]
مقتدی ہی گنا جاتا ہے یعنی اوسیطرح نماز پڑھے جیسے امام کے پیچھے پڑھتا اور مسبوق وہ ہے جو بعد [illegible] کے شریک ہو [illegible]
[illegible] حکم منفرد کا رکھتا ہی تو اب اگر لاحق پیچھے [illegible] کے اقتدا کرے تو درست نہوگا اسلیے کہ وہ تو مقتدی ہیں [illegible]

جو امام کا مقیم ہو اسا طرح مسبوق کے پیچھے مسبوق کی اقتدا نہین کر سکتا کیونکہ مسبوق منفرد ہے اگر مسبوق کی صورت مین ... ہو سکتے ہین اور سبکا
اسلیے کہ لاحق مسبوق کے پیچھے اقتدا کرنے اور مسبوق لاحق کے پیچھے کذا فی الحلبی ولا مسافر بعد خروج الوقت فیما یتغیر کالظہر سوا کا کہ
المقیم بعد الوقت او فیہ لتحریمہ فاقتدی المسافر اقتدا نہین صحیح ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے ان نمازون مین جو سفر کے باعث سے
بدلتی ہین مثلا ظہر اور عصر اور عشا برابر ہے کہ مقیم نے تحریمہ وقت کے بعد کی ہو یا وقت کے اندر تحریمہ کی پھر وقت نکل گیا تو پھر اگر مسافر نے اقتدا کیا امام مسافر کا
وقت کے اندر تمام ہو سکتی ہے خواہ نیت اقامت کرنیسے خواہ مقیم کے پیچھے پڑھنے سے اسکی متابعت کی جہت سے مگر جب وقت نکل گیا تو اوسکے ذمہ دو رکعتین لازم
ہو گئین اور یہی مانع ہے تمام ہونیکی اسیطرح نہی اسلیے بعد وقت کی اقتدا صحیح نہین ٹہیرا اور متغیر نمازون کی قید اسلیے لگائی کہ جن مین تغیر نہین مثلا فجر اور
مغرب تو انمین اقتدا درست ہی کیونکہ اسکے لیے شرع بل ان احرم فی الوقت بخریمہ او اقتدی به لا مامہ اما بعد الوقت فلا یتغیر فرضہ فیکون اقتداء
المفترض بالمتنفل فی حق قعدۃ لو اقتدی به فی شفع اول او ثان بلکہ اگر مسافر اقتدا کی تحریمہ وقت کے اندر کرے پھر وقت نکل جاے تو اقتدا صحیح ہوگا اسلیے
کہ اب مسافر چار رکعتین پڑھیگا امام کی تبعیت سے لیکن بعد وقت کے مسافر کا فرض نہین بدلیگا وہ ہی دو رکعتین اسکے ذمہ ہونگی تو اگر وہ مقیم کا اقتدا پہلے دوگانہ مین کریگا تو
قعدہ کے حق مین اور دوسرے دوگانہ مین کریگا تو قرات کے حق مین اقتدا نفل پڑہنے والے کے پیچھے ہو جائیگا حالانکہ فرض والیکا اقتدا نفل والیکے پیچھے جائز نہین
اور نفل سے مراد غیر فرض ہے خواہ سنت ہو یا واجب تو قعدہ اولی امام کے ذمہ واجب ہے اور مقتدی مسافر پر اخیرہ ہونیکی جہت سے فرض ہے تو اقتدا فرض والیکا
نفل والیکے پیچھے ہوگا اور پچھلے دوگانہ مین قرات امام مقیم کے حق مین مسنون ہے نہین اگر مسافر اقتدا کریگا تب بھی صحیح نہوگا کیونکہ قرات اوسکے حق مین فرض ہے تو
اقتدا فرض والیکا سنت والیکے پیچھے لازم آویگا کذا فی الشامی ولا نازل براکب ولا راکب براکب دابۃ اخری فلو معہ صح اور صحیح نہین اقتدا سوار کی
اوترنیوالے کا پیچھے سوار کے اور نہ اقتدا سوار کا پیچھے دوسرے سوار کے جو دوسری جانور پر سوار ہو تو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدا صحیح
ہے وجہ عدم جواز اقتدا کی ان صورتون مین اختلاف مکان ہے اور شرائط اقتدا سے مکان کا متحد ہونا اوپر مذکور ہو چکا اس سے معلوم ہوا کہ اگر سوار اتر پڑے تو شخص کا اقتدا
تب بھی جائز نہوگا کذا فی الشامی ولا غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح کما فی البحر عن المجتبی اور نہین درست ہے اقتدا غیر توتلی کا توتلے کے پیچھے اصح قول کے بموجب
جیسا بحر الرائق مین مجتبی سے منقول ہے اور توتلہ وہ شخص ہے جسکی زبان سے ایک حرف کی جگہہ دوسرا نکلے مثلا ر کی جگہہ غین یا لام بولے جیسے ہندی مین اکثر توتلے
ہوتے ہین اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ خلاصہ اور تاتارخانیہ اور ظہیریہ مین توتلے کی امامت کو صحیح لکہا ہے کذا فی الشامی وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جہدہ
دائما حتما کالامی فلا یؤم الا مثلہ ولا تصح صلوتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض مما لا لثغ فیہ ہذا ہو
الصحیح المختار فی حکم الالثغ اور حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہے کہ توتلا ہمیشہ کی وجوبا کوشش کرنیکے بعد امی کی مانند ہے یعنی ایسا جیسے توتلے کے سوا دوسرا اسکی
امامت نکرے اور نہ صحیح ہوگی اسکی نماز جبکہ اسکو اقتدا ایسے شخص کا جو قرآن اچہا پڑہے ممکن ہو یا وہ کوشش کرنا چھوڑ دے یا بقدر فرض قرات وہ آیتین حاصل کرے جن مین توتلا
پن نہو یہی تنقیح صحیح اور مختار ہے توتلے کے حکم مین حاصل تنقیح یہہ ہے کہ توتلے کو ہمیشہ واجب ہے کہ تصحیح الفاظ مین کوشش کرے اگر بقدر کوشش کے صحیح الفاظ نکال
سکیگا تو نماز اسکی جائز ہوگی اور اگر کوشش کے بدون پڑہیگا تو نماز فاسد ہوگی چنانچہ محیط وغیرہ مین ہے مگر یہہ مشہور ہے کہ بقدر فرض ایسی آیتین پڑہے جنمین
وہ حرف نہو اور اگر پڑہ سکتا ہے تو اوسے کوشش کرنا ضرور نہین دوسری صحیح پڑہنے والیکا اقتدا لازم ہے کذا فی الشامی وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف
او لا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار اور اسیطرح حکم ہے اوس شخص کا جو کوئی حرف مدون تہجی سے نہ بول سکے یا ف کو بدون تکرار نکال سکے مم یعنی
وہی ہمیشہ کوشش کرنا چاہیے ورنہ اسکی نماز صحیح نہوگی مثلا بعض لوگ ر کو بسبب ع اور ص اور ط نہین ادا کر سکتے تو انکو کوشش کرنا انکی تصحیح میں واجب ہے
کو مغرب وغیرہ مین قائم کیا ہے اوس شخص کے لیے جو سین اور ث نہ بول سکے اسلیے شارح نے جو صفت نہ بول سکنے کو اس قول مین مقام کر دیا اور ف کی تکرار سے
بیان کیا ہے کذا فی الشامی بعد جہد و اعلم انہ اذا اقتدی الا فصح بالاثغ او بالعکس لا یجوز اذا حرمہ فی صلوۃ نفسہ لانہ قصد المشارکۃ فی
صلوۃ لا قرائۃ علی الصحیح ذکرہ فی البحر انہ المذہب اسکی تحریمہ افاسد ہو کیسطرح فاسد ہو خواہ وہ امامت کی تحریمہ ہو

عورتون سے ہے اور پر مذکور ہو چکا کہ نہین صحیح شروع کرنا مقتدی کا عورتی نماز مین اگرچہ نفل ہی ہو بسبب کہ صحت شرکت کا ملتفت
شرکت مین پڑہنا ہے بسبب اسی کی نماز کا تعین صحیح شروع قول صحیح ہے کذا فی المحیط اور بحر الرائق مین موجود کیا کہ عدم صحت شروع صحیح ہے عدم صحت
یہ ہی کہ جب اوس نماز مین جسکی اقتدا کی فاسد ہو اور کیا اسکا شروع صحیح نہوا تو غیر مین کیسے صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام الخلاصۃ یفید ان
قول محمد خاصۃ مصنف نے کہا لیکن خلاصہ کا کلام اسبات کا مفید ہے کہ عدم صحت شروع قول ہے خاص امام محمد کا خلاصہ مین یہ مضمون ہے کہ جس جگہ مین فساد صحیح
تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنیوالا ہو جاتا ہی یا نہین امام محمد کے نزدیک نہین ہوتا اور شیخین کے نزدیک ہو جاتا ہی کذا فی الشامی قلت وقد ادعی فی البحر
بعد تصحیح السراج خلافہ ان المذہب انقلابہا نفلا فتامل مین کہتا ہون کہ صاحب بحر نے بیان گذشتہ مین یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ مین دعوی
کیا ہی کہ مذہب بدلجانا ہی نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کرلے اس تناقض کو ہم صاحب بحر نے محاذات مین سراج سے نقل کیا ہی کہ اگر
مرد عصر پڑہتا ہو اور عورت نے ظہر کی نیت سے اوس کا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا اوسکا فرض مین صحیح نہوا مگر نفل مین ہو جب
درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض مین فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہوا بلکہ نفل مین اقتدا باقی رہا اور صحت شروع مذہب ٹہیرا ورنہ نماز مرد کی
کیون فاسد ہوتی اور بیان دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہی تو دونو کلامون مین صریح تناقض ہوا کذا فی الشامی وحینئذ فالاشبہ ما فی الزیلعی انہ متی فسد
الاقتداء لفقد شرط کطاہر بمعذور لم تنعقد اصلا وان لاختلاف الصلوتین تنعقد نفلا غیر مضمون و ثمرتہ الانتقاض بالقہقہۃ اور صورت مین
جب کلام صاحب بحر کا نقل مذہب مین مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقہ سے وہ قول ہے جو زیلعی مین ہی کہ جس صورت مین اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائی جانی کسی شرط کے
چنانچہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت مین نماز اصل سے منعقد نہوگی اور اگر دونو نماز کے مختلف ہونیکی جہت سے اقتدا فاسد ہو تو نماز مقتدی کی نفل
غیر مضمون منعقد ہوگی یعنی اسکو فاسد کرنیسے قضا اوسکے ذمہ لازم نہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہی قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو ٹوٹ جائیگا
کیونکہ قہقہہ اثنای نماز مین پایا جائیگا اور عدم صحت کے قول پر وضو نجائیگا کلام زیلعی کی تفصیل سے دونو قولون مین توفیق ہوگئی یعنی عدم صحت کی تصحیح اس
صورت پر محمول ہی کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونیسے ہو اور صحت کی تصحیح اوس پر محمول ہے کہ اقتدا فرضیت مین نہو نفل مین باقی رہے ویمنع من الاقتداء
صف من النساء بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعہن قدر قامۃ الرجل مفتاح السعادۃ اور منع کرتی ہی اقتدا سے عورتون کی صف بدون ایسے حائل کے
جو مقدار ایک ہاتھ کی ہو یا بدون اونکی مرتفع ہونیکے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادۃ ہم عورتون کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفین مرد ونکی اونکے پیچھے
ہونگی سبکی نماز فاسد ہوگی اور اگر تین عورتین ہونگی تو مرد ونکی پچھلی صفون مین سے تین تین محاذیون کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتین ہونگی تو صرف اول
صف کے دو مرد ونکی نماز جاتی ہی جو اونکے پیچھے سیدہ مین ہونگی اسیطرح ایک عورت سے بہی پیچھے کے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے آخر صفوف تک اور قیاس اس کا
مقتضی ہی کہ اگر عورتین تین یا پوری صف ہون تب بہی اونکے محاذی مرد ونکی ایک ہی صف مین نماز فاسد ہو پچھلی صفون مین فساد نہو پہلا اس لیے کہ اوس ایک
صف کے مرد اپنے پیچھے کے مرد ونکے لیے حائل ہو جاتے ہین جیسے ایک یا دو عورتون مین ہوتے ہین مگر امام قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمر سے
موقوفا اور مرفوعا ثابت ہی کہ جس شخص کے درمیان اور اوسکے امام کے بیچ مین نہر یا رستہ یا عورتون کی صف ہو تو اوسکی نماز نہین تو معلوم ہوا کہ شارع نے
حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہی نہ ایک یا دو عورتون کے لیے ہی صف مین بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار نہین کذا فی الشامی او طریق تمر فیہ العجلۃ
او نہر تجری فیہ السفن او نحوہا الشوی یا رستہ عام نافذ جس مین گاڑی دور سکے انع اقتدا ہی تا شرح کہا کہ مجتبی مین وہ آیا ہی جسکو بیل کہینچتے ہین او نہر تجری فیہ السفن او
زورق کالدلو فی المسجد یا مانع اقتدا ہی نہر جسمین کشتیان چل سکین اگرچہ چہوٹی کشتی یعنی ڈونگی ہو اور اگرچہ نہر مسجد مین ہو او خلا ای فضاء فی الصحراء او
فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس یسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا کان قام فی الطریق ثلثۃ وکذا اثنان عند الثانی
او واحد اتفاقا لانہ لکراہۃ صلوتہ صار وجودہ کعدمہ فی حق من خلفہ یا مانع اقتدا ہی خلا یعنی اتنا میدان جنگل مین یا مسجد مین ... کہ
... کہ نہین گنجایش دو صفون یا زیادہ کی ہو مگر جس صورت مین مانع نہین جبکہ صفین مل جاوین تو صحیح ہو اقتدا مطلقا یعنی اگرچہ بیچ مین نہر یا رستہ ... کذا شرح ...

[illegible] دو کھڑے ہون تو صفین متصل ہو جائنگی اور بیچ بیچ مین اگر دو کھڑے ہون امام ابو یوسف کے نزدیک ایک شخص کا اتصال اسلیے کہ سبب کہ دو بیچ مین کھڑے ہونگے
اس کا بیچ مین فصل منقطع ہو گیا اور لوگون کا بیچ مین ہونا کہ جو اوسکے پیچھے ہین یعنی ایک شخص کے رستہ مین کھڑے ہونیسے صفون کا اتصال ثابت ہوگا جیسا دو کا مذہب
ہوا طرفین کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے ام اور نہر مین صورت اتصال یہ ہے کہ پل پر صفین ہون یا کشتیان باندہکر اون پر لوگ کھڑے ہوجائین اور
قید اسلیے لگائی کہ گہر اور مسجد مین جگہہ کا چہوٹنا مانع اقتدا نہین اور گہر صحیح تر قول مین مثل مسجد کے ہے یعنی اوسمین بھی بدون اتصال صفون کے اقتدا صحیح ہے
اور مکان مثل جنگل کے ہے اور مدرسہ کی یہہ ہے کہ جس کا صحن چالیس ہاتہہ یا زیادہ کا ہو اور بعضون نے ساٹہہ ہاتہہ کہا ہے مگر قول اول مختار ہے کذا فی الشامی والمحائل کا بہتر
لا اقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ بسماع او رؤیۃ ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح اور حائل یعنے آڑ کا ہونا درمیان امام اور مقتدی کے
مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مقتدی پر حال اوسکے امام کا اوسکی آواز سننے یا اوسکو دیکھنے کے سبب سے مشتبہ نہو اگرچہ کہنا جہنجری دار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہنچنے
کا ہو صحیح تر قول مین ہم طحطاوی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ سننا امام کی آواز کا یا مکبر کی آواز کا یکسان ہے اور دیکہنا عام ہے اس سے کہ امام کو دیکھے یا دوسرے مقتدیون کو
ولم یختلف المکان حقیقۃ کمسجد و بیت فی الاصح قنیۃ ولا حکما عند اتصال الصفوف اور حائل مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مکان مختلف نہو حقیقت مین جیسے مسجد
اور گہر ہی صحیح تر قول مین کذا فی القنیہ اور نہ حکما مکان جدا ہو صفون کے ملنے کے وقت یعنی اگر درمیان مین رستہ یا نہر ہو تو ہر چند دو نو کنارے رستہ نہر کے مکان مختلف ہیں
مگر صفون کے اتصال کی صورت مین حکما ایک ہی مکان ہین اسلیے مانع اقتدا نہین ولو اقتدی من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان درر و بحر وغیرہما
واقرہ المصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیۃ ونقل عن البرہان وغیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت وفی الاشباہ وزواہر الجواہر و
مفتاح السعادۃ وجمع الفتاوی والنصاب والخانیۃ انہ الاصح وفی النہر عن الزاد انہ اختیار جماعۃ من المتاخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اوس گہر کی
چہت سے جو مسجد کے ساتہہ ملا ہوا ہو تو جائز نہو گا بسبب اختلاف مکان کے کذا فی الدرر والبحر وغیرہما اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہے اس قول پر شرنبلالیہ مین اور
برہان وغیرہ سے نقل کیا کہ صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہے نہ خلاف مکان کا مین کہتا ہون اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادۃ
اور مجمع الفتاوی اور نصاب الفتاوی و قاضی خان مین ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور نہر الفائق مین زاد سے منقول ہے کہ یہی قول اختیار ہے ایک جماعت متاخرین کا عن فتاوی
عالمگیری مین ہے کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گہر مین اقتدا کرے تو درست ہے بشرطیکہ اوسکے اور مسجد کے درمیان راہ عام نہو یا ہو مگر صفون سے بہر گئی ہو
وصح اقتداء متوضئ لا ماء معہ بمتیمم ولو مع متوضئ بسؤر حمار مجتبی بحر اور صحیح ہے اقتدا کرنا وضو والے کا جسکے ساتہہ پانی نہین پیچھے تیمم والے کے اگرچہ وہ
وضو کرنیکے کہ ہو سکے جہوٹے پانی سے ہو کذا فی المجتبی والبحر مقتدی کے ساتہہ پانی ہونیکی قید اسلیے لگائی کہ اگر پانی اوسکے ساتہہ ہوگا تو امام کو پانی بتلا سکے گا اسصورت مین
اقتدا صحیح نہو گا کیونکہ تیمم امام کا اسکے عقیدہ مین باطل ہے اور یہہ موقوف ہے کہ امام نے تیمم پانی کے نہونیکی سبب سے کیا ہو اور اگر اور عذر سے کیا ہو گا تو اقتدا درست
ہو گا گدہے کے جہوٹے پانی سے وضو کرنیکے ساتہہ تیمم کرنیکے یہہ معنی کہ اول وضو کیا پہر تیمم کیا اور اگر وضو کرکے فرض بہی ادا کر لیا پہر تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑہا امام
درست ہوگا اسلیے کہ ادا ہی فرض مین شک ہو گیا کذا فی الطحطاوی وغاسل بماسح ولو علی جبیرۃ اور درست ہے اقتدا وضو والے کا پیچھے مسح کرنیوالے کے اگرچہ مسح شکستہ
عضو کی بندش پر ہو یعنی جو شخص پانو کو دہوتا ہو وہ موزہ پر مسح کرنیوالے کا اقتدا کر سکتا ہے اور جو شخص غسل یا وضو مین تمام اعضا کو دہوتا ہے وہ ایسے شخص کا اقتدا کر سکتا
ہے جسنے کسی ایک عضو پر کہپاچین بندہی ہین وقائم بقاعد یرکع ویسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اخر صلوتہ قاعدا وہم قیام وابو بکر یاتم بہ والناس بابی بکر
رضی اللہ عنہ وہو المبلغ اذ رفع المؤذن صوتہ فی جمعۃ وغیرہا یعنی اصل الرفع اما ما تعارف فی زماننا فلا یبعد انہ مفسد اذ الصیاح ملحق بالکلام
اور درست ہے اقتدا کہڑے ہو شخص کا پیچھے بیٹہنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنی اشارہ سے نہ پڑہتا ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز بیٹہکر پڑہائی اور مقتدی
کہڑے تہے اور حضرت ابو بکر رض لوگون کو آواز آپ کی اللہ اکبر کی پہنچاتے تہے اور اس تکبیر پہنچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا مؤذن کی آواز بلند کرنیکا جمعہ وغیرہ
مین یعنی اصل بلند کرنا جائز ہے اور یہہ جو ہمارے زمانہ مین معمول ہو گیا ہے سو عجب نہین کہ مفسد اون کی نماز کا ہو کیونکہ چلانا کلام کے ساتہہ ملحق ہے کذا فی فتح القدیر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز بیٹہکر پڑہائی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے امام فرمایا کہ لوگون کو نماز پڑہاوین جب حضرت صدیق نے تحریمہ

کی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا اپنی جگہ رہو پس آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے تشریف لائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے
بائیں طرف بیٹھے حضرت صدیق قرات سے رک گئے اور پیچھے کو ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگ تکو دیکھتے ہوئے نماز پڑہاتے اور صدیق تکبیر آپ کی
اللہ اکبر کی آواز لوگوں کو سناتے رہے اور یہہ نماز ظہر کی تھی اور مکبر کا آواز بلند کرنا باتفاق درست ہے جبکہ جماعت میں امام کی آواز نہ پہونچتی ہو اور اگر حاجت
مکبر کی نہو تو تکبیر کا اونچا کرنا چاروں مذہب میں مکروہ ہے کذا فی السیرۃ الحلبیۃ وقائم بکاحدب وان بلغ حدبہ الرکوع علی المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولی اور درست
اقتدا کہڑے ہونیوالے کا پیچھے کوبہ نکلے ہوئے کے اگرچہ اوسکا کوبہ رکوع کو پہونچگیا ہو قول معتمد پر یعنی شیخین کے قول پر بخلاف محمد کے اور اسیطرح امام کا اقتدا بھی لنگڑے
درست ہے کیونکہ لنگڑا اور کبڑا بیٹھے ہوئے شخص سے کم نہیں اور غیر لنگڑے کا بہتر ہے یعنی لنگڑے کے سوا دوسرے کا امام ہونا بہتر ہے شامی نے کہا کہ اسمیں خصوصیت
کی نہیں بلکہ مستقیم اور قاعد اور کبڑے کا غیر اون کی نسبت کرامت میں اولی ہیں ومؤم بمثلہ الا ان یومی الامام مضطجعا والمؤتم قاعدا او قائما ہو المختار در
صحیح ہے اقتدا اشارہ سے پڑہنے والے کا پیچھے اپنے مثل کے مگر یہہ امام لیٹکر اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھکر یا کہڑا ہوکر اشارہ کرتا ہو کہ اسصورت میں اقتدا صحیح نہیں ہے اسلیے
کہ مقتدی امام کی نسبت کروی الحال ہے کذا اسی طرح یہی قول مختار ہے ومتنفل بمفترض فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سنۃ علی ہیئۃ مخصوصۃ فیراعی
وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ اور درست ہے اقتدا نفل پڑہنے والے کا پیچھے فرض پڑہنے والے کے سوائے تراویح کے صحیح قول میں کذا فی الخانیہ یعنی تراویح میں
فرض پڑہنے والے کے پیچھے صحیح نہیں اور غالبا عدم صحت کی وجہ یہہ ہے کہ تراویح سنت مخصوصہ ہے تو اوسکے عہدہ سے باہر آنیکے لیے اوسکی وضع خاص کا لحاظ کیا جائیگا اور
اسمیں یہہ اعتراض ہے کہ نفل کی ہر رکعت میں قراءت فرض ہے اور فرض کے دوگانہ اخیر میں سنت تو اخیر دوگانہ میں اقتدا فرض والے کا پیچھے سنت والے کے لازم آئیگا حالانکہ
یہہ درست نہیں اسکا یہہ جواب ہے کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہے قراءت کے باب میں اسی جہت سے قراءت اسکے حق میں اون دونو رکعتوں میں سنت ہوگئی کذا
فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے صح اقتداء متنفل بمتنفل صحیح ہے اقتدا نفل پڑہنے والیکا پیچھے نفل پڑہنے والیکے ومن یری الوتر واجبا بمن یراہ سنۃ اذا
صحیح ہے اقتدا اوس شخص کا جو وتر کو واجب جانتا ہے پیچھے اوس شخص کے جو وتر کو سنت سمجھتا ہے یعنی اس شرط سے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑہے کذا فی الطحطاوی وبمن
اقتدی فی العصر وہو مقیم بعد الغروب بمن احرم قبلہ للاتحاد اور درست ہے اقتدا اوس شخص کا کہ وہ مقیم ہے اور عصر کی نماز میں غروب کے بعد اوس شخص کا اقتدا
کرے جسنے نیت عصر کی غروب کے پیشتر کی ہو اسسبب سے ہونے دونو کی نماز کے مقیم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ پیشتر گذرا
طحطاوی نے کہا کہ للاتحاد تینوں مسئلوں کی علت ہے نفل میں تو اتحاد ظاہر ہے اور وتر میں اسلیے کہ اختلاف اعتقاد میں ہے نہ عمل وتر میں اور تیسرے مسئلہ میں دونوں کی
نماز عصر ہے اور سب کی واذا ظہر حدث امامہ وکذا کل مفسد فی رأی مقتد بطلت فیلزم اعادتہا لتضمنہا صلوۃ المؤتم صحۃ وفسادا اور
جبکہ ظاہر ہو جاوے مقتدی کا بے وضو ہونا اوسکے امام کا تو اوسکی نماز باطل ہوگی یعنی شروع سے منعقد نہوگی تو لازم ہوگا اوسکا اعادہ کیونکہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو
متضمن ہے صحت اور فساد میں شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم ہے ظاہر ہونیکا ہر مفسد کا مقتدی کے اعتقاد میں یعنی اگر گواہوں سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بے وضو
نماز پڑہی یا کوئی اور مفسد نماز اوس سے سرزد ہوا تو مقتدی کو فرض پھر پڑہنا چاہیے اسلیے کہ امام کی نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور لفظ باطل
اور اعادہ کا ماتن کے کلام میں ہیجا ہے اسلیے کہ باطل اصطلاح میں اوسکو کہتے ہیں جو منعقد ہوکر فاسد ہو اور اعادہ اسمقام پر بولتے ہیں کہ جبر نقصان کے لیے دوبارہ پڑہی جاوے
یہاں یہہ صورت متحقق نہیں ہے مگر یہہ کہا جاوے کہ مجازا ایسا کہدیا ہے یوں ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی ثم یلزم الامام اخبار القوم اذا امہم وہو محدث او جنب
او فاقد شرط او رکن وہل علیہم اعادتہا ان عدلا نعم والا ندبت وقیل لا لفسقہ باعترافہ ولو زعم انہ کافر لم یقبل منہ لان الصلوۃ
دلیل الاسلام واجبر علیہ پھر لازم ہے امام کو خبر دینا قوم کو جبکہ وہ امام ہوا اونکا حالانکہ وہ بے وضو تھا یا ناپاک یا نہ پانے والا کسی شرط کا یا رکن کا اور کیا واجب
مقتدیوں پر دوبارہ پڑہنا نماز کا امام کے خبر دینے سے جواب یہہ ہے کہ اگر امام سچا ہے تو ہاں واجب ہے اور اگر عادل نہیں تو اعادہ مستحب ہے اور بعضوں نے کہا کہ اعادہ
نہیں ہے بسبب فاسق ہونے امام کے اپنے اقرار سے یعنی اگر نے اسنے امام نے حالت بے وضو یا ناپاکی وغیرہ میں امامت کی اور پھر لوگوں کو آگاہ کر دیا تو خود اپنی زبان سے فاسق
ہو گیا اور ضرور ہے کہ اب فاسق کا قول سنت مسموع نہیں اسکے خبر دینے سے اعادہ نماز کا نہیں اور اگر یہہ خیال ہو کہ امام نے براہ ورع اس کا اقرار کیا تو اعادہ

[illegible] اگر امام نے نماز پڑھ لینے کے بعد [illegible] شخص کو [illegible] قریب تہا اشارہ پایا کہ [illegible] نماز پڑہنا اسلام ہوگی دلیل ہی اور الا [illegible] کیا گیا مسئلہ
[illegible] اور سلام سے ہو نماز پڑہنا بالقتدا الملکی بلسانہ وبکتابہ او رسولہ علی الاصح [illegible] وا [illegible] مجمع عن الدرایہ و [illegible]
الفتاوی علی ما مصطلقا الذی ذکر من [illegible] التشہد [illegible] علی الفتاوی امام کے او یہ خبر دینا ہے طرح کہ ہو سکے یعنی زبان سے [illegible]
لکہکر یا اشارہ سے پیکر [illegible] کے قول کے ہو جب اگر مقتدی نے سلام ہون اور اگر سلام نہون تو خبر دینا اوسپر لازم نہین کذا فی البحر عن المعراج حلبی نے کہا کہ اگر
[illegible] سلام نہین اور تیمم ہو تو سلام کو خبر دینا لازم ہی اور تیمم کی مے مجمع الفتاوی مین نہ خبر دینے کی مطلقا یعنی خواہ نماز کا فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا مختلف فیہ
بسبب ہو یا اس قول امام [illegible] کے طور پر جس سے ورکنے کی گنجائش ہو لیکن شرحین ترجیح دی گئی ہین فسادون پر یعنی خبر دینا معراج الدرایہ شرح ہدایہ اور بحر الرائق
شرح کنز الدقائق مین مذکور ہی تو مجمع الفتاوی کا قول انکے سامنے قابل التفات نہین شامی نے کہا کہ بالقدر متعلق اخبار سے ہی اور علی الاصح متعلق ہی بلزم
واذا اقتدی امی وقاری بامی تفسد صلوة الکل للقدرة علی القراءة بالاقتداء بالقاری سواء علم به اولا نوا ه ا ولا علی المذهب وکذا
الامام امیا فی الاخیر ولو فی التشہد اما بعد قعود قدر التشهد فلا تفسد صلوتهم لان کل رکعة صلوة فلا تخلو عن القراءة تحقیقا او
تقدیرا اور جبکہ اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو نماز سبکی فاسد ہوگی بسبب قادر ہونے امیون کے قرات پر قاری کے پیچھے پڑہنے سے برابر ہی کہ امام
علم قاری کا ہو یا نہو اور نیت قاری کی کی ہو یا نکی ہو بنا بر مذہب تو ہی کہ شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اسکی یہ ہی کہ فرائض کا حال علم اور جہالت سے بدلتا
نہین تو جب علم شرط نہوا تو نیت بہی بطریق اولی شرط نہوگی اسیطرح اگر امام کسی امی کو پچھلی دو رکعتون مین اگرچہ تشہد مین خلیفہ کرے فاسد ہوگی نماز سب کی
کہ ہر رکعت نماز مقصود ہے تو خالی نہوگی کوئی رکعت قرات سے اگرچہ قرات تقدیری ہو اور امی مین قرات تقدیری بہی نہین کیونکہ وہ اہل ہی نہین تو امام اسکو خلیفہ
کیا جس مین صلاحیت امامت کی نہین اسلیے نماز مقتدیونکی فاسد ہوئی اور امام کی نماز عمل کثیر کی جہت سے فاسد ہوئی اور مقتدیونکی نماز امام کی نماز پر مبنی تہی کذا
فی البحر شارح نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل یعنی استخلاف سے وصحت لو صلی کل من الامی والقاری
وحدنا فی الصحیح اور صحیح ہی نماز اگر پڑہی ہر ایک یعنی امی اور قاری نے تنہا قول صحیح مین هم قول صحیح کا مقابل قول ابو حازم کا ہی کہ نماز امی کی اس صورت مین جائز
نہین بقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ مین قول اول کو صحیح کہا ہی کذا فی الشامی بخلاف حضور الامی بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد به وصلی منفردا فانها تفسد
فی الاصح المامر بخلاف اسکے امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جب قاری کا اقتدا نکرے اور تنہا نماز پڑہے کہ نماز امی کی فاسد ہوگی صحیح تر قول مین اوس وجہ کی سبب سے
کہ مذکور ہوئی یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءة کے قرات کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑہتا تو اوسکی قرات اسکی بہی قرات ہو جاتی واعلم ان المدرک
من صلاها کاملة مع الامام واللاحق من فاتته الرکعات کلها او بعضها لکن بعد اقتدائه اور جان کہ مدرک وہ مقتدی ہی جس نے نماز کی پوری رکعتین
امام کے ساتہہ پڑہی ہون اور لاحق وہ مقتدی ہی جس نے کل رکعتیں یا تہوڑی سی رکعتین امام کے ساتہہ نہ پڑہی ہون مگر اقتدا کر چکنے کے بعد یہ رکعتین فوت ہوئی
ہون بعذر کغفلة وزحمة وسبق حدث وصلوة خوف ومقیم ائتم بمسافر فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلا غفلت سے یا بہیڑ سے یا دہکا
جاتی رہنے سے یا خوف کی نماز یا مقیم کا اقتدا کرنا مسافر کے پیچھے هم غفلت کی صورت یہ ہی کہ مقتدی اقتدا کے بعد غافل ہو گیا یہان تک کہ امام نے سب یا بعض پہلی
رکعات پڑہ لین اور بہیڑ کی صورت یہ ہی کہ مثلا جمعہ مین اقتدا کیا اور لوگون کی کثرت کی باعث ایک رکعت امام کے ساتہہ نہ پڑہ سکا اور جو وضو جاتی رہے مقتدی اور امام دونو
لاحق ہو جاتے ہین امام کے لاحق ہونیکی یہہ صورت ہی کہ جب امام وضو کو گیا تو جسکو خلیفہ کر گیا تہا اوس نے اس اثنا مین کل یا بعض رکعات پڑہ لین اور خوف کی نماز
اسطرح ہوتی ہی کہ امام قوم کے دو حصہ کر کے ایک کو نماز پڑہا دے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کہڑا کرے جب پہلا حصہ نصف نماز امام کے ساتہہ پڑہ لے تو وہ دشمن کے
سامنے جا ہو اور دوسرا امام کے پیچھے اقتدا کرے چنانچہ صلوة خوف مین بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا جو شارح نے مراد لیا ہی اور دوسرا حصہ مسبوق ہو دیگا اور
مقیم اور مقیم جو مسافر کے پیچھے پڑہے یعنی چار رکعتون والی نماز مین مقیم کو امام کے فارغ ہونیکے بعد دو رکعتیں اور پڑہنی پڑینگی اون دونو مین مقیم کا حکم لاحق کا
[illegible] لکن ان لا یعتبر سلوق امامته فی نکوعه ومجده انه یقضی رکعة اسطرح ہو فوت ہونا رکعات کا بلا عذر سطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر

یعنی رکوع یا سجدہ کرے تو وہ ایک رکعت قضا کریگا لاحق ... مسبوق کی طرح ... فرض
و یبدأ بقضاء ما فاتہ اور حکم اس لاحق کا یہ ہے کہ ... مسئلہ رکعتین ... پڑھے ... سہو ...
اس کا فرض نہ بدلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہو گیا ... فوت شدہ نماز کو پڑھنے مین نیت اقامت کی کرلی تو وہ نیت اسکے ...
نکھو جائینگی اور شروع کرے بالآخر ما فوت شدہ کا یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہو گئین پھر امام کی متابعت کرے عکس المسبوق فانہ ...
بلا قراءت مذکور ہوا لاحق مسبوق کے برعکس ہے تو مسبوق اپنی باقی نماز مین قراءت پڑھیگا اور اگر سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور نیت اقامت سے
اس کا فرض بدلجائیگا دو کی جگہہ چار رکعتین پڑھنی ہونگی اور سوا اول امام کی متابعت کریگا بعد اسکے فارغ ہونیکے باقی نماز پڑھیگا ثم یتابع امامہ ان قلنا
ادرکہ والا تابعہ ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا ایضا پھر لاحق بعد ادا کرنے فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت
کرے اگر امام کا پالینا اسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نکرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہو تو اول وہ نماز بے قراءت پڑھے جسمین مثلا سو گیا ہو اور اسکے بعد وہ پڑھے
قراءت کے ساتھہ جسمین مسبوق ہوا ہو صورت لاحق اور مسبوق ہونیکی یہ ہے کہ ایک شخص مثلا ظہر کی دوسری رکعت مین شریک ہوا پھر لاحق ہو گیا یعنی تیسری اور چوتھی
رکعت مین سو گیا تو اب وہ تیسری اور چوتھی کو بلا قراءت پڑھے پھر اول رکعت کو قراءت کے ساتھہ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب کا ... بہتر
تعبیر مین یہ تھی کہ شارح یون کہتا ویبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراءۃ عکس المسبوق ثم یتابع امامہ ان ادرکہ ثم ما سبق بہ یعنی شروع کرے قضای ما فات کو بمکس
کے برعکس مسبوق کے پھر متابعت امام کی کرے اگر اسکو نماز مین پاوے پھر وہ نماز پڑھے جسمین مسبوق ہو گیا ہے تاکہ عبارت مختصر اور تفہیم غرض کے لیے ... ہوتی
غرضکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ بموقع ہے ایسی شرح کے ... ترجمہ اور طور پر کیا ولو عکس صح واثم لترک الترتیب اور اگر لاحق اسکا عکس کرے یعنی اول وہ
رکعت پڑھے جس مین مسبوق ہوا پھر وہ جس مین لاحق ہوا تو نماز صحیح ہوگی اور گناہ گار ہوگا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب ہے اور امام زفر کے نزدیک اسکی نماز
صحیح نہوگی کیونکہ ترتیب رکعات اونکے نزدیک فرض ہے کذا فی الشامی والمسبوق من سبقہ الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہے جس سے پیشتر امام
سب رکعتین یا بعض رکعتین پڑھ چکا ہو یعنی مثلا اگر آخر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہو گا تو سب رکعتوں مین مسبوق ہو گا ورنہ بعض مین ہم غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہونگے
اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی وھو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الاعتداد
بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہے یہان تک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قراءت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھہ اوسنے قراءت
پڑھی ہو کیونکہ امام کے پیچھے قراءت مکروہ ہونیکی جہت سے اسکا کچھہ شمار نہین وجود و عدم برابر ہے کذا فی مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ ای بعد متابعتہ
لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہے اس نماز مین کہ قضا کرے یعنی وہ نماز جو امام کے ساتھہ نہین ملی اسکے پڑھنے مین منفرد ہے شارح کہتا
کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے پس اگر قبل متابعت کے یعنی اثنای متابعت مین پڑھیگا تو ظاہر تر نماز کا
فاسد ہونا ہے ہلکہ منفرد ہونا اقتدا کی محل مین درست نہین ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ وآخرھا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ من غیر فجر
یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قراءت کے باب مین اول اپنی نماز کا اور تشہد کے
باب مین آخر اپنی نماز کا پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قراءت کے حق مین شروع نماز سمجھے اور تشہد کے حق مین امام کے ساتھہ پڑھی ہوئی کو ... تفریع
کرتا ہے کہ پانیوالا ایک رکعت کا فجر کے سوا دوسری نماز مین سے بقیہ نماز اسطرح پڑھے کہ دو رکعتین اول فاتحہ اور سورہ کے ساتھہ ادا کرے اور انکے درمیان مین تشہد
ادا کرے یعنی ایک رکعت سے الحمد و سورہ پڑھکر بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتوں کے بعد ہوتا ہے اور اوسنے ایک امام کے ساتھہ پڑھ لی ہے پھر تیسری رکعت سے الحمد و سورہ پڑھکر
اور چوتھی رکعت چار رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھہ ادا کرے اور اوس سے پیشتر یعنی تیسری کے آخر مین نہ بیٹھے ہم فیض مین مستفیض ہے کہ امام ...
مسبوق اسطرح پڑھے کہ پہلی دو رکعتین بے قراءت پڑھکر تشہد کرے اور تیسری کو صرف فاتحہ سے پڑھے اور شامی نے کہا کہ ظاہر اعتماد قول پر صاحبین کے ...
شارح نے بیان کیا ہے الا فانہ ... لا یجوز الاقتداء ... استحسانا ... بلا استثناء

لا اشتباه مسبوق منفرد ہی کیونکہ اسمین ہی کہ وہ قبل مقتدی ہی اور اول مسئلہ یہ ہی کہ اتمہ اسمین ہی کہ مسئلہ نہیں اور منفرد کو ہی درست کہ
مسبوق خلیفہ کرنا مسبوق کا بحالت مسبوقیت یعنی حالت قضای فائت ہین تو استثنا نہیں ہی کہ جیسا کہ اشباہ مین کتاب میں صاحب اشباہ نے کہا کہ مسبوق کو
اقتدا جائز نہیں ہی مگر استخلاف کا مسئلہ مستثنے ہی یعنی اگر امام کو حدث ہوا اور وہ مسبوق کو خلیفہ کرے تو درست ہو شارح کتاب نے کہا کہ استثنا نہین
مسبوق کا امام کے سلام سے پہلے پیشتر ہی اور عدم جواز اقتدا بعد سلام امام کے ہی جب مسبوق اپنی نماز پڑہے کذا فی الحلبی فمعولو نسی احد المسبوقین
بالاقتدا یعنی اگر دو مسبوق جو ایک ساتہہ آکر شریک جماعت ہوے اونمین سے ایک بہول گیا کہ کتنی رکعتیں باقی ہیں اور دوسرے کی باقی کو
دیکہکر ادا کرے بدون اقتدا کے تو درست ہوگا طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کے لکہنے کی ضرورت نہ تہی کیونکہ اسمین اقتدا ہی نہیں وثانیہا یاتی بتکبیر التشریق
اجماعا اور دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مسبوق تکبیرات تشریق کو کہی بالاتفاق یعنی عرفہ کی صبح سے تیرہوین کی عصر تک ہر فرض باجماعت کے بعد تکبیر کہی اسے مسبوق
تو بہی کہے حالانکہ منفرد امام ابو حنیفہ کے نزدیک تکبیر نہ کہے وثالثہا لو کبر ینوی استئناف صلوتہ وقطعہا یصیر مستانفا وقاطعا للاولی بخلاف
المنفرد کما سیجیئ اور تیسرا مسئلہ یہہ ہی کہ اگر مسبوق بقیہ نماز تہوڑی سی پڑہکر اللہ اکبر کہے نیت کرکے از سر نو پڑہنے اپنی نماز کی اور پہلے کے قطع کرنیکی تو اسیر نو
پڑہنے والا اور پہلی نماز کو توڑنے والا ہو جائیگا بخلاف منفرد کے کہ وہ مستانف نہین ہوتا چنانچہ عنقریب آویگا ورابعہا لو قام الی قضاء ما سبق بہ وعلی الامام
سجدتا سہو قبل اقتدائہ فعلیہ ان یعود وینبغی ان یصبر حتی یفہم انہ لا سہو علی الامام اور چوتہا مسئلہ یہ ہین مسبوق مقتدی ہی یا منفرد ہی
اگر مسبوق کہڑا ہوا اور نماز کو پڑہنے جو اوس پیشتر ہو چکی ہے حالانکہ امام پر دو سجدے سہو کے ہین اگرچہ سہو مسبوق کے مقتدی ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مسبوق پر
واجب ہی کہ عود کرے یعنی امام کے ساتہہ سجدہ سہو مین شریک ہو جاے اور مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد صبر کرے یہان تک کہ سمجہے کہ امام کے ذمہ سہو نہین یعنی قضا
ما فات کے لیے اوٹہنے مین جلدی نکرے جب امام دونو طرف سلام پہیر کے اوس وقت اوٹہے ولو قام قبل السلام ہل یعتد بادائہ ان قبل قعود الامام قدر التشہد لا
وان بعدہ نعم یعنی اگر مسبوق امام کے سلام سے پیشتر کہڑا ہو گیا تو کیا معتبر ہوگا اوس کا ادا کرنا یعنی قیام و رکوع وغیرہ کرنا اوس کا جواب یہہ ہی کہ اگر بعد تشہد امام کے
بیٹہنے سے پیشتر کہڑا ہو کر پڑہنے لگے گا تو اوس کا ادا کرنا معتبر نہین اور اگر بعد بیٹہنے امام کے بقدر تشہد کہڑا ہوا ہوگا تو معتبر ہوگا وکرہ تحریما الا لعذر کخوف حدث
وخروج وقت فجر وجمعۃ وعید ومعذور وتمام مدۃ المسح ومرور مار بین یدیہ اور مکروہ تحریمی ہی کہڑا ہوجانا مسبوق کا بعد مقدار تشہد بیٹہنے امام کے
مگر کسی عذر کی جہت سے مکروہ تحریمی نہین جیسے خوف بے وضو ہوجانیکا درصورت توقف اور خوف جاتے رہنے وقت فجر اور جمعہ اور عید اور معذور کا یعنی امام کے ساتہہ سلام
تک ٹہرنے اور پہر اپنی باقی نماز پڑہنے مین آفتاب نکل آویگا یا جمعہ کا وقت خواہ عید کا نہ رہیگا یا عذر والے شخص کو وقت باقی نہ رہیگا اور خوف پورا ہو جانے مدت
مسح موزون کا اور خوف گذرنے کسی گذرنے والے کا اوسکے سامنے کہ ان صورتون مین اگر مسبوق کہڑا ہو جائے گا تو کہڑا ہونا مکروہ تحریمی نہوگا ہم بعد اوسکے
کہڑا ہونا مکروہ تحریمی اسلیے ہوا کہ امام کی متابعت سلام مین واجب ہے کہڑا ہوجانیسے وہ چہوٹ جائیگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ بخروج اور تمام اور مرور کا تعلق
حدث پر ہی اور جمعہ اور عید اور معذور کا فجر پر فان فرغ قبل سلام امامہ ثم تابعہ فیہ صحت پہر اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا امام کے سلام
پہیرنے سے پیشتر پہر سلام مین اوسکی متابعت کی تو نماز صحیح ہوگی ہم بعض فقہا نے کہا ہی کہ اس صورت مین نماز فاسد ہوگی کیونکہ مسبوق جب کہڑا ہو گیا تو بقیہ کے پڑہنے مین منفرد
ہو گیا اب پہر اقتدا کیسے کریگا مگر فتوی اسپر ہی کہ نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ اقتدا کیا ہی بعد فراغت پانے کے ارکان سے یہ ایسا ہوا اگر یا جان بوجہکر ہو تب مین حدث
کیا کذا فی البحر والنہر ولو لم یعد کان علیہ ان یسجد للسہو فی آخر صلوتہ استحسانا اور اگر مسبوق عود نکرے اور امام کے ساتہہ سجدہ سہو مین شریک نہو
تو اوسکو چاہیے کہ اپنی نماز کے آخر مین سجدہ سہو کرے براہ استحسان قید بالسہو لان الامام لو تذکر سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ فرضت المتابعۃ
قید لگای سہو کی یعنی اوپر کے قول مین کہ امام پر سہو کے سجدے ہین اسلیے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے اندر کا یا سجدہ تلاوت کا یاد ہوگا تو اوس سجدہ مین مسبوق کو
متابعت امام کی فرض ہی ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ سجدہ صلبی فرض ہی اور سجدہ تلاوت گو واجب ہی مگر چونکہ یہہ سجدہ قعدہ اخیرہ کو معدوم کر دیتا ہی جسکی ادا
قعدہ فرض ہوتا ہی تو متابعت امام کی فرض ہی مین فرض ہی اوسکے نکرنے سے نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الحلبی وہذا کلہ قبل تقییدہ فان قیدہ بسجدۃ امتنع

تفسد فی مثلہ حتما وکذا فی ... ۲۴۲ ... مسبوق کا ...

متابعت کری تو سجدہ تک ہی کہ جس رکعت کو مسبوق نے پچھلی کہا ہو اوسکو سجدہ سے ساتھ مقید کیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد ... مطلقا فاسد ہوگی خواہ متابعت کرے یا نکرے کیونکہ وہ منفرد ہو گیا حالانکہ اوس پر رکن سجدہ اور قعدہ وغیرہ باقی ہے اور بعد رکعت پوری کرنے کے متابعت ... نماز فاسد ہوگی کذا فی الحلبی اور سجدہ سہو ... نماز فاسد نہیں ہوگی سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو مین اگر مسبوق متابعت کریگا اسلیے کہ ایک رکعت کر ... منفرد ہو چکا اب وہ منفرد کی طرح نہین ہو سکتی اور متابعت اوسپر ترک لازم آتا ہے کذا فی الشامی اور اگر متابعت نکریگا تو نماز فاسد نہوگی کیونکہ سجدہ سہو اور سجدہ تلاوت بعد قعدہ اخیرہ جاتا رہا تو ایسے وقت گیا کہ مسبوق پہلا منفرد ہو چکا تھا وہ مسبوق پر لازم نہوگا اور یہین وجہ نماز فاسد نہوگی کذا فی الحلبی ... متابعتہ بعد ما سلم لزمہ السہو ۲۴۲ اور اگر مسبوق نے بہولکر سلام پھیرا تو اگر بعد امام کے پھیرا تب تو اوسپر سجدہ سہو لازم ہے کیونکہ وہ حالت مین منفرد ہے اور اگر ایسا نہین بلکہ امام سے پیشتر پھیرا یا اوسکے ساتھ ہی پھیرا تو سجدہ سہو لازم نہین کیونکہ وہ دونو صورتون مین مقتدی ہے اور مقتدی کے سہو سے مقتدی پر کچھ لازم نہین ولو قام امامہ لخامسة فتابعہ ان بعد القعود تفسد والا لا حتی یقید الخامسة بسجدة اور اگر مسبوق کا امام پانچوین رکعت کو کھڑا ہو گیا اور مسبوق نے اوسکی متابعت کی تو اگر امام بعد قعدہ اخیرہ کے کھڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ انفراد کی جگہہ مین اقتدا کریگا اور اگر امام نے قعدہ اخیرہ نہین کیا اور کھڑا ہو گیا تو نماز مسبوق کی فاسد نہوگی اسلیے کہ امام کی نماز ابھی پوری ہی نہین ہوئی تو متابعت سے کچھ ضرر نہین جب تک کہ امام پانچوین کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچوین رکعت کو سجدہ کرنے سے امام کی نماز نفل ہو جائیگی اسلیے مسبوق کی نماز فاسد ہوگی ولو ظن الامام السہو فسجد لہ فتابعہ فبان ان لا سہو فالاشبہ الفساد لاقتدائہ فی موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمے سہو کا گمان کرکے سجدہ سہو کر لیا اور مسبوق نے اوسکی متابعت کی پھر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تھا تو مشابہ تر قواعد فقہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہے بسبب اقتدا کرنے مسبوق کے انفراد کی جگہہ مین مگر شامی نے فقیہ سے نقل کیا کہ عدم فساد ہی فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ مین قاریون پر جہالت غالب ہے

باب الاستخلاف

یہہ باب ہے خلیفہ کرنے کے احکام مین یعنی اگر امام کو اثنای صلوة مین مانع صلوة پیش آوے اور وہ دوسرے شخص کو اپنا نائب کر دے اوسکے احکام اس باب مین مذکور ہین علماء نے کہا کہ سین اور ت استخلاف مین ... ہین کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہے نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اوس حدث کے ہونے پر منحصر ہو جو بنا کا مانع ہو اسلیے شارح نے عنوان مین بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلثة عشر شرطا جان لے کہ بنا کی جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطین ہین کون؟ الحدث سماویا پہلی شرط ہونا حدث کا ہے آسمانی یعنی حدث مین اور اوسکے سبب مین بندہ کو اختیار نہو اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہوگی نماز نئے سر سے پڑھنی ہوگی ... بدنیا دوسری شرط ہے ہونا حدث کا نمازی کے بدن سے یعنی خارج سے نجاست مانع نماز نہ لگی غیر موجب لغسل تیسری شرط یہہ ہے کہ وہ حدث موجب غسل نہو مثلا سو جانے سے انزال نہو گیا ہو ولا نادر الوجود اور چوتھی شرط ہے حدث کا نادر الوجود نہونا اسسے کھلکھلا کر ہنسنا اور بیہوشی نکل گئی ولم یؤد رکنا مع حدث اور پانچوین شرط یہہ ہے کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھہ نہ ادا کیا ہو مثلا سجدہ مین حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اوٹھایا تو نماز از سر نو پڑھے او مشی اور چھٹی شرط یہہ ہے کہ کوئی رکن چلنے کے ساتھہ نہ ادا کیا ہو مثلا جب نماز مین سے وضو کرنے گیا اور پھر کر آنے مین قراءت پڑھتا آیا تو بنا نہوگی ولم یفعل منافیا اور ساتوین شرط یہہ ہے کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلا کھانا کھایا ہو یا پانی پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑھے او فعلا لہ منہ بد اور آٹھوین شرط یہہ ہے کہ کوئی کام ایسا نہ کیا جس سے نمازی کو چارہ ہو مثلا پانی پاس تھا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم یتراخ بلا عذر کزحمة اور نوین شرط یہہ ہے کہ بدون عذر کے دیر نکی ہو قدر جیسے بہیڑ وغیرہ کا ہونا تو اگر بدون انہو کے مقدار ادا کرنے رکن کے توقف کریگا مثلا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور بنا جائز نہوگی ولم یظہر حدثہ السابق کمضی مدة مسحہ اور دسوین شرط یہہ ہے کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہوا ہو جیسے گذر جانا مدت نمازی کے موزہ کے مسح کا اس صورت مین بہی نماز فاسد ہو جائیگی ولم یتذکر فائتة وہو ذو ترتیب اور گیارہوین شرط یہہ ہے کہ اوسنے کوئی نماز قضا یاد کی ہو ... مین کہ وہ صاحب ترتیب ہو کیونکہ ترتیب والے کو فائتہ کا یاد آنا مفسد اوسکی حالت کی نماز کا ہے ولم یتم المؤتم فی غیر مکانہ اور بارہوین شرط یہہ ہے کہ مقتدی

اپنی جگہہ کے سوا مین نماز کو پورا کیا ہو شامی نے کہا کہ مقتدی امام کو بھی شامل ہے کیونکہ امام تقدیرا درمیان مین خلیفہ کا مقتدی ہو گیا اگر مقتدی یا امام نے وضو کیا
اور واپس نہیں آیا امام مین حائل یا نہ آگے بڑھا ہو تو دونو کو چاہیے کہ اوسی جگہہ آوین جہان امام نماز پڑھتا ہو ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی اور منفرد کو اختیار ہے چاہے یہان جگہہ
آوے چاہے وضو کی جگہہ تمام کرے یہ ایسی صحیح کر یہی حال ہے مقتدی کا اگر اوسمین اور امام مین کوئی آڑ نہو یا امام نماز سے فارغ ہو چکا ہو ولم یستخلف الامام حتی
جعل الخ اور پہیر یہی شرط ہے کہ امام نے ایسے شخص کو خلیفہ نکیا ہو جو لائق امامت نہو مثلا عورت کو یا لڑکے کو خلیفہ کیا ہو ورنہ سب کی نماز فاسد ہوگی سبقی لائم
حکما سماوی لا اختیار للعبد فیہ ولا فی سببہ کسقوط مدرۃ من سقف او شجرۃ وکحدث من نحو عطاس علی الصحیح یعنی جو امام کو بے وضو ہونا آسمانی کہ نہیں اختیار
ہو بندہ کو اوسمین اور نہ اوسکے سبب مین مثلا ایکبہی درخت سے گری اور اوس کو نماز ہی کے خون نکلا اور مثل بے وضو ہو جانے نمازی کے چھینک جیسی چیز سے قول صحیح پر
یہ شامی نے کہا کہ یہ مثال منفی کی ہے تو یہ بنا نکرے اور اس مسئلہ مین اختلاف ہے ابو یوسف اور طرفین مین ابو یوسف کے نزدیک بندہ سے مراد نمازی ہے تو جس فعل
مین نمازی کا اختیار نہو گا اونکے نزدیک وہ آسمانی ہوگا اور طرفین کے نزدیک جو فعل ایسا ہو کہ کسی بندہ کے اختیار مین نہو وہ آسمانی ہو گا اور چھینک کی مانند کہا النسان
غرض کہ طرفین کے نزدیک ان عذرات سے بے وضو ہونے مین بنا درست نہین غیر مانع للبناء کما قدمناہ ولو بعد التشہد لیأتی بالسلام استخلف ای جاز
لہ ذلک ولو فی جنازۃ باشارۃ او جر لمحراب ولو لمسبوق یعنی امام کو حدث آسمانی ہوا ہو جو مانع بنا کا نہو چنانچہ ہمنے اوسکو مقدم بیان کر دیا یعنی اور بے حدث
مین وہ تیرہ شرطین جو اوپر مذکور ہوئین تو امام مذکور کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ کرے اگرچہ بعد تشہد کے حدث ہو تب بہی خلیفہ کرے تا کہ خلیفہ سلام پہیرے یعنی امام کو خلیفہ
کرنا درست ہے گو نماز جنازہ مین ہو خلیفہ کرے مقتدی کو اشارہ سے یا محراب کی طرف کہینچنے سے اگرچہ مقتدی مسبوق ہو ویشیر باصبع لبقاء رکعۃ وباصبعین
لرکعتین ویضع یدہ علی رکبتہ لترک رکوع وعلی جبہتہ لسجود وعلی فمہ لقراءۃ وعلی جبہتہ ولسانہ لسجود تلاوۃ وصدرہ لسہو اور امام
اشارہ کرے خلیفہ کے طرف ایک انگلی سے ایک رکعت باقی رہنے کے لیے اور دو انگلیون سے اشارہ کرے دو رکعتین رہنے کا اور رکہ لیا ہاتہ زانو پر رکوع کے چہوٹ جانے کے
لیے اور پیشانی پر سجدہ کے رہ جانیکے لیے اور منہ پر قرارت کے رہ جانیکے لیے اور پیشانی اور زبان دونو پر ہاتہ رکہے سجدہ تلاوت کے چہوٹ جانیکے لیے اور فقط سینہ پر ہاتہ
رکہے سہو کے واسطے اگر امام کے ذمے ہو مالم یجاوز الصفوف لو فی الصحراء مالم یتقدم فحد السترۃ او موضع السجود علی المعتمد کالمنفرد خلیفہ کرے
امام اوس وقت تک کہ صفون سے نکل جاوے اگر جنگل مین ہو ورنہ تو سکے آگے نہ بڑہے کہ اوسکی حد سترہ ہے یا سجدہ کی جگہہ معتمد قول پر مثل منفرد کے یعنی خلیفہ کرنے کی مدت امام
جنگل مین اوس وقت تک ہے کہ صفون سے تجاوز نکرے یہہ صورت داہنے اور بائین اور پیچہے کے جانب مین ہوے اور آگے کے طرف مین حد سترہ سے بڑہنا ہے اور اگر سترہ نہو تو
سجدہ کی جگہہ سے تجاوز کرنا کہ اوسکے بعد نماز باقی نرہیگی اور خلیفہ کرنا درست نہوگا اور اسیطرح منفرد کے لیے سترہ حد ہے اور اگر سترہ نہو تو سجدہ کی جگہہ یعنی اگر
منفرد کو شبہہ ہوا بے وضو ہونیکا اور سترہ سے یا سجدہ کی جگہہ سے آگے بڑہ گیا پہر معلوم ہوا کہ وضو نہیں گیا تو اب بنا نہ کر سکیگا کہ نماز فاسد ہو گئی اور منفرد کے لیے ہر طرف
اتنا ہی فاصلہ معتبر ہے جتنا آگے کی طرف کذا فی الطحطاوی وما لم یخرج من المسجد او الجبانۃ او الدار لو کان یصلی فیہ لانہ علی امامتہ مالم یجاوز ھذا
الحد ولم یتقدم احد لو بنفسہ مقامہ ناویا الامامۃ وان لم یجاوزہ اور اوس وقت تک کہ مسجد یا جبانہ یا مکان سے باہر نہو اگر امام ان تینون مین کسی مین نماز
پڑہتا ہو اسلیے کہ امام اپنی امامت پر باقی ہے جب تک اس حد سے تجاوز نکرے اور جبتک کہ اور کوئی امام کی جگہہ بہ نیت امامت کے آگے نہ بڑہ گیا ہو گو خود ہی بڑہا ہو بدون اشارہ امام
اگرچہ امام حد مذکور سے نہ بڑہا ہو یعنی امام کی جگہہ اگر کوئی شخص مقتدیون سے امامت کی نیت کرکے جا کہڑا ہوگا تو اوسوقت اوسکی امامت باقی نرہیگی اگرچہ امام صفون سے یا سجدہ
کی جگہہ سے نہ نکلا ہو وہ مقتدی امام ہو جائیگا جبانہ بفتح جیم وتشدید موحدہ نماز کی جگہہ کو کہتے ہین جو جنگل مین بنائی جاتی ہے کذا فی المغرب طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ شارح
ولم یتقدم کی جگہہ ولم یتقدم کہتا اور اس تقدم کو استخلاف حکمی کہتے ہین حتی لو تذکر فائتۃ او تکلم تفسد صلوۃ القوم لانہ صار مقتدیا یہان
تک اگر بعد مقتدی کے کہڑا ہو جانیکے امام کی جگہہ مین امام کسی فوت شدہ نماز کو یاد کریگا یا کلام کریگا تو قوم کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ امام مقتدی ہو گیا اپنے خلیفہ کا
تو مقتدی کی نماز اوسکی نماز پر مبنی نرہی ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف اور اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو حاجت خلیفہ کرنیکی نہیں کیونکہ خلیفہ کرنا جائز تہا
بسبب اور امام جب تک مسجد مین ہے اپنی امامت پر قائم ہے تو ہو سکتا ہے کہ وضو کرکے پہر امام ہو جاوے شامی نے کہا کہ بعض نسخون مین اتنا مضمون زائد ہے کہ اگر سہو

لہ جیسے ہندوستان مین عیدگاہ ہوتی ہے

مین خلیفہ کر دیگا تو اوسکی نماز فاسد ہوگی و استینافه افضل تحرزا عن الخلاف اور از سر نو پڑہنا امام کا افضل ہے واسطے بچنے کے خلاف سے امام
شافعی کے نزدیک استخلاف جائز نہین اوس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اسلیے کہا کہ نماز کو نئے سرے سے پڑہنا افضل ہے تاکہ سبکے نزدیک نماز ہو جاوے یہہ
استیناف کی یہہ صورت ہو کر کوئی کام نماز کے مخالف کر کے پہلے نماز کو قطع کر دے اور وضو کے بعد تحریمہ باندھے کذا فی الشامی ویتعین الاستیناف
ان لم یکن تشہد لجنون او حدث عمدا او خروجه من مسجد بظن حدث او احتلام بنوم او نظر او مس بشہوة او اغماء او قہقہة
لندرتها اور متعین ہے از سر نو پڑہنا اگر بقدر تشہد بیٹھا بسبب جنون کے یا دانستہ حدث کرنے کے یا حدث کے گمان پر مسجد سے باہر نکلنے کے یا بسبب احتلام ہو جانے کے
سونے سے یا فکر سے یا دیکھنے یا شہوت کے ساتھہ چہونے سے یا بسبب بیہوشی کے یا کہلکہلا کر ہنسنے کے کیونکہ اس قسم کے واقعات نادر ہین اور شرط استخلاف اور بنا کی عدم
ندرت ہی جیسا کہ مذکور ہوا وکذا یجوز له ان یستخلف اذا حصر عن قراءة قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی الله تعالی عنه فانه
لما احس بالنبی صلی الله علیه وسلم حصر عن القراءة فتأخر فتقدم النبی صلی الله علیه وسلم واتم الصلوٰة فلو لم یکن جائزا لما
فعله اور ایسے ہی جائز ہے امام کو خلیفہ کرنا جب کہ بند ہو جاوے قدر فرض قراءت کے پڑہنے سے بسبب حدیث حضرت ابو بکر صدیق رضی الله تعالی عنه کے کہ انہون نے
جب آہٹ آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کی پائی تو قراءت سے بند ہوئے اور پیچہے ہٹ گئے پس آنحضرت صلی الله علیہ وسلم نے آگے بڑہ کر نماز کو تمام کیا تو اگر یہہ امر جائز نہوتا تو آنحضرت
صلی الله علیہ وسلم ایسا نکرتے کذا فی البدائع ہم فرض کے مقدار کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بعد پڑہنے مقدار فرض کے رکے گا تو خلیفہ کرنا بالاجماع ناجائز ہوگا کذا فی الہدایہ
وقالا تفسد اور صاحبین نے فرمایا کہ قراءت فرض سے رکجانے کے باعث نماز فاسد ہو جائیگی تو ان کے نزدیک خلیفہ نکرے ہم وجہ فساد کی یہہ ہے کہ یہہ عذر نادر الوجود ہے اور
شرط استخلاف یہہ ہی کہ نادر نہو کذا فی الشامی وبعکس الخلاف لو حصر ببول او غائط اور اس خلاف کی برعکس ہے اگر امام بباعث پیشاب یا پاخانہ کے نماز مین رکجاوے
یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہے اور امام اعظم کے نزدیک ناجائز ولو عجز عن رکوع وسجود هل یستخلف کالقراءة لم اره اور اگر امام عاجز ہو رکوع
اور سجود سے تو کیا خلیفہ کر دے جیسے قراءت کے رکجانے مین کرتا ہے اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا امام شامی نے کہا کہ مین نے شارح کا ہاتہہ کا لکھا خزائن الاسرار کے حاشیہ
دیکھا کہ ظاہر کلام تجنیس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ مین خلیفہ نکرے کیونکہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہے یعنی بسبب عمل کثیر ہونے کے تو جہان وارد ہے اوسی جگہہ جائز
ہوگا نہ دوسری جگہہ بخجل ای لاجل خجل او خوف اعتراه قراءت سے رکنا بسبب خجالت کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو لا یستخلف اجماعا لو نسی
القراءة اصلا لانه صار امیا او اصابه عطف علی المنفی بول کثیر ای نجس مانع من غیر سبق حدثه فلو منه فقط بنی خلیفہ نکرے اجماعا اگر
بہولجاوے قراءت کو سرے سے اسلیے کہ امام اسصورت مین امی ہو گیا اور قوم کی نماز باطل ہو گئی تو اگر منفرد کو یہہ صورت پیش ہوگی تو وہ بھی بنا نکر سکیگا کذا فی الشامی یا لگ جاوے امام کو
پیشاب بہت یعنی نجاست مانع نماز کی اسکے حدث سابق کے سوا ہے تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگی تو بنا کرلے شارح نے کہا کہ او اصابه عطف ہے منفی پر یعنی
لو نسی پر صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ امام کو مثلا نکسیر پہوٹی اور زائد قدر درم اوسکے کپڑے کو لگ گئی تو اس نجاست سے نماز فاسد نہوگی وضو کے ساتھہ کپڑا دہو کر بنا کر سکتا ہے
ہان اگر خارج سے نجاست مانع لگی تو مفسد ہوگی او کشف عورته فی الاستنجاء هو المراد او ذراعیها للوضوء اذا لم یضطر الیه فلو اضطر لم تفسد یا کہولے
اپنی بیرمتی استنجا مین یا عورت کہولے اپنا ہاتھہ وضو کیلیے تو نماز فاسد ہوگی اور استخلاف اور بنا درست نہوگا بشرطیکہ کشف عورت کے لیے مضطر نہو پس اگر ناچار کہولنا پڑے
یعنی ڈہانپی ہوئی استنجا یا وضو ممکن نہو تو نماز فاسد نہوگی او وقرأ ذاهبا او آئبا فی حالة الذهاب او الرجوع لادائه رکنا مع حدث او مشی یا پڑہے قراءت وضو کے لیے جانے کی حالت مین
یا واپس آنیکی حالت مین تو نماز فاسد ہوگی بسبب ادا کرنے نمازی کے رکن نماز کو حدث کے ساتھہ جانیکی صورت مین یا چلنے کے ساتھہ واپس آنیکی صورت مین حالانکہ شرع نے یہہ
ہی کہا تہا علی سکون حدث کے ساتھہ جو نہ چلنے کے ساتھہ غرضکہ ہر صورت مین بہی استخلاف و بنا درست نہین بخلاف تسبیح فی الاصح بخلاف سبحان الله کہنے کے
صحیح تر قول مین کہ اوس سے نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح قراءت اور تسبیح دونو سے متعلق ہے اور اصح کا مقابل قراءت مین زیلعی کا قول ہے کہ تحقیق
قراءت پڑہیگا تو فاسد ہوگی الا صحیح کے وقت پڑہیگا تو فاسد نہوگی او طلب ماء بالاشارة او شراه بالمعاطاة للبناء یا پانی مانگا اشارہ سے یا اوسکو
خریدا تعاطی سے تو نماز فاسد ہوگی بسبب منافی ہونے ان دو نو باتون کے نماز سے ہم شامی نے پہلے مسئلہ مین یہہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نمازی سلام کا جواب اشارہ سے

ذہ ہو نہ ہو گیکو نزدیک اوسکی نماز فاسد نہیں ہو گیا وجہ کہ پانی کو ہٹا رہے سے مانگنے میں نماز فاسد ہو شیخ علی مقدسی نے سمجھا کہ پانی کا مانگنا اور قبول کرنا بہ بعض کے
ہے اسلئے مفسد ہے بخلاف رد سلام کے اور تعالٰی کے جیسے کہ امام سامنے پانی رکھدے اور جیسکو وہ اٹھا لیا اور زبان سے ایجاب قبول کچھ نکرنا تو جب تماز تعالی سے
فاسد ہو گی تو ایجاب قبول کے ساتھہ تو بدرجہ بطریق اولے فاسد ہو گی غرضکہ ان دو نوں صورتوں میں بھی استخلاف دینا جائز نہیں اوجاوز دماۃ الی النہر
فقد صلٰی بین اولیٰ منیا ای او ترجماۃ ہو کو نہ اوثر الا ان الاستقاء یمنع البناء علی المختار یا اگر کیا قریب کے پانی سے دوسری پانی کیطرف مگر مقدار دو صفوں کے
تجاوز کرنا یا قریب کے پانی کو بہولنے کے سبب سے یا اوسپر انہوں کشیرہ ہونیکی جہت سے یا اوسکے کنوان ہونیکی جہت سے دوسری پانی پر جانا بنا کا مانع نہیں اسلیے کہ پانی
کنوئیں سے نکالنا مانع بنا ہے مذہب مختار پر یعنی جب قریب کا پانی کنوان ہو تو اوسکو ترک کرے اور دور والے پر جاوے کیونکہ کنوئیں سے پانی کھینچنا مانع بنا ہوتا ہے
اور مختار کی قید اسلیے لگائی کہ بعضوں نے کہا ہے کہ اگر دوسرا پانی نہو تو کنوئیں سے پانی نکالنا مانع بنا نہیں ہے یہ قول غیر مختار ہے او مکث قدر اداء رکن وان لم ینو
الاداء بعد سبق الحدث الا لعذر کنوم و زحام یا توقف کیا مقدار ادای رکن کے اگرچہ قصد رکن کے ادا کا نکیا ہو بعد پیش ہونے حدث کے مگر عذر کی
جہت سے توقف کرنا مانع بنا نہیں جیسے نیند یا نک کسیر باعث مثلا توقف کرنا لیکن بدون عذر بعد حدث کے مقدار ادای رکن کے توقف کرنا مانع استخلاف اور بنا کا
واذا ساغ له البناء توضأ فورا بکل سنة و بنی علی ما مضی بلا کراهة و یتم صلوته ثمة وهو اولی تقلیلا للمشی او یعود الی مکانه لیتحد مکانها
کالمنفرد فانه مخیر وهذا کله ان فرغ خلیفته والا عاد الی مکانه حتما لو بینهما ما یمنع الاقتداء کالمقتدی اذا سبقه الحدث اور جب کہ درست
ہوا امام کو بنا کرنا بسبب نپائے جانے موانع بنا کی تو وضو کرے فورا یعنی بلا توقف بقدر رکن ساتھہ ہر سنت کے وضو کی سنتوں سے اور بنا کرے اوس نماز پر جو پڑھ چکا ہو بدون
کراہت کے اور تمام کرے اپنی نماز اوسی جگہہ جہان وضو کیا اور وہان تمام کرنا بہتر ہے بوجہ کم ہونے رفتار کے یا پہر آوے اپنی جگہہ پر تاکہ جگہہ کل نماز کی ایک ہو مثل منفرد کے
کہ وہ بہی مختار ہے چاہے باقی نماز وضو کی جگہہ پڑہے چاہے اوس جگہہ چلا آوے جہان پڑہ رہا تہا اور یہہ سب یعنی امام کو اختیار کا ہونا اوسوقت ہے کہ امام کا خلیفہ اسکا
نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور اگر فارغ نہوا ہو تو امام واپس آوے اپنی جگہہ پر یعنی جس جگہہ پڑہتا تہا اوسی جگہہ یا اوسکے قریب جہان سے اقتدا درست ہو چلا آوے
وجوبا بشرطیکہ امام میں اور اوسکے خلیفہ میں کوئی امر مانع اقتدا ہو جیسے مقتدی جس صورت میں کہ اوسکو حدث پیش ہو تو وضو کرکے اوسکو بہی اپنی جگہہ چلا جانا واجب ہے
بشرطیکہ مانع اقتدا اوس میں اور امام میں ہو ورنہ وضو کی جگہہ سے بہی اقتدا کر سکتا ہے واعلم انه ان تعمد عملا ینافیها بعد جلوسه قدر التشهد
ولو بعد سبق حدثه تمت لتمام فرائضها نعم تعاد لترک واجب السلام اور جان کہ اگر نمازی دانستہ کوئی کام مخالف نماز کے کرلے بعد اپنے بیٹھنے کے
مقدار تشہد کے اگرچہ بعد بے وضو ہو جانے کے کرے تو نماز اوسکی تمام یعنی درست ہو گی بسبب پورا ہونے فرضوں نماز کے ہان یہہ نماز اعادہ کیجائیگی بسبب
چہوٹنے واجب سلام کے م طحاوی نے کہا کہ تمت کے معنے صحت کے ہیں کیونکہ تمام تو جبہی ہوتی کہ نقصان کچھ واجب کا نہ تہا ولو وجد المنافی بلا صنعه قبل القعود بطلت
اتفاقا اور اگر عمل مخالف نماز بدون صنعت نمازی کے یعنی بے اختیاری سے بیٹھنے سے پیشتر پایا جائیگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے نماز باطل ہو گی م شامی نے کہا
کہ منافی سے غرض وہ فعل ہے جو حدث سماوی مذکور العقد کے سوا ہو کیونکہ حدث بہی قیاس کی رو سے مخالف ہے مگر شرع نے اوسکو مخالف نہیں اعتبار کیا ولو بعده بطلت
فی المسائل الاثنی عشریة عند الامام وقالا صحت ورجحه الکمال وفی الشرنبلالیة والاظهر قولهما بالصحة فی الاثنی عشریة اھ اگر فعل مخالف
بے اختیار بعد مقدار تشہد کے پایا جائیگا تو نماز باطل ہو گی مسائل دوازدہ گانہ میں امام کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ درست ہو گی اور ترجیح دی ہے کمال نے صاحبین کے
قول کو اور شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر تر قول صاحبین کا ہے نماز کی صحت کا مسائل دوازدہ گانہ میں م وجہ باطل ہونے نماز کی امام کے نزدیک یہہ ہے کہ نماز سے باہر آنا
باختیار خود امام کے نزدیک فرض ہے بموجب تخریج بردعی کے تو جبتک باختیار خود نماز سے باہر آنا نپایا جائیگا اوسوقت تک جو فعل مخالف نماز کے بے اختیار
سرزد ہو گا وہ نماز کے اندر ہو گا اسلیے نماز باطل ہو گی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعه فرض نہیں تو قعدہ اخیرہ پر فرائض نماز تمام ہو جائینگے اسلیے نماز
صحیح ہو گی اور کرخی کے قول کے بموجب امام کے نزدیک بہی خروج بصنعه فرض نہیں تو اس صورت میں وجہ بطلان نماز یہہ ہے کہ فرض میں تغیر واقع
ہوتا ہے مثلا تیمم والے نے بعد قعدہ اخیرہ کے پانی پر قدرت پائی تو اوسکے حق میں پہلے فرض تیمم تہا اب متغیر ہو کر وضو ہو گیا کذا لمنحہ

الشامی وہی ماذکرہ بقولہ لما تبطل لو قرء بالفاء کما فی الدرر الکافی قولہ بقدرۃ المتیمم علی الماء اور وہ بارہ مسئلہ یہ ہین جو مصنف اپنے قول آئندہ میں
مذکور کرتا ہے چنانچہ باطل ہوتی ہے نماز بسبب قدرت پانے متیمم کے یعنی تیمم کرنے والے نے پانی پر جسے بباعث نہ ملنے پانی کے یا نہ استعمال کر سکنے کے تیمم کر کے نماز
پڑھی قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد پانی یکایک نظر آگیا یا اوسکے استعمال پر قادر ہو گیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہو گی اور صاحبین کے نزدیک
صحیح شارح نے کہا کہ اگر مصنف لفظ کاف کی جگہ قدرت کے ساتھ تفریع کرتا جیسا درر میں ہے تو اچھا ہوتا اسلیے کہ کاف سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اور بھی بطلان
نماز کا مذکور ہے وہ ان مسائل کے سوا ہین سے حالانکہ وہ انہین مسائل میں مخصوص ہے ہم یہ پہلا مسئلہ ہے بارہ میں کا واما مسئلۃ رؤیۃ المتوضی الموتم
بمتیمم الماء فیہا خلاف زفر فقط وتغلیب نفلا اور مسئلہ پانی دیکھنے وضو والے مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے اسمین صرف خلاف زفر کا ہے کہ اونکے نزدیک
نماز فاسد نہین ہوتی ائمہ ثلثہ کے نزدیک اوسکا وصف باطل ہو جاتا ہے یعنی نفل ہو جاتی ہے ہم یہ جواب ہے زیلعی کے اعتراض کا کنز پر اعتراض زیلعی کا یہ تھا
کہ اول مسئلہ میں جو قدرت متیمم کی قید ہے اس کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ اگر وضو کرنے والا تیمم والے کے پیچھے پڑھتا ہو اور وہ پانی دیکھے تب بھی نماز باطل ہوتی ہے کیونکہ
اوسکے عقیدہ میں امام پانی پر قدرت رکھتا ہے تو تیمم سے امام کی نماز درست نہو گی گو واقع میں امام کی نماز پوری ہے شارح نے جواب دیا کہ ذکر ان مسائل کا ہے جنمین خلاف ہے
امام اعظم اور صاحبین کے ہے اور اس مسئلہ میں تینون مین کچھ اختلاف نہین سب کے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے البتہ خلاف زفر کا ہے کہ وہ فاسد نہین کہتے کذا فی الشامی و
ومضی مدۃ مسحہ ان وجد ماء ولم یخف تلف رجلہ من برد لانہ ینقضی علی الاصح کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ مین کا گذرنا مدت نمازی کے
مسح کا ہے جبصورت میں کہ پانی پاوے اور اپنے پاؤنکے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نکرے اور اگر مدت مسح کی پوری ہوئی پر پانی نپاوے یا پانی ہو مگر سردی کے
مارے رہ ہو سکے تو نماز پوری ہو جاتی ہے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح مین گذرا وتعلم امی آیۃ ای تذکرہا او حفظہ بلا صنع ولو کان الامی مقتدیا
بقاری علی ما علیہ الاکثر لکن فی الظہیریۃ صحح الصحۃ قال الفقیہ وبہ ناخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہے آیت کو یعنی خود اوسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہو گئی
بدون اختیار کے اگرچہ امی مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہو گی امام کے نزدیک بنابر اوس قول کے جسپر اکثر فقہا ہین لیکن ظہیریہ مین صحت نماز کی تصحیح
ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ ہم اسی قول کو لیتے ہین ہم بحر الرائق مین کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہہ ہے کہ امام کی قراءت اوسکی قراءت ہے تو اوسکی نماز کا شروع
کامل طور پر تھا تو آخر مین آیت کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہین آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہو گا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا ووجد
العاری ثوبا تصح بہ الصلوۃ چوتھا مسئلہ پایا برہنہ کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کو بھی کافی ہو ومثلہ لو صلی بنجاسۃ
فوجد ما یزیلہا او اعتقت الامۃ ولم تتقنع فورا اس مسئلہ کے مانند ہے اگر نماز پڑھی نجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے اوسنے کوئی پایا جو نجاست دور کرے تو اس
صورت مین بھی امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہو گی یا لونڈی بعد تشہد کے آزاد ہوئی اور اوسنے فورا سر کو نہ چھپایا تب بھی نماز جاتی رہیگی ہم یہہ دو مسئلے شارح نے
زائد کیے ہین ونزع الماسح خفہ الواحد بعمل یسیر فلو بکثیر تمت اتفاقا پانچوان مسئلہ نکالنا مسح کرنیوالے کا اپنے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلا
موزہ ڈھیلا تھا اور ذرا حرکت سے پاؤن سے نکل گیا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اگر عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر مین نماز
سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہے وقدرۃ موم علی الارکان چھٹا مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والے کا رکوع اور سجدہ پر مفسد نماز ہے امام صاحب
کے نزدیک وتذکر فائتۃ علیہ او علی امامہ وہو صاحب ترتیب والوقت متسع ساتوان مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے
ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمے اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ شخص جسکے ذمے قضا نماز ہے صاحب ترتیب ہے اور وقت وسیع ہے یعنی
فائتہ اور وقتیہ دونون پڑھ سکتا ہے تو اگر وقت تنگ ہو گا تو نماز بالاتفاق تمام ہو جائیگی ہم قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے
نزدیک نماز قطعا باطل نہین ہوتی بلکہ اوسکا فساد موقوف رہتا ہے اگر بعد اوسکے پانچ نمازین وقتی اور پڑھ لے گا باوجود قضا کے یاد ہونے کے
تو وہ نماز بھی جائز ہو جائیگی اور اگر قضا شدہ کو ادا کریگا تو باطل ہو جائیگی تو یہان باطل کے ذیل مین مصنف کا اوسکو ذکر کرنا اس اعتماد پر
ہے کہ قضا نمازون کے بیان مین اوسکی تفصیل آویگی کذا فی المجتبی وتقدیم العاری ہہنا مطلقا وقیل لا فساد لو کان استخلافہ

بعد التشہد بالاجماع وہو الاصح کما فی الکافی لانہ عمل کثیر آٹھوان مسئلہ آگے کرنا نائب کا امی کو مطلقا خواہ تشہد کے پہلے ہو یا پیچھے اور
بعض فقہا نے کہا ہی کہ اگر خلیفہ کرنا امی کو بعد تشہد کے ہو گا تو بالاتفاق نماز فاسد نہوگی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ کافی مین ہے اور وجہ
عدم فساد کی یہہ ہی کہ استخلاف عمل کثیر ہو یعنی اوس سے نماز پوری ہو جاویگی ہم حلبی نے کہا کہ شارح کو مطلقا کہنا زیبا نہ تہا اس لیے کہ
یہہ مسائل تو مفروض تشہد کے بعد مین علاوہ ازین قبل تشہد استخلاف امی کا بالاتفاق مفسد ہی فقط امام صاحب کے نزدیک اور یہان منظور بیان کرنا
اون صورتون کا ہی جنمین امام اور صاحبین مین خلاف ہی اور وہ صرف بعد تشہد کے ہی اور جب اصح اس باب مین عدم فساد ہی تو معلوم ہوا کہ یہہ صورت
خلافی نہین ہی کذا فی الحلبی والسعدی وطلوع الشمس فی الفجر نوان مسئلہ آفتاب کا نکل آنا فجر کی نماز مین بعد تشہد کے کہ امام کے نزدیک مفسد ہی وزوالہا فی العید
ودخول وقت من الثلاثۃ علی مصلی القضاء اور ڈہل جانا آفتاب کا عید کی تشہد کے بعد اور قضا پڑہنے والے پر تین وقتون مین سے ایک کا آجانا یعنی
طلوع خواہ سہوا یا غروب کا وقت ہو جانا قضا نماز کے تشہد کے بعد ہم یہہ صورتین شارح نے زیادہ کی ہین ودخول وقت العصر بان بقی فی قعدتہ الی
ان صار الظل مثلیہ فی الجمعۃ بخلاف الظہر فانہا لا تبطل دسوان مسئلہ وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز مین اسطرح کہ امام قعدہ مین ٹہیرا رہا یہان
کہ سایہ دومثل ہو گیا تو امام اعظم کے نزدیک نماز فاسد ہو گی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کے آجانے سے وہ باطل نہین ہوتی ہم کافی مین اس مسئلہ پر
اعتراض کیا ہی کہ امام کے نزدیک وقت عصر دومثل پر ہوتا ہی اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل پر تو وقت عصر کے جمعہ مین داخل ہونے سے خلاف کی صورت
کیسے بنیگی شارح نے اوسکی صورت کو بیان کر دیا کہ یون ہو سکتی ہی کہ امام قعدہ مین بیٹھا رہی کذا فی الطحطاوی وزوال عذر المعذور بان لم یعد فی الوقت
الثانی گیارہوان مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا اسطرح کہ دوسرے وقت مین پہر نہ عود کرے ہم معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہو گیا تو دیکہنا چاہیے کہ اگر عذر
مذکور آیندہ نماز کے وقت کامل تک موقوف رہا تو امام اعظم کے نزدیک نماز جسکے تشہد کے بعد عذر موقوف ہوا تہا فاسد ہو گئی اوسکی قضا کرے اور اگر عذر مذکور نے
دوسرے وقت مین عود کیا تو نماز صحیح ہی کذا فی البحر وکذا خروج وقتہ شارح نے یہہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز
جاتا رہیگا تو معذور کی نماز فاسد ہو گی اسلیے کہ وقت کے نکل جانے سے معذور کی طہارت باطل ہو جاتی ہے وسقوط جبیرۃ عن برء بارہوان مسئلہ گر جانا جبیرہ کا
اچہا ہونے کے بعد ہم جبیرہ وہ لکڑیان ہین جن سے ٹوٹے عضو کو باندہتے ہین تو اگر نمازی نے وضو کرنے مین مثلا جبیرہ پر مسح کر لیا تہا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو
مسح جاتا رہیگا اور نماز بہی فاسد ہو جائیگی واعلم انہ لا تنقلب الصلوۃ فی ہذہ المواضع العشرۃ نفلا اذا بطلت الا فی ثلث فیما اذا تذکر فائتۃ
او طلعت الشمس او خرج وقت الظہر فی الجمعۃ کما فی الجوہرۃ زاد فی الحاوی والمومی اذا قدر علی الارکان ونزاد مسئلۃ المؤتم بمتیمم
کما قدمنا والظاہر ان زوالہا فی العید ودخول الاوقات المکروہۃ فی القضاء کذلک ولم اذکرہ جاننا چاہیے کہ نماز ان بیس جگہون مین جب باطل
ہو جاتی ہی تو نفل نہین ہو جاتی بجز تین صورتون کے ایک اوس صورت مین کہ فوت شدہ نماز یاد کرے ۲ یا آفتاب فجر کی نماز مین نکل آوے ۳ یا وقت ظہر جمعہ مین جاتا رہے
چنانچہ جوہرہ مین ہے حاوی قدسی مین چوتہی صورت زیادہ کی ہی کہ اشارہ سے پڑہنے والا جب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اوسکی نماز بہی نفل ہو جائیگی شارح کہتا ہی اور
مسئلہ یاد متیمم مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے زیادہ کرنا چاہیے یعنے اون نمازون مین جو نفل ہو جاتی ہین گو خلافی نہون کذا فی الطحطاوی چنانچہ ہمنے پیشتر بیان کیا ہی اور
ظاہر ہے کہ آفتاب کا ڈہلنا عید مین اور اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا مین ایسا ہی ہو اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکہا ہم شارح نے بیس جگہہ اسلیے کہا کہ بارہ مسئلے
متن نے لکہی تہے آٹہہ شارح نے زیادہ کیے اول بارہ اوسپر کا جو نجاست کو دور کرے جبکہ نجس کپڑے سے نماز پڑہتا ہو دوم سر ڈہانکنا لونڈی کا سوم یاد کرنا مقتدی کا امام کی
فوت شدہ نماز کو جب کہ امام صاحب ترتیب ہے چہارم آفتاب کا ڈہلنا عید مین پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا مین ششم ٹہیک دوپہر کا ہو جانا قضا مین ہفتم وقت غروب کا
آجانا قضا مین ہشتم معذور کے وقت کا نکلجانا اور بحر الرائق مین ان سب صورتون کو بہی بارہ مین داخل کر دیا ہی یعنی اول اور دوم کو بارہ کے مسئلے مین اور سوم چہارم پنجم
اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع مین اور ہشتم صورت کو مسح کے گذر جانے مین باقی رہی تیسری صورت اوسکو محشی نے ساتوین مسئلہ مین داخل کیا ہی شامی نے کہا کہ اسکے داخل
کرنے مین صریح تکلف ہی حلبی نے کہا کہ جن مسئلون کو شارح نے ظاہر کہا ہی اونمین مصرح دیکہنے کی حاجت نہین اون کا حکم وہی ہی جو شارح نے لکہا اسلیے کہ جب وقت

مگر وجہ مخالف نفل کے منعقد ہونیکے نہین یعنی ابتداء نفل اون مین جائز ہی تو بہار نفل کے مخالف کیسے ہونگی ولو استخلف الامام مسبوقا او لاحقا
او مقیما وھو مسافر صح والمدرک اولی اور اگر خلیفہ کری امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کری مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہی یعنی بوجہ شریک
ہونیکے تحریمہ مین اور مدرک خلیفہ کرنے کے لئے بہتر ہی اسلیے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہی ہم مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہی
مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا ضروری ہی پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اوسکو چاہیئے کہ لوگون کو اشارہ سے منع کردے کہ میری متابعت نکرنا جب تک
کہ مین فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ چکون پہر اول فوت شدہ کو پڑہے اوسکے بعد جہان سے امام کی نماز رہی ہو اوسکو پڑہے اسمین مقتدی اوسکی متابعت
کرین فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا مسافر نے اور مقتدی مسافر اور مقیم سب ملے ہین تو اوسکو چاہیئے کہ دو رکعتون کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کردے
کہ وہ سلام پہیرے پہر مقیم مقتدی دو رکعتین باقی اکیلے اکیلے بدون قراءت کے پڑہ لین اور بہتر یہہ ہی کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول
نکرین اور امام کے حق مین بھی بہتر ہی کہ مدرک کے سوا دوسرے کو خلیفہ نکرے کذا فی الشامی ولو جہل الکمیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطا اور اگر مسبوق
یہہ نجانے کہ کتنی رکعتین امام نے پڑہی ہین تو ہر رکعت مین بیٹھے براہ احتیاط یعنی اس احتمال سے کہ شاید وہ رکعت امام کی آخر رکعت ہو ہم یہہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اسکی تفصیل یہہ ہے کہ اگر مسبوق
خلیفہ اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار نجانتے ہون مثلا سب مسبوق ہون تو خلیفہ ایک رکعت پڑہکر بیٹھے پہر کہڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑہے اور مقتدی اسکا انتظار اس باقی مین کرین
اسکی فارغ ہونے تک صبر کرین جب سلام پہیر چکے اوسوقت اپنی اپنی باقی نماز تنہا پڑہ لین کذا فی نہر الفائق ولو مسبوقا برکعتین فرضنا القعدتان اور اگر خلیفہ مسبوق ہو دو رکعتون سے تو ہم دو قعدے
اسپر فرض کہینگے یعنی ایک قعدہ امام کی نیابت کیوجہ سے اور دوسرا خود اوسکا قعدہ اخیرہ ولو اشار الیہ انہ لم یقرأ فی الاولیین فرضت القراءۃ فی الاربع اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو
کہ مینے پہلے دوگانہ مین قراءت نہین پڑہی تو چارون رکعتون مین قراءت مسبوق پر فرض ہوگی یعنی دو مین بوجہ نیابت امام کے اور دو مین خود اوسکی نماز مین ہم اس مسئلہ کی پہیلیان پوچہی جاتی ہی کہ کونسا
نمازی ہی جسپر چارون رکعتون مین قراءت فرض ہی فلو اتم المسبوق صلوۃ الامام قدم مدرکا للسلام پہر جب مسبوق امام کی نماز تمام کر چکے تو کسی مدرک کو آگے کردے تاکہ وہ سلام پہیردے
ثم لو اتی بما ینافیھا کضحک تفسد صلوتہ دون القوم المدرکین لتمام ارکانہا وکذا تفسد صلوۃ من حالہ کحالہ الا اللسان فی خلافہا پہر یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگرچہ مدرک کو
خلیفہ کیا ہو یا نہین اگر مسبوق وہ حرکت کرے جو مخالف نماز ہو مثلا ہنسا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی نہ مدرک مقتدیونکی بوجہ پورا ہوجانے ارکان نماز مدرکون کے اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز
اس شخص کی جسکا حال مثل حال مسبوق کے ہو بسبب پائی جانے حرکت مخالف نماز کے درمیان مسبوقونکی نماز کے وکذا تفسد صلوۃ الامام الاول المحدث ان لم یفرغ فان فرغ بان
توضأ ولم یقتد بہ لا تفسد فی الاصح لما مرّ انہ کمقتد اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز امام اول بیوضو کی اگر وہ نماز سے فارغ نہوا ہو صحیح قول مین بسبب اس بات کے جو گذرا کہ
امام مذکور مثل مقتدی کے ہی جبتک خلیفہ فارغ نہوا ہو ورنہ مثل منفرد کے ہی پس اگر امام اول فارغ ہوگیا ہو اسطرح کہ وضو کرکے خلیفہ کا شریک ہوگیا ہو اور کوئی رکعت
فوت نہوئی ہو تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح عدم فراغت کی صورت سے متعلق ہی اور اس کا مقابل روایت ابی حفص کی ہی کہ اس صورت مین بھی امام مذکور کی نماز
پوری ہی وتفسد صلوۃ مسبوق عند الامام بقہقہۃ امامہ وحدثہ العمد ای بعد قعودہ قدر التشہد الا اذا قید
رکعتہ بسجدۃ لتاکد انفرادہ اور فاسد ہوتی ہی نماز مسبوق کی امام اعظم کے نزدیک بسبب کہلکہلاکر ہنسنے اور دانستہ حدث کرنے اوسکے امام
یعنی امام کے بقدر تشہد کے مگر جب کہ مقید کردے مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ سے تو اب اوسکی نماز فاسد نہوگی بوجہ مستحکم ہوجانے اوسکے انفراد کے
ہم یعنے اگر مسبوق متابعت امام کی ترک کرکے اپنی نماز پڑہنے مین مشغول ہوا اور ایک رکعت کا سجدہ کر چکا تو اسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت
بے وضو ہونے کی دانستہ کریگا تو مسبوق کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ مسبوق بسبب ایک رکعت پڑہ لینے کے منفرد ہوچکا امام کے پیچہے نہین کہ
حرکت امام کی اوسکی نماز کے اثنا مین واقع ہو ولو تکلم امامہ او خرج من مسجدہ لا تفسد اتفاقا لانھما منہیان لا مفسدان
ولذا یلزم المدرکین السلام ویتعوضون فی القہقہۃ بالاسلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز باتفاق
امام اور صاحبین کے فاسد نہوگی اسلیے کہ بولنا اور مسجد سے باہر ہونا تمام کرنیوالے ہین نہ مفسد اور ان کے مفسد نہونیکی ہی جہت سے مدرکین پر سلام لازم
ہی یعنی اگر امام بول پڑے یا مسجد سے تنہا نکل جاوے تو مدرک مقتدیونپر واجب ہے کہ سلام پہیرین اور قہقہہ اور حدث عمد مین بدون سلام کے شکر ہی ہوگی کیونکہ یہہ دونو مفسد ہین ہم فنا یہین ہے

کہ بعینہ اوسکو کہتے ہین جسکو شارح نے تحریمہ کا اوٹھانا وغیرہ والا عہد کیا ہو نماز سے فارغ ہونیکے وقت جیسے سلام پھیرنا اور خروج بصنعہ ہو اور قہقہہ او حدث عمد مفسد ہین کیونکہ ان سے شرط نماز کی یعنی طہارت دور ہو جاتی ہے تو نماز امام کے جس جزو سے یہہ ملینگے اوسکو فاسد کر دینگے اور اوسی قدر مسبوق کی نماز کا جزو فاسد ہو جائیگا اب جو اپنی نماز پڑھیگا تو جزو فاسد پر بنا ہو گی اور فاسد پر بنا فاسد ہوتی ہے لہذا مسبوق کی نماز فاسد ہوئی کذا فی الشامی بخلاف المدرک فانہ کالامام اتفاقاً بخلاف مدرک کے کہ وہ مثل امام کے ہے بالاتفاق یعنی امام کے قہقہہ او حدث عمد سے اوسکی نماز فاسد نہین ہوتی ولو لاحقا ففی فساد صلوتہ تصحیحان والصحیح فی الشرنبلالیۃ الفساد وفی الظہیریۃ عدمہ وظاہر البحر والنہر تائید الاول اور اگر مقتدی لاحق ہو اور امام بعد تشہد کے قہقہہ یا حدث عمد کرے تو لاحق کی نماز کے فاسد ہونے مین دو تصحیحین ہین سراج مین فساد کو صحیح کہا ہے اور ظہیریہ مین عدم فساد کو اور ظاہر بحر الرائق اور نہر الفائق کا قول اول یعنی فساد نماز کی تائید کرتا ہے مضمون بحر الرائق کا اس مسئلہ مین یہہ ہے کہ امام کی نماز فاسد نہو گی کیونکہ اوس کے ذمہ کچھہ نماز باقی نہین بخلاف لاحق کے تو اس سے ظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ لاحق کی نماز فاسد ہو ولو احدث الامام لا خصوصیۃ لہ فی ہذا المقام فی رکوعہ او سجودہ توضأ وبنی واعادہا فی البناء علی سبیل الفرض ما لم یرفع راسہ منہما مریدا للاداء اما اذا رفع راسہ مریدا بہ اداء رکن فلا یبنی بل تفسد ولو لم یرد الاداء فروایتان کما فی الکافی وفی المجتبی ویتلفظ فی قعود یا ولا رفع مستویا فقد فسد اور اگر امام بے وضو ہو گیا اپنے رکوع یا سجدہ مین شارح نے کہا کہ اس مقام مین امام کی کچھہ خصوصیت نہین بلکہ مقتدی یا منفرد ہو اوس کا بھی یہی حکم ہے یعنی وضو کر کے نماز سابق پر بنا کرے اور بنا مین اوس رکوع یا سجدہ کو بطور فرض پھیر کرے جس مین حدث ہوا بنا کرے جب تک کہ اپنا سر رکوع اور سجدہ سے بارادہ ادا نہ اوٹھایا ہو اور جس صورت مین کہ سر اوٹھایا ہو یہہ ارادہ کر کے کہ سر اوٹھانیسے رکن ادا کرے تو اب بنا نکرے بلکہ نماز فاسد ہو جائیگی از سر نو پڑھے اور اگر سر اوٹھانیسے اوسکا ارادہ نہین کیا تو دو روایتین ہین چنانچہ کافی مین ہے یعنی ایک کی بموجب بنا کرے اور دوسری روایت کے بموجب نماز فاسد ہو گی اور مجتبی مین ہے کہ جب کوئی بے وضو ہو تو کبڑا او جھکا ہوا پیچھے ہٹے اور سر اونچا نکرے خوب سیدھا ہو کر ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ مجتبی کی مراد یہہ ہے کہ نماز مین جسجگہہ سر اونچا کرنا ہے یعنی رکوع سے ہٹ کر سیدھا ہو جائیگا تو نماز فاسد نہو گی ولو تذکر المصلی فی رکوعہ او سجودہ انہ ترک سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ فانحط من رکوعہ بلا رفع او رفع من سجودہ فسجدہا عقب التذکر اعادہما ای الرکوع والسجود ندبا لسقوطہ بالنسیان وسجد للسہو ولو اخرہا الی اخر صلوتہ قضاہا فقط اور اگر یاد کیا نمازی نے اپنے رکوع یا سجدہ مین کہ ایک سجدہ نماز کا یا تلاوت کا چھوڑ دیا اور رکوع سے بدون سر اوٹھانے کے جھک پڑا یا سجدہ سے سر اوٹھایا اور چھوٹے ہوئے سجدہ کو یاد کرنیکے بعد کر لیا تو مستحب ہے کہ اوس رکوع اور سجدہ کو دوبارہ کرلے جسمین چھوٹا ہوا سجدہ یاد کیا بسبب ساقط ہونے وجوب اعادہ کے بھولنے کے باعث اور سجدہ سہو کرے اور اگر چھوٹے ہوئے سجدہ کو تاخیر کرے آخر نماز تک تو صرف اوسکو قضا کرے یعنی اس صورت مین اعادہ رکوع اور سجدہ کا نہ واجب ہے نہ مستحب ہان سجدہ سہو اس صورت مین بھی واجب ہو گا بسبب چھوٹنے ترتیب کے دو سجدون مین حلبی نے کہا کہ سقوط بالنسیان جواب ہے اعتراض کا اوسکی تقریر یہہ ہے کہ اعادہ رکوع یا سجدہ کا واجب ہونا چاہیے کیونکہ ترتیب واجب تھی وہ ترک ہوئی شارح نے جواب دیا کہ بھولنے سے واجب ساقط ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو سے اسکا نقصان پورا ہو جاتا ہے اور ضمیر سقوط کی وجوب اعادہ کی طرف ہے جو مذکور نہین ولو امّ واحدا فقط فاحدث الامام ای خرج من المسجد والا فہو علی امامتہ کما مر تعین المؤتم للامامۃ لو صلح لہا ای لامامۃ الامام بلا نیۃ لعدم المزاحم والا یصلح کصبی فسدت صلوۃ المقتدی اتفاقا دون الامام علی الاصح لبقاء الامام اماما والمؤتم بلا امام ہذا اذا لم یستخلفہ فان استخلفہ ففی صلوۃ الامام والمستخلف کلیہما باطلۃ اتفاقا اور اگر ایک شخص صرف ایک مقتدی کا امام ہوا پھر امام بے وضو ہو گیا یعنی مسجد سے باہر چلا گیا متعین ہو گا مقتدی بدون نیت کے واسطے امامت کے اگر صلاحیت امام کی امامت کی رکھتا ہو گا بسبب باہر چلے جانے امام کے شارح نے کہا کہ مسجد سے خارج ہونیکی قید یہہ لگائی کہ اگر امام مذکور مسجد سے خارج نہو گا تو اپنی امامت پر قائم رہیگا مقتدی امام نہین ہو جائیگا اور اگر مقتدی مین صلاحیت امام کی امامت کی نہو گی مثلاً لڑکا مقتدی ہو تو اس مقتدی لڑکے کی نماز فاسد ہو گی بالاتفاق نہ نماز امام کی صحیح قول کے بموجب بسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام رہنے یہہ فاسد ہونا نماز مقتدی کا اور فاسد ہونا امام کی نماز کا اس صورت مین ہے کہ امام نے اوسکو خلیفہ نکیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کر دیگا تو امام اور خلیفہ دونو کی نماز بالاتفاق باطل ہو گی صح اصح قول کا مقابل یہہ ہے کہ بعض کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہو گی اور بعض کے نزدیک دونو کی اور خلیفہ کرنے مین یہہ قید ہے کہ تشہد اخیر کے پہلے ہو اور اگر بعد قدر تشہد کے

ولو ام رجل رجلاً فاحدثا وخرجا من المسجد فصلوٰۃ
تعدد کے خلیفہ کریگا تو امام کی نماز فاسد ہوگی بسبب حاجت خلیفہ ہونے امام کے اپنے نفل فساد ہی کے کذا فی الشامی
الامام و بنیٰ علی صلوٰتہ وفسدت صلوٰۃ المقتدی لما مر اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہوا اور دونو بیوضو ہو گئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری ہے
اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز فاسد ہو گئی بسبب اوس وجہ کے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہے اور مقتدی بلا امام رہ گیا کذا فی الخطاء
رعاف یمکث الی انقطاعہ ثم یتوضا و یبنی لما مر واللہ اعلم نماز کو نکسیر پھوٹی اوسکے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کرکے بنا کرے اوسی وجہ کے سبب سے

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

کہ پیشتر ہوئی یعنی توقف کرنا عذر کے لیے مانع بنا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم یہہ باب ہے
اون امور کے بیان میں جو نماز کو فاسد کرتے ہیں اور جو اوسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہیں عقب العارض الاضطراری بالاختیاری مصنف نے عارض
اضطراری کے بعد اختیاری کو ذکر کیا ہے یعنی عوارض دو قسم ہیں ایک بے اختیار جس کا بیان باب سابق میں گذرا اور دوسرا اختیاری جسکو مصنف اس باب میں ذکر
کرتا ہے یفسدہا التکلم ہو النطق بحرفین او بحرف مفہم کع وق امرا ولو استعطف کلبا او ہرۃ او ساق حمارا لا تفسد لانہ صوت
نماز کو فاسد کرتا ہے نماز کو کلام کرنا کلام بولنا ہے دو حرفون کا یا ایک حرف مطلب سمجھانیوالا مثل ع اور ق امر کے صیغے کہ اول کے معنی ہیں حفاظت کر اور
دوسرے کے بچا تو اوس کے یہہ معنی کہ ایک حرف سمجھ کا بولنا کلام میں داخل ہو گا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلایا یا گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ
یہہ آواز ہے حرف نہیں بعد کلام میں حرفون کا ہونا چاہیے ہرچند یہہ آواز ہے مفسد نہیں مگر مکروہ ہے کذا فی الحلبی وعمدا وسہوا قبل قعود قدر التشہد
بیان کلام کا قصدا کرنا اور سہو کرنا ایسا ہی ہے بیٹھنے نمازی کے مقدار تشہد کے یکسان ہے ہم قبل قعود کی پہلی قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمدا ہو یا سہوا مفسد نہیں
وسواء کان ناسیا او نائما او جاہلا او مخطئا او مکرہا ہو المختار اور برابر ہے کہ کلام صادر ہو نسیان سے یعنی بھول گیا کہ نماز پڑھتا ہے یا سوتے میں کلام کیا یا نادانی
سے یعنی اوسکو معلوم نہ تھا کہ کلام مفسد نماز ہے یا چوک کر کلام کیا کہ قصد قراءت خواہ ذکر کا تھا اوسکی جگہ یہہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ میں کلام کیا اسطرح کہ کسی
نے زبردستی اوس سے کلام کرایا تو ان سب صورتون میں کلام سے نماز فاسد ہو گی یہی مختار ہے ہم جاننا چاہیے کہ فقہا اور اصولیون اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان میں کچھ
فرق نہیں مگر حکما یہہ فرق بیان کرتے ہیں کہ سہو اسکو کہتے ہیں کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہے لیکن حافظہ میں باقی رہے اور نسیان یہہ ہے کہ مدرکہ اور حافظہ دونو
سے جاتی رہے اور اسکے معلوم کرنیکو پھر سبب جدید کی احتیاج پڑے اور سہو اور خطا میں یہہ فرق ہے کہ سہو والا آگاہ کرنے سے خبردار ہو جاتا ہے اور خطا والا متنبہ نہیں ہوتا
اور اگر مشقت کے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونیکی حالت کے کلام کیطرف راجع ہے اسلیے کہ اوسی میں اختلاف فقہا و مذہب مذکور ہے چنانچہ فخر الاسلام نے عدم
فساد کو اختیار کیا ہے اور بقیہ صورتون میں حنفیون کا خلاف نہیں بلکہ اور مذہب والون کا ہے وحدیث رفع عن امتی الخطاء محمول علی رفع الاثم اور یہہ حدیث کہ اٹھا
لیا گیا میری امت سے چوکنا محمول ہے گناہ کے اٹھا لینے پر حلبی نے کہا کہ یہہ حدیث ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث میں نہیں پائی گئی بلکہ ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے
ان الفاظ سے روایت کی ہے ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اوٹھا رکھا میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جس پر وہ زبردستی کیے جاویں
تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام کرنا بھولنے یا چوکنے یا زبردستی سے مفسد نماز نہو اسلیے شارح نے کہا کہ اس حدیث کے یہہ معنے ہیں کہ بھول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم
مراد ہے یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہے مراد نہوگا ورنہ تعمیم لازم آویگی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین منسوخ بحدیث مسلم ان صلوٰتنا
ہذہ لا یصلح فیہا شیء من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہے مسلم کی اس حدیث سے کہ ہماری اس نماز میں آدمیون کا کوئی کلام مناسب نہیں ہم ذی الیدین
کے دونو ہاتھ یا ایک لمبا تھا اس سبب سے ذی الیدین کہلائے اون کا نام عمیر اور لقب خرباق اور کنیت ابو محمد ہے اونکی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو صحیحین میں بروایت ابوہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب یا عشا کی پڑھی اور دو رکعتون پر سلام پھیر کر اوٹھے اور مسجد میں ایک لکڑی پر تکیہ لگا لیا اسکے آخر میں
مذکور ہے کہ ذو الیدین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نماز کم ہو گئی یا آپ بھول گئے آپ نے فرمایا کہ نہ میں بھولا نہ نماز کم ہوئی اونہوں نے عرض کیا کہ کوئی بات تو ہوئی آپ نے
حاضرین سے دریافت فرمایا کہ ذو الیدین جسطرح کہتا ہے ایسا ہی ہے انہوں نے عرض کیا ہان آپ آگے بڑھے اور جسقدر نماز رہ گئی تھی اوسکو پڑھا اور سجدہ سہو کیا تو اس حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام مفسد نماز نہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کلام فرمانے کے پہلی ہی نماز پر بنا کی شارح جواب دیتا ہے کہ یہہ حدیث منسوخ ہے اوس حدیث سے جو

مسلم نے معاویہ بن الحکم سلمی سے روایت کی ہے کہ اس اثنا میں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا کہ ایک شخص نے لوگوں میں سے چھینک لی میں نے یرحمک اللہ
کہا لوگوں نے مجھکو گھورنا شروع کیا میں نے کہا کہ تمکو کیا ہوا ہے کیوں دیکھتے ہو اونہوں نے اپنے ہاتھ رانوں پر مارے میں نے جب جانا کہ مجھکو چپ کرتے ہیں میں خاموش
ہو رہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے مجھکو بلایا پس فدا ہوں آپ پر میرے والدین میں نے آپ سے بہتر تعلیم کرنیوالا نہ پیشتر دیکھا تھا نہ آپ کے بعد کہ مجھکو
نہ ڈانٹا نہ مارا نہ برا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ اس نماز میں کوئی کلام آدمیوں کا مناسب نہیں ہے یہ تو صرف تکبیر اور تسبیح اور قراءت قرآن ہے الحدیث ۱۲
السلام ساهيا للتحليل اى للخروج من الصلوة قبل اتمامها على ظن اكمالها فلا يفسد مگر سلام سہو سے ہو کر تحلیل کے لیے یعنی نماز سے باہر آنیکو پیشتر اوسکے
پورا پڑھنے کے بخیال اوسکے کامل ادا کرنیکے کہ یہ سلام مفسد نماز نہیں بخلاف السلام على انسان للتحية او على ظن اتمامها ترويحة مثلا او سلم قائما فى
غير جنازة فانه يفسدها مطلقا وان لم يقل عليكم ولو ساهيا فسلام التحية مفسد مطلقا وسلام التحليل ان عمدا بخلاف سلام کے کسی
آدمی پر بقصد تحیہ کے یا سلام اس خیال سے کہ نماز تراویح ہے مثلا یا سلام کیا حالت قیام میں سوای جنازہ کی نماز کے کہ یہ تینوں سلام مفسد نماز ہیں مطلقا اگرچہ لفظ
علیکم کہا ہو اور اگرچہ بھولکر سلام کہا ہو پس سلام تحیت کا مفسد ہے مطلقا خواہ دانستہ ہو یا بھولکر اور سلام نماز سے باہر آنیکا مفسد ہے اگر دانستہ ہو م فساد نماز
سلام تحیت سے اسلیے ہے کہ وہ کلام میں داخل ہے اور بگمان تراویح اسلیے مفسد ہے کہ نمازی نے قطع نماز کی نیت کی اور حالت قیام کا سلام اسلیے مفسد ہے کہ قیام
اوسکا محل نہیں اور چونکہ جنازہ میں سلام کھڑے ہونیکی حالت میں ہوتا ہے بلحاظ اوسکے سلام سہو کرنا معاف ہے جیسے سلام تحلیل بعدہ بھی سہوا معاف ہے ورد السلام ولو
سهوا بلسانه لا بيده بل يكره على المعتمد نعم لو صافح بنية السلام قالوا تفسد لانه عمل كثير اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا سلام کا زبان سے اگرچہ بھولکر
ہو نہیں فاسد کرتا ہاتھ سے جواب دینا بلکہ مکروہ ہے معتمد مذہب پر ہاں اگر مصافحہ کرے سلام کی نیت سے تو فقہا نے کہا کہ نماز فاسد ہوتی ہے غالبا اسوجہ سے کہ مصافحہ کرنا عمل کثیر ہے
وفى النهر عن صدر الدين الغزى انه قال اور نہر الفائق میں صدر الدین غزی سے یہ نظم نقل کی ہے جسمیں ان لوگوں کو جمع کیا ہے جنپر سلام کرنا مکروہ ہے صدر الدین نے
کہا ہے سلامك مكروه على من ستسمع + ومن بعد ما ابدى يسن ويشرع + سلام کرنا اون پر مکروہ ہے اون لوگوں پر جنکو تو سنیگا اور بعد اوسکے جنکو ظاہر
کرتا ہوں میں مسنون اور مشروع ہے یعنی جنکو میں نے اسجا ذکر کیا ہے اون کے سوا اور لوگوں پر سلام کرنا مسنون ہے مصل وتال وذاكر ومحدث + خطيب ومن يصغى اليهم
ويسمع + نماز پڑھنے والا اور تلاوت قرآن کرنیوالا اور وعظ یا ذکر الہی میں مشغول اور حدیث بیان کرنیوالا اور خطبہ پڑھنے والا اور جو شخص ان پانچوں کے طرف کان لگائے اور سنے
ان سب پر سلام کرنا مکروہ ہے مكرر فقه جالس لقضائه + ومن بحثوا فى العلم دعهم لينفعوا + تکرار کرنیوالا فقہ کا اوسکے یاد کرنے یا سمجھنے کے لیے اور قاضی
بیٹھنے والا اپنے حکم دینے کے لیے کہ مدعی اور مدعا علیہ اوسپر سلام نکریں کیونکہ سلام تحفہ ملاقات کا ہے اور یہ لوگ ملاقات کو نہیں جاتے کذا فى الشامى اور جو لوگ بحث کریں
علم شرعی میں چھوڑ اونکو تاکہ فائدہ اوٹھاویں یعنی اون پر سلام مت کر مؤذن ايضا او مقيم مدرس + كذا الاجنبيات الفتيات امنع + اذان دینے والا
یا تکبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکھانیوالا اسیطرح اجنبی عورتیں جوان سلام کے حق میں ممنوع تر ہیں م اس سے یہ نکلا کہ بوڑھی عورتوں کو سلام کرنا بدون کراہت جائز ہے
ولعاب شطرنج وشبه بخلقهم + ومن هو مع اهل له يتمتع + اور شطرنج کھیلنے والے اور جو لوگ اونکی عادت کے مشابہ ہوں یعنی جو فسق اور معصیت میں اونکی مثل یا
بڑھکر ہوں جیسے جواری اور شرابخوار اور غیبت کرنیوالا اور کبوتر اوڑانیوالا اور گانیوالا وغیرہم اور جو شخص کہ اپنی بی بی کے ساتھ بوس و کنار میں مصروف ہو ودع كافرا
ايضا ومكشوف عورة + ومن هو فى حال التغوط اشنع + اور چھوڑ کافر کو بھی یعنی بدون حاجت ابتدا بسلام مت کر اور چھوڑ کھلی ہوی شرمگاہ کو اور اوس شخص کو
جو حالت براز یا بول میں ہو کہ اوسپر سلام کرنا اور زیادہ برا ہے ودع آكلا الا اذا كنت جائعا + وتعلم منه انه ليس يمنع + اور چھوڑ کھانیوالے کو مگر جس صورت
میں کہ تو بھوکا ہو اور اوسکا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نکریگا تو ان دو قیدوں کے ساتھ اوسپر سلام مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے وقد زدت عليه المتفقه
على استاذه كما فى القنية والمغنى ومطير الحمام والحقته فقلت ← كذلك استاذ مغن مطير + فهذا ختام والزيادة تنفع + صاحب نہر کہتا ہے
کہ میں نے اشعار مذکورہ میں تین شخص اور زیادہ کیے اول شاگرد کا سلام استاذ پر یعنی جب استاذ مشغول پڑھانے میں ہو دوم گانیوالا سوم کبوتر اوڑانیوالا اور میں نے انکو ایک شعر بڑھاکر تعداد
مذکور سابق میں ملا دیا تو یوں کہا کہ یہی حکم ہے استاذ اور مغنی اور کبوتر اوڑانے والے کا اور یہ خاتمہ ہے اون لوگوں کا جنپر سلام مکروہ ہے اور یہ میرا زیادہ کرنا مفید ہے اور

بعضوں نے ان لوگوں کو بھی بڑھایا ہی بولنا ہی یعنی ٹھٹھا کرنیوالا اور لغو گو اور جھوٹ بولنے والا اور جو بازار میں بیٹھ کر لوگوں کی برائیوں پر نظر ڈالے اور جو لوگوں کو گالیاں دے اور
جو لبیک کہتا ہو کذا فی العالمگیریۃ وصرح فی الضیاء بوجوب الرد فی بعضہا وبعدمہ فی قولہ سلام علیکم بجزم المیم اور ضیاء معنوی میں تصریح کی
ہی واجب ہے جواب سلام کی بعض ان صورتوں میں اور نہ واجب ہے جواب کی سلام علیکم کہنے میں میم سلام کے جزم کے ساتھ ہم شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا اسطرح
کہ السلام علیکم یا یوں کہے کہ سلام علیکم ان دونوں کے سوا اسطرح کہنا جیسے عوام کہتے ہیں سلام نہوگا اور نہ اسکا جواب واجب ہے شارح نے خزائن الاسرار میں جلال الدین سیوطی کی نظم
لکھی ہے جس میں وہ لوگ ضبط کیے ہیں جن پر جواب سلام واجب نہیں چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا ان لوگوں پر واجب نہیں جو نماز میں مصروف ہو جو کھانے میں یا پینے میں یا قرآن
یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے میں یا قضاء حاجت یا تکبیر یا اذان میں مشغول ہو یا سلام کرنیوالا لڑکا یا متوالا یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا اونگھنے والا ہو یا
جماع کی حالت میں ہو یا حکم کا خواہان ہو یا حمام میں ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی والتنحنح بحرفین بلا عذر اما بہ بان نشا من طبعہ فلا او بلا غرض صحیح فلو
لتحسین صوتہ او لیہتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلوٰۃ فلا فساد علی الصحیح اور فاسد کرتا ہے نماز کو کھنکارنا دو حرفوں سے بدون عذر کے یعنی اح اح
کرنا بلا عذر مفسد نماز ہے اور اگر زیادہ حرف نکلیں تو بطریق اولیٰ مفسد ہے اور بدون حروف کے کھنکارنا بلا عذر مفسد نہیں بلکہ مکروہ ہے کذا فی الشامی اور کھنکارنا عذر کے
ساتھ اسطرح کہ نمازی کی طبیعت سے خود بخود بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہیں مفسد نماز ہے کھنکارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کھنکارا
یا اسلیے کہ امام کو ہدایت ہو جاوے کہ غلطی کو چھوڑ کر صواب اختیار کرے یا کھنکارنے سے یہ بتلانا منظور ہو کہ میں نماز میں ہوں تو ان صورتوں میں نہ فساد ہے نہ کراہت مذہب
صحیح پر ہم قیاس اسکا مقتضی ہے کہ کھنکارنا مفسد ہو کیونکہ وہ کلام ہے اور کلام مفسد ہے مگر غرض صحیح میں کھنکارنیکا مفسد نہونا نص کے سبب سے اختیار کیا گیا یعنی سنن
ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو بار حاضر ہوتا تھا ایکبار دن میں اور ایکبار رات میں تو جسوقت میں آتا اور آپ
نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کھنکار دیتے اس سے معلوم ہوا کہ غرض صحیح کے باعث کھنکارنا مفسد نہیں کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ کلامنا خلافا للشافعی رح اور فاسد
کرتا ہے نماز کو دعا مانگنا ان الفاظ سے جو مشابہ ہیں آدمیوں کی گفتگو کے برخلاف امام شافعی کے ہم دعا مشابہ لوگوں کی گفتگو کے وہ ہے جو نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں اور اوس کا
مانگنا بندوں سے محال نہو جیسے الٰہی مجھکو نمک سے تیل وغیرہ دے تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن حدیث میں ہو یا اوسکا طلب کرنا بندوں سے محال ہو تو اوس سے نماز فاسد نہوگی کذا فی البحر
والانین ہو قولہ آہ او التاوہ ہو قولہ آہ والتافیف اف او تف والبکاء بصوت یحصل بہ حروف لوجع او مصیبۃ قید للاربعۃ الا
لمریض لا یملک نفسہ عن انین وتاوہ لانہ حینئذ کعطاس وسعال وجشاء وتثاؤب وان حصل حروف للضرورۃ اور فاسد کرتا ہے نماز کو انین یعنی آہ کہنا
نمازی کا الف کے قصر سے اور تاوہ یعنی مد الف کے ساتھ آہ کرنا اور مفسد نماز ہے تافیف یعنی اف کرنا یا تف کرنا اور مفسد ہے رونا ایسی آواز سے کہ اوس سے حروف پیدا ہوں بسبب درد
یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چاروں کی قید ہے یعنی انین اور آہ کرنا اور اف کرنا اور حروف آمیز آواز سے رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہے مگر اوس
مریض کے لیے مفسد نہیں جو اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہیں روک سکتا اسلیے کہ اوسکا آہ کرنا اسوقت ایسا ہے جیسا چھینکنا یا کھانسنا اور ڈکار لینا اور جماہی لینا اگرچہ
حروف پیدا ہوں کیونکہ یہ امور مفسد نہیں ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہے بمعنی ہے یعنی تنگ ہوتا ہوں اور اسمیں بہت سی لغتیں ہیں یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ ف کی تینوں
حرکتیں مخفف اور مشدد اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہیں نہر الفائق میں کہا کہ رونا آنسوؤں سے بلا آواز یا آواز کے ساتھ جسمیں حروف نہوں مفسد نماز نہیں کذا
فی الشامی لا لذکر الجنۃ او النار فلو اعجبتہ قراءۃ الامام فجعل یبکی ویقول بلی ونعم او آری لا تفسد سراجیہ لدلالتہ علی الخشوع نہیں مفسد ہے آہ وغیرہ
کرنا بسبب ذکر جنت یا دوزخ کے پس اگر اچھی معلوم ہوئی مقتدی کو امام کی قراءت اور رونے لگا اور کہنے لگا کہ ہاں نہیں یا ہاں یا البتہ تو نماز فاسد نہوگی کذا فی السراجیہ بسبب دلالت کرنے ان الفاظ
کے خشوع پر جو نماز میں مطلوب ہے ہم یعنی ذکر جنت یا دوزخ سے رونا اور آہ کرنا گویا یوں کہنا ہے کہ الٰہی میں تجھسے جنت مانگتا ہوں اور مجھکو دوزخ سے بچا تو چونکہ اسطرح کی دعا مفسد نہیں
اسلیے آہ وغیرہ کرنا بھی مفسد نہوگا اور خشوع پر دلالت کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر مصلی خوش لہجہ ہونیکی جہت سے مزہ لیکر رو دیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور درد اور مصیبت کے لیے آہ
کرنا بمنزلہ افسوس ہے تو لوگوں کی کلام سے مشابہ ہوا اسلیے مفسد ٹھہرا کذا فی الشامی وتشمیت عاطس لغیرہ بیرحمک اللہ ولو من العاطس لنفسہ لا
اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا نمازی کا چھینکنے والے کو یعنی اپنے سوا دوسرے کو لفظ یرحمک اللہ سے یعنی خدا تجھپر رحم کرے اور اگر جواب چھینکنے والے نمازی سے ہو خود اپنے نفس کے لیے تو

مفسد نہیں ہم شامی نے کہا کہ لغیرہ بدل ہے عاطساً سے اسلیے کہ تشمیت عاطس مین اضافت بمعنی لام ہے اور یہہ لفظ شارح نے مصنف کے مقابلہ کو بڑھا دیا ورنہ بہتر یہی ہے
کہ عبارت سے ساقط کیا جاے کیونکہ تشمیت کا فاعل نمازی ہے اور مفعول عاطس ہے پر لغیرہ کی کیا حاجت ہے اور معنے تشمیت کے دعاء خیر کرنیکے ہین اور وجہ فساد کی یہہ ہے کہ غیر
کیطرف خطاب کی جہت سے یہہ جملہ لوگونکی کلام مین داخل ہوگیا اسیلیے اگر اپنے نفس کو خطاب کرکے یرحمک اللہ کہیگا تو غیر کو خطاب نہونیکی جہت سے نہ کلام ہوگا نہ مفسد
بعکسہ التأمین بعد التشمیت اور ایسا ہی آمین کہنا بعد جواب چھینک کے یعنی خود اپنے لیے آمین کہیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور غیر کے لیے کہنے سے فاسد نہوگی
ہم صورت اس مسئلہ کی ظہیریہ مین یون ہے کہ مثلاً حامد اور محمود نماز پڑھتے ہین اور حامد نے چھینک لی تو خالد نے جو خارج نماز تھا کہا یرحمک اللہ یہہ سنکر حامد اور محمود دونو نے کہا
آمین تو اس صورت مین نماز حامد کی فاسد ہوگی کہ اوسنے خود اپنے حق مین ما کا جواب دیا اور محمود کی نماز فاسد ہوگی کہ غیر کے لیے آمین کہا کذا فی الطحطاوی وجواب خبر سوء بالاسترجاع
علی المذهب لانه بقصد الجواب صار ککلام الناس اور مصنف نے ہی جواب خبر بد کا دینا ... قوی مذہب کے اسلیے کہ یہہ جملہ پڑھنا جواب کے
ارادہ سے مثل لوگونکے کلام کے ہوگیا ہم علی المذہب کی قید سے ظاہر کیے قول کا رد ہوا کہ اوسمین عدم فساد کی تصحیح کی ہے اور یہہ تصحیح ... اور شرح کی ہے کذا فی الحلیۃ والبحر
وکذا یفسدها کل ما قصد به الجواب کان قیل أمع الله إله فقال لا إله الا الله او ما مالك فقال الخيل والبغال والحمير او من این جئت فقال
وبئر معطلة وقصر مشيد اور اسیطرح فاسد کرتا ہے نماز کو ہر ایک جملہ جس سے نمازی نے قصد کیا ہو جواب ... سائل کا ... وہ جملہ قرآن کا ہے مثلاً اگر کسی نے کہا کیا ہے
خدا کے ساتھہ کوئی معبود تو نمازی نے جواب مین کہا لا الہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہین سوا خدا تعالی کے یا کسی نے کہا کہ تیرا مال کیا ہے تو نمازی نے کہا کہ گھوڑے اور
خچر اور گدہے یا کسی نے کہا تو کہان سے آیا تو نمازی نے کہا اور کنوئین بیکار اور محل گچکاری کے تو ان سے تو نماز فاسد ہو جائیگی ہم نماز کا فاسد ہونا اسطرح جاننا
ان قرآن کے جملون سے طرفین کے نزدیک ہے نہ ابو یوسف کے امام ابی یوسف کے نزدیک ... قرآن مین کا ہو وہ نیت سے نہین بدلتا یعنی ثنا یا قرآن ہی رہتا
ہے اور طرفین کے نزدیک بدلجاتا ہے یعنی کلام ہوجاتا ہے اور قصد جواب کی قید ... او الخطاب کقوله لمن اسمه یحیی او موسی یا یحیی
خذ الکتب بقوة او وما تلك بيمينك يا موسى مخاطبا لمن اسمه ذلك ... ومن دخله كان امنا یا قصد کیا جاے اوس جملہ سے خطاب تب بھی مفسد ہے
جیسے نمازیکا کہنا اوس شخص سے جسکا نام یحیی ہو یہہ آیت یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ یعنی اے یحیی پکڑ لے کتاب کو زور سے یا جسکا نام موسی ہے اسکو یہہ کہنا وما تلک بیمینک یا موسی یعنی اور
کیا ہے تیرے دہنے ہاتھہ مین اے موسی یہہ ... یا دروازہ پر والے شخص سے یہہ کہنا کہ جو کوئی اوسمین داخل ہوگا وہ بے خوف
ہوگا ہم خطاب کی صورت مین سب کے نزدیک نماز فاسد ہوگی ... امام ابو یوسف بھی خطاب کی صورت مین قرآن کو لوگون کے کلام مین تصور کرتے ہین کیونکہ قرآن اوس شخص کے خطاب
کے لیے موضوع نہین جسکے لیے نمازی خطاب کرتا ہے کہ ... **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے سمع اسم الله تعالى فقال جل جلاله او النبي صلى الله عليه وسلم فصلى
عليه او قراءة الامام فقال صدق الله ورسوله تفسد ان قصد جوابه نمازی نے خدا تعالی کا نام سنکر کہا جل جلالہ یعنی بڑی ہے بزرگی اسکی یا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود پڑہا یا امام کی قراءت سنی اور کہا سچ کہا اللہ نے اور اسکے رسول نے تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوگی اگر متکلم کے جواب کا قصد کیا ہو ہم
یعنی اگر بقصد تعظیم اور ثنا کے کہیگا تو نماز فاسد نہوگی اور کہنا اسقدر معتبر ہے کہ اپنے آپ سنلے اور اگر ایسی طرح کہا کہ خود بھی نسنا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی والطحطاوی
ولو سمع ذکر الشیطان فلعنه تفسد وقیل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہوگی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ فاسد نہوگی ولو حوقل
لدفع الوسوسة ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الآخرة اور اگر نمازی نے لاحول پڑہی وسوسہ کے دور ہونیکے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے دفع وسوسہ ہے تو فاسد
ہوگی نہ امور آخرت کے لیے ولو سقط شیء من السطح فبسمل او دعی لاحد او علیه فقال امین تفسد اور اگر چھت مین سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ
یا کسیکے لیے دعاء خیر یا دعاء بد ہوئی اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہوگی ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولهما عملا بقصد المتکلم اور نہین فاسد ہوتی
ہے نماز کل صورتونمین امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول طرفین کا ہے بسبب عمل کرنیکے متکلم کے قصد پر ہم چونکہ الفاظ گذشتہ یا قرآن ہین یا ثنا اسلیے دونو بغیر خطاب کی صورت
کے ابو یوسف کے نزدیک قصد متکلم سے متغیر نہین ہوتے اسلیے نماز فاسد نہین ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنیمین اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن مین ہین تب تو ثنا کا حکم ر
کھتا ہے اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو ... نہ ثنا ہوگا نہ قرآن تو ظاہراً امام ابو یوسف کے نزدیک بھی فاسد ہوگی مگر کوئی محشی اسکے درپے نہین ہوا ہے لو تمثل

له ہم اللہ کہنے مین اور ہم طور ... ف ... دانے ۱۲

امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ فسد بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برأیہ قہستانی معزیا للزاہدی ومثلہ
فی الدیانی قنیہ یہان تک کہ اگر نمازی اپنے غیر کا امر مانیگا مثلا اوس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑہ اور وہ آگے بڑھ گیا یا جماعت کے فرجہ میں کوئی گھسا اور نمازی نے اوسکو
جگہہ دی تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی بلکہ ایک ساعت توقف کرے پہر اپنی تجویز سے آگے بڑہے کذا فی القہستانی منسوب بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت میں گذر گیا اور
آگے آویگا تو خبردار رہنا وقید بقصد الجواب لانہ لو لم یرد جوابہ بل اراد اعلامہ بانہ فی الصلوٰۃ لا تفسد اتفاقا ابن ملک وملتقی اور ماتن نے فساد
نماز میں ان جملون سے قید جواب کے قصد کی لگائی ہے اسلیے کہ اگر نمازی جواب تکلم کا ارادہ نکریگا بلکہ یہہ جتانا چاہیگا کہ میں نماز کی اندر ہون تو نماز باتفاق فاسد نہوگی بیان کیا ہے اسکو ابن ملک نے
اور مصرح ہے ملتقی میں وفتحہ علی غیر امامہ الا اذا اراد التلاوۃ اور مفسد نماز ہے نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام کے سوا دوسرے شخص کو یعنی قراءت میں اٹکنے والے کو تاکہ
صورتین کا ارادہ کرے تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہوگا یہہ صورت شامل ہے مقتدی کی ایکدوسرے کے بتانیکو اور یہہ کہ مقتدی منفرد کو بتادے یا بالعکس اور یہہ کہ نمازی اوس شخص
بتادے جو نماز نہیں پڑہتا ہے تو بہر صورت بتانیوالیکی نماز فاسد ہوگی کیونکہ بتانا تعلیم ہے بدون حاجت کے جو نماز کا منافی ہے وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح
اور اسیطرح مفسد نماز ہے لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جب نمازی خود یاد کرکے پڑہے پہلے پورا کہنے لقمہ دینیکے تو مفسد نہوگا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتادے تو اگر وہ اٹکا یا ہوا پڑہنے لگے
تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ہنوز بتانیوالا بتا نچکا تہا کہ خود یاد آگیا اور پڑہا تو فاسد نہوگی بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح وآخذ بکل حال الا
سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلوٰۃ الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ مفسد نماز نہیں مطلقا یعنی نہ لقمہ دینے والے کی نماز کا مفسد نہ لینے والے
کی نماز کا سب حال میں یعنی برابر ہے کہ امام بقدر پڑہ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا نہ پڑہ چکا ہو ایک آیت سے دوسری کیطرف چلا گیا ہو یا نہیں لقمہ دینا بار بار ہی ہو یا دو دفعہ
تیسری بار کسیطرح حنفیہ نہیں ہان اگر مقتدی نے کسی نماز نہ پڑہنیوالے سے لقمہ کو سنکر اپنے امام کو بتایا اور امام نے لیلیا تو سبکی نماز فاسد ہوگی ہم اسلیے کہ جب مقتدی نے خارج سے لیا تہا
لیا تو اوسکی نماز فاسد ہوگئی اب اگر امام کو بتاویگا اور وہ لیگا تو امام کی نماز فاسد ہوگی اور اوسکے فساد کی جہت سے سبکی نماز باطل ہوگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ غیر مصلی سے
یہہ مراد ہے کہ مقتدی جس نماز کو پڑہتا ہے اوسمین اوسکا شریک نہو خواہ دوسری پڑہتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑہتا ہو وینوی الفتح لا القراءۃ اور لقمہ دینے والا مقتدی نیت بتانے کی
کرے نہ قراءت کی کیونکہ قراءت پیچھے امام کے ممنوع ہے لقمہ دینا مقتدی کے حق میں السنہ دینا مکروہ ہے بلکہ توقف کرے تاکہ امام دوبارہ پڑہکر خود نکالے اسیطرح امام کے حق میں
مکروہ ہے کہ قراءت میں مقتدیوں کو امداد کی لالچ کرے بلکہ مقتدیکو بتانا ہی نہ پڑے بلکہ اوسکو چاہیے کہ متشابہ کو چہوڑکر دوسری آیت پڑہنے لگے جسکے ملانیسے معنی نہ بگڑتے ہون یا دوسری سورۃ
شروع کردے یا اگر قراءت بقدر واجب پڑہ چکا ہو تو رکوع کردے کذا فی الشامی ولو جری علی لسانہ نعم او آری ان کان یعتادہما فی کلامہ تفسد لانہ من کلامہ
والا لا لانہ قرآن اور اگر نمازی کی زبان سے نعم یا آری نکل گیا تو اگر اس کلمہ کا عادی ہو اپنی گفتگو میں یعنی اوسکا تکیہ کلام ہو تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ یہہ الفاظ منجملہ اوسکی کلام کے
متصور ہونگے اور اگر تکیہ کلام نہیں ہے تو نماز فاسد نہوگی کیونکہ لفظ قرآن ہے شامی نے کہا کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن نظم الفاظ و معانی دونو کا نام ہے اونکے قول کی بموجب
آری قرآن نہیں ہوسکتا واکلہ وشربہ مطلقا ولو سمسمۃ ناسیا الا اذا کان بین اسنانہ مادون الحمصۃ کما فی الصوم ہو الصحیح قالہ الباقانی فابتلعہ
اور مفسد نماز ہے کہانا نمازی کا اور پینا اوسکا مطلقا یعنی تہوڑا ہو یا بہت دانستہ ہو یا بہولکر اگرچہ ایک تل ہی کہائے بہولکر یا ایک قطرہ پانی کا بہولکر پیجاوے تب بہی مفسد نماز ہے مگر اوس صورت میں
کہ نمازی کے دانتوں کے درمیان کوئی کہانیکی چیز ہو اور اسکو نگلجاوے تو نماز فاسد نہوگی شارح نے کہا کہ دانتوں کے اندر چیز چنے سے کم ہو جیسا کہ روزہ میں ہے کہ اگر اسقدر دانتوں
درمیان سے نگلجاویگا تو روزہ نجاویگا یہی قول صحیح ہے کہا ہے اسکو باقانی نے شرح ملتقی میں اما المضغ فمفسد کالسکر فی فیہ یبتلع ذوبہ اور چبانا تو مفسد ہے جیسے شکر
نمازی کے منہہ میں کہ پگہلی ہوئی کو نگلتا ہو ہم شامی نے کہا کہ چابنے سے مراد یہہ ہے کہ زیادہ چابے یعنی تین بار یا اکثر اور اس عبارت سے شارح نے یہہ فائدہ ظاہر کیا کہ مفسد نماز یا تو بہت
چبانا ہے یا خود اوسکا پیٹ میں پہونچنا یعنی صرف مزہ کسی چیز کا مفسد نماز نہیں مثلا اگر کسی نے شکر کی ڈلی نگلکر نماز کی نیت کی اور اوسکی مٹہائی منہہ میں باقی ہے تو اوسکے نگلنے سے
نماز فاسد نہوگی ویفسدہا انتقالہ من صلوٰۃ الی مغایرتہا ولو من وجہ حتی لو کان منفردا فاقتدی او بالعکس صار مستانفا بخلاف نیۃ
الظہر بعد رکعۃ الظہر الا اذا تلفظ بالنیۃ فیصیر مستانفا مطلقا اور فاسد کرتا ہے نماز کو جانا نمازی کا ایک نماز سے اوسکی غیر میں اگرچہ غیر ہونا کسی اعتبار سے
ہو یہان تک کہ اگر اکیلا نماز پڑہتا ہو پہر اللہ اکبر کہکر نیت اقتدا کرے یا بالعکس یعنی مقتدی ہو اور تکبیر کہکر نیت تنہا پڑہنے کی کرلے تو از سر نو پڑہنے والا ہو جائیگا یعنی جس نماز کو

اول شروع کیا تہا وہ فاسد ہوجائیگی مثلاً فجر کی نماز پڑہتا تہا ایک رکعت کے بعد جو اللہ اکبر کہا اوس سے نیت عصر کی کرلی تو فجر کی نماز فاسد ہوجائیگی بخلاف نیت ظہر کی بعد ایک یا دو رکعت ظہر کے یعنی اگر ایک ہی نماز کی نیت دوبارہ کی تو پہلی نماز فاسد نہوگی مثلاً ظہر کی نماز پڑہتا تہا ایک رکعت کے بعد پہر اوسی ظہر کی نیت کی تو اول رکعت باطل نہوگی مگر اوس صورت مین کہ نیت کے الفاظ منہ سے کہے تو اس صورت مین از سر نو پڑہنے والا ہوجائیگا مطلقاً یعنی خواہ غیر نماز کی نیت کرے خواہ اوسیکی کرے لفظ نیت سے پہلی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نیت کا لفظ کلام ہے اور کلام نماز کا مفسد ہے کذا فی الشامی وقراءته من مصحفٍ ای ما فیه قرآن مطلقاً لانه تعلّم اور مفسد نماز ہی نمازی کا پڑہنا مصحف کو دیکہکر یعنی جسمین قرآن لکہا ہو خواہ مصحف ہو یا محراب ہو اوس مین سے دیکہکر پڑہنا مفسد ہی مطلقاً خواہ تہوڑا پڑہے یا بہت امام ہو یا منفرد بدون دیکہے پڑہنا اوسکو ممکن ہو یا نہین ہر صورت مین مفسد ہے اسلیے کہ یہہ پڑہنا تعلم ہے امام اعظم کے نزدیک دیکہکر پڑہنے مین وجہ فساد کی دو طرح سے ذکر کی گئی ہی اول جو ضعیف ہے وہ یہہ ہے کہ اسمین قرآن کا اوٹہانا اور اوسکو دیکہنا اور ورق لوٹنا پڑتا ہے یہہ عمل کثیر ہی اور دوسری وجہ جو کافی بہ تبیین ہے جسکی تصحیح کی ہی یہہ ہی کہ اسطرح پڑہنا تعلم ہے یعنی گویا قرآن سکہایا جاتا ہی اور نمازی سیکہتا ہی اور تعلم وتعلیم نماز کی مفسد ہی کذا فی الشامی الّا اذا کان حافظاً لما قرأه وقرأ بلا حمل ہان اگر حافظ ہو اوس کا جسکو دیکہکر پڑہا اور بدون قرآن اوٹہانیکے پڑہا تو اس صورت مین نماز فاسد نہوگی کیونکہ دونون وجہین فساد کی اسمین مفقود ہین وقیل لا تفسد الّا باٰیة واستظهره الحلبی اور ایک قول ہے کہ نماز فاسد نہوگی مگر ایک آیت سے اور ظاہر کہا ہے اوسکو حلبی نے یعنی اسوجہ سے کہ ایک آیت سے امام کے نزدیک نماز جائز ہوتی ہے وجوّزه الشافعی بلا کراهةٍ وهما الّا للتشبّه باهل الکتاب ای ان قصده فانّ التشبّه بهم لا یکره فی کل شیءٍ بل فی المذموم وفیما یقصد به التشبّه کما فی البحر اور جائز کہا ہے دیکہکر پڑہنا امام شافعی نے بدون کراہت کے اور صاحبین نے اوسکو جائز رکہا ہی کراہت کی ساتہ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بہی نماز مین توریت وانجیل دیکہکر پڑہتے ہین یعنی اگر نمازی قصد تشبہ کا کریگا تو کراہت ہوگی کیونکہ مشابہ ہونا اہل کتاب سے ہر چیز مین مکروہ نہین مثلاً کہانا اور پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانون اور اہل کتاب مین یکسان ہین تو مشابہت سے کچہہ حرج نہین بلکہ بری بات مین مشابہت مکروہ ہی اور اسچیز مین مکروہ ہی جس سے قصد مشابہ ہونیکا کیا جاے چنانچہ بحر الرائق مین ہے ویفسدها کل عملٍ کثیرٍ لیس من اعمالها ولا لاصلاحها اور فاسد کرتا ہے نماز کو ہر عمل کثیر جو نماز کے اعمال مین سے نہو اور نہ نماز کی اصلاح کے لیے ہو جو نماز کے اعمال مین سے نہو یعنی اگر مثلاً رکوع یا سجدہ زیادہ کرلیا تو مفسد نہوگا اگرچہ عمل کثیر ہے مگر نماز کے اعمال مین سے ہی اسیطرح اصلاح کے لیے عمل کثیر مفسد نہین جیسے بیوضو ہوجانے سے وضو کو جانا کذا فی الشامی وفیه اقوال خمسة اصحها ما لا یشک بسببه الناظر من بعیدٍ فی فاعله انّه لیس فیها اور عمل کثیر کی تعریف مین پانچ قول ہین اونمین سے صحیح یہہ ہی کہ عمل کثیر وہ ہے کہ جسکے سبب سے دور کا دیکہنے والا اوسکے کرنیوالیکو اسبات مین تردد نکرے کہ وہ نماز کے اندر نہین ہم دور سے دیکہنے والے سے یہہ مراد کہ جسکے سامنے نماز شروع نکی ہو حاصل یہہ کہ عمل کثیر وہ ہی کہ اوسکا کرنیوالا دیکہنے والیکی نظر مین بظن غالب معلوم ہو کہ نماز نہین پڑہتا یہہ ایک قول ہوا اور دوسرا قول یہہ ہے کہ جو کام عادت مین دو ہاتہون سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی ایک ہاتہ سے کرے جیسے پگڑی یا پاجامہ کا باندہنا اور جو ایک ہاتہ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دونون ہاتہون سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اوتارنا تیسرا قول یہہ کہ تین حرکتین متصل پیہم کثیر ہین ورنہ قلیل چوتہا قول یہہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ کرنے والیکا مقصود ہو یعنی جسکے لیے جدا گانہ مجلس کرتا ہو پانچوان قول یہہ ہی کہ عمل کثیر وہ ہے جسکو نمازی خود بہت سمجہے کذا فی الشامی مختصراً وان شکّ انّه فیها ام لا فقلیلٌ لکنّه یشکل بمسئلة المسّ والتقبیل فتامّل اور اگر دیکہنے والا تردد کرے کہ کام کرنیوالا نماز مین ہے یا نہین تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہے مسئلہ چہونے اور بوسہ لینے سے سو سوچ لو ہم مس اور تقبیل کی یہہ ہے کہ ایک عورت نماز پڑہتی ہو اوسکے شوہر نے اوسکو شہوت سے چہو دیا یا خواہ بدون شہوت کے اوسکا بوسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہوجاتی ہے حالانکہ عورت سے اس صورت مین کوئی فعل سرزد نہین ہوا چنانچہ یہہ مسئلہ ہو اسکے جواب شارح ذرہ مین ذکر کریگا فلا تفسد برفع یدیه فی تکبیرات الزوائد علی المذهب وما روی من الفساد فشاذّ یعنی نہین فاسد ہوتی ہے نماز نمازی کے اوٹہانے سے دونو ہاتہونکو رکوع کرنیکے وقت اور اوس سے سر اوٹہانیکے وقت مذہب قوی کے بموجب اور جو فساد کہ روایت کیا گیا ہے وہ مخالف ہی روایت اور درایت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنیکا اور اوس سے سر اوٹہانے کا وقت ہی اور اونکو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح فقہا ہی اسلیے کہ فقہا کی اصطلاح مین تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہین اور روایت فساد وہ ہے جو مکحول نے حضرت امام اعظم سے کی ہی کہ رکوع کیوقت اور اوس سے سر اوٹہانے

مشابہت اہل کتاب کی ہر چیز مین مکروہ نہین

اسوقت ہاتھوں کا اوٹھانا منع ہے اور وجہ اسکے شاذ ہونیکی یہ ہے کہ عمل کثیر اصح قول کے بموجب وہ ہے جو دیکھنے والے کی نظر میں معلوم ہو کہ اوسکا کرنے والا نماز میں نہیں ہے وہ کہ دونوں ہاتھوں سے کیا جاوے کذا فی الشامی ویفسدہا سجودہ علی نجس وان اعادہ علی طاہر بخلاف یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر اور فاسد کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اسکو پاک چیز پر دوہرا لیا ہو بخلاف دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کے کہ اگر اونکو نجس پر رکھا ہوگا تو نماز فاسد نہوگی ظاہر روایت پر ہم فساد نماز سجدہ کی صورت میں قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صرف سجدہ فاسد ہوتا ہے نہ نماز اسیلیے اگر طاہر چیز پر پھر سجدہ کر لیگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہو جاویگی اور طرفین کے نزدیک جب بھی صحیح نہیں کیونکہ اونکے نزدیک نماز قابل قسمت نہیں جب اوسکا ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہو گئی اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے مسئلہ میں عدم فساد اس جہت سے ہے کہ اونکا زمین پر رکھنا نماز میں شرط نہیں کذا فی الشامی ویفسدہا اداء رکن حقیقۃ اتفاقا او تمکنہ منہ بسنۃ وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاسۃ مانعۃ او وقوع زحام فی صف نساء او امام امامہ عند الثانی وہو المختار فی الکل لانہ احوط قالہ الحلبی اور فاسد کرتا ہے نماز کو حقیقت میں ادا کرنا ایک رکن کا باتفاق امام ابو یوسف اور محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادائے رکن پر موافق سنت کے یعنے بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے توقف کرنا فاسد کرتا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک برہنگی کے کھلے رہنے کے ساتھ یا نجاست نماز کی مانع کے لگ جانیکی صورت میں یا بھیڑ کے باعث عورتوں کی صف میں جا پڑنے یا امام سے آگے ہو جانے کی صورت میں اور یہی قول مختار ہے ان سب مسئلوں میں کیونکہ زیادہ احتیاط والا ہے بیان کیا ہے اسکو حلبی نے ہم حاصل یہ ہے کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کے مانع نماز ہے کھل گئی پس اگر حقیقت میں اوس نے کوئی رکن ادا کر لیا تو ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اگر واقع میں ادا نہیں کیا مگر اتنا عرصہ لگا کہ ادا کر سکتا تھا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جاویگی اس سے معلوم ہوا کہ اگر بہت تھوڑی سی کم دیر تک برہنگی کھلیگی تو نماز کسیکے نزدیک فاسد نہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی یا اتفاقاً نجاست پر کھڑا ہو گیا یا عورتوں کی صف میں کسی طرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکل گیا تو اگر ان صورتوں میں کوئی رکن ادا کریگا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر اتنا ٹھیرا کہ رکن ادا کر سکتا تھا تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوگی طحطاوی نے کہا کہ زحمت کی قید اتفاقی ہے وصلوتہ علی مصلی مضرب نجس البطانۃ بخلاف غیر مضرب وملبوس علی نجس ان لم یظہر لون او ریح اور فاسد کرتا ہے نماز کو نماز پڑھنا نمازی کا سی ہوئی جانماز پر جسکا استر ناپاک ہے بخلاف بدون سی ہوئی کے اور بخلاف بچھی ہوئی کی ناپاک اگر رنگ یا بو نجاست کا ظاہر نہو کہ اس صورت میں نماز فاسد نہوگی ہم یعنی اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھایا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اوس میں سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز درست نہوگی اور اگر گاڑھا ہے تو درست ہوگی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اوس جگہہ حائل شمار نہوگا جہاں نجاست سجدہ یا قدم کی جگہہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں سجدہ یا قیام نجاست پر ہوگا ورنہ مطلق بو کا آنا مفسد نماز نہیں نجاست قریب ہو یا بعید ہو وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقا بغیر عذر اور فاسد کرتا ہے نماز کو پھیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب سے بالاتفاق بدون عذر کے ہم شامی نے کہا کہ منہ کا پھیرنا مکروہ ہے نہ مفسد خواہ سارا منہ پھیرے یا تھوڑا فلو ظن حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروجہ من المسجد لا تفسد وبعدہ فسدت پس اگر نمازی نے اپنا بیوضو ہونا گمان کیا اور قبلہ سے پشت پھیری بسبب عذر مذکور کے پھر جانا کہ حدث نہیں ہے تو اگر یہ علم مسجد سے نکلنے کے پیشتر ہوا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر بعد نکلنے کے ہوگا تو فاسد ہوگی بسبب مختلف ہو جانے مکان نماز کے **فروع** مسائل متعلقہ شارح کے مشی مستقبل القبلۃ ہل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی ووقف کذلک وہکذا لا تفسد وان کثر ما لم یختلف المکان وقیل لا تفسد حالۃ العذر ما لم یستدبر القبلۃ استحسانا کذا فی القہستانی نمازی چلا قبلہ کو منہ کیے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں جواب اگر بقدر ایک صف کے چلا پھر ٹھیرا بقدر ایک رکن کے پھر چلا اور ٹھیرا اوسیطرح یعنی ایک صف اور ایک رکن کی مقدار اور اسیطرح چلا گیا تو فاسد نہوگی اگرچہ بہت دفعہ چلا اور ٹھیرا ہو جب تک کہ مکان مختلف نہو گا یعنی اگر مسجد میں ہے تو جبتک مسجد میں سے باہر نہوا ہو گا اور جنگل میں ہے تو جب تک صفوں سے باہر نہوا ہو گا فاسد نہوگی ورنہ فاسد ہو جاویگی جیسے ایک ہی دفعہ میں دو صفوں کی مقدار چلنے سے فاسد ہو جاتی ہے کذا فی الشامی اور بعض فقہا نے

کہا کہ حالت عذر مین چلنے سے نماز فاسد نہین ہوتی اگرچہ بہت چلے اور جگہ مختلف ہوجاوے جب تک کہ قبلہ کیطرف پشت نکرے بوجہ استحسان کے ذکر کیا ہے اوسکو
قہستانی نے طحطاوی نے کہا کہ قہستانی مین حالت عذر یعنی جہاد ہے نہ حالت عذر وہل یشترط فی المفسد الاختیار فی الخانیۃ نعم قال الحلبی
۷ اور کیا شرط ہے عمل مفسد مین نمازی کا قابو ہونا اختیار یہ مین ہے کہ ہان شرط ہے اور حلبی نے کہا کہ عمل مذکور مین اختیار کا ہونا شرط نہین ہے طحطاوی نے
کہا کہ ظاہر انہ مشروط ہونا معتمد ہے اسلیے کہ شارح اسی پر اگلا قول متفرع کرتا ہے فان من جذبتہ الدابۃ خطوات او وضع علیہا او
اخرج من مکان الصلوۃ او مص ثدیہا ثلاثا او مرۃ ونزل لبنہا او مسہا بشہوۃ او قبلہا بدونہا فسدت کیونکہ جس نمازی کو گھسیٹا یا اوسکو
سواری کے جانور نے کہینچا اور اوس دہکے یا گھسیٹنے سے وہ چند قدم چلا یا اپنی جگہہ سے اوٹہاکر سواری پر رکہدیا گیا یا نماز کی جگہہ سے نکالدیا گیا یا نمازی
عورت کی پستان تین بار چوسی گئی یا ایکبار چوسی گئی اور اوس کا دودہ اوتر آیا یا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چہوا یا بدون شہوت کے
اوس کا بوسہ لیا تو سب صورتون مین نماز فاسد ہوگی حالانکہ عمل اختیاری کسی مین نہین پایا جاتا شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ مسہا او قبلہا
کی جگہہ مُسّت اور قُبّلت بصیغہ مجہول کہتا جیسے اس سے اوپر کے افعال تہے لا لو قبلتہ ولم یشتہہا والفرق ان فی تقبیلہ معنی الجماع نہین
فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر عورت نے اوسکا بوسہ لیا اور مرد کو اوسکی خواہش نتہی اور فرق دونو مسئلون مین یہہ ہے کہ مرد کے بوسہ لینے مین جماع کے
معنی ہین ہم یعنی اگر عورت نماز پڑہتی تہی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اس لیے فاسد ہوئی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہے تو جب دواعی جماع
میسے کوئی عورت کے ساتہہ کریگا تو اوسکی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر مرد نماز پڑہتا ہے اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہین اسلیے
اس کے طرف سے دواعی جماع کا پایا جانا داخل جماع نہین جب تک کہ مرد کو شہوت نہو کذا فی الشامی معہ بحر فرمی بہ طائرا او تقتسہ ولو انسانا فا
مفسدۃ کضربہ ولو مرۃ لانہ مخاصمۃ او تادیب او ملاعبۃ وہو عمل کثیر ذکرہ الحلبی نمازی کے پاس ایک پتہر ہے اوس نے اوسکو ایک
پرند پر پہینکا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر کسی انسان پر پہینکا تو فاسد ہوگی جیسے کسیکو مارنا اگرچہ ایک دفعہ ہی مارے اسلیے کہ مارنا یا پتہر پہینکنا انسان پر
یا باہم خصومت ہے یا ادب دینا یا چہل کرنا بہرحال عمل کثیر ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی یعنی شارح منیہ نے ہم طحطاوی نے کہا کہ منیہ مین یون ہے کہ اگر پتہر
زمین سے اوٹہاکر پہینکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پہینکا تو فاسد نہوگی تو اس سے ظاہر ہے پرند وانسان مین فرق نہین معلوم
ہوتا اور اگر پاس سے پہینکنے کو عمل کثیر قرار دیجیے تو پرند پر پہینکنے سے بہی نماز فاسد ہوجائیگی بقی من المفسدات ارتدادہ بقلبہ باقی رہی مفسدات
نماز سے اشیاء آیندہ اول مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل مین یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنیسے نماز جاتی رہتی ہے وموتہ دوسرا مفسد نماز کا مرجانا ہے نمازی کا
شامی نے کہا کہ اس کا ثمرہ اس مسئلہ مین معلوم ہوتا ہے کہ اگر بعد قعدہ اخیرہ کے امام مرگیا تو نماز مقتدیونکی باطل ہوگئی نئے سرے اونکو پڑہنی چاہیے وما
جنونہ واغماءہ اور مفسد نماز ہے جنون اور بیہوشی اور ان کا حکم مفصل صلوۃ مریض کے آخر مین آویگا وکل موجب لوضوء او غسل اور مفسد نماز کے
ہر عمل موجب وضو کا یا غسل کا ہے شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت صاحب نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکہدیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہین جیسا کہ
استنجاء اور بنا کے بیان مین مذکور ہو چکا کہ حدث اتفاقی سے نماز فاسد نہین ہوتی تو بہتر تہا کہ شارح یون کہتا کہ ہر حدث عمدا مفسد ہوتا ہے وترک
رکن بلا قضاء اور مفسد نماز ہے چہوڑنا کسی رکن کا بدون ادا کے مثلا ایک سجدہ چہوڑدیا اور سلام پہیرنے تک اوسکو ادا نکیا تو نماز فاسد ہوجائیگی
او شرط بلا عذر یا مفسد نماز ہے چہوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلا وضو یا ستر عورت یا استقبال قبلہ بلا عذر نکیا تو فاسد ہوگی اور عذر کے
ساتہہ ان باتون کا نکرنا مفسد نہین ومسابقۃ المؤتم برکن لم یشارکہ فیہ امامہ کان رکع ورفع راسہ قبل امامہ ولم یعدہ لا معہ
او بعدہ وسلم مع الامام اور مفسد نماز ہے پہلے کرلینا مقتدی کا کسی رکن کو جسمین اوسکا امام اوسکا شریک نہوا ہو مثلا مقتدی نے رکوع امام
پیشتر کیا اور امام کے رکوع سے پیشتر اپنا سر اوٹہا لیا اور پہر اوس رکوع کو امام کے ساتہہ یا اوسکے بعد دوبارہ نکیا اور امام کے ساتہہ سلام
پہیردیا تو مقتدی کی نماز نہوگی ہم طحطاوی نے کہا کہ امام کے ساتہہ سلام پہیرنے کی قید کی کچہہ حاجت نہین ومتابعۃ المسبوق امامہ فی

سجود السهو بعد تاكد انفراده تا قبله فيجب متابعته اور مفسد نماز ہے پیروی کرنا مسبوق کا اپنے امام کو سجدہ سہو مین بعد مستحکم ہونے انفراد
مسبوق کے اور پیشتر مستحکم ہونے انفراد کے تو متابعت واجب ہے صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ مسبوق امام کے سلام سے پہلے یا پیشتر یا بعد مثلاً تشہد
کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ رکعت مذکور کا کرلیا اس وقت امام نے سجدہ سہو کیا تو اب مسبوق اگر اس سجدہ مین امام کا شریک ہوگا تو اوسکی
نماز فاسد ہوجائیگی کیونکہ محل انفراد مین اقتدا کرنا مفسد ہے ہان جب تک اسنے رکعت جداگانہ کا سجدہ نہین کیا تب تک انفراد پختہ نہین ہوا اسوقت اگر
امام سجدہ سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہے وعدم اعادته الجلوس الاخير بعد اداء سجدة صلبية او تلاوية تذكرها بعد الجلوس اور
مفسد نماز ہے دوبارہ نکرنا نمازی کا قعدہ اخیر کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے اسلیے کہ سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت سے
قعدہ باطل ہوجاتا ہے تو اگر دوبارہ نکریگا تو ایک رکن نماز کا یعنی قعدہ اخیرہ چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہوجائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہہ صورت
ترک رکن مین داخل ہے اسکو جدا لکھنا ضرور تھا وعدم اعادته ركن اداه نائما اور مفسد نماز ہے دوبارہ نکرنا نمازی کا اوس رکن کو جسکو سونے کی
حالت مین ادا کیا امام طحطاوی نے کہا کہ یہہ صورت ترک شرط مین داخل ہے یعنے نمازی کا ادا کرنا حالت اختیار مین شرط نماز ہے اور سونیکی حالت
مین یہہ شرط چھوٹ جاتی ہے لیکن مترجم کے نزدیک ترک شرط مین بلا عذر کی قید تھی وہ یہان متحقق نہین اسلیے یہہ صورت جدا ہے وقهقهة امام
المسبوق بعد الجلوس الاخير اور مفسد نماز ہے کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدہ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ
مین زور سے ہنس پڑیگا تو اوسکی اور مدرک کی نماز پوری ہوجائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہوجائیگی کہ یہہ فعل امام کا اوسکی نماز کے درمیان مین
واقع ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل پہلے باب مین گذر گئی ومنها مد الهمزة في التكبير كما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہے اللہ اکبر کہنے مین چنانچہ
پیشتر گذرا ہم یعنی اللہ اکبر رکوع و سجدہ کے لیے بمد ہمزہ آکبر کہیگا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور تکبیر تحریمہ مین تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہین فساد تو
شروع کے بعد ہوا کرتا ہے کذا في الشامي ومنها القراءة بالالحان ان غير المعنى والا لا الا في حرف مد ولين اذا فحش والا لا بزازيه اور ایک
مفسد نماز ہی قراءت کا پڑہنا الحان سے یعنی زیر و زبر پیش کو نغمون کی رعایت سے بڑہا کر پڑہنا کذا في فتح القدير الحان سے پڑہنا مفسد ہی اگر معنے کو بدل دے
مثلاً رب العلمين کو راب العلمين پڑھے اور اگر معنے نہ بدلین تو مفسد نہین مگر حروف مد اور لین مین اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنے نہ بدلنے کے نماز
فاسد ہوجائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہوگا تو نماز فاسد نہوگی کذا في البزازيه ہم واي تین حرف علت کے حروف کہلاتے ہین ان سے پہلے کی حرکت اگر ان کے
موافق ہوتی ہی یعنے واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور ی کے پہلے زیر ہو تو ان کو حروف مد کہتے ہین اور اگر ناموافق حرکت ہو یعنی واو کے
پیشتر یا ی کے پہلے زبر ہو مثلاً تو حرف لین کہلاتے ہین تو حرف لین صرف دو ہین کیونکہ الف سے پہلے سوای زبر کے اور کچھہ نہین ہوتا غرضکہ
حروف علت مین اشباع زائد از حد مفسد نماز ہے ومنها زلة القاري اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑہنا ہے ہم جاننا چاہیے کہ قراءت مین
غلطی سے نماز فاسد ہونیکی چند قاعدے ہین کہ اگر اون کو جان لیا جاوے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہوسکتا ہی کہ اوس سے نماز فاسد ہوئی یا نہین تو ان
قواعد کے ضبط کرنیکے لیے ہم کہتے ہین کہ غلطی یا تو اعراب مین ہوگی یعنے زیر زبر پیش سکون مین اور اسی مین داخل ہے مشدد کو تخفیف سے پڑہنا اور
اسکا عکس اور مد والے کو قصر سے پڑہنا اور اس کا عکس یا غلطی حروف مین ہوگی یعنے ایک حرف کی جگہہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم
کرنا یا مقدم مؤخر کرنا یا غلطی کلمات مین ہوگی کہ ایک کی جگہہ دوسرے کو پڑہنا یا زیادہ کم کرنا یا مقدم مؤخر کرنا یا غلطی جملون مین ہو اسی طرح یا غلطی
وقف مین ہو کہ وصل کی جگہہ وقف کیا جاوے اور وقف کی جگہہ وصل اب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہہ ہی کہ جس غلطی سے معنے ایسے بگڑ جائین
کہ اونکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اوس غلطی سے نماز فاسد ہوجائیگی خواہ کسی قسم کی غلطی ہو اور اگر غلطی سے معنے ایسے نہین بگڑے جن کا اعتقاد
کفر ہو لیکن بہت سی تبدیل معنون مین آجاتی ہے جیسے هذا الغراب کی جگہہ هذا الغبار پڑہنا یا بالکل بے معنے لفظ ہوجاتا ہے جیسے سرائل پڑہنا سرائر کی جگہہ
تو اس صورت مین بھی نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اگر غلطی سے معنون مین بہت تبدیل نہین ہوتی مگر مطلب سے دور پڑجاتے ہین تو اس صورت میں

دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن مین ہے یا نہین اگر نہین ہے تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن مین وہ لفظ ہے تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی قول
اَوسط ہے اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہوگی اور اگر غلطی سے معنے نہ بگڑے ہین اور ویسا لفظ قرآن مین نہو تو نماز طرفین کے نزدیک فاسد
نہوگی جیسے قوامین کی جگہہ قیامین پڑہنا کہ دونو کے معنے ایک ہین حالانکہ قیامین قرآن مین نہین اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوجائیگی
یہہ قاعدہ متقدمین کے ہین اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسمعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور ہندوانی اور حلوانی وغیرہ متاخرین کا
اسپر اتفاق ہے کہ اعراب مین غلطی کرنیسے کسیطرح کی ہو نماز کی مفسد نہین اگرچہ اوس کا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہین کر سکتے
اور اگر غلطی حرف کی تبدیل مین ہو تو اگر دونون حرفون مین فرق بآسانی معلوم ہو سکتا ہو مثلاً ص کی جگہہ ط پڑہنا تو متاخرین کا اتفاق
ہے کہ نماز کا مفسد ہے اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ص کی جگہہ س پڑہنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہین ہوتی لیکن
متاخرین کے قواعد منضبط نہین ہین اسلیے نماز کے باب مین متقدمین کا قول اختیار کرنین زیادہ احتیاط ہے کہ اونکے قواعد بھی درست ہین اور
اکثر فروع فساد و عدم فساد مین انہین کے قول پر محمول ہین کذا فی الشامی عن شرح المنیہ فلو فی اعراب او تخفیف مشدّد وعکسہ او بزیادۃ
حرف فاکثر نحو الصراط الذین او بوصل حرف بکلمۃ نحو ایاک نعبد او بوقف و ابتداء لم تفسد وان غیّر المعنی بہ یفتی
بزازیہ پس اگر غلطی اعراب مین ہو جیسے نعبد کی ب کو زبر پڑہنا یا تخفیف سے پڑہی مشدد کے جیسے قتّلوا کی جگہہ قتلوا پڑہنا اور مشدد پڑہی ہین
مخفف کے جیسے افعیینا کو افعیّینا پڑہنا یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے بڑہا دینے کی جیسے الصراط الذین بجای صراط الذین کے یعنی الف اور لام کی زیادتی
سے پڑہنا یا غلطی ہو ایک حرف کے ملانیکی دوسرے کلمہ مین جیسے ایاک نعبد مین ایاک پڑہکر ٹہرنا اور ک کو نعبد مین وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے
اور ابتدا کرنیکی جیسے لا الہ پر مثلاً وقف کرنا اور الا اللہ سے ابتدا کرنا تو ان صورتون مین نماز فاسد نہوگی اگرچہ معنے بدلجائین اسی کا فتوی دیا جاتا ہے
کذا فی البزازیہ ہم شامی نے کہا کہ شارح کے ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مسائل مین عدم فساد پر فتوی ہے بزازیہ مین منقول ہے حالانکہ ایسا
نہین بلکہ بزازیہ مین صرف اعراب کی غلطی مین اگرچہ معنے بگڑجائین فتوی عدم فساد کا مذکور ہے اور باقی صورتون مین در صورت بگڑ جانے
معنے کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہے جیساکہ متقدمین کا قول ہے اور احتیاط اوسی مین ہے الا ان یشدد رب العٰلمین و ایاک
نعبد فیترکہ تفسد مگر لشدد رب العٰلمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کی کہ اوسکے ترک سے نماز فاسد ہوجاتی ہے ولو زاد کلمۃ او نقص کلمۃ او
نقص حرفًا او قدمہ او بدلہ باٰخر نحو من ثمرہ اذا اثمر و استحصد تعالٰی جد ربنا انفرجت بدل انفجرت ایاب بدل اواب لم تفسد
ما لم یتغیّر المعنی اور اگر زیادہ کیا ایک کلمہ کو مثلاً من ثمرہ اذا اثمر مین کلمہ و استحصد زیادہ کر دیا یا ناقص کیا کلمہ کو اسکی مثال شارح نے نہین لکہی شامی نے
کہا جیسے وَاسیئۃ سیئۃ مثلہا مین جزاء سیئۃ مثلہا پڑہا دوسری سیئۃ کو چھوڑ کر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعالٰی جد ربنا دونو کے آخر مین یا مقدم کیا ایک حرف کو
دوسرے سے جیسے انفرجت عوض مین انفجرت کے یا بدلا کسی حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب بجگہہ اواب کے تو نماز فاسد نہوگی جب تک
کہ معنے نہ بدلین ہم شارح کے کلام مین لف و نشر مرتب ہے اسلیے مترجم نے تسہیل کے واسطے ہر مثال کو اوسکے موقع پر ترجمہ کر دیا اور واضح ہو کہ
تغیر معنے کی صورت مین نماز طرفین کے نزدیک فاسد ہوتی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اوس صورت مین کہ لفظ مقروء قرآن مین نہو فاسد ہوگی
ورنہ فاسد نہوگی الا ما یشق تمییزہ کالضاد والظاء فاکثرہم لم یفسدہا حرف کے بدلنے سے در صورت بدلجانے معنے کے نماز فاسد
ہوتی ہے مگر ایسے حروف کے مبادلہ سے جن مین تمیز دشوار ہے مثلاً ض اور ظ کے بدلنے سے کہ اکثر فقہا نماز کو فاسد نہین کہتے ہم شامی مین حلیہ سے
منقول ہے کہ اگر ایسی تبدیل دانستہ کریگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکل گیا یا تمیز حروف کو نہین جانتا تو فاسد نہوگی بزازیہ
مین کہا کہ یہہ قول سب اقوال سے درست تر ہے اور یہی مختار ہے وکذا لو کرر کلمۃ وصحح الباقانی الفساد ان غیّر المعنی نحو رب رب العٰلمین
للاضافۃ کما لو بدل کلمۃ بکلمۃ وغیّر المعنی نحو ان الفجار لفی جنات وتمامہ فی المطولات اوسیطرح فاسد نہین ہوتی نماز اگر مکرر کی

کسی کلمہ کو ادا اور تصحیح کی ہو یا قافیہ نے فساد نماز کی اگر سے بدلجائیں جیسے رب رب العلمین بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہی نماز اگر بدلدے ایک کلمہ کو دوسرے سے
اور سے بگڑجائیں جیسے ان الفجار لفی جنات پڑھنا لفی جحیم کی جگہہ اور پورا بیان اسکا بڑی کتابون مین ہے م شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریۃ سے
ایسا معلوم ہوتا ہو کہ مکرر پڑھنا ایک کلمہ کا اس صورت مین مفسد ہی کہ پڑھنے والا مضاف و مضاف الیہ کو جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو یا قصد نہ
کیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکل گیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد نہو اور مفسدات نماز سے وہ صورتین بھی ہین
جو اس باب سے پیشتر ہو چکین مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہو اور امام کا مسجد سے باہر چلا جانا بدون خلیفہ
کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار مین ایک رکن کو ادا کرنا یا اثناء نماز مین کسی فعل منافی
نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالباً ماتن و شارح نے ان کو اسلیے یہان ذکر نہین کیا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے ولا یفسدها نظره الی مکتوب وفهمه
ولو مستفهما وان کره اور نہین فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اوس کا اگرچہ وہ انشاء سمجھا ہو ہرچند دانستہ سمجھنا
مکروہ ہی اسلیے کہ لکھے کو سمجھنا نماز کے اعمال مین سے نہین اس سے یہہ نکلا کہ اگر اتفاقاً نظر لکھے پر پڑ گئی اور سمجھ مین بدون قصد کے آگیا تو مکروہ
بھی نہین کذا فی الطحطاوی ومرور مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجوده فی الاصح اور نہین فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے
والے کا جنگل مین یا بڑی مسجد مین نمازی کے سجدہ کی جگہہ مین کو صحیح قول یہی ہے یعنی نمازی کے قدمون سے سجدہ کی جگہہ تک، مین سے کسی کا
گذر جانا مفسد نماز نہین اور اس کا مقابل قول تمرتاشی کا ہے کہ قدمون سے لیکر اوس جگہہ تک گذرنا مفسد نہین جہان تک نمازی کی نظر پڑے
جب کہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونو مذہب پر نہین لیکن گذرنے والے پر گناہ کا ہونا اصح قول مین قدمون سے لیکر
سجدہ تک کی جگہہ مین گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اوس جگہہ مین بھی گذرنے سے ہوگا جہان نمازی کی نظر پڑے سجدہ گاہ کو تکنے کی
حالت مین کذا فی الشامی او مروره بین یدیه الی حائط القبلة فی بیت و مسجد صغیر فانه کبقعة واحدة مطلقاً ولو امرأة او کلباً
یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا سامنے نمازی کے اوسکے قدمون سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر مین اور چھوٹی مسجد مین کہ گھر اور چھوٹی مسجد مثل
ایک مکان کے ہین یعنے مقدار دو صفون کے فاصلہ کا ہونا ان دونون مین مانع اقتدا کا نہین جیسے جنگل اور بڑی مسجد مین مانع ہوتا ہے مفسد نماز
نہین گذرنا کسی کا مطلق خواہ وہ عورت ہو یا کتا م شامی نے کہا کہ اسمین رد ہے ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہین کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا
مفسد ہی اور اشارہ ہے اس امر کے طرف کہ اس باب مین جو کچھ مروی ہے وہ منسوخ ہی چنانچہ حلیہ مین اسکو ثابت کیا ہے او مروره بأسفل
من الدکان امام المصلی لو کان یصلی علیها ای الدکان بشرط محاذاة بعض اعضاء المار بعض اعضائه وکذا سطح و سریر و
کل مرتفع دون قامة المار وقیل دون السترة کما فی غرر الاذکار مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والیکا دوکان کے نیچے نمازی کے
سامنے کو جبکہ وہ دوکان پر نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آجانے بعض اعضا گذرنے والیکے بعض اعضا نمازی کو اور یہی حکم عدم فساد کا ہے چھت
اور تخت اور ہر اونچی چیز کا ہے کہ بلندی گذرنے والیکے قد سے کم ہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مقدار سترہ یعنی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ
غرر الاذکار مین ہے م بحر الرائق مین اس قول ضعیف کو غلط کہا ہے اسوجہ سے کہ اگر مقدار سترہ کا اعتبار ہوتا تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے
مکروہ نہوتا کہ وہ تو غالباً ہاتھ سے اونچا ہی ہوتا ہے کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار ماذا علیه من الوزر
لوقف اربعین خریفاً فی ذلک المرور ولو بلا حائل ولو ستارة ترتفع اذا سجد وتعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے مین گذرنیوالا گنہگار ہوا
ہو بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اوس پر کیا گناہ ہے تو ٹھیرا رہے چالیس برس اور گناہ اوس وقت ہے کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو اگرچہ
ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنیکے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو م حلیہ مین کہا کہ اس مسئلہ مین چار صورتین ہین اول یہ
کہ گذرنے والیکو گنجایش ہے کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے رستہ روکا نہین تو اس صورت مین اگر گذریگا تو گنہگار خاص

گذرنے والے پر ہوگا دوم یہہ کہ اور طرف کو رستہ نہین اور نمازی نے رستہ روک لیا ہو تو اس صورت مین گناہ خاص نمازی پر ہوگا سوم یہہ کہ نمازی نے رستہ روکا ہو مگر گذرنیوالا اور طرف کو بھی نکل سکتا ہو تو اب گذرنے سے دونو گناہگار ہونگے چہارم یہہ کہ نمازی نے رستہ نہین روکا اور گذرنے والیکو اور طرف راہ نہین تو اس مین کسی پر گناہ نہین اور صورت سترہ کی یہہ ہو کہ مثلا ایک انگشت کے برابر موٹی لکڑی یا کوئی اور چیز جیسے مین لٹکتی ہو جب نمازی سجدہ کرتا ہو تو وہ سر کی حرکت سے اوسکی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہو اور جب کہڑا ہوتا ہو پہر سیدہی ہو جاتی ہو تو اسطرح کی آڑ سے بہی گذرنیوالے پر کچہہ گناہ نہین اور اس سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت مین ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ولو کان فرجة فللداخل ان یمر علی رقبة من لم یسدہا لانہ اسقط حرمة نفسہ فتنبہ اور اگر صف مین کوئی جگہہ خالی ہو تو نماز مین آنیوالے کو جائز ہے کہ جس شخص نے اوس جگہہ کو بند نہین کیا اوسکی گردن کو پہلانگ کر چلا جاوے کیونکہ اوس نے اپنی عزت آپ کہو دی تو خبردار ہو جا یعنی اوسکے سامنے سے گذرنا گناہ نہین م شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے سامنے گذرا چاہتا ہو اور اوسکے ساتہہ کوئی چیز قابل سترہ کر دینے کے ہے تو اوسکو نمازی کے سامنے رکہدے اور دوسری طرف جا کر اوسکو اوٹہالے اور اگر دو شخص ہون تو ایک نمازی کے سامنے کہڑا ہو جاوے دوسرا اوسکی آڑ سے نکل جاوے پہر دوسرا کہڑا ہو جاوے تاکہ اول شخص دوسرے کی آڑ سے گذر جاوے لکہتے ہین ان دونو مسئلون سے معلوم ہوا کہ ایک طرف سے سامنے نمازی کے کہڑا ہو جانا یا ہاتہہ بڑہا کر اوسکے سامنے سے چیز کا اوٹہا لینا موجب گناہ کا نہین ویغرز ندبا بدائع الامام وکذا المنفرد فی الصحراء ونحوہا سترة بقدر ذراع طولا وفی غلظ اصبع لتبدو للناظر بقربہ دون ثلثة اذرع علی حذاء احد حاجبیہ لا بین عینیہ والایمن افضل اور کہڑا کرلے امام بطور استحباب کذا فی البدائع اور اسیطرح تنہا پڑہنیوالا جنگل مین اور مثل جنگل مین یعنی بڑی مسجد مین کہڑا کرلے ایک سترہ مقدار ایک ہاتہہ کے لنبائی مین اور ایک انگلی کے موٹائی مین تاکہ دیکہنے والے کو یعنی گذرنے والیکو سوجہے قریب اپنے تین ہاتہہ کے فاصلہ کے اندر مقابل ایک ابرو کے نہ دونون آنکہون کے بیچ کے سامنے اور داہنی ابرو کے مقابل کہڑا کرنا بہتر ہے کہ مطابق سنت ہے م طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ دون ثلثة اذرع کی جگہہ قدر ثلثة اذرع کہتا کیونکہ حلبی مین ہے کہ سنت یہہ ہو کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتہہ سے زیادہ نہو اور ایک ہاتہہ کا طول اور انگلی کی موٹائی بیان اقل مقدار کا ہو کہ اس سے کم نہو اور بحر الرائق مین کہا کہ مذہب قوی کے بموجب موٹائی کا کچہہ اعتبار نہین ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولا وقیل کالمحراب اور کفایت نہین کرتا رکہدینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹادینا مثل لاٹہی وغیرہ کا اور نہ کافی ہو خط کہینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہو تو خط کہینچنا کافی ہے تو خط کہینچے نمازی طول مین یعنی سیدہا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کہینچے م فتح القدیر مین درصورت نہونے سترہ کے خط کہینچنے پر یقین کیا ہو اور کہا ہے کہ اتباع سنت بہرحال بہتر ہو علاوہ اسکے خط کچہہ نہ کچہہ نظر آتا ہے تو کافی ہوگا اور یہہ قول امام محمد سے مروی ہو اس سے یہہ نکلتا ہے کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے سامنے رکہہ لے گا تب بہی سترہ ہو جاویگا ویدفعہ ہو رخصة فترکہ افضل بدائع قال الباقانی فلو ضربہ فمات لا شیء علیہ عند الشافعی رضی اللہ عنہ خلافا لنا علی ما یفہم من کتبنا بتسبیح او جہر قراءة او اشارة ولا یزاد علیہا عندنا قہستانی لا بہما فانہ یکرہ اور ہٹادے نمازی گذرنیوالے کو یعنی جبکہ سترہ نہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر کو گذرتا ہو ہٹادے سبحان اللہ کہنے یا پکار کر پڑہنے سے اگرچہ نماز سری ہو یا اشارہ سے ہاتہہ یا آنکہہ یا سر کے م شارح نے کہا کہ ہٹانا رخصت ہو عزیمت نہین پس ترک دفع بہتر ہو اسلیے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہین کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنے والے کو مارا اور وہ مر گیا تو اوسپر کچہہ نہین نہ دیت نہ قصاص امام شافعی رح کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجہا جاتا ہے ہماری کتابون سے یعنی رخصت فقط اشارہ ہو نہ جنگ و محاربہ اور نہ زیادہ کیا جاوے ان باتون پر ہمارے نزدیک یعنی کپڑا پکڑ لینا یا مارنا ہمارے نزدیک درست نہین کذا فی القہستانی نہ دفع کرے سبحان اللہ کہنے اور اشارہ دونو سے کہ دونو باتون کا جمع کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ مقصود ایک سے حاصل ہو م یہہ جو حدیث مین آیا ہو کہ گذرنیوالے سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے تو یہہ منسوخ ہو چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہہ حکم ابتدای اسلام مین تہا جب نماز کے اندر کام کرنا مباح تہا اب اسکی

عبارت نہین کذا فی الشامی مختصرا والمرأۃ تصفق لا بضرب بطن علی بطن اور عورت گذرنے والے کو ہٹانے کے لیئے تالی بجاوے اسطرح کہ ہتھیلی
لگی بلکیفیت تالی بجانیکی بحر الرائق مین مجتبی سے منقول ہو کہ پشت داہنے ہاتھ کی اونگلیون کی بائین ہاتھ کے اندر طرف یعنی ہتھیلی پر مارے شامی اور طحطاوی
نے کہا کہ اسطرح تالی بجانیکی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی دونو ہاتھ اپنی جگہہ سے ٹل جانے مین اس سے تو یہی بہتر ہو کہ بائین ہاتھ کو اپنی جگہہ رہنے دے اور
داہنے ہاتھ کی اونگلیون کے اندر طرف کو بائین کی پشت پر مارے کہ اس مین عمل تہوڑا ہے ولو صفق او سبحت لم تفسد وقد ترکا السنۃ
تاتارخانیۃ اور اگر ہٹانیکے لیئے مرد نے تالی بجائی یا عورت نے سبحان اللہ کہدیا تو نماز فاسد نہو گی لیکن دونو نے طریق مسنون کو ترک کیا کذا فی النہایۃ
وکفت سترۃ الامام للکل اور کافی ہو سترہ امام کا کل مقتدیون کے لیئے یعنی اگر امام کے سامنے سترہ ہو گا تو جو کوئی مقتدیون کی صف کے سامنے سے
گذریگا اوسپر گناہ نہو گا ولو عدم المرور والطریق جاز ترکہا وفعلہا اولی اور اگر گذرنا اور رستہ نہو یعنی ایسی جگہہ نماز پڑہے جہان کوئی گذرتا نہو اور
منہ رستہ کی طرف نہو تو ترک کرنا سترہ کا جائز ہے اور رکہنا سترہ کا ایسی جگہہ بہی بہتر ہو ہم رستہ کے طرف منہ نکرنیکی قید اسلیئے لگائی کہ رستہ
کیطرف کو نماز پڑہنا سترہ کے ساتہہ اور بدون سترہ کے دونو طرح مکروہ ہی کیونکہ رستہ چلنیکے لیئے بنا ہے تو اوس مین ایسی چیز بنانی چاہیئے جو اوس کے
مناسب نہو کذا فی البحر وکرہ نحو التنزیہیۃ التی مرجعہا خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان نہیا ظنی الثبوت ولا صارف عنہ فتحریمیۃ و
الا فتنزیہیۃ اھ مکروہ ہے لٹکانا کپڑے کا شارح کہتا ہو کہ کراہت شامل ہے تنزیہی کو جس کا مآل ترک اولے ہو پس فرق کرنیوالی چیز کراہت تحریمی اور
تنزیہی مین دلیل ہے یعنی اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جس کا ثبوت ظنی ہے اور کوئی پہیرنے والا تحریم سے استحباب کیطرف نہو تب تو کراہت تحریمی
ہی ورنہ کراہت تنزیہی ہے ہم بحر الرائق مین کہا کہ مکروہ دو قسم ہی ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے رتبہ مین ہے یعنی جسطرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہی
اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہو دوم مکروہ تنزیہی جو ایسا نہو تو جب فقہا کی عبارت مین لفظ مکروہ پایا جاوے تو اوسکی دلیل کو دیکہنا
چاہیئے اگر دلیل مذکور نہی ظنی ہو تو تحریمی ہی ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون دلیل کے بہی اوس کا حال معلوم ہو سکتا ہے اسطرح کہ اگر وہ مکروہ
ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہو گا اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہو گا سدل تحریما للنہی ثوبہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد وکذا القباء
بکم الی وراء ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہی لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب عادت کے یعنی چہوڑ دینا کپڑے کا بدون پہننے معمولی کے اور اسی مین داخل ہی
قبا کا پہننا ایسی طرح کو آستین پشت کی جانب ہو یعنی اوسکی کشادہ بغلون مین سے ہاتہہ نکالکر آستینین پیچہے کو ڈالنا بہی سدل مین داخل اور مکروہ ہو ذکر
کیا ہی اسکو حلبی نے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ تحریما للنہی کو بعد ثوبہ کے لکہتا تاکہ لفظ سدل جو مضاف ہی اور ثوبہ جو مضاف الیہ ہے ان
دونو مین فاصلہ نپڑتا اور سدل کی صورت کرخی نے یہہ بیان کی ہے کہ مثلا چادر یا رومال اپنے سر یا شانہ پر رکہکر اوسکے کنارے چہوڑ دے اور
دامنون کا لٹکانا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکانا اسمین داخل نہین کذا فی الشامی کشفہ ومندیل یرسلہ من کتفیہ فلو من احدہما لم یکرہ کحالۃ عذر
وخارج صلوۃ فی الاصح مثل دوپٹہ اور رومال کے کہ اوسکو اپنے دونو مونڈہون سے لٹکادے تو مکروہ ہو گا پس اگر ایک مونڈہے سے لٹکایگا تو
مکروہ نہو گا جیسے عذر کی حالت مین اور نماز سے باہر صحیح تر قول مین سدل مکروہ نہین ہم شد بفتح شین معجمہ ودال مشدد ایک کپڑا ہے جسکو مونڈہون پر ڈالتے
ہین اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہین بشرطیکہ تکبر کیلئے نہو کذا فی الشامی عن النہر وفی الخلاصۃ اذا لم یدخل یدیہ فی کمی الفرجی المختار
انہ لا یکرہ وہل یرسل الکمین او یمسک خلاف والاحوط الثانی قہستانی اور خلاصہ مین ہی کہ جب نمازی اپنا ہاتہہ فرجیہ کی آستین مین نڈالے تو مختار
یہہ ہی کہ مکروہ نہین اور کیا اس صورت مین آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ لے اسمین اختلاف ہی زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہی کذا فی القہستانی ہم
شامی نے کہا کہ خلاصہ مین عدم کراہت کو مختار کہا ہی اسپر کسی نے سوای بزازی کے اوسکی موافقت نہین کی بلکہ صحیح وہ قول ہے جو قاضی خان اور
جمہور صحابہ کہتے ہین کہ فرجیہ کو بدون آستین مین ہاتہہ ڈالے پہننا مکروہ ہی کیونکہ سدل اس صورت مین بہی موجود ہے [illegible]
کشفہ کرا ذیلی وعقبہ بہ ای بثوبہ وبسدلہ للنہی لا لحاجۃ ولا باس بہ خارج صلوۃ اور مکروہ تحریمی ہے کپڑے کا اوپر اٹہانا

کپڑے پہننے میں بہرنے کے سبب سے ہو جیسے مکروہ ہو وہ عمل ہو تا نماز میں آستینیں یا دامن چڑہانا اور مکروہ تحریمی ہے کھیلنا نمازی کا اپنے کپڑے سے اور بدن سے
بسبب ممانعت کے مگر حاجت کے لیے مکروہ نہیں مثلاً بدن کو خارش کے سبب سے کھجایا یا پسینا تکلیف دیتا تھا اوسکو پونچھ ڈالا تو عمل قلیل سے یہہ امور
مکروہ نہوں گے اور کچھ مضایقہ نہیں کھیلنے کا کپڑے سے اوس ہدیہ دن سے نماز کے باہر م شامی نے کہا کہ آستین چڑہائی نماز شروع کرنے میں یہہ صورت بھی
داخل ہو کہ آستین اوسکام کے لیے چڑہائی تہی یا وضو کے لیے چڑہائی تہی اور رکعت فوت کے لیے جلدی میں آستین نہ اوتاری شریک جماعت ہو گیا تو ایسی حالت
میں افضل یہہ ہو کہ عمل قلیل سے آستین نماز کے اندر اوتار لے اور عبث کے باب میں اصل وہ حدیث ہے جسکو قضاعیہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمہارے لیے تین چیزیں مکروہ کیں نماز کے اندر عبث کرنا اور روزہ میں فحش باتیں کرنی اور قبرستان
میں ہنسنا وصلوته فی ثیاب بذلة یلبسها فی بیته ومهنته ای خدمته ان له غیرها ۱۲ اور مکروہ تنزیہی ہو کذا فی البحر نماز پڑہنا نمازی کا میلے
کچیلے کپڑوں میں جنکو گہر میں پہنتا ہے اور کام کرنے کے کپڑوں میں بشرطیکہ اوسکے پاس اور کپڑے ہوں ورنہ مکروہ نہوگا مہنۃ بذلہ باموحدہ مکسور اور سکون
ذال معجمہ سے بمعنی خدمت اور ابتذال ہے اور مہنہ بفتح میم و سکون ہا عطف تفسیر ہے یعنی وہ کپڑے جنکو پہنکر دوسروں کے پاس نجاوے کذا فی الشامی
واخذ درهم ونحوه فی فیه لم یمنعه من القراءة فلو منعه تفسد اور مکروہ ہو درم اور اوس جیسی چیز کا منہ میں لینا جو نمازی کو قرارت سے
مانع نہو اور اگر قرارت کی مانع ہو یعنی اسطرح کہ بالکل پڑھ نسکے یا ایسے الفاظ نکلیں جو قرآن کے الفاظ نہوں تو نماز فاسد ہو جائیگی م شامی نے قاضی خان سے
نقل کیا کہ کسی چیز کا منہ میں لینا جو مانع قرارت نہو مکروہ تنزیہی ہو وصلوته حاسرا ای کاشفا راسه للتکاسل ولا باس به للتذلل واما
للاهانة بها فکفر ۱۲ اور مکروہ ہو نماز پڑہنا نمازی کا سر کہولکر سستی کی وجہ سے اور کچھ مضایقہ نہیں سر کہولنے کا انکسار کے لیے اور نماز کی اہانت کے لیے
تو سر کہولنا کفر ہے م شامی نے بعض علما سے نقل کیا کہ گرمی کی وجہ سے بھی ننگے سر نماز پڑہنا مکروہ ہے ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل الا
اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر ۱۲ اور اگر گر جاوے نمازی کی ٹوپی تو اوسکا دوبارہ سر پر رکھ لینا افضل ہے مگر جس صورت میں کہ محتاج ہو لپیٹنے
کی یا عمل کثیر کی تو اعادہ افضل نہیں وصلوته مع مدافعة الاخبثین او احدهما او الریح للنهی اور مکروہ تحریمی ہو نماز پڑہنا نمازی کا بول اور
براز کے دباؤ کے ساتھہ یا دونوں میں سے ایک کے دباؤ کے ساتھہ یا ہوا کے روک رکھنے کے ساتھہ اور یہہ کراہت بباعث ممانعت کے ہے
یعنی ابو داؤد کی حدیث کے باعث کہ نہیں حلال ہے کسیکو جو ایمان رکھتا ہو اللہ تعالی اور روز آخرت پر کہ نماز پڑہے اس حال میں کہ پیشاب کو
دبائے ہو یہاں تک کہ اوس سے ہلکا ہو جاوے اور اوسی جیسا ہے پاخانہ کا ضبط کرنے والا کذا فی الشامی وعقص شعره للنهی عن کفه ولو
بجمعه او ادخال اطرافه فی اصوله قبل الصلوة اما فیها فیفسد اور مکروہ ہے بالوں کا جوڑا کرنا بسبب منع کے اون کے اوٹھانی
سے اگرچہ جوڑا کرنا اون کے اکٹھا کرنے سے ہو یا اون کے سرونکو جڑوں میں کر لینے سے ہو نماز کے پیشتر اور نماز میں جوڑا کرنا نماز کا مفسد ہے م عقص
بفتح اول بالوں کے گوندہنے کو کہتے ہیں یہاں یہہ مراد ہے کہ بالوں کو سر پر جمع کر کے گوند سے چپکا لے یا ڈوری سے باندہ لے خواہ چوٹیاں
گوندہ کر سر کے گرد لپیٹ لے خواہ گدی پر سب کو باندہ لے کہ سجدہ میں زمین پر نہ گریں تو یہہ سب باتیں مکروہ ہیں کیونکہ طبرانی کی حدیث میں
اوس سے ممانعت وارد ہے اور حلیہ میں نقل کیا کہ ہر چند بموجب مضمون احادیث کے کراہت تحریمی ہونی چاہیے مگر اجماع اسپر ہے کہ یہہ فعل مکروہ
تنزیہی ہے اور نماز کے اندر اسکے مفسد ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ بالاجماع عمل کثیر ہے کذا فی الشامی وقلب الحصا للنهی الا للسجود
التام فیرخص مرة وترکها اولی اور مکروہ ہے کنکروں کا ہٹانا بسبب نہی کے مگر واسطے پورے سجدہ کرنے نمازی کے مکروہ نہیں سو ایکدفعہ ہٹانیکی
اجازت ہے اور ترک ایکدفعہ کا بھی بہتر ہے م صحاح ستہ میں معیقیب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنکروں کو مت ہٹا جب کہ تو
نماز پڑہتا ہو اگر بالضرور ہٹانا ہی ہو تو ایک بار ہٹا لے اور پورے سجدہ کرنیکی قید اسلیے لگائی کہ اگر بالکل سجدہ نہو سکے بدون ہٹائے تو پہر کنکروں کو
ہٹا دے گو ایکدفعہ سے زیادہ ہٹانے پڑیں کذا فی الشامی وفرقعة الاصابع وتشبیکها ولو منتظرا الصلوة او ماشیا الیها للنهی ولا یکره

لحاجة وخارجها لحاجة اور مکروہ تحریمی ہے انگلیان چٹخانی اور ایک ہاتھہ کی انگلیون کو دوسرے کی انگلیون مین ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کیا جانے والا نماز کے طرف تب بھی مکروہ ہی بباعث نہی کے اور مکروہ نہین نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے ہم ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ اپنی انگلیان مت چٹکا جب کہ تو نماز پڑھتا ہو اور مجتبی مین حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اسسے کہ آدمی اپنی انگلیان چٹکاوے جس وقت کہ مسجد مین نماز کا منتظر بیٹھا ہو اور ایک روایت مین ہے کہ جسوقت کہ نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابوداؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہے اور خارج نماز سے یہہ مراد ہے کہ نماز کو جاتا ہو اور نہ مسجد مین اوس کا منتظر ہو اور حاجت یہہ کہ جوڑون کا آرام دینا ہو مثلا اس سے معلوم ہوا کہ بدون حاجت کھیل کے طور پر انگلیون کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے مین ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الشامی والتخصر وضع الید علی الخاصرة للنهی ویکرہ خارجها تنزیھا اور مکروہ تحریمی ہے تخصر یعنی ہاتھہ کا کوکھ پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہے ہم صحیحین وغیرہما مین مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین کوکھ پر ہاتھہ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہے صاحب بحر کی کذا فی الشامی والطحطاوی والالتفات بوجهه كله او ببعضه للنهی اور مکروہ تحریمی ہے سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز مین دیکھنا بسبب نہی کے ہم ترمذی نے انس رضی سے روایت کیا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچ نماز مین التفات سے کیونکہ التفات نماز مین موجب ہلاکی ہے کذا فی الشامی وببصره یکرہ تنزیھا وبصدره تفسد کما مر اور بدون موہنہ پھیرنے کے آنکھہ سے ادہر اودہر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے مفسد نماز ہے چنانچہ مفسدات نماز مین بیان ہوا وقیل قائله قاضی خان تفسد بتحویله والمعتمد لا اور قاضی خان نے کہا ہے کہ نماز فاسد ہوتی ہے موہنہ کے پھیرنے سے اور معتمد یہہ ہے کہ فاسد نہین ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہے واقعاؤه کالکلب للنهی اور مکروہ تحریمی ہے نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے بسبب نہی کے ہم اقعا کی تفسیر طحاوی نے یہہ بیان کی ہے کہ دونو سرین پر بیٹھے اور رانون کو کھڑا کرکے دونو گھٹنے چھاتی سے لگالے اور دونو ہاتھہ زمین پر رکھے اور چونکہ یہہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہے اسلیے یہی صحیح تر ہے اور حدیث مین اسی نشست کی ممانعت ہے اور کرخی نے یہہ تفسیر کی ہے کہ دونو پانو کو کھڑا کرکے اونکی ایڑیون پر بیٹھے اور دونو ہاتھہ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہہ نشست مکروہ تحریمہ نہین بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون کے ہے اسلیے مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعيه للنهی اور مکروہ تحریمی ہے بچھانا مرد کا اپنے دونو ہاتھون کو واسطے نہی کے یعنی حدیث مسلم مین ممانعت وارد ہے وصلوته الی وجه انسان ككراهة استقباله فالاستقبال لو من المصلی فالكراهة علیه والا فعلى المستقبل ولو بعيدا ولا حائل اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے موہنہ کیطرف جیسے مکروہ ہے موہنہ کرنا نمازی کے طرف پس اگر موہنہ کرنا نمازی کے طرف سے ہوگا تو کراہت اوسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کے طرف کو موہنہ کریگا اگرچہ موہنہ کرنے والا دور رہے اور نمازی مین اور اوس مین کوئی آڑ نہو ہم طحطاوی نے کہا کہ استقباله کی ضمیر نمازی کے طرف ہے اور استقبال ضمیر مفعول کے طرف مضاف ہے اور آڑ نہونیکی قید اسلیے لگائی کہ آڑکیصورت مین کراہت نہین رہتی مثلا نمازی کا موہنہ دوسرے کے موہنہ کیطرف ہے مگر دونو کے بیچ مین ایک اور شخص ہے جسکی پشت نمازی کیطرف ہے تو مکروہ نہوگا ورد السلام بيده لا برأسه كما مر اور مکروہ تنزیہی ہے جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھہ سے یا اپنے سر سے جیسا پیشتر مفسدات مین گذرا

فرع مسئله مهمه شایعه لا باس بتكلم المصلی واجابته برأسه كما لو طلب منه شیء او اری درهما وقیل اجید فاومأ بنعم او لا او قیل کم صليتم فاشار بيده انهم صلوا ركعتين کچہہ مضایقہ نہین نمازی کے بولنے یا جواب دینے مین اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہے پس نمازی نے اشارہ سے ہان یا نہین کیا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تمنے کتنی رکعتین پڑھی ہین اور اوسنے ہاتھہ سے اشارہ کردیا کہ ہمنے دو رکعتین پڑھی ہین ہم لفظ لا باس سے اشارہ ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ سر یا ہاتھہ سے اشارہ نکرے کذا فی الطحطاوی اما لو قیل له تقدم فتقدم او دخل احد الصف فوسع له فسدت ذكره الحلبی وغیره خلافا لما مر عن البحر اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ جا پس وہ آگے بڑھا یا کوئی شخص صفون مین داخل ہوا اور نمازی نے فوراً اسکو جگہہ دیدی تو نماز فاسد ہوجائیگی ذکر کیا اسکو حلبی نے برخلاف

اوس قول کے جو گذرا بحرالرائق سے ہم بحرالرائق مین کہا کہ اس صورت مین نماز فاسد نہین ہوتی اور طحطاوی نے کہا کہ یہی قول عدم فساد کا معتمد ہو قول
نماز کے فاسد ہونے کا ضعیف ہی چنانچہ پیشتر شرنبلالی سے اسکی تضعیف گذر چکی وکرہ الترتیع تنزیہا لترکہ الجلسۃ المسنونۃ بغیر عذر ولا یکرہ
خارجہا لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان جل جلوسہ مع اصحابہ التربع وکذا عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور مکروہ تنزیہی ہی چار زانو بیٹہنا
نماز کے اندر بدون عذر کے بسبب ترک کرنے جلسۂ مسنون کے اور مکروہ نہین بالتی مار کر بیٹہنا نماز سے باہر اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست صحابہ
کبار کے ساتہہ اکثر چار زانو ہوتی تہی اور اسیطرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست تہی نقل کیا ہی اس حدیث کو شرح منیہ مین ابن ہمام سے اور اس مین رد
ہی اون لوگون کے قول کا جو کہتے ہین کہ چار زانو بیٹہنا نماز کے باہر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ جابر لوگون کی نشست ہی کذا فی الشامی والتثاؤب
ولو خارجہا لانہ من الشیطان والانبیاء محفوظون منہ اور مکروہ ہی جمائی لینا اگرچہ نماز کے باہر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین نے
اس لیے کہ جمائی لینا شیطان کے طرف سی ہے اور انبیا علیہم السلام اس سی محفوظ ہین ہم صحیحین مین مروی ہی کہ جمائی لینا شیطان کے طرف سی ہو تو جب
کوئی تم مین سے جمائی لے تو چاہیے کہ اسکو حتی الوسع روکے شامی نے کہا کہ جمائی کی کراہت کو کسی نے یہہ نہین لکہا کہ تحریمی ہی یا تنزیہی مگر ظاہرا
ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اگر اپنے آپ آوے تو مکروہ تنزیہی ہو اور اگر دانستہ جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہو کیونکہ یہہ فعل عبث ہی اور عبث مکروہ تحریمی
ہوتا ہی وتغمیض عینیہ للنہی الا لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہو کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکہون کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لیے بند کرنا
مکروہ نہین ہم نہی کی حدیث کو ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہی اور بدائع مین وجہ کراہت یہہ مذکور کی ہی کہ سجدہ گاہ کا تاکنا مسنون ہی اور آنکہون
کے بند کرنے سی یہہ سنت متروک ہو جاتی ہے تو اسی لیے حلیہ اور بحرالرائق مین کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی متصرفا وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ
فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یشتبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا
اشتباہ فی نفی الکراہۃ اور مکروہ ہی کہڑا ہونا امام کا محراب مین نہ سجدہ کرنا امام کا محراب مین حالانکہ دونو پانو اوسکے محراب کے باہر ہون اسلیے کہ اندر اور
باہر ہونے مین اعتبار قدم کا ہی امام کا کہڑا ہونا محراب مین مطلق مکروہ ہی اگرچہ حال امام کا مقتدیون پر مشتبہ نہو خواہ محراب مسجد مین سی بنایا ہو اگر علت مکروہ
ہونیکی اہل کتاب کی مشابہت کو ٹہیرایا جاوے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونیکو کہا جاوے اور محراب مین کہڑا ہونے سی کچہہ اشتباہ نہو تا ہو تو مکروہ نہونے
مین کچہہ شبہہ نہین ہم حاصل یہہ ہی کہ امام محمد نے جامع صغیر مین امام کے محراب مین کہڑا ہونیکو مکروہ لکہا ہی اور کچہہ تفصیل نہین کی اس لیے اس کراہت کے سبب مین
مشایخ نے اختلاف کیا بعض نے تو یہہ کہا کہ محراب ایک جداگانہ حجرہ کی طرح ہی تو اوس مین کہڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہونا ہے کہ وہ بہی اپنے امام کا مکان
جداگانہ بناتے ہین اور ہدایہ مین اسی پر اکتفا کیا ہی اور مختار امام سرخسی بہی یہی ہی اور بعض فقہا نے کراہت کا سبب یہہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنے اور
بائین کے مقتدیون پر مشتبہ رہیگا اسلیے مکروہ ہی تو شارح کہتا ہی کہ اگر وجہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر صورت سے مکروہ ہی مقتدیون کو
اشتباہ ہو یا نہو اور اگر وجہ کراہت اشتباہ حال امام ہے تو جس صورت مین اشتباہ نہو گا مکروہ بہی نرہیگا کذا فی الشامی وانفراد الامام علی الدکان
للنہی وقدر الارتفاع بذراع ولا باس بما دونہ وقیل ما یقع بہ الامتیاز وہو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہی کہڑا ہونا امام کا
تنہا چبوترہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث حاکم کے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سی کہ امام کہڑا ہوا اونچے پر اور لوگ اوسکے پیچہے نیچی رہین کذا فی
الطحطاوی اور اندازہ کی گئی ہی بلندی ایک ہاتہہ کی اور کچہہ مضائقہ نہین ایک ہاتہہ سی کمتر بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع مین یہہ ہی کہ جس سے امتیاز ہو جاوے
اور یہی قول موجہ زیادہ ہی ذکر کیا ہی اسکو کمال الدین محقق وغیرہ نے ہم بدائع مین کہا کہ ظاہر الروایۃ یہی دوسرا قول ہی اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہی
طحطاوی نے کہا کہ دکان بفتح دال و تشدید کاف دبار اونچی جگہہ جو بیٹہنے کے لیے بنائی جاتی اور مقتضای حدیث یہہ ہی کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی
وکرہ عکسہ فی الاصح اور مکروہ ہی اوسکا عکس صحیح تر قول مین یعنی کہڑا ہونا مقتدیون کا اونچے مکان پر اور منفرد امام کا پستی مین ہو امام طحطاوی
نے کہا کہ غالبا کراہت تنزیہی ہی اسلیے کہ نہی اس خاص پہلی ہی صورت مین وارد ہی اور وجہ کراہت یہہ ہی کہ اسمین امام کی حقارت ہی اور صحیح قول یہی ظاہر الروایۃ ہی اور مکروہ

مقابل قول طحاوی کا ہی کہ یہہ صورت مکروہ نہین کذا فی الشامی وھذا کلہ عند عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی
الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین اور یہہ کراہت تب
ہی کہ مسلمون مین وقت ہونے عذر کے ہو مثل انبوہ جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بھیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانون پر کھڑے ہون اور امام زمین پر
یا محراب مین کھڑا ہو بسبب تنگی جگہہ کے تو مکروہ نہوگا جیسے اس صورت مین مکروہ نہین کہ امام کے ساتھہ مقتدیون مین سے بعض ہون صحیح تر قول مین یہی ہے
چبوترہ پہ ہو اور اوسکے ساتھہ کچھ مقتدی بھی ہون تو مکروہ نہوگا اور یہی بات کی عادت ہوگئی ہے جامع مسجدون اہل اسلام مین یعنے اگر تنگی کے
باعث امام کو محراب مین یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہے تو اوسکے ساتھہ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہوجاتے ہین ومن العذر ارادۃ التعلیم او
التبلیغ کما بسط فی البحر اور عذر مین سے یہی ہو ارادہ کرنا امام کا تعلیم کو یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہونچانیکو دوسرے مقتدیون تک چنانچہ مفصل بیان کیا
ہی اسکو بحر الرائق مین ھم یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلیے کھڑا ہو کہ مقتدی اوسکے افعال دیکھکر سیکھین یا مقتدی اسلیے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کہے تو مکروہ نہوگا اس
معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہہ پر مکروہ ہے کذا فی الشامی وقدمنا کراھۃ القیام فی صف خلف صف فیہ
فرجۃ للنھی وکذا القیام منفردا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی
فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ اور ہم پیشتر باب الامامت مین لکھہ آئے ہین مکروہ ہونا قیام کا ایک صف مین پیچھے ایسی صف کے جس
مین فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسیطرح مکروہ ہونا قیام کا تنہا اگرچہ صف مین جگہہ نپاوے بلکہ ایک نمازی کو صف مین سے اپنے برابر کھینچ لے ذکر کیا ہے اسکو
ابن کمال نے لیکن کہا ہے صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ ہمارے زمانے مین نہ کھینچنا بہتر ہے یعنی لوگون مین جہل زیادہ ہے اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑ پڑتے
ہین اور یہی وجہ بحر الرائق مین کہا کہ مکروہ ہے تنہا کھڑا ہونا مگر اوس صورت مین کہ صف مین جگہہ نپاوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہین ہے دوسرے
نمازی کے کھینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہین کیا ولبس ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق راسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او
یسرۃ او محل سجودہ تمثال ولو فی وسادۃ منصوبۃ لا مفروشۃ اور مکروہ ہے نمازی کو پہننا اوس کپڑے کا جسمین تصویرین جاندار کی ہون
اور مکروہ ہے کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنی چھت مین یا سامنے یا برابر داہنے خواہ بائین یا سجدہ کی جگہہ مین کوئی تصویر اگرچہ کھڑی گدی مین ہو جسپر چلتے ہوئے تکیہ
کہتے ہون نہین مکروہ ہے اگر بچھی ہوئی گدی پر تصویر ہو تمثال صرف جاندار کی صورت کو کہتے ہین اور تصویر عام ہے جاندار کی ہو یا بے جان کی اور
جاندار کی تصویر کا گھر مین رکھنا مکروہ تحریمے ہے کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ فرشتے داخل نہین ہوتے اوس گھر مین جسمین کتا یا تصویر ہو کذا فی
النھر برابر ہے کہ تصویر کپڑے مین ہو یا برتن مین یا دیوار مین واختلف فیما اذا کان التمثال خلفہ والاظھر الکراھۃ اور خلاف ہے اوس صورت
مین کہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو اور ظاہر تر کراہت ہے اسلیے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اوسکی کراہت کی تصریح کی ہے اور یہہ کتاب اونکی آخر
تالیف ہے تو غالبا اسمین اون امور کو لکھا ہوگا جو منقح ہوچکے ہونگے کذا فی الحلبی ولا یکرہ لو کانت تحت قدمیہ او محل جلوسہ لانہا مھانۃ
او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ اور مکروہ نہین اگر تصویر نمازی کے دونو پانو کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہہ مین دبی ہو کیونکہ
اس صورت مین تصویر ذلیل ہے یا تصویر ہاتھہ کے اندر ہو تب بھی مکروہ نہین کہ وہ نمازی کے کپڑون مین پوشیدہ ہے شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت
مین فی یدہ کی جگہہ فی بدنہ ہے یعنی اوسکے بدن مین تصویر کا ہونا مکروہ نہین ھم یعنی متن کی عبارت مین یہہ اشکال ہے کہ اگر ہاتھہ مین تصویر ہوگی
تو ایک ہاتھہ کو دوسرے پر رکھنے کی سنت ادا نہوسکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہے پھر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا لیکن اگر تصویر ہاتھہ مین لکھی ہوئی
گدی ہوئی ہو تو ہوسکتا ہے کذا فی شرح المنیہ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراھۃ المستبین لا المستتر بکیس او
صرۃ او ثوب اخر واقرہ المصنف او کانت صغیرۃ لا تتبین تفاصیل اعضائہا للناظر قائما وھی علی الارض ذکرہ الحلبی یا تصویر نمازی کی
انگوٹھی پر ہو غیر ظاہر نقش سے تب بھی مکروہ نہوگی بحر الرائق مین کہا کہ اس کا مفاد یہہ ہے کہ جس تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ مکروہ ہو نہ وہ کہ تھیلی یا بٹوہ

یا دوسری کپڑے مین چہپی ہو اور ثابت رکہا ہی اسکو مصنف نے یا تصویر اتنی چہوٹی ہو کہ اوسکے اعضا کی تفصیل دیکہنے والیکو نہ سوجہتی ہو جب وہ کہڑا ہو اور تصویر زمین پر ہو یعنی اگر اتنے فاصلہ سے اوسکے اعضا جدا جدا معلوم نہوتے ہون تب بہی مکروہ نہو گی ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے ۱۲ و مقطوعۃ الراس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ ۱۲ ولغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد یا تصویر سر کٹی ہو یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا اوس کا ایسا عضو مٹا دیا ہو جسکے بدون اوس صورت کا جاندار زندہ نرہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو مکروہ نہو گی کیونکہ یہہ سب مذکور چیزین عبادت نہین کی جاتین ہم شامی نے کہا کہ سر کا کاٹنا عام ہے اس سے کہ اوسکو مٹا دیا ہو یا بنایا ہی نہو یا بناکر لکیرون سے کاٹ دیا ہو یا کہرچ ڈالا ہو یا سیاہی خواہ سرخی پہیر دی ہو سب صورتون سے کراہت نرہیگی وخبر جبریل مخصوص بغیر المہانۃ کما بسطہ ابن الکمال ۱۲ حدیث جبریل علیہ السلام کی مخصوص ہی اوس تصویر کے باب مین جو ذلیل نہو چنانچہ مشرح بیان کیا ہی اسکو ابن کمال نے ہم یہہ جواب ہی ایک سوال مقدر کا اوسکی تقریر یہہ ہی کہ اگر تصویر کی کراہت اس وجہ سے ہے کہ جس جگہہ مین نماز ہوتی ہے وہان فرشتے بسبب تصویر کے نہ آئینگے چنانچہ حدیث جبریل مین جسکو مسلم نے روایت کیا ہی مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تہا کہ فلان ساعت مین حاضر خدمت ہونگا جب وہ ساعت آئی تو جبریل نہ آئی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے اور اوس کا رسول اپنا وعدہ خلاف نہین کرتا اور عصا جو آپ کے ہاتہہ مین تہا اسکو زمین پر ڈالا پہر جو دیکہا تو ایک کتے کا بچہ چارپائی کے نیچے تہا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچہا کہ یہہ کب آگیا اونہون نے عرض کیا کہ مجکو خبر نہین پہر وہ بچہ نکالا گیا اوسوقت جبریل تشریف لائی آپ نے فرمایا کہ مین تمہارے وعدہ کا منتظر تہا تم وعدہ پر نہ آئی اونہون نے عرض کیا کہ میرے اندر آنے کا یہہ بچہ مانع ہوا جو آپ کے گہر مین تہا ہم ایسے گہر مین نہین جاتے جسمین کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونو صورت مین کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث مین لفظ صورت عام مذکور ہے اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہی تو جس صورت مین تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو اوسیوقت مکروہ ہونی چاہیے نہ داہنے بائین ہونے مین شارح جواب دیتا ہے کہ کراہت کی وجہ یہی ہے کہ نماز کی جگہہ مین فرشتون کا گذر نہین ہوتا اور حدیث جبریل مین ہرچند لفظ تصویر عام ہے مگر وہ اوسی تصویر سے مخصوص ہی جو ذلیل نہو اسکی مخصص دوسری حدیث ہی ہے جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہی کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونیکی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ اونہون نے عرض کیا کہ مین اندر کیسے آؤن آپ کے گہر مین تو ایک پردہ ہی جسمین تصویرین ہین اگر آپ کو ان کا رکہنا منظور ہے تو اونکے سر کاٹ ڈالیے یا اونکے گدے اور بچہونے بنوالیجیے انتہی کذا فی الشامی ۱۲ واختلف المحدثون فی امتناع ملائکۃ الرحمۃ بما علی النقدین فنفاہ عیاض واثبتہ النووی اور اختلاف کیا ہی اہل حدیث نے رحمت کے فرشتون کے نہ آنے مین بسبب اون تصویرون کے جو روپیہ اشرفی پر ہوتی ہین تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہے اور نووی شافعی نے اسکو ثابت رکہا ہی ہم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علماء حنفی نے بہی تصریح کی ہی چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ چہوٹی تصویر کا رکہنا گہر مین مکروہ نہین یعنی جو تصویر اتنی چہوٹی ہو کہ اوسسے نماز مکروہ نہوتی ہو تو اوس کا رکہنا گہر مین مکروہ نہین اور جو نماز مین کراہت پیدا کرتی ہو اوس کا رکہنا بہی مکروہ ہے **فائدہ** یہہ حکم تصویر کے رکہنے کا ہی لیکن بنانا تصویر جاندار کا چہوٹی ہو یا بڑی ہر طرح سے حرام ہے کہ اوسمین مشابہت اللہ تعالے کی پیدا کرنے سے ہے چنانچہ نووی نے شرح مسلم مین اسپر اجماع نقل کیا ہی وکرہ تنزیہا عد الآی والتسبیح بالید فی الصلوۃ مطلقا ولو نفلا اما خارجہا فلا یکرہ کعدہ بقلبہ او بغمزہ انا ملہ وعلیہ یحمل ما جاء فی صلوۃ التسبیح اور مکروہ تنزیہی ہی شمار کرنا آیتون اور سورتون اور تسبیحات مثلا کہنے کا ہاتہہ سے یعنی انگلیون پر یا تسبیح ہاتہہ مین لیکر کذا فی البحر مطلق نماز مین اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہین ہی شمار کرنا باہر نماز سے جیسے مکروہ نہین شمار کرنا نماز ہی کا اپنے دل مین یا پورون کے دبانے سے اور یہی پر محمول ہے صلوۃ التسبیح جو حدیث مین مذکور ہے یعنی اوس مین یہی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دباتا جائے **فرع** سبحۃ نماز شارع کا لا باس باتخاذ المسبحۃ لغیر ریاء کما بسطہ فی البحر کچہہ مضائقہ نہین تسبیح رکہنے کا بدون ریا کے جیسا کہ مشرح بیان کیا ہی بحر الرائق مین ہم سبحہ بکسر سین سینہ آلہ کا ہی اور بحر الرائق اور حلیہ وغیرہ مین سبحۃ بضم سین ہی کیونکہ

اصطلاح عوام مین تسبیح کہتے ہین یعنے کچہہ دانے ایک ڈوری مین پروئے ہوئے اور دلیل جواز تسبیح رکہنے کی وہ حدیث ہی جو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے کچہہ گٹھلیان یا کنکریان تہین جن پر وہ وظیفہ پڑہتی تہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین تجکو اس سے آسان تر اور افضل بتائے دیتا ہون اسطرح پڑہ سُبحَانَ اللہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ وَسُبحَانَ اللہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الاَرضِ وسُبحَانَ اللہِ عَدَدَ مَا بَینَ ذٰلِکَ وسُبحَانَ اللہِ عَدَدَ مَا ہُوَ خَالِقٌ وَالحَمدُ لِلہِ مِثلَ ذٰلِکَ وَاللہُ اَکبَرُ مِثلَ ذٰلِکَ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مِثلَ ذٰلِکَ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ مِثلَ ذٰلِکَ تو اس حدیث مین اوسکو کنکرون یا گٹھلیون پر شمار کرنے سے منع نفرمایا بلکہ طریق آسان اور افضل ارشاد کردیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا مکروہ ہوتا تو بیان فرمادیتے اور تسبیح مین اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی بات ہوتی ہی کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک رشتے مین پرو لیتے ہین اسطرح کی زیادتی منع مین کچہہ اثر نہین کرتی علاوہ ازین تسبیح کا رکہنا صوفیہ اخیار سے منقول ہے ہان اگر نمود اور شہرت کے لیے رکہے تو البتہ مکروہ ہی کذا فی الشامی ولا یکرہ قتل حیۃ او عقرب ان خاف الاذی اذ الامر للاباحۃ لانہ منفعۃ لنا فالاولی ترک الحیۃ البیضاء لخوف الاذی مکروہ نہین نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچہو کا اگر نمازی ایذا سے ڈرے کیونکہ امر قتل کے مباح کرنیکے لیے ہے اس لیے کہ ہمارے فائدہ کے واسطے ہی تو بہتر ہی چہوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے ہم صحیحین مین ہی کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزون کو قتل کردو یعنی سانپ اور بچہو کو تو یہان اعتراض ہوتا تہا کہ جب حکم ان کے مارنیکا ہی تو چاہیئے تہا کہ انکا مارنا مستحب ہوتا اور ماتن نے صرف عدم کراہت پر اکتفا کیا شارح اوس کا جواب دیتا ہی کہ یہ امر حدیث مین اباحت کے لیے ہے کہ اسمین ہماراہی نفع ہی اور سفید سانپ کو نہ مارنیکی وجہ یہہ ہی کہ حدیث مین اسکو جن فرمایا ہی تو جنات کے آسیب سے محفوظ رہنے کے لیے اوس کا نہ مارنا اولے ہوا کا اوسکے مارنے مین ہمارا ضرر ہی اور نہایہ مین ہی کہ بدون خوف ایذا کے مارنا سانپ اور بچہو کا نماز کے اندر مکروہ ہی کذا فی الشامی لتقتلا مطلقا ولو بعمل کثیر علی الاظہر لکن صحح الحلبی الفساد سانپ اور بچہو کا مار ڈالنا نماز مین مطلق مکروہ نہین اگرچہ عمل کثیر سے مارے اوپر قول ظاہر تر کے لیکن حلبی نے تصحیح نماز کے فاسد ہونیکی کی ہے درصورت عمل کثیر کے ولا یکرہ صلوٰۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہین نماز پڑہنا بیٹہے ہوئے شخص یا کہڑے ہوئے کی پشت کے طرف اگرچہ وہ باتین کرتا ہو مگر جس صورت مین کہ خوف بہک جانیکا ہو اوسکی باتون سے تو البتہ مکروہ ہے ولا الی مصحف او سیف مطلقا او شمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیہ اور مکروہ نہین نماز قرآن کے طرف یا تلوار کے طرف کو مطلق یعنی لٹکی ہوئی ہو یا رکہی ہوئی ہو یا نماز پڑہنا شمع کی بتی کیطرف یا چراغ کے طرف یا آگ کے طرف جو روشن ہو اسلیے کہ آتش پرست عبادت چنگاری کی کرتے ہین نہ جلتی آگ کی کذا فی القنیہ اور طحطاوی نے کہا کہ یہہ جلتی بتی اور چراغ اور آگ تینون کی علت ہی اور آگ سے مراد وہ ہے جسمین صرف شعلہ ہو اور بنہی آگ نہو اگر کوئلہ یا چنگاری بہی ہوگی تو خالی کراہت سے نہین کذا فی النہایہ او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا الماتن یا مکروہ نہین نماز اوس فرش پر جسمین تصویرین ہون بشرطیکہ تصویرون پر سجدہ نکرے مکروہ نہین بسبب اوس وجہہ کے کہ پیشتر گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اوسکی ذلت کا باعث ہے **فروع** مسائل لمحقہ شارح کے فیکرہ اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتنخم وکل عمل قلیل بلا عذر کترض لعلتہ قمل الاذی ...

[مکروہ ہی ا]شتمال صما یعنی چادر کو بدن مین سر سے پانو تک اسطرح لپیٹنا کہ کہین سے ہاتہہ باہر نکلے اور مکروہ ہی اعتجار یعنی دوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندہنا اسطرح کہ بیچ مین سے سر کہلا رہے اور وجہ کراہت ان دونو امر کی یہہ ہی کہ حدیث مین ان سے نہی وارد ہے ایسی کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے کذا فی الشامی اور مکروہ ہے ڈاٹا باندہنا اسطرح کہ ناک اور منہہ ڈہک جاوے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت ایسا ہی کرتے ہین اسی طرح مکروہ ہی زور کی سانس کے ساتھہ رینٹہ نکالنا ہم تنخم بتاء فوقانیہ وزن وخامعجمہ ہی اور بعض نسخون مین تختم ہے یعنی انگوٹہی کا پہننا نماز مین عمل قلیل کے ساتھہ مکروہ ہے طحطاوی نے ابوالسعود سے نقل کیا کہ انگوٹہی کا انہی ... کرتی ہی اور تنخم ذکر کرکے مشتبہ خلاف کا حکم مثل کہنانے کے ہی چنانچہ اوسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی وکل عمل قلیل بلا عذر کترض لعلتہ قمل الا ذی لملکروہ تنزیہی ہی ہر عمل قلیل بدون عذر کے مثلا جون کا مار ڈالنا پہلے کاٹنے کے وترک کل سنۃ ومستحب اور مکروہ تنزیہی ہی چہوڑنا ہر سنت اور مستحب کا شامی نے کہا کہ اگر سنت ... ہو کہ

ہوگی تو موجب نہیں کہ اوس کا ترک کروہ تحریمی ہو وحمل الطفل وما ورد فیہ نحدیث ان فی الصلوٰۃ لشغلا اور کروہ ہی بدون حاجت اوٹھانا بچہ کا نماز
مین اور جو قصہ کہ حدیث مین وارد ہے وہ منسوخ ہی اس حدیث سے کہ ان فی الصلوٰۃ لشغلا یعنی نماز مین ایک شغل ہے جو اور باتون کا مانع ہو ہم یہہ
جواب ہی سوال مقدر کا کہ بچہ کا اوٹھانا کروہ کیسے ہو سکتا ہے یہہ امر تو صحیحین مین بروایت ابو قتادہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز مین
اپنی نواسی بی بی امامہ کو اوٹھاتے تھے جب سجدہ کرتے تھے تو اون کو اتار دیتے تھے اور کہڑا ہونیکے وقت پہر اوٹھا لیتے تھے اس سوال کا جواب ایک تو
یہی ہی جو شارح نے دیا کہ یہہ حکم منسوخ ہی مگر یہہ جواب کام کا نہین اسلیے کہ حدیث ان فی الصلوٰۃ لشغلا ہجرت سی پیشتر کی ہے اور قصہ بی بی امامہ کا ہجرت
کے بعد ہی تو وہ حدیث اسکی ناسخ کیسے ہو سکتی ہے اور ایک جواب بدائع مین مذکور ہی کہ یہہ فعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس لیے تہا کہ آپ کو اسکی
ضرورت تہی کیونکہ ایسا شخص کوئی نہ تہا جو بی بی امامہ کی حفاظت کرتا تو اگر اب بہی کوئی شخص اسیطرح کی ضرورت مین مبتلا ہو تو اوس کو بچہ کا اوٹھانا
کروہ نہین البتہ بدون حاجت کروہ ہوگا کذا فی الشامی ویباح قطعہا لنحو قتل حیۃ وندّ دابۃ وفور قدر وضیاع ما قیمتہ درہم لہ او لغیرہ
اور مباح ہی نماز کا توڑ دینا اگرچہ نماز فرض ہو ان جیسے عذرون سے مثلاً سانپ کا مارنا اور سواری کا بہاگ جانا اور ہانڈی کا ابلنا اور تلف ہونا ایسی چیز کا
جسکی قیمت ایک درم یعنی پانچ آنہ ہون خواہ وہ چیز نمازی کی ہو یا کسی دوسرے کی ہو اسیطرح اگر خوف ہو کہ بہیڑیا کوئی بکری اوٹھا لیجائیگا تو جائز ہی کہ نماز
توڑ کر بہیڑیے کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح ویستحب لمدافعۃ الاخبثین وللخروج من الخلاف ان لم یخف فوت وقت او جماعۃ اور مستحب
ہی نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دباؤ کے وقت اور خلاف سے نکلنے کے واسطے اگر خوف نہو وقت کے جانے کا یا جماعت کے نکلنے کا امام شامی نے
کہا کہ بول و براز کے دباؤ کے ساتہہ نماز پڑہنی کروہ تحریمی ہے تو اوسکے توڑنیکو واجب کہنا چاہیئے تہا نہ مستحب اگرچہ جماعت فوت ہو جاے اور خلاف سے
نکلنے کی یہہ صورت ہی کہ نماز پڑہنے مین کسی عورت اجنبی نے مثلاً ہاتہہ لگا دیا تو مستحب ہی کہ نماز کو توڑ دے کیونکہ اس صورت مین امام شافعی کے نزدیک
نماز نہو گی ویجب لاغاثۃ ملہوف وغریق وحریق اور واجب ہے نماز کا توڑ دینا واسطے فریاد رسی فریادخواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے علامہ شامی
نے کہا کہ ظاہر یہہ ہے کہ ایسے امور کے لیے نماز کا توڑنا فرض ہو اور مثل اسکے ہی اندہے کو کنوئین مین گرتے دیکہنا لا لنداء احد ابویہ بلا
استغاثۃ الا فی النفل فان علم انہ یصلی لا باس ان لا یجیبہ وان لم یعلم اجابہ نہین جائز ہی نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ماں یا باپ
بدون فریاد خواہی کے مگر نفل نماز مین اگر ماں یا باپ پکارے تو جواب دینا واجب ہے گو فریادخواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی پہر اگر ماں یا باپ جانتا
ہو کہ وہ نماز پڑہتا ہی تو کچہہ مضائقہ نہین جواب نہ دینے کا اور اگر معلوم نہو تو جواب دے ہم ماں باپ سے مراد ہوتی ہین گو اوپر کے ہون یعنی دادا یا نانا یا
نانی یا دادی ہو تب بہی یہی حکم ہی یہان تک بیان نماز کے اندر کے کروہات کا تہا اب مصنف وہ کروہات بیان کرتا ہے جو نماز کے باہر ہین
مگر نماز کے توابع مین سے ہون وکرہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلاء بالمد بیت التغوط وکذا استدبارہا فی الاصح کما کرہ
تحریمی ہے بول و براز کے وقت شرمگاہ کا مونہہ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسیطرح کروہ تحریمی ہے پشت پہیرنا قبلہ کی طرف صحیح تر
قول مین شارح نے کہا کہ لفظ خلا الف ممدودہ کے ساتہہ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہین ہم وجہ کراہت یہہ ہی کہ صحاح ستہ مین مروی ہے کہ جب تم پاخانہ
پہرو تو قبلہ کی طرف مونہہ نہ کرو نہ پشت بلکہ اوسکو داہنی طرف کر لو یا بائین اور یہہ حکم مرد و عورت دونو کو یکسان ہی اور کراہت بول و براز کے
وقت ہی پانی سے استنجا کرنیکے وقت کراہت تحریمی نہین اور استقبال فرج کی قید سے یہہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کے جانب ہو اور شرمگاہ کو جانب قبلہ
سے پہیر کر پیشاب کریگا تو کروہ نہوگا کذا فی الشامی کما کرہ لبالغ امساک صبی لیبول نحوہا جیسی کروہ تحریمی ہے بالغ شخص کو پیشاب کرانا بچہ کا
قبلہ کی طرف کو جیسے کہ بالغ کو بچہ کے ساتہہ ایسا فعل کرنا حرام ہے جو بچہ پر بالغ ہونیکے بعد حرام ہو مثلاً حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہے کذا
فی الشامی وکذا کرہ مد رجلیہ فی نوم او غیرہ الیہا ای عمدا لانہ اساءۃ ادب قالہ منلا باکیر اور جیسے کروہ ہی دونو پاؤن کا پہیلانا سونے
مین یا سواے سونیکی حالت کے قبلہ کی طرف یعنی پاؤن پہیلانا دانستہ کروہ ہے اسلیے کہ یہہ بے ادبی ہی کہا ہے اسکو ملا باکیر نے ہم طحطاوی نے کہا کہ

پھر اسکے یہہ معنی کہ بدون عذر اور بے سبب کے پہیلا دے مگر عذر سے یا بہولکر پہیلا دیگا تو مکروہ نہوگا اور دونو پانو کے مانند ہی حکم ایک پانو کے پہیلانے کا اور
پہیلانے اور لٹکانا اس حکم مین برابر ہین شامی نے کہا کہ وجہ کراہت کو بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو مگر آگے آویگا کہ قبلہ کیطرف
طرف پانو پہیلانے سے آدمی کی گواہی مقبول نہین ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تحریمی ہے او الی مصحف او شیء من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون
علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ فلا یکرہ قالہ الکمال یا مکروہ ہی پانو پہیلانا قرآن مجید کے کیسی کتاب شرعی کے طرف یعنی تفسیر و حدیث و فقہ اور اسکے
اصول کی کتاب کیطرف مگر یہہ کہ کتاب موصوف کسی اونچی جگہہ پر ہو پانو کی سیدہ سے تو پانو پہیلانا مکروہ نہوگا کہا ہی اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہرا
اگر کتاب بہت دور رکہی ہو تب بہی کراہت نہوگی و کما کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی اور جیسے مکروہ ہی قفل لگانا مسجد کے دروازہ
کو مگر اپنی اسباب کے ڈر سے اگر قفل لگاوے تو مکروہ نہین اسی پر فتوی ہی م شامی نے کہا کہ غلق کی جگہہ اغلاق کہنا چاہیے تہا کیونکہ قاموس مین ہی کہ غلق باب لغت
خراب ہی اغلاق باب فصیح ہی اور وجہ کراہت یہہ ہے کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیون کو نماز سے روکنا پایا جائیگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی (و من اظلم
ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ) اور خوف متاع کی صورت مین بہی اوقات نماز مین بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر و کرہ تحریما الوطی فوقہ
والبول و التغوط لانہ مسجد الی عنان السماء و اتخاذہ طریقا بغیر عذر و صرح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ اور مکروہ تحریمی ہی صحبت کرنا
مسجد کی چہت پر اور [illegible] و براز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہی تحت الثری سے لیکر آسمان کے سطح تک اور مکروہ ہی ٹہرا دینا مسجد کو رستہ بدون عذر کے اور قنیہ مین تصریح
کی ہی کہ آدمی [illegible] فاسق ہوجاتا ہی مسجد کو رستہ بنالینے کی عادت کرنے سے یعنی اگر عادت کریگا کہ رستہ مسجد ہی مین کو چلے تو فاسق ہوجائیگا و ادخال نجاسۃ
فیہ و علیہ فلا یجوز الاستصباح بدہن نجس فیہ و لا تطیینہ بنجس و لا البول و الفصد فیہ و لو فی اناء اور مکروہ ہی اندر لیجانا نجاست کا
مسجد مین اور اسی بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہین چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ پلستر کاری کرنا مسجد کا ناپاک گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد
کہلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب اور خون لیا جاوے م قاضی عالمگیری مین ہے کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جسکی کہ
مین [illegible] سے مسجد کا الیسا مکروہ ہی و یحرم ادخال صبیان و مجانین حیث غلب تنجیسہم و الا فیکرہ اور حرام ہی داخل کرنا لڑکون
اور مجنونون [illegible] جہان گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کردینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا اونکا مکروہ ہے م شامی نے کہا کہ مراد حرام ہونے سے
مکروہ تحریمی ہے [illegible] اندر لیجانے لڑکون اور دیوانون کی یہہ ہے کہ حدیث مرفوع مین آیا ہی کہ اپنی مساجد کو لڑکون اور دیوانون اور بیع اور شرا
اور [illegible] اور اقامت حدود سے علیحدہ رکہو اور جمعون مین اونکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ در صورت گمان نجس
[illegible] تنزیہی ہے و ینبغی لداخلہ تعاہد نعلہ و خفہ و صلوتہ فیہما افضل اور مسجد مین جانے والے کو چاہیے دیکہہ بہال لینا
[illegible] جوتے اور موزے [illegible] نماز پڑہنا نمازی کا جوتون اور موزون کو پہنکر البتہ لیکن ظاہر جوتون افضل ہے م بعض
ہو کہ [illegible] حدیث [illegible] کہ نماز پڑہو جوتون کو پہنکر اور یہود کی مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی مین ہے کہ جوتا پہنکر مسجد مین
جانا اس زمانے [illegible] مین داخل ہے بے ادبی ہی اور خوف مسجد کے فرش کی آلودگی کا بہی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین [illegible]
کیونکہ مسجد شریف مین اسوقت کنکرین بچہی ہوئی تہین لا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل و لا فیہ لانہ لیس بمسجد شرعا اور نہین
اشیا مذکورہ یعنی جماع اور بول اور براز اوس گہر کی چہت پر جسمین نماز پڑہنے کی جگہہ بنائی گئی ہے بلکہ خود اوس جگہہ مین یہہ چیزین مکروہ نہین
[illegible] مسجد شرعی نہین م یعنے مسجد شرعی وقف اور اذن عام سے ہوتی ہی اور گہر مین ایک جگہہ لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہین ہو
جاتی و اما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء و ان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ
بہ یفتی نہایۃ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاوے تو وہ مسجد ہی اقتدا کے درست ہونیکے حق مین اگرچہ صفون مین انفصال ہو جاوے
اقتدا مین [illegible] مسجد ہی قرار دیا گیا کہ لوگون پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہین ہی جو اقتدا کے سوا دوسری چیزون کے حق مین کذا فی النہایۃ م [illegible]

مین کہا کہ ظاہر اس سے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ جب عید گاہ اور نماز جنازہ کا مکان مسجد نہین تو اوسمین بول و براز درجماع جائز ہو حالانکہ بانی نے اسلیئے
نہین بنوایا تو لائق یہہ ہی کہ یہہ امور درست نہون اگرچہ ہم اسکو مسجد نکہین اور مقابل قول مفتے بہ کا وہ قول ہی جسکی تصحیح محیط مین کی ہی کہ مکان
نماز جنازہ کے سیلئے کسی بات مین حکم مسجد نہین اور جسکی تصحیح تاج الشریعۃ نے کی ہے کہ عیدگاہ ہر بات مین حکم مسجد کا رکھتی ہی کذا فی الشامی فحل
دخوله لجنب و حائض کفناء مسجد و رباط و مدرسة و مساجد حیاض و اسواق لا قوارع پس حلال ہے داخل ہونا عیدگاہ اور مکان
جنازہ مین جنب اور حائضہ کو جیسے حلال ہے انکو داخل ہونا مسجد کے فنا مین اور خانقاہ اور مدرسہ مین اور حوضون کی مسجدون اور بازار والون کی مسجدون
مین نہ شارع عام کی مساجد مین ہم فناء مسجد وہ مکان ہی جسکے اور مسجد کے بیچ مین راستہ نہو اور حوض کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہی جو حوض کے
پاس بنا دیتے ہین تاکہ جو کوئی وضو کرے اسپر تحیۃ الوضو یا اور نماز پڑھلے اور بازار کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہے جو غیر نافذ بازار مین نماز کے لیے
بنالیتے ہین جیسے سوداگرون کی سرای مین ہوا کرتے ہین غرض کہ ان مکانون کو حکم مسجد کا نہین اور شارع عام کی مسجدین جنمین جماعت معین نہین
وہ در حکم مسجد ہین مگر ان مین اعتکاف نکیا جاے کذا فی الشامی و لا باس بنقشه خلا محرابه فانه یکره لانه یلهی المصلی و یکره التکلف بدقائق
النقوش و نحوها خصوصا فی جدار القبلة قاله الحلبی و فی حظر المجتبی و قیل یکره فی المحراب دون السقف و المؤخر انتهی و ظاهره ان
المراد بالمحراب جدار القبلة فلیحفظ اور کچہ مضایقہ نہین مسجد کے نقش کرنے کا سوا محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ نمازی کو لہو مین ڈالتا ہی
یعنی خشوع کو مخل ہے اور مکروہ ہی تکلف کرنا باریک نقش و نگار اور اوسکے مثل سے خصوصا قبلہ کی دیوار مین کہا ہی اسکو حلبی نے اور مجتبی کے باب الحظر
مین ہی کہ بعض فقہا نے کہا کہ نقش و نگار محراب مین مکروہ ہے نہ چہت اور پچہلی دیوار مین تمام ہوا قول مجتبی کا اور ظاہر اس قول کا یہہ ہی کہ محراب سے مراد قبلہ
کی دیوار ہی تو اوسکو یاد کرلینا چاہئے ہم یعنی پچہلی دیوار اور چہت کو کراہت سے مستثنے کرنے سے اور نیز علت کراہت کو عدم خشوع قرار دینے سے معلوم ہوتا
ہی کہ محراب سے غرض مصلے کے سامنے کی دیوار ہی اسلیے کہ خشوع کا جاتا رہنا جیسا امام کو برا ہے ویسا ہی صف اول کے مقتدیون کو بہی برا ہے کیونکہ
خشوع سب کے لیے مستحب ہی اور لہو کو علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہان غرض کراہت سے تنزیہی ہی کذا فی الشامی بجص و ماء ذهب
لو بماله الحلال لا من مال الوقف فانه حرام و ضمن متولیه لو فعل النقش او البیاض الا اذا خیف طمع الظلمة فلا باس به کافی و الا
اذا کان لاحکام البناء او الواقف فعل مثله لقولهم انه یعمل فی الوقف کما کان و تمامه فی البحر مضایقہ نہین نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے
پانی سے اگر نقش کرنیوالا اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اسلیے کہ مال وقف سے نقش کرنا حرام ہی اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش و نگار
یا سفیدی مال وقف سے کریگا مگر جب کہ خوف ہو لالچ ظالمون کا یعنی مال وقف بہت سا جمع ہو اور ڈر ہو کہ ظالم چہین لینگے تو اوسوقت نقش کرنیکا مضایقہ
نہین کذا فی الکافی اور مگر اوس صورت مین ضمان نہ دیگا کہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کیلیے ہون یا خود وقف کرنے والے نے اوسی طرح کی
نقش بنوائے ہون تو اس صورت مین بہی ضمان نہ دیگا بسبب قول اونکے کہ وقف کی تعمیر ویسی کیجاے جیسی پہلے تہی اور اس کا پورا بیان بحر الرائق
مین ہی ہم مال حلال کی قید اسلیے لگائی کہ مال حرام سے مسجد کا نقش و نگار مکروہ تحریمی ہے اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہی اس سے معلوم
ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہی کذا فی الشامی عن البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے مساجد کے احکام مین افضل المساجد مکة ثم المدینة
ثم القدس ثم قباء ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب سب مسجدون مین افضل مسجد مکہ معظمہ ہے کیونکہ اوسمین کعبہ ہے جسکی شان مین اللہ تعالے فرماتا ہے
اول بیت وضع للناس پہر مسجد مدینہ منورہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین برابر ہی ہزار
نمازون کے اوسکی سوا دوسری مسجد مین بجز مسجد حرام کے پہر مسجد قدس یعنی بیت المقدس ہے کہ تصریح ثواب کی زیادتی کی اوسکے اندر حدیث مین
موجود ہی پہر مسجد قبا بضم قاف والف مقصورہ یا ممدودہ ہے جسکی شان مین آیت لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم الآیہ ہی ان چارون مسجدون کے
بعد افضل وہ مسجد ہی جو قدیم تر ہو پہر وہ جو زیادہ بڑی ہو پہر وہ جو قریب تر ہو ہم یہہ ترتیب حلبیہ مین اشباہ سے نقل کی ہی اور بحر الرائق

مین بعد بیت المقدس کے جامع مسجدون کو اور اون کے بعد محلہ کی مسجدون کو اور اون کے بعد شارع عام کی مسجدونکو لکھا ہی اور شارع عام کی
مسجدون سے وہ مسجدین مراد ہین جن کا امام اور موذن معین نہین اور جامع مسجدون سے یہہ غرض ہی کہ جنمین وسعت زیادہ و اور جماعت بہت ہوتی ہو
اور اون مین سے افضل وہی جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا ہی پہر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پہر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی ومسجد استاذہ
لِلدرسِہ او لسماعِ الاخبار افضل اتفاقاً اور مسجد اپنے استاذ کی اوس سے پڑہنے کے لیے یا حدیث سننے کے واسطے افضل ہے یعنی قدیم تر اور عظیم
اور اقرب سے بالاتفاق اسلیے کہ اوسمین دو ثواب ہین ایک جماعت دوسرے تحصیل علم ومسجد حیّہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے محلہ کی افضل
ہی مسجد جامع سے ہم شامی نے کہا کہ مسجد جامع سے مراد یہہ ہے کہ جسکی جماعت بہ نسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ خانیہ مین ہے کہ اگر محلہ کی مسجد
مین کوئی موذن نہو تو نمازی اوسمین جاکر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو اسلیے کہ محلہ کی مسجد کا اوسکے ذمہ حق ہے اور اگر محلہ مین دو
مسجدین ہون تو جو پیشتر بنی ہو اوسمین جاوے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد مین جاوے والصحیح انّ ما اُلحِقَ بمسجد المدینۃ مُلحقٌ بہ فی
الفضیلۃ نعم تحرّی الاوّل اولیٰ وہو مائۃ فی مائۃ ذراعٍ ذکرہ ملا علی فی شرح لباب المناسک اور صحیح یہہ ہی کہ مسجد مدینہ منورہ مین جسقدر
لاحق کی گئی ہی وہ ثواب مین اصل مسجد کے ساتہہ ملحق ہی یعنے مقدار لاحق مین بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہے ہان اول مسجد کی اٹکل کرنی بہتر ہی اور
اصل مسجد سو ہاتہہ کا طول اور اتنا ہی عرض ہے ذکر کیا ہی اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین ہم ان دنون مین اصل مسجد کی شناخت کے
لیے سلطان روم مرحوم نے ستونون پر لکھوا دیا ہی تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرلے کہ مسجد مبارک اسقدر تہی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط صلوۃ مین قبلہ
کی بحث سے پیشتر گذرچکا وہان دیکھنا چاہیے ویحرم فیہ السؤال ویکرہ الاعطاء مطلقاً وقیل ان تخطّی اور حرام ہی مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہے
سائل کو مسجد مین دینا ہر حال مین اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پہلانگے تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہم شارح نے بالحظر والاباحۃ مین
اسی پہلے قول پر اکتفا کیا ہی چنانچہ کہا کہ مکروہ ہی سائل مسجد کو دینا مگر جس وقت کہ وہ لوگونکی گردنین نہ پہلانگے قول مختار مین اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
اپنی انگوٹھی نماز کے اندر دی اللہ تعالے نے اونکی تعریف کی اس آیت مین (ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون) یعنی دیتے ہین خیرات اوس وقت مین کہ وہ
رکوع کرتے ہون کذا فی الطحاوی وانشاد ضالّۃ وشعرٍ الا ما فیہ ذکرٌ اور مکروہ ہے کہوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہی مسجد مین شعر پڑہنا مگر جن
اشعار مین ذکر ہو اونکا پڑہنا مکروہ نہین ہم گم ہوئی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسیکو دیکھو
کہ مسجد مین گم ہوئی چیز کو ڈہونڈتا ہے تو کہو کہ خدا تعالے اوسکو تجہپر واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجہکو وہ چیز نملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر مین
یہہ تفصیل کی کہ اگر اشعار مین وعظ اور خدا تعالی کی نعمتون اور حکمتون کا ذکر اور متقیون کی صفت کا بیان ہو تو اون کا پڑہنا بہتر ہے اور اگر
اونمین ذکر زمانون اور امتون کا ہو تو مباح ہی اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیہودگی کی باتین ہون تو حرام ہے اور اگر خط وخال کا وصف ہو تو پڑہنا
مکروہ ہے اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعر خوانی کی ممانعت کی بری اشعار پر محمول ہے کذا فی الشامی ورفع صوتٍ بذکرٍ الا للمتفقّہۃ
اور مکروہ ہی مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکہنے سکہانے والون کو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین ہم ذکر جہری مین قید اسبات کی ہونی چاہیے
کہ جس مین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر ان سے خالی ہو تو بعض علما کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہے اسلیے کہ اوس کا فائدہ سننے
والون کو بھی ہوتا ہی اور خود ذاکر بیدار دل رہتا ہی اور نشاط زیادہ پاتا ہے اور اکثر علما ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین وارد ہے
خیر الذکر الخفی یعنی بہتر ذکر چہپا ہوا ذکر کرنا ہی کذا فی الطحاوی والشامی بتصرف والوضوء الا فیما اُعِدّ لذلک اور مکروہ ہی مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے
کہ اوسکے پانی سے گہن آتی ہی کہ اکثر تہوک اور رینٹ سے خالی نہین ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اوس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ
نہین طحطاوی نے کہا کہ یہی حکم بدون جنابت کے نہانے کا ہی وغرس الاشجار الا لنفعٍ کتقلیل نزٍّ وتکون للمسجد اور مکروہ ہی مسجد مین درخت کا
لگانا مگر کسی نفع کے لئے مکروہ نہین جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی اوسکی لکڑی اور پہل مسجد کا ہوگا ہم نزّ بفتح نون وتشدید زاء معجمہ زمین کی

رطوبت کو کہتی ہین خلاصہ مین کہا کہ جب مسجد کے ستون باعث رطوبت کے نہ ٹہرتے ہون تو اس رطوبت کے کم کرنیکو درختون کے لگانے کا مضایقہ نہین اور بدون کسی نفع کے لگانا ناجائز ہے اور فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر لوگون کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور اون سے مسجد تنگ نہو اور جماعت مین خلل پڑے تو کچہہ مضایقہ نہین اور اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگادی کہ اون کے پہل اور لکڑی آپ لیا کرے یا صفون مین خلل ہوتا ہو یا درختون کے باعث کفار کے معابد سے مشابہت ہوتی ہو تو مکروہ ہے واکلٌ ونومٌ الا لمعتکفٍ وغریبٍ اور مکروہ ہی مسجد کے اندر کہانا اور سونا مگر اعتکاف والے اور مسافر کو مکروہ نہین ودخولُ اٰکلِ نحوِ ثومٍ ویُمنع منه وکذا اٰکلُ موذٍ ولو بلسانه اور مکروہ ہی مسجد مین آنا کہانیوالے لہسن جیسی چیز کا یعنے کچا پیاز اور مولی وغیرہ جن مین بدبو آتی ہے اور منع کیا جاے ایسا شخص مسجد مین گہسنے سے اور اسیطرح ہر شخص ایذا دینے والا اگرچہ زبان ہی سے ایذا دے مسجد سے منع کیا جاے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت بدبو مین سے کہاے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پہٹکے اسلیے کہ جس چیز سے انسانون کو ایذا ہوتی ہی اوس سے فرشتونکو ایذا ہوتی ہے انتہے اور ایذا دینے والے سے مراد گندہ دہن اور گندہ بغل ہین یا جسکے پسینے سے یا کپڑے کی بدبو سے تکلیف ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغلی وغیرہ ہی کذا فی الطحطاوی وکلُّ عقدٍ الا لمعتکفٍ بشرطه اور مکروہ ہی مسجد مین ہر معاملہ یعنے معاوضہ مثل بیع وشرا کے کذا فی الشامی مگر اعتکاف والے کو بیع وشرا درست ہی بموجب اوسکی شرط کے ہم شرط یہہ ہی کہ اوس چیز کی حاجت اوسکو یا اوسکے عیال کو ہو اور ایک یہہ کہ متاع کو مسجد مین نہ منگاوے کذا فی الطحطاوی والکلامُ المباحُ وقیّده فی الظهیریة بانه یجلسُ لاجلِه لکن فی النهر الاطلاقُ اَوجه اور مکروہ ہی مسجد مین کلام مباح کرنا اور ظہیریہ مین قید لگائی ہی کہ کلام ہی کی خاطر مسجد مین بیٹہے یعنی اگر مسجد مین عبادت کے لیے بیٹہا اور اوسکے بعد کلام دنیا کا کیا تو مکروہ نہوگا لیکن نہر الفائق مین ہی کہ کراہت کو مطلق رکہنا موجہ تر ہی یعنے کلام کے لیے بیٹہا ہو یا عبادت کے لیے دونو صورتون مین کلام مباح مکروہ ہے ہم شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہے اور اسمین حرج بہی بہت ہی وتخصیصُ مکانٍ لنفسه ولیس له ازعاجُ غیرِه منه ولو مدرِّسًا واذا ضاقَ فللمصلّی ازعاجُ القاعدِ ولو مشتغلًا بقراءةٍ او درسٍ بل ولاهلِ المحلّة منعُ من لیس منهم عن الصلوة فیه اور مکروہ ہی خاص کرنا کسی جگہہ کا اپنے لیے اور نہین جائز ہی اسکو ہٹا دینا غیر شخص کا اوس جگہہ سے اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہی ہٹا دینا بیٹہنے والے کا گو بیٹہنے والا قراءت یا درس مین مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت مین اہل محلہ کو اختیار ہی کہ جو شخص اوس محلہ والون سے نہو اوسکو مسجد مین نماز سے منع کرین ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹہنے سے صف مین خلل پڑتا ہو تو اوس کا اوٹہا دینا ہی نمازیون کو جائز ہی ولهم نصبُ متولٍّ وجعلُ المسجدین واحدًا وعکسُه لصلوةٍ لا لدرسٍ او ذکرٍ اور جائز ہی محلہ والونکو مقرر کرنا متولی کا مسجد کے کامون کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نکرے اور جائز ہی دو مسجدون کا ایک کرلینا اور ایک مسجد کا دو کرلینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیونکہ مسجدین درس اور ذکر کے لیے نہین بنائی گئین اگر درس اور ذکر او نہین جائز ہے کذا فی القنیة فی المسجدِ عظةٌ وقراٰنٌ فاستماعُ العظةِ اولیٰ مسجد مین وعظ اور تلاوت قرآن ہو تو سننا وعظ کا بہتر ہے ہم شامی نے کہا کہ یہہ حکم عوام کے لیے ہے اور جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجہہ سکتے ہون اونکے حق مین قرآن کا سننا بہتر بلکہ ضروری ہے ولا ینبغی الکتابةُ علی جُدرانه اور مناسب نہین لکہنا قرآن اور اشیاء قابل التعظیم کا مسجد کی دیوارون پر ہم یعنی اسلیے کہ گر کر پامال ہون کذا فی البحر اور مثل اسکے ہی رقعون پر کچہہ لکہکر دروازون پر چپکانا کذا فی الطحطاوی ولا بأسَ برمیِ عُشِّ خفّاشٍ وحمامٍ لتنقیته اور کچہہ مضایقہ نہین چمگادر اور کبوتر کے گہونسلے کا پہینکدینا واسطے مسجد کی صفائی کے ہم طحطاوی نے کہا کہ لتنقیته جواب سوال ہے اوسکی تقریر یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندون کو اونکے گہرون مین تو دور کرنا گہونسلون کا مخالف ہی اس امر کے شارح نے جواب دیا کہ یہہ دور کرنا صفائی کے لیے ہی جو شرعًا مطلوب ہی اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہے

باب الوتر والنوافل

باب الوتر والنوافل

یہہ باب ہی وتر اور نوافل کے بیان مین ہم وتر بفتحہ اور کسرہ واو لغت مین طاق عدد کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین تین رکعتون کا نام ہی جیسا کہ آگے آتا ہی اور نفل کے معنے لغت مین زیادتی کے ہین اور شرعًا نفل اوس عبادت کو کہتے ہین جسکے کرنیسے ثواب ہو اور نکرنے سے عذاب نہو کل

سنة نافلة ولا عكس ہر سنت نفل ہے اور اس کا اولٹا نہین یعنی ہر نفل سنت نہین ہوتی یہہ جملہ شارح نے اسلیے بیان کیا کہ اس باب مین ذکر سنتون کا
بھی ہے حالانکہ عنوان مین صرف وتر اور نوافل مذکور ہین سنتون کی تصریح نہین کی تو تصریح نکرنے کا عذر کر دیا کہ سنتین نفل ہوتی ہین ہو فرض
عملاً وواجب اعتقاداً وسنة ثبوتاً بهذا وفقوا بين الروايات وتر فرض ہے عمل کے لحاظ سے اور واجب ہے اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہے
ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہے فقہا نے روایتون مین عملاً فرض ہے اسکے یہہ معنی کہ عمل مین اوس کا حال فرائض کا سا ہوتا ہے کہ چھوڑنے
سے گناہگار ہونا اور اوسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضون مین ہے ویسی ہی وتر مین ہے اور اعتقاداً واجب ہونیکے یہہ معنی کہ اوس کے
واجب ہونیکا اعتقاد پر ضرور ہے اور ثبوتاً سنت ہونیسے یہہ غرض کہ ثبوت اوسکا حدیث سے ہے نہ قرآن سے چنانچہ مسلم نے روایت کی کہ اوتروا قبل ان تصبحوا یعنی
وتر پڑھو پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات سے یہہ مراد کہ امام اعظم سے وتر کے
باب مین تین روایتین مروی ہین ایک فرض ہونیکی دوسری واجب ہونیکی تیسری سنت ہونیکی تو انکی تطبیق اسطرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ سے ہے
اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی وهو متفق عليه فلا يكفر جاحده فتكون ای لا ینسب الی الکفر جاحده اور اس تفریع
سے یہہ متفرع ہوا کہ کافر نکہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لا یکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہے یعنی منسوب بکفر نہین ہوتا اور ضمیر علیہ کی مشیون کے توفیق کی طرف
پھیری ہے اور ماتن نے شرح منح الغفار مین فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض علمی ہونیکی قرار دیا ہے وتذكره فى الفجر مفسد له كعكسه بشرطه خلافا
لهما ولكنه يقضى ولا يصح قاعدا ولا راكبا اتفاقا اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہہ ہے کہ فجر کے فرضون مین اوسکا یاد آنا صاحب
ترتیب کے فجر کا مفسد ہے مثل اوسکے عکس کے یعنی اگر وتر مین یاد ہوگا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہے تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جب کہ وقت
تنگ نہو اور نمازین چھہ نہو گئی ہون کہ ان صورتون مین ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور نماز فاسد نہین ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک وتر دن
یاد ہونیسے فجر کی نماز فاسد نہین ہوتی کیونکہ وتر اونکے نزدیک سنت ہین لیکن وتر قضا کئے جاتے ہین اور بیٹھکر اور سوار ہوکر درست نہین ہوتے بالاتفاق یعنی
ہرچند سنتون کی قضا نہین اور بیٹھکر اور سواری پر جائز ہین مگر صاحبین کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونیکے ان باتون مین سنت سے علیحدہ ہین وهو
ثلث ركعات بتسليمة كالمغرب حتى لو نسى القعود لا يعود ولو عاد ينبغى الفساد كما سيجيء اور وتر تین رکعتین ہین ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ
اگر بیچ کے قعدہ کو بھولکر کھڑا ہو گیا تو پھر نہ بیٹھے اور اگر بیٹھ جائیگا تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو جاوے چنانچہ آگے آویگا ہم مثل مغرب سے یہہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قعدہ واجب ہے نہین تو
اور نماز کے فاسد ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ قیام فرض کو چھوڑکر واجب کے لیے بیٹھنا نہین چاہیے اور نماز نفل مین چونکہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے اسلیے اگر کھڑا بھی ہو جاے تب بھی بیٹھ جاے
كذا فى الخلاصة ولكنه يقرأ فى كل ركعة منه فاتحة الكتاب وسورة احتياطا وتر مثل مغرب کے ہین لیکن نمازی اوسکی ہر رکعت مین الحمد اور ایک سورۃ یا تین آیتین احتیاطاً
پڑھے اور یہہ احتیاط کی وجہ ہے کہ صاحبین وتر کے سنت ہونیکے قائل ہین تو اس لحاظ سے احتیاط اسکی مقتضی ہے کہ سب رکعتون مین قراءت پڑھی جاوے والسنة السور الثلث وزيادة
المعوذتين لم يختره الجمهور اور مسنون تین سورتین ہین یعنی اول مین سورۂ اعلیٰ اور دوسری مین سورۂ کافرون اور تیسری مین اخلاص اور زیادتی معوذتین کو جمہور فقہا نے پسند
نہین کیا یعنی تیسری رکعت مین بعد سورۂ اخلاص کے سورۂ فلق اور ناس پڑھنا مختار نہین ويكبر قبل ركوع ثالثته رافعا يديه كما مر ثم يعتمد وقيل كالداعى وقنت فيه اور
اللہ اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کی رکوع کرنیکے اپنے دونو ہاتھونکو اوٹھا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح کانون تک ساتھ ہاتھ اوٹھاوے پھر ہاتھ باندھ لے اور بعض نے کہا کہ ہاتھ
دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چھاتی تک اوٹھاوے اور ہتھیلیان آسمان کی طرف رکھے یہہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور ضعیف ہے اور دعا کرے اوسمین ہم شامی کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کیطرف ہے
یا ماقبل رکوع کی ويسن الدعاء المشهور ويصلى على النبى صلى الله عليه وسلم به يفتى اور مسنون ہے دعاء مشہور اور درود پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی پر
فتوی ہے اور دعاء قنوت مشہور یہہ ہے (اللهم انا نستعينك ونستغفرك ونؤمن بك ونتوكل عليك ونثنى عليك الخير ونشكرك ولا نكفرك ونخلع ونترك من
يفجرك اللهم اياك نعبد ولك نصلى ونسجد واليك نسعى ونحفد ونرجو رحمتك ونخشى عذابك ان عذابك بالكفار ملحق) اور حضرت
امام حسن بن علی مرتضی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کے لیے مجکو یہہ دعا سکھائی (اللهم اهدنى فيمن هديت وعافنى فيمن عافيت وتولنى فيمن

فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضیٰ علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک) کما فی الطحاوی اور بقایہ مین لکہا کہ بہتر یہہ ہی کہ ان دونون دعاؤنکو قنوت مین ملا کر پڑہے اور مینہ درود کا بعد دعاء قنوت کی بحر الرائق مین کہا کہ مثل ابن نجیم کے ذکر کیا ہی اور نووی اور بیہقی نے کہا کہ مستحب یہہ ہی کہ یون کہو وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم اور نسائی کی روایت مین ان الفاظ سے وارد ہوا وصلی اللہ علی النبی بہرحال درود پڑہنا بہتر ہی کیونکہ طبرانی مین حضرت علی مرتضی سے مروی ہی کہ ہر دعا رکی رہتی ہی جبتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑہا جاوے شامی نے کہا کہ جو شخص قنوت پڑہنا نجانتا ہو تو وہ اسکی جگہہ یہہ آیت پڑہے (ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) یا تین بار اللہم اغفرلی کہے یا تین بار یا رب کہے

وھو ملحق بالکسر بمعنی لاحق وملحق بمعنی لاحق وتحفد بدال مہملۃ بمعنی نسرع فان قرا بذال معجمۃ فسدت صلوتہ کا نہ لانہ کلمۃ مہملۃ اور صحیح مروی یہی ہی کہ حدیث مرسل مین وارد ہوا الجد بکسر جیم اور تشدید دال الہجی ہی کے بعد لفظ عذابک کے دو جگہہ اور ملحق بمعنی لاحق ہی یعنی ملنے والا اور نحفد بفتح نون اور کسرہ فا اور ضمہ دال حلد کے معنی مین ہم جلدی کرتے ہین پس اگر نمازی اس کلمہ کو ذال معجمہ سے پڑہیگا تو نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الخانیہ شاید فساد نماز اسلیے ہی کہ یہہ کلمہ بے معنی ہوکر مہمل ہو گیا اور کہا کہ یہہ نہین اسلیے کہ عربی کی صفت مین یہہ معنی ہین کہ یہی تحفد بمعنی استعانت لیا جاتا ہی جلدی چلنے اور دونون سے غایۃ اور نا علی الاصح مطلقا ولو اماما لحدیث خیر الدعاء الخفی اور دعاء قنوت آہستہ پڑہے صحیح تر قول کی بموجب مطلقا اگرچہ امام ہو بوجہ اس حدیث کی کہ بہتر دعا آہستہ ہی ہم اس علت کے بیان کرنیسے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑہنا اولی ہی اور مطلقا سے یہہ غرض ہی کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا وتر پڑہتا ہو یا رمضان کے وتر ہون یا غیر رمضان کے سبہو رتو نمین آہستہ پڑہے کذا فی الشامی ویصح الاقتداء فیہ وفی غیرہ اولی ان لم یتحقق منہ ما یفسدہا فی اعتقادہ فی الاصح کما بسطہ فی البحر بشافعی مثلا لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح فیہما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد اور درست ہی وتر مین اقتدا حنفی کا پیچہے شافعی کے مثلا جو وتر کو سلام سے جدا نکرے یعنی دو رکعت پر سلام نہ پہیرے تو وتر کے غیر مین اقتدا بطریق اولی درست ہی بشرطیکہ امام کوئی ایسا امر نہ کرے جو نماز کا مفسد ہو مقتدی کی اعتقاد مین صحیح تر قول مین چنانچہ مشرح بیان کیا ہی صاحب بحر الرائق مین نہین درست ہی اقتدا اگر جدا کیا امام نے وتر کو دوگانہ کی بعد سلام پہیرنیسے صحیح تر قول کی بموجب نو مین یعنی اقتدا مین اور فاسد سلام نہو نہین اقتدا درست ہی بسبب اتحاد نیت کی اگرچہ اعتقاد امام اور مقتدی کا مختلف ہی امام سنت ہونیکا معتقد ہی اور مقتدی واجب ہونیکا مگر نیت دونو کی وتر ہی پڑہنیکی ہی ہم غیر وتر مین وجہ اولویت کی یہہ ہی کہ نفل اور فرض مین نیت دونو کی ایک ہی ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام سنت کی نیت کریگا اور مقتدی وتر کی تو جب خلاف کے ساتھہ اقتدا درست ہوا تو اتحاد مین بطریق اولی درست ہونا چاہیے اور مثل شافعی سے یہہ غرض ہی کہ جو وتر کے مسنون ہونیکا معتقد ہو اور قول اصح کا مقابل اقتدا مین یہہ ہی کہ اقتدا درست نہین اسلیے کہ نفل والے کے پیچہے اقتدا واجب پڑہنے والیکا درست نہین اور سلام فاصلہ کرنے مین قول اصح کا مقابل یہہ ہی کہ باوجود فاصلہ کے اقتدا جائز ہی کذا فی الشامی وکذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب کما فی العیدین للاختلاف اور ویسے ہی بوجہ خلاف کے مقتدی نیت وتر کی کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین مین بسبب خلاف واجب اور مسنون ہونیکی نیت واجب کی نکرے ہم یعنی نیت وجوب کی اگر نکریگا تو امام اور مقتدی کی نیت متحد ہوجائیگی ویاتی الماموم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانہ مجتہد فیہ لا الفجر لانہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظہر مرسلا یدیہ اور مقتدی دعاء قنوت پڑہے اگرچہ پیچہے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کے بعد دعا پڑہتا ہی اسلیے کہ مقام قنوت پڑہنے کا مختلف فیہ ہی اور مختلف فیہ مسئلہ مین متابعت امام کی درست ہی نہ قنوت پڑہے نماز فجر مین اسلیے کہ فجر مین قنوت کا پڑہنا منسوخ ہی اور منسوخ چیز مین اقتدا درست نہین بلکہ چپکا کہڑا رہے ظاہر تر قول کی بموجب ہاتھ لٹکائے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز مین عرب کے چند قبیلون پر جنہون نے ستر اصحاب کو مار ڈالا تہا ایک مہینہ رکوع کے بعد بد دعا فرماتے تہے جب آپ کو ان پر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اسی وجہ سے وہ منسوخ ہوگئی کذا فی الامداد طحاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت میں اب بہی فجر کی نماز مین اگر کوئی دعا پڑہے تو کچہہ مضایقہ نہین ولو نسیہ ای القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب اور اگر نمازی قنوت کو بہول گیا پہر رکوع مین اسکو یاد کیا تو رکوع مین پڑہے بسبب جاتے رہنے اوسکے محل یعنی اوسکا پڑہنا محض قیام مین تہا وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کیطرف صحیح تر روایت مین یعنی رکوع کو چہوڑ کر قنوت پڑہنے کیلیے پہر نہ کہڑا ہو اسلیے کہ قیام کی طرف لوٹنے مین فرض کو چہوڑنا ہی واجب کیلیے اور دوسری روایت امام سے یہہ ہی کہ پہر قیام کرکے قنوت پڑہے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہی فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قراءۃ تامۃ وسجد للسہو قنت اولا لزوالہ عن محلہ پس اگر نمازی قیام کے طرف عود کیا اور قنوت

پہر دوبارہ رکوع نکیا تو اوسکی نماز فاسد نہوگی بسبب نہونے اوسکے رکوع سابق کے پوری قراءت کے بعد اور سجدۂ سہو کر لے جب قنوت چہوٹ جاوے یا نہ پڑہا ہو بسبب بہولجانے قنوت کے اپنی جگہہ سے ہم اس مسئلہ کی چار صورتین ہوسکتی ہین ایک یہہ کہ رکوع مین قنوت پڑہا دوسری یہہ کہ رکوع سے سر اوٹہاکر پڑہا اور پہر رکوع دوبارہ کیا تیسری یہہ کہ سر اوٹہاکر پڑہا اور رکوع دوبارہ نکیا چوتہی یہہ کہ بالکل قنوت نہ پڑہا نہ رکوع مین نہ اوس سے کہڑا ہوکر تو چارون صورتون مین سجدہ سہو اس جہت سے ہو کہ قنوت اپنی جگہہ پر نہ ہوا کذا فی الحلبی ولو رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعه وتابعه ولو لم یقرء منه شیئا ترکه ان خاف فوت الرکوع معه بخلاف التشهد لان المخالفة فیما هو من الارکان او الشرائط مفسدة لا فی غیرهما در اگر امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونے قنوت سے تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت مین سے کچہہ نہ پڑہا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈرے کہ امام کے ساتہہ رکوع نملیگا بخلاف تشہد کے یعنی اگر تشہد کچہہ باقی رہگیا ہو تو اوسکو پورا کرکے امام کی متابعت کرے قنوت کو ترک کرے اسلیے کہ امام کی مخالفت اون امور مین جو کہ ارکان ہین یا شرائط نماز کے مفسد ہین نہ غیر ارکان و شرائط مین مخالفت کرنی کذا فی الدر رد شامی نے کہا کہ یہہ تعلیل رکیک ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت مذکورہ فرض ہے حالانکہ متابعت بدون تاخیر ان فرائض و واجبات مین واجب ہے جہان کوئی دوسرا واجب پیش نہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت مین یہہ کہنی چاہیے کہ قنوت کا پڑہنا سنت ہے اور رکوع مین امام کی متابعت واجب تو جب ادای سنت مین خوف ترک واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا پورا کرنا واجب ہے اور امام کی متابعت بہی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرے کو چہوڑنا ضرور نہین قنت فی اولی الوتر او ثانیته سهوا لم یقنت فی ثالثته اما لو شك انه فی ثانیته او ثالثته کرره مع القعود فی الاصح والفرق ان الساهی قنت علی انه موضع القنوت فلا یکرر بخلاف الشاك ورجح الحلبی تکراره لها نمازی نے وتر کی پہلی رکعت یا دوسری مین بہولکر قنوت پڑہلیا تو وہ تیسری رکعت مین قنوت نہ پڑہے اور اگر اوس نے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑہتا ہے یا تیسری مین تو قنوت کو مکرر کرے بیٹہنے کے ساتہہ صحیح تر قول مین یعنی قنوت پڑہکر قعدہ کرے پہر کہڑا ہوکر ایک رکعت اور پڑہے اور اسمین قنوت پڑہے کیونکہ دونو رکعتون مین احتمال ہے کہ تیسری ہو اور فرق یہہ ہے کہ بہولنے والے نے قنوت پڑہا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہے اسلیے اب قنوت مکرر نہوگا بخلاف شک کرنے والے کے اور حلبی نے ترجیح دی ہے مکرر قنوت پڑہنے کی دونو یعنی بہولنے اور شک کرنے والے کو ہم شامی نے کہا کہ حلبیہ اور بحر الرائق مین بہی موافق حلبی کے قول کے ہے واما المسبوق فیقنت مع امامه فقط ویصیر مدرکا بادراك رکوع الثالثة اور مسبوق صرف قنوت پڑہے ساتہہ اپنے امام کے کیونکہ اوسکی آخر نماز وہی ہے اور جب ایک بار امام کے ساتہہ پڑہ چکا تو دوبارہ پڑہنا مشروع نہین اور ہوجاویگا پانیوالا قنوت کا تیسری رکعت وتر کے رکوع پانے سے یعنی جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو کل رکعت اوسکو مل گئی اب باقی دو رکعتون مین اگر قنوت پڑہیگا تو بے جگہہ پڑہیگا اسلیے کہ اوسکی جگہہ تیسری رکعت ہے جو ہوچکی کذا فی الطحطاوی ولا یقنت لغیره الا لنازلة فیقنت الامام فی الجهریة وقیل فی الکل اور قنوت نہ پڑہے وتر کے سوا دوسری نماز مین مگر کسی مصیبت کیوقت کہ امام قنوت پڑہے جہری نمازون مین اور بعض فقہا کا قول یہہ ہے کہ سب نمازون مین پڑہے جہری ہون یا سری ہم نماز جہری مین قنوت پڑہنا بحر الرائق مین شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر اشباہ مین غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر مین قنوت پڑہے اور عبارت شارح منیہ سے بہی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز مین ہے نہ اور کسی نماز جہری یا سری مین بلکہ سری نمازون مین تو بجز امام شافعی کے اور کوئی قائل قنوت پڑہنے کا نہین اور بحر الرائق مین اسکو محدثین کا مذہب لکہا ہے نو شارح کو مناسب تہا کہ اسپر آگاہ کردیتا تاکہ سری نماز کے قنوت کو کوئی روایت مذہب نہ سمجہے پہر قنوت کا موقع نماز فجر مین دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہے چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہے کذا فی الشامی مختصرا فائدة یہہ ایک کام کی بات ہے خمسة یتبع فیها الامام قنوت وقعود اول وتکبیر عید وسجدة تلاوة وسهو واربعة لا یتبع فیها زیادة تکبیر عید وجنازة ورکن وقیام الخامسة پانچ باتین ہین جن مین امام کی متابعت کیجاتی ہے یعنی اگر امام انکو ترک کرے تو مقتدی بہی ترک کرے اور اگر کرے تو وہ بہی کرے کذا فی الحلبی اول قنوت پڑہنا دوم قعدہ اولے سوم تکبیر عید چہارم سجدہ تلاوت پنجم سجدہ سہو کہ اگر امام ان چیزون کو نکرے تو مقتدی

بھی کرے اور اگر سہواً اوس سے رہجائیں تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور چار چیزین ایسی ہین کہ اون مین متابعت امام کی نکی جاوے یعنی
اگر امام اون کو کرے تو مقتدی نکرے اول زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلاً امام اگر چوتھے بار تکبیر کہے تو مقتدی اوس کا ساتھہ نہ دے دوم زیادہ
کرنا تکبیر جنازہ کا کہ اگر امام چار تکبیرون سے زیادہ کرے تو مقتدی متابعت نکرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلاً دوبار رکوع کرنا
یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کھڑا ہوجانا امام کا پانچوین رکعت کے لیے ہم شامی نے کہا کہ چوتہی صورت رکن کے زیادہ کرنے مین داخل ہے
تو اوسکے بیان کرنے کی ضرورت نہتی وثمانیۃ تفعل مطلقاً الرفع لتحریمۃ والثناء وتکبیر الانتقال والتسمیع والتسبیح والتشہد والسلام و
تکبیر التشریق اور آٹھہ باتین ہین کہ مطلق کیجائین یعنے امام اونکو کرے یا نکرے مقتدی اونکو کرے اول ہاتھون کا اوٹھانا تکبیر تحریمہ کے لیے
دوم ثنا سبحانک اللہم الخ سوم تکبیر انتقال یعنے ایک رکن سے دوسرے مین جانیکو اللہ اکبر کہنا چہارم سمع اللہ لمن حمدہ کہنا کہ اگر امام نکہے
تو مقتدی ربنا لک الحمد کہہ لے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم تشہد یعنی التحیات اوس صورت مین کہ امام بیٹھہ جاوے لیکن اگر قعدۂ اولے
مین امام نہ بیٹھے تو مقتدی کو اوسکی متابعت چاہیے چنانچہ پہلے گذرا ہفتم سلام پھیرنا یعنے اگر امام بول پڑے یا مسجد سے نکل جاوے تو مقتدی
سلام پھیر لین کذا فی الطحطاوی ہشتم تکبیر تشریق وسنن مؤکدۃ اربع قبل الظہر واربع قبل الجمعۃ واربع بعدہا بتسلیمۃ ولو
بتسلیمتین لم تنب عن السنۃ ولذا لو نذرہا لایخرج عنہ بتسلیمتین وبعکسہ یخرج اور سنت موکدہ ہین چار رکعتین پہلے
ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام سے پڑھیگا تو سنت کے قائم مقام نہون گی اور ایسی اگر چار
رکعتون کی نذر ایک سلام سے کریگا تو نذر سے باہر نہوگا دو سلامون کے ساتھہ پڑھنے سے اور اسکی عکس مین یعنی نذر کی دو سلامون سے پڑھنے کی اور ایک سلام سے چار رکعتین پڑھلیا
تو نذر سے باہر ہوجاویگا ورکعتان قبل الصبح وبعد الظہر والمغرب والعشاء اور سنت موکدہ ہین دو رکعتین صبح کی پیشتر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے
بعد شرعت البعدیۃ لجبر النقصان والقبلیۃ لقطع طمع الشیطان مشروع ہوئی ہین بعد کی سنتین واسطے پورا کرنی نقصان کے یعنی فرائض مین کسی عذر مثلاً نسیان
وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخرت مین بعد کی سنتین اوس کمی کو پورا کرینگی اور مشروع ہوئی ہین پہلی کی سنتین واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتونکو پڑھیگا
تو شیطان کہیگا کہ جو چیز اسپر فرض نتھی اوسکو تو اوسنے ترک ہی نکیا تو فرض کو کیسے ترک کریگا ام ان سنتونکے موکد ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انپر مواظبت
فرماتے تھے چنانچہ مسلم مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آپ ظہر کے پیشتر چار رکعتین اور بعد ظہر دو رکعتین اور بعد مغرب دو اور بعد عشا دو اور قبل فجر کے دو پڑھا کرتے تھے اور
بحر الرائق مین ہے کہ سنت موکدہ مثل واجب ہے کہ اسکے ترک کرنیسے گناہ ہوتا ہے اور تارک مستحق ٹہرتا ہے بشرطیکہ بلاعذر ترک کرے کذا فی الشامی وندب اربع قبل العصر
وقبل العشاء وبعدہا بتسلیمۃ وان شاء رکعتین وکذا بعد الظہر لحدیث الترمذی من حافظ علی اربع قبل الظہر واربع بعدہا حرمہ اللہ علی النار اور مستحب ہین چار
رکعتین پہلے عصر کے اور چار پہلے عشا کے اور چار بعد عشا کے ایک سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتین پڑھے اور اسیطرح ظہر کے بعد چاہیے چار ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعتین پڑھے بسبب حدیث ترمذی کے
کہ جو کوئی محافظت کرے چار رکعتون پر ظہر سے پہلے اور چار پر بعد نماز ظہر کے تو اللہ تعالی اوسکو آگ پر حرام کردیتا ہے یعنی اوسکو دوزخ مین نڈالیگا وست بعد المغرب لیکتب من
الاوابین بتسلیمۃ او ثنتین او ثلاث والاول ادوم واشق اور مستحب ہین چھہ رکعتین مغرب کے بعد تاکہ نمازی اوابین لکھا جاوے یعنی رجوع کرنیوالون مین اللہ تعالی کیطرف چھہ رکعتین ایک
سلام سے مستحب ہین یا دو سے یا تین سے اور اول صورت یعنی ایک سلام سے پڑھنا زیادہ دیرپا اور بہت مشکل کا ہوتا ہے ہم وجہ اوسکی مشکل ہونیکی یہہ ہے کہ نفس کو ایک ہی تحریمہ پر بہت دیر
رہنا پڑتا ہے شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ فضل یہہ ہے کہ ہر شفعہ پر سلام پھیرا جاوے وھل تحسب المؤکدۃ من المستحب ویؤدی الکل بتسلیمۃ واحدۃ اختار الکمال نعم
اور کیا شمار کیجاویگی سنت موکدہ مستحب سے اور ادا کیجاویگی دونو ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہے کہ ہان ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہے کہ چار رکعتین جو بعد ظہر
علمانے مستحب کی ہین اسمین اختلاف ہے کہ وہ چارون جداگانہ مستحب ہین سوا دو رکعت سنت موکدہ کے یا اونکے ساتھہ شمار کیجاتی ہین پھر اگر یہہ سنت موکدہ کے ساتھہ چار شمار
ہوتی ہین تو اونکے ساتھہ ایک ہی سلام مین ادا ہوجاتی ہین یا نہین تو اکثر علمانے یہہ کہا ہے کہ ایک سلام سے دونو ادا ہونگی اور شیخ کمال الدین نے یہہ اختیار کیا
کہ جب نمازی چار رکعتین ایک سلام خواہ دو سے پڑھیگا تو دو سنت موکدہ اور دو مستحب تو سے کافی ہونگی کذا فی الشامی وندب الکحۃ رکعتین خفیفتین قبل المغرب

وَاَقَرَّهُ فِي البَحرِ المصنف اور کمال الدین نے نہایت عمدہ تنقیح کے ساتھہ ثابت کیا ہے مباح ہونا دو ہلکی سی رکعتوں کا مغرب سے پیشتر اور ثابت رکھا ہے اسکو بحر الرائق میں اور
مصنف نے ہم حاصل تقریر کمال کا یہہ ہے کہ قبل مغرب کی دو رکعتیں نہ مستحب ہیں نہ مکروہ بلکہ مختصر ساتھہ اگر پڑھی جائیں تو مباح ہیں کذا فی الشامی ملتقطا والسنن
آکدها سنة الفجر اتفاقا ثم الاربع قبل الظهر فی الاصح لحدیث من ترکها لم تنله شفاعتی ثم الکل سواء اور سنتوں میں موکد زیادہ فجر کی سنتیں ہیں بالاتفاق
پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول میں بسبب اوس حدیث کے کہ جو کوئی ظہر کی سنتوں کو چھوڑیگا نہیں پہونچیگی اوسکو میری شفاعت پھر سب سنتیں برابر ہیں ہم فجر کی سنتیں
زیادہ موکد اسلیے ہوئیں کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل پر اتنی خبرگیری نفرماتے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی
فرماتے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالبا شفاعت خاص ہے جو زیادتی درجات کے لیے ہو گی ورنہ شفاعت عظمی تو سب کے لیے عام ہو گی وقیل
بوجوبها فلا یجوز صلوتها قاعدا ولا راکبا اتفاقا بلا عذر علی الاصح اور بعض فقہا نے سنت فجر کے واجب ہونیکو کہا ہے تو نہیں جائز ہے پڑھنا اوسکا بیٹھکر اور سواری کی
حالت میں بالاتفاق بدون عذر کے صحیح تر قول کی بموجب ہم واجب ہونیکی صورت میں بیٹھکر اور سواری پر ناجائز ہونا ظاہر ہے اور سنت موکدہ کہنے کی صورت میں اسلیے ناجائز ہے
کہ یہہ سنتیں ہم پلہ واجب ہیں کذا فی الطحطاوی ولا یجوز ترکها لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف باقی السنن فله ترکها لحاجة الناس الی فتواه اور نہیں جائز ہے چھوڑنا فجر کی
سنتوں کا اوس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوی پوچھنے آتے ہوں بخلاف باقی سنتوں کے کہ اونکا ترک کرنا درست ہے بسبب حاجت لوگوں کے اوسکے فتوی کے طرف ہم شامی نے کہا کہ اسکی
یہہ ہے کہ فتوی دینے کی حالت میں لوگوں کے پوچھنے کے باعث اون سنتوں کو ترک کرے اور بعد فراغت پانیکے پڑھ لے جیسے جماعت کے فوت ہونیکے خوف سے ترک درست ہے وتخشی الکفر
علی منکرها اور خوف کفر ہے سنت فجر کے منکر پر یعنی جو اسکی مشروعیت کا منکر ہو بوجہ کسی شبہہ یا تاویل کے ورنہ قطعا کافر ہو گا کہ جس چیز پر اجماع ہے اوسکا
منکر ہونا کفر ہے کذا فی الشامی وتقضی اذا فاتت معه بخلاف الباقی اور سنت فجر قضا پڑھی جائے جبکہ فوت ہو گئی ہوں فرض کے ساتھہ بخلاف باقی سنتوں کے کہ اونکی قضا نہیں
ہم شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتوں کا زوال سے پیشتر ہے تو بعد زوال قضا نہ پڑھی جائیں اگرچہ فرض کے ساتھہ ہوں اور اگر تنہا فوت ہوئی ہوں تو طلوع آفتاب سے
پیشتر قضا انکی چاہیے ولو صلی رکعتین تطوعا مع ظن ان الفجر لم یطلع فاذا هو طالع او صلی اربعا فوقع رکعتان بعد طلوعه لا تجزیه عن رکعتیها علی
الاصح تجنیس لان السنة ما واظب علیه الرسول صلی الله علیه وسلم بتحریمة مبتداة اور اگر نماز پڑھی دو رکعتیں نفل اس گمان سے کہ فجر نہیں طلوع
ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہو گئی یا نماز پڑھی چار رکعتیں اور دو رکعتیں بعد آفتاب نکلنے کے ہوئیں تو اسکو دو رکعتیں فجر کی سنتوں سے کافی نہونگی قول اصح پر کذا فی التجنیس اسلیے کہ
سنت وہی ہے جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہو ہم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلہ سے ہے اور مسئلہ اول خلاصہ میں مذکور
ہے اور علت شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہے اور تجنیس میں پہلے مسئلہ میں سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہے اور نہر الفائق میں اوسکو وجیہ بیان کیا ہے کذا فی
الشامی وتکره الزیادة علی اربع فی نفل النهار وعلی ثمان لیلا بتسلیمة لانه لم یرد والافضل فیهما الرباع بتسلیمة وقالا فی اللیل المثنی
افضل قیل وبه یفتی اور مکروہ ہے زیادہ پڑھنا چار رکعتوں سے ایک سلام میں دن کی نفلوں کو اور آٹھہ سے زیادہ رات کی نفلوں کو اسلیے
کہ اس قدر سے زیادہ حدیث میں وارد نہیں اور افضل رات دن دونوں میں چار چار رکعتوں کا پڑھنا ہے ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ
دو دو کا پڑھنا افضل ہے کہتے ہیں کہ فتوی صاحبین کے ہی قول پر ہے ہم اس فتوی کو معراج میں عیون کے طرف منسوب کیا ہے اور نہر الفائق
میں علامہ قاسم کے قول سے امام کے قول کو ترجیح دی ہے کذا فی الشامی مختصرا ولا یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم فی القعدة
الاولی فی الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها ولو صلی ناسیا فعلیه السهو وقیل لا شمنی اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر قعدہ اولی میں ظہر اور جمعہ کے پیشتر کی چار سنتوں میں اور جمعہ کے بعد کی چار میں اور اگر بھولنے سے درود پڑھ لیا تو
اوس پر سجدہ سہو ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ سجدہ سہو نہیں کذا فی الشمنی ہم شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتوں میں ذکر درود سے
سجدہ سہو کا لازم آنا مسلم نہیں کیونکہ اونکا حکم اور سنتوں کا سا نہیں اسلیے اونکو دو سلاموں سے پڑھنا درست ہے ولا یستفتح اذا قام الی الثالثة منها لانها
لشبهت الفرائض اسی سبب سے تیسری رکعت کے لیے ان سنتوں میں کوئی کھڑا ہو تو دعاء استفتاح یعنی سبحانک اللهم الخ نہ پڑھے اسلیے کہ یہہ سنتیں بوجہ موکدہ ہونیکی فرض کے مشابہ ہو گئی ہیں

وقيل يصلي في ذوات الاربع يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ويستفتح ويتعوذ ولو نذر لان كل شفع صلوٰة وقيل لا يأتي في الكل كذا في الجوهرة النيرة
اور باقی نوافل چار رکعت والی نہیں ہیں دو پڑھ قعدۂ اولیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسری رکعت میں ثنا اور استعاذہ پڑھے اور اگر چار پڑھنے کی نذر کی تو
ہر دوگانہ نوافل کا نماز جداگانہ ہے اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ سب سنتوں میں دعا اور درود نہ پڑھے اور صحیح کہا ہے اسی کو قنیہ میں ہم نے نذر کو سنتوں میں شامل کیا کہ
جو علی رضی ہے وہ تحقیقہ ہے وہی نقل ہے کذا فی المحیط وہی کثرۃ الرکوع والسجود احب من طول القیام کذا فی المجتبیٰ وصححہ فی البحر لکن نظر فیہ فی النہر
الاتیان ... اور بہت رکوع اور سجدہ کرنا زیادہ اچھا ہے بہ نسبت بہت قیام کرنے کے چنانچہ مجتبیٰ میں ہے اور ترجیح دیا ہے اسکو بحر الرائق میں مگر نہر الفائق
میں ... سے اندر تین وجہوں سے ہم وجہ اول یہہ کہ قیام ہر چند ... کے طول کی خوبی ... ہی کہ اوسمیں قراءت بہت ہوگی اور قراءت اگرچہ
قیام ... جاتی ہے ... بخلاف رکوع اور سجدہ کی تسبیحوں کے دوسری وجہ یہہ کہ قراءت رکن اور ہو نیکو فضیلت میں کچھ تاثیر نہیں تیسری وجہ یہہ کہ خود
مسئلہ کا نماز نفل ہے اور اسکی سب رکعتوں میں قراءت واجب ہے کذا فی الشامی ونقل عن المعراج ان ھذا قول محمد وان مذھب الامام افضلیۃ القیام وصححہ فی البدائع
قلت وھکذا رأیتہ بنسخۃ المجتبیٰ معزیا لمحمد فقط فتنبہ اور صاحب نہر الفائق نے معراج سے نقل کیا کہ کثرت رکوع وسجود کا افضل ہونا قول ہے امام محمد کا اور
مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہے اور تصحیح کی ہے اسکی بدائع میں میں کہتا ہوں اور ایسا ہی میں نے دیکھا ہے مجتبیٰ کے اپنے نسخہ میں منسوب بامام محمد کیطرف فقط پس خبردار ہو
ہم کہتے ہیں کہ نسخہ مختلف ہو یا بسکم کیطرف اور مجتبیٰ او سمیں بل واقع ہوا ہے دھل طول قیام الاخر ہی افضل کالقادر ... کیا گر ... کا زیادہ
قیام کرنا افضل ہے مثل قاری کے اسکا حکم میں نہیں دیکھا ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ گو کہ وہ قاری نہیں تو اوسکا قیام بلاشبہ افضل ہے وتسن تحیۃ المسجد
وھی رکعتان واداء الفرض او غیرہ وکذا دخولہ بنیۃ فرض او اقتداء ینوب عنہا بلانیۃ اور مسنون ہے تحیۃ المسجد یعنی تحفہ دینا مسجد کا اور وہ دو
رکعتیں ہیں اور پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور اسیطرح داخل ہونا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے یا اقتدا کی نیت سے قائم ہو جاتا ہے تحیۃ المسجد
بدون نیت کے ہم رب کی قید ... لگائی کہ تحفہ دینے کے قابل صاحب خانہ ہوتا ہے نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد بحذف مضاف ہے کذا فی الحلیہ
وتکفیہ لکل یوم مرۃ ولا تسقط بالجلوس عندنا بحر اور کافی ہے آدمی کو ہر روز کے لئے ایکبار تحیۃ المسجد پڑھنا یعنی جب کسی عذر سے مسجد میں چندبار
جاوے تو تحیۃ المسجد ایکبار اول مرتبہ میں یا اور کسی مرتبہ میں پڑھ لے اور ساقط نہیں ہوتا تحیۃ المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر اور بہہ جو
میں آیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہہ بیان امر بہتر کا ہے کیونکہ ابن حبان کی حدیث میں ہے اور یہی ہے کہ آپ ابوذر
کو امر فرمایا کہ تحیۃ المسجد دو رکعتیں ہیں سو اٹھ اور ادن کو پڑھ لے کذا فی الشامی قلت وفی الضیاء عن القوت من لم یتمکن منہا لحدث او غیرہ
یقول ندبا کلمات التسبیح الاربع اربعا میں کہتا ہوں اور ضیاء معنوی میں قوت القلوب سے منقول ہے کہ جو شخص قادر نہ ہو تحیۃ المسجد پر بسبب
بے وضو ہونے یا کسی اور عذر کے وہ کو مستحب طور پر چار تسبیح کے الفاظ چار بار یعنی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کو چار بار کہتا
ہے اگرچہ بہ سبب تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطہا ولکن ینقص ثوابہا وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمۃ علی
الاصح قنیہ اور اگر کلام کیا درمیان سنت اور فرض کے خواہ سنتیں فرضوں سے پہلے کی ہیں یا پیچھے کی تو بولنا ساقط نہیں کرتا سنت کو مگر سنتوں کا ثواب
کم کر دیتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی اونکو پھر سے پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر اور اسیطرح ہر عمل جو تحریمہ کے
مخالف ہو صحیح تر قول کی بموجب ساقط نہیں کرتا سنتوں کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہے کذا فی القنیہ وفی الخلاصۃ لو اشتغل ببیع او شراء او اکل اعادھا و
بلقمۃ او شربۃ لا تبطل اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کھانے میں تو سنتوں کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا
ایک لقمہ یا ایک گھونٹ میں تو سنتیں باطل نہ ہونگی ولو جیئ بطعام ان خاف ذھاب حلاوتہ او بعضہا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف
فوت الوقت اور اگر کھانا لایا گیا تو اگر نمازی کو خوف کرے دور ہونے اوسکے مزہ کا یا تھوڑی لذت جاتے رہنے کا تو کھا لے پھر
سنتیں پڑھے مگر جبکہ ڈرے کہ وقت جاتا رہیگا تو اول سنتیں پڑھے پھر کھانا کھاوے ... یعنی عمل مخالف عذر کی جہت سے سنتوں کو ساقط نہیں کرتا چنانچہ کہا گیا بعیرہ ہو جاتا ہے

تو اوسکے لئے سنتون کو تاخیر کرسکتا ہی ولو اخرها لآخر الوقت لا تکون سنة وقیل تکون اور اگر سنتون کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتین نہونگی
اور ایک قول یہہ ہی کہ سنتین ہوجائینگی ہم شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح تر ہی اسلیے کہ پہلا قول مبنی ہی اسپر کہ عمل مخالف کرنے سے سنتین ساقط
ہوجاتی ہین اور صحیح یہی ہی کہ ساقط نہین ہوتین **فروع** مسائل متفرقہ شتی تحب الاسفار بسنة الفجر افضل وقیل لا خوب چاندنی مین پڑہنا سنت فجر کا
افضل ہی اور ایک قول یہہ ہی کہ خوب روشنی مین پڑہنا افضل نہین بلکہ اول وقت پڑہنا افضل ہے ہم شامی نے کہا کہ موید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہی
خلاصہ سے منقول کہ فجر کی سنتین تین امر مین مخصوص ہین اول سورہ کافرون اور اخلاص کا پڑہنا دوم اونکا اول وقت مین پڑہنا سوم اسلیے گہر پر یا مسجد کے دروازہ پر پڑہنا
اور حدیث سے بہی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تہا کہ جب آپکو فجر معلوم ہوتی تہی تو اوٹھکر دو رکعتین
ہلکی سی پڑہتے پہر اپنی کروٹ پر لیٹ رہتے یہان تک کہ موذن تکبیر کہنے کے لئے آپکی خدمت مین آتا اوس وقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان نذر السنن واتی بالمنذور فہو
السنة وقیل لا نذر کیا سنتون کو پہر ادا کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہوگی اور بعض فقہا نے کہا کہ سنت نہوگی ہم نہر الفائق مین کہا کہ نذر کے سبب سے اوسکا سنت ہونا
جاتا نرہیگا جیسے کوئی شخص ظہر کی سنتون کی نیت کرکے توڑدے پہر اونکو دوبارہ پڑہے تو وہ سنت ہی رہینگی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زائد ہوجائیگا اسی
طرح یہان وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہی مگر واجب نہین کہ سنت نرہین آراد النوافل ینذرها ثم یصلیها وقیل لا ارادہ کیا نوافل کا تو اونکو نذر کرلے پہر
پڑہ لے اور ایک قول یہی ہے کہ نذر نکرے ہم نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتونکو نذر نکرے اور وجہ نذر کرنیکی یہہ ہی کہ نفلین جب نذر کی نماز ہوجائینگی تو اونکے پڑہنے سے
واجب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہہ ہی کہ نذر نکرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادت مین ثقل اور نفس پہ شاق ہونا پائیگا علاوہ اسکے مسلم کی حدیث
مین نذر سے نہی وارد ہی کذا فی الشامی مختصرا ترک السنن ان راها حقا اثم والا کفر ترک کیا سنتون کو اگر اونکو حق سمجہتا ہی تب تو ترک سے
گنہگار ہوگا ورنہ کافر ہوجائیگا یعنی حقارت کی وجہ سے والافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنها والاصح افضلیة ما کان اخشع
واخلص اور نماز نفل مین سوا تراویح کے بہتر ہی مکان پر پڑہنا مگر بوجہ مشغول ہوجانیکے اون سے اور صحیح تر قول افضل ہونا اوس صورت کا ہی جسمین
خشوع اور اخلاص زیادہ ہو ہم وجہ مکان پر بہتر ہونیکی یہہ ہی کہ صحیحین مین مروی ہی کہ بہتر نماز آدمی کی اوسکے گہر مین ہی سوا فرض نماز کے تو اسکی رعایت
پر ضرور ہی ہان جس وقت خوف ہو کہ گہر پر اور کامون مین لگ جائیگا اور سنتین یا نفل چہوٹ جائینگی تو اس صورت مین بہتر ہی کہ مسجد مین پڑہے اور صحیح یہہ ہی کہ
خشوع واخلاص اگر مسجد مین زیادہ ہوتا ہو تو وہان پڑہے ورنہ گہر پر پڑہے اور تراویح کو اسلیے مستثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑہی جاتی ہین اور جماعت
مسجد مین ہوتی ہی اسیطرح تحیة المسجد اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والے کی اس حکم سے مستثنی ہین کذا فی الشامی وندب رکعتان بعد الوضوء
یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالیة عن المواهب اور مستحب ہین دو رکعتین بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونیکے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے
ہم اور مثل وضو کی غسل کے بعد بہی دوگانہ مستحب ہے کذا فی الطحطاوی اور تحیة الوضو مین بہی سورہ کافرون اور اخلاص مستحب ہی کذا فی الشامی وندب
اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتها المختار بعد ربع النهار اور مستحب ہین چار رکعتین اور چار سے زیادہ چاشت
مین قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اوسکا وقت مختار ربع اول پہر دن چڑہے کے بعد ہی وفی المنیة اقلها رکعتان واکثرها اثنا عشر
واوسطها ثمان وهو افضلها کما فی الذخائر الاشرفیة لثبوته بفعله وقوله علیه الصلوة والسلام واما اکثرها فبقوله فقط اور منیہ
مین ہی کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتین ہین چنانچہ بخاری مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتونکی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتین چاشت کی
بارہ ہین چنانچہ ترمذی اور نسائی مین بسند ضعیف مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتین پڑہیگا اوسکے لیے اللہ تعالی جنت مین ایک
محل تیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط رکعتین چاشت کی آٹہ ہین اور وہی افضل ہین جیسا کہ ابن شحنہ کی ذخائر اشرفیہ مین ہے بسبب ثابت ہونے آٹہ رکعتون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے قول اور فعل دونون سے اور اکثر رکعتون یعنی بارہ کا ثبوت تو صرف آپکے قول سے ہی فقط یعنی جو دونون سے ثابت ہو وہ اوس سے افضل ہی جسکی نسبت ادا ایک سے ثابت ہو وهذا لو صلی الاکثر بسلام واحد
اما لو فصل فکل ما زاد افضل کما افادہ ابن حجر فی شرح البخاری اور یہہ آٹہ رکعتونکا افضل ہونا منصور ہی جبکہ بارہ رکعتونکو ایک سلام سے پڑہے اور اگر جدا پڑہے گا تو جتنی زیادہ

پڑہیگا وہی افضل ہوگی چنانچہ ابن حجر مکی نے منہاج کی شرح میں افادہ کیا ہی ہم ابن حجر نے کہا ہی کہ اکثر اور فضل میں فرق اوسی صورت میں ہوگا کہ اکثر ایک سلام سے پڑہے
اور اگر جدا جدا پڑہیگا تو آٹھہ رکعتیں مستحب ٹہیرینگی اور باقی نفلیں ہو جائینگی تو ظاہر ہی کہ مستحب نفل صرف مستحب سے افضل ہوگا طحطاوی نے کہا کہ ابن حجر کا کلام
ہمارے مذہب کے موافق نہیں کیونکہ چار رکعتوں سے زیادہ دن کی نفلوں کو ایک سلام سے پڑہنا مکروہ ہے وَمِنَ الْمَنْدُوْبَاتِ رَکْعَتَا السَّفَرِ وَالْقُدُوْمِ مِنْهُ اور مستحبات
میں سے ہیں دو رکعتیں سفر کرنیکی اور سفر سے آنیکی ہم طبرانی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے اپنے گہر والوں میں دو رکعتوں سے بہتر
نائب نہیں چہوڑا جنکو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گہر والوں میں پڑہتا ہی اور مسلم میں کعب بن مالک سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تہا کہ
سفر سے دن ہی میں چاشت کیوقت تشریف لاتے تہے نہ رات میں اور آتے ہی مسجد میں قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتیں پڑہکر وہیں بیٹھ جاتے کذا فی الشامی وَصَلٰوةُ
اللَّيْلِ وَاَقَلُّهَا عَلٰی مَا فِی الْجَوْهَرَةِ ثَمَانٍ وَلَوْ جَعَلَهُ اَثْلَاثًا فَالْاَوْسَطُ اَفْضَلُ وَلَوْ اَنْصَافًا فَالْاَخِيْرُ اَفْضَلُ اور مستحب ہی نماز تہجد اور اوسکی کمتر رکعتیں بموجب بیان
جوہرہ کے آٹھہ ہیں اور اگر رات کے تین حصہ کرے تو بیچ کا حصہ تہجد کے لیے افضل ہے اور اگر آدہوں آدہ کرے تو اخیر کی آدہی شب افضل ہے ہم جاننا چاہیے کہ نماز تہجد دن کی
نوافل سے افضل ہے اور اوسکی فضیلت شریعت میں بہت کچھ وارد ہی چنانچہ مسلم میں مروی ہی کہ افضل نماز بعد فرض کے نماز تہجد ہی پہر اسمیں اختلاف ہی کہ
نماز مذکور مستحب ہی یا سنت کیونکہ قولی دلیلوں سے تو مستحب معلوم ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسپر مواظبت فرمائی اوسکی رو سے سنت معلوم ہوتی
ہی شامی نے بڑی گفتگو کے بعد کہا کہ تہجد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرض تہا اور ہمارے حق میں سنت معلوم ہوتا ہی امداد اور اوسیطرح سے حلیہ میں کہا کہ
اشبہ یہہ ہی کہ تہجد سنت ہی پہر اوسکی رکعتوں کی تعداد میں اختلاف ہی نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث میں مروی ہی کہ جو کوئی رات سے جاگے اور اپنے گہر
والی کو جگاوے پہر دونوں دو رکعتیں پڑہیں تو وہ دونو اللہ کے بہت ذکر کرنیوالوں میں لکہے جاوینگے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اقل تہجد دو رکعتیں ہیں اور ابوداؤد
کی حدیث میں معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقل تہجد چار رکعتیں تہیں اور حاوی قدسی میں ہی کہ آپ کا اقل تہجد دو رکعتیں تہیں اور زیادہ آٹھہ
رکعتیں شامی نے کہا کہ اس صورت میں یوں کہنا چاہیے کہ کمتر تعداد تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور اوسط چار ہیں اور اکثر آٹھہ ہیں پہر اگر نمازی یہہ چاہے کہ ایک تہائی
شب کی جاگے اور دو تہائی سووے تو چاہیے کہ بیچ کی تہائی میں جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف میں جاگے اور بہتر یہہ ہی کہ رات کے چہہ حصہ کرکے پہلے تین
حصہ میں سووے اور چوتہے اور پانچویں میں جاگے اور چہٹے میں سووے کیونکہ صحیحین میں مروی ہی کہ اللہ تعالے کو سب نمازوں سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہی کہ وہ آدہی
پہر تہائی رات جاگتے پہر چہٹا حصہ سوتے کذا فی الحلیہ وَاِحْيَاءُ لَيْلَتَیِ الْعِيْدَيْنِ وَالنِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَالْعَشْرِ الْاَخِيْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَالْاَوَّلِ مِنْ ذِی الْحِجَّةِ
وَتَكُوْنُ بِكُلِّ عِبَادَةٍ تَعُمُّ اللَّيْلَ اَوْ اَكْثَرَهُ اور مستحب ہی جاگنا عید فطر اور عید قربان کی دو راتوں کا اور مستحب ہی جاگنا پندرہویں شب شعبان کا اور مستحب ہی جاگنا
دس راتوں اخیر رمضان المبارک کا اور دس راتوں پہلی ماہ ذی الحجہ کا اور ہووے ہر رات میں عبادت کہ عام ہو تمام رات کو یا اکثر شب کو ہم یعنی جاگنا وہ معتبر
ہو جسمیں تمام شب یا اکثر شب عبادت ہو عام ہے کہ نماز نفل پڑہے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر و تسبیح یا درود کا ورد کرے یا حدیث پڑہے یا سنے اور حضرت ابن عباس
سے مروی ہے کہ جو کوئی نماز عشا پڑہے اور اوسکی نیت یہہ ہو کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑہونگا تو اوسکو شب بیداری کا ثواب ملے گا کذا
فی الشامی وَنُدِبَ رَکْعَتَا الْاِسْتِخَارَةِ اور مستحبات سے ہیں دو رکعتیں استخارہ کی ہم یعنی جب کوئی امر مہم پیش آوے اور اوسکے کرنے اور نکرنے میں
مترود ہو تو چاہیے کہ دو رکعتیں نفل پڑہے اور پہر دعاء استخارہ پڑہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ الخ چنانچہ دعاء مذکور کتاب الحج کے حاشیہ پر ہمنے لکہدی ہی اور مستحب ہی اس
دعا کی اول و آخر میں حمد و صلوة کا پڑہنا اور بہتر ہے کہ اول رکعت میں سورہ کافرون پڑہے اور دوسری میں اخلاص اور ایک بزرگ سے منقول ہی کہ پہلی
رکعت میں یہہ بھی پڑہے وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ملہ يُعْلِنُوْنَ تک اور دوسری میں وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ ملہ آخر آیت تک اور چاہیے کہ سات بار اس عمل
کو کرے پہر بعد اوسکے جو بات اوسکے دل میں آوے اوسی پر کاربند ہو کہ خیر اوسی میں ہی اور شرح شرعہ میں ہے کہ دعاء استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سو رہے
پس اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکہے تو وہ کام کو کرے کہ اچہا ہی اور اگر سیاہی یا سرخی دیکہے تو نکرے کہ برا ہی کذا فی الشامی وَاَرْبَعُ صَلٰوةِ التَّسْبِيْحِ بِثَلٰثِمِائَةِ تَسْبِيْحَةٍ
وَفَضْلُهَا عَظِيْمٌ اور مستحب ہیں چار رکعتیں صلوة التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتہہ اور ثواب اوسکا بہت ہی ہم صلوة التسبیح پڑہنے کے طور احادیث سے ثابت ہیں اول جو ترمذی میں بروایت

ف نماز تہجد کی تحقیق

ملہ یعنی سورۂ قصص کے ساتویں رکوع کی آخر آیت تک اور دوسری رکعت میں سورۂ احزاب کی ... آیت ... ۱۲

ملہ یعنی سورۂ احزاب کی ... ۱۲

عبد اللہ بن مبارک کی مروی ہے یہہ ہے کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ ملانیکے دس بار پہر رکوع میں دس بار پہر قومہ میں دس بار پہر سجدہ میں دس بار پہر جلسہ میں دس بار پہر دوسرے سجدہ میں دس بار اسیطرح چاروں رکعتوں میں پچہتر پچہتر بار پڑہو کل تین سو تسبیحیں ہوجائینگی اور حضرت ابن عباس سے اسطرح مروی ہے کہ الحمد و سورہ کے بعد پندرہ بار رکوع میں دس بار قومہ میں دس بار سجدۂ اولی اور جلسہ اور سجدۂ دوم میں دس دس بار بعد سجدۂ دوم کے دس بار کہکر دوسری رکعت کو اوٹھے پس دونو طور میں اتنا فرق ہے کہ اول میں صرف قیام میں پچیس بار کہنا ہوتا ہے پندرہ بار قرات سے پیشتر اور دس بار قرات کے بعد اور دوسرے قیام میں پندرہ بار بعد قرات کے ہے اور دس بار بعد سجدۂ دوم کے اور چونکہ حنفی بعد سجدۂ دوم کے بیٹہنا مکروہ کہتے ہیں اسلئے شرح منیہ اور قنیہ میں اول ہی روایت کو اختیار کیا ہے کہ اوسمیں حاجت دوسرے سجدہ کے بعد جلسہ کی نہیں پڑتی مگر جب معلوم ہوگیا کہ دونو طور حدیث سے ثابت ہیں تو مناسب یہہ ہے کہ کبھی اسطرح پڑہے کبھی اوسطرح آب کئی باتیں اور قابل سننے کے ہیں اول یہہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کیلئے کچہہ سورتیں معین آپکو معلوم ہیں تو فرمایا کہ اول میں الہاکم التکاثر دوسری میں سورۂ عصر تیسری میں کافرون چوتہی میں اخلاص دوم یہہ کہ اس نماز کا وقت کوئی نہیں سوای اوقات مکروہہ کے جب چاہے پڑہے لیکن فتاوی عالمگیری میں مضمرات سے نقل کیا ہے کہ ظہر سے پیشتر پڑہے سوم اس نماز میں اگر سہو ہوجاوے تو سجدۂ سہو کے بعد پہر تسبیح کا پڑہنا ضرور نہیں ہاں اگر کسی جگہہ خود تسبیح کو بہول جاوے تو دوسرے رکن میں اوسکو پڑہ لے مثلا رکوع میں بہول جاوے تو قومہ میں نہ پڑہے کہ چہوٹا رکن ہے بلکہ سجدۂ اول میں بیس بار پڑہے تاکہ شمار ہر رکعت میں پچہتر ہوجاوے چہارم یہہ کہ رکوع اور سجدہ میں اول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہے اوسکے بعد اسکی تسبیح پڑہے پنجم یہہ کہ شمار تسبیحات کا اونگلیوں پر نکرے بلکہ دل میں گنتا جاوے یا اونگلی کے پوروں کو دباتا جاوے ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہہ دعا پڑہے (اللّٰہم انی اسألک توفیق اہل الہدی واعمال اہل الیقین ومناصحۃ اہل التوبۃ وعزم اہل الصبر وجد اہل الخشیۃ وطلب اہل الرغبۃ وتعبد اہل الورع وعرفان اہل العلم حتی اخافک اللہم انی اسألک مخافۃ تحجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملا استحق بہ رضاک وحتی اناصحک بالتوبۃ خوفا منک وحتی اخلص لک النصیحۃ حبا لک وحتی اتوکل علیک فی الامور حسن ظن بک سبحان خالق النور) ہفتم اسکی تسبیح میں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بہی ملا لینا چاہیے کہ اس سے ثواب بہت ہوتا ہے ہشتم اسکی حدیث میں اگرچہ بعض طرق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے درجۂ حسن کو پہونچ گئی ہے اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہے نہم شارح نے جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہے یہہ اس وجہہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑہوگے تو اللہ تعالے تمہارے گناہ پہلے اور پچہلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چہوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخشدیگا اور آخر کو فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے تو اللہ تعالے معاف فرمایگا کذا فی الشامی بتصرف (واربع صلوۃ الحاجۃ وقیل رکعتان وفی الحاوی انہا اثنا عشر بسلام واحد وبسطناہ فی الخزائن) اور مستحب ہیں چار رکعتیں نماز حاجت کی اور ایک قول یہہ ہے کہ دو رکعتیں ہیں اور حاوی میں ہے کہ دوبارہ رکعتیں ہیں ایک سلام سے اور شارح بیان کیا ہے ہمنے اسکو خزائن الاسرار میں ہم تجنیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوی وغیرہ میں نماز حاجت کی چار رکعتیں لکہی ہیں بلکہ تجنیس میں یہہ بہی نقل کیا ہے کہ اونکو بعد عشاء کے پڑہے اور اول رکعت میں بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتوں میں الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑہے اور اس باب میں ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور شرح منیہ میں مذکور ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتیں ہیں چنانچہ ترمذی میں عبد اللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالے یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچہی طرح وضو کرے پہر دوگانہ نماز پڑہے پہر اللہ تعالے کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہے پہر یہہ دعا کرے (لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العلمین اسألک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا حاجۃ ہی لک رضا الا قضیتہا یا ارحم الراحمین) انشاء اللہ تعالے حاجت اسکی روا ہوگی ملا علی قاری نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ نماز استخارہ بہی تو حاجت کیلئے ہی ہے پہر ان دونوں میں کیا فرق ہے تو اسکا جواب نہر الفائق میں یہہ لکہا ہے کہ استخارہ حاجت آیندہ کیلئے ہے اور یہہ نماز حاجت موجودہ کیلئے ہے شامی نے کہا کہ بارہ رکعتوں کی روایت میں

کلام ہی وتفترض القراءۃ عملاً فی الفرض مطلقاً اما تعیین الاولیین فواجب علی المشہور اور فرض عملی ہی قرارت فرض کی دو رکعتون مین کوئی
سی دو ہون اول کی یا آخر کی اور معین کرنا دو اول کی رکعتون کا واجب ہی مذہب مشہور کی بموجب ہم فرض عملی سے یعنی اعتقادی نہین کہ اوس کا
منکر کافر ہو بلکہ شدت سی گناہگار ہوتا ہی کیونکہ فرض عملی واجب کی اعلیٰ قسم سے کذا فی النہر اور مشہور کی قید اسلیئے لگائی کہ وہ قول نکل جائے
جس مین اول دوگانہ مین فرض کہا ہی یا بعضون نے فضل بیان کیا ہی کذا فی الشامی وکل النفل للمنفرد لان کل شفع صلوٰۃ لکنہ لایعم الرباعیۃ
المؤکدۃ فلا تشمل اور فرض عملی ہے قرارت نماز نفل کی ہر رکعت مین منفرد یعنی غیر مقتدی کے حق مین اسلیئے کہ نفل کا ہر شفعہ علحدہ نماز ہی لیکن یہہ تفصیل
شامل نہین چار رکعت والی سنتون موکدہ کو پس شامل کرنا نہ شامل ہونیکی وجہ یہہ ہی کہ پہلے بیان ہوچکا کہ اون کے قعدہ اولے مین درود نہ پڑھے اور
تیسری رکعت مین ثنا و استفتاح نہ پڑھے اور تامل سے اشارہ ہی جواب کا جو شارح نے پہلے لکھا ہی کہ سنن موکدہ بسبب موکد ہونیکے مشابہ فرض مین
تو ان مین دونو رعایتین کی گئین قرارت کا فرض ہونا ہر رکعت مین بسبب نفل ہونیکے ہی اور درود و ثنا اور دعا کا نہ پڑھنا بسبب مشابہت فرض کے
ہی کذا فی الشامی وکل الوتر احتیاطاً اور فرض عملی ہی قرارت وتر کی ہر رکعت مین احتیاط کی رو سے چنانچہ پیشتر گذرا ولزم نفل شرع فیہ بتکبیرۃ الاحرام او بقیام لثالثۃ
شروعاً صحیحاً قصداً اور لازم ہوجاتی ہی وہ نفل جسکو شروع کیا ہو تکبیر تحریمہ سی یا ایک دوگانہ پورا کرکے تیسری رکعت کیلیئے کھڑا ہو کے شروع کیا ہو صحیح طور پر قصداً اور
صحیح شروع سی وہ صورت نکل گئی جسمین شروع فاسد ہو جیسے امی اور عورت کے پیچھے شروع کرنا اور قصداً سی وہ صورت نکل گئی کہ شروع گمان سی کیا ہو مثلاً اس گمان سے
کہ میرے ذمہ فرض ظہر ہین نیت فرض کی کی پھر یاد آیا کہ پڑھ چکا ہون تو یہہ نماز نفل ہوجائیگی جو قصداً شروع نہین ہوئی کذا فی الشامی حاصل یہہ کہ شروع صحیح قصداً کے
بعد اگر نماز فاسد ہوجائیگی تو اوسکی قضا لازم ہوگی الا اذا شرع متنفلاً خلف مفترض ثم قطعہ واقتدی ناویاً ذلک الفرض بعد تذکرہ او تطوعاً آخر فلا
قضا لازم ہوگی جبکہ شروع کیا نفل پڑھنی کو پیچھے فرض پڑھنے والی کے پھر نفل کو توڑ کر اوسی فرض کی نیت سی اقتدا کیا بعد اوس فرض کے یاد آنیکے یا دوسری نفل کی نیت سے اقتدا کیا ہم پہلا مسئلہ کی تصویر
یہہ ہے کہ ایک شخص نے اسی گمان سے کہ مثلاً فرض ظہر پڑھ چکا ہون امام کا اقتدا بہ نیت نفل کیا پھر یاد آیا کہ ظہر نہین پڑہا تو نفل کو توڑ کر فرض ظہر کی نیت سے اقتدا کرلیا تو اس نفل کی قضا لازم
نہوگی اسیطرح اگر بدون فرض کے یاد آنے نفل کو توڑ کر دوسری نفل سے اقتدا کریگا تب بھی قضا لازم نہوگی [illegible] کذا فی الشامی او فی صلوٰۃ
ظان یا قضا لازم نہوگی جبکہ اقتدا کری نماز کا گمان کرنیوالیکے پیچھے ہم صورت اوسکی یہہ کہ ایک شخص نے مثلاً عشا کی فرض پڑہنی چاہی اس گمان سے کہ مین نہین پڑھ چکا [illegible]
اقتدا بہ نیت نفل کیا پھر امام کو یاد آیا کہ [illegible] ذمہ نہین اور نماز کو توڑ دیا تو [illegible] قضا ہی اوسکے مقتدی پر شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین [illegible]
تو شامی اس مسئلہ مین [illegible] امی او امرأۃ او محدث یا قضا لازم ہوگی امی یا عورت یا بے وضو کے اقتدا کرنے مین [illegible]
مفتی ابو السعود نے کہا [illegible] شروع صحیح ہوتا ہی اور قرارت کا وقت [illegible] نماز فاسد ہوتی ہی [illegible]
لعموا فسد فی الحال [illegible] مقتدی نفل کو بغیر [illegible] ترک کرنیکا فاسد کردے تب قضا لازم ہوگی اور اگر مقتدی [illegible]
[illegible] فاسد کیا تو اوسکو قضا لازم ہوگی [illegible]
[illegible] عند طلوع و غروب و استواء علی الظاہر [illegible] نفل شروع [illegible] لازم [illegible] امام [illegible]
[illegible] الا بعذر و وجب قضاءہ [illegible] فاسد کریگا [illegible]
کی جہت [illegible] اوقات [illegible] اگرچہ فساد نماز کی اختیار سی نہو [illegible] نماز مین [illegible] اور نماز پڑھنے والی
اور نماز رکعت والی حیض سے ہوجاوی کہ فساد عمل مین اوسکا اختیار نہین مگر قضا نماز وتر کی لازم ہے اسی طرح اگر عذر کے باعث خود
فاسد کریگا تب بھی قضا واجب ہوگی کذا فی الشامی واعلم ان ما یوجب علی العبد بالتزامہ نوعان ما یجب بالقول وھو النذر
ویسمی [illegible] وما یجب بالفعل وھو الشروع فی النوافل وجمعھا قولہ اور جاننا چاہیے کہ بندہ پر جو چیز اوسکے لازم کرنے سے واجب ہوجاتی ہی
دو قسم ہی ایک وہ کہ قول سے واجب ہو وہ نذر ہی [illegible] حکم آگے آویگا اور ایک وہ ہی کہ فعل سے واجب ہو اور وہ شروع کرنا ہی [illegible]

اور شارح کا قول اون نوافل کو جمع کرتا ہی جو شروع کرنیسے واجب ہو جاتی ہین سبعۃ من النوافل یلزم الشارع + اخذاً لذلک مما قاله الشارح
صوم صلوٰۃ طواف حجۃ رابع + عکوفہ عمرۃ احرامہ الشایع + نفلون مین سے سات ہین جو شروع کرنیوالیکو لازم ہو جاتی ہین یہہ حاصل ہوا ہی اوس
قول سے کہ فرمایا ہی اسکو شریعت مقرر کرنے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اول نماز نفل دوم روزہ نفل سوم طواف نفل چہارم حج نفل پنجم اعتکاف کرنا ششم عمرہ نفل ہفتم احرام نفل ہم طواف شروع کرنیسے سات پھیری پورے کرنے لازم ہونگے اور اعتکاف کی صورت اوسوقت ہو سکتی ہی جب اوسکی
اقل ایکدن ہو یعنی جن لوگون کے نزدیک اعتکاف مین روزہ شرط ہو اون کے نزدیک تمام دن اقل مدت ہوگا اور قول راجح یہہ ہی کہ اعتکاف مین روزہ شرط نہین
تو اقل اعتکاف ایک ساعت کا ہوگا اس صورت مین قضا لازم نہوگی کیونکہ شروع اعتکاف مین جسقدر دیر لگیگی اسقدر سے اعتکاف ادا ہو جاویگا ہان فتح القدیر
مین ہی کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع کرنیسے لازم ہو جاتا ہی تو اس مسئلہ کو اوسپر محمول کر سکتے ہین اور احرام کی صورت یہہ ہی کہ بدون تعیین
حج یا عمرہ کے احرام شروع کری تو صحیح ہوگا اور لازم ہو جائیگا پھر اسکو اختیار ہی کہ حج یا عمرہ مین سے جسکے لئے چاہے اسکو کرے کذا فی الشامی وقضی رکعتین
لو نوی اربعاً غیر موکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ونقض فی خلال الشفع الاول والثانی ای وتشہد للاول والا یفسد الکل اتفاقاً اورضا
کرے دو رکعتین اگر نیت چار رکعتون غیر موکدہ کی کی ہو موجب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑ دی نماز کو اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے
کہا کہ دوسرے مین توڑنے کی یہہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو یعنی بقدر تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونو دوگانے فاسد ہو جائینگے بالاتفاق
اس لیے کہ دوگانہ اول اوسوقت صحیح ہوتا کہ اوس کا قاعدہ پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ یہہ حکم غیر موکدہ نفلون کا ہی اور اگر موکدہ
سنتون مین سے چار رکعت والی کی نیت کرکے اول یا دوم دوگانہ کو توڑ دیگا تو بالاتفاق چار رکعتین قضا کری کیونکہ وہ ایک ہی سلام سے شروع
ہین اور اونکے دونو دوگانون کو حکم ایک ہی نماز کا ہی اور درمیان کی قید اسلیئے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑیگا تو کچھہ لازم نہوگا والاصل ان کل شفع
صلوٰۃ الا بعارض اقتداء او نذر او ترک قعود اول اور قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ ہر دوگانہ نفل کا نماز علیحدہ ہی مگر بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑنے قعدہ اولی کے یعنی ان
تین صورتون مین ہر دوگانہ جدا نہین چاروں کا ایک حکم ہی اقتدا کی صورت یہہ ہی کہ مثلاً ظہر کے پڑھنیوالے کے پیچھے نیت نفل کی کرکے توڑ دی تو چار رکعتین قضا کرنی چاہیین کذا
فی الشامی کما یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکها فی الاول فقط او الثانی او احدی رکعتی الثانی او احدی رکعتی الاول او الاول
واحدی الثانی لا غیر لان الاول لما بطل لم یصح بناء الثانی علیہ فهذہ ست صور للزوم رکعتین جیسے دو رکعتین قضا کری اگر قراءت ترک کری دونو دوگانون
مین یا قراءت ترک کری صرف اول کے دوگانہ مین یا دوسرے دوگانہ مین یا دوسرے کی ایک رکعت مین یا پہلے کی ایک رکعت مین یا پہلے دوگانہ مین اور دوسرے کی ایک رکعت مین
نہ انکے سوا اور صورتون مین ان صورتون مین قضا دو رکعتین اسلیئے ہوئی کہ اول دوگانہ جب باطل ہو گیا تو دوسرے دوگانہ کا بنا کرنا اوسپر درست نہوا تو یہہ چھہ صورتین
ہین دو رکعتون کے لازم ہونیکی وقضی اربعاً فی ست صور لو ترک القراءۃ فی احدی کل شفع او فی الثانی واحدی الاول وبصور القراءۃ فی الکل تبلغ
ستۃ عشر اور قضا کری چار رکعتین چھہ صورتون مین اگر ترک کری قراءت کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت مین یا دوسرے دوگانہ مین سے ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت مین قراءت
کی صورت ملانے سے سولہ صورتین ہو جاتی ہین ہم ان صورتون کا نام مسائل ثمانیہ ہے جن مین سے چھہ مین قضا دو رکعتون کی لازم
آتی ہی اور دو مین قضا چار کی چنانچہ ماتن نے انہین آٹھہ کو ذکر کیا ہی مگرچہ صورتین حقیقت مین بموجب تقسیم عقلی کے نو ہین اور دو صورتین چھہ کو چار کی
ہین اس حساب سے کل صورتین پندرہ ہوئین اور اگر چارون رکعتون مین قراءت پڑھنے کی صورت بھی ملا لیجاوے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر مین قضا لازم
نہین قضا لازم ہونیکی پندرہ ہی صورتین ہین اور مزید توضیح کے لیئے ہم اس کا نقشہ لکھے دیتے ہین چار رکعتون کے لیئے چار خانے مقرر کرکے قراءت
کی جگہہ ق اور ترک قراءت کی جگہہ صفر دینگے اور ترتیب یہی رکھتے ہین جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور ایک خانہ کیفیت کا لکھتے ہین کہ
قضا دو کی چاہیے یا چار کی اور اسکی تفصیل شرح شامی مین ہی جو چاہے اوسکو
ملاحظہ کرے لکن یبقی ما اذا لم یقعد لیکن وہ صورت باقی رہی جسمین نمازی نے قعدہ

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
۰	۰	۰	۰	دو رکعتین لازم ہونگی
۰	۰	ق	ق	"

ق	ق	.	.	〃
ق	ق	ق	.	〃
ق	ق	.	ق	〃
ق	.	ق	ق	〃
.	ق	ق	ق	〃
.	.	ق	.	〃
.	.	.	ق	〃
ق	.	ق	.	چار کی قضا لازم ہوگی
.	ق	.	ق	〃
ق	.	.	ق	〃
.	ق	ق	.	〃
ق	.	.	.	〃
.	ق	.	.	〃
ق	ق	ق	ق	چارون صحیح ہونگی

نکیا ہو اوسکی صورت یہہ ہی کہ اول دوگانہ کی دونو رکعتون مین قراءت نہ پڑہی اور پہلا قعدہ بہی نکیا اور دوسرے دوگانہ بہکو فاسد کر دیا اس کا حکم یہہ ہی کہ چار رکعتین قضا کری جیسا کہ فی النہر ۲ او قعد ولم یقم لثالثۃ یا بیٹہا اور تیسری رکعت کیلئے نہ اوٹہا ہو اسکی صورت یہہ ہی کہ دوگانہ اول مین قراءت ترک کی اور قعدۂ اولے کیلئے بیٹہا اور تیسری کے لیئے نہ اوٹہا تو اسمین صرف دو رکعتین قضا کری کذا فی النہر او قام ولم یقیدہا بسجدۃ ۲ وقیدہا فتنبہ ومیز المتداخل یا تیسری کے لئے اوٹہا اور اسکو سجدے سے مقید نکیا یعنی مقید کیا سجدہ سے پس خبردار ہو اور متداخل صورتونکو تمیز کرو یعنی پہلے دوگانہ قراءت ترک کرکے تیسری رکعت پہلی سجدہ کرنیسے فاسد کر دی یا بعد سجدہ کرنیکے فاسد کی تو اس کا حکم یہہ ہی کہ طرفین کے نزدیک دو رکعتین قضا کری اور امام ابو یوسف کے نزدیک چار کذا فی النہر متداخل سے مراد وہ صورتین ہین جو ظاہر مین مختلف ہین اور انکا حکم متحد ہے چنانچہ ماتن نے متداخل کو ملا کر آٹہہ صورتین لکہی ہین حالانکہ واقع مین سولہ ہین وحکم مؤتم ولو فی تشہدکامامہ اور حکم مقتدی کا اگرچہ تشہد مین اقتدا کیا ہو مثل امام کے ہی یعنی اگر امام چار رکعت والی نفل پڑہتا ہو اور اوسکو قعدۂ اولی مین فاسد کیا تو جن صورتون مین امام کو چار کی قضا لازم آویگی مقتدی کو بہی چار کی لازم ہونگی گو اوسنے اقتدا تشہد مین کیا ہو ولا قضاء لو نوی اربعا وقعد قدر التشہد ثم نقض لانہ لم یشرع فی الثانی اور نہین قضا اگر نیت کی چار رکعتونکی اور بیٹہا مقدار تشہد کے پہر توڑ دیا نماز کو اس لیئے کہ اوسنے شروع نہین کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہو چکا او شرع فی فرض ظانا انہ علیہ فذکر اداءہ لانقلب نفلا غیر مضمون لانہ شرع مسقطا لا ملتزما یا قضا نہین اگر شروع کیا فرض کو اس گمان سے کہ فرض اوسکے ذمے ہی پہر یاد آیا اوسکا ادا کرنا تو یہہ فرض نفل ہو جائیگا بدون قضا لازم آنیکے درصورت فاسد کرنیکے اسلیے کہ اوسنے نماز کو شروع کیا تہا اپنے اوپر فرض ساقط کرنیکو نہ دوسری نماز اپنے ذمے لینیکو او صلی اربعا فاکثر ولم یقعد بینہما استحسانا لانہ بقیامہ جعلہا صلوۃ واحدۃ نفلۃ واجبۃ والخاتمۃ ہی الفریضۃ یا قضا نہین اگر پڑہین چار رکعتین یا زیادہ یعنی چھہ یا آٹہہ اور بیچ مین نہ بیٹہا قضا نہین استحسان کی وجہ اسلیے کہ نماز بیچ کہڑے ہو جانیسے ہر دوگانہ کو جدا نرکہا بلکہ ایک نماز کر دیا تو قعدہ اولے واجب ہو گیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹہیرا اور یعنی قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہونا چاہیئے کیونکہ ہر دوگانہ نماز جدا ہی تو دوگانہ کے بعد کا قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز نہین ہوتی مگر جب یہہ دوگانے کے بعد پہر کہڑا ہو گیا تو اوسنے سب نماز کو ایک کر دیا اسلیے بیچ کا قعدہ استحسانا فرضونکے قعدہ کیطرح واجب ہو گیا اور اخیر قعدہ فرض ٹہیرا وفی الترشیح صلی الف رکعۃ ولم یقعد الا فی اخرہا صح خلافا لمحمد ویسجد للسہو لانہ یثنی ولا یتعوذ فلیحفظ اور ترشیح مین ہے کہ نماز پڑہی ہزار رکعتین اور نہ بیٹہا مگر سب کے آخر مین تو صحیح ہونگی بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک قعدہ ترک کرنیسے شفع باطل ہو جاتا ہی اور سجدۂ سہو کری بسبب ترک واجب کے یعنی بیچ کے قعدہ کا اور دعاء استفتاح اور اعوذ نہ پڑہے کسی دوگانہ کی شروع مین کیونکہ یہہ دونو ابتداء نماز مین ہوتے ہین تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ۲ ایک نسخہ مین بجای ترشیح کے تسہیم بتقدیم شین لکہا ہی اور ایک نسخہ مین توشیح ہوا ہی شامی نے کہا کہ دادکے ساتہہ زیادہ مشہور ہی یہہ کتاب شرح ہدایہ کی ہی تالیف سراج ہندی کی ویتنفل مع قدرتہ علی القیام قاعدا لا مضطجعا الا بعذر ابتداء وکذا بناء بعد الشروع بلا کراہۃ فی الاصح کعکسہ بحر فیہ اجر غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النصف الا بعذر اور نفل پڑہے بیٹہکر باوجود قدرت اپنی کے قیام پر نہ نفل پڑہے لیٹ کر مگر عذر سے لیٹ کر بہی پڑہے نفل بیٹہکر پڑہے وقت ابتدا کرنیکے اور اسیطرح وقت بنا کرنیکے بعد شروع کے یعنی شروع دوگانہ کہڑا ہو کر کری اور تمام بیٹہکر کری بدون کراہت کے صحیح تر قول مین مثل اوسکے عکس کے یعنی بیٹہکر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کہڑا ہو کر تمام کرنا جائز ہی بلا کراہت کذا فی البحر اور بیٹہکر نفل پڑہنے مین ثواب اور لوگونکا سوای آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدہا ہوتا ہی مگر عذر کی جہت سے آدہا نہین ہوتا بلکہ پورا ثواب ہوتا ہی علی الاصح اہ ہی بلا کراہت کیطرف اوسکا مقابل درر اور درر وقایہ وغیرہ کا قول ہی کہ اونہون نے کراہت پر یقین کیا ہی بنا کیصورت مین بسبب خلاف صاحبین کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسلیے

استثنا کیا کہ آپ کا ثواب قیام اور قعود مین یکسان ہے بسبب آپ کی شرافت کے کذا فی الطحطاوی ولا یصلی بعد صلوۃ مثلہا ای مثلہا فی القراءۃ او فی
الجماعۃ اور نماز نہ پڑھے بعد فرض نماز کے ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قراءت مین یا جماعت مین ہم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رض سے یہہ الفاظ روایت
کیے ہین لا یصلی بعد صلوۃ مثلہا یعنی نہ پڑھی جاوے بعد نماز کے کوئی نماز مثل اوسکی اور ظاہر کلام امام محمد کا یہہ ہے کہ یہہ حدیث مرفوع ہے اور چونکہ ظاہر حدیث جا
مراد نہین کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسیطرح پڑھی جاتی ہے کہ اون کے پیشتر ویسی ہی سنتین ہین اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص معنی پر حمل کیا جاوے
یعنی مثل ہونا مطلقا مراد نہین بلکہ قراءت یا جماعت مین مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتین اسطرح پڑھے کہ اول کی دو مین قراءت پڑھے اور دوسرے
دوگانہ کو خالی مثل فرض کے تو یہہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑھنا ایک ہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی الشامی مختصرا ولا تعاد عند توہم
الفساد للتنافی اور نہ دہرائی جاوے نماز وقتہ وہمی خوف فساد کے بسبب منافات کے ہم یعنی اگر ایکبار نماز پڑھلی پھر وسوسہ کے باعث شبہہ ہوگیا کہ یہہ نماز فاسد ہوئی تو اس نماز کا
اعادہ کرنا مکروہ ہے ہان اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلا کوئی واجب چھوٹ گیا تو سہو مین اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد یہی حدیث ہے جو اوپر گذری کذا فی
الشامی وما نقل ان الامام قضی صلوۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعا بثلاث قعدات اور یہہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظم رح نے اپنی عمر
کی نماز قضا کی تو اگر یہہ نقل صحیح ہے تو ہم کہتے ہین کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتین تین قعدون سے پڑھا کرتے تھے ہم یہہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہہ ہے کہ
امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا حدیث مذکور کے مخالف ہے اسلئے کہ ایسا تو ہوا نہوگا کہ امام صاحب نے اپنی سب پیشتر کی نمازون مین کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی
مکروہ کے مرتکب ہوئے ہون تاکہ اعادہ اونکا واجب ہو جاوے بلکہ غالبا اون کی قضا بنظر احتیاط اور توہم فساد تھی تو یہہ قضا حدیث مذکور کے مخالف
ٹھیری اور اگر یہہ کہو کہ قضا کی سب رکعتون مین آپ نے قراءت پڑھی تاکہ نفل ہو جاوین تو مغرب اور وتر کی تین رکعتین نفل ٹھیرینگی حالانکہ نفل
تین رکعت موضوع نہین تو اس کا جواب شارح نے یہہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہین اور اگر صحیح ہو تو وتر اور مغرب کو آپ چار
رکعتین تین قعدون سے پڑھتے تھے یعنی تیسری رکعت پر بھی بیٹھکر تشہد پڑھلیتے تھے تا اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہہ نماز نفل ہو جاوے اور قعدہ کا زیادہ
ہو جانا نفل کو باطل نہین کرتا اور اگر پہلی نماز نہوئی ہو تو یہہ نماز فرض ہوئی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہین کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست
ہے کہ یہہ روایت صحیح نہین ویقعد فی کل نفلہ کما فی التشہد علی المختار اور بیٹھے نمازی تمام نفل مین جیسے تشہد مین بیٹھا ہے قول مختار پر ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی پر
فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ چار زانو بیٹھکر نفل پڑھے اور بعضون نے کہا لنگوٹ مار کر اور یہہ اختلاف فضیلت مین ہے نہ جواز مین یعنی مختار یہہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹھکر پڑھنا
افضل ہے گو اور طرح پر پڑھنے سے بھی ادا ہو جاویگی مگر تشہد مین کسی کا اختلاف نہین سب کے نزدیک نفل مین بھی التحیات کے لئے اسی طرح بیٹھے جیسے فرضون مین
بیٹھتے ہین کذا فی الشامی ویتنفل المقیم راکبا خارج المصر علی القصر مومیا ولو سجد اعتبر ایماء لانہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ
ولو ابتداء عندنا وعلی سرجہ نجس کثیر عند الاکثر اور نفل پڑھے مقیم حالت سواری مین شہر کے باہر یعنی ایسی جگہہ کہ وہان مسافر کو قصر کرنا درست ہے
اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زمین پر سجدہ کریگا تو یہہ سجدہ کرنا بھی اشارہ مین منصور ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل پڑھے
جس طرف کو اوسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے شروع کرنیکے وقت ہو ہمارے نزدیک یعنی سواری پر نماز پڑھنے مین استقبال قبلہ
شرط نہین نہ نیت کے وقت نہ درمیان مین بخلاف امام شافعی کے کہ اون کے نزدیک نیت کے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی
یا اگرچہ اوسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے اور اگر جانور
یا رکاب پر نجاست ہو تب بھی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولی سواری پر نفل نماز درست ہے ولو سیرہا بعمل قلیل لا
بأس بہ اور اگر سوار بھی جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اس کا مضایقہ نہین یعنی اس سے نماز فاسد نہوگی ولو افتتح النفل راکبا ثم نزل بنی وفی عکسہ لا لان
الاول ادی اکمل مما وجب والثانی بعکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری مین پھر اتر پڑا تو اوسی پہلی نماز کو پورا کرلے جتنی باقی ہو اور اسکے
عکس مین یعنی شروع کیا زمین پر پھر سوار ہو گیا بنا نکرے اسلئے کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بنسبت نماز واجب کے اور دوسری اوسکی عکس ہے ہم یعنے

پہلی صورت مین نیت ایسی نماز کی ہوئی جس مین رکوع اور سجدہ واشارہ سے تہا اور جب اوترکر ادا کیا تو شروع کی نسبت زیادہ کامل طور پر ادا کیا اور دوسری صورت مین تکبیر تحریمہ اوس نماز کی ہے جس کا پڑہنا رکوع و سجدہ کے ساتہہ واجب ہے تو بدون عذر کے اس واجب کو چہوڑ نہین سکتا کذا فی البحر ولو افتتحہا خارج المصر ثم دخل المصر اتم علی الدابۃ بایماء وقیل لا بل ینزل وعلیہ الاکثر قالہ الحلبی وقیل یتم راکبا مالم یبلغ منزلہ قہستانی اور اگر نماز نفل کو شہر کے باہر شروع کیا پہر شہر مین داخل ہوا تو سواری ہی پر اشارہ سے پوری کرے اور ایک قول یہہ ہے کہ سواری پر تمام کرے بلکہ باقی کو اوترکر تمام کرے اور اسی قول پر ہین اکثر فقہا کہا ہے اسکو حلبی نے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ سواری پر تمام کرے جب تک اپنے مکان کو نہ پہونچا ہو اور مکان پر پہونچنے سے اوترکر تمام کرے کذا فی القہستانی وبنی قائما الی القبلۃ او قاعدا اور بنا کرے قبلہ کے طرف کو کہڑا ہو کر یا بیٹہکر یعنی جب نفل کو سواری پر شروع کیا پہر اوتر پڑا تو اب باقی نماز کو قبلہ رخ کہڑا ہو کر پڑہے یا بیٹہکر ولو ركب تفسد لانہ عمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پہر سوار ہوا تو فاسد ہوجائیگی اسلیے کہ سوار ہونا عمل کثیر ہے بخلاف اترنیکے سواری سے کہ عمل قلیل سے ممکن ہے اسطرح کہ دونو پانو ایک طرف کو کرکے کہسک پڑے ہم یہہ مسئلہ شارح نے مکرر اسلئے بیان کیا کہ پہلے علت فساد یہہ لکہی تہی کہ کامل طور پر ادا کر کے ضعیف طور پر ادا درست نہو گا اور یہان علت فساد عمل کثیر کو ٹہرایا ہے کذا فی الشامی ولو صلی علی دابۃ فی شق محمل وہو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز الصلوۃ علیہا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان ركز تحتہ خشبۃ اور اگر نماز پڑہی اونٹ پر محمل کے ایک طرف مین حالانکہ وہ اپنے آپ سے اوتر سکتا ہے تو اوسکی نماز اونٹ پر درست نہو گی جب اونٹ ٹہرا ہوا ہو مگر یہہ کہ پائے محمل کے زمین پر ہون مثلا محمل کے نیچے لکڑی گاڑ دی ہو جس سے محمل زمین پر ٹہر جائے اونٹ کی پشت پر نہ رہے ہم یہان سے نماز فرض اور واجب کا بیان ہے سواری پر سو جاننا چاہیے کہ فرض و واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہین اور ضرورتین یہہ ہین کہ خوف ہو چور کا یا درندہ کا اوترنے کی صورت مین یا زمین پر گارا وغیرہ ہو چنانچہ آگے آتا ہے اور محمل مین نماز کا حال ایسا ہی جیسا خود سواری پر تو ٹہری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑہے بشرطیکہ اوسکے ٹہرانیکے قبلہ کے طرف کو اگر ممکن ہو ورنہ حتی الوسع قبلہ جانب رکہنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹہرا لینے پر قادر ہو تو نماز درست نہین اور اگر خوف وغیرہ عذر ونکے باعث ٹہرا نسکے تو جسطرح پڑہ سکے پڑہ لے اور قدرت کیوقت اس نماز کا اعادہ اوسکے ذمہ نہین جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہین کذا فی الشامی وانما الصلوۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وہی تسیر او لا تسیر فہی صلوۃ علی الدابۃ فیجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرہا اور گاڑی پر نماز کا یہہ حال ہے کہ اگر گاڑی کا جوا جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ چلتی ہو تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنی جائز ہو گی حالت عذر مین جس کا ذکر تیمم مین ہوا نہ دوسری حالت مین ہم عجلہ بفتحتین بوجہ لادنیکی گاڑی کو کہتے ہین جو گراچی کی طرح کی ہوتی ہے کذا فی المغرب اور عذر جس کا ذکر تیمم مین ہوا خوف مال اور نفس یا عورت کو خوف کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ وذہاب الرفقاء ودابۃ لا ترکب الا بعناء او بمعین ولو محرما لان قدرۃ الغیر لا تعتبر اور عذر مین داخل ہے مینہ کا برسنا اور گارا جسمین منہ غائب ہو جاوے یعنی لتہڑ جاوے اور چلا جانا رفیقون کا اور جانور کا ایسا ہونا کہ بدون مشقت سوار نہو سکے یا بدون مددگار کے سوار نہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہین ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص کے پاس سواری نہین اور زمین مین سب گارا ہو رہی ہے کہ سجدہ نہین کر سکتا تو وہ شخص کہڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑہے حتی لو کان معہ امہ مثلا فی شق محمل واذا نزل لم تقدر ان ترکب وحدہا جاز لہ ایضا کما افادہ فی البحر فلیحفظ یہانتک کہ اگر ہو مرد اپنی ماکے ساتہہ محمل کے ایکطرف مین اور جب وہ اوترتا ہے تو اوسکی ماں اکیلی سوار نہین ہو سکتی تو مرد کو بہی نماز پڑہنا محمل مین درست ہے چنانچہ بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم یعنی محمل کے دو سوارون مین سے ایک کا ایسا ہونا کہ تنہا تہم نسکے گویا عذر ہی وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیلہم بانہا کالسریر اور اگر گاڑی کا سرا بیل وغیرہ پر نہو تو نماز اسمین جائز ہے اگر وہ کہڑی ہو اسبب علت بیان کرنے فقہا کی کہ زمین پر کہڑی ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہے ہم یہان ریل کے اندر نماز پڑہنے کا حکم بیان کرنا ضروری ہے کیا اسمین علمائے ہند مختلف ہین بعضے کہتے ہین کہ چلتی ریل مین نماز فرض و واجب درست نہین اور بعض فقہا کہتے ہین جو درست نہین کہتے اونکی تقریر یہہ ہے کہ ریل ہر جگہہ پر اتنی دیر ٹہرتی ہے کہ اسمین آدمی قضائے حاجت سے ہو چکے سوتون اسی مسافر کی طرح پڑہ سکتا ہے اور نماز کی ہر ایک وقت مین اتنی وسعت ہے کہ بمقصد مرحبہ مین ریل کسی جگہہ ضرور ٹہرتی ہے تو ریل کے سوا کوئی عذر نہین کہ ریل

ریل میں نماز کا بیان

پڑھی اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہین اور جو درست کہتے ہین اونکی دلیل یہہ ہی کہ نمازی کا عذر وقت ارادۂ نماز اور ابتدا کے شروع کرنیکے
معتبر ہی گو قبل خروج وقت کی اوس کا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس چلتی ریل پر سے اوترنیسے عاجز ہونا عذر صریح ہی پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہو حالانکہ اگر نمازی
تیمم سی اول وقت نماز پڑھ لی اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی مل جائیگا تو اوسکی نماز ہو جائیگی کوئی اوسکے عدم جواز کا قائل نہین کیونکہ جسوقت مین نماز ادا
کی اوسوقت پانی پر قادر نہتا یہہ دونو طرف کی دلیلین ہین پھر جو مترجم نے کتب فقہ کے طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والونکا درست ہی
چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکہی ہی کہ مسافر قافلۂ حجاج مین جو عذر کے سبب اوتر نہین سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکہتا ہی کیا اوسکو درست
ہی کہ مثلا عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل مین اول وقت پڑہلے یا اوسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لئے اوترے پس میرے نزدیک ظاہر یہہ ہی کہ اول وقت
پڑھ لے جیسے تیمم سی اول وقت نماز درست ہے گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی مل جائیگا انتہی مختصرا تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز مین کچھ تردد نہین ہان اگر
وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹہہرنے پر نماز پڑھے تو یہہ صورت احتیاط کی ہے چنانچہ حلیہ کے باب التیمم مین منتقی سے منقول ہی کہ اولی یہہ کہ تیمم سے
اول وقت نماز نہ پڑہے اور تاخیر کرے یہان تک کہ جب وقت جاتا دیکھے اوسوقت پڑہلے هٰذا كله في الفرض والواجب بانواعه وسنة الفجر بشرط
ايقافها للقبلة ان امكنه والا فبقدر الامكان لئلا يختلف بسيرها المكان یہہ سب یعنی نہ قادر ہونا اوترنے پر اور محمل کے نیچے پایہ کا رکہنا یا گاڑی کا
جا بیلون پر نہونا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتون کے لئے ہی بشرط کہڑا کرنے سواری کے قبلہ کیجانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کہڑا کرنا ممکن نہو تو
جتنا ہو سکے کہڑا کرنا اسلیئے شرط ہوا کہ مکانِ نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہو حاصل یہہ کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوائے نفل کے اور
نمازون مین شرط ہی اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونو امر ساقط نہون گے پس اگر قبلہ رخ سواری کو کہڑا کر سکے تو کسے باقی رہا یہہ کہ اگر کہڑا کر سکتا ہی
قبلہ رخ نہین کر سکتا تو کہڑا کرنا لازم ہے تاکہ اتحاد مکان سب نماز مین حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کر سکتا ہے اور کہڑا نہین کر سکتا تو حلیہ مین
مذکور ہی کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہی اور شارح کے قول بقدر امکان سے بہی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی اور واجب کے اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر ادر اوس نماز نفل کی
قضا جسکو شروع کرکے توڑ دیا ہو کذا فی الشامی واما النفل فيجوز على المحمل والعجلة مطلقا فرادى لا بجماعة الا على دابة واحدة اور نفل کا حال یہہ
ہی کہ درست ہی نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقا خواہ کہڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہو اوترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑہنا نفل کا درست ہی جماعت سے
مگر ایک سواری کے جانور پر جماعت سی بہی درست ہی خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محمل مین برابر ہو کذا فی الشامی ولو جمع بين نية فرض ونفل ولو
تحية رجح الفرض لقوته وابطلها محمد والائمة الثلاثة اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح
دیا جائیگا فرض بسبب اوسکے قوی ہونیکے اور باطل کیا ہی اوس نیت کو امام محمد اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک واحمد و شافعی رحمہم نے یعنی فرض و نفل کی نیت ایک
ساتھ کرنیسے فرض ہو جائیگا اور نفل کا ثواب نملیگا بخلاف اوس صورت کے کہ کئی نفلون کی ایک ساتھ نیت کرے مثلا تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز
چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دوگانہ مین کرے تو سب کا ثواب ملیگا کذا فی الطحطاوی ولو نذر ركعتين لغير طهر لزماه عنده اي ابي يوسف
كما لو نذر بغير قراءة او عريانا او ركعة وكذا نصف ركعة عند ابي يوسف وهو المختار اور اگر نذر کی دو رکعتین بدون طہارت کے
تو لازم ہونگی اوسپر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قراءت کے یا حالت برہنگی مین تو قراءت اور ستر عورت کے
ساتھ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدہی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتین لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار
ہی طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عندہ کی بیموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہہ ٹہیری ہوئی ہی کہ عندہ کی ضمیر امام کے طرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو
واهدره الثالث اي محمد اور باطل کیا ہی اس نذر کو امام سوم یعنے محمد رح نے قوان کے نزدیک اس نذر سے اوسپر کچھہ لازم نہوگا کیونکہ
نذر معصیت کی ہی اور ابو یوسف کی دلیل یہہ ہی کہ نماز کا لازم کرنا اوس چیز کا لازم کرنا ہے جس کے بدون نماز صحیح نہوتی ہو اور چونکہ عذر رواا
کرتی مین نماز بدون طہارت کے اور امی کے حق مین بدون قراءت کے عبادت ہی تو نذر معصیت نہوئی کذا فی الشامی ونذر عبادة في مكان كذا فادّاها في اقل منه

شرفه جاز لان المقصود القربة خلافاً لزفر والثلاثة یا نذر کی عبادت کی کسی مکان معین مین پہر اوسکو ادا کیا ایسے مکان مین جس کا شرف بنسبت مکان مذکور
کم تہا تو اوسے نذر درست ہوگا اسلیئے کہ مقصود قربت ہے اور وہ ہر جگہہ کی نماز سے حاصل ہے بخلاف زفر اور تینون اماموں کے و
لو نذرت عبادة کصوم وصلوة فی غد فحاضت فیه یلزمها قضاءها لانه حینئذ لاداء لا لوجوب اور اگر کسی عورت نے
کسی عبادت کی مثل نماز اور روزے نذر کی کل کے روز مین پہر اوس روز مین وہ حائضہ ہوگئی تو لازم ہوگی اوس عورت کو قضا اوس عبادت کی اسلیئے کہ حائضہ
ہونا ادا عبادت کا مانع ہی نہ وجوب عبادت کا ھم شامی نے کہا کہ ضمیر لانہ کی حیض کے طرف ہی جو فعل حاضت سے مفہوم ہوتا ہی و لو نذر ان تصوم یوم حیضها
لا لانه نذر بالمعصیة اور اگر عورت نے عبادت کی نذر اپنے حیض کے دن مین کی یعنی یون کہا مثلا کہ جس دن مین حائضہ ہون اوسروز اتنی نفلین
پڑہون یا روزہ رکہون تو اوسپر قضا لازم نہوگی اسلیئے کہ یہہ نذر ھم معصیت کی یعنی یوم حیض عبادت نماز و روزہ کا منافی ہی تو یہہ نذر ہی درست
نہو ہی اللہ اعلم و ہی سنة مؤکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعاً تراویح سنت مؤکدہ ہی بسبب مواظبت خلفاء راشدین کے
مردون اور عورتون کیلیئے بالاجماع ھم خلفاء راشدین سے اکثر مراد ہین کیونکہ تراویح کی جماعت عہد مبارک حضرت عمر رضی کو درمیان ہوئی اور اونکے بعد سے آجتک صحابہ اور علما سب پر متفق چلی آتی
کسی نے انکار نہین کیا اور شرح منیہ مین ہے کہ اکثر علمانے اسکے مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہی اور اوسکے سنت مؤکدہ ہونیکی تصحیح ہدایہ وغیرہ مین کی ہی اور اجماع کی قید اسلیئے لگائی کہ روافض کا قول قابل اعتبار نہین جو
صرف مردونکیلیئے سنت بتاتے ہین یا مردو سے سنت ہی نہین کہتے اور سعید بن منصور نے بروایت عروہ روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی بن کعب رضی
کو امام مردون کا کیا تہا اور تمیم داری عورتونکو نماز پڑہایا کرتے تہے کذا فی الشامی ووقتها بعد صلوة العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعده فی الاصح اور وقت تراویح
نماز عشا کے بعد ہی فجر تک وتر سے پہلے اور وتر کے بعد صحیح تر قول مین ھم وقت تراویح مین تین قول ہین اول یہہ کہ تمام شب اوسکا وقت ہی تو اس صورت مین قبل عشا
کے نزدیک صبح صادق تک وقت ہی کا دوسرا قول یہہ ہے کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہے یعنی عشا کے بعد اور وتر سے پیشتر اور تیسرا قول جو متن نے
ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ پہلے قول کی تصحیح کسی نے نہین کی اور دوسرے کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور غایة البیان مین کہا کہ متاخرین اوسی پر ہین اور تیسرے قول کو ہدایہ
خانیہ اور محیط مین صحیح کہا ہی اور کافی مین اسکو جمہور کے طرف نسبت کیا ہی کذا فی الشامی فلو فاته بعضها وقام الامام الی الوتر اوتر معه ثم صلی ما فاته
پس اگر نمازی کو کچھہ تراویح نملی ہون اور امام وترون کے لیئے کہڑا ہوجاے تو وہ شخص امام کے ساتھہ وتر پڑہ لے پہر وہ تراویح پڑہلے جو فوت ہوگئی ہو ھم یہہ تفریع تیسرے
قول پر ہی اور دوسرے قول کے بموجب وتر امام کے ساتھہ پڑہنے سے وقت تراویح کا تمام ہوجائیگا اور دونو قولون پر یہہ مسئلہ متفرع ہی کہ جس شخص نے فرض
عشا نہ پڑہے ہون تو وہ بدون فرض پڑہے جماعت تراویح مین شریک نہو ویستحب تاخیرها الی ثلث اللیل او نصفه ولا تکره بعده فی الاصح اور
مستحب ہی دیر کرنا تراویح کا رات کی ایک تہائی تک یا اوسکے نصف تک اور نہین مکروہ ہی تراویح بعد نصف شب کے صحیح تر قول مین ھم اور قول ضعیف
یہہ ہی کہ بعد نصف شب کے تراویح مکروہ ہی کیونکہ تراویح تابع عشا کی ہے تو جب عشا مکروہ ہی تو تابع بھی مکروہ ہونی چاہیئے اور وجہ مکروہ نہونے
کی یہہ ہی کہ تراویح نماز شب ہی اور فضل نماز شب مین یہی ہی کہ آخر شب مین ہو کذا فی الشامی مختصرا ولا تقضی اذا فاتت اصلا ولا وحده فی
الاصح فان قضاها کانت نفلا مستحبا ولیس بتراویح کسنة مغرب وعشاء اور تراویح جب فوت ہوجاے تو قضا نکی جائے مطلق یعنی نہ
جماعت مین اور نہ تنہا صحیح تر قول مین پس اگر تراویح کو قضا پڑہیگا تو نفلین مستحب ہوجائینگی اور تراویح نہونگی جیسے مغرب اور عشا کی سنتین فوت ہوجانے
سے قضا نہین کیجاتین ھم طحطاوی نے کہا کہ ولا وحده بیان ہی اصلا کا یعنے نہ جماعت مین اور نہ تنہا اور اصح قول کا مقابل یہہ ہی کہ دوسری تراویح
کے وقت آنے تک تنہا قضا پڑہ سکتا ہی والجماعة سنة علی الکفایة فی الاصح فلو ترکها اهل مسجد اثموا الا لو ترک بعضهم اور جماعت
تراویح مین سنت کفایہ ہے اصح قول مین اس سے یہہ نکلا کہ اگر کسی مسجد والے جماعت تراویح کو ترک کرینگے تو سب گناہ گار ہونگے نہ جب کہ جماعت
کو اون مین سے بعض نے چہوڑا ہو ھم جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہہ اشارہ کیا کہ مطلق تراویح سب کے حق مین جداگانہ سنت ہی اگر کوئی تراویح
کو چہوڑیگا تو گناہگار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہہ کہ بعض کے کرنیسے بقیہ کے ذمہ سے ساقط ہوجاے وکل ما شرع بجماعة فالمسجد فیه افضل قاله الحلبی اور جو

نمازیں کہ جماعت سے مشروع ہیں اون میں مسجد افضل ہے کہا ہے اسکو حلبی نے ہم یعنی کسوف اور تراویح وغیرہ کو مسجد میں پڑہنا افضل ہے بہ نسبت گہر پڑہنے کے وہی عشرون رکعۃ وحکمتہ مساواۃ المکمِّل للمکمَّل اور تراویح بیس رکعت ہیں حکمت اونکے بیس ہونیکی برابر ہونا مکمل بالکسر کا مکمل بالفتح سے ہے ہم یعنی نوافل فرائض کی تکمیل کیلئے ہوتی ہیں اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہے اسلیے تراویح بھی بیس رکعتیں ہوئیں تو تکمیل کیجیوالی تراویح ہیں اور تکمیل کیگئے فرائض اور وتر یہہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل نقلی یہہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑہتے تہے بعشر تسلیمات فلو فعلھا بتسلیمۃ فان قعد لکل شفع صحت بکراھۃ والا نابت عن شفع واحد بہ یفتی تراویح بیس رکعتیں ہیں دس سلاموں سے تو اگر اونکو ایک سلام سے پڑہا اور ہر دوگانہ پر بیٹہا تب تو کراہت کے ساتھہ درست ہو جائینگی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہونگی اسی پر فتوی ہے ہم یعنی سلف سے انکا پڑہنا دس سلاموں سے مروی ہے اور فقہائے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی نفلیں آٹہہ سے زیادہ ایک سلام میں پڑہنا مکروہ ہیں اسلیے بیسونکو ایک سلام سے پڑہنا مکروہ ہے ویجلس ندبا بین کل اربعۃ بقدرھا وکذا بین الخامسۃ والوتر ویخیرون بین تسبیح وقراءۃ وسکوت وصلوٰۃ فرادی نعم تکرہ صلوٰۃ رکعتین بعد کل رکعتین بیٹھنا مستحب ہے درمیان ہر چار رکعتوں کی مقدار چار رکعتوں کے اور اسیطرح درمیان پانچویں ترویحہ اور وتر کی اور آدمی مختار ہیں چاہے درمیان میں تسبیح پڑہیں چاہیں قرآن چاہیں خاموش رہیں چاہیں نفلیں تنہا پڑہیں ہاں مکروہ ہے ہر دوگانے کے بعد دو رکعتیں پڑہنی اسلئے کہ تو خلاف ہے ترویحہ کے مقصد شرع ہے ہر دوگانہ کے بعد ہم قہستانی کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملئکۃ والروح لا الہ الا اللہ نستغفر اللہ نسالک الجنۃ ونعوذ بک من النار کذا فی الطحاوی والختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم اور تراویح میں پڑہنا تمام قرآن کا ایک بار سنت ہے اور دو بار فضیلت ہے اور تین بار افضل ہے اور نہ چہوڑا جاے تمام قرآن کا پڑہنا لوگوں کی سستی کی جہت سے ہم قرآن مجید کی آیتیں کچہہ اوپر چہہ ہزار ہیں اور شمار تراویح کی رکعتوں کی چہہ سو ہے اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت میں دس آیتیں پڑہیگا تو مہینے میں ایک ختم ہو جائیگا کذا فی الطحاوی لکن فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیہم واقرہ المصنف وغیرہ لیکن اختیار میں ہے کہ افضل ہمارے زمانہ میں اوس قدر کا پڑہنا ہے کہ لوگوں پر گران نہو اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف وغیرہ نے وفی المجتبی عن الامام لو قرأ ثلاثا قصارا او آیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسیٔ فما ظنک بالتراویح اور مجتبے میں ہے امام اعظم سے کہ اگر فرض میں تین آیتیں چہوٹی یا ایک آیت بڑی پڑہی تو اچہا کیا اور برا نہیں کیا تو کیا گمان ہے تیرا تراویح میں ہم یعنی جب فرض میں تین آیتیں پڑہنی بہتر ہیں تو تراویح میں بطریق اولے احسن ہونگی وفی فضائل رمضان للزاہدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری انہ اذا قرأ فی التراویح الفاتحۃ وآیۃ او آیتین لا یکرہ ومن لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل اور زاہدی کی فضائل رمضان میں ہے کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت میں الحمد اور ایک آیت خواہ دو آیتیں پڑہیں تو مکروہ نہوگی اور جو شخص اپنے زمانہ والوں سے واقف نہو وہ جاہل ہے ہم ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہے جو تین چہوٹی آیتوں کی برابر ہو اسیطرح دو آیتیں برابر تین آیتوں کے ہونی چاہییں ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہہ ہوا کہ اگر لوگ اسقدر سست اور بد دل ہوں کہ تمام قرآن کے سننے کی تاب نہ رکہتے ہوں تو اس صورت میں اسقدر پر اقتصار کرنا چاہیے تاکہ مسجدیں جماعت سے خالی نرہیں ورنہ ایک ختم سے کم کرنی مکروہ ہے ویأتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشہد الا ان یمل القوم فیأتی بالصلوات ویکتفی باللہم صل علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی ویترک الدعوات اور پڑہے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ میں اور امام تشہد پر بڑہا دے درود اور دعا کو مگر یہہ کہ قوم تہک جاوے تو صرف درود پڑہے اور اوسمین بہی اللہم صل علی محمد پر اکتفا کرے اسلیے کہ درود فرض ہے امام شافعی کے نزدیک تو اوسکا پڑہنا ضروری ہے اور چہوڑ دے دعاؤنکو ویجتنب المنکرات ھذرمۃ القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وطمانینۃ وتسبیح واستراحۃ اور بچے ان کے غیر مشروع باتوں سے یعنی قراءت جلد پڑہنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چہوڑنے اور اطمینان اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحہ کے بعد توقف کے چہوڑنے سے ہم ہذرمہ بروزن زلزلہ یعنی جلد پڑہنے کے ہے اور وہ بدل ہے منکرات سے کذا فی الطحاوی وذکرہ تاکید الزیادۃ تاکدھا حتی قیل لا تقوم مع قدرتہ القیام اور مکروہ ہے تراویح کا پڑہنا بیٹہکر بسبب زیادہ تاکید ہونے تراویح کے یہانتک کہ بعض فقہائے کہا ہے کہ بیٹہکر درست نہیں

یا بلا عذر بیٹھکے کھڑا ہونے پر یعنی اگر امام کے رکوع میں جانے کی حالت ہو تو بیٹھا رہنا مکروہ نہیں اور بیٹھکر پڑھنا بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اسلیے کہ خلاف سنت

نقل کے ہے کذا فی الشامی کالتکبیر فافتتاح الصلاة بالقعود تکرہ للامام التشبہ بالمنافقین یعنی مکروہ ہے دیر کرنا قیام میں امام کے رکوع تک جیسے کہ

منافقون کی رسم یعنی مقتدی کا بیٹھا رہنا اور امام کے رکوع کیوقت نماز کا شروع کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ یہ علامت کسل کی ہے جنانچہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے

حال میں ارشاد فرمایا ہے واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یعنی جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو کھڑے ہوتے ہیں سست اسی تشبیہ کی جہت سے یہ حرکت مکروہ ہے ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض

لم یصلوا التراویح بجماعۃ لانہا تبع فیصلیہ وحدہ یصلیہا معہ اور اگر لوگوں نے جماعت فرض میں نکی ہو تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھیں اسلیے کہ جماعت تراویح

تابع ہے جماعت فرض کی تو جس شخص نے فرض تنہا پڑھی ہون وہ تراویح کو امام کے ساتھ پڑھے ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاہا مع غیرہ لہ ان

یصلی الوتر معہ اور اگر نہ پڑھا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھا تو نمازی کو جائز ہے کہ وتر کو امام کے ساتھ پڑھے مراد

یہ ہے کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت سے نہیں پڑھا تو وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے لیکن اگر فرض تنہا پڑھی ہون تو وتر کو جماعت

سے نہ پڑھے کذا فی الشامی یعنی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر تراویح کی جماعت سب نے نکی ہو تو کیا سب لوگ

وتر کو جماعت سے پڑھیں اسکا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم شامی نے کہا کہ ظاہر اوتر کو جماعت سے نہ پڑھے اسلیے کہ وتر میں جماعت کا مسنون ہونا تراویح

کی جماعت کے بعد سلف سے منقول ہے تو وتر کی جماعت تابع ہوئی تراویح کی جماعت کی ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذلک

لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء اذلا مانع نہر اور نہ پڑھا جائے وتر اور نہ نفل جماعت

سے خارج رمضان کے یعنی جماعت وتر اور نفل کی اور دنوں میں مکروہ ہے بشرط کثرت کے اسطرح کہ چار شخص ایک کے پیچھے پڑھیں جنانچہ درر میں ہے اور خلاف نہیں

اقتدا کے صحیح ہونے میں کیونکہ کوئی مانع اقتدا کا نہیں کذا فی النہر چار مقتدیوں کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایک شخص یا دو مقتدی ہونگے تو بلا کراہت درست

ہے شامی نے کہا کہ ہر چند اقتدا نفل میں درست ہے مگر ثواب جماعت کا نہیں ملتا وفی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلوٰۃ رغائب وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت کذا

رکعۃ بہذا الامام جماعۃ انتہی قلت وتمام عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ہذا التکلف لامر مکروہ اور اشباہ میں بزازیہ سے ہے

کہ مکروہ ہے اقتدا کرنا صلوٰۃ رغائب میں اور صلوٰۃ براءت اور صلوٰۃ قدر میں مگر جب یہی یون کہو کہ میں نے اتنی رکعتیں اس امام کے پیچھے جماعت سے نذر کی تمام

ہوا قول اشباہ کا میں کہتا ہوں کہ باقی عبارت بزازیہ کی باب الامامۃ سے یہ ہے کہ نہیں چاہیے یہ کل تکلف ایک امر مکروہ کے لیے ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں نماز

نفل صلوٰۃ رغائب کہلاتی ہے یہ نماز سنہ ۴۸۰ھ میں ایجاد ہوئی اور علما نے اسکی برائی اور اسکے پڑھنے والوں کی حماقت میں کتابیں تالیف کیں اور منیہ کے شارح نے

تصریح کی کہ جو کچھ اس باب میں مروی ہے سب باطل اور موضوع ہے اسکی جماعت کے لیے اہل رسم یہ حیلہ کرتے ہیں کہ رکعتوں کو نذر کر لیتے ہیں تاکہ جماعت نفل کی

نہ ہو واجب کی ہو جاوے اور صلوٰۃ براءت سے مراد پندرہویں شب شعبان کی نفلیں ہیں اور صلوٰۃ قدر ستائیسویں شب رمضان کی نفلیں ہیں اونمیں بھی

جماعت مکروہ ہے تو جماعت سے نفل ادا کرنیکے لیے نذر کا تکلف نکرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی التتارخانیۃ لو لم ینو الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اور

تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر امام امامت کی نیت نہ کریگا تو اسکے حق میں کراہت نہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفیہ ای رمضان یصلی الوتر وقیامہ

بجماعۃ فی رمضان میں پڑھا جائے وتر اور قیام رمضان جماعت سے قیام رمضان سے مراد تراویح ہیں یعنی وتر اور تراویح کو جماعت سے پڑھے وہل

الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ

عینی کیا افضل وتر میں جماعت ہے یا گھر پر پڑھنا تو قولوں کی تصحیح ہوئی ہے لیکن شارح وہبانیہ نے وہ عبارت نقل کی ہے جسکا مقتضا یہ ہے کہ

گھر پر پڑھنے کا افضل ہونا مذہب ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے بڑا دھوکا کھایا کہ جو کچھ

مذہب ہے تصریح میں ان کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے اور اسکے رو سے معلوم ہوتا ہے کہ قول اول ہی راجح ہے

باب ادراک الفریضۃ

یہ باب ہے حاصل کرنے جماعت فرض کا علم میں وہی مسئلہ

مناسب تھا کہ اس باب کا عنوان مسائل شتی ہوتا ہے کیونکہ سوائے کیفیت جماعت پانے کے اور مسائل بھی اسمین مذکور ہین شرع فیها اداء کما صرح به الشافعیة والنهر
والقضاء فانه لا یقطعها ثم اقیمت ای شرع فی الفریضة فی مصلاه لا اقامة المؤذن ولا الشروع فی مکان وهو فی غیره یقطعها ویقتدی لاحراز الجماعة
شروع کیا نمازی نے فرض کو ادا کے طور پر پھر اوسی فرض کی جماعت شروع ہو گئی اوسکی نماز پڑھنے کی جگہہ مین تو وہ اپنے فرض کو توڑ دے بسبب عذر حاصل کرنے جماعت کے اور
کہا کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور ادا کی قید سے نماز قضا نکل گئی کہ اگر انکو پڑھتا ہو اور جماعت شروع ہو جاوے تو ان کو قطع نکرے اور اقامت سے غرض
اوسی جگہہ مین شروع فرض ہے نہ موذن کی اقامت اور نہ شروع ایسے مکان مین کہ نمازی اوسکے غیر مین ہو یعنی موذن کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست نہین بلکہ
امام کی تکبیر تحریمہ پر توڑے اسیطرح اگر نمازی گہر پر پڑھتا ہو اور جماعت مسجد مین شروع ہو تب بھی نہ توڑے طحطاوی نے کہا کہ شرع فی الفریضة بصیغہ مجہول ہے اقامة
اقامة المؤذن مرفوع ہے عطف ہے شرع کے حاصل یہ یعنی مراد اقامت سے شروع ہے نہ اقامت موذن کا لو ندّت دابته او فار قدرها وخاف ضیاع
درهم من مال او کان فی النفل فجیء بجنازة وخاف فوتها قطعه لامکان قضائه چنانچہ قطع کرے اگر بہاگ جاوے اوسکی سواری کا جانور یا ابل پڑے ہانڈی یا عورت کی
یا خوف کرے تلف ہونے ایک درم کا مال سے یا ہو وہ نمازی نفل نماز مین اور جنازہ لایا جاوے اور ڈرے فوت ہونے نماز جنازہ کو تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا
کر سکنے نفل کے ہم یعنی اگر فرض نماز پڑہتے ہین جنازہ کی نماز کے نکلنے کا خوف ہو تو فرض کو قطع نکرے کیونکہ وہ قوی تر ہے نماز جنازہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب
یجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق اور واجب یعنی فرض ہے توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے اور اون کے مثل کے ولو دعاه احد
ابویه فی الفرض لا یجیبه الا ان یستغیث به وفی النفل ان علم انه فی الصلوٰة فدعاه لا یجیبه والا اجابه اور اگر پکارے نمازی کو اسکی
ماں یا باپ فرض مین تو جواب نہ دے مگر یہہ کہ فریاد چاہے اوس سے یعنی فریاد خواہی کے وقت جواب دے اور اسمین ماں باپ اور غیر برابر ہین کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز مین اگر ماں باپ
کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑہتا ہے پھر اوسکو پکارا تو جواب نہ دے ورنہ جواب دے ہم صاحب بحر الرائق نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور گاہے
مباح اور گاہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا ہے اور مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کامل کرنے کے لئے اور مباح فوت
مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی فانما لان القعود مشروط للتحلل وهذا قطع لا تحلل ویکتفی بتسلیمة واحدة هو
الاصح غایه ویقتدی بالامام نماز کو قطع کرے کہڑا ہوا اسلئے کہ بیٹھنا شرط ہوا ہے واسطے حلال ہونے کے اور یہہ توڑنا ہے نہ حلال ہونا اور کفایت کرے
نماز توڑنے مین ایک سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی الغایہ اور اقتدا کرے امام کے پیچھے ہم یعنے اپنی نماز کو حالت قیام مین ایک سلام سے توڑ کر امام کی
اقتدا کرے وهذا ان لم یقید الرکعة الاولی بسجدة او قیدها فی غیر رباعیة او فیها ولکن ضم الیها رکعة اخری وجوبا ثم یاتم احرازا
للنفل والجماعة اور یہہ نماز کا توڑنا اور امام کا اقتدا اوس صورت مین ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ نکیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز مین یعنی فجر اور
مغرب کی نماز مین یا چار رکعتوں والی مین سجدہ کیا ہو لیکن اوس رکعت مین دوسری رکعت ملاوے بطور وجوب کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل
اور جماعت کے ہم حاصل اس مسئلہ کا یہہ ہے کہ جب ایک شخص نے فرض پڑہنے شروع کئے پھر اوسکی جماعت شروع ہو گئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہین کیا
تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہے اور نماز فجر یا مغرب پڑہتا ہے تب بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے تو ایک رکعت اور ملا کر سلام کے بعد
اور اقتدا کرے تاکہ دو رکعت نفل ہو جائین اور جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب مین اوس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہے تو اب اسکو پورا کرے اور نہ اقتدا کرے کذا فی الشامی فان صلی ثلثا
منها ای الرباعیة اتم منفردا ثم اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلة الجماعة حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراهة النفل بعدها اور اگر چار رکعتوں والی
نماز سے تین پڑہ چکا ہے تو اونکو اکیلا تمام کرے پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے نفل پڑہنے والا اور حاصل کریگا اسی اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر مین اقتدا نکرے واسطے کراہت تحریمی ہونے
نفل کے بعد عصر کے ہم یعنی چار مین اگر تیسری کا سجدہ کر چکا ہے تو اکیلا تمام کرے اور جبتک سجدہ نکیا ہو تب تک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی والشارع فی نفل لا یقطعه
مطلقا ویتمه رکعتین وکذا سنة الظهر وسنة الجمعة اذا اقیمت او خطب الامام یتمها اربعا علی القول الراجح لانها صلوٰة واحدة ولیس القطع
للاکمال بل للابطال خلافا لما رجحه الکمال اور شروع کرنے والا نفل مین قطع نکرے مطلق یعنی اول رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نکیا ہو بلکہ پورا کرے نفل کو دو رکعتین اور اسیطرح

ظہر کی اور سنت جمعہ جب جماعت ظہر شروع ہو جاوے یا امام خطبہ پڑھنے لگے تو اونکو چار رکعتیں پڑھے قول غالب کے بموجب اسلیے کہ وہ سنتیں ایک نماز ہیں اور قطع کرنا اونکا کامل کرنیکے لیے نہیں ہے بلکہ باطل کرنے کے لیے ہے بخلاف اوس قول کے کہ ترجیح دی ہے اوسکو کمال نے ہم قطع کرنا اکمال کے لیے نہیں اوسکو سیہ سمجھو کہ اگر قطع کریگا اور پھر پڑھیگا تو پہلی ہی طرح پڑھے گا بخلاف فرض کے قطع کرنیکے کہ اوسکو دوبارہ جماعت میں پڑھتا ہے تو اوسکا توڑنا کامل کرنے کے لیے ہے اور کمال الدین نے اسکو ترجیح دی ہے کہ سنت کو دو رکعتوں پر قطع کردے اور ہدایہ میں بظاہر اسکو اختیار کیا ہے کذا فی الشامی وکرہ تحریما للنھی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ او لا اور مکروہ تحریمی ہے بسبب ممانعت کے نکلنا اوس شخص کا جسنے نماز نہیں پڑھی اوس مسجد سے جس میں اذان ہو گئی ہو شارح نے کہا کہ ماتن چلا ہے اکثر پر یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ وقت نماز ہو جانے پر اذان ہو جاتی ہے اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد میں اذان ہوئی ہو یا نہو یعنی اگر کسی شخص کو کسی مسجد میں نماز کا وقت ہو جاوے تو بدون نماز پڑھے اوسمیں سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت پر اولیٰ بحث ہے صاحب بحر الرائق کی اور ممانعت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ جس مسجد میں اذان کو پایا پھر نکل گیا اور کسی کام کو نہیں نکلا اور پھر لوٹنا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری او کان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا فیہ او لاستاذہ لدرسہ او لسماع الوعظ او لحاجۃ ومن عزمہ ان یعود نفر مگر نکلنا اوس شخص کو مکروہ نہیں جسسے دوسری جماعت کا انتظام ہو یعنی دوسری مسجد کا امام یا موذن ہو یا یہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اوس میں لوگوں نے نماز نہ پڑھی ہو یا نکلنا اپنے اوستاد کی مسجد کے لیے ہو اپنے پڑھنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ کو سننے کے لیے یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اوس کا ارادہ ہو کہ پھر آویگا تو مکروہ نہیں کذا فی النہر و الا لمن صلی الظھر والعشاء وحدہ مرۃ فلا یکرہ لہ الخروج بل ترکہ للجماعۃ الا عند الشروع فی الاقامۃ فیکرہ لمخالفتہ الجماعۃ بلا عذر بل یقتدی متنفلا لما مر اور مگر اوس شخص کے لیے جس نے ظہر اور عشا کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑھ لی ہے تو اسکو نکلنا مکروہ نہیں بلکہ چھوڑنا جماعت کا یعنی یہ فعل مکروہ ہوا کہ نماز کو تنہا پڑھ لیا اور جماعت کا انتظار نکیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے کہ مکروہ ہے اوس شخص کو نکلنا بسبب اسکی مخالفت کرنیکے جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑھنے والا بسبب اوس وجہ کے کہ گذری یعنی نفل اور جماعت دونو حاصل کرنیکے لیے کذا فی الطحطاوی و الا لمن صلی الفجر والعصر والمغرب مرۃ فیخرج مطلقا وان اقیمت لکراھۃ النفل بعد الاولیین وفی المغرب احد المحظورین البتیراء او مخالفۃ الامام بالاتمام اور مگر اوس شخص کو مکروہ نہیں جو فجر اور عصر اور مغرب کی نماز ایکبار پڑھ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال میں اگرچہ تکبیر ہو جاوے بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کے نمازوں یعنی اگر ان دونو نمازوں کو پڑھکر امام کا شریک بہ نیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑھنا ان دونوں کے بعد مکروہ تحریمی ہے اور مغرب کی میں اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتوں میں ایک ہوگی یا ایک رکعت نفل کی یا امام کی مخالفت پورا کرنے سے ہم تیرا الصغیر ہے بتیراء کی اور بتیراء اوس ایک رکعت کو کہتے ہیں جسکے ساتھ دوسری نہو یعنی اگر مغرب میں اقتدا بہ نیت نفل کریگا تو اوس سے یہ لازم آویگا کہ تیسری رکعت شمار ہو جاوے اگر یہ فرض کیا جاوے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین رکعتیں پڑھکر اٹھیں جو پہلی اور ملاکر تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے وفی النھر ینبغی ان یجب خروجہ لان کراھۃ مکثہ بلا صلوۃ اشد اور نہر الفائق میں ہے کہ مناسب یہہ ہے کہ جماعت ہونیکے وقت اوس کا نکلنا واجب ہو اسلیے کہ ٹھہرنا اوس کا مسجد میں بدون نماز کے زیادہ مکروہ ہے بہ نسبت نفل پڑھنے کے ہم نے محیط میں کہا ہے کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہے کذا فی الطحطاوی قلت افاد القھستانی ان کراھۃ التنفل بالثلاث تنزیھیۃ وفی المضمرات لو اقتدی فیہ اساء میں کہتا ہوں کہ قہستانی نے بیان کیا ہے کہ تین رکعتیں نفل پڑھنے کی کراہت تنزیہی ہے اور مضمرات میں ہے کہ اگر اقتدا کریگا مغرب میں تو برا کریگا ہم قہستانی نے اپنے قول کی تائید میں مضمرات کا یہہ قول نقل کیا ہے حالانکہ قول قہستانی کا مردود ہے اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کر دی ہے اور غایۃ البیان میں کہا ہے کہ تین رکعتوں نفل کا پڑھنا بدعت ہے اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں کہا کہ اون کا پڑھنا حرام ہے اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حدیث میں بتیراء سے ممانعت وارد ہے تو معلوم ہوا کہ اون کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغالہ بسنتھا ترکھا لکون الجماعۃ اکمل اور جب نماز پڑھنے سے خوف ہو فوت ہونے جماعت کا یعنی فرض فجر سو بسبب اپنی مشغول ہونے کی اوسکی سنتوں میں تو سنتوں کو

ترک کر دے تو اولیٰ ہونے جماعت کے کامل ثواب کے یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے ستائیس یا پچیس گنا ہوتا ہے اور وعید ترک جماعت کا زیادہ ہے بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی وان رجا ادراک رکعۃ فی ظاهر المذهب او ادراک التشہد اعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعفہ فی النہر لایترکہا بل یصلیہا عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکہا لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر جماعت فوت ہونیکا خوف نہو اسطرح کہ توقع کرے ایک رکعت کے ملنے کا ظاہر مذہب میں اور ایک قول یہ ہے کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول کو اعتماد کیا ہے مصنف اور شرنبلالی نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہے نہر الفائق میں تو اس صورت میں سنتوں کو ترک نکرے بلکہ ان کو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھے اگر جگہ پاوے اور اگر جگہ نہ پاوے تو سنتوں کو ترک کرے اسلیے کہ مکروہ کا نکرنا سنت کے کرنے پر مقدم ہے یعنی سنتوں کو جماعت کے بیچ میں پڑھنا مکروہ ہے اور ادا کرنا مسنون تو مقدم یہہ ہے کہ فعل مکروہ کو نکرے ہم شامی نے کہا کہ تضعیف صاحب نہر کی ضعیف ہے فتح القدیر میں اسکو قوی کہا ہے کہ اگر جماعت کی التحیات ہی ملے تو سنتوں کو ترک نکرے اور مشایخ نے بھی نماز کے اوقات کے بیان میں اسی پر یقین کیا ہے اور شرح منیہ میں بھی کہا ہے اور دروازہ مسجد سے یہہ غرض ہے کہ باہر مسجد کے جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ میں پڑھے اور سب سے زیادہ مکروہ یہہ ہے کہ وہ صفوں کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اوس سے کم کراہت یہہ ہے کہ صف کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتیں امام کے فرض شروع کرنے سے پہلے شروع کر چکا ہو تو جتنا چاہے پڑھے کچھ کراہت نہیں ثم ما قیل یشرع فیہا ثم یکبر للفرض او یتم یقطعہا ویقضیہا مردود بان فیہ [illegible] المعصیۃ المقدم علی جلب المصلحۃ پھر یہہ جو کہا گیا ہے کہ سنتوں کو شروع کرے پھر فرضوں کی تکبیر کہے یا اول سنتوں کو شروع کرے پھر انکو توڑ دے تو یہہ قول مردود ہے اس دلیل سے کہ عمل کا خراب کرنا ممنوع ہے اور شیخ اسمٰعیل زاہد بخاری نے کہا ہے کہ فجر کی سنتوں کو شروع کرکے توڑ دے تا کہ انکی قضا ہو جاوے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب کے انکو پڑھ لے کیونکہ اب یہ سنت نہیں کہ قبل طلوع انکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہے کہ یہہ واجب نذر کی نماز سے بڑھکر نہیں حالانکہ نذر کا ادا بھی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہے چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہے علاوہ اسکے عبادت کو بقصد فاسد کرکے پھر پڑھنا اور عمل کا باطل کرنا شرعاً ممنوع ہے تو اس طرح کا ارادہ سنت کا مکروہ ہے ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ لقضاء فرضہا قبل الزوال لا بعدہ فی الاصح لورود الخبر بقضائہا فی الوقت المہمل بخلاف القیاس فغیرہ علیہ لا یقاس اور فجر کی سنتوں کو قضا نہ پڑھے مگر بہ تبعیت اوسکے فرضوں کی قضا کے زوال سے پیشتر اور اسکے بعد صحیح قول میں نہیں کہ حدیث میں انکا قضا کرنا مہمل وقت میں خلاف قیاس ہوا ہے تو غیر اونکے اوس وقت مذکور پر قیاس نکیا جاویگا مہمل وقت اوسکو کہتے ہیں جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہے اور حنفیہ کے نزدیک باقی وقت مہمل نہیں اور حدیث سے مراد قصہ لیلۃ التعریس کا ہے جو مسلم میں مفصل مروی ہے مجملاً یہہ ہے کہ آخر شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرمانے اور بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دو پھر وہ بھی سو گئے یہانتک کہ سبکی نماز قضا ہو گئی پھر اوس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونے کے بعد فجر کی سنتیں پڑھکر فرض جماعت سے پڑھے تو شامی کہتا ہے کہ یہہ قضا صرف اسی وقت پر منحصر رہیگی اور وقت کو اس پر قیاس نکیا جاویگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہہ ہے کہ بعد زوال کے بھی درست ہے اور کافی میں ہے کہ بدون تبعیت فرض اجماعاً قضا نہیں بخلاف سنۃ الظہر وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکہا ویقتدی ثم یاتی بہا علی انہا سنۃ فی وقتہ ای الظہر قبل شفعۃ عند محمد وبہ یفتی جوہرۃ واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا بخلاف سنت ظہر اور اسیطرح جمعہ کی سنتوں کے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے نملنے کا تو سنتوں کو ترک کرکے امام کا اقتدا کرے پھر انکو ظہر کے وقت میں ادا کرے سنتیں ہیں بالاتفاق انکو پڑھے بعد کی دو سنتوں سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الجوہرۃ اور عشا سے پیشتر کی سنتیں مستحب ہیں وہ قضا نکی جاویں ہرگز ولا یکون مصلیا جماعۃ اتفاقا من ادرک رکعۃ من ذوات الاربع لانہ منفرد ببعضہا لکنہ ادرک فضلہا ولو بادراک التشہد اتفاقا لکن ثوابہ دون المدرک لفوات التکبیرۃ الاولی واللاحق کالمدرک لکونہ مؤتما حکما ہرگاہ نماز پڑھنیوالا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتوں والی نماز سے اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہے بعض نماز میں لیکن وہ پاویگا ثواب جماعت کا اگرچہ جماعت میں التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اوس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے اقتدا کرنیوالے کے ثواب سے کم ہوگا بسبب تکبیر اولیٰ فوت ہونے کے اور لاحق یعنی جسکی نماز امام کے ساتھ نہیں ہوئی مثل مدرک کے ثواب پانیوالا ہے بسبب اسکے کہ لاحق حکماً مقتدی ہے ثواب جماعت کا

مدرک کو ملتا ہی جو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھہ کرے اور لاحق مدرک کی برابر ہے اور مسبوق کو ان دونوں سے کم ملتا ہی شامی نے کہا کہ ایک رکعت ملنے کی قید جو رباعی نمازوں کی ہے یہہ اگلی قول وکذا مدرک الثلاث کی لیئے ہی ورنہ حکم دو اور تین رکعتوں والی نماز کا بھی یہی ہی کہ ایک رکعت ملنے سے جماعت نہیں ملیگی وکذا مدرک الثلاث لا یکون مصلیا بجماعۃ علی الاظہر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفہ فی البحر اور اسیطرح تین رکعتوں کا پانیوالا چار میں سے جماعت کی ساتھہ نماز کا پڑہنے والا نہوگا بموجب ظاہر تر قول کے اور امام سرخسی نے کہا ہی کہ اکثر کو حکم کل کا ہی یعنی تین رکعتوں کو پانے سے جماعت کا پانیوالا ٹھہریگا اور ضعیف کہا ہی اسکو بحر الرائق میں ہم بحر الرائق نے کہا ہی کہ اگر ایک شخص نے قسم کہائی کہ میں یہہ روٹی نکہاؤنگا تو بالاتفاق اوسکی قسم جب ہی ٹوٹیگی جبکہ وہ کل روٹی کہالے اکثر کے کہانے سے نہ ٹوٹیگی اس سے معلوم ہوا کہ اکثر قائم مقام کل کے نہیں کیا جاتا کذا فی الشامی واذا خاف فوت الوقت تطوع ما شاء قبل الفرض والا لا بل یحرم التطوع لتفویتہ الفرض اور جبکہ نہوف ہو وقت کے جانے سے تو نفل پڑہے جسقدر چاہی فرض سے پہلے اور اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو نفل نہ پڑہے بلکہ نفل پڑہنا حرام ہی واسطے فوت کرنے فرض کے ویاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونہا مکملات واما فی حقہ علیہ الصلوۃ والسلام فلزیادۃ الدرجات اور پڑہے سنتوں کو ہر حال میں اگرچہ فرض تنہا پڑہے صحیح تر قول کے بموجب اسلیے کہ سنتیں فرضوں کی تکمیل کرنیوالی ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں زیادتی درجات کے لیے ہیں ہم جاننا چاہیے کہ نفل دو طرح ہی ایک سنت موکدہ جو بارہ رکعتیں ہیں پانچوں نمازوں میں اور ایک غیر موکدہ جیسے عصر سے پیشتر کی رکعتیں یا اور نوافل پہر نمازی دو حال سے خالی نہیں یا فرض جماعت سے پڑہیگا یا تنہا اگر جماعت سے پڑہے تو سنت موکدہ قطعا پڑہے یعنی بلا عذر اونکو ترک کرنے کا اختیار نہیں اور اگر تنہا پڑہنا چاہتا ہی تب بھی ایک روایت میں یہی حکم ہے اور ایک روایت میں اسکو اختیار ہی اسلیے ماتن نے کہا کہ اگرچہ منفرد ہی پڑہے تاہم سنتیں پڑہے صحیح تر قول کے بموجب شامی نے کہا کہ نقل شرح میں جب تعریف منفرد اور جماعت کی نہیں تو احوط یہی ہی کہ اختیار ترک کا مطلقا نہو ہاں اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو انکو ترک کر سکتا ہے ثم قول الدرر ولو فاتتہ الجماعۃ مشکل بما مر فتدبر یہہ قول درر کا اگرچہ فوت ہوجاے نمازی کو جماعت مشکل ہی اوس مسئلہ سے کہ گذرا سو اسکو خوب سمجہ لے ہم یعنی پیشتر بیان ہوا کہ جسکو ایک رکعت فجر یا ظہر کے نملنے کا خوف ہو وہ سنتیں فجر یا ظہر کی ترک کرے تو اب یہہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سنتوں کو پڑہے اگرچہ اسکو جماعت نملے جیسا صاحب درر نے کہا ہی ہم یہہ اعتراض ماتن نے اپنی شرح منح الغفار میں کیا ہی اور درواقع میں اعتراض نہیں بلکہ درر کی عبارت کا مطلب غلط سمجہہ لیا ہی اوسکے شروع کو خیال نہیں کیا اوسمیں مسئلہ یوں لکہا ہی کہ ایک شخص کو جماعت فوت ہوگئی اوس نے فرض تنہا پڑہنی چاہے تو یہہ شخص سنتیں پڑہے یا نہیں بعض مشائخ نے کہا کہ نہ پڑہے اسلیے کہ سنتیں اسیوقت پڑہی جاتی ہیں کہ فرض جماعت سے پڑہے جائیں مگر صحیح یہہ ہے کہ سنتیں پڑہے اگرچہ جماعت اسکو نملی پس مصنف اور صاحب نہر الفائق نے اسکا مطلب یہہ سمجہہ لیا کہ سنتیں پڑہے اگرچہ اوسکو نملیگی جماعت حالانکہ اوسکا مطلب یہہ تہا کہ جماعت اوس سے فوت ہوگئی ہی مگر تاہم سنتیں پڑہے کذا فی الشامی بتصرف ولو اقتدی

بامام راکع فوقف حتی رفع الامام راسہ لم یدرک الموتم الرکعۃ لان المشارکۃ فی جزء من الرکن شرط ولم توجد فیکون مسبوقا فیاتی بہا بعد فراغ الامام بخلاف ما لو ادرکہ فی القیام ولم یرکع معہ فانہ یصیر مدرکا لہا فیکون لاحقا فیاتی بہا قبل الفراغ اور اگر اقتدا کیا نمازی نے پیچہے امام رکوع کرنیوالے کے اور توقف کیا یہانتک کہ اوٹہا لیا امام نے اپنا سر تو مقتدی مذکور نے اس رکعت کو نہیں پایا اسلیے کہ شرکت ایک جز میں کسی رکن کے اقتدا کی شرط ہی اور وہ نہیں پائی گئی تو مقتدی اس صورت میں مسبوق ہوگا یعنی اس رکعت کو امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑہے بخلاف اوس صورت کے کہ اگر امام کو قیام میں پایا اور توقف کیا اور اوسکے ساتھہ رکوع نکیا تو وہ اوس رکعت کا پانیوالا ہوگا یعنی مقتدی مذکور اس رکعت کے حق میں لاحق ہوگا تو اسکو پڑہے امام کے فراغ سے پیشتر ہم یعنے پہلے اسکو ادا کرے پہر متابعت امام کی بقیہ نماز میں کرے اور چونکہ مسبوق کے مسئلہ میں بعد الفراغ کہا تہا اوسکی مناسبت سے یہاں بھی قبل الفراغ کہدیا حاصل یہہ کہ اقتدا رکعت ملنے کے حق میں ابتدائی اسیوقت ثابت ہوتا ہی جب کوئی حصہ قیام کا ملے یا رکوع کا تو پہلی صورت میں جزو قیام میں مشارکت ہوئی نہ رکوع میں اسلیے مسبوق ہوا اور دوسری صورت میں اقتدا تو ثابت ہوگیا مگر رکوع میں ساتھہ نہ دینے سے لاحق ہوگیا کذا فی الشامی مختصرا ومتی لم یدرک الرکوع معہ تجب المتابعۃ فی السجدتین وان لم تحتسبا لہ ولا تفسد بترکہما اور جب ذکر مسئلہ متن میں مقتدی نے رکوع امام کے ساتھہ نپایا تو واجب ہے امام کی متابعت دونوں سجدوں میں اگرچہ یہہ دونوں سجدے اوسکے حق میں شمار نہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دونوں سجدوں کے پڑہنی ہوگی اور

فاسد ہوگی نماز ان دونو سجدون کے ترک سے اور بعض نا واقف جب رکوع نہیں ملتا تو نیت توڑ دیتے ہین کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیئے ماتن نے آگاہ کر دیا کہ اگر رکوع
نہ ملی تو اقتدا صحیح ہوگیا امام کی متابعت سجدون مین واجب ہے گو اون کے ترک سے نماز فاسد نہوگی فلو لم یتابعہ فی الرکعۃ ولم یتابعہ لکنہ اذا سلم الامام فقام وقضٰی
تلک الرکعۃ فصلوتہ تامۃ وقد ترک واجبا فتح عن التجنیس پھر اگر مقتدی نے رکوع پایا اور امام کی متابعت سجدون مین نکی مگر جب امام نے سلام پھیرا تو اوس نے
اوٹھکر ایک رکعت پڑھ لی تو نماز اوسکی پوری ہوی اور اوسنے ترک واجب کیا یعنی شروع اقتدا مین متابعت امام کی سجدون مین آمد واجب تھی اوس کا تارک ہوا کذا فی البحر
عن التجنیس ولو رکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ تحریما ان قرأ الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پھر امام اوسکو
رکوع مین جا لیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہے پہلے رکوع کرنا اگر امام مقدار فرض پڑھ چکا ہو اور مکروہ تحریمی اس وجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجھ سے پہلے مت کرو اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع کرتا ہے یا اپنا سر اوٹھاتا ہے اوسکو یہہ خوف نہین کہ خدا تعالی اوسکا سر
گدہے کے سر سے بدلدے اور مقدار فرض سے مراد قراءت واجب ہے یعنی امام تین آیتین پڑھ چکا ہو اور سوقت مقتدی اوس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا
لا یجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ مین جا لیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اوٹھا لیا تب امام نے رکوع کیا یا مقتدی نے اوسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قراءت واجب پڑھ چکا
تو رکوع مذکور اوسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہو جائیگی کذا فی الشامی ولو سجد المؤتم سجدتین والامام فی الاولی لم تجز الا سجدۃ علی الثانیۃ
وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دو بار اور امام پہلے ہی سجدہ مین ہے تو مقتدی کو اوسکا سجدہ دوسرے سجدہ سے کافی نہوگا اور پورا بیان اوسکا خلاصہ مین ہے
م یعنی اگر مقتدی نے دو سجدے کئے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہے تو مقتدی کا دوسرا سجدہ معتبر نہیں اوسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت

باب قضاء الفوائت یہہ باب ہے احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نماز کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضاء بل
بالتوبۃ او الحج مصنف نے فوائت کہا متروکات نکہا واسطے بہتری کے گمان کرنیکے مسلمانو پر کیونکہ نماز مین بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ دور نہین ہوتا قضا
پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہے توبہ کرنے سے یا حج کرنے سے م یعنی اگر متروکات کہتا تو چھوڑی ہوئی نمازین مراد ہوتین جنکو نمازی نے چھوڑ دیا جانبوجھکر اور چونکہ جانبوجھکر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ ہے
اسلیئے فوائت کہا یعنی جو نمازین مسلمان سے رہ گئین خود اوسنے نہیں چھوڑین اور حج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اوس قول کے بموجب ہے کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہو جاتے ہیں
چنانچہ کتاب الحج مین آویگا کذا فی الطحطاوی ومن العذر العدو وخوف القابلۃ موت الولد لانہ علیہ الصلوۃ والسلام اخرہا یوم الخندق اور عذر مین سے
ہے دشمن کا ہونا اور ڈرنا دائی جنائی کا بچہ کے مرنے سے اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن م یعنی جسروز خندق کہودی گئی
اوسروز چار نمازین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہوئین یہانتک کہ کچہہ رات گذری آپ نے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا اونہون نے اذان کہی پھر تکبیر کہی
آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہلوا کر مغرب پڑھی پھر تکبیر کہی اور عشا پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرنے سے نماز مین تاخیر درست
ہے کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع کرنے مسائل باب کے چند اصطلاحین فقہی بیان کرتا ہے م الاداء فعل الواجب فی وقتہ وبالتحریمۃ فقط بالوقت یکون اداء
عندنا وبرکعۃ عند الشافعی پھر ادا کے یہہ معنی ہین کہ واجب کو اوسکے وقت مین کرنا اور بسبب صرف تحریمہ کرنے کے وقت کے اندر ادا ہوگی ہمارے
نزدیک اور ایک رکعت وقت مین ہونے سے ادا ہوگی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہہ ضرور نہین کہ ادا مین سب نماز یا تمام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ حنفیون کے نزدیک نماز
کی تحریمہ اگر وقت مین ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وقت مین ہو جانے سے ادا کہلائیگی والاعادۃ فعل مثلہ فی وقتہ
لخلل غیر الفساد لقولہم کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تعاد ای وجوبا فی الوقت واما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہہ معنی ہین کہ مثل واجب کو وقت
واجب مین کرنا بسبب کسی خلل کے سوای فاسد ہونے کے یہہ تعریف اسلیئے کی کہ فقہا کا قول ہے کہ جو نماز ادا کی جائے کراہت تحریمی کے ساتھ
وہ اعادہ کی جائے یعنی اوس کا اعادہ واجب ہے وقت کے اندر اور بعد وقت کے تو اعادہ مستحب ہے م شامی نے کہا کہ یہہ تعلیل شارح کی
علیل ہے اسلیئے کہ اس سے یہہ نہیں معلوم ہوتا کہ جو نماز فاسد ہو اوس کا اعادہ نکیا جاے حالانکہ تعریف مین غیر فاسد مذکور ہے اور نہ یہہ کہ
اعادہ خاص ہے وقت کے اندر بلکہ خود تصریح کر دی کہ بعد وقت کے بھی اعادہ ہوتا ہے دوسرے یہہ کہ تفصیل اعادہ کے واجب

ہونے کی وقت میں اور مستحب ہونیکی بعد وقت کے صرف یہ دلیل ہی بحر الرائق کی تبعیت سے شارح نے ذکر کی ہے حالانکہ خیر الدین رملی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا ہی
کہ واجب ہی کہ بحر الرائق کے اس قول پر اعتماد نکیا جاوے کیونکہ فقہا کا قول کہ جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جاوے اوس کا اعادہ لازم ہی اس سے
معلوم ہوتا ہی کہ اعادہ خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد دونوں صورتوں میں واجب ہی اور یہی قول راجح ہی والقضاء فعل الواجب بعد وقتہ واطلاقہ
علی غیر الواجب کالتی قبل الظهر مجاز اور قضا کے یہہ معنی ہیں کہ واجب کو اوسکے وقت کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا جیسے ظہر کے پیشتر کی سنتوں
قضا کا کہنا مجاز ہی یعنی قضا صرف فرض و واجب کی ہوتی ہی اور سنت پر قضا کا بولنا مجاز ہی حقیقۃ الترتیب بین الفروض الخمسۃ والوتر اداءً وقضاءً
لازم يفوت الجواز بفوته للخبر المشهور من نام عن صلوة وبه يثبت الفرض العملي ترتیب درمیان پانچوں فرض اور وتر کے ادا میں اور قضا میں لازم
فوت ہوتا ہی صحیح ہونا فرض و وتر کا ترتیب کے فوت سے بسبب خبر مشہور من نام عن صلوۃ کے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہی ترتیب کا فرض عملی ہونا امام ترتیب کو
صدر الشہید نے فرض کہا ہی اور محیط میں شرط اور معراج میں واجب اور چونکہ فرض قطعی اعتقادی کو بولا کرتے ہیں اور ترتیب فرض عملی ہی اور شرط حقیقی بھولنے سے ساقط
نہیں ہوتی اور ترتیب ساقط ہو جاتی ہی اور واجب کے فوت سے صحت فوت نہیں ہوتی بخلاف ترتیب کے اسلیے مصنف نے لازم کہا تاکہ سب الفاظ کو عام ہو شارح نے لزوم
کی دلیل اس حدیث کو بتایا کہ پوری سطرح ہی جو کوئی سو جاوے کسی نماز سے یا بھول جائے اور اوسکو یاد نہ آئی مگر اوس وقت کہ وہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو تو چاہیے کہ اوس جماعت
کی نماز کو پڑھ لیوے اور اوسکے بعد اوسکو پڑھے جسکو یاد کیا تھا پھر اوسکا اعادہ کرے جسکو امام کے ساتھ پڑھا تھا انتہی فتح القدیر میں کہا کہ دعوی اسکے مشہور ہونیکا نامقبول ہی
کیونکہ اسکے مرفوع ہونے میں بھی اختلاف ہی کہ بعض موقوف کہتے ہیں چہ جائیکہ مشہور ہو کذا فی الشامی وقضاء الفرض والواجب والسنۃ فرض وواجب وسنۃ
لف ونشر مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب اور سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہی شارح نے کہا کہ یہہ عبارت میں لف ونشر مرتب ہی یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہی اور واجب نماز فوت شدہ
کی قضا واجب ہے اور سنت کا قضا پڑھنا سنت ہی اور واجب نماز جیسے نذر کی یا جس نفل کو شروع کرکے توڑ دیا ہو یا وتر امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی فعبر وجمیع اوقات العمر
وقت للقضاء الا الثلثة المنهية كما مر اور سب اوقات عمر کے وقت ہیں قضا پڑھنے کے لئے بجز تین وقتوں منع کئے ہوئے کے جیسے گذرا یعنی اوقات نماز میں بیان ہو چکا ہی کہ طلوع اور غروب اور استوا
کے وقت میں نماز مکروہ تحریمی ہی اور سوا ان تین وقتوں کے اور وقتوں میں قضا نماز صحیح ہی اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو فلم يجز تفريع على اللزوم فجر من تذكر انه لم يوتر
لوجوبه عنده الا استثناء من اللزوم فلا يلزم الترتيب إذا ضاق الوقت المستحب حقيقة إذ ليس من الحكمة تفويت الوقتية لتدارك الفائتة
پس نہیں جائز ہی فجر اوس شخص کی جسکو یاد ہوا کہ اوسنے وتر نہیں پڑھی بسبب واجب ہونے وتر کے امام کے نزدیک شارح نے کہا کہ یہہ تفریع ہی لزوم ترتیب پر درمیان فرض
اور واجب کے مگر جب تنگ ہو جاوے وقت مستحب واقع میں نہ نمازی کے گمان میں یعنی یہہ صورت لزوم ترتیب سے خارج ہی اسمیں ترتیب لازم نہو گی کیونکہ حکمت کی بات نہیں
وقتی نماز کا فوت کر دینا واسطے تدارک فوت شدہ کے ہم نے جائز ہونے کے یہہ معنے کہ نماز فجر کا فاسد ہونا ملتوی رہیگا چنانچہ آگے آویگا اور وقت کے
تنگ ہو جانے سے یہہ غرض کہ اگر فوت شدہ نماز پڑھتا ہی تو وقت مستحب وقتی کے لئے نہیں رہتا مثلاً عصر میں آفتاب زرد ہو جاتا
ہی تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ وقتی کو فائتہ کر دینا اور فائتہ کو ادا کرنے میں کچھہ حکمت نہیں ولو لم يسع الوقت
كل الفوائت فالاصح جواز الوقتية مجتبى اور اگر وقت گنجایش نرکھتا ہو سب فائتہ نمازوں کے لیے تو صحیح تر جائز ہونا وقتیہ کا ہی کذا فی المجتبی مع
صورت اوسکی یہہ ہی کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ نماز عشا اور وتر ہے اور صبح کا وقت اتنا ہی کہ اوس میں وتر اور نماز صبح ہو سکتی ہی تو فقہا نے اسکو ترجیح دی
ہی کہ جب تک وتر نہ پڑھ لیگا صبح کی نماز درست نہو گی اور مجتبی میں اسے اسکو تشہیر دیا ہی کہ صبح کی نماز جائز ہو گی کذا فی الحلبی وفيه ظن من عليه العشاء
ضيق وقت الفجر فصلاها وفيه سعة يكررها الى الطلوع وفرضها الاخيرة اور مجتبی میں ہی کہ جس شخص کے ذمہ عشا ہی اوسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا پس پڑھی فجر کی نماز
اور وقت میں وسعت ہی تو نماز فجر کو مکرر پڑھی طلوع آفتاب تک اور فرض اوسکا سب سے پچھلا ہو گا صورت اوسکی یہہ ہی کہ نمازی نے یہہ خیال کیا کہ وقت میں
اتنی گنجایش نہیں کہ عشا اور فجر دونوں ہو جائیں اسلیے اوسنے صرف فجر کی نماز پڑھی پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت اور باقی ہی اور اسمیں بھی یہی خیال کیا کہ دونوں نماز نہ
ہونگی تو فجر کی نماز پھر پڑھی اسیطرح جبتک گنجایش نہو پڑھتا رہے تو جو دوگانہ طلوع کے قریب ادا کیا ہی وہی فرض ہو گا اور باقی نفلیں ہونگی اور جب یہہ خیال ہو کہ وقت میں گنجایش دونوں نمازوں کی ہی تو اول عشا پڑھے

پہر فجر کذا فی البحر وسے والشامی ۱ او نسیت الفائتۃ لانہ عذر یا بہول جاے نماز فوت شدہ تب بہی ترتیب لازم نہین اسلیے کہ بہولنا عذر ہے یعنی عذر آسمانی ہے کہ اسمین بندہ
کو اختیار نہین اور فائتہ کا وقت یاد پڑنیسے ہوتا ہے جب تک یاد نہ آویگی اوسکا وقت نہوگا کذا فی البحر او فاتت ست اعتقادیۃ لدخولہا فی حد التکرار
المقتضی للحرج یا فوت ہوجائین چہ نمازین فرض اعتقادی تب بہی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے چہ کے اوس شمار مین کہ چاہتی ہے مکرر ہونیکو اور پہنچانیوالی
ہے تنگی کیطرف ہے یعنی چہ سے کمتر نمازون مین ہوسکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر نہو جیسے ایکدن رات کی پانچ نمازین اور اگر فائتہ نمازین چہ ہونگی تو بالضرور ایک نماز
مکرر ہوگی اور تکرار کی صورت مین ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تہا اسلیے چہ نمازون کو جن مین قطعاً تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا
سبب ٹہیرا دیا اور اعتقادی کی قید اسلیے لگائی کہ فرض عملی یعنے وتر نکل جاے ہر چند ترتیب اوس مین اور دوسری نمازون مین فرض ہے
مگر وتر کا شمار فوائت مین جداگانہ نہین اور شاید اسلیے نہین کہ اوس کا کوئی وقت مستقل نہین پہر ترتیب کا سقوط اس سبب سے فائتہ اور وقتی مین یا
دو فوت شدہ نمازون مین ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازون مین ترتیب ساقط نہین ہوتی مثلاً جسکی چہ نمازین فوت ہو گئی ہین تو عشا اور وتر
کی ترتیب اسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسۃ علی الاصح ولو متفرقۃ ۲ او قدیمۃ علی المعتمد لانہ من اختلف الترجیح
رجح اطلاق المتون یعنی چہ نمازون کے فوت ہونیسے ترتیب ساقط ہوگی ساتہ نکلنے چہٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چہ
نمازین متفرق ہون یا قدیم ہون مذہب معتمد پر اسلیے کہ جب ترجیح مختلف ہوتی ہے تو متون کے اطلاق کو ترجیح دیجاتی ہے کذا فی البحر
قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ وقت چہٹی نماز کا داخل ہونیکا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہ ہے مثلاً چہ نمازین صبح ہی کی فوت ہو گئین اور انکے بیچ کی نمازین بدستور ادا
اور فوائت کے پڑہ لین اور قدیم کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلاً ایک مہینا برابر نماز نہ پڑہی پہر اوس نے کوئی نماز قضا نکی اب اگر کوئی نماز نئی قضا ہوگی اور باوجود اوسکی
یاد کے دوسری نماز پڑہیگا تو دوسری درست ہوجائیگی کیونکہ یہہ فائتہ پہلے کی نمازون فوت شدہ مین ملجائیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ چہہ نمازین حال کی فوت ہوجانیسے ترتیب
ساقط ہوجاتی ہے پہلی فوائت کا اعتبار نہین اور تجنیس مین اسی پر فتوی لکہا ہے اور مجتبی مین اول کو صحیح کہا ہے اور معراج مین اسپر فتوی بتلایا ہے تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین فتوی اور تصحیح مختلف ہین
مگر چونکہ متون فقہ مین مطلق چہہ نمازون فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہون یا پرانی اسلیے شارح نے کہا کہ ترجیح متون کے اطلاق کو دینا چاہیے یعنی قول اول ہی معتمد ہے کذا فی البحر او ظن ظناً معتبراً
ای یسقط لزوم الترتیب ایضاً بالظن المعتبر کمن صلی الظہر ذاکراً لترکہ الفجر فسد ظہرہ فاذا قضی الفجر ثم صلی العصر ذاکراً للظہر جاز العصر اذ لا فائتۃ علیہ فی ظنہ حال
اداء العصر وہو ظن معتبر لانہ مجتہد فیہ یا گمان کیا گمان معتبر یعنی ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے بہی مثلاً ایک شخص نے ظہر کی نماز پڑہی یاد کرکے کہ مینے فجر نہین پڑہی تو اسکی نماز ظہر فاسد
ہوگئی پہر جب اوسنے فجر کو قضا پڑہ لیا اور اوسکے بعد عصر کو پڑہا حالانکہ ظہر اسکو یاد ہے تو اسکی نماز عصر کی درست ہوگی اسلیے کہ اوسکے گمان مین عصر کے ادا کرنیکے وقت اوسپر کوئی نماز قضا نہین اور
وہ گمان معتبر ہے اسلیے کہ یہہ مسئلہ اختلافی ہے یعنی اگر اپنے گمان مین ترتیب کو واجب نہین جانتا اور بعد ظہر نماز دن کے پڑہنے کے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونیکا حکم
نہ دیا جائیگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہین تو اوسکا گمان غیر معتبر نہ ٹہیرا اسلیے ترتیب ساقط ہوئی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی مین ہے وفی المجتبی من جہل فرضیۃ
الترتیب یلحق بالناسی واختارہ جماعۃ من ائمۃ بخارا وعلیہ یخرج ما فی القنیۃ صبی بلغ وقت الفجر وصلی الظہر مع تذکرہ جاز ولا یلزم الترتیب
بہذا العذر اور مجتبی مین ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائیگا بہولنے والے سے یعنی عذر جہالت سے بہی ترتیب ساقط کر دیجاتی ہے اور اختیار کیا ہے
اسکو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ مین ہے کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اوس نے ظہر کی نماز پڑہی باوجود فجر کے یاد
ہونیکے تو ظہر کی نماز درست ہوگئی اور اس عذر سے اوسپر ترتیب لازم نہوگی یعنے ترتیب کے فرض ہونیکا علم غالباً اس عمر مین نہین ہوتا تو جہالت کے عذر سے
اوس پر سے ترتیب ساقط ہوئی کذا فی النہر ہم ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونے کا تصور کرنا سچا ہے اسلیے کہ جب جہالت
بہول مین داخل ہے اور ظن معتبر بہی جہالت کی قسم سے ہے تو یہہ بہی نسیان مین داخل ہوا چنانچہ صاحب بحر الرائق نے ان کو نسیان سے ملحق کیا ہے پس سبب
سقوط ترتیب کے وہی تین رہے جو متن والون نے لکہے ہین یعنے وقت کا تنگ ہونا اور بہولنا اور فوائت کا چہہ یا زیادہ ہونا کذا فی الشامی
ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتہا ای الفوائت بعود الفوائت الی القلۃ بسبب القضاء لبعضہا علی المعتمد لان الساقط لا یعود

ہوتی بعض کہتے ہیں کہ اسمیں ترتیب ساقط نہیں ہوتی ہے کیونکہ ترتیب کا ساقط ہونا چھوٹے ہوئی نمازوں کی کثرت سے تھا کہ وہ بسبب حرج کے ساقط ہوئی تھی پس جب یہ سبب جاتا رہا تو اصل حکم پھر لوٹ آیا اور بعض نے کہا کہ وہ جس ترتیب کے ساقط ہونے کے بعد پھر عود نہیں کرتی ہے یعنی جب کہ ساقط ہوگئی تو پھر عود نہیں کرتی یہی صحیح ہے مثلاً ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازیں قضا ہوں تو اب اسے ترتیب ساقط ہوگئی پس اگر بعض قضا نمازیں پڑھ لیں یہاں تک کہ صرف تھوڑی رہ گئیں تو ترتیب عود نہ کریگی اور اگر کسی نے قضا پڑھ لی یہاں تک کہ چھ سے کم رہ گئیں تو بعض کے نزدیک ترتیب عود کریگی یعنی لوٹ آئیگی اور بعض کے نزدیک نہیں پس اگر کوئی نماز پڑھیگا تو نماز وقتی جائز ہوگی اور بعض نے کہا کہ جب تک کل قضا نہ پڑھ لے تب تک ترتیب عود نہ کریگی اور بعض کے نزدیک ترتیب عود کریگی لیکن قول ترتیب عود نہ کرنے کا ہی صحیح ہے اور یہی قول صحیح کہا ہے اور قاضی خان نے اسی کو مختار کہا ہے اور بعض نے کہا کہ اگر کل کی قضا کر لیگا اور ایک نماز بھی اسکے ذمہ رہیگی تو اسکے نزدیک ترتیب عود نہ کریگی چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہے کنز فی الشامی ویمکن ان لا یعود الترتیب بعد سقوطہ ببعض المسقطات

الثلاثۃ یعنی النسیان والضیق حتی لو خرج الوقت فی خلال الوقتیۃ لا تفسد وھو مؤید لما ھو الاصح مجتبی اور یہ بھی ممکن ہے کہ ترتیب بعد اسکے ساقط ہونیکے کسی گذشتہ ساقط کرنیوالی چیز کی وجہ سے یعنی بھولنے اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط ہوجائیگی تب بھی عود نہ کریگی یہانتک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہوگی اور نماز بعد اسکے ہوجائیگی اور یہی صحیح تر ہے کذا فی المجتبی یعنی تنگی وقت کے باعث ترتیب ساقط ہوکر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نہ کریگی یہانتک کہ اگر وقتی کچھ پڑھ لی اور درمیان میں وقت جاتا رہا تو فاسد نہوگی کیونکہ ترتیب ساقط ہوگئی اور یہ نماز وقتی ادا ہوگی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہوکر پھر عود نہ کریگی اور بعض فقہا کے نزدیک وقتی نماز وقت میں شروع کی اور ختم وقت کے بعد ہوئی اور وقتی وقت سے خارج ہوگئی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ سب قضا ہوگی مگر صحیح یہ ہے کہ ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا لکن

فی النھر والسراج عن الدرایۃ لو سقط للنسیان والضیق ثم تذکر واتسع الوقت یعود اتفاقا ونحوہ فی الاشباہ فی بیان الساقط لا یعود قلت یحمل لیکن نہر الفائق اور سراج میں درایہ سے ہے کہ اگر ترتیب نسیان اور وقت کی تنگی سے ساقط ہوگئی پھر اسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت میں گنجائش ہے تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اسکے ہے اشباہ میں اس قاعدہ کے بیان میں کہ ساقط پھر عود نہیں کرتی ہے کہ انکی تطبیق کرنی چاہیئے یوں کہ مجتبی میں جو ہے کہ وقت کی تنگی میں خلاف لفظی ہے کیونکہ مجتبی میں عدم عود کی تصریح اسی صورت میں ہے کہ وقت نکل گیا ہو اور نہر وغیرہ میں عود کی تصریح اسی صورت میں ہے کہ وقت میں گنجائش ہو دونوں کو جمع کرینگے تو دونوں قولوں میں کچھ منافات نہیں اور اسیطرح بھول جانے کے بعد یاد کرنیکی صورت مجتبی میں اس پر محمول ہے کہ نماز پڑھ چکنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور در و نہر میں اس پر محمول ہے کہ نماز وقتی کے فارغ ہونے سے پیشتر یاد ہوئی ہو کذا فی الحلبی و

فسادا اصل الصلوۃ بترک الترتیب موقوف عند ابی حنیفۃ سواء ظن وجوب الترتیب او لا فان کثرت وصارت الفوائت مع الفائتۃ ستا ظھر صحتھا بخروج وقت الخامسۃ التی ھی سادسۃ الفوائت لان دخول وقت السادسۃ غیر شرط لانہ لو ترک فجر یوم واداء باقی صلوتہ انقلبت صحیحۃ بعد طلوع الشمس اور فاسد ہونا وصف نماز کا بسبب چھوڑنے ترتیب کے موقوف ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک برابر ہے کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہیں پس اگر بہت ہوجائیں اور سب نمازیں پڑھ چکا فسادی موقوف ہی فائتہ کے ساتھ ملکر چھ ہوجائیں تو ظاہر ہوگی صحت ان پانچوں کی پانچویں نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار میں چھٹی ہو نمازوں سے اسلئے کہ داخل ہونا چھٹی نماز کے وقت کا شرط نہیں کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر چھوڑ دیا باقی تمام نمازیں اس دن کی ادا کی پھر یاد کرکے نہ پڑھیں دوسرے دن کے آفتاب کے طلوع ہونے پر صحیح ہوجائیگی یعنی اگرچہ اول وقت چھٹی کا نکلا شرط ہے تو دوسرے روز کے آفتاب نکلنے پر صحیح ہوئیں شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت نہر الفائق فساد اصل کہا حالانکہ ٹھیک یہ ہے کہ اصل نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ وصف فاسد ہوجاتا ہے یعنی نماز فرض نہیں رہتی نفل ہوجاتی ہے تو بہتر تہا کہ شارح اصل کی جگہ وصف کہتا چنانچہ بحر میں تصریح وصف کا کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہیں ہوتا بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونوں قطعاً فاسد ہوجاتی ہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک صرف وصف قطعاً فاسد ہوجاتا ہے شرح میں کہا کہ سادسۃ الفوائت کہنا مناسب نہیں بلکہ سادسۃ الصلوٰت درست ہے اسلئے کہ اگلی نمازیں فوت نہیں ہوئیں

عند ابی حنیفۃ کلا بان لو تصیر ستا لا یظہر صحتہا بل تصیر نفلا وفیہا یقال صلاۃ تصحح خمسا واخری تفسد خمسا
بہت ہون یعنی چہ ہو جائیں تو ان نمازوں پنجگانہ کی فرضیت ظاہر نہوگی بلکہ نفلیں ہو جائینگی یعنی اگر نماز متروکہ فجر کو ظہر کے وقت
الیس نماز طلوع سے پیشتر پڑہیگا تو جو نمازیں موقوف الفساد تہین وہ فاسد ہو جائینگی یعنی نفلیں ہو جائینگی اور اگر نماز بعد طلوع شمس
تو سب درست ہو جائینگی اور یہی چہٹی نماز ہیں یہہ بہی معما کیا جاتا ہے کہ ایک نماز پانچ نمازوں کو درست کر دیتی ہے اور دوسری نماز پانچ فرضوں کو فاسد
کر دیتی ہے جواب اس معما کا یہہ ہے کہ وہی نماز فائتہ ہے کہ اگر اوسکو پانچویں نماز پڑھنے کے بعد اوسکے وقت نکلنے سے پیشتر ادا کریگا تو پانچوں نمازیں نفل
ہو جائینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑہیگا تو پانچوں نمازیں صحیح ہو جائینگی اور دوسری نماز اسلئے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد پڑھی گئی ورنہ حقیقت
مین ایک ہی ہے اور چونکہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہے تو نماز کو صحیح کہنے میں شارح سے مسامحت ہوئی کذا فی الشامی والطحطاوی
فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ اور اگر ایک شخص مر گیا اور اوسکے ذمہ نمازیں فوت شدہ
کی کفارہ دینے کی ہر ایک نماز کے لئے آدہا صاع گیہوں مانند صدقہ فطر کے ہم یعنی آدہا صاع گیہوں یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خرما یا جو اوسکی
قیمت دیدے اور وصیت کرنی اوس شخص کو لازم ہوگی اگر وہ قادر تہا فوت کے اوپر ادا کرنے کی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر میں لکہا جائیگا انشاء اللہ
تعالی وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا ویدفعہ لفقیر
ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی اونمیں سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر کی مانند دیا
جاتا ہے اور یہہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جاتا ہے اور اگر میت نے کچہہ مال نچہوڑا ہو یا اتنا نہو کہ سب نمازوں کے کفارہ کو کافی ہو تو میت کا وارث
یہہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہوں مثلا قرض لے اور اوسکو فقیر کے حوالہ کرے پہر فقیر وہ گیہوں وارث کو ہبہ کر دے اور وارث پہر فقیر کو دیدے اسیطرح
دیتے رہیں یہاں تک کہ کفارہ تمام ہو جاوے ہم یہہ حیلہ اوس امر کا ہے جو اس زمانہ میں اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہے اور اہل ہند اسباب میں یا نقد
یہہ حیلہ استعمال کرتے ہیں کہ عمر بہر کے نماز روزہ کا حساب کر کے کفارہ کا تعداد ٹہرایا یا اناج معلوم کر لیا پہر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دیکر
قرض کر لیا بعد اسکے اوس قرض کے عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہیں اور یہہ اسقاط وارث کے ذمہ واجب نہیں ہے ہم مگر اسلام کا
خالی نہیں ولو قضاہا ورثتہ بامرہ لم یجز لانہا عبادۃ بدنیۃ بخلاف الحج لانہ یقبل النیابۃ اور اگر نمازیں فوت شدہ
کو میت کے وارثوں نے اوسکے حکم سے قضا پڑہا تو اوسکی طرف سے درست نہونگی اسلئے کہ نماز عبادت بدنی ہے ہر مکلف کو حکم ہے کہ اپنی بدن سے اوسکو بجا لاوے
دوسرے کے ادا کرنے سے ادا نہوگی بخلاف حج کے اسلئے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہے یعنی وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ میت نے
اوسکی وصیت نکی ہو کیونکہ حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اوسکے باپ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت فرمائی تہی کذا فی الطحطاوی
ولو ادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجز ولو اعطاہ الکل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہوگا اور اگر سب غلہ اوسکو دیدیا
تو درست ہے ہم یعنی صدقہ فطر سے اس کفارہ میں اتنا فرق ہے کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہے اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہیں اور کفارہ میں اور
فطرہ اور اعطار میں عدد شرط ہے ایک کو سب دینا درست نہیں کذا فی الشامی ولو قضی عن صلوات عمرہ ... لا یکرہ ... بخلاف الصوم ... اگر
... نماز ... فرض ... صحیح ... کہ اگر ... کا فدیہ ... وصیت ...
یہہ ... کذا فی ... ویجوز تاخیر الفوائت وان وجبت علی الفور لعذر السعی علی العیال وفی الحوائج علی الاصح ...
... فوت ... نماز ... اگر ... تو ...
... ساقط ... وصیت ...
... کذا فی ... الصلوۃ والنذر المطلق وقضاء رمضان ...

[illegible] ... رمضان کی قضا درست ہے ... ان دنون کو جب ... ادا کرے ... مرتکب گناہ ...

... الشامی ... جبکہ ... وقت مین ادا کرنا ... جب ... کذا فی الشامی ...

... الصلوۃ ... وکذا ... ولو ... اور ... جہالت ...

... فرض ... الصلوۃ ... خطاب شرعیت ... علم ... بعد ...

... اسلام ... جہالت ... ہوگا ...

... کذا فی الشامی ... فاتتہ ... الا الحج لانہ بالردۃ یصیر کالکافر الاصلی ...

... قضا ... فوت ہوئی ... ردت ... فوت ہوئی ... اسکا اعادہ کرنا پڑیگا کیونکہ ...

... فرض ... کے وقت کی نماز ... اسلام بشرط قدرت فرض ہے اسیطرح ... کرنا ...

... ادائہا ... الوقت لانہ حبط بالردۃ قال اللہ تعالی ومن یکفر بالایمان فقد

حبط عملہ ... یعنی مرتد کے کافر اصلی ... لازم کیا جائیگا ... دوبارہ پڑہنا فرض ... ادا کیا ... مرتد ہوگیا ... توبہ کی

یعنی مسلمان ... فرض کے وقت مین کیونکہ ... باطل ہوگیا مرتد ہونیکی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہے ... ایمان کو ... عمل باطل ہوجاتا

ہے ... خلاف الشافعی بدلیل فیمت وہو کافر وقلنا افادت ... جزائین احباط العمل والخلود فی النار فالاحباط بالردۃ و

الخلود بالموت علیہا فلیحفظ ... امام شافعی نے دلیل فیمت ... ہم کہتے ہین کہ آیت مین دو کامون ... جزاون کا افادہ

... عمل کا باطل ... ہمیشہ رہنا ... اول جزا ردت کی ہے ... دوسری ردت پر مرنیکی ... امام شافعی

نے فرمایا ہے کہ اوس شخص پر ... فرض لازم نہین ... اللہ تعالی نے فرمایا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر فاولئک حبطت

اعمالہم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحب النار ہم فیہا خلدون اور اس آیت مین عمل کے باطل ... ردت پر مرنیکے سبب

... مسلمان ہوگیا ... ردت ... فرض نہین باطل ہوا ... جواب ... اس آیت مین دو شرطین ہین اور دو

جزائین ... اول شرط ... مرتد ہونیکی ہے ... عمل کا باطل ہونا ہے اور دوسری شرط کفر پر مرنیکی ... دوزخ مین ہمیشہ رہنا ہے

کیونکہ ... آیت ومن یکفر بالایمان ... عمل کے باطل ... کفر پر مشروط ... کذا فی الشامی ... مسائل ...

صبی احتلم بعد صلوۃ العشاء واستیقظ بعد الفجر لزمہ قضاء ہا ایک لڑکے کو احتلام ہوا ... عشا کی نماز پڑہ لینے کے ...

... عشا کا قضا پڑہنا ... وقت ... خطاب شرعی

... کذا فی الشامی ... لا یعید ... قضا ...

... فوت ... العوائت ... اول ظہر

... وکذا الصوم لو من رمضانین ... نیت کرے اول ظہر کی ... اور اسیطرح روزہ کا

... قضا پڑہنی ... تعیین قضا مین ضروری ہے

... ظہر کی ... پہلے ... دوسرے ...

... ظہر کی نیت ... رمضانون کے روزون ... اول رمضان یا آخر رمضان کی

نیت ... ایک رمضان ... تعیین ... الشامی ... قضا ...

... قضا ... کیونکہ ...

باب سجود السہو

[illegible] وقت سہو [illegible] ہو تو اسکو [illegible] ہم [illegible] کہ [illegible] باب [illegible]

سجدہ کے بیان میں ہے اضافۃ الحکم الی السبب [illegible] سہو کی اضافت [illegible]

[illegible] اضافت [illegible] ہو [illegible] واجب [illegible]

[illegible] سجود [illegible] اور [illegible] ولکن [illegible] والنسیان [illegible]

الفقہاء والظن الطرف الراجح والوہم الطرف المرجوح [illegible]

[illegible] فرق نہیں بحر الرائق میں کہا کہ [illegible] سہو اور نسیان [illegible]

[illegible] اور شک کے معنی [illegible] کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے [illegible] کسی جانب کو [illegible]

[illegible] جامع الرموز میں ہے کہ سہو [illegible] معلوم ہے [illegible]

[illegible] ای الشامی یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لانہ المعہود وبہ یحصل التحلیل وھو الاصح بحر عن المجتبی [illegible]

[illegible] سجدہ سہو کے [illegible] ایک سلام کے بعد [illegible] داہنی طرف [illegible] سلام پھیرنا [illegible]

[illegible] صحیح تر ہے کذا فی البحر عن المجتبی [illegible] سجدہ سہو [illegible]

[illegible] شمس الائمہ اور صدر الاسلام [illegible] سلاموں کے بعد سجدہ سہو کرے [illegible]

[illegible] ایک سلام داہنی [illegible] کذا فی الشامی مختصراً [illegible]

حدیث ثوبان [illegible] کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سہو کرے نماز میں [illegible] لو اتی بتسلیمتین سقط عنہ السجود [illegible]

اور ایک سلام کے بعد سجدہ [illegible] اگر [illegible] سلام [illegible] سجدہ سہو ساقط ہو جائیگا [illegible] سلام [illegible]

[illegible] اور دوسرا سلام صرف تحیت کے لئے ہے [illegible] کذا فی الشامی [illegible]

تارک سجدہ سہو نہیں ہو سکتا نماز کے [illegible] ولو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیہا وعند مالک قبلہ فی النقصان وبعدہ فی الزیادۃ

[illegible] القاف بالقاف والدال بالدال اور اگر سجدہ سہو کیا سلام سے پہلے تو جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے اور امام مالک کے نزدیک [illegible] سلام سے پہلے نقصان کی صورت

[illegible] سلام [illegible] مالک [illegible] سلام [illegible] سجدہ

[illegible] سلام کے بعد [illegible] امام ابو یوسف [illegible] امام مالک [illegible]

[illegible] سجدہ سہو سلام کے بعد [illegible] وسلام [illegible] السہو [illegible]

[illegible] التشہد دون القعدۃ [illegible] خلاف [illegible]

[illegible] سلام [illegible] سجدہ سہو [illegible] التحیات [illegible] سلام [illegible]

[illegible] قعدہ [illegible] سجدہ تلاوت [illegible]

[illegible] سجدہ تلاوت [illegible] قراءت [illegible]

[illegible] قراءت [illegible] علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] فی القعود [illegible]

فیہما احتیاطا [illegible] نبی صلے اللہ علیہ وسلم [illegible] سجدہ سہو [illegible]

[illegible] سہو اذا کان الوقت صالحا فلو طلعت الشمس فی الفجر واحمرت فی العصر [illegible] السلام [illegible]

[illegible] وقت نماز کی صلاحیت [illegible]

[illegible] ساقط ہو جائیگا کذا فی الفتح [illegible] کی فرعی ہیں تفصیلات کی [illegible]

[illegible] سہوا فیہ [illegible]

[illegible] یجب بما یجب [illegible] ما سیأتی فی صفة الصلوٰة [illegible]

لا [illegible] فی المصلی [illegible]

[illegible] الآتی [illegible] ترک القعدة الاولی وصلوٰة فیہ علی النبی صلی اللہ علیہ

[illegible] وتاخیر [illegible] الی الثالثة [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کذا فی الشامی [illegible]

[illegible]

[illegible] کذا فی الشامی [illegible] قبل قراءة الواجب [illegible]

[illegible] الواجب [illegible] السجود

[illegible] الرکوع [illegible] السورة [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

الثالثة بزیادة علی التشہد بقدر رکن وقیل بحرف وفی الزیلعی الاصح [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] فیما یخافت فیہ [illegible] الامام وعکسہ

[illegible]

[illegible]

[illegible] الصلوٰة [illegible]

[illegible] والجہر [illegible] مطلقا [illegible] الروایة [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کذا فی الشامی [illegible]

[illegible]

... اخیر میں سجدہ کرے [illegible] فان سہا عن القعود [illegible] وان کان فی الفرض [illegible] واما النفل فیعود ما لم یقید بالسجدة ثم تذکر [illegible]

ولا سجود علیه فی الاصح ما لم یستتم قائما فی ظاهر المذهب وهو الاصح فتح [illegible] قعدہ اولی فرض کا [illegible] تو عود کرے [illegible]

[illegible] اور التحیات پڑھے اور صحیح تر قول [illegible] کذا فی الفتح [illegible]

[illegible] خواہ فرض [illegible] ہو [illegible] قعدہ [illegible] جب تک کہ قیام [illegible] سیدھا کھڑا نہ ہو [illegible]

ای وان استتم قائما لا یعود لاشتغاله بفرض القیام وسجد للسهو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلاته لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی اور اگر یہ صورت نہ ہو یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کے لیے عود نہ کرے بسبب اسکے مشغول ہو جانے کے قیام کے فرض میں اور سجدہ سہو کرے واسطے چھوڑ دینے واجب یعنی قعدہ اولی کے پس اگر عود کریگا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانے کے تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بسبب چھوڑ دینے فرض کے [illegible] فرض نہیں یعنی قیام کو قعدہ کی خاطر چھوڑنے کی وجہ سے فاسد ہو جائیگی اور تصحیح کی ہے اس قول کی زیلعی نے وقیل لا تفسد لکنه یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وهو الاشبه کما حققه الکمال وهو الحق بحر اور ایک قول یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر نمازی برا کرنیوالا ہوتا ہے یعنی گنہگار ہوتا ہے کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لیے یعنی قعدہ واجب میں [illegible] کی تاخیر [illegible] اور یہ قول اشبہ [illegible] تحقیق کیا ہے اسکو کمال الدین نے اور یہی حق ہے کذا فی البحر کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ قعدہ کی طرف رجوع [illegible] قیام کی زیادتی لازم آتی ہے [illegible] ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہیں [illegible] فرض کو واجب کے لیے چھوڑنا لازم آتا ہے [illegible]

[illegible] کذا فی الشامی [illegible] وهذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما وان استتم قائما [illegible] لان القعود فرض علیه بحکم المتابعة [illegible]

[illegible] کذا فی السراج [illegible] التحیات [illegible]

[illegible] قلت [illegible]

[illegible]

[illegible] جائیگی [illegible] فرض [illegible] بطریق [illegible] امام محمد [illegible] فرض [illegible]

[illegible] سجدہ [illegible] فرض [illegible] مطلق [illegible] بالکلیۃ [illegible]

[illegible] عاد [illegible] لان ما دون الرکعۃ [illegible] القعدۃ [illegible]

[illegible] سجدہ [illegible] امام [illegible] قعدہ [illegible] سہو [illegible]

[illegible] قعدہ اخیرہ [illegible] بیٹھ کر [illegible] سلام [illegible]

[illegible] وان قید الخامسۃ بسجدۃ [illegible] بطل فرضہ [illegible]

[illegible] تمام النفل بالسجدۃ [illegible] امام محمد [illegible] فرض [illegible]

[illegible] امام ابو یوسف [illegible] امام محمد [illegible] سجدہ [illegible]

[illegible] امام محمد [illegible] فرض [illegible] سجدہ [illegible]

[illegible] فرض [illegible] باطل [illegible] امام محمد [illegible] سجدہ بدون

[illegible] فرض [illegible] امام محمد کے نزدیک [illegible] فلو سبقہ الحدث

قبل رفعہ توضأ وبنی خلافا لابی یوسف حتی قال زہ صلوۃ فسدت اصلحہا الحدث [illegible] وضو کرے اور بنا کرے

بخلاف ابو یوسف [illegible] فرمایا کہ عجب [illegible] اور حدث نے اوسکی اصلاح کر دی [illegible] صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص قعدہ اخیرہ کو ترک کر کے پانچویں رکعت کو

اوٹھا اور اوسکو سجدہ میں تھا کہ بے وضو ہو گیا تو چونکہ امام محمد کے نزدیک بطلان فرض کے لئے سجدہ سے سر اوٹھانا شرط ہے اسلئے اوسکے فرض ہنوز باطل نہیں ہوئی تو وہ شخص وضو کر کے

قعدہ اخیرہ کرے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے فرض پوری ہو جائینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ کرنے سے [illegible] فرض نفل ہو گئی تو اب بنا فرض پر نہیں کر سکتا

[illegible] قول زہ بکسر زا [illegible] کلمہ فارسی ہے [illegible] عجب [illegible] امام محمد کا قول نقل کیا گیا [illegible] فاسد [illegible]

[illegible] امام محمد کے نزدیک بھی باطل ہو جاتی [illegible] سجدہ سہو [illegible] امام ابو یوسف کے نزدیک [illegible] فاسد [illegible]

[illegible] والعبرۃ للامام حتی لو عاد ولم یعلم بہ القوم حتی سجدوا لم تفسد صلوتہم [illegible] وفیہ [illegible] ترک القعود الاخیر

وقید الخامسۃ بسجدۃ بطل فرضہ [illegible] قعدہ [illegible] پانچویں رکعت [illegible] امام [illegible] اگر امام بیٹھ گیا [illegible]

[illegible] فاسد [illegible] فرض نفل [illegible] سجدہ [illegible]

[illegible] قعدہ اخیرہ کو ترک کیا اور پانچویں رکعت کو سجدہ [illegible] فرض باطل [illegible] امام [illegible]

[illegible] امام [illegible] متابعت [illegible] امام سہو زائد رہیگا

[illegible] فاسد نہیں ہوئی [illegible] اگر امام [illegible] بیٹھ جائیگا [illegible] رکوع اور سجدہ [illegible] فاسد [illegible]

[illegible] لاختصاص الکراہۃ [illegible] ولا تمام بالقصد [illegible] ولا یسجد للسہو علی الاصح لان النقصان بالفساد لا ینجبر [illegible] رکعت

[illegible] کراہت [illegible] سجدہ سہو [illegible] نقصان فساد [illegible]

[illegible] رکعت [illegible] تمام قصد [illegible]

[illegible] عصر [illegible] فجر [illegible] رکعت [illegible] نفل [illegible]

[illegible] نفل [illegible] قصد [illegible]

[illegible] فرض باطل [illegible] نفل [illegible] عصر [illegible]

[illegible] رکعت [illegible] سجدہ [illegible]

[illegible] في التطوع [illegible] الرابعة [illegible] ولو ترك التشهد [illegible] ولو سلم [illegible]

[illegible] الخالية [illegible] عليه السلام [illegible]

[illegible] في المغرب [illegible] الركعتان [illegible] رکعت [illegible]

[illegible] التحیات [illegible] سلام [illegible] مقتدی امام [illegible]

[illegible] امام سجدہ [illegible] رکعت [illegible] مقتدی سلام [illegible]

[illegible] رکعت [illegible] عصر [illegible] فجر [illegible]

اور ایک رکعت [illegible] رکعتین [illegible] نفل [illegible] وقطع [illegible] وقت كراهة [illegible]

المعتمد [illegible] رکعت [illegible] رکعت [illegible] قطع [illegible] نفل [illegible]

قصدا شروع نہیں کیا [illegible] مضائقہ نہیں [illegible] عصر و فجر کے بعد [illegible] مضائقہ نہیں [illegible]

[illegible] نفل قصدا شروع نہیں [illegible] سجدہ [illegible] رکعت [illegible]

[illegible] بیان [illegible] السجود في الصورتين لنقصان فرضية [illegible] السلام في الاولى وتركه في الثانية [illegible]

[illegible] رکعت زائد [illegible] سجدہ [illegible] رکعت [illegible] فرض [illegible] سلام کی تاخیر [illegible]

[illegible] سلام [illegible] دوسری صورت میں [illegible] سلام نماز کے آخر میں [illegible] فرضوں کا سلام خاص نہیں [illegible] سلام

[illegible] كذا في الحلبي فالركعتان لا تنوبان عن السنة الراتبة بعد الفرض في الاصح لان المواظبة عليهما انما كانت بتحريمة

مبتدأة [illegible] دونوں رکعتیں [illegible] فرضوں کے بعد [illegible] مؤکدہ [illegible] تحریمہ [illegible]

[illegible] تحریمہ [illegible] ولو اقتدى به فيهما صلاهما ايضا اور اگر [illegible] دونوں رکعتیں [illegible]

[illegible] رکعت [illegible] رکعتیں [illegible] مقتدی [illegible] رکعتیں [illegible] ان افسد قضاهما [illegible]

[illegible] مقتدی [illegible] رکعتوں کو فاسد کر [illegible] قضا [illegible] كذا في النهاية [illegible] شامی نے [illegible]

قعدہ اخیرہ میں [illegible] رکعتیں قضا [illegible] ولو ترك القعود الاول في النفل سهوا سجد [illegible]

[illegible] ركعتين [illegible] وقيل لا [illegible] قعدہ اولی [illegible] نفل میں سہو [illegible] سجدہ

[illegible] فاسد [illegible] رکعتیں [illegible] شروع [illegible]

[illegible] تیسری رکعت نفل [illegible] سجدہ سہو [illegible] قول [illegible] نفلیں [illegible] فرض [illegible]

[illegible] فاسد [illegible] قعدہ اخیرہ [illegible] فرض [illegible]

نہیں ہوتیں واختلف [illegible] ركعتين فرضا ونفلا [illegible] بعد الكلام [illegible]

[illegible] رکعتیں [illegible] نفل [illegible] سہو [illegible]

[illegible] سجدہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

سجدہ کے بعد نیت اقامت کی کی اور ابھی وقت میں ہو کہ جو فرض کو پورا کرنا باقی ہے تو مسافر نے بہ نیت اقامت نماز کو پورا کرے اور جہاں تک نماز پڑھ چکا ہے اوسکی بنا کرے اور دوبارہ سجدہ سہو کرے اگر دو رکعتیں پڑھی تھی

باطل ہو جاوینگی اور اگر سجدہ نہ کیگا تو سہو کا سجدہ اوسپر سے ساقط ہو جاویگا اور وجہ باطل ہونیکی یہہ ہے کہ نیت اقامت فرض ہے جسکے سبب سے اوسکو پورا کرنا لازم ہو گیا کذا فی البحر وفصل

فالیس لہ ان یبنی علیہا حتی ینافیہ ای یبطل التحریمۃ ونقضیہ ای ہو بالسلام وبعد کالسہو علی المختار ای بطلانہ ولو فعلہ بطل ای الصلوٰۃ اور اگر کوئی ایسا

فعل کیا کہ اوسکی نماز باطل ہو گئی یعنی بنا کرنا نہیں ہو سکتی کیونکہ تحریمہ باقی نہیں رہی اور دوبارہ کرے نماز کو مذکورہ وہ مسافر سجدہ سہو کر کے فرض ادا کر کے بعد باطل ہو جائیگی

سجدہ سہو کے سبب سے اوسکی بنا کے اعتبار سے نماز کے درمیان میں قول مختار کا اعتبار ہے کہ سجدہ سہو کو دوبارہ نہ کرے کیونکہ وہ جس جگہ ہوا ہے وہ جگہ نقصان کے لئے ہے اور ثواب اوسکی کیا حاجت ہے

کذا فی البحر سلام من علیہ سجود سہو یخرجہ من الصلوٰۃ خروجا موقوفا ان سجد عاد الیہا والا لا اور جس نمازی کا سلام سہو ہو جسپر سجدہ سہو ہے اوسکو نماز سے

باہر کرتا ہے مگر موقوفی طور پر یعنی اگر اب سجدہ کریگا تو نماز میں پھر عود کر آئیگا اور اگر سجدہ نہیں کریگا تو عود نہ کریگا یہہ نکلنا نماز سے قول شیخین کا اور امام محمد کے نزدیک نماز سے

خارج نہیں ہوتا کذا فی الشامی وعلی ہذا فیصح الاقتداء بہ ویبطل وضوءہ بالقہقہۃ ویصیر فرضہ اربعا بنیۃ الاقامۃ ان سجد للسہو فی

المسائل الثلاث والا یسجد لا تثبت الاحکام المذکورۃ کذا فی غایۃ البیان اور اسی بنا پر یعنی سلام کے سبب سے نماز سے باہر ہو جانے پر بشرطیکہ سجدہ کرے تو صحیح ہے

اقتدا کرنا اوس مصلی کا اور باطل ہو جائیگا وضو اوسکا قہقہہ مارنے سے اور ہو جائینگے فرض اوسکے چار بسبب نیت اقامت کے اگر سجدہ کریگا سہو کا مسائل سہ گانہ میں اور اگر سجدہ سہو نہ کریگا تو

احکام مذکورہ ثابت نہ ہونگے ایسا ہی غایۃ البیان میں ہے مصنف نے مسئلہ کی یہہ صورت کہ ایک شخص نے قعدہ اخیرہ کے بعد سلام پھیرا اور اوسپر سجدہ سہو تھا اب اگر کوئی شخص اوسکی

پیچھے اقتدا کریگا تو اوسکا اقتدا صحیح ہوگا بشرطیکہ بعد اقتدا کے امام سجدہ سہو کرے اور اگر سجدہ سہو نہ کریگا تو اقتدا درست نہ ہوگا اسیطرح اگر بعد سلام کے سجدہ سہو سے پیشتر

قہقہہ کیا یا مسافر نے اقامت کی نیت کی اور پھر سجدہ سہو کیا تو اول شخص کا وضو جاتا رہیگا اور مسافر کے فرض دو کی جگہ چار ہو گئے اور اگر بعد قہقہہ اور نیت کے سجدہ نہ کیا تو وضو

نہ جائیگا اور فرض چار نہ ہونگے شامی نے کہا کہ بعض نسخوں میں عامۃ الکتب ہے غایۃ البیان کی جگہ اور وہ غلط ہے کیونکہ جو تفصیل ان تین مسئلوں میں مصنف نے لکھی ہے وہ عامہ کتب کے

مخالف ہے البتہ غایۃ البیان میں اسیطرح ہے جیسا مصنف نے کہا ہے وہو غلط فی الاخیرتین والصواب انہ لا یبطل وضوءہ ولا یتغیر فرضہ سجد او لا لسقوط السجود

بالقہقہۃ وکذا بالنیۃ لئلا یقع فی خلال الصلوٰۃ وتمامہ فی البحر والنہر اور یہہ حکم غلط ہے دو اخیر کی صورتوں میں اور صحیح یہہ ہے کہ نمازی کا وضو باطل نہیں ہوتا اور اوسکے

فرض نہیں بدلتے سجدہ سہو کرے یا نہ کرے بسبب ساقط ہونے سجدہ کے قہقہہ سے اور اسیطرح اقامت کی نیت سے تاکہ سجدہ کرنا واقع نہ ہو نماز کے درمیان میں اور پورا بیان

بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے یعنی تفصیل اس بات کی کہ اگر سجدہ سہو کریگا تو وضو باطل ہو جائیگا قہقہہ کی صورتوں میں اور فرض دو کی جگہ چار ہو جائینگے نیت اقامت

کی صورت میں اور اگر سجدہ سہو نہ کریگا تو دونوں باتیں نہ ہونگی یہ مصنف کی غلطی ہے کہ سہو سے ایسا لکھدیا بلکہ صحیح یہہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں سجدہ کرے یا نہ کرے حکم ایک سا

ہے یعنی وضو باطل ہوتا نہ فرض بدلتے اسلئے کہ بعد سلام کے جب قہقہہ ہوا تو شیخین کے نزدیک سلام کے سبب نماز سے خارج ہوا مگر خروج موقوف تھا اب کہ

قہقہہ فعل مخالف نماز کا ہے اسلئے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اوسپر سے ساقط ہو گیا پس وضو باطل نہوا اور نیت اقامت کی صورتوں میں اگر فرض سجدہ سے پیشتر بدل جائیں

اسکی یہہ معنی کہ نیت سجدہ سہو سے پیشتر درست ہوئی اور اگر نیت کو درست کہیں تو سجدہ سہو نماز کے درمیان میں واقع ہوگا جسکا ہونا نہونا برابر ہے حاصل یہہ کہ شیخین کے

نزدیک سلام سے خارج از نماز ہو گیا اب بدون سجدہ سہو نماز میں داخل نہیں ہو سکتا تو اگر سجدہ سہو بعد نیت اقامت کرتا ہے تو سجدہ بیچ میں نماز کے واقع ہوتا ہے

جو باطل ہے اور اصل یہی ہے اسلئے یہی کہا گیا کہ اب نماز سے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ وہ اوسپر سے ساقط ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا ویسجد للسہو ولو مع سلامہ ناویا

للقطع لان نیتہ تغییر المشروع لغو ما لم یتحول عن القبلۃ او یتکلم لبطلان التحریمۃ اور سجدہ سہو کرے اگرچہ اپنے سلام کے وقت قطع نماز کی نیت کی ہو جبتک

کہ قبلہ سے منہ پھیرا یا جبتک بات نہ کی ہو کیونکہ قبلہ کیطرف سے پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہو جائیگی اور سجدہ سہو نکر سکیگا شارح نے کہا کہ نیت قطع نماز کی اسلئے

معتبر نہیں ہے کہ مشروع چیز کے متغیر کرنے کی نیت باطل ہوتی ہے یعنی شرع نے یہہ کہا کہ سجدہ سہو سے نماز کو پورا کرنا ہے پھر اس میں نیت اوسکی قطع کی کرنی لغو ٹھہریگی و

لو نسی السہو او سجدۃ صلبیۃ او تلاوتیۃ یلزمہ ذلک ما دام فی المسجد اور اگر نمازی سجدہ سہو کو بھول گیا یا سجدہ نماز کا یا سجدہ تلاوت کو تو لازم ہوگا اوسپر

یہہ سجدہ کرنا جبتک کہ مسجد ہی میں ہو شامی نے کہا کہ اونشارح کے کلام میں یا نفعہ اللفظی ہے تو ہو سکتا ہے کہ اوسکو ذمہ ایک ہی انمیں سے ہو یعنی حال میں بھول

فرض پورا ہونیکے بعد جب یاد آئین اور سجدۂ سہو کر لین اور پھر اسکا کرنا لازم ہو ولو سلم ساهیا علی الظہر مثلاً اصلی وسلم لرکعتین و قام اتمها وسجد
للسهو لان السلام ساهیا لا یبطل بخلاف ما لو سلم علی ظن ان عليه ... سلام بھول کر پھیرا تو نماز باطل نہیں ہوتی اور اسکو تمام کرکے
سجدۂ سہو کرے اسلئے کہ سلام بھول کر پھیرنے سے نماز کو باطل نہیں کرتا کیونکہ سلام عمداً ... یعنی اسوجہ سے کہ ... مثلاً ظہر کی دو رکعت
نماز نہین بخلاف ما لو سلم علی ظن ان فرض الظہر رکعتان بان ظن انه مسافر او انها الجمعة او کان قریب عهد بالاسلام فظن ان فرض الظہر رکعتان او کان فی
صلوة العشاء فظن انها التراويح فسلم او سلم ذاكرا ان عليه ركنا حيث تبطل لان سلام عمداً ... کہ سلام پھیرا اس گمان سے کہ ظہر کی فرض دو رکعت ہیں ... یا جمعہ
یا وہ مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا اور اسنے گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہیں یا یہ کہ نماز عشا میں مشغول تھا اور اسکو تراویح گمان کرکے سلام پھیر دیا یا سلام
پھیرا اس حال مین کہ اسکو یاد ہے کہ مجھپر ایک رکن باقی ہے کہ ان سب صورتون مین نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ سلام عمداً ہے سہو نہین ہے فرق پہلے
مسئلہ میں اور اس مسئلہ مین یہ ہے کہ وہان نماز کو پورا گمان کیا تھا اسلئے سلام سہواً قرار دیا گیا اور یہان قطعاً دو پڑھنا جانکر سلام پھیرا اسلئے عمداً ہوا اور عمداً
دو صورتون مین ہے کذا فی الشامی وقیل لا تبطل حتى يقصد به قطع الصلوٰة اور ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہین ہوتی جبتک سلام سے کسی امر کا قصد نہ ہو
مقصود نہو ہم یہ قول دوسرا بحث ہے صاحب بحر کی اور قول اول پر معتمد کتابون مین یقین کیا ہے کذا فی الشامی والسهو فی صلوة العيد والجمعة والمكتوبة
والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمه فی الاوليين لدفع الفتنة كما فی جمعة البحر واقره المصنف وبه جزم فی الدرر اور سہو نماز
عید اور جمعہ اور فرض اور نفل مین برابر ہے یعنی ہر ایک کے لئے سجدۂ سہو کرنا چاہیئے اور مختار متاخرین کے نزدیک نہ ہونا سجدۂ سہو کا عید اور جمعہ مین واسطے دفع
کرنے فتنہ کے چنانچہ باب الجمعہ بحر الرائق مین ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اور اسی پر یقین کیا ہے درر البحار مین ہم فتنہ سے مراد لوگون کا تردد ہے یعنی عید و جمعہ
مین چونکہ مجمع بہت ہوتا ہے تو عجب نہین کہ سجدۂ سہو کرنے سے لوگ تشویش مین پڑ جائین اسلئے متاخرین نے اختیار کیا ہے کہ نہ کرنا سجدہ کا اسی مضمون پر مع ادلہ
ہے کذا فی الطحطاوی واذا شك فی صلوته من لم يكن ذلك ای الشك عادة له وقيل من لم يشك فی صلوة قط بعد بلوغه وعليه
اكثر المشائخ بحر عن الخلاصة كم صلى استانف بعمل مناف وبالسلام قاعدا اولى لانه المحلل اور جب شک کرے اپنی نماز مین وہ نمازی کہ
شک کرنا اسکی عادت نہو اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اسنے کسی نماز مین کبھی شک نکیا ہو بعد بالغ ہونیکے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اسی قول پر ہین
اکثر مشائخ کذا فی البحر عن الخلاصہ شک ہو بابت اسکے کہ نماز کتنی رکعتین پڑھین تو وہ نماز کو ازسرنو پڑھے اور اس نماز کو قطع کرے کسی عمل مخالف نماز سے
اور سلام سے قطع کرنا بیٹھکر اولےٰ ہے اسلئے کہ سلام حلال کرنیوالا ہے یعنی نماز کی تحریمہ کے اٹھانیکے لئے ہے وان كثر شكه عمل بغالب الظن ان
كان له ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتيقنه وقعد فی كل موضع توهمه موضع قعوده ولو واجبا لئلا يصير تاركا فرض القعود
او واجبه اور اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کی رکعتون مین اکثر شک ہوجایا کرتا ہو تو عمل کرے اپنے گمان غالب پر اگر اسکو گمان ہو واسطے دور
ہونے تنگی کے یعنی اگر یقین کامل کی موجب عمل کرنے کا حکم دیا جاتا تو اسمین حرج ہوتا اسلئے گمان غالب پر عمل کرے اور اگر گمان غالب اسکو نہو تو تھوڑی
کا اعتبار کرے بسبب یقینی ہونے کمتر کے یعنی مثلاً تین اور چار مین اگر شک ہے تو تین یقینی ہے چوتھی مین شبہ ہو اور بیٹھے ہر جگہ مین کہ خیال
کرے اس جگہ کو بیٹھنے کا مقام اگرچہ بیٹھنا واجب ہو اسلئے قعدہ کرے تاکہ تارک قعدہ فرض یا واجب کا نہو ہم مثلاً اول رکعت مین شک ہوا کہ یہ دوسری ہو
یا اول اور گمان غالب اول ہونیکا ہے تو اول سمجھ اور اسکے آخر مین قعدہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جب یہ دوسری تھی تو محل قعدہ ہی اسیطرح دوسری
رکعت آخر مین قعدہ کرے کہ وہ باعتبار ظن غالب کے دوسری ہے اسیطرح ... تیسری ... قعدہ کرنے مین بھی صورتین ہین ہر رکعت
مین ... مگر ترک واجب یا فرض کی ضرورت ہے اسکو اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی وغیرہ ... شك الشك فتفكر قدر اداء ركن
ولم يشتغل حالة الشك بقراءة ولا تسبيح ذكره فی الذخيرة وجب عليه سجود السهو فی جميع صور الشك سواء عمل
بالتحری او بنی علی الاقل فتح لتاخير الركن اور جان لے کہ جب نمازی کو شک ... اور ... ایک رکن کے ... اور شک کی حالت

مذہب امام صاحب میں جس وقت سہو کرنے کیطرف مشغول ہوا تو کیا ہی اسکو خبر ہوئی میں واجب ہوا واسطے سجدہ سہو کے سبب تاخیر شک کی یعنی مقدار ادا کرنے رکن کے مثل الفعل مالیہ جس کے کوئی کمی کی تعمیر بنائی
اوس کو فعل ہو چکا ہو اور وہ نہیں ہو سکے بسبب تاخیر کے م یعنی اور اگر ظن کی صورتین اور ادا لقینی کے اشتباہ کرکی صورتین اگر شک کرے بعد سلام کے تو نماز کو اوسکی پورا
ادا نہیں ہوئی اور سجدہ سہو ہمیشہ کذا فی الطحطاوی والبحر وفی السراج انہ یسجد للسہو فی اخذ الاقل مطلقا وفی غلبۃ الظن ان تفکر قدر رکن
لیکن سراج میں ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے آول کے اختیار کرنے میں مطلق خواہ مقدار رکن کی تامل کرے یا نکرے اور غلبہ ظن میں اگر فکر بقدر رکن کرے تو سجدہ کرے
ورنہ نکرے فروع مسائل متفرقہ شارح اخبرہ عدل بانہ ما صلی اربعا وشک فی صدقہ وکذبہ اعاد احتیاطا خبر دی اوسکو ایک عادل شخص نے
اوسی نے کہ اوسنے چار رکعتیں نہیں پڑھیں اور اوسنے شک کیا خبر کے سچ اور جھوٹے ہونے میں تو دوسری نماز کو پھر پڑھے براہ احتیاط م اور اگر نمازی کو یقین ہو کہ پوری
پوری چار پڑھی ہیں تو مخبر کے قول پر لحاظ نکرے کذا فی الطحطاوی ولو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولہم اور اگر اختلاف
کیا امام اور مقتدیوں نے پس اگر امام کو یقین ہوا تو نماز پڑھنے کا تو اعادہ نکرے اور اگر یقین نہو تو مقتدیوں کے کہنے کے موجب نماز کا اعادہ کرے طحطاوی نے کہا
کہ پہلی صورت میں مقتدی اعادہ کریں کیونکہ اونکے ظن میں اونکی نماز فاسد ہے شک انہا ثانیۃ الوتر او ثالثتہ قنت وقعد ثم صلی اخری وقنت ایضا
علی الاصح شک کیا نمازی نے اسباب میں یہہ کہ رکعت وتر کی دوسری ہے یا تیسری تو وہ قنوت پڑھے اور قعدہ کرے پھر اور رکعت پڑھے اور اوسمیں بھی قنوت پڑھے
صحیح تر قول میں م قول اصح کا مقابل یہہ ہے کہ دوبارہ قنوت نہ پڑھے کہ بدعت ہے اور اوسکا جواب یہہ ہے کہ ترک واجب کی ضرورت سے احتیاطا قنوت پڑھنے میں ہے کذا فی الشامی
شک ہل کبر للافتتاح اولا او احدث اولا او اصابہ نجاسۃ اولا او مسح راسہ اولا استقبل ان کان اول مرۃ والا لا اگر شک کیا
کہ تحریمہ کی تکبیر کہی یا نہیں خواہ یہہ شک کیا کہ حدث ہوا یا نہیں خواہ یہہ کہ کپڑے پر نجاست لگی یا نہیں خواہ یہہ کہ مسح اپنے سر کا کیا یا نہیں تو اگر یہہ شک اول مرتبہ ہے
تو از سر نو کرے ورنہ نہیں م یعنی اول صورت میں نماز از سر نو پڑھے اور دوسری میں وضو کرے اور تیسری میں نجاست کو دھو کر پاک کرے اور چوتھی میں مسح کرے
اور اگر شک اول دفعہ نہو تو اوس شک کا کچھہ اعتبار نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہہ حکم اثناء وضو یا نماز میں شک ہونے کا ہے اور بعد فراغ کے شک کا اعتبار نہیں
واختلف لو شک فی ارکان الحج وظاہر الروایۃ البناء علی الاقل وعلیک بالاشباہ وقاعدۃ الیقین لا یزول بالشک اور اختلاف کیا گیا
ہے اس صورت میں کہ شک کیا حج کے ارکان میں اور ظاہر روایت ہے بنا کرنا کمتر پر یعنی اگر شک کیا کہ طواف زیارت مثلا چار پھیرے پھرا ہے یا تین تو تین پر بنا کرے اور
تجھکو چاہیے کہ اشباہ کو دیکھے اس قاعدہ کے ذکر میں کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا م ظاہر روایت کا مقابل یہہ ہے کہ غلبہ ظن پر عمل کرے کیونکہ رکن کا مکرر ہونا اور زیادہ
زیادتی کا ہونا حج کا مفسد نہیں اور بحر الرائق میں اس قول کو اکثر فقہا کیطرف منسوب کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب صلوة المريض

یہہ باب بیمار کی نماز کے احکام میں ہے من اضافۃ الفعل لفاعلہ او محلہ ومناسبتہ کونہ عارضا سماویا وقدم سجود التلاوۃ ضرورۃ اضافت صلوۃ
کی مریض کی طرف از قبیل اضافت فعل کے ہے طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہے طرف محل کے یعنی مریض یا فاعل نماز کا ہے یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدہ سہو
سے عارض سماوی ہونے میں ہے یعنی اس لحاظ سے سہو اور مرض دونو یکساں ہیں اسلیے اس باب کو متصل سجدہ سہو کے بیان کیا پھر یہہ رہ گیا سجدہ تلاوت ضرورت کی وجہ سے یعنی چاہیے
تھا کہ سجدہ سہو اور تلاوت پاس پاس بیان ہوتے کیونکہ دونو جزو نماز ہوتے ہیں مگر صلوۃ مریض میں اس مناسبت کی رعایت کے سبب سے سجدہ تلاوت پیچھے بیان ہوا اور مقدم سے
طحطاوی من تعذر علیہ القیام ای کلہ لمرض حقیقی وحدہ ان یلحقہ بالقیام ضرر بہ یفتی قبلہا او فیہا ای الفریضۃ او حکمی بان خاف
زیادتہ او بطوء برئہ بقیامہ او دوران راسہ او وجد لقیامہ الما شدیدا او کان لو صلی قائما سلس بولہ او تعذر علیہ الصوم کما مر صلی قاعدا
ولو مستندا الی وسادۃ او انسان فانہ یلزمہ ذلک علی المختار کیف شاء علی المذہب لان المرض اسقط عنہ الارکان فالہیئات اولی م جس شخص
پر دشوار ہو یعنی سب قیام نکر سکتا ہو بسبب کسی مرض یعنی عذر حقیقی کے اور تعریف اوس عذر کی جس سے نماز بیٹھکر درست ہو یہہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہنچے اسی پر
فتوی ہے یہہ دشواری قیام کی پہلے شروع سے ہو یا خود فرض کے اندر خواہ قیام نہو سکے بسبب عذر حکمی کے اسطرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھ جانیکا یا اوسکو دیر کر اچھا ہونیکا
کھڑا ہونے کے باعث یا کہ سر کا یا درد پہونچے قیام سے بہت سا درد یا ایسا ہو کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھیگا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائیگا جیسا کہ

باب صلوة المريض

حقیقۃ الصلوۃ میں گنہ ہوجائیگا تو وہ شخص بیٹھکر نماز پڑھے اور اگر ایسا ہو کہ کسی آدمی کو جسمانی ... بیٹھنا ... ہو ...
زیادہ ہوجائیگا مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کردیا اور مفتیوں کو بطریق اور ساتھ بیٹھکر ... یعنی کسی خاص صورت پر بیٹھنا ... ہے
ضعف مرض کی بھی ہوا جا لاکہ مرض پر وضو ہو تو نہیں حقیقی ہے اور پہر دو دونو لفظ ... ہیں جیسا کہ شرح ... کیا اور ضعف ... اگر مرض ...
ہو نہیں سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہ ہے کہ جسکو بدن میں آنے سے اعتدال مزاج کا جاتا رہا ہو یا اگر عذر حقیقی کیطرح ہیں تب بھی نہیں رہ سکتی کیونکہ عذر حقیقی
میں یہ ہے کہ کہڑا ہو تو گر پڑے اور جس عذر سے نماز بیٹھکر مباح ہو اوسکی بابت یہ سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں تسامح ہے کذا فی الشامی مختصرا
وقال زفر کالتشہد قیل وبہ یفتی اور امام زفر نے فرمایا کہ بیٹھو مثل بیٹھنے التحیات کے کہتے ہیں کہ اسی پر فتوی ہے ہم تجنیس اور خلاصہ میں اسپر فتوی ہے کیونکہ یہ بوجہ
کہ بعض پر ایسا بیٹھنا آسان ہے شامی نے کہا کہ یہہ علت اتمام ہے ... ہانی تو اسمیں ہے کہ کسی ہیئت خاص کا مقید نہو جیسا کہ قول اول ہے حاصل یہ کہ اگر التحیات کی وضع برابر
یا برابر ہو تو بہتر ہے کہ التحیات کیطرح بیٹھے ورنہ جو نسی وضع اوسکو سہل معلوم ہو اوسطرح بیٹھے اور تشہد میں التحیات کی وضع ہوجائیگی پر کوع وسجود نماز پڑھے بیٹھکر رکوع اور
سجدہ سے یعنی اشلمہ سے پڑہے کیونکہ بعض ارکان کو کامل ادا کرسکتا ہے اونکو ناقص کرنا نہیں چاہیئے بدون ضرورت کے وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی
عصا او حائط قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر ہو تہوڑی قیام پر اگرچہ لاٹھی
یا دیوار کے سہارے سے کہڑا ہوسکے تو کہڑا ہو بطور وجوب جسقدر کہ قیام پر قادر ہو اگرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو بموجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہے یعنی
جیسے کل قیام پر قادر ہونے سے سارا قیام لازم ہے اسیطرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہوگا تتامی نے ہندوانی سے نقل کیا کہ جس شخص کو تہوڑی سے قیام پر قدرت ہو اوسکو حکم
کیا جائیگا کہ تکبیر تحریمہ کہڑا ہو کر کہے اور جسقدر قرات کہڑا ہو کر پڑہ سکے وہ بھی پڑہے پہر بیٹھ جائے اگر کہڑا نہ ہوسکے اور یہی مذہب صحیح ہے اوسکے خلاف ہمارے ائمہ سے مروی نہیں
اور اگر کوئی شخص اسطرح نہ کریگا تو مجھے ڈر ہے کہ اوسکی نماز درست نہو اور اگر اپنے سہارے کہڑا ہونے سے عاجز ہو تو سہارے سے کہڑا ہو ورنہ اوسکی نماز کافی نہوگی اس سے
معلوم ہوا کہ جو لوگ ذرا سے عذر میں بیٹھکر نماز پڑہنے لگتے ہیں اور یقینا بقدر دو چار آیتوں کے کہڑا ہونے سے اونکو کچھ ضرر نہیں ہوتا اونکی نماز نہیں ہوتی اور
طرفہ یہ کہ گھر سے اپنے پاؤں چلکر آتے ہیں اور فرض نماز میں بیٹھکر نیت باندہتے ہیں پس اسکا یاد کرنا ضرور ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں وان تعذرا
لیس تعذرہما شرطا بل تعذر السجود کاف لا القیام اومأ بالھمز قاعدا وھو افضل من الایماء قائما لقربہ من الارض ویجعل
سجودہ اخفض من رکوعہ لزوما ولا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ فانہ یکرہ تحریما اور اگر رکوع اور سجدہ دونو نہوسکیں تو اشارہ کرے بیٹھکر اور
بیٹھکر اشارہ سے پڑہنا افضل ہے کہڑے ہوکر اشارہ کرنیسے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کو زمین سے یعنی مشابہت سجدہ کی اس صورت میں زیادہ ہے اور کرے
اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنی بدون اسکے سجدہ جائز نہوگا اور نہ اوٹھائے کوئی چیز اپنے چہرہ کیطرف تاکہ اوسپر سجدہ کرے کہ یہہ فعل مکروہ تحریمی
ہے شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونو کا متعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہوسکنا اشارہ کے لئے کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا اور اومأ ہمزہ سے ہے یعنی مہموز اللام
ہے شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہے ضمیر متصل وان تعذرا پر اور سجدہ کے لئے کوئی چیز اوٹھانا یا لئے رہنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہیں
اسلئے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیماری کی جہت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو منع نہیں فرمایا فان فعل بالبناء للمجہول
ذلک بالبناء للفاعل ... شیئا یسجد علیہ ... من رکوعہ صح علی انہ ایماء لا سجود الا ان یجد قوۃ الارض والا یخفض لا یصح لعدم الایماء
پس اگر کوئی چیز اوٹھائی گئی اور بیماری اپنا سر زیادہ پست کرتا ہو بہ نسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہہ اشارہ ہی متصور ہوگا نہ سجدہ مگر اوس صورت میں کہ وہ زمین کی
سختی تو سجدہ ہی ہوگا اور اگر سر کو پست نکرتا ہو تو صحیح نہوگا بسبب نہونے اشارہ کے شارح نے کہا فعل بصیغہ مجہول ہے ذکر کیا ہے اسکو عینی نے ہم حلبی
نے کہا کہ مجہول ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ ماتن کا قول ولا یرفع ظاہر اسکا مقتضی ہے کہ بصیغہ معروف ہو اور اشارہ ہی متصور ہوگا
اسلئے یہہ معنے کہ اگر کوئی رکوع وسجدہ ... ہوا اور بس کا قصد کرے گا تو جائز نہوگا اور سر کو پست نکرنے کی یہہ صورت کہ کوئی
چیز اوٹھا کر سجدہ کے لئے سر کو لگادے یا اتنا نہ جھکے یا جھکے مگر رکوع سے کم یا برابر تو سجدہ جائز نہوگا کذا فی الشامی

اوراسی قول کو ان ملکہ نے اختیار کیا ہے او مستلقیا علی ظهره ورجلاه نحو القبلة غیر انه ینصب رکبتیه لکراهة مد الرجل الی القبلة
ویرفع راسه یسیرا لیصیر وجهه الیها او علی جنبه الایمن او الایسر ووجهه الیها والاول افضل علی المعتمد
اور جو شخص بیٹھنا اگرچہ تکیہ لگا کر مسند ہو تو وہ چت لیٹ کر اشارہ کرے اور دونوں پاؤں قبلہ کیطرف کرے لیکن گھٹنوں کو کھڑا رکھے
بسبب مکروہ ہونے پاؤں پھیلانے کے قبلہ کیطرف اور اٹھا دے سر اپنا تھوڑا سا تاکہ ہو جاوے اسکا چہرہ قبلہ کیطرف یا لیٹے وہ
کروٹ پر داہنی یا بائیں کہ ہو منہ قبلہ کیطرف اور چت لیٹنا افضل ہے قول معتمد کے بموجب ہم کہتے ہیں یہ مسئلہ ستونکی مثال ہے جو کہ مشہور ہے کہ
کہ ایک یا دو دن بیٹھے رہنا بیٹھنا تک کر دینا لیٹ کر سر اٹھا رکھنا اسلئے تاکہ شاید بیٹھنے والے کے ہو جاوے ورنہ اشارہ رکوع اور سجدہ
لیٹے ہوئے بسبب ستون سے بدقت ہوتا ہے ہو جاتا مگر مریض سے اور قول معتمد کا مقابل یہ ہے کہ کروٹ پر لیٹنا درست نہیں مگر اسصورت میں کہ چت
لیٹنا ممکن نہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الایماء براسه وکثرت الفوائت بان زادت علی یوم ولیلة سقط القضاء عنه وان کان
کان یفهم فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوی کما فی الظهیریة لان مجرد العقل لا یکفی لتوجه الخطاب اور اگر اشارہ سر سے بھی نہ
ہو سکا اور فوائت بہت ہو جاتیں اسطرح کہ بڑھجاویں ایکدن اور رات پر تو ساقط ہو جاتی ہے اس مریض پر سے قضا اگرچہ سمجھ جاتی ہو قضا
ظاہر روایت میں اور قضا کے ساقط ہونے پر فتوی ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اسلئے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو
کافی نہیں ہم کہتے ہیں یہ مسئلہ چار طرح پر ہے اول یہ کہ مرض دن رات سے زیادہ رہا اور اسکو ہوش نرہا تو اسصورت میں بالاتفاق حالت مرض کی نماز
کی قضا نہیں دوسرے یہ کہ مرض بیہوشی کے ساتھ دن رات سے کم رہا یا یہ کہ دن رات رہا مگر عقل قائم رہی تو اسصورت میں نماز قضا پڑھے
تیسرے یہ کہ دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل بھی رہی چوتھے یہ کہ دن رات سے کم رہا اور عقل نرہی تو یہ دونوں صورتیں محل خلاف
ہیں ظاہر الروایت میں قضا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور ہدایہ میں اسکی تصحیح کی ہے مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس میں ترجیح عدم قضا کو دی
ہے اور قاضی خان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہے کذا فی الطحطاوی وافاد بسقوط الارکان سقوط الشرائط عند
العجز بالاولی ولا یعید فی ظاهر الروایة بحر اور بتلا دیا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کیوقت ساقط ہونا شرائط کا بطریق اولے
اور اعادہ نکرے ان نمازوں کا جو ارکان یا شرائط کے ساقط ہونے سے پڑھے ظاہر الروایت میں کذا فی البدائع ہم کہتے ہیں یعنی جیسے ارکان
عاجزی کے باعث ساقط ہو جاتے ہیں تو شرائط بطریق اولے ساقط ہو جاینگی مثلا استقبال قبلہ اور ستر عورت اور طہارت نجاست حقیقیہ
عاجزی کیوقت ساقط ہو جاتی ہیں ہاں وقت ساقط نہیں ہوتا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الایماء سے پیشتر بیان کرتا
کیونکہ ایماء کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہو جاتی ہے اور اس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو انہیں کی ذیل میں اس مسئلہ کا ہونا
بہتر تھا کذا فی الشامی ولو اشتبه علی مریض اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقه لا یلزمه الاداء ولو اداه بتلقین
غیره ینبغی ان یجزیه کذا فی القنیة اور اگر مریض کو یاد نرہتا ہو گنتی اور سجدوں کا شمار بسبب اونگھ کے کہ اس کو آجاتی
ہو تو اسپر ادا ہی لازم نہیں اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے سکھلانے سے تو چاہیئے کہ کافی ہو اسکو کذا فی القنیہ ہم
کہتے ہیں یہ اعتراض ہو کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہے اور وہ مفسد نماز ہے تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیم و تعلم نہیں بلکہ
یاد دہانی اور مدد کرنا ہے جیسے بہرا شخص بڑے مجمع میں امام کی آواز الله اکبر کی دوسرے لوگوں سے پہنچتا ہے کذا فی الشامی ولم یومئ
بعینه وقلبه وحاجبه خلافا لزفر رحمه الله اور اشارہ نکرے اپنی آنکھ اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر کے کہ انکے نزدیک
اگر سر سے اشارہ نکر سکے تو ابرو سے کرے اور اس سے عاجز ہو تو آنکھ سے کرے اور اس سے بھی عاجز ہو تو دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث
مرفوع ابن عمر کی ہے کہ اگر اشارہ سر سے نکر سکے تو اللہ تعالی اسکا عذر زیادہ تر قبول فرمانیکا مستحق ہے کذا فی البحر ولو عجز

المفترض في قوله لانه بنى تماما فيكره على المستمر اور اگر لاحق ہوا مقتدی یعنی گوہر ترمیں اوسکی نماز میں شریک ہوکر بیٹھکر نماز میں افضل
قادر ہو قول معتمد کے بموجب یعنی خواہ بیٹھکر رکوع اور سجدہ سے یا اشارہ سے نماز اولیت کر اسکو چاہیے کہ نماز از سرنو ادا کرے کیونکہ
المجرد امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ از سرنو پڑھے کذا فی الحلبی ولو صلی قاعدا بركوع وسجود ثم صح بنى ولو كان يصلي بالايماء
فصح لا الا اذا صح قبل ان يومئ بالركوع والسجود اور اگر نماز پڑہی بیٹھکر رکوع اور سجدہ سے پھر اچھا ہوگیا یعنی قادر ہوگیا کھڑا ہونے پر تو
باقی نماز کو اسی پر بنا کرے یعنی کھڑا ہوکر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑہتا ہو اور تندرست ہو جاوے یعنی رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جاوے تو بنا کرے
مگر اس صورت میں کہ رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہوگیا ہو بنا نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رکوع اور سجدہ والی نماز کی
بنا اشارہ والی پر جائز نہیں اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو كان يومئ مضطجعا ثم قدر على القعود وله يقدر على الركوع والسجود
فانه يستانف على المختار لان حالة القعود اقوى فلم يجز بناؤه على الضعيف جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہو پھر قادر ہو جاوے
بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو وہ نماز کو از سرنو پڑھے قول مختار کے بموجب کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہے بہ نسبت لیٹنے کے اسلئے
قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہ ہوئی وللمتطوع الاتكاء على شيء كعصا وجدار مع الاعياء اي التعب بلا كراهة وبدونه يكره في الاظهر
التعود بلا كراهة مطلقا هو الاصح ذكره الكمال المعبر له اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ تھکنے کے
بدون کراہیت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہے کہ ایک طرح کی بے ادبی ہے اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے بیٹھ جانا بدون
کراہت کے ہر حال میں یعنی عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ میں ہے کہ بدون عذر مکروہ ہے اور قول اصح یہ
ہے کہ مکروہ نہیں کیونکہ جب ابتدا اسکو بیٹھکر پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لئے بیٹھ جانیکا اختیار کیوں نہ ہوگا کذا فی الشامی وصح
الفرض في فلك جار قاعدا بلا عذر مع اساءته لغلبة العذر وامتناعه وقالا لا يصح الا بعذر وهو الاظهر برهان پڑہا نمازی نے فرضوں کو چلتی
کشتی میں بیٹھکر بدون عذر کے تو صحیح ہے بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنی دوران سر کہڑے ہونے سے اکثر ہوا کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور برا کیا کہ بیٹھکر
پڑہا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہ ہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہے کذا فی البرہان ہم شامی نے حاوی
قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے والمربوط في الشط كالشط في الاصح اور بندہی ہوئی کشتی کنارہ میں مثل کنارہ کے ہے
صحیح تر قول میں ہم یعنی اوسمیں فرض بیٹھکر جائز نہیں بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہے کہ کنارہ پر بندہی کشتی میں فرض
کھڑے ہوکر درست ہیں خواہ وہ زمین پر ٹھہری ہو یا نہیں اور ایضاح میں ہے کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ
اوسکا حکم زمین کا سا ہے اور اگر ٹھہری نہو گی تو اگر نمازی اوسپر سے کنارہ پر اوتر سکتا ہے تو فرض درست نہونگے نیچے اوترکر پڑھے کیونکہ اسوقت
میں اوسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہے اور اگر اترنا ممکن نہو تو کھڑے ہوکر پڑھنا درست ہے کذا فی الطحطاوی والمربوط بلجة البحر ان كان
الريح تحركها شديدا فكالسائرة والا فكالواقفة اور بندہی ہوئی موج دریا میں اگر ہوا اوسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ مثل جاری
کے ہے اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہے یعنی پہلی صورت میں نماز فرض بیٹھکر جائز ہے اور دوسری میں جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وكلما دارت اور لازم ہے قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کیوقت اور جبکہ کشتی گھوم جاوے ہم یعنی اسپر بالاتفاق
الاتفاق ہے کہ قبلہ رخ رہے گو کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز میں تاخیر کرے جبتک کہ خوف وقت نکل جانیکا نہو اور اگر خوف
ہو تو جو چاہے کرے قبلہ عاجز شخص کے حق میں وہی ہوتا ہے جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی ولو امّ قوما في فلكين [illegible]
اور اگر امام ہوا ایک قوم کا دو کشتیوں میں بندہی ہوئی میں تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں ہم بندہی ہوئی سے یہ غرض ہے کہ پاس پاس ہوں تا
کہ سو نہوں کیونکہ پاس ہونے میں دونوں کا حکم ایک مکان کا سا ہے کذا فی الشامی ومن جن او اغمي عليه ولو بفزع من سبع او آدمي يوما وليلة

علیه فمن زاد وقت صحته سقط عنه القضاء ولو افاق فی الصحة فات لا کا فیها وقت صلوٰة ... لا
یعنی جنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک شبانہ روز وہ پانچ نمازین تھا یعنی بیچ کے اگر
بیہوشی ہو وقت چھٹی نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر درمیان اوسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب قضا
پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے ھ مثلاً دن رات بیہوش رہتا ہے مگر صبح کو ہوش مین آتا ہے تو اول کی بیہوشی بیکار ہوگی اور قضا پڑھنی ہوگی اور
اگر وقت ہوش کا معین نہین یکایک ہوش ہو جاتا ہے تو اس ہوش کا اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی ... وجد دائرة القضاء
فان قال لانه بصنع العباد کالسکر م زائل ہوئی عقل نمازی کی ہوٹی یا شراب یا کسی دوا سے تو اوسکو قضا پڑھنا یعنی کیونکہ
نمازون کا لازم ہے اگرچہ مدت بیہوشی بہت ہو اسلئے کہ یہ بیہوشی خود بندہ کے کرنے سے ہی مثل سونے کے تو جیسا سونے سے قضا ساقط
ہوتی اسیطرح کچھ کھا کر بیہوش ہونے سے ساقط نہوگی ھ بنج بفتح موحدہ نام ایک بوٹی کا ہے جو نیند لاتی ہے سوا بھنگ کے کذا فی
الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ اجوائن خراسانی ہے ولو قطعت یداه ورجلاه من المرفق والکعب وبوجهه جراحة صلی بغیر طهارة
ولا یتیمم ولا یعید هو الاصح فقد مرّ فی التیمم وقیل لا یصلی ثم علیه وقیل یلزمه غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہون دونون ہاتھ
نمازی کے کہنی سے اور دونو پانو ٹخنے سے اور اوسکے چہرہ مین زخم ہے تو وہ نماز پڑھے بدون وضو اور تیمم کے اور اوسکا اعادہ نکرے یہی
صحیح ہے اور یہ مسئلہ گذر گیا تیمم مین اور بعضون نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہین اور بعضون نے کہا کہ اوسپر لازم ہے دہونا کٹی جگہ کا ھ یہ دونو
قول مقابل قول اصح کے ہین اور لزوم غسل تصور نہین ہے کہ اوسکو وضو کرانیوالا موجود ہو کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل کہ شارح
امکن الغریق الصلوٰة بالایماء بلا عمل کثیر لزمه الاداء والا لا قادر ہوا ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے بدون عمل کثیر کے تو اوسکو
ادا پڑھنا لازم ہے اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہین قضا لازم ہے ھ بدون عمل کثیر کے اسطرح کہ کوئی چیز سہارے کو
لگتی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذا فی البحر امره الطبیب بالاستلقاء لنزع الماء من عینه صلی بالایماء لان حرمة الاعضاء کحرمة
النفس حکم کیا نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا بسبب پانی نکالنے کے اوسکی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلئے
کہ حرمت اعضا کی مثل حرمت نفس کے ہے یعنی جیسے جان کا بچانا فرض ہے ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہے ھ نزع بفتح نون وسکون زاء معجمہ و
عین مہملہ بمعنی نکالنا اور بعض نسخون مین بزغ ہے بفتح موحدہ وسکون معجمہ و غین معجمہ بمعنی پچھنے لگانے کے کذا فی الطحطاوی مریض تحته ثیاب
نجسة وکلما بسط شیء تنجس من ساعته صلی علی حاله وکذا لو لم یتنجس الا انه یلحقه مشقة بتحریکه ایک بیمار ہے جسکے نیچے نجس کپڑے
ہین اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہے فوراً ناپاک ہو جاتی ہے تو وہ بیمار اوسی حال پر نماز پڑھے اور اسیطرح اگر ناپاک فوراً نہوتے ہون مگر انکے
دور کرنے سے بیمار کو حرکت دینے سے تکلیف ہوتی ہو تب بھی نماز اوسی ناپاک کپڑون مین پڑھے کیونکہ اوسکے حق مین پاک ہین واللہ اعلم

باب سجود التلاوة

باب سجود التلاوة یہ باب ہے سجدہ تلاوت کے احکام مین من اضافة الحکم الی سببه سجدہ کی اضافت
طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہے طرف اپنے سبب کے ھ طحطاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہے نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہ فعل
کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ یعنی فعل کے لیا جائے یجب بسبب تلاوة آیة ای اکثرها مع حرف السجدة من اربع
عشرة آیة اربع فی النصف الاول وعشر فی النصف الثانی واجب ہے ایک سجدہ بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتون سجدہ
سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہے لفظ سجدہ کے ساتھ اور چودہ سجدون سے چار قران مجید کے نصف اول مین ہین
اور دس نصف دوم مین ہین ھ پس اگر آیت سجدہ کو لکھے یا ہجی کرے تو سجدہ واجب نہوگا اسیطرح ساری آیت مین سے اگر کلمہ سجدہ کا پڑھے
یا اکثر آیت پڑھی مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دیا تو بھی سجدہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی شافعی نے کہا کہ وجوب عام ہے خواہ تلاوت آیت نماز مین ہو یا خارج

سجدہ نماز کا واجب ہے بیان قابل یاد رکھنے کے یہ ہے کہ سجدہ سورہ نمل مین رب العرش العظیم پر ہے اور سجدہ ص مین حسن مآب پر اور حم سجدہ مین لا یسئمون پر ہے
امام شافعی کے نزدیک تعبدون پر ہے مگر چونکہ وہ لئن ہین مجاہد اور ابن عباس سے لا یسئمون پر مروی ہے اسلئے احتیاطًا یہی ہین ہے کہ
لا یسئمون پر سجدہ کیا جاوے کیونکہ سجدہ مین اگر تاخیر ہو تو بیشک نماز بہی نہین اور ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور سجدہ
سورہ حج مین بہی ہرگز نہین ہے لیکن وہ پہلا سجدہ ہے سجدہ دکہایا ہے فیہا سجدتان وانما قلنا کذلک لانہ صلوتیة بالاقتران بالرکوع دون خلاف الشافعی
واحمد وفی ثلاث سجدات المفصل یعنی چودہ سجدہ نہین یعنی پہلا سجدہ سورہ حج کا ہے اور دوسرا سجدہ سورہ حج کا وہ تلاوت کا نہین
بلکہ نماز کا سجدہ ہے بسبب متصل ہونے اس سجدہ کے رکوع سے اور ایک سجدہ سورہ ص کا ہے بخلاف امام شافعی اور احمد کے کہ ان کے
نزدیک سجدہ ص مین سجدہ نہین اور حج مین دو سجدہ ہین غرضکہ شمار سجدہ کا اونکے نزدیک بہی چودہ ہے اور امام مالک نے فرمایا کہ مفصل
سجدہ تلاوت مین سجدہ نہین یعنی سورہ نجم اور اذا السماء انشقت اور اقرأ مین اونکے نزدیک سجدہ نہین تو اونکے نزدیک گیارہ ہوئے ۔ و ہم
اگر شافعی کے پیچہے حنفی نے نماز پڑہی اور اوسنے سورہ حج کے دوسری سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہے اور خارج نماز اگر سننیگا تو اوسپر
سجدہ نہین کذا فی الطحطاوی یجب بسبب تلاوة آیة منہا علی من تلا وان لم یسمعہا فالسبب التلاوة وان لم یوجد السماع کتلاوة الاصم والسماع شرط فی حق غیر
التالی ولو بالفارسیة اذا اخبر یعنی واجب ہے سجدہ تلاوت بشرط سننی آیت سجدہ کے یعنی سبب سجدہ کے تین ہین اوّل تلاوت اگرچہ سماع
نہ پایا جاوے جیسے پڑہنا بہرے آدمی کا دوم سننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہے پڑہنے والے کے سوا دوسرے شخص کے حق مین اگرچہ فارسی مین ہو جبکہ
خبر دیا جاوے اور اگر اوسکو خبر نہو کہ آیت سجدہ ہے تو معذور ہے تیسرا سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہے او بشرط الائتمام ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح
کو مناسب تہا کہ غیر التالی والموتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط نہین حالانکہ غیر تالی ہین وہ بہی داخل ہوا و بسبب الائتمام ای الاقتداء بمن
تلاہا فانہ سبب لوجوبہا ایضا وان لم یسمعہا ولم یحضرہا للمتابعة یا سجدہ تلاوت واجب ہے بشرط مقتدی ہونیکے اس شخص کے پیچہے جو
آیت سجدہ کو پڑہے کہ اقتدا کرنا بہی سبب ہے سجدہ کے واجب ہونیکا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ پڑہنے کے وقت
یعنی گو امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑہلی ہو تب بہی سجدہ واجب ہے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے ہم اقتدا سے واجب
ہونے مین یہ بہی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نکرے تو مقتدی پر واجب نہین اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیہ
شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ فانہ سبب کی جگہہ فانہ شرط کہتا تاکہ بشرط الاقتداء کے موافق ہوتا ولو تلاہا المؤتم لم یسجد
المصلی اصلا لا فی الصلوة ولا بعدہا اور اگر پڑہے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑہنے والا ہرگز نہ نماز مین نہ بعد نماز
کے ہم یعنی نہ خود پڑہنے والا سجدہ کرے اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اوسکے ساتہہ والے بخلاف الخارج لان الحجر ثبت
للمعینین فلا یعدوہم حتی لو دخل معہم وتقلطت بخلاف خارج کے کہ وہ سجدہ کرے اسلئے کہ روک یعنی قراءت کی ممانعت ثابت ہوئی ہے معین
شخصون کے لئے تو اونسے تجاوز نکریگی یہانتک کہ اگر خارج نماز مین داخل ہوگا اونکے ساتہہ تو اوسپر سے بہی سجدہ ساقط ہو جاویگا ہم خارج
سے مراد وہ شخص ہے کہ بالکل نماز نہ پڑہتا ہو یا وہ کہ وہ دوسری نماز پڑہتا ہو خواہ اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فی الحلبی شامی نے کہا کہ
مسئلہ کی جو شارح نے بیان کی اوسمین امام داخل نہین اسلئے کہ اوسکو ممانعت قراءت کی نہین تو تعلیل وہ خوب ہے جو شرح منیہ مین
ہے کہ مقتدی کے پڑہنے سے اگر امام سجدہ کرے تو متبوع تابع ہو جاویگا ولا یجب علی من تلاہا ولا یسجدہا فی رکوعہ او سجدہ او تشہد للحجر فیہا
عن القراءة وہمین وہ واجب ہے سجدہ اس شخص پر کہ پڑہے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ مین یا التحیات مین واسطے ممانعت کے ان
ارکان مین قراءت سے ہم اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہے اور نماز کے اندر اوسکو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ مین اور مقتدی
کے مسئلہ مین یہ بیان کیا ہے کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قراءت کی روک ہے اور امام کا تصرف اسپر جاری ہے اسلئے اوسکی تصرف کو

[illegible]

[illegible] سجدہ تلاوت [illegible]

[illegible] اور کلام سے جو سجدہ ہو جاتا ہے [illegible] اور سجدہ واجب ہو شامی نے کہا کہ [illegible]

[illegible] سجدہ [illegible]

[illegible] سجدہ میں تکبیر [illegible] مسنون [illegible] تشہد اور سلام [illegible]

[illegible] اللہ اکبر [illegible]

[illegible] اللہ اکبر کہنے [illegible] التحیات اور سلام [illegible]

[illegible] سبحان ربی الاعلی [illegible]

[illegible] سبحان ربی الاعلی [illegible]

[illegible] سجدہ تلاوت [illegible]

[illegible]

[illegible] سجدہ [illegible]

[illegible]

[illegible] سجدہ کے محل [illegible] [illegible]
[illegible] جنون [illegible]
ہو لہٰذا وہ سجدہ پڑھی ہو [illegible] اگر جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو [illegible] تو سجدہ [illegible] لازم نہیں بلکہ [illegible] شخص [illegible]
سجدہ آیت سجدہ کو سننے [illegible] جب اس بیان [illegible] بیان کیا ہے اور [illegible] لیکن [illegible] کیا ہے [illegible] اختلاف [illegible]
[illegible] نقل کیا ہو وجوب سجدہ کو مجنون سے [illegible] فتاوی صغری اور جوہرہ سے [illegible] کہتا ہوں [illegible] وجوب پر یقین کیا جو قہستانی نے
[illegible] نے کہا ہے کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے میں دو روایتیں ہیں اور دونوں کی تصحیح ہوئی
[illegible] کہا کہ اصح یہ ہے کہ سجدہ واجب نہیں کذا فی الشامی لا تجب بسماعه من الصدى والطير [illegible]
[illegible] السلام فی صلوۃ [illegible] بخلاف الخارج [illegible] نہیں واجب ہو سجدہ بسبب سننے سجدہ کی [illegible]
[illegible] کی آواز سے جو پہاڑوں اور جنگلوں وغیرہ میں پلٹ کر ویسی ہی سنائی دیتی ہے اور نہیں واجب ہے پرندے سے سننے کے سبب یعنی توتا
[illegible] وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سننے والے پر اصح قول میں سجدہ واجب نہیں اور واجب نہیں سننے سے ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور نہ [illegible]
کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ طحطاوی نے کہا کہ ایک کلمہ کے سننے سے عدم وجوب کا مسئلہ متن میں آگے مذکور ہے [illegible]
[illegible] ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو [illegible] اس مسئلہ کا [illegible] ذکر کرنا مناسب تھا اور نہیں واجب ہے بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا
مقتدی [illegible] نماز میں ہو یعنی وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی ہو اسکے ساتھ کا بخلاف خارج کے [illegible] مقتدی سے [illegible] واجب
[illegible] وتكفيه ان يسجد [illegible] بلا تعيين [illegible]
[illegible] الصلوة [illegible] فی حرمة الصلوة [illegible]
[illegible] سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے [illegible] مختار قول [illegible] یعنی امام محمد کے نزدیک تمام عمر [illegible] وقت ہے اور یہی قول
مختار ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک فوراً واجب ہے یعنی تاخیر سے گنہگار ہوگا بشرطیکہ سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہے
فوراً بسبب ہو جانے اس سجدہ کے جزو نماز کا اور گنہگار ہوگا سجدہ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور [illegible] قضا [illegible] جب تک کہ نماز کی حرمت باقی رہی اگر [illegible]
[illegible] کذا فی الفتح شارح نے کہا [illegible] تاخیر [illegible] سجدہ [illegible] قرآن پڑھنے والے [illegible]
سجدہ [illegible] تعیین [illegible] تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی [illegible] قضا ہو جائیں [illegible]
[illegible] سجدہ تلاوت [illegible] عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی [illegible] حائضہ [illegible] سجدہ ساقط [illegible]
[illegible] فی العنایة [illegible]
[illegible] نسبت یعنی مصنف کا [illegible] قول [illegible] غلط ہو کہا ہو [illegible]
[illegible] غلط [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اور اس شخص نے اُس شخص سے آیت سجدہ پڑھی جو امام ہو گیا پہر اقتدا کی اُس امام کے پیچھے جس نے اُس آیت کا سجدہ تلاوت کر کر
لیا اور شخص اور جگہ سنا تہا سجدہ نہ کیا تہا اگر اسکا اقتدا اسی سجدہ مگر پیچھے اُسی رکعت میں کیا تو سجدہ نہ کرے نہ اندر نماز کے نہ بعد نماز کے
کیا یہی حکم جاری کیا ہے کہ جس اصل کی حیثیت سے یعنی اقتدا کرنے سے وہ سجدہ نماز کا ہو گیا اور خارج نماز ادا نہیں ہو سکتا اور نماز کے
اندر کی اصل صورت نہیں ہو سکتی اور اگر اقتدا امام کے پیچھے کیا نہ اُس رکعت میں نہ دوسری میں تو سجدہ تلاوت کرے اور اسیطرح اگر اقتدا اگر کی
دوسری رکعت میں تو سجدہ کرے مگر بعد نماز کے تا انہم ہونے بموجب اُس قول کے کہ اختیار کیا ہے اوسکو بزدوی نے اور یہی ہے ظاہر جو
امام کا حاصل یہ ہے کہ جب آیت سجدہ والا امام سے سنی تو اگر اوسکا اقتدا نہ کرے خارج ہی میں تو سجدہ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کرے اور اسی رکعت میں
جسمین امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اگر سجدہ امام سے پیشتر اقتدا کیا تو اوسکے ساتھ سجدہ کر لے ورنہ اوس سے ساقط ہو گا اور اگر دوسری رکعت
میں اقتدا کرے تو بعد نماز کے فارغ ہونے کے سجدہ کرے کذا فی الشامی ملتقطا ولو تلاها فی الصلوة سجدها فیها لا خارجها لما مرّ اور اگر پہلے
آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدہ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز کے بسبب اُس وجہ کے کہ پیشتر بیان ہوئی یعنی نماز کے اندر کا سجدہ
تلاوت نماز کا جزو ہو جاتا ہے وفی البدائع واذا لم یسجد اثم فیلزمه التوبة اور بدائع میں ہے کہ اگر نماز کے اندر سجدہ تلاوت نہ کیا تو گنہگار
ہو گا پس لازم ہو گی اوسکو توبہ اس لئے کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہیں تو گناہ ثابت ہو گیا اور اُس سے خلاصی کی صورت بجز توبہ کے اور کچہ نہیں
لذا فی الشامی الا اذا فسدت الصلوة بغیر الحیض فلم تسقط عنه السجدة ذکره فی الخلاصة فیسجدها خارجها لانها لما
فسدت لم تبق الا مجرد التلاوة فلم تکن صلوتیة مگر جبکہ فاسد ہو جاوے نماز سوا حیض کے تو سجدہ تلاوت کرے خارج نماز کے اس لئے کہ جب نماز
فاسد ہو گئی تو صرف تلاوت ہی رہ گئی اسلئے سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نہ رہا اسلئے خارج نماز سجدہ کرنے کا حکم ہوا اور سوا حیض اسلئے کہا کہ اگر حیض
سے نماز فاسد ہو گی تو صورت میں سجدہ تلاوت ساقط ہو جائیگا ذکر کیا ہے اوسکو خلاصہ میں ولو تعدّ ما سجدها لم یعدها ذکره فی
القنیة ویخالفه ما فی الخانیة تلاها فی نفل فافسده قضاه دون السجدة الا ان یحمل علی ما اذا کان بعد سجودها اور اگر فاسد
ہوئی نماز بعد سجدہ کر لینے کے تو اعادہ سجدہ کا نہ کرے ذکر کیا ہے اوسکو قنیہ میں اور اوسکی مخالف ہے وہ جو خانیہ میں ہے کہ آیت سجدہ پڑھی نماز
نفل میں پہر نفل کو فاسد کر دیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنی اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد نماز کی صورت میں سجدہ خارج نماز
کرنے اور متن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کرے مگر یہ کہ محمول کیا جاوے مسئلہ خانیہ کا اس صورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت کے ہو لیکن
صورت میں ظاہر ہے کہ سجدہ کا اعادہ نہو گا چنانچہ شارح نے قنیہ سے نقل کیا ہے وتؤدی برکوع وسجود غیر رکوع الصلوة وسجودها
فی الصلوة وکذا فی خارجها ینوب عنها الرکوع فی ظاهر المروی بزازیة لها ای للتلاوة اور ادا ہو جاتا ہے سجدہ تلاوت مذکور کرنے
سے یا سجدہ مگر لے شرط اُسکی تلاوت کے سوا رکوع نماز کے اور اوسکے سجدہ کے نماز کے اندر اور اسیطرح خارج نماز میں قائم مقام سجدہ کا
ہو جاتا ہے رکوع ظاہر قول روایت کی رو سے کذا فی البزازیہ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور
اوسکے لئے رکوع کیا سوا نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا سوا نماز کے سجدہ کے تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائیگا اسیطرح خارج نماز میں رکوع
یا سجدہ کیا ادا ہو گا مگر رکوع میں یہ شرط ہے کہ فورا ہو بلا تاخیر اور اگر تاخیر کریگا تو پہر سجدہ تلاوت کے لئے سجدہ کرنا ضرور ہو گا
لا یجزیه کذا فی الشامی ولو تؤدی برکوع صلوة اذا کان الرکوع علی الفور من قراءة آیة او آیتین وکذا الثلاث علی الظاهر
کما فی البحر ان نواه ای کون الرکوع لسجود التلاوة علی الراجح اور ادا ہو جاتا ہے سجدہ تلاوت نماز کے رکوع سے جبکہ رکوع ہو دو آیت
کے پڑھنے کے بعد پیشتر یا دو آیت یا اسیطرح تین آیتیں سے ظاہر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق میں ہے اگر نیت کرے رکوع میں
نیت سجدہ کی مگر رکوع میں سجدہ کی سجدہ تلاوت کے لئے قول راجح پر ہے یعنی اگر آیت نماز میں پڑھی اور اوسکو بعد تین آیتوں کے رکوع ادا کیا

اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدہ تلاوت کے لیے ہے تو جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ سجدہ کرے
... کی بھی کرے ... صرف ... نماز کا رکوع ... کافی ہے ...
ادا ہوتا ہے سجدہ تلاوت نماز کا سجدہ ... اسی طرح ... سجدہ ... نیت کی ہو ... سجدہ تلاوت کا ...
سجدہ کے بعد فوراً سجدہ ... کی صورت محشیوں نے نہیں لکھی ... سجدہ کیا ...
تو ... تین آیتوں کی مقدار سے کم نہیں ... ہو سکتا ہو ...
فاستلم الامام ربعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی القنیۃ وینبغی ... علی الجہریۃ ... اگر نیت کی سجدہ تلاوت کی
امام نے اپنے رکوع میں اور نیت کی اور سکے مقتدی ہیں تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہوگی ... مقتدی ... امام
اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اوسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ سجدہ تلاوت ... قعدہ ... جاتا ہے
تو فرض نماز کا رہ جائیگا کذا فی القنیہ اور محمول کرنا چاہیے اس صورت کو نماز جہری پر اسلیے کہ نماز سری میں مقتدی کو ... امام
نے آیت سجدہ پڑھی ... ورکع وسجد لہا فوراً ناب بلا نیۃ ان اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہ سجدہ ... مقتدی کا
قائم مقام سجدہ تلاوت کے ہو جائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے ہم یعنی امام نے رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کی ...
... کی صورت کی ... مقتدی پر کچھ نہیں خواہ مقتدی نیت کریں یا نکریں کذا فی ... ولو سجد لہا فظن القوم انہ رکع ...
... وسجد لہا ... رکع وسجد سجدۃ ... سجدتین ... صلوتہم ...
سجدہ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیوں نے خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص کہ رکوع میں ... سجدہ تلاوت کرے
اور جس نے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اوسکو یہ سجدہ تلاوت کی ... اور جس نے رکوع کیا اور دو سجدے کیے تو اوسکی نماز فاسد ہوگی
... ایک رکعت ... تنہا ... ایک رکعت کی ... ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد ...
صلوتہ بل یسجد بعدہا لسماعہا من غیر محجور ... اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نکرے
اسلیے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہیں بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب سننے آیت سجدہ کے اس شخص سے جس پر روک نہیں ...
... مثلاً مقتدی ... تو اوسکے سننے سے بعد نماز کے سجدہ ... ولو سجد فیہا لم یجزہ لانہا ناقصۃ للنہی
فلا یتادی بہا الکامل واعادہ ای السجود لما مر لا الصلوۃ لان زیادۃ ما دون الرکعۃ ... سماعہا ... نماز پڑھنے والے
نے ... نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ اوسکو کافی نہوگا اسلیے کہ یہ سجدہ ... ناقص ہے بسبب ...
... کی حالت میں جس رکن کو ادا کرتا ہو اوسکو پورا کرنا ... اور ... اوسکو ...
... سجدہ ... جب ... مشغول ... ضمنا ... سجدہ ... نماز ...
... کے اندر ادا کریگا تو ناقص ہوگا بسبب ... کذا فی ... سجدہ کا اعادہ ...
... نماز ... مقتدی ... سننے کے ...
... ایک شخص نماز پڑھتا ... آیت سجدہ ... دوسرے ... سنے ...
... سجدہ ... مقتدی ... آیت سجدہ ...
... سجدہ ...
... المصلی ... قال ... صلوٰۃ ...

[illegible] نماز مین [illegible] سجدہ [illegible] نماز سے خارج [illegible] سجدہ [illegible]
[illegible] سجدہ کیا [illegible] تو نماز [illegible] سجدہ [illegible]
[illegible] تو یہی سجدہ [illegible] کافی ہوگا کذا فی التجنیس وغیرہ وان تلاھا فیہا [illegible]
[illegible] بعد ما سجد [illegible] ولو لم یسجد [illegible] لان الصلوٰۃ [illegible] فتستتبع غیرھا [illegible] ان اختلف المجلس
[illegible] آیت سجدہ کو نماز سے خارج پڑہکر سجدہ کرلیا پہر نماز مین داخل ہوا اور اوسی آیت کو نماز مین پڑہا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول
سجدہ نہ کیا ہو تو یہہ سجدہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ واوسکو کافی ہے اسلئے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی ہے تو اپنے غیر کو اپنا تابع کرلیگا اگرچہ
مجلس بدلجاتی ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح اس مسئلہ مین صاحب نہر الفائق کا تابع ہوا اور بحر الرائق مین مجلس کا ایک ہونا شرط کیا ہے [illegible]
[illegible] ہونیکے لئے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہہ مین پڑہی اور نماز مین پہر اوسی آیت کو دوہرایا تو اب نماز کے اندر سجدہ تلاوت کرنے سے پہلا
سجدہ ساقط نہوگا اوسکے لئے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیئے ولو لم یسجد فی الصلوٰۃ سقطتا فی الاصح واثم کا ترجمہ اور اگر سجدہ
نہ کیا نماز کے اندر تو دونون سجدے ساقط ہونگے صحیح قول مین اور گنہگار ہوگا چنانچہ گذرا اسی باب مین ہم اور ایک قول یہہ ہے کہ سجدہ خارج
ساقط نہوگا مگر اصح یہی ہے کہ دونون ساقط ہین اسلئے کہ خارجی سجدہ تابع ہے داخلی کا کذا فی الحلبی ولو کررھا فی مجلسین تکررت
وفی مجلس واحد لا تتکرر بل کفتہ واحدۃ وفعلہا بعد الاولی اولیٰ قنیہ وفی البحر التاخیر احوط اور اگر مکرر پڑہا آیت سجدہ کو دو مجلسون
مین تو سجدہ مکرر ہوجائیگا اور ایک مجلس مین مکرر نہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہے اور کرنا سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہے بسبب جلد بجالانے عبادت
کے کذا فی القنیہ اور بحر الرائق مین ہے کہ تاخیر مین زیادہ احتیاط ہے ہم قاعدہ یہہ ہے کہ وجوب سجدہ کا تین باتون سے ایکے باعث مکرر ہوجاتا
ہے اول اختلاف تلاوت کا دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض بدلنا آیتون کا ہے یعنی اگر ایک ہی مجلس مین
مختلف تین سجدہ کی پڑہیگا یا سنیگا تو تعداد آیات کی برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہے ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے
دوسری مین دو قدم سے زیادہ چلکر پہنچے اسمین یہہ شرط ہے کہ دونو مکانون کو ایک حکم نہو مثلا چھوٹی مسجد یا گہر کی مختلف جگہہ نہون کہ انکا
حکم ایک ہی مکان کا ہے پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد یا گہر کے کئی کونون مین پڑہیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف
مجلس کی حکمی ہے وہ یہہ ہے کہ دونو دفعہ کے پڑہنے کے درمیان مین عمل کثیر کیا ہو مثلا خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کہانا کہانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو
تو اس صورت مین بھی سجدہ مکرر ہوجائیگا اور اگر عمل قلیل کیا ہو مثلا آیت سجدہ پڑہکر ایک گہونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کہالیا یا ایک دو قدم چلا پہر اوسی
آیت کو پڑہا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور مستحب نہین دوسرا سجدہ کرنا اوس جگہہ جہان ایک کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان
مبناھا علی التداخل دفعا للحرج بشرط اتحاد الآیۃ والمجلس اور اصل یہہ ہے کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہے یعنی ایک سجدہ دوسرے کا
تابع ہوجاتا ہے واسطے دور کرنے حرج کے یعنی ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے مین سکہانیوالون اور سیکہنیوالون پر دقت ہوگی بنا تداخل
کی شرط یہی ہے کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنی ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس مین مکرر پڑہنے سے ایک سجدہ سبکے لئے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک
شخص نے مکرر پڑہا اور اوسکو اوسی مجلس مین دوسرے نے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا وھو تداخل فی السبب بان یجعل الکل
کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سببا والباقی تبعا لہا وھو الیق بالعبادۃ لان ترکہا مع وجود سببہا شنیع اور وہ یعنی تکرر سجدہ
کا تداخل ہے سبب مین اسطرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑہنا مثل ایک تلاوت کی پس ایکبار کی تلاوت سبب سجدہ کا ہوگی اور باقی
تلاوتین اوسکی تابع ہونگی اور سبب مین تداخل کہنا لائق تر ہے عبادت کی لئے اسلئے کہ عبادت کا وجود پائے جانے اوسکے سبب کے ترک
[illegible] عبادت کے [illegible] حکم مین [illegible] خرابی لازم آتی ہے کہ سبب عبادت [illegible] موجود

... حالانکہ عبادت کے کثرت طلب ... کی ... اسلئے ... ہو ...
... سے عدم تکرار کیفیت جو مصنف نے قول ... سے سمجہا ... لا بد من اتحاد المکان ... الی ...
السجدات ... بوحدۃ لانہا الیق بالعقوبۃ لا نہا زواجر ... بوحدۃ ... المقصود والکریم ...
العفو ... نہین تداخل ہو حکم مین ... کرکیا ہو ... تلاوت سبب ایک جدا سجدہ کا ہو سجدہ ہی ایک ہی ... نہین جائین ... ایک
ایک سجدہ پر اسلئے کہ حکم مین تداخل ہونا زیادہ لائق ہے سزا کے لئے کیونکہ سزا زجر کے لئے ہوتی ہے اور آدمی ایک سزا سے زجر پا جاتا ہے
حاصل ہو جاتا ہے اور کریم متعال عفو کریگا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے ہم یعنی سزاؤن کا معاملہ عبادت سے جدا ہے انکی بنا دفع اور زجر
پر ہے تو اونکے ترک ہی باوجود سبب کے کچھہ خرابی نہین اور دنیا مین زجر کا مقصود ایک سزا سے حاصل ہے اور آخرت مین کریم متعالی سے
توقع ہے کہ معاف کر دے اسلئے انمین تداخل حکم ہی مناسب معلوم ہوا مثلا ایک شخص نے شراب پی دو بار تو ہر چند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی
دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہو جائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحد فی تداخل السبب عما قبلہا وعما
بعدہا ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتی لو زنی فحد ثم زنی فی المجلس حد ثانیا اور مصنف نے بتا دیا فرق درمیان
سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدہ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنی پیشتر کے اور بعد کے سجدون کی یعنی اگر کسی
شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلا پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑہکر سجدہ تلاوت کر لیا پہر دو بار پڑھی تو ایک ہی سجدہ جو کیا ہے
سبکی طرف سے کافی ہو گیا کیونکہ جب اصل تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چارون اوسکی بعد کی اوسکی تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سبب
کے بعد ہی ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدہ تداخل حکم کی صورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون کے مثلا پہلی صورتمین اگر پانچ تلاوتونکو جدا
جدا سبب قرار دو اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینونکا ہو گیا اب جو دو بار پہر سجدے کی آیت کو
پڑہا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکی لئے دوسرا سجدہ چاہیئے جیسا سزاؤن مین ہوتا ہے کہ اگر زنا کیا پہر حد مارا گیا پہر اوسی مجلس مین زنا کیا تو
دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی وانسداء الثیاب
ذہابا وایابا وانتقالہ من غصن شجرۃ الی اخر وسبحۃ فی نہر او حوض یبدل المجلس ای الایۃ فتجب سجدۃ او سجدات اخر بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین وقیام ورد سلام وکذا دابۃ یصلی علیہا الا ان الصلوۃ
تجمع الاماکن ولو لم یصل اتکرر ... ادر تانا ... کپڑے کا جلتے اور آتے اور چلا جانا پڑھنے والیکا درخت کی ایک شاخ سے دوسری پر اور تیرنا
نہر مین یا حوض مین بدلتا ہے مجلس کو یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنی مثلا تانا تننے مین ایک ہی آیت جاتے مین پڑہی
اور وہی لوٹتی کیوقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑہی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والیکے حق مین یعنی مثلا سننے والے نے ایک ہی
آیت کو ایک شاخ پر سنا اور دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف کونون مسجد اور گہر اور کشتی چلنے والی
اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کہانا بیچ مین دو بار کی تلاوت کے اور کہڑا ہو جانا اور سلام کا جواب دینا کہ ان سے مجلس نہین بدلتی
اور اسیطرح سواری کے چلتی جانور پر اگر نماز پڑہتا ہے تو مجلس نہین بدلیگی کیونکہ نماز اون مجالس کو ایک کر دیتی ہے اسلئے کہ اختلاف مکان
کیصورت مین نماز فاسد ہو جاتی ہے تو ضرورۃ کہ سب مکان ایک کئے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑہتا ہو تو سجدہ مکرر ہوگا
کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کیطرف ہی تو ایسا ہوگا کہ گویا خود چلتا ہے اور پڑہتا ہے کذا فی الشامی کما لو کان یمشی ... ان
... ولو کرر ... تتکرر علی السامع ... لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہے سجدہ سننے والے پر اگر ... مجلس سننے
والیکی ... کر کے پڑہا ... سجدہ کی سواری پر نماز ... اور ... چلتا ہو تو سجدہ مکرر ہوگا ... ہے ...

... ذلك لعل ... الصحيح ... العبادة ...
... مجلس ہی یعنی تلاوت کرنیوالے کی مجلس بدلنا اور سننے والے کی مجلس کے بدلنے میں قول صحیح یہ ہے کہ تلاوت کنندہ
اور سننے والا ایک جگہہ بیٹھا ہے تو سننے والے پر بشرط اتحاد آیت کے سجدہ مکرر ہوگا اور یہی حکم ہے سجدہ کا جب ...
... بدلنے سے پہلی صورت میں اور مکرر نہونا اوسکی مجلس کے متحد رہنے سے دوسری صورت میں اسبات کا مغیر ہے کہ سننے کے سبب سے ...
... نہ کہ تلاوت سبب سجدہ کا ہوتی تو اسصورتین حکم سننے والے پر برعکس ہوتا اور وہی تلاوت کنندہ کیطرح ہو جاتا اور جب ایسا نہین
تو معلوم ہوا کہ سننا بھی سبب ہے نہ شرط جیسا کہ بعض فقہا نے کہا ہے کذا فی الطحطاوی واما الصلوة علی رسول الله صلی الله علیه وسلم
فکذلک عند المتقدمین وقال المتاخرون تتکرر اذ لا تداخل فی حقوق العباد اور درود پڑھنا آنحضرت صلی الله علیه وسلم پر ایسا ہی ہے
متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہے کہ مکرر ہوتا ہے اسلئے کہ بندون کے حقوق مین تداخل نہین ہے یعنی آنحضرت صلی الله علیه وسلم
کے اسم شریف پر درود کا حال مثل سجدہ تلاوت کے ہے کہ جیسے اتحاد مجلس کیصورت مین سجدہ مکرر نہین ہوتا ویسا ہی ایک مجلس مین مکرر نام
ایک کے مذکور ہونے سے درود مکرر نہین ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوتا ہے اور یہہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے کذا فی الشامی واما العطاس
فلا یجب تشمیته ان زاد علی الثلاث لا یشمته خلاصه اور چھینک کا حال سمجھ یہہ ہے کہ اگر تین بار سے زیادہ ہو تو اوسکا جواب ندے کذا فی
الخلاصه هم اصح کا مقابل یہہ ہے کہ صرف ایکبار یرحمک الله کہے اور ایک قول یہہ کہ دس بار کہے اور ایک یہہ ہے کہ جتنی بار چھینکے اوسیقدر
یرحمک الله کہے بشرطیکہ چھینکنے والا ہر دفعہ الحمد لله کہے کذا فی الشامی وكره ترك آية سجدة وقراءة باقي السورة لان فيه قطع نظم
القرآن وتغيير تاليفه واتباع النظم والتاليف مامور به بدائع ومفاده ان الكراهة تحريمية اور مکروہ ہے چھوڑ دینا آیت سجدہ کا اور پڑھنا
باقی سورت کا اسلئے کہ اسطرح پڑھنے مین عبارت قران مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اوسکی ترکیب کا بگاڑنا ہے اور اوسکی عبارت و ترکیب کے اتباع
کا حکم ہے کذا فی البدائع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہے ہم اتباع نظم کا ارشاد اس آیت مین مذکور ہے
(فاذا قرأناه فاتبع قرآنه) یعنے جب ہم اوسکو پڑھین تو پیروی کر اوسکی تالیف کی کذا فی البحر لا عكسه ولكن ندب ضم آية او آيتين
بها قبلها او بعدها لدفع وهم التفضيل اذ الكل من حيث انه كلام الله في رتبة وان كان لبعضها فضيلة باشتماله على
صفات الله تعالى نہین مکروہ ہے اوسکا عکس یعنے صرف آیت سجدہ کو پڑھنا اور باقی سورہ کو نہ پڑھنا لیکن مستحب ہے ملانا ایک آیت
یا دو آیتون کا اوسکے ساتھ خواہ پیشتر ملاوے یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے یعنی تاکہ یہہ وہم نہو کہ اس آیت کو فضیلت ہے
اور ون پر کیونکہ کل آیتین اس لحاظ سے کہ الله تعالی کا کلام ہے ایک رتبہ مین ہین اگرچہ بعض آیتون کو فضیلت ہے بسبب اونکے شامل
ہونیکے الله تعالی کی صفات پر واستحسن اخفاؤها من سامع غير متهيئ للسجود اور مناسب ہے نہ سنانا آیت سجدہ کا اس سننے والے
کو جو سجدہ کے لئے آمادہ نہو یعنی اگر سننے والا بے وضو ہو یا اوسپر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسا ہی اوسصورت
مین کہ سننے والیکا حال معلوم نہو کذا فی الطحطاوی واختلف التصحيح في وجوبها على متشاغل بعمل ولم يسمعها والراجح الوجوب
... له عن كلام الله تعالى بغير ... سماعها لانه بعرضية ان يسمع اور مختلف ہوئی ہے تصحیح سجدہ کے واجب ہونے مین اوس
شخص پر جو کسی کام مین مشغول ہو اور آیت کو نہ سنے اور راجح ہے سجدہ کا واجب ہونا اوسکو زجر کے لئے کلام خدا کو چھوڑ کر کام مین مشغول ہونیکی
باعث ترک اہتمام سننے والے کے ... کیا گیا کیونکہ وہ سننے کے موقع پر ہے ہم منح الغفار مین ہے کہ اس مسئلہ مین اصح عدم وجوب ہے اسلئے
سننا ... شرط ہے وجوب کے ایک قول پر اور سبب ہے دوسرے پر وہ پایا نہین گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آية سجدة من ...
... لا يجب ... لانه لم يسمعها ممن ... شرط ... اگر سنا آیت سجدہ ...

ایسی صورت میں ہر ایک سجدہ سہو ہر ایک شخص پر ایک آیت سجدہ کا سننا تو سننے والے پر سجدہ تکرار ہوگا اور اسکو ایک پڑھنے والے سے سنا [illegible]
خانیہ ہو صاحب قاتیہ نے بتایا کہ ایک ہی جگہ پڑھتے ہیں ایک ہو یا کئی طرح مختلفہ کل سجدہ جیسا ایک سجدہ بات ہی پر حکم اور اگر مختلف مجلس [illegible]
لکان یلزم ترک سجدة مکانه فی مجلس سجدة لکل منه کفاه اللہ تعالی ما اھمه وظاهره انه یقراءها کلا ثم یسجد لکل [illegible]
سجدة آیتہ قریبا یعنی ایک دیکھا فی میں یہ کہتے ہیں کہ جو شخص سب سجدہ کی آیتوں کو ایک مجلس میں پڑھے اور ہر ایک کی تلاوت میں سجدہ کرے تو اللہ
تعالی اوسکو اوسکی حادثہ سے بچا دیگا اور ظاہر اس قول کا یہ ہے کہ چودہ آیتوں کو پہلے پڑھ لے پھر سجدہ کرے اور ہو سکتا ہے کہ سجدہ کرے ہر آیت کو اسکی
تلاوت کے بعد پڑھنے کے اور یہ چودہ آیتوں کا پڑھنا مکروہ نہیں ہم پہلے گذر چکا ہے کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملا لے
ایسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اوسے نہو مکروہ تنزیہی ہو اسلئے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہیں اور انکا ملا کر پڑھنا ایسا ہوگا
جیسا چند سورتیں ملا کر پڑھ لے مختلف جگہوں سے کذا فی الطحطاوی وسجدة الشکر مستحبة به یفتی لکنها تکره بعد الصلوة لان الجهلة یعتقدونها
سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب ہے اسی پر فتوی ہے مگر وہ مکروہ ہے نماز کے بعد اسلئے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا
واجب اعتقاد کرنے لگتے ہیں اور جو مباح کہ نوبت پہنچا دے اوسکو سنت یا واجب اعتقاد کرنیکی وہ مکروہ ہے ہم سجدہ شکر کیصورت یہ ہے کہ آدمی کسی
نعمت کے بعد اوسکے شکر کے لئے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتوی صاحبین کے قول پر ہے
اور بعضوں نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہیں اور شرح منیہ میں ذکر کیا کہ معتمد یہ ہے کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے میں ہے نہ جائز ہونے
میں کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنها کی متعلق سجدہ کیطرف ہے نہ سجدہ شکر کیطرف یعنی یہ مسئلہ جداگانہ ہے کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہے
کیونکہ جاہل اوسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہیں غرضکہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ ثواب ہے نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلئے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اوسکو
سنت یا واجب اعتقاد کر لیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدہ شکر کو بعد تمام ہونے سجدہ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا دیکرہ
للامام ان یقرأها فی مخافتة وفی جمعة وعید الا ان یکون بحیث تؤدی برکوع الصلوة او سجودها اور مکروہ ہے امام کو کہ آیت سجدہ کو
آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسی مجمع میں آیت سجدہ کی پڑھے مگر اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہیں ہم امام کو
خفیہ پڑھنا اسلئے مکروہ ہے کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نکریگا تو واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیوں کو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع
عظیم میں نہ پڑھنے کا سبب ہے اور اگر سجدہ آخر سورت میں ہو یا آیت سجدہ کے بعد بقدر تین آیتوں کے نہ پڑھے فوراً رکوع کر دے تو اسصورت میں مجمع میں
پڑھنے کا مضائقہ نہیں مگر امام کو چاہیئے کہ رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کی نکرے ورنہ مقتدیوں کو بھی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نکریگا اوسکو سلام کے
بعد سجدہ کرکے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی الحلبی ولو تلا علی المنبر سجد وسجد السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو
سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کریں ہم خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو اوسی جگہ کر لے ورنہ منبر سے اتر کر سجدہ کرے اور سننے والوں کی قید اسلئے لگائی
کہ جسنے سنا ہو وہ سجدہ نکرے حالانکہ نماز میں مقتدی کے لئے سننا شرط نہیں کذا فی الخانیہ +

باب صلوة المسافر

یہ باب ہے نماز مسافر کے حکم میں من اضافة الشیء الی شرطه او محله اضافت صلوة کی مسافر کیطرف از
قبیل اضافت چیز کے ہے طرف اوسکی شرط کی یا اوسکی محل کی ہم یعنی مسافر یا شرط ہے نماز مخصوص یعنی قصر کی نماز کی یا اوسکا محل ہے اور سجدہ [illegible]
کہ شرط نماز کی سفر ہے نہ مسافر کذا فی الطحطاوی ولا یخفی ان التلاوة عارض هو عبادة والسفر عارض مباح فلا بعاد من [illegible]
امر مخفی نہیں کہ تلاوت ایک پیش آنیوالی چیز ہے جو عبادت ہے کسی مانع کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہے مگر کسی مانع کے سبب سے
اسلئے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنی اس باب میں اور سجدہ تلاوت میں مناسبت تو یہ ہے کہ دونوں عارضی ہیں اور وجہ تقدیم سجدہ تلاوت
کی یہ ہے کہ تلاوت میں اصل یہ ہی کہ عبادت ہو مگر کسی وجہ سے مثلاً لہو و لعب اور شہرت کی غرض سے پڑھنا یا حالت جنابت میں پڑھنا کہ عبادت نہیں بلکہ معصیت

اور سفر اصل مین مباح ہی مگر کسیوجہ سے عبادت بھی ہو سکتا ہی جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہی جیسے رہزنی کے لئے سفر کرنا تو جو چیز اصل مین عبادت
ہو وہ مقدم ہی اسپر جو اصل مین مباح ہو اور الا بعارض سے استثنا ہی عبادت اور مباح دونو سے کذا فی الشامی وسُمّی بہ لانہ یُسفِر عن اخلاق
الرجال اور سفر اسلئے نام رکہا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہی مردون کے اخلاق کو ہم یعنی سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہین اور چونکہ سفر اصطلاحی مین آدمی
کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہین اسلئے سفر کہا گیا یا یہہ کہ روی زمین کا حال اُس سبب ظاہر ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر سافر کے معنی مین ہے
مشارکت کے لئے مستعمل نہین اور ہو سکتا ہی کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہی اور ایک رفیق کو دوسرے کی عادتین ظاہر
ہوتی ہین کذا فی الشامی من خرج من عمارۃ موضع اقامتہ من جانب خروجہ وان لم یجاوز من الجانب الآخر جو شخص نکلے اپنی اقامت
کی جگہہ کے گہرون سے یعنی اپنے نکلنے کیطرف سے آبادی کے باہر ہو جاوی اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نکیا ہو اسطرح کہ کوئی محلہ مثلا سیدہ
مین پڑتا ہو ہم خبر تن کی آگے آتی ہی یعنی وہ پڑہے چار رکعتون والی فرض کو شامی نے کہا کہ عمارت سے غرض گہر ہین تاکہ خیمہ مین رہنے والے
بھی شامل رہین اور آبادی سے باہر ہونے مین اطلاق کا اعتبار ہے جدہر سے مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر مین ملا ہوا تہا اب جدا
ہو گیا تو جب تک اُس سے باہر نہو جاوی قصر نکرے اور باتم داخل آبادی نہین اگرچہ اونمین بعض اوقات لوگ آکر رہتی ہون یا رکہوالونکی جہونپڑیا
ہون وفی الخانیۃ ان کان بین الفناء والمصر اقل من غلوۃ ولیس بینہما مزرعۃ یشترط مجاوزتہ والا فلا اور خانیہ مین ہی کہ اگر فنا اور
شہر کے درمیان دوسو گز سے کم فاصلہ ہو اور دونونکے درمیان کہیت نہو تو اُس سے باہر نکلنا قصر کے لئے شرط ہی ورنہ شرط نہین ہم فنا شہر
اُس میدان کو کہتے ہین جو شہر کے نفع کے لئے ہو مثلا گہوڑون کے پہیرنے اور مُردون کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لئے تو اس
کا حکم یہ ہی اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ مین کہیت نہو تو قصر کے لئے شرط ہی کہ اُس سے بھی تجاوز کر جائے ورنہ اوس سے تجاوز کرنا شرط نہین
غلوہ بفتح معجمہ ۳۰۰ ہاتھہ سے ۴۰۰ ہاتھہ تک کے فاصلہ کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی قاصدا ولو کافرا ومن طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر
مسیرۃ ثلثۃ ایام ولیالیہا من اقصر ایام السنۃ ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال اپنی اقامت کی جگہہ سے نکلے قصد
کرنیوالا سفر کا اگرچہ حالت کفر مین قصد کیا پہر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑہے اور جو شخص دنیا کے گرد پہرے بدون قصد سفر کے وہ قصر
نکرے یعنی اگر مثلا دو منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہونچا تو پہر آگے کی نیت کی اسیطرح تمام دنیا مین پہرا تو قصر نکرے قصد کرے سفر
تین دن کا مع انکی راتون کے برس کے سب سے چہوٹے دنونمین سے اور نہین شرط ہی سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہی زوال تک ہم شامی نے
کہا کہ لیالیہا کا حذف کرنا مناسب ہی کیونکہ چلنا دن کا مع رات کے معتبر نہین ہان اگر واو کی جگہہ او کہتا تو بہتر ہوتا یعنی نیت سفر تین دن کی ہو
یا تین راتون کی دونو صورتونمین قصر کریگا اور سال کے سب سے چہوٹے دنون سے مراد اُن ملکون کے دن ہین جو معتدل ہون یعنی جن مین دن بہت
چہوٹے نہو جاتے ہون جیسے بلغار مین کہ دن چہوٹے سے چہوٹا ایک گہنٹہ کا ہو جاتا ہی تو مصر مین سب سے چہوٹے دنونمین صبح صادق سے زوال تک
پونے سات گہنٹے ہوتے ہین تو تین دن کا سفر سوا بیس گہنٹہ کا ہوا انتہی اور بریلی اور سہارنپور مین صبح صادق سے زوال تک ساڑہے چہ گہنٹہ
سے کچہہ زائد چہوٹے دنونمین ہوتے ہین اور ہر ایک شہر مین جیسا عرض بلد ہوگا اوسیکے موافق یہہ مقدار کم وبیش ہوگی اور زوال تک سفر کی
قید اسلئے لگائی کہ مسافر کو کہانا اور آرام اور نماز بھی ضرور ہی تو اگر پوری روز کے چلنے مین یہہ باتین کریگا تو نصف روز بلاشبہہ صرف ہوگا
اسلئے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی بتصرف ولا اعتبار بالفراسخ علی المذہب اور اعتبار نہین فرسخون کا مذہب کے
بموجب ہم فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگون نے مدت سفر کو
۲۱ یا ۱۸ یا ۱۵ فرسنگ کہا ہی اوسکا اعتبار نہین اسلئے کہ ظاہر الروایت مین اعتبار تین دن کی مسافت کا ہی اور ہدایہ مین اسیکو صحیح کہا ہے
بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادۃ تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھہ آرامون معتاد کے ہم یعنی درمیان راہ مین

معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ پا اور اونٹ کی چال ہے نہ چکڑ ہو اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے کی چال بہت سست ہے اور گھوڑے کی تیز غرضکہ عادت اور معمول کے موافق تین ہلکی منزلین مدت سفر کی ہین کذا فی الشامی بدائع مین کہا کہ منزلون کا حال لوگونکو معلوم ہوتا ہے شبہہ کی صورت مین اونہین کیطرف رجوع کرنا چاہیئے حتی لو سار الی موضع فی یومین قصر یہانتک کہ اگر جلد چلا اور دو روز مین پہونچ گیا تو نماز قصر کرے یعنی تین دنکی راہ کو دو روز مین قطع کیا تو قصر کرنا چاہیئے ولو لموضع طریقان احدہما مدۃ السفر والآخر اقل قصر فی الاول دون الثانی اور اگر کسی جگہہ کے دو راستے ہون ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول مین نہ دوسرے مین صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبا لقول ابن عباس ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلوۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین و لذا عدل المصنف عن قولہم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا حقیقۃ عندنا بل ہما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی حقہ بل اساءۃ جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین روز کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتون والے فرضونکو دو رکعتین پڑہے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباسؓ کے کہ اللہ تعالی نے فرض کی تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی مقیم کی نماز چار رکعتین اور مسافر کی دو رکعتین اور اسیلئے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے یعنی یہہ نکہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہہ کہا کہ دو رکعتین پڑہے اسلئے کہ دو رکعتین واقع مین قصر نہین ہین بلکہ دونو رکعتین مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑہنی مسافر کے حق مین اجازت شرعی نہین بلکہ برائی اور مخالفت ہے رخصت کے معنی یہہ ہین کہ حکم اصلی کسیوجہ سے بدلکر متوجہ تخفیف اور آسانی کی پیدا کرے تو یہہ بات مسافر کی نماز مین نہین کیونکہ اصل مین اوسکے لئے دو ہی رکعتین فرض ہوتی ہین نہ یہہ کہ چار کی دو رہ گئی ہون بلکہ اول دو ہی رکعتین سبکے لئے فرض ہوئی تہی پہر مقیم کے حق مین چار ہوئین جیسا کہ صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی شرح البخاری ان الصلوات فرضت لیلۃ الاسراء رکعتین رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب فلما ہاجر علیہ الصلوۃ والسلام واطمأن بالمدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ خفف فیہا فی السفر عند نزول قولہ تعالی فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ وکان قصرہا فی السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ وبہذا تجتمع الادلۃ انتہی کلامہم فلیحفظ مین کہتا ہون اور بخاری کی شرحون مین ہے کہ نمازین شب معراج مین دو دو رکعتین سفر اور اقامت کے لئے فرض ہوئین سواء مغرب کے پہر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ مین مطمئن ہوے رکعتین زائد کی گئین بجز فجر کی نماز کے کہ وہ دو ہی رہین بسبب بڑی ہونے قرارت کے نماز فجر مین اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بہی تین ہی رکعتین رہی اسلئے کہ وہ وتر ہین دن کی یعنی دن سے قریب اور اوسکے متصل ہین اسلئے دن کا وتر کہا پہر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہوگئے تو سفر مین اونمین تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہین ہے تمپر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری مین ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہین دلیلین تمام ہوا کلام بخاری کے شارحون کا تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم یعنی ہماری دلیل جو قول ابن عباسؓ کا ہے کہ مسافر کے لئے دو رکعتین ہین یہہ بلحاظ اوس صورت کے ہے جسپر آخر کو نماز آٹہہری اور امام شافعی جو مسافر کو پورا پڑہنا جائز بتاتے ہین وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتون مین زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر مبنی ہے اسلئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونو مین ہوگئی پہر سفر مین تخفیف ہوگئی حالانکہ یہہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے اور نیز اوس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہؓ سے صحیحین مین مروی ہے کہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہین ہوئی اور آیت ان تقصروا سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کیوقت قصر کیطرح ادا کرنا ہے چنانچہ شرح منیہ مین مفصل مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سب سے پہلے قصر نماز عصر مین ہوا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ انمار مین بمقام عسفان پر قصر کیا تہا کذا فی الطحطاوی ولو کان عاصیا بسفرہ لان القبح المجاور لا یعدم المشروعیۃ مسافر چار رکعتون والے فرض کو دو پڑہے اگرچہ

اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلاً سفر اسلئے کرتا ہو کہ رہزنی کرے تب بھی قصر کرے اسلئے کہ برائی ساتھہ ہو جانیوالی نہین معدوم کرتی حکم
مشروع ہونے کو ہم مجاور برائی سے یہہ غرض کہ جدا ہو سکنے کے قابل ہو مثلاً سفر معصیت مین برائی مجاور ہے اسلئے کہ معصیت بدون سفر کے
بھی ممکن ہے تو اس قسم کی برائی قصر کے مشروع ہونے کو مسافر کے لئے منع نہین کرتی کذا فی الطحطاوی حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ
السفر والا فیتم بمجرد نیۃ العود لعدم استحکام السفر مسافر نماز مین قصر کرتا رہے جبتک کہ داخل ہو اپنی اقامت کی جگہہ مین بشرطیکہ مدت سفر کی
چل چکا ہو اور اگر مدت سفر نگیا ہو تو بمجرد نیت گھر کو پھرنیکے پوری نماز پڑھے بسبب مستحکم ہونے سفر کے ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص بارادہ
سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جاکر پھرنے کی نیت کی تو اسصورت مین اسیوقت سے پوری نماز پڑھے اور اگر تین منزل جاکر پھرے تو اپنے
شہر مین آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ جیسے ابتدا قصر کے لئے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی بقاء قصر کے لئے مدت سفر کا پورا ہو جانا شرط
ہے او ینوی ولو فی الصلوۃ اذا لم یخرج وقتہا ولم یک لاحقا اقامۃ نصف شہر حقیقۃ او حکما لما فی البزازیۃ وغیرہا لو دخل
الحاج الشام وعلم انہ لا یخرج الا مع القافلۃ فی نصف شوال اتم لانہ کناوی الاقامۃ بموضع واحد صالح لہا من مصر او قریۃ او
صحراء دارنا وھو من اھل الاخبیۃ یا قصر کئے جاوے مسافر جب تک کہ نیت اقامت کی کرے پندرہ دن ایک جگہہ مین جو لائق اقامت کے ہو
یعنی شہر یا گاؤن مین یا دارالاسلام کے صحرا مین حالانکہ مسافر خیمہ والون مین سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندون مین سے نہوا اور نیت اقامت کی
صحرا مین کرلے تو اوسکی نیت معتبر نہوگی شارح نے کہا کہ اگرچہ نیت اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر
لاحق نہو یعنی اسصورت مین فرض دو کی جگہہ چار پڑھنے ہونگے اور اگر نماز پڑھنے مین وقت نکل گیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی
چار رکعتین پڑھنی نہ پڑینگی اسی طرح مسافر نے اگر مسافر کے پیچھے اقتدا کیا اور لاحق ہو گیا تو اسوقت نیت اقامت معتبر نہوگی پھر
نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت مین ہو یا حکما دونو معتبر ہین حکما کی مثال بزازیہ وغیرہا مین ہے کہ اگر حاجی شام مین داخل ہوا اور جانا کہ بدون
قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرہوین شوال کو چلیگا روانہ نہوگا تو وہ پوری نماز پڑھے اسلئے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنیوالے کے ہے یعنے گو
حقیقت مین نیت اقامت کی نہین کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھہ کیا اسلئے ضمنا اور حکما اقامت کی نیت ہو گئی کذا فی الشامی
فیصلی رکعتین ان نوی الاقامۃ فی اقل منہ ای من نصف شہر او نوی فیہ لکن فی غیر صالح کبحر او جزیرۃ او نوی فیہ لکن
بموضعین مستقلین کمکۃ ومنی پس نماز پڑھے دو رکعتین یعنی قصر کے ساتھہ اگر نیت اقامت کی کرے کمتر پندرہ دن سے یا پندرہ دنکی اقامت
کی نیت کرے مگر ایسی جگہہ مین جو قابل اقامت نہو جیسے دریا مین یا جزیرہ مین یعنی جس جزیرہ مین آبادی نہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت
جگہہ مین لیکن دو مستقل جگہہ مین پندرہ دن رہنے کی نیت کرے جیسے مکہ اور منی مین مثلاً یعنی خواہ دونو شہر ہون یا گاؤن یا ایک شہر ہو ایک گاؤن
غرضکہ ان سب صورتون مین مقیم نہوگا فلو دخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منی وعرفۃ فصار کنیۃ الاقامۃ
فی غیر موضعہا پھر اگر داخل ہوا حاجی مکہ مین دسون دنون ذی الحجہ کے تو ان تاریخون مین نیت اقامت درست نہوگی اسلئے کہ وہ منی اور عرفات
کو جائیگا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت موضع اقامت کے سوا مین کرنا یعنی جب عزم نکلنے کا منی اور عرفات مین ہے تو نیت اقامت بیمحل ہوگی
وبعد عودہ من منی تصح کما لو نوی مبیتہ باحدہما او کان احدہما تبعا للآخر بحیث تجب الجمعۃ علی ساکنہ للاتحاد حکما اور بعد رجوع
کرنیکے منی سے نیت اقامت کی درست ہے جیسے درست ہے نیت اگر نیت کی رات کے رہنے کی دونو جگہہ مین سے ایک مین یعنی مثلاً یہہ نیت کی کہ
دن کو مکہ مین رہونگا اور رات کو منی مین تو درست ہے اسلئے کہ اقامت مین رات کے رہنے کا اعتبار ہے تو جب منی مین داخل ہوگا مقیم ہو جائیگا
یا دونو جگہہ مین سے ایک تابع ہو دوسری کے اسطرح کہ واجب ہو جمعہ اوسکے رہنے والے پر بسبب اتحاد حکمی کے یعنی اگر ایک گاؤن شہر کے اسقدر پاس
ہو کہ اوسمین اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونون مین اقامت کی نیت کرنی کہ مثلاً یون نیت کرنی کہ شہر مین دس روز رہونگا اور گاؤن مین پانچ روز رہونگا

درست ہی اسلئے کہ دو نو حکم کی راہ سے ایک ہین اور لم یکن مستقلاً برأیہ کعبد و امرأۃ یا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی رای مین مستقل نہو
جیسے غلام اور عورت یعنی اگر کوئی شخص دوسری کا تابع ہو تو نیت اقامت مین آقا کا اعتبار ہی نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور
آقا یا شوہر نے نہ کی یا انکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر سے نماز پڑھے کذا فی الشامی او دخل بلدۃ و لم ینو مدۃ الاقامۃ
بل ترقب السفر غدًا او بعدہ ولو بقی علی ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلۃ نصف شہر کما مر یا وہ شخص قصر کئے جائے جو کسی شہر
مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لئے اور مدت اقامت کی نیت نکری ہو بلکہ متوقع سفر کا ہو کل یا پرسون اگرچہ اس توقع پر برسون رہے تب بھی
قصر کرتا رہے مگر یہ کہ جانے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز چنانچہ بزازیہ کے مسئلہ مین گذرا ہم یعنی اگر نیت مین تردد رہا اور ہر روز یہی جانا
کہ کل جاؤنگا تو ایسی نیت سے اقامت نہوگی جبتک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نکرے و کذا یصلی رکعتین عسکر دخل ارض حرب
او حاصر حصنا فیہا بخلاف من دخلہا بامان فانہ یتم او حاصر اہل البغی فی دارنا فی غیر مصر مع نیۃ الاقامۃ مدتہا للتردد بین القرار والفرار
اور ایسا ہی دو رکعتین پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب مین یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دار الحرب مین بخلاف اس شخص کے کہ دار الحرب مین امن لیکر
داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ امن کے باعث کوئی اوسکا مزاحم نہو گا کہ اوسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کرے جو محاصرہ کرے باغیون کا دار الاسلام
مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ہم باغی اونکو کہتے ہین جو امام کی اطاعت
نکرین کذا فی النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہی اگر شہر مین محاصرہ کیلئے فروکش ہون تب بھی نیت اقامت درست نہوگی چنانچہ معراج مین
مصرح ہے اور علت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسکی مقتضی ہے انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب و ترکمان نووہا فی المفازۃ فانہا
تصح فی الاصح وبہ یفتی اذا کان عندہم من الماء والکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامۃ اصل بخلاف خیمون کے باشندون کے مثل بدوون
اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ انکی نیت درست ہی صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہی بشرطیکہ اونکے پاس پانی اور چارہ اتنا
ہو کہ مدت اقامت کے لئے کافی ہو اسلئے نیت درست ہے کہ اقامت اصل ہے یعنی ایک چراگاہ سے دوسری مین جانے کے سبب سے اقامت جاتی
نرہیگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہ ہے کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی الطحطاوی والا اذا قصدوا موضعا بینہما مدۃ
السفر فیقصرون ان نووا سفرا والا لا مگر جب خیمون والے جائین ایسی جگہہ کو کہ دونو جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت مین قصر
کرین بشرطیکہ سفر کی نیت کرین اور اگر نیت سفر نکرین تو قصر بھی نکرین ولو نووہا غیرہم لم تصح فی الاصح اور اگر نیت اقامت کرے
غیر خیمہ والون کا اونکے ساتھ تو درست نہوگی صحیح تر قول مین والحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ والمدۃ واستقلال الرای وترک السیر
واتحاد الموضع وصلاحیتہ قہستانی درحاصل یہ ہی کہ شرطین پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لئے چھ ہین اول نیت اقامت کی دوم مدت
اقامت پندرہ روز کی سوم رای کا مستقل ہونا یعنی کسیکا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنی اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گانو کو دیکھ کر
اقامت کی نیت کرے تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح ہوگی پنجم اقامت کی جگہہ کا ایک ہونا ششم جگہہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو
اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولی تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامدًا لتاخیر السلام وترک واجب القصر و واجب تکبیرۃ افتتاح النفل
وخلط النفل بالفرض وہذا لا یحل کما حررہ القہستانی بعد ان فسر اساء باثم واستحق النار وما زاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار
رکعتین پڑھین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہو تب تو اوسکی فرض پوری ہو جائیگی مگر اوسنے برا کیا کہ دو کی جگہہ چار پڑھی اور دو رکعتین
زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اس صورت مین بھی دو فرض اور دو نفلین ہونگی شارح نے کہا کہ برائی اوس صورت مین ہے کہ
دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے مین اتنی خرابیان ہوئین اول سلام مین دیر کرنا دوم قصر واجب کو ترک کرنا سوم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب
کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض مین ملا دینا حالانکہ یہہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اوسکو شرح بیان کیا ہے اور پہلے یون ذکر کیا ہے

کہ منفی اتنا ہے کے یہہ ہین کہ وہ شخص گناہگار اور مستحق آگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے
وان لم یقعد بطل فرضہ وصار الکل نفلا لترک القعدۃ المفروضۃ الا اذا نوی الاقامۃ قبل ان یقید الثالثۃ بسجدۃ لکنہ یعید القیام والرکوع لوقوعہ نفلا فلا ینوب عن الفرض ولو نوی فی السجدۃ صار نفلا اور اگر قعدہ اولے مین مسافر نہ بیٹھا تو اوسکے فرض باطل ہو لئے اور کل رکعتین نفل ہوگئین فرض باطل ہوتے بسبب چھوڑنے قعدہ فرض کے مگر فرض باطل نہونگے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا بسبب واقع ہونے اوس قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام نہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ مین نیت اقامت کریگا تو فرض نفل ہوجائینگے هم شامی نے کہا کہ الا اذا نوی استثنا دونو صورتون سے ہے یعنی اگر قعدہ اولے مین بیٹھا یا نہین مگر تیسری رکعت مین قبل سجدہ نیت اقامت کردی تو فرض باطل نہونگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہوجانا مذہب امام ابو یوسف کا ہے اور یہہ خاص پچھلی صورت مین ہے کہ قعدہ اولی مین نہ بیٹھا ہوا تھی و تنتو اقتدا المقیم بالمسافر فی الوقت وبعدہ فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد للسہو فی الاصح لانہ کاللاحق والقعدتان فرض عليه وقيل لا قنيه اور درست ہے اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر اور بعد وقت کے یعنی مثلا دونو ایک ہی نماز کو قضا پڑھین تو جب مقیم اپنی نماز کے پورا کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنیکے تو باقی کی دو رکعتون مین قرارت نہ پڑھے بلکہ بمقدار الحمد کے چپ کھڑا ہوکر رکوع و سجدہ کرے اور مقیم سجدہ سہو بھی نکرے صحیح تر قول مین قرارت نہ پڑھے اسلئے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے اور دونو قعدے بھی فرض مین مقیم مذکور پر یعنے ایک امام کی تبعیت سے اور دوسرا فرض ہونیکی جہت سے اور بعضون نے کہا کہ پہلا قعدہ اوسپر فرض نہین کذا فی القنیه وندب للامام هذا يخالف الخانية وغيرها ان العلم بحال الامام شرط لكن فى حاشية الهداية للهندى الشرط العلم بحاله فى الجملة لا فى حال الابتداء وفى شرح الارشاد ينبغى ان يخبرهم قبل شروعه والا فبعد سلامه ان يقول بعد التسليمتين فى الاصح اتموا صلوتكم فانى مسافر لدفع توهم انه سها اور مستحب ہے امام مسافر کو یہہ کہدینا مقتدیون سے بعد دونون سلام کے صحیح تر قول مین کہ اپنی نماز کو پورا کرلو کہ مین مسافر ہون یہہ قول اس وہم کے دور کرنیکے لئے مستحب ہے کہ کوئی یہہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شارح نے کہا کہ یہہ قول ماتن کا کہ امام کو مستحب ہے خبردار کردینا اپنے حال سے مخالف ہے قول خانیہ وغیرہا کے کہ اونمین اقتدا کے لئے جاننا امام کے حال کا شرط ہے یعنی قول ماتن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیونکو امام کا حال معلوم نہین کہ مسافر ہے یا مقیم اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہے کہ اقتدا کی شرط ہے معلوم ہونا امام کے حال کا تو دونون مین اختلاف ہوا لیکن ہندی کے حاشیہ ہدایہ مین ہے کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہے فی الجملہ خواہ ابتدا مین معلوم ہو خواہ انتہا مین یہہ نہین کہ شروع ہی مین معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح نے اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولون کا دفع کردیا اور شرح ارشاد مین ہے کہ امام کو چاہیئے یعنی مستحب ہے کہ مقتدیون سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہدے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی مقتدی اوسکا حال سمجھتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہی تو بعد سلام کے آگاہ کردے ولو نوى الاقامة لا لحقيقتها بل ليتم صلوة المقيمين لم يصر مقيما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت مین اقامت کرلی بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیونکی نماز پوری پڑہادے تو اس نیت سے مقیم نہوگا یعنی اس صورت مین اوسکے فرض چار نہونگے دو فرض اور دو نفلین ہونگی اور اگر مقتدی اوسکے پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو انکی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نفل پڑہنے والیکے پیچھے فرض پڑہین گے کذا فی الشامی واما اقتداء المسافر بالمقيم فيصح فى الوقت ويتم لا بعده فيما يتغير لانه اقتداء المفترض بالمتنفل فى حق القعدة لو اقتدى فى الاوليين والقراءة لو فى الاخريين اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے مقیم کے درست ہے وقت کے اندر اور مسافر اس صورت مین چار رکعتین پڑھے یعنی امام کی تبعیت کی جہت سے اوسکے فرض بھی چار ہوجائینگے نہین درست ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اُن نمازون مین کہ بدلجاتی ہین یعنی ظہر و عصر و عشا مین اسلئے کہ اگر مسافر اول دوگانہ مین

اقتدا مقیم کا کریگا تو فرض پڑہنے والیکا اقتدا ہوگا پیچھے نفل والے یعنی غیر فرض پڑہنے والیکے قعدہ اولی کے حق مین کہ وہ مقیم کے حق مین واجب ہی اور مسافر کے حق مین فرض اور اگر پچھلے دوگانہ مین اقتدا کریگا تو قراءت کے حق مین اقتدا مفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قراءت مقیم کے حق مین سنت ہی پچھلے دوگانہ مین اور مسافر کے حق مین فرض غرضکہ قضا نماز مین اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہین چار رکعت والی نمازون مین اور فجر و مغرب کی نمازون مین درست ہی خواہ ادا ہون یا قضا **ویاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا ان کان فی خوف وفرار لا یاتی بہا ہو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الا سنۃ الفجر** اور مسافر موکد سنتون کو پڑہے اگر امن اور چین کی حالت مین ہو یعنی حالت فرو کشی اور اطمینان مین اور اگر امن و قرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی مین ہو تو سنتین نہ پڑہے یہی مختار ہے اسلئے کہ یہہ چھوڑنا ہی عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہہ ہی کہ فجر کی سنتین نچھوڑے یعنی اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہین **والمعتبر فی تغییر الفرض آخر الوقت وہو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ عند عدم الاداء قبلہ** اور معتبر فرضون کے بدلنے مین آخر وقت ہی یعنی اسقدر کہ گنجائش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت مین مسافر ہوگا تو دو رکعتین واجب ہونگی اور اگر اسوقت مین مسافر نہوگا تو چار پڑہنی واجب ہونگی اسلئے کہ آخر وقت ہی معتبر ہے سبب ہونے مین وقت نہ ادا کرنیکے پہلے اُسوقت سے ہم یعنی سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہی اگر اوس سے پیشتر ادا نہ کر چکا ہو مثلاً اگر آخر وقت مین لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنون ہوش مین آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز اونکو لازم ہوگی اسیطرح اقامت و سفر مین آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی **الوطن الاصلی ہو موضع ولادتہ او تأہلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالاول اہل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہما لا غیر** وطن اصلی باطل ہو جاتا ہی اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اول وطن مین آدمی کے گھر والے نرہے ہون لہذا اگر رہے ہون تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑہے دونون مین خواہ نیت اقامت کرے یا نہین نہین باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنون سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونیکی جگہہ ہے یا شادی کرنیکا مقام یا وطن بنانے کا مکان ہم وطن کی تین قسمین ہین ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اوسکو وطن اہلی اور وطن الفطرۃ بھی کہتے ہین دوسرے وطن اقامت یعنی وہ مکان جسمین پندرہ روز یا زیادہ کے ٹہرنے کی نیت کرے اوسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہین تیسرے وطن سکنی جسمین پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی مین آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثناء سفر مین وطن اصلی آگیا اور وہان منزل کی تو نماز پوری پڑہے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنالیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گہر والے بھی اول وطن سے اوٹھہ گئے ہون اور اگر گہر والے ایک جگہہ رہتے ہون اور خود دوسری جگہہ رہنے کا قصد کرلیا ہی تو دونو مقام وطن اصلی متصور ہونگے دونو مین نماز پوری پڑہے **ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر** اور باطل ہو جاتا ہی وطن اقامت اپنے جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کرجانے سے ہم یعنی اگر ایک جگہہ مین نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی کی ہے تو اگر اوسکو چہوڑکر دوسرے مقام مین نیت کرلیگا تو پہلا مقام وطن نرہیگا اسیطرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بہی وہ وطن نرہیگا اور یہی حال وطن اقامت سے سفر کر جانے کا ہی تو اگر اپنی حالتون مین وطن اقامت پر گذر ہوا اور نیت اقامت کی نکری تو نماز قصر سے پڑہے کذا فی الشامی **والاصل ان الشیء یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ** اور قاعدہ یہہ ہی کہ چیز اپنے مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہی نہ اپنے سے کمتر سے یعنی سب مین قوی وطن اصلی ہے اُس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہوجاتے ہین اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہین ہوتا **ولم یذکر وطن السکنی وہو ما نوی فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ** اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنی کو یعنی اوس مقام کو جسمین نیت پندرہ دن سے کم رہنے کی ہو بسبب اوسکے مفید نہونے کے یعنی وطن سکنی مین تغیر نہ مقیم کے لئے ہی نہ مسافر کے لئے اسلئے اوسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہین

وما صوّره به الزيلعي ردّه في البحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لئے بنائی ہے اوسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی ہم زیلعی نے
یہہ صورت فرض کی ہے کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گانو مین بدون ارادہ سفر کے اپنی کام کو گیا اور اوس گانو مین پندرہ دن سی کم رہنے
کی نیت کی تو وہ پوری نماز پڑہیگا کیونکہ مقیم ہے پہر فرض کرو کہ وہ گانو سی بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سی باہر ہوکر ابہی نہ اپنی شہر مین گیا
تہا اور نہ کسی جگہہ رات کو رہا تہا کہ اوسکو یہہ سوجہا کہ سفر کیجیئے تو وہ قصر سی نماز پڑہیگا کہ مسافر ہوگیا اور اگر اتفاقا سفر کے بعد اوسی گانو
مین کو گذری تو وہ اوس گانو مین کہ اوسکا وطن سکنی ہی پوری نماز پڑہے اسلئی کہ اوس سی کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جس سی وطن سکنی باطل
ہوجاتا یعنی نہ تو اوسنی دوسری جگہہ اقامت کی ہی کہ وہ وطن سکنی ہوتا اور اپنی مثل پہلے وطن سکنی کو باطل کر دیتا اور نہ اپنی گہر گیا ہی کہ وطن
اصلی کے سبب سی وطن سکنی باطل ہوتا اور نہ اوس گانو سی سفر کیا ہی بلکہ سفر اوس سی باہر نکلکر کیا ہے تو جب کوئی مبطل وطن سکنی کا نہ پایا گیا
اسلئی نماز پوری پڑہے صاحب بحر الرائق نے اسکا جواب یہہ دیا ہی کہ جب بعد نیت سفر وہ گانو مین آیا تو ہنوز اوسکا سفر باقی ہی کیونکہ اقامت
کی نیت نہین کی حالانکہ سفر سے وطن اقامت باطل ہوجاتا ہی جو وطن سکنی سی قوی ہی تو وطن سکنی کیسے باطل نہوگا پس یہہ کہنا کہ وطن سکنی کا
کوئی مبطل نہین پایا گیا غلط ہی اسلئی کہ یہان تو اوسکا مبطل سفر موجود ہی اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی مین ہی والمعتبر نية المتبوع لانه
الاصل لا التابع كامرأةٍ وفاها مهرها المعجل وعبدٍ غير مكاتبٍ وجندي اذا كان يرتزق من الامير او بيت المال واجيرٍ واسيرٍ
وغريمٍ وتلميذٍ مع زوجٍ ومولى وامير ومستأجرٍ لفٌ ونشرٌ مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہی اسلئی کہ وہ اصل ہی یعنی اقامت اور سفر پر
قادر ہی نہین معتبر ہے نیت تابع کی مثلا زوجہ کی نیت معتبر نہین شوہر کے ساتھہ بشرطیکہ شوہر نے اوسکو مہر معجل دیدیا ہو اور اگر نہ دیا ہو تو وہ
تابع شوہر کی نہوگی کیونکہ بدون ادای مہر معجل شوہر اوسکو سفر مین لیجانے پر قادر نہین اور زوجہ کو اختیار ہی کہ اسوجہ سی شوہر کے پاس
نجاوی اور مثلا غلام کی نیت معتبر نہین آقا کے ساتھہ بجز مکاتب کی اسلئی کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہی تو اوسپر طاعت
آقا کی ضروری نہین اور لشکری کی نیت معتبر نہین امیر کے ساتھہ جبکہ لشکری کا کہانا امیر سی ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس سے
کہاتا ہو تو اوسکی نیت معتبر ہوگی اور مزدور کی نیت معتبر نہین مستاجر کے ساتھہ شامی نے کہا کہ یہہ اوس صورت مین ہی کہ درماہہ یا سالانہ ملتا
ہو اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کیوقت اجرت فسخ کرسکتا ہی اسلئی اعتبار اوسکی نیت کا ہوگا نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہین قید کرنے
والیکے ساتھہ اور قرضدار کی نیت معتبر نہین قرضخواہ کے ساتھہ بشرطیکہ قرضدار مفلس نہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہین اوستاد کی ساتھہ
جبکہ اوستاد کے ذمہ کہاتا ہو شارح نے کہا کہ عبارت ماتن مین لف ونشر مرتب ہی اسلئی مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہہ پر ترجمہ
کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اوسکی نیت کا بہی اعتبار نہونا چاہیئے قلت فقيد المعية ملاحظٌ في
تحقق التبعية مع ملاحظة شرطٍ آخر محققٍ لذلك وهو الارتزاق في مسئلة الجندي ووفاء المهر في المرأة وعدم الكتابة في العبد
مین کہتا ہون کہ قید ساتھہ ہونے کی ملحوظ ہے تبعیت کے ثابت ہونے مین مع ایک دوسری شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہی
وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ مین کہانا ملنا ہی اور عورت کے مسئلہ مین مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب نہونا ہم شامی نے کہا کہ
تابع جب متبوع کے ساتھہ ہو تو اپنی متبوع سی حال اقامت وسفر کا دریافت کرے اگر وہ بتاوی تو اوسکی بموجب کاربند ہو ورنہ جس حال
پر ہو اوسی پر عمل کرے یعنی سفر کی صورت مین قصر کرے اور اقامت مین پوری نماز پڑہے وبه اجاب حادثة جزيرة كريد سنة
ثمانين والف اور اس دوسری شرط کے لحاظ سی ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کرید کا سنہ ایکہزار اسی مین ہم کرید بکسر کاف فارسی
نام ایک جزیرہ کا ہی اور حادثہ یہہ تہا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکر تتر بتر ہوگئی یعنی نہ امیر کے ساتھہ رہی نہ اوسکی طرف سی اون کو
کہانا ملا تو ہر ایک تابع نرہا مستقل ہوگیا قاله رحمتي طحطاوی نے کہا کہ شاید یہہ جواب حادثہ کا شارح نے کتاب کی تالیف کے بعد ملحق کیا ہی

کیونکہ تالیف کتاب سے توسنہ ا میں فراغت پائی تھی چنانچہ آخر کتاب میں خود لکھا ہے یا کسی شاگرد نے ملا دیا ہو + ولابد من علم التابع
بنیة المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامة ولم یعلم التابع فهو مسافر حتی یعلم علی الاصح وفی الفیض به یفتی کما فی المحیط
وغیرہ دفعا للضرر عنه اور ضروری ہے جاننا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر
رہیگا جبتک کہ اوسکو علم ہو صحیح تر قول کے بموجب اور فیض میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے واسطے دور کرنے ضرر کے تابع
سے یعنی اوسکی بےعلمی میں اگر اوسکو دو کی جگہہ چار رکعتیں لازم کیجائیں تو اوسکا ضرر ہوگا فما فی الخلاصة صاحبه ام مولاه ثم نوی المولی
الاقامة ان اتم صحت صلاتهما والا لا فمبنی علی خلاف الاصح پس جو مسئلہ خلاصہ میں ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہوا اور آقا نے
اقامت کی نیت کرلی تو اگر غلام چار رکعتیں پڑہیگا تب تو دونوں کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑہیگا تو نماز دونوں کی درست نہو گی غلام کی اسوجہ
سے کہ اوسکو چار پڑہنی چاہئیں تہی دو پڑہیں اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اوسکی بنا ہے تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہے یعنی جس
قول میں کہ نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہیں والقضاء یحکی ای یشابه الاداء سفرا وحضرا لانه بعد ما تقرر لا یتغیر قضا نماز مشابہ ادا
کے ہے سفر میں اور اقامت میں اسلئے کہ قضا بعد ثابت ہونیکے متغیر نہیں ہوتی ھم یعنی اگر سفر کی نماز قضا ہوگئی اور اقامت میں اوسکو پڑہنا
چاہے تو قصر سے پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر میں پوری پڑھے جیسے کہ اونکو ادا پڑہتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہوگئی تو جیسی
واجب ہوئی تھی ویسی ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ہاں وقت کے اندر بدل سکتی ہے نیت اقامت کرنے سے یا سفر کردینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے
پڑہنے سے کذا فی الشامی غیر ان المریض یقضی فائتة الصحة فی مرضه بما قدر مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض میں جیسی ہوسکے ویسے
پڑہے یعنی مریض اگر صحت کی نماز مرض میں بیٹھکر پڑہیگا تو درست ہوگی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی میں اگر بیٹھکر پڑہیگا تو
درست نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی سافر السلطان قصر یعنی بادشاہ نے سفر کیا تو قصر کرے
ھم یعنی نیت سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہوجاتا ہے یہہ نہیں کہ ممالک محروسہ اوسکے لئے بمنزلہ ایک شہر کے ہوں کذا فی الشامی
تزوج المسافر ببلد صار مقیما علی الاوجه مسافر نے کسی شہر میں شادی کرلی تو وہ مقیم ہوگیا قول موجہ کے موجب ھم یعنی گو اس شہر
کو وطن نہ بناوے نہ نیت اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہوجائیگا بحرالرائق میں وجہہ یہہ لکہی ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں شادی
کرلے وہ اوسی شہر کا شمار ہوتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانیکا ارادہ ہوگا تو مسافر رہیگا اور یہہ اختلاف مرد مسافر
کے باب میں ہے عورت اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہوجائیگی بالاتفاق طهرت الحائض وبقی لمقصدها یومان تتم فی الصحیح کصبی
بلغ بخلاف کافر اسلم پاک ہوئی حائضہ سفر میں جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑہے صحیح قول میں اسیطرح اگر لڑکا
دو منزل پہلے بالغ ہو تو وہ بھی پوری پڑہے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے
پڑہے ھم حائضہ اسلئے پوری پڑہے کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تہی اسلئے حکم سفر کا اوسمیں معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تہا اور کافر کا عذر
اختیاری تہا کہ ہر وقت مسلمان ہوسکتا تہا اسلئے اوسکے حق میں حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تہا اسکا دور کرنا اوسکے قابو
میں نہ تہا کذا فی الشامی عبد مشترک بین مقیم ومسافر ان تهایا قصر فی نوبة المسافر والا لا یفترض علیه القعود الاول ویتم احتیاطا
ولا یأتم بمقیم اصلا وهو مما یلغز ایک غلام مشترک ہے مقیم اور مسافر میں اگر دونوں نے اوسکی خدمت کی باری مقرر کرلی ہو تو وہ قصر سے نماز
پڑہے مسافر کی باری میں اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اس غلام پر قعدہ اولی فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اوس کے
مالک دو ہیں تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہے اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نکرے مطلقا یعنی نہ وقت
کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دوگانہ میں نہ دوسری میں اور یہہ غلام کا حکم ان مسائل سے ہے جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہیں ھم یعنی

مسئلہ میں یہہ سوال ہے کہ کونسا شخص ہو کہ نماز فرض کی چار رکعتیں پڑھے اور درمیانی قعدہ اوسپر فرض ہو اور کونسا شخص ہے کہ اوسکو اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہیں اور کونسا شخص ہو کہ نہ مسافر ہے نہ مقیم اور کونسا شخص ہے کہ ایک روز قصری نماز پڑھے اور ایک روز پوری کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حکم اس مسئلہ کا بحث ہی شارح منیہ کی نہ روایت مذہب قال لنسائہ من لو تذکر منکن کم رکعۃ فرض علینا فی الیوم واللیلۃ فی صلوۃ فقالت احدٰھن عشرون والثانیۃ سبعۃ عشر والثالثۃ خمسۃ عشر والرابعۃ احدی عشر لم یطلقن لان الاولی ضمت الوتر والثانیۃ ترکتہ والثالثۃ لیوم الجمعۃ والرابعۃ للمسافر واللہ اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیون سے کہا کہ جو کوئی تم سے یہہ نہ جانے کہ ایک دن رات مین کتنی رکعتیں فرض ہین تو اوسکو طلاق ہے تو اونمین سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتیں دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو اونکو طلاق نہوگی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہی کہ اوسنے وتروں کو باعث فرض عملی ہونیکے شامل کرلیا اور دوسری نے وتروں کو چھوڑکر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کے روز کی رکعتیں بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتیں بتائین اور وترکو ان دونو نے بھی شامل نہین کیا واللہ اعلم

باب الجمعۃ

یہہ باب ہی جمعہ کے احکام مین جمعہ اسلئے نام رکھا گیا کہ یہہ دن لوگون کے اجتماع کا ہی اور اکثر کا قول یہہ ہی کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا کہ اوسکی آیت مدنی ہی اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوۃ مسافر سے یہہ ہی کہ دونو نمازین آدھی ہین یعنی جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے نسبت نصف رکھتی ہی اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز سے کذا فی الطحطاوی مختصراً بتثلیث المیم والسکون ھے فرض عین یکفر جاحدھا لثبوتھا بالدلیل القطعی کما حققہ الکمال وھی فرض مستقل آکد من الظھر ولیست بدلا عنہ کما حررہ الباقانی تبعاً للسری الدین ابن الشحنۃ لفظ جمعہ بضم جیم اور تینون حرکتون میم سے اور سکون میم سے ہی وہ فرض عین ہی کہ اسکا منکر کافر ہے بسبب اسکے ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنی آیہ (یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا) سے اور حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہی اوسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہی زیادہ موکد بہ نسبت ظہر کے اور نہین ہی عوض ظہر کا جیسا کہ تنقیح کی ہے اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کیطرف نسبت کرکے ھم جمعہ زیادہ موکد ہے بہ نسبت ظہر کے یعنی جمعہ مین جو تہدید آئی ہی وہ ظہر مین نہین چنانچہ احمد و حاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بلا ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالے اوسکے دلپر مہر کر دیتا ہی اور ایک وجہ یہہ ہی کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہہ مخالف ہی اوس قول کے جو شارح نے باب شروط الصلوۃ کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہی کہ جمعہ عوض ہی ظہر کا اور محققین حنفیون کے نزدیک یہی ہے کہ فرض وقت ظہر ہی ہے نہ جمعہ مگر حکم جمعہ کا اسلئے ہوا کہ ظہر ساقط ہو جائے اور اسیوجہ سے اگر کوئی آدمی پیشتر فوت ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑھ لیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھہ درست ہوگی اگرچہ اکتفا کرنا ظہر پر حرام ہے اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہی حتی کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی مین اسیکو اختیار کیا تو شارح نے جو یہہ تنقیح باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ مین اوسنے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ تنقیح مذکور ضعیف ہی کذا فی الشامی وفی البحر وقد افتیت مرارا بعدم صلوۃ الاربع بعدھا بنیۃ اخر ظھر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وھو الاحتیاط فی زماننا واما من لا یخاف علیہ مفسدۃ منھا فالاولی ان تکون فی بیتہ خفیۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ مین نے چند بار فتوی دیا نہ پڑھنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف معتقد ہونے جاہلون کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہی ہمارے زمانہ مین اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کیطرف سے نہو تو بہتر یہہ ہی کہ یہہ چار رکعتیں اپنے گھر پر پوشیدہ پڑھ لے ھم طحطاوی نے کہا کہ یہہ کلام متعلق ہے کمال الدین کے کلام سے جسنے یہہ کہا ہی کہ ہمنے جمعہ کے باب مین کسیقدر بیان کو اسلئے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے مین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہہ بلا ہمارے زمانہ مین بھی پھیلی ہے یہانتک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتیں اس نیت

سے پڑھتے ہین کہ جو سب سے پہلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہوا اور مین نے اوسکو ابھی نہ پڑھا ہو اوسکو پڑھتا ہون تو چونکہ اسمین یہہ خوف ہی
کہ جاہل آدمی معتقد نہو جائین کہ جمعہ فرض نہین اسلئے مین نے اس نماز کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا ویشترط لصحتہا سبعۃ اشیاء اور شرط
ہین واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین ہم نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لئے کچھہ شرطین واجب ہونیکی ہین یعنی جنسے جمعہ آدمی پر
واجب ہوتا ہی اور کچھہ شرطین اداکی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہہ ہی کہ اداکی شرطون کے نہونے سے ادا صحیح نہین ہوتا
اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہی پہر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب واداکا نقل کیا ہی جسکا ترجمہ
مترجم نے فارسی مین کردیا اور وہ یہہ ہے قطعہ شرط وجوب عقل واقامت بلوغ دان ✤ تندرستی است مردی وآزادی بعد ازان ✤
سلطان ووقت وخطبہ جماعت ہم اذن وشہر ✤ یادش بے اداکن وگذار رائگان ✤ اس قطعہ مین چہہ شرطین اداکی مذکور ہین اور
شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک شرط جدا قرار دی ہی اسلئے تعداد سات ہوئی الاول المصر وہو ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ
المکلفین بہا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء مجتبی لظہور التوانی فی الاحکام پہلی شرط صحت کی شہر ہی یعنی وہ بستی جسکی سب سے بڑی
مسجد مین اوسکے باشندے جنکو جمعہ کے اداکرنیکا حکم ہے نہ سماوین یعنی عورتون اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون
کہ بڑی سے بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوی ہی اکثر فقہا کا کذا فے المجتبی اس تعریف پر فتوی اسی سبب سے ہی ظاہر ہونے
سستی کے احکام مین ہم یعنی ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہی اور چونکہ حاکم سزاؤن کے قائم کرنیمین
کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا فتوی اس تعریف مذکورہ بالا پر ہوا کذا فے الطحطاوی وظاہر المذہب انہ کل موضع لہ امیر وقاض
یقدر علی اقامۃ الحدود کما حررناہ فیما علقناہ علی الملتقی اور ظاہر مذہب یہہ ہی کہ شہر وہ بستی ہی جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی
ہو کہ سزاؤن کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منقح بیان کیا ہی ملتقی الابحر کی شرح مین ہم امیر وقاضی سے مراد یہہ ہی کہ اوسی
شہر مین رہتے ہون یہہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اسکے یہہ معنی کہ گو بالفعل قائم نکرتا ہو
مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح منیہ نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہی کذا فی الشامی وفی القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق
اذن بالجمعۃ اتفاقا علی ما قالہ السرخسی واذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ اور قہستانی مین ہی کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے
جامع مسجد کے گانون مین اذن ہی جمعہ کے لئے بالاتفاق اوپر اس بیان کے کہ کہا ہی اوسکو سرخسی نے اور جب ملجا دی اوس اذن سے
حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم قہستانی مین مذکور ہی کہ جمعہ پڑھنا قصبات اور بڑی گانوون مین جنمین
بازار ہون فرض واقع ہوتا ہی بلا خلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو یا جمعہ کے اداکرنیکا حکم دیا ہو کیونکہ
ادا جمعہ مختلف فیہ ہی قصبات اور بڑی گانوون مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا او فناءہ
بکسر الفاء وہو ما حولہ اتصل بہ او لا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی ورکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ
بفرسخ ذکرہ الولوالجی یا شرط صحت جمعہ کی فناء مصر ہی بکسر فا اور فنا وہ جگہہ ہی گرد شہر کے جو اوسکی منافع کے لئے مثل دفن کرنے مردون
اور دوڑانے گہوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہی اوسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لئے انداز کرنا
اوسکا ہی ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہی اوسکو ولوالجی نے ہم شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کرکے مطلق
چھوڑ دیا ہی اوسکی کچھہ حد مقرر نہین کی یعنی جس جگہہ شہر کی کار آمد باتین ہوتی ہون وہ فنا ہی جیسے گہوڑون کا پہیرنا اور دوڑانا اور مردون
کا دفن کرنا اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضون نے اوسکی مسافت بھی مقرر کردی ہی اور مسافت کے
باب مین نو قول ہین کسی نے کہا کہ شہر کی آواز اوسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتھہ کا فاصلہ ہو

کسی نے میل کا کسی نے دو کا کسی نے تین کا یعنی فرسنگ کا کسی نے دو فرسنگ کا کسی نے تین کا کہا اور چونکہ ہر شہر کے حوائج کے لئے مسافت مختلف ہوتی ہے اسلئے بہتر یہی ہے کہ صرف تعریف پر اکتفا کیجاوے والثانی السلطان ولو متغلبا او امرأۃ فیجوز امرھا باقامتہا لا اقامتہا اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہے اگرچہ متغلب ہو یا عورت ہو پس درست ہے حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہیں ہے قائم کرنا عورت کا جمعہ کو ہم متغلب اوسکو کہتے ہین جسمین امامت کی شرطین نہون اگرچہ قوم اُس سے راضی ہو جاوے یا جسکے پاس فرمان نہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑہنا اور نماز پڑہانا ہے تو عورت کے حکم سے دوسرا شخص اگر یہہ دونو باتین کریگا تو درست ہے اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑہاوے تو درست نہوگا کیونکہ وہ اقامت کے اہل نہین شامی نے کہا کہ عورت جو بادشاہ ہوتی ہے تو تغلب ہی سے ہوتی ہے اسلئے کہ امامت کبریٰ مین مرد ہونا شرط ہے تو شارح کو چاہیئے تھا کہ اوکی جگہہ ولو کہتا یعنی اگرچہ متغلب عورت ہی ہو اور مامور ہو باقامتہا ولو عبدا ولی عمل ناحیۃ وان لم یجز انکحتہ واقضیتہ یا وہ شخص ہو جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی ہو اگرچہ وہ غلام ہو کہ کسیطرف کا عامل مقرر ہوا ہو گو اُس غلام کے نکاح کئے ہوئے اور مقدمات کے فیصلے جائز ہونگے کیونکہ یہہ دونو امر اوس شخص کیطرف نسبت ہوتے ہین جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہین غیر پر کیسی ہوگی کذا فی الطحطاوی واختلف فی الخطیب المقرر من جہۃ الامام الاعظم او من جہۃ نائبہ ہل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا ای لضرورۃ اولا الا ان یفوض الیہ ذلک وقیل ان لضرورۃ جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا بلا ضرورۃ لانہ علی شرف الفوات لتوقفہ فکان الامر اذنا بالاستخلاف دلالۃ ولا کذلک القضاء اور اختلاف ہے متاخرین کا اُس خطیب مین جو سلطان یا اوسکے نائب یعنی بادشاہ اور قاضی القضاۃ کیطرف سے مقرر ہو کہ اوسکو خطبہ پڑہنے کے لئے دوسرے شخص کو نائب کرنا درست ہے یا نہین یعنی بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کر سکتا ہے یا نہین تو بعض نے کہا کہ درست نہین مطلقا یعنی ضرورت نائب کرنے کی ہو یا نہو مگر اوسصورت مین کہ خطیب مذکور کو یہہ امر حاکم کیطرف سے تفویض کر دیا گیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کیوجہ سے ہو یعنی خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہین پڑہ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہے اور اگر ضرورت نہین تو نائب کرنا بھی درست نہین اور بعض نے کہا کہ ہان درست ہے مطلقا یعنی اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلئے کہ ادای جمعہ ایکوقت مقرر پر موقوف ہونیکے سبب سے فوت ہوجانیکے کنارہ پر ہے تو اجازت ادای جمعہ کی اذن ہے خلیفہ کر لینے کا بطور دلالت کے اور نہین ہے ایسی قضا ہم یعنی جمعہ کے ادا کے لئے ایکوقت معین ہے کہ وہ گذر جائے تو جمعہ جاتا رہے اسلئے جب حاکم نے ادای جمعہ کی خطیب کو اجازت دی تو دلالۃ خلیفہ کرنیکی بھی اجازت ہوئی کیونکہ یہہ تو حاکم جانتا ہے کہ اقامت جمعہ مین مرض اور حدث بھی خطیب کو آسکتے ہین تو بدون خلیفہ کرنیکے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لئے کوئی وقت خاص نہین کہ اوسکے گذر جانے سے خوف اوسکے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہوگی کذا فی الشامی وھو الظاھر من عباراتہم ففی البدائع کل من ملک الجمعۃ ملک اقامۃ غیرہ اور خطیب کو مطلقا دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہے فقہا کی عبارتون سے چنانچہ بدائع مین ہے کہ جو شخص مالک ہے جمعہ کا وہ اختیار رکہتا ہے اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنی جو خود اقامت کر سکتا ہے وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے وفی التحفۃ فی تعداد الجمعۃ لابن جرباش انما یشترط الاذن لاقامتہا عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامہ فی البحر اور کتاب تحفہ فی تعداد الجمعہ مین جو تالیف ابن جرباش کی ہے مرقوم ہے کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانیکے وقت شرط ہے پھر اوسکے بعد شرط نہین بلکہ اذن ہر خطیب کو بدستور سابق رہتا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے ہم تحفہ بضم نون وسکون جیم نام کتاب کا ہے اور ابن جرباش بضم جیم وراء مہملہ صاحب بحر الرائق کے استاذ مین سے ہے حاصل مسئلہ کا یہہ ہے کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دیدے تو اُس شخص کو اختیار ہے کہ غیر کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دے اسیطرح اجازت در اجازت چلی جاوے غرض

نہین کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا اذن کسی مسجد مین دے تو ہر شخص بلکہ ہر خطیب کو اُس مسجد مین اجازت اقامت جمعہ کی ہو گئی اب ضرورت
اجازت کی سلطان سے یا جسکو اوسنے اجازت دی ہے اُس سے نہین رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہے کذا فی الشامی ہم وما قیدہ
الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہے کہ خطیب کو خلیفہ کرنا درست نہین مگر جبکہ بے وضو ہو جاوے تو اسپر کوئی دلیل نہین فقہا کی
عبارتون سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے دوسرے یہہ کہ یہہ مسئلہ خاص نماز مین خلیفہ کرنے کی ہے خطبہ تو بے وضو بھی درست ہے حالانکہ
ذکر یہہ تھا کہ خطیب خطبے کے لئے نائب کرسکتا ہے یا نہین کذا فی الشامی ہم اقامت جمعہ سے مراد خطبہ اور نماز دونو ہین اور اجازت پر صرف خطبہ
موقوف ہے نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لئے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کیواسطے خلیفہ کرنا ہے نہ نماز کے لئے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہے کذا فی المنح
وما ذکرہ منلا خسرو وغیرہ رَدَّہ ابن الکمال فی رسالۃ خاصۃ برھن فیہا علی الجواز بلا اشتراط واطنب فیہا واَبدع ولکثیر من
الفوائد اَودع اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہے اوسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ مین رد کیا ہے جسمین خلیفہ کرنیکا جواز بدون
شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہے اور اُس رسالہ مین لمبی تقریر نئے ڈھنگ پر بیان کی ہے اور بہت سے فوائد مندرج کئے ہین ہم ملا خسرو نے
بیان کیا ہے کہ خطیب کو نائب کرنا نہین پہنچتا جبتک کہ بادشاہ کیطرف سے اوسکو نائب کرلینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو وفی مجمع الانہر انہ جائز
مطلقا فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اِذنٌ عامٌ وعلیہ الفتوی مجمع الانہر مین ہے کہ خلیفہ کرنا جائز ہے مطلق ہمارے
زمانہ مین یعنی خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلئے کہ سنہ ۹۴۵ مین سلطان کیطرف سے اجازت عام ہو گئی ہے کہ ہر خطیب کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو اپنا
خلیفہ کردے اور اسی پر فتوی ہے شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوی مراد ہے تو یہہ تصحیح ناتمام ہے کیونکہ اُس زمانہ کے علما اہل
تصحیح نہین بلکہ تصحیح والے پیشتر کے لوگ ہین وفی السراجیۃ لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ
ویؤیدہ خلافہ انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ واقرہ شیخ الاسلام اور سراجیہ مین ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو درست
نہوگی مگر جبکہ اقتدا کرے اوسکے پیچھے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہے کیونکہ اقتدا کرنے سے دلالۃً اجازت ہو جائیگی اور اگر والی آیا اور اقتدا نکیا تو
جمعت اوس شخص کی ناجائز ہوگی اور تائید کرتا ہے عدم جواز کی یہہ امر کہ لازم آتا ہے نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکھا ہے اوسکو شیخ الاسلام
نے ہم یعنی جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت سے پڑھنی مکروہ تحریمی ہے حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہو
کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہان تو نیت فرض سے شروع کیا ہے تو مکروہ کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی ومات والی مصر فجمع خلیفتہ او صاحب الشرط
یعنی حاکم السیاسۃ او القاضی المأذون لہ فی ذلک جاز لان تفویض امر العامۃ الیہم اذن بذلک دلالۃً اگر مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ
مین کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فی البدائع پس جمعہ پڑہوایا اوسکے خلیفہ نے یعنی ولیعہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت
جمعہ کی اجازت ہے تو درست ہے اسلئے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا اونکو دلالۃً اجازت ہے اقامت جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بضم شین
معجمہ وراء مہملہ حاکم سیاست ہے یعنی جمع ہے شرطی کی ہم شامی نے کہا کہ فجمع بتشدید میم ہے یعنی صیغہ ماضی باب تفعیل سے فلقاضی القضاۃ
بالشام ان یجمعہا وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا سو درست ہے شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ کا قائم کرنا اور
خطیبونکو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے باشا کے ہم شامی نے کہا کہ یہہ اختیار اُس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو
قاضی المشرق والمغرب کہتے ہین تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اونکو اختیار نہین دے سکتے اگر اونکو بھی اذن عام خطیبون کے تقرر کا
ہو تو مضائقہ نہین وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اس
طرح بیان کی ہے کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جسکو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو ہم شامی نے کہا کہ
حاکم سیاست کا مقدم کرنا قاضی پر مخالف ہے فقہا کی تصریح کی نماز جنازہ مین کہ قاضی مقدم ہے حاکم سیاست پر ونصب العامۃ الخ

غير صفتي موجود من ذكراماموعلى بعمرفيجوز للضرورة اور مقرر كرنا عوام كا خطيب كي اشخاص مذكورين كے ہوتے ہوئے معتبر نہين يعنے بدون اذن قاضي يا سلطان ميت كے نائب كے اگر رعيت كسيكو خطيب كرليگي تو اوسكا اعتبار نہوگا اور اونكي نہونے كي صورت مين مقرر كرنا درست ہوگا بسبب ضرورت كے ھ معراج الدرايہ مين مبسوط سے منقول ہى كہ اگر حاكم كفار ہون تو مسلمانونكو قائم كرنا جمعہ كا درست ہے اور مسلمانونكي رضامندي سے قاضي بھي قاضي ہو جائيگا لعدا اونكو لازم ہى كہ مسلمان حاكم كے لئے درخواست كرين كذا في الشامي وجازت الجمعة بمنى في الموسم فقط لوجود الخليفة او امير الحجاز او العراق او مكة ووجود الاسواق والسكك وكذا كل ابنية نزل بها الخليفة اور جائز ہى جمعہ منى مين صرف ايام حج مين بسبب موجود ہونے سلطان كے يا امير حجاز يا امير عراق يا حاكم مكہ كے اور موجود ہونے بازارون اور كوچون كے اور اسيطرح ان مقامات مين كہ سلطان فروكش ہو ھ يعني حج كے دنون مين منى حكم شہر كا ركھتا ہى كہ بازار اور گليان بھي ہوتي ہين اور سلطان يا حاكم عرب يا عراق كا يا شريف مكہ كا موجود ہوتا ہى اور بدون حاجيون كے آتر نيكے منى گانو كا حكم ركھتا ہى اور سلطان اگر اپني سلطنت مين دورہ كرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر مين فروكش ہو اوسكو قائم كرنا جمعہ كا درست ہى كذا في الطحطاوي وعدم التعييد بمنى للتخفيف اور عيد نہ پڑہنا منى مين تخفيف كے لئے ہى ھ يہہ جواب ہى اس سوال كا كہ اگر منى شہر ہى تو جن لوگون پر نماز عيد واجب ہے مثلا اہل مكہ تو وہ اوسمين نماز عيد كيون نہين پڑہتے حاصل جواب يہہ ہى كہ عيد كا نہ پڑہنا اسلئے نہين كہ منى شہر نہو بلكہ اسلئے ھى كہ حاجي افعال حج كے ادا كرنے مين مشغول رہتي ہين عيد پڑہنا اونپر سے تخفيف كي جہت سے ساقط ہوگيا كذا في الطحطاوي لاتجوز لامير الموسم لقصور ولايته على امور الحج فلو اذن له جاز نہين جائز ہى جمعہ امير موسم كو موجود ہونے كيوقت بسبب منحصر ہونے اوسكي ولايت كے حج كے كامون پر يہانتك كہ اگر اوسكو اجازت ہو اقامت جمعہ كي تو درست ہى ھ امير موسم امير الحاج بھي كہتے ہين پہلے يہہ دستور تھا كہ سلطان روم حج كے ايام مين ايك شخص كو اختيار معاملات حج كا سپرد كركے روانہ فرماتا تہا اسيلئے اوسكي ولايت قاصر تھي جمعہ اوسكي باعث سے درست نہ تہا مگر اب يہہ دستور ھى كہ حاكم شام كو امير حج مقرر كيا جاتا ہى اور چونكہ امير شام كي رعيت عام ہوتي ہى تو اوسمين اور امير عراق مين كچھہ فرق نہين وہ بھي اقامت جمعہ كرسكتا ہى كذا في الشامي مختصرا ولا بعرفات لانها مفازة اور نہين جائز ہى جمعہ عرفات مين اسلئے كہ وہ جنگل ہے يعني اوسمين عمارت نہين صرف ميدان ہى وتؤدى في مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقا على المذهب وعليه الفتوى شرح المجمع للعيني وامامة فتح القدير دفعا للحرج اور ادا ہوجاتا ہى جمعہ ايك شہر مين بہت سي جگہون مين مطلقا يعني شہر بڑا ہوئے چھوٹا اور اوسكے بيچ مين نہر فاصل ہو يا نہو اور جمعہ دو مسجدون مين ہو يا زيادہ مين مذہب صحيح پر اور اسي پر فتوى ہى چنانچہ عيني كي شرح مجمع اور فتح القدير كے باب الامامت مين مذكور ھى واسطے دور كرنے حرج كے ھ يعني ايك جگہہ پر جمعہ پڑہنے كو لازم كرنے مين بڑي دقت ہى كہ جو لوگ مسجد سے بہت فاصلہ پر ہونگے اونكو بہت مسافت طى كرني ہوگي امام سرخسي نے ذكر كيا ہى كہ مذہب صحيح امام اعظم رح كا يہي ہى كہ ايك شہر مين دو جگہہ يا زيادہ جمعہ درست ہے اور اسيكو ہم ليتے ہين كيونكہ حديث لاجمعة الا في مصر مطلق ہے فقط شہر كو شرط جمعہ فرمايا ہى كذا في الشامي وعلى المرجوح فالجمعة لمن سبق تحريمه وتفسد بالمعية والاشتباه فيصلي بعدها اخر ظهر وكل ذلك خلاف المذهب فلا يعتمد عليه كما حرره في البحر اور قول ضعيف كي بموجب يعني دو جگہہ سے زيادہ مين جمعہ كے ناجائز ہونے كے بموجب جمعہ اوس شخص كا ہوگا جسكي تحريمہ اول ہوگي اور فاسد ہو جائيگا جمعہ تحريمہ كے ايك ساتھہ ہونے اور اشتباہ پڑنے سے تو پڑھے بعد سنتون جمعہ كے چار ركعتين آخر ظہر كي نيت سے اور يہہ سب خلاف مذہب قوي كے ھى تو اوسپر اعتماد نكيا جائے چنانچہ منقح بيان كيا ہى اوسكو بحر الرائق مين ھ ہرچند صاحب بحر نے فتوى ان چار ركعتون كے نہ پڑہنے كا ديا ہے اس خوف سے كہ كہين جاہل جمعہ كي عدم فرضيت كے معتقد نہو جائين مگر احتياط ان ركعتون كے پڑہنے مين ھى تاكہ فرض ذمہ سے يقينا ساقط ہو جاوے اسلئے كہ جمعہ اگرچہ قول قوي كي رو سے چند جگہہ جائز ہى ليكن اوسمين شبہہ قوي ھى اسلئے كہ ناجائز ہونا چند جگہونمين بھي امام اعظم رح سے

قرار دی ہی اور طحاوی اور قہستانی اور صاحب مختار نے اوسکو اختیار کیا ہی کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سی جمعہ کے بعد چار پڑہنے کا جواز ثابت نہین اور شرح منیہ مین عدم جواز کو امام سی ظاہر تر روایت بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین حاوی قدسی سی فتوی اسی قول پر نقل کیا ہی تو معلوم ہوا کہ یہہ قول مذہب میں معتمد ہے نہ قول ضعیف اسی جہت سی شرح منیہ مین چار رکعتون کے پڑہنے کو احتیاط کہا ہی کیونکہ خلاف چند جگہہ جمعہ کے جائز اور ناجائز ہونے مین قوی ہی اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سی باہر ہونا بہتر ہوتا ہے جہہ جائیکہ قول مخالف ائمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصرا و فی مجمع الانہر معزیا للمطلب ثم ينوي آخر ظهر أدركت وقته لان وجوبه عليه بآخر الوقت فتنبه اور مجمع الانہر مین مطلب کیطرف منسوب یہہ ہی کہ زیادہ احتیاط اسمین ہی کہ نیت یون کرے کہ سب سی پچھلا ظہر جسکا مین نے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نکیا ہو اسلئی کہ وجوب ظہر کا اوسپر آخر وقت سی ہی پس آگاہ ہو جا ہم اس تعلیل مین خلل ہی کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سی ہی اور اسلئی اس جملہ کو نہر الفائق مین ذکر نہین کیا شارح اسمین بحر الرائق کا تابع ہوگیا ہی کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہہ ہی کہ اگر جمعہ نہوا ہو گا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہو گا وہ اس نیت سی ادا ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہو گا تو سب سی پچھلا ظہر قضا نماز ون کا اس سے ادا ہو جائیگا ورنہ نفل ہوگی اور ترتیب شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہی کہ اول چار سنتین ظہر کی پڑہی پہر چار رکعتین احتیاطی پڑہے پہر دو سنتین پڑہی اور چاہیے کہ چارون رکعتون مین سورہ ملاوی اگر قضا نماز اوسکی ذمہ نہو اور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون مین سورہ نملاوی۔ بعض نسخون مین فتنبہ کی جگہہ تنبیہ ہی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ یہہ عبارت قنیہ کی ہے کذا فی الشامی والثالث وقت الظهر فتبطل الجمعة بخروجه مطلقا ولو لاحقا بعذر نوم او زحمة على المذهب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط اداکی وقت ظہر کا ہی پس باطل ہوگا جمعہ وقت کے نکلنی سی مطلقا یعنی اگرچہ بعد بیٹہنے کے مقدار تشہد کی وقت جاتا رہی تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب نیند سو جانے یا بہیڑ کے مذہب معتمد پر اسلئی کہ وقت شرط ہی اداکی نہ شرط شروع کرنے کی ہم فوائد مین ہی کہ مقتدی بہیڑ کے سبب سی رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہانتک کہ امام نے سلام پہیر دیا پہر وقت عصر کا ہوگیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کر لے اسلئی شارح نے اس قول کو رد کیا کہ مذہب معتمد یہہ ہی کہ لاحق خواہ بہیڑ کی جہت سی ہو یا سو جانے سی اگر وقت ظہر کا نرہی تو جمعہ پورا نکرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑہی اسلئی کہ وقت ظہر اداکی شرط ہی تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیئے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کرنیسی جائز ہو جاے کذا فی الطحطاوی والرابع الخطبة فيه فلو خطب قبله وصلى فيه لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہی وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سی پہلے پڑہ لیا اور نماز وقت مین پڑہی تو جمعہ درست نہوگا ہم خطبہ بضم خا معجمہ بمعنی مفعول ہی مشتق ہی خطب سی جسکی معنی دو شخصون مین گفتگو ہونے کے ہین کذا فی الطحطاوی والخامس كونها قبلها لان شرط الشيء سابق عليه بحضرة جماعة تنعقد الجمعة بهم ولو كانوا صما او نياما فلو خطب وحده لم يجز على الاصح كما في البحر عن الظهيرية لان الامر بالسعي للذكر ليس الا لاستماعه والمامور جمع وجزم في الخلاصة بانه يكفي حضور الواحد اور پانچوین شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہی پہلی نماز جمعہ سی اسلئی کہ شرط چیز کی اوس سی پیشتر ہوا کرتی ہی خطبہ ہووے سامنی ایسی لوگون کے جنسی جمعہ ہو جاوی یعنی مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوئی ہون سو اگر خطبہ پڑہیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونیکے تو درست نہوگا صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق مین ظہیریہ سی اسواسطی کہ حکم چلنی کا ذکر کیطرف نہین ہی مگر اوس ذکر کے سننی کے لئی اور مامور لفظ جمع سے اور یقین کیا ہی خلاصہ مین اسپر کہ کافی ہی حاضر ہونا ایک مقتدی کا ہم یعنی آیت (فاسعوا الى ذكر الله) مین حکم سعی کا بصیغہ جمع وارد ہی تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرون اور سوتے ہوؤن کے حاضر ہونے مین ہرچند سننا پایا نہین جاتا مگر سنا آوری سعی کے حکم کی موجود ہی اسلئی خطبہ کا پڑہنا اونکی سامنی درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلئی کہ حضور جماعت شرط ہی پہر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہوگا کذا فی الشامی وكفت تحميدة او تهليلة او تسبيحة للخطبة المفروضة مع الكراهة وقالا لا بد من ذكر طويل واقله قدر التشهد الواجب اور کافی ہی

خطبہ فرض کے لئی ایکبار الحمد للہ کہنا یا لا الہ الا اللہ کہنا یا سبحان اللہ کہنا ساتھہ کراہت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ
ضرور ہی ذکر طویل کا ہونا اور کمتر مقدار اوسکی التحیات واجب کی برابر ہی م دلیل امام صاحب کی یہہ ہی کہ آیت مین مطلق لفظ ذکر ہی جو شامل
ہی تہوڑی اور بہت کو اور وجہ کراہت مخالفت سنت ہی پہر یہہ کراہت بعضون کے نزدیک تحریمی ہی اور قہستانی کی ظاہر عبارت سی معلوم
ہوتا ہی کہ تنزیہی ہی کذا فی الطحاوی ہی مبنیا فلو حمد لعطاسہ او تعجبا لم ینب عنہا علی المذہب کما فی التسمیۃ علی الذبیحۃ لکنہ ذکر
فی الذبائح انہ ینوب فتامل کفایت کرتا ہی ایکبار الحمد للہ کہنا خطبہ کی نیت سی تو اگر الحمد للہ کہا اپنی چہینک کی لئی یا تعجب کی راہ سی تو
یہہ کہنا خطبہ کے قائم مقام نہوگا مذہب قوی پر جیسی نہین کافی ہی الحمد للہ کہنا ذبیحہ پر وقت ذبح کے لیکن مصنف نے کتاب الذبائح مین
ذکر کیا ہی کہ الحمد للہ کہنا چہینکنے والے کا خطبہ کے قائم مقام ہو جاتا ہی سو اِس اختلاف کو سوچ لے م مصنف نے کتاب الذبائح مین
کہا ہی اور اگر چہینک لی ذبح کرنے کیوقت اور الحمد للہ کہا تو جانور حلال نہوگا صحیح تر قول مین بخلاف خطبہ کے تو اِس سی صاف معلوم ہوتا ہی
کہ اگر چہینک کے لئی الحمد للہ کہیگا تو خطبہ کے لئی کافی ہوگا اور یہان بیان کیا ہی کہ خطبہ کا قائم مقام نہوگا شامی نے کہا کہ تطبیق اسطرح
ممکن ہی کہ کتاب الذبائح مین اُس روایت کے بموجب ہو جو مقابل مذہب قوی کے ہی یعنی ایک روایت امام سی ہی کہ الحمد للہ کہنا چہینک
والیکا کافی ہی خطبہ کے لئی ویسن خطبتان خفیفتان وتکرہ زیادتہما علی قدر سورۃ من طوال المفصل بجلسۃ بینہما بقدر
ثلث ایات علی المذہب وتارکہا مسیء علی الاصح کترکہ قراءۃ قدر ثلث ایات اور سنون ہین دو خطبے ہلکے مع ایک جلسہ کے
اُن دونون کے درمیان بمقدار تین آیتون کے مذہب معتمد پر اور چہوڑنیوالا اِس جلسہ درمیانی کا برا کرنیوالا ہی صحیح تر قول کے بموجب شارح
نے کہا کہ دونو خطبونکو اتنا لمبا کرنا کہ برابر ایک سورہ کے طوال مفصل سی ہو جائین مکروہ ہی جیسی بقدر تین آیتون کے پڑہنے کا ترک کرنا خطیب
کو مکروہ ہی یعنی نہ اتنا طول دی کہ خطبہ طوال مفصل کی برابر ہو جائی اور نہ اتنا چہوٹا پڑہی کہ تین آیتون کی مقدار نرہی م شامی نے کہا کہ
بعض خطیب جو دوسری خطبہ مین درود پڑہنے کیوقت اپنا منہ دہنی اور بائین کو پہیرتے ہین تو ابن حجر نے شرح منہاج مین لکہا ہی کہ یہہ
بدعت ہی یعنی اوسکو ترک کرنا چاہیئے تنبیہ آجکل یہہ دستور ہو رہا ہی کہ جب خطیب خطبہ اول پڑہکر بیٹہتا ہی تو لوگ ہاتہہ اُٹہاکر دعا
مانگنی لگتی ہین اسلئی اِس مسئلہ کی تحقیق اسجگہہ مناسب معلوم ہوتی ہی ابو داؤد مین حضرت ابن عمرؓ سی مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
دو خطبے پڑہا کرتے اسطرح کہ منبر پر چڑہکر بیٹہتے جبتک کہ موذن فارغ ہوتا پہر کہڑی ہو کر خطبہ پڑہتی پہر بیٹہتے اور کلام نکرتے پہر کہڑے
ہوتے اور خطبہ پڑہتے طحاوی نے کہا کہ اِس جلوس مین کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے
شرح ہدایہ مین فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبون کے جدائی کے لئی جلسہ اتنا کرنا چاہیئے کہ تمام اعضا اوسکی قرار پا جائین اور اِس جلسہ مین
دعا کرنا بدعت ہی اور سغناقی نے لکہا ہی کہ ہاتہہ اوٹہانا دعا کی لئی دونو خطبون کے درمیان غیر مشروع ہی اور جامع الخطیب مین ہی
کہ ہاتہہ اُٹہانا دعا کے لئی دو خطبون کے بیچ مین حرام ہی اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ مین حدیث مذکورہ بالا کے ذیل مین لکہا ہی کہ کلام
نکرتے اِسکی یہہ معنی کہ نہ دعا مانگتی نہ دعا کے سوا اور کوئی بات کرتے اور یہہ جو حدیث مین آیا ہی کہ جمعہ مین ساعت دعا کے قبول ہونے
کی امام کے منبر پر چڑہنی کیوقت سی ہی نماز کے پورا ہونے تک تو ملا علی قاری نے اِس حدیث کی شرح مین لکہا ہی کہ یہی وقت ہی کہ عوام
کو کلام اسوقت مین حرام ہی اور دعا سی مراد وہ دعا ہی جو امام سب مسلمانون کے لئی پڑہتا ہی خطبہ اور نماز کے اندر پس اِس سی یہہ نہین ثابت ہوتا
کہ امام یا سننی والے جلسہ کے اندر ہاتہہ اوٹہاکر دعا مانگین اور اِس امر مین ۱۳۰۲ ہجری مین ایک استفتا ہوا تہا تمام علما نامی دہلی و میرٹھ
و بریلی نے یہی لکہا کہ دو خطبون کے بیچ مین ہاتہہ اُٹہاکر دعا مانگنا درست نہین اگر کوئی بدون ہاتہہ اُٹہائی اور بدون زبان ہلائی
دلمین دعا مانگے تو اوسکا مضائقہ نہین چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری مین مصرح ہی اور عمارۃ بن رویبہؓ نے جب بشر بن مروان

خطبہ مین ہاتھہ اوٹھاتی ہو دعا مانگتی دیکھا تھا تو بد دعا دی تھی چنانچہ ترمذی مین مروی ہی اس سی معلوم ہوا کہ یہہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ
مین پیدا ہوئی اللہ تعالی اتباع شریعت ہمکو اور سب دینداروںکو نصیب کری اور مثل اہل بدعتون سی محفوظ رکھی اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کری آمین
ویجھر بالثانیۃ لا کالاولی ویبدأ بالتعوذ سرا اور پکار کر پڑہی دوسری خطبہ کو مگر مثل اول کی یعنی اول کی زیادہ بلند آواز سی پڑہی اور دوسری
کو اوس سی کم اور شروع کری اول خطبہ کو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر ہم یعنی اول اعوذ پڑہی پہر حمد وثنار الہی پہر شہادتین پہر درود
شریف پہر وعظ ونصیحت اور قران مجید کی آیت اور تجنیس مین کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہی مگر اوسمین وعظ کی جگہہ مسلمانون کے لئی دعا مانگی
بحر الرائق مین کہا کہ دوسری خطبہ مین ایک آیت کا پڑہنا مسنون ہی جیسی اول خطبہ مین مسنون ہی کذا فی الشامی وندب ذکر الخلفاء الراشدین
والعمین لا الدعاء للسلطان جوزہ القہستانی اور مستحب ہی ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عم بزرگوار یعنی حضرت
حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین مستحب ہی دعا مانگنا خطبہ مین بادشاہ کے لئی اور جائز کہا ہی اوسکو قہستانی نے ہم شامی نے
کہا کہ جائز ہونے سی یہہ اشارہ ہوا کہ مستحب نہین اور باب الامامۃ مین جو شارح نے لکھا ہی کہ دعا امام کی نیک بختی کے لئی واجب ہی وہ اس قول
کے مخالف نہین کیونکہ یہان خاص خطبہ کا ذکر ہی ویکرہ تحریما وصفہ بما لیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہی صفت بیان کرنی بادشاہ کی ایسی جو
کہ اوسمین نہون مثلا عادل کہنا جس صورت مین کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہہ وصف بیان کرنا خطیب کا جہوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف
لانہ منہا اور مکروہ ہی کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنیکے لئی کلام مکروہ نہین کیونکہ یہہ کلام تو خطبہ ہی سی ہی یعنی اچہی بات کا حکم کرنا
جزو ہی خطبہ کا ط رہ نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہرا مکروہ تحریمی ہی ومن السنۃ جلوسہ فی مخدعہ عن یمین المنبر ولبس
السواد وترک السلام من خروجہ الی دخولہ فی الصلوۃ وقال الشافعی اذا استوی علی المنبر سلم مجتبی اور سنت ہی بیٹہنا امام کا اپنی
حجرہ مین منبر کی داہنی طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لئی نکلنی کیوقت سی نماز مین داخل ہونے تک اور امام شافعی نے فرمایا کہ
جب منبر پر بیٹہی تو سلام کری کذا فی المجتبی ہم مخدع بروزن منبر قاموس مین لکہا ہی اور سیوطی نے بروزن مکتب اور منبر بیان کیا ہی وہ خلوتخانہ
ہی جو مسجد کے اندر بنا ہو تو جن مسجدونمین ایسا مکان منبر کی داہنی طرف نہو وہان امام داہنی طرف بیٹہی اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑہنا
مکروہ ہی کذا فی الشامی والطہارۃ وستر العورۃ قائما اور مسنون ہی دونو خطبون کا پڑہنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھہ کہڑا ہوکر ہم یعنی یہہ تینون
باتین مسنون ہین شرط نہین پس اگر خطبہ بے وضو پڑہیگا یا ہوا وغیرہ سی برہنگی کہل جائیگی یا بیٹہکر پڑہیگا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھہ اور اوسکا اعادہ واجب
نہوگا کذا فی الطحطاوی وہل ہی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لا ذکرہ الزیلعی بالشک ہل فی النوادر اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتون کے ہی صحیح یہہ ہی
کہ نہین ذکر کیا ہی اوسکو زیلعی نے بلکہ ثواب مین نصف نماز جمعہ کی مانند ہی ہم یعنی یہہ جو اثر مین وارد ہی کہ خطبہ نصف صلوۃ ہی اس سی بظاہر یہہ معلوم
ہوتا ہی کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام خطبہ ہی جیسی جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اوسکی دو رکعتون کے ہی تو اس سی یہہ نکلتا ہی کہ نماز کی شرطین خطبہ مین
بہی ہونی چاہئین شارح اس اثر کی تاویل بیان کرتا ہی کہ مراد اس سی یہہ ہی کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سی آدہا ہوتا ہی نہ یہہ کہ ظہر کی دو رکعتون کے
قائم مقام ہوا اور نماز کی شرطین اوسمین لازم آوین کذا فی الشامی ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلی جاز اور اگر خطبہ پڑہا حالت جنابت مین پہر نہایا
اور نماز پڑہائی جائز ہی یعنی نہانا فاصل متصور نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال مین سی ہی لیکن بہتر ہے اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان
طال بان رجع بیتہ فتغدی او جامع واغتسل استقبل خلاصہ لزوما لبطلان الخطبۃ سراج لکن سیجیء انہ لا یشترط اتحاد الامام والخطیب
اور اگر خطبہ اور نماز مین فعل اجنبی کا فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اسطرح کہ امام اپنی گہر پر چلا آیا اور کہانا کہایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑہی
کذا فی الخلاصہ یعنی واجب ہی از سر نو پڑہنا بسبب باطل ہوجانی خطبے کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہین ہی ایک ہونا نماز پڑہانیوالے اور خطبہ پڑہنی
والیکا ہم یعنی بعض صورتون مین اعادہ ضرور نہوگا مثلا خطیب خطبہ پڑہکر کسیکو نماز پڑہانیکے لئی نائب کرکے گہر جا رہی تو اس صورت مین اعادہ خطبہ کا نہین کذا فی الشامی

والسادس الجماعۃ واقلہا ثلثۃ رجال ولو غیر الثلثۃ الذین حضروا الخطبۃ سوی الامام بالنص لانہ لا بد من الذاکر وہو الخطیب
وثلاثۃ سواہ بنص فاسعوا الی ذکر اللہ یعنی چھٹی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہو اور کمتر عدد جماعت کا تین مرد ہین سوا امام کے نہین تو سبب
سے اگرچہ سوا ان تین شخصون کے ہون جو خطبہ مین موجود ہون اسلئے کہ آیت فاسعوا الی ذکر اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذاکر یعنی الامام ہو وہ تو خطیب
ہے اور تین اوسکے سوا ہون تاکہ صیغہ جمع اوس پر صادق ہو ہم تین مرد انکو مطلق رکھنے سے معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا امی یا گونگے
ہونگے تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مرد کی قید سے لڑکے اور عورتین نکلگئین کہ وہ کسی حال مین امام ہونے کی لیاقت نہین رکھتی لہذا امام صاحب
کے نزدیک سوا امام کے تین مرد شرط جماعت کے ہین کذا فی الطحطاوی فان نفروا قبل سجودہ وقالا قبل التحریمۃ بطلت پس اگر جماعت
کے لوگ چلے جائین پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہو جاویگا یعنی اب ظہر کی نماز از سر نو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے
پیشتر چلے جائین تب جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر جاوینگے تو جمعہ باطل نہوگا امام اوسکو پورا کرلے وان بقی
ثلثۃ رجال ولذا اتی بالتاء او نفروا بعد سجودہ او عادوا وادرکوہ راکعا او نفروا بعد الخطبۃ وصلی باخرین لا تبطل فی
الثلاثۃ اتمہا جمعۃ اور اگر جماعت مین تین مرد رہ گئے یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئے یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئے لیکن پھر چلے آئے اور امام
کے ساتھ رکوع مین شامل ہوگئے یا خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسرے مقتدیون کے ساتھ نماز پڑھی جو خطبہ مین نہ تھے تو ان صورتون
مین جمعہ باطل نہوگا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثۃ سے مرد مراد ہین اسلئے ماتن نے اس لفظ کو ۃ کے ساتھ ذکر کیا کہ
اعداد تین سے لیکر دس تک مذکر کے لئے ۃ کے ساتھ آتے ہین طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ مذکر ہو سو مرد ہون لڑکے بھی تو اسیطرح ثلثۃ
چلے جاتے ہین اور بعد سجدہ کے آدمیون کے چلے جانیسے اسلئے جمعہ پڑھے کہ جماعت شرط ابقا کی نہین اور نفروا بعد الخطبۃ کے ذکر کی حاجت نہین
کیونکہ اسکو شارح پہلے کہہ چکا ہے کہ اگرچہ تین مرد خطبہ سننے والون کے سوا ہون والسابع الاذن العام من الامام وہو یحصل بفتح ابواب
الجامع للواردین کافی فلا یضر غلق باب القلعۃ لعدو او لعادۃ قدیمۃ لان الاذن العام مقرر لاہلہ وغلقہ لمنع العدو لا المصلی
نعم لو لم یغلق لکان احسن کما فی مجمع الانہر معزیا لشرح عیون المذاہب قال وہذا اولی مما فی البحر والمنح فلیحفظ اور ساتوین
شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہے امام کیطرف سے یا اوسکے نائب کیطرف سے جو جمعہ کے قائم کرنیکا اختیار رکھتا ہے اور اذن عام حاصل ہوتا ہے مسجد جامع کے
دروازون کے کھلے رکھنے سے وارد ہونیوالون کے لئے یعنی جو اداء جمعہ چاہین اونکی روک نہو کذا فی الکافی اس سے معلوم ہوا کہ صریح اذن شرط نہین
دروازون کا کھلا رہنا اور مکلفین جمعہ کا روکا نجانا کافی ہے تو نہین ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے یا عادت قدیم
کی جہت سے اسلئے کہ اذن عام ثابت ہے شہر کے باشندون کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لئے ہے نہ نمازی کے منع کرنیکو ہان اگر بند
نکیا جاوے یعنی جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہے چنانچہ مجمع الانہر مین ہے منسوب شرح عیون المذاہب کیطرف صاحب مجمع الانہر نے کہا
کہ ضرور نکرنا قفل دروازہ قلعہ کا بہتر ہے اس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق مین
مذکور ہے کہ جب حاکم قلعہ کے دروازے مقفل کرے اور وہین اپنے لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ جائز نہوگا
چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہے فلو دخل امیر حصنا او قصرہ واغلق بابہ وصلی باصحابہ لم تنعقد ولو فتحہ واذن للناس بالدخول
جاز وکرہ پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ مین یا اپنے محل مین اور بند کردیا دروازہ قلعہ یا محل کا اور نماز پڑھی اپنے ساتھیون کے
ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن بظاہر نماز کیوقت چاہیے اور یہ اس صورت مین حاصل نہوگا اور اگر دروازہ کو کھولدیا اور لوگون
کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ بھی وجہ کراہت کی یہ کہ جامع مسجد کو ترک کیا کذا فی الطحطاوی قال الامام
فی دینہ ودنیاہ الی العامۃ محتاج فسبحان من تنزہ عن الاحتیاج پس امام اپنے دین اور دنیا مین عوام کا محتاج ہے تو پاک ہے

وہ ذات بے احتیاج سے پاک ہے یعنی دنیا مین امام کو عوام کی حاجت ہے واسطے انتظام سلطنت اور کاروبار ملکی اور دفع لشکر دشمن کے اور ملکی کے امور مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہیں ہوتے اور مومنین محتاج عوام کا ہوا ان شرطون لا فتراضہا تسع تختص بہا اور شرطیں
ہین جمعہ کی فرضیت کے لئے نو شرطین جو خاص ہین جمعہ کے لئے ہم ماتن نے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہین مگر چونکہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لئے
نہیں بلکہ ہر نماز فرض کیواسطے ہین اسلئے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لئے کہا اقامة بمصر واما المنفصل عنہ فان کان یسمع النداء تجب
علیہ عند محمد وبہ یفتی کذا فی الملتقی وقدمنا عن الولوالجیہ تقدیرہ بفرسخ ورجح فی البحر اعتبار عودہ لبیتہ بلا کلفة شرط اول فرضیت
جمعہ کی مقیم ہونا شہر مین یعنی مسافر پر واجب نہیں اور اسپر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم ہو اور شہر سے علحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا
تو جمعہ اوسپر واجب ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ایسا ذکر ہے ملتقی مین اور پہلے ہمنے ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ گرد شہر کا اندازہ ایک
فرسنگ ہے یعنی تین میل اور ترجیح دی ہے بحر الرائق مین اعتبار کرنے نمازی کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے ہم پہلے بیان کر چکے
ہین کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہین بلکہ گرد شہر وہی ہے جسمین اوسکی منافع کی چیزین ہوتی ہون وصحة والحق بالمریض
الممرض والشیخ الفانی اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہے یعنی بیمار پر جمعہ واجب نہیں اور لاحق کیا گیا ہے بیمار سے بیمار دار یعنی جو
بیمار کی خبرگیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر مثلا وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے کذا فی الحلیہ اور شامل کیا گیا ہے بیمار سے شیخ فانی یعنی بہت بوڑھا
جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وحریة والاصح وجوبہا علی مکاتب ومبعض واجیر ویسقط من الاجر بحسابہ لو بعیدا والا لا اور
تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہے کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں اور صحیح تر قول یہہ ہے کہ جمعہ واجب ہے مکاتب پر اور اُس غلام پر جسکا ایک
حصہ آزاد ہوگیا ہو اور بقیہ کے لئے کمائی کرتا ہو اور واجب ہے مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت کے حساب سے اگر مزدور مسجد جامع
سے دور ہو اور اگر پاس ہوگا تو مزدوری ساقط نہوگی ہم یعنی مثلا اتنا دور ہے کہ نماز کو جانے اور آنے مین چوتھائی دن یعنی ایک پہر لگتا ہے
تو اُس روز کی اجرت مین سے چہارم وضع ہو جائیگا اوسکا مطالبہ مالک سے نہیں کر سکتا کذا فی الشامی ولو اذن لہ مولاہ وجبت وقیل
یخیر جوہرہ ورجح فی البحر التخییر اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ غلام کو اختیار ہے چاہے
جمعہ پڑھے چاہے ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہے بحر الرائق مین اختیار دینے کو وذکورة محققة اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد
ہونا ہے یقینا یعنے عورتون اور خنثے مشکل پر جمعہ واجب نہیں وبلوغ وعقل ذکرہ الزیلعی وغیرہ ولیسا خاصین اور پانچوین شرط جمعہ کے
واجب ہونے کی بالغ ہونا ہے اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنی لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہیں ذکر کیا ہے اوسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہہ دونون
باتین جمعہ کے لئے خاص نہیں بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لئے شرط ہین ووجود بصر فتجب علی الاعور ساتوین شرط ہے موجود ہونا بینائی
کا جس سے معلوم ہوا کہ جمعہ واجب ہے کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہے چوندھے پر مگر اندھے پر واجب نہیں اگرچہ اوسکو پہونچانیوالا
میسر ہو وقدرتہ علی المشی جزم فی البرہان بان سلامة احدہما لا تکفی فی الوجوب لکن قال الشمنی وغیرہ لا تجب علی مفلوج الرجل و
مقطوعہا اور آٹھوین شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا نمازی کا ہے چلنے پر یقین کیا ہے بحر الرائق مین کہ درست ہونا ایک پانو کا نمازی کے
لئے کافی ہے واجب ہونے مین لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہے کہ واجب نہیں اُس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ یا کٹی ہوئی ہو ہم شامی نے
ابو سعود سے ان دونون روایتون مین تطبیق اسطرح نقل کی ہے کہ مراد بحر الرائق کی ایک پانو کی سلامتی سے یہہ ہے کہ لنگڑاپن مانع مسجد کے جانے
کا نہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہہ ہے کہ مسجد تک نجا سکتا ہو اور شارح کو مناسب تہا کہ بجائے احدہما کے احدہا کہتا اسلئے کہ رجل مونث ہے وعدم
حبس وعدم خوف وعدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوہا اور نوین شرط فرضیت جمعہ کی محبوس نہونا ہے اور دسوین شرط خوف کا نہونا ہے
حاکم یا چورون وغیرہ سے اور گیارہوین شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور انکی مثل کا جیسے شدت کا جاڑا یا آندھی ہم اگر

الافقد جوب کی کیا رہ بیان کی اور نہیں ہو پیشتر تفصیلا کیا تھا اوسمین چہ شرطین مذکور تھیں یعنی پانچ شرطیں آخر کی بیان کیا رہ و میں سمیہ صحت کی
للعد کی ایک شرط نہ عذر ہونے میں و اہمل بین ہنا قد ها علی هذه الشروط او بعضها ان اختار العزیمة وصلاها و هو مکلف بالغ عاقل
وقعت فرضا عن الوقت لتأديه على موضوعه بالنقص فی الاجر هی افضل الا للمرأة اور جس شخص مین یہ سب شرطیں وجوب کی نہون
یا بعض نہون اگر وہ عزیمت اختیار کرے اور جمعہ پڑھے حالانکہ وہ مکلف یعنی بالغ اور عاقل ہو تو اوسکا جمعہ فرض واقع ہوگا ظہر کے عوض مین کہ
اوسکی حق مین جو چیز شریعت نے وضع کی ہی وہ مضرت پڑی ہو اور بحر الرائق مین ہی کہ جمعہ سب عذر والون کے حق مین افضل ہے ظہر سے مگر عورت کے لئے
ظہر افضل ہے اسلئے کہ اوسکی نماز گہر کے اندر افضل ہے هم عزیمت حکم شرعی ہی مقابل رخصت کے یعنی رخصت مین شارع کیطرف سے تخفیف ہوتی
ہی اور عزیمت مین مشقت تو چونکہ مسافر و مریض وغیرہ کو حکم ہوا جمعہ کے ترک کرنیکا اور ظہر کے پڑہنے کا تو اونکے حق مین ظہر کا پڑہنا سہولت کیوجہ
سے رخصت ہی اور جمعہ کا ادا کرنا مشقت کے لحاظ سے عزیمت تو جب اوسنے مشقت گوارا کرکے جمعہ کو ادا کیا پس اگر اب ہم اوسکی جمعہ کو صحیح کہیں
اور اوسپر ظہر لازم کریں تو اوسپر دو مشقت رکھی جائیگی اور اوسکے حق مین جو سہولت موضوع تھی وہ مشقت ہو جائیگی کذا فی الشامی ویصلح للامامة
فيها من صلح لغيرها فجازت لمسافر وعبد ومريض وتنعقد الجمعة بهم اي بحضورهم بالطريق الاولى اور لیاقت امامت کی رکہتا ہی جمعہ
مین وہ شخص کہ امام ہونے کے لائق ہو غیر جمعہ مین پس جائز ہی امام ہونا مسافر اور غلام اور بیمار کا اور منعقد ہو جاتا ہی جمعہ اونکے حاضر ہونے سے
بطریق اولی هم امام شافعی نے فرمایا ہی کہ ان لوگونکی امامت تو صحیح ہے مگر انکے سوا اگر کوئی مقتدی نہو تو جمعہ نہوگا اسلئے ماتن نے کہا کہ جمعہ ان
سے ہو جاتا ہی کیونکہ جب اونمین لیاقت امام ہونے کی ہی تو لیاقت مقتدی ہونے کی بطریق اولی ہوگی کذا فی العنایہ وحرم لمن لا عذر له صلوة
الظهر قبلها اما بعدها فلا يكره غاية في يومها بمصر لكونه سببا لتفويت الجمعة وهو حرام اور حرام ہی اوس شخص کو کہ عذر نہو ظہر کا پڑہنا جمعہ سے
پیشتر جمعہ ہی کے دنمین شہر کے اندر لیکن بعد جمعہ کے ظہر کا پڑہنا مکروہ نہین کذا فی غایۃ البیان شارح نے کہا کہ پیشتر جمعہ کے ظہر پڑہنا اسلئے حرام
ہی کہ ظہر سبب ہوتا ہی واسطے فوت کرنے جمعہ کے اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہی تو جو چیز حرام کا سبب ہوگی وہ بہی حرام ہی هم شامی نے کہا فی یومها
متعلق ہے واقعا محذوف سے جو حال ہے ظہر کا یعنی اوسی روز کا ظہر حرام ہے نہ اوس سے پیشتر کا اور شہر کی قید اسلئے لگائی کہ اگر گانو مین قبل
جمعہ ظہر پڑہ لیگا تو مکروہ نہوگا قدوری وغیرہ کتب فقہیہ مین نماز ظہر کو قبل ادا جمعہ مکروہ لکھا ہی اور ماتن نے حرام اور صاحب بحر الرائق نے کراہت
ہی ثابت کی ہے فان فعل ثم ندم وسعى عبّر به اتباعا للاية ولو كان في المسجد لم تبطل الا بالشروع فيها قيد بقوله اليها لانه لو خرج
لحاجة او معه فراغ الامام او لم يقمها اصلا لم تبطل في الاصح فالبطلان به مقيد بامكان ادراكها بان انفصل عن باب داره
والامام فيها ولو لم يدركها لبعد المسافة فالاصح انه لا تبطل بسعيه بطل ظهره لا اصل الصلوة والظهر من اقتدى به ولم يسع
ادركها او لا بلا فرق بين معذور وغيره على المذهب پس اگر غیر معذور نے جمعہ سے پیشتر ظہر پڑہ لیا پہر نادم ہوا اور جمعہ کیطرف سعی کی
یعنے جمعہ پڑہنے کو چلا اسطرح کہ اپنے مکان کے دروازہ سے باہر ہوا تو اوسکا ظہر باطل ہوگا یعنی فرضیت باطل ہوگی نہ اصل نماز بلکہ نماز نفل
ہو جائیگی اور نہ باطل ہوگا ظہر اوس شخص کا جسنے غیر معذور مذکور کے پیچھے نماز پڑہی ہوگی اور جمعہ کے لئے سعی نکی ہوگی خواہ ظہر پڑہنے والیکو سعی کے
بعد جمعہ ملے یا نملے دونو صورت مین فرض ظہر باطل ہونگی بدون فرق کے درمیان معذور اور غیر معذور کے مذہب صحیح کے بموجب شارح نے کہا
کہ ماتن نے چلنے کو سعی سے تعبیر کیا بسبب اتباع آیت کے یعنی آیت مین فاسعوا الی ذکر اللہ ہی اسلئے ماتن نے سعی کہا اور ماتن نے قید جمعہ کیطرف
سعی کی اسلئے لگائی کہ اگر ظہر پڑہنے والا اپنے کام کو نکلے یا اوسوقت نکلے کہ امام کا فارغ ہونا اور اسکا نکلنا ایک ساتھ ہو یا امام نے جمعہ کو سرے سے
قائم ہی نہ کیا ہو تو ظہر باطل نہوگا صحیح تر قول مین کیونکہ ان صورتون مین اوسکی سعی جمعہ کیطرف نہوگی پس باطل ہونا ظہر کا سعی سے مقید ہی جمعہ کے پا سکنے
کے ساتھ تو اگر بعد مسافت کے سبب سے جمعہ کو نپایا تو صحیح تر یہ ہی کہ ظہر باطل نہوگا کذا فی السراج هم شامی نے [illegible] جمعہ کے [illegible]

شارح نے لگائی سو صحیح نہیں اور سراج میں کہا کہ [illegible]
صورت بھی شامل ہو گئی کہ جمعہ کو نہ پایا ہو وہ بھی فاصل کی جماعت سے ہو یا اگر سعی کی تب امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہیں کیا تھا [illegible]
بلکہ یون کہا ہے اور سراج میں کہا کہ یہی صحیح ہے اسلئے کہ نمازی جمعہ کے [illegible] اور سوقت کہ جمعہ اوسکو ابھی تک فوت نہیں ہوا انتہیٰ اور معذور کے
حکم سعی کا نہیں تو چاہیئے تھا کہ اوسکا ظہر باطل نہوتا مگر سعی کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بھی غیر معذور کے حکم میں شامل ہو گیا [illegible]
لمعذور ومسجون ومسافر اداء ظهر بجماعة في مصر قبل الجمعة وبعدها لتقليل الجماعة وصورة المعارضة مکروہ تحریمی ہے معذور اور
اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب کم ہونے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے ہم اداکی قید سے
معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگونکو مکروہ نہیں اسیطرح گانو والونکو جماعت ظہر مکروہ نہیں اور شہر میں وجہ کراہت یہہ ہے کہ جمعہ کی جماعت
کم ہو جائیگی یعنے معذورونکو پڑھتے دیکھکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہو جائیگا تو جماعت اوسیقدر کم ہو جائیگی اور دوسری وجہ مخالفت [illegible]
یعنے حکم اقامت جمعہ کا ہے تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور عدول حکمی ہے کذا فی الطحطاوی وأفاد أن المساجد تغلق يوم
الجمعة إلا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بتا کر یہہ افادہ کیا کہ تمام مسجدیں جمعہ کے روز بند کیجائیں سوائے
جامع مسجد کے یعنی اسلئے کہ مسجدیں اجتماع کی جگہیں ہیں تو اونکے بند کرنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہنچیگی وكذا أهل مصر فاتتهم الجمعة فإنهم
يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة اور اسیطرح مکروہ ہے جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والونکو جنکو جمعہ نملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھیں بدون
اذان اور تکبیر اور جماعت کے ويستحب للمريض تأخيرها إلى فراغ الإمام وكره إن لم يؤخر هو الصحيح اور مستحب ہے بیمار کو دیر کر کے پڑھنا نماز
ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہے اگر تاخیر نکرے یہی صحیح ہے ومن أدركها في تشهد أو سجود سهو على
القول به فيها يتمها جمعة خلافا لمحمد كما يتم في العيد اتفاقا كما في عيد الفتح اور جو شخص جمعہ میں ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے
اندر یا سجدہ سہو کے تشہد میں وہ تمام کرے جمعہ یعنی دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہہ اُن لوگون کے قول کے بموجب ہے جو سجدہ سہو جمعہ
میں کرنے کو کہتے ہیں یعنی متاخرین کے نزدیک اولے یہہ ہے کہ کثرت اژدہام جمعہ وغیرہ میں سجدہ سہو نکرے تو اس قول کے بموجب سجدہ سہو
یا اوسکے تشہد میں نہ مل سکیگا وہ دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک اگر ایک رکعت سے کمتر ملے تو جمعہ تمام
نکرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العید میں ہے یعنی اگر عید کے تشہد یا سجدہ سہو میں
ملے تو بالاتفاق دو رکعتیں پوری کرے لكن في السراج أنه عند محمد لا يصير مدركا لها لیکن سراج میں ہے کہ نمازی امام محمد کے نزدیک
عید کا پانیوالا نہوگا یعنی تشہد میں ملنے کی صورت میں عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ
پڑھے بلکہ بلا زائد تکبیرون کے پورا کرے شامی نے کہا کہ قول اول صحیح ہے یعنی بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے وينوي الجمعة لا الظهر
بالاتفاق فلو نوى الظهر لم يصح اقتداؤه اور نیت کرے تشہد میں ملنے والا جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اوسکا
اقتدا درست نہوگا بالاتفاق ثم الظاهر أنه لا فرق بين المسافر وغيره نهر بحثا پھر ظاہر یہہ ہے کہ نہیں فرق ہے مسافر اور غیر مسافر میں
کذا فی النہر بحثا ہم ظہیریہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر مسافر تشہد میں جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتیں پڑھے اعلیٰ شامی نے ذکر کیا کہ
مسافر اور غیر مسافر اسمین برابر ہیں شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کریں وإذا خرج الإمام من الحجرة إن كان وإلا فقيامه للصعود [illegible]
الجمع فلا صلاة ولا كلام إلى تمامها وإن كان فيها ذكر الظلمة على الأصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا [illegible]
منبر پر چڑھنے کے لیے معتبر ہے کذا فی شرح المجمع تو اوسوقت سے کوئی نماز ہے نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ میں ذکر ظالمون کا ہو [illegible]
قول کے بموجب ہم مقابل قول اصح کا یہہ ہو کہ جب ظالمون کا ذکر خطبہ میں ہو اوسوقت کلام درست ہے اونکا ان کو [illegible]

کے ہو کذا فی الطحطاوی خلافاً لہما و فائتۃ لو یسقط الترتیب بینہا و بین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ
والا لا کوئی نماز خطبہ کیوقت جائز نہین سوا قضا پڑہنے اُس فائتہ کے جسمین اور وقتی نماز یعنی جمعہ کے درمیان مین ترتیب ساقط نہوئی
ہو کہ اُس فائتہ کا پڑہنا مکروہ نہین کذا فی السراج وغیرہ بلکہ اُسکا پڑہنا واجب ہی بسبب ضرورت ہونے جمعہ کے یعنی صاحب ترتیب اگر فائتہ نماز
نہ پڑہیگا تو اوسکا جمعہ صحیح نہوگا اسلئے اوسکو پڑہنے کا مضائقہ نہین اور اگر ترتیب نرہی ہو تو قضا کا پڑہنا بھی خطبہ کیوقت مکروہ ہی ولو خرج
و ہو فی السنۃ او بعد قیامہ لثالثۃ النفل یتم فی الاصح و یخفف القراءۃ اور اگر امام خطبہ کے لئے نکلا اور نمازی سنتین پڑہتا ہی یا نفل کی
تیسری رکعت کو کہڑا ہو چکے بعد امام نکلا تو وہ شخص سنتین اور نفل جو کچہ پڑہتا ہی تمام کری صحیح تر قول مین اور قراءت چھوٹی پڑہی یعنی بقدر واجب
پر اکتفا کرے کذا فی الطحطاوی وکل ما حرم فی الصلوٰۃ حرم فیہا ای فی الخطبۃ خلاصۃ وغیرہا فیحرم اکل و شرب و کلام ولو تسبیحاً
او ردّ سلام او امر بمعروف بل یجب علیہ ان یستمع و یسکت بلا فرق بین قریب و بعید فی الاصح محیط اور جو امور کہ حرام ہین نماز مین وہ
حرام ہین خطبہ کے اندر کذا فی الخلاصۃ وغیرہا پس حرام ہی خطبہ کیوقت کہانا اور پینا اور کلام کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہنا ہو یا سلام کا جواب دینا یا
اچھی بات کا حکم کرنا ہو بلکہ واجب ہی آدمی پر کہ خطبہ سُنی اور چُپ رہی بدون فرق کے درمیان نزدیک اور دور کے شخصون کے صحیح تر قول مین کذا
فی المحیط ھم اور قول ضعیف یہہ ہی کہ خطبہ سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ تسبیح کو ماتن کے قول پر متفرع کرنے مین کلام
ہے اسلئے کہ تسبیح نماز مین حرام نہین اور امر بالمعروف سے خطیب مستثنیٰ ہی جیسا کہ پہلے بیان ہوا ولا یرد تحذیر من خیف ہلاکہ لانہ یجب لحق آدمی
وھو محتاج الیہ والانصات لحق اللہ تعالیٰ ومبناہ علی المسامحۃ اور اعتراض نہین وارد ہوتا ڈرانا اُس شخص کا جسکے ہلاک کا خوف ہو یعنی
اگر کسی آدمی کو خطبہ کیوقت کنوئین کے پاس دیکہی مثلاً اور خوف ہو کہ کنوئین مین گر جائیگا تو لازم ہی کہ اُس شخص کو ہوشیار کردی کیونکہ ہوشیار
کرنا واجب ہی آدمی کے حق کی جہت سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہے اور سکوت خطبہ کیوقت اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے ہے اور بنا اُس حق کی درگذر
پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ غنی ہے اوس سے درگذر فرما سکتا ہی وکان ابو یوسف ینظر فی کتابہ ویصحح اور امام ابو یوسف جب خطبہ سے
دور ہوتے تو خطبہ کیوقت اپنی کتاب دیکہا کرتے اور قلم سے اوسکو صحیح کیا کرتے ھم شامی نے کہا کہ یہہ مبنی ہی قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو
کلام کرنا اور کتاب کا دیکہنا جائز ہے والاصح انہ لا باس بان یشیر برأسہ او یدہ عند رؤیۃ منکر اور صحیح تر یہہ ہی کہ کچہ مضائقہ نہین اپنے
سر یا ہاتہ سے اشارہ کرنیکا وقت دیکہنے بُری بات کے یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی والصواب انہ یصلی علی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اور صواب یہہ ہی کہ درود پڑہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وقت سننے آپکے اسم مبارک کے اپنے جی
مین ھم یعنی آہستہ درود پڑہے کہ اپنے آپ سُنے دوسرے کو آواز نجا دے اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ درود دل مین پڑہے کذا فی الشامی
ولا یجب تشمیت عاطس ولا رد سلام بہ یفتی اور واجب نہین جواب دینا چھینکنے والیکا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتوی ہی طحطاوی
نے کہا کہ اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سُنے وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم و عید علی المعتمد اور اسی
طرح واجب ہی سُننا سب خطبون کا مثل خطبہ نکاح اور خطبہ ختم قران اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقالا لا باس بالکلام قبل الخطبۃ و بعدہا واذا
جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہا کہ نہین مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنی جب امام حجرہ سے نکلے تو جب تک خطبہ شروع کرے اسوقت
تک کلام کا مضائقہ نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اوسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہین والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ اما
غیرہ فیکرہ اجماعاً اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اُس کلام مین ہی کہ آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنی دنیاوی کلام مکروہ ہے
بالاتفاق وعلی ھذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ لا عندہما اور اس خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ مین مروج ہی مکروہ ہوگا
امام صاحب کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک ھم ترقیہ اسکو کہتے ہین کہ مکبر امام کے سامنے کہڑا ہو کر اول یہہ آیت پڑہتا ہی ان اللہ وملئکتہ

يُصَلِّيَ بَعْدُ الْخُطْبَةِ) آخر تک یہہ حدیث صحیحین کی پڑہتا ہی کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہوا وسوقت کہ امام خطبہ پڑہتا ہے تو تو نے لغو کیا تو ہر چند یہہ پڑہنا کلام آخرت ہی مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصرا وَأَمَّا مَا يَفْعَلُهُ الْمُؤَذِّنُونَ حَالَ الْخُطْبَةِ مِنَ التَّرَضِّي وَنَحْوِهِ فَمَكْرُوهٌ اتِّفَاقًا وَتَمَامُهُ فِي الْبَحْرِ اور جو رضی اللہ عنہ اور مثل اوسکی موذن خطبہ کیوقت کرتے ہیں سو یہہ تو مکروہ ہے بالاتفاق اور اسکا پورا بیان بحر الرائق میں ہی ھ موذنون کا دستور بعض عرب کے شہروں میں ہی کہ جب امام نام خلفا واصحاب کا لیتا ہے تو وہ باواز بلند رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور جب سلطان کا نام لیتا ہو تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کا پکار کر کہتے ہیں تو یہہ حرکت انکی مکروہ ہی طحاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں سوای عجب کے جسکو شارح بیان کرتا ہے اور کچہہ بیان نہیں وَالْعَجَبُ مِنْ الْمُرْقِي يَنْهَى عَنِ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ بِمُقْتَضَى حَدِيثِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنْصِتُوا رَحِمَكُمُ اللَّهُ قُلْتُ إِلَّا أَنْ يُحْمَلَ عَلَى قَوْلِهِمَا فَتَنَبَّهْ اور تعجب ہی ترقیہ پڑہنے والے سے کہ منع کرتا ہی امر معروف سے اپنی حدیث کے مقتضا کے اعتبار سے پہر کہتا ہی چپ رہو خدا تعالی تمپر رحم کرے میں کہتا ہون مگر یہہ کہ اوسکا یہہ کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو اگاہ رہنا ھ یعنی جب مرقی نے حدیث بیان کی تو اوسکا مضمون اس بات کو مقتضی ہی کہ امر بالمعروف سے بھی زبان بند کرنی چاہیئے تو پہر آپ ہی اوسپر عمل نکرنا اور لوگونکو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہی ہان اوسکا امر صاحبین کے قول کے موافق درست ہوسکتا ہی کیونکہ وہ قبل خطبے کے ترقیہ وغیرہ کرتا ہی اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہیں وَوَجَبَ السَّعْيُ إِلَيْهَا وَتَرْكُ الْبَيْعِ وَلَوْ مَعَ السَّعْيِ فِي الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ وِزْرًا بِالْأَذَانِ الْأَوَّلِ فِي الْأَصَحِّ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي زَمَنِ الرَّسُولِ بَلْ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ اور واجب ہی جمعہ کیطرف جھپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول میں اگرچہ یہہ اذان عہد مبارک میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی اور مسجد کے اندر یا اوسکے دروازہ پر بیع میں مشغول رہنا بڑا گناہ ہی ھ بیع سے مراد وہ امر ہی جو نماز جمعہ سے باز رکہی تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام میں مشغول رہیگا اور سعی نکریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور سعی کیحالت میں بیع کرنا اگر حارج سعی نہو تو سراج میں کہا ہی کہ مکروہ نہین چنانچہ شارح نے بہی آخر باب البیع الفاسد میں لا بأس بہ لکہا ہی پہر اسمین اختلاف ہی کہ اذان اول کونسی ہی تو بعض فقہا نے کہا کہ اذان اول وہ ہی جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہی اسلئے کہ باعتبار مشروع ہونے کے وہی اول ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں یہی ایک اذان ہوتی تہی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آدمی بہت ہوئے تو آپ نے زوراء پر ایک اذان اور بڑہادی اور صحیح تر قول یہہ ہی کہ اذان اول وہی ہے جو وقت میں اول ہو یعنی جو اذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہے کذا فی الشامی وَأَفَادَ فِي الْبَحْرِ صِحَّةَ إِطْلَاقِ الْحُرْمَةِ عَلَى الْمَكْرُوهِ تَحْرِيمًا اور بحر الرائق میں حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہے ھ اذان کیوقت بیع کو صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہی حالانکہ وہ مکروہ تحریمی ہے شارح صاحب ہدایہ کیطرف سے عذر بیان کرتا ہی کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہے چنانچہ بحر الرائق میں افادہ کیا ہی کذا فی الشامی وَيُؤَذَّنُ ثَانِيًا بَيْنَ يَدَيْهِ أَيِ الْخَطِيبِ أَفَادَ بِصِحَّةِ الْفِعْلِ أَنَّ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَ أَكْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ أَذَّنُوا وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ وَلَا يَجْتَمِعُونَ كَمَا فِي الْجَلَالِي وَالْقُرْتَاشِي ذَكَرَهُ الْقُهُسْتَانِيُّ إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ اور موذن اذان دے دوسری بار سامنے خطیب کے جب وہ منبر پر بیٹہے یعنی خطبہ پڑہنے کے لئے شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یؤذن کو بصیغہ واحد لانے سے افادہ کیا کہ موذن جب ایک سے زیادہ ہو تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہیں سب ملکر نہ کہیں چنانچہ جلالی اور قرتاشی میں ہی ذکر کیا ہی اوسکو قہستانی نے ھ طحاوی نے کہا کہ یہہ افادہ اوسوقت ہی کہ یؤذن کو بصیغہ معروف پڑہیں اور جس صورت میں مجہول پڑہیں تو افادہ مذکور ظاہر نہوگا فَإِذَا أَتَمَّ أُقِيمَتْ وَيُكْرَهُ الْفَصْلُ بِأَمْرِ الدُّنْيَا ذَكَرَهُ الْعَيْنِيُّ پس جب امام خطبہ تمام کرلے تو تکبیر کہی جاوے اور مکروہ ہی فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر میں کسی دنیا کے امر کو ذکر کیا ہے اوسکو عینی نے ھ یعنی آخر خطبہ کا متصل ہو تکبیر کے شروع سے اور امر دنیا کی قید اسلئے لگائی کہ امر بالمعروف اور نہی منکر کا فاصلہ مکروہ

نہیں اور بیچ دوسری خطبہ میں خطیب منبر سے ایک سیڑھی اوترتے ہیں پھر چڑھتے ہیں یہہ بدعت شنیع ہے کذا فی الشامی طحطاوی نے بحرالرائق سے
نقل کیا کہ مسنون ہے منبر کا ہونا قبلہ کی بائیں طرف اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا اور زاہدی نے ذکر کیا ہے سورہ اعلیٰ اور غاشیہ
کا پڑھنا لا ینبغی ان یصلی القوم غیر الخطیب لانہما کشیئ واحد مناسب نہیں کہ سوای خطبہ پڑھنیوالے کے دوسرا شخص نماز پڑھاوے کیونکہ خطبہ
اور نماز دونوں ایک ہی چیز ہیں کیونکہ شرط اور مشروط ہیں اور مشروط بدون شرط کے پایا نہیں جاتا تو اسلئے دونوں کا فاعل ایک ہونا مناسب ہے
کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز ھو المختار پس اگر ایسا کیا جاوے کہ امام جدا ہو اور خطیب جدا
اسطرح کہ خطبہ پڑھے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کوئی بالغ پڑھاوے تو درست ہے یہی مختار ہے مم لڑکے کی
قید اسلئے لگا دی کہ یہہ وہم نہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑھنا جائز نہیں اور اذن سلطان کی قید خطبہ میں لگائی نہ نماز میں تاکہ معلوم ہو کہ خطبہ
میں اذن شرط ہے نہ نماز میں کذا فی الطحطاوی لا باس بالسفر یومہا اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی
الخانیۃ لکن عبارۃ الظہیریۃ وغیرہا بلفظ دخول بدل الخروج نہیں مضائقہ ہے سفر کا دن جمعہ کے جبکہ نکلجاوے شہر کی آبادی سے پہلے
نکلجانے وقت ظہر کے کذا فی الخانیہ مگر عبارت ظہیریہ اور اوسکے سوا دوسری کتابوں کی بلفظ دخول ہے عوض خروج کے یعنی آبادی سے
نکلجائے پیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے مم سفر سے مراد ہے ایسی جگہہ جانا جسکے باشندوں پر جمعہ واجب نہو کذا فی الشامی وقال
فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکرہ قبل الزوال اور شرح منیہ میں کہا ہے کہ صحیح یہہ ہے کہ سفر کرنا
بعد زوال کے جمعہ پڑھنے سے پہلے مکروہ ہے اور زوال سے پیشتر مکروہ نہیں یعنی اسلئے کہ زوال کے پیشتر اوسپر جمعہ واجب نہیں مم اس
قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کے لئے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہو جاوے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہے کذا فی الطحطاوی القروی اذا
دخل المصر یومہا ان نوی المکث ثمہ ذلک الیوم لزمتہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل وقتہا او بعدہ لا تلزمہ لکن
فی الظہیریۃ ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ وقیل لا گانو کا رہنے والا جب
شہر میں جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر میں اوسنے اوس روز نیت ٹھہرنے کی کی تب تو اوسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اوسی روز چلے جانے کی
نیت کی جمعہ کیوقت سے پہلے یا پیچھے تو جمعہ لازم نہوگا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کیوقت کے کریگا تو اوسپر جمعہ لازم
ہوگا اور نہیں تو لازم نہوگا اور شرح منیہ میں ہے کہ اگر ٹھہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہہ ہے کہ لازم نہوگا
مم شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف وسکون را نسبت ہے قریہ کیطرف کما لا تلزم لو قدم مسافر یومہا علی عزم ان لا یخرج یومہا ولم
ینو الاقامۃ نصف شہر جیسے جمعہ لازم نہیں اگر کوئی مسافر آیا جمعہ کے دن شہر میں اس ارادہ سے کہ اوس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹھہرنے
کی نیت نکی یعنی اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہو جاویگا یخطب الامام بسیف فی بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑھے
تلوار حمائل کرکے اوس شہر میں کہ تلوار سے فتح ہوا ہو جیسے مکہ معظمہ ہے اور اگر تلوار سے فتح نہوا ہو تو وہاں تلوار لیکر خطبہ پڑھے جیسے مدینہ منورہ
ہے وفی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ وھو متکئ علیہ حاوی قدسی میں ہے کہ جب موذن
فارغ ہو جائیں خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کھڑا ہوا اور تلوار اپنے بائیں ہاتھہ میں لیکر اوسپر سہارا کرے مم طحطاوی نے کہا کہ یہہ
قول مخالف ہے تحقیق بحرالرائق کے کیونکہ اوسمیں تلوار کا حمائل کرنا لکھا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے یہہ توجیہ کی کہ تلوار کو حمائل کرکے پھر اوسکی
نوک زمین پر ٹیکر اوسپر ہاتھہ کا سہارا دے تاکہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں وفی الخلاصۃ یکرہ ان یتکئ علی قوس او عصا اور خلاصہ
میں ہے کہ مکروہ ہے خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر مم حلیہ میں خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابوداؤد کی حدیث سے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کا خطبہ میں لاٹھی یا عصا پر سہارا دیکر کھڑا ہونا ثابت ہے پھر مکروہ کیسے ہوگا بلکہ محیط میں ہے کہ جیسے کھڑا ہونا خطبہ میں سنت ہے

اسیطرح عصا کا لینا بھی مسنون ہی کذا فی الشامی **فرع** مسائل الجمعۃ شارح کے متفرع للنداء وهو بأكل تركه إن خاف فوت جمعة
او مكتوبة لا جماعة یعنی ایک شخص نے اذان سُنی اور وہ کہانا کہاتا ہے تو کہانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نکلنے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا نہ ترک
کرے کہانا اگر خوف ہو جماعت کے فوت ہونیکا کیونکہ ایسا کہانا جو رکہی سی بگڑ جاوے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو وہ عذر ہی جماعت کے
ترک کرنیکا چنانچہ گذر ان سنا فی سعی یرید الجمعة وحوائجه ان معظم مقصوده الجمعة نال ثواب السعی الیها وهذا یفید ان من شرك
فی عبادته فالعبرة للاغلب ایک گانو والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سی اور اپنی دوسری حاجات کے لئی اگر زیادہ تر مقصود اسکا جمعہ کا پڑہنا
ہے تو اوسکو جمعہ کیطرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سی معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص عبادت مین شرک کرے یعنی دوسرا کوئی مطلب اوسمین ملاوے
خالص اللہ تعالی کے لئی نرکہے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلا حج مین ارادہ تجارت کا کرلے تو ثواب عبادت اوسی وقت ہوگا کہ مقصود غالب حج
ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدها بہتر ہے بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے ھ تاتارخانیہ مین
لکہا ہی کہ نماز جمعہ سی پیشتر بالون اور ناخنون کا بنوانا اچہا نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی سی ہی تو جیسی حج مین بعد فراغت حج کے ان کا بنوانا
چاہئی ایسی ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہے باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحۃ جلد چہارم مین دیکہنا چاہیئے لا بأس بالتخطی ما لم یأخذ
الامام فی الخطبة ولم یؤذ احدا الا ان لا یجد الا فرجة امامه فیتخطی الیها للضرورة مضائقہ نہین گردنون پر کو پہاندنا بشرطیکہ امام نے
خطبہ شروع نکیا ہو اور بشرطیکہ کسیکو ایذا نہ دے مگر یہہ کہ اوسکو سوا ر خالی جگہہ کے اپنی سامنی کوئی جگہہ نہو تو اوس خالی جگہہ کے بہرنیکو پہاند جاوے
ضرورت کیوجہ سی ھ یعنی لوگون پر سے پہاندنا ایک محل ہی تو خطبہ کیحالت مین جائز نہین اسیطرح اونکو ایذا دینا درست نہین کہ پہاندنے
مین کسیکا کپڑا دابے یا کسیکے بدن پر پانو رکہدے ہان اگر اگلی صف مین فرجہ چہوٹا ہو اور اوسکی بہرنیکے لئی کسیکو اس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی
وجہ سی درست ہی بشرطیکہ اور کوئی جگہہ نہو کذا فی الشامی ویکره التخطی للسؤال بکل حال اور مکروہ ہی گردنون پر سی پہاندنا سوال کے لئی
ہر حالمین یعنی خواہ ایذا کسیکو ہو یا نہو ھ مسجد مین سوال کرنے اور سائل کے دینے مین اختلاف ہی کہ درست ہی یا نہین نہر الفائق مین لکہا کہ
اگر سائل نمازیون کے سامنی کو نگذرے اور نہ گردنونکو پہاندے اور نہ اصرار کے ساتہہ طلب کرے تب تو مانگنا اور اوسکو دینا درست ہی ورنہ مکروہ
ہے کذا فی البزازیہ وسئل علیه السلام عن ساعة الاجابة فقال ما بین جلوس الامام الی ان یتم الصلوة وهو الصحیح وقیل وقت العصر و
الیه ذهب المشائخ کما فی التاتارخانیة اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سی پوچہا گیا حال دعا کے قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ
ساعت امام کے خطبہ کے لئی بیٹہنی سی لیکر اوسوقت تک ہی کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہے اور ایک قول یہہ ہی کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہی اور اس
قول کیطرف گئی ہین مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہی ھ صحیحین مین ہی کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہی کہ جو مسلمان بندہ اوسمین کہڑا ہوا نماز پڑہے پہر
اللہ تعالی سے کچہہ مانگے تو اوسکو اللہ تعالی وہ چیز عنایت ہی کرتا ہے اس ساعت مین اختلاف ہی کہ کونسی ہی اور سب اقوال چالیس ہین جنمین سی دو
قول صحیح ہین ایک تو یہہ کہ وہ ساعت خطبہ کیلئی بیٹہنی کیوقت سی ہی نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ سی مرفوعا
روایت کیا ہی تو اس قول کے بموجب دعا اپنی دل مین مانگے اسلئی کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہے اور دوسرا قول یہہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچہلی ساعت ہے
اسکو مالک اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابو ہریرہؓ سی روایت کیا ہی اور غالبا مشائخ کی مراد یہی ساعت
ہے جسکو شارح نے وقت عصر سی تعبیر کیا ہی کذا فی الشامی وفیها سئل بعض المشائخ الیلة الجمعة افضل ام یومها فقال یومها اور تاتارخانیہ
مین ہی کہ بعض فقہا سی سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہی یا جمعہ کا دن تو انہون نے فرمایا کہ جمعہ کا دن افضل ہے اسلئی کہ رات کو فضیلت صرف
نماز جمعہ کے باعث سی ہے اور نماز دن کو ہوتی ہے وذکر فی احکامات الاشباه ما اختص به یومها من قراءة الکهف فیه ومن منع عطفه
علی قوله ویکره افراده بالصوم وافراد لیلته بالقیام فتدبرهم وفیه یجتمع الارواح وتزار القبور ویأمن المیت من عذاب القبر ومن

الجمعة او ليلتها امن من عذاب القبر ولا تسجر فيه جهنم ويزور اهل الجنة ربهم فيه تعالى اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہو کر
بیان ہوا سو جمعہ کا روزہ مخصوص ہے ایک سورہ کہف کا پڑہنا ہو جمعہ کے دن یا رات مین کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جو کوئی سورہ کہف جمعہ کو پڑہے تو
ایک جمعہ سے دوسری تک محفوظ رہتا ہی بلکہ تین دن زیادہ کے اور جس شخص نے قرارت کہف کا عطف اشباہ والیکے اس قول پر سمجہا ہی کہ مکروہ ہے
تنہا روز جمعہ کا روزہ رکہنا اور تنہا اوسکی رات کا جاگنا تو اوسنے غلطی کی یعنی اسلئے کہ مسنون چیز کو مکروہ مین شامل کر دیا اور جمعہ کے دن روحین
اکٹھی ہوتی ہین اور اسی دن قبرونکی زیارت ہوتی ہی اور مردہ عذاب قبر سے امن رہتا ہی اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات مین مرتا ہی وہ عذاب قبر سے
محفوظ رہتا ہی اور اُس روز مین دوزخ گرم نہین کیجاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جل شانہ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہین ہم اشباہ
کے احکام جمعہ مین مذکور ہے کہ جمعہ بہت سی باتون سے مخصوص ہے نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اوسکی لئی جماعت کا شرط ہونا اور سوا امام کے تین مردونکا
ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص سورتون کا پڑہنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا موافق اوسکی شرطونکے اور مسنون ہونا اوسکی
غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچہا لباس پہننا اور بال اور ناخن بنوانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہین اور مسجد کو خوشبو سے بسانا اور جمعہ کی نماز کو سویرے
جانا اور جبتک خطیب نکلے عبادت مین مشغول رہنا اور نہ مسنون ہونا دیر کرنیکا نماز جمعہ مین اور مکروہ ہونا تنہا اوسکی روزہ کا اور تنہا اوسکی رات مین
جاگنے کا اور اوسمین سورہ کہف کا پڑہنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اوسکی ٹہیک دوپہر مین بموجب قول امام ابو یوسف کے جو صحیح اور معتمد ہی اور ہفتہ
کے دنونمین اوسکا بہتر ہونا اور اوسکا روز عید ہونا اور اوسمین دعا قبول ہونیکی ساعت کا ہونا اور ارواح کا اُس روز اکٹہا ہونا اور قبرون کی
زیارت کرنی اور مردہ کا اُس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اوسکی دن یا رات مین مرجائے فتنہ قبر سے اوسکا بچا رہنا اور اُس روز
دوزخ کا گرم نہونا اور اُس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور اونکا جنت سے نکلنا اور جنت والونکو اُس روز دیدار اللہ تعالی کا ہونا تمام ہوا قول
اشباہ کا ہر چند ان امور مین سے اکثر متن اور شارح کے اقوال مین گذر گئے تھے مگر ایک جا مجتمع ہونیکے لحاظ سے سبکا ترجمہ کر دیا گیا اور دیدار کا
جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لئے ہی اور بعض کو اس سے کم مدت مین اور بعض کو اس سے زیادہ مین ہوا کریگا یہانتک کہ عورتون کو صرف تجلی عام کے
وقت نصیب ہوا کریگا کذا فی الطحطاوی **باب العیدین** یہہ باب ہی دونون عیدون کے احکام مین ہم مناسبت عیدین
کی جمعہ سے یہہ ہی کہ دونو جماعت سے پڑہی جاتی ہین اور قرارت دونومین باواز بلند ہوتی ہے اور نماز عید اوسی پر واجب ہی جسپر جمعہ واجب ہے
اور سوا خطبے کے اور شرطین بہی دونومین یکسان ہین اور جمعہ مقدم اسلئے ہوا کہ اوسکا ثبوت کتاب اللہ سے ہی اور سال مین بہت ہوتا ہی کذا فی
الشامی سمی به لان لله فيه عوائد الاحسان ولعوده بالسرور غالبا او تفاؤلا اس روز کا نام عید اسلئے رکہا گیا کہ اوسمین اللہ تعالی
کے انعام بندون پر عائد یعنی مکرر ہوتے ہین اور اسلئے کہ یہہ روز اکثر خوشی کے ساتہہ رجوع کرتا ہی یا فال کے لحاظ سے کہ جسکو عید آوی خوشی کے
ساتہہ آوی ہم لفظ عید اصل مین عود تہا واؤ کے ساتہہ تو واؤ بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہین اسلئے عید
کے دن کو عید کہنا یا اسلئے ہے کہ اللہ تعالی اسمین جو کہانے پینے سے رمضان مین منع کر دیا تہا عید کے باعث اوسکو انعام یعنی افطار سے بندونپر رجوع
کیا یا اسلئے کہ غالبا اس دن مین خوشی کی عادت ہوا کرتی ہے یا یہہ فال سمجہکر کہ خوشی کے ساتہہ پہر آوی اسکا نام عید ہوا ويستعمل في كل
يوم فيه مسرة ولذا قيل عيد وعيد وعيد صرن مجتمعة وجه الحبيب ويوم العيد والجمعة اور مستعمل ہوتا ہی لفظ عید اُس روز کیلئے
جسمین خوشی ہو اور اسی استعمال کے اعتبار سے یہہ شعر کسی نے کہا ہی کہ تین عیدین متفق ہو گئی ہین دن حبیب کے دیکہنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنی
چونکہ یہہ تینون اوقات خوشی کے ہین اسلئے شاعر نے انکو عید کہا فلو اجتمعا لم يلزم الا صلوة احدهما وقيل الاولى صلوة الجمعة وقيل صلوة
العيد كذا في القهستاني عن التمرتاشي قلت قد راجعت التمرتاشي فرايته حكاه عن مذهب الغير وبصيغة التمريض فتنبه پس اگر جمعہ اور
عید ایک روز پڑین تو لازم نہین مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہے اور بعض نے کہا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہی قہستانی مین تمرتاشی

ہے مین کہتا ہون کہ مین نے تمرتاشی کو دیکہا تو معلوم کیا کہ اوسنے اپنی رایسے ایکو حنفی مذہب کے سوا کسی امام کا قول نقل کیا ہے اور وہ [illegible]
سو آگاہ ہوجا قہستانی کے اس مجمل بیان کرنے کی غلطی پر ھ جامع صغیر مین ہی کہ اگر عید اور جمعہ ایک روز مین جمع ہون تو عید سنت ہے اور جمعہ فرض
اور دونو مین سے کوئی ترک نکیا جائے تو یہہ دونو قول جو قہستانی مین ہین کہ جمعہ پڑہ لے یا عید پڑہی یہہ حنفیون کا مذہب نہین اور دوسرے
مذہب والونکا بہی قول ضعیف ہی کذا فی الشامی ملتقطًا وشرع فی الاولی من الہجرۃ اور شروع ہوئی عید اول سال ہجری مین ھ ابو داؤد نے
حضرت انس رض سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو دیکہا کہ لوگ دو دن سال مین کہیلا کرتے ہین
آپنے پوچہا کہ یہہ کیسے دن ہین اونہون نے عرض کیا کہ ہم انمین حالت کفر مین کہیلا کرتے تہے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اونکی عوض تمکو دو دن ان سے
بہتر بدل دی اول عید اضحی دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی تجب صلوتہما فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوی
الخطبۃ فانہا سنۃ بعدہا واجب ہی نماز دونو عیدون کی صحیح تر قول مین اوس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہے مع اون شرطون جمعہ کے جو پہلے گذرین
سوای خطبے کے کہ وہ سنت بعد نماز عید کے ھ اصح قول کا مقابل یہہ ہی کہ نماز عید سنت ہی اور بظاہر دونو قولونمین مخالفت نہین اسلئے کہ سنت سے
مراد سنت موکدہ ہی جو بمنزلہ واجب ہی یا یہہ کہ سنت سے یہہ غرض کہ ثبوت اوسکا سنت سے ہے اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہی یعنی اگر پیشتر
پڑہیگا یا بالکل ترک کر دیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریمًا ای لانہ
اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ اور قنیہ مین ہی کہ عید کی نماز گانو مین مکروہ تحریمی ہے یعنی اسلئے کہ عید پڑہنا گانو مین ایسی چیز مین
مشغول ہونا ہی جو درست نہین اسلئے کہ صحت عید کی شرط شہر ہے جو گانو مین مفقود ہی ھ یعنی گانو مین عید صحیح نہین اگر پڑہین گے تو عید نہوگی
نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہے جماعت کے ساتھہ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتہا علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعتا لانہ واجب
عینًا والجنازۃ کفایۃ اور مقدم کیجاوی نماز عید کی جنازہ کی نماز پر جبکہ دونو نمازین جمع ہوجائین اسلئے کہ عید واجب عین ہی یعنی ہر شخص پر اور
جنازہ فرض کفایہ ہی کہ دوسرون کے پڑہنے سے ادا ہوجاتا ہے ھ واجب سے مراد یہان وہ ہی جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو
جیسا عید مین ہی یا فرضیت کے طور پر ہو جیسا جنازہ مین کذا فی الطحطاوی وتقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرہا والعید
علی الکسوف اور مقدم کیجاوی جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور مغرب وغیرہ کی سنتون پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہے اور خطبہ عید اور سنتین
مسنون ہین اور مقدم کیجاوی نماز عید سورج گہن سے ھ یہہ مسئلہ فرضی ہی ورنہ سورج گہن اور عید ایک روز نہین پڑسکتی کیونکہ سورج گہن
مہینے کے تمامی پر ہوتا ہی اور عید پہلی یا دسوین کو ہوتی ہے لکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ
واقرہ المصنف کانہ الحاقًا لہا بالصلوۃ لیکن بحر الرائق مین کچہہ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہی کہ فتوی جنازہ کو موخر کرنے پر ہی سنت سے
اور ثابت رکہا ہی اوسکو مصنف نے شاید اسوجہ سے کہ سنتین نماز فرض مین لاحق ہین یعنے فرضون کے تابع ہین لکن فی آخر احکام دین الاشباہ
ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتی علی الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر مین ہی کہ مناسب ہے مقدم کرنا
جنازہ اور سورج گہن کا حتی کہ فرض پر بہی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اسکو تامل کرلے ھ یعنی جنازہ کی تاخیر مین مردہ کے بگڑنیکا خوف ہی اور
کسوف کی تاخیر مین آفتاب کے روشن اور صاف ہوجانے اور نماز کسوف کے نملنے کا اندیشہ ہی اسلئے اون کی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہہ بحث ہی صاحب
اشباہ کی تو قول مفتی بہ کے سامنے معتبر نہین ہو سکتی وندب یوم الفطر اکلہ حلوا وترا ولو قرویًا قبل خروجہ الی صلوتہا واستیاکہ
واغتسالہ وتطیبہ بما لہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہی عید فطر کے دن کہالینا نمازی کا کوئی شیرینی مثل چہوہارے
طاق مثلا ایک یا تین یا پانچ خرما اگرچہ نمازی گانو کا رہنے والا ہو پیشتر اسکے جاویگا نماز عید کے لئے اور مستحب ہی مسواک کرنا اور غسل کرنا اور
خوشبو لگانا اوسکا ایسی چیز سے جسمین خوشبو ہو اور رنگ نہو اور مستحب ہی اچہا لباس پہننا اگرچہ سفید نہو ھ یہہ باتین بہی مستحب کہا حالانکہ غسل

[illegible] ہی اور نہیں یہہ ہی کہ کل باتین سنت نہین اور اکثر مستحب ہین اگرچہ بعضے سنت ہین جیسے کہ یہی شامل ہی اور بدلنا راستہ کا سنت ہی اور اسکا عکس
مستحب ہی کذا فی الشامی مختصراً وَاَدَا فِطْرَتِہٖ عطف علٰی اکلہ لان الکلام فیما یفعل قبل الخروج الی المصلٰی بکلمۃ الخروج [illegible]
جمیع اور ہی شامل الجبانۃ یعنی للمصلّٰی العلم اور مستحب ہی ادا کرنا اپنی فطرہ کا پہر جانا پیادہ جبانہ کیطرف یعنی عیدگاہ کو جہان سب نماز پڑہتے ہین
شارح نے کہا کہ ادا فطرۃ کا عطف اکلہ پر درست ہی اسلیے کہ تمام گفتگو وہ ہی جو عید سے پیشتر کی باتین ہین اور یہ جو متن لفظ ثم باہر جانیکو
ہی تاکہ سب اشیاء گذشتہ سی عیدگاہ کو جانا موخر معلوم ہو ھم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا اوسکی تقریر یہہ ہی کہ ادا فطرہ کا عطف مستحب چیزون پر
کیسے ہوسکتا ہی وہ تو واجب ہے شارح نے جوابدیا کہ بیان کلام خروج سے پیشتر کی چیزون مین ہی تو فطرہ کا ادا کرنا پہلے نماز کو جانے سے مستحب ہی نہ مطلق
ادا کرنا واجب ہی کذا فی الحلبی والواجب مطلق التوجّہ والخروج الیھا ای الجبانۃ لصلٰوۃ العید سنّۃ وان وسعھم المسجد الجامع ھو الصحیح
واجب مطلق جانا ہی اور نکلنا جبانہ کیطرف عید کی نماز کے لیے سنت ہی اگرچہ مسجد جامع سب لوگون کی گنجائش رکھتی ہو یہی صحیح ہی ھم یہہ بھی جواب ہی
سوال کا یعنی نماز عید کے لیے نکلنا تو واجب ہی ماتن سنت کیسے کہتا ہی شارح نے جوابدیا کہ مطلق باہر نکلنا واجب ہے امور گذشتہ کے بعد نکلنا یا پیادہ پا
نکلنا یا خاص عیدگاہ کو جانا واجب نہین بلکہ یہہ سنت ہی کذا فی الشامی ولا بأس باخراج منبر الیھا لکن فی الخلاصۃ لا بأس ببنائہ دون
اخراجہ اور نہین مضائقہ منبر کے لیجانیکا عیدگاہ مین لیکن خلاصہ مین ہی کہ مضائقہ نہین منبر کے بنانیکا عیدگاہ مین نہ اوسکی باہر لیجانے کا یعنی منبر
عیدگاہ مین لیجانا نچاہیے ھم خلاصہ اور ظہیریہ مین کہا کہ مشائخ کا اختلاف ہی عیدگاہ مین منبر بنانیکا بعضون نے کہا کہ مکروہ ہے اور بعضون نے کہا کہ
مکروہ نہین اس سی معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر کا سبکے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی جو لفظ لا بأس سے سمجہا جاتا ہی اور خلاصہ مین خواہرزادہ سی نقل کیا کہ ہمارے
زمانہ مین منبر کا بنانا یا عیدگاہ مین بہتر ہی کذا فی الشامی ولا بأس بعودہ راکبًا ونُدِبَ کونہ من طریق اخرٰی اور مضائقہ نہین نمازی کے لوٹنے مین
سوار ہوکر اور مستحب ہی کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو بسبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم راہ بدلدیتے تھے
کذا فی الشامی واظھار البشاشۃ واکثار الصدقۃ والتختّم والتھنئۃ بتقبّل اللہ منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہی ظاہر کرنا خوشی کا اور زیادہ کرنا
خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارک باد دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالٰی ہمسے اور تمسے قبول کرے انکار نہین کیا جاتا یعنی اس طرح کی مبارکباد دیجائے
ھم شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے مین امام ابو حنیفہ رح سے کچھ ثابت نہین ہوا مگر صاحب حلیہ نے بہت سی آثار صحیح سندون کی ساتھ صحابہ سے اسکے
کرنے مین روایت کیے ہین پہر بیان کیا کہ یہہ امر جائز اور مستحب ہی اور محیط مین ہی کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید کے ہر حالمین مکروہ ہی کیونکہ صحابہ نے
اسکو نہین کیا اور وہ طریق روافض کا ہی اس سی معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان مین رائج ہی وہ بھی بے اصل اور مکروہ ہی ولا یکبّر فی طریقھا ولا یتنفّل قبلھا
مطلقًا یتعلّق بالتکبیر والتنفّل کذا قرّرہ المصنّف تبعًا للبحر لکن تعقّبہ فی النھر ورجّح تقییدہ بالجھر ورنہ تکبیر پڑہے عید فطر کے رستہ مین اور نہ نفل
پڑہے پیشتر نماز عید سے مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑہنے دونو سے علاقہ رکہتی ہی یعنی تکبیر کے مطلق نہ کہنے سے یہہ غرض ہی
کہ نہ آہستہ کہے نہ پکار کر اور نفل کے مطلق نہ پڑہنے سے یہہ مراد کہ نہ عیدگاہ مین پڑہے نہ گہر پر ایسا تقسیم کیا ہی اوسکو مصنف نے بہ تبعیت بحر الرائق کے
لیکن اعتراض کیا ہی اوسپر نہر الفائق مین اور ترجیح دی ہی قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سے ھم جاننا چاہیے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اسمقام پر دو
طرح سے منقول ہی ایک قول یہہ ہی کہ راہ مین تکبیر کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا
ہے اور صاحب بحر الرائق نے اوسکی تبعیت کی ہی اور اوسی قول کو مصنف نے لیا ہی دوسرا قول یہہ ہی کہ خلاف تکبیر کی صفت مین ہی یعنی امام
کے نزدیک آہستہ پڑہے اور صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی اور نہایہ وغیرہ کتب مین اسیطرح نقل کیا
صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر صریح اعتراض کوئی نہین کیا بلکہ اوسکی قول کو مسلم رکہا ہی ہان پیشتر اسکے یہہ لکہا ہی کہ خلاف تکبیر کے
آہستہ اور پکار کر کہنے مین ہی خلاصہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت کیا ہی کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہورہ کے خلاف ہی انتہی ہمنے کہ

ہے یعنی نزدیک تکبیر بلند کرے اما اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک آہستہ ہے نہیں کہتے ... تکبیر ...
روایۃ عنہ وجہ الاولی قولہ تعالی ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ... الاولی ... ان فیہ ...
زیادہ کہا ہے برہان میں اسلئے کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہے بقول رضا ہین مثل عید فطر کے اور جہر ایک روایت ہے امام اعظم سے اور وجہ اسکی جو امام صاحب
سے کہتے ہیں کہ ظاہر اس ارشاد الہی کا ہی اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالی کی اسپر کہ تمکو اوسنے ہدایت کی یعنی اس آیت میں یا تکبیر سے مقصود
کا اظہار مقصود ہی اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت میں داخل ہی اور وجہ روایت اول کی یعنی جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہہ ہی کہ بلند کرنا آواز کا ذکر میں
بدعت ہے پس اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونیکے مقام پر ہم بحرالرائق میں ذکر کیا ہی کہ جہر سے تکبیر مسنون نہیں مگر دشمن کے سامنے اور چور دین کے خوف سے
اور اسی پر قیاس کیا ہے بعض فقہانے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچھہ زیادتی نہیں
بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہے نہ مستحب وکذا لا یتنفل بعدھا فی مصلاھا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسیطرح نہ نفل
پڑھے بعد نماز عید کے عیدگاہ میں کہ بعد نفل کروہ ہے اکثر فقہا کے نزدیک یعنی کروہ تحریمی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا پڑھنا ثابت
نہیں ہوا کذا فی الطحطاوی وان تنفل بعدھا فی البیت جاز بل ندب تنفل باربع اور اگر نفل پڑہے بعد نماز عید کے گھر میں تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے
چار رکعتین نفل پڑہنا گھر پر ہم فتح القدیر میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لاکر دو رکعتین پڑہتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل
کہا ہے وھذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتھم فی الخیرات بحر اور یہہ حکم یعنی تکبیر نہ کہنا اور نفل نہ پڑہنے کا خواص
کے لئے ہی یعنی جو کسل عبادت میں نکرین اور عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑہنے سے کسی حال میں منع نکیا جاوے بسبب کم ہونے اونکی رغبت کے اچھی
باتون میں کذا فی البحر یعنی خواہ تکبیر آہستہ کہین یا پکار کر اور نفل عیدگاہ میں پڑہین پہلے نماز سے خواہ بعد نماز کے کذا فی الطحطاوی ہم عوام کو
منع نکرنا بحث ہے صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنی اسواسطے منع نکیا جاوے کہ اگر اوسوقت روکدیا جاتا ہے تو پھر خیرات کے گرد نہیں پہرتے سرے
سے ترک کر دیتے ہین کذا فی الشامی و فی حاشیتہ بخط ثقۃ ولکن الصلوۃ رغائب وبراءۃ وقدر اور بحرالرائق کے حاشیہ میں ایک معتبر کے ہاتھ
سے لکھا ہوا ہے اور اسیطرح نہ منع کیا جاوے عوام کو صلوۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے ہم صلوۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل
میں لکھہ چکے ہین کہ جو اوسکے باب میں منقول ہے سب موضوع و باطل ہے پہر شارح نے جو یہہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اوسپر اعتماد نہیں
ہو سکتا اسلئے کہ فقہا کا اتفاق ہے کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہے اور ان نماز ونکی حدیث کے موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہے اور احکام
اللہ گمنام حاشیون سے بیان نہین کئے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ رای رجلا یصلی بعد
العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المؤمنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالی ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی اسلئے کہ حضرت علی
نے ایک شخص کو بعد عید کے نماز پڑہتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اس شخص کو منع نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہہ ڈر ہے کہ کہین
وعید میں نہ داخل ہو جاؤن اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کیا دیکھا تو نے اوسکو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑہے ہم یہہ علت ہے اوس
قول کی جو شارح نے بحرالرائق سے اوپر نقل کیا تہا کذا فی الشامی ووقتھا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الی
الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا ہونے سے زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے
پیشتر پڑہی جائیگی تو درست نہوگی بلکہ نفل حرام ہوگی اور زوال میں سے مدساقط ہے یعنی زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہیں ہم ایک نیزہ کی
مقدار بارہ بالشت یعنی میں گز ہے کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وھو فی اثنائھا فسدت کما فی الجمعۃ کذا فی السراج ...
... پس اگر ڈہلجاوے آفتاب اور نمازی عید کی نماز میں ہو تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ میں عصر کا وقت آجانے سے فاسد ہو جاتا ہے
... اور جنکو ... پیشتر بیان کیا ہے بارہ مسائل اختلافی ہین یعنی خلیفہ کرنے کے باہین ہم فاسد نہیں ... ہے کہ ...

فاسد ہو جائیگا اور نماز نفل ہو جائیگی کذا فی الشامی ویصلی الامام بهم رکعتین مثنیاً قبل الزوائد وهی ثلاث تکبیرات فی کل رکعة ولو زاد تابعه الی ستة عشر لانه ماثور الا ان یسمع من المکبرین فیاتی بالکل اور نماز پڑہاوی لوگونکو امام دو رکعتین دعا سبحانک اللهم زائد تکبیرون سی پیشتر پڑہکر اور یہ زائد تکبیرین تین ہین ہر رکعت مین اور اگر امام تین سی زائد کہی تو مقتدی اوسکی متابعت کری سولہ تکبیرون تک کیونکہ یہہ تعداد بہی صحابہ مین منقول ہی مگر یہہ کہ سنی مکبرون سی تو کل تکبیرین کہی ھ یعنی اول نیت کرکے دعا پڑہی پہر تکبیرین کہی پہر اعوذ پڑہی کہ وہ تابع قراءت کی ہی اور امام تین سی زائد تکبیرین کہی تو دونو رکعتون کی ملاکر سولہ تک متابعت کری اور اگر مکبر کی آواز پر کہتا ہو تو سولہ سی زائد بہی کہی کہ شاید مکبر نے غلطی کی ہو اور عید کی جماعت کیلئے ایک شخص سوا امام کے کافی ہی کذا فی الطحطاوی ویوالی ندباً بین القراءتین ویقرء کالجمعة ومستحب ہی کہ دونو قراءت کو پیاپے کرے اور پڑہے مثل جمعہ کے یعنی سورہ اعلی اور غاشیہ ھ قراءتون کے پیاپے کرنے سے یہہ غرض کہ دوسری رکعت مین زائد تکبیرین بعد قراءت کے کہی تاکہ دونو رکعتون کی قراءت مین فاصلہ تکبیرون کا نہو پہر اگر پہلی رکعت مین بہولکر قراءت شروع کردی تو اگر الحمد اور سورہ پڑہ چکا ہی تب تو نماز کو تمام کری اور اگر صرف الحمد پڑہی ہی تو زائد تکبیرین کہے اور قراءت پہر سی پڑہی کذا فی الطحطاوی ولو ادرک المؤتم الامام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال برأی نفسه لانه مسبوق اور اگر مقتدی نے امام کو قیام مین پایا بعد تکبیر کہنے کے تو مقتدی اسی وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلئے کہ وہ مسبوق ہی یعنی مسبوق اپنی نماز مین تابع امام کا نہین تو حنفی تین تکبیرین کہکر شامل ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولو سبق برکعة یقرء ثم یکبر لئلا یتوالی التکبیرات اور اگر ایک رکعت مین مسبوق ہوا ہو تو جب اوسکو ادا کری اول قراءت پڑہی پہر تکبیر کہے تاکہ تکبیرین پیاپے نہو جائین یعنی دوسری رکعت مین امام کے ساتھہ بعد قراءت کے تکبیر کہی تہی تو اگر اپنی رکعت مین اول تکبیرین کہیگا تو تکبیرین پیاپی ہو جاوینگی اور یہہ امر صحابہ سی منقول نہین کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتی رکع الامام قبل ان یکبر المؤتم لا یکبر فی القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع علی الصحیح لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولی من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہ کہی یہانتک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی کی تکبیر سی تو مقتدی قیام مین تکبیر نہ کہی بلکہ رکوع کرے اور رکوع مین تکبیر کہے صحیح قول پر اسلئے کہ رکوع کے لئے قیام کا حکم ہی تو واجب چیز کا ادا کرنا بہتر ہی مسنون سی یعنی تکبیر واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح مسنون سی اولی ہی ھ اور بحر الرائق مین کہا کہ اصح یہہ ہی کہ رکوع مین تکبیر نہ کہی ہان اگر یہہ خوف ہو کہ قیام مین تکبیر کہیگا تو امام رکوع سی سر اوٹھالیگا تو اوسوقت رکوع مین کہی کذا فی الطحطاوی کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاهر الروایة فلو عاد ینبغی الفساد جیسی اگر رکوع کری امام پہلی تکبیر کہنی سی تو امام تکبیر کہی رکوع مین اور نہ عود کری قیام کیطرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت مین پس اگر عود کری تو چاہیئے کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر ھ حلبی نے کہا کہ صحیح یہہ ہی کہ نماز فاسد نہین ہوتی اسلئے کہ انتہا یہہ ہی کہ اسصورت مین ترک فرض ہی واجب کیلئے اور وہ محل صحت نماز کا نہین ویرفع یدیه فی الزوائد وان لم یر امامه ذلک الا اذا کبر راکعا کما مر فلا یرفع یدیه علی المختار لان اخذ الرکبتین سنة فی محله اور اپنی دونون ہاتھہ کانون تک اوٹھاوے زائد تکبیرون مین اگرچہ اوسکا امام رفع یدین کا معتقد نہو مگر جبکہ زائد تکبیرین رکوع کیحالت مین کہی تو ہاتھہ نہ اوٹہاوے مذہب مختار پر چنانچہ اوپر گذرا اسلئے کہ پکڑنا دونو زانو کا سنت ہی اپنے محل مین اور رفع یدین بہی سنت ہی مگر اوسکا یہہ محل نہین تو جسکا محل ہی اوسیکا اختیار کرنا اولی ہی کذا فی الطحطاوی ولیس بین تکبیراته ذکر مسنون ولذا یرسل یدیه ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلث تسبیحات وهذا یختلف بکثرة الزحام وقلته اور نہین ہی عید کی تکبیرات کے درمیان کوئی ذکر مسنون اور اسلئے ان تکبیرون مین ہاتھہ لٹکائے رکھی کیونکہ ہاتھہ باندہنا اوس قیام مین مسنون ہی جسمین کوئی ذکر مسنون ہو اور چپ رہے ہر دو تکبیرون مین مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کی شارح نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہی کثرت انبوہ اور اوسکی قلت کے لحاظ سی یعنی اگر انبوہ کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کری اور کم ہو تو کم اسلئے کہ مقصود یہہ ہی کہ اشتباہ دور ہو جائے کذا فی البحر ویخطب بعدها خطبتین وهما سنة فلو خطب قبلها صح واساء لترک السنة وما یشترط فی الجمعة ویکره یسن فیها ویکره اور خطبہ پڑہی بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ

التکبیرات

دو نو سنت ہین پس اگر خطبہ پڑھا پہلے نماز کے تو درست ہوا اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ مین مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید مین مسنون اور مکروہ ہی ہم طحطاوی نے لکہا کہ دو باتون کا فرق ہی ایک یہہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عیدین مین مسنون ہی اور جمعہ مین نہین دوم یہہ کہ بیٹہنا خطبہ سی پیشتر جمعہ مین مسنون ہی اور عید مین نہین والخطب ثمان بل عشر تبدأ بالتحميد فی ثلث خطبة جمعة واستسقاء ونكاح وينبغی أن تكون خطبة الكسوف وختم القرآن كذلك ولم أره اور خطبی آٹھہ ہین بلکہ دس اونمین سی تین کو الحمد للہ کہنی سی شروع کری اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیئے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قران کا ایسا ہی ہو یعنی الحمد للہ سی شروع ہوا اور مین نے اسکا حکم مصرح نہین دیکہا ہم شامی نے کہا کہ طلب باران مین صاحبین کے نزدیک خطبہ ہی اور کسوف مین بموجب ایک قول کے خطبہ ہی اسلئی شارح نے دس خطبی بیان کئے ويبدأ بالتكبير فی خمس خطبة العيدين وثلث خطب الحج الا ان التی بمكة وعرفة يبدأ فيها بالتكبير ثم بالتلبية ثم بالخطبة كذا فی خزانة ابی الليث اور شروع کری اللہ اکبر کہنی سی پانچ خطبونکو دو نو عید کے خطبونکو اور حج کے تین خطبونکو مگر یہہ کہ جو خطبہ مکہ اور عرفہ مین ہو اوسمین اول تکبیر کہے پہر لبیک کہی پہر خطبہ شروع کری ایسا مذکور ہی خزانۃ ابو اللیث مین یعنی جو خطبہ منی مین گیارہوین ذیحجہ کو ہوتا ہی اوسمین لبیک نہ کہی کذا فی الطحطاوی ويستحب ان يستفتح الاولى بتسع تكبيرات تترى ای متتابعات والثانية بسبع هو السنة ويكبر قبل نزوله من المنبر اربع عشرة اور مستحب ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کے بعد یہہ سنت ہی اور مستحب ہی کہ منبر سی اوترنے سی پیشتر چودہ بار تکبیر کہے واذا صعد عليه لا يجلس عندنا معراج اور جب منبر پر چڑہے تو خطبہ سی پیشتر نہ بیٹہے ہمارے نزدیک کذا فی المعراج اسلئی کہ بیٹہنا اذان کے ختم کے انتظار کے لئی ہی اور چونکہ عید مین اذان نہین اسلئی بیٹہنے کی حاجت نہین رد المحتار فی الشامی ويعلم الناس فيها احكام صدقة الفطر ليؤديها من لم يؤدها وينبغی تعليمهم فی الجمعة التی قبلها ليخرجوها فی محلها ولم اره اور تعلیم کری لوگونکو عید کے خطبہ مین صدقہ فطر کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نکیا ہو اور چاہیے کہ لوگونکو عید سی پیشتر کے جمعہ مین یہہ احکام بتادے تاکہ لوگ صدقہ فطر اوسکی موقع پر ڈالین اور مین نے اسبات کو کہین مصرح نہین دیکہا ہم شامی نے کہا کہ شارح نے ابن مضمون کی حدیث باب صدقۃ الفطر مین بیان کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم عید فطر سی دو روز پیشتر ایک خطبہ پڑہتے اور اوسمین صدقہ فطر کے دینے کو ارشاد فرماتے وهكذا كل حكم احتيج اليه لان الخطبة شرعت للتعليم اور اسیطرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ مین اوسکی تعلیم کردے اسلئی کہ خطبہ تعلیم ہی کے لئی مشروع ہوا ہی ولا يصليها وحده ان فاتت مع الامام ولو بالافساد اتفاقا فی الاصح كما فی تيمم البحر وفيها يلغز ای رجل افسد صلوة واجبة عليه ولا قضاء عليه اور نہ نماز پڑہے عید کی تنہا اگر عید فوت ہو امام کے ساتھہ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینی سی ہو بالاتفاق صحیح تر قول مین جیساکہ مذکور ہی بحر الرائق کے باب التیمم مین اور اسی مسئلہ مین چیستان پوچہی جاتی ہے کہ کونسا شخص ہی جو اپنی ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کر دے اور اوسپر قضا نہو ہم اگر بلا عذر امام کے ساتھہ نہ پڑہیگا تو گناہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہی کہ فاسد کر دینی سی قضا لازم ہی کذا فی الطحطاوی ولو امكنه الذهاب الى امام اخر فعل لانها تؤدى بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقا فان عجز صلى اربعا كالضحى اور اگر ممکن ہو اوسکو جانا دوسرے امام کے پاس تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھہ نماز عید پڑہ لے اسلئی کہ نماز عید ایک شہر مین چند جگہہ ادا کیجاتی ہی بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنی دوسری جگہہ جانے سی تو چار رکعتین پڑہے مثل نماز چاشت کے یعنی یہہ رکعتین عید کی قضا نہین بلکہ چاشت ہی ہین اور مثل اسلئی کہا کہ تکبیرین زائد ان مین نہ کہی جیسے عید مین کہا کرتے ہین کذا فی الشامی وتؤخر بعذر كمطر الى الزوال من الغد فقط فوقتها من الثانی كالاول وتكون قضاء لا اداء كما سيجئ فی الاضحية وحكم القهستانی بالاولين اور تاخیر کیجاے نماز عید کسی عذر سی مثلا بارش وغیرہ سی دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر اور زوال اور روز آیندہ تینون سی متعلق ہی یعنی صرف عذر سی تاخیر

کیجا ہو نہ بلا عذر اور صفت زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صفت دوسرے روز تک تاخیر درست ہو نہ اوسکے بعد پس وقت نماز عید کا دو دنون میں مثل اول دن کے ہی اور دوسرے روز نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ اضحیہ مین مذکور ہوگا اور قہستانی نے دو قول نقل کئے ہین ایک یہہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہوگی دوم یہہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اسکا اختلاف ہو روایتون کا کذا فی الطحطاوی و احکامها احکام الاضحی لکن هنا یجوز تاخیرها الی ثالث یوم النحر بلا عذر مع الکراهة وبه ای بالعذر بدونها فالعذر هنا لنفی الکراهة وفی الفطر للصحة اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہین یعنی وقت اور صفت اور شرط مین دونو یکسان ہین لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے دن تک یعنی بارہوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھہ درست ہی اور عذر کے ساتھہ بلا کراہت تاخیر جائز ہی تو عذر عید قربان مین کراہت کے دور کرنیکو مشروط ہی اور عید فطر مین نماز کی صحت کے لئے شرط ہی یعنی بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز پڑھنا درست نہین ویکبر جهرا اتفاقا فی الطریق قیل وفی المصلی وعلیه عمل الناس الیوم لافی البیت اور تکبیر کہے بلند آواز سے بالاتفاق رستہ مین اور ایک قول یہہ ہی کہ عیدگاہ مین بھی تکبیر جہر سے کہے اور اس قول پر عمل ہی لوگونکا آج یعنی عیدگاہ مین تکبیر کہتے ہین اور ایک روایت یہہ ہی کہ عیدگاہ مین تکبیر کہے جبتک امام نماز نہ پڑھ چکے بعد نماز کے تکبیر پکار کر کہے نہ تکبیر کہے گہر کے اندر یعنی مسنون رستہ مین ہی نہ گہر مین اور بحر الرائق مین جو مکروہ لکہا ہی تو کراہت کیوجہ کوئی معلوم نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی ویندب تاخیر اکله عنها وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکره ای تحریما اور مستحب ہے کہانا نمازی کا نماز عید اضحے کے پیچھے اگرچہ قربانی نکرے صحیح تر قول مین اور اگر کہا لیگا تو مکروہ تحریمی نہوگا ھ یعنی جن چیزون سے روزہ کا افطار ہوتا ہی انسے نماز کے بعد تک رکنا چاہیئے کیونکہ صحابہؓ سے اخبار متواتر ہین کہ عید قربان کی صبح کو لڑکونکو کہانا کہانے سے اور شیر خوارونکو دودہ سے روکدیتے تھے کذا فی الطحطاوی اور بحر مین جو قید شارح نے لگائی تو اسکی مقتضی ہی کہ شاید کہانے مین کراہت تنزیہی ہی حالانکہ ایسا نہین اسلئے کہ بدائع مین کہا ہی کہ اگر چاہی کہائے چاہی نہ کہائے مگر مستحب یہہ ہے کہ نماز ہو چکنے تک کہائے تاکہ قربانی مین سے کہائے اسلئے کذا فی الشامی ویعلم الاضحیة وتکبیر التشریق فی الخطبة اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور تکبیر ایام تشریق کو خطبہ مین ھ اضحیہ بضم ہمزہ اور کسر ہمزہ قربانی کو کہتے ہین اور تشریق کے معنی گوشت کو دہوپ مین ڈالنے کے ہین چونکہ ایام حج مین قربانی کا گوشت بہت سکہایا جاتا ہی اسلئے دسوین تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہین طحطاوی نے کہا کہ چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہی اسلئے عرفہ سے پیشتر کے جمعہ مین اوسکے احکام بیان کرنے مناسب ہین والوقوف الناس یوم عرفة فی غیرها تشبیها بالواقفین لیس بشئ هو نکرة فی موضع النفی فتعم انواع العبادة من فرض وواجب ومستحب فیفید الاباحة وقیل یستحب ذلک کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا لشرف ذلک الیوم ولسماع الوعظ بلا وقوف وکشف رؤس جاز بلا کراهة اتفاقا اور ٹہرنا لوگونکا عرفہ کے روز سوا عرفات کے واسطے مشابہت عرفات مین ٹہرنیوالونکی کوئی عبادت نہین شارح نے کہا کہ شی نکرہ ہی نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسمون عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنی یہہ ٹہرنا نہ فرض ہی نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ دیگا مباح ہونے کا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ یہہ وقوف مستحب ہی ایسا ذکر کیا ہی ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہی کہ اگر لوگ جمع ہون اس دن کی بزرگی اور وعظ سننے کے لئے بدون ٹہرنے اور سر کہولنے کے تو درست ہی بلا کراہت بالاتفاق ھ شرح منیہ مین کہا کہ عرفہ کے شام کو جو لوگ جامع مسجد مین یا شہر کے باہر کسی مکان مین جمع ہوتے ہین اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہہ اجتماع مکروہ ہے ہان اگر اس روز طلب باران یا اور کسی مطلب کے لئے جمع ہون تو مکروہ نہین اور فتح القدیر مین کہا کہ اولی یہہ ہی کہ یہہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کہولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ مین کوئی خرابی پیدا نہو اور در مختار مین اسکو مکروہ لکہا ہی اور بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر عبارت غایۃ البیان یہہ ہی کہ یہہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور نہر الفائق مین ہے کہ عبارتین فقہا کی ناطق ہین کہ کراہت کو ترجیح ہی اور دوسرے اقوال شاذ ہین کذا فی الشامی ویجب تکبیر التشریق فی الاصح للامر به مرة وان زاد علیها یکون فضلا قاله العینی اور واجب ہی تکبیر تشریق صحیح تر قول مین ایجاب ہے اسکے مامور ہونیکے اور اگر زیادہ کہی ایکبار سے تو ہوگا ثواب کہا ہی اوسکو عینی نے ھ اصح کا مقابل یہہ ہے کہ تکبیر سنت ہی اور امر تکبیر کا اس آیت مین ہی (واذکروا اللہ فی ایام معدودات) یعنی ذکر کرو اللہ کا گنتی کے

دنون مین ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہین کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ھو الماثور عن الخلیل
تکبیر کی صفت یون ہی کہنا ہی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہہ کلمات منقول ہین حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ھم
فقہا اسکا قصہ یون بیان کرتے ہین کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل کا لائے اور ڈرے کہ کہین حضرت ابراہیم جلدی کرکے
لڑکے کو ذبح نکر دین تو یہہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبریل کو دیکھا تو فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسماعیل
کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار ان الذبیح اسمعیل وفی القاموس انہ الاصح قال ومعناہ مطیع اللہ اور قول
مختار یہہ ہی کہ ذبیح حضرت اسمعیل علیہ السلام ہین اور قاموس مین ہی کہ یہی قول صحیح ہے اور لفظ اسماعیل کے معنی عربی مین مطیع اللہ ہین یعنی اطاعت کرنیوالا
اللہ تعالے کا ھم اسمین اختلاف ہی کہ حکم ذبح کا حضرت اسحق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسبت فقیہ ابو اللیث نے بستان
مین ذکر کیا کہ قران و حدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہی کہ حضرت اسمعیل ذبیح تھے کیونکہ قران مجید مین بعد قصہ ذبح کے ارشاد فرمایا وبشرناہ باسحق اس سے
صاف معلوم ہوتا ہی کہ جنکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور حضرت اسحق جدا ہون اور حدیث مین وارد ہی کہ انا ابن الذبیحین یعنے مین بیٹا ہون دو ذبیحون
کا کہ ایک آپکے باپ عبد اللہ ہین اور دوسرے جد امجد حضرت اسمعیل اور بالاتفاق ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسل سے
ہین کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادی بجماعۃ او قضی فیہا منہا من عامہ وقضاہ کالاضحیۃ مستحبۃ خرج جماعۃ
النساء والعراۃ لا العید فی الاصح جوہرۃ واجب ہی تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا
یعنے اگر فاصلہ ہو جائیگا اسطرح کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھہ کہا لیا تو تکبیر ساقط ہو جائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑہا جاوے ایام
تکبیر مین ایام تکبیر ہی کا اوسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہی بسبب قایم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نکری دوسرے یا تیسرے روز کرے
کہ وقت اوس روز تک باقی ہی اور جماعت مستحب کی قید سے عورتون کی جماعت اور ننگون کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہین اور غلامونکی جماعت خارج نہین
صحیح قول مین تو اوسکے بعد تکبیر واجب ہے کذا فی الجوہرہ اسلئے کہ آزاد ہونا جماعت مین شرط نہین ھم فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ
کی نکلگئی کہ اوسکے بعد تکبیر واجب نہین اور فرض قضا کی جماعت مین تکبیر واجب ہونے کی تین شرطین ہین اول یہہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے
منہا سے تعبیر کیا دوم یہہ کہ قضا ایام تکبیر مین ہی جسکو فیہا سے بیان کیا سوم یہہ کہ اوسی برسکی قضا ہو پہلے کی نہو جسکی لئے من عامہ کہا غرضکہ اس مسئلہ
کی چار صورتین ہوسکتی ہین اول یہہ کہ غیر ایام تکبیر کی قضا ایام تکبیر مین پڑھی دوسرے یہہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر مین پڑھی تیسرے یہہ کہ ایک سال
کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام تکبیر مین پڑہی چوتھے یہہ کہ اوسی سال کے ایام تکبیر کی قضا اونہین دنونمین پڑہی تو تکبیر صرف اخیر صورت مین
واجب ہی نہ اور ون مین کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ واخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات اور ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہی
اور اخر اسکا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر مین بھی واجب ہے تو یہہ آٹھہ نمازین ہوئین پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی دو جہتون
علی امام مقیم بمصر و علی مقتد مسافر او قروی او امرأۃ بالتبعیۃ لکن المرأۃ تخافت ویجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام
پر ہے جو شہر مین مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گانوکے رہنے والے مقتدی پر یا مقتدی عورت پر ہی بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنی
اور ونکو پکار کر کہنا واجب ہے اور ایک قول مین سنت ہی کذا فی الشامی اور واجب ہے اس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض
مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امرأۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس اخر ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ
الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہی بمجرد پڑھنے ہر فرض کے مطلقا اگرچہ تنہا ہو یا مسافر یا عورت اسلئے کہ تکبیر تابع فرض
کے ہی تو جن لوگون پر نماز فرض ہی اونپر تکبیر واجب ہونی چاہیئے اور واجب ہی فجر عرفہ سے پانچوین دنکی عصر تک یعنی آخر ایام تشریق کے عصر تک جو
تیرہوین تاریخ ہی تو صاحبین کے نزدیک ۲۳ نمازین ہوئین جنکے بعد تکبیر واجب ہی اور صاحبین کے قول پر اعتماد اور عمل ہی اور اسی پر فتوی ہے

... نہیں ہیں اور جو کچھ بیان کیا ہے وہ اصل قول ہی ہو کذا فی الطحاوی ولا بأس به عقیب العید لان المسلمین توارثوه
... وعلیه البلخیون اور کچھ مضائقہ نہیں تکبیر کا بعد نماز عید کے اسلئے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں تو ضرور ہو اسکی پیروی
کرنی اور اسی پر ہیں بلخ کے علما ہم کہتے ہیں کبھی مستحب کو لا بأس سے ادا کیا جاتا ہے چنانچہ بحر الرائق میں بیان کیا ہے تو یہاں بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا ہے
اسلئے کہا کہ اتباع ضروری ہے طحاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہاں معنی اصطلاحی نہیں بلکہ یہ معنی کہ اتباع ثابت ہے اور بحر الرائق کے قول سے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہیں ولا یمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبه ناخذ بحر وغیرہ اور عوام
کو منع نہ کیا جاوے عوام تکبیر کہنے سے بازار میں عشرہ ذی الحجہ میں اور اسیکو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر والمجتبی وغیرہ طحاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ شارح
بحر عن المجتبی کہتا اسلئے کہ بحر الرائق میں اس مسئلہ کو مجتبی سے نقل کیا ہے ویاتی الموتم به وجوبا وان ترکه امامه لادائه بعد الصلوة قال ابو یوسف
صلیت بہم المغرب یوم عرفة فسهوت ان اکبر فکبرہم ابو حنیفة اور مقتدی تکبیر کہے بطور وجوب اگرچہ اوسکا امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے ادا
ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنی نماز کے بعد امام کی مخالفت معتبر نہیں تا کہ امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام یوسف رح فرماتے ہیں
کہ میں نے لوگوں کو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑہائی تو تکبیر کہنا بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگوں کو تکبیر کہلائی طحطاوی حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے
اول یہہ کہ امام اگر بھولجاوے تو مقتدی یاد دلاوے دوسری یہہ کہ تعظیم اوستاد کی اوسکے امر کی بجا آوری میں ہے چنانچہ ابو یوسف امام اعظم رح
کے فرمانے سے پیش امام ہوئے تیسری یہہ کہ جب استاد کو کسی شاگرد کی نیکبختی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگوں کے سامنے اوسکی تعظیم کرے تاکہ اور لوگ اوسکی توقیر
کریں چوتھی یہہ کہ اگر اوستاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اوسکی حرمت فراموش نکرے کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقیب
القضاء لما فاته ولو کبر مع الامام لا تفسد ولو لبی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اوس نماز کے جو اوس سے فوت ہوئی
ہے اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد نہوگی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ کی تکبیر اپنے موقع پر نہیں ہوئی اور
اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جاویگی کیونکہ لبیک آدمیوں کے کلام کے مشابہ ہے کذا فی الشامی ویبدأ الامام بسجود السهو
لوجوبه فی تحریمتها ثم بالتکبیر لوجوبه فی حرمتها ثم بالتلبیة لوقوعها بعد خروجها اور شروع کرے امام سجدہ سہو کو بسبب واجب ہونے
سجدہ کے حالت بقاء تحریمہ نماز میں یعنی سجدہ سہو اسی وقت میں واجب ہے کہ اوس وقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہے اسلیے سجدہ سہو میں اقتدا
امام کا درست ہے پھر تکبیر کہے بسبب واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت میں یعنی نماز کے بعد بلا فاصلہ پھر اگر امام احرام باندہے ہو تو لبیک کہے بسبب
نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور حرمت میں کذا فی الخلاصة وفی الولوالجیة لو بدأ بالتلبیة سقط السجود والتکبیر والله اعلم اور ولوالجیہ
میں ہے کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ سہو اور تکبیر کہنا اسلئے کہ لبیک کہنا لوگوں کے کلام کے مشابہ ہے اور کلام نماز کو قطع کر دیتا
ہے تو اس سے نماز قطع ہو جائیگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدہ سہو ہے اور نہ اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لئے چاہیے اسلیے دونوں ساقط ہو گئے
کذا فی الشامی والله اعلم

باب الکسوف

یہہ باب ہے سورج گہن کی نماز کے ذکر میں مناسبته
للعید من حیث الاتحاد او التضاد مناسبت صلوة کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہے یا باعتبار ایکدوسرے کی ضد ہونیکے ہم اتحاد
سے یہہ غرض کہ عید اور کسوف دونوں کی نمازیں جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہیں اور تضاد سے یہہ مراد کہ انسان کی دو حالتیں
ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ و خوف کا تو عید اکثر امن و سرور کا وقت ہے اور گہن خوف و اندوہ کا یا یہہ کہ جماعت عید میں شرط ہے
اور جہر سے پڑہنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم الجمهور انه بالکاف وللقمر بالخاء المعجمة وفی القهستانی پھر اکثر فقہا کہتے ہیں کہ کسوف کاف
سے سورج گہن ہے اور خسوف خاء سے چاند گہن ہے اور بعض کا قول یہہ ہے کہ کسوف اور خسوف دونوں کا استعمال چاند اور سورج گہن میں ہوا ہے
لیکن جوہری نے افصح قول اول کو کہا ہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے قرآن سے اسطرح کہ الله تعالی

فرماتا ہی (وما نرسل بالآیات الا تخویفا) یعنی ہم نشانیان نہین بہیجتے مگر ڈرانے کو یعنی تاکہ بندے ڈرکر اوسکی طاعت بجالاوین اور اوسکی طرف
رجوع کرین اور رب کیطرف رجوع سب سے زیادہ نماز کی حالت مین ہی اور بخاری کی حدیث مین ہی کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کی سبب سے
نہین گہنتے بلکہ یہہ دونو گہن خدا تعالی کی نشانیان ہین جب تم انکو دیکھو تو اوٹھکر نماز پڑہو اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑہا ہے
اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہے کذا فی الطحطاوی (یصلی بالناس من یملک اقامة الجمعة بیان للمستحب وما فی السراج لا بد من
شرائط الجمعة الا الخطبة رده فی البحر عند الکسوف رکعتین بیان لاقلها وان شاء اربعا واکثر کل رکعتین بتسلیمة او کل اربع مجتبی) نماز پڑہاوے
لوگونکو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنی سلطان یا قاضی سورج گہن کیوقت دو رکعتین شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا
بیان ہی یعنی مستحب ہے کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا نماز کی شرط نہین اور سراج مین جو یہہ ہی کہ نماز کسوف مین شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہے
سوا خطبہ کے تو اوسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی یہہ کہکر کہ اسبیجابی نے تصریح کردی ہی کہ سلطان کا ہونا مستحب ہی شرط نہین اور ماتن کا رکعتین کہنا
بیان ہے اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑہے یا زیادہ ہر دوگانہ پر سلام پہیری یا چار چار پر کذا فی المجتبی (وصفتها کالنفل
ای برکوع واحد فی غیر وقت مکروہ بلا اذان ولا اقامة ولا جهر ولا خطبة) اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہی یعنی ایک رکوع سی
وقت مکروہ کے سوا دوسرے وقتون مین بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑہنے اور خطبے کے پڑہے ہم ایک رکوع کی قید اسلئے لگائی
کہ امام شافعی کے نزدیک دو رکوع سے پڑہتے ہین اور اگر سورج گہن وقت مکروہ مین ہو مثلا عصر کے بعد تو لوگ دعا مین مشغول ہون نماز نہ
پڑہین اور عدم جہر کی قید اسلئے کی کہ صاحبین اس نماز مین جہر کرنیکو فرماتے ہین اور خطبہ اس نماز مین نہین کیونکہ کسی اثر مین خطبہ منقول نہین
اور جو کسوف کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کے وفات کے دن ہوا اور اوسمین آپنے خطبہ پڑہا تو وہ اسلئے تہا کہ جو لوگ یہہ وہم
کرتے تہے کہ یہہ گہن آپکے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہی انکا وہم دور فرمائین کسوف کی خصوصیت سے نہ تہا کذا فی الطحطاوی (وینادی
الصلوة جامعة لیجتمعوا) اور پکار دیا جاے بلفظ الصلوة جامعة تاکہ لوگ اکٹہے ہو جاوین ہم یعنی بجاے اذان ان لفظون سے اعلام کردینا چاہیئے
طحطاوی نے کہا کہ الصلوة مبتدا ہی اور جامعة خبر اور یہہ جملہ بمعنی انشاء ہے (ویطیل فیهما الرکوع والسجود والقراءة والادعیة والاذکار الذی
هو من خصائص النافلة ثم یدعو بعدها جالسا مستقبل القبلة او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی تنجلی الشمس کلها) اور طول دے
اس نماز مین رکوع اور سجدہ اور قرارت اور دعاؤن اور ذکرون کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سے ہی پہر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا
قبلہ رخ یا کہڑا ہوکر لوگون کیطرف منہ کرکے اور سب لوگ آمین کہین دعا اوسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جاے ہم
قرارت طویل اسقدر کہ پہلی رکعت مین سورہ بقر اور دوسری مین آل عمران پڑہی اور اگر یہہ یاد نہون تو انکی برابر دوسری سورتین پڑہی طحطاوی نے
کہا کہ مسنون یہہ ہی کہ دعا اور نماز مین سارا وقت گہن کا پورا ہو جاے تو اگر نماز کو خفیف پڑہی تو دعا کو طول دی اور دعا مختصر کری تو قرارت طویل کری
اور رکوع اور سجدہ اگر چاہی چہوٹا کری چاہی بڑا تو شارح نے جو یطیل کہا اس سے یہہ غرض کہ اگر اوسکا دل چاہے تو طول دی اور دعا مانگنا کہڑے ہوکر اور
لوگونکی طرف منہ کرکے اچہا ہی اور کہڑے ہونے مین اگر لاٹہی یا کمان پر سہارا دیلے تو بہتر ہی اور دعا کے لئے منبر پر نہ چڑہے کذا فی النہر (وان
لم یحضر الامام للجمعة صلی الناس فرادی فی منازلهم تحرزا عن الفتنة کالخسوف للقمر) اور اگر امام جمعہ حاضر نہو یعنی جسکو اختیار جمعہ پڑہانے
کا ہی وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنے گہرون مین نماز پڑہین واسطے بچنے کے جہگڑے سے یعنی بڑے مجمع مین پیش امام ہونیکا جہگڑا ہوا کرتا ہی اسلئے
گہرون پر تنہا پڑہ لینا بہتر ہی مثل چاند گہن کی نماز کی کہ اوسکو بہی تنہا گہرون پر پڑہین خواہ امام موجود ہو یا نہین کیونکہ یہہ نماز رات
کو ہوتی ہی اوسوقت جمع ہونا لوگون کا خالی حرج سے نہین ہم ظہیریہ مین یہہ ہی کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدون مین تنہا پڑہ لین اور اگر جمعہ
کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام جماعت سے پڑہا دے کذا فی الطحطاوی (والریح الشدیدة مطلقا والظلمة القویة نهارا والضوء القوی

اوبالفزع الغالب ونحو ذلك من الآيات المخوفة كالزلازل والصواعق والثلج والمطر الدائمين وعموم الامراض منه الدعاء
برفع الطاعون وقول ابن حجر بدعة اي حسنة وكل طاعون وباء ولا عكس وتمامه في الاشباه اور جیسے نماز پڑہین تنہا وقت سخت آندھی
کے مطلق یعنی ونکو ہو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہوجانیکے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ سے
اور مثل اونکی خوفناک حوادث کیوقت مثلا زلزلون اور کڑک بجلیون کیوقت اور متواتر برف اور مینہ کے برسنے کیوقت اور بیماریون کی کثرت
کیوقت اور اسی مین داخل ہے دعا کرنا بعد دوگانہ نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن حجر کا یہہ کہنا کہ یہہ نماز بدعت ہی اس سے
مراد بدعت حسنہ ہی اور جو طاعون ہو وہ وبا ہی اور اسکا عکس نہین یعنی یہہ نہین کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکا پورا بیان اشباہ مین ہے
ھ طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہے اسلئے وبا عام ہی اور طاعون خاص اور مینہ اور برف مین دوام کی قید اسلئے لگائی کہ انکا دوام
بلا ہے نہ رحمت وفي العيني صلوة الكسوف سنة واختار في الاسرار وجوبها وصلوة الخسوف حسنة وكذا البقية اور عینی مین ہے کہ
کسوف کی نماز سنت ہی اور اسرار مین اختیار کیا ہی اوسکے واجب ہونیکو اور چاند گہن کی نماز حسن ہے یعنی اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہے
کذا في الطحطاوي اور اسیطرح باقی نمازین آندھی وغیرہ کے اوقات مین حسن ہین ھ نماز کسوف کے واجب ہونیکی دلیل یہہ ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغہ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث مین سے دیکھو تو نماز کیطرف التجا لیجاؤ اور فتح القدیر مین کہا
کہ امر اس حدیث مین استحباب کیلئے ہی کذا في الطحطاوي وفي الفتح واختلف في استنان صلوة الاستسقاء فلذا اخرها والله تعالی اعلم
اور فتح القدیر مین ہی کہ اختلاف کیا گیا ہی نماز استسقا کے مسنون ہونے مین تو اسلئے مصنف نے اسکو پیچھے بیان کیا واللہ اعلم

باب الاستسقاء

یہہ باب ہی طلب باران کے ذکر مین ھ مناسبت اسکی نماز کسوف سی یہہ ہی کہ دونو
مین اجتماع لوگو نکا ہوتا ہے پہر استسقا کے معنی لغت مین دوسرے سے پانی دینے کی درخواست ہی اور شریعت مین خشک سالی کیوقت خدا تعالی
سے مینہ کے طلب کرنے کو کہتے ہین ایک خاص صورت پر اور وہ ایسی مقام مین مشروع ہی جہان جھیلین اور نہرین کھیتون کے سینچنے اور
چوپایون کے پانی پلانے کو نہون یا ہون مگر کافی نہون اور اگر کافی ہون تو دعا کے لئے باہر نجائین کذا في الطحطاوي هو دعاء واستغفار
لانه السبب لارسال الامطار استسقا دعا ہی اور مغفرت چاہنی گناہون سے اسلئے کہ درخواست مغفرت سبب ہی مینہ کے برسنے کا ھ
یعنی امام کھڑا ہوکر قبلہ رخ ہاتھ اوٹھاکر دعا مانگی اور آدمی قبلہ کو منہ کرکے بیٹھے ہوئے آمین کہتے جائین اور وہ ان الفاظ سے دعا کری
(اللهم اسقنا غيثا مغيثا هنيئا مريئا مريعا غدقا عاجلا غير رائث مجللا سحا طبقا دائما) اور جو الفاظ انکی مانند ہون اور دعا
آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی اور استغفار سبب ہی مینہ برسنے کا یعنی قران مجید مین ارشاد فرمایا (فاستغفروا ربكم انه كان غفارا يرسل
السماء عليكم مدرارا) یعنی مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہی بہت بخشنے والا بہیجیگا تم پر مینہ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت مین استغفار کو
سبب مینہ برسانیکا فرمایا کذا فی الطحطاوی بلا جماعة مسنونة بل هي جائزة وبلا خطبة وقالا تفعل كالعيد وهل يكبر للزوائد خلاف
طلب کرنا مینہ کا دعا ہی بدون جماعت مسنون کے بلکہ جماعت جائز ہی نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا
کہ دعا کیجائے مثل عید کی یعنی امام دوگانہ نماز جہر سے بدون اذان اور تکبیر کے پڑہادے پھر زمین پر کھڑا ہوکر تلوار یا عصا پر سہارا دیکر
خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد اس دوگانہ مین کہی اسمین خلاف ہی یعنی امام محمد سے مروی ہی کہ زائد تکبیرین بھی کہی اور
مشہور روایت صاحبین سے یہہ ہی کہ تکبیرین نہ کہی کذا في الشامي وبلا قلب رداء خلافا لمحمد اور دعا ہی بدون چادر بدلنے کے بخلاف
امام محمد کے ھ یعنی امام اعظم کے نزدیک اور دعاؤن کیطرح اس دعا مین بھی چادر نہ بدلے اور امام محمد کے نزدیک چادر بدلے
یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑھکر چادر پلٹ لی اسطرح کہ داہنی طرف بائین آجای اور نیچے کا رخ اوپر ہوجای اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایسا ہی کیا تہا شامی نے کہا کہ مقتدی امام محمد کے قول پر ہو اور جادر مثل امام نہ پہیرے مقتدی ولا یحضر الذمی ای لا یمکن الذمی
الکافر قد یستجاب استدراجا واما قولہ تعالیٰ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ففی الآخرۃ شرح مجمع امر الذمی کو حاضر
ہونے کا فر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہہ ہو کہ دعا کافر کی کبہی قبول ہوتی ہو خلاف عادت اور یہہ جو ارشاد خداوندی ہو کہ نہین ہو دعا
کافرون کی مگر بہکنا تو یہہ آخرت مین ہو کذا فی شرح مجمع ہم اِس امر مین اختلاف ہو کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہو یا نہین تو بعض نے
نے کہا کہ مقبول نہین ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اسوجہ سے کہ کافر دعا خدا تعالیٰ سے نہین مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو
پہچانتا ہی نہین اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہو چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اوسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب مین بڑا
کافر وہ ہے اور صدر شہید نے کہا کہ فتویٰ اسی پر ہو کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہو خصوص جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث مین ہو کہ مظلوم کی
دعا مقبول ہے اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہو اسلئے کہ اُس سے پہلے دوزخ والون کا ذکر ہو کہ جب دوزخ
سے کہین گے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ ہمپر ایکدن عذاب ہلکا کر دے تو وہ کہین گے کہ تمہارے پاس کیا پیغامبر بینات نہ لائے تہے وہ کہین گے
کیون نہین فرشتے کہین گے کہ تو تم دعا مانگو اور نہین ہے کافرونکی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادیٰ جاز فہی مشروعۃ
للمنفرد وقول التحفۃ وغیرہا ظاہر الروایۃ لا صلوٰۃ ای بجماعۃ اور اگر سب لوگ تنہا نماز پڑہین تو درست ہی کیونکہ نماز تنہا کے لئے مشروع ہو
اور تحفہ وغیرہ کا یہہ کہنا کہ ظاہر روایت یہہ ہو کہ استسقا مین نماز نہین اسکی یہہ معنی کہ جماعت کے ساتہہ نماز نہین و یخرجون ثلثۃ ایام لا
لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرہم بصیام ثلثۃ ایام قبل الخروج وبالتوبۃ ثم یخرج بہم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب
غسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین ناکسین رؤسہم اور جنگل کو جائین دعا کے لئے تین روز برابر اسلئے کہ زیادہ تین روز سے مینہ کی
دعا کے لئے باہر جانا منقول نہین ہوا اور مستحب ہو امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگونکو تین دن روزہ رکہنے کا اور گناہون سے خالص توبہ کرنیکا
حکم کرے پہر چوتہے روز اونکے ساتہہ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ پا دہوتے ہوئے کپڑے پہنے یعنی پُرانے یا پیوند لگے ذلیلونکی صورت بنائے فروتنی
اور عاجزی کرتے ہوئے گردن جہکائے ہون ہم جنگل مین جانے کا حکم اُن لوگونکو ہو جو کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے
باشندے نہون کہ اونکے لئے حکم دعا کی افضل مساجد مین جانیکا ہی اور توبہ خالص سے یہہ غرض کہ حقوق حقدارونکے بہی ادا کر دین کہ توبہ مین
بہت دخل ہوئی ہو کہ کسی کا حق ذمہ پر نہ رہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجہم ویجددون التوبۃ ویستغفرون
للمسلمین ویستسقون بالضعفۃ والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امہاتہم اور ہر روز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ
دیوین اور از سر نو توبہ کرین اور مسلمانون کے لئے دعا مغفرت کرین اور ضعیفون اور بوڑہون اور بڑہیون اور لڑکون کے وسیلہ سے مینہ
کی دعا کرین اور بچون کو انکی ماؤن سے علٰحدہ کرین ہم اِن لوگونکے ذریعہ کرنیکے یہہ معنی کہ اونکو آگے کر دین تاکہ وہ دعا مانگین اور جوان
آمین کہین کہ اونکی دعا جلد مقبول ہوتی ہو چنانچہ بخاری کی حدیث مین ہو کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہو تو تمہارے ضعیفونکی بدولت ہی ملتی ہو اور
بچون کو ماں سے جدا رکہنے مین یہہ حکمت ہو کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگونکو رقت ہو اور اوسکے سبب سے دعا جلد قبول ہو اور رحمت الٰہی
جوش مین آوے کذا فی الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج الدواب اور مستحب ہو باہر نکالنا جانورونکا اسلئے کہ انکی سبب سے بہی
رحمت الٰہی
کے سبب سے عنایت ہوتا ہو چنانچہ احمد نے روایت کیا ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگون کے ساتہہ مینہ کی دعا کو نکلے تو ایک
چیونٹی اپنی ٹانگین آسمان کیطرف اٹہائے ہو آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمہاری دعا اس چیونٹی کی جہت سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی
والا ولی خروج الامام معہم وان خرجوا باذنہ او بغیر اذنہ جاز اور بہتر ہو نکلنا امام کا لوگون کے ساتہہ اور اگر لوگ بغیر امام کے
سے یا بدون اوسکی اجازت کے تب بہی درست ہو ویجتمعون فی المسجد بمکۃ وبیت المقدس لمکان المدینۃ

مسجد الحرام مین مکہ معظمہ مین اور بیت المقدس مین اور ان نے مدینہ منورہ کو ذکر نکیا کہ وہان کے لوگ مسجد شریف مین جمع ہون شاید اُس
مسجد کے تنگ ہونے کی جہت سے ذکر نکیا ہوگا ۔ م شامی نے کہا کہ یہہ وجہ کافی نہین اسلئے کہ باشندے مدینہ منورہ کے ایام حج کے قافلون
سے زیادہ نہین کہ اونکی گنجائش تو ہو جاے اور باشندونکی نہو اسلئے ضرور ہے کہ دعاء باران مسجد مبارک مین سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے کیجاے جیسا کہ ہر حادثہ کے لئے دعا آپکے مشاہدہ مین کیجاتی ہے اور چوپایون کوان مساجد کے دروازونپر کہڑا کیا
جاے وان دام المطر حتی اضر فلا باس بان ندعو اللہ بحبسہ وصرفہ حیث ینفع ۔ اور اگر مینہ کی جہڑی لگے یہانتک کہ نقصان کرے تو نقصان
نہین دعا کرنیکا اوسکی بند ہونے اور ایسی جگہہ مصروف ہونے کیواسطے جہان مفید ہو م یعنی یون دعا کرے کہ الٰہی اب جہان مینہ کا
برسنا مفید ہو وہان برسا اور یہان سے اوسکو ہٹالے وان سقوا قبل خروجہم ندب ان یخرجوا شکرا للہ تعالی اور اگر باہر جانے
سے پیشتر لوگونکو مینہ عنایت ہو تو مستحب ہے کہ اللہ تعالی کے شکریہ کے لئے باہر نکلین یعنی جب قبل سوال کے مطلب پورا ہو گیا تو اب
اس انعام کا شکر یہہ ہے کہ باہر نکلکر دعا کرین تاکہ مینہ خاطر خواہ برسے کذا فی الشامی ملتقطا ✤

باب صلوة الخوف

یہہ باب ہے نماز خوف کے بیان مین م اِسکی مناسبت نماز استسقاسے
یہہ ہے کہ دونو خوف کے وقت ہوتے ہین من اضافۃ الشیٔ لشرطہ اضافت صلوۃ کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہے شرط کیطرف
یعنی خوف شرط ہے اس نماز کی م بعضون نے خوف کو سبب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اضافت مسبب کی ہے طرف سبب کے شامی نے کہا
کہ بظاہر خوف نماز کا سبب ہے اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہے تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہہ اضافت شرط کیطرف ہے اور
اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہون تو اضافت سبب کیطرف ہے ھی جائزۃ بعدہ علیہ السلام عندہما ای عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما
اللہ تعالی خلافا للثانی بشرط حضور عدو یقینا فلو صلوا علی ظنہ فبان بخلافہ اعادوا او سبع او حیۃ عظیم ونحوہما او حان خروج
الوقت کما فی مجمع الانہر ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ قلت ثم رایت فی شرح البخاری للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند
التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنی امام اعظمؒ اور محمدؒ کے بخلاف امام
ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک جائز نہین اسوجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑہنے کے ثواب حاصل کرنیکو یہہ نماز مشروع
ہوئی تھی بعد آپکے یہہ بات جاتی رہی تو اب اوسکا ادا کرنا جائز نہوگا اور طرفین فرماتے ہین کہ صحابہؓ نے آپکے بعد اس نماز کو پڑہا ہے
اسلئے جائز ہے بشرط موجود ہونے دشمن کے یقینا یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا اور اوسکی مثل اور چیزون کے مثلا آتش زدگی وغیرہ
کے شارح نے کہا کہ یقینا کی قید ہمنے اسلئے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کرکے پڑہین گے پہر اوسکے خلاف ظاہر ہوگا یعنی
دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سرنو پڑہین اور درست ہے یہہ نماز جبکہ وقت جانیکو ہو چنانچہ مجمع الانہر مین ہے اور یہہ قید مین نے
اورونکے کلام مین نہین دیکہی تو اس قید کو یاد رکہنا چاہیئے پہر مین نے عینی کی شرح بخاری مین دیکہا کہ وقت کا نکلنے کے قریب
ہونا اس نماز کی شرط نہین مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو م شارح نے عینی کا قول نقل کرکے بیان کر دیا کہ
مجمع الانہر کی روایت پر عمل نکرنا چاہیئے اِسلئے کہ وہ بعض کا قول ہے کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو ویصلی بالاخری
لیصلی باخری رکعۃ فی الثنائی ومنہ الجمعۃ والعید ورکعتین فی غیرہ لزوما وذہبت الیہ وجاءت الاخری فصلی بہم ما بقی وسلم
وحدہ وذہبت الیہ ندبا وجاءت الطائفۃ الاولی واتموا صلوتہم بلا قراءۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخری
واتموا صلوتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون تو کرے امام ایک ٹولی مثلا آدمی دشمن کے مقابل اوسکو ڈرانیکے لئے اور نماز پڑہا دے دوسری
ٹولی کو مثلا ب کو ایک رکعت دو رکعت والی نماز ونمین اور اسیمین داخل ہے جمعہ اور عید اور دو رکعتین پڑہا دے غیر ثنائی مین بطور وجوب

کے یعنی اگر ایک پڑہاویگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور چلی جاوی یہہ ب ٹولی دشمن کے سامنی یعنی بعد دوسری سجدہ کے ایک رکعت پڑہنیکی
صورتمین اور بعد التحیات کے دو رکعتون کے پڑہنے مین اور آوی آ ٹولی پس اونکو امام پڑہاوی باقی نماز یعنی جتنی نماز اوسکو باقی ہی وہ
اس ٹولی کے ساتھہ پڑہکر امام اکیلا سلام پہیرے بعد قعدہ اخیرہ کے پہر یہہ آ ٹولی دشمن کے سامنی جاوی براہ استحباب یعنی اگر سبھا ئین اور اسی
جگہہ بقیہ نماز تمام کرلین تو درست ہی اور آوی ب ٹولی اور اپنی نماز پوری کرین بدون قرارت کے اسلئی کہ وہ لاحق ہین اور لاحق کا
حکم مقتدی کا سا ہی اور سلام پہیرین پہر وہ آ ٹولی آوی اور اپنی بقیہ نماز تمام کرین قرارت کے ساتھہ اسلئی کہ وہ مسبوق ہین اور مسبوق
اور منفرد کا ایک حال ہی ہم صلوٰۃ خوف کی کیفیت مین علما کا اختلاف ہی اور ستسقی مین ہے کہ جائز ہر کیفیت سی ہی مگر اختلاف اسمین ہی کہ
بہتر کونسی ہی اور قرآن مجید مین جو کیفیت مذکور ہے اُس سی زیادہ تر قریب یہہ صورت ہی جو ماتن نے مذکور کی اور دو رکعتونکی نماز مین سفر کی
نماز بھی داخل ہے اور عید کی قید سی شارح نے آگاہ کیا کہ صلوٰۃ خوف صرف فرضونمین منحصر نہین واجب مین بھی ہوتی ہی کذا فی الشامی
طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کیطرف ہو تب بھی اس نماز مین کچہہ فرق نہوگا اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف
پشت کئی ہو تو کچہہ حرج نہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہے اگر سوار ہو کر جائینگے تو نماز باطل ہو جائیگی وھذا ان تنازعوا فی
الصلوٰۃ خلف واحد والا فالافضل ان یصلی بکل طائفۃ امام اور یہہ نماز اس کیفیت پر اُسصورتمین ہی کہ مقتدی ایک ہی امام کے پیچھے
نماز پڑہنے مین جھگڑا کرین ورنہ افضل یہہ ہی کہ ہر ٹولی علحدہ امام کے پیچھے نماز پڑہی ہم یعنی ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہی اور ایک امام کے
ساتھہ نماز پڑہے جب امام فارغ ہولے تو یہہ ٹولی دشمن کے سامنی چلی جاوی اور دوسری ٹولی کے لئی امام کسیکو اجازت نماز پڑہانے کی دیوی
پہر وہ انکو پڑہا دیوی اور اگر وقت اتنا نہو تو وہی صورت ہی جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی وان اشتد خوفھم وعجزوا عن النزول صلوا
رکبانا فرادی الا اذا کان ردیفا للامام فیصح الاقتداء بالایماء الی جھۃ قدرتھم للضرورۃ اور اگر زیادہ ہو خوف لوگونکو اور عاجز ہون
اترنے سی تو نماز پڑہین حالت سواری مین تنہا رکوع اور سجدہ کی لئی اشارہ کرکے جس طرفکو اُن سی ہوسکی بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ
شخص کہ امام کے پیچھی سوار ہو ایک سواری پر تو اوسکا اقتدا امام کے پیچھی صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے وفسدت بمشی لغیر اصطفاف
وسبق حدث وركوب مطلقا وقتال كثير لا بقليل كرمية سهم اور یہہ نماز فاسد ہو جائیگی پیادہ چلنی سی جو دشمن کے سامنی صف باندہنی
کے لئی نہو اور نہ بیوضو ہو جانیکے سبب سی ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سی مطلق یعنی خواہ صف باندہنی کے لئی ہو یا دوسری مطلب کے لئی اور فاسد
ہوگی بہت کشت و خون کرنیسی تہوڑا لڑنے سی مثلا ایک تیر چلانے سی فاسد نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہی اور گہوڑی پر چڑہنا اور بہت لڑنا عمل کثیر
ہین اون سی فاسد ہو جائیگی ہم طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہین کیونکہ جو کوئی اوسکو دیکہیگا یہی جانیگا کہ نماز نہین
پڑہتا والسابح فی البحران امکنہ ان یرسل اعضاءہ ساعۃ صلی بالایماء والا لا تصح کصلوٰۃ الماشی والسایف وھو یضرب بالسیف
اور تیرنے والا دریا مین اگر اوسکو ممکن ہو کہ اپنی اعضا ڈہیلے کردی ساعت بہر تو نماز پڑہی اشارہ سی ورنہ نماز صحیح نہوگی جیسی نماز پیادہ چلنے
والیکی اور تلوار والیکی جبکہ تلوار سی مارتا ہو کہ انکی نماز بھی صحیح نہین **فرع** مسائل ملحقہ شارح کی الراکب ان کان مطلوبا تصح صلوٰتہ
وان کان طالبا لا لعدم خوفہ سوار اگر مطلوب ہو یعنی اوسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اوسکی نماز درست ہی سواری پر اور اگر طالب ہو یعنی
دوسری کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اوسکی نماز درست نہین اسلئی کہ اوسکو کچہہ خوف نہین شرعوا ثم ذھب العدو لم یجز انحرافھم وبعکسہ جاز
لوگون نے نماز خوف شروع کی پہر دشمن چلاگیا تو انکا اپنی جگہہ سی ہلنا درست نہین یعنی ہر ٹولی جہان کی تہان نماز پڑہی کذا فی الشامی
اور اسکا عکس ہو تو درست ہی یعنی شروع کیوقت خوف نتہا پہر ہوگیا تو اسصورتمین اگر کچہہ لوگ دشمن کے مقابل پہلے جاوینگے تو یہہ جانا نماز کا مخل
نہوگا بسبب ضرورت کی کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوٰۃ الخوف للعاصی فی سفرہ کما فی الظھیریۃ وعلیہ فلا تصح من البغاۃ مشروع نہین نماز خوف اُس

شخص کے لئی جو اپنی سفر کی جہت سی گناہگار ہو چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور اِس بنا پر نماز خوف باغیون سی درست نہوگی ھم یعنی جس شخص کا قصد سفر معصیت ہو جیسی رہزنی اور بغاوت کے لئی سفر کرنا تو اوسکی صلوۃ خوف جائز نہین کذا فی الشامی حتے انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلاھا فی اربع ذات الرقاع وبطن نخل وعسفان وذی قرد ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑہی اول غزوہ ذات الرقاع مین دوسرے بطن نخل مین تیسرے غزوہ عسفان مین چہارم غزوہ ذی قرد مین ھم ذات الرقاع کے معنی پیوند دن والا اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلئی ہوا کہ حضرت ابو موسی اشعری سی بخاری مین روایت ہی کہ ہمارے اس غزوہ مین ہمارے پانو زخمی ہوگئی تھی اور ناخن گر گئے تھی تو ہم پانو پر چیتھڑے لپیٹتے تھی اس سبب سی اسکو ذات الرقاع کہا یہہ غزوہ تیسری سال ہجری مین غزوہ خندق سی پہلے ہوا تہا اور بطن نخل ایک جگہہ کا نام ہی اور عسفان بروزن عثمان مکہ سی دو منزل ایک مقام ہے اور ذو قرد بفتح قاف و را مہملہ و دال مہملہ ایک مقام ہی مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہین یہہ غزوہ ۶ سنہ ہجری مین ہوا طحطاوی نے کہا کہ امداد الفتاح مین حاوی سی منقول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑہی اور شارح چار مقام لکھتا ہی تو یا یہہ مراد ہی کہ چار بار غزوہ مین اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقامون مین یا یہہ کہ ان مقامون مین چوبیس نمازین خوف کی پڑہین واللہ اعلم ❖

باب صلوة الجنازة

یہہ باب ہی جنازہ کی نماز اور اوسکو لواحق کے ذکر مین ھم مناسبت اسکی ماقبل سے یہہ ہی کہ خوف و قتال کبہی نوبت موت کی پونہچاتے ہین اور اسکو پیچھے اسلئی بیان کیا کہ یہہ نماز ہر صورت سی نماز نہین کیونکہ بلا رکوع اور سجدہ اور اذان و تکبیر کے ہوتی ہی دوسری یہہ کہ یہہ نماز آدمی کے آخر حال سی متعلق ہی کذا فی الطحطاوی من اضافۃ الشیء الی سببہ نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہی اپنی سبب کیطرف یعنی میت سبب ہی اس نماز کا وھی بالفتح المیت و بالکسر السریر وقیل لغتان اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہین اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت ہی جسپر مردہ ہوتا ہی اور جسکو نعش کہتی ہین اور ایک قول یہہ ہی کہ بفتح اور کسر دونو مردہ کو کہتے ہین کذا فی الشامی والموت صفۃ وجودیۃ خلقت ضد الحیوۃ وقیل عدمیۃ اور موت ایک کیفیت وجودی ہی پیدا ہوئی ہی زندگی کے مقابل اور ایک قول یہہ ہی کہ کیفیت عدمی ہی ھم موت مین اختلاف ہی کہ وجودی چیز ہے یا عدمی جو وجودی کہتی ہین اونکی دلیل یہہ ارشاد خداوندی ہی خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ یعنی پیدا کیا اللہ تعالی نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہی اس سی معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے اور اوسمین اور حیات مین مقابلہ ضدین کا ہی کہ دونو جمع نہین ہوسکتین اور جو لوگ عدمی کہتے ہین اونکی دلیل یہہ ہی کہ زندہ چیز سی مراد حیات کو نیست کرنیکا نام موت ہی تو عدمی ہوئی اور انمین مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہی اور اکثر محققین نے دوسری قول کو یعنی عدمی ہونے کو اختیار کیا ہی اور آیت کے معنی یہہ کہی ہین کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی یوجہ المحتضر وعلامتہ استرخاء قدمیہ واعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ القبلۃ علی یمینہ وھو السنۃ منہ پھیرا جاوے وہ شخص جو مرنیکو ہو قبلہ کیطرف دہنی کروٹ پر اور یہہ منہ پھیرنا سنت ہی شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونیکی یہہ ہی کہ پانو اوسکی ڈہیلے ہوجائین اور ناک کا بانسا ٹیڑھا ہو اور کنپٹیان اندر کو دھسجائین ھم طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہی یعنی جسپر موت حاضر ہوئی یا فرشتی موت کے آموجود ہوئے

وجاز الاستلقاء علی ظہرہ وقدماہ الیہا وھو المعتاد فی زماننا ولکن یرفع راسہ قلیلا لیتوجہ للقبلۃ وقیل یوضع کما تیسر علی الاصح صححہ فی المبتغی وان شق علیہ ترک علی حالہ والمرجوم لا یوجہ معراج اور جائز ہی چت لٹانا پشت پر اوسکو تیمن کہ دونو پانو اوسکے قبلہ کیجانب ہون اور یہی صورت رائج ہی ہمارے زمانہ مین لیکن اوسکا سر تہوڑا سا اوبہار دیا جاوے تاکہ جانب قبلہ اسکا منہ ہوجاوے آسمان کیطرف نہو اور ایک قول یہہ کہ منہ قبلہ کیطرف کردیا جائے جسطرح بن سکی صحیح تر قول کے بموجب یعنی داہنی کروٹ پر ہو یا بائین پر یا چت لٹانے سی اور جسطرح منہ قبلہ کیطرف کردینا چاہئی تصحیح کی ہی اس قول کی مبتغے مین اور اگر قبلہ رخ کرنیمین اوسکو تکلیف ہو تو اپنی حال پر چھوڑ

باب صلوة الجنائز

دیا جائے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہوا اوسکا منہ قبلہ کیطرف نکیا جاے اوسکو زجر کے باعث سے کذا فی الطحطاوی ویلقن ندبًا وقیل وجوبًا بذکر الشہادتین لان الاولی لاتقبل بدون الثانیۃ عندہ قبل الغرغرۃ اور کیا جاے بطور استحباب اور ایک قول مین بطور وجوب ذکر شہادتین کا اوسکی پاس غرغرہ سے پیشتر اسلئے کہ اول شہادت بدون دوسری کے مقبول نہین ہم تلقین کے معنی فہمایش کی ہین اور یہان یہہ مراد ہے کہ مرنیوالیکے پاس اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدًا رسول اللہ ایسی طرح پڑہا جائے کہ وہ بہی آواز سُنکر انہین کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اوسکو یون کہا جائے کہ ان کلمات کو وہ بیان کریا اور کسیطرح یاد دلایا جائے اور یہہ یاد دہانی اُسوقت تک ہے کہ جان حلق مین نہ آئی ہو ورنہ اُسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہے اور جس کسی نے واجب کہا ہے وہ مجازًا کہدیا ہے اور بعض فقہانے لکہا ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کافی ہے اسلئے کہ حدیث شریف مین ہے کہ جسکا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا وہ جنت مین داخل ہوگا اسلئے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بہی چاہیے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہین طحطاوی نے کہا کہ یہہ تعلیل کافر کے حق مین ہے مسلمان کے لئے اقرار توحید کافی ہے واختلف فی قبول توبۃ البائس والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا اور جان کندنی کیوقت کی توبہ مقبول ہونے مین اختلاف ہے اور مختار یہہ ہے کہ اُسکی توبہ قبول ہوتی ہے اور ایمان قبول نہین ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا مین مرقوم ہے ہم جان کندنی کیحالت مین ایمان تو بالاتفاق مقبول نہین چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا) اور توبہ کے قبول اور عدم قبول مین اختلاف ہے مختار یہی ہے کہ توبہ مقبول ہوتی ہے اسلئے کہ قران مجید مین ارشاد ہے (هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ) اِس آیت مین قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابو داؤد کی حدیث مین بہی مطلق مذکور ہے چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جبتک کہ جان اوسکی حلق مین غرغر نہولے کذا فی الشامی مختصرًا ثم غیر امر بہما لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکرر علیہ مالم یتکلم لیکون اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ تلقین کیا جاے بدون حکم کرنے کے اوسکو شہادتین کا تاکہ دق ہوکر انکار نکرے یعنی تلقین مین اوسکو امر نکرین کہ یون کہہ تاکہ وہ انکار نکر بیٹہے اور جب وہ ایکمرتبہ کہہ چکے تو کافی ہے اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاے جبتک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اُسکا لا الٰہ الا اللہ ہو یعنی اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پہر تلقین چاہیے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو نہ دوسری بات ویندب قراءۃ یٰس والرعد اور مستحب ہے مرنیوالیکے پاس سورہ یٰس اور رعد کا پڑہنا ہم یعنی اسلئے کہ یٰس کے پڑہنے کا حکم حدیث مین آیا ہے اور سورہ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ اِس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہے کذا فی الشامی ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نکیا جاے بعد دفن کرنیکے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نکیا جاے ہم چونکہ حدیث مین آیا ہے کہ لقنوا موتاکم یعنی تلقین کرو اپنے مردونکو تو بعض محققین نے اس حدیث مین موت حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز کہی ہے اور بعض نے بمقتضای ظاہر آیت (اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى) یعنی تو نہین سناتا مردونکو تلقین کرنا جائز کہا فتح القدیر مین بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچہہ ضرر نہین بلکہ اُس سے فائدہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہے چنانچہ آثار مین وارد ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہہ ہے کہ تلقین نکیجاے وفی الجوہرۃ انہ مشروع عند اہل السنۃ اھ جوہرہ مین ہے کہ تلقین مشروع ہے اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ کو قبر مین زندہ کرتا ہے چنانچہ احادیث مین وارد ہے کذا فی الطحطاوی ویکفی قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ قل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان لم یعرف اسمہ قال ینسبہ الی اٰدم وحواء اھ کافی ہے کہنا تلقین کرنیوالیکا اسطرح کہ اے فلان اے فلان کے بیٹے یاد کر اُن باتونکو جنپر تو تہا یعنی اللہ تعالیٰ پر اور اوسکے رسولون پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کرین تو یون کہنا کہ مین راضی ہوا اِس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین کسی نے پوچہا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر مُردہ کا نام معلوم نہو آپنے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے آدم اور حوا علیہما السلام کیطرف یعنی مردہ ہو تو یون کہنا چاہئے اے آدم

بیٹے اور عورت ہو تو یون کہو اے حوا کی بیٹی ومن لا یسئال ینبغی ان لا یلقن والاصح ان الانبیاء علیہم السلام لا یسئلون ولا اطفال المؤمنین
وتوقف الامام فی اطفال المشرکین وقیل هم خدم اهل الجنۃ اور جو شخص کہ قبر مین سوال نکیا جاوے مناسب ہے کہ اوسکو تلقین بھی کیجاے اور صحیح یہہ
ہے کہ انبیا علیہم السلام سے سوال نہین ہوتا اور نہ مومنون کے بچون سے اور توقف فرمایا ہے امام اعظم نے مشرکین کے بچون کے باب مین کہ ان سے
سوال ہوتا ہے یا نہین اور وہ دوزخ مین رہین گے یا جنت مین اور کہتے ہین کہ وہ جنت والون کے خادم ہونگے ہم جن لوگون سے سوال نہوگا
وہ یہہ ہین انبیا اور شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ یا اوسکی شب مین مرے اور جو شخص ہر شب سورہ ملک پڑھے
اور اطفال مشرکین مین اخبار کے تعارض کے باعث قول اصح یہی ہے کہ انکا معاملہ اللہ تعالی کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح
مین ہے کہ اللہ تعالی زیادہ جانتا ہے جو کچھہ اطفال مشرکین عمل کرتے کذا فی الشامی ویکرہ تمنی الموت وتمامہ فی النہر وسیجیٔ فی الحظر
اور مکروہ ہے تمنا کرنی موت کی بیضے صدمات وغیرہ سے تنگ ہو کر یہہ تمنا کرے کہ مین مرجاؤن اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہے اور کتاب الحظر
والاباحۃ مین آگے آویگا ہم نہر الفائق مین کہا ہے کہ اگر بمجبوری موت مانگے تو یون دعا کرے الہی مجکو زندہ رکہہ جبتک کہ زندگی میرے حق مین بہتر
ہو اور مجکو موت دے جسوقت کہ موت میرے حق مین بہتر ہو کذا فی الطحطاوی لفظ فی الحظر اکثر نسخون مین نہین وما ظہر منہ من کلمات کفریۃ یغتفر
فی حقہ ویعامل معاملۃ موتی المسلمین حملا علی انہ فی حال زوال عقلہ ولذا اختار بعضہم زوال عقلہ قبل موتہ ذکرہ الکمال اور جو الفاظ
کفر کے میت سے جان کنی مین سرزد ہون اونکو لغو اوسکے حق مین مغفرت مانگنی چاہیے اور اوسکے ساتہہ مسلمانون کے مردون کا سا معاملہ کرنا
چاہیے یعنی اسوقت کے کفریہ الفاظ کہنے سے اوسکو کافر نہ کہا جائیگا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونیکی حالت مین ہے اور اسی
جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہے میت کی عقل کا جاتا رہنا اوسکی موت سے پیشتر ذکر کیا ہے اوسکو کمال الدین محقق نے ہم یعنی اس جہت سے
عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہے کہ ایسا نہو کہ مرنیکے درد سے یا شیطان کے دہوکے سے کلمات کفر قصداً بکنے لگے اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اسوقت
مین عقل نہونیکا حکم کیا جائیگا تو ان کلمات سے کافر نہوگا کذا فی الشامی فاذا مات تشد لحیاہ وتغمض عیناہ تحسینا لہ ویقول مغمضہ
بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ وسہل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج الیہ ثم
تمد اعضاءہ ویوضع علی بطنہ سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحضر عندہ الطیب ویخرج من عندہ الحائض والنفساء والجنب
پس جب وہ شخص مرجاوے تو اوسکی جبڑے باندہ دے جائین اور اوسکی آنکھین بند کیجائین اوسکو اچہا معلوم ہونیکو یعنی اگر منہہ اور آنکھین کہلی
رہین گی تو صورت خوفناک معلوم ہوگی اور کہے آنکہون کا بند کرنیوالا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الہی تو اس مردہ پر اسکا معاملہ تجہیز وتکفین
وغیرہ کا آسان کر اور سہل کر اوسپر وہ حال جو اوسکو آگے کو درپیش ہو یعنی سوال قبر اور اہوال قیامت اوسپر سہل کر اور اوسکو مشرف
کرا اپنے دیدار سے اور جس چیز کیطرف وہ نکلا ہے اوسکو بہتر کر بنسبت اوسکی جس سے وہ نکلا ہے یعنی آخرت کو اوسکے حق مین دنیا سے بہتر کر پہر
اوسکے اعضا پہیلا دئے جائین اور اوسکے پیٹ پر تلوار یا لوہا رکہدیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پہولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ بالخاصیت پیٹ
کو پہولنے نہین دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نملے تو بہاری چیز رکہدی جاوے اور اوسکے پاس خوشبو حاضر کیجاوے اور اوسکے پاس سے حیض ونفاس
والی عورتین اور ناپاک آدمی چلی جائین ویعلم بہ جیرانہ واقاربہ ویسرع فی جہازہ اور اطلاع کیجاوے اوسکے مرنیکی اوسکے ہمسایون اور رشتہ دارون
کو اور جلدی کیجاوے اوسکے سامان کفن ودفن مین کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ مسلمان کے مردہ کو اوسکے گہر والون مین روکنا نچاہیے
کذا فی الشامی ولا یقرأ عندہ القرآن الی ان یرفع الی الغسل کما فی القہستانی معزیا للنتف اور پڑہا جاوے میت کے پاس قرآن
یہانتک کہ اٹھایا جاوے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی مین ہے نتف کیطرف منسوب ہم طحطاوی نے کہا کہ نتف مین ولا یقرأ ہے بصیغہ اثبات
اور شامی نے کہا کہ مین نے بھی قہستانی کے دو نسخون میں دیکہا لا نفی دونو مین نہین پایا علاوہ اسکے اگر لا ہو تو نتف اور زیلعی کے قولین

اختلاف نہین رہتا اور نہ بحر الرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح آگے بیان کرتا ہی اس سی معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سی زیادہ ہوگیا ہی
قلتُ ولیس فی النتف الی الغسل بل الی ان یُرفع فقط وفسّرہ فی البحر بوجہ وجہ وعبارۃ الزیلعی وغیرہ تکرہ القراءۃ عندہ حتی
یُغسل وعللہ الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیہاً للقرآن عن نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت مین کہتا ہون کہ نتف مین نہانے تک کی قید نہین
بلکہ اوسمین صرف اتنا ہی کہ پڑہا جاوے قران میت کے پاس اٹھائی جانے تک اور بحر الرائق مین اٹھائے جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائے
جانے سی کی ہی یعنی صرف جان نکلنے تک قران پڑھو بعد اوسکے نہ پڑھو اور زیلعی وغیرہ کی عبارت یہہ ہی کہ مکروہ تحریمی ہے قرارت قران مردہ کے
پاس یہانتک کہ نہلایا جاوے اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہہ بیان کی ہی کہ اسصورت مین قران کا علیحدہ رکہنا ہی میت کی نجاست
سے کیونکہ میت موت کے سبب سی نجس ہو جاتا ہی قیل نجاستہ خبث وقیل حدث بعض فقہا نے کہا کہ میت کی نجاست حقیقی ہی اور بعض نے
کہا کہ حکمی ہے ہم اوّل قول کی دلیل یہ ہے کہ آدمی خون کا پتلا ہے مثل دوسرے حیوانوں کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی ہین ویسے ہی
آدمی بھی ہو جاتا ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہے اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہی اور یہی وجہ ہی کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے
سے پیشتر کوئین مین گر جاوے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور نہلانے سی جو پاک ہو جاتا ہی تو یہہ مسلمان کی تعظیم کی جہت سی ہی اور دوسرے قول
کی دلیل یہہ ہی کہ موت کے باعث سی وضو جاتا رہتا ہے بسبب ڈہیلے ہو جانے مفاصل کے جیسے سونے سی جاتا رہتا ہی اور زندگی مین جو وضو
ہونے سی جو صرف تہوڑے سی اعضا دہوتے ہین اوسکی وجہ یہہ کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہے اگر تمام بدن دہویا کرتے تو بڑا حرج
ہوتا اسلئے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے اور جنابت مین وہ حرج نہین اسلئے تمام بدن کا دہونا مشروع ہوا دوسرے یہہ کہ حاکم نے
حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردونکو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس
ہوتا ہی نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سی معلوم نہین ہوتا کہ مردہ کی نجاست حکمی ہی بلکہ یہہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سی پاک ہو جاتا
ہے اوسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانیکے بھی پلید رہتا ہے غرضکہ مختار اکثر فقہا کا قول اول ہی ہی فعلیہ فینبغی
جواز ھا کقراءۃ المحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیئے کہ اوسکے پاس قرارت درست ہو جیسی بیوضو کو قران کا پڑہنا درست ہے
ہم حاصل یہہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جائے جیسا بیوضو آدمی ہوتا ہی تو اوسکے پاس قرآن کا پڑہنا مکروہ نہین اور نتف کا قول اسی پر محمول ہے
اور اگر اور مردہ جانوروں کیطرح نجس ٹہرایا جاوے تو مکروہ ہی اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اوس
وقت ہی کہ مردہ کے قریب پڑہا جاوے اور اگر دور پڑہا جاوے تو مکروہ نہین شامی نے کہا کراہت مین یہہ قید بھی ہونی چاہیئے کہ مردہ پاک
چادر سی چہپا نہو اور اگر چہپا ہوا ہو کاتب بہی قرارت مکروہ نہوگی دیکھو ضمہ کلمات کما تیسّر فی الاصح علی سریرہ مجمّرًا وترًا الی سبع فقط
فیکفنہ وضع سنۃ فھی ثلث لاخلف ولا یزاد علیہ اور جبکہ مرجائے رکہا جائے جسطرح بن سکے صحیح قول مین تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو
سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنی اس سی زیادہ نہ بسائین مثل اوسکی کفن کے کہ وہ بہی طاق دفعہ بسایا جاوے اور اوسکی موت کیوقت خوشبو
بسانی چاہیئے تو یہہ تین وقت کا بسانا ہوا نہ پیچہے اوسکے اور نہ قبر مین ہم بسانے سی مراد یہہ کہ کسی برتن مین آگ رکھکر اوسپر خوشبو جلا دین
اور اوسکو مردہ یا کفن کے گرد پہراوین تو یہہ بسانا تین وقت چاہیئے اول جسوقت اوسکی جان نکلے دوم غسل کیوقت سوم کفنانیکے وقت
اور جنازہ کے پیچہے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ احادیث مین منع وارد ہی کہ جنازہ کے پیچہے آگ مت لیجلو اور نہ قبر کو بسائین کہ قبر مین آگ لیجانی
بد فالی ہے اور یہہ جو کہا کہ بعد مرنیکے تختہ پر رکہین یہہ اوسصورت مین ہی کہ جان اوسکی زمین پر نکلی ہو تا یہن لحاظ کہ زمین کی تری سی اوسکا
بدن بگڑ جاوے پھر تختہ پر رکہنا ایک قول یہہ ہی کہ شمالاً جنوباً رکہین قبر کیطرح اور ایک قول یہہ ہی کہ پانو قبلہ کیطرف کرین اور راجح یہہ ہی کہ جیسی
ممکن ہو ویسی رکہین کذا فی الشامی وتعرف ذکرہ قراءۃ القرآن عندہ الی تمام غسلہ عبارۃ الزیلعی حتی یغسل وعبارۃ النھر قبل غسلہ

اور مکروہ تحریمی ہی قرآن کا پڑہنا میت کے پاس اوسکو غسل دیے جانے تک زیلعی کی عبارت یون ہی کہ جبتک میت کو غسل دیا جاوے اور نہر الفائق مین
یہہ ہے کہ اوسکے غسل سے پیشتر کروہ ہے ہم اختلاف الفاظ کسی فائدہ کے لئے نہین مراد سبکی یہی ہی کہ غسل ہو چکنے تک قراءت مکروہ ہے
کذا فی الطحطاوی وتستر عورتہ الغلیظۃ فقط علی الظاہر من الروایۃ وقیل مطلقا الغلیظۃ والخفیفۃ وصحح صححہ الزیلعی وغیرہ
اور پوشیدہ کیجاوی مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظ ظاہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہہ ہے کہ مطلق برہنگی چھپائی جاوی خواہ خفیف ہو یا غلیظ
اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے یعنی زیلعی وغیرہ نے اوسکو صحیح کہا ہی ہم عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور اونکے آس پاس کو کہتے ہین اور
عورت خفیفہ ناف سی لیکر گہٹنون تک ہی تو قول صحیح یہہ ہے کہ نہلانے مین ناف سی لیکر گہٹنون تک تہمد ڈالین اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے حضرت علی کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سی معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی ویغسلہا
تحت خرقۃ السترۃ بعد لف خرقۃ مثلہا علی یدہ لحرمۃ اللمس کالنظر اور دہو وی برہنگی کو تہمد کے نیچے بعد لپیٹنے ایک کپڑی مثل تہمد کو اپنی
ہاتہو پر بسبب حرام ہونے ہاتہہ لگانیکے مثل دیکہنے کے ہم شامی نے کہا کہ کیسہ کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہین بلکہ ایسا ہونا چاہیئے جو چہونے
کا مانع ہو کیونکہ بدون آڑ کے ہاتہہ لگانا شرمگاہ کو حرام ہے جیسی دیکہنا حرام ہی اس سی معلوم ہوا کہ بچون کے لئے تہمد اور کیسہ ضرور نہین ویجرد
من ثیابہ کما مات لتعسلہ علیہ السلام فی قمیصہ من خواصہ اور ننگا کیا جاوی اپنی کپڑون سی بعوض اپنی مرنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا آپ کی قمیص مین آپکے خواص سی ہی ہم بعوض مرنے کے اسلئے ننگا کیا جاوی کہ کپڑون کی گرمی سی بدن مین تغیر نہ آوی اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص مین اسلئی خواص سی ہوا کہ ابو داؤد نے روایت کی ہی کہ بعد وفات شریف کے لوگونکو تردد ہوا کہ آپ کو
ننگا کرین جیسا اپنی مردون کو کرتے ہین یا مع کپڑون کے نہلاوین تو گہر کے گوشہ سی آواز سُنی کہ آپکو مع کپڑون کے نہلاؤ کذا فی الشامی
ویوضأ من یؤمر بالصلوۃ بلا مضمضۃ واستنشاق للحرج وقیل یفعلان بخرقۃ وعلیہ العمل الیوم ولو کان جنبا او حائضا او نفساء
فعلا اتفاقا تتمیما للطہارۃ کما فی امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسی اور وضو کرایا جائی وہ مردہ کہ حکم کیا جاوی نماز کا بدون کلی اور
ناکمین پانی دینی کے بسبب حرج کے یعنی پانی مُنہہ یا ناک مین ڈالکر اوسکا نکالنا دقت ہی اور ایک قول یہہ ہی کہ کلی اور ناکمین پانی دینا لیتر ہی سی
کرائی جاوی یعنی نہلانیوالا اپنی اُنگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتون اور مسوڑہون اور ناک کے نتہنون مین پہیرے اور اسی پر عمل ہی اس زمانہ مین اور
اگر میت جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دو تو باتین کیجائین بالاتفاق واسطی پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح مین ہم شرح
مقدسی سے مدد لیکر ہم نماز کا حکم کیا جاوی اس سی یہہ غرض کہ جو بچہ بعقل ہوا اوسکو وضو کرانا چاہیئے شامی نے کہا کہ یہہ قید اچہی نہین اسلئی
کہ اس سی معلوم ہوتا ہی کہ دیوانہ شخص کو بہی وضو کرایا جائی حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہے اسیطرح بچہ کو بہی وضو کرایا جاوی کیونکہ
یہہ وضو غسل میت کی سنت ہی اور جنب کے لئی جو کلی اور ناک مین پانی دینے کو بالاتفاق لکہا ہی تو شامی نے کہا کہ مین نے بالاتفاق نہ
امداد الفتاح مین پایا نہ شرح مقدسی مین ویبدأ بوجہہ ویمسح رأسہ اور شروع کیا جاوی اوسکی منہہ سی یعنی جنب کیطرح اول دونو ہاتہہ پہنچون تک
نہ دہوئی جائین بلکہ اول کپڑی سی مُنہہ اور ہاتہونکو پونچہکر منہہ دہویا جائی اور مسح کیا جاوی اوسکی سر پر یعنی وضو مین ہم شارح نے استنجا کو ذکر نکیا
کیونکہ اوسمین اختلاف ہی طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاوی اور امام ابو یوسف کے نزدیک کیا جاوی اور اوسکی صورت یہہ ہی کہ نہلانیوالا ہاتہہ پر
کیسہ لپیٹ کر شرمگاہ کو دہووے کذا فی الشامی ویصب علیہ ماء مغلی بسدر ورق النبق او حرض بضم فسکون الاشنان ان تیسر والا فماء
خالص مغلی اور اوسپر وہ پانی ڈالا جاوی جسمین بیری کے پتی جوش دئی گئی ہون یا اشنان پڑا ہو اگر یہہ چیزین ملین ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا
ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سی مراد بیری کے پتی ہین اور حرض بضم حاء مہملہ اور سکون راء مہملہ اشنان ہی جو چہوٹی چہوٹی جڑین ہوتی ہین اُس
سی کپڑے دہوتے ہین جیسی صابن سی صاف کرتے ہین ویغسل راسہ ولحیتہ بالخطمی نبت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوہ لو کان

بهما مشغ حق لو كان امرد او اجرد لا يفعل اور دهويا جاوي سر اوسكا اور داڑهي اوسكي گل خيرو سي اگر ميسر هو ورنه صابن سي اور اوسكي مثل
يعني ملتاني مٹي وغيره سي يهه حكم اوس صورت مين هي كه چهره اور سر پر بال هون يهانتك كه اگر وه شخص بي ريش هو يا سر پر بال نركهتا هو تو نهين دهويا
جاوي شارح نے كهاكه خطمي ايك گهاس هے عراق مين اور هندوستان مين گل خيرو كهلاتا هي ويضجع على يساره ليبدأ بيمينه فيغسل
حتى يصل الماء الى ما يلي التخت منه ثم على يمينه كذلك ثم يجلس مسندا بالبناء للمفعول اليه ويمسح بطنه رفقا وما خرج منه
يغسله ثم بعد اتمامه يضجعه على شقه الايسر ويغسله وهذه غسلة ثالثة ليحصل المسنون ويصب عليه الماء عند كل اضجاع ثلاث مرات
لما مر وان زاد عليها او نقص جاز اذ الواجب مرة اور لٹايا جاوي مرده اپني بائين كروٹ پر تاكه پاني اول اوسكي داهني جانب پر پڑے پهر
نهلايا جاوے يهانتك كه پاني بدن كے اوس حصه پر پونهچے جو تخته سي ملا هي پهر داهني كروٹ پر لٹاكر اسيطرح پاني ڈالا جاوي كه دوسري طرف تك
پونهچ جاوي پهر مرده كو بٹهلاوے يعني نهلانيوالا اپنا سهارا ديكر اور سونتے اوس كے پيٹ كو نرمي سے اور جو كچهه مرده سي خارج هو
نهلانيوالا اوسكو دهو ڈالے پهر بٹهانيكے بعد اوسكو بائين كروٹ پر لٹاكر غسل دوي اور يهه تيسري بار كا غسل هي تاكه عدد مسنون حاصل
هو جاوي يعني تين بار نهلانا سنت هي وه اس مرتبه هو جائيگا اور هر لٹانے كيوقت مرده پر تين بار پاني ڈالا جاوي اسيوجه سي كه گذري يعني
مسنون تين بار دهونا هي اور اگر تين بار سے زياده هر دفعه مين پاني ڈاليگا يا كم تب بهي غسل درست هوگا اسليئے كه واجب تو ايكبار كا دهونا
هي شارح نے كهاكه مسند بصيغه مجهول هي م شارح نے پهلے لكها تهاكه اسپر جو شديا هو پاني ڈالنا چاهيئے بعد اسكي كهاكه اول بائين كروٹ پر لٹاكر پاني ڈالنا چاهيئے تو
پهلا بيان مجمل تها اوسكي تفصيل بيان كردي كه اسطرح ڈالا جاوي يعني ترتيب وار اسطرح سے كه جب وضو سي فراغت هو تو سر اور داڑهي دهوئي
جاوي اور اوسكے بعد بائين كروٹ پر لٹاكر وه پاني جسمين بيري كے پتي جوش دئي هون ڈالا جاوي كذا في الشامي مختصرا ولا يعاد غسله ولا
وضوءه بالخارج منه لان غسله انما وجب لرفع الحدث لا لانه بالموت يتنجس بالموت كسائر الحيوانات الدموية الا ان المسلم يطهر
بالغسل كرامة له وقد حصل بحر شرح مجمع اور اوسكي غسل اور وضو كا اعاده نكيا جاوي بسبب خارج كے اوسكے بدن سي يعني اگر ميت كے بدن
سي كوئي نجاست خارج هو تو اوس سي غسل يا وضو دوباره ضرور نهين اسليئے كه نهلانا ميت كا حدث كے دور كرنيكے لئے واجب نهين هوا كيونكه
وه تو موت كے باعث قائم هي بلكه اس سبب سي نهلانا واجب هوا هي كه ميت ناپاك هوگيا هي مثل دوسري حيوانون دموي كے مگر يهه كه مسلمان
پاك هوجاتا هي نهلانے سي اوسكي تعظيم كي جهت سي اور يهه طهارت تو نهلانے سي هو چكي كذا في البحر وشرح مجمع م يعني مرده كا نهلانا اس غرض سے
هي كه مرنے سي ناپاك هوجاتا هي تو جب نهلا ديا اوسكي نجاست دور هوگئي اب جو كوئي نجاست اوسكي بدن سي نكليگي تو صرف وهي مقام دهو ڈالا جاويگا
سارے غسل كا اعاده ضرور نهين اور مرده كا نهلانا حدث كے دور كرنيكے لئے نهين كيونكه موت خود ايك حدث هي جو دور نهين هوسكتا
وينشف في ثوب ويجعل الحنوط وهو نوع من الطيب العطر المركب من الاشياء الطيبة غير زعفران وورس لكراهتهما للرجال ويجعلهما في
الكفن جهل على راسه ولحيته ندبا والكافور على مساجده كرامة لها اور نهلانيكے بعد خشك كيا جاوي كسي پاك كپڑے سي اور حنوط ملا جاوے
اوسكي سر اور داڑهي پر براه استحباب اور كافور ملا جاوي اوسكي سجده كي جگهون مين يعني جو مقام سجده مين زمين پر ٹكتي هين اور وه ماتها اور
ناك اور ہتهيلياں اور گهٹني اور پاؤن هين ان پر كافور ملا جاوي ان كي تعظيم كے لئے تاكه جلد طعمه خاك نهون شارح نے كهاكه حنوط بفتح
حاء حطي وضم نون عطر مركب هي خوشبودار چيزون سي سواے زعفران اور ورس كے بسبب مكروه هونے ان دونو چيزون كے مردونكو اور
زعفران اور ورس كو كفن مين ركهنا جهالت هي ولا يسرح شعره اي يكره تحريما ولا يقص ظفره الا المكسور ولا شعره ولا يختن اور مرده
كے بالون مين كنگهي نكيجاوي يعني كنگهي كرنا مكروه تحريمي هے اور نه كترے جائين ناخن اوسكي سواے ٹوٹے هوئي ناخن كے كه وه كتركر پهينك ديا
جائي اور نه بال كترے جائين اور نه ختنه كيجاوي م نهر الفائق مين هي كه بعد موت كے تزئين جائز نهين اور اگر بال يا ناخن كاٹے جائين تو

نہین مردہ کے ساتھہ رکھدی جاتین کذا فی القہستانی ولا بأس بجعل القطن علی وجہہ وفی مخارقہ کدبرہ وقبلہ واذنیہ وفمہ اور بعض فقہ
نہین روئی رکھنے کا مردہ کے چہرہ پر اور اوسکے سوراخون مین مثلاً مقام پاخانہ اور پیشاب اور کان اور منہہ مین ھم شرمگاہون مین روئی
رکھنے کو بعض علمانے پسند نہین کیا اور شارح نے لا باس کہکر اشارہ کیا کہ روئی کا نرکہنا بہتر ہے کذا فی الشامی ویوضع یداہ فی جانبیہ لا علی
صدرہ لانہ من عمل الکفار ابن مالک اور کبھی جائین دونو ہاتھہ مردہ کے اوسکے دونو پہلو مین نہ اوسکی چھاتی پر اسلئے کہ چھاتی پر ہاتھہ
رکھنا کفار کا طریقہ ہی یعنی مجوس وغیرہم کا ذکر کیا ہے اوسکو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح
منیہ وقالت الائمۃ الثلاثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمۃ رضی اللہ عنہما قلنا ہذا محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب و
نسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی مع ان بعض الصحابۃ انکر علیہ شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائی شوہر مردہ عورت کا عورت
کے نہلانے اور ہاتھہ لگانے سے نہ اوسکی طرف نگاہ کرنے سے صحیح قول کے بموجب کذا فی العینیہ اور تینون اماموں نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہی
اسلئے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا ہم اسکی جواب مین کہتے ہین کہ یہہ نہلانا حضرت مرتضیٰؓ کا محمول ہی زوجیت کے قائم رہنے
پر بسبب فرمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور نسب جاتا رہتا ہی موت سے مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہین جاتا علاوہ
اسکے بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضیٰ پر انکار کیا ایسا مذکور ہی عینی کی شرح مجمع مین ھم خانیہ مین ہی کہ اگر عورت کا محرم ہو تو
وہ اوسکو اپنی ہاتھہ سے تیمم کرادے اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھہ پر تھیلی چڑھاکر تیمم کرادے اور اوسکی ہاتھہ نہ دیکھے لیکن اگر اجنبی خاوند ہو
تو اوسکو جائز ہے کہ ہاتھہ دیکھے اور یہہ غالباً اس نظر سے ہی کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھہ لگانے کے خفیف تر ہی اور حضرت فاطمہؓ کی غسل
کو شرح مجمع مین جو خود مصنف مجمع کی ہی یون لکھا ہی کہ آپکو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تہا اور حضرت مرتضیٰؓ کیطرف جو منسوب ہوا تو اسکی
وجہہ یہہ کہ اوسکی تمام سامان کے آپ متکفل ہوئی تھی اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہہ آپکی خصوصیات مین سے ہی کیونکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہا کہ فاطمہؓ تمہاری زوجہ ہین دنیا وآخرت مین اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل خصوص ہے
سبب سے مراد اوسمین قرابت سببی ہی جیسی زوجیت اور دامادی ہی اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہے کذا فی الشامی مختصراً وہی لا تمنع من
ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علی المشہور مجتبیٰ اور عورت نہ
منع کیجاوی اپنے خاوند کے نہلانے سے اگرچہ ذمیہ یعنی کتابیہ ہو بشرط باقی رہنے نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ
یہہ تینون نہ آقا کو نہلا وین اور نہ آقا اونکو نہلا دے روایت مشہورہ کے بموجب کذا فی المجتبیٰ ھم یعنی ام ولد اور مدبرہ مین بعد مرنیکے
ملک باقی نہین رہتی جو موجب حلت وطی تھی اور ایسا ہی مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہے شامی نے کہا کہ یغسلونہ
بصیغہ جمع مذکر غلط ہے صحیح تغسلنہ بصیغہ جمع مونث چاہیئے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ
لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجہ مین قابل ہونا اوسکا ہی غسل کیوقت
نہ موت کیوقت تو منع کیجاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے سے جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سے پیشتر یا مرتد ہوئی اوسکی موت کے بعد پھر
مسلمان ہو گئی یا چھو لیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سے بسبب جاتے رہنے ان عورتون کے نکاح کے ھم یعنی پہلی صورتین زوجیت وقت موت
کے باقی نرہی اور پچھلی صورتون مین موت کیوقت نکاح تہا پہر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیار نسبت کہنا مناسب
یہہ تہا کہ فی الزوجۃ بدون یٰ کے کہتا وجاز لہا غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسہا حینئذ اعتبارا
بحالۃ الحیوۃ اور جائز ہی مجوسی عورت کو نہلانا اپنی شوہر کا اگر وہ مسلمان ہو کر مر گیا پہر وہ مسلمان ہوئی بعد اوسکے بسبب حلال ہونے اسکے
ہاتھہ لگانے کے اسصورتمین حالت زندگی کا لحاظ کرکے ھم یعنی اگر شوہر مسلمان ہو کر زندہ رہتا اور اوسکی مسلمان ہونیکے بعد اسکو چھو

تغسلنہ

مسلمان ہو گئی تو نکاح قائم رہتا اور مرد کو تیمم کرانا درست ہوتا اسیطرح جیسے اوسکے مرنیکے بعد مسلمان ہو گئی تو صحیح نہیں یہی تیمم کرانا درست
ہوا کذا فی الحلبی وجد رأس آدمي او احد شقيه لا يغسل ولا يصلي عليه بل يدفن الا ان يوجد اكثر من نصفه ولو بلا رأس یعنی پایا گیا سر
آدمی کا یا ایک نصف اوسکے دو آدہوں میں سے تو نہ غسل دیا جاوے اوسے اور نہ اوسپر نماز پڑہی جاوے بلکہ دفن کر دیا جاوے مگر جس صورت میں کہ
نصف سے زائد پایا جاوے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق میں کہا کہ اگر نصف دہڑ معہ سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاویگا
والافضل ان يغسل الميت مجانا فان ابتغى الغاسل الاجر جاز ان كان ثمه غيره والا لا لتعينه عليه وينبغي ان يكون حكم الحمال والحفار كذلك سراج اور افضل یہ ہے کہ نہلایا جاوے مردہ مفت پس اگر نہلانیوالا اُجرت مانگے تو درست ہے اگر کوئی نہلانیوالا وہان اوسکے
سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اُجرت درست نہیں بسبب واجب معین ہو جانے نہلانیکے اوسپر اور چاہیئے کہ حکم جنازہ کے اٹھانیوالے
اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہوں تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اسصورت میں اٹہانا اور قبر کہودنا اونپر واجب ہوگا اور
طاعت پر اجرت لینی درست نہیں کذا فی السراج ولو غسل الميت بغير نية اجزأ اي للطهارة لا لاسقاط الفرض عن ذمة المكلفين ولذا
قال لو وجد ميت في الماء فلا بد من غسله ثلاثا لانا امرنا بالغسل فيحركه في الماء بنية الغسل ثلاثا فتح ولعلهم يعنيه انهم لو صلوا عليه بلا اعادة
غسله صح وان لم يسقط وجوبه عنهم فتدبر اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اوسکے پاک ہو جانیکو نہ واسطے ساقط کرنے فرض
کے مکلف شخصوں کے ذمہ سے اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہیں بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہے مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ
بہت سے پانی میں پایا گیا تو اوسکو تین بار نہلانا ضرور ہے اسلئے کہ ہمکو حکم ہے میت کے نہلانیکا پس اوس مردہ کو غسل کی نیت سے تین
بار پانی میں حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت بیان کرنا اسبات کا مفید ہے کہ اگر لوگ اُسپر نماز پڑہیں بدون تازہ غسل دینے
کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اُن سے ساقط نہوگا تو اسکو سمجھہ لینا چاہیئے ہم طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہہ ہے کہ نہلانے میں
نیت شرط نہیں چنانچہ خانیہ میں مذکور ہے کہ اگر مُردہ کو نہلایا تو فرض اونکے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ اونکو نیت نہو اور پانی میں مردہ
کا ملنا دوسری صورت ہے اسمیں بدون نہلانے فرض ساقط نہوگا انتہی وفي الاختيار الاصل فيه تغسيل الملائكة لآدم عليه السلام وقالوا
لولده هذه سنة موتاكم اور اختیار میں ہے کہ اصل غسل میت کے بابمیں نہلانا فرشتوں کا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اور آنکی اولاد کو یہہ
کہنا کہ یہہ طریق ہے تمہارے مُردوں کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہہ شریعت قدیم ہے اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ نہلانیوالیکا مکلف
ہونا شرط نہیں اور اسیوجہ سے اولاد آدم علیہ السلام نے آپکے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتوں کے غسل پر اکتفا کیا **فروع مسائل**
ملحقہ شارح کے لو لم يدر امسلم ام كافر ولا علامة فان في دارنا غسل وصلي عليه والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہے یا
کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہیں تو اگر اسطرحکا مردہ دارالاسلام میں ہو تو اوسکو نہلاکر نماز پڑہی جاوے اور اگر نہ علامت دارالاسلام
میں پایا جاوے بلکہ دارالحرب میں ملے تو نہ نہلایا جاوے نہ نماز پڑہی جاوے ہم بدائع میں ہے کہ مسلمانوں کی علامتیں چار ہیں اول ختنہ دوم خضاب
سوم سیاہ لباس چہارم زیرناف کے بالوں کا مونڈنا لیکن اس زمانہ میں سیاہ لباس اور خضاب علامت اسلام نہیں رہی اور ملک
ہندوستان میں مونچھوں کا کترانا اور بغل کے بالوں کا مونڈنا اور بائیں طرف پردہ کا ہونا بھی علامت مسلمان ہونیکی ہے اختلطوا
بكفار ولا علامة اعتبر الاكثر فان استووا غسلوا واختلف في الصلوة عليهم ومحل الدفن مسلمانوں کے مُردے کافروں میں ملگئے اور
کوئی پہچان نہیں تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنی اگر مسلمان زیادہ ہیں تو مسلمان قرار دئے جاینگے نماز کے حق میں یعنی اونپر نماز پڑہی جاوے اور
دعا میں مسلمانونکی نیت کیجاوے اور اگر کافر زیادہ ہوں تو نماز کسی پر نہ پڑہی جاوے نہلاکر اور کفن دیکر کفار کے قبرستان میں دفن کئے جاوینگے
کذا فی شرح الطحاوی پہر اگر شمار میں برابر ہوں تو سبکو غسل دیا جاویگا اور اونپر نماز پڑہنی اور اونکے دفن کرنے کی جگہہ میں اختلاف ہے

مردہ کے مسلمان ہونیکی پہچان

… کہا کہ اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے کیونکہ اگرچہ بعض مسلمان بھی ہوتے ہیں لیکن بیشتر کافر ہیں تو نماز کافر پر نہ پڑہنے … اوسپر نماز نہیں پڑہی جاتی ہے مثل جیسے اہل حرب … اور بعض فقہا نے کہا کہ اوسپر
نماز نہین پڑہی بدلیل ارشاد خداوندی (ولا تصل علی احد منہم مات ابدا) یعنی اونمین سے جو مرگیا ہو اوسپر کبہی نماز مت پڑہ اور بعض
فقہانے کہا کہ نماز پڑہی جاوے کیونکہ یہان اگر تعیین نہین ہوسکتی تو قصد سے تو عاجزی نہین مسلمانون کا قصد کرکے نماز پڑہے شامی نے
کہا کہ مذہب باقی تینون اماموں کا یہی ہے اور یہی بہتر معلوم ہوتا ہے اور محل دفن مین بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مسلمانون کے قبرستان
مین دفن ہون اور ہندوانی نے کہا کہ اونکے لئے قبرستان علیحدہ بنادیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی مین ہے کذا فی الحموی کذا فی ذمیۃ
حبلی من مسلم قالوا الاحوط دفنہا علیحدۃ ویجعل ظہرہا الی القبلۃ لان توجہ الولد لظہرہا جیسے اختلاف ہے دفن مین اوس ذمی کتابیہ
کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہا نے فرمایا کہ زیادہ احتیاط ہے اسکا دفن کرنا علیحدہ اور کیجاوے اوسکی پشت قبلہ کیطرف اسوجہ سے کہ بچہ
کا منہ مان کی پشت کیجانب ہے ھ یعنی بچہ بسبب تبعیت اپنے باپ کے مسلمان ہے تو دفن مین اوسکا لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح دفن ہو کہ بچہ کا منہ
قبلہ کیطرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اوسصورت مین ہے کہ بچہ مین جان پڑگئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنی حمل چار مہینے سے کم کا ہو تو بالاتفاق
کفار کے قبرستان مین دفن کیجاوے ماتت بین رجال وہو بین نساء تیممہ المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃ ایکعورت مرگئی درمیان
مردون کے یا مرد مرا عورتون مین تو مردہ کو محرم تیمم کرادے یعنی مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرادے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کرادے
اور اگر محرم نہو تو اجنبی ہتیلی سے تیمم کرادے یعنی اگر مرد ونمین عورت کا محرم نہو یا عورتون مین مرد کی کوئی محرم نہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتہ
کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم کرادے ویتیمم الخنثی المشکل لو مراہقا والا فکغیرہ فیغسلہ الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثی مشکل اگر قریب
بالغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہو تو وہ مثل اور بچون کے ہے اوسکو مرد خواہ عورتین غسل دیوین یعنی بچہ ہونیکی صورت مین اوسکی
اعضا کو حکم برہنگی کا نہین یمم لفقد ماء وصلی علیہ ثم وجد غسل وصلی ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہونے
پانی کے اور اوسپر نماز پڑہی گئی پہر لوگونکو پانی ملا تو مردہ کو نہلادین اور نماز دوبارہ پڑہین اور ایک قول یہہ ہے کہ غسل نہ دین اور نہ نماز
کا اعادہ کرین ھ بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے مین امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دو نو چاہئین اور امام صاحب کے نزدیک صرف
غسل دیا جاوے نماز کا اعادہ نکیا جاوے اور شرح منیہ مین ہے کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیئے نہ نماز یعنی جیسے زندہ آدمی پانی نہ ملنے
سے تیمم کرکے نماز پڑہ لے پہر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہین کرتا ایساہی یہان بھی چاہیئے شامی نے کہا کہ قول راجح موافق
اصول کے یہی ہے ویسن فی الکفن لہ ازار وقمیص ولفافۃ وتکرہ العمامۃ للمیت فی الاصح مجتبی واستحسنہا المتاخرون للعلماء
والاشراف اور مسنون ہے کفن مین مرد کیواسطے تین کپڑے ایک ازار یعنی چادر سر سے لیکر پاؤن تک اور ایک قمیص یعنی کفنی گردن سے
لیکر پاؤن تک بدون آستین کے اور ایک لوٹ کی چادر اور مکروہ ہے پگڑی میت کے لئے صحیح قول مین کذا فی المجتبی اور اچہا جانا ہے اوسکو
پچہلے فقہا نے علما اور سادات کیواسطے ھ اصل کفن دینا فرض کفایہ ہے اور تین کپڑون کا کفن مسنون ہے اور محیط مین ہے کہ پگڑی کسی
حال مین باندہی نجاوے خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہے کہ عمامہ ہر حالمین مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا بأس بالزیادۃ
علی الثلثۃ اور کچہہ مضائقہ نہین تین کپڑون سے زیادہ کرنیکا ھ یہہ مسئلہ غایۃ البیان مین مرقوم ہے مگر مجتبی مین ہے کہ زائد کرنا
تین سے مکروہ ہے کذا فی الطحاوی ویحسن الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانہم یتباہون ویتزاورون فیما بینہم ویتفاخرون بحسن اکفانہم
ظہیریہ اور اچہا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے کہ اچہا کرو مردونکے کفنونکو کہ وہ آپسمین ملاقات کرتے ہین اور اپنے کفنون کے اچہا ہونے سے
فخر کرتے ہین یعنی خوش ہوتے ہین اسوجہ سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریۃ ھ اچہے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہے یعنی جیسے کپڑے
جمعہ اور عیدین مین پہنتا تہا ویسی کا کفن سفید اور ستہرا دینا چاہیئے یہہ مراد نہین کہ بہاری دام کا ہو کیونکہ اوس سے ابو بکر کی حدیث

مین بہا نعمت آئی ہے کذا فی الشامی ولہا درع ای قمیص وازار وخمار ای مقنعۃ وخرقۃ تربط بہا ثدیاہا وبطنہا اور عورت کیواسطے کفن مسنون پانچ
کپڑے ہین ایک درع یعنی قمیص اور ایک ازار اور ایک اوڑہنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چہاتیان اور پیٹ باندہا
جاوے ہے۔ قہستانی مین درع اور قمیص مین یہہ فرق لکہا ہے کہ درع یعنی عورت کی کفنی کا گریبان چہاتی کیطرف ہوتا ہے اور مرد کی کفنی کا گریبان
مونڈہون کیطرف اور اوڑہنی کی مقدار تین ذراع ہے اور سینہ بند چہاتی سے رانون تک کذا فی الشامی وکفایتہ لہا ازار ولفافۃ فی الاصح
ولہا ثوبان وخمار ویکرہ اقل من ذلک اور کفن کفایہ مرد کیواسطے دو چادرین ہین صحیح قول مین اور عورت کیواسطے دو کپڑے اور ایک اوڑہنی اور
اسقدر سے کمتر کفن دینا باوجود قدرت کے مکروہ ہے ہم مرد کو دو کپڑے اسلئے کفایت ہوئے کہ حالت حیات مین ادنے لباس مرد کا دوہی کپڑے ہوتے
ہین اور اسیلئے اگر دو کپڑون مین نماز پڑہیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ مناسب یہ ہے کہ تعیین دو کپڑون کی نہ کیجاے یعنی خواہ دو
چادرین ہون خواہ کفنی اور چادر ہو کفن کفایہ مین کافی ہونی چاہیئے اور عورت کے دو کپڑون کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادرین ہون
اسیسے معلوم ہوا کہ عدم تعیین ہی مناسب ہے شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہے اسلئے سوا اوڑہنی کے دو چادرین ہون تو بہتر ہے کہ ان
سے سر اور گردن چہپی رہیگی وکفن الضرورۃ لہما ما یوجد واقلہ ما یعم البدن وعند الشافعی ما یستر العورۃ کالحی اور کفن ضرورت مرد اور
عورت کیلئے وہ ہے جو میسر ہوا اور اسکی کمتر مقدار وہ ہے جو سارے بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اسکی مقدار اتنی ہے کہ برہنگی کو چہپاوے
مثل زندہ کے ہم کل بدن کے چہپانے کی دلیل مصعب بن عمیر کا حال ہے کہ جب وہ احد کی لڑائی مین شہید ہوئے تو انکے پاس بجز ایک
چادر کے اور کچھ نہ تہا اور وہ اتنی تہی کہ اگر اس سے انکا سر ڈہانکتے تہے تو پانو کہلجاتے تہے اور پانو ڈہانکتے تہے تو سر کہلجاتا تہا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے سر ڈہانکنے کا حکم فرمایا اور پانو کو گہاس سے چہپوا دیا تو اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پانو پر گہاس ڈالنے کا حکم نہوتا کذا
فی الطحطاوی تبسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیہا ویقمص ویوضع علی الازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافۃ کذلک لیکون
الایمن علی الایسر کفن دینے کی صورت یہہ ہے کہ بچہائی جاوے اول پوٹ کی چادر پہر اوسپر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہنا کر دوسری چادر پر
رکہا جاوے اور اوسکا بایان پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹین پہر پوٹ کی چادر اسطرح کہ اول بائین طرف پہر داہنی طرف مردہ پر لپیٹین تاکہ داہنی
جانب بائین کے اوپر رہے وہی تلبس الدرع ویجعل شعرہا ضفیرتین علی صدرہا فوقہ ثم الخمار فوقہا ای الشعر تحت اللفافۃ
ثم یفعل کما مر اور عورت کو کفنی پہنا کر اوسکے بال دو حصے کرکے سینہ پر کفنی کے اوپر رکہدے جاوین اور بالون کے اوپر اور چادرون کے نیچے اوڑہنی
لپیٹی جاوے پہر کیا جاوے جیسا گذرا یعنی ہر ایک چادر جدا جدا اوسپر لپیٹی جاوے اسطرح کہ بائین جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر ہم شارح نے سینہ بند
کو ذکر نہین کیا کہ کہان ہونا چاہیئے سو بحر الرائق مین تو یہہ لکہا ہے کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیئے تاکہ کفن کہلنے نپاوے اور جوہرہ مین یہہ ہے
کہ اول ازار لپیٹین اوسکے اوپر سینہ بند باندہین اوسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹین اور یہی ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف
انتشارہ اور کفن باندہ دیا جاوے اگر خوف ہو اوسکے کہلجانیکا وخنثی مشکل کامراۃ فیہ ای الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب مین مثل
عورت کے ہے یعنی احتیاطاً اوسکو پانچ کپڑے کا کفن دیا جاوے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بہی زیادتی کا کچہہ مضائقہ نہین مگر حریر کا اور کسم اور
زعفران کا رنگا ہوا کفن اوسکو نہ دیا جاوے کذا فی الشامی والمحرم کالحلال والمراہق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہے یعنی
اوسکا سر ڈہانکا جاوے اور اوسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ کے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑون کا کفن
دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراہق اذا کفن فی واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے مین تو
درست ہے ہم حلیہ مین ہے کہ جو بچہ حد شہوت کو نہ پہنچا ہو اسکو بہی سب سے بہتر یہہ ہے کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر فقط دو کپڑون کا
کفن دیا جاوے تب بہی اچہا ہے اور ایک کا دیا جاوے تو درست ہے کذا فی الشامی والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت اور پیٹ کا گرا ہوا بچہ ایک

لپیٹے مین لپیٹا جاوے اور کفن مسنون اوسکو نہ دیا جاوے جیسے میت کا عضو اگر پڑا ملے تو اوسکو بھی کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون
کی رعایت نہ کیجاوے اور یہی حال اوس بچہ کا ہے جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی و آدمی منبوش طری لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن
بعد لم یتفسخ ہے اور جس آدمی مردہ کا کفن اوتار لیا گیا ہو اور وہ تازہ مرا ہو یعنی پہٹا نہو اوسکو کفن دیا جاوے مثل اوس شخص کی کہ دفن نکیا گیا ہو
تینے تین کپڑون کا کفن اوسکو دینا چاہیے ہر دفعہ مین ہے اگر ایکبار کا کفن کسی نے چورالیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری گیا
تو سہ بارہ دین اور علی ہذا القیاس جبتک وہ مردہ پہٹو نہین تبتک کفن دیتے جائین اوسکی خاص مال سے اور اگر اوسکا مال وارثون
مین بٹ گیا ہو تو اونسے مقدار کفن واپس لیا جاوے کذا فی الشامی وان تفسخ کفن فی ثوب واحد اور اگر مردہ پہٹ گیا ہو تو اوسکو
ایک کپڑے مین کفن دیا جاوے ہے اور یہی حال کافر مردہ کا ہے کہ اگر اوسکا کوئی محرم مسلمان ہو تو اوسکو نہلا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا
فے البدائع والی ھھنا صار المکفون احد عشر والثانی عشر الشہید ذکرہ فی المجتبی اور یہانتک کفن دیے شخص گیارہ ہوئے اور بارہوان
شہید ہے ذکر کیا ہے اوسکو مجتبے مین ہے یعنی پانچ متن مین مذکور ہے گئے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثی مشکل چہارم جسکا کفن
چوری گیا ہو اور تازہ مرا ہو پنجم جو مردہ پہٹ گیا ہو اور شارح نے چھ بیان کئے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم
بچہ مذکر پنجم بچہ مونث ششم پیٹ کا گرا بچہ یہہ گیارہ ہوئے اور شامی نے دو اور زیادہ کئے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہوا اور کافر مردہ تو
انکو ملا کر تیرہ ہوئے اور شہید کے ساتھ چودہ ہوتے ہین ولا باس فی الکفن ببرد وکتان وفی النساء بحریر ومزعفر ومعصفر
بکل ما یجوز لبسہ حال الحیوۃ واحبہ البیاض او ما کان یصلی فیہ اور مضایقہ نہین کفن مین یمنی چادرون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون
کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور کسم کے رنگے ہوئے کا بسبب درست ہونے کفن کے اوس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز
ہے اور سب سے بہتر کفن سفید ہے یا وہ رنگ جسمین مردہ نماز پڑہا کرتا تہا وکفن من لا مال لہ علی من یجب علیہ نفقتہ فان تعدد واہ فعلی
قدر میراثہم اور جس مردہ کا کچہہ مال نہو اوسکا کفن اوس شخص پر واجب ہے جسپر اوس مردہ کا نفقہ واجب ہے اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو
کفن اونپر حصہ رسد موافق اونکی میراث کے ہوگا یعنی جسطرح اونپر نفقہ واجب ہے اوسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی
باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیۃ ورجحہ
فی البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتہا اور اسمین اختلاف ہے کہ شوہر پر اوسکی زوجہ کا کفن واجب ہے یا نہین اور فتوی شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے
کا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فے الخانیہ اور ترجیح دی ہے بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہے اسلئے کہ کفن مثل
زوجہ کے لباس کے ہے ہم اسبابمین فتوی مختلف ہے تجنیس اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر عورت کا مال نہو تو کفن زوج پر ہے اور اسی پر فتوی
ہے اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہے اوسمین یہہ ہے کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اوسپر اوسکا کفن واجب ہے اور
اسی پر فتوی ہے اور خانیہ مین بلا قید فتوی مذکور ہے یعنی عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورتمین اوسکا کفن
شوہر پر واجب ہے اور اصل اسمین یہہ ہے کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کیلئے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہے اوسی پر وفات کے بعد کفن کے
لئے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصرا وان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلی المسلمین
تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شیء رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبی وظاہرہ انہ لا یجب
علیہم الا سؤال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ اور اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال مین ہوگا اور
اگر بیت المال مین روپیہ یا جنس نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھہ نہو یعنی جن مصارف مین اوسکا صرف ہونا چاہیے اوسمین صرف نہوتا ہو تو کفن
مسلمانون پر واجب ہوگا یعنی جنکو مردہ کا حال معلوم ہوگا اونپر کفن دینا اوسکا واجب ہوگا اور اگر وہ لوگ بسبب مفلسی کے نہ دے سکیں تو وہ لوگ

دمیون سے اوسکو لئے کپڑا مانگین پہر اگر اُس کپڑے سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دینے والیکو واپس کردین اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہہ کپڑا دیا تہا
اور اگر معلوم نہو یا وہ واپس نہ لے تو اُس باقی کپڑے سے اس مردہ کیطرح کسی اور مفلس کو کفن دین اور اگر کوئی اور مردہ مستحق نہ ملے تو اُس
کپڑے کو خیرات کردین کذا فی المجتبے اور ثوبا کہنے سے بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ واقف کارونپر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہے کفن
کفایت کا طحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہے اگر واقف کار نہ دینگے تو سب گناہگار ہونگے ولو کان فی مکان لیس فیه الا واحد وذلک
الواحد لیس له الا ثوب لا یلزمه تکفینه به اور اگر مردہ ایسی جگہہ ہو جسمین صرف ایک شخص ہو اور اُس ایک کے پاس بہی سوا ایک کپڑے کے
دوسرا نہو تو اوسپر لازم نہین کفن دینا اُس مردہ کا اُس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن
احسان کرنیوالے کی ملک سے خارج نہین ہوتا تو اگر مردہ کو مثلا کوئی درندہ کہا جاوے تو اُسکا کفن اصل مالک کو پہونچیگا مردہ کا وارث نہین
پاسکتا کذا فی الشامی والصلوة علیه صفتها فرض کفایة بالاجماع فیکفر منکرها لانه انکر الاجماع فتنبه کدفنه وغسله وتجهیزه فانها فرض
کفایة اور جنازہ کی نماز کا حال یہہ ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اُسکا انکار کرنیوالا اسلئے کہ اوسنے انکار کیا اُس امر کا جو
اجماع سے ثابت ہے تو آگاہ رہنا جیسے مردہ کا دفن کرنا اور اُسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہہ چیزین بہی فرض کفایہ ہین ہم شارح و ماتن
نے نماز کی صفت اور شرطین اور رکن اور سنتین اور ادا اوسکی کیفیت اور اوسکے لئے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا مگر سبب وجوب اور وقت اور مفسد
کا ذکر نہین کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونیکا مسلمان مردہ ہے اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہے اور جو چیز اور نمازونکی مفسد ہے
وہی اس نماز کی مفسد ہے بجز عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہین اور مکروہ وقتون مین یہہ نماز مکروہ ہے اور اگر امام اُسمین
بیوضو ہو جاوے تو اوسکو خلیفہ کرنا درست ہے کذا فی الشامی وشرطها ستة اسلام المیت وطهارته ما لم یهل علیه التراب فیصلی علی قبره
بلا غسل ان صلی علیه اولا استحسانا اور شرطین نماز جنازہ کی چہہ ہین اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اُسکا پاک ہونا یعنی اسکے بدن اور کپڑے
اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اُسوقت تک شرط ہے کہ اوسکو مٹی نہ دیجاوے اور مٹی دینے کے بعد اوسکی قبر پر نماز پڑہی جاوے بدون غسل کے اگر
پیشتر نماز پڑہی گئی ہو قبر پر نماز پڑہنا بوجہ استحسان کے ہے ہم وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تہی باوجود قدرت
کے اسلئے جائز نہوئی اور اب دفن کردینے کے سبب سے طہارت متعذر ہے اسلئے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی القنیة الطهارة
من النجاسة فی ثوب وبدن ومکان وستر العورة شرط فی حق المیت والامام جمیعا فلو ام بلا طهارة والقوم بها اعید وبعکسه لا اور قنیہ
مین ہے کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چہپانا برہنگی کا شرط ہے میت اور امام دونون کے حق مین پس اگر امام ہوا بدون
طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتہہ ہون تو نماز پہر سے پڑہی جاوے اور اسکے عکس مین یعنی مقتدی بے وضو ہون اور امام وضو سے ہو
اعادہ نکیا جاوے اسلئے کہ صرف امام کی نماز سے سبکے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اور پہلی صورت مین امام کی نماز پر اور ونکی نماز مبنی تہی جب
اوسکی نہوئی تو کسیکی نہوئی ہم طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہے اگر مردہ چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہے
اور کپڑے اور بدن ابتدا مین پاک ہونا شرط ہے تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن ناپاک ہو جاوے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاوے تو دفع
حرج کے لئے یہہ نجاست مانع نماز نہین ہان اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز درست نہو گی کذا فی الطحطاوی کما لو امت امرأة
ولو امة لسقوط فرضها بواحد جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ مین اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ نکیا جاوے بسبب ساقط ہونے
فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ و ایک مرد یا عورت کے پڑہنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے تو اگر عورت امام ہوگی مرد کی تو مرد کی نماز نہوگی
اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا وبقی من الشروط بلوغ الامام فلیتأمل وشرطها حضوره ووضعه وکونه هو او اکثره امام المصلی
وکونه للقبلة اور باقی رہا شرطون مین سے بالغ ہونا امام کا اسکو سوچ لے یعنی یہہ تیسری شرط ہے اور چوتہی شرط موجود ہونا مردہ کا ہے اور پانچوین

شرط غیرہ ہے کہ رکھا جاتا ہو زمین پر خواہ ہاتھوں پر ہو یا زمین سے قریب کذا فی الطحطاوی اور چھٹی شرط یہ ہے کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنے ہو جانب
قبلہ ہم اگر سر و پیچھے ستر عورت اور قبلہ کی طرف ہونے کو جدا شرط ٹھہرایا جاوے تو شرطیں آٹھ ہو جائینگی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ
کرو تو دس ہونگے پھر سامنے ہونا مردہ کا امام کے حق میں شرط ہے جبکہ مردہ ایک ہو اور اگر زیادہ ہوں تو سب کا سامنے ہونا شرط نہیں ایک کا
ہونا کافی ہے کذا فی الشامی فلا تصح علی غائب و محمول علی نحو دابۃ و موضوع خلفہ لانہ کالامام من وجہ دون وجہ لصحتھا علی الصبی
پس نہیں درست ہے نماز اوپر مردہ غائب کے بسبب نہ پائی جانے شرط موجودگی کے اور نہ اوپر جو اٹھایا ہو مثل سواری پر یعنی کسی گاڑی
یا جانور یا لوگوں کے مونڈھوں پر ہو بسبب نہ پائی جانے شرط رکھی جانے کے زمین پر اور نہ اوپر جو رکھا ہوا ہو نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام
کے ہے ایک طرح سے نہ دوسری طرح سے بسبب صحیح ہونے نماز کے لڑکے پر ہم یعنی اس لحاظ سے کہ مردہ کا پاک ہونا اور مسلمان ہونا اور قبلہ کی طرف
ہونا اور ستر عورت شرط ہے مردہ مثل امام کے ہے اور ہر وجہ سے امام نہیں کیونکہ اگر ہر وجہ سے امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہ ہوتی اس لئے کہ لڑکا
قابل امام ہونے کے نہیں طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہیں اور طہارت کی شرط سے معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر
درست نہیں اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہیں اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ لڑکے کی امامت درست نہیں
وصلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ اور نماز پڑھنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر لغوی ہے یا خاص ہے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہم یعنے یا تو صلوۃ کے معنی صرف دعا کے لئے جائیں یا یہ نماز غائب پر آپکے خواص سے ہے نجاشی بکسر نون
و فتح جیم بلا تشدید و یا مخففہ حبشہ کا بادشاہ جسکا نام اصحمہ تھا اوسکی خبر مرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپنے اصحاب
کو خبر دی اور اونکے ساتھ اوسپر نماز پڑھی شامی نے کہا کہ لغوی معنی لینے بعید ہیں بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خواص سے کہا جائے یا یہ کہ نجاشی
کا جنازہ آپکے سامنے کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہوں اور دوسروں کو نظر نہ آتا ہو وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین واساؤا
ان تعمدوا اور نماز جنازہ درست ہے اگر لوگوں نے سر کو ٹانگوں کی جگہہ رکھدیا ہو اور انہوں نے برا کیا اگر دانستہ جنازہ کو الٹا رکھا یعنی
سر جنازہ کا امام کے دہنے ہاتھ چاہیے اگر بائیں ہاتھ رکھکر پڑھیں گے تو مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو اخطؤا القبلۃ صحت
ان تحرّوا والا لا لفوات السعادۃ اور اگر چوک گئے قبلہ کو یعنی اور طرف کو نماز جنازہ پڑھی تو درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہوگی اور اگر بلا
اٹکل پڑھی ہوگی تو درست نہ ہوگی کیونکہ اشتباہ قبلہ کی صورت میں اٹکل کرنا فرض ہے ورکنھا شیئان التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لا شرط
فلذا لم یجز بناء اخری علیھا والقیام فلم تجز قاعدا بلا عذر اور نماز جنازہ کی رکن دو چیزیں ہیں اول چار تکبیریں دوم کھڑا ہونا شارح نے
کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بھی رکن ہے شرط نہیں اسی وجہ سے جائز نہیں دوسری تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کھڑا
ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹھکر بدون عذر کے صحیح نہ ہوگی ہم پہلی مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ امام نے اول اللہ اکبر کہا پھر اس تکبیر سے نیت دوسری
اللہ اکبر کی بھی کرلی تو نماز صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہیگا اور یہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وسنتھا ثلث
التحمید والثناء والدعاء فیھا ذکرہ الزاھدی وغیرہ وما فھمہ الکمال من ان الدعاء رکن والتکبیرۃ الاولی شرط ردہ فی البحر بتصریحھم
بخلافہ اور سنتیں اس نماز کی تین ہیں حمد و ثنا کرنا اور نماز میں دعا کرنا ذکر کیا ہے اوسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھہ کمال الدین محقق نے سمجھا
ہے کہ دعا رکن ہے اور تکبیر اولی شرط ہے اوسکو بحر الرائق میں رد کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہا کے اوسکی خلاف پر ہم شارح کے قول سے معلوم ہوتا
ہے کہ ثنا اور چیز ہے اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا کہ سبحانک اللہم وبحمدک کہے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں سے
مراد ایک ہی چیز ہے تو مناسب تھا کہ یوں ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہے اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہے اسلئے کمال نے
دعا کو رکن کہا اور تکبیر اولی کو تحریمہ کیوجہ سے شرط کہا بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہے چنانچہ محیط میں

مصرح ہے کہ دعا سنت ہو اور سب فقہا کہتے ہین کہ نماز جنازہ مین مسبوق لگاتار تکبیرین کہلے درود و دعا کو ترک کر کے اگر دعا کرنے ہونے تو
مسبوق اوسکو کسطرح ترک کرتا اور تجویز اوسے اگر شرط ہوتی تو دوسری تکبیر کی بنا اوسپر نا جائز کیون ہوتی شامی ہے نے کہا کہ شارح آیا غرض صلوٰۃ
مین میت کے لئے دعا کرنا ہے نماز ہی پر واجب کہہ چکا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کمال کا قول دعا کے باب مین درست ہے اور تکبیر اولی کے باب
مین قول فیصل یہہ ہے کہ من وجہ شرط ہے اور من وجہ رکن لیتے وہی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق فلا
یغسلون ولا یصلی علیہم اذا قتلوا فی الحرب ولو بعدہ صلی علیہم لانہ حد او قصاص کذا اہل عصبیۃ ومکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق
خنق غیر مرۃ فحکمہم کالبغاۃ اور نماز جنازہ فرض ہے ہر مسلمان پر جو مر جاوے سوا چار شخصون کے اول قوم باغی جو امام کی اطاعت سے خارج
ہو جائین دوئم راہزن کہ نہ نہلائے جائین اور نہ اونپر نماز پڑہی جاوے جبکہ لڑائی مین مار جاوین اور اگر بعد وقت جنگ کے مارے جائین تو
اونپر نماز پڑہی جائے اسلئے کہ یہہ قتل یا حد ہے یا قصاص ہے اور جو شخص حد یا قصاص مین مارا جاتا ہے تو نہلایا جاتا ہے اور نماز پڑہی جاتی ہے
شامی نے کہا کہ اگر یہہ لوگ اپنی موت سے مرین گرفتار ہونے سے پیشتر یا بعد تب بہی نماز پڑہی جائیگی اور مثل باغیون کے ہین اہل عصبیہ جو اپنی
قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کرین اور تیسرا شخص مکابر ہے شہر مین رات کو ہتہیار سے اور چوتہا گلا گہونٹنے والا جسنے کئی بار گلا گہونٹا ہو تو
اگر اہل عصبہ اعانت کرنے مین اور مکابر اور گلا گہونٹنے والا مقابلہ مین مارا جاوے تو اونکا حکم مثل باغیون کے ہے اونپر نماز نہ پڑہی جاوے
ہم مکابر وہ شخص ہے کہ کسی جگہہ مین کہڑا ہو جاوے اور جو اوسطرف گذرے اوسکا مال چہین لے کذا فی الشامی ومن قتل نفسہ ولو عمدا یغسل
ویصلی علیہ بہ یفتی وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انہ علیہ السلام اتی برجل قتل نفسہ فلم
یصل علیہ جو شخص کہ اپنے آپکو قتل کرے اگرچہ جان بوجہکر ہو تو وہ نہلایا جاوے اور اوسپر نماز پڑہی جاوے اسی پر فتوی ہے اگرچہ قاتل اپنے
نفس کا زیادہ گناہگار ہے بہ نسبت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی کمال نے امام ابو یوسف کے قول کو اوس روایت سے جو صحیح مسلم مین ہے
کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لایا گیا جسنے خود کشی کی تہی تو آپ نے اوسپر نماز نہ پڑہی ہم امام ابو یوسف کا قول
ہے کہ اپنے نفس کے قاتل کو نہلایا جاوے اور نماز نہ پڑہی جاوے اور اسی کو کمال الدین نے راجح کہا ہے بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث
مین کوئی دلالت اثبات کی نہین کہ اوسپر کسی نے نماز نہ پڑہی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑہی تو شاید زجر و توبیخ کیلئے
ہو جیسے مقروض پر نہین پڑہی تہی غرضکہ اس مسئلہ مین تصحیح مختلف ہے لا یصلی علی قاتل احد ابویہ اہانۃ لہ والحقہ فی النہر بالبغاۃ اور جسنے
اپنے والدین مین سے ایک کو مار ڈالا ہو اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے اوسکی اہانت کیواسطے اور لاحق کیا ہے اوسکو نہر الفائق مین باغیونکے ساتہہ
یہہ قاتل پانچوان شخص نہین اور نہین چار وہین داخل ہے جو اوپر مذکور ہوئے کذا فی الطحطاوی وہی اربع تکبیرات کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ
یرفع یدیہ فی الاولی فقط وقال ائمۃ بلخ فی کلہا ویثنی بعدہا وہو سبحانک اللہم وبحمدک ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما فی التشہد
بعد الثانیۃ لان تقدیمہا سنۃ الدعاء ویدعو بعد الثالثۃ بامور الآخرۃ والماثور اولی اور نماز جنازہ چار تکبیرین ہین ہر تکبیر قائم مقام
ایک رکعت کی ہے اوٹہاوے دونو ہاتہہ اپنے فقط پہلی بار اللہ اکبر کہتے مین اور بلخ کے فقہا نے کہا کہ سب تکبیرون مین ہاتہہ کانون تک اوٹہاوے
اور ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور ایک روایت امام اعظم سے بہی ہے مگر قول اول ظاہر الروایت ہے کذا فی الشامی اور بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑہے
اور ثنا یہہ ہے سُبْحَانَکَ اللّٰہُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ پہر دوسری تکبیر کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پر درود پڑہے دوسری تکبیر کے بعد جیسے التحیات مین یعنی وہ درود پڑہنا چاہئے جو التحیات مین پڑہتے ہین اسلئے کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت
ہے اور دعا کرے بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث مین ہے بہتر ہے ہم وہ دعا حدیث کی یہہ ہے اللّٰہُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا
وَشَاہِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اللّٰہُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ در موت

میں اسکا معنے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر یہ دعا پڑھی اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار کذا فی المشکوٰۃ اور اگر لڑکا ہو تو یوں کہے پڑھے [illegible] ہو اور جسکو یہ دعا حدیث یاد نہو وہ یوں کہے اللّٰھم اغفر لنا ولوالدینا ولہ وللمؤمنین والمؤمنات کذا فی النہر وقدم فیہ الاسلام مع انہ الایمان لانہ منبئ عن الانقیاد فکانہ دعاء فی حال الحیوۃ بالایمان والانقیاد واما فی حال الوفاۃ فالانقیاد وہو العمل غیر موجود اور مقدم کیا گیا دعا حدیث میں اسلام ایمان پر باوجودیکہ اسلام ایمان ہی ہے اسلیے کہ اسلام خبر دیتا ہے فرمانبرداری سے تو گویا حالت حیات میں دعا ایمان اور انقیاد دونو کی ہے اور حالت موت میں فرمان برداری موجود نہیں ہے اسلام کے معنی ایک شرعی ہیں اور ایک لغوی شرعی معنی اسلام اور ایمان کے ایک ہیں اور لغت میں اسلام فرمان برداری کو کہتے ہیں تو شارح حکمت اسلام کے مقدم کرنے کی بیان کرتا ہے کہ زندگی میں اسلام کی دعا اسلیے ہوئی کہ حالت حیات کو دونو معنی سے مناسبت ہے اور حالت موت میں چونکہ بجز تصدیق قلبی کے عمل ممکن نہیں اسلیے اسوقت میں ایمان کی درخواست مناسب ہوئی کذا فی الشامی مختصرا ثم یسلم بلا دعاء بعد الرابعۃ تسلیمتین ناویا المیت مع القوم اور سلام پھیرے بعد چوتھی تکبیر کے بدون دعا کے دو سلام یعنی داہنی اور بائیں طرف نیت کرنیوالا مردہ کو مع مقتدیوں کے ہم خانیہ میں کہا کہ سلام میں مردہ کی نیت نکرے کیونکہ مردہ مخاطب سلام کا نہیں ہو سکتا لیکن خیر الدین رملی نے کہا کہ نیت کرے اسلیے کہ آخر قبرستان میں السلام علیکم کہتے ہی ہیں پھر کیا وجہ کہ مردہ مخاطب سلام کا نہو کذا فی الشامی ویسر الکل الا التکبیر زیلعی وغیرہ لکن فی البدائع العمل فی زماننا علی الجہر بالتسلیم وفی جواہر الفتاوی یجہر بواحدۃ اور ان سب باتوں کو آہستہ پڑھے سوا اللّٰہ اکبر کہنے کے ایسا ہی زیلعی وغیرہ میں لیکن بدائع میں ہے کہ عمل ہمارے زمانہ میں اسپر ہے کہ سلام پکار کر کہتے ہیں اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک سلام کو پکار کر کہے یعنی دوسری کو آہستہ کہے ولا قراءۃ ولا تشہد فیہا وعین الشافعی الفاتحۃ فی الاولی ویجوز عندنا بنیۃ الدعاء ویکرہ بنیۃ القراءۃ لعدم ثبوتہا فیہا عنہ علیہ السلام اور نماز جنازہ میں نہ قرأت قرآن ہے نہ التحیات اور معین کیا ہے امام شافعی نے الحمد کو بعد تکبیر اولے کے اور جائز ہے ہمارے نزدیک الحمد پڑھنا دعا کی نیت سے بعد تکبیر اولے کے اور اسصورت میں قائم مقام ثنا کے ہو جائیگی اور مکروہ تحریمی ہے قرأت کی نیت سے الحمد کا پڑھنا بسبب نہ ثابت ہونے قرأت الحمد کے نماز جنازہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وافضل صفوفہا آخرہا اظہارا للتواضع اور نماز جنازہ کی سب صفوں میں بہتر پچھلی صف ہے بسبب ظاہر کرنے تواضع کے ہم یعنی پچھلی صف میں انکسار زیادہ پایا جاتا ہے تو عجب نہیں کہ مردہ کے باب میں قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولو کبر امامہ خمسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی ہذا اذا سمع من الامام لو من المبلغ تابعہ وینوی الافتتاح بکل تکبیرۃ وکذا فی العیدین اور اگر نمازی کا امام پانچ تکبیریں نماز جنازہ میں کہے تو وہ امام کی متابعت نکرے اسلیے کہ پانچویں بار اللّٰہ اکبر کہنا منسوخ ہے تو مقتدی ٹھہر جاوے یہانتک کہ امام کے ساتھ سلام پھیرے جب امام سلام پھیرے اسی پر فتوی ہے یہ حکم اسصورت میں ہے کہ مقتدی تکبیر امام کی سنے اور اگر تکبیر سنے تو اسکی متابعت کرے اور ہر تکبیر سے شروع کی تکبیر نیت کرے ایسا ہی حال عیدین میں ہے کہ اگر امام سے تکبیریں نسنے تو بعد چند تکبیروں کے متابعت نکرے اور اگر مکبر سے سنے تو مقتدی آپ کہے ہم یعنی ممکن ہے کہ مکبر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے تکبیر کہی ہو وہ ایک تکبیر کے بعد اللّٰہ اکبر کہا ہو اسلیے ہر تکبیر میں شروع کی نیت کرلے تاکہ اگر امام سے پہلے تکبیر واقع ہوا وہ بھی جو شارح نے لکھا کہ پانچ بار تکبیر کہنا منسوخ ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ [illegible] پہلے کہا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر چار تکبیریں کہیں اور پھر وفات شریف تک چار ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ [illegible] چار تکبیریں نہ کہیں بعد اسکے آخر فعل سے منسوخ ہیں کذا فی الطحطاوی ولا یستغفر فیہا لصبی ومجنون [illegible]

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجاتی نماز جنازہ مین لڑکے اور دیوانہ بعد بیعقل کے لئے بسبب مکلف ہونیکے ان لوگونکے ہم شامی نے کہا کہ مجنون اور معتوہ یعنی وہ مراد ہین جو اصلی ہون یعنی موت تک اونکی ہوش و عقل درست نہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونیکے دیوانہ یا بیعقل ہوا تو اوسکے گناہ دیوانگی یعنے عقل سے ساقط نہین ہونگے اونکے لئے مغفرت مانگی جاتی بل یقول بعد دعاء البالغین اللهم اجعله لنا فرطا بفتحتین ای سابقا الی الحوض لیہیئ الماء وھو دعاء له ایضا بتقدمه فی الخیر لا سیما وقد قالوا حسنات الصبی له لا لابویه بل لھما ثواب التعليم اجعله لنا اجرا ای الدال الجعة ذخیرة وشافعا مشفعا مقبول الشفاعة بلکہ کہے حوض وغیرہ بالمون کے الہی کر اوسکو ہمارا فرط اور کر اوسکو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ را رامہملہ سے بمعنے آگے بڑھنے والا حوض کوثر پر تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم بمعنے ذخیرہ ہے اور شفع بصیغہ مفعول باب تفعیل بمعنی مقبول الشفاعت ہے اور یہہ دعا لڑکے کے لئے بھی ہے وسطے آگے بڑھجانے لڑکے کے نیکی کیطرف خصوص اس صورت مین کہ فقہانے کہا ہے کہ لڑکے کی نیکیان لڑکے ہی کو ملتی ہین نہ اوسکی ماں باپ کو بلکہ ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوتا ہے ہم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لئے ہوتی ہے اس دعا مین میت کا نفع کچھہ نہین بلکہ نفع ماں باپ یا نمازیون کا ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پہونچیگا تو اسمین اوسکے لئے دعا ہے آگے بڑھنے کی دوسری یہہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہے تو اس صورت مین بھی دعا اوسکے لئے مفید ہوگی اور یہہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کہا سو صحیح نہین بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہے جو کسی کسی نسخہ مین پایا جاتا ہے یعنے بجای دعاء بالغین کے یہہ دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہے اور شیخ اسمعیل نے ذکر کیا کہ مقتضاے متون اور فتاوی کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی یہہ ہے کہ صغیر پر دعاء بالغین نہ پڑھی جاے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوے پھر یہہ دعا ہدایہ اور کنز مین اسطرح ہے (اللهم اجعله لنا فرطا واجعله لنا اجرا وذخرا واجعله لنا شافعا ومشفعا) اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدلدے یعنی اجعله کی جگہہ اجعلها اور ان جگہہ کہے اور آخر مین شافعة ومشفعة کہے کذا فی الشامی بتصرف ویقوم الامام بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمرأة لانه محل الایمان والشفاعة لاجله اور کھڑا ہووے امام براہ استحباب مقابل سینہ میت کے ہر حال مین مرد اور عورت کی لئے اسلئے کہ سینہ جگہہ ہے ایمان کی اور شفاعت نمازیون کی مردہ کیلئے اوسکے ایمان ہی کے سبب سے ہے والمسبوق ببعض التکبیرات لا یکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معه للافتتاح لما ان کل تکبیرة کرکعة والمسبوق لا یبدأ بما فاته اور جسکو کچھہ تکبیرین امام کے ساتھہ نملی ہون یعنے پیچھے آکر شریک ہوا ہو وہ اوسوقت تکبیر نہ کہے بلکہ امام کے الله اکبر کہنے کا منتظر رہے تاکہ اوسکی تکبیر کے ساتھہ شروع کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر گذر چکا ہے کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہے اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتون سے شروع نہین کیا کرتا ہم یعنی اگر مسبوق کو ایک دو رکعت رہجاتی ہین تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہے اسیطرح نماز جنازہ کے مسبوق کو تکبیرین پیشتر نہ کہنی چاہئین امام کے سلام کے بعد کہنی چاہئیں اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے الله اکبر کہکر شریک ہوگیا تو شروع درست ہوگا مگر یہہ تکبیر معتبر نہوگی بعد سلام کے اسکو پھر سے کہے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ جب مقتدی حاضر ہوا اوسیوقت تکبیر کہے ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نکہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے اوسوقت الله اکبر کہکے شریک ہو اور ایک تکبیر اوسکو فوت ہوگئی بعد سلام امام کے اوسکو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہہ شخص آیا اوسیوقت تکبیر تحریمہ کہکر شریک ہوجاے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھہ کہے اس صورت مین مسبوق نہوگا کذا فی الشامی ولا ینتظر الحاضر فی حال التحریمة بل یکبر اتفاقا لانه بمنزلة المدرک جو شخص انتظار کرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کیوقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے اسلئے کہ یہہ شخص مثل مدرک کے ہے یعنی ایک شخص امام کی تحریمہ کیوقت موجود ہے مگر اوسکے ساتھہ تکبیر تحریمہ نہین کہی تو اب وہ دوسری تکبیر کا انتظار

اگر ہو اور جسوقت تحریمہ کہکر شریک ہو جاوے اسلئے کہ تحریمہ کیوقت موجود ہونیکے باعث وہ مدرک کی مانند ہو گیا کہ گویا امام کے ساتھہ ہی اللہ اکبر
کہا ثم یکبران ما فاتہما بعد الفراغ نسقا بلا دعاء ان خشیا رفع المیت علی الاعناق پہر مسبوق اور موجود شخص تکبیر کہین جو بعد اونکو فوت
ہو جائین بعد فارغ ہونے امام کے پیہم بدون دعا کے اگر خوف کرین میت کے اٹھائی جانیکا گردنون پر ھ موجود شخص سے فوت ہونیکی
کیصورت یہہ ہی کہ مثلا امام نے دو تکبیرین کہہ لین اور یہہ شخص شریک نہوا تیسری مین شریک ہوا تو دو تکبیرین باقی بعد سلام کے کہے اور اوپر
بیان ہو چکا کہ موجود شخص اگر تکبیر اول امام کے ساتھہ نہ کہے اوسکے پیچھے کہے تو اوس سے کچھہ فوت نہوگا کذا فی الشامی وما فی المجتبی یعنی ان
المدرک یکبر الکل للحال فشاذ ھ اور مجتبی مین جو یہہ ہی کہ مدرک یعنی موجود وقت تحریمہ کی کل تکبیرین فوت شدہ اوسیوقت کہلے تو یہہ خلاف
قیاس ہے کذا فی النہر ھ مجتبی مین ہی کہ اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص موجود تہا شریک نہوا یہانتک کہ دوسری تکبیر کہی تو یہہ شخص تحریمہ
مین امام کا شریک ہو جاوے اور پہلی تکبیر کو اسیوقت کہلے اسیطرح اگر دوسری اور تیسری مین شریک نہو تو چوتھی مین شریک ہو کر فوت شدہ کو
اوسیوقت کہلے شارح نے کہا کہ یہہ قول مخالف تصریح فقہا کے ہی کہ اکثر نے یہی کہا ہی کہ بعد سلام کے کہے کذا فی الشامی فلو جاء المسبوق
بعد تکبیر الامام الرابعۃ فاتتہ الصلوۃ لتعذر الدخول فی تکبیرۃ الامام وعند ابی یوسف یدخل لبقاء التحریمۃ فاذا سلم الامام کبر ثلاثا کما فی
الحاوی وعلیہ الفتوی ذکرہ الحلبی وغیرہ پس اگر مسبوق بعد امام کی چوتھی تکبیر کے آیا تو طرفین کے نزدیک اوسکو نماز فوت ہو گئی بسبب متعذر
ہونے شرکت کے امام کی تکبیر مین اور ابو یوسف کے نزدیک نماز مین داخل ہو جاوے بسبب باقی رہنے تحریمہ کے اور جب امام سلام پہیرے تو
تین تکبیرین کہلے جیسے موجود شخص کہ چوتھی تکبیر تک امام کا شریک نہوا اور بعد چوتھی کے شریک ہو جاوے تو وہ سلام کے بعد تین تکبیرین کہتا
ہے بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف پر فتوی ہے ذکر کیا ہی اوسکو حلبی وغیرہ نے ھ یعنی طرفین کے نزدیک مسبوق کو انتظار امام کی
تکبیر کا کرنا چاہیئے تب شریک ہو سکتا ہی اور چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی تکبیر باقی نہین اسلئے اوسکی شرکت نہین ہو سکتی اور امام ابو یوسف
کے نزدیک چونکہ قبل سلام تحریمہ باقی ہی اسلئے شریک ہو سکتا ہی کذا فی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوۃ علی کل واحدۃ
اولی من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز اور جبکہ کئی جنازہ مجتمع ہو جائین تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑہنا بہتر ہے بہ نسبت
سب پر ایک ساتھہ نماز پڑہنے کے اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہی یعنی اول سب سے افضل پر نماز پڑہے پہر اوس سے کم فضیلت والے
پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کرے یعنی سب پر ایک ہی نماز پڑہے تو درست ہی ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلہم
وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحدا خلف واحد بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلہا درجا
فحسن لحصول المقصود پہر اگر چاہے تو ایک ساتھہ نماز پڑہنے کیصورتمین سب جنازونکو ایک صف کر دے اسطرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پانو
کیطرف ہو اور امام کہڑا ہو اوس شخص کے سینہ کے مقابل جو اون سب مین افضل ہو اور اگر چاہے تو اونکو قبلہ کیجانب ایکدوسرے کے پیچھے رکہکر
صف بنا دے اسطرح کہ ہر جنازہ کا سینہ امام کے مقابل رہے تاکہ امام سبکے سینہ کے مقابل کہڑا ہو اور اگر اسصورتمین زینہ کیطرح صف کرے
یعنی ایک کا سر دوسرے سے کچھہ نیچے کرے اسطرح کہ ہر جنازہ بہ نسبت پہلے کے تہوڑا سا بائین طرف کو رہے تو بہتر ہی بسبب حاصل ہونے مقصود
کے ھ طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود تینون کیفیتون کی علت ہی کہ جسطرح چاہے پڑہے مطلب سب مین حاصل ہی وراعی الترتیب المعہود
خلفہ حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراہقۃ والصبی الحر مقدم علی العبد والعبد علی
المرأۃ ولو دفنوا فی قبر واحد لضرورۃ فبعکس ہذا فیجعل الافضل مما یلی القبلۃ ھ اور لحاظ رکہے ترتیب معمولی کا اپنے پیچھے زندگی کی
حالت مین یعنی اپنے پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ کرے پہر اوسکا جو اوس سے کم ہو مثلا عالم فاضل کا جنازہ اپنے متصل کرے پہر
مرد کا اور اگر علم و فضل مین برابر ہون تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذا فی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پہر لڑکے کو پہر خنثی کو پہر

پہر عورت بالغہ کو پہر قریب البلوغ عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جاتا ہی بانسبت غلام کے اور غلام مقدم کیا جاتا ہی عورت پر اور دفن مین ترتیب ضرورت
کیوجہ سی ایک قبر مین انکی الٹی ہے یعنی اگر کسی ضرورت سی ایک قبر مین کئی مردے دفنائی جائین تو افضل شخص جانب قبلہ رہی کذا فی الفتح ہم ضرورت
کی قید اسلئی لگائی کہ دو شخصون کا ایک قبر مین دفن کرنا درست نہین جبتک کہ اول مٹی نہو جاوے اور اگر دو کو ایک قبر مین ضرورت کیوجہ سی
دفن کرین تو دونوکے درمیان مٹی کی آڑ یا کچی اینٹین رکھدین تاکہ دو قبرونکی صورت ہو جاوے اور بعد مٹی ہو جانے مردہ کے قبر پر عمارت
بنانی اور کہیتی درست ہی کذا فی الطحطاوی ویقدم فی الصلوۃ علیہ السلطان ان حضر او نائبہ وهو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرط ثم
خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی ثم امام الحی فیہ ایہام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الو
لی والا فالولی افضل کما فی المجتبی وشرح المجمع للمصنف اور مقدم کیا جاوے مردہ پر نماز پڑہنے کے لئے بادشاہ اگر موجود ہو یعنی اگر بادشاہ ہو تو نماز
وہ پڑہاوے یا نائب اوسکا یعنی حاکم شہر کا پہر قاضی پہر حاکم سیاست پہر اسکا نائب پہر قاضی کا خلیفہ پہر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کا
کلام ایہام ہی یعنے یہہ وہم ہوتا ہی کہ امام ہونا حکام کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکسان ہی حالانکہ حکم دونو کا مختلف ہی اور وہ اسطرح
سے کہ مقدم ہونا حاکمون کا واجب ہی اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم صرف مستحب ہی اس شرط سے کہ ولی سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو
ولی ہی اولی ہے چنانچہ مجتبی اور مجمع کی شرح مین مصنف مجمع کی تالیف ہی ایسا ہی مذکور ہی وفی الدرایۃ امام المسجد الجامع اولی من امام
الحی ای مسجد محلتہ نہر اور درایہ مین ہی کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہے محلہ کی مسجد یعنی میت کے محلہ کی مسجد کے امام سی کذا فی النہر ثم
الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاهلا فالابن اولی پہر ولی موافق ترتیب عصبہ
ہونیکے مستحق ہے نماز پڑہنے کا بجز باپکے کہ وہ مقدم ہی میت کے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ میت کا جاہل
تو اسصورت میں بیٹا اولے ہی ہم ایک نسخہ مین فالابن کی جگہہ والاسن ہی یعنے اگر قرابت مین دو ولی برابر ہون تو بڑا عمر مین بہتر
ہے کذا فی الشامی فان لم یکن له ولی فالزوج ثم الجیران پس اگر مردہ کا ولی کوئی نہو تو عورت پر نماز پڑہنے مین شوہر اولی ہی پہر ہمسایہ کی
لوگ اولی ہین اجنبی شخصون سے ومولی العبد اولی من ابنه الحر لبقاء ملکه اور غلام کا آقا بہتر ہے بنسبت اوسکی آزاد بیٹے کے بسبب باقی
رہنی ملک آقا کے ہم بیٹے کی قید اتفاقی ہی آقا میت کی سب اقارب سی بہتر ہے اور ملک سی مراد حکمی ملک ہی ورنہ موت سی ملک منقطع ہو جاتی
ہی کذا فی الشامی والفتوی علی بطلان الوصیۃ بغسله والصلوۃ علیہ اور فتوی اوپر باطل ہونے وصیت کی ہی واسطی اپنے نہلانے اور نماز
پڑہنے کے ہم یعنی مردہ نے وصیت کی کہ مجکو فلان شخص نہلا دے یا مجہپر فلان شخص نماز پڑہے تو یہہ وصیت باطل ہی اسیطرح اگر وصیت کی
کہ فلان کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلان جگہہ دفن کیا جاوے تو یہہ بہی باطل ہی کذا فی الشامی وله ای للولی ومثله کل من یقدم علیہ بالاولی
الاذن لغیرہ فیها لانه حقه فیملک ابطاله الا انه ان کان هناک من یساویه فله ای للاخر المساوی ولو اصغر سنا المنع لمشارکته فی الحق
اما البعید فلیس له المنع اور ولی کو اختیار ہی اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑہانیکے لئے اسلئے کہ امام ہونا اوسکا حق ہی تو اوسکو اختیار ہی
اپنے حق کے باطل کرنیکا مگر جب وہان کوئی دوسرا ولی اوسکی برابر ہو تو اس دوسرے مساوی کو اگرچہ عمر مین چہوٹا ہو اختیار روکدینے
غیر شخص کا ہی بسبب اوسکی شریک ہونے کے حق مین مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہین شارح نے کہا کہ مثل ولی کی دوسرے کو اجازت دینے
مین وہ لوگ بطریق اولے مختار ہین جو ولی پر مقدم ہین مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ میت کے مثلا دو
بیٹے ہین بڑے بیٹے نے زید کو اجازت نماز پڑہنے کی دی تو چہوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہی مگر عمرو کا رشتہ دار نہین روک سکتا فان
صلی غیرہ ای الولی ممن لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابعه الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقه لا لاسقاط الفرض
ولذا قلنا لیس لمن صلی علیها ان یصلی مع الولی لان تکرارها غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑہی جسکو ولی پر

مقدم ہونیکا حق نہ تہا اور ولی نے اوسکی متابعت نکی تو ولی اگر چاہی نماز دوبارہ پڑہی اگرچہ اوسکی قبر پر ہو بسبب اپنے حق کے نہ واسطے ساقط ہونے فرض کے یعنی فرض تو غیر کی نماز سے بہی ساقط ہوگیا اگر بالفرض ولی نماز نہ پڑہے تو کوئی گناہگار نہوگا مگر ولی کو اجازت نماز کی اوسکے حق کی جہت سے ہی کذا فی الطحطاوی اور اسی وجہ سے کہ یہہ اعادہ حق ولی کی جہت سے نہ فرض ساقط ہونیکو ہم کہتے ہین کہ جو شخص نماز جنازہ پر پڑہ چکا ہو اوسکو جائز نہین کہ ولی کے ساتہہ نماز کو پہر سے پڑہی اسلئے کہ مکرر پڑہنا اس نماز کا مشروع نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نماز بیشتر پڑہی ہو یا نہ پڑہی ہو مکرر پڑہنا جائز نہین اور یہہ جو مروی ہی کہ صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکرر پڑہی تو مفتی ابو السعود نے کہا ہی کہ یہہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہی دا لا الی وان صلی من له حق التقدم کقاض او نائبه او امام حی او من لیس له حق التقدم وتابعه الولی لا یعید لانهم اولی بالصلوۃ منه اور اگر صورت مذکورہ بالا نہو یعنے نماز ایسے شخص نے پڑہی جسکو ولی سے مقدم ہونیکا حق ہے مثلاً قاضی یا اوسکے نائب یا مسجد محلہ کے امام نے پڑہی خواہ اوس شخص نے پڑہی جسکو حق تقدم ولی پر نہین مگر ولی نے اوسکے پیچھے پڑہلی تو ان صورتین ولی نماز دوبارہ نہ پڑہی اسلئے کہ جنکو حق تقدیم کا حاصل ہو وہ ولی کی نسبت نماز پڑہنے کے لئے بہتر ہین ہم یہہ تعلیل صرف اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورتین عدم اعادہ کی وجہ یہہ ہی کہ ولی کا پڑہنا پیچھے غیر شخص کے گویا اوسکو اجازت دینا ہی نماز پڑہانے کی وان صلی ھو ای الولی بان لم یحضر من یقدم علیه لا یصلی غیرہ بعدہ وان حضر من له التقدم لکونه احق اور اگر ولی نے نماز اپنے استحقاق کے بموجب پڑہی اسطرح کہ جو شخص اوس سے مقدم تہا وہ نہ آیا تو اب دوسرا شخص بعد ولی کی نماز کے اوسپر نماز نہ پڑہی اگرچہ وہی آجاوے جسکو ولی پر تقدیم ہی کیونکہ ولی کی نماز بموجب استحقاق کے ہوگئی اما لو صلی الولی بحضرۃ السلطان مثلاً اعاد السلطان کما فی المجتبی وغیرہ اور اگر نماز پڑہی ولی نے سلطان کی موجودگی مین مثلاً تو اعادہ کرے سلطان چنانچہ مجتبی وغیرہ مین ہی وفیه حکم صلوۃ من لا ولایة له کعدم الصلوۃ اصلاً فیصلی علی قبرہ الی ان یتفسخ و تفرق اور مجتبی مین ہی کہ حکم نماز اوس شخص کا جسکو ولایت نہین مانند نماز نہ پڑہنے کے ہی سرے سے تو ولی اوسکی قبر پر نماز پڑہے اگر چاہی جبتک مردہ پہٹا نہو ہم حلبی نے کہا کہ اسکے یہہ معنی ہین کہ جب ایسے شخص نے نماز پڑہی جسکو ولایت نہین تو بلحاظ ولایت ولی کے گویا نماز سرے سے نہین ہوئی اسلئے اوسکو اختیار ہی کہ مردہ اگر دفن ہوگیا ہو تو قبر پر نماز پڑہلے شامی نے کہا کہ مین نے مجتبی مین یہہ مسئلہ نہین پایا وان دفن واھیل علیه التراب بغیر صلوۃ او بھا بلا غسل او ممن لا ولایة له صلی علی قبرہ استحسانا ما لم یغلب علی الظن تفسخه من غیر تقدیر ھو الاصح وظاھرہ انه لو شک فی تفسخه صلی علیه لکن فی النھر عن محمد لا کانه تقدم المانع اور اگر مردہ بدون نماز کے دفن کیا گیا اور اوسپر مٹی دیدی گئی یا نماز پڑہی مگر بدون غسل کے یا ایسے شخص نے پڑہی جسکو ولایت نہ تہی تو نماز پڑہی جاوے اوسکی قبر پر بدلیل استحسان جبتک کہ گمان غالب اوسکی پہٹنے کا نہو بدون مقرر کرنے کسی مدت کے یہی صحیح قول ہی اور بظاہر گمان غالب کی قید سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر مردہ کے پہٹنے مین شک ہو تو اوسپر نماز پڑہی جاوے لیکن نہر الفائق مین امام محمدؒ سے نقل کیا ہی کہ شک کیصورت مین نماز نہ پڑہی جاوے تو غالباً یہہ اسلئے کہا کہ مانع کو ترجیح دی ہم شامی نے کہا کہ ممن لا ولایة له متعلق ہی محذوف کے جو حال واقع ہی ضمیر بہا سے اور یہہ مسئلہ مجتبی کے مسئلہ کی ساتہہ دوبارہ ہوگیا اور قبر پر نماز پڑہنا پہلی دو نو صورتون مین یعنی جب بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کی پڑہی ہو واجب ہی اور تیسری صورتین صرف ولی کو جائز ہی بسبب حق ولی کی اور قول اصح کا مقابل مدت تین روز کی ہی بعض کے نزدیک اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایکمہینا کہا ہی اور وجہ اصح کی یہہ ہی کہ پہٹنا متفاوت ہوتا ہی بلحاظ موسم اور جگہہ کی اسلئے مدت مقرر کرنی مناسب نہین اور کانه کی خبر محذوف ہی یعنی قال ذلک اور ترجیح مانع کا یہہ مطلب کہ شک کے باعث دو صورتین مساوی پیدا ہوئین ایک پہٹنا مردہ کا جو مقتضی ہی نماز کے منع کا دوم نہ پہٹنا جو موجب ہے نماز پڑہنے کا تو پہٹنا جو مانع تہا اوسیکو ترجیح دیگئی ولم یجز الصلوۃ علیها راکبا ولا قاعدا بغیر عذر استحسانا اور نہین

جائز ہے نماز جنازہ پر سوار ہوکر اور بیٹھے ہوئے بدون عذر کے بدلیل استحسان ھم یعنے اگر عذر کے باعث سوار ہوکر پڑہین مثلاً گارے یا مینہ کے باعث نہ اتر سکین
یا بیٹھکر پڑہین کہ کہڑے ہونیکی طاقت نہو تو نماز درست ہوگی وکرہت تحریما وقیل تنزیہا فی مسجد جماعۃ ہو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم واختلف فی الخارج
عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراہۃ مطلقا خلاصہ بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ وتوابعہا کنافلۃ وذکر وتدریس علم وہو الموافق لاطلاق
حدیث ابی داود من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوۃ لہ اور مکروہ تحریمی ہی اور بعض کے نزدیک تنزیہی نماز جنازہ بیچ مسجد جماعت یعنی جامع مسجد یا محلہ کی مسجد
مین کہ مردہ اُسکی اندر ہو تنہا یا کل یا بعض نمازیون کے ساتھہ اور اختلاف ہی مسجد سی باہر ہونے کی صورت مین تنہا مردہ باہر ہو یا کچھہ نمازیون کے ساتھہ باہر ہو
اور قول مختار ہر صورتین مکروہ ہونا ہے کذا فی الخلاصہ سبب یہہ ہی کہ مسجد صرف نماز فرض وقتی اور اوسکی توابع کے لئی بنی ہی جیسی نماز نفل اور یاد الہی اور علم
کا پڑہانا ہے اور یہی قول کراہت کا موافق ہی واسطی اطلاق حدیث ابو داؤد کے کہ جسنی نماز پڑہی مردہ پر مسجد کے اندر تو اوسکی لئی نماز نہین ھم شامی
نے کہا کہ ابی داؤد کی روایت مین فلا شئی لہ ہی یعنی اوسکو کچھہ ثواب نہین اور ایک روایت مین فلا اجر لہ ہی اور ابن ابی شیبہ نے فلا صلوۃ لہ روایت کیا ہی
اور شارح نے جو علت کراہت کی بیان کی ہی کہ مسجد نماز فرض وقت اور اُسکی توابع کے لئی ہی تو یہہ ظاہر نہین اسلئی کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا ہی اور
مسجد بے شک ذکر و دعا کی لئی ہوتی ہی ورنہ چاہئی کہ طلب باران اور کسوف کی دعا سی بھی مسجد مین منع کیا جائی اور اگر علت مسجد کے آلودہ ہونے کو
ٹھہرایا جاوی تو جس صورتمین مردہ باہر مسجد کے ہو نماز مکروہ نہونی چاہئی باقی رہا حال حدیث کا تو اُسمین تین احتمال ہوسکتی ہین ایک یہہ کہ فی المسجد ظرف
نمازی کا ہو دوم یہہ کہ ظرف میت کا ہو سوم یہہ کہ دونو کا ہو اگر نمازی کا ظرف کہو تو چاہئی کہ جس صورتمین نمازی باہر مسجد کے ہو اور میت اندر
اُس نماز مین کراہت نہو اور اگر میت کا ظرف کہو تو جب میت باہر اور نمازی اندر ہو تب کراہت نہوگی اور اگر دونو کا ظرف کہو تو کراہت دونو
کے اندر ہونے مین منحصر ہوگی اگر ایک باہر ہوگا اور ایک اندر تو کراہت نہوگی پہر قول مختار جو ہر صورت مین کراہت کا ہوتا ہی وہ کہان رہا لیکن میرے
نزدیک اس حدیث سی مطلق کراہت اسطرح معلوم ہوتی ہے کہ فعل کا اثر کبھی ظاہر مین مفعول پر نہین ہوتا جیسی علم اور ذکر ہی اور کبھی ہوتا ہی
جیسی ضرب و قتل ہے تو اگر ظرف پہلی قسم مین بولا جائیگا تو وہ فاعل کا ظرف ہوگا خواہ مفعول اُسمین ہو یا نہو مثلاً کہین کہ مین نے زید کو مسجد
کے اندر ذکر کیا تو مسجد ظرف متکلم کا ہوگی خواہ زید اوسکی اندر ہو یا نہین اور دوسری قسم مین ظرف متعلق بمفعول ہوگا گو فاعل اُسمین ہو یا نہین مثلاً
اگر کہین کہ مین نے زید کو مسجد مین مارا تو مسجد زید کا ظرف ہوگی خواہ متکلم مسجد مین ہو یا نہو جیسی حرم کے اندر کوئی شخص شکار کے تیر مارے تو وہ قاتل
صید حرم کہلائیگا گو خود باہر حرم سی ہو اب جو نماز جنازہ کو دیکھتی ہین تو اسکو اول قسم سی پاتے ہین اِس سی معلوم ہوا کہ مسجد نمازی کا ظرف ہے
خواہ میت اوسمین ہو یا نہو اور اسکی مؤید ہی یہہ روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اصحاب کو خبر مرگ نجاشی کی سنائی تو مسجد سی نکلکر مصلی
مین تشریف لیگئی وہان اوسپر نماز پڑہی اگر مسجد مین جائز ہوتی تو پہر باہر نکلنی کی کیا معنی جنازہ تو مسجد کے اندر نتہا ہان یہہ صورت رہگئی کہ مردہ مسجد
کے اندر ہو اور نمازی باہر تو اسکی کراہت دلالۃ النص سی پائی جاتی ہی کیونکہ جب باوجود نماز جنازہ کے ذکر و دعا ہونیکی خود نماز مسجد مین مکروہ
ہوئی تو مردہ کا اوسمین داخل کرنا بطریق اولی مکروہ ہوگا کہ ایک فعل لغو ہی اور کہتکا مسجد کی آلودگی کا جدا ہی پس معلوم ہوا کہ حدیث مذکور مؤید قول
مختار کے ہی کہ نماز مسجد کے اندر ہر صورتمین مکروہ ہی پہر یہہ کراہت اُس صورتمین ہی کہ بدون عذر کے مسجد مین نماز پڑہی جاوی اور اگر کسی عذر سی ہو
تو مکروہ نہین اسیطرح مکروہ ہے نماز جنازہ شارع عام مین تمام ہوا قول شامی کا مختصراً ومن ولد فمات یغسل ویصلی علیہ ویرث ویورث و
یسمی ان استہل بالبناء للفاعل ای وجد منہ ما یدل علی حیوتہ بعد خروج اکثرہ حتی لو خرج راسہ وہو یصیح فذبحہ رجل فعلیہ الغرۃ وان قطع
اذنہ فخرج حیا فمات فعلیہ الدیۃ ھم اور جو بچہ پیدا ہوکر مرجاوے اگر وہ آواز کری تو نہلایا جاوی اور اوسپر نماز پڑہی جاوی اور وہ وارث ہوگا دوسرے
کا اور اُسکی میراث اوروں کو ملیگی اور نام رکہا جائیگا شارح نے کہا کہ استہل بصیغہ معروف ہی اور اُس سی مراد یہہ ہی کہ بچہ سی وہ بات پائی جائی
جس سی اُسکا زندہ ہونا معلوم ہو بعد اکثر بچہ کے نکلنی کے یہانتک کہ اگر بچہ کا سر نکلا اور وہ چیختا ہی اور اُسیوقت اُسکو کسی نے ذبح کردیا تو اُسپر غرہ لازم

ہوگا اور اگر بچہ نکلنے کے بعد اُسکا کان کاٹ لیا پہر وہ زندہ نکلا اور مرگیا تو اوسپر خونبہا لازم ہوگا ﻫ نماز و غسل کا ذکر ماتن نے کیا اور کفن کو باعث
ظاہر ہونیکے چھوڑ دیا یعنی کفن بھی دیا جاویگا اور نام اسلئے رکہا جاے کہ آدم زاد ہے نام رکہنے مین اوسکی تعظیم ہی اور استہلال مطلق آواز کرنیکو چاند دیکہنے کے
وقت کہتے ہین پہر پیدایش کیوقت بچہ کے رونیکو بھی کہنے لگے اسلئے شارح نے کہدیا کہ رونا شرط نہین بلکہ زندگی کی علامت مثلاً حرکت کرنا
اعضا کا بہی کافی ہی اور چونکہ شریعت مین ایسے بچہ کا حکم زندہ کا ہی اسلئے وہ وارث اور مورث ہوسکتا ہی غرہ بضم غین معجمہ و تشدید راء مہملہ
خونبہا مرد کے بیسوین حصہ کو کہتے ہین اور مرد کا خونبہا دسہزار درم یا ہزار دینار ہوتے ہین تو غرہ پانسو درم یا ۵۰ دینار کا ہوا اور وجہ غرہ
کی یہہ ہی کہ جبتک بچہ اکثر نہین نکلا اوسکو حکم پیٹ کے بچہ کا ہی اور پیٹ کی بچہ کے تلف کرنے مین غرہ ہوتا ہی اور کان کاٹنے مین خونبہا اسلئے لازم
ہوا کہ بسبب موت کا وہی ہوا اور قصاص شبہہ کیوجہ سے لازم نہوا کذا فی الشامی ﻫ والا یستہل غسل وسمی عند الثانی وہو الاصح فیفتی بہ علی خلاف
ظاہر الروایۃ اکراما لبنی آدم کما فی ملتقی البحار اور اگر کوئی علامت زندگی کی بعد اکثر پیدایش کے نپائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکہا جاوے
امام ابویوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہی تو اسپر فتوی دیا جاے برخلاف ظاہر الروایت کے بسبب تعظیم بنی آدم کے چنانچہ ملتقی البحار مین ہی ﻫ
اکراما علت متن کی ہی یا بہ یفتی کی اور یہہ اُس بچہ کا حکم ہے جسکی پیدایش پوری ہوا اور جسکی خلقت پوری نہوا اوسکی نہلانے مین اختلاف ہی چنانچہ
شارح بیان کرتا ہی وفی النہر عن الظہیریۃ واذا استبان بعض خلقہ غسل وحشر ہو المختار اور نہر الفائق مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ جب ظاہر ہوجاے
بعض پیدایش بچہ کی تو اوسکو غسل دیا جاے یہی قول مختار ہی اور اُسکا حشر ہوگا ﻫ شامی نے کہا کہ ہو المختار کے بعد وحشر کہنا مناسب تہا اسلئے کہ
ظہیریہ مین اسیطرح ہی غرضکہ حشر مین اختلاف ہی بعض فقہانے کہا کہ اگر روح پڑگئی ہوگی تو حشر ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر بعض خلقت ظاہر ہوگئی ہوگی تو
حشر ہوگا وادرج فی خرقۃ ودفن ولم یصل علیہ وکذا لا یرث ان انفصل بنفسہ کصبی سبی مع احد ابویہ لا یصلی علیہ لانہ تبع لہ ای فی احکام الدنیا
لا العقبی لما مر انہم خدم اہل الجنۃ اور جسپر علامت زندگی بعد نکلنے کی ظاہر نہو غسل و نام رکہنے کے بعد لپیٹا جاوے ایک کپڑے مین اور دفن کردیا جاوے
اور اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے اور اسیطرح وہ بچہ وارث نہوگا اگر علحدہ ہوا ہوگا خود بخود جیسے وہ بچہ کہ قید کیا جاے ساتھ ایک کے ماباپ مین سے کہ اگر
مرجاے تو اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے اسلئے کہ وہ تابع ہی احد الابوین کا یعنی احکام دنیا مین اُسکا تابع ہے نہ احکام آخرت مین بسبب اُس قول کے
کہ پیشتر گذرا کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہونگے ﻫ خود بخود کی قید اسلئے لگائی کہ اگر کسی نے مثلاً عورت کے پیٹ پر مارا اور بچہ مردہ
نکل پڑا تو وہ وارث اور مورث ہوگا کیونکہ شارح نے جب غرہ اوسکی قاتل سے دلوایا تو معلوم ہوا کہ اُسکی زندگی کا حکم کیا کذا فی الشامی فلو
سبی بدونہ فہو مسلم تبعا للدار او للسابی او بہ فاسلم ہو او اسلم الصبی وہو عاقل ای ابن سبع سنین صلی علیہ لصیرورتہ مسلما اور اگر بچہ
بدون ماں یا باپ کے گرفتار آیا تو وہ مسلمان ہی بہ تبعیت دار الاسلام جبکہ گرفتار کنندہ ذمی ہو یا بہ تبعیت گرفتار کنندہ کی جبکہ وہ مسلمان ہو خواہ
وہ بچہ پکڑا گیا ماں باپ کے ساتھہ پہر ماں یا باپ مسلمان ہوا یا خود وہ لڑکا مسلمان ہوگیا حالانکہ وہ عاقل ہی یعنی سات برس کا ہی تو اوسپر نماز
پڑہی جاے بسبب ہوجانے اُس بچہ کے مسلمان یعنی بہ تبعیت ماں یا باپ کے خواہ اپنی مسلمان ہوجانے سے ﻫ سات برس کے لڑکے کی مسلمان
ہوجانے کی صحت قاری ہدایہ کیطرف منسوب ہے اور عنایہ مین عاقل بچہ اوسکو لکہا ہی کہ نفع نقصان کو سمجھے اور یہہ کہ اسلام ہدایت ہی اور اُسکا اتباع
بہتر ہی اور فتح القدیر مین ہی کہ صفت اسلام کی سمجھتا ہو یعنی ایمان اللہ تعالی اور اوسکی فرشتون اور کتابون اور رسولون اور قیامت اور تقدیر
پر رکہتا ہو شامی نے کہا کہ اس سے مراد یہہ ہی کہ اگر اوسکے سامنے ان امور کی تفصیل کیجاوے اور اُس سے ان پر ایمان کا سوال ہو تو کہدے کہ مین
ایمان لایا قالوا ولا ینبغی ان یسئل العامی عن الاسلام بل یذکر عندہ حقیقتہ وما یجب الایمان بہ ثم یقال لہ ہل انت مصدق بہذا فاذا قال
نعم اکتفی بہ ولا یضر توقفہ فی جواب ما الایمان ما الاسلام فتح فقہانے کہا ہی کہ عامی آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچہنا چاہئیے بلکہ اوسکے سامنے
اسلام کی حقیقت اور جس چیز پر ایمان واجب ہی اُسکو ذکر کرنا چاہئیے پہر اُس سے کہا جاے کہ کیا تو اسکی تصدیق کرتا ہی پس اگر وہ ہان کہدے تو

اوسکی مسلمان ہونیکی لئے اسی پر اکتفا کیجاتی ہی اور اوسکو مفر نہین سکوت کرنا جواب مین ان سوالات کی کہ ایمان کیا چیز ہی اسلام کیا ہی کذا فی الفتح کیونکہ
عوام اکثر ان تفصیلون سی ناواقف ہوتے ہین حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہین ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ کخالہ الکافر الاصلی
اما المرتد فیلقی فی حفرۃ کالکلب عند الاحتیاج فلولہ قریب فالاولی ترکہ لہم من غیر مراعاۃ السنۃ فیغسل غسل الثوب النجس ویلف فی خرقۃ ویلقی فی
حفرۃ ولیس للکافر غسل قریبہ المسلم اور نہلا دی مسلمان اور کفن دیوی اور دفن کری اپنی رشتہ دار کافر اصلی کو مثلا اپنی ماموں کو حاجت کیوقت
اگر اوس کافر کے اور رشتہ دار ہون تو بہتر ہے کہ مسلمان اوس کافر مردہ کو ان رشتہ دارون کی حوالہ کری اپنی آپ متکفل غسل وغیرہ کا نہو حاجت کیوقت
نہلا دی بدون رعایت طریق سنت کے یعنی وضو نکرا دی اور داہنی طرف سی شروع نکرے بلکہ ایسی غسل دی جیسی نجس کپڑا دہوتے ہین اور اوسکو ایک کپڑی مین
لپیٹے اور ایک گڈہی مین ڈالدی یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نکری شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلئے لگائی کہ مرتد کو کتی کیطرح گڈہی مین
ڈالدی غسل و کفن کچہہ نکرے اور نہین جائز ہی کافر کو نہلانا اپنی رشتہ دار مسلمان کا ھ شامی نے کہا کہ مکروہ ہے کافر کا مسلمان کی قبر مین اوترنا اوسکی
دفن کرنیکو واذا حمل الجنازۃ وضع ندبا مقدمہا بکسر الدال وتفتح وکذا المؤخر علی یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت
عنہ اربعین کبیرۃ ثم وضع مؤخرہا علی یمینہ کذلک ثم مقدمہا علی یسارہ ثم مؤخرہا کذلک وفی فتح الفراغ خلف الجنازۃ فیمشی خلفہا اور جب کوئی شخص
جنازہ اوٹہاوی تو مستحب یہہ ہی کہ جنازہ کی اگلی جانب یعنی سرہانا اول اپنی داہنی مونڈہی پر دس قدم رکہی پہر پچہلی جانب یعنی پیتانا دس قدم داہنے
مونڈہی پر رکہی پہر اگلی جانب بائین مونڈہی پر دس قدم رکہی پہر پچہلی جانب بائین مونڈہی پر اسیطرح رکہی تو پچہلی جانب پر چالیس قدم سی فرصت ہو جائیگی
اوسوقت جنازہ کی پیچہی چلی اور اسطرح اوٹہانا اسلئی مستحب ہوا کہ حدیث شریف مین ہی کہ جو کوئی جنازہ کو چالیس قدم اوٹہاوی تو اوسکا اوٹہانا چالیس گناہ
کبیرہ کو دور کرتا ہی شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہی اور کبہی بفتحہ بہی بولتی ہین اور یہی حال مؤخر کا ہی کہ بکسر خاء معجمہ ہی اور فتحہ بہی دیتی ہین
ھ گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہین جو دوسرونکی نسبت سے بڑی ہون یا خود کبیرہ مراد ہو سکتی ہین اور کفرت بصیغہ معروف ہی فاعل اوسکا جنازہ
ہے بتقدیر مضاف طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلئی مترجم نے موخر
اوسکا ترجمہ کیا وصح انہ علیہ السلام حمل جنازۃ سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ کا اوٹہایا ہی ھ یہہ
صحابی بڑی جلیل القدر ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہین کی شان مین فرمایا کہ انکی موت سی عرش خداوندی ہل گیا ویکرہ عند نا حملہ بین عمودی
السریر بل یرفع کل رجل قائمۃ بالید لا علی العنق کالامتعۃ ولذا کرہ حملہ علی ظہر و دابۃ اور مکروہ ہے ہمارے نزدیک اوٹہانا مردہ کا چارپائی کی دو پٹی یا سیرون
کے بیچ مین سی پکڑکر خواہ دو شخص اوٹہاوین یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتہہ سی پکڑکر اوٹہاوی شروع سی گردن پر نہ رکہی جیسی اسباب اوٹہایا
کرتے ہین اور اسیوجہ سی مکروہ ہے لادنا مردہ کا پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہہ طریق اسباب کے اوٹہانیکا ہی جنازہ مین مسنون یہہ ہی کہ چار شخص
ایک ایک پایہ اوٹہاکر پہی کو مونڈہی پر رکہلین والصبی الرضیع والفطیم او فوق ذلک قلیلا یحملہ واحد علی یدیہ ولو راکبا وان کان کبیرا حمل علی الجنازۃ
اور بچہ شیرخوار یا دودہ چہوٹا ہوا یا اس سی کچہہ زیادہ عمر کا اوسکو ایک شخص اپنے دونو ہاتہون پر اوٹہاوی اگرچہ اوٹہانیوالا سوار ہو اور اگر وہ بڑا ہو
تو کہٹولے یا چارپائی پر اوٹہایا جاوی ویسرع بہا بلا خبب بحیث لا یضطرب المیت وللہ اور جلد لیچلین جنازہ کو بدون تیز چلنے کے اور تیز چلنے
کے ساتہہ چلنا مکروہ ہی بوجہ ایذاء مردہ اور ساتہہ والون کے ھ جنازہ مین اسقدر جلد چلنا مسنون ہی کہ میت چارپائی پر ادہر اودہر حرکت نکری
کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہی تو جلد اوسکو اچہی جگہہ پونہچاؤ گے اور اگر برا ہی تو جلد اپنی گردنون سی برائی کو دور
کروگے کذا فی الشامی وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ الا اذا خیف فوتہا بسبب دفنہ قنیہ اور مکروہ ہی مردہ کی
نماز اور دفن مین اسلئی دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سی آدمی اوسپر نماز پڑہین ہان جب یہہ خوف ہو کہ اسکی دفن کی جہت سی جمعہ فوت ہو جائیگا تو اس
صورت مین دفن مین تاخیر مکروہ نہو گی کذا فی القنیہ کما کرہ لمتبعہا جلوس قبل وضعہا وقیام بعدہ جیسی مکروہ ہی پیچہی چلنیوالیکو بیٹہنا پہلی

جنازہ کے رکھنے کے اور کہڑا رہنا بعد جنازہ کے رکھنے کے ھ عبادۃ بن صامت سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جبتک نہ بیٹھتے کہ جنازہ لحد مین نہ اتارا جاتا ایک قبر پر آپ کہڑے تھے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردون کے ساتھہ ایسا ہی کرتے ہین آپ بیٹھہ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ انکے خلاف کرو کذا فی الطحطاوی تو اس سے معلوم ہوا کہ کہڑا رہنا مکروہ تحریمی ہے ولا یقوم من فی المصلی لها اذا رآها قبل وضعها ولا من مرت علیہ هو المختار وما ورد فیه منسوخ زیلعی اور نہ کہڑا ہو جو شخص نماز پڑہنے کی جگہہ مین ہو جبکہ جنازہ کو دیکہے پیشتر اوسکے رکہنے کے اور نہ وہ شخص کہڑا ہو جسکے پاس جنازہ ہوکر گذرے یہی قول مختار ہے اور جو کچھہ کہڑا ہونیکے باب مین وارد ہے وہ منسوخ ہے کذا فی الزیلعی ھ یعنی یہہ جو حدیث مین آیا ہے کہ جب تم جنازہ کو دیکہو تو اوسکے لئے کہڑے ہو جاؤ یہانتک کہ تمہاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکہا جاوے یہہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث سے کہ احمد نے حضرت علی رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو جنازہ کے لئے کہڑا ہونیکا حکم کیا تہا پہر آپ اسکے بعد بیٹہے رہے اور ہمکو حکم بیٹہے رہنے کا کیا اور مسلم نے بھی اس مضمون کو روایت کیا اور کہا کہ کہڑا ہونیکا حکم پہلے تہا پہر منسوخ ہو گیا کذا فی الشامی وندب المشی خلفها لانها متبوعة الا ان یکون خلفها نساء فالمشی امامها احسن اختیار اور مستحب ہے پیچہے چلنا جنازہ کے اسلئے کہ جنازہ متبوع ہے اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہے مگر یہہ کہ ہووین جنازہ کے پیچہے عورتین تو اس صورت مین جنازہ کے آگے چلنا بہتر ہے کذا فی الاختیار ھ جنازہ کو متبوع اسلئے کہا کہ حدیث مین حکم ہے اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچہے چلنے والے پر بولا جاتا ہے نہ آگے چلنے والے پر کذا فی الشامی ویکرہ خروجهن تحریما وتزجر النائحة ولا یترك اتباعها لاجلها اور مکروہ تحریمی ہے نکلنا عورتون کا جنازہ کے ساتھہ اور زجر کیجاوے نوحہ کرنے والی اور اسیطرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتھہ چلنا نہ چہوڑا جاوے بسبب نوحہ کرنیوالی کے ھ حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتون کو جنازہ کے ساتھہ دیکہکر پوچہا کہ تم اوٹہانیوالون کے ساتھہ جنازہ کو اوٹہاؤگی یا قبر مین اتارنیوالون کے ساتھہ مردہ کو اتاروگی یا نماز پڑہنے والون کے ساتھہ نماز پڑہوگی انہون نے عرض کیا کہ ان باتون مین سے کوئی سی نکرینگی آپ نے فرمایا کہ ہٹ جاؤ گناہ کے ساتھہ نہ ثواب کے ساتھہ انتہی اور نوحہ والی کے سبب سے جنازہ کا ساتھہ اسلئے نہ چہوڑا جاوے کہ نوحہ بدعت ہے اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چہوڑ دیا جاوے تو جنازہ کے امور کا تکفل موقوف ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولا یمشی عن یمینها ویسارها ولو مشی امامها جاز وفیه فضیلة ایضا ولکن ان تباعد عنها او تقدم الکل او رکب امامها کره کما کره فیها رفع صوت بذکر او قراءة فتح اور نہ چلے جنازہ سے داہنے اور بائین یعنی داہنے بائین چلنا اولی نہین اور اگر جنازہ کے آگے چلے تب بھی درست ہے اور اوسمین بہی فضیلت ہے لیکن اگر جنازہ سے دور ہو گیا یا سب لوگ آگے بڑہگئے یا جنازہ کے آگے سوار ہو لیا تو مکروہ ہے جیسے مکروہ ہے جنازہ کے ساتھہ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قراءت قرآن مین کذا فی الفتح ھ آگے چلنے مین فضیلت اس قول سے نکالی کہ پیچہے چلنا افضل ہے یعنی افضل صیغہ افعل التفضیل ہے تو مطلق فضیلت آگے چلنے مین بھی ہوئی اور اتنا دور ہونا مکروہ ہے کہ لوگ یہہ سمجہین کہ اکیلا جاتا ہے اور ذکر اور قراءت پکار کر نہ پڑہے اگر منظور ہو تو اپنے دل مین پڑہے کذا فی الشامی ویحفر قبره فی غیر داره مقدار نصف قامة فان زاد فحسن ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوة اور کہودیجاوے قبر مردہ کی اوسکے مکان کے سوا دوسری جگہہ مین بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہے یعنی اسقدر گہرائی ادنے مرتبہ اور چہاتی تک اوسط درجہ اور قد آدم سب مین افضل ہے اور لحد بنائی جاوے یعنی جانب قبلہ قبر کے گڈہا کہودا جاوے بیٹہی ہوئی مکان کیسود اور شق نہ کیجاوے یعنی قبر کے بیچ مین گڈہا نکیا جاوے مگر زمین نرم مین اگر لحد نٹہہرے تو شق بنائی جاوے ھ غیر داره کی قید کی ضرورت نہ تہی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہے اور طول قبر برابر قد مردہ کے ہونا چاہئے اور عرض آدہا طول سے لحد بفتح وضم لام ہے اور شق کو اسلئے منع کیا کہ حدیث مین آیا ہے کہ لحد ہمارے لئے ہے اور شق غیرونکے لئے پس بدون ضرورت شق بنانا نچاہئے ولا یجوز ان یوضع فیه مضربة وما روی عن علی فغیر مشهور ولا یؤخذ به ظهیریة اور نہین جائز ہے کہ قبر کے اندر گدا رکہا جاوے اور جو کچہہ حضرت علی رضہ سے مروی ہے وہ مشہور نہین اور اسپر عمل نہین کذا فی الظہیریۃ ھ ظہیریۃ مین بجای علی رضہ کے ذکر حضرت عائشہ کا ہے کہ اونہون نے گدا ر[illegible] اور یہہ مشہور نہین یعنی ثابت نہین ہوا

بلکہ احادیثون سے اسکا خلاف ثابت ہی کہ حضرت ابن عباس مکروہ جانتے تھے کہ مردے کے نیچے کوئی چیز ڈالی جاوے اور حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ میری
اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا غرضکہ گدا اور تکیہ اور چٹائی سبکا حکم ایک ہی سیکا رکہنا نچاہئے کذا فی الشامی ولا باس باتخاذ تابوت
ولو من حجر او حدید له عند الحاجۃ کرخاوۃ الارض ویسنّ ان یفرش فیہ التراب اور کچھ مضائقہ نہین حاجت کیوقت مردہ کیلئے تابوت بنانیکا
اگرچہ پتہر یا لوہے کا ہو مثلاً زمین کی نرمی کی جہت سے اور مسنون ہے کہ صندوق یا لحد مین مٹی بچھا دیجاوے ۱۲ شامی نے کہا کہ اگر حاجت کے سبب
صندوق بنایا جاوے تو چاہئے کہ اوسکے نیچے مٹی بچھا دین اور داہنے اور بائین ہلکی اینٹین کچی رکہین اور ڈہکنے کے اندر کیجانب پر مٹی لیسدین
تاکہ لحد کیصورت بنجاوے اور بدون حاجت صندوق بنانا مکروہ ہے مات فی سفینۃ غسل وکفن وصلی علیہ والقی فی البحر ان لم یکن قریبا من
البر فتح ایک شخص کشتی مین مرگیا تو غسل دیا جاوے اور کفنایا جاوے اور نماز پڑہکر دریا مین ڈالدیا جاوے اگر کشتی خشکی سے نزدیک نہو کذا فی الفتح
ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیر الاختصاص ھذہ السنۃ بالانبیاء علیھم السلام واقعات اور نہین چاہئے کہ مردہ مکان مین
دفن کیا جاوے اگرچہ بچہ ہو واسطے خاص ہونے اس طریق کے انبیا علیہم السلام کے ساتہہ کذا فی الواقعات ۱۲ یعنی جس مکان مین مرے اوسی مین دفن
ہو یہہ طریقہ مخصوص بانبیا علیہم السلام ہی اور ون کے لئے نہین چاہیئے ویستحب ان یدخل من قبل القبلۃ بان یوضع من جہتھا ثم یحمل
فیلحد وان یقول واضعہ بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ یوجہ الیہا وجوبا اور مستحب ہی کہ مردہ قبلہ کیجانب سے قبر مین اتارا جاوے کہ وہ سمت معظم ہی
اسطرح کہ جنازہ اوسیطرف رکہا جاوے پہر اوٹھا کر لحد مین اوتارا جاوے اور مستحب ہی کہ لحد مین اوتارنیوالا مردہ کا یون کہے بسم اللہ وباللہ وعلی
ملۃ رسول اللہ اور قبلہ کیطرف اوسکا منہہ کردیا جاوے بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ مین مصرح ہی کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہی وینبغی
کونہ علی شقہ الایمن ولا ینبش لیوجہ الیہا وتحل العقدۃ للاستغناء عنہا ویسوی اللبن علیہ والقصب لا الاجر المطبوخ والخشب لو حولہ اما
فوقہ فلا یکرہ ذکرہ ابن الملک اور مناسب ہی ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ اودہیڑی جاوے مردہ کے قبلہ رخ کرنیکے لئے یعنی بعد مٹی
دینے کے اگر معلوم ہوا کہ مردہ قبلہ رخ نہین ہی تو قبر نہ اودہیڑی جاوے اور لحد مین مردہ کے کفن کی گرہ کہولدی جاوے بسبب بے پروا ہونیکے اس سے
یعنی کفن کے کہلنے کے خوف سے گرہ تہی وہ خوف جاتا رہا اور رکہی جاوین اوسپر کچی اینٹین اور نرکل نہ پکی اینٹین اور تختہ اگر گرد میت کی ہو
لیکن اوسکے اوپر تختہ رکہنا مکروہ نہین ذکر کیا ہی اوسکو ابن ملک نے ۱۲ کچی اینٹین اول لحد کے منہہ پر کہڑی کیجائین اور اونکی درزون مین نرکل یا
ڈہیلے رکہدئے جائین تختہ نرکہین اور اگر اوسکے اوپر تختہ رکہا جاوے تو مکروہ نہین **فائدہ** یہہ ایک کام کی بات ہی حکی ان اللبنات
لحد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسع ایسی شمار کچی اینٹون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد شریف کا ۹ ہی ذکر کیا ہی اوسکو بہنسی
طحطاوی نے کہا کہ کچی اینٹون کے ساتہہ نرکل کے مثل ہی یجاز ذلک حولہ بارض رخوۃ کالتابوت اور جائز ہی پکی اینٹ اور تختہ گرد میت
کے نرم زمین مین جیسے صندوق درست ہی ویسجی ای یغطی قبرھا ولو خنثی لا قبرہ الا لعذر کمطر اور ڈہانپی جاوے قبر عورت کی قبر مین اوتارنیکے
وقت یہانتک کہ لحد کا منہہ بند کیا جاوے اگرچہ مردہ خنثی ہو نہ ڈہانپی جاوے قبر مرد کی مگر کسی عذر سے مثلاً بارش کی جہت سے ویہال التراب
علیہ ویکرہ الزیادۃ علی ما اخرج منہ من التراب لانہ بمنزلۃ البناء ویستحب حثیہ من قبل رأسہ ثلثا وجلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء و
قراءۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ اور بعد لحد بند کرنیکے اوسپر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہی زائد کرنا مٹی کا اوس مقدار سے جو قبر مین سے نکلی ہی
اسلئے کہ زائد مٹی بجای عمارت کے ہی اور مستحب ہی مٹی دینا اوسکے سر کیجانب سے تین بار یعنی دونو ہاتہون سے تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ مین کہے
منھا خلقناکم اور دوسری مین کہے وفیہا نعیدکم اور تیسری مین کہے ومنہا نخرجکم تارۃ اخری چنانچہ ابن ماجہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
اسیطرح مروی ہی اور مستحب ہی بعد دفن مردہ کے ایکساعت توقف کرنا دعا اور قرارت کے لئے اسقدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اوسکا گوشت بٹجاوے
۱۲ قبر کی مٹی سے زائد مٹی ڈالنی اسلئے مکروہ ہی کہ ابو داؤد کی حدیث مین اوس سے ممانعت وارد ہی اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابو داؤد مین

مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب مردہ دفن ہوچکتا تو اوسکی قبر پر کہڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بہائی کے لئے مغفرت کی درخواست کرو اور ثابت رہنے کی دعا اوسکے لئے کرو کہ اُس سے اب سوال ہوگا اور حضرت ابن عمرؓ بعد دفن کے قبر پر شروع سورۂ بقرہ اور اوسکی خاتمہ کا پڑہنا مستحب جانتے تھے کذا فی الشامی ولا بأس برش الماء علیه حفظا لترابه عن الاندراس اور کچہ مضائقہ نہین پانی چہڑکنے کا قبر پر واسطے حفاظت مٹی کے اڑ نیسے ہم بلکہ پانی چہڑکنے کو مستحب کہنا مناسب ہے اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چہڑکوایا تہا چنانچہ ابن ماجہ مین اور ابو داؤد کے مراسیل مین مروی ہی ولا یربع للنهی عنه ویسنم قدر شبر وفی الظهیریة وجوبا وقد شبر ولا یجصص للنهی عنه اور قبر چورس نہ بنائی جاوی بسبب ممانعت چورس کرنیکے اور اونچی کیجاوی مثل اونٹ کی کوہان کی براہ استحباب اور ظہیریہ مین ہی کہ اونچا کرنا واجب ہی بقدر ایک بالشت کے اور گچ نکیجاوی قبر بسبب نہی کے گچ کرنے سی ہم چورس کرنیسے مراد یہ ہے کہ مٹی کو پہیلا کر چبوترہ کی شکل نکیا جاوی بلکہ بیچ مین سے اونچی مثل کوہان کے کیجاوی امام محمد نے آثار مین روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چورس کرنیسے منع فرمایا اور مسلم مین مروی ہی کہ آپنے قبر پر گچ کرنے اور اوسپر عمارت بنانیسے منع فرمایا کذا فی الشامی ولا یطین ولا یرفع علیه بناء وقیل لا بأس به وهو المختار کما فی کراهة السراجیة اور نہ کہگل کیجاوی قبر پر اور نہ اوسپر کوئی عمارت بنائی جاوی اور ایک قول یہہ ہی کہ کہگل کا کچہ مضائقہ نہین اور یہی قول مختار ہے چنانچہ سراجیہ کی باب الکراہیۃ مین ہی ہم شامی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تہا کہ وقیل لا بأس الخ کو بعد ولا یطین کے بیان کرتا کیونکہ عبارت سراجیہ مین کہگل کرنے کو مختار کہا ہے چنانچہ اوسکی عبارت یہہ ہی ذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطیین القبور مکروہ والمختار انہ لا یکرہ یعنی ابو الفضل کی تجرید مین مذکور ہے کہ قبرون کا کہگل کرنا مکروہ ہے اور مختار یہہ ہی کہ مکروہ نہین اور اسی عبارت کو مصنف نے منح الغفار مین سراجیہ کیطرف منسوب کیا ہی مگر قبر پر عمارت کا جواز مین نے کہین نہین دیکہا کہ کسی نے اوسکو مختار کہا ہو جسکو ما تن کی ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہی اور طحطاوی نے کہا کہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کیواسطے حرام ہی اور مضبوطی کیلئے بعد دفن کے مکروہ ہی لیکن بنی ہوئی عمارت مین دفن کرنا مکروہ نہین وفی جنائزها لا بأس بالکتابة ان احتیج الیها حتی لا یذهب الاثر ولا یمتهن اور سراجیہ کے باب الجنائز مین ہی کہ کچہ مضائقہ نہین لکہنے کا قبر پر اگر اوسکی ضرورت ہو اس غرض سی کہ اُس قبر کا نشان نجاتا رہی اور پامال نہو ہم مسلم نے جابر سی روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبرون کے گچ کرنے اور اونپر لکہنے اور عمارت بنانے سی تو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ ممانعت اُسوقت ہی کہ حاجت نہو اور لا بأس کہنے سی اشارہ ہوا کہ باوجود حاجت کے نہ لکہنا بہتر ہی اور فتاوی حجب مین ہی کہ قرآن کا لکہنا قبرون پر مکروہ ہے اسوجہ سی کہ بوسیدہ ہوکر کلمات پامال نہون اور یہی حال ہی دوسرے کلمات واجب التعظیم کا ولا یخرج منه بعد اهالة التراب الا لحق ادمی کان تکون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة ویخیر المالک بین اخراجه ومساواته بالارض کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جاوی مگر کسی آدمی کے حق کیلئے مثلاً زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردہ کا رہنا پسند نکرے یا جس زمین مین دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے نے لے لی اور وہ نہین چاہتا کہ اس زمین مین مردہ رہے اور اختیار دیا جائیگا مالک کو مردہ کے نکالنے اور قبر کو زمین سے برابر کرنے مین یعنی مالک زمین کے ظاہر و باطن دونون پر حق رکہتا ہی چاہے مردہ کو اندر رہنے دے اور قبر اوپر سے ہموار کردے اور چاہی اندر بہی نرہنے دے جیسے جائز ہی جوتنا قبر کا اور اوسپر عمارت بنانی جبکہ مردہ پرانا ہو کر مٹی ہوگیا ہو کذا فی الزیلعی حامل ماتت وولدها حی یضطرب شق بطنها من الایسر ویخرج ولدها ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی کراهة الاختیار ایکعورت حاملہ مرگئی اور اُسکا بچہ پیٹ مین زندہ حرکت کرتا ہی تو عورت کا پیٹ بائین طرف سے چیر کر اوسکے بچہ کو نکال لیا جائے اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنی بچہ مرگیا اور عورت زندہ ہی اور خوف ہی ماں کے مرجانیکا تو اوس بچہ کو کاٹ کر نکالا جاوی اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹ کر نہ نکالا جاوی کیونکہ ماں کا مرجانا وہمی بات ہی تو زندہ بچہ کو قتل کرنا وہمی امر کے لئے جائز نہین کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ شارح کا لو میتا کہنا زائد ہی اسلئے کہ ولو

بالعکس ہے اُسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہے و لو بلع مال غیرہ ومات ھل یشق قولان والاولی نعم فتح اور اگر کوئی شخص پرایا مال نگلکر مر گیا
تو اُسکا پیٹ چیرا جاوے یا نہین اِس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہہ ہو کہ ہان چیرا جاوے کیونکہ اوسکی حرمت اوسکی تعدی کے سبب سے جاتی رہی
اِس سے معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی ہی اوسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہوگا تو پیٹ نہ چیرا جائیگا کذا فی اللمعات **فرع** مسائل متفرقہ شارح کہی الاتباع
افضل من النوافل لو لقرابۃ او جوار او فیہ صلاح معروف جنازہ کے ساتھہ جانا افضل ہے بہ نسبت نفلون کے اگر میت کو ساتھہ قرابت یا
ہمسائگی ہو یا مردہ نیکبخت مشہور ہو ھ وجہ افضل ہونے کی یہہ ہے کہ جنازہ کے ساتھہ جانے مین سلوک بندہ اور مردہ دونو کے ساتھہ ہی اسلیئے
اُسکا ثواب زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی یندب دفنہ فی جہۃ موتہ وتعجیلہ وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ ومن یعینہ وان رای بہ
ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہی دفن کرنا میت کا اوسکی موت کی جہت مین یعنی جس جگہہ مرا ہو وہان
کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہی وہانسے دوسری جگہہ نہ لیجانا چاہیئے اور مستحب ہی جلدی کرنا دفن مین اور مستحب ہی نہلانے کی جگہہ چھپانا اِسطرح کہ
سوا نہلانیوالے یا اوسکی مدد کرنیوالے کے اور کوئی نہ دیکھی اور اگر مردہ سے کوئی امر ایسا دیکھی جو برا معلوم ہو مثلاً صورت کا برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اسکا
بیان کرنا درست نہین بسبب اِس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنی مردونکی اور باز رہو اونکی برائیون سے ھ شامی نے کہا کہ اگر میت بدعتی
ہو تو اوسکی حال کے کہدینے کا مضایقہ نہین تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا بأس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھہ مضایقہ نہین مردہ کو دوسری
جگہہ لیجانیکا پیشتر اوسکے دفن ہونیکے ھ یعنی دفن کرنیکے بعد بالاتفاق نقل درست نہین اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو
مطلقاً درست ہی کتنا ہی فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونو جگہہ مین نہو تو نقل درست ہی اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلہ کی
قید لگا دی ہی کہ اسقدر دوری تک نقل درست ہی اور اِس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہے کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچھہ مضایقہ
نہین میت کے مرنے کی خبر دینے مین ایکدوسرے سے کہدینی تاکہ لوگ اوسکا حق ادا کرین اور تجہیز وتکفین مین شریک ہون وبارثائہ بشعر
او غیرہ لکن یکرہ الافراط فی مدحہ لا سیما عند جنازتہ لحدیث من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھہ مضایقہ نہین مردہ پر رونیکا شعر سے یا غیر
شعر سے مگر مکروہ ہے زیادتی کرنی اوسکی تعریف مین خصوص اوسکے جنازہ کے پاس بسبب اِس حدیث کی کہ جو کوئی واویلا کرے ایام کفر کی رونے
سے یعنی وہ ہم سے نہین ھ جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ کرنا اور پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہی کہ یہہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے
رونے سے یہہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردہ کی محاسن کا شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے
ارثاء باب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہے مصدر اوسکا مرثیہ ہی وبتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر
اور کچھہ مضایقہ نہین میت والونکی تسلی کرنی اور اونکو صبر مین رغبت دلانے کی ھ شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہی اسلیئے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنی بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالی اوسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہناویگا
کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچھہ مضایقہ نہین میت کے گھر والون کے لئے کہانا پکوانیکا ھ فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسائیون
اور دور کے رشتہ دارون کو مستحب ہی کہ میت کی گھر والونکی واسطے اتنا کہانا پکوائین جو اونکو اُس دن اور رات مین شکم سیر کردی اور اسبات
مین اصل وہ حدیث ہی کہ حضرت جعفر رض کی خبر مرگ جب آئی تہی تو آپ نے ارشاد فرمایا تہا کہ جعفر کے متعلقون کے لئے کہانا تیار کرو کہ وہ ایسے
دہندے مین لگے ہین وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وتکرہ بعدہا الا لغائب اور کچھہ مضایقہ نہین سوگ کیواسطے تین
دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا دوسرے مکانمین اور اول روز یعنی جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کیواسطے اور دنونسے بہتر ہو کیونکہ پہلے روز
مین وحشت فراق زیادہ ہوتی ہے تو تسلی ایسے ہی وقت مین مناسب ہے اور مکروہ ہے تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کیلئے مکروہ نہین یعنی اگر
کسی شخص نے تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اُسوقت وارثونکی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسیطرح اگر میت کا رشتہ دار موت کیوقت نہو

اور بعد دفن کے آدمی تب بھی اوسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ نہو گا کذا فی الشامی و تکرہ التعزیة ثانیا وعند القبر وعند باب الدار ویقول اعظم اللہ
اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک اور مکروہ ہی تعزیت دوبارہ یعنی ایکبار اگر تعزیت کر لی ہو تو دوسری بار نجاہی اور مکروہ ہے تعزیت قبر کی پاس
یعنی قبر کے پاس میت کے لئے دعا کا مقام ہی نہ تعزیت کا اور مکروہ ہے تعزیت گھر کے دروازہ کے پاس اور تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالی تیرا ثواب
زیادہ کرے اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیری میت کو بخشے ویزار القبور ولو للنساء لحدیث کنت نہیتکم عن زیارة القبور الا فزوروہا اور کچھ مضائقہ
نہین قبرونکی زیارت کا اگرچہ عورتین زیارت کرین بسبب اس حدیث کے کہ مین نے تمکو منع کیا تھا قبرونکی زیارت سے اب آگاہ ہو کہ انکی زیارت کیا کرو
ہم بعض علما نے کہا کہ عورتون کو قبرونکی زیارت کرنی حرام ہے اور شارح نے لا باس بہ کہا خیر الدین رملی نے اسکی تفصیل خوب کی ہے یعنی اگر
عورتین اسوجہ سے جاتین کہ غم تازہ ہو جاوے اور رونا اور پیٹنا اپنی معمول کے موافق قبرونپر کرین تو ہرگز جائز نہین اور یہہ جو حدیث مین آیا ہے
کہ اللہ تعالی لعنت کرتا ہے قبرونکی زیارت کرنے والیونکو تو اسمین وہی عورتین مراد ہین جو قبرون پر امور نامشروع کرین اور اگر اسوجہ سے جاتین
کہ عبرت حاصل کرین یا تبرک جاکر صلحا کی قبرون پر جائین تو مضائقہ نہین اگر عورتین بوڑھی ہون تو مضائقہ نہین اور اگر جوان ہون تو انکی حق مین
زیارت مذکور مکروہ ہے اور مردون کے حق مین بموجب حدیث بالا زیارت قبور مستحب ہے اور افضل یہہ ہے کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایک دن پہلے
یا ایک دن پیچھے کذا فی الشامی ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ویقرء یس وفی الحدیث من قرء الاخلاص احد
عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت کرنیوالا قبرستان مین یہہ الفاظ کہے السلام علیکم سے لاحقون تک
یعنے سلام ہو تمپر ای ایماندار قوم کے گھر والو اور بیشک ہم اگر خدا نے چاہا تو تم سے ملینگے اور سورہ یس پڑہے اور حدیث مین ہے کہ جو شخص سورہ
اخلاص گیارہ بار پڑہکر اوسکا ثواب مردونکو بخشدے تو مردونکی شمار کے موافق اوسکو ثواب دیا جائیگا حلبی نے کہا کہ احد عشر کی جگہہ احدی
عشرة صواب ہے ویحفر قبرا لنفسه وقیل یکرہ والذی ینبغی ان لا یکرہ تهیئة نحو الکفن بخلاف القبر اور کچھ مضائقہ نہین اپنی لئے قبر کہودرکہنے
کا اور بعض نے کہا کہ مکروہ ہے اور مناسب بقواعد یہہ ہے کہ کفن جیسی چیز کا تیار کر لینا مکروہ نہین بخلاف قبر کے ہم وجہ قبر کے کہودرکہنے کی یہہ
ہے کہ پہلی سے سفر آخرت کی تیاری ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ربیع بن خیثم وغیرہ نے ایسا کیا بھی ہے اور جن لوگون نے مکروہ کہا
اوسکی علت یہہ بیان کی کہ آدمی کو معلوم نہین کہ مین کہان مرونگا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہے پہر خاص جگہہ قبر بنوانا نص کے خلاف ٹہرتا ہے
طحطاوی نے کہا قبر کہدوانا قرآن کی نص کے مخالف نہین اسلئے کہ اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہی ہے یعنی اگر خود وہان نہ مریگا تو دوسرے کے کام آویگی
ویکرہ المشی فی طریق ظن انه محدث حتی اذا لم یصل الی قبره الا بوطء قبر ترکه اور یہ بھی مکروہ ہے کہ قبرستان کے اس راستہ مین چلے جسکو گمان کرے کہ یہہ نیا
راستہ ہے یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہنچے تو اوس کے پاس جانا ترک کرے ولا یکرہ الدفن لیلا اور
مکروہ نہین دفن کرنا رات کو ہم شرح منیہ مین کہا کہ دنکو دفن کرنا مستحب ہے کذا فی الشامی ولا اجلاس القارئین عند القبر وهو المختار
اور نہین مکروہ ہے قرآن خوانون کا بٹہلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہے ہم نور الایضاح کی عبارت یہہ ہے کہ قراءت قرآن کی لئے قبر کے پاس
بیٹہنا مکروہ نہین ہے کہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجہہ مین آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار مین مکروہ نہین کذا فی الشامی اس نقل سے شامی
کی غرض شاید یہہ ہے کہ قاریون کا بٹہلانا جو شارح نے مختار لکہا ہے کہین مصرح نہین حفظه الله تعالی محترم آدمی کی ہڈی حرمت رکہتی ہے لیکن
اگر قبر مین کسی کافر آدمی کی ہڈی پائی جاوے تو اسکو توڑا جا سکیگا اور کسی قسم کا ہتک کیا جاسکیگا انما یعذب المیت ببکاء اهله اذا اوصی بذلک
میت پر عذاب ہوتا ہے اوسکے گھر والون کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو ہم اس مسئلہ مین اختلاف ہے کچھ اکثر کا قول
یہہ ہے کہ گھر والونکی رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے اسوجہ سے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ میت کو گھر والونکے رونے سے عذاب ہوتا ہے اور اکثر علما کا
قول یہہ ہے کہ عذاب نہین ہوتا کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہے (ولا تزر وازرة وزر اخری) اور حدیث کے معنی یہہ ہین کہ اوس زمانہ کے

لوگ نوحہ کرنے کی وصیت کیا کرتے تھے اسلئے آپنے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آپنے یہ بات اوسوقت فرمایا تہا کہ آپ ایک یہودی کی قوم پر گذرے جو اُس یہودی کو رو رہی تھی آپ نے فرمایا کہ اوسکو تو عذاب ہوتا ہی اور یہہ لوگ اوسپر روتے ہین کُتِبَ علٰی جَبهَۃِ المیتِ اَوعِمامتِہٖ اوکفنِہٖ عهدنامۃٌ یُرجٰی اَن یغفر اللّٰہ للمیتِ مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہدنامہ لکہا گیا تو توقع ہی کہ میت کو اللہ تعالی بخشدے ہم عہدنامہ کی دعا یہہ ہی اَللّٰهُمَّ فاطِرَ السمٰوٰتِ والارضِ عالِمَ الغیبِ والشهادۃِ الرحمٰنِ الرحیمِ اِنّی اَعهَدُ اِلیكَ فی هٰذہِ الحیوۃِ الدنیا اَنّی اَشهدُ اَنّكَ انتَ اللّٰہ لا الٰہ الا انتَ وحدَكَ لا شریكَ لكَ واَنَّ محمدًا عبدُكَ ورسولُكَ فلا تَكِلنی اِلٰی نفسی فانّكَ اِن تَكِلنی اِلٰی نفسی تُقَرِّبنی من الشرِّ وتُباعِدنی من الخیرِ واِنّی لا اَثِقُ الّا بِرحمتِكَ فاجعَل لی عهدًا عندَكَ تُوَفّینیهِ یومَ القیامۃِ انّكَ لا تُخلِفُ المیعادَ اور اسکے الفاظ اور طرح بہی لوگون نے لکہے ہین باقی رہا اِس دعا کا لکہنا مُردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اوسکو بعض فقہانے بقصد تبرک جائز لکہا ہی مگر ابن صلاح نے فتوی دیا ہی کہ قران اور اسماء معظم مین سے کچہہ نہ لکہا جائے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات محترمہ کو لکہنا جانبو جہکر مردہ کی نجاستون مین اُنکو آلودہ کرنا ہی اور فتح القدیر مین ہے کہ قرآن اور اسماء الٰہی کا لکہنا روپیون اور محرابون اور دیوارون پر مکروہ ہی اسلئے کہ خوف اونکے پانوتلے آنے اور اہانت کا ہی اِس سے معلوم ہوا کہ مُردہ کے بدن یا کفن پر لکہنا بطریق اولے مکروہ ہوگا جب تک کہ مجتہد سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح مین اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصرًا اَوصٰی بعضهم اَن تُکتَبَ فی جبهتہٖ وصدرہٖ بسمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرحیمِ ففُعِلَ ثم رُئِیَ فی المنامِ فسُئِلَ فقال لمّا وُضِعتُ فی القبرِ جاءَتنی ملائکۃُ العذابِ فلمّا رَاَوا مکتوبًا علٰی جبهتی بسمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرحیمِ قالوا اَمِنتَ من عذابِ اللّٰہِ کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکہدینا سو لکہدی گئی بعد اسکے اوسکو کسی نے خواب مین دیکہکر اُسکا حال پوچہا اوسنے کہا کہ جب مین قبر مین رکہا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب اُنہون نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکہی دیکہی تو اُنہون نے کہا کہ تو خدا کے عذاب سے مامون ہوا ہم چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہی کہ لکہنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہی تو یہہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی وقلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکہدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح انگلی سے لکہنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیب کا چہاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہین مگر بہرحال کسیطرح ہوا ہو شرعی احکام کا مدار خواب پر نہین ہو سکتا واللہ اعلم

باب الشہید

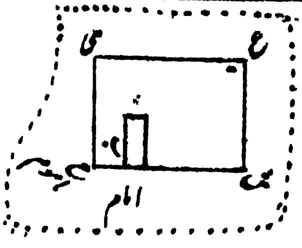
یہہ باب ہی شہید کے احکام مین ہم ہرچند شہید بہی مردہ ہی مگر اسکو نماز جنازہ سے جدا باب کرکے اسلئے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہی وہ دوسرے مردہ کو نہین کذا فی النہر فعیلٌ بمعنی مفعولٍ لانّہٗ مشهودٌ لہٗ بالجنۃِ او فاعلٍ لانّہٗ حیٌّ حاضرٌ فهو شاهدٌ شہید وزن فعیل ہی بمعنی مفعول اسوجہ سے کہ اوسکے لئے جنت سامنے کی گئی ہی یا بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ زندہ ہی اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونیوالا ہے ہم شہید مشتق شہود سے ہی یا شہادت سے تو شہود دیکہی ہو سکتا ہی کہ فرشتے اوسکی تعظیم کو آتے ہین اور جنت اوسکے سامنے پیش کیجاتی ہی اور شاید یہی ہو سکتا ہی کہ خدا تعالی کے پاس حاضر ہوتا ہی یا یہہ کہ اُسکا خون اور زخم اوسکے شاہد موجود ہین هو کلُّ مکلَّفٍ مسلمٍ طاهرٍ شہید جسکا حکم آگے مذکور ہی وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہی ہم یہہ تعریف شہید کی حکمی شہید کے ہی مطلق شہید کی نہین چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بہی ہوتے ہین عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکل گیا کہ گو ظلما مارا گیا ہو مگر شہید نہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہہ اگر شہید ہونگی تو انکو غسل دیا جائیگا فالحائضُ اذا رَاَت ثلٰثۃَ ایامٍ مُسلسلتٍ والّا لا لعدمِ کونها حائضًا پس حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکہے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ دیجاوے بسبب نہونے اُس عورت کے حائضہ ہم یعنی ایکعورت نے مثلا تین دن خون دیکہا پہر وہ ظلم سے ماری گئی تو چونکہ اوسکی مدت حیض کی گذرنے سے وہ قطعا ناپاک ہو گئی تہی اسلئے اوسکو غسل دینا چاہئے اور اگر خون دیکہنے کے دو روز کے بعد ماری گئی تو غسل نہ دیا جائیگا کیونکہ ابتک یہہ ثابت ہوئی کہ وہ ابہی حائضہ نہین ہو سکتی کہ شاید یہہ خون استحاضہ کا ہو ولم یعد علیہ السلام غسل حنظلۃ لعلم الملائکۃ

صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو دوبارہ غسل نہ دیا بسبب ہوجانے غسل کے فرشتوں کے فعل سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی دلیل یہ ہے
حنظلہ بن ابی عامر تھی جب شہید ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یار حنظلہ کو فرشتے نہلا رہے ہیں صحابہ نے انکی بی بی سے
پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ناپاکی کی حالت میں نکلے تھے آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے انکو نہلایا تو ہمیں صاحبین یہہ فرماتے ہیں کہ اگر ناپاک شہید کا
نہلانا بنی آدم پر واجب ہوتا تو چاہئے تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ کو دوسری بار نہلاتے شارح امام اعظم کیطرف سے جواب دیتا ہے کہ
غسل دینا شہید جنب کو ہے مگر نہلانیوالے کچھہ ضرور نہیں کہ آدمی ہوں چنانچہ حضرت آدم کے نہلانے کا قصہ باب الجنائز میں گذرا کہ انکو فرشتوں نے
نہلایا تھا اسیطرح یہاں بھی جب غرض غسل یعنی طہارت فرشتوں کے نہلانے سے حاصل ہو گئی تو پھر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت رہی کذا فی
الشامی ومن قتل ظلما بمحدد بجارحۃ ای بما یوجب القصاص لیخرج بغیر القتل دیۃ بل قصاص شہید وہ پاک مسلمان مکلف ہے جو ظلم
سے ناحق قتل کیا جاتا ہے یعنی قتل کرنیوالا ایسی چیز سے یعنی ایسی چیز سے مارا جاوے جو قصاص کی موجب ہو مثلا تلوار اور چھری اور تیر وغیرہ سے نہ لاٹھی اور
پتھر کی مانند سے کہ ان سے خون ہو مارنے کی صورت میں قصاص لازم نہیں آتا اسلیے انکے کشتہ کو غسل دیا جائیگا اور نہ واجب ہو عوض اس قتل
کے سبب مال بلکہ واجب ہو قصاص حتی لو وجب المال بعارض کالصلح او قتل الاب ابنہ لا تسقط الشہادۃ یہانتک کہ اگر مال واجب ہو
کسی عارض کی جہت سے نہ قتل کیوجہ سے جیسے قتل سے صلح کرلینے میں کہ ہرچند قتل موجب قصاص ہے مگر قصاص ساقط ہوجاتا ہے صلح سے جو امر عارضی ہے یا قتل
کرے باپ اپنے بیٹے کو کہ یہاں بھی نفس قتل سے تو قصاص ہی واجب ہے مگر باپ ہونے کی جہت سے قصاص نہیں لیا جاتا تو ان دونوں صورتوں میں شہادت ساقط
نہوگی یعنی اوسکو غسل نہ دیا جائیگا ولم یرتث فلو ارتث غسل کما سیجیء اور ایک شرط غسل نہ دینے کی یہہ ہے کہ زخمی ہونیکے بعد زندہ نہ رہا ہو پس اگر
زندہ رہا ہوگا تو غسل دیا جائیگا چنانچہ آگے مذکور ہوگا اور ارتثاث میدان جنگ سے اوٹھا لانے کو کہتے ہیں جبکہ زخمی میں جان باقی ہو اور یہہ فعل
مجہول استعمال ہوتا ہے کذا فی القاموس اور شرع میں جو کیفیت ارتثاث کی ہے وہ آگے مذکور ہوگی وکذا یکون شہیدا لو قتلہ باغ او حربی او قاطع
طریق ولو تسببا او بغیر الۃ جارحۃ فان مقتولہم شہید بای الۃ قتلوہ لان الاصل فیہ شہداء احد ولم یکن کلہم قتیل سلاح اور اسیطرح یعنی بشرط زندہ
نہ پائے جانے کے شہید ہوگا اگر قتل کیا ہو اوسکو باغی یا کافر حربی یا راہزن نے اگرچہ قتل بسبب ہوا ہو بدون آلہ زخم کرنیوالی کے جو تب بھی شہید
ہوگا کیونکہ ان لوگوں کا مارا ہوا شخص شہید ہوتا ہے کسی اوزار سے اوسکو ماریں اسلئے کہ اصل اسباب میں جنگ احد کے شہید ہیں اور وہ سب ہتھیار سے
نہیں مقتول ہوئے تھے اور قتل بسبب کی مثال یہہ ہے کہ مثلا کسی کافر یا راہزن یا باغی سوار کے پانوتلے دبکر مسلمان مرگیا یا انہوں نے کسی مسلمان
سوار کے گھوڑے کو بھڑکایا یہانتک کہ وہ گرکر مرگیا یا مسلمان کے رہنے کی جگہہ میں آگ لگادی اس سے مرگیا تو ان صورتوں میں شہید ہوگا کذا فی
الشامی بحر وت او وجد جریحا میتا فی معرکۃ ظاہرا اثر الجراحۃ علامۃ القتل کخروج الدم من عینہ او اذنہ او حلقہ صافیا لا من انفہ وذکرہ ودبرہ او
حلقہ جامدا یا شہید ہوگا وہ شخص کہ پایا جاوے زخمی مردہ ان لوگوں کے میدان جنگ میں شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر میں
زخم ہو یا نہو مثلا نکلنا خون کا اوسکی آنکھہ سے یا کان سے یا حلق سے خون صاف کا نکلنا نہ نکلنا خون کا اوسکی ناک سے یا پیشاب کی جگہہ یا مقام
پاخانہ سے یا حلق سے خون بستہ کا نکلنا ہے یعنی خون جس مقام سے نکلتا ہے دیکھنا چاہئے کہ اوس مقام سے بدون کسی مرض باطنی کے بھی نکلا کرتا ہے یا
نہیں اگر نکلتا ہے جیسے ناک سے تو وہ مقتول شہید نہوگا اور اگر بدون مرض باطنی نہیں نکلتا جیسے آنکھہ یا کان سے تو یہہ خون علامت قتل ہے اس سے
شہید ہوگا اور اگر خون منہ سے نکلتا ہے تو اگر سر سے اترتا ہے تب تو شہید نہوگا اور اگر پیٹ سے چڑھتا ہے تو شہید ہوگا کیونکہ بدون زخم باطنی کے
پیٹ کیطرف سے خون منہ کو نہیں آتا اور پہچان سر اور پیٹ کے خون کی یہہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی
البحر والفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں قلب ہوگیا صواب یہہ ہے کہ جامدا اول ذکر کرنا چاہئے اور صافیا آخر میں فینزع عنہ ما لا یصلح للکفن
ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ وینقص ان زاد لاجل ان یتم کفنہ المسنون اور نکالا جاویگا شہید سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہیں رکھتی

اور زیادہ کیا جاوی بشرطیکہ جو کپڑی اوسکی شہید پر ہون وہ کفن سنت سی کم ہوون اور کم کیا جاوی اگر اوسکا لباس زیادہ ہو تاکہ اوسکا کفن مسنون
پورا ہو جاوی ہم جو چیزین کفن کی لیاقت نہین رکھتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتہیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا
پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا نہو تو اوسکو نہ اُتارا جاوی اور اوسکو سب کپڑے اُتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہی کذا فی الشامی ویصلی علیہ
بلا غسل ویدفن بدمہ وثیابہ لحدیث زملوہم بکلومہم اور نماز پڑہی جاوی شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جاوی سمیت اپنی خون اور کپڑون کے لیپیت
اس حدیث کے کہ اونکو کپڑون مین لپیٹو سمیت اونکے زخمون کے ہم یہہ ارشاد آپ نے شہداء احد کے باب مین فرمایا تہا روایت کیا ہی اوسکو احمد نے
اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہی کہ شہداء احد کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکی پوستین اور ہتہیار اوتار لو اور انکو
سمیت انکے خون اور کپڑون کے دفن کرو وکذا فی الطحاوی ویغسل من وجد قتیلا فی مصر او قریۃ او فی موضع تجب فیہ الدیۃ او لم یعلم قاتلہ
کالمقتول فی جامع وشارع ولم یعلم قاتلہ او علم ولم یجب القصاص بان وجب کان شبہۃ اکثر فالمراد انہ لا قسامۃ ولا دیۃ فیہ
للعلم بان قاتلہ [illegible] اور غسل دیا جاوی وہ شخص کہ پایا جاوی مقتول شہر یا گانو مین اور
جگہہ مین کہ خونبہا واجب ہو بیت المال مین واجب ہو جیسی وہ شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اوسکی دیت بیت المال
مین ہوتی ہی اور اوسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلا وہ شخص
جسکو چور وغیرہ رات کو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اوس مین نہ تو قسامت ہی نہ خونبہا بسبب معلوم ہونے اس امر کہ اوسکی قاتل چور ہین
نہایت امر یہہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے کہ لوگ اسپر غافل ہین ہم یعنی قسامت اور دیت اوسیصورت مین واجب
ہوتی ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہین مگر خون اونپر ثابت نہین ہوسکتا بہاگ جانیکی باعث سی اسلیے
اونکا مقتول شہید ہوگا او قتل بحد او قصاص ای یغسل کذا بقصاص او اقتل بسبب تعزیر او جرح وارتث وذلک بان اکل او شرب او نام او تداوی
ولو قلیلا او اوی خیمۃ او مضی علیہ وقت صلوۃ وہو یعقل ویقدر علی ادائہا او نقل من المعرکۃ وہو یعقل سواء وصل حیا او مات علی الایدی
او کان المقام من مکانہ الی مکان اخر [illegible] یا قتل کیا جاوی حد مین یا قصاص مین یعنی وہ بہی غسل دیا جاویگا اور اسی طرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ
اونکا قتل ہونا ظلم سی نہین یا درندہ کے پہاڑنے سی مرجاوی یا زخمی ہوا اور زندہ رہی اور ارتثاث شرعی یہہ ہی کہ کہاوی یا پیوی یا سووی
یا دوا کرے اگرچہ یہہ باتین تہوڑی ہی ہون یعنی ذرا سا کہایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمہ مین جگہہ لی یا گذرا اوسپر ایک نماز کا وقت تمام
حالیکہ وہ ہوش رکہتا تہا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تہا یا میدان جنگ سی حالت ہوش مین اوٹہایا گیا خواہ زندہ پہونچا ہو یا ہاتہون
مرگیا ہو [illegible] اگر اپنی جگہہ سی اوٹہکر دوسری جگہہ چلا گیا کذا فی البدائع ہم خیمہ مین جگہہ لینی سی مراد یہہ ہی کہ اوسپر خیمہ اوسی جگہہ لگایا
گیا ہو ورنہ اگر وہ اوٹہکر جاویگا تو یہہ مسئلہ اور ایک جگہہ سی دوسری جگہہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سی ہوش [illegible]
کی قید اسلیے لگائی کہ بیہوشی مین اوٹہایا جاویگا تو گو وہ ذات [illegible] غسل نہ دیا جاویگا اور زخمی ہونے کی جگہہ سی اوٹہا لیا جاویگا حکم ایسا ہی [illegible]
جنگ سی اوٹہایا جاویگا کذا فی الشامی لا لخوف وطی الخیل میدان جنگ سی اوٹہالیا جو کہ گہوڑون کے پیرون کے نیچے خون [illegible]
تلے پس جانیکے خوف سی اوٹہایا جاویگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل نہ دیا جاویگا او اوصی بامور الدنیا [illegible]
[illegible] لان الوصیۃ من احکام الاموات او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر [illegible] وصیت کی دنیا کے امور کی تو ارتثاث شرعی پایا جاویگا
اور غسل دیا جاویگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث یعنی زندگی سی مستفیض نہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح ہی کذا فی [illegible]
اسلیے کہ وصیت امور آخرت کی بہی اموات کے احکام سی ہی یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نہ کریگا تو
نہوگا ہم [illegible] کا غسل نہ دینا ایک امر خلاف قیاس ہی ثابت ہوا ہی [illegible] شہداء احد کا حال [illegible]

اگر شہید کو جنب ہو گیا تب تو غسل دیا جاویگا اور اگر امور مذکورہ میں سے کسی سے فائدہ لیا بعد زخم کے تو اس کا بھی حکم ہے اور کھانا کھانا اور کپڑا کھانا بھی جس سے غسل ہیتا ترک کیا جاویگا وھذا کلہ اذا کان بعد انقضاء الحرب ولو فیہا ای فی الحرب لا یصیر مرتثا بشیئ مما ذکر اور یہہ سب باتین یعنی سے شہادت ناقص ہوتی ہی اسی واسطے کہتے ہین کہ لڑائی ہو چکی ہوا اور اگر لڑائی کے اندر یہہ امور ہون تو ان مذکورہ چیزون میں سے کسی سے ہو مرتث نہوگا
ہر صورت مین شہید کامل ہوگا وکل ذالک فی الشہید الکامل والا فالمرتث شہید الاخرۃ وکذا الجنب ونحوہ اور یہہ سب شرطین شہید کامل کے واسطے ہین جو دنیا اور آخرت دونو میں شہید ہے ورنہ مرتث شہید آخرت تو ہوتا ہی ہے اور اسیطرح شہید آخرت ہی جنابت والا اور مثل اسکی
یعنی مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جاوی اور اسکو مار ڈالنے سے مال واجب ہو یہہ بھی شہید آخرت ہین ہم شرطیں شہید کامل کی جو مذکور ہوئی ہین اول عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیزسے چہارم قتل ہونا براہ ظلم یا جہاد میں پنجم نہ واجب ہونا عوض مالی کا ششم بعد زخمی ہونیکے منتفع نہونا امور مذکورۂ بالا سے اور شہید دنیا سے یہہ غرض کہ غسل دیا جائیگا مگر اوس صورت میں کہ جنب ہو یا حیض والی ہو اور جسکے خون لگی ہو اور شہید آخرت سے یہہ مراد کہ جو ثواب شہدا کے لئے وعدہ ہوا ہے اوسکو حاصل ہوگا کذا فی البحر ومن قتل مدافعا عن نفسہ او مالہ او عن المسلمین او اہل الذمۃ باَیِّ اٰلۃ قتل بحدید او حجر او خشب فہو شہید کذا فی الدر والتفصیل فیہ
العدل ثم فاصحاب نفسہ والغریق والحریق والغریب والمہدوم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء واللدیغ والمیت لیلۃ الجمعۃ وصاحب ذات الجنب ومن مات وھو یطلب العلم وقد عدھم السیوطی نحو الثلاثین واللہ تعالیٰ اعلم اور شہید آخرت ہے جو شخص کہ دشمن کا قصد کرے اور ہتیار اپنی ہی مارے اور پانی میں ڈوبا ہوا اور جلکر مرنیوالا اور سفر میں مرنیوالا اور جسپر مکان گر گیا ہوا اور پیٹ کی بیماری یعنی دستون یا استسقا سے مرنیوالا اور طاعون سے مرنیوالا شامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا میں اپنی شہر میں صابر بہ نیت حصول ثواب ٹھہرا رہے وہ اگر اُس عرصہ میں کسی اور مرض سے مر جائیگا وہ بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کیوقت مرے یا مدت نفاس میں اور جو شخص جمعہ کی شب کو وفات پاوے اور ذات الجنب والا اور جو شخص اُس حال میں مرے کہ علم کا طالب ہو یعنی علم میں مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑھاتا ہو یا پڑھتا ہو یا سنتا ہو اور شہداء آخرت کو سیوطی نے بقدر تیس ۳۰ کے شمار کیا ہے واللہ اعلم ہم جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت میں تعداد مذکور اسطرح بیان کیا ہے پیٹ کی بیماری والا غریق دب کر مرنیوالا ذات الجنب والا جو عورت کہ اپنے حمل وغیرہ پیٹ کے اندر کی چیز سے مر جاوے سِل والا سفر میں مرنیوالا مرگی والا تپ والا اپنے گھر والونکی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان کے بچانے میں مرنیوالا ظلم سے مرنیوالا عشق میں مرنیوالا بشرطیکہ پارسائی اور پوشیدگی کے ساتھ ہو جس شخص کے گلے میں پانی وغیرہ کا پھندا لگ کر اٹکا ہوا ہو جسکو درندہ نے پھاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلماً قید کیا ہو یا زبردستی پڑا ہو یا بادشاہ کے خوف سے چھپا پھرتا ہو اور مر گیا ہو جسکو سانپ بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب میں مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سوداگر سچ بولتا ہو جو شخص اپنی زن و فرزند اور مملوکون میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے اونکو کھلاتا ہو جسکو جہاز میں متلی اور قے سے وفات ہو جو عورت غیرت پر صبر کرکے مرے جو شخص ہر روز ۲۵ بار یہہ کلمات کہہ لیا کرے (اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ) جو شخص نماز چاشت پڑھے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھے اور وتر کو ترک نکرے نہ سفر میں نہ مقام میں جو شخص امت کے فساد کیوقت سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے جو شخص اپنے مرض موت میں ۴۰ بار کہے (لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ) کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علماء مالکیہ نے اتنی اور زیادہ کئی ہین جو جلکر مر جاوے جو گھوڑا کسکا منتظر جہاد کا رہے جو ہر شب سورہ یٰسین پڑھے جو شخص سواری کے جانور پر سے گر کر مرے جو رات کو طہارت کی ساتھ سوئے اور مر جاوے جو شخص زندگی بھر لوگونکی مدارات کرتا رہے جو شخص ہر روز سو بار درود پڑھے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ میں قتل ہونیکی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کیوقت مسلمانون کے کسی شہر میں غلہ لیجاوے جو شخص جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور تین بار آیتین سورہ حشر کی آخر کی پڑھے اور اُس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کو لئے ثواب شہادت احادیث میں آیا ہے اور پورا بیان شامی میں ہے +

باب الصلوٰة فی الكعبة یہہ باب ہی کعبہ کے اندر نماز پڑہنے کی کیفیت میں فی الباب زیادۃ علی الترجمۃ
وھو حسن واسباب مین مضمون بنسبت عنوان کے زیادہ ہی یعنی عنوان مین صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہے اور عبارت مین ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑہنی
کا بھی ہے اور یہہ اچھی بات ہی کہ عنوان سے زائد بیان کیا جاوے اور معیوب یہہ ہے کہ جس بات کا ذکر عنوان میں ہو اوسکا حال نہ بیان کیا جاوے **صحّ فرض**
ونفل فیہا وفوقہا ولو بلا سترۃ لان القبلۃ ہی العرصۃ والہواء الی عنان السماء درست ہی فرض یا نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر
بدون سترہ کے ہو اسلئے کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہی آسمان کی سطح تک ہم امام مالک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہیں
اسلئے کہ جب ایک طرفکو منہ کریگا دوسری جانب کو پشت ہوگی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہی اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ واجب یہہ ہے کہ کعبہ کی ایک جزو غیر معین
کیطرف منہ کیا جاوے اور یہہ بات جس جزو کیطرف منہ کر کے نماز شروع کریگا حاصل ہو جائیگی وہی جزو معین قبلہ ٹھہریگا اوسکے غیر کیطرف پشت کرنا
مفسد نماز نہوگا اور عرصہ اور ہوا سے مراد یہہ کہ عمارت کعبہ قبلہ نہیں بلکہ خالی جگہہ اور اوسکے اوپر کی ہوا آسمان تک قبلہ ہی کذا فی الشامی **وان لم**
یکرہ الثانی للنہی وترک التعظیم اگرچہ مکروہ ہی دوسری صورت یعنی نماز پڑہنا اوپر خانہ کعبہ کے بسبب ممانعت کی اور بسبب نہونے تعظیم کے ہم شرح
ملتقی میں ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سات جگہہ نماز پڑہنے سے منع فرمایا اول اونٹون کے بیٹھنے کی جگہہ دوم قبرستان سوم نجاست ڈالنے
کی جگہہ چہارم شارع عام پنجم کمیلہ یعنی جانورون کے ذبح کرنے کی جگہہ ششم خانہ کعبہ کے اوپر ہفتم حمام کے اندر **منفرداً وبجماعۃ وان**
اختلفت وجوہہم فی التوجہ الی الکعبۃ الا اذا جعل قفاہ الی وجہ امامہ فلا یصح اقتداءہ لتقدمہ علیہ صحیح ہے نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت
سے اگرچہ کعبہ کیطرف منہ کرنے مین جماعت والونکے منہ جدا طرفکو ہون مگر جبکہ مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کیطرف کریگا تو اوسکا اقتدا درست
نہوگا بسبب آگے بڑہجانے مقتدی کے امام سے یعنی جس صورت مین کہ مقتدی کی پشت امام کیطرف ہی تو دونونکا منہ ایک ہی طرف ہوگا اور مقتدی
کعبہ سے قریب ہے شارح نے کہا کہ ان متصلہ ہی شرطیہ نہیں **ولو جعل وجہہ لوجہہ بلا حائل والجنبہ لم یکرہ فہی اربع** اور مکروہ ہے کرنا اپنے
چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون آڑ کے اسلئے کہ مشابہ صورت پرستی کے ہی اور اگر امام کے پہلو کیطرف منہ کریگا تو مکروہ نہوگا تو یہہ چار صورتین ہوئین
ہم یعنی صورت اول یہہ ہی کہ مقتدی کا منہ امام کے منہ کیطرف ہو یہہ صورت مکروہ ہی دوم یہہ کہ مقتدی کا منہ امام کے پہلو کیطرف ہو یہہ بدون
کراہت جائز ہی سوم یہہ کہ مقتدی کا منہ امام کی پشت کیجانب ہو یہہ بھی بلا کراہت درست ہی چہارم یہہ کہ مقتدی کی پشت امام کے منہ کیطرف ہو
یہہ صورت ناجائز ہے کذا فی الطحطاوی **وتصح لو تحلقوا حولہا ولو کان بعضہم اقرب الیہا من امامہ ان لم یکن فی جانبہ لتأخرہ حکماً** اور درست
ہے نماز اگر حلقہ کرین گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ سے زیادہ قریب ہون بہ نسبت اپنے امام کے بشرطیکہ امام کیطرف مین زیادہ قریب نہون اور
کعبہ سے قریب شخصونکی نماز اسلئے درست ہی کہ وہ حکماً امام سے پیچھے ہین ہم بیان سے حکم کعبہ کے باہر یعنی مسجد الحرام مین پڑہنے کا ذکر ہی کہ جماعت انہین
گرد کعبہ کی حلقہ کیصورت درست ہی کہ عہد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے آجتک اسیطرح نماز ہوتی آئی ہے پہر اس حلقہ کی جماعت مین سے اگر کوئی
شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اگر شخص مذکور اوسیطرف ہی جسطرف امام ہے تو اوسکی نماز نہوگی کیونکہ اسصورت مین وہ امام
سے آگے بڑہا ہوا ہوگا اسلئے اوسکا تابع نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب مین کعبہ سے قریب ہوگیا ہی تو اقتدا درست ہی اسلئے کہ آگے بڑہنا امام سے اوسوقت ہوتا ہی
کہ دونونکی جہت متحد ہو جب جہت متحد نہوئی تو امام سے آگے بڑہنا بھی ثابت نہوا اسیوجہ سے اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی الشامی **ولو وقف مسامتاً لرکن**
فی جانب الامام وکان اقرب لم ارہ وینبغی الفساد احتیاطاً لترجیح جہۃ الامام ہذہ صورتہ اور اگر کوئی مقتدی ایسی
کونے کی سیدہ مین کھڑا ہوا جو امام کی جانب مین ہی اور کعبہ سے بنسبت امام کے زیادہ قریب ہی تو مین نے امام
اس مسئلہ کا حکم نہین دیکھا اور احتیاط کی رو سے فاسد ہونا نماز مقتدی کا شایان ہی بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہہ صورت ہی اوسکی
اس حلہ کو سمجہانے کیلئے ہم مقدمہ مذکورہ بالا کو حروف سے نشان کرتے ہین فرض کرو کہ م ع ی ر خانہ کعبہ ہے اور رکن حجر گوشہ ح ہے اور فرض کرو کہ



امام دروازہ کعبہ کے سامنے کھڑا ہے اور مقتدی نے رکن حجر کیطرف مُنہ کرکے نیت کی تو اسصورت مین چونکہ گوشہ حد مشترک دو طرفونکا ہوتا ہے مقتدی کی جہت قبلہ دیوار ع ش اور ع ی دونو مین لیکن اگر امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو جائیگا تو اوسکی نماز درست نہوگی اسلئے کہ ہرچند جانب ع ی بھی اوسکی جہت ہی مگر چونکہ ع ش کیطرف امام ہی تو احتیاط اسیمین ہے کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھہرائی جاے تو مقتدی کا کعبہ سے قریب ہونا ایسا ہوا کہ اتحاد جہت کیصورت مین اپنے امام سے آگے بڑھ گیا اور حلقہ بنانیوالون کا پہلے مسئلہ کیصورت بنانا ہی کہ امام کیطرف کے قطعے مقام مقتدیون کے ہین جو امام کی نسبت کرکعبہ سے دور ہین اور باقی تین طرفونمین کعبہ سے قریب ہین وکذا لو اقتدوا من خارجہا بامام فیہا والباب مفتوح صح لانہ کقیامہ فی المحراب اور اسیطرح درست ہی اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدا کرین اُس امام کے پیچھے جو کعبہ کے اندر ہوا اور دروازہ کعبہ کا کہلا ہو اسلئے کہ امام کا کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہی جیسا محراب مین کھڑا ہونا ہم امام کا کعبہ کے اندر ہونا عام ہی اس سے کہ مقتدیون مین سے کوئی اوسکے ساتھہ ہو یا نہین اور یہہ اقتدا کو درست ہی مگر کراہت کی ساتھہ اسلئے کہ امام کا قد آدم اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے اور دروازہ کے کہلے ہونے کی قید اسلئے لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی دیکھکر معلوم کرلین پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی مکبر امام کی اللہ اکبر کی آواز پہنچاتا جائے تو اقتدا جائز ہونا چاہئے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم *

کتاب الزکوٰة

یہہ کتاب ہی احکام زکوٰة کے بیانمین قرنہا بالصلوٰة فی اثنین وثمانین موضعا فی التنزیل دلیل علی کمال الاتصال بینہما وفرضت فی السنة الثانیة قبل فرض رمضان متصل بیان کرنا زکوٰة کا نماز سے ۸۲ جگہہ قرآن شریف مین دلیل ہی دونو مین کمال کے درجہ کے اتصال کی اور زکوٰة دوسری برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر ہم یہہ بیان مناسبت کا شارح نے کردیا کہ ہرچند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہین دونو پاس پاس ذکر ہونی چاہئین مگر چونکہ نماز و زکوٰة مین اتصال شدت سے ہی اسوجہ سے زکوٰة کو روزہ پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہہ بہ تبعیت صاحب نہر الفائق اور بحر الرائق کے لکھدیا جنھون نے اس شمار کو مناقب بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہی حالانکہ یہہ شمار غلط ہی صحیح یہہ ہی کہ ۳۲ جگہہ ایک ساتھہ دونو کا ذکر قرآن مجید مین ہی چنانچہ ہمارے اوستادنے اوسکو شمار کیا ہے ولا تجب علی الانبیاء اجماعا اور زکوٰة واجب نہین انبیا علیہم السلام پر بالاتفاق ہم مفتی ابو السعود نے وجہ انبیا علیہم السلام پر زکوٰة واجب نہونیکی یہہ لکہی ہی کہ یہہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اوسکو صرف کر ڈالتے تھے اور بیموقع صرف کرنے سے اوسکو روکتے تھے دوسری یہہ کہ زکوٰة طہارت ہی اُس شخص کے حق مین جو آلودہ گناہ ہو اور انبیا علیہم السلام گناہون سے معصوم ہین کذا فی الطحطاوی هی لغة الطهارة والنماء وشرعا تملیک خرج الاباحة فلو اطعم یتیما ناویا الزکوٰة لا یجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان یعقل القبض الا اذا حکم علیہ بنفقتہم مضمرات خلافا للثانی بزازیہ زکوٰة لغت مین پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہین اور شرعا مالک کرنا ہی فقیر کو اُس حصہ مالی کا جسکو شارع نے معین کیا ہی شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کردینا نکل گیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادائے زکوٰة کوئی شخص کھانا کھلا دیوے تو کافی نہوگا بسبب نہونے تملیک کے مگر جبکہ کھانے کی چیز یتیم کو دیڈالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہی ادائے زکوٰة کے لئے اگر کپڑا پہنا دے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجھتا ہو یعنی چیز کو پھینک نہ دیتا ہو لیکن جس صورت مین کہ اُس شخص پر یتیمون کے نفقہ کا حکم ہوگیا ہو تو اب اونکو کپڑا پہنانا ادائے زکوٰة مین کافی نہوگا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا فی البزازیہ ہم چیز کے لینے کو سمجھنا کھانے اور لباس دونو سے متعلق ہی اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہہ صورت ہی کہ مثلا قاضی نے یتیمون کا نفقہ کسیوجہ سے اُس شخص کے ذمہ کیا اب اگر یہہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوٰة مین شمار کریگا تو زکوٰة ساقط نہوگی اسلئے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہی پس ایک واجب سے دوسرا واجب کیسے ادا ہوگا اور ضمیر جمع کی نفقتہم مین مناسب نہین ضمیر مفرد چاہئے اسلئے کہ اوسکا مرجع یتیم بصیغہ مفرد مذکور ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اباحت

کسی بھی ادا زکوۃ درست ہی کذا فی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک میں یہہ ہی کہ اباحت سی چیز کا م میں لانا مباح ہو جاتا ہی یہہ نہین کہ اوسمین
جو تصرف چاہی وہ کر سکے اور تملیک سی سب طرح کے تصرف کا اختیار رہتا ہی مثلاً اگر کہانا یتیم کو مباح کیا تو اوسکو اختیار اوسکی کہانیکا ہی نہ اور
تصرف کا اور اگر مالک کیا تہا ہی خود کہائی چاہی دوسرے کو دیڈالے یا بیچدے جزء مال خرج المنفعة فلو اسکن فقیرا داره سنة ناویا لا یجزیه
عینه الشارع وهو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلة والفطرة زکوۃ مالک کرنا ہی مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع نے اوسکو ٹھہرا یا ہی اور وہ
چالیسوان حصہ اوس مال نقد کا ہی جسپر ایک سال گذر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفع خارج ہوا یعنی وہ زکوۃ مین محسوب نہین ہو سکتا
مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گہر مین ایک سال بہ نیت ادا ء زکوۃ رکہا تو کافی نہو گا کیونکہ اوسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے
صدقہ نفل نکل گیا کہ اوسکی بابمین کچہہ تعیین ہی نہین اور صدقہ فطر بھی نکل گیا اسلئے کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہوتا هم طحطاوی نے کہا کہ جو
حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوۃ جانورون اور غلہ کی بھی اسمین شامل ہی کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصہ کے ہی من مسلم فقیر ولو معتوها غیر
هاشمی ولا مولاه ای معتقه هذا معنی قول الکنز تملیك المال ای المعهود اخراجه شرعا مالک کرنا ہی مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو
اور نہ انکے مولے یعنی آزاد کئے ہوئے غلام کو اور یہی ہی مراد کنز کے قول تملیک المال کی یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعاً معلوم ہی هم مصنف نے زکوۃ
کی تعریف مین تملیک جزء مال عینه الشارع کہا ہی اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہی تو شارح کہتا ہی کہ مال دونو تعریفون کا ایک ہی کیونکہ کنز مین المال
سے مال معہود مراد ہی اور الف لام عہد کا ہی یعنی وہی مال جو شارع نے مقرر کیا ہی مع قطع المنفعة عن المملك من کل وجه فلا یدفع الی اصله
وفرعه مالک کرنا ہی اسطرح کہ منفعت مالک کرنیوالے کی ہر وجہ سے منقطع ہو جاوے اس سبب سے نکلا کہ زکوۃ کا دینے والا اپنی اصل یعنی ماں باپ دادا
دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دے کیونکہ ان کو دینے مین من وجہ اوسکی منفعت باقی ہی
لله تعالی بیان لاشتراط النیة مالک کرنا ہی خدا تعالی کے حکم کی تعمیل کے لئے شارح نے کہا کہ یہہ بیان ہی نیت مشروط ہونے کا یعنی جب یہہ
کہا کہ فقیر کو دینا خدا تعالے کے امر کی بجا آوری کے لئے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوۃ مین نیت شرط ہی جیسے اور عبادات مقصودہ مین شرط ہے
بالاجماع کذا فی الجوهرة وشرط افتراضها عقل وبلوغ واسلام وحریة والعلم به ولو حکما لکونه فی دارنا اور زکوۃ کے فرض ہونیکی شرط
عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور فرض ہونیکا جاننا ہی اگرچہ فرض ہونے کا علم حکم کی روسے ہو جیسے اہل دار کا
دار الاسلام مین ہونا کہ یہان بیعلمی عذر نہین ہو سکتی ہان اگر کوئی کافر مالدار دار الحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اوسکو
زکوۃ کا حال معلوم نہوا تو اوسپر زکوۃ واجب نہو گی کذا فی الشامی هم فرض ہونے مین اتنی قیدون کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون
اور کافر اور غلام کے مال پر زکوۃ نہین وسببه ای سبب افتراضها ملك نصاب حولی نسبة للحول لحولانه علیه تام بالرفع صفة ملك
فخرج مال المکاتب اور سبب اوسکا یعنی زکوۃ کے فرض ہونیکا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہے شارح نے کہا کہ حولی نسبت ہی حول کیطرف
یعنی سال اور اوس مال کو حولی اسلئے کہا کہ اوسپر سال گذر جاتا ہی اور لفظ تام رفع کے ساتہہ صفت ہی ملک کی اس قید سے مکاتب کا مال نکل گیا
کہ اوسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہوتی اسیوجہ سے اوسکی مال پر زکوۃ نہین هم سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی کذا فی الشامی
اقول انه خرج باشتراط الحریة علی ان المطلق ینصرف للکامل مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہی حریت کے شرط ہونے سے علاوہ اسکی مطلق
ملک سے فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہو گی هم اس بیان سے شارح کی غرض یہہ ہی کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہی شامی نے کہا
کہ شارح کے قول مین کلام ہے کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہی جو جامع و مانع ہونی چاہیئے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاتی اور
تام کی قید نہ لگائی جاتی تو بلاشبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہو گی اور ذکر حریت کا شرط کے بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان
دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہہ ہوا کرتا ہے کہ کسیوجہ سے قید مذکور نہوئی ہو تو دفع اعتراض کے لئے یہہ

[illegible] یہ ہے کہ جو مال مقید ہو اوسکو [illegible] جو شخص [illegible] مقام میں [illegible] جو شخص [illegible]
[illegible] شخص [illegible] واجب ہو اور مال [illegible] ہو [illegible]
[illegible] مال [illegible] مال مغصوب کی تعداد [illegible]
[illegible] ہے کہ ایک شخص نے کسیکا مال [illegible] کر [illegible] مال [illegible] صاحب کے نزدیک [illegible]
[illegible] اوس شخص پر [illegible] مال کی زکوٰۃ [illegible]
[illegible] مال مغصوب کا مالک [illegible] زکوٰۃ [illegible]
[illegible] مال کی زکوٰۃ واجب [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] زکوٰۃ [illegible] قرض [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ کا [illegible] زکوٰۃ [illegible] قرض [illegible]
[illegible]
[illegible] زکوٰۃ [illegible]
[illegible] زکوٰۃ [illegible]
[illegible] زکوٰۃ [illegible] قرض [illegible] زکوٰۃ [illegible]
[illegible] ایک شخص کے پاس مال [illegible] نصاب [illegible] زکوٰۃ واجب [illegible]
[illegible] قرض [illegible]
[illegible] زکوٰۃ [illegible] قرض دینے والے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اس شخص کی حاجت اصلی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

الشامی تام ولو تقدیرا بالعین او علی الاصح فلا زکوۃ ولو بمائۃ نصاب مذکور بڑھنے والی ہو اگرچہ تقدیرا بڑھے اسطرح کہ مالک اوسکو بڑھانے پر قادر ہو
خواہ اپنے یا نائب کے وسیلہ سے بڑھا سکتا ہو ف مال زکوۃ دو طرح ہے ایک خلقی یعنی جسکی پیدائش دفع حاجت کے لئے ہے وہ تو چاندی اور سونا
ہے تو ان دونو مین زکوۃ واجب ہوتی ہے خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہین دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوۃ کی لیاقت پیدا
کرتا ہے اور وہ سوا نقدین کے اور چیزین ہین پھر مال کا بڑھانا دو طرح ہے ایک حقیقی تجارت اور جانورون سکے بچے لینے اور ایک تقدیری
یعنی تجارت وغیرہ کی قدرت ہونی اسطرح کہ مال اپنے ہاتھ مین ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ مین کذا فی الطحطاوی والشامی فرع علی شبہ وقولہ
فلا زکوۃ علی مکاتب لعدم الملک التام ولا فی کسب ماذون ولا فی مرہون بعد قبضہ ولا فیما اشتراہ للتجارۃ قبل قبضہ پس مصنف نے
سبب جو ہوا نے اس قول سے تفریع کی کہ زکوۃ نہین مکاتب پر بسبب نہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہے وہ مکاتب
کی پوری ملکیت مین نہین کیونکہ اوسمین حق اوسکے آقا کا لگا ہوا ہے جبتک مال کتابت اوسکے ذمہ ہے اور نہ اوس غلام کی کمائی مین زکوۃ ہے جسکو
آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہے بشرطیکہ مال غلام کے قبضہ مین ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکھی ہوئی چیز مین زکوۃ ہے مرتہن سے
لے لینے کے بعد یعنی اگر راہن نے اپنا مال کچھ برسون تک رہن رکھا تو بعد چھڑانیکے اوسکی زکوۃ زمانہ رہن کی اوسکے ذمہ نہین بسبب نہونے قبضہ
کے اور نہ مرتہن پر اوسکی زکوۃ ہے کیونکہ اوسکی ملک نہین اور نہین زکوۃ اوس مال مین کہ اوسکو تجارت کے لئے خریدا ہو پیشتر اوسکو قبضہ کرنیکے
یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس بھر کے مثلا قبضہ کیا تو اوس برس کی زکوۃ مشتری پر نہوگی ولا فی دین للعبد بقدر دینہ فیخرج
الزائد ان بلغ نصابا اور نہین زکوۃ بندہ کے قرضدار پر بقدر اوسکے قرض کے پس زکوۃ دے زائد از قرض کی اگر وہ نصاب زکوۃ ہو مثلا ایک شخص
کے ذمہ سو روپیہ قرض ہین اور اوسکے پاس مال زکوۃ دو سو روپیہ کا ہے تو سو کی زکوۃ دے کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہین جو نصاب سے زیادہ ہین
اور اگر کم بچین یا کچھ نہ بچے تو زکوۃ نہین مثلا ۱۳۰ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت مین قرضہ کے سو دیکر ۳۰ بچین گے جو نصاب سے کم ہین اور دوسری
صورت مین کچھ نہ بچیگا تو ان دونو صورتون مین زکوۃ اوسپر نہین نعم وضع الدین کالہلاک عند محمد ورجحہ فی البحر اور سال کے درمیان قرض کا
ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہے امام محمد کے نزدیک اور ترجیح دی ہے اسکو بحر الرائق مین ف صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس
دو سو روپیہ کا مال زکوۃ ہے آٹھ مہینے کے بعد مثلا اوسکے ذمہ دو سو روپیہ یا ڈیڑھ سو قرض ہو گیا اور سال پورا ہونیکے بعد پھر دو سو ہو گئے تو
امام محمد کے نزدیک نئے سر سے برس کا شمار کرے پچھلے برس کی زکوۃ اوسپر نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع زکوۃ نہین اس سال کی
بھی زکوۃ اوسکے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اوس سے زکوۃ بالاتفاق ساقط نہوگی کذا فی الطحطاوی ولو لہ نصب
صرف الدین لایسرہا قضاء ولو اجناسا صرف لاقلہا زکوۃ فان استویا کاربعین شاۃ وخمس من الابل خیر اور اگر قرضدار کے پاس کئی نصاب
ہون تو قرض اوس نصاب کی طرف لگایا جاویگا جس سے ادا قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسین ہون تو قرض اوس نصاب مین
لگایا جائیگا جسکی زکوۃ کمتر ہو اور اگر زکوۃ مین جنسین برابر ہون مثلا ۴۰ بکریان اور پانچ اونٹ کہ دونو کی زکوۃ ایک بکری ہے تو مالدار کو اختیار دیا
جائیگا کہ جس جنس کو چاہے دین مین رکھکر باقی جنس کی زکوۃ دے ف کئی نصابونکی مثال یہہ ہے کہ ایک شخص کے پاس روپیہ اشرفیان بقدر نصاب
ہین اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب اور جانور بھی تو اوسکے قرضہ مین اول روپیہ اشرفیان محسوب ہونگی پھر اسباب تجارت پھر جانور اور کئی
جنسونکی مثال یہہ ہے کہ مثلا جانورونکی کئی جنس بقدر نصاب ہون یعنی ۴۰ بکریان اور ۳۰ گائین اور پانچ اونٹ تو قرض مین بکریان یا اونٹ
محسوب ہونگے گائین نہونگی کیونکہ ۳۰ گایون کی زکوۃ ایک برس کا بچھڑا ہے اور بکریون اور اونٹون کی زکوۃ ایک بکری ہے جو کم قیمت ہے
اور یہہ صورت اوسوقت ہے کہ صدقہ لینے والا موجود ہو ورنہ صاحب مال کو اختیار ہے چاہے دین کو مواشی کی طرف لگا کر روپیون اشرفیون کی زکوۃ
دے چاہے اسکا الٹا کرے کذا فی الشامی ولا فی ثیاب البدن المحتاج الیہا لدفع الحر والبرد وابنیۃ سکنی وآلات المحترفین

الزکوٰۃ ہو جیسے بدن کے کپڑے و رہنے کے مکان جنکی حاجت گرمی و سردی میں ضرورت ہی ہوتی ہے کذا قالہ ابن ملک اور نہیں زکوٰۃ ہے گھر کے اسباب اور رہنے کے گھر اور ان جیسی چیزوں میں وہ کا نوکر چاکر سواری کے لیئے اور ہتیار رکھنے کے لیئے ہتا ہو کذا فی الطحطاوی وکذا الکتب وان لم تکن لاہلہا اذا لم تنو للتجارۃ غیر ان الاہل لہ اخذ الزکوٰۃ وان ساوت نصبا الا ان تکون غیر فقہ وحدیث وتفسیر او تزید علی نسختین منہا ہو المختار اور اسیطرح زکوٰۃ نہیں کتابوں میں اگرچہ نہوں اوسکے پاس جو اُن کا اہل ہو یعنی جس شخص کے پاس ہوں تب بھی اُنمیں زکوٰۃ نہیں بشرطیکہ تجارت کی نیت اُنمیں نہو ہاں اسقدر ہی کہ علم والے کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اگرچہ کتابیں کئی نصاب کی برابر ہوں یعنی کتابیں اوس کے حق میں توانگری نہوگی بخلاف جاہل کے کہ اوسکے پاس کتابیں بقدر نصاب ہوں تو اوسکو زکوٰۃ کا لینا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی مگر یہ کہ ہوویں کتابیں فقہ اور حدیث اور تفسیر کے سوا اور علوم کی کہ بقدر نصاب اونکے ہونے سے عالم کو بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہیں یا یہ کہ کتابیں علوم دینی کی ہوں مگر دو دو نسخوں سے زیادہ ہوں تب بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہیں یہی قول مختار ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ دو نسخوں سے زیادہ ہونیکا قول ضعیف ہی زکوٰۃ کے نہ لینے میں معتبر یہ ہے کہ ایک نسخہ سے زائد اگر ہونگے تب بھی زکوٰۃ لینی درست نہوگی اور فتح القدیر اور نہر الفائق میں اسیکو مختار کہا ہی وکذلک آلات المحترفین الا ما یبقی اثر عینہ کالعصفر لدبغ الجلد ففیہ الزکوٰۃ بخلاف ما لا یبقی کصابون یساوی نصبا وان حال الحول اور اسیطرح زکوٰۃ نہیں حرفہ والوں کے آلات میں مگر جس آلہ کا اثر باقی رہے جیسے کسم ہے کہال رنگنے کے لیئے تو اوسمیں زکوٰۃ ہی بخلاف اُس چیز کے کہ باقی نرہے جیسے صابن کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ اوسپر برس گذر جاوے مگر زکوٰۃ نہوگی ہم حرفہ والوں کے آلات دو قسم ہیں ایک وہ کہ کام کے بعد خود موجود رہیں جیسے بسولہ اور سوہن وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی نرہیں اور اس قسم کی دو نوع ہیں ایک وہ کہ انکا اثر موجود رہتا ہی جیسے کسم اور زعفران کپڑا رنگنے میں اور کسم اور تیل کہال رنگنے میں دوسرے وہ کہ اوسکا کچھ اثر بھی نرہے جیسے صابن تو پہلی قسم کے آلات میں زکوٰۃ نہیں اور دوسری کی پہلی نوع میں یعنی کسم وغیرہ میں زکوٰۃ ہی اور دوسری نوع میں نہیں اور بعض نسخوں میں عفص کی جگہ عصفر ہے وہ غلط ہی کیونکہ عصفر کسم کو کہتے ہیں جو کپڑا رنگنے میں کام آتا ہے نہ کہال رنگنے میں قالہ الشامی وفی الاشباہ والفقیہ لا یکون غنیا بکتبہ المحتاج الیہا الا فی دین العباد فتباع لہ اھ اشباہ میں ہی کہ عالم اپنی حاجت کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا یعنی اوسپر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور اوسکو زکوٰۃ کا لینا درست ہے مگر بندوں کے قرض میں اگر دار مقصود ہوگا تو لوگونکا قرض ادا کرنے کے لیئے اوسکی کتابیں فروخت کیجاینگی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر استخرجہ بعدہا ومغصوب لا بینۃ علیہ فان لہ بینۃ تجب لما مضی الا فی غصب السائمۃ فلا تجب وان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ اھ اور نہیں ہی زکوٰۃ گمشدہ مال میں جسکو کئی برس کے بعد پایا یعنی ایام گذشتہ کی زکوٰۃ دینی نہوگی اور نہ اُس مال میں جو دریا میں گرا اور بعد کئی برسوں کے نکالا اور نہ اوس مال میں جو کسی نے چھین لیا اور اوسپر گواہ نہیں پس اگر اوسکے گواہ ہوں تو ایام گذشتہ کی زکوٰۃ واجب ہوگی بعد قبضہ میں آنیکے مال کے مگر سائمہ جانور کے غصب میں کہ زکوٰۃ واجب نہوگی اگرچہ غاصب غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ میں ہی ہم سائمہ اُن جانوروں کو کہتے ہیں جنکو آدمی اکثر ایام سال میں مباح جنگل میں چراتے ہوں دودھ اور بچہ لینے کی غرض سے تو چونکہ بعد غصب ہونیکے یہ امر اوسکو حاصل نہوگا اسلیئے ان ایام کی زکوٰۃ اوسکو دینی نہوگی کذا فی الطحطاوی ومدفون ببریۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ وکذا الودیعۃ عند غیر معارفہ اور نہیں زکوٰۃ اوس مال میں جو جنگل میں مدفون ہوا اور دفن کی جگہ بھول گیا ہو پھر اوسکو یاد کیا ہو کیونکہ جگہ محفوظ نہتی اتفاق سے مال ملگیا اور اسی طرح اُس امانت میں زکوٰۃ نہیں جو ناآشنا لوگوں کے پاس ہو کیونکہ اس صورت میں احتمال نسیان کا غالب ہی لہذا اگر ملنے والوں پہچان والونکے پاس امانت ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی بخلاف المدفون فی حرز ولو دار غیرہ بخلاف اُس مال کے کہ کسی محفوظ جگہ میں مدفون ہو کہ اوسپر زکوٰۃ واجب ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ حرز خواہ اپنا گھر ہو یا غیر کا اور وجوب یہ ہے کہ سب گھر کو کھود کر مال نکال سکتا ہے لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اوسمیں دفن کیا ہوا مال ایسا ہی ہے جیسا جنگل میں واختلف فی المدفون فی کرم وارض مملوکۃ اور اختلاف ہی اوس مال کی زکوٰۃ میں جو کسی باغ میں یا زمین مملوک میں مدفون ہو ہم جو لوگ اوسپر زکوٰۃ واجب بتلاتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ تمام زمین کا کھودنا ممکن ہے اور جو واجب نہیں کہتے وہ یہ کہتے ہیں کہ سب زمین کا کھودنا دشوار ہی یا خالی وقت سے نہیں کیونکہ اسکے

[illegible] دین یکان حجۃ السمع عن سنین فی لا بینۃ علمہ القاضی او تمانا بان کو تبہ ما متن فی وحتیہ من حقوق الجنایۃ بما اوفی [illegible] بحیث لا فقیطیع ما فقال نصب لہا یعنی اور نہیں زکوٰۃ اسپر قرض میں جسکا قرضدار نے برسوں انکار کیا تہا اور مالک کے پاس اوسپر گواہ نہ تہے پہر اوسکو پاس گواہ ہو گئی اسطرح کہ قرضدار نے برسوں کے بعد لوگوں کے سامنے قرضکا اقرار کر دیا المونکو وہ کے واجب نہونیکو مقید کیا ہے کے بابت المعروف مین ایسی امر ہے کہ قرضدار منکر ہے قسم لی گئی ہو یا نہیں کے محکمہ مین ایسی ہے یہ نکلا کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار کریگا تو گذشتہ سالونکی زکوٰۃ واجب ہوگی وما اخذ بسبب مکر فای لما اخذ وصلی الیہ بعد سنین کالمغصوب [illegible] نہیں زکوٰۃ اوس مال میں جو بطور غصب کے زبردستی لیا جاوے پہر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب بڑہنے مال مذکور کے ہم طحاوی نے کہا کہ اسدم النمو علت ہے یا [illegible] منقول ہے کہ مال مضاربہ وغیرہ تلف کی یعنی اون اموال مین وجوب زکوٰۃ کے واجب نہونیکی یہہ ہے کہ مالک انکو بڑہا نہیں سکتا الا صل فیہ حدیث علی لا زکوٰۃ فی مال الضمار وہو ما لا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک اور اصل الیسی اموال کی زکوٰۃ کے نہونے مین حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے کہ زکوٰۃ نہیں مال ضمار مین اور ضمار وہ مال ہے کہ مالک ترک الصور کی ما آتی ہے نگران سے فائدہ ہو لینا اوسکا ممکن نہو ولو کان الدین علی مقر ملی او جل معسر او مفلس ای محکوم بافلاسہ او علی جاحد علیہ بینۃ وعن محمد لا زکوٰۃ وہو الصحیح ذکرہ ابن مالک وغیرہ لان البینۃ قد لا تقبل او علم بہ قاض سیجئ ان للمفتی بہ عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکہ لزم زکوٰۃ ما مضی وسنفصل الدین فی زکوٰۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر توانگر ادا دہندہ پر ہو یا تنگدست پر ہو یا ایسے پر یعنی جسکو مفلس ہونے کا حکم مشتہر ہو چکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اوسپر گواہ ہوں یا اوس قرض کو قاضی جانتا ہو پہر اسطرح کا قرض مالک کی ملک مین پہونچے تو اوسپر گذشتہ برسوں کی زکوٰۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہہ منقول ہے کہ منکر پر قرض ہو تو باوجود گواہ ہونے کے اوسپر زکوٰۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہے ذکر کیا ہے اوسکو ابن ملک اور دوسرے لوگوں نے کیونکہ گواہ بعض اوقات مقبول نہیں ہوتے تو انکا ہونا نہونا برابر ہے اور آگے آویگا کہ فتوی یہہ ہے کہ اگر قاضی اپنے علم کی بموجب کسی معاملہ مین حکم کر دیگا تو اوسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کی تفصیل ہم مال کی زکوٰۃ مین بیان عنقریب ذکر کرینگے یعنی دین تین قسم ہے قوی اور وسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اوسپر زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی وسبب لزوم ادائہا توجہ الخطاب یعنی قولہ تعالی واتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ کے ادا کرنیکے لازم ہونیکا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خدا کا ہے کہ زکوٰۃ دو یعنی جب آیت مین خطاب مکلفون کی طرف امر ہونے کے لیے ہے تو ادا کرنا اوسکا لازم ہے شامی نے کہا کہ یہہ سبب حقیقی ہے اور پہلی جو ملک نصاب کو سبب کہا تہا وہ مجازی ہے [illegible]

وشرطہ ای شرط افتراض ادائہا حولان الحول وہو فی ملکہ وثمنیۃ المال کالدراہم والدنانیر لتعینہما للتجارۃ باصل الخلقۃ فتلزم الزکوٰۃ کیفما امسکہما ولو للنفقۃ او السوم او نیتہا الا انیۃ للتجارۃ فی العروض اور شرط زکوٰۃ یعنی ادا زکوٰۃ کے فرض ہونیکی [illegible] ہے کہ اوس مال پر مالک کی ملک میں [illegible] پہر شرط یہہ ہے کہ مال کا نقد کی زکوٰۃ میں جیسے روپیہ اشرفیاں [illegible] بسبب متعین ہونے ان دونو کے تجارت کو اصل پیدایش مین [illegible] ہوگی یا نہ دونو پر زکوٰۃ جسطرح او نکو رکہے [illegible] نفقہ کے لیے ہو یا تجارت کے لیے [illegible] کے ساتہہ یعنی چانذی کی زکوٰۃ کے [illegible] شرط [illegible] اوس میں نیت [illegible] کی [illegible] شرط ہے [illegible] یا [illegible] ہم چلتے ہیں [illegible] [illegible] زکوٰۃ [illegible] سن کا [illegible] شرط نہیں کذا فی الشامی [illegible] بعض القا [illegible] لفظ [illegible] القابلیۃ بالتجارۃ [illegible] بلا [illegible] [illegible] یعنی [illegible] [illegible]

[illegible] مین اسباب تجارت کے بیچنے کے بعد اگر دیا جاوے [illegible] زمین [illegible] اسباب [illegible] کے
[illegible] نیت مرہم کے یا مستغنی کہین [illegible] الا ان یکون [illegible]
یا [illegible] کے خریدنے سے اُس مال کو کہ مضارب خرید کرے اسلیے کہ وہ ہر صورت مین تجارت کے لیے ہے خواہ مضارب نیت
کرے یا نکرے [illegible] کہ مضارب مال مضاربت تجارت کے واسطے خرید سکتا ہے اختیار نہین رکہتا نہر الفائق مین کہا کہ اگر مضارب کی
[illegible] ہو تو [illegible] نیت مین شامل ہے کہین تو استثنا کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح نیۃ التجارۃ فیما تخرجہ من ارضہ العشریۃ
او الخراجیۃ او المستأجرۃ او المستعارۃ لئلا یجتمع الحقان اور درست نہین نیت تجارت کی اُس پیداوار مین جو پیدا ہو اسکی زمین
عشری مین یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مانگی ہوئی مین تاکہ نہ جمع ہون دو حق ہم یہ علت ہے چارون صورتون کی مگر کرایہ اور
عاریت کی صورت مین اسوقت نیت درست نہوگی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین کی دہ یکی ذمہ کرایہ دار اور مانگنے
والے کے ہوتی ہے اسلیے اگر پیداوار مین زکوۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جاوینگے ہان اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک زمین پر
ہوتا ہے اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار مین کرینگے تو درست ہوگی کیونکہ اس صورت مین دو حق جمع نہونگے خراج
اور شخص پر ہوگا اور زکوۃ دوسرے پر کذا فی الطحطاوی وشرط صحۃ ادائہا نیۃ مقارنۃ لہ ای للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو
دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم فی ید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیۃ او دفعہا لذمی لیدفعہا للفقراء جاز لان
المعتبر نیۃ الآمر ولذا لو قال ہذا تطوع او عن کفارتی ثم نواہ عن الزکوۃ قبل دفع الوکیل صح درمختار اور زکوۃ کی شرط وہ نیت ہے جو ادا
کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکما ہو مثلا زکوۃ فقیر کو بلا نیت دی پھر نیت کی اسوقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہے یا ایک شخص کو
ادائے زکوۃ کا وکیل کیا اور وکیل مذکور کو روپیہ دینے کیوقت نیت ادائے زکوۃ کی کر لی پھر وکیل نے بلانیت مستحق کو حوالہ کیا یا زکوۃ کسی ذمی کو
دی اس غرض سے کہ وہ فقیرون کو دیدے تو درست ہے اسلیے کہ معتبر نیت امر کرنے والے کی ہے اور اسیواسطے اگر وکیل سے کہا کہ یہ
صدقہ نفل ہے یا میرے کفارہ کی عوض ہے پہر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال کسیکو دے نیت کر لی کہ زکوۃ کیطرف سے ہے تو درست ہے
ہم یعنی اگرچہ وکیل دینے کیوقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے مگر جو کچھ موکل اسکے دینے سے پیشتر نیت کر لیگا وہی معتبر ہوگی
اور ذمی کے دینے کی مثال اسلیے لکھی تاکہ معلوم ہو کہ عبادت مالی مین کافر کی نیابت جائز ہے بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہے عبادت بدنی اور
مالی سے اسمین کافر کو وکیل کرنا درست نہین کذا فی الشامی ولو خلط زکوۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اور اگر وکیل
نے اپنے موکلون کی زکوتین باہم خلط کر دین تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیر کو دیدیگا تو اپنی طرف سے احسان کرنیوالا
ہوگا موکلون کیطرف سے زکوۃ ادا نہوگی مگر اس صورت مین کہ وکیل مذکور کو فقیرون نے مال زکوۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو
ہم ضمان وکیل پر اسصورت مین ہے کہ مالکون نے اذن خلط کا نہ دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃ یا دلالۃ اذن ہو اسطرح کہ مالکون کو
خلط کا رواج [illegible] وکیل سے تعرض نکیا تو اسصورتمین خلط جائز ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال
ربہا ضعہا حیث شئت اور وکیل کو جائز ہے کہ زکوۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہین جائز ہے رکہ لینا خود اپنے لیے مگر
اس صورتمین کہ مالک نے کہدیا ہو کہ صرف کر تو زکوۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اسصورتمین اگر وکیل مصرف زکوۃ ہو اور اپنے لیے رکہ لے تو جائز ہے
[illegible] کذا فی الطحطاوی ولو تصدق بدراہم نفسہ اجزأ ان کان علی نیۃ الرجوع وکانت دراہم الموکل قائمۃ اور اگر وکیل نے خود اپنے روپیے زکوۃ
مین دیدیے [illegible] تو کافی ہو بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیے سے لے لیگا اور موکل کے روپیے بہی اسکے پاس موجود ہون تو کافی
[illegible] اسکے پاس [illegible] ہو تو موکل کیطرف سے [illegible] کافی نہوگا کذا فی

[illegible] زراعت [illegible]

[illegible]

[illegible] الاشباہ [illegible] حیلہ زکوٰۃ [illegible]

[illegible] محتاج اوس [illegible] مردہ [illegible] ثواب دونون کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہے زکوٰۃ کو مسجد کی تعمیر مین [illegible]

[illegible] کو دیدے کہ وہ مسجد مین صرف کرے اور اسکا پورا بیان اشباہ کے حیلون کے بیان مین ہے اور یہی حیلہ ہے [illegible]

[illegible] مین [illegible] وافتراضہا عمری ای علی التراخی [illegible] وقیل فوری ای واجب

علی الفور [illegible] الوہبانیہ اور فرض ہونا زکوٰۃ کا عمری ہے یعنی اگر عمر بھر مین کبھی ادا کریگا تو گنہگار نہوگا اور [illegible]

[illegible] اور ایک قول یہہ ہے کہ اوسکا فرض ہونا فوری ہے یعنی اوسیوقت ادا کرنا واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے جیسا [illegible]

وہبانیہ مین ہے فیاثم بتاخیرہا بلا عذر وترد شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر معہ قرینۃ الفور وہی انہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ [illegible]

علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام تمامہ فی الفتح پس گنہگار ہوگا ادائے زکوٰۃ مین بدون عذر تاخیر کرنے سے اور اوسکی گواہی

مقبول نہوگی یعنی بسبب فاسق ہو جانیکے اسلیے کہ زکوٰۃ کو فقیر پر صرف کرنیکے امر کے ساتھ علی الفور ہونیکا قرینہ موجود ہے [illegible]

[illegible] فقیر کے دینے کا اوسکی حاجت کے دور کرنیکو ہے اور اوسکی حاجت سردست موجود ہے تو اگر زکوٰۃ علی الفور واجب نہو تو زکوٰۃ کے [illegible]

[illegible] سے مقصود کامل طور پر حاصل نہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر مین ہے لا یبقی للتجارۃ ما ای عبد مثلا اشتراہ لہا فنوی بعد ذلک خدمتہ

ثم ما نواہ للخدمۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا ما لم یبعہ بجنس ما فیہ الزکوٰۃ والفرق ان التجارۃ عمل فلا یتم بمجرد النیۃ بخلاف الاول فانہ ترک العمل فیتم بہا

نہین باقی رہتا تجارت کے لیے وہ مال یعنی مثلا غلام کہ اوسکو مول لیا تہا تجارت کے لیے اور اوسکے بعد نیت کرلی اوس سے خدمت لینے کی تو بمجرد نیت

کے تجارت کا نرہیگا پہر جس مال کو استعمال کے لیے نیت کی وہ تجارت کا نہوگا اگرچہ مالک اوسکو تجارت کے لیے نیت کرے جبتک کہ اوسکو اوس کی

عوض نہ بیچڈالے جسمین زکوٰۃ ہوتی ہے یعنی مثلا غلام خدمت کی نیت سے مول لیکر تجارت کی نیت کی تو صرف نیت سے تجارت کا نہوگا جبتک اوسکی

عوض ایسا مال لے جسمین زکوٰۃ ہے اور فرق دونو صورتون مین یہہ ہے کہ تجارت ایک عمل ہے تو صرف نیت سے پورا عمل نہوگا بخلاف اول صورت

یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہے اور ترک عمل نیت سے بہی کامل ہو جاتا ہے ہم بجنس ما فیہ الزکوٰۃ کی قید سے یہہ صورت نکل گئی کہ مثلا غلام

کو بہ نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر مین دیدیا یا قصاص کی صلح مین دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض مین حوالہ کیا تو ان صورتون مین [illegible]

[illegible] ہوگی اور ترک عمل مین صرف نیت کافی ہے مثلا مقیم اور روزہ دار اور کافر مین صرف نیت کافی ہے کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہے اور [illegible]

[illegible] افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور انکے مقابل مین صرف نیت کافی نہین مثلا صرف نیت سے مسافر نہوگا اور نہ افطار کرنیوالا اور نہ [illegible]

[illegible] وما اشتراہ لہا ای للتجارۃ کان لہا لمقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثہ ونواہ لہا لعدم العقد الا اذا تصرف فیہ [illegible]

[illegible] النیۃ بالعمل الا الذہب والفضۃ والسائمۃ کما فی الحاشیۃ [illegible] زکوٰۃ [illegible]

[illegible] مول لیا وہ تجارت ہی کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہین ہوگا تجارت کا وہ مال کہ اسکا وارث ہوا

[illegible] بسبب نہونے عقد کے یعنی میراث کے ملنے مین کوئی عقد معاوضہ نہین ہے [illegible] اعتبار ہو [illegible]

[illegible] تصرف کرے [illegible] تجارت یعنی جس وقت مثلا بیع کرلے کہ اسکا عوض تجارت کے لیے [illegible] زکوٰۃ واجب ہوگی [illegible]

[illegible] بسبب متصل ہونے نیت کے [illegible] میراث [illegible]

[illegible]

... بھی نہ ہوگا جو کہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لئے نہیں ہے [illegible]
نہیں اور سائمہ میں ہوگی کہ جب سے [illegible] ہے اس پر [illegible] تو اب [illegible] نیت کی حاجت نہیں [illegible]
زکوٰۃ لازم ہوگی کذا فی الخلاصۃ [illegible] وما ملکہ [illegible] خلع [illegible]
[illegible] وکذا لو کان [illegible] التجارۃ فانہ [illegible]
[illegible] یعنی جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنی جو مال کہ قبول کرنے پر اسکا مالک ہونا موقوف ہو [illegible]
[illegible] ہبہ میں ملا یا وصیت میں یا مہر نکاح میں یا خلع کے عوض میں یا صلح بعوض قصاص میں اور اس مال میں نیت تجارت
کی تو یہ مال امام ابو یوسف کے نزدیک تجارت کا ہو جائیگا اور یہی صحیح ہے کہ تجارت کے لئے نہ ہوگا کیونکہ تجارت مال کا مال سے [illegible]
عوض [illegible] معاملات میں بدون مال کے [illegible] تو تجارت کے لئے نہ ہوگا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے [illegible]
کی قید [illegible] لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام [illegible] خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاوے تو یہ
تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخزانہ [illegible] جو چیز مال تجارت کے عوض قبضہ میں آوے تو وہ بھی تجارت کے لئے ہوگی
نیت کے [illegible] کیونکہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے میں نیت تجارت دلالۃً موجود ہے تو اب نیت جدید کی حاجت نہیں [illegible]
کذا فی الاشباہ [illegible] اور شرح اشباہ میں ہے کہ جب نیت متصل ہو ایسی چیز سے کہ مالک
[illegible] نیت درست نہ ہوگی [illegible] اس قول کی تائید کے لئے بیان کیا [illegible]
وللجواہر [illegible] ان تکون للتجارۃ [illegible] نہیں ہے زکوٰۃ موتیوں اور جواہر میں اگرچہ ہزار کی قیمت کے ہوں بالاتفاق مگر اس
صورت میں کہ موتی اور جواہر تجارت کے لئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہوگی م جواہر سے مراد یاقوت و زمرد وغیرہ ہیں اور انپر زکوٰۃ نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ
اصل [illegible] میں یہ چیزیں [illegible] نہیں کذا فی [illegible] والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط عدم المانع المؤدی [illegible]
[illegible] مقارنتہا لعقد التجارۃ وهو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارة او استقراض [illegible] اور قاعدہ کلیہ زکوٰۃ کے ہونیکا یہ ہے کہ جو مال سوا چاندی
اور سونے اور چرائی کے جانوروں کے ہو اسپر زکوٰۃ جبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرطیکہ نہ ہونے مانع کے جس سے دوبارہ زکوٰۃ کی نوبت پہنچے اور بشرط متصل ہونے
نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت [illegible] حاصل کرنا مال کا ہے عوض مال کے بذریعہ خریدنے کے عقد کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے [illegible]
[illegible] دو بار صدقہ لینے [illegible] ہیں تو اگر زمین عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اسمیں زکوٰۃ [illegible]
عشر [illegible] واجب ہو جائیگا فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئا للقنیۃ [illegible] لا تجب علیہ [illegible]
[illegible] اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر میں رکھنے کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ ڈالیگا تو اسپر زکوٰۃ [illegible]
[illegible] متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے [illegible] زمین [illegible] عشری یا خراجی [illegible]
نہ ہوگی [illegible] عشر اور خراج مانع زکوٰۃ ہیں [illegible] التجارۃ [illegible]
[illegible] لا تکون للتجارۃ [illegible] اور جیسا کہ اگر خریدی کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے [illegible]
[illegible] یا بیج مول لیا تجارت کے لئے [illegible]
[illegible]
تو اگر زمین عشری کو نیت تجارت [illegible]
میں [illegible] مال تجارت [illegible]

باب اول — السائمة یہہ ہے چرنیوالے جانورون کی زکوۃ کے بیان مین هی الراعیة ثم المکتفیة بالرعی
المباح ذکرہ الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر والنسل ذکرہ الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادة والتسمین لیعم الذکور فقط لکن فی البدائع
لو اسامها للحم فلا زکوۃ فیها کما لو اسامها للحمل والرکوب ولو للتجارۃ ففیها زکوۃ التجارۃ ولعلهم ترکوا ذلک لتصریحهم بالحکمین
سائمہ لغت مین چرنیوالے جانور کو کہتے ہین اور شرع مین جو اکتفا کرے مباح چرائی پر یعنی جسمین مالک کو کچھہ دینا نہ پڑے اور اس قید کو شمنی
نے ذکر کیا ہے اکتفا کرے اکثر سال مین اور اسکو قصد دودھ کے اور نسل یعنی بچہ لینے کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور محیط مین اتنا اور زیادہ
کیا ہے اور زیادتی اور موٹا ہونے کے لئے تاکہ شامل ہو صرف نرون کو بھی لیکن بدائع مین ہے اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لئے تو انمین
زکوۃ نہین ہے ایسا ہی اگر چرایا لادنے یا سواری کے لئے اور اگر تجارت کے لئے چرایا تو انمین زکوۃ تجارت کی ہے اور شاید کہ
اہل متون نے اس قید کو اسلئے نہین ذکر کیا کہ وہ دونون حکمون کی تصریح کر چکے ہین م یعنی بیان کر چکے ہین کہ جس مال کی نیت تجارت
کی ہو اسمین زکوۃ ہے اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہے اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لئے ہون انمین زکوۃ نہین ہے
قال الشلبی فلو علفها نصفه لا تکون سائمة فلا زکوۃ فیها للشک فی الموجب پس اگر گہاس کہلایا جانورون کو آدہے
برس یعنی گہر پر باندہ کر تو سائمہ نہونگے اور اسلئے زکوۃ بھی اون مین نہو گی کیونکہ موجب زکوۃ یعنی سائمہ ہونا مشکوک ہے م
یعنی جانورون مین زکوۃ بشرط سوم ہوتی ہے تو جب نصف برس تک اپنی گہر سے گہاس کہلایا تو سوم مین شک پڑ گیا و یبطل
حول زکوۃ التجارۃ بجعلها للسوم لان زکوۃ السوائم وزکوۃ التجارۃ مختلفان قدرا وسببا فلا یبنی حول احدهما
علی الآخر اور زکوۃ تجارت کا برس باطل ہوجاتا ہے اون کے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوۃ سوائم کی اور زکوۃ تجارت کی مختلف
ہین مقدار مین اور سبب مین تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر مبنی نہین ہو سکتا م اس مسئلہ کی صورت یہہ ہے کہ ایک
شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہین چند روز بعد اوسنے اونکو دودہ اور نسل کے لئے چرنے چہوڑ دیا تو اب سال زکوۃ
چرائی کے دن سے شروع ہوگا پہلے دن اس سال مین محسوب نہونگے کیونکہ زکوۃ تجارت کی مقدار چالیسوان حصہ ہے اور
سوائم کی زکوۃ جانور دینا پڑتا ہے اور دونون کو وجوبکا سبب بھی مختلف ہے کہ تجارت مین نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہے اور
سوائم مین عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتراها للتجارۃ ثم جعلها سائمة اعتبر اول الحول من
وقت الجعل للسوم کما لو باع السائمة فی وسط الحول او قبله بیوم بجنسها او بغیر جنسها او بنقد ولا نقد عنده او
بعرض ونوی بها التجارۃ فانه یستقبل حولا آخر جوهرہ وفیها لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلة زکوۃ لعدم الملک
ولا فی المواشی العمی ولا مقطوعة القوائم لانها لیست سائمة پس اگر خریدا مواشی کو تجارت کے لئے پہر چہوڑ دیا چرائی
پر تو معتبر ہوگا اول سال جسوقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچدیا سوائم کو برس کے اندر یا برس روز سے ایک دن پہلے بدلے انکی
جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلہ نقد کے اور نقد اوسکے پاس موجود نہین یا بیچا بدلہ اسباب کے اور نیت کر لی اسباب مین تجارت
کی تو ان سب صورتون مین نئے سرے سے برس شروع ہوگا کذا فی الجوہرہ اور اسمین یہہ بھی ہے کہ وقفی مواشی مین زکوۃ نہین اور
گہوڑون مین جو فی سبیل اللہ کئے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندہے مواشی مین اور نہ پاؤن کٹون مین کیونکہ وہ سائمہ
نہین ہین م نقد پاس نہونیکی قید اسلئے لگائی گئی کہ اگر اوسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اوسکے ساتھہ ملاکر زکوۃ دیگا
نقد مال کے لئے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہہ تھا کہ شارح لا نصاب عندہ کہتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلہ یعنی جنسی
اور غیر جنسی کو اور گہوڑون پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوۃ نہین اور ظہیریہ مین لکہا ہے کہ اندہے مواشی مین دو روایتین

ہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے اور بحر الرائق مین ہیہی واجب لکھا ہے قاله الشافعي باب
یہہ باب ہے اونٹون کی زکوۃ کے بیان مین ہم طحاوی نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتہہ ہے اور اوسکی خبر محذوف ہے نصاب
الابل بکسر الباء وتسکن مونثة لا واحد لها من لفظها والنسبة الیها ابلی بفتح الباء وتحتیت به لانها تبول علی افخاذها
نصاب اونٹون کے پانچ ہین شارح نے کہا ابل ب کے کسرہ کے ساتہہ اور کبھی ساکن بہی کیجاتی ہے مونث مستعمل ہے اسکا واحد
اس لفظ سے نہین آتا اور یای نسبت لگانے سے ب کو فتح ہوجاتا ہے اور اونٹ کو ابل اسلئے کہتے ہین کہ رانون پر پیشاب کرتا ہے
ہم یعنی ابل اور بول مین اشتقاق کبیر ہے اور وجہ یہہ ہے کہ اکثر حروف مین اشتراک ہوا اور معنون مین مناسبت طحاوی نے
کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہے اور خمس اوسکی خبر خمس فیوخذ من کل خمس منها الی خمس وعشرین البخت جمع بختی وهو ماله
سنامان منسوب الی بخت نصر لانه اول من جمع بین العربي والعجمي فولد منهما ولد فسمی بختیا او عراب شاة وما
بین النصابین عفو نصاب اونٹونکی پانچ مین بس لیجاوے ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہون
یا عربی شارح نے کہا بخت جمع بختی کی ہے اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہین منسوب ہے بخت نصر کی طرف اسلئے کہ اول
اوسنے عربی اور عجمی اونٹون کو جمع کرکے نسل حاصل کی تہی اسلئے وہ بختی نسل کہلائی اور ما بین ہر دو نصاب کے معفو ہے ہم یعنی
پانچ پر ایک بکری ہے چہ سات پر بہی وہی ایک بکری ہے نو تک اور دس پر دو بکریان تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچہہ
زکوۃ نہین وہ معاف ہین وفیها ای الخمس وعشرین بنت مخاض وهي التي طعنت في السنة الثانية وسمیت به لان
امها غالبا تکون مخاضا ای حاملا (باخرى) اور ساوسین یعنی پچیس اونٹون مین بنت مخاض ہے اور بنت مخاض وہ شتر ماده ہے
جسکو دوسرا برس لگا ہو یہہ اوسکا نام اسلئے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہین اور دوسرے برس اوسکی ماں اکثر حاملہ ہوتی ہے
دوسرے بچہ کی وفي ست وثلثين الی الخمس واربعین بنت لبون وهي التي طعنت في الثالثة لان امها تکون ذات لبن باخرى
غالبا اور چہتیس اونٹون مین پینتالیس تک بنت لبون ہے اور بنت لبون وہ اونٹنی ہے جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اسکے لفظی معنے ہین
دودہ والی کا بچہ اسلئے کہ اوسکی ماں اکثر اس مدت مین دوسرا بچہ جن کر دودہ والی ہوتی ہے وفي ست واربعین الی ستین حقة
بالکسر وهي التي طعنت في الرابعة وحق رکوبها اور چھالیس مین ساٹہہ تک حقہ ہے حا حطی کے کسرہ سے اور حقہ وہ اونٹنی ہے جسکو چوتہا
برس شروع ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفي احدی وستین الی خمس وسبعین جذعة بفتح الذال المعجمة وهي التي طعنت
في الخامسة لانها تجذع ای تقلع اسنان اللبن اور اکسٹہہ مین پچہتر تک جذعہ ہے ذال معجمہ کے فتح سے یعنی وہ اونٹنی جو پانچوین برس لگی ہو اور
اسکے لفظی معنی ہین توڑنیوالی تو جذعہ اسلئے نام ہوا کہ دودہ کے دانت اس عمر مین توڑتی ہے وفي ست وسبعین الی تسعین بنتا
لبون وفي احدی وتسعین حقتان الی مائة وعشرین کذا کتب رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر رضي الله عنه اور
چہتر مین نوے تک دو بنت لبون اور اکانوے مین دو حقہ ایک سو بیس تک یہی ہے مکاتبہ رسول الله صلی الله علیه وسلم کا اور ابو بکر صدیق
رضی الله عنه کا ہم لفظ کتب مصدر مضاف ہے اور بعض نسخون مین الی ابی بکر ہے یعنی کتابت رسول الله کی جو پہنچی طرف ابی بکر کے کیونکہ یہہ
نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکہوا یا تہا اور جاری ہونیکی نوبت نہ آئی تہی کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم کا انتقال ہوگیا اس
نامہ کے موافق حضرت ابو بکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس جملہ کو بیان در ہم کیا آخر کلام مین نہین لکہا اسواسطے کہ بعد اسکے روایات مین
کچہہ اختلاف ہے اور ایکسو بیس تک اتفاق ہے مگر وہ جو حضرت مرتضی علی سے منقول ہے کہ پچیس پر پانچ بکریان بہی جائز ہین کما فی الشامی
ثم تستانف الفریضة عندنا فیوخذ في کل خمس شاة مع الحقتین ثم في کل مائة وخمس واربعین بنت مخاض وحقتان

ثم فی کل مائۃ وخمسین ثلث حقاق پھر اسپر تو زکوٰۃ حساب کیا جاوے کہ ہر پانچ پر ایک بکری ہے دو حقون کے پھر ایکسو پچیس میں بنت مخاض اور دو حقہ پھر ایکسو پچاس میں تین حقہ امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک جب ایکسو بیس پر ایک بھی زیادہ ہو تو ہر تیس میں تین بنت لبون ایک سو تیس تک اور ایک سو تیس میں ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس میں بنت لبون اور ہر پچاس میں حقہ اور امام مالکؒ سے دو قول منقول ہیں ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعیؒ کے موافق کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ فیکون فی المائۃ والخمسین شاۃ مع ثلث حقاق ثم فی کل خمس وعشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست وثلثین بنت لبون ثم فی مائۃ وست وتسعین اربع حقاق الی مائتین پھر استیناف کی جاوے ذکوٰۃ مقررہ بعد ڈیڑھ سو کے پس ہر پانچ میں ایک بکری مع تین حقون کے پھر پچیس میں بنت مخاض مع تین حقون کے پھر چھتیس میں بنت لبون مع حقون مذکورہ کے پھر ایکسو چھانوے میں چار حقہ دو سو تک ہم اتن کے قول ثم فی کل خمس وعشرین سے لفظ کل حذف کرنا چاہیئے کہ خلاف مقصود ہے کیونکہ لفظ کل ہر بار کا مقتضی ہے کہ اگر تیہ الفاظ مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی واجب لازم ہو حالانکہ یہہ مراد نہیں ہے اور ایسی ہی ثم فی کل مائۃ وخمس واربعین ہے اور ان مواقع میں بجائے ثم کے واو مناسب ہے کیونکہ استیناف نہیں ہے بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہے کذا فی الشامی اسلئے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونو جگہ نہیں کیا ثم تستانف الفریضۃ بعد المائتین ابداً کما تستانف فی الخمسین التی بعد المائۃ والخمسین حتی تجب فی کل خمسین حقۃ پھر از سر نو زکوٰۃ کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس میں کیا جاتا ہے یہانتک کہ واجب ہو ہر پچاس میں ایک حقہ ہم مراد یہہ ہے کہ جب زیادہ ہون دو سو پر پانچ اونٹ تو ان میں ایک بکری اور چار حقہ یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس میں دو بکریان چار حقے اور دو سو پندرہ میں تین بکریان چار حقے اور دو سو بیس میں چار بکریان چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہون تو انمیں ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو پینتیس تک اور دو سو چھتیس میں بنت لبون مع چار حقون کے ہے دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس میں پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسیطرح کیا جاوے یہانتک کہ دو سو چھانوے میں چھہ حقے ہون تین سو تک کذا فی الشامی ولا تجزئ ذکور الابل الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالک مخیر اور نہیں کافی نر اونٹ مگر بحسب قیمت مادہ کے یعنی مادہ کی قیمت زیادہ ہے اونٹون میں بخلاف گاے بکری کے کہ ان دونون میں مالک کو اختیار ہے چاہے نر ہو چاہے مادہ

باب زکوٰۃ البقر یہہ باب ہے زکوٰۃ گاے بیل کا من البقر بالسکون وھو الشق سمی بہ لانہ یشق الارض کالثور لانہ یثیر الارض ومفردہ بقرۃ والتاء للوحدۃ بقر بفتحتین مشتق ہے بقر ساکن الاوسط سے جسکے معنی پھاڑنیکے ہین اور وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ زمین کو پھاڑتا ہے جیسا اسکو ثور بھی کہتے ہین اسلئے کہ زمین کو اوتھاتا ہے یعنی لائق زراعت کے کرتا ہے اور مفرد بقر کا بقرۃ ہے اور تے تانیث کی نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من وحشی واھلیۃ بخلاف عکسہ ووحشی بقر وغنم وغیرھما فانہ لا یعد فی النصاب ثلثون سائمۃ غیر مشترکۃ گاے بھینس کی نصاب تیس عدد ہین جنگل کے چرنیوالے کہ مشترک نہون شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہو ئے ہون بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گاے اور بکری کے کیونکہ یہہ نصاب مین شمار نہین کئے جاتے اسلئے کہ جانورون مین اعتبار مادہ کا ہے نر کا اعتبار نہین ہم غیر مشترک کی قید اسلئے لگائی کہ اگر تیس عدد مشترک ہون گے تو اونپر زکوٰۃ نہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہوگا کذا فی الشامی وفیھا تبیع لانہ یتبع امہ ذو سنۃ کاملۃ او تبیعۃ انثاہ اور تیس گاے مین پورے برس بعد کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے اسکو تبیع اسلئے کہتے مین کہ تبیع کے لفظی معنی ہین ساتھہ رہنیوالا اور یہہ بھی اپنی ماں کے ساتھہ رہتا ہے ہم کاملۃ کی قید اسواسطے بڑہائی کہ بعض علما نے لکھا ہے کہ دوسرے برس مین لگا ہو بس جب ایک برس کا پورا

ہوگا خواہ مسئلہ بعد میں خواہ ابھی شروع ہوا ہو گا کذا فی الشامی وفی ثمانین مُسِنَّتانِ دو مسنّہ اور چالیس میں ایک ہو وہ بہر کا تبیعا ہو وہم مسن کے معنی ہونت والا اور سال کو مسن اسلئے کہتے ہیں کہ اسکے دانت ٹوٹنے شروع ہوتے ہیں اور جبکے برانت نکلتے ہیں وفیما زاد علی الاربعین بحسابہ فی ظاهر الروایۃ عن الامام وعنه لاشیء فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اوسکے حساب سے زکوٰۃ بھی لیجاویگی ساٹھ تک یعنی اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسوان حصہ ایک مسنہ کا اور دو میں بیسوان حصہ یہ بھی حساب کا موافق ظاہر الروایۃ کی اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ زیادہ میں کچھ نہیں لانہ تم اسنانہا فیہا لیس بعد الثلثین اسکے بعد صحیح روایۃ انسکابی جو بیس تک اسی میں تبیعہ ہوں قولہما والثلثة وعلیه الفتوی بحر عن الینابیع وتصحیح القدوری اور یہی ہے قول صاحبین کا اور باقی تینوں اماموں کا اسی پر فتویٰ ہے کذا فی البحر ناقلا عن الینابیع وتصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنة الا اذا اتفق اختلاف کمائۃ وعشرین فیخیر بین اربع اتبعة وثلث مسنات وهکذا پہر ہر تیس میں ایک تبیع اور ہر چالیس میں ایک مسنہ مگر اس صورت میں کہ دونوں یعنی تبیع اور مسنہ ساتھ مل ہوں جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہے خواہ چار تبیعہ دیوے خواہ تین مسنہ وعلی هذا النصاب یعنی دو سو چالیس میں آٹھ تبیعہ یا چھ مسنہ قالہ الشامی ہم متداخل سے یہ مراد ہے کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونوں پر برابر تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دیوے چاہے چالیس کے حساب سے مسنہ دیوے

باب

زكوة الغنم یہ باب ہے زکوٰۃ بہیڑ بکری کے بیان میں مشتق من الغنیمة لانه لیس له آلة الدفاع فکانت غنیمة لکل طالب غنم بفتحتین مشتق ہے غنیمت سے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہیں جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے لئے غنیمت ہے اور سینگوں کا عدم وجود برابر ہے کیونکہ اون سے مدافعت نہیں کر سکتی نصاب الغنم ضانا او معزا فانهما سواء فی تکمیل النصاب والاضحیة والربا لا فی اداء الواجب والایمان اربعون وفیها شاة نعم الذکور والاناث نصاب غنم کی بہیڑ ہو یا بکری چالیس ہیں اور چالیس میں زکوٰۃ ایک بکری ہے نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بہیڑ بکری دونوں کو شامل ہے اسکی کہ یہ دونوں برابر ہیں نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود میں نہ ادای واجب میں اور قسموں میں ہم نصاب کا پورا کرنا یہ ہے کہ اگر بہیڑ بکری ملکر چالیس ہوں تو زکوٰۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہو اور سود میں اسطرح کہ اگر بہیڑی کا گوشت بدلہ بکری کے گوشت کے زیادہ یا کم بیچے تو حرام ہے اور ادای واجب اور قسم میں برابر نہیں یعنی اگر کسی کے پاس چالیس بہیڑیاں ہوں تو اوسپر ایک بہیڑی واجب ہوگی اوس سے بکری نہیں لے سکتے یا کسی نے قسم کہائی کہ بہیڑی کا گوشت نکہاونگا تو بکری کا گوشت کہانے سے حانث نہوگا کذا فی الشامی وفی مائة واحدی وعشرین شاتان وفی مائتین وواحدة ثلث شیاه وفی اربع مائة اربع شیاه وما بینهما عفو اور ایک سو اکیس میں دو بکریاں اور دو سو ایک میں تین بکریاں اور چار سو میں چار بکریاں اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہیں وہ معاف ہیں ہم یعنی چالیس سے جو زائد ہو ایک سو بیس تک اوس میں کچھ نہیں بشرطیکہ مالک ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہیں تو تین بکریاں لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری بحر میں ہے کہ اگر ایک سو بیس بکریاں ایک شخص کی ہیں تو ساعی کو نہیں پہنچتا کہ اونکو متفرق کرکے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریاں دو آدمی کی ہیں تو اونمیں کسی پر زکوٰۃ نہیں ہے اور ساعی کو نہیں جائز کہ اونکو جمع کرکے اون پر زکوٰۃ لے لے اسلئے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی ثم بعد بلوغها اربع مائة فی کل مائة شاة الی غیر النهایة پہر جب بکریاں چار سو ہو گئیں تو ہر سیکڑہ پیچھے ایک بکری ہے انتہا تک ویوخذ فی زکوتها ای الغنم الثنی من الضان والمعز وهو ما تمت له سنة لا الجذع الا بالقیمة وهو ما اتی علیه اکثرها علی الظاهر وعنه جواز الجذع من الضان وهو قولهما والدلیل یرجحه ذکره الکمال

باللبن من بنت مخاض ثم بثلثة ... الاولی ثم ... والتی ... الخراج ... الاولی من الابل اور لیا جاوے ہر بیس بکری کی
... اور ... بہتر ہے کہ وہ ... میں جیسے ہدایہ اور کتب فقہ میں ... سے لیا جاوے
... ہے اور حکم کہتے ہیں کہ جب ایک برس گذر گیا ہو اور لیا جانا جذعہ کا ... ہے ... ہے امام
... ہے کہ ... میں ... کا لیا جا سکتا ہے ... قول ہے صاحبین کا اور یہی ... صحیح ہے ... کہا ہے ...
... نے ... کیا ہے اور ... میں ... صحیح ہے ... دو برس کا ہوتا ہے ...
... اور ... ایک برس کا ہو اور ... چار برس کا ہو ولا شیء فی خیلٍ سائمۃٍ عندھما وعلیہ الفتوی خانیۃ وغیرھا
... کہا ... ولا یعلم ... النقل المتعدد ... زکوۃ نہیں ہے گھوڑوں جنگل کے چرنیوالوں میں صاحبین کے
نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ وغیرہا اور طحطاوی نے کہا کہ یہی ... ہے ... اور ... اور جواہر ... میں
... ہے لیکن فتح القدیر میں قول امام کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل ہے جواب ... الہدایہ ... ہے کہ ... زکوۃ نہیں
... کے گھوڑوں میں اور یہ قول باعتبار حجت کے قوی ہے جیسا بحر میں ... کذا فی الشامی ... جب امام کے نزدیک
... زکوۃ ہوئی تو کوئی نصاب بھی اون کے لئے مقرر ہوا نہیں تو بعضوں نے تین اور بعضوں نے پانچ کہی ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ کوئی
نصاب مقرر نہیں کیونکہ مقدار اور اندازہ ... سے منقول نہیں ولا فی بغالٍ وحمیرٍ سائمۃٍ اجماعًا لیست للتجارۃ فلو لہا فلا کلام لانہا
من العروض اور نہیں زکوۃ بالاتفاق خچروں اور گدہوں جنگل کے چرنیوالوں میں کہ تجارت کے نہوں پس اگر تجارت کے ہوں تو
کچھ کلام نہیں زکوۃ کے واجب ہونے میں کیونکہ تب اسباب ہیں ولا فی عوامل وعلوفۃ مالم تکن العلوفۃ للتجارۃ اور نہیں زکوۃ
کام کرنیوالے جانوروں یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ میں اور نہ گھر سے گھاس کھانیوالوں میں زکوۃ ہے جبتک کہ گھر والے جانور تجارت
کے نہوں ہم عوامل میں قید تجارت کی نہیں لگائی علوفہ میں لگائی کیونکہ عوامل تجارت کے لئے نہیں ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کرے ... اصلی
کرکہ ... میں مشغول ہیں کذا فی الشامی ولا فی حملٍ بفتحتین ولد الشاۃ وفصیلٍ ولد الناقۃ وعجولٍ بوزن سنور ولد البقرۃ
وصورتہ ... الکبار ... الحول علی اولادھا الصغار اور نہیں ہے زکوۃ بچوں میں خواہ بکری کے ہوں یا اونٹنی کے
یا گائے کے اور مسئلہ کی صورت یہہ ہو سکتی ہے کہ سب بڑے مر جاویں اور بچے باقی رہیں اور پہر برس گذر جاوے ہم کہتے ہیں امام اعظم
اور امام محمد کے نزدیک زکوۃ نہیں واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اونہیں میں سے ایک اونکے جاننا چاہئے کہ چھوٹے اونٹوں
کی نصاب میں پچیس ہیں امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم میں بالاتفاق کچھ لازم نہیں ہوتا اور یہی قول
طرفین کا ہے کذا فی الشامی الا تبعًا لکبیرٍ ولو واحدًا ویجب ذلک الواحد ولو ناقصًا فلو جیدًا یلزم الوسط وھلاکہ
یسقطہا یعنی بچوں میں زکوۃ نہیں مگر تبعیت بڑوں کی اگرچہ بڑا ایک ہی ہو اور زکوۃ میں وہ بڑا ہی دینا واجب ہے اگرچہ ناقص ہو
پس اگر وہ اول قسم کا ہے تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا بعد برس گذر جانیکے ہلاک ہو جاوے تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے ہم
یعنی طرفین کے نزدیک ... امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچہ کے ... لازم ہوں گے کیونکہ بڑے کے مرنیسے ایک جزو ... سے
جاتا ہے ... ولو تعدد الواجب وجب الکبار فقط ولا یکمل من الصغار خلافًا للثانی اور اگر زکوۃ کا ...
... ہوں ... اور بچوں سے ملا کر ... کرنے کی حاجت نہیں بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم بیان
اسکا یہ ہے کہ جب ... کے پاس دو مسنہ اور ایک سو انیس بکری کے بچے ہوں تو اس صورت میں واجب ہوتے ہیں بالاتفاق
... ایک مسنہ ... نہ بچے ہوں تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مسنہ

ابد ایک بچہ اور سیطرح اگر ہو وین اونٹ تو ایک ہے کہ نچے او سا ایک تبیع کذا فی الشامی ولا فی عفوٍ وھو ما بین النُّصُبِ فی کلّ الاموال
اور شیخین زکوٰۃ اوس عدد مین جو عفو ہے اور عفو وہ عدد ہے کہ درمیان دو نصابون کے ہو تمام قسم کے اموال مین یہ شیخین کا
قول ہے یعنی واجب بمقابلہ نصاب کے ہے عفو کے اور امام محمد اور زفر کہتے ہین کہ واجب بمقابلہ کل عدد کے ہے اور نتیجہ خلاف اس صورت
مین ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کے پاس نو اونٹ ہین اور چار ہلاک ہوگئے تو شیخین کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور
امام کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کی لازم آویگی اور چار نوین حصہ ساقط ہوجاویگی قالہ الشامی وخصّاہُ بالسوائم اور صاحبین نے
عفو کو خاص کیا ہے سوائم مین نہ نقود مین اور اسلئے کہ نقود مین جو دو سو درم سے زیادہ ہو صاحبین کے نزدیک معاف نہین ہے
بلکہ چالیسوان حصہ کل کا لازم ہوتا ہے بخلاف امام اعظم کے کہ اون کے نزدیک بعد دو سو درم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہے جب
تک چالیس درم زیادہ ہون تو ایک درم زیادہ لازم آویگا یعنی چھ درم ہوجاوینگے الغرض درم کی کسر امام صاحب
کے نزدیک معاف ہے کذا فی الشامی ولا فی ھالکٍ بعد وجوبھا ومنع الساعی فی الاصحّ لتعلّقھا بالعین لا بالذمّۃ
حظہ وان ھلک بعضہ سقط حصتہ اور جو مال ہلاک ہوگیا ہو بعد وجوب زکوٰۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اوسمین زکوٰۃ نہین
اصح مذہب پر یعنی اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہانتک کہ مال ہلاک ہوگیا تو صحیح یہ ہے
کہ زکوٰۃ ساقط ہوگئی کیونکہ زکوٰۃ معین چیز سے علاقہ رکھتی ہے نہ ذمہ سے قالہ الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہوگیا تو اوسیقدر
کی زکوٰۃ ساقط ہوگئی ویصرف الھالک الی العفو اوّلاً ثم الی نصابٍ یلیہ ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف
لگایا جاویگا پھر اوس نصاب کیطرف جو اوسکے متصل ہے پھر اوسیطرح اوس نصاب کیطرف جو اس سے نیچے ہے یعنی اگر
مثلا کسی شخص کے پاس تین نصابین اور کچھ شے زائد ہو کہ نصاب کو نہ پہونچتی ہو پھر اوسمین سے کچھ ہلاک ہوجاوے تو وہ
اول عفو مین سے سمجھا جاویگا پھر جو زائد تہا اگر سب ہلاک ہوگیا تو وہی تین نصابون کی زکوٰۃ اوسکے ذمہ واجب ہوگی اور اگر اور
زیادہ ہلاک ہوگیا تو یہ منصرف ہوگا اوس نصاب کیطرف جو اوسکے قریب ہے یعنی تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابون کی زکوٰۃ
ہوگی اور یہی حال ہے اگر نصاب اول تک ہلاک پہونچے کذا قالہ الشامی بخلاف المستھلک بعد الحول لوجود التعدّی منہ
ومنہ مالو حبسھا عن العلف او الماء حتی ھلکت فیضمن بدلھا بخلاف اوس صورت کے کہ قصداً ہلاک کرے بعد برس گذرنے
کے کیونکہ تعدی اسکی طرف سے پائی گئی اور تعدی مین شمار کیا جاویگا اگر جانورون کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندہ رکھا یہانتک کہ
ہلاک ہوگئے پس زکوٰۃ کا ضمان دیگا بدائع والتوی بعد القرض والاعارۃ واستبدال مال التجارۃ بمال التجارۃ ھلاک وبغیر مال
التجارۃ والسائمۃ بالسائمۃ استھلاک اور گم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کو ہلاک شمار
کیا جاتا ہے اور بدلنا مال کا کسی اور چیز کے ساتھہ سوای مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہے ہم حکم نقود کا
حکم مال تجارت کا ہے یعنی مثلا کسی شخص کے پاس ہزار درم ہین پھر اوسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت
کا خریدا پھر وہ ہلاک ہوگیا تو زکوٰۃ ساقط ہوگئی اور اگر غلام خدمت کا خریدا تو ساقط نہین ہوتی اور بہتر یہ ہے کہ لفظ السائمۃ ساقط
کرایا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درم ہون یا عروض کیونکہ زکوٰۃ متعلق ہوتی ہے عین کے ساتھہ اولاً و بدلنے سے
عین بدل گیا پس جب ہلاک ہوگیا عین یعنی سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوٰۃ اور پوشیدہ نرہے کہ یہ اوسوقت ہے کہ بعد برس کے
استبدال کیا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کر لیا تو جبتک اس عوض پر برس نگذریگا زکوٰۃ واجب نہوگی الیہ ... ان

دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہون تو اونکے ساتھہ ملاکر سبکی زکوٰۃ دیگا کذا فی الشامی وجاز دفع القیمۃ فی زکوٰۃ وعشر وخراج

ونذر وکفارۃ غیر الاعتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء اجماعا ھو الاصح ایضاح
ہے دینا قیمت کا زکوۃ میں اور عشر میں اور خراج میں اور فطرہ میں اور نذر میں اور سوائے کفارہ عتق کے جو سوا آزاد کرنے کے ہو یعنی جائز ہے قیمت
یعنی اگر کسی شخص پر واجب ہی اور اسکے پاس موجود ہو مثلاً تین بکریاں موٹی جو قیمت میں چار بکریوں اوسط کی برابر ہوں اور ان چار کے عوض دیدیوی
تو جائز ہے لیکن نصاب کیلی میں جو وزنی ہیں جب جنس کے بدلے جنس دیوے تو اونکی قیمت معتبر نہیں ہوتی مثلاً چار کیل اچھے گیہوں بدلے
پانچ کیل ناقص گیہوں کے یا پانچ درم کھوٹے بدلے پانچ درم سچے کے دیتو جائز نہیں اور اگر غیر جنس کے ساتھ قیمت کرکے دیتو جائز ہے کافی
الشامی اور قیمت وہ معتبر ہے کہ جو روز وجوب زکوۃ کے ہو اور صاحبین کے نزدیک اوس دن کی جس روز ادا کرتا ہے اور سوائم میں بالاتفاق
یوم الاداء کی قیمت معتبر ہے یہی اصح ہے ویقوم فی البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازۃ ففی اقرب الامصار الیہ فتح اور مال کی قیمت
وہاں کی چاہیئے جس شہر میں وہ مال ہے اور اگر جنگل میں ہے تو جو شہر وہاں سے قریب ہو کذا فی الفتح اگر ایک غلام کو کسی شہر میں بھیجا
تجارت کے لئے تو اوسکی قیمت اوس شہر کی معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی ویجبر المصدق لا یاخذ الا الوسط وھو اعلی الادنی وادنی الاعلی
ولو کلہ جیدا فجید اور زکوۃ لینے والا نہ لیوے مگر اوسط اور اوسط وہ ہے کہ اعلی سے کم درجہ کی ہو اور ادنی سے زیادہ درجہ کی اور اگر سب
اعلی قسم کی ہوں تو اعلی ہی لیوے ھ یعنی اگر بنت لبون مثلاً اوسپر واجب ہوئی ہے تو سب بنت لبونوں سے اچھی چھانٹ کر نلیوے اور
نہ سب بری سے وان لم یجد المصدق وکذا ان وجد فالقیم اتفاقا ما وجب من ذات سن کفع المالک الادنی مع الفضل ذوات
جبرا علی الساعی لانہ دفع بالقیمۃ او کفع الاعلی ورد الفضل بلا جبر لانہ شراء فیشترط فیہ الرضا ھو الصحیح سراج اور اگر زکوۃ کے
مال میں مصدق اوس عمر کا سائمہ نپاوے جو زکوۃ میں واجب ہوا ہے اور یہی حکم ہے اگر اوس عمر کا پایا اوس صفت کا مال میں موجود ہو پس
قید نپانے کی اتفاقی ہے تو مالک ادا کرے ادنے درجہ کا مع زیادتی کے زبردستی مصدق پر اسلئے کہ یہہ ادا ہی قیمت ہے بیع نہیں ہے یا اعلی درجہ
کا ادا کرے اور زیادتی واپس کرلے بغیر جبر کے اسلئے کہ اس صورت میں مصدق مشتری ہے پس اوسکی رضامندی ضرور ہے یہی صحیح ہے
کذا فی السراج او دفع القیمۃ ولو دفع ثلث شیاہ سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریاں فربہ بدلے چار
اوسط بکریوں کے دیدیوے تو تب بھی جائز ہے والمستفاد ولو بھبۃ او ارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فیزکیہ بحول
الاصل اور جو مال درمیان برس کے حاصل ہوا اگرچہ بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے ملا ہو اوسے اوسکی جنس کی نصاب کے ساتھ پھر اوسکی
زکوۃ دیجاوے جو اصلی نصاب کی برس کی تمامی پر ھ سوائم میں بچوں کا بڑھنا درمیان سال کے اور تجارت کے مال میں نفع کا مناسب کا
یہی حکم ہے جو مذکور ہوا بشرطیکہ اوسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو اور اگر پہلی نصاب پوری نہو تو جس وقت سے مع بچوں یا مال مستفاد کے نصاب
پوری ہوا اوسوقت سے برس روز کے بعد زکوۃ واجب ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ شروع سال میں نصاب پوری ہو پھر بیچ میں
ناقص ہوگئی پھر سال تمام پر پوری ہوگئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہیں ہماری نزدیک اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ اصل
کی بقا ضرور ہے یہانتک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہوگئی تو مستفاد کا برس نئے سرے سے شمار کیا جاویگا پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصل
نصاب میں سے کچھہ باقی رہا ہی تو کل کی زکوۃ مستفاد سمیت دیوے ولو ادی زکوۃ نقد ثم اشتری بہ سائمۃ لا تضم اور اگر
اپنے نقد کی زکوۃ دیکر اوسکے بدلے سوائم خرید کرے تو یہہ سوائم ملا نہ جاوینگے ھ صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص کے پاس
کچھہ سوائم اور کچھہ نقد مال ہے اسنے بعد ادا ہی زکوۃ نقد کے اوسکے ہی سوائم خرید لئے تو ان خرید سوائم کو پہلے سوائم میں نملایجا
بلکہ ان کا برس جدا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملا لیا جاتا ہے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوۃ دیکر نقد کے بدلے بیچا
برخلاف اسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اوسکو بیچڈالا تو ثمنیں بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھ ملا دیجائیگی

اور یہی قول امام صاحب کی نزدیک یہ ہے کہ ثمن سائمہ کا مال زکوٰۃ کا بدل ہے اور بدل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہے پس اگر ملایا جاوے گا تو مکرر زکوٰۃ کا الزام
ہوگا ولو له نصابان مما لا يضم احدهما كثمن سائمة مزكاة والف درهم وورث الفا ضمت الى اقربهما حولا ويضم كل نصاب
الى اصله اور اگر اوسکے پاس دو نصابین ایسی ہین کہ نہین ملائی جاتیں جیسے ثمن سائمہ زکوٰۃ دی ہوئی کا اور ہزار درہم اور پھر ملے
اوسکو ایک ہزار تو ہزار وراثت کے اوسکو ساتھ ملائی جاوینگے جسکا حول قریب برس ہو یا ہو یا پورا ہے اسلئے کہ ملانا نہین ... ہو
قرب کی سبب سے قریب کو ترجیح ہے اور اسمین فقیرون کا فائدہ ہے کذا فی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اوسکی اصل کے ساتھ ملایا جاوے گا
اگرچہ اوسکا برس پورا ہونے مین دیر ہو کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہے اور یہی حکم ہے بچہ کا ہو ائم مین اخذ البغاة والسلاطين
الجائرة زكوة الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج لا اعادة على اربابها ان صرف المأخوذ في محله الآتي ذكره والا
يصرف فيه فعليهم فيما بينهم وبين الله اعادة غير الخراج لانهم مصارفه اگر باغیون نے اور ظالم بادشاہون نے اموال
ظاہری کی زکوٰۃ لی جیسے سوائم اور عشر اور خراج لیں مالکون کے ذمہ دوبارہ دینا لازم نہوگا بشرطیکہ اونہون نے اوسکو صرف کیا ہو
اسکے موقع پر جسکا بیان باب المصرف مین آویگا یعنے فقیرون وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف نہین کیا تو مالوالون کے ذمہ
کی راہ سے پھر دینا لازم ہے سوا خراج کے کہ اوسکا اعادہ لازم نہین اسلئے کہ وہ لوگ خراج کے مصرف مین کیونکہ خراج حق مقاتلین
کا ہے اور وہ اہل بغی اہل حرب سے مقاتلہ کرتے ہین مال ظاہری وہ کہلاتا ہے جسکی زکوٰۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہے یا جو مال عشر لینے والیکے
سامنے آوے واختلف في الاموال الباطنة ففي الولوالجية وشرح الوهبانية المفتى به عدم الاجزاء اور اختلاف ہے
اموال باطنہ مین پس ولوالجیہ مین اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ مفتی بہ عدم کفایت ہے مال باطن نقد اور اسباب تجارت کو کہتے
ہین یعنے اگر مال باطن کی زکوٰۃ باغیون نے لیلی تو فتویٰ اسپر ہے کہ مالک کی طرف سے کافی نہوگی اوسکو پھر دے اور کافی ہوا تو مگر یہ
شرط ہے کہ عاشر کے سامنے ... ہو ورنہ مال ظاہر کی زکوٰۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ اموال ظاہری مین خلاف
نہین ہے حالانکہ اوسمین بھی اختلاف ہے اور تفصیل اوسکی شامی مین ہے وفي المبسوط الاصح الصحة اذا نوى بالدفع لظلمة
زماننا الصدقة عليهم لانهم بما عليهم من التبعات فقراء حتى افتى امير بلخ بالصيام لكفارة عن يمينه اور مبسوط
مین ہے کہ اصح یہ ہے کہ درست ہو یعنی مالک پر دوبارہ دینا لازم نہین جبکہ مال باطنی کی زکوٰۃ باغیون اور ظالمون نے لی ہو اور ظالمکو
نیت کرے ظالمون کے دینے سے اونکو اوپر صدقہ کرنے کی اور اسلئے کہ وہ لوگ فقیر ہین بسبب اون حقوق کے جو اونکے پیچھے لگے
ہین اور اسیواسطے فتویٰ دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین مین کہ روزے رکھے ہم امیر بلخ یعنے عیسیٰ بن یحییٰ بن ہامان خراسان کے
والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنی قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتویٰ دیا حالانکہ کفارہ قسم دس
مسکینون کو کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنیکا ہے اور جب یہ امور میسر نہون تو روزہ رکھنے کا حکم ہے مگر چونکہ امیر بلخ کے
پاس ملک ہو جو لوگون کے حقوق سے زائد نہ تھا اسلئے اوسکو فقیر ہے ... تصور کیا گیا فتح القدیر میں ہے کہ اس ... گر
کسی نے وصیت کی کہ ثلث مال اوسکا فقراء پر کو دیا جاوے پھر وہ ... ظالم کو تو ... وصیت ادا ہوگی ... ولو اخذها البغاة
جبرا لم تقع زكوة لكونها بلا اختيار ولكن يجبر بالحبس ليؤدي بنفسه ... ولو اخذها فلا ... اختیار ... اگر ...
... زکوٰۃ ... کیونکہ اوسمین اختیار نہوا اور زکوٰۃ ... اختیار ضروری ہے لیکن مالک مال کا ...
... اسلئے کہ ... دینا اختیار کے ... اگر ... صدقہ ...
... کہ امام ... اقتضا ... تو ...

تحصیل یعنی زکوٰۃ اموال ظاہری میں سے لیا تو فرض ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ سلطان کو اوسکے لینے کی ولایت حاصل کی ہے اور اگر اموال باطنی میں سے بزور لیا ہو تو ساقط نہوگا وفی التقیید بالمغیٰ به سقوطها فی الاموال الظاهرة لا الباطنة اه تحقیق میں ہے کہ

حاکم جابر کو دینے کی صورت میں مفتیٰ بہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے اموال ظاہری ہوں خواہ باطنی ہوں ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكوة فيه ويورث عنه لان الخلط استهلاك اذا لم يمكن تمييزه عند ابي حنيفة وقوله ارفق اذ قلما يخلو مال

عن غصب اور اگر ملا لیا بادشاہ نے چھینا ہوا مال اپنے مال میں تو اوسکا مالک ہو جاویگا پس زکوٰۃ واجب ہوگی اور مرنیکے بعد وراثت بھی جاری ہوگی اسلئے کہ خلط کرنا اسطرح کہ تمیز ممکن نہو نزدیک امام صاحب کے بمنزلہ قصداً ضائع کرنیکے ہے یعنی جب استہلاک ثابت ہوا ضمان اوسکا لازم آیا اور مغصوب کا مالک ہوا ضمان کے عوض لازم ہوا اور امام کے قول میں لوگوں کے لئے سہولت ہے اسواسطے کہ کمتر کوئی مال غصب سے خالی ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ضمان نہیں لازم ہوتا اور جب ضمان لازم نہوا تو ملک بھی ثابت نہوئی اور وراثت بھی جاری نہوگی کیونکہ وہ مال مشترک ہے اور بعضوں نے کہا ہے حصہ میت کی میراث جاری ہوگی وهذا اذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل عنه يوفي دينه والا فلا زكوة كما لو كان الكل خبيثا كما في النهر عن الحواشي السعدية اور خلط کی جہت سے

زکوٰۃ واجب ہونا اسصورت میں ہے کہ اوسکے پاس جدا مال سوا اوسکے جسکو خلط سے ہلاک کیا ہو اتنا ہو کہ اوسکے دین کو کافی ہو ورنہ زکوٰۃ نہیں لازم آویگی جیسا اس صورت میں کہ کل مال خبیث ہو کذا فی النهر عن الحواشی السعدیۃ ہم یعنی جب خبیث مال نصاب کو پہنچ جاوے تو زکوٰۃ لازم نہوگی کیونکہ اوس مال کو بتمامہ تصدق کرنا واجب ہے بعض کا صدقہ دینا کیا کام کریگا کذا فی القنیہ وفی شرح الوهبانية عن البزازية انما يكفر اذا تصدق بالحرام القطعي اما اذا اخذ من انسان مائة ومن اخر مائة وخلطهما ثم تصدق لا يكفر لانه ليس بحرام قطعي لاستهلاكه بالخلط اور وہبانیہ کی شرح میں نقلاً عن البزازیہ یہ ہے کہ آدمی اوسی صورت میں کافر ہوتا ہے کہ حرام قطعی کو صدقہ دیوے یعنی بہ نیت حصول ثواب کہ حلال جاننے پر مبنی ہے لیکن جب لئے ایک سے سو اور دوسرے سے سو پھر اونکو ملا دیا پھر سب کو تصدق کیا تو کافر نہوگا کیونکہ یہ روپیہ سو حرام قطعی نہیں اسلئے کہ خلط کی وجہ سے گویا اوسنے اوسکو ہلاک کر دیا اور بوجہ وجوب ضمان اوسکا مالک بن گیا ہم شارح نے صرف عدم کفر پر اقتصار کیا اسمیں اشارہ ہے کہ مال مخلوط بھی تصرف کرنا بدون ادائے ضمان کے جائز نہیں اگرچہ خلط کی وجہ سے مالک ہوگیا ظہیریہ میں ہے کہ کسی شخص نے مال حرام میں سے کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی توقع سے تو کافر ہوا اور اگر فقیر جانتا ہو اور دعا دی اور معطی نے آمین کہی تو دونوں کافر ہوگئے اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر غیر شخص آمین کہے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا حال بھی یہی ہے اور آدمی اس سے غافل ہیں اور جہال اسمیں مبتلا ہیں شارح نے حرام قطعی کی قید لگا کر ظہیریہ کے کلام کو مقید کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ ہر ایک حرام سے حرام قطعی سے جسمیں کافر ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو عجل ذو نصاب

زکوٰۃ ما ذکوة لسنين او لنصب صح لوجود السبب وكذا لو عجل عشر زرعه او ثمره بعد الخروج قبل الادراك اور اگر نصاب والا زکوٰۃ پیشگی چند سال کی ادا کرے یا چند نصابوں کی زکوٰۃ ادا کر دے تو درست ہے کیونکہ سبب زکوٰۃ یعنی نصاب موجود ہے اور ایسا ہی اگر عشر کھیتی کا یا ثمر کا پیشگی ادا کر دے نکلنے کے بعد پکنے سے پہلے تو درست ہے ہم یعنی اگر کسی کے پاس تین سو درہم ہیں اور اوسکی زکوٰۃ سو درہم تین برس کے پیشگی ادا کی تو درست ہے یا یہ کہ سو درہم ادا کیے بہ نیت دو سو درہم نصاب موجود و دو نصاب غیر موجود کے پھر اوس برس میں وہ نصابیں اوسکے پاس موجود ہو گئیں تو درست ہے اور اگر اوس برس میں موجود نہوئیں تو زکوٰۃ معجلہ غیر موجودہ اور دو ہو گئیں ہر زکوٰۃ نصاب موجودہ کی یعنی دو سو درہم کی بیشتر برس کے لئے ہو جاویگی جیسا پہلے مسئلہ میں مثله فی القاضي واختلف فيه قبل النبات وخروج الثمرة والاظهر الجواز وكذا لو عجل خراج راسه وتمامه في النهر اور خلاف ہے

زمین مسودہ میں سے پیشگی دے پہلے کیتی اوگنے سے اور پہل نکلنے سے اور ظاہر یہہ ہے کہ جائز ہے اور اسیطرح ہی اگر خراج جو سر
زمین پر لگایا جاتا ہے اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہے اور اسکا بہ تفصیل بیان نہر الفائق میں ہے ہم قہستانی
میں لکھا کہ اسیطرح ہی تعجیل خراج زمین کی چند سال کے لئے جائز ہے قولہ وکذا لو عجل معطوف ہے ولو عجل ذو نصاب پر وان وصیلہ الیتیما
الفقیر قبل تمام الحول او مات او ارتد وذلک لان المعتبر کونہ مصرفا وقت الصرف الیہ لا بعدہ یعنی نصاب کا پیشگی ادا
کرنا جائز ہے اگرچہ فقیر قبل پورا ہونے برس کے تو انگر ہوجاوے یا مرجاوے یا مرتد ہوجاوے اسلئے کہ فقیر کا مصرف ہونا اوسوقت معتبر ہے جب کہ
اوسکو دیجائے دینے کے بعد کا اعتبار نہیں ولو غرس فی ارض الخراج کرما فما لم یطعم الکرم کان علیہ خراج الزرع مجمع الفتاوی
اور اگر خراجی زمین میں انگور بوئے تو جب تک انگور بار ور نہوں اوسکے ذمہ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلئے کہ انگور بونے کی وجہ سے
زمین زرعی کو گویا معطل کردیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پہل لاوے اوسوقت خراج انگور کا اوسکے ذمہ ہوگا اور کھیتی
کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درم ہے اور انگور کا خراج دس درم ہیں اور یہہ مسئلہ عشر وخراج کے مسائل میں جاہئے بیان تھا
ذکر کردیا ہے کذا فی الشامی ولا شئ فی مال صبی تغلبی بفتح اللام وتکسر نسبۃ لبنی تغلب بکسرہا قوم من نصاری العرب وعلی
المرأۃ ما علی الرجل لان الصلح وقع منہم کذلک اور نہیں ہے زکوۃ تغلبی لڑکون کے مال میں تغلبی بفتح لام اور کسرہ بہی جا ئز
ہے منسوب ہے بنی تغلب کی طرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہے عرب کے نصاری میں سے اور اونکی عورتون پر بہی اوسیقدر لازم ہے جسقدر
اونکے مردون پر یعنی نصف العشر اور اون تغلبی لڑکون کے مال میں زکوۃ نہیں مگر عشر لیا جاتا ہے دونا مسلمانون کے لڑکون کی نسبت
اسواسطے کہ تغلبیون سے اسی طرح صلح ٹہری تہی ولا یوخذ فی زکوۃ السائمۃ الا الوسط لا العرم ولا الکرائم اور سوائم کی زکوۃ میں اوسط
لیا جاوے نہ بڈہا نہ بہت بڑہیا اور ہما مذکور پہلے ہوچکا یعنی نہ دودہ پلاتی لیجاوے نہ گابہن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ میں نسل
لئے رہتا ہے ولا تؤخذ من ترکتہ بغیر وصیۃ لفقد شرطہا وہو النیۃ وان اوصی بہا اعتبر من الثلث الا ان یجیز الورثۃ
اور زکوۃ نہ لیجاوے ترکہ میت سے بدون اوسکی وصیت کے کیونکہ شرط زکوۃ کی نیت ہے اور وہ معدوم ہے اور اگر میت وصیت کرکے مرا ہو تو
تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہہ کہ وارث کل مال سے دینا جائز کہین وحولہا ای الزکوۃ قمری بحر عن القنیۃ لا شمسی
وسیجئ الفرق فی العنین اور ادا ہی زکوۃ میں جو سال معتبر ہے وہ قمری ہے نقل کیا ہے بحر میں قنیہ سے نہ سال شمسی اور انمین فرق
باب العنین میں آویگا یعنی سال قمری ۳۵۴ روز کچہہ اوپر ہے اور سال شمسی اسی سے گیارہ روز زیادہ ہو شک انہ ادی الزکوۃ
او لا یؤدیہا لان وقتہا العمر اشباہ مالدار کو شک ہوا کہ زکوۃ ادا کی یا نہیں تو ادا سکو ادا کرے اسلئے کہ زکوۃ کا وقت تمام عمر ہے کوئی
وقت مقرر نہیں کہ بعد اوسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ ہم بحر میں واقعات سے منقول ہے کہ فرق ہے اسمین اور نماز کے شک میں
وقت گذرنے کے بعد اور بیان کے مسئلہ کی نظیر یہہ ہے کہ نماز کا وقت موجود ہے اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑہی یا نہیں تو اس صورت
مین اعادہ لازم ہے

باب زکوۃ المال

یہہ باب ہے زکوۃ مال کے بیان میں ال فیہ للمعہود فی حدیث ہاتوا ربع
عشر اموالکم فان المراد بہ غیر السائمۃ لان زکوتہا غیر مقدرۃ بہا الف لام زکوۃ المال میں عہد کا ہے ایمائے اس مال کیطرف
کہ حدیث شریف میں ہاتوا ربع عشر اموالکم میں مذکور ہے اور وہان مراد مال سے غیر سائمہ ہے اسواسطے کہ سوائم میں زکوۃ چالیسوان حصہ
مقرر نہیں ہم یہہ جواب ہوا اسکا کہ کہتے ہیں مال وہ ہی جس سے تو انگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بہی اور اس سوال کا جواب اسطرح بہی دیا گیا ہے کہ مراد
مال سے مال عرفی ہے اور عرفا نقد اور اسباب کو مال کہتے ہین نہ سوائم کو کذا فی الشامی نصاب الذہب عشرون مثقالا والفضۃ مأتا درہم کل عشرۃ دراہم
وزن سبعۃ مثاقیل والدینار عشرون قیراطا والدرہم اربعۃ عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی سبعین شعیرۃ والمثقال

فی تمعیر تجیر و درہم گیر قلتۃ اسباع درہم سونیکی نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کی دوسو درہم ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے اور
مثقال بیس قیراط کا ہے اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جَو کا تو درہم شرعی اس حساب سو ستر جَو کا ہوا اور مثقال سو جَو کا پس مثقال مساوی
ایک درہم اور تین ساتوین حصہ درہم کے ہوا پس نصاب سونیکی ۲۰ مثقال یعنی ۷ ½ تولہ وزن دہلی اور نصاب چاندی کی ۲۰۰ درہم یعنی ۱۴۰
مثقال یعنی ۵۲ ½ تولہ جسکے ۵۴ روپے بحساب فی روپیہ ۱۱ ماشہ اور ۵۶ روپیہ بحساب ۱۱ ماشہ اور ۵۴ ½ روپیہ یعنے
الیوم تقریبا بحساب ۱۱ ماشہ رتی زیادہ یعنی ۱۲ ماشہ ۳ رتی کم جو وزن چہرہ شاہی روپیہ کا ہے اور جاننا چاہیئے کہ درہم حضرت عمر کے
زمانہ مین مختلف تھے بعض دس مثقال کے دس درہم بعض چھ مثقال کے دس درہم بعضے پانچ کے دس درہم حضرت عمر نے سبکو جمع کرکے وزن مساوی نکال لیا تو سات مثقال
کے دس درہم مقرر ہیں اور شامی مین اسمین زیادہ گفتگو کی ہے وقیل یُفتےٰ فی کل بلد بوزنہم وتحقیقہ فی متفرقات البیوع اور یہہ بھی کہا گیا
ہے کہ ہر شہر مین انکے وزن کے موافق فتوی دیا جاوے اور متفرقات بیوع مین اسکی تحقیق آویگی اور شامی مین لکھا ہے اسی فتوی کو تسلیم کیا
ہے ولوالجیہ مین اور اسی کو لیا ہے سرخسی نے اور پسند کیا مجتبے اور جمع النوازل اور عیون اور معراج اور خانیہ اور فتح القدیر مین بہر اسکے
بعد مین کہتا ہون کہ درہم رائج الوقت کتر ہونا چاہیئے اوس درہم سے جو حضرت کے وقت مین کم سے کم وزن کا رائج تہا یعنی وزن خمسہ لیکن
جمہور کا قول یہہ ہے کہ درہم چودہ قیراط کا ہے اور اسپر کتب متقدمین و متاخرین متفق ہین اور بیوع مین جو درہم کی تحقیق کی ہے اوسکو زکوۃ سے
کچھہ علاقہ نہین بلکہ عقود سے متعلق ہے یعنی عرف مین کونسا درہم مراد ہوتا ہے جب مطلق بولین والمعتبر وزنہما اداءً ووجوبًا لا قیمتہما
اور زکوۃ کی نصاب مین معتبر وزن سونے چاندی کا ہے باعتبار ادا کے اور وجوب کے نہ قیمت ان دونون کی مثلاً اگر برتن چاندی کا سو درہم کے
وزن کا کسی شخص کے پاس ہو اور خوبی ساخت کے اعتبار سے اوسکی قیمت دوسو درہم کی ہو تو اوسپر زکوۃ نہ آویگی جبتک وزن پورا دوسو
درہم کا نہو واللازم مبتدأ فی مضروب کل منہما ومعمولہ ولو تبرًا او حُلیًا مطلقًا مباح الاستعمال او لا ولو للتجمّل والنفقۃ لانہما
خلقا اثمانًا فیزکّیہما کیف کانا اللازم مبتدا ہے اسکی خبر آگے آتی ہے ربع عشر یعنی چالیسوان حصہ لازم ہے اوس مال مین جو سونے چاندی کا
جیسے درہم دینار روپیہ اشرفی یا اون سے کچھہ بنا ہو جیسے برتن یا تلوار کی کوتہی یا لگام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنا یا گیا ہو مطلق
مین یعنی اوسکا استعمال مباح ہو یا نہو اگرچہ آرایش کے لئے یا نفقہ کے لئے رکہا ہو اسلئے کہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے لئے موضوع
ہین تو اون سے ہر زکوۃ ہر صورت مین ہوگی وفی عرض تجارۃ قیمتہ نصاب الجملۃ صفۃ عرض وہو ہنا ما لیس بنقد واما عدم
صحۃ النیۃ فی نحو الارض الخراجیۃ فلقیام المانع کما قدمنا لا لان الارض لیست من العرض فتنبہ اور چالیسوان حصہ
لازم ہے اسباب تجارت مین جسکی قیمت نصاب کو پونہچی ہو شارح نے کہا کہ یہہ جملہ صفت ہے عرض کی اور عرض سے مراد یہہ ہے کہ نقد نہو اور یہہ
زمین خراجی مین جو نیت تجارت کی صحیح نہین ہے وہ بسبب مانع کے ہے جیسا پہلے گذر چکا یعنی تکرار زکوۃ کا لازم آتا ہے نہ اس جہت سے کہ زمین پر اطلاق
عرض کا نہین ہوتا اسباب کو سمجہہ لو من ذہب او ورق ای فضۃ مضروبۃ فافاد ان التقویم انما یکون بالمسکوک عملا بالعرف
من ذہب او ورق بیان ہے نصاب کا یعنی اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگائی ہوئی کی تو اس سے معلوم ہوا کہ
قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہین ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہے مقوما باحدہما ان استویا فلو احدہما اروج تعین التقویم بہ
قیمت کی گئی ہو نصاب مذکورا نمین سے کسی ایک سے اگر دونو برابر ہون یعنی چلن مین پس اگر ایک رواج مین زائد ہو تو قیمت کرنیکے
لئے وہی متعین ہوگا ولو بلغ باحدہما نصابا دون الآخر تعین ما یبلغ بہ اور اگر ہو نہچے ایک کے ساتہہ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ
دوسرے کے ساتہہ تو جسکے اعتبار سے نصاب کو پونہچے وہی متعین ہے قیمت کے تقرر کے لئے مثلا مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کیجاتی ہے
تو ساڑہے باون تولہ کا ہوتا ہے اور سونے سے کرنے مین تو تین پاؤ تولہ کا ہوتا ہے تو قیمت چاندی سے لگائی جائیگی ولو بلغ باحدہما نصابا و

خمسًا بالاخر اقل قومه بالانفع للفقیر بهما لیخ اور اگر پونچی سونے چاندی مین سے ایک کے ساتھہ تقویم کرنیکے نصاب تو پہونچتی
اور دوسرے کے ساتھہ قیمت کرنے سے کمتر ہو تو اوسکو تقویم کرین اوسکے ساتھہ جسکے ہونے سے فقیرون کے حق مین نفع ہو کذا فی الشرح یعنی اگر روپیہ کے
ساتھہ قیمت کرین تو دوسو چالیس درہم ہون اور دنانیر کے ساتھہ تیئیس دینار ہون تو دراہم کے ساتھہ تقویم کرین کیونکہ انمین چھہ درہم
لازم ہون گے بخلاف دنانیر کے کہ انمین واجب نصف دینار ہے کہ مساوی ہے پانچ درہم کو اور اگر دیناروں سے چھہ کو پونچتی ہو اور درہم سے
ایک سو چتیس ۱۳۶ کو تو دیناروں کے ساتھہ تقویم ہوگی ہدایہ مین ہے کہ شرع مین زیادہ دس درہم کا ہوتا ہے فتح القدیر مین کہا ہو کہ [illegible]
دس درہم لگائے جاتے ہین شروع مین ایسا ہی تھا اور ثم عشرین چہر قوله اللازم وفی کل خمس بحساب فی کل اربعین درهمًا
درهم وفی کل اربعة مثاقیل قیراطان ومابین الخمس الی الخمس عفو عند ابی حنیفة رح وقالا بحسابه وهی مسألة الکسور ربع عشر هو
اللازم کی یعنی واجب سونے چاندی مین چالیسوان حصہ ہے اور ہر پانچویں حصہ نصاب مین اسی حساب کو واجب ہو یعنی ہر چالیس درہم پر ایک درہم
اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسری تک معاف ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ جتنا نصاب سے زیادہ ہو اسکی اسی حساب سے زکوٰۃ
ہو جاوے یعنی خمس تک کے جو کسور ہین صاحب کے نزدیک معاف ہین وہ انکے نزدیک نہین اور یہ مسئلہ الکسور ہے ماخوذ ہے حدیث لا تاخذ
من الکسور شیئًا یعنی نہ لے کسرون مین کچھہ کذا فی الشامی وغالب الفضة والذهب فضة وذهب ماغلب غشه منهما یقوم کالعروض
ویشترط فیه النیة اور سونا یا چاندی اگر کسی ملاونی کے ساتھہ مخلوط ہون اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اوسکا حکم سونے چاندی کا ہو
یعنی غش مغلوب ہے یعنی اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہو اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہو تو اس قسم کی مخلوط مین زکوٰۃ سونے چاندی کی لازم ہے یہان تک کہ
اگر بہ نیت تجارۃ بھی رکھا ہوگا تو زکوٰۃ نقدین کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اوسکی قیمت کیجاوے مثل اور
اسباب تجارت کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو الا اذا کان یخلص منه مایبلغ نصابًا او اقل وعنده مایتم به او کانت اثمانا رائجة
وبلغت نصابًا من ادنی نقد یجب زکوته فیجب والا فلا نیت شرط ہو مگر اس صورت مین کہ مخلوط مین اسقدر چاندی یا سونا جدا ہو سکتا
ہے کہ نصاب کی مقدار کو پہنچے یا سونا چاندی اگرچہ نصاب سے کم ہے لیکن جسقدر نصاب مین کمی ہے اوسکو پورا کرنے کو اوسکو پاس کچھ نی
تجارت کی چیز یا نقدین مین سے موجود ہے یا یہہ کہ غالب الغش ثمن مروج ہون اور قیمت مین اوس ادنی نقد کی نصاب کی برابر ہون جسمین
زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہین واجب ہوگی والخلاف فی الغش المساوی والمختار لزومها احتیاطًا خانیه ولذا
لا یباع الا وزنًا اور جو مال ایسا ہو کہ اوسمین ملونی ہو چاندی یا ملونی اور سونا دونو برابر ہون اوسمین خلاف ہے مختار یہ ہے کہ زکوٰۃ لازم ہے
احتیاطًا کذا فی الخانیه اور اسی جہت سے اوسکی بیع بغیر وزن کے نہین جائز ہے تاکہ ربوا لازم نہ آوے واما الذهب المخلوط
بالفضة فان غلب الذهب فذهب والا فان بلغ الذهب او الفضة نصابًا وجبت اور سونا جو چاندی مین مخلوط ہو پس اگر سونا
غالب ہو تو حکم سونے کا ہو اور اگر سونا غالب نہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہونچے تو واجب ہے هم شبنی مین اسطرح تقریر کی ہے اگر ملا
ہوا سونا چاندی کے ساتھہ پس اگر سونا نصاب کو پونہچے تو کل کی زکوٰۃ سونیکی دیجاویگی سونا غالب یا مغلوب ہو اسلئے کہ وہ عزیز ہے اور اگر
سونا نصاب کو نہ پونہچے پھر اگر چاندی نصاب کو پونہچ گئی تو کل کی زکوٰۃ چاندی کی زکوٰۃ ہو گی مین کہتا ہون کہ صورت سونے چاندی کے
مخلوط ہونیکی بارہ طرح ہو سکتی ہے یا یہکہ سونا غالب یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت مین یا دونو بقدر نصاب کو پہنچین یا نہ پہنچین یا فقط
نصاب ہو یا چاندی فقط نصاب ہو انمین سے دو صورتین مشتبہ ہین ایک یہہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہنچے دوسری یہہ کہ سونا اور چاندی
دونو برابر ہون اور چاندی فقط نصاب کو پہنچے باقی دس صورتین ممکن ہین اور تتارخانیہ مین ہے کہ عجب [illegible] غالب ہو اور
دو ثلث چاندی اور ایک تہائی سونا یا زیادہ تو کل کا حکم چاندی کا ہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہے اپنے کمتر کا تابع نہین ہو سکتا بخلاف اسکو کہ

غالب ہو اس سے یہہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو اوسمین چاندی کی زکوٰۃ لازم اما علی الاطلاق نہین بلکہ مقید ہے خاص دس صورتمین کہ وہ سونا مخلوط قیمت مین کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوٰۃ سونیکی ہوگی واللہ اعلم قالہ الشامی اور اس نقشہ سے حال ہر ایک کا معلوم ہوتا ہے مع اونکے حکم کے

نقشہ چاندی سونیکے احکام کا درصورت مخلوط ہونے کے کہ زکوٰۃ لازم ہے یا نہین

سونا غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	دونو برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	دونو برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونو برابر اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن
سونا غالب دونو مین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوٰۃ نہوگی	چاندی غالب اور دونو مین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوٰۃ نہین	دونو برابر اور کوئی بقدر نصاب نہین زکوٰۃ نہین

جاننا چاہئے کہ اسمین سے وہ صورت خارج ہے کہ سونا چاندی دونو ملکر پوری نصاب ہوجاوین تو یہہ خاص صورت متن مین آوے گی وشرط کمال النصاب ولو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول واما الدین فلا یقطع الحول بلو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہے پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر مین شروع مین انعقاد کے لئے اور آخر مین وجوب کے لئے پس نقصان نصاب کا اثناء حول مین مانع وجوب زکوٰۃ کا نہین پھر اگر کل نصاب ہلاک ہوگئی تو برس کا حساب باطل ہوگیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس مین اوسکو ملا تو اوسکے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہو یہہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام صاحب سے بھی ایسا ہی منقول ہے جیسا مجمع مین ذکر کیا ہے مگر شارح نے شروع کتاب الزکوٰۃ مین بعد قول مصنف کے فلا زکوٰۃ علی مکاتب ومدیون للعبد الخ بیان کیا ہے کہ دین عارض ہوجانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر مین ترجیح دی ہے کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوٰۃ کے ادا مین اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھہ ملائی جاوے اسلئے کہ سب مال تجارت کا ہے نقدین تو بسبب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملالیا جاوے سونا چاندی کے ساتھہ یا چاندی سونے کے ساتھہ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونو مین ثمنیت پائی جاتی ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ ملائی جاوین اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ اس مثال مین ہے

فلو لہما مائۃ درہم وعشرۃ دنانیر قیمتہا مائۃ واربعون تجب ستۃ عندہ وخمسۃ عندہما فافہم پس اگر کسی کے پاس سو درہم اور
دس دینار موجود ہوں کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہوں تو چھہ درہم امام صاحب کے نزدیک واجب ہوں گے اور پانچ صاحبین کے نزدیک
ہیں یعنی نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہیں اوسکی زکوٰۃ ڈھائی درم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونیکی ہے امام صاحب کے نزدیک
باعتبار قیمت کے ملائے جاینگی اور قیمت اونکی ایک سو چالیس درم مفروض ہیں جسکی زکوٰۃ ساڑھے تین درہم ہوئے پس کل زکوٰۃ چھہ درم ہوئی اور
صاحبین کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگی یعنی نصف نصاب چاندی کی ہے اور نصف سونیکی تو ایک نصاب ہوگئی اور چونکہ ایک نصاب
دو سو درم کی ہوتی ہے تو دو سو کی زکوٰۃ یعنی پانچ درم لازم ہوں گے شامی نے کہا کہ تبعیت نہر الفائق شارح نے پانچ درم کہے حالانکہ صورت
مفروضہ میں صاحبین کے نزدیک بھی چھہ درم ہوتے ہیں کیونکہ صاحبین کے نزدیک ہر نصف نصاب سے چالیسواں حصہ لازم ہے تو دس دینار کا
چالیسواں حصہ دینار کی چوتھائی ہے اور یہاں دینار چودہ درم کا مفروض ہے تو اوسکی چوتھائی ساڑھے تین درم ہوئے جسکو سو درم کی زکوٰۃ
میں ملانے سے چھہ درم ہوتے ہیں اور شارح نے فافہم کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو یہہ کہتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزا ہی کے
بعد ہونے سے ہے قیمت کا اعتبار نہیں چنانچہ اگر کسی کے پاس سو درم اور دس دینار ہوں جنکی قیمت سو درم سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب ہے حالانکہ
قیمت کے اعتبار سے دو سو درم نہیں مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونیکی اور نصف چاندی کی ملکر پوری نصاب ہوا اور یہہ قول کافی کا غلط ہے اسلئے
کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہے اور مثال بالا میں ہرچند نصاب چاندی کی پوری نہیں مگر جب سو درم کے دینار بنائے جائینگے
تو دس دینار ہوکر کچھہ بچ رہیگا تو سونیکی نصاب پوری ہوجائیگی غرضکہ امام صاحب کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہہ مراد نہیں کہ دونوں کی نصاب پوری
ہوسکے بلکہ یہہ غرض ہے کہ دونوں میں سے کسی کی پوری ہوجائے کذا فی الطحطاوی تصرف ولا تجب الزکوٰۃ عندنا فی نصاب مشترک من
سائمۃ ومال تجارۃ اور نہیں واجب ہوتی زکوٰۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک میں خواہ سائمہ ہو یا مال تجارت ہو نصاب مشترک سے مراد یہہ کہ جدا
جدا ہر شخص کا مال زکوٰۃ کے لائق نہیں بلکہ جب دونوں کا مال ملا دیں تو نصاب ہوتی ہے وان صحت الخلطۃ فیہ ای فی النصاب باتحاد اسباب
الاسامۃ التسعۃ التی یجمعہا اوص من یشفع وبیانہ فی شرح المجمع اگرچہ ملانا درست ہوگیا ہو نصاب میں بسبب متحد ہونے سببوں چرائی
کے جو عدد میں نو ہیں جسکی طرف ایما کرتا ہے جملہ اوص من یشفع اور اسکا بیان شرح مجمع میں ہے عندنا کے لفظ سے اشارہ ہے طرف خلاف
امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے اور اسباب تسعہ کہا حقیقت میں شروط تسعہ ہیں مجازاً شرط کو سبب کہا اور اوص من یشفع میں
ہمزہ اشارہ ہے طرف اہلیت کے یعنی دونوں شریک اہل ہوں وجوب زکوٰۃ کے اور واو اشارہ ہے وجود اختلاط کیطرف شروع سال میں اور صاد
قصد اختلاط کیطرف یعنی اختلاط اختیاری ہو اور میم اتحاد مسرح کیطرف یعنی جانا دونوں مواشی کا چراگاہ میں ایک جگہ سے اور نون اشارہ
الماء واحد کیطرف یعنی وہ مینہ جسمیں دونوں ریوڑ پانی پیتے ہیں ایک ہو اور رای اتحاد راعی کیطرف کہ دونوں کا چرانیوالا ایک ہو اور شین اتحاد مشرب
کیطرف یعنی پانی پینے کا کنواں یا تالاب ایک ہو اور فا اتحاد فحل کیطرف یعنی ایک ہی نر دونوں پر پڑا ہو اور عین اتحاد مرعی کیطرف یہہ
شرطیں سوائم کے اختلاط کی ہیں اور شروط اختلاط کی مال تجارت میں کتب شافعیہ میں مذکور ہیں منجملہ اون کے یہہ کہ دوکان اور چوکیدار
اور مکان حفاظت کا علیحدہ نہو کذا فی الشامی وان تعدد النصاب تجب اجماعًا ویتراجعان بالحصص وبیانہ فی الحاوی اور اگر
نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوٰۃ واجب ہے یعنی اگر قبل ملانیکے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہے تو زکوٰۃ دونوں پر واجب ہے ہر ایک کے مال
کی اور آپس میں ایک دوسرے سے پھیر لیویں بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی میں ہے قاضیخان نے حاوی سے زیادہ
بیان کیا ہے اوسکی صورت یہہ ہے کہ اون دونوں کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوٰۃ
واجب دو بکریاں ہوئیں تو ہر ایک سے ایک ایک بکری مصدق لے لی پھر دو تہائی مال والا تہائی اور سر بکری کی جو ایک تہائی والے سے

رہی ہو پھیر لے اور ایک تہائی مال والا دو تہائی اوس بکری کی کہ دو ثلث والے نے دیدی اور ایک ثلث قیمت کے بدلہ میں مجرا ہوگا باقی رہا ایک ثلث بس ایک
تہائی مال والا اوس کا مطالبہ دو تہائی والے سے کرے اور اس سے یہہ بھی ظاہر ہوا کہ تراجع جانبین سے ہے موافق اصل باب التفاعل کے
کذا فی الشامی فان بلغ نصیب احدھما نصابا زکاہ دون الاٰخر پس اگر پہنچے حصہ ایک کا اون دونوں میں سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے
حصہ کی زکوٰۃ دیوے نہ دوسرا اسکی صورت یہہ ہو کہ اَستی بکریاں دو شخصوں کی مشترک ہین ایک کی ایک تہائی ایک کی دو تہائی مصدق نے انہیں
سے ایک بکری لی یعنی دو تہائی والے کی زکوٰۃ تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پھیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوٰۃ
نہین کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینہ وبین ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لاشیٔ علیہ لانہ مما لا یقسم خلافا للثانی سراجیہ اور اگر
ایک شخص کے اور اَستی آدمیونکی شرکت مین اَستی بکریان ہون یعنی نصف نصف تو اوس شخص پر کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ یہہ مال مشترک اوس قبیل
سے ہے کہ تقسیم نہیں ہوسکتا یعنی ہر بکری کا آدھا نہیں ہوسکتا برخلاف قول امام ابو یوسف کے کذا فی السراجیہ تجنیس میں ہے کہ اَستی بکریان چالیس
آدمیون مین مشترک ہین اسطرح کہ ایک شخص کی ہر بکری مین سے آدہی ہے اور دوسرا نصف باقی لوگون میں ہے تو اس چالیس والے پر زکوٰۃ نہین
امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام محمد کا ہے اور اگر وہی آدمی مشترک ہوتے تو دونو پر زکوٰۃ واجب ہوتی اسلئے کہ اس حالت مین
تقسیم ہوسکتی ہے اور پہلی صورت مین تقسیم نہین ہوسکتی یعنی چونکہ ہر ایک بکری نصفا نصف ہے تو تقسیم نہیں ہوسکتی بدون آدہے کے بخلاف
اسکے کہ اَستی کو دو آدمیون مین دو ٹکڑے کرین کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی ومتوسط وضعیف فتجب
زکوتھا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درھما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ فکلما
قبض اربعین درھما یلزمہ درھم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہین ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف پس زکوٰۃ
دیون واجب ہوتی ہے جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علی الفور نہین بلکہ جب چالیس درم دین قوی سے قبضہ کرے اور دین قوی
قرض یا مال تجارت کا بدل ہے سو ہر بار کہ چالیس درم وصول کرے ایک درم لازم آویگا یعنی پہلے چالیس پر ایک درم پھر جب چالیس اور وصول
ہون تو دوسرا درم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہین عن الشامی وعند قبض مأتین منہ
لغیرھا ای من بدل مال لغیر تجارۃ وھو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوھما مما ھو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ
کطعام وشراب واملاک اور لازم ہے زکوٰۃ وقت قبضہ دو سو درم کے بدل مال سے جو تجارت کے لئے نہو اور یہہ دین متوسط ہی جیسے قیمت سائمہ
کی یا خدمت کے غلام کی اور مثل انکی اُن چیزون کی کہ حوائج اصلی مین مشغول ہین جیسے کہانا پینا املاک وغیرہ کی ہم املاک جمع ملک کی ہے بمعنی مملوک
مطلق یہہ عطف عام کا ہی خاص پر اور عرف مین اراضی کو کہتے ہین اس صورت مین یہہ عطف مباین کا ہے عن الشامی ویعتبر ما مضی من
الحول قبل القبض فی الاصح اور لگاے جاوینگے برس کے وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے اصح روایت مین ہم دین
متوسط مین دو روایتین ہین روایت اصل یہہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہے اور ادا لازم نہین یہانتک کہ قبض کرے دو سو درم اوسوقت زکوٰۃ ادا
کرے اور ابن سماعہ کی روایت مین امام ابو حنیفہ سے یہہ ہے کہ اوسمین زکوٰۃ واجب نہین یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذرے اسلئے کہ
یہہ مال زکوٰۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہے تو بمنزلہ اوس مال کے ہے جو ابھی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہہ ہے کہ جب اوسنے حاجت
کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہہ ہے کہ مبنی اختلاف کا دین متوسط مین اسبات پر ہے کہ وہ مال زکوٰۃ
کا بعد قبض کے ہوتا ہے یا قبل اسکے پہلی صورت مین ضرور ہے گذرنا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت مین ابتدا سال وقت بیع سے ہے
اور اصح یہی ہے اور بعض محشیون سے اس جگہ خطا واقع ہوئی ہے اور دین قوی مین کچھ اختلاف روایات نہین زکوٰۃ اوسمین اصل مال کے
برس سے واجب ہے مگر ادا اوسوقت لازم ہے کہ چالیس وصول کرے کذا فی الشامی بتصرف ومثلہ ما لو ورث دینا علی رجل اور دین متوسط

کی شرط ہے اگر وارث ہوا اوس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ ہے ہم یعنی نصاب اوسکی میراث سے معتبر ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے تنبیہ پہلے جو مذکور
ہوا کہ دین قوی اور متوسط مین ادای زکوۃ نہین واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ مورث اگر بعد چند سال کے مرگیا قبل قبض دین کے تو اوسکو
وصیت اخراج زکوۃ کی قبضہ ہونے پر لازم نہین ہے کیونکہ ادا اوسکے ذمہ ابھی لازم ہی نہین ہوا اور نہ وارث کے ذمہ زکوۃ لازم ہوگی کیونکہ اوسکی
ملکیت وراثت سے پہونچی تو اسکا ابتداء سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعده ای بعد القبض
من دین ضعیف وهو بدل غیر مال کمهر ودیة وبدل کتابة وخلع اور زکوۃ لازم ہے وقت قبضہ دو سو درم کے دین ضعیف سے اور بعد
گذرجانے سال تمام کے بعد قبض کے اور دین ضعیف وہ ہے کہ بدل مال کا نہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہے الا اذا کان عنده
ما یضم الی الدین الضعیف کما مر مگر جبکہ ہو اوسکے پاس وہ مال کہ ملاوے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذرچکا ہم یہ استثناء ہے اشتراط
حولان حول سے بعد قبض کے حاصل یہ کہ جب اوسکو کچھ حاصل ہوا اور اوسکے پاس پہلے سے نصاب ہے تو مقبوض کو نصاب کے ساتھ ملاکر زکوۃ
ادا کرے اور مقبوض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہین وقوله کما مر اشارہ ہے المستفاد فی اثناء الحول الخ کیطرف اور مراد
یہ ہے کہ بیان جو مذکور ہے وہ اوسی قاعدہ مین داخل ہے ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہین کی ولو ابرأ رب الدین المدیون بعد
الحول فلا زکوۃ سواء کان الدین قویا او لا خانیه اور اگر معاف کردیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوۃ نہین
برابر ہے کہ دین قوی ہو یا نہو کذا فی الخانیة وقیده فی المحیط بالمعسر اما الموسر فهو استهلاک فلیحفظ بحر اور محیط مین عدم زکوۃ کو ابرار
دائن کی صورت مین مقید کیا ہے مدیون مفلس کے ساتھ اس صورت مین ابرار بمنزلہ ہلاک کے ہوا لیکن اگر مدیون مالدار ہے تو یہ بمنزلہ قصداً
ہلاک کرنے کے ہے یعنی زکوۃ واجب ہوگی یاد رکھو کذا فی البحر قال فی النهر وهذا ظاهر فی انه تقیید للاطلاق وهو غیر صحیح فی
الضعیف کما لا یخفی نہر الفائق مین کہا اور یہ یعنی قول بحر کا وقیده الخ ظاہر ہے اسباب مین کہ قول مذکور یعنی سواء کان الدین قویا او لا
کہ دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہے عام نہین ہے بلکہ مقید ہے مفلس کے ساتھ اور یہ صحیح نہین ہے دین ضعیف مین کیونکہ دین ضعیف
مین زکوۃ ہی نہین واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت مین اوسکا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب
سے پہلے پس زکوۃ کا ضامن نہوگا اور یہی حال دین متوسط مین ہے کذا فی الشامی وتجب علیها ای علی المرأة زکوۃ نصف مهر من
نقد مردود بعد مضی الحول من الف کانت قبضته مهرا ثم ردت النصف لطلاق قبل الدخول فتزکی الکل لما تقرر
ان النقود لا تتعین فی العقود والفسوخ اور واجب ہے عورت پر زکوۃ نصف مہر نقد کی کہ پھیرا گیا بعد برس رہنے کے اوس ہزار مین سے
کہ جسکو مہر قبض کیا تھا پھر پھیرا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوۃ دیوے کل ہزار کی اسلئے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہے کہ نقد یعنی سونا چاندی
عقود مین یعنی بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ مین اور فسوخ مین یعنی اقالہ اور خلع وغیرہ مین متعین نہین ہین ہم نقد کے لفظ سے احتراز ہے سائمہ
سے اور شارح نے جو من نقد زیادہ کیا اوسکی ضرورت نہین ہے کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہے وہ اس مطلب کے ادا کرنے کو کافی
ہے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درم کے مہر پر اور ہزار یعنی کل مہر اوسکو دیدیا اور ایک برس گذرگیا پھر شوہر
نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوۃ ہے مرد کے ذمہ نہین کیونکہ عقود مین نقد معین
نہین ہوتے اوسنے جو قبض کیا تھا وہ اسکی ملک مین ہوگیا تھا اب جو پھیرنا پڑا تو بعینہ وہ پانسو پھیرنے ضرور نہین ہین بلکہ اوسکی جگہ
اور پانسو اگر دیدے تو درست ہے اسی جہت سے زکوۃ اوسیکے ذمہ لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوۃ نہین کذا
فی الشامی نقلا عن الولوالجیه وتسقط الزکوۃ عن موهوب له فی نصاب مرجوع فیه مطلقا سواء رجع بقضاء او غیره بعد
الحول لورود الاستحقاق علی عین الموهوب ولذا لا رجوع بعد هلاکه اور ساقط ہوتی ہے زکوۃ موہوب لہ کے ذمہ سے اوس

میں واجب ہے بعد ہر برس کے ... لے جاوے جیسے کہ بنا اوس پر عامل قاضی کے حکم سے چنانچہ ... استحسانا ثابت ہے ... اور
اور سپرد ہو موہوب لہ کو ... جو نصیب پہنچتا ... یہ لانہ لا رجوع علی الواھب انفسخ لتقدم الملک وھی بین الحیلی موہوب لہ کی قیمت زکوۃ
کے سقوط میں ان دونوں صورتوں میں کہ جس پر ... واجب نہیں ہے کیونکہ اوسکی ملک منقطع ہوگئی تھی اور یہ سقوط زکوۃ کے لئے ایک حیلہ ہے
اور اتفاقاً ... آیا ہو کہ موہوب لہ سے زکوۃ ساقط ہونے میں اختلاف ہے چنانچہ امام زفر وجوب کے قائل ہیں اگر بغیر حکم قاضی پھیر دی اسلئے
کہ اپنے اختیار سے اوسکو پھیر دیا تو ہبہ جدید ہوا اور بمنزلہ استہلاک کے ہوا ہم کہتے ہیں کہ اوسکو رد میں اختیار نہیں ہے اگر یہ خود نہ دیتا
تو قاضی کے یہاں نالش کر کے بجبر لے لیتا اسوجہ سے بمنزلہ ہلاک کے ہوا نہ استہلاک کے کذا فی الشامی ومنها ان یہبہ لطفلہ قبل التمام بیوم
اور ایک حیلہ سقوط زکوۃ کا یہ ہے کہ مال ہبہ کر دے اپنے لڑکے کو سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے اور اس قسم کا حیلہ دفع زکوۃ کے لئے
امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں اور محیط میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور اول کو شیخ حمید الدین نے اختیار کیا
ہے اور ایسا ہی اختلاف ہے دفع شفعہ کے حیلہ میں اور کہا گیا ہے کہ فتوی شفعہ کے باب میں امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوۃ میں امام محمد کے
قول پر اور یہ تفصیل اچھی اور پسندیدہ ہے کذا فی شرح در البحار اور کتاب الشفعہ میں مصنف اور شارح نے اسکو بیان کیا ہے

باب العاشر

یہ باب ہے عشر لینے والے کے بیان میں قیل هذا من تسمیة الشیء باسم بعض احواله ولا حاجة الیه بل العشر علم
لما یاخذه العاشر مطلقاً ذکره سعدی ای علم جنس کہا گیا ہے کہ یہ نام رکھنا ہے کسی چیز کا اوسکو بعض حالات کے اعتبار سے
یعنی عاشر کبھی عشر لیتا ہے اور کبھی نصف العشر اور کبھی ربع العشر پس چونکہ بعض حالتوں میں کہ جنمیں عشر لیتا ہے تو اوسی اعتبار سے اسکا
نام عاشر رکھا گیا اور اس تکلف کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ عشر نام ہے اوس چیز کا جو عاشر مال والوں سے لیتا ہے خواہ عشر ہو یا نصف العشر ذکر
کیا ہے اسکو سعدی نے یعنی علم جنس ہے شامی نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ اسم جنس کہا جاوے کیونکہ علم جنس میں علمیت ضرورت کا کرتی
ہیں جیسا اسامہ میں کہ معروفوں کا سا استعمال ہوا ہے اور کوئی آلہ تعریف کا نہیں اور یہاں کوئی ضرورت علم ماننے کی نہیں ھو حر مسلم
بھذا یعلم حرمة تولیة الیهود علی الاعمال عاشر آزاد ہے مسلمان یعنی نہ غلام ہو نہ کافر اس سے معلوم ہوا کہ یہود کو عامل بنانا حرام
ہے غیر ہاشمی لما فیه من شبهة الزکوة اور عاشر ہاشمی نہ ہو کیونکہ اسمیں زکوۃ کا شبہہ ہے کہ ہاشمیوں کو جائز نہیں ہم غیر ہاشمی
کی شرط عنایہ میں لگائی ہے اوسکے سوا اور کسی کتاب میں نظر نہیں آئی اور یہ مخالف ہے اوسکے جو نہایہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب ہاشمی
صدقات پر مقرر کیا جاوے تو اوسکو اجرت لینا حلال نہیں اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور روزینہ کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے تو زیادہ بلا
اجرت تبرعاً کام کرے تو درست ہے کذا فی الشامی قادر علی الحمایة من اللصوص والقطاع لان الجبایة بالحمایة اور عاشر قدرت رکھتا ہو
تجار کے بچاو کی چوروں اور رہزنوں سے اسلئے کہ لینا مال التجار سے بسبب حمایت کے ہے یعنی امام جو مال لیتا ہے تو اموال کی حفاظت کے لئے لیتا ہے
نصبه الامام علی الطریق للمسافر یخرج الساعی فانه الذی یسعی فی القبائل لیاخذ صدقة المواشی فی اماکنها مقرر کیا ہو
عاشر کو امام نے راہ پر مسافروں کے لئے اس سے نکل گیا ساعی کیونکہ ساعی وہ ہے کہ جو قبائل میں جاوے تا کہ مواشی کا صدقہ مواشی کے مکان
پر پہنچکر وصول کرے لیاخذ الصدقات تغلیباً للعبادة علی غیرها اوسکو امام نے مقرر کیا ہو تا کہ وصول کرے صدقات اور چونکہ
عاشر مسلمانوں سے صدقہ وصول کرتا ہے اور کفار سے جزیہ تو تعریف میں صرف صدقہ کا ذکر کرنا ترجیح دینا ہے عبادت کو غیر عبادت پر
التجار بوزن فجار المارین باموالهم الظاهرة والباطنة علیه لفظ تجار جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی یعنی عاشر جو مقرر کیا گیا ہو
ہے کہ اوسکے گذرتے ہیں اپنے مال سمیت مال ظاہر ہو یا باطن ہم مال کی دو قسمیں ہیں ظاہر اور باطن ظاہر وہ ہے جو ہاشمی اور جو عاشر کے پاس سے لیکر
آوے اور باطن سونا چاندی اور مال تجارت اپنے موقعہ پر کذا فی البحر اور یہاں باطنہ سے مراد وہ ہے جس پر عاشر ... بقرینة الآتیین ...

باب العاشر

ورنہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہے پس اوسکو باطن کہنا مجاز ہے باعتبار پہلے حال کے کیونکہ اسلئے کہ اموال باطنہ جو گھر
مین ہین اگر عاشر کو خبر بھی کرے تو اوس سے نہین لے سکتا جیسا بحر مین صریح ہے اور باطنہ اور ظاہرہ کی تعمیم مین اشارہ عنایہ وغیرہ کی
رد کیطرف ہے کہ مراد اموال باطنہ ہین کیونکہ اموال ظاہرہ یعنی سوائم مین عاشر کے پاس آنیکی ضرورت نہین بلکہ عاشر خود جاکر وصول کرتا ہو اور یہ شارح
اسطرح ہوا کہ یہہ مبنی ہے عاشر اور ساعی مین فرق نکرنے پر حالانکہ ان دونون مین فرق ہے جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما ورد فی ذم العشار
محمول علی من یاخذ ظلما اور وہ جو حدیث شریف مین عاشرونکی مذمت مین وارد ہوا ہے لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داؤد وغیرہ یعنی
نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت مین سو یہہ محمول ہے ظلم سے لینے پر فبین ج انکر تمام الحول او قال لم انو التجارۃ او علی دین محیط او منقص
للنصاب لان ما یاخذہ زکوۃ معراج وھو الحق بحر لذا اطلقہ المصنف پس جو شخص انکار کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ مین نے
نیت تجارت کی نہین کی یا کہے کہ میرے ذمہ قرض محیط ہے یا اسقدر دین کہ بعد اوسکے مال بمقدار نصاب نہین رہتا شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم
اسواسطے ہے کہ عاشر جو لیتا ہے بصیغہ زکوۃ لیتا ہے کذا فی المعراج اور یہی حق ہے کذا فی البحر اور اسیلئے مصنف نے دین کو مطلق رکھا او قال اديته
الی عاشر اخر وکان عاشر اخر محققا یا کہا کہ مین دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا عاشر محقق ہوا او قال اديت الی الفقراء فی المصر لا بعد
الخروج سابقا یا کہا کہ مین ادا کر چکا فقیرون کو شہر مین نہ شہر سے نکلنے کے بعد کہ اسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صدق فی الکل بلا
اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنی ان سب صورتون مذکورہ مین اگر بیان کو بحلف ہو کہ کہے تو مانا جاویگا بدون چٹھی پیش
کرنے چٹھی دوسرے عاشر کے اسواسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہین اصح روایت مین اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی البدائع حتی لو اتی بہا
علی خلاف اسم ذلک العاشر وحلف صدق ومحلات علیہا تک یہانتک کہ جو چٹھی پیش کی برخلاف نام اوس عاشر کے اور قسم کہائی
تو مانا جاوے اور چٹھی کالعدم شمار کیجاوے ولو ظہر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہووے جھوٹ مالوالے کا چند سال
کے بعد تو زکوۃ لیجاوے اوس سے الا فی السوائم والاموال الباطنۃ بعد اخراجھا من البلد یہہ استثناء صدق سے یعنی قول
مانا جاوے لیکن سوائم مین اور اموال باطنہ مین بعد نکالنے کے شہر سے نمانا جاویگا لتعلقہا بالاخراج الحقت بالاموال الظاہرۃ
فکان الاخذ فیہا للامام فیکون ھو الزکوۃ والاول ینقلب نفلا اسلئے کہ اموال مذکورہ نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ
لمحق ہوگئے پس حق لینے زکوۃ کا انہین امام کو ہوگا پس یہہ اخذ زکوۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل ویاخذھا منہ بقولہ لقول عمرؓ لا تنبشوا
علی الناس متاعھم لکنہ یحلفہ اذا اتھم اور لیویگا زکوۃ کو عاشر مالوالے سے بموجب اوسکے بیان کے کیونکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہو کہ
نہ تفتیش کرو لوگون کی متاع کو لیکن مالوالے کو عاشر قسم دیوے اگر اوسکو متہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم او مما صدق فیہ
ذمی لان لھم ما لنا اور سوا امور مذکورہ مین سے جو امر ایسے ہین کہ انہین مسلمان کا قول مانا جاتا ہے کافر ذمی کا بھی قول اونمین مانا جاتا ہے
کیونکہ اونکے لئے وہ رعایت ملحوظ ہے جو ہمارے لئے ہے الا فی قولہ اديت انا الی فقیر لعدم ولایۃ ذلک مگر ذمی کا یہہ قول کہ مین
فقیر کو دیا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اوسکی ولایت نہین ہے اسواسطے کہ جو کچھہ اوس سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ مین جب اوس
کا دعوی کرے تو نہین مانا جاتا اسوجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اوسکو مصرف نہین اور کافر کو مستحقون پر یعنی مسلمانون پر صرف کرنیکی
ولایت نہین کذا فی الشامی لا یصدق حربی فی شیٔ اور کافر حربی کا قول کسی امر مین نہین مانا جاتا یعنی اوسکی طرف التفات نہین
اگرچہ گواہون سے ثابت کرے بدائع الکمال الا فی ام ولدہ مگر اوسکی ام ولد کے باب مین کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونیکا اقرار کرے تو مانا جاویگا
بخلاف اقرار مدبر ہونیکے کہ وہ مقبول نہین ہے اسلئے کہ دار الحرب مین مدبر کرنا صحیح نہین کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ھذا
ولدی اور مگر اس صورت مین کہ کسی غلام کو کہے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور وہ غلام ایسا ہو کہ اوس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہو یعنی

اور پہلے سے وہ ثابت النسب ہو اور مدعی دوسرے کی تکذیب کی ہو کذا فی الطحطاوی لتعذر المالیۃ بسبب ثبوت النسب یعنی یہ علت دونو مسئلون کی ہے
یعنی دونو صورتون مین ام ولد اور غلام مال نہین حالانکہ زکوۃ مال کی لیجاتی ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یولد عتق علیہ وعشر لانہ اقر بالعتق
فلا یصدق فی حق غیرہ یعنی پس اگر وہ غلام پیدا نہ ہوا ہو جسکا اوسکا بیٹا نہیں ہو سکتا تو اس قول سے وہ غلام اوسپر آزاد ہو جاویگا اور عشر لیا جاویگا
اسلئے کہ صرف اقرار عتق کا کیا پس اوسکے غیر پر یعنی عاشر پر ابطال عشر کے باب مین حجت نہوگا کذا فی الشامی ولا کا فی قولہ ادیت الی عاشر آخر
وثمہ عاشر آخر اور مگر اس صورت مین کہ کہے کہ مین ادا کر چکا کسی دوسرے عاشر کو اور وہان کوئی دوسرا ابھی ہو لئلا یؤدی الی استیصال المال
جزم بہ منلا خسرو وذکرہ الزیلعی تبعا للسراجی بلفظ ینبغی کذا نقلہ المصنف عن البحر اوسکا قول اسلئے نہ مانا جاویگا کہ اوسکا مال
جڑ سے اوکھڑ جاوے یعنی ہر عاشر کو عشر دیتے دیتے اوسکے پاس کچھ نہ بچیگا یقین کیا ہے ملا خسرو نے اور ذکر کیا اوسکو زیلعی نے بہ تبعیت سراجی
بلفظ ینبغی یعنی سزاوار ہے کہ مانا جاوے یونہی نقل کیا مصنف نے بحر سے ھم قولہ منلا خسرو اسیطرح ہے بعض نسخ بحر مین بزیادۃ لفظ فی شرح الدرر
اور دوسرے نسخون مین منلا شیخ فی شرح الدرر ہے اور یہی صواب ہے اسلئے کہ عبارت منلا خسرو کی مانند عبارت کنز کے ہے اور وہ عبارت جسکو شارح نے
ذکر کیا ہے وہ عبارت امام محمد بن محمد بن محمد بخاری شہیر بہ منلا شیخ کی ہے اوسکی کتاب غرر الاذکار شرح درر البحار مین لکن جزم فی العنایۃ والغایۃ
بعدم تصدیقہ ورجحہ فی النہر لیکن جزم کیا ہے عنایہ مین اور غایۃ البیان مین اوسکے قول نہ ماننے کا اور نہر مین اسکو ترجیح دی ہے واخذ
منا ربع عشر ومن الذمی سواء کان تغلبیا او لم یکن کما فی البرجندی عن الظہیریۃ ضعفہ ومن الحربی عشرہ اور لیا جاوے ہمسے
یعنی مسلمانون سے چالیسوان حصہ اور کافر ذمی سے بیسوان حصہ خواہ وہ تغلبی ہو یا نہو جیسا برجندی مین ہے منقول ظہیریہ سے اور حربی سے دسوان
حصہ بذلک امر عمر سعاتہ یعنی ان تینون باتون کا امر کیا حضرت عمر نے اپنے ساعیون کو کما بحر الرائق مین ہے کہ مسلمانون سے جو لیا جاتا
ہے وہ زکوۃ ہے اور ذمی سے دونا صدقہ اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسوان حصہ اور یہ مال جو کفار سے حاصل ہو جزیہ کے مصارف مین خرچ
کیا جاویگا بشرط کون المال لکل واحد نصابا لان ما دونہ عفو یعنی بشرطیکہ ہووے مال ہر ایک کے پوری نصاب اسلئے کہ نصاب سے کم معاف ہے و بشرط
جہلنا قدر ما اخذوا منا اور بشرطیکہ ہمکو نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانون سے کسقدر لیتے ہین فان علم اخذ مثلہ مجازاۃ پس اگر معلوم
ہو تو اوسیقدر لیا جاوے جسقدر وہ مسلمانون سے لیتے ہین واسطے مکافات کے ھم یعنی لینا مقدار معین پر مجازاۃ ہے نہ اصل لینا کیونکہ ہم لوگ
ان سے بسبیل حق لیتے ہین اور وہ لوگ ناحق حاصل یہ کہ چونکہ وہ لوگ حمایت اہل اسلام مین آئے تو انسے مال لیا گیا پھر اگر مقدار معلوم ہو کہ مسلمانون
سے کفار کتنا لیتے ہین تو اوسیقدر مسلمان لوگ بھی اونسے بطور مجازاۃ کے لیوینگے مگر اس صورت مین کہ وہ کل لیتے ہون اور اگر کمیت اوس
مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم ہو تو عشر یعنی دسوان حصہ لیا جاویگا اسواسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہو چکا اور اعتبار مجازاۃ
کا متعذر ہے پس ذمی سے دونا تشخیص کیا گیا کیونکہ حربی بچاؤ اور حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہے وتمامہ فی الفتح الا اذا اخذوا الکل فلا
ناخذ الکل بل نترک لہ ما یبلغہ مأمنہ ابقاء للامان مگر اس صورت مین کہ کفار مسلمانون سے جو دار الحرب مین جاوین کل مال لیتے ہون
تو ہم لوگ کل مال نہ لیوینگے بلکہ اوسقدر اوسکے پاس باقی چھوڑ دینگے کہ اوسکو اپنے مامن تک پہونچا دیوے واسطے ثبوت حق امان کے ولا
ناخذ منہم شیئا اذا لم یبلغ مالہم نصابا وان اخذوا منا فی الاصح اور ہم نہ لیوینگے اونسے کچھ جبکہ مال نصاب کو نہ پہونچے اگرچہ وہ
ہمسے لیتے ہون اصح روایت مین لانہ ظلم ولا متابعۃ علیہ اسلئے کہ نصاب سے کم مال مین سے کچھ لینا ظلم ہے اور ظلم مین کسی کا اتباع
نہین ھم اسمین اتنی بات ہے کہ کفار جو کچھ ہمسے لیتے ہین خواہ نصاب ہو یا نہو سراسر ظلم ہے ہان مگر یون کہین کہ قلیل مال سے لینا صریح ظلم
ہے کہ جسکو سب عقل والے جانتے ہین کیونکہ قلیل مال صرف نفقہ کے واسطے ہوتا ہے پھر اسمین سے لینا مقتضا ہے امان کے مخالف ہے
جیسا کل کا لینا کذا فی الشامی او لم یاخذوا منا لیستمروا علیہ اجب وہ لیتے ہون ہم بھی نہ لینگے تاکہ وہ نہ لینے پر ثابت رہین ولا ناخذ

بالتقادم اور اسلیے کہ تمام بچہ نہ بخلاف اسکے ہر بار وہ مستحق ہیں ولا یوخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یاخذوا من
اموال صبیاننا شیئا کما فی الحاکم اور نہ لیا جاوے عشر حربی بچے اور لڑکے کے مال سے مگر اس صورت میں کہ وہ لوگ ہمارے لڑکوں
کے مال میں سے کچھ لیتے ہوں جیسا مذکور ہے حاکم کی کافی میں [illegible] مرة ولا یوخذ منه ثانیا فی تلک السنة الا اذا عاد
الی دار الحرب حربی سے ایک بار عشر لیا گیا تو دوبارہ اوس سے اوس برس میں نہ لیا جاوے مگر یہ کہ دار الحرب کو لوٹ جاوے یعنی اور
پھر دار الاسلام میں آوے تو دوبارہ عشر لیا جاویگا لعدم جواز الاستئصال بالاخذ کل دخول او حول کیونکہ لیا جاتا نہیں جبتک نیا سال
نہو یا نیا عہد نہو ہم حربی کو فرصت نہ دیجاوے دار الاسلام میں ٹھہرنے کی پوری برس بلکہ اوسکو امام کہے وقت آنے کے کہ اگر تو یہاں
اقامت کریگا تو تجھ سے جزیہ لیا جاویگا پھر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ لگا دیویں ورنہ دار الحرب میں نکالدے کذا فی المنح ولو مر الحربی بلا عشر
لم یعلم به العاشر یعنی دخل دار الحرب ثم خرج ثانیا لم یعشره لما مضی لسقوطه بانقطاع الولایة اور اگر حربی گذرا عاشر
پر اور عاشر کو خبر نہوئی یہانتک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دار الحرب سے نکل آیا تو اوس سے پہلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہو گیا
ولایت کے منقطع ہونے سے یعنی دار الحرب میں جانے سے حکومت اہل اسلام کی اوسپر نہیں رہی بخلاف المسلم والذمی لعدم المسقط
ذکره الزیلعی بخلاف مسلمانوں اور ذمی کے کہ اگر عاشر پر گذر جاویں پھر عاشر کو خبر ہو تو اوس سے عشر لیا جاوے کیونکہ یہاں مسقط یعنی عشر کا ساقط
کرنیوالا مفقود ہے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ویوخذ نصف عشر من قیمة خمر وجلود میتة کافر کذا فی المصنف متنا
شرحه لو للتجارة وبلغ نصابا اور لیا جاوے بیسواں حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور اسکی مردار کی کھالوں کی قیمت سے اگر تجارت
کے واسطے ہوں اور نصاب کو پہونچیں شارح نے کہا کہ مصنف نے اسیطرح اپنے متن کافی میں ثابت کیا ہے خمر مضاف ہے اور جلود میتة دوسرا مضاف
کافر مضاف الیه اسیلیے خمر کو تنوین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسرہ ہے اور یہاں یہ اشکال ہے کہ کھالیں مثلی نہیں ہیں بلکہ قیمت کی چیز
ہیں تو یہ خنزیر کی مانند ہوئیں نہ شراب کی تو اون سے عشر نہ لینا چاہیے اور اسکا جواب یہ ہے کہ نجس عین کی قیمت میں جس سے بالکل انتفاع
نہیں ہو سکتا اور اوس چیز کی قیمت میں کہ جس سے انتفاع ہو سکتا ہے فرق ہے پس خنزیر سے کسی وجہ سے انتفاع درست نہیں اور جلود میتة
بعد دباغت کے انتفاع درست ہے اسیلیے اونکو علما نے شراب کے مشابہ رکھا خنزیر کی مانند نہیں رکھا کذا فی الشامی باختصار ویوخذ عشر القیمة
من حربی بلا نیة تجارة ولا یوخذ من المسلم شئ اتفاقا اور لیا جائیگا دسواں حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے
اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ باتفاق اسلیے کہ مسلمان شراب کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے تو اگر اوس سے عشر لیا جائیگا تو اوسکا
قبضہ اوسپر اور مستحکم ہو جائیگا کذا فی العطا ولا یوخذ من خنزیر مطلقا لانه قیمی فاخذ قیمته کعینه نہ لیا جاوے عشر کافر
کے سور سے بالکل اسلیے کہ وہ قیمت والی چیزوں سے ہے تو اوسکی قیمت کا لینا گویا اوسکا خود لینا ہے ہم کہتے ہیں کہ حیوان کی قیمت کا حکم
حیوان ہی کا ہے اسلیے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھہرایا جو ذمہ پر لازم آوے تو چاہے قیمت اور اگر چاہے
حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہیں اسیواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دینی لگا تو عورت اوسکے لینے
پر مجبور کیجاویگی سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے کذا فی شرح
الجامع لقاضیخان بخلاف الشفعة لانه لو لم یاخذ الشفیع بقیمة الخنزیر یبطل حقه اصلا فیتضرر وهو الضرر المقرر
مستثناة ذکره السعدی یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہیں ہے کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا
گھر بدلہ خنزیر کے دوسرے ذمی کے ہاتھ بیچدیا اور اوسکا شفیع مسلمان ہے تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہے شارح نے اوسکا جواب یہ دیا کہ شفعہ
کا حکم ظاہر کہ اگر شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اوسکا حق باطل ہو گا پس اوسکا نقصان ہو گا اور یہ ضرر ضرورت کا ہے

سے مستثنیٰ ہوتے ہیں ذکر کیا ہے اسکو سعدی نے حاصل یہہ کہ بیان جواز حق العبد کے لئے ہے کہ زکوۃ حاجت مند ہے اور حق شرع میں ضرور نہیں کہ شارع
مستثنیٰ ہے کما بسطہ فی المعراج من الکافی ولا یؤخذ ایضا من مال فی بیتہ مطلقا اور نہ لیا جاوے اوس مال سے جو گذرنے والے کے گھر میں
ہے مطلقا یعنی خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ولا من مال بضاعۃ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے بضاعت لغت میں ایک قطعہ مال کا ہے اور
اصطلاح میں وہ مال جو مالک کسی کو تجارت کے لئے سپرد کرے اسطرح کہ نفع سب مالک کا ہے اور عامل کو کچھ نہیں کذا فی البحر اور اگر مصنف بضاعت کی جگہ
امانۃ کہتا جیسا صدر الشریعۃ نے کہا تو کافی ہوتا اور جو بعد مذکور ہیں اونکی ضرورت نہوتی الا ان تکون للحرابی مگر یہہ کہ وہ مال بضاعت کسی حربی کا
تو عشر لیا جائیگا ولا من مال مضاربۃ الا اذا ربح المضارب فبلغ نصیبہ ان بلغ نصابا اور کچھ نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس
صورت میں کہ مضارب کو نفع ہو پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاوے اگر نصاب کی مقدار کو پہنچے ولا من کسب ماذون مدیون بدین
محیط بمالہ ورقبتہ اور نہ لیا جاوے عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اوسکے مال اور اوسکی جان کو ہم یہہ قید
اسلئے بڑہائی کہ یہہ مسئلہ محل خلاف ہے امام صاحب اور صاحبین میں امام صاحب کے نزدیک مولی غلام کی مقبوض چیز کا مالک نہیں ہے اور صاحبین کے
نزدیک اوسکی کمائی کا مالک ہے جیسے اوسکی جان کا بالاتفاق مالک ہے پس اگر عبد ماذون کی کمائی میں کوئی غلام ہو اور اوسکو مولی آزاد کرے
تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری نہوگا اور صاحبین کے نزدیک جاری ہوگا سو اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اوس سے
کچھ نہ لیا جاوے گا مولے اوسکے ساتھ ہو یا نہو امام صاحب کے نزدیک تو اس جہت سے کہ مولی کی ملک میں نہیں اور صاحبین کے نزدیک
اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہیں او ماذون غیر مدیون لکن لیس معہ مولاہ یا عبد ماذون قرضدار نہو لیکن آقا اوسکے ساتھ اوسکا
آقا نہیں تب بھی نہ لیا جاوے حلبی نے کہا ایسا ہی ہے عبد مدیون کہ دین اوسکا محیط نہووے اور جس صورت میں کہ آقا اوسکے ساتھ ہو اور
او سپر دین نہیں یا ہے لیکن محیط نہیں اوسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہے اگر بمقدار نصاب ہو تو اوسکا عشر لیا جاوے کذا فی النھر
علی الصحیح فی الثلثۃ لعدم ملکھم عشر نہ لیا جاوے بنا بر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ میں واسطے مفقود ہونے ملک ان تینوں کے
یعنی مضارب اور بضاعت والے اور غلام کے ہم معراج میں ہے کہ انعام میں مذکور ہے کہ لینے میں شرط ہے حاضر ہونا ملک اور مالک
دونو کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے ولذا لا یؤخذ العشر من الوصی
اذا قال ھذا مال الیتیم ولا من عبد ومکاتب اور اسیلئے یعنی بوجہ نہونے ملک کے نہیں لیا جاتا ہے عشر وصی سے جب بیان
کرے کہ یہہ مال یتیم کا ہے اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اوسکی ملک تام نہیں مر علی عاشر الخوارج فعشروہ
ثم مر علی عاشر اھل العدل اخذ منہ ثانیا لتقصیرہ بمروہ بھم سو اگر گذرا باغیوں کے عاشر پر پس اونہوں نے اوس سے
عشر لے لیا پھر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اوس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس جانا یہہ قصور اسیکا
ہے بخلاف ما لو غلبوا علی بلد بخلاف اوس صورت کے کہ خوارج یعنی باغی تسلط کرلیں بزور کسی شہر پر یعنی اس صورت میں اگر
وہ صدقات وصول کرلیں گے تو دوبارہ دینے نہ آوینگے کیونکہ اس صورت میں قصور امام کا ہے نہ مالداروں کا کذا فی الطحطاوی
مسئلہ مہمہ شاعرہا مر بنصاب رطاب للتجارۃ کبطیخ ونحوہ لا یعشرہ عندالامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ لیدفعہ
لھم اگر کوئی میوہ بقدر نصاب تجارت کا لیکر عاشر پر گذرا مثلا تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اوسکا عشر نہ لیوے مگر اس
صورت میں کہ عاشر کے پاس فقرا موجود ہوں تو مال والے سے عشر لے تاکہ اونکو دیدے ہم رطاب سے مراد جو چیزیں سال بہر میں
خراب ہو جاتی ہیں شربلالیہ میں ہے کہ صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تہا تمامی سال کے نزدیک اوسکے بدلے بقولات میں
سے کچھہ خرید لیا پس امام صاحب کے نزدیک زکوۃ نہیں لیکن مالک کو کہنا چاہیے کہ بنفسہ زکوۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک

مال مین سے اوسی جنس کی زکوۃ لے لیجائے کیونکہ آخر حالت امام کی اوسکو شامل ہے کذا فی البرہان اور عامل کے قول کی وجہ مین کمال نے ذکر کیا ہے کہ اگر لیگا تو یہہ چیزین یعنی خراب ہو جاوینگی اور عامل کے ساتھہ فقرا ہر وقت موجود نہین ہوتے ہان اگر عامل کے ساتھہ فقرا ہون یا اپنے عملہ مین صرف کرنیکو لیتا ہے تو اوسکو اجازت ہے کذا فی الشامی ف یعنی یہہ مذکور ہے نہر الفائق مین بطریق بحث کے مگر نہر کی عبارت مین کوئی بات نہین کہ دلالت کرے بحث ہونے پر علاوہ بربن ذکر کیا ہے اسکو کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام مین بھی کوئی لفظ دال بحث پر نہین ہے سعیدا جو کچھہ کمال نے ذکر کیا ہے وہ شرح منظومہ مین مع زیادت مذکور ہے زیادتی یہہ ہے کہ اگر مالک قیمت دیکر راضی ہو تو قیمت لے لیجائے اور غایہ مین باب العاشر مین یہہ مذکور ہے کہ جب خضراوات یعنی سبزی ترکاری لیکر عاشر پر گذرے اور عاشر فقرا کے لئے اونمین سے بعینہا عشر لینا چاہے درصورت انکار کرنے مالک کے اعطا قیمت سے تو نہین لے سکتا اور فقرا کے واسطے کی مین اسلئے قید لگائی کہ اگر اپنے عملہ کے لئے خضراوات بعینہ لے لیوے تو جائز ہے اور مالک کے انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت دینے پر راضی ہو تو اوسکے جواز مین کچھہ کلام نہین فافہم واللہ اعلم کذا فی الشامی **باب الرکاز** یہہ باب ہے دفینہ کے احکام مین الحقہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہانے رکاز کو زکوۃ کے ساتھہ لاحق کیا کیونکہ یہہ بھی وظیفہ مالیہ ہے م یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد مین ذکر کرنا چاہئے تھا کیونکہ اسکے مصارف مصارف غنیمت کے ہین اور اسمین سے جو لیا جاتا ہے وہ زکوۃ نہین ہے کذا فی النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلئے کہ رکاز محض قربت ہے اور عشر ایک معنے مین بمعنی قربت کے ہین کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ من الرکز ای الاثبات بمعنی المرکوز رکاز باعتبار لغت کے ماخوذ ہے رکز سے یعنی ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز کے ہے م شامی نے کہا کہ بمعنی المرکوز خبر بعد خبر ہے ترکی اور احتمال یہہ ہے کہ حال ہو رکز سے یعنی رکاز رکز سے ماخوذ ہے درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو یعنی مرکوز اور یہہ اولے ہے اسلئے کہ رکاز اسم جامد ہے مصدر نہین وشرعا مال تحت ارض اور شرع مین رکاز وہ مال ہے کہ جو زمین کے نیچے ہو م ظاہر عبارت دلالت کرتی ہے کہ یہہ معنی لغوی نہین ہین اور مغرب مین ہے متقول ہے کہ وہ معدن ہے یا کنز یعنی کان یا دفینہ اسلئے کہ یہہ دونو مستقر ہین زمین مین اگرچہ راکز مختلف ہے الخ اور بظاہر اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونو مین حقیقی ہے اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھہ خاص نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس تقدیر پر یہہ کلی متواطی ہوگی اور یہی مصنف کے باب کے عنوان کے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہے اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اوسکا خالق ہو یا مخلوق ہو فلذا قال معدن خلقی خلقہ اللہ تعالی و کنز ای مال مدفون دفنہ الکفار لانہ الذی یخمس لیس بسبب اسی عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہے کان خلقی سے کہ اللہ تعالی نے اوسکو زمین مین پیدا کیا ہے اور عام ہے کنز سے یعنی مال مدفون کہ زمین مین رکھا ہو کفار نے اسلئے کہ اسیکا خمس لیا جاتا ہے اگر مسلمان کا مال ہوگا تو اوسکا حکم لقطہ کا ہے وجد مسلم او ذمی ولو قنا صغیرا انثی پائی کسی مسلمان نے یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنی حکم عام ہے پانیوالا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا ذمی کذا فی النہر معدن نقد ونحو حدید پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اسکے مثل کی دھوکل جامد ینطبع بالنار ومنہ الزیبق اور لوہے کی مثل ہر چیز منجمد ہے کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اسمین سے پارہ ہم یہہ قول امام محمد کا اور امام صاحب کا آخر قول ہے اور قول اول یہہ تھا کہ پارہ مین کچھہ نہین لازم آتا اور یہی قول آخر ہے امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہے اور اونمین خمس نہین ہے الملتمس اور امام صاحب کی دلیل یہہ ہے کہ پارہ چشمہ سے فرات

اور پھر باہر سے نکالا جاتا ہے اور وہ پلتا ہے کسی دوسری چیز کے ساتھ ملکر تو چاندی کی مانند ہو یعنی چاندی جب تک کسی دوسری چیز کے
ساتھ مخلوط نہو نہیں پگھلتی کذا فی الفتح اور معلوم ہے کہ خلاف اوس پارہ میں ہے جو معدن میں سے حاصل کریں لیکن جو موجود کفار
کے خزانوں وغیرہ میں ہے اوسمیں بالاتفاق خمس لازم ہے کذا فی الشامی فخرج المائع کنفط وقار وغیر المنطبع کمعادن
الاحجار پس نکل گئیں تینی چیزیں یعنی جامد کی قید سے جیسے نفط اور رسال اور نکل گئی ینطبع کی قید سے جو نرم نہیں ہوتے جیسی
کان پتھروں کی یعنی فیروزہ و زمرد وغیرہ کی ہم قہستانی میں ہے کہ کان تین قسم کی ہے ایک وہ سخت چیزیں کہ پگھل جاتی ہیں آگ سے
جیسے سونا چاندی رانگ تانبا پیتل لوہا دوم وہ سخت چیزیں جو آگ سے نرم نہیں ہوتیں جیسے چونا نورہ سرمہ یاقوت وغیرہ سوم وہ
چیزیں کہ جامد نہیں جیسے پانی رسال نفط وغیرہ کذا فی المبسوط والتحفہ نفط ایک روغن ہے کہ پانی پر آجاتا ہے اور قار اور قیر اور
زفت وہ جس سے کشتیوں کو روغن کرتے ہیں کذا فی الشامی فی ارض خراجیۃ او عشریۃ خرج الدار والمفازۃ لانہا
بالاولی کان یا دفینہ پاوے زمین خراجی یا عشری میں شارح نے کہا کہ زمین کی قید سے نکل گیا گھر اور نہیں خارج ہوا جنگل کیونکہ
وہ بالاولی داخل ہے ہم مراد عشری اور خراجی سے یہہ ہے کہ جسکا وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضہ میں ہو یا نہو تو جب
عشر و خراج کے ہوتے خمس لیا جائیگا تو جنگل جسمین نہ عشر ہو نہ خراج بطریق اولی داخل خمس رہیگا کذا فی الطحطاوی خمس مخففا ای اخذ
خمسہ لحدیث وفی الرکاز الخمس وھو یعم المعدن کا مسلمان یا ذمی کی پائی ہوئی کان خواہ دفینہ سے پانچواں حصہ
لیا جاوے بموجب اس حدیث کے فی الرکاز الخمس اور یہہ شامل ہے معدن کو جیسے پہلے گذرا وباقیہ لمالکہا ان ملکت اور باقی
رکاز یعنی چار خمس زمین کے مالک کے ہیں اگر وہ زمین کسی کی مملوک ہو ہم حاشیہ ابو السعود میں کہا کہ مملوکہ سے مراد یہہ ہے کہ غیر کی
ملک ہو پانیوالے کی نہو کیونکہ پانیوالے کی ملک ہوگی تو اوسمیں خمس نہوگا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہے ولا شئی فی ارضہ شامی
نے کہا کہ اسکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی کہ جب پانیوالا مالک زمین نہو تب تو خمس واجب ہو اور خود مالک ہو تو واجب نہو کیونکہ علت
وجوب دونوں میں ایک ہے وہ یہہ کہ معدن تمام اجزا سے مالک کی ملک ہے تو مصنف کے کلام میں تعارض یقینا ہے یہاں باقیہ
لمالکہا کہتا ہے اور آگے لا شئی فی ارضہ کہتا ہے شیخ رحمتی نے اس تعارض کو یوں دفع کیا کہ زمین مملوکہ کی معدن میں دو روایتیں
ہیں روایت اصل یہہ ہے کہ اوسمیں خمس نہیں کل مالک کی ہے اور جامع صغیر کی روایت یہہ ہے کہ اوسمیں خمس ہے اور چار خمس
مالک کے ہیں پس یہاں کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہے اور قول آیندہ موافق روایت اصل کے کذا فی الشامی ملتقطا و
الا کجبل ومفازۃ فکلہ لواجدہ اور اگر زمین رکاز کی کسی کی مملوک نہو جیسے پہاڑ و جنگل پس وہ چیز پانیوالے کی ہے والمعدن
لا شئی فیہ ان وجدہ فی دارہ وحانوتہ اور معدن میں کچھ نہیں لازم آتا اگر پاوے اوسکو اپنے گھر میں اور اپنی دکان
میں ہم معدن کے لفظ میں احتراز ہے دفینہ سے اسلئے کہ اوسکا خمس لیا جاتا ہے اگرچہ کسی کی مملوک زمین میں ہو یا اسکی
گھر میں ہو اسلئے کہ وہ اجزاء زمین سے نہیں ہے جیسا بدائع میں ہے اور گھر اور دکان کی معدن میں کچھ نہ لازم آنا امام صاحب
کے نزدیک ہے برخلاف قول صاحبین کے کذا فی الشامی وارضہ فی روایۃ الاصل واختار کما فی الکنز اور کچھ نہیں لازم
آتا اگر پاوے معدن اپنی اراضی میں اصل کی روایت کے بموجب اور اسی کو اختیار کیا ہے کنز میں ہم نہایۃ البیان میں کہا ہے
کہ زمین مملوکہ میں امام صاحب سے دو روایتیں ہیں روایت اصل کے موافق ارض اور دار میں کچھ فرق نہیں یعنی دونوں میں کچھ
لازم نہیں آتا کیونکہ زمین جب اوسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے منتقل ہوئی اور معدن بھی اوسی زمین
کی شئی کی ہے تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اوسکو امام کسی کے ہاتھ فروخت کردے تو اور لوگوں کا حق اوس سے متعلق

ہوجاتا ہے اسلئے کہ وہ شخص اوسکا مالک بمقابلہ موصی کے ہوا ہے یہی کہا ہے جصاص نے اور جامع صغیر کی روایت کے موافق ان مین فرق ہے اوسکی وجہ یہہ ہے کہ دار مین کسی طرح کی مشقت اور بکھیڑا نہین تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سب کا سب اپنے لئے کا ہوا بخلاف ارض کے کہ اوسمین مؤنت خراج اور عشر کی لازم آتی ہے پس اوسمین خمس لازم ہے اور کنز کے اختیار کرنیکو بیان کرنے سے ظاہرا شارح کو ترجیح روایت اصل کی مقصود ہے لیکن ہدایہ مین امام سے دو روایتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت بموجب بیان کی اور اصل کے روایت کی وجہ نہین ذکر کی اس سے استدلال ہوسکتا ہے کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہے کہ قیاس بھی ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا ہے دو وجہ سے اول یہہ کہ جامع صغیر اور دونون معارضہ کے وقت مقدم ہوتی ہے دوسرے یہہ کہ یہی قول صاحبین کا ہے تو متفق علیہ روایت کو اخذ کرنا اولیٰ ہے حاصل یہہ ٹھہرا کہ امام نے فرق کیا ہے وجوب خمس مین درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور گھر کے اور درمیان زمین مباح اور مملوک کے اور صاحبین نے کچھہ فرق نہین کیا انہین وجوب کے باب مین کذا فی الشامی ولا شیء فی یاقوت وزمرد وفیروزج وجدت فی جبل ہے فی معادن تھا اور کچھہ نہین عشر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اسکی شکل مین یعنی پتھر کی قسم جو نرم نہوسکتی ہو جو پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہہ ہے کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا نہو دکو وجدت دفین الجاھلیۃ ای کنز ا خمس لکونہ غنیمۃ اور اگر پائی جاوین اشیاء مذکورہ یاقوت وغیرہ درحالیکہ مدفون جاہلیت کی ہون یعنی کنز کا حکم لگے اوسکا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہے کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فی البحر والحاصل ان الکنز یخمس کیف کان والمعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہہ ٹھہرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہرحال مین اور معدن مین خمس صورتین کہ آگ سے نرم ہوجاوے یعنی دھاتین مین خمس مثل مال وغیرہ اور جو نرم نہون انمین خمس لازم نہین ولا فی لؤلؤ ھو مطر الربیع اور کچھہ نہین لازم موتیون مین کہ وہ بہار کے مینہ سے پیدا ہوتا ہے یعنی سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہے مچھلی کی قسم سے اللہ تعالیٰ اوسمین موتی پیدا کرتا ہے کذا فی الکرمانی وعنبر حشیش یطلع فی البحر اوخثی دابۃ اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہے کہ دریا سے اوگتا ہے یا گوبر کسی چوپایہ کا ہے شیخ داود انطاکی نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہے کہ صحیح یہہ ہے کہ قعر دریا مین چشمے ہین وہ منیت باہر کیطرف دفع کرتے ہین وہ پانی پر جمتی ہے اوسکو دریا کی موج کنارہ پر ڈالتی ہے وہ عنبر ہے کذا فی الشامی وکذا جمیع ما یستخرج من البحر من حلیۃ ولو ذھبا کان کنزا فی قعر البحر اور ایسے ہی سب چیزین جو دریا سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لئے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنی کسی کا رکھا ہوا اور ظاہر یہہ ہے کہ اوسپر علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اسکو نہین دیکھا قالہ الشامی لانہ لم یرد علیہ القہر فلم یکن غنیمۃ اسواسطے کہ اوسپر غلبہ اور تسلط کسی کا نہین وارد ہوا پس غنیمت نہوا حاصل یہہ کہ محل خمس غنیمت ہے اور غنیمت وہ ہے کہ کفار کا مال ہو جسے مسلمانون نے اوسکو بزور لے لیا ہو اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہین ہوا پس وہ مال غنیمت نہوا کذا قالہ فاضیخان وما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز نقدا او غیرہ فلقطۃ سیجی حکمہا اور جو دفینہ کہ اوسپر علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا نہوا ہو پس وہ لقطہ ہے کہ اوسکا حکم آگے آویگا اور غیر نقد مین شامل ہین ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہ اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ کا حکم جو آویگا وہ یہہ کہ مسجدون کے دروازون پر اور بازارون مین پکارا جاوے یہان تک کہ گمان ہو کہ مالک اوسکی طلب سے بیٹھہ رہا ہوگا پھر اگر خود فقیر ہے تو اپنے آپ صرف لے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اوسکا آوے تو ضمان دے کذا فی الشامی وما علیہ سمۃ

الکفر خمس و باقیہ لِمالکہ اول الفتح اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اوسپر علامت کفار کی ہو تو اوسمین سے خمس لیا جاوے
اور باقی اوس شخص کا ہے جو اول فتح اسلام مین اوسکا مالک ہوا امام کی تملیک سے ہم قاضیخان نے کہا کہ یہہ خمس لینا بالاتفاق
ہے اسلئے کہ کنز اجزا ارض سے نہین ہے تو خمس مقرر کرنا اوسمین ہو سکتا ہے بخلاف معدن کے او لوارثہ لو حیًا و الّا
فلبیت المال علی الاوجہ یا اصل مالک کے وارث کا ہے اگر وہ زندہ ہو اور نہین تو بیت المال کا ہے اور یہہ اوجہ
ہے ہم نہر مین کہا ہے اگر ورثہ مالک اول کے معلوم نہون تو اقصیٰ مالک زمین کا او سکے وارث کا ہے اور ابو الیسر نے کہا کہ
بیت المال مین رکہا جاوے فتح القدیر مین کہا ہے کہ یہہ موجہ ہے تامل کے بعد الخ اسلئے کہ بحر مین مذکور ہے کہ کنز زمین مین
امانت ہے پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو اوسمین رکہا ہے اوسکا بہی مالک ہوا اور اگر زمین کو وہ بیچدے تو فروخت
سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہے اوسکی ملک سے نکل نہ جاویگی جیسے مچہلی کے پیٹ مین موتی وھذا ان مُلِکَت ارضُہ
و الّا فللواجد یہہ اس صورت مین ہے کہ زمین اوسکی مملوک ہو اور اگر مملوک نہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانیوالے کا ہے ہم
یعنی خمس نکالکر کما فی البحر ہذا اشارہ ہے باقیہ للمالک کی طرف اور یہہ صاحبین کا قول ہے اور ہدایہ وغیرہا سے اسکی ترجیح معلوم
ہوتی ہے لیکن سراج مین مذکور ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ باقی پانیوالے کا ہے جیسا مال غیر مملوکہ زمین کا ہے اور اسی پر فتوی
ہے شارح نے کہا کہ آجکل بہی مناسب ہے کیونکہ بیت المال کا انتظام نہین ہے ولو ذمیًّا قِنًّا صغیرًا انثیٰ لانھم من اھل
الغنیمۃ اگرچہ پانیوالا ذمی ہو غلام ہو صغیر ہو عورت ہو اسلئے کہ یہہ سب اہل غنیمت مین یعنی امام غنیمت مین سے کچہہ بطور عطا اون کو
دیا کرتے شامی عن رحمتی خلا حربی مستامن فانہ یُستردّ منہ ما اخذ یعنی پانیوالے کا ہے سوائے کافر حربی مستامن کے
کہ لوٹایا جاوے اوس سے جو اوسنے لیا کیونکہ غنیمت مین اوسکا کچہہ حق نہین الّا اذا عَمِلَ فی المفاوز باذن الامام علی شرط
فلہ المشروط مگر جب کہ کام کرے جنگلون مین امام کے اذن سے کسی شرط پر تو اوسکو مشروط یعنی مقررہ ملیگا ولو عمل بجماعۃ
فی طلب الرکاز فھو للواجد اور اگر دو شخص ملکر کام کرین دفینہ کی طلب مین تو وہ اوسکا ہوگا جسنے پایا ہم ظاہراً اسکا دلالت
کرتا ہے کہ دوسرے کو کچہہ نہ ملیگا اور یہہ اوس صورت مین ہے کہ ایک نے کہودا پہر دوسرا آیا اوسنے باقی رہا ہوا کہودا اور
نکالا لیکن اگر وہ دونو مشترک ہون اوسکی طلب مین سو باب الشرکۃ الفاسدہ مین آویگا کہ شرکت صحیح نہین گہاس کہودنے اور
شکار کرنے اور پانی بہرنے اور باقی مباحات مین جیسا پہاڑون مین سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور رکانا اینٹون کا مباح
مٹی سے اسلئے کہ یہہ شرکت متضمن ہے وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لئے جائز نہین اور جو کچہہ اونمین سے کسی
نے حاصل کیا وہ اوسیکا ہوگا اور جو دونو نے حاصل کیا وہ نصفا نصف ہوگا اگر یہہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کسکا ہے اور جو کچہہ
ایک ہمراہی کی مدد سے ملے تو وہ اوسیکا ہے اور ہمراہی کو اجر مثل ملیگا جسقدر ہو امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے
نزدیک اسقدر کہ اوس شی کی نصف ثمن سے زیادہ نہو ولو کانا اجیرین فھو للمستاجر اور اگر وہ دونو مزدور ہون
تو مال اوسکا ہوگا جسنے اونکو اجرت پر رکہا وان خلا عنھا ای العلامۃ او اشتبہ الضرب فھو جاھلی علیٰ ظاھر
المذھب ذکرہ الزیلعی لانہ الغالب وقیل کاللقطۃ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی
ہے یعنی اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہے اوسکو زیلعیؒ نے کیونکہ غالب یہی ہے اسلئے کہ کفار حریص ہوتے ہین
جمع اموال پر کذا فی الطحطاوی اور ایک قول یہہ ہے کہ مال مذکور لقطہ کی مانند ہے ہم ہدایہ مین ایک قول یہہ کہا ہے کہ اوسکو
مال اسلامی تصور کرینگے بہت زمانہ گذرنے کی جہت سے یعنی ظاہر یہہ ہے کہ آثار جاہلیت سے کچہہ باقی نہین رہا اور ظاہری کا

اعتبار ہے جبتک اوسکا خلاف معلوم نہو اور حق یہہ ہے کہ اس ظاہر ہونے کو نہ مانین بلکہ جاہلیت کے دفینے اب کئی نبیہر قرن مین مکلمے
رہتے ہین کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر نقود جنمین علامت اہل حرب کی ہے اور اہل اسلام مین رائج مین ظاہر یہہ ہے کہ وہ
قسم مشتبہ سے ہین لیکن ہین نے شرح نقایہ مین جو ملا علی قاری کی ہے دیکہا اوسمین لکہا ہے کہ کفار کے درم مسلمانون کے درمون
مین مخلوط ہونیکی صورت مین جیسا فی زماننا رواج ہے اسلامی ہی ہونے جائین ولا یخمس رکاز معدنا کان او کنزا وجد
فی صحراء دار الحرب بل کلہ للواجد ولو مستامنا لانہ کالمتلصص اور نہ خمس لیا جاوے وہ رکاز کہ پایا جاے
دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانیوالے کا ہے اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے کہ وہ
شخص چور کی طرح ہے ولذا لو دخلہ جماعۃ ذو منعۃ وظفروا بشیء من کنوزہم او معدن لخمس لکونہ غنیمۃ
اور اسیواسطے اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہو اور کچہہ خزانہ یا معدن اونکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ
وہ غنیمت ہے یعنی غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہے وان وجدہ ای الرکاز مستامن فی ارض مملوکۃ لبعضہم رد
الی مالکہ تحرزا عن الغدر اور اگر معدن یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اوسکو اوسکے
مالک کو پہیر دے غدر سے بچنے کے لیے ہم یعنی حربیون کے مال اوس شخص مستامن پر بدون اونکی رضامندی کے حرام
ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکہہ لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجہ منہا ملکہ ملکا خبیثا فسبیلہ
التصدق بہ پس اگر نہ پہیرا اوسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اوسکا مالک ہوجاویگا خبیث مالک سے کہ اوسکا تصدق کرنا
واجب ہے فلو باعہ صح لقیام ملکہ لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتہہ بیچدیا تو درست ہی
کیونکہ اوسکی ملک ثابت ہے لیکن مشتری کو اچہا نہین ہم بخلاف اوس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز ابتداء فاسد خریدی
پہر کسی کے ہاتہہ بیچدی تو مشتری ثانی کے واسطے کچہہ خرابی نہین ہے کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہوگیا کذا
فی الحلبی عن البحر ولو وجدہ ای الرکاز غیرہ ای غیر مستامن فیہا ای فی ارض مملوکۃ لہم حل لہ فلا یردہ و
لا یخمس لما مر بلا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے
تو اوسکو حلال ہے پس نہ پہیر دے اور نہ اوسمین سے خمس لیا جاوے اوسی وجہ سے کہ گذری یعنی وہ مثل خفیہ لیجانیوالے
کے ہے کذا فی الدرر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے ہم متاع کے معنون مین فقہا کا اختلاف ہے صحیح یہہ ہے
کہ متاع وہ ہے جس سے نفع لیا جاے خواہ کپڑے ہون یا گہر کا اسباب یا کہانا یا برتن کذا فی الطحطاوی وما فی النقایۃ من ان
رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سہو اور جو کچہہ نقایہ مین ہے کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہے
ہم نقایہ کتاب ہے صدر الشریعۃ کی اور یہی ہے وقایہ مین جو اونکے دادا تاج الشریعۃ کی کتاب ہے درر مین کہا ہے کہ
یہہ صحیح نہین ہے کیونکہ شراح ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہے کہ خمس واجب ہوتا ہے اوس چیز مین کہ غنیمت کے معنون
مین ہو یعنی اہل حرب کے ہاتہہ مین ہو پہر مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو مذکور ہے وہ اس طرح
کی صورت نہین ہے کیونکہ مستامن مثل چور کے ہے اور زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتہہ نہین آئی طحطاوی نے کہا
کہ اضافت رکاز کی متاع کیطرف بیانی ہے الا ان یحمل علی متاعہم الموجود فی ارضنا مگر یہہ کہ مراد لیا جاوے
متاع سے جو حربیون کا متاع دار الاسلام مین موجود ہو فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا للواجد صرف الخمس لنفسہ و
اصلہ وفرعہ واجنبی بشرط فقرہم پانیوالے کو جائز ہے خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل یعنی باپ

پر اور اپنی فرع یعنی اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون ہم یعنی وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس مین اوسکا کام نہین نکلتا تو خود
سب کا سب رکہہ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہونچی تو خمس کا خرچ کر لینا اوسکو جائز نہین کذا فی البحر عن البدائع مین کہتا
ہون کہ اسمین گفتگو ہے کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہین ہوتا مثلاً جب کہ بانیوالا قرضدار ہو پس بہتر یہہ ہے کہ حاجت
ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہا ہے کہ جسکو رکاز کا مال ملے اوسکو گنجایش ہے کہ صرف کرے خمس مساکین پر پہر اگر
امام کو اطلاع ہو تو اوسکے کئے ہوئے کو قبول کرے اور اگر اوسکو تمام مال کی ضرورت ہو تو گنجایش ہے کہ اپنے واسطے رہنے دے
اور یہہ بہی گنجایش ہے کہ حاجتمندون کو دے اگرچہ اسکا باپ دادا یا اولاد ہو اور یہہ مال بمنزلہ اوس عشر کے نہین ہے کہ زمین پر
لازم ہوتا ہے کذا افادہ الشامی

بَابُ الْعُشْرِ

یہہ باب ہے دہیکی کے احکام مین ہم عشر کہتے ہین دس حصّہ
مین سے ایک ٹکڑے کو اور یہان مراد وہ ہے جو عشر کی طرف منسوب ہوتا کہ شامل ہو نصف العشر اور ضعف العشر کو کذا فی الحموی اور اسکو زکوۃ
مین اسلئے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا ہے یَجِبُ الْعُشْرُ فِی عَسَلٍ وَاِنْ قَلَّ واجب ہو دسوان حصہ شہد مین
اگرچہ قلیل ہو ہم شامی مین کہا کہ عسل مین کسرہ ہے تنوین نہین کیونکہ مضاف ہے ارض کیطرف اور لفظ واِن قلّ کی ضرورت نہین
اسلئے کہ مصنف کا قول بلا شرط نصاب اوس سے مُغنی ہے اَرْضِ غَیْرِ الْخَرَاجِ وَلَوْ غَیْرَ عُشْرِیَّۃٍ کَجَبَلٍ وَمَفَازَۃٍ عشر واجب ہے
اوس شہد مین کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ و جنگل بِخِلَافِ الْخَرَاجِیَّۃِ لِئَلَّا یَجْتَمِعَ الْعُشْرُ وَ
الْخَرَاجُ بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنی اوسمین عشر نہین تاکہ نہ جمع ہوجاوین عشر اور خراج ہم ارض غیر الخراج کے لفظ مین شارح
نے کہا یہہ شامل ہے زمین عشری کو اور اون زمین کو کہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن خانیہ مین ہے کہ پہاڑ عشری ہے یعنی اگر
استعمال مین آوے تو عشری ہو کذا قالہ الشامی وَکَذَا یَجِبُ الْعُشْرُ فِی ثَمَرَۃِ جَبَلٍ اَوْ مَفَازَۃٍ اِنْ حَمَاہُ الْاِمَامُ لِاَنَّہُ مَالٌ مَقْصُوْدٌ
اور ایسا ہی عشر واجب ہے پہاڑی یا جنگلی پہلون مین اگر امام نے اوسکی حفاظت کی ہو اسلئے کہ وہ مال مقصود ہے ہم امام کو اوسکی
حفاظت اسلئے مقصود ہے کہ عشر واجب ہو کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہے تو یہہ علت اشتراط کی ہے یا یہہ کہ وہ اوس جنس سے
ہے کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہے تو یہہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی لَا اِنْ لَمْ یَحْمِہٖ لِاَنَّہُ کَالصَّیْدِ عشر
واجب نہوگا اگر امام نے اوسکی حفاظت نہین کی جیسا شکار کہ اوسمین بہی عشر نہین وَیَجِبُ فِی مَسْقِیِّ سَمَاءٍ اَیْ مَطَرٍ وَمَسْقِیِّ
سَیْحٍ کَنَهْرٍ اور واجب ہے عشر اوس زمین مین جو مینہ سے پانی دی گئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے ہم سیح پانی کے جاری
ہونے کو کہتے ہین زمین پر یعنی نہر کا پانی یا نالون کا کذا فی مغرب بِلَا شَرْطِ نِصَابٍ راجع للکل بدون شرط نصاب کے
یعنی کچہہ ضرور نہین کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کمتر ہوگا تب بہی عشر واجب ہوگا شارح نے کہا کہ نصاب کا نہونا سب مذکورات کیطرف
ہے یعنی شہد و پہل و غلہ وَبِلَا شَرْطِ بَقَاءٍ وَحَوَلَانِ حَوْلٍ لِاَنَّ فِیْہِ مَعْنَی الْمُؤْنَۃِ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے
اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر مین معنی مؤنۃ الارض کے ہین یعنی اجرت زمین کی تو یہہ عشر عبادت محض نہوا ہم اگر پیداوار
سال بہر مین کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا اور ایسا ہی خراج مقاسمۃ یعنی بٹائیکا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک صاع یا
مثل اوسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہے تو وہ برس روز مین ایک بار واجب ہوا کرتا ہے مکرر نہین ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار
ہو کذا فی الشامی وَلِذَا کَانَ لِلْاِمَامِ اَخْذُہٗ جَبْرًا وَیُؤْخَذُ مِنَ التَّرِکَۃِ اور اسلئے امام کو گنجایش ہے کہ ان چیزون کا
عشر بزور لے اور ترکہ سے لیا جا سکتا ہے وَیَجِبُ مَعَ الدَّیْنِ وَفِیْ اَرْضِ صَغِیْرٍ وَمَجْنُوْنٍ وَمُکَاتَبٍ وَمَاْذُوْنٍ وَوَقْفٍ
اور واجب ہوتا ہے یہہ عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین مین اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین

ھم زمین کی ملک وجوب عشر کے لئے شرط نہین بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہے اسلئے کہ عشر پیداوار مین ہے زمین مین نہین تو زمین
کا مالک ہونا اور نہونا دونو برابر ہین اور زمین وقفی مین عشر اس صورت مین ہے کہ اہل وقف نے اوسکو بویا ہو کذا فی الشامی
مختصراً وتسمیتہ زکوۃ مجاز اور عشر کو زکوۃ کہنا مجاز ہے ھم ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے عنایہ سے اور نہر مین اسی کی تقویت کی ہے
لیکن عنقریب اسباب مین کچھ گفتگو ہو چکی ہے الا فی ما لا یقصد بہ استغلال الارض مگر اون چیزون مین عشر نہین کہ زمین
کے محاصل مین مقصود نہون نحو حطب وقصب فارسی جیسے لکڑی اور نے ھم قصب لغت مین نبات ساقدار گرہ دار کو کہتے
ہین اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہو گیا گنے اور قصب الذریرہ سے جسکو قصب السنبل کہتے ہین کیونکہ ان دونو مین عشر ہے کما فی الجوہرہ
اور معراج مین ہے کہ گنے کے رس مین عشر ہے جو گنے ہین کذا فی الشرنبلالیہ وحشیش وتبن اور جیسے گھاس ہرا اور سوکھا ھم فتح مین کہا
مگر اتنی بات ہے کہ اگر اوسکو کاٹ لیا دانہ کے انعقاد سے پہلے تو اوسمین عشر واجب ہے کیونکہ وہی مقصود ہو گیا اور ایک روایت امام
محمد سے ہے کہ سوکھی گھاس مین عشر ہے کذا فی الشامی وسعف وصمغ وقطران وخطمی واشنان اور جیسے کھجور کے پتے
اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہے اور خطمی اور اشنان وشجر قطن وباذنجان اور جیسے کپاس کا درخت
اور بینگن کا درخت ھم یعنی ان دونو کے درختون مین عشر نہین بلکہ خود کپاس اور بینگنون مین عشر ہے کذا قالہ الطحطاوی وبذر بطیخ
وقثاء وادویۃ کحلبۃ وشونیز اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیان مثل میتھی اور کلونجی کے ھم کیونکہ تخم
سے مقصود ترکاریان ہوتی ہین اور اونمین عشر لازم آتا ہے خود تخم مقصود نہین ہین خانیہ مین ہے کہ دوارون مین عشر نہین ہے
جیسے کیلہ اور ہلیلہ اور کندر مین کذا قال الشامی حتی لو اشغل ارضہ بھا یجب العشر یہان تک کہ اگر زمین کو انہین چیزون
مین لگا دیا تو عشر واجب ہوگا ھم یعنی اگر کوئی شخص زمین کو بے اور گھاس وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو محاصل کے لئے اور اوسکو
کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اوسمین عشر ہوگا کذا فی غایۃ البیان والبدائع اور شرنبلالی مین کہا کہ بیچنا کچھ شرط نہین اسیلئے قاضیخان نے
مطلق رکھا یعنی بیچنے کی قید نہین لگائی کذا فی الشامی ویجب نصفہ فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالیۃ ای دولاب
لکثرۃ المؤنۃ اور نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہے اوس زمین کی پیداوار مین جو چرس سے پانی دی گئی ہو یا رہٹ سے بسبب
زیادتی محنت کے ھم یہہ وجہ ہے نصف العشر لازم آنیکی وفی کتب الشافعیۃ اوسقاہ بماء اشتراہ اور کتب شافعیہ مین مذکور
ہے یا اس صورت مین کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہہ ہمارے قواعد کے مخالف نہین ہے یعنی اس صورت مین حنفیون کے نزدیک بھی بیسوان حصہ
لیا جاویگا کذا فی الشامی ولو سقی سیحا وبآلۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اوسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنی چرس وغیرہ سے تو
اعتبار کیا جاویگا اکثر کا ھم یعنی اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہوگا تو بیسوان حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہوگا تو دسوان حصہ کذا
فی الزیلعی ولو استویا فنصفہ اور اگر دونو طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہے کیونکہ زیادتی مین شک واقع ہوا اور شک سے لزوم
نہین ہوتا وقیل ثلثۃ ارباعہ اور ایک قول یہہ ہے کہ تین ربع عشر کے اس صورت مین لازم ہین ھم غایۃ البیان مین کہا کہ یہی قول ہے ائمہ
ثلثہ کا کہ نصف نصف دونو ظرفون کا لیا جاوے یعنی چونکہ آدہی زمین نہری تھی تو دسوین حصہ کا آدہا لازم ہوا اور آدہی دولابی تو بیسوین حصہ کا
آدہا لازم ہوا اسیلئے تین ربع عشر کے ہوئے اور زیلعی نے روایت اول یعنی لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہے سوائم پر قیاس کر کے جیسا
صورت مین آدہے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤنات ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر
فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکال لینے بیج کے اسلئے کہ علماء نے تصریح کی ہے عشر کی
کل پیداوار سے ھم یعنی عشر اول صورت مین اور نصف عشر دوسری صورت مین جو لازم ہے تو کل مین سے لازم ہے بغیر جدا کرنے مزدوری

کیونکہ وہ بعینہ بیچ جنگلوں کے اور پہاڑوں کی کھو میں لگتا ہے اور بسا اجرت محافظ وغیرہ کی کلفت نہیں اٹھانی پڑتی کذا فی التبیین وفی ارض عشریۃ لتغلبی
اضعافا اور واجب ہے دونا عشر یعنی بیسواں حصہ اوس عشری زمین میں جو تغلبی کی ہو ہر صورت میں ہم بنی تغلب قوم نصاریٰ عرب سے ہیں
حضرت عمرؓ سے صلح ہو چکی ہے بات پر ٹھہری تھی کہ مسلمانوں کا دونا اون سے لیا جاوے ہے اطلاق سے کہا کہ علماء نے فرق نہیں بیان کیا زمین کے
دولاب سے یا پانی دینے یا نہر کے پانی دینے میں اور مقتضا صلح کا جو قائم ہوئی یہ ہے کہ مسلمانوں کی نسبت اون سے دوچند لیا جاوے ہر صورت
میں ولو کانت طفلا او مجنونا او اسلم او ابتاعہا من مسلم اگرچہ تغلبی لڑکا ہو یا عورت ہو یا اسلام لے آیا یا زمین خرید کی ہو مسلمان
سے ہم تغلبی اگر مسلمان ہوا تو اوسکے پاس جو زمین تضعیفی موجود ہے طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
عشری ہو جاتی ہے اور یہی حال ہے جب خریدا ہو اوس سے کسی مسلمان نے اور اگر خریدا تغلبی نے عشری زمین کو کسی مسلم سے تو شیخین
کے نزدیک تضعیفی ہو جاویگی اور امام محمدؒ کے نزدیک عشری باقی رہیگی کذا فی الحلبی او ابتاعہا منہ مسلم او ذمی لان التضعیف
کالخراج فلا یتبدل یا خریدا زمین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کی مانند ہے پس متبدل نہ ہو گی
ہم ذمی جب تضعیفی زمین تغلبی سے خریدی تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہے کذا فی الحلبی اور شرا کا ذکر بنابر کثرت ہے ورنہ سب انتقالات میں یہی
حکم ہے اسمعیل من البرجندی اور عدم تبدل الخراج بالاتفاق ہے اور تضعیف میں امام ابو یوسف کا اس صورت میں خلاف ہے کہ تغلبی مسلمان
ہو جاوے یا اوس سے کسی مسلمان نے خریدی ہو کیونکہ وہ عشری ہو جاتی ہے جیسا پہلے بیان کر چکے کذا فی الحلبی واخذ الخراج من
ذمی غیر تغلبی اشتری ارضا عشریۃ من مسلم وقبضہا منہ للتنافی اور لیا جاویگا خراج اوس ذمی سے جو تغلبی نہ ہو اور
خریدا ہو زمین عشری کو مسلمان سے اور قبض کیا اوسکو کیونکہ عشریت اور کفر میں منافاۃ ہے ہم ذمی سے خراج لینا اس صورت میں مذہب
شیخین کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک عشری ہی رہیگی اور غیر تغلبی کی قید اسواسطے لگائی کہ عشر اسپر مضاعف ہو جاتی ہے شیخین کے نزدیک
اور قبضہ کی قید اسلئے لگائی کہ خراج واجب نہیں ہوتا مگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہیں حاصل ہو سکتی بدون قبض کے
اور کفر منافی ہے عشر کے اسلئے کہ عشر میں معنی عبادت کے ہیں حاصل یہ ہے کہ زمین عشری ہوتی ہے یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا
مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہے یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک
بدستور رہتی ہے اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ عشری ہو جائیگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی
رہیگی اور اگر عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہو جائیگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمدؒ کے اور جب خریدے
ذمی غیر تغلبی خراجی یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہو جائیگی اگر ٹھہرے اوسکی ملک میں امام اعظمؒ
کے نزدیک کذا قالہ الشامی واخذ العشر من مسلم اخذہا منہ ای من الذمی بشفعۃ لتحول الصفقۃ الیہ اور لیا جاویگا
عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی سے شفعہ کی وجہ سے اسلئے تبدل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے ہم یعنی گویا کہ مسلمان
نے مسلمان سے لیا ذمی کا واسطہ بیچ میں سے اوٹھ گیا کذا فی البحر وغیرہ او ردت علیہ لفساد البیع اور زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کی فساد
کے سبب سے ہم صورت عقد کی یعنی جبکہ خرید کیا اوسکو ذمی نے مسلمان سے بشراء فاسد پھر وہ زمین بسبب شراء فاسد ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری ہو گی
بدستور پھر یہیں کہا ہے کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہو گئی اسلئے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اسطرح کی بیع سے منقطع نہیں ہوا
کہ ہنوز استحقاق پھر لینے کا اسکو ثابت ہے او بخیار شرط او رویۃ کی گئی ہو خیار شرط کی جہت سے ہم یعنی جس صورت میں کہ بائع کو خیار تھا
جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں قید لگائی ہے اسلئے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہے زوال ملک کو قالہ الشامی او ردی بخیار مطلقا
یا رد کی گئی ہو بخیار رویت ہر حال یعنی بقضاء قاضی سے ہو یا بغیر اوسکے کذا فی الشامی او عیب بقضاء یا رد کی گئی بسبب عیب کے

کا ذمی کے حکم سے ہم تو ان پانچوں صورتوں میں مسلمان سے عشر لیا جائیگا ولو بشریۃ یحییت خراجیۃ لا تعالیٰ لہ خیخو اور اگر ہسکو کوئی مزدور زمینے تو
ذمہ بیگی خراجی ہوا اسلئے کہ یہہ اقالہ ہوئی فسخ یعنی اقالہ بیع جدید ہوتا ہے غیر متعاقدین کے حق مین کذا فی الشامی و جاشیتہ خراجیۃ ان داره جلیت بستانًا اذ ستین و ا
ان کانت الذمی مطلقًا اور لیا جاویگا خراج گہر سے کہ بنالیا ہوا اوسکو باغ یا کہیت اگر وہ گہر ذمی کا ہو مرصورتین ہم یعنی عشر کے پانی سے اوسکو پانی
ہو یا خراج کے پانی سے اسلئے کہ ذمی خراج کے لائق ہے نہ عشر کے کذا فی البحر او لمسلم وقد سقاها بمائه ای مضاء یہ یا وہ گہر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے
اوسکو پانی دیا خراج کے پانی سے اسواسطے کہ مسلمان راضی ہوا خراج کے ادا پر اسوجہ سے کہ اوسنے خراج کا پانی اپنے کہیت کو دیا ہم خراج کا پانی یعنی
وہ نہرین کہ عجمیون نے کہودی جیسے گنگا اور جمنا کی نہرین اور ماد سیکی مانند ہے سیحون و جیحون و دجلہ و فرات بر خلاف قول امام محمدؒ کے اور عشر کا
پانی مینہ اور کوان اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت مین نہو کذا فی الملتقی و شرحہ عتابی نے اشکال کیا تہا کہ یہان مسلمان پر خراج لگانا ابتداءً
لازم آتا ہے شارح نے اوسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہے خراج بجبر لگانا ابتداءً مسلم پر اور یہان مسلمان نے چونکہ خراجی زمین سے
پانی دیا ہے خود خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہے کذا قال فی البحر
واخذ عشران سقاها المسلم بمائه او بهما لانه الیق به اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونو
طرح کے پانی سے اسلئے کہ عشر لائق ہے مسلمان کو کیونکہ اسمین عبادت کے معنی پائے جاتے ہین ولا شیٔ فی دار و مقبرة ولو لذمی اور
کچہہ نہیں لازم گہر مین اور مقبرہ مین اگرچہ ذمی کا ہو کیونکہ حضرت عمرؓ نے مساکن کو معاف کر دیا تہا اور اسی پر اجماع ہے صحابہ کا دوسری وجہہ
ہے کہ ان مین نمو اور زیادتی نہیں اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہے اور اسی قیاس پر مقابر مین زیلعی اور اس بیان سے یہہ ظاہر ہوا کہ
پرانے اور نئے مین کچہہ فرق نہیں لیکن علما نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی خراجی زمین کو معطل رکھے تو اوسپر خراج لازم ہے خانیہ مین ہے اگر خراجی زمین
کو خرید کر کے گہر بنایا یا عمارت بنائی تو اوسپر اوس زمین کا خراج لازم ہوگا جیسا اوس صورت مین کہ اوسکو معطل رکہے اور ایسا ہی وغیرہ
مین ہے پہر کہا کہ فتاوی ابو اللیث مین ہے کہ جب کرے خراجی زمین کو مقبرہ یا کاریز کے لئے یا گہر فقیر وان کے تو خراج ساقط ہو جاتا ہے انتہی اور یہہ
دوسری روایت شاید کہ مبنی ہے منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی ولا فی حاین قیراَی نفت اور کچہہ نہیں رال کے چشمہ مین ہم اسلئے کہ رال اور
سلاجیت یعنی یہہ مونتری نہیں ہے یعنی زمین سے نہیں پیدا ہوتی بلکہ چشمہ ہے جوش مارتا جیسے پانی کا چشمہ تو اوسمین عشر اور خراج نہیں کذا فی
البحر ونفط دهن یعلو الماء مطلقا ای فی ارض عشر او خراج اور کچہہ نہیں نفط مین کہ ایک روغن ہے جو پانی پر آجاتا ہے کسی صورت
مین یعنی رال وغیرہ زمین عشری مین ہو یا خراجی مین ولکن فی حریمها الصالح للزراعة من ارض الخراج خراج لیکن خراجی زمین کے چشمہ کے
گرد و نواح مین جو صلاحیت کہیتی کی رکہتا ہو خراج لازم ہے لانها لیتعلق الخراج بالتمکن من الزراعة خراج نہیں خود چشمہ مین اسلئے
کہ خراج متعلق ہے کہیتی کی قدرت پر ہم یہہ علت ہے الصالح لہا کی اور خراج موظف مین ہو سکتی ہے اور خراج مقاسمہ کا حکم مانند حکم عشر کے
ہے کذا قالہ الشامی واما العشر فیجب فی حریمها العشری ان زرعه والا لا لتعلقه بالخارج اور عشر واجب ہے عشری زمین کے
چشمہ کے گرد و نواح مین بشرطیکہ بوئے اور نہین بوئے تو نہیں لازم کیونکہ عشر پیدا وار سے متعلق ہے ویؤخذ العشر عند الامام عند ظهور
الثمرة وبدو صلاحها برهان وشرط فی النهر امن فسادها اور لیا جاویگا عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پہل کے
اور وقت ظاہر ہونے اوسکی درستی کے یعنی گمدا ہونیکے کذا فی البرہان اور نہر مین شرط کیا ہے کہ فساد سے مامون ہو جاوے ہم جوہرہ مین کہا ہے کہ خلاف
ہے عشر کے وقت مین جو کہیتوں اور پہلوں مین سے لیا جاتا ہے پس امام ابو حنیفہ اور زفر کہتے ہین کہ اوسوقت لیا جاتا ہے کہ جب پہل ظاہر ہوا اور
خرابی سے محفوظ ہوا اگرچہ کہانے کے لائق نہو یعنی اس درجہ کو پہونچے کہ اوس سے انتفاع ہو سکے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جب کہانے کے
لائق ہوا اور امام محمد کہتے ہین کہ جب کٹ جاوے اور کہلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی ولا یحل لصاحبها یعنی صاحب الارض کل غلتها قبل

[illegible]

پیداوار نہین حاصل ہو نی خراج مین اوسکو کہا ہو اوسکی بدلی خراج کے اور ایسا ہی ہم بعضون نے کہا کہ یہہ حکم خراج مقاسمہ کا ہو نہ خراج موظف کا اور
جو اوسکو پیدا ہو اوسکو ملاتا نہین اور جو کہا ہو کہ خراج وظیفہ بھی ایسا ہی ہو اسلئے کہ امام یعنی حاکم کو جس کا حق ہو خراج میں ادا کی کے لئے ہر پیداوار
کو مالک کیا جاوے تو امام خراج کہان سے لے کذا فی الذخیرہ اور طحطاوی نے کہا کہ واقعات میں ہو نقلا عن البزازیہ کہ یہہ اور ایسا کہنا درست نہین قبل ادا کرنے
خراج کے اور ایسا ہی قبل ادا کرنے عشر کے مگر جبکہ مالک عزم ادا عشر کا رکہتا ہو اور یہہ مستحسن ہے کذا فی الشامی وَیُبَاحُ اَکْلُ مِنْ طَعَامِ العُشْرِ حَتّٰی یُؤَدِّیَہُ
العُشْرَ وَاِنْ اَکَلَ ضَمِنَ عُشْرَہٗ مجمع الفتاوی اور کہاوے مالکولات عشریہ سے یہانتک کہ ادا کرے عشر اور اگر کہا لیگا تو اوسکی عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی
ہم شرح ملتقی مین مضمرات سے منقول ہو کہ اگر دستور کے موافق تہوڑا سا کہالے تو اوسپر کچھہ لازم نہین فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی الطحطاوی
وَلَا تَسْقُطُ بِعَطْشٍ اَلْخَارِجِ الْخَرَاجُ اور امام کو پہنچتا ہو کہ جو پیداوار کو روک دیوے بطور وصول خراج کے وَمَنْ مَنَعَ الْخَرَاجَ سِنِیْنَ لَا یُؤْخَذُ لِمَا مَضٰی
عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ خانیہ اور جس شخص نے خراج چند سالہ ادا کیا ہو تو گذری برسون کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی الخانیہ ہم اور
یہہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب الجزیہ مین مع شی زائد مذکور ہو خانیہ کا یہہ قول محمول ہو اوس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا دوسری عبارت سے
خانیہ کی معلوم ہوتا ہو کذا فی الشامی مختصرا وَفِیْہَا مَنْ عَلَیْہِ عُشْرٌ اَوْ خَرَاجٌ اِذَا مَاتَ اُخِذَ مِنْ تَرِکَتِہٖ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَا بَلْ یَسْقُطُ بِالْمَوْتِ وَالْاَوَّلُ
ﺍِﻥَّ ظَاہِرِ الرِّوَایَۃِ اور خانیہ مین ہے جسپر عشر یا خراج موجب مرجاوے تو اوسکی ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت یہہ ہو کہ نہ لیا جاوے بلکہ موت کی جہت سے
ساقط ہو جاتا ہو اور اول ظاہر الروایت ہو ہم شامی نے کہا کہ ذخیرہ مین ہو کہ نہین ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے دوسرے شخص کے جسکے ذمہ ہو ظاہر الروایۃ مین
اور ابن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ساقط ہو جاتا ہو پہر دو ورقون کے بعد ہو کہ ساقط ہوتا ہو خراج اوسکی مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہے
جبکہ ہو خراج موظف ظاہر الروایۃ مین اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہو جاتا ہو پس معلوم ہوا کہ بنا بر دو نو روایتون کے فرق ہو درمیان عشر و خراج
کے اور سقوط مین خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہین ہوتا مانند عشر کے ظاہر الروایت مین انتہی فوح مسائل
لمعہ شارح کے تَمَکَّنَ وَلَوْ یَزْرَعْ وَجَبَ الْخَرَاجُ دُوْنَ الْعُشْرِ قادر ہوا زمین کا قابض زراعت پر اور نہ بویا تو خراج واجب ہے نہ عشر ہم یعنی خراج موظف
اور خراج مقاسمہ واجب نہین ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بھی باب العشر والخراج مین ذکر کریگا کذا قالہ الشامی وَیَسْقُطَانِ بِھَلَاکِ الْخَارِجِ
اور ساقط ہو جاتے ہین دو نو یعنی عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہوجانے سے لیکن موظف اگر کہیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو ساقط ہو جاتا ہو
اور بعد کٹنے کے نہین کذا قالہ الحلبی وَالْخَرَاجُ عَلَی الْغَاصِبِ اِنْ زَرَعَہَا وَکَانَ جَاحِدًا وَلَا بَیِّنَۃَ لِرَبِّہَا اور خراج غاصب کے ذمہ پر
ہے اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہون ہم خانیہ مین ہو کہ وہ زمین کہ اوسکا خراج مقرر ہو کسی شخص نے اوسکو
غصب کر لیا اور غصب کا منکر ہے اور مالک کے پاس گواہ نہین اگر غاصب نے اوسکو نہین بویا تو خراج کسی پر نہین اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت
سے زمین ناقص نہین ہوئی تو خراج غاصب پر ہے اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس گواہ ہون اور زراعت کی وجہ سے زمین مین
کچھہ نقصان نہین آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہو اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہنچا ہو تو امام صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہے نقصان کے موافق
ہو یا جیسا کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدلے ضمان نقصان کے جو غاصب کے ہاتہہ اور یہی تفصیل ہو زمین عشری کی غصب مین کذا قالہ الشامی
وَالْخَرَاجُ فِیْ بَیْعِ الْوَفَاءِ عَلَی الْبَائِعِ اِنْ بَقِیَ فِیْ یَدِہٖ اور بیع بالوفا مین خراج بائع پر ہے اگر زمین اوسکے قبضہ مین رہے ہم بیع الوفا
کا نام بیع الطاعت بہی ہے اسمین شرط ہوتی ہو کہ مبیع بائع کو پہیر دیجاتی ہے جب وہ ثمن مشتری کو پہیر دے اور اسکا بیان آخر کتاب البیوع مین
آویگا انشاء اللہ تعالی وَلَوْ بَاعَ الزَّرْعَ اِنْ قَبْلَ اِدْرَاکِہٖ فَالْعُشْرُ عَلَی الْمُشْتَرِیْ وَلَوْ بَعْدَہٗ فَعَلَی الْبَائِعِ اور اگر کہیتی کو بیچ ڈالا پس اگر کہیتی پکنے سے پہلے
بیچا ہو تو عشر مشتری پر ہے اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہو ہم اور یہہ شامل ہو اس صورت کو کہ کہیتی کو بیچ ڈالا اور مشتری نے مالک کی اجازت سے کہیتی کو
چہوڑ دیا یہانتک کہ پک گئی اور پورا ہو گیا ہو تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہری کٹی ہوئی کہیتی کی قیمت کے برابر بائع پر ہو اور باقی مشتری پر

یہ حال کہیتی کی بیع کا ہے کذا فی الفتح اور اگر کہیت بیچا اور کہیتی کے بیچا اور مشتری کے پہوڑ دیا اگر اتنی مدت باقی رہی کہ اوسمین کہیتی کر سکے تو مشتری
مشتری پر ہے نہیں تو بائع پر اور مدت کے اندازہ کے باب مین فتوی تین مہینے پر ہے اور اگر بیچا اشتری نے مدت کے اندر نہ کہیتی کی
کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہوگا یعنی کسی کے ہاتھ مین اتنی مدت نرہی کہ زراعت کر سکے دو نون پر
کذا قالہ الشامی والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا علی المستأجر اور عشر اجارہ پر دینے والے کے ہے امام صاحب کے نزدیک
جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہے اور کہا ہے صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہے م یعنی اگر زمین کرایہ دیا تو عشر امام کے نزدیک
موجر پر ہو اجرت مین سے جیسا تاتارخانیہ مین ہے اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر فتح القدیر مین ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عشر متعلق پیداوار کے
ساتھ ہے اور وہ مستاجر کا ہے اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ زمین کا نما جیسا زراعت سے ہوتا ہے ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہے تو میان اجرت مقصود
ہے جیسا پہل تو نما حقیقت مین موجر کے پاس ہے اور وہی مالک بہی ہے تو عشر کے وجب ہونے کے لئے بہی اولی ہے کمستعیر مسلم بأنہ
عاریت لینے والے مسلم کے م یعنی جیسا عاریت کی صورت مین کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہے اور زفر کے نزدیک جائیے
دینے والے پر ہے کیونکہ جب اوسنے اپنی طرف سے مستعیر کو بخوشی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہے ہم کہتے ہین کہ حجر
نے منفعت زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف مستعیر کو مسلم کے قید اسلئے لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہے
بالاتفاق کیونکہ اوسنے حق عشر کا عاریت لینے کی وجہ سے کہو دیا کذا فی درر البحار یعنی اسوجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہین ہے لیکن بدائع مین ہے کہ اگر
کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے نزدیک عشر اوسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک روایت مین تو ایسا ہی ہے اور ایک
روایت مین مالک پر ہے کذا فی الشامی وفی الحاوی بقولهما ناخذ اور حاوی مین ہے کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہین وفی المزارعة
ان کان البذر من رب الارض فعلیه ولو من العامل فعلیهما بالحصة اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کی
طرف سے ہو تو عشر اوسیپر ہے اور اگر مزارع کی طرف سے ہے تو دونون پر حصہ رسد ہے م واضح ہو کہ عقد مزارعت اسکو کہتے ہین کہ زمین اور بیج اور
بیل اور کام مین سے کچہ ایک شخص کا ہو اور کچہ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت کی سب قسمین باطل ہین مگر صاحبین کے نزدیک تین قسمین
جائز ہین اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہون اور بیل اور کام دوسرے کا دوسری یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسری یہ کہ کام ایک کے
ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتین صاحبین کے نزدیک باطل ہین تو یہ تفصیل جو شارح نے بیان کی ہے نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہے نہ
صاحبین کے اسلئے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہے خواہ بیج اوسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک دونون پر ہے حصہ رسد اور یہی مذکور
ہے اکثر کتب مین تو شارح کو مناسب تہا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہ حال عشر کا ہے اور خراج بالاتفاق مالک پر ہے کذا فی الطحطاوی والشامی و
من له حظ فی بیت المال وظفر بما هو موجه له له اخذه دیانة اور جسکا حق بیت المال مین ہو اور وہ خوش اسلوبی سے اوس پر قابو
پاگیا تو اوسکا لے لینا اوسکو دیانۃ جائز ہے م شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال کے حقدار کو پونہچتا ہے لینا جہان سے پاوے
اگرچہ اوس خاص مد مین سے نہو جو اوسکے واسطے مقرر ہے اور یہ علما کے ظاہر کلام کے خلاف ہے ورنہ مدون کی چار قسمین کرنے کا کیا فائدہ بالا
امام کو البتہ پونہچتا ہے کہ وقت ضرورت ایک مین سے قرض لیکر دوسری مصارف مین صرف کرے پہر جو قرض لیا اوسکو اوسکی جگہ رکھ دیوے
تو یہ مسئلہ البتہ یون چاہیئے کہ دوسری مد مین سے ہی امام کو دیدینا جائز ہے سب مسئلہ مذکورہ مین اگر حقدار کو اپنے حق پر پونہچنا ممکن ہو تو اوسکا
جسمین اوسکا حق ہے دوسری مد سے لینا درست نہین مگر ضرورت کے لئے جائز ہے اسلئے کہ ضرورت مین اگر نہ جائز ہو تو لازم آتا ہے کہ کوئی
حقدار بھی زمانہ نا اپنے حق کو نہ پونہچے کیونکہ بیت المال کی مدات جدی جدی نہین ہوتی بلکہ سب مال کو اکٹہا کر دیتے ہین کذا قالہ الشامی والتحقیق
مصرف ودیعة مات ربها ولا وارث لنفسه او غیره من المصارف اور جس شخص نے کسی کی ودیعت رکھی پہر مالک مرگیا اور

کوئی وارث نہین تو اوسکو اپنے نفس پر یا اپنے سوا کسی اور پر صرف کرنا جائز ہی اگر مصرف ہون ھ امام حلوانی نے کہا جب کسی کے پاس ودیعت رکھی ہو اور جسنے ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک بلا وارث مرگیا ہو تو ودیعت رکھنیوالیکو اپنی ذات پر خرچ کرنا فی زمانا جائز ہی اسلئے کہ اگر اوسکو بیت المال مین دیدیگا تو ضائع ہوگی کہ مبنی المال والے اسکے مصارف مین صرف نہین کرتے پس اگر یہہ شخص مصرف زکوۃ ہی تو اپنی ذات پر صرف کرے اور اگر مصارف صدقات سے نہین تو اور کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا فی الشامی دَفْعُ النَّائِبَةِ وَالظُّلْمِ عَنْ نَفْسِهٖ اَوْلٰی اِلَّا اِذَا تَحَمَّلَ حِصَّتَہٗ بَاقِیْهِمْ وفع کرنا تاوان اور ظلم کا اپنے نفس سے بہتر ہی مگر اوس صورت مین کہ اوسکا حصہ باقی جماعت پر پڑے ھ نائبہ وہ جو بادشاہ وغیرہ کیطرف سے لازم ہو حق یا ناحق جیسا قنیہ مین ہے منقول عن البزدوی اور مراد یہان وہ ہی جو ناحق ہو اسیواسطے ظلم کو بطور عطف تفسیری کے ذکر کیا اور اوسی مین یہہ بھی ہے کہ شمس الائمہ خیری سے منقول ہے کہ اگر کسی جماعت پر کوئی چیز ناحق لگائی جاوے تو بعض کو اونمین سے پہونچتا ہے کہ اپنی ذات پر سے اوسکو دفع کرے جس صورت مین کہ اوسکا حصہ باقیوں پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر یہہ ہے کہ اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قالہ الشامی وَتَصِحُّ الْکَفَالَةُ بِهَا اور نائبہ کی کفالت جائز ہے ھ نائبہ کی دو قسمین ہین ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے نہر کہودنا عوام کی منفعت کیلئے اور محلہ کی چوکیداری کی اجرت اور لشکر کو سامان دینے کے لئے امام جو مقرر کرتا ہے اور مسلمان قیدی جو کفار کے ہاتھہ مین اسیر ہین اونکا چھڑانا تو اگر ان اشیاء کی ضرورت ہو اور بیت المال مین کچھہ نہو اور لوگون پر اوسکا حصہ رسد بھانٹ دیا جائے تو اس قسم کے نائبہ کی کفالت بالاتفاق جائز ہے دوسری قسم جو ناحق ہے جیسے اس زمانہ کے تاوان لیس یہہ بھی مطالبہ مین مانند اور دیون کے ہے اور صحت کفالت کے معنی نائبہ ناحق مین یہہ ہین کہ کفیل نے جب اوسکی امر سے کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اوس سے کر سکتا ہی نہ یہہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہوجاتا ہی کذا قالہ الشامی وَیُؤْجَرُ مَنْ قَامَ بِتَوْزِیْعِهَا بِالْعَدْلِ وَاِنْ کَانَ الْاَخْذُ بَاطِلًا اور ثواب پاتا ہے وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کر دے انصاف کی رو سے اگرچہ لینا باطل اور ناحق ہو ھ یعنی ہر ایک پر بقدر اوسکی طاقت کے تقسیم کردی اسلئے کہ اگر اوسکی تقسیم ظالم کے حوالہ ہوگی تو بہتیرے غربا کے ذمہ پر طاقت سے زیادہ لگا دیگا تو یہہ ظلم پر ظلم ہوگا اگر کوئی شخص انصاف سے اوسکو تقسیم کر دے تو ظلم مین کمی ہو جاویگی اسیواسطے اوسکو اجر ہوگا اور ایسا آدمی فی زماننا مثل اکسیر کے ہے قالہ الشامی وَهٰذَا یُعْرَفُ وَلَا یُعْرَفُ کَفًّا لِمَادَّةِ الظُّلْمِ اور یہہ مسئلہ سیکہا جاوے اور نہ بتلایا جاوے واسطے روکنے مادہ فساد کے ھ مشار الیہ کلام مین مذکور نہین اور اوسکی اصل قنیہ مین ہی اسطرح کہ کہا ابوجعفر بلخی نے جو لگاتا ہی بادشاہ رعیت پر اونکی مصلحت کیلئے تو ہو جاتا ہے دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور ہماری مشائخ نے کہا کہ جو کچھہ امام مقرر کر دے لوگون پر اونکی مصلحت کیلئے اون سب کا یہی حکم ہے یہانتک کہ محافظون کو رستون پر معین کرنا اور چوری کی انسداد کے لئے چوکیدار مقرر کرنے اور یہانتک کہ گاؤن اور کوچہ بندی کرنے اور یہہ باب معلوم کر لینا چاہئے اور بتلانا نہ چاہئے فتنہ کے خوف سے یعنی تاکہ حکام کو جرأت زیادہ ستانے پر نہو مین کہتا ہون کہ اسمین آپنی قید اور چاہئے کہ یہہ اوس صورت مین ہے کہ بیت المال مین اسقدر روپیہ نہو کہ اس کام کیلئے کافی ہو جیسا باب الجہاد مین آویگا انشاء اللہ تعالے کذا قالہ الشامی وَیَجُوْزُ تَرْکُ الْخَرَاجِ لِلْمَالِكِ لَا الْعُشْرِ اور جائز ہی چھوڑ دینا خراج کا مالک کو نہ عشر کا ھ باب الجہاد مین متن اور شرح مین مذکور ہی کہ اگر بادشاہ یا نائب اوسکا خراج چھوڑ دے زمین والے کو یا بخشدے اگرچہ سفارش ہی سے ہو تو جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہے اگر مصرف ہو ورنہ اوسکو تصدق کر دے اسی پر فتوی ہے اور حاوی مین جو راجح کرکے بیان کیا ہی کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہی سو یہہ مشہور کے خلاف ہی اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہین جائز ہی اور خود اوسکو فقیرون کو دیدے کذا فی السراج وَسَیَجِیْءُ تَمَامُهٗ مَعَ بَیَانِ بُیُوْتِ الْمَالِ وَمَصَارِفِهَا فِی الْجِهَادِ وَنَظَمَهَا ابْنُ الشِّحْنَةِ فَقَالَ اور اسکا بیان مع بیت المال کے اقسام اور مصارف کی کتاب الجہاد مین آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا ہے ؎ بُیُوْتُ الْمَالِ اَرْبَعَةٌ لِکُلٍّ ٭ مَصَارِفُ بَیَّنَتْهَا الْعَالِمُوْنَ بیت المال چار قسم ہے ہر ایک کے لئے مصرف جداگانہ ہے کہ اونکو علماء نے بیان کیا ہے ھ شرنبلالی نے اپنے رسالہ

میں ذکر کیا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ امام کو چاہئے کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور آپس میں ایک دوسری کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف
کی ضرورت ہو اور اوس مصرف کے خزانہ میں اسقدر نہو جو اس کام کو پورا کر سکے تو دوسری بیت المال سے قرض لیکر کارروائی کرے پہر جب
اوس مصرف کا مال آجاوے تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا اوسکو ادا کرے مگر جس صورت میں کہ مال کا صدقہ ہو یا غنیمت کا خمس ہو اگر اوسکو
خراج والوں پر صرف کیا ہو اور وے فقیر ہوں تو کچھہ پہیرنا نچاہئے کیونکہ فقیر ہونیکی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہیں کذا قاله الشامی
؎ فاولها الغنائم والكنوز ٭ ركاز بعدها المتصدقونا ٭ چار قسموں میں کا پہلا بیت مال الغنائم والکنوز والرکاز ہے
یعنی اوسکو بیت مال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہیں اور رکاز میں الف لام اور عاطف ضرورت شعری کی جہت سے حذف کیا گیا
اور بعد اسکے بیت مال المتصدقین ہے یہہ دوسرا بیت المال ہے اور بہتر یہہ تہا کہ بعدہ کہتا کیونکہ اول کیطرف ضمیر پہرتی ہے مگر یوں کہا جاوے
کہ اولہا کا مضاف الیہ مؤنث ہے اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کی طرف پہیر جاوے
حاصل یہہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہے یعنی زکوۃ سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجروں سے لیتا ہے کذا
فی الشامی نقلا عن البدائع ؎ وثالثها خراج مع عشور ٭ وجالية يليها العاملونا ٭ اور تیسرا خراج ہے مع عشر
بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوئے ہیں اوسکے کارپرداز حاکم کے ھ بدائع میں کہا کہ تیسرا زمینوں کا خراج اور جزیہ جو فی کس
مقرر کیا جاتا ہے اور جو بنی نجران سے کپڑوں پر صلح واقع ہوئی تہی اور جو صدقہ مضاعف کہ بنی تغلب پر بصلح قرار پایا تہا اور وہ جو عاشر
ذمی تاجروں سے لیتے ہیں یا حربی مستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ میں زیلعی سے یہہ زیادہ کیا ہے کہ ہدیہ حربیوں کا اور جو اون
سے بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچھہ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اس سے کہ لشکر کی اونپر چڑہائی ہو پس عشور سے
مراد وہ ہے جو اہل ذمہ اور مستامنوں سے لیا جاتا ہے اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتہہ ذکر کیا ہے اور وہ عشر جو مسلمانوں سے لیا جاتا
ہے اوسکا ذکر زکوۃ کے ساتہہ میں آچکا دوسری قسم میں اور جالیہ اہل ذمہ ہیں کیونکہ حضرت عمر نے اونکو عرب سے جلاوطن کر دیا تہا پہر
عرف میں جزیہ کو کہنے لگے ؎ ورابعها الضوائع مثل مال ٭ يكون له اناس وارثونا ٭ اور چوتہا بیت المال ضوائع یعنی
لقطوں کا ہے مانند اون اشیاء کے کہ نہو اونکا کوئی وارث ھ ضوائع جمع ضائعہ کی ہے یعنی لقطہ و قولہ مثل مال الخ یعنی مانند اوس ترکہ
کے جسکا کوئی وارث بالکل نہو یا ہو لیکن اوسپر رد نہو سکتا ہو جیسے زوجین میں سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہہ ہے کہ مالا کیوں کو بحذف حرف عطف معطوف کہیں
ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے دیت مقتول کی کہ اوسکا کوئی ولی نہو بہی اسی قسم میں شامل کی ہے اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہے اور اسیوجہ
سے اوسکا دین اوسمیں سے ادا کیا جاتا ہے کذا قاله الشامی ؎ فمصرف الاولين اتى بنص ٭ وثالثها حواه مقاتلونا ٭ پس مصرف
دونو پہلی قسموں کا منصوص ہے قرآن شریف میں مصرف الاولین میں حرکت ہمزہ کی نقل کر کے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنی مصرف قسم
اول کا کہ بیت الخمس ہے مذکور ہے آیہ واعلموا انما غنمتم من شیء میں اور اوسکا بیان جہاد میں آویگا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا
مذکور ہے آیہ انما الصدقات للفقراء الخ میں اور اسکا بیان عنقریب آتا ہے اور تیسری قسم یعنی خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہیں اوسکو مقاتل ؎
ورابعها فمصرفه جهات ٭ تساوى النفع فيها المسلمونا ٭ اور چوتہی قسم کا مصرف وہ صورتیں ہیں جن میں نفع سب مسلمانوں
کو پہونچتا ہے ھ یہہ موافق ہے اوسکے جو ابن ضیاء نے شرح غزنویہ میں بزدوی سے نقل کیا ہے یعنی یہہ کہ صرف کیا جاوے مسلمانوں کے
منافع میں مثل تعمیر پلوں اور رباط اور مساجد اور ثغور یعنی اعداء کے روکنے کے ڈرّہ اور قاضیوں اور علماء کے روزینے اور مجاہدوں
کی قوت اور ان سب کی اولاد کی قوت میں اور جو اسکے مشابہ ہوں لیکن مخالف ہے اوسکے جو ہدایہ اور زیلعی میں ہے یعنی ہدایہ اور
اکثر کتب میں یہہ ہے کہ جو مصالح مسلمین میں صرف ہوتا ہے وہ تیسری قسم کا ہے اور جو چوتہے کا مصرف جو مشہور ہے وہ یہہ ہے کہ لقیط

جو فقیر ہو اور اوس فقیر کا کوئی ولی نہو تو اس قسم سے اونکا نفقہ اور دوا اور کفن اور جنایت کا عوض خرچ کیا جاوے جیسا زیلعی وغیرہ میں ہے حاصل یہہ ہے کہ اسکا مصرف عاجز فقیر ہیں پس اگر ناظم رابع کو ثالث کی جگہ رکہتا یعنی ورابعہا حوائج عاجزون وثالثہا مصرفہ جہات کہتا تو اکثر کتابوں کے موافق ہوتا کذا قالہ الشامی

باب المصرف

ای مصرف الزکوٰۃ والعشر یہہ باب ہے مصرف زکوٰۃ اور عشر کے خرچ کے مواقع کے بیان میں ہم سابق گذر چکا کہ عشر سے مراد منسوب الی العشر ہے یعنی عشر اور نصف عشر اور ربع العشر قہستانی میں ہے کہ جو مصرف عشر کا ہے وہی مصرف صدقۂ فطر اور کفارہ اور نذر اور واجب صدقوں کا ہے و اما خمس المعدن فمصرفہ کالغنائم اور معدن کے خمس کا مصرف مانند غنیمت کے ہے ہم یہہ جملہ اقتصار زکوٰۃ وعشر کی وجہ کی طرف اشارہ ہے یعنی خمس معدن کا ذکر کرنا اس جگہ مناسب نہیں اگرچہ عنایہ اور معراج میں ذکر کیا ہے اور اولیٰ یہہ تہا کہ شارح خمس الرکاز کہتا تاکہ کنز کو بہی شامل ہوتا کیونکہ مصرف میں کنز بہی مثل معدن کے ہے کذا فی الشامی هو فقیر هو من له ادنی شیء ایک مصرف زکوٰۃ وعشر کا فقیر ہے اور فقیر وہ ہے جسکے پاس تہوڑا مال ہے ہم فقیر کو مقدم کیا آیت شریفہ کے اتباع سے اور اسلئے کہ فقر شرط ہے جمیع اقسام میں سوا عامل اور مکاتب اور مسافر کے اور شئے سے مراد نصاب نامی ہے اور ادنیٰ سے مراد اس سے کم اور ظاہر یہہ تہا کہ کہتا لایملک نصابا نامیا لیکن چونکہ تمیز فقیر اور مسکین میں مقصود ہے نہ غنی میں اور فقیر میں اور مسکین کے معنی یہہ ہیں کہ اوسکے پاس کچہہ نہو تو اوسکے مقابلہ کی جہت سے فقیر کے یہہ معنی ہوئے کہ اوسکے پاس کچہہ مال ہو کذا فی الشامی مختصرا بتصرف ای دون نصاب او قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجۃ یعنی کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کی برابر ہو اور حاجت میں مشغول ہو ہم حاجت میں مشغول جیسے رہنے کا گہر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور اپنے پیشہ کے آلات اور کتابیں جنکو اونکی ضرورت ہو پڑہنے میں یا یاد کرنے میں یا تصحیح میں جیسا زکوٰۃ کے شروع میں بیان اسکا گذرا پس اگر یہہ چیزیں مستغرق بحاجت ہیں تو مالک کو مباح ہے زکوٰۃ کا لینا نہیں تو حرام ہے بلکہ اس شخص پر زکوٰۃ کے سوا اور حقوق لازم ہونگے یعنی صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ ومسکین من لا شیء له علی المذهب دوسرا مصرف زکوٰۃ وعشر کا مسکین ہے یعنی وہ شخص جسکے پاس کچہہ نہو بنا بر مذہب صحیح ہم یعنی مذہب یہہ ہے کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہے فقیر سے اور بعض نے اسکے برعکس کہا ہے لیکن پہلا اصح ہے کذا فی البحر اور یہی قول ہے اکثر سلف کا اور عطف سے مفہوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صنفین ہیں مصارف کی اور یہی امام صاحب کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہہ دونو ایک ہی صنف ہیں کذا فی الشامی عن النہر لقوله تعالیٰ او مسکینا ذا متربة بدلیل قول حق سبحانہ تعالیٰ کے یا مسکین خاک میں ملا ہم یعنی اپنی جلد مٹی میں کرنا کہود کر چہپا رکہی ہو کہ قائم مقام آزار کے ہو آزار نہونیکی جہت سے یا اپنے پیٹ کو زمین سے لگا رکہا ہے بہوک کی شدت سے اور آیت شریف سے استدلال اسبات پر موقوف ہے کہ ذا متربۃ صفت کاشفہ ہے احترازی نہیں ہے اور اکثر اسکے مخالف ہیں باقی فتح القدیر میں مذکور ہے وآیۃ السفینۃ للترحم اور آیت سفینہ میں مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہے ہم جو لوگ فقیر کو زیادہ تنگ حال کہتے ہیں وہ آیہ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر سے استدلال کرتے ہیں کہ اونکی کشتی تہی پہر اونکو مساکین فرمایا اسکا جواب دیا کہ اونکو مساکین ترحما کہا ہے اور دوسرا جواب بہی دیا گیا ہے کہ وہ کشتی اونکی ملک نتہی بلکہ وہ مزدور تہے یا بعاریت تہی کذا فی الفتح اس صورت میں لام واسطے اختصاص کے ہوا نہ واسطے ملک کے کذا قالہ الشامی وعامل یعم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہو اور یہہ عام ہے ساعی اور عاشر کو ساعی وہ کہ قبائل میں سوائم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ جو امام نے عشر وغیرہ لینے کو سڑک پر معین کیا ہو فیعطی ولو غنیا لا هاشمیا لانه فرغ نفسه لهذا العمل فیحتاج الی الکفایة والغنی لا یمنع من تناولها عند الحاجة کابن السبیل بحر عن البدائع سو عامل کو زکوٰۃ کے مال میں سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلئے کہ اوسنے اپنی ذات کو اسکے کام میں لگا دیا پس اسکو

ضرورت سے خرچ کی کہ اوسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اوسکی ممانعت نہین ہے جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع ھ یعنی عامل اپنے
عمل کی اجرت لیتا ہے اسلیئے اگر زکوۃ ادا کرنے والے امام کو خود ادا کرین تو عامل کو کچھ نہین ملیگا اور اگر ہلاک ہو جاویگا سب مال عامل کا جمع کیا ہوا
تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن اسمین شبہہ صدقہ ہونے کا ہے بدلیل ساقط ہونے زکوۃ کے مال والون کے ذمہ سے سو اس جہت سے عامل ہاشمی کو لینا
حلال نہین کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیئے اور غنی کو حلال ہے کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبے کو شرافت مین
نہین پونہچتا تو اوسکے حق مین شبہہ معتبر نہو از زیلعی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث مین موجود ہے اور نہایہ مین
ہے کہ اگر عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اوسکو اسمین سے روزینہ دیوین تو اوسکو لینا نہین چاہیئے اور
اگر وہ یہہ کام کرے اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین بحر مین کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اوسکو اس کام پر
مقرر کرنا درست ہے اور اوسکو اجرت صدقات سے لینا مکروہ ہے نہ حرام الخ مراد کراہت تحریم ہے کیونکہ علماء اسکو لایحل سے تعبیر کرتے
ہین کذا قالہ الشامی وبھذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ
نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی ما لا بد منہ کذا ذکرہ المصنف ا. اس توجیہ کے
بیان سے قوی ہوتی ہے وہ روایت جو منسوب ہے واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوۃ لینا جائز ہے اگرچہ غنی ہو جب اپنے
آپ کو لگاوے پڑہنے پڑہانے مین کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہے اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہے یہی ذکر کیا ہے
مصنف نے ھ یعنی انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہے اگر زکوۃ لینا اوسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو اوسکے
پاس ہے وہ فنا ہو جائیگا پھر وہ محتاج ہو جاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا پھر زمین سست ہو جاویگا اور یہہ خاص مسئلہ مخالف ہے اوسکے
جو علمانے غنی کو زکوۃ لینا مطلقا حرام کہا ہے اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہین کیا ہے کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی
کا ٹہیک ہے اور بہتر ہے کہ طالب علم کو تغیر کی قید کے ساتھہ مقید کرین اور طالب علم تغیر کو مال زکوۃ وغیرہ کے سوال کے لیئے اجازت
ورخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر قادر ہو بقدر عملہ ما یکفیہ واعوانہ بالوسط یعنی عامل کو اجرت دیجاوے اوسکے
عمل کے موافق اسقدر کہ اوسکو اور اوسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط مرتبہ پر ھ اسلیئے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے مین
حرام ہے کیونکہ اسراف ہے اور امام کے ذمہ ہے کہ ایسے آدمی کو بہیجے کہ جو اوسط پر راضی ہو وے لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضہ
لیکن زر مقبوضہ کے آدہے سے زیادہ نہ دیا جاوے ھ یعنی اگر قدر کفایت تمام مال زکوۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے زیادہ نہ دیوے
اسلیئے کہ تنصیف عین انصاف ہے کذا فی البحر ومکاتب لغیرھاشمی چوتہا مصرف زکوۃ کا مکاتب ہے کہ ہاشمی کا مکاتب نہو ھ
کیونکہ جب ہاشمی کے آزاد کیئے ہوئے غلام کو زکوۃ کا مال دینا درست نہین تو مکاتب مین تو کچھ عبدیت باقی ہے اسکو بطریق اولے
دینا جائز نہین اور مکاتب کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہے اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہوگیا ہو کہ اوسکی
بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ نصاب کو پونہچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاہ ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہو جاوے
تو مال زکوۃ کا جو مکاتب کے پاس ہے اوسکے مولے کو حلال ہے اگرچہ مولے غنی ہو ھ اسلیئے کہ مولی کی ملک مین جب آیا کہ پہلے مکاتب
کی ملک مین آچکا اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہے اور ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا لہا
صدقۃ ولنا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن السبیل وصل لمالہ جسطرح حلال ہے فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو
کہ اپنے مال تک پونہچ جاوے ھ یعنی اگر فقیر کے پاس مال زکوۃ کا باقی ہو اور پھر اوسکو غنا حاصل ہو تو جو مال اوسکے پاس موجود ہو
اوسکو حلال ہے کیونکہ اعتبار فقر وغنا کا اداکے وقت ہے اور وقت اداکے وہ فقیر تہا اور ایسا ہی مسافر کذا فی الشامی وسکت

عن المؤلفة قلوبهم لسقوطهم اما بزوال العلة اور سکوت کیا مصنف نے مولفۃ القلوب کے حال سے کیونکہ وہ ساقط ہوگئے حضرت ابو بکر کی خلافت
مین باجماع صحابہؓ یا تو اس جہت سے کہ وجہ اونکو دینے کی نرہی ہم مولفۃ القلوب وہ لوگ کہ اونکی خاطرداری سے مال صدقہ اونکو ملتا تہا اور وہ تین قسم تہے ایک قسم
کفار تہے حضرت اونکو اسوجہ سے عطا فرماتے تہے تاکہ ایمان لے آوین اور ایک قسم ایسے تہے کہ دفع ایذا کے لئے اونکو دیتے تہے اور ایک قسم
اسلام لائے تہے لیکن ضعیف الایمان تہے حضرت اونکو اسلئے دیتے تہے کہ ایمان پر ثابت رہین غرضکہ ان لوگون کو دینا اسلام کی عزت و غلبہ
کے لئے تہا تو جب ایمان رفتہ رفتہ زور پکڑ گیا اونکو دینے کی حاجت بہی نرہی کذا فی الشامی او نسخ بقوله صلی الله علیه وسلم لمعاذ فی
آخر الامر خذها من اغنیاءهم وردها فی فقرائهم یا اس جہت سے کہ مولفۃ القلوب کو دینا منسوخ ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
فرمانے سے معاذ بن جبل کو آخر امر مین کہ لے صدقہ اون کے اغنیا سے اور دے اون کے فقیرون کو ہم الفاظ اس حدیث شریف کے
جیسا کہ صحاح ستہ سے منقول ہین یہہ ہین فاعلمهم ان الله افترض علیهم صدقة تؤخذ من اغنیائهم فترد علی فقرائهم الخ اور جن
لفظون سے کہ شارحون نے بہ تبعیت ہدایہ نقل کیا ہے سو حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ مین نے کسی سند مین نہین دیکہا الحاصل چونکہ ضمیر فقرائهم
کی مسلمین کیطرف پہرتی ہے تو مولفۃ القلوب مین سے کفار کو یا اغنیا کو نہ دینا چاہئے اور یہہ حدیث اجماع کی سند ہے پس نسخ حضرت کی حیات
مین حدیث مذکور سے ہوا جسکو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تو اسکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کے
ناسخ ہوسکے اور بحر مین اجماع کی سند اوس آیت کو لکہا ہے جسکو حضرت عمرؓ نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تہا (قل الحق من
ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر) اور اجماع کو ناسخ نہین ٹہرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہین ہوتا
مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اور اجماع نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو منح مین ذکر کیا
ہے قاله الشامی ومدیون لا یملک نصابا فاضلا عن دینه پانچوان مصرف زکوۃ کا مدیون ہے کہ اوسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ
اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہونچے ہم شامی نے کہا کہ آیت شریف مین جو غارم کا ذکر ہے اوس سے مراد مدیون ہے وفی الظهیریة الدفع
للمدیون اولی منه للفقیر اور ظہیریہ مین ہے کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت زیادہ مناسب ہے کیونکہ اوسکو احتیاج زیادہ ہے وفی سبیل
الله وهو منقطع الغزاة چہٹا مصرف زکوۃ کا خدا کی راہ مین صرف کرنا یعنی جو غازی لشکر اسلام سے نہین مل سکتے فقر کی جہت سے
یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو اونکو صدقہ لینا حلال ہے اگرچہ وہ کسب کر سکتے ہون اسلئے کہ اگر کسب مین
مشغول ہون گے تو جہاد سے رہ جائینگے کذا فی قہستانی وقیل الحاج اور ایک قول یہہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد منقطع الحاج ہے
یعنی جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ مین نہین مل سکتے اور حاج اگرچہ مفرد ہے لیکن بمعنی حجاج ہے اور یہہ قول امام محمدؒ کا ہے اور پہلا قول امام
ابو یوسف کا اور مصنف نے اسکو اختیار کیا ہے کنز کے اتباع سے غایۃ البیان مین ہے کہ یہی اظہر ہے اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہے
وقیل طلبة العلم اور کہا گیا ہے کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہین کذا فی الظهیریة والمرغینانی وفسره فی البدائع بجمیع القرب
اور بدائع مین فی سبیل اللہ کی تفسیر کی ہے کل تقربات اور خیرات سو داخل ہے اسمین ہر شخص کہ خدا تعالی کی طاعت مین اور سبیل خیرات
مین سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو کذا فی الشامی وثمرة الاختلاف فی نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اوقاف وغیرہ
مین ہم یعنی اختلاف حکم مین نہین اسلئے کہ بشرط احتیاج ان سب کو دینا جائز ہے خواہ غازی ہون خواہ حاجی خواہ طالب علم مگر
اختلاف لفظی ہے کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ یا وصیت کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہونی چاہئے کذا قاله الشامی مصرف
وابن السبیل وهو کل من له مال لا معه ساتوان مصرف مسافر ہے یعنی وہ شخص کہ اوسکی ملک مین مال ہے لیکن اوسکے
ساتہہ نہین ہم یعنی وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن مین اسطرح ہو کہ اوسکا قرضہ لوگون کے ذمہ ہو اور اوسکے لینے پر قادر نہو کما فی النہر

عن النقایہ اور فتح القدیر مین کہا ہے کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہین اور اولے یہہ ہے کہ قرض لیلے اگر قدرت ہو لیکن لازم
نہین اور نہ بچے ہوئے کا صدقہ کرنا واجب ہے جب اوسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اوسکو حاجت سے زیادہ لینا بھی درست ہے
قالہ الشامی ومنہ مالو کان مالہ مؤجلا او علی غائب او معسر او جاحد ولو لہ بینۃ فی الاصح اور اسی قسم مین شامل ہے اگر
ہو اوسکے پاس مال اور ہو کسی شخص غائب کے ذمہ یعنی اگرچہ نقد ہی ہو یا مفلس پر یا منکر پر اگرچہ اوسکے پاس گواہ بھی ہون اصح روایت پر ہم
یعنی اگر مال موجل ہو اور اوسکو نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اوس مدت مقررکے لئے زکوۃ کا لینا جائز ہے کذا فی النہر عن الخانیہ اور
اگر مفلس پر اسکا دین آتا ہے تو اصح اقوال مین زکوۃ لینا جائز ہے کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہے اور اگر مدیون اقرار کرتا تو اگر ہو تو نہین جائز کما فی
الخانیہ اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر کسی عورت فقیرہ کو کہ اوسکا مہر اوسکے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہے اور خاوند مالدار ہے اسطرح
کہ اگر عورت مانگے تو دیوے تو عورت کو زکوۃ لینی جائز نہین اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہے بحر مین کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہے
اور اخذ زکوۃ سے مانع نہین کذا قالہ الشامی والباقی فیہ یصرف المزکی الی کلھم او الی بعضھم ولو واحدا من ای صنف کان
زکوۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوۃ ان سب اقسام مین صرف کرے یا بعض مین اگرچہ ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا لان ال الجنسیۃ
تبطل الجمعیۃ اسلئے کہ الف لام جنسی جمع کے معنون کو کہو دیتا ہے ہم حلبی نے کہا کہ یہہ علت ہے ایک فرد پر اقتصار کرنیکی اقسام سبعہ مذکورہ
مین سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنیکی وجہ یہہ ہے کہ مراد آیت شریف مین بیان اون اصناف کا ہے جنکو دینا جائز
ہے نہ اونکی تعیین کذا فی البحر وشرط الشافعی ثلثۃ من کل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہے کہ مزکی ہر قسم مین سے تین
تین شخصون کو دیوے و بشرط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کما مر اور شرط ہے کہ دینا زکوۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور
اباحت کے جیسا گذرا اول کتاب الزکوۃ مین اور فرق تملیک و اباحت مین مترجم نے اوس جگہ بیان کیا ہے لا یصرف الی بناء
نحو مسجد خرچ نکرے زکوۃ مسجد وغیرہ کی بنا مین ہم مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس
قسم کی چیزین ہون کہ جسمین تملیک نہو کذا قالہ الشامی عن الزیلعی ولا الی کفن میت اور نہ خرچ کرے میت کے کفن مین ہم اسلیے
کہ میت مین معنون تملیک کا نہین بن سکتا اسیواسطے اگر میت کو کوئی درندہ کہا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث
کا کذا فی النہر وقضاء دینہ اور میت کے دین کے ادا کرنے مین نہ صرف کرے ہم اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی
تملیک کو مقتضی نہین مثلاً اگر آپسمین دائن اور مدیون مان لیوین کہ دین ذمہ پر نہین تو ادا کرنیوالا اپنے دیا ہوا دائن سے
ہٹا سکتا ہے اور مدیون اوسکو نہین لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تملیک نہوا تو مردہ کا بطریق اولے نہوگا کذا فی الشامی
اما دین الحی الفقیر فیجوز لو بامرہ لیکن دین زندہ محتاج کی طرف سے ادا کرنا جائز ہے مال زکوۃ سے اگر اوسکی اجازت
ہو ہم یعنی اسوجہ سے کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کردیا اور دائن نے فقیر کی طرف نیابۃً قبض کرلیا پہر اپنے دین مین مجرا کرلیا
کذا فی الفتح ولو اذن فمات فاطلاق الکتاب یفید عدم الجواز وھو الوجہ نہر اور اگر فقیر اجازت دیکر مرگیا تو اطلاق
کتاب قدوری کا مفید ہے عدم جواز کو اور یہی وجیہ ہے کذا فی النہر ہم کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ دونون نے دین میت کو
مطلق رکہا یعنی امر کی قید نہین لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہے ہدایہ کی شرح مین کہ کہا ہے کہ اگر زکوۃ کے قصد سے
کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اوسکے امر سے تو جائز ہے اور ظاہر خانیہ کا بھی اسکے موافق ہے لیکن ظاہر اطلاق کتاب
کا مفید ہے عدم جواز کو میت مین ہر حال مین اور خلاصہ سے بھی ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسمین کہا ہے اگر ادا کرے دین زندہ
کا یا مردہ کا بغیر اذن زندہ کے تو نہین جائز ہے پس زندہ کو مقید رکہا اور مردہ کو مطلق اور دو ہوالا وجہ سے یہہ غرض کہ زکوۃ مین

تملیک ضروری ہے اور صرف امر کرنے سے تملیک نہیں ہوتی کیونکہ ماموں نے قبضہ کیا اوسوقت مدیون مردہ ہے تملک کے لائق نہیں جالانکہ ماموں کے قبض کے وقت اوسکا تملک کے لائق ہونا چاہیئے کذا ذکرہ الشامی ولا الی ثمن ما ای قن لیعتق اور نہیں جائز صرف کرنا زکوٰۃ کا قیمت مین اوس غلام کی جو آزاد ہوگا هم یعنی زکوٰۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کرے تو زکوٰۃ ادا نہوگی یا اپنے باپ کو شلا زکوٰۃ کی نیت سے خریدے تب بھی زکوٰۃ ادا نہوگی لِعَدَمِ التملیکِ وھو الرکن بسبب نہونے تملیک کے اور یہی جزو اعظم ہے یہہ علت ہے سب مسائل مذکورہ کی قالہ الشامی وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء اور ہم پہلے بیان کر چکے کہ حیلہ زکوٰۃ کی درستی کے لئے یہہ ہے کہ کسی فقیر کو زکوٰۃ دے اور یہہ کہدے کہ امورات مذکورہ میں اپنی طرف سے صرف کردے کہ اوس شخص کو زکوٰۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اوس خیرات مین صرف کرنے کا کذا فی البحر وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم ربھی یہہ بات کہ فقیر کو زکوٰۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہے یا نہیں مین نے اس مسئلہ کو کہین نہین دیکھا اور ظاہر یہہ ہے کہ مخالفت پونہچی ہے اسلئے کہ فقیر مذکور جب مالک ہوگیا تو اپنی ملک مین جو چاہے سو کرے کذا فی النہر ولا الی من بینھما ولاد اور نہ اوس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے کہ اوس مین اور دینے والے مین قرابت توالد کی ہو هم اسلئے کہ منافع املاک کے آپس مین ملے جلے مین تو تملیک پوری پوری نہوگی کذا فی الھدایہ اور ولاد شامل ہے سب اصول کو یعنی مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہم اور شامل ہے سب فروع کو یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور یہ ہی ہر صدقہ واجبہ جیسے فطرہ نذر کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہے بلکہ مستحسن ہے کذا فی البدائع مان باپ کے لئے حیلہ کرنا اسطرح کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دیدے اور کہدے کہ اونپر صرف کردے مکروہ ہے کما فی القنیہ اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ یہہ مسئلہ مشہور ہے اور اکثر کتابون مین مذکور ولو مملوکاً لفقیرٍ اگرچہ ولاد والا مملوک کسی فقیر کا ہو یعنی اوسکو زکوٰۃ دینا تب بھی ناجائز ہے او بینھما زوجیۃ ولو مبانۃ یا دینے والے اور لینے والے مین رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ الگ کی ہوئی ہو یعنی عدت مین ہو اگرچہ تین طلاق کی عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایہ وقالا تدفع ھی لزوجھا اور صاحبین کہتے مین کہ عورت دیسکتی ہے اپنے خاوند کو بسبب فرمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن مسعود کی زوجہ کو جب اونہون نے اپنا زیور دینا چاہا کہ شوہر اور اولاد زیادہ مستحق مین کذا فی الطحطاوی ولا الی مملوک المزکی اور نہین جائز زکوٰۃ دینا اپنے مملوک کو هم یا ایسے ناطہ والے کے مملوک کو جن مین قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر اور فتح مین کہا ہے کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہین جیسا اپنے بیٹے کو نہین جائز شرنبلالیہ ولو مکاتباً او مدبراً اگرچہ مملوک مکاتب ہو یا مدبر هم یعنی اس وجہ سے کہ عبد اور مدبرین تو تملیک نہوئی کہ وہ لیاقت مالک ہونیکی نہین رکھتے اور مکاتب کے کسب مین مولے کا حق ہے کذا فی الزیلعی ولا الی عبدٍ اعتق المزکی بعضہ اور نہین جائز زکوٰۃ دینا اوس غلام کو کہ مزکی نے اوسکے بعض کو یعنی نصف یا چوتھائی وغیرہ کو آزاد کیا ہو سواء کان کلہ لہ او بینہ وبین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسراً لاین فعلہ لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہے کہ وہ سب غلام تمامہ مزکی کا یا مشترک ہو اوسمین اور اوسکے بیٹے مین پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی سو مزکی ایسے غلام کو زکوٰۃ نہین دیسکتا اسلئے کہ وہ یا اوسکا خود کا مکاتب ہے یا اوسکے بیٹے کا هم کیونکہ جب غلام تمامہ اوسکا ہے یا اوسمین اور اوسکے بیٹے مین مشترک ہے اور باپ توانگر ہے اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے بھر لیا اور بیٹے نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا کہ جب اوسقدر ادا کردے تو آزاد ہوا اور اگر باپ مفلس ہے یا توانگر لیکن بیٹے نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا اور بیٹے کے مکاتب کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہین اور ہمنے جو تقریر کی اس سے

تو واضح ہوا کہ لفظ معسر کا قید احترازی نہین ہے پہر شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکہا اس جہت سے کہ سعی کرنے مین مشابہ مکاتب کے ہے
قالہ الشامی واما المشترک بینہ وبین الاجنبی فحکمہ علم مما مرّ اور اگر غلام مشترک درمیان مزکی کے اور کسی اجنبی کے ہو
تو اوسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے ہم بحر مین ہے کہ اگر غلام مشترک دو شخصون اجنبیون مین ہو پس آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ
مفلس ہے اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اوسکو زکوٰۃ دیسکتا ہے کیونکہ یہہ مکاتب اوسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو بہی
نہین پہونچتا کہ اوسکو زکوٰۃ دے کیونکہ اوسکا مکاتب ہے اور اگر معتق توانگر ہو اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت
غلام کو زکوٰۃ دیسکتا ہے اسلئے کہ یہہ اجنبی ہے اور معتق زکوٰۃ نہین دیسکتا جب اختیار کرے ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ
اس صورت مین وہ اوسیکا مکاتب ہے کذا قالہ الشامی لانہ اما مکاتب نفسہ او غیرہ اسواسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اسکا خود کا ہے
یا غیر کا ہم اسکی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہوسکتی ہے وقالا یجوز مطلقًا اور صاحبین کہتے ہین کہ جائز ہے ہر صورت مین ہم یعنی
معتق مالدار ہو یا مفلس اور غلام بتمامہ اوسکا ہو یا مشترک درمیان اوسکے اور اوسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو کذا قالہ الشامی لانہ حر
کلّہ او حرّ مدیون فافہم اسلئے کہ وہ غلام آزاد ہے بتمامہ یا آزاد ہے اور قرضدار سو اسکو سمجہہ لے ہم بتمامہ آزاد ہے یعنی جو مدیون
جب کہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اوسکا ہو مگر معتق توانگر ہو اور شریک اوس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اوس صورت مین کہ معتق مفلس ہو
اسلئے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کماویگا آزاد ہوکر واضح ہو کہ یہہ مسئلے اسپر مبنی ہین کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت
کو اختیار ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کیا چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کموا لے بشرطیکہ آزاد کرنیوالا مفلس ہو
اور اگر وہ مالدار ہو تو شریک مذکور اوس سے تاوان بہی لے سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت مین بجز غلام سے
کموانے کے اور مالداری کی صورت مین بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچہہ اختیار نہین رکہتا چنانچہ کتاب العتق مین آویگا اور
فافہم کا اشارہ اسطرف ہے کہ ہمنے تحریر مطلب کی اسطرح کی کہ جو اعتراض درر مین ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہے یہان نہین وارد ہوتا
اگرچہ شراح نے تکلف کرکے تاویلین کی ہین جیسا ملاحظہ کتب ہدایہ و درر سے واضح ہے کذا فی الشامی ولا الی غنی یملک قدر
نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ من ای مال کان اور نہین جائز زکوٰۃ دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی
سے زائد ہوا اگرچہ کسی مال کی ہو ہم واضح ہو کہ نصابین تین ہین ایک نامی کہ دین سے زائد ہوا اور حاجات سے فارغ وہ توسب
مالی چیزون کی واجب کرنیوالی ہے مثل زکوٰۃ وکفارات وغیرہ کے دوسری نصاب غیر نامی کہ دین اور حاجتون سے زائد ہو اسکے باعث
قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبون کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور زکوٰۃ کا لینا ایسے نصاب کے مالک کو بہی حرام ہے جیسے مال کی نصاب
نامی کے مالک کو حرام ہے اور ایک نصاب وہ ہے جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہے وہ غذا ایک روز کی ہے اوسکو نصاب کہنا
مجاز شرعی ہے کذا فی الطحطاوی اور تتارخانیہ مین صغری سے منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس گہر ہے کہ اوسمین رہتا ہے لیکن اوسکی
قدر حاجت سے زیادہ ہے کہ سب مکان رہنے مین مشغول نہین تو اوسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت مین حلال ہے اور اسمین یہہ
ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہے کہ اوسکو بوتا ہے یا دکان کہ اوسکا کرایہ کہاتا ہے یا مکان ہے کہ کرایہ اوسکا
تین ہزار ہیں اور اوسکے اور اوسکی عیال کے نفقہ کو برس دن کے لئے کفایت نہین کرتا تو اوسکو زکوٰۃ کا لینا حلال ہے اگرچہ
اوسکی قیمت نقدہ کو ہزارہا کرتی ہو اور اسی پر فتوے ہے اور شیخین کے نزدیک نہین حلال کذا قالہ الشامی ولو کان لہ نصاب سائمۃ
لا تساوی مائتی درہم کما جزم بہ فی البحر والنہر واقرہ المصنف قائلا وبہ یظہر ضعف ما فی الوہبانیۃ وشرحہا
من انہ تحل لہ الزکاۃ وتلزمہ الزکوۃ الخ جیسا زکوٰۃ دینا جائز نہین اوس شخص کو کہ اوسکے پاس سوائم کی نصاب ہو

... دوسو درہم کی قیمت کو نہ پہنچی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر مین جزم کیا ہے اور آپکو مصنف نے ثابت رکھا یون کہا کہ اس سے ظاہر ہو گیا ضعف اوسکا جو وہبانیہ اور اوسکی شرح مین مذکور ہے یعنی اوسکو زکوۃ لینا حلال ہے اور اوسکے اوپر زکوۃ دینا لازم ہے انتہی بحر مین کہا ہے کہ نصاب نامی مین داخل ہے پانچ اونٹ پس اگر پانچ اونٹ کا مالک ہو یا کسی اور نصاب کا سوائم مین سے کسی مال مین سے ہو تو اوسکو زکوۃ مین سے دینا جائز نہین برابر ہے کہ دوسو درہم کو اوسکی قیمت پہنچے یا نہ پہنچے اور ہدایہ کے شارحون نے اسکی تصریح کی ہے کذا قالہ الشامی ولکن اعتمد فی الشرنبلالیۃ ما فی الوھبانیۃ وحرّر وجزم بان ما فی البحر وھم لیکن شرنبلالیہ مین وہبانیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے اور جزم کیا ہے کہ بحر مین جو مذکور ہے وہ وہم ہے ھ شرنبلالیہ مین کہا ہے کہ جو بحر مین اسکے خلاف مذکور ہے سو وہ وہم ہے پس اس سے متنبہ رہو حالانکہ صاحب بحر نے اسکے مخالف اشباہ و نظائر کے الغاز مین ذکر کیا ہے پس اپنے قول کا آپ ہی خلاف کیا اور مین نے کسی کو نہین دیکھا ہدایہ کے شارحون مین سے کہ بحر کے موافق تصریح کی ہو بلکہ انکی عبارت سے اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہے اور اکثر کتابون مین اسکی تصریح کی ہے کہ اعتبار سوائم کی قیمت کا ہے اشباہ اور سراج اور وہبانیہ اور اوسکی دونو شرحون اور ذخائر اشرفیہ اور جوہرہ مین مذکور ہے کہ مرغینانی نے کہا کہ جب کسی شخص کے پاس پانچ اونٹ ہون کہ اونکی قیمت دوسو درہم سے کم ہو تو اوسکو زکوۃ لینا حلال ہے اور اسپر زکوۃ واجب بھی ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ معتبر نصاب نقد کی ہے کسی مال سے ہو وہ مال اپنی جنس کے اعتبار سے نصاب کو پہنچے یا نہ پہنچے انتہی ما قالہ المرغینانی یہہ شرنبلالیہ کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہو شامی مین اسکو زیادہ بسط سے بیان کیا ہے اور بحر کے کلام مین اور اسمین تطبیق کی ہے جو چاہے وہان ملاحظہ کرے ولا الی مملوکہ ای الغنی ولو مدبرا اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کے مملوک کو اگرچہ مدبر ہو ھ اس سے معلوم ہوا کہ فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہے کما فی منیۃ المفتی اور مدبر کے حکم مین ام ولد ہے قالہ الشامی عن البحر او زمنا لیس فی عیال مولاہ او کان مولاہ غائبا علی المذھب اگرچہ مملوک اپاہج اپنے مولے کی عیال مین نہو یا مولے اوسکا غائب ہو تب بھی اوسکو زکوۃ دینا درست نہین بنا بر مذہب صحیح کے ھ ذخیرہ مین کہا کہ روایت ہے ابو یوسف سے کہ اوسکو زکوۃ دینا جائز ہے فتح القدیر مین کہا کہ اسمین نظر ہے کیونکہ وجہ امتناع کی یہ ہے کہ زکوۃ عبد کی ملک نہین ہوتی بلکہ مولی کی ملک ہوتی ہے اور وہ غنی ہے اور اسکا جواب اسطرح دیا جاسکتا ہے کہ جس صورت مین کہ مولے غائب ہے اور مملوک کسب پر قادر نہین تو ابن السبیل کے درجہ سے کم نہین ہے کہ جسکو زکوۃ لینا جائز ہے کذا فی الشامی لان المانع وقوع الملک لمولاہ اسواسطے زکوۃ کا عدم جواز اس جہت سے ہے کہ جو عبد کو دیا جاتا ہے وہ اوسکے مولے کی ملک ہوجاتا ہے غیر المکاتب والماذون المدیون بمحیط فیجوز غنی کے غلام کو زکوۃ دینا جائز نہین سوائے مکاتب کے اور ماذون فی التجارۃ کہ اسپر دین اتنا ہو کہ اوسکے رقبہ اور کسب کو محیط ہو سو انکو زکوۃ دینا جائز ہے ھ مکاتب کی وجہ پہلے گذر چکی اور ماذون کا اس جہت سے کہ اوسکے کسب کا مالک امام صاحب کے نزدیک مولے نہین ہوتا اس صورت مین بخلاف صاحبین کے قول کے قالہ فی البحر ولا الی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر اور زکوۃ دینا جائز نہین غنی کے لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے ھ یعنی بالغ ہو اگرچہ اپاہج ہو نفقہ کے مقرر ہونے سے پہلے زکوۃ کا دینا بالاجماع جائز ہے اور بعد تقرر کے امام محمد کے نزدیک جائز ہے برخلاف امام ابو یوسف کے اور اسی قیاس پر باقی اقارب ہین اور غنی کی دختر خاوند والی مین اختلاف ہے [illegible] جواز ہے اور یہی قول طرفین کا ہے اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی البحر وابیہ و [illegible] لغفرائہ وطفلہ [illegible] اور بجائے [illegible] باپ کے [illegible] اوسکی بی بی کے بشرط فقیر ہونے اسکے اور بخلاف [illegible] اگرچہ اونکا باپ ہو کذا فی البحر سوا انسب کو زکوۃ دینا جائز ہے [illegible] نہو سکے

مانع کےھ یہہ سب کی علت ہے یعنی چہوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہے اپنے باپ کی غنا سے بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور
اسیطرح لڑکا اپنی مان کے مالدار ہونے سے غنی نہین شمار کیا جاتا ہے حلبی عن البحر و لا الی بنی ہاشم اور نہین جائز زکوٰۃ دینا بنی
ہاشم کوھ جاننا چاہیئے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اوسکے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل
عبد شمس پہر ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جنمین سے ایک عبد المطلب ہین باقیون کی نسل منقطع ہو گئی عبد المطلب کے بارہ ہوئے سو زکوٰۃ
ان سب کو دیجا سکتی ہے بشرطیکہ مسلمان اور حاجتمند ہون مگر اولاد حضرت عباس کی اور حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنی حضرت
علی وجعفر وعقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو بطور اطلاق بیان کرنا نہ چاہیئے اسلیئے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام
نہین ہے بلکہ بعض پر حرام ہے کذا فی الشامی الا من أبطل النص قرابتہ وھم بنو لھب فتحل لمن أسلم منھم کما تحل لبنی
المطلب مگر اوسکو جائز ہے کہ جسکی قرابت بنص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منقطع ہو گئی اور وہ ابو لہب کی اولاد مین لیس جو اونمین
سے اسلام لے آیا اوسکو زکوٰۃ جائز ہے جیسا حلال ہے مطلب یعنی ہاشم کے بہائی کی اولاد کو ھ نص سے مراد قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کا لا قرابۃ بینی وبین أبی لھب فانہ آثر علینا الافجرین اور بعض نسخ مین بنو ابی لہب ہے اور یہی درست ہے کذا قالہ الشامی ثم ظاھر
المذھب اطلاق المنع وقول العینی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لا یجوز نھر ظاہر مذہب یہہ ہے کہ بنی ہاشم
کو مطلقا ممنوع ہے یعنی خواہ بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ مین ممنوع ہے اور عینی نے جو کہا ہے کہ جائز
ہے ہاشمی کو کہ زکوٰۃ دیوے اپنے مثل یعنی ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہہ چاہیئے کہ نہین جائز ہے کذا فی النہر ھ ابو عصمہ نے امام سے
روایت کی ہے کہ فی زماننا بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اسلیئے کہ زکوٰۃ کا خمس یعنی پانچوان حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تہا وہ
اونکو نہین پونہچتا کیونکہ غنیمت کے اب مین اور اوسکو مستحقین مین صرف کرنے مین لوگ تغافل کرتے ہین اور جب عوض اونکو
نہ پونہچا تو اصل کیطرف رجوع کیا کذا فی البحر اور نہر مین کہا ہے کہ امام ابو یوسف سے جائز کہا ہے کہ ہاشمی ہاشمی کو دیدے
اور یہہ امام صاحب سے بھی منقول ہے اور عینی مین جو یہہ کہا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوٰۃ
دیوے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمین صحیح لفظ لا یجزی چاہیئے یعنی امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کا دوسرے ہاشمی کو
دینا کافی نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہین پہر درست ہونے کی صورت ہین اون کے خلاف کے کیا معنی ہونگے
اور شارح کے اختصار مین ابہام ہے قالہ الشامی عن الحلبی و لا الی موالیھم اے معتقیھم فانھم قارقانھم اولی اور نہین
جائز زکوٰۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کئے ہوئے غلامون کو اور جب آزاد کئے ہوؤن کو نہین جائز تو غلامون کو بطریق اولی
نہین جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہے لحدیث مولی القوم منھم بنی ہاشم کے موالی کو زکوٰۃ دینا جائز نہین بسبب
اس حدیث شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ اونہین مین سے ہوتا ہے ھ اسکو روایت کیا ہے ابو داؤد و ترمذی اور
نسائی نے بلفظ مولی القوم من أنفسھم وانا لا تحل لنا الصدقۃ ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہہ حکم صدقہ کی
حرمت وحلت کے باب مین ہے نہ جمیع وجوہ مین کیونکہ مولی اپنے معتق کا کفو نہین ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر
ہو تو جزیہ لیا جاتا ہے اور تغلبی کے آزاد کئے ہوئے سے دو چند نہین لیا جاتا کذا فی النہر قالہ الشامی وھل کانت تحل
لسائر الانبیاء خلاف واعتمد فی النھر حلھا لا قربائھم لا لھم اور باقی انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام
کے لئے صدقہ حلال تہا یا نہین اسمین خلاف ہے اور نہر مین حلت کو معتمد کہا ہے اون کے اقرباء کے لئے نہ اونکے خود کے
لئے وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لھم ای لبنی ھاشم سواء سماھم الواقف اولا علی

ماهو الحق كما حققه في الفتح اور جائز ہے نقل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہے کہ وقف کرنیوالے نے اونکا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہے جیسا فتح القدیر میں اسکو تحقیق کیا ہے ھ شامی نے کہا کہ بحر میں متعدد کتابوں سے نقل کیا ہے کہ نفل صدقہ اون کو جائز ہے بالاجماع اور ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ہے اور یہہ کہ تطوع اور وقف میں فرق نہیں ہے جیسا محیط اور کافی میں ہے لیکن زیلعی میں اسکے خلاف ہے یعنی صدقہ نفل اونکو بالکل حرام ہے اور فتح میں اسکی تقویت کی ہے اور کہا ہے کہ حق یہہ ہے کہ وقف کو بجائے نفل کے سمجھنا چاہیئے اور حلبی نے اوسکی عبارت طویل نقل کی ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ وقف بھی بنی ہاشم کو ممنوع ہے مثل نفل کے اور اس سے معلوم ہوتا ہے سقم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہہ ہے کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف میں ہے اور وقف اونکو حلال ہے لیکن حلبی نے جس نسخۂ در المختار سے لکھا ہے اوسمیں علی ماہو الحق سے پہلے اسقدر زیادہ ہے وقيل لا مطلقا تو اس زیادتی سے البتہ عبارت درست ہو جاتی ہے اور بعض نسخوں میں یہہ زیادتی معہ مابعد کے ولا تدفع الى ذمي تک ساقط ہے انتہی ما قاله الشامي لكن في السراج وغيره ان سماهم جاز والا لا قلت وقد جعله محشي الاشباه محمل القولين لیکن سراج وغیرہ میں ہے کہ اگر بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہے تو جائز ہے نہیں تو نہیں جائز میں کہتا ہوں کہ اشباہ کے محشی یعنی صالح غزی مصنف کے بیٹے شارح بیری نے سراج کی عبارت کو دونوں قولوں کا محل ٹھہرایا ہے ھ یعنی جس صورت میں نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز اور وجہ یہہ ہو سکتی ہے کہ جس صورت میں نام نہیں لیا تو ہر وجہ سے صدقہ ہوا ہاشمیوں کو جائز نہوا اور جب اونکا نام لیدیا تو تبرع اور صلہ ہوا صدقہ نہوا جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیا پر بہر فقرا پر قاله الشامي ثم نقل عن صاحب البحر عن المبسوط وهل تحل الصدقة لسائر الانبياء قيل نعم وهذه خصوصية لنبينا صلى الله عليه وسلم وقيل لا بل تحل لقرابتهم فهي خصوصية لقرابة نبينا اكراما واظهارا لفضيلته صلى الله عليه وسلم فليحفظ پھر محشی مذکور نے بحر الرائق سے اور اوسنے مبسوط سے نقل کیا آیا حلال ہے صدقہ باقی انبیا کے لئے تو ایکقول یہہ ہے کہ ہاں جائز ہے اور یہہ خصوصیت ہے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کہ اونکو نہیں جائز اور ایک قول یہہ ہے کہ انبیاء کو حلال نہیں بلکہ اونکے اقربا کو حلال ہے تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لئے بعزت اکرام اور فضیلت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہہ یاد رہے ھ یہہ مسئلہ مکرر ہے سابق اسکا مذکور ہو چکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہے قاله الشامي ولا تدفع الى ذمي لحديث معاذ اور نہیں جائز دینا زکوة کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ رضہ کے ھ یعنی وہ حدیث ہے جسکو شارح نے بلفظ خذها من اغنيائهم الخ بیان کیا ہے اسلئے کہ اغنیائهم کی ضمیر مسلمانوں کیطرف پھرتی ہے تو فقرائهم کی ضمیر بھی اوسی طرف پھرنی چاہیئے اور کافر کو نہ دینی چاہیئے کذا في المعراج وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج اليه اے الذمي اور جائز ہے صدقہ دینا سوائے زکوة کے اور سوای عشر اور خراج کے ذمی کو ھ عشر زکوة کے ساتھہ ملحق ہے لیکن خراج اون صدقات میں نہیں ہے جنکا ذکر ہے کیونکہ اوسکا مصرف مصلحت عامہ مسلمین ہے جیسا پہلے بیان ہوا اور اسیلئے کنز اور ہدایہ میں اسکا استثنا نہیں کیا قاله الشامي ولو واجبا كنذر وكفارة وفطرة خلافا للثاني اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے ھ یعنی وہ کہتے ہیں کہ کسی صدقہ واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہیں اور ہدایہ وغیرہ میں تصریح کی ہے کہ یہہ ایک روایت ہے ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہے وبقوله يفتي حاوي القدسي اور امام ابو یوسف کے قول پر فتوے ہے کذا في حاوي القدسي ھ لیکن ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قول طرفین کا راجح ہے اور اسی پر متون منعقد ہیں کذا في الشامي واما الحربي ولو مستامنا فجميع

ع [illegible]

المستامن فانہ لا تجوز لہ اتفاقا بحر عن الغایۃ وغیرہا لیکن حربی اگرچہ مستامن ہو اوسکو کوئی صدقہ دینا جائز نہیں بالاتفاق کذا فی
بحر عن غایہ وغیرہا لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ لیکن زیلعی نے جزم کیا ہے کہ نفل صدقہ حربی کو دینا جائز ہے ھ یعنی مستامن کو
جب نہر کی عبارت سے معلوم ہوا ہے پھر شامی نے کہا کہ اسکو مین نے زیلعی مین نہین دیکھا اور ایسا ہی ابو السعود وغیرہ نے کہا ہے مع ہذا
اتفاق کے دعوے کے خلاف ہے لیکن محیط کی کتاب الکسب مین ہے کہ سیر کبیر مین امام محمد نے ذکر کیا ہے کہ کچھ مضائقہ نہین کہ مسلمان کافر
حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اوسکا ہدیہ قبول کرے اسوجہ سے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ پانسو دینا قحط کے دنون
مین مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابو سفیان کو دین کہ وے فقرا اہل مکہ پر تقسیم کر دین اور اس وجہ سے کہ صلہ رحم
ہر دین مین پسندیدہ ہے اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہے انتہی قالہ الشامی ذ فع بتحر لمن یظنہ مصرفا فبان انہ عبدہ
ومکاتبہ او حربی ولو مستامنا اعادہا لما مر صدقہ دیا اٹکل کرکے ایسے شخص کو کہ اپنے گمان مین مصرف جانا تہا پہر
ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہے یا اوسکا مکاتب ہے یا حربی ہے اگرچہ مستامن ہو تو پہر دوبارہ دے اسوجہ سے کہ سابق مذکور ہوئی ھ
یعنی عبد کی صورت مین تو اپنی ملک سے خارج نہین ہوا اور مکاتب کی صورت مین اسلئے کہ اسکا حق مکاتب کی کمائی مین لگا ہے تو
پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوۃ ہی نہین لیکن حربی کے دینے مین ایک روایت یہہ ہے کہ دوبارہ نہ دے کذا فی الشامی وان
بان غناہ او کونہ ذمیا او انہ ابوہ او ابنہ او امرأتہ او ہاشمی لا یعید لما مر اگر ظاہر ہوا کہ جسکو دیا تہا وہ غنی ہے
یا ذمی ہے یا اوسکی بی بی ہے یا اوسکا خود باپ ہے یا بیٹا ہے یا ہاشمی ہے تو اعادہ لازم نہین لانہ اتی بما فی وسعہ اسلئے
کہ وہ کر چکا جسقدر اوس سے ہو سکتا تہا ھ یعنی تملیک کر دی جو اوسکی وسعت مین تہی رہی یہہ بات کہ اندہیرے مین یہہ پوچھے کہ تو
کون ہے اور نسب اوسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہین لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہے کیونکہ حربی مین تملیک جو رکن
تہی پوری ہو جاتی ہے پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہین آتا تائید پاتی ہے کذا فی الشامی
حتی لو دفع بلا تحر لم یجز ان اخطأ یہان تک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہین جائز ہے اگر خطا ظاہر ہو وکرہ اعطاء
فقیر نصابا او اکثر اور مکروہ ہے دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ ھ اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ قدر
نصاب دینا مضایقہ نہین لیکن زیادہ مکروہ ہے اسلئے کہ فقیر مزکی کی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہے اور باقی زیادہ
نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی الا اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص
کلا او لا یفضل بعد دینہ نصاب فلا یکرہ فتح مگر جب کہ ہو وہ شخص جسکو زکوۃ دی ہے مدیون یا عیال دار اسطرح کہ اگر تمام
عیال پر زکوۃ تقسیم کیجاوے تو ہر ایک کے بانٹے نصاب نآوے یا دین کے اوا کے بعد قدر نصاب باقی نرہے تو مکروہ نہین کذا فی
الفتح ھ بحیث لو فرقہ صاحب عیال سے علاقہ رکہتا ہے اور لا یفضل مدیون سے پس اسمین لف ونشر غیر مرتب ہے اور وجہ تقسیم
عیال کی یہہ ہے کہ حقیقت مین وہ صدقہ عیال ہی پر ہے جن پر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج وکرہ نقلہا الا الی قرابۃ
اور مکروہ ہے زکوۃ کا نقل کرنا یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لیجانا مگر اپنے اقربا کیطرف ھ کیونکہ اسمین رعایت بڑوس
کی ہے تو یہی اولے ہے زیلعی اور اس سے متبادر یہہ ہے کہ کراہیت تنزیہی ہے پس اگر نقل کرے تو جائز ہے کذا فی الدرر اور
زکوۃ مین معتبر وہ جگہ ہے جس جگہہ مال ہو سب روایات مین کذا فی الشامی بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ
محاویج حتی یبدأ بہم فیسد حاجتہم بلکہ ظہیریہ مین ہے کہ نہین مقبول ہوتا صدقہ اوس شخص کا کہ قرابتی اوسکے محتاج ہون یہانتک کہ شروع
اونہین سے کرے ھ عدم قبولیت سے مراد نملنا ثواب کا ہے اگرچہ فرض ساقط ہوتا ہے قہستانی مین ہے کہ افضل بہائی اور بہن ہین

پھر اونکی اولاد پھر مرد کی کا چچا اور پھوپھی پھر ماموں اور خالہ پھر ذوی الارحام پھر پڑوسی پھر اوسکے کوچہ والے پھر شہر والے او اَحْوَجَ
او اَصْلَحَ او اَوْرَعَ او اَنْفَعَ لِلْمُسْلِمِيْنَ او مِنْ دَارِ الْحَرْبِ اِلٰى دَارِ الْاِسْلَامِ اور نقل کرنا مکروہ نہیں طرف زیادہ احتیاج والے
یا زیادہ نیکبخت یا زیادہ پرہیزگار کے یا اوس شخص کے جو مسلمانوں کو نفع پہنچاوے یا دار الحرب سے دار الاسلام کیطرف ھم کیونکہ
دار الاسلام کے فقرا مسلمان دار الحرب کے فقرا سے افضل ہیں کذا فی البحر میں کہتا ہوں کہ مسلمان قیدیوں کو مستثنا کرنا چاہیے
جبکہ ان لوگوں کے دینے میں اعانت ہو قید سے چھوڑانے پر کذا قالہ الشامی او الی طالب علم و فی المعراج التصدق
علی العالم الفقیر افضل و الی الزُّهَّادِ او کانت معجّلۃً قبل تمام الحول فلا یکرہ خلاصہ اور مکروہ نہیں نقل کرنا زکوٰۃ
کا طرف طالب علم کے اور معراج میں ہے کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہے جاہل فقیر سے اور مکروہ نہیں نقل طرف زاہدوں کے
یا جبکہ زکوٰۃ پیشگی ہو پہلے سال تمام ہونیکے تو نقل کرنا مکروہ نہیں کذا فی الخلاصہ و لا یجوز صرفہا لاھل البدع کالکرامیۃ دفعها
اور نہیں جائز اوسکا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیہ ھم عبارت بزازیہ کی یہہ ہے کہ نہیں جائز صرف کرنا کرامیہ کیطرف یہہ
مراد بدعت سے وہ ہے جو تکفیر تک نوبت پہونچاوے تا آن اور کرامیہ ایک مشبہہ فرقہ ہے منسوب عبد اللہ بن محمد بن کرام
کی طرف وہ قائل ہے کہ حق تعالے عرش پر مستقر ہے اور اسم جوہر کا اوس پر اطلاق ہوسکتا ہے کذا فی المغرب لانھم مشبہۃ حکما
فی ذاتِ اللہ تعالی و کذا المشبہۃ فی الصفات فی المختار اسلئے کہ فرقہ کرامیہ تشبیہ کا قائل ہے خداوند تعالی کی ذات
میں اور یہی حکم ہے اوس فرقہ کا جو صفات میں تشبیہ کے قائل ہیں مذہب مختار میں ھم یہہ وہ فرقہ ہے کہ قیام حوادث کا خدا
تعالے کی ذات کے ساتھہ جائز رکھتے ہیں تو بعض صفات کو حادث کہتے ہیں جیسے اور حوادث کی صفات ہیں کذا فی الطحطاوی
لان مفوّت المعرفۃ من جہۃ الصفات ملحق بمفوّت المعرفۃ من جہۃ الذات جمع الفتاوی اسواسطے کہ فوت
کرنیوالا معرفت حق سبحانہ کا صفات میں یعنی نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہے اوسکے ساتھہ جسنے فوت کردی معرفت
ذات کی یعنی تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات ایک حکم رکھتے ہیں کذا فی جمع الفتاوے کما لا یجوز دفع زکوٰۃ الزانی لولدہ
منہ ای من الزنی و کذا الذی نفاہ احتیاطًا جیسا نہیں جائز ہے زانی کو زکوٰۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہو اور ایسے ہی
اوسکو جسکو نفی کر چکا ہے خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جسکو نفی کیا یا ملاعنہ کا لڑکا کہ نفی کیا ہو اُسکو اور یہہ عدم جواز براہ احتیاط ہے الا اذا
کان المولود من ذاتِ زوج معروف فصولین مگر اس صورت میں کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے
ہیں کذا فی جامع الفصولین ھم عمادیہ میں اسکی وجہ یہہ لکھی ہے کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہے تو یہہ شرعا بیٹا ناکح کا ہوا
اور صیرفیہ سے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے نقل کی ہے و الکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاھل البدع
سے یہانتک اشباہ میں مذکور ہیں و لا یحل ان یسال شیئًا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح
المکتسب اور نہیں حلال کہ مانگے کچھہ قوت وہ شخص کہ اوسکے پاس اوس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوہ موجود
ہو مثلاً تندرست کہ کمائی پر قادر ہو ھم شیئا من القوت اسلئے کہا کہ اگر حاجت کی چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہے
قالہ الشامی و یاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اوسکو دینے والا اگر اوسکا حال جانتا ہو کیونکہ
حرام چیز پر اعانت کرتا ہے ھم اکمل نے شرح مشارق میں کہا ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ از روی قیاس گناہ معلوم ہوتا ہے
لیکن اگر اوسکو ہبہ کہیں تو گنہگار نہوگا مقدسی نے اپنی شرح میں کہا کہ ظاہر یہہ ہے کہ مراد علما کی اوس سے یہہ ہے کہ اس جیسے
شخص کو دینا آمادہ کرتا ہے سوال پر اس حیثیت سے اور نہ دینے سے ہوسکتا ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کرے کذا فی الشامی

ولو سأل للكسوة او لاشتغاله عن الكسب بالجهاد او طلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت
کا سوال کیا یا اس جہت سے کہ جہاد میں یا طلب علم میں مشغول ہونے سے کمائی نہیں کر سکتا تو جائز ہے اگر محتاج ہو یعنی اگرچہ قوی ہو اور کسب
پر قادر ہو ذکرہ فی البحر **فروع** مسائل لمحہ مختارہ کے یندب دفع ما یغنیہ یومہ عن السؤال مستحب ہے اسقدر دینا کہ اوس روز اسکو
سوال کی ضرورت نہو واعتبار حالہ من حاجۃ وعیال اور معتبر ہو حال تصدق کا باعتبار حاجت اسکی اور عیال اسکے یعنی مستحسن ہے کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے
مثلا دین اور تیل اور کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہا کما فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوۃ فقراء مکان المال اور معتبر زکوۃ میں وہاں کے فقیر
ہیں جہاں مال ہو یعنی اگرچہ مال والا دوسرے شہر میں ہو لیکن زکوۃ اوس شہر کے فقیروں کو دیجاوے جہاں مال ہے قالہ ابن کمال
یعنی جمیع روایات میں یہی ہے کذا فی البحر وفی الوصیۃ مکان الموصی اور وصیت میں معتبر ہے مکان وصیت کرنیوالے کا ہم ایسا
ہی جوہرہ میں منقول ہے فتاوی سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا میں خلاصہ سے منقول ہے کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر تصدق
کیا جاوے تو افضل یہی ہے کہ انہیں پر صرف کریں اور اگر اوروں کو دیدیں تب بھی جائز ہے اور یہہ قول ابو یوسف کا ہے اور یہی پر
فتوی ہے اور امام محمد کہتے ہیں کہ نہیں جائز ہے کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المؤدی عند محمد وهو الاصح لان رؤسهم
تبع له فيه اور فطرہ میں مکان ادا کرنیوالے کا یعنی مکان اون لوگون کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہے امام محمد کے نزدیک اور
یہی اصح ہے اسلئے کہ جن لوگوں کی طرف سے دیتا ہے وہ ادا کرنیوالے کے تابع ہیں ہم بلکہ نہایہ اور عنایہ میں کہا ہے کہ یہی ظاہر الروایت
ہے جیسا شرنبلالیہ میں ہے اور یہی مذہب ہے جیسا بحر میں ہے کذا فی الشامی دفع الزکوۃ الی صبیان اقاربہ برسم عید
او الی مبشر او مهدی الباكورة جاز زکوۃ دی اپنے اقارب کے لڑکوں یعنی بھتیجا کو عید کی تقریب سے یا خوشخبری
سنانیوالے کو یا اوس شخص کو جو نیا پہل ہدیہ لایا تو جائز ہے الا اذا نص علی التعویض مگر جبکہ تصریح کردی معاوضہ کی تو جائز
نہوگی ولو دفعها لاخته ولها على زوجها مهر يبلغ نصابا وهو ملي مقر ولو طلبت لا يمتنع عن الاداء لا يجوز
والا جاز اھ اگر دی زکوۃ اپنی بہن کو اور اوسکے خاوند کے ذمہ مہر ہے جو نصاب کو پہنچتا ہے اور وہ شخص تونگر ہے
کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نکرے تو اوسکا زکوۃ دینا جائز نہیں اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہے اور یہہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے
ولو دفعها المعلم لخليفته ان كان بحيث يعمل له لو لم يعطه صح والا لا اور اگر دی زکوۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ
اسطرح کا ہو کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی اوسکا کام کرتا تو درست ہو ورنہ نہیں درست ہم اسلئے کہ دیا ہوا بمنزلہ عوض کے ہو جاتا
ہے اور اسمین یہہ خدشہ ہے کہ انعامات بہی لانیوالے کا ایسا ہی ہو تو وہاں بہی نیت کا اعتبار چاہئے قالہ الشامی ولو وضعها
على كفه فانتهبها الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اوسکو فقیروں نے تو جائز ہے ہم اور یہہ
فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوۃ کی نیت پہلے سے نکالتے وقت ہو چکی تھی اور یہی حکم ہے جب کہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے
کے بعد نیت کرے اور مال فقیروں کے پاس موجود ہو قالہ الشامی ولو سقط مال فرفعه فقير فرضي به جاز ان كان
يعرفه والمال قائم خلاصة اور اگر مال ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اوسکو اوٹھا لیا پھر مالک راضی ہو گیا تو جائز ہے اگر اسکو
پہچانتا ہو اور مال بہی قائم ہے کذا فی الخلاصہ ہم پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ تملیک مجہول شخص کی نہو کیونکہ جب اوسکو نہ پہچانتا
ہو اسطرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نہ پایا اور کسی شخص نے اوسکو کہا کہ فقیر اوسکو اوٹھا لے گیا جسکو مالک نہیں پہچانتا
اور مالک راضی ہو گیا تو درست نہوگا کیونکہ یہہ اباحت ہوئی اور زکوۃ میں تملیک شرط ہے اور مال کے قائم ہونیکی اسواسطے شرط
لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی جان لو کہ صدقہ وہ مستحب ہے جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت اور اپنی

عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقداروں کے حق مین کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص کہ تنگی پر صبر کر سکے
اوسکو اپنا نفقہ لقدر الکفایۃ سے کم کرنا مکروہ ہے کذا فی شرح درر البحار اور تتارخانیہ مین محیط سے منقول ہے کہ جو شخص نفل صدقہ دے
تو افضل یہہ ہے کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ اونکو ثواب پونہچیگا اور اوسکے اجر مین سے کچھہ کم نہوگا واللہ اعلم

باب صدقۃ الفطر

یہہ باب ہے صدقۂ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوۃ سے یہہ ہے کہ دونو وظیفۂ
مالیہ مین ہین اور مبسوط مین بعد صوم کے بیان کیا ہے کیونکہ صوم کے بعد صدقۂ فطر ہوتا ہے اور فطر سے مراد فطر کا دن ہے نہ لغوی معنی
کیونکہ اسطرح تو ہر شام کو رمضان مین افطار ہوتا ہے اور اوسکو صدقہ اس جہت سے کہتے ہین کہ وہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر
کرتا ہے کذا فی المعراج من اضافۃ الحکم لشرطہ اضافت صدقہ کی فطر کی طرف اضافت حکم کی ہے شرط کیطرف ہم حکم سے مراد وجوب
صدقہ ہے اسلئے کہ حکم شرعی وجوب ہے تو یہان حذف مضاف کا ہے اور وجوب سے مراد وجوب الادا ہے اسواسطے کہ وجوب الادا
کی شرط فطر ہے نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہے اور سبب رأس ہے قالہ الحلبی والفطر لفظ اسلامی ہم والفطرۃ
مولدۃ بل قیل لحن ہ اور فطر اصطلاح اسلام والون کی ہے اور فطرہ ساختہ ہو بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہے ہم ظاہر یہہ ہے کہ شارح کی مراد یہہ ہے
کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہے اور نام روز مخصوص کا ہے یہہ لفظ شرعی ہے یعنی اطلاق اوسکا اوس خاص روز پر اصطلاح شرعی
ہے کیونکہ فطر جو ضد صوم کی ہے لغوی ہو شرع سے پہلے مستعمل ہے یا مراد اوسکی لفظ فطرہ کا ہے یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی
نہین ہے اسلئے کہ ان معنون مین نہین آیا اور وہ جو قاموس مین مذکور ہے کہ فطرہ بالکسر صدقۃ الفطر تو قاموس کے اغلاط مین شمار
کیا گیا ہے اور نووی نے تحریر مین کہا ہے کہ اسم مولد ہے اور غالباً ماخوذ ہے فطرہ سے جو بمعنی خلقت کے ہے یعنی گویا کہ یہہ زکوۃ
بدن کی قالہ الشامی وامر بہا فی السنۃ التی فرض فیہا رمضان قبل الزکوۃ اور حکم کیا گیا اوس صدقہ فطر کا جس برس
رمضان فرض ہوا زکوۃ سے پہلے ہم روزے رمضان کے فرض ہوئے شعبان مین بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کیطرف اور حکم نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا صدقۂ فطر کے لئے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہہ زکوۃ کی فرضیت سے پہلے ہے یہی صحیح ہے قالہ الشامی وقد
کان علیہ السلام یخطب قبل الفطر بیومین یامر باخراجہا ذکرہ الشمنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے
عید سے دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اوسکو شمنی نے ہم عبد الرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہے عبد اللہ
بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا ادا کرو ایک صاع گیہون
دو آدمیون مین یا ایک صاع کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح تجب وحدیث فرض رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر معناہ قدر للاجماع علی ان منکرہا لا یکفر واجب ہے صدقۃ الفطر اور
وہ حدیث جسمین مذکور ہے کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کو اسکے معنی یہہ ہین کہ مقرر کیا اسوجہ سے
کہ اجماع ہے اسبات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہے ہم امام شافعی کے نزدیک صدقۃ الفطر فرض ہے اونکا استدلال حدیث مذکور ہے
شارح نے استدلال کے جواب کی طرف اشارہ کیا موسعا فی العمر عند اصحابنا وہو الصحیح بحر عن البدائع انہ معلل لاثبات
الامر باداۂ مطلق کالزکوۃ علی قول واجب ہے صدقۃ الفطر اسطرح کہ مدۃ العمر مین ادا کی گنجایش ہے ہمارے تینون اماموں
کے نزدیک بھی صحیح ہے ذکر کیا اسکو بحر مین بدائع سے اور وجہہ بیان کی کہ امر صدقۃ الفطر کی ادا مین مطلق ہے یعنی وقت کی قید
نہین سو مدۃ العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا ہان البتہ عیدگاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے کذا فی
البدائع مانند زکوۃ کے کہ اوسکا وجوب بھی موسع ہے ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا ولو مات فاداہا وارثہ جاز اور اگر مر گیا

پھر اوسکے وارث نے صدقۃ الفطر اوسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہے ﻫ جوہرہ مین ہو کہ جس شخص کے ذمہ زکوۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہو ے
اور وہ مرجاوے تو اوسکے ترکہ سے نہ لیا جاوے مگر یہ کہ ورثہ تبرع کرین اور ورثہ اہل تبرع کے بھی ہون اور جبر نکیا جاوے اون پر اور
اگر خود وصیت کر کے مرا تو ثلث مین وصیت جاری ہوگی قالہ الشامی وقیل مُضَیَّقًا فی یوم الفطر عینًا اور کہا گیا ہے کہ ادا اوسکا مقید
ہے خاص عید کے روز ﻫ یہہ قول حسن بن زیاد کا ہے کہ ادا کرنا وسکا یوم الفطر مین ہے اول سے آخر تک اگر اوسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن
گذر گیا تو ساقط ہو جائیگا مثل قربانی کے کذا فی البدائع وشروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر مین ترجیح وہی ہے کہ یہہ مطلق نہین
ہے بلکہ مقید با لوقت ہے کیونکہ حضرت نے فرمایا اَغنُوهُم فی ہذا الیوم عن المسألۃ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بھی اسکا
اتباع کیا ہے بحر مین لیکن اونسے اپنی شرح مین جو منار پر ہو کہا ہے کہ یہہ ترجیح مقابل صحیح کے ہے مین کہتا ہون کہ یہہ تیسرا قول ہو مذہب سے
خارج اسواسطے کہ عید کا دن گذرنیکے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا مغائر اس قول کے ہے کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہو اور
علامہ مقدسی نے اوسکو رد کیا ہے کہ حضرت کے وقت مین صحابہ صدقۃ الفطر پیشگی دیدیا کرتے تھے اور یہہ بات حضرت کی اجازت سے تھی
جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ مقید بیوم الفطر نہ تھا اسواسطے کہ اگر خاص اوس روز کے ساتھ مقید تھا تو اوس سے
پہلے ادا نہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوہم الخ محمول ہے استحباب پر کذا فی الشامی فبعدہ لا یکون قضاءً واختارہ
الکمال فی تحریرہ ودیکھہ تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہو دیگا قضا اور اسکو اختیار کیا ہو کمال نے اپنی تحریر مین اور ترجیح
دی اسکو تنویر البصائر مین ﻫ پہلے معلوم ہو چکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہے کہ سوا ابن ہمام کے کسی اور نے نہین
کہا اور اسمین جو کچھہ ہے وہ بھی واضح ہو چکا اس صورت مین اس تعریف مین نظر ہو قالہ الشامی علی کل حُرٍّ مسلمٍ ولو صغیرًا او مجنونًا واجب ہے
صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو ﻫ حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہین اور مسلمان کی قید سے معلوم
ہوا کہ کافر کے ذمہ نہین اگرچہ اوسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخون مین ومجنونا واو کے ساتھہ واقع ہو اور یہہ
اوس صورت مین ہے کہ اون دونو یعنی صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع مین کہا ہے کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط مین نہین
ہے امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون وصغیر کے پاس مال ہو تو اونکا ولی صدقہ نکالے اونکے مال مین سے اور امام محمد اور
ابو زفر کہتے ہین کہ نہین واجب ہے پس اگر ولی صدقہ اون کے مال مین سے دیگا تو ضامن ہوگا قالہ الشامی حتی لو لم یُخرِج عنہما
ولیہما وجب الاداء بعد البلوغ یہانتک کہ اگر نہ نکالے صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے
ادا واجب ہوگا ذی نصابٍ فاضلٍ عن حاجتہ الاصلیۃ کدینہ وحوائج عیالہ وان لم یتم کما مر یعنی صدقۃ الفطر واجب ہے
ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب کا مالک ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اوس کی حاجت اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجات سے اگرچہ نصاب
نامی نہو جیسا پہلے گذر چکا وبہ ای بہذا النصاب یحرم الصدقۃ کما مر وتجب الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی
نصاب کی جہت سے حرام ہو جاتا ہے صدقہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہے قربانی اور نفقہ محارم کا بنا بر قول راجح کے ﻫ یعنی ان
فقرا اور جو کسب سے عاجز ہون یا عورتین فقیر ہون اور محارم کی قید سے ماں باپ کے نکالنے کو کیونکہ ماں باپ جب فقیر ہون تو مختار یہہ ہے کہ انکو
اپنے نفقہ مین شامل رکہے اگر کسب کرتا ہو وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بقدرۃ ممکنۃ اور نمو کی شرط جو نہین لگائی سو
اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہو وہی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاءہا
لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشدد کے کسرہ سے وہ ہو جو واجب ہو بغیر قدرت کے فعل پر پس نہین شرط
باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کے واسطے اسلئے کہ وہ صرف شرط ہے ﻫ واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کرسکے

فقیر ہو یعنی وہ کہ تو انگری اوسکے ساتھہ معتبر نہو اوسکو قدرت مطلق ہو قدرت ممکنہ یعنی قادر کرنیوالی کہتے ہین کیونکہ اوسکی جہت سے آدمی ادا ء مامور بہ پر قادر ہو جاتا ہے جیسے نصاب مستغنی عنہ فطر کی قدرت ممکنہ ہے اور زاد اور راحلہ حج کی اور اگر قدرت کے ساتھہ تو انگری بھی معتبر ہو تو وہ قدرت میسرہ یعنی آسانی کرنیوالی اور قدرت کاملہ کہلاتی ہے جیسے نصاب نامی ہے کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارع نے جو تعریف کی ہے وہ ماخوذ ہو مقدمہ کی نہیں ملکیہ اوس وجوب کی ہے جو قدرت مذکورہ پر مشروط ہو اور بقاء قدرت ممکنہ کے مشروط نہونے سے یہہ نکلا کہ اگر نصاب عید فطر کی صبح کے بعد باقی نرہیگی تو صدقہ فطر ساقط نہوگا چنانچہ آگے آویگا لا بقدرۃ میسرۃ ھی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغایرتہا من العسر الی الیسر نہ قدرت میسرہ کے ساتھہ سین مشددہ کے کسرہ سے قدرت میسرہ وہ ہے کہ وجوب ہو بعد قدرت کے سہولت کے وصف کے ساتھہ بدل جاوے اوسکو دشواری سے آسانی کی طرف ھم اس تعریف مین بھی وہی خلل ہے جو قدرت ممکنہ کی تعریف مین گذرا حاصل آنکہ کہ قدرت ممکنہ ہرگاہ شرط ہو تمکن اور احداث فعل کی تو شرط محض ہوئی کہ اوسمین معنی علت کے نہین پس اوسکا بقا بھی شرط نہین بقاء وجوب کے لئے کیونکہ بقا مغائر ہے وجود کا اور وجود کی شرط کو کچھہ لازم نہین کہ بقاء کی شرط بھی ہو جیسے نکاح کے شاہد کہ شرط ہین انعقاد نکاح مین نہ بقاء نکاح مین بخلاف میسرہ کے اسواسطے کہ وہ ایسی شرط ہے کہ اوسمین معنی علت کے ہین کیونکہ اوسنے فعل وجوب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھہ بدل دیا یعنی ہو سکتا تہا کہ فعل وجوب ہوتا بعد وجود قدرت ممکنہ کے بصفت دشواری سو دشواری کو چھوڑکر اوسکو بصفت یسر واجب کیا پس اسطرح کی قدرت کا دوام شرط ہے باعتبار معنی علیت کے کیونکہ حکم نہین باقی رہ سکتا بدون اوسکے کذا فی الشامی مختصرا فیشترط بقاؤھا لانہا شرط فی معنی العلۃ پس شرط کیا گیا ہے بقاء قدرت میسرہ کا کیونکہ یہہ شرط ہے علت کے معنی مین ھم یعنی اور حکم اپنی علت کے ساتھہ رہتا ہے وجود اور عدم مین کذا فی الطحطاوی وقد حررناہ فیما علقناہ علی المنار اور ہمنے اوسکو منقح بیان کیا ہے منار کی تعلیقات مین تو تفرع علیہ فلا تسقط الفطرۃ وکذا الحج بہلاک المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اوسپر جو سابق مین مذکور ہو یعنی قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہین ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہو جانے سے وجوب ہونیکے بعد کیونکہ ان دونو مین قدرت ممکنہ معتبر ہے کذا قالہ الشامی کما لا یبطل النکاح بموت الشہود جیسا نہین باطل ہوتا نکاح گواہون کے مرنے سے بخلاف الزکوۃ والعشر والخراج لاشتراط بقاء المیسرۃ بخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے یعنی خراج مقاسمہ اسواسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہے یعنی نہر ھم یعنی اگر مال برس گذرنیکے بعد ہلاک ہو جاوے اور اوسکی قدرت اوسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہی بخلاف استہلاک کے کیونکہ اس صورت مین تقدیرا قدرت باقی ہی کہ اوسمین زجر ہو تعدی سے اور فقیر کا بھی لحاظ ہے عن نفسہ متعلق بیجب وان لم یصم لعذر یعنی من نفسہ متعلق ہے یجب کے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہوا اپنی نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نرکہا ہو ھم یہہ بیان ہے فطرہ کے سبب کا اور اصل اوسمین خود اوسکا نفس ہے اور آدمی بیشک اپنا بوجہ آپ اوٹہاتا ہی ہو سکے اور اپنے اوپر اس کا آپ متولی ہو تو شیکے معنون مین ہے وہ جو اوسکو ساتھہ ملحق ہو یعنی اوسکی توابع جنکی مؤنت اوسکے ذمہ ہو اور روزہ مین عذر کی قید اتفاقی ہے اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ فطرہ کے اوامین یہہ شرط مذکور نہین قالہ الشامی وطفلہ الفقیر والکبیر المجنون اور ذا اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے ھم یعنی جو فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اوسکے مال مین سے ہوگا امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا کہ جنین کیطرف سے صدقۃ الفطر لازم نہین اور طفل لڑکے اور لڑکی دونو کو شامل ہے کذا فی المغرب قالہ الشامی ولو تعدد الاباء فعلی کل فطرۃ اور اگر باپ متعدد ہون تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا ھم اسکی صورت یہہ ہو کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوی کریں کہ یہہ میرا بیٹا ہے یا مشترک باندی کے بیٹے پر دونو مالکون نے دعوی کیا قالہ الشامی ولو زوجہ طفلتہ الصالحۃ للخدمۃ المزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت کر سکتی ہے پس فطرہ لازم نہین آتا

اصل مین ترکہ مین ہو گا تو فطرہ اوس پر لازم نہ ہو گا جیسا کہ آگے مذکور ہو گا اور نہ باپ پر کیونکہ ترکہ کو تسلیم کر چکا خلاصہ مین ہے جو خیرہ اگر اپنا فطرہ ادا نہ کیا اور ایک برس گذر گیا تو لڑکی
اور اسکے باپ پر فطرہ نہین ہے کیونکہ اوسکی موت اور سکونت نہین ہے یعنی ابھی صحت ہوا کہ ہونہین رہتا ہین تو خدمت کی صلاحیت
اور خاوند کی بیوی گئی قالہ الشامی عن الحلبی کالاب عند محمد ہو کا اختیار فی الاحتیاج لا یہ ہو اور باپ کی مثل ہے باپ کے ہوتے
جیسا اختیار مین ہے اسکو اختیار کیا ہے م یہ حسن کی روایت ہے اور ظاہر الروایت کے خلاف ہو کہ دادا باپ کے حکم مین ہے گو چند مسائل
مین اونمین سے ایک مسئلہ یہی ہو اور فتح القدیر مین بھی اسیکو اختیار کیا ہے کیونکہ سبب وجوب متحقق ہے یعنی راس اور اوسکی مؤنت اور ولایت
بولایت مطلق دادا کے ذمہ ہے سیو طحطاوی نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبید للخدمۃ ولو مدیونا او
مستأجرا او مرہونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب ہے اپنے غلام خدمتی کیطرف سے اگرچہ مدیون ہو جبکہ مستغرق
کذا فی البدائع یا اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جب کہ راہن کے پاس رہن کے دین کی قدر ہو م یعنی دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا
ہندیہ مین ہے اور مراد نصاب سے یہ ہے کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی میں ہے کذا فی الشرنبلالیہ واما الموصی بخدمتہ لواحد
وبرقبتہ لآخر ففطرتہ علی مالک رقبتہ اور وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لئے کی اور اوسکی ملکیت کی دوسرے کے
لئے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہے کالعبد العاریۃ والودیعۃ والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے کسی کا گناہ
کیا ہو کہ اونکا صدقہ مالک کے ذمہ ہے جنایت کوئی سی ہو عمداً ہو یا خطاءً کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہے جب جنایت کے
بدلہ مین اوسکو دیدے پہلے سے زائل نہین ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لا تجب سبق قلم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب
نہین ہے خطا ہے کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح م زیلعی مین ہے کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اوسکا فطرہ مالک پر نہین لیکن شلبی
محشی زیلعی نے اسکو محمول کیا ہے اس صورت پر کہ موصی مر گیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قالہ الشامی (ولو مدبرا و ام
ولد) ولو کان عبدہ کافرا لتحقق السبب وھو رأس یمونہ ویلی علیہا اور صدقہ دے اپنی مدبر اور ام ولد کیطرف سے اور اگرچہ غلام
کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہے یعنی راس جسکی مؤنت اوسکے ذمہ ہے اور اوسکا وہ ولی ہے م یعنی مؤنت واجبہ کاملہ مطلقہ پہلی
قید سے مؤنت اجنبی نکل گئے جو للہ اپنے ذمہ رکھے نہ واجبہ اور دوسری قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اوسکی مؤنت کامل نہین اور تیسری
سے زوجہ نکل گئی کہ اوسکی مؤنت مطلقہ نہین بلکہ مؤنت ضروری ہے انتظام خانگی کے لئے اور اسلئے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم
نہین جیسے دوا کما فی الزیلعی لا عن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل نہین واجب ہے صدقۃ الفطر اپنی بی بی کیطرف سے اور اپنے ولد کیطرف
سے جو بالغ عاقل ہو م زوجہ کیطرف سے اسلئے نہین واجب کہ اوسپر ولایت تامہ نہین کیونکہ سوا حقوق زوجیت کے اور کسی طرح کی ولایت
نہین ہے اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد و نوش مین اوسکا شریک ہو مگر اوسکا صدقہ باپ پر واجب نہین کیونکہ ولایت نہین کذا
فی الجوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے کہ اونکا حکم مانند صغیر کے ہے ولو ادی عنہما بلا اذن اجزأ استحسانا
للاذن عادۃ ای لو فی عیالہ والا فلا قہستانی عن المحیط فلیحفظ اور اگر فطرہ بی بی کی طرف سے اور بالغ لڑکے کی طرف سے بغیر
اجازت دیدیا تو کافی ہے بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ کیونکہ عادۃً اذن موجود ہے یعنی اگر اوسکی عیال مین ہو ورنہ نہین
کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو م للاذن عادۃ سے اشارہ ہے کہ نیت حکماً موجود ہے ورنہ بدائع مین تصریح کی ہے کہ فطرہ بغیر
نیت کے ادا نہین ہوتا بحر مین کہا ہے کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اولاد اکبر اور اشخاص کیطرف سے جو اوسکی عیال
مین ہین یعنی جنکا خورد و نوش اوسکے متعلق ہے بدون اونکی اجازت کے تو جائز ہے مطلقاً یعنی قید زوجہ اور ولد کی نہین قالہ الشامی
وعبدہ الآبق والماسور والمغصوب المجحود الا اذا لم تکن علیہ بینۃ نہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے کیونکہ ولایت اور مؤنت قائم نہین

اور نہ مجی کی طرف سے کہ وہ تصرف سے ممنوع ہے جیسا مکاتب اور نہ غصب کئے ہوئے کیطرف جیسا کہ مالک پر اگر غصب کئے ہوئے بندے ہون کذا فی الخلاصہ ہم مفقی
اور تسلیہ کا جو کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکی ہیہ ہے کہ واجب نہوا اگر ہو گواہ بھی ہون کیونکہ ہر قاضی کا ولی نہیں ہوتا اور نہ ہر گواہ معتمد کذا فی
الصغرات و اما بعد عود ہٖ فیجب لما مضیٰ مگر غلام کے پہر آنیکے بعد گزشتہ برسون کا واجب ہو گا سالہا سال گزشتہ کا فطرہ کذا فی قہستانی ہم یہہ مشتبا اخیر جو
ابق کی طرف جیسا نہر میں اور متنوں میں ہے اور مغصوب کیطرف بہی جیسا بحر میں حلبی نے کہا کہ ظاہر یہہ ہے کہ ناسور کا حکم بہی یہی ہے کذا فی الشامی و لا عن
مکاتبہٖ و لا تجب علیہ لانہ ماق یدہ لمولاہ او نہیں واجب مکاتب کیطرف سے اور نہ واجب ہو اوس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ مین ہے
مولی کی ہے ہم اسلئے کہ مکاتب عبد ہی ہے جب تک اوسپر ایک درم بھی باقی ہے اور عبد خود مملوک ہو تو مالک نہیں ہو سکتا کذا فی البدائع و لا
عن عبید مشترکۃ اور نہ مشترک غلامون کی طرف سے ہم کیونکہ ہر ایک شریک کی ولایت اور مؤنت قاصر ہو اور یہہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کہتے
ہین کہ ہر ایک کے ذمہ پوری غلامون کا فطرہ ہو گا جتنی اوسکے حصہ مین آوین ٹکڑے نکا نہو گا جیسا ہدایہ میں ہے یعنی اگر چار غلام ہون تو دو دو شریکون کے
ذمہ دو دو غلامون کا فطرہ لازم ہو گا اور تین غلام ہون تو ایک ایک کا فطرہ دونون پر لازم ہو گا تیسرے کا لازم نہو گا اور محیط مین ابو یوسف
کو ابو حنیفہ کے ساتھہ ذکر کیا ہے اور یہی اصح ہے جیسا حقائق مین اور فتح مین ہے الا اذا کان عبد بین اثنین و تھایآہ و جاء یوم العید
فی نوبۃ احدھما فیجب فی قول مگر جب کہ غلام مشترک ہو دو شخصون مین اور نوبت بنوبت اوس سے خدمت لیتے ہون اور ایک کی نوبت میں موت
وجوب پایا جاوے یعنی طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول میں واجب ہے ہم یعنی قول ضعیف میں جیسا بعض نسخون میں موجود ہے اور وجہ اس قول کے
ضعیف ہونیکی یہہ ہے کہ سب متون و شروح کے اطلاق کے مخالف ہے قالہ الشامی و توقف الوجوب لو کان المملوک مبیعا بخیار فاذا مر
یوم الفطر و الخیار باق تلزم علی من یصیر لہ اور صدقہ کا وجوب موقوف رہیگا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پہر جب عید کا دن گذر جاوے
اور اختیار باقی ہو تو فطرہ لازم اوس شخص پر ہو گا جسکا وہ غلام قرار پاویگا ہم بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونون کا اور
موقوف اسواسطے رہیگا کہ ملک متزلزل ہے پس اگر خیار نہوا اور بعد یوم الفطر کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہو گا اور اگر قبل القبض مر گیا تو
کسی پر واجب نہو گا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پہیر اگیا یا خیار رویت کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہو گا اور اگر بعد القبض
پہیر اگیا تو مشتری پر کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من بر او دقیقہ او سویقہ نصف صاع فاعل ہے یجب کا یعنی فطرہ کی
مقدار واجبہ آدہا صاع گیہون کا یا اوسکے آٹے کا یا اوسکے ستو کا ہم اولی یہہ ہے کہ آٹے اور ستو میں مقدار اور قیمت دونون کی رعایت
ملحوظ رہے احتیاطاً اگرچہ بعض اخبار میں آٹے کی تصریح آئی ہے کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ اسناد میں سلیمان بن ارقم ہے جو متروک الحدیث
ہے پس احتیاط واجب ہے یعنی اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے کہ برابر ہو نصف صاع گیہون یا ایک صاع جو کے
اور اسطرح نہ دیوے کہ نصف صاع سے کم گیہون کا آٹا ہو جو قیمت مین برابر ہو نصف صاع گیہون کے یا ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت میں
برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا کہ قیمت مین نصف صاع گیہون کی برابر نہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت میں
ایک صاع جو کی برابر نہو کذا فی الفتح لیکن ہدایہ مین لفظ اولی سے تعبیر کیا ہے اور فتح القدیر مین بلفظ وجب کذا فی الشامی او زبیب و جعلاہ
کالتمر و ھو روایۃ عن الامام و صححاہ البھنسی و غیرہ یا نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کہجور کے حکم مین کہا ہے یعنی ایک صاع
دینی چاہئے اور یہہ ایک روایت ہے امام صاحب سے بہی اور تصحیح کی ہے اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے ہم یعنی اپنی شرح میں جو ملتقی پر ہے اور
اسکا مراد یہہ ہے کہ اوسنے تصحیح بیان کی ہو ورنہ وہ اصحاب تصحیح سے نہیں ہے بحر میں کہا ہے کہ اسکی تصحیح کی ہے ابو الیسر نے اور قدیم وہی ہے
ابن ہمام نے فتح القدیر میں دلیل کی رو سے اور فی الحقائق و الشرنبلالیۃ عن البرھان و بہ یفتی اور حقائق اور شرنبلالیہ میں برہان
سے منقول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے او صاع تمر او شعیر و لو رد یئا یا ایک صاع کہجور یا جو اگرچہ ناقص ہو ہم بحر میں کہا ہے کہ نصف صاع !

صاع مطلق کہا ہے اور جید کی قید نہیں لگائی ہے اسلئے کہ اگر نصف صاع خراب بھی ادا کریگا تو جائز ہے اور اگر دو اکیا ہو اور ردی جیب ادا ہو تو اسکا
نقصان بھی پورا کرنا ہوگا اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہ گئی وہ بھی ادا کرے کذا فی الظہیریۃ اور اگر گیہون جو مین مخلوط ہون پس
اگر جو غالب ہون تو ایک صاع ادا اگر گیہون غالب ہون تو نصف صاع قالہ الشامی وما لم ینص علیہ کالذرۃ والخبز یعتبر فیہ القیمۃ
اور جو غلے وغیرہ کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اونمین تصریح وارد نہین ہوئی اونمین معتبر قیمت ہے جیسے جید اور ردی ہم برابر کم مین لکہا ہے
کہ منصوص علیہ مین بعض کو بعض کی جگہ قیمت کے اعتبار سے دینا جائز نہین برابر ہے کہ جس چیز کے بدلے مین دیا ہے وہ اوسکی جنس سے ہو یا
خلاف جنس ہو مثلا گیہون دینا گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچھے گیہون کے بدلے ایک صاع متوسط گیہون
سے تو جائز نہین یا دوسرا غلہ گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے دی وہ بھی جائز نہین جیسے نصف کہجور جو قیمت مین نصف صاع
گیہون کی برابر ہو بدلے نصف صاع گیہون کے ادا کرے بلکہ بجائے نصف صاع کہجور کے شمار کیا جائیگا اور اوسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا
کیونکہ قیمت منصوص مین معتبر نہین کذا قالہ الشامی وهو الصاع المعتبر ما يسع الفا واربعين درهما من ماش او
عدس یعنی اور صاع جو شرعا معتبر ہے وہ ظرف ہے جسمین ایک ہزار چالیس درم کے وزن کے ماش یا مسور سماوین ہم صاع چار
مد کا ہوتا ہے اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہمون سے دو سو ساٹھہ درہم کا اور استار سے چالیس استار کا
اور استار بکسر ہمزہ دراہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مد اور من دونون برابر ہین یعنی ہر ایک
دو رطل عراقی اور صاع کا چوتہائی اور رطل ایک سو تیس درم کا اور زیلعی اور فتح القدیر مین ہے کہ صاع مین اختلاف ہے
امام ابو حنیفہ اور محمد نے کہا ہے کہ آٹھہ رطل عراقی کا ہے اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ پانچ رطل اور تہائی رطل کا
اور کہا گیا ہے کہ اختلاف نہین ہے بلکہ تعبیر کا فرق ہے اسلئے کہ ابو یوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے کیا
ہے جو تیس استار کا ہے اور عراقی بیس استار کا ہے اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھہ رطل عراقی کا ۵ ۱/۳ رطل
مدنی کے ساتھہ تو دونو برابر ہین کیونکہ بیس استار کو آٹھہ مین ضرب دینے سے ایک سو ساٹھہ استار ہوتے ہین اور پانچ کو تیس مین ضرب دینے
سے ڈیڑہ سو ہوتے ہین اور تہائی تیس کے دس ہوئے تو یہہ بھی ایک سو ساٹھہ استار ہوگئے اور یہی مشابہ بصواب ہے کیونکہ امام محمد
نے خلاف ابو یوسف کا نہین ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک ذکر کرتے پھر جاننا چاہئے کہ درہم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہے اور رواج
متعارف ہے وہ سولہ قیراط کا ہے جب صاع ایک ہزار چالیس درم شرعی کا ہوا تو متعارف دراہم کے وزن سے نو
سو دس کی برابر ہوا کذا قالہ الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکہا ہے کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہے ہر استار
۴ ۱/۲ مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چہتیس روپیے دہلی کے ہے یعنی جو روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہے حاصل
یہہ کہ صاع یعنے (۱۰۴۰) درم = ۲۷۳ تولہ دہلی = ۲۸۲ روپیے چہرہ شاہی کچھہ کم = ۳۰۲ اور
۳۰۰ روپیے زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپیے بہر کا ہے اور قریب ۳ ثار ۲ چہٹانک کے سہارنپور کے سیر
سے ہے جو اٹہاسی روپیے بہر کا ہے اتماقعد بعمالکتا وکیلا ووزنا ماش اور عدس کے ساتھہ اندازہ صاع کا
مقرر کیا گیا کہ یہہ کیل اور وزن مین برابر ہوتے ہین یعنی بعضے پہلے اور بعضے موٹے نہین ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم
کے ماش یا عدس سے بہر کر دیکہین کہ بمقدار (۱۰۴۰) درم کے ہون پہر اونکو نکال کر دوسری ماش یا عدس اوسمین بہرین
تو ہلکی یا بہاری نہو نگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیہون اور جو کے کہ اون مین بعض ہلکے ہین اور بعض
بہاری ہوتے ہین تو اوسکے کیل اور وزن مین اختلاف ہوسکتا ہے پس بعدس اور ماش سے کیمیال اسواسطے مقرر کیا کہ انجام مختلف نہو

ودفع القیمۃ ای الدراہم افضل من دفع العین اور دینا قیمت صدقۃ الفطر کا یعنے درہم وغیرہ کا افضل ہی اُس عین کے دینے سے کیونکہ فقیر کی حاجت
رفع کرنے مین زیادہ معاون ہی کذا فی الشامی علی المذہب المفتی بہ جوہرہ وبحر عن الظہیریۃ بنا بر مذہب مفتی بہ کے کذا فی الجوہرہ والبحر ناقلا عن الظہیریۃ
هم اور اسکے مقابل وہ قول ہی جو مضمرات مین ہی کہ گیہون کا دینا افضل ہی سب حال مین ایام شدت کے ہون یا نہون اسلئے کہ یہہ موافق سنت کی
ہی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المنح پس فتوی مین اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی وهذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل کذا فی الفتح اور یہہ
قیمت کا ادا کرنا افضل ہی ابتدائی سختی نہونے مین لیکن گرانی کے دنون مین تو خود اُس شی معین کا دینا یعنی غلہ وغیرہ کا افضل ہی جیسا کہ پوشیدہ
نہین هم ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہی کہ یہہ شارح کیطرف سے بحث ہی باوجود اسکے کہ تاتارخانیہ مین اسکو محمد بن سلمہ کیطرف نسبت کیا ہی
اور نہر مین کہا ہی کہ یہہ مستحسن ہے کذا قالہ الشامی بطلوع فجر الفطر متعلق بیجب یہہ متعلق ہی یجب کے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہی عید کی صبح صادق کے نمودار
ہونے پر هم اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے آخر روز کے آفتاب غروب ہونے پر کذا فی البدائع فمن مات قبلہ ای الفجر او ولد بعدہ
او اسلم لا تجب علیہ پس جو شخص مر گیا اوس فجر سے پہلے یا پیدا ہوا اوسکے بعد یا اسلام لایا تو اوسپر فطرہ واجب نہوگا هم کیونکہ یہہ اشخاص
وجوب کیوقت اہلیت سے خارج ہین کذا فی النہر اور یہی حکم ہی جو فقیر ہو جاوے فجر سے پہلے یا تونگر ہو جاوے فجر کے بعد کذا فی الہندیۃ
یستحب اخراجہا قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع فجر الفطر عملا بامرہ وفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام اور مستحب ہی فطرہ دینا عیدگاہ مین جانے
سے پہلے بعد نمودار ہونے فجر عید کے واسطے تعمیل حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے هم اس قول وفعل کو حاکم نے
ابن عمر سے روایت کیا ہی اور فتح القدیر مین اوسکو بیان کیا ہی قالہ الشامی فصح اداؤہا اذا قدمہا علی یوم الفطر او اخرہا اعتبارا بالزکوۃ اور درست
ہی ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور پیچھے زکوۃ پر قیاس کر کے والسبب موجود اذ هو الراس اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہے
هم اولی یہہ ہی کہ بخاری کی حدیث سے استدلال کیا جاوے کہ صحابہ عید سے ایک یا دو روز پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر مین ہے کہ
پہلے سے دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا بلکہ آپکے اذن ہی سے ہوگا کذا قال الشامی بلا فرق بین مدۃ ومدۃ فی الاول ای
مسئلۃ التقدیم هو الصحیح وبہ یفتی جوہرہ وبحر عن الظہیریۃ بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ مین یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوے
دیا جاتا ہی کذا فی الجوہرہ والبحر عن الظہیریۃ یعنی اگر رمضان سے پیشتر فطرہ دیگا تو صحیح نہوگا لکن عامۃ المتون والشروح علی صحۃ التقدیم مطلقا
وصححہ غیر واحد ورجحہ فی النہر ونقل عن الولوالجیۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت فکان هو المذہب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہین تقدیم کی درستی پر
ہر صورت مین یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ ایک نے نہین بلکہ بہتون نے اسکی تصحیح کی ہی اور نہر مین اوسکو ترجیح دیا ہی اور ولوالجیہ سے
نقل کیا ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی مین کہتا ہون پس یہی ہو مذہب هم طحطاوی نے کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہی وہ مقدم ہوتی ہی ظاہر الروایۃ
پر وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین علی ما علیہ الاکثر اور جائز ہے دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین کو یا جماعت کو اوس بنا پر کہ اکثر مشائخ
اسی پر ہین وبہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط وتبعہم الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصححہ فی البرہان فکان هو المذہب کتفریق
الزکوۃ اور اسی پر جزم کیا ہی ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط مین اور انکا اتباع کیا ہی زیلعی نے باب ظہار مین بدون ذکر اختلاف کے
اور برہان مین اسکو صحیح کہا ہی پس یہی ہو مذہب جیسے زکوۃ کی تقسیم درست ہی ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فی حدیث اغنوہم للندب
فیفید الاولویۃ ولذا قال فی الظہیریۃ لا یکرہ التاخیر ای تحریما اور امر حدیث شریف اغنوہم الخ مین استحباب کے لئے ہی پس مفید ہی اولویت کو
اور اسیواسطے ظہیریہ مین کہا ہی کہ تاخیر مکروہ نہین ہی یعنی تحریما هم یہہ حدیث دار قطنی اور ابن عدی اور حاکم نے علوم الحدیث مین ابن عمر
سے ان لفظون سے روایت کی ہی اغنوہم عن الطواف فی هذا الیوم کذا قالہ نوح اس حدیث سے یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اغنا حاصل نہین ہوتی جب کہ ایک
فقیر کو پورا فطرہ نہ دیا جاوے پس چاہئے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو بمقتضای امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہہ شبہہ رفع

جواب یہ ہے کہ امر استحباب کے لئے ہے ورنہ تقدیم و تاخیر جائز نہوتی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل سابق میں مذکور ہو چکی تو جب امر استحباب کے لئے ہوا
تو اسکا خلاف مکروہ تحریمی نہوگا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ تنزیہی ہے جیسا یوم الفطر
سے تاخیر کرنا ہان مگر یہہ کہ فرق اسطرح بیان کیا جاوے کہ اگر لوگ یوم العید سے تاخیر کرین تو اغنا بالکل حاصل نہوگا بخلاف اسکی کہ متفرق
دین کیونکہ مجموعہ سے اغنا حاصل ہوجاتا ہے جیسے کرخی نے یہہ علت بیان کی ہے قالہ الشامی کما جاز دفع ما یجب علی جماعة الی مسکین واحد بلا
خلاف یعنی جیسا جائز ہے دینا متعدد شخصوں کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ لائق اعتبار کے ہو ھ یعتد بہ سے مصنف کے کلام کی
تصحیح کی ہے یعنی مراد نفی خاص خلاف سے ہے کیونکہ مواہب الرحمن مین دونو مسئلون مین خلاف کی تصریح کی ہے کہ جائز ہے لینا ایک شخص کا جماعت سے
اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح تر کے اس سے معلوم ہوا کہ قول صحیح عدم جواز ہے مین کہتا ہون کہ محل خلاف اسجگہہ شاید وہ صورت
ہو کہ چند آدمیون نے اپنے فطرہ جمع کرکے ملا دئے اور ایک شخص کو دیدئے لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری
ہونا جواز و عدم جواز مین بعید ہے قالہ الشامی خلطت امرأة اعطاها زوجها باداء فطرته حنطتہ بحنطتها بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز
عنها لا عنه کسی عورت کو اوسکے خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اوسنے بلا اجازت خاوند کے اوسکے گیہون اپنے گیہون مین ملا لئے اور
کسی فقیر کو دیدئے تو عورت کیطرف سے جائز ہے مرد کیطرف سے ناجائز ھ اسلئے کہ مرد نے اوسکو اپنے مال مین سے دینے کی اجازت دی تھی
جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ مین ملا لیا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے مستہلک ہوگیا تو اوسکی مالک عورت ہوگئی
اور عورت کے ذمہ اوتنے اناج کا ضمان لازم آویگا قالہ الشامی لان الخلط استهلاک عند الامام فيقطع حق صاحبه وعندهما لا ينقطع
فيجب ان يجاز لو اجاز الزوج مثله في الهداية اسوجہ سے کہ سابق مین مذکور ہوئی یعنی مخلوط ہونا استہلاک ہے امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس مین
سے قطع کر دیتا ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریة ھ یعنی زوج کی
طرف سے بھی جائز ہوگا ولو بالعکس قال فی النہر لم اره اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنے عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کر دے
اور مرد نے عورت کا غلہ اپنے غلہ مین ملا لیا اور فطرہ دیا) تو نہر مین کہا ہے کہ مین نے اسصورت کو نہین دیکھا ومقتضی ما مر جوازه عنهما بلا
اجازتها اور جو سابق مین مذکور ہوا (یعنی ولو ادی عنها بلا اذن اجزا) وہ مقتضی ہے کہ خاوند اور بیبی دونو کیطرف سے جائز ہے بدون
عورت کی اجازت کے بھی ولا يبعث الامام على صدقة الفطر ساعيا لانه عليه السلام لم يفعله بدائع اور نہ بھیجے امام صدقة الفطر لینے کے
لئے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ نہین کیا کذا فی البدائع ھ یعنی یہہ ثابت نہین ہوا کہ کسیکو آپنے مقرر کیا ہو
کہ وہ گشت کرکے صدقہ فطر وصول کر لاوے قالہ الشامی وصدقة الفطر كالزكوة في المصارف في كل حال اور فطرہ مصارف کے باب
مین مانند زکوة کی ہے سب حالات مین ھ فی کل حال سے تعمیم احوال مطلقا اور ہر وجہ سے مراد نہین ہے کیونکہ ہر ایک کے لئے جدی جدی
شرطین ہین جو دوسرے کے لئے نہین ہین مثلا زکوة مین شرط ہے سال اور نصاب نامی اور عقل اور بلوغ اور فطرہ مین ایک بھی شرط نہین ہے
بلکہ بیان مراد تعمیم احوال کی ہے مصارف مین خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی نہوگی
کذا فی البدائع ۔ یہہ توجیہ وہ ہے جو مجھے ظاہر ہوئی قالہ الشامی الا فی جواز الدفع الی الذمی و عدم سقوطها بهلاك المال وقد مر زکوة
اور فطرہ مین اتنا فرق ہے کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہے اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہین ہوتا اور دونو مسئلہ سابق گذر چکے ایک
باب المصرف مین دوسرا اسی باب مین خانیہ مین ہے کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہے اور مکروہ ہے اور نزدیک امام شافعی کے اور ایک روایت
مین امام ابو یوسف سے جائز ہی نہین اور حاوی مین ہے کہ فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہے قالہ الشامی ولو دفع صدقة فطره الی
زوجة عبده جاز وان کانت نفقتها علیه عمدة الفتاوی للشهید اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنے غلام کی بیبی کو تو جائز ہے اگرچہ اوسکی بیبی کا

نفقہ سولی ہی کے ذمہ ہو کذا فی عمدۃ الفتاوی للشہید م یعنی نفقہ عبد کی بیبی کا مالک کے ذمہ تبرعاً ہی کہ اوسنے اپنے ذمہ کر رکہا ہی اور اسکو منجملہ عیال سمجھہ لیا ہی ورنہ اوسکا نفقہ عبد کے ذمہ ہی اسلیئے نفقہ کے عوض بیبی اوسکو بکوا سکتی ہے قالہ الشامی

خاتمۃ واجبات الاسلام سبعۃ الفطرۃ ونفقۃ ذی الرحم والوتر والاضحیۃ والعمرۃ وخدمۃ ابویہ والمرأۃ لزوجہا **خاتمہ** اسلام کے واجبات سات ہین فطرہ اور ذو رحم کا نفقہ اور وتر اور قربانی اور عمرہ اور ماں باپ کی خدمت اور عورت کے حق مین اپنے خاوند کی خدمت کذا فی الحدادی م صاحب جوہرہ نے اسکو امام محبوبی کیطرف نسبت کیا ہے اور اصول مین ثابت ہی کہ اعداد کے لئے مفہوم مخالف نہین ہے یا یون کہا جاوے کہ واجبات خبر مقدم ہی اور سبعۃ مبتدا موخر اور معنی اسطرح کہ یہہ سات جو مذکور ہوئی منجملہ واجبات اسلام ہین اور شاید انکو کوئی خصوصیت ہو کہ اوسمین یہہ شریک ہون سوا اور واجبات کے پس نہین وارد ہوتا جو طحطاوی نے کہا ہی کہ اگر واجبات مشہورہ مراد ہین تو غیر مسلم ہی کیونکہ صلوۃ عیدین اور جماعت وغیرہ رہ گئین اور اگر مطلق واجبات مراد ہین تو نماز مین اور حج وغیرہا مین بہتیری واجبات ہین اہ اور واجب سے مراد وہ ہی کہ شامل ہو واجب دیانۃ کو جیسے خدمت عورت کی اپنے خاوند کیواسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسے وتر اور عمرہ کو واجبات مین گننا اُس قول کے بموجب ہی جنکے نزدیک عمرہ واجب ہی اور اختلاف تصحیح کا اس باب مین آگے مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم قالہ الشامی ۔

کتاب الصوم

یہہ کتاب ہی روزہ کے بیان مین م ایضاح مین ہی کہ روزہ دین کا بڑا رکن ہی اور شرع متین کا مضبوط قانون ہے اسی سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہے اور یہہ مرکب ہی دو چیزون سے ایک عمل قلبی دوم کہانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہہ بڑی اچہی خصلت ہی مگر نفس پر البتہ دشوار ہے پس حکمت الہی اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوے یعنی نماز پہر متوسط یعنی زکوۃ پہر جو زیادہ دشوار ہو یعنی روزہ اور اسی ترتیب کیطرف اشارہ فرمایا قرآن مجید مین (والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات) اور مبانی اسلام کے پانچ بیان فرمانے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصوم شہر رمضان اسلیئے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات مین یہی ترتیب رکہی کذا فی شرح ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لکان اولی لما فی الظہیریۃ لو قال للہ علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کما فی قولہ تعالی ففدیۃ من صیام م کہا گیا ہی (یعنی صاحب بحر نے کہا) کہ اگر مصنف بجائے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ مین کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ کیواسطے مجہپر صوم ہے تو اس صورت مین اوسپر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہونگے جیسا قرآن شریف مین وارد ہے ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنی بدلا دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا م وجہ استشہاد کی یہہ ہے کہ یہہ فرع جو ظہیریہ مین ہی دلالت کرتی ہے کہ لفظ صیام جمع ہی اور جمع کا اطلاق اقل مدہ تین پر ہی جیسا آیت شریف مین ہی پس لفظ صیام سے تعبیر کرنا بہتر تہا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قالہ الشامی وتعقب بان الصوم لہ انواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہی یعنی صاحب نہر نے کہا ہی کہ صوم کے انواع متعددہ ہین م یعنی صوم اسم جنس ہی اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہی خواہ اوسکو صوم سے تعبیر کرو یا صیام سے کیونکہ یہہ دونو مصدر ہین صام صوما وصیاما اور صوم اور صیام مین ہرگز تعدد پر دلالت نہین ہے اور اسلیئے قاضی بیضاوی نے آیہ شریف کی تفسیر مین کہا ہی کہ یہہ بیان ہی جنس فدیہ کا اور اقدار روزونکی کعب کی حدیث سے معلوم ہوتی ہی ہان صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہے لیکن وہ یہان مراد نہین ہو سکتی اور نہ آیۃ شریف مین یہہ معنی مراد ہو سکتے ہین علی ان ال تبطل معنی الجمعیۃ علاوہ بر این الف ولام جمع کے معنی کو باطل کر دیتا ہی م یعنی اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام افراد صوم کی جمع ہی پہر بہی اولویۃ الصیام کی کوئی وجہ نہین پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سے جمعیت کے معنی جاتے رہے تو صوم

وصیام برابر ہو گئے یہہ تقریر کلام شارح کی ہے نہر کے موافق لیکن اصوب تین ظہیریہ کے کلام کی توجیہ مشکل ہے اگرچہ نہر مین کہا ہے کہ شاید اسکی وجہ یہہ ہو کہ لفظ
صیام اگرچہ جمع نہین لیکن چونکہ آیہ شریف مین اسکا اطلاق تین روزہ پر ہوا تو نذر مین اسیکا اعتبار کیا گیا احتیاطاً بخلاف لفظ صوم کے قالہ الشامی
والاصح انہ لایکرہ قول رمضان اور اصح یہہ ہے کہ لفظ رمضان بولنا یعنے بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہین ہی م بعضون نے کہا ہے کہ صحیح وہ ہے
جو محمد نے مجاہد سے روایت کی ہے اور اسکا خلاف ذکر نہین کیا کہ مکروہ ہے بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسماء الٰہی سے ہے اور اکثر
مشائخ اسبات پر ہین کہ یہہ قول کروہ نہین ہے کیونکہ احادیث صحیحہ مین وارد ہی جیسا فرمایا من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ ما تقدم
من ذنبہ اور دوسری جا ارشاد وسے عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ اور روایات مشہورہ مین رمضان کا اسماء الٰہی ہونا ثابت نہین ہوا اور اگر ثابت
بھی ہو تو اسمائے مشترکہ مین ہوگا جیسا علیم کذا فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ الی الکعبۃ لعشر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان
فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف کیطرف دسوین شعبان کو ہجرۃ کے ڈیڑہ برس کے بعد ہو لغۃ امساک مطلقاً لغت مین کسی چیز سے باز رہنا مطلق
ہے یعنی طعام سے یا کلام سے اور ظاہر یہہ ہے کہ سب معنون مین حقیقت لغویہ ہے اور صحاح کی عبارت اسیکو مفید ہے اور مغرب مین ہے کہ وہ باز رہنا ہے
انسان کا کھانے پینے سے قالہ الشامی وشرعاً امساک عن المفطرات الاٰتیۃ اور شرع مین باز رہنا افطار کرنیوالی چیزون سے جنکا ذکر آگے آویگا
حقیقۃ اوحکماً کمن اکل ناسیاً فانہ ممسک حکماً باز رہنا حقیقۃ ہو یا حکماً جیسے کسی نے کھا لیا ہو بھولکر کیونکہ اوسکو امساک حکمی حاصل ہے م یعنی
شارع نے اوسکے افطار کو اعتبار نہین کیا قالہ الشامی فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص مین کہ وہ روز شرعی ہے م یعنی
اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد اول زمان طلوع ہے یا روشنی کا انتشار اسمین اختلاف ہے جیسا نماز صبح مین اختلاف
ہے اور پہلے مین احتیاط ہے اور دوسرے مین وسعت جیسا حلوانی نے کہا ہے اور محیط مین ہے کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی
دارنا او عالم بالوجوب طاہر عن حیض ونفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک ہو نیت مقرری کے ساتھہ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دار الاسلام
مین ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دار الحرب مین ہو اور طاہر ہو حیض ونفاس سے عورت ہونیکی صورت مین م پوشیدہ نہ رہے کہ کلام مطلق صوم
مین ہے فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دار الاسلام مین ہونا شرط صحت وجوب رمضان کی ہے جیسا عقل وبلوغ بھی شرط ہے صحت صوم کی
شرط نہین پس مناسب یہہ ہے کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر الخ پر کذا قالہ الشامی واما البلوغ والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ
صوم الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صومہما فی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی شرطین نہین کیونکہ لڑکے کا
روزہ اور اوس شخص کا روزہ کہ بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے درست ہے اور دوسرے روز کا روزہ جو مجنون اور بیہوش کا درست
نہین ہوتا تو نیت کے نہونیسے درست نہین ہوتا م یہہ جواب ہے اوس سوال کا کہ کوئی یون کہے کہ شخص مخصوص کو مقید کرنا چاہیئے بقید بلوغ اور افاقہ
کے جنون اور بیہوشی اور نیند سے جواب کا حاصل یہہ ہے کہ کلام صوم شرعی کی تعریف مین ہے اور وہ اوسکے رکن کے ذکر کرنے یعنی امساک مذکور اور
صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہے اور صحت کے موقوف علیہ تین ہین اول مسلمان ہونا دوم طہارت حیض ونفاس
سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہین ہین البتہ وجوب رمضان کی شرطین ہین پس مقید کرنا بیموقع ہے قالہ الشامی
وحکمہ نیل الثواب لو منہیا عنہ کما فی الصلوۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہے اگرچہ منہی عنہ ہو
مانند ثواب نماز کی زمین مغصوبہ مین م اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ مین ثواب ہے جیسا غصب کی زمین پر نماز مین نہر مین اسکو ذکر کیا ہے
بحر کا قول رد کرنے کو کہ ایام منہیہ کے روزہ مین ثواب نہین ہے قالہ الشامی وسبب صوم المنذور النذر ولذا لو عین شہرا وصام شہرا قبلہ
عنہ اجزاہ لوجود السبب ویلغو التعیین اور نذر کئے ہوئے روزہ کا سبب نذر ہے اور اسلئے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کئے اور اوسکے
بدلے اوس سے پہلے مہینے کے روزے رکھے تو کافی ہے کیونکہ سبب یعنے نذر تو موجود ہے اور تعیین ایام کی لغو ہو گئی م اس سے نکلتا ہے کہ ہر مہینے کے

صوم وا جب ہو لغۃ ...سے سا قط ہو جاوے ... یعنی ... جس کے روزہ کی حالت ... ہو

بدہ شنبہ اور جمعرات کے روزے ہے کسی نے نذر کی تو اوسکے بدلے دوسرے دن نہیں بھی رکھ سکتا ہو لیکن یہہ حکم اس نذر کا ہے جسکو کسی چیز پر شرط کیا ہو جیسا کہ قبیل اعتکاف کے آویگا قال الشامی والکفارات الحنث والقتل اور سبب کفارات کے روزون کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا یعنے قتل کرنا کسی نفس کا خطا یا قتل کرنا صید کا احرام میں ہم شامی نے کہا کہ اولی وہ عبارت ہے جو فتح میں ہے کہ کفارہ کے روزہ کا سبب ان اسباب میں قسم توڑنا اور قتل وغیرہ ایسے کہ اسباب مین جسکی تو ہین ہو یہ عزم کرنا ظہار مین اور روزہ توڑنا رمضان مین اور سر منڈانا احرام مین قال الشامی و سبب رمضان شهود جزء من الشهر من لیل او نہار علی المختار کما فی الخبازیہ اور سبب رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزو کا اوس مہینے سے ہے خواہ رات ہو یا دن بنا بر مذہب مختار سرخسی کے جیسا خبازیہ مین ہے والمختار فخر الاسلام وغیرہ انه الجزء الذی یمکن انشاء الصوم فیه من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہے کہ ہر یوم کا وہ جزو سبب ہے جسمین روزہ کی ابتدا ممکن ہو یعنی صبح صادق کے شروع سے دوپہر گزرنے سے پہلے تک کیونکہ رات مین اور خود دوپہر اور اسکی بعد مین انشاء صوم ممکن نہین اور رات مین تو صرف نیت ہی ہے نہ صوم لیکن بحر مین تصریح کی ہے کہ سبب وہ جزو ہے جسکے ٹکڑے نہین ہو سکتے ہر روز مین پس روزہ واجب ہوتا ہی اوسی جزو کے متصل اور یہہ کلام بحر کا مقتضی ہی اسبات کو کہ سبب ہر دن کا جزو اول ہی ہے جیسا اور علماء نے بھی اسکی تصریح کی ہے قال الشامی حتی لو افاق المجنون فی لیلة او فی آخر ایامه بعد الزوال لا قضاء علیه وعلیه الفتوی کما فی المجتبی النهر عن الدرایه یہانتک کہ اگر مجنون کو کسی رات مین افاقہ ہوا یا آخر روز رمضان مین بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اوسپر قضا لازم نہین اور اسی پر فتوی ہے جیسا مجتبی مین ہے اور نہر مین منقول ہے درایہ سے و صححه غیر واحد من المحققین کما فی الغایة اور بہت لوگون نے اسکی تصحیح کی ہے اور یہی حق ہے جیسا غایہ مین ہے ھ جنمین صاحب نہایہ اور ظہیریہ اور قاضی خان اور عنایہ اور اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہے مین کہتا ہون کہ اسکی تصحیح کو ذخیرہ مین نقل کیا ہے لیکن یہہ بھی نقل کیا ہے کہ لزوم قضا صحیح ہے اور اسی طرف فتح القدیر چلا ہے اور شرح ملتقی مین ہے کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور بدائع مین اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہے اور خلاف نہین نقل کیا اور ایسا ہی سراج مین ہے اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے حاصل یہہ کہ دونو قولون کی تصحیح کی گئی ہے اور معتمد دوسرا قول ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہے اور متون اسی پر منعقد ہین قال الشامی وهو اقسام ثمانیة فرض وهو نوعان معین کصوم رمضان اداء و غیر معین کصوم قضاء و صوم الکفارات اور صوم کی آٹھ قسمین ہین ایک فرض ہے اوسکی دو قسمین ہین معین جیسے رمضان کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضا روزے اور کفارون کے روزے لکنه فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا یکفر جاحده قاله البهنسی تبعا لابن الکمال لیکن کفارون کے روزے فرض عملی ہین نہ اعتقادی اسیلئے اوسکے منکر کو کافر نہین کہتے یہہ بہنسی نے کہا ہے ابن کمال کی اتباع سے ھ ایضاح الاصلاح مین کہا ہے کہ روزہ نذر اور کفارہ کا واجب ہے اسکی فرضیت پر اجماع نہین منعقد ہوا بلکہ اوسکی وجوب یعنے ثبوت پر عمل کے اعتبار سے نہ اعتقاد کے اعتبار سے اسیواسطے اسکا منکر کافر نہین حاصل یہہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہے لیکن اسطرح نہین ہے کہ اسکا منکر کافر ہو جیسا حال فرض قطعی کا ہوتا ہے مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر یہہ مناسب تہا کہ کفارات کو واجب کی قسم مین ذکر کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہے قال الشامی وواجب وهو نوعان معین کالنذر المعین و غیر معین کالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہے اوسکی دو قسمین ہین ایک معین جیسے نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق ھ معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلا جمعرات کا روزہ اور غیر معین جیسے ایکدن کا روزہ مثلا اور واجب کے اقسام مین ہے نفل روزہ جو شروع کر کے توڑ دے یا نفل کے قضا کو فاسد کر دے اور اعتکاف کے روزے ہیں قال الشامی واما قوله تعالی ولیوفوا نذورهم فدخله الخصوص کالنذر بمعصیة فلم یبق قطعیا لیکن قول حق سبحانه وتعالی کا ولیوفوا نذورهم تو اوسپر خصوص وارد ہوا ہے یعنی گناہ کی نذر اوسمین سے مخصوص ہے پس قطعی نہ رہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالة نہین ہوتا

وقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی شارح نے کہا کہ قائل اکمل وغیرہ ہی اور شرنبلالی نے اوسپر اعتماد کیا ہے ہم لیس اسمین یہہ شبہہ ہی کہ اکمل نے عنایہ مین تو وجوب ثابت کیا ہی مگر یہہ کہ اس موضع کے سوا اور کہین کہا ہو اور بحر وغیرہ مین مذکور ہی کہ اسکا قائل کمال ہی تو شاید یہہ شارح کے قلم کی غلطی ہی بسبب مشابہت دو نو لفظون کے قالہ الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر مین یہہ ہی کہ فرضیت ام سے مستفاد ہی کہ اجماع ہی اسکے لزوم پر نہ آیت شریف سی کیونکہ وہ مخصوص البعض ہی قالہ الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بان المنذورۃ لا تؤدی بعد صلوۃ العصر بخلاف الفائتۃ لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہی اس فرق سی کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہین کیجاتی بخلاف قضا نماز دن کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر اوسکی نماز مکروہ نہوتی ہو فرض علی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان مطلق الاجماع لا یفید الفرض القطعی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہے بنا بر اظہر اقوال کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہے کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہین ہوتا ہم فرض عملی لیکن شارح کا توجیہہ کرنا ایسا ہی کہ خود بھی اوسکو اچھا نجانیگا اسواسطی کہ جو شخص آیت شریف سی فرضیت پر استدلال کرتا ہی وہ فرض قطعی کہتا ہی نہ عملی جیسا درر مین تصریح کی ہے اور اسیلئی فتح مین اعتراض کیا ہی کہ آیت سی استدلال فرضیت پر نہین ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہے اور صدر الشریعۃ نے اسکو چھوڑ کر اجماع سی استدلال کیا ہی کذا فی الشامی کا بسط شرح جیسا تفصیل بیان کیا ہی شرح نے ہم یعنی درر مین صدر الشریعۃ کا یہہ قول ذکر کیا کہ منذور فرض ہی اسوجہ سی کہ لزوم اسکا بالاجماع ثابت ہی پس قطعی الثبوت ہوا پہر اسطرح جواب دیا کہ فرض سی مراد یہان فرض اعتقادی ہی جسکا منکر کافر ہوتا ہی چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہی اور فرضیت ان معنون سی مطلق اجماع سے ثابت نہین ہوتی بلکہ اوس اجماع سی جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزی ہی اور جب منذور مین اجماع فرضیت پر بتواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب مین رہا اسواسطی کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہی نہ فرضیت کو قالہ الشامی ونفل کغیرہما اور ایک روزہ نفل ہے چنانچہ فرض اور واجب کے سوا دوسری روزی ہی ہم یہان نفل کے معنی لغوی مراد ہین یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ اسمین دو نو قسمین مکروہ کی بھی داخل ہین اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شرعی ہی مراد ہین اسوجہ سے کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہی اور اس اعتبار سے کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہی منع ہی پس اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قالہ الشامی یعنی السنۃ کصوم عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہی سنت کو جیسے نوین و دسوین محرم کا روزہ نوین کے ہم جو فعل کہ اوسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفاء راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پہر وہ دو قسم ہے ایک سنۃ الہدی کہ اوسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہی جیسی جماعت اور اذان دوم سنت زوائد جیسی عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لباس اور قیام اور قعود مین اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہین اور ظاہر یہہ ہی کہ صوم عاشورا قسم ثانی مین ہی بلکہ خانیہ مین اسکو مستحب کہا ہی اور ایسیا ہی بدائع مین ہی تامل قالہ الشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر اور نفل شامل ہی مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام بیض کے روزے ہم بیض صفت ہی لیالی کی جو محذوف ہی یعنی تیرہوین چودہوین پندرہوین مستحب کا ذکر نہین کیا کیونکہ اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب مین فرق نہین یعنی وہ فعل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر مواظبت نکی ہو اگرچہ کبھی کیا ہو مگر رغبت اوسکی طرف ثابت ہو کذا فی التحریر اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہی جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دو بار جواز کی تعلیم کے لئے کیا ہو کذا الشامی ویوم الجمعۃ ولو منفردا اور شامل ہے جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو ہم نہر مین اسکی تصریح کی ہی اور ایسی ہی بحر مین یعنی کہا ہی کہ جمعہ کا روزہ اکیلا مستحب ہی اکثرون کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور جمعرات کا اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہی اور اسیکی مثل محیط مین ہی اور یہہ سبب بیان کیا ہی کہ ان ایام کی فضیلت ہی اور انکی روزہ مین غیر قبلہ والون کے ساتھ تشبہ نہین ہے پس جو اشباہ مین کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہی سو وہ قول بعض کا ہی اور خانیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین جمعہ کے روزہ کا امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبد اللہ بن عباس اسکا روزہ رکہتے تھے اور افطار نکرتے تھے اور اس اثر سی صاف ظاہر ہے کہ ولا باس سی مراد استحباب ہی اور ابو یوسف نے کہا ہی کہ حدیث اسکی کراہت مین آئی ہی اور بہتر یہہ ہی کہ احتیاط

یہ ہے کہ اگر روزہ پہلے یا پیچھے ملائے قالہ الشامی و یکرہ ھو الحاج لو تضعفہ او نفل ہے عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی ہو رکہے جو روزہ سے نصیف نہو ھم یعنی لیکن نہ
نویں کا روزہ اگر کوئی حاجی رکھے کہ اوسکو وقوف عرفات مین خلل انداز نہو یا اور دعاؤن کا حارج نہو تو مکروہ نہین کذا فی المحیط اور اگر ضعف طاری
ہو تو مکروہ ہے کذا قالہ الشامی والمکروہ تحریما کالعیدین اور نفل شامل ہے مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ ھم یعنی اور ایام تشریق کا کذا فے النہر
اور الکروہ منصب کی علامت ہی عطف ہے سنت پر یا مرفوع ہے مبتدا اور کالعیدین خبر اور اسصورت مین جو تحلف نفل کے معنون مین کیا گیا کہ وہ بے شامل
کرنیکو اوسکی ضرورت نہین قالہ الشامی و تنزیہا کعاشورا وحدہ اور شامل ہے مکروہ تنزیہی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا ھم یعنی اسطرح کہ نوین
یا گیارہوین کو اوسکے ساتھ نملایا جاوے قالہ امداد اسلیے کہ مشابہت ہے یہود کے ساتھ کذا فے المحیط قالہ الشامی وسبت وحدہ اور ہفتہ کے روز کا
اکیلا ھم کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کذا فے البحر اور یہہ علت کراہت تحریمی پر دلالت کرتی ہے مگر یہہ کہ کہا جاوے کہ کراہت تحریمی بقصد مشابہت
سے ثابت ہوتی ہے و نیروز و مہرجان ان تعمدہ اور روزہ نوروز اور مہرجان کا اگر قصداً رکھے اوسکو ھم نیروز معرب ہے نوروز کا اس روز کا نام
کہ آفتاب برج حمل مین آتا ہے اور مہرجان معرب ہے مہرگان کا وہ دن کہ آفتاب میزان مین آتا ہے اور یہہ دونو فارسیون کے عید کے دن ہین
قولہ ان تعمدہ کذا فے المحیط پہر محیط مین ہے کہ مختار یہہ ہے کہ اگر پہلے سے روزہ رکہتا ہو تو افضل یہہ ہے کہ روزہ رکھے ورنہ افضل یہہ ہے کہ روزہ نرکھے
کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہو جاتی ہے اور یہہ حرام ہے قالہ الشامی و صوم دھر یعنی تمام عمر و صمت و وصال و ان افطر الایام الخمسۃ اور شامل ہے
کراہت کے ساتھ عمر بھر روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنی یہہ کہ روزہ مین کلام نکرے اور کلام نکرنے کی کراہت اسواسطے ہے کہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ
روزہ مین نہین بولتے کذا فے المحیط اور شامل ہے وصال کے روزہ کو یعنی کئی روزے پیاپے رکھے اور بیچ مین افطار نکرے اور عمر بھر روزہ رکہنا مکروہ ہے
اگرچہ پانچ دن موافقت کی یعنی دونو عید کے دن اور تین ایام تشریق مین افطار کرے ھم خلاصہ مین ہے کہ جب ایام منہیہ مین افطار کرے تو مختار یہہ
ہے کہ کچھ مضائقہ نہین قالہ الشامی و ھذا عند ابی یوسف کما فی المحیط اور یہہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے جیسا محیط مین ہے ھم یعنی مکروہ ہونا
عمر بھر کے روزہ رکہنے کا امام ابو یوسف کے نزدیک اسبب سے ہے کہ نوافل اور واجبات اور کسب ضروری مین ضعف طاری ہوگا یا عمر بھر روزہ رکہنا شکی
طبیعت ہو جاویگی مشقت نرہیگی کذا فے المحیط قال الخمسۃ عشر یہہ تفریع ہے بیم السنۃ الخ پر یعنی جملہ مذکورات جو نفل مین داخل ہین پندرہ ہین ھم
اسطرح کہ عیدین کو دو شمار کرین اور اتوار کا دن کہ بہت سے نسخون مین موجود ہے اسمین شامل رکھین لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم
الشک باقی رکھے اور مکروہ تنزیہی سے عورت کا روزہ بدون اپنے خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مولی کی اجازت کے اور نوکر کا
روزہ بدون مستاجر کی اجازت کے باقی رکھی اور مندوبات مین سے دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ اور صوم داؤدی یعنی ایکروز صوم اور ایکروز افطار اور شش عید روزے باقی رہگئے
قالہ الشامی والواجب ثلثۃ عشر اذا الواجب صوم لازم کے تیرہ ہین سبعۃ منھا متتابعات قسمین جو فصل روزہ رکھے جاتے ہین رمضان و کفارۃ ظہار
وقتل و یمین وافطار رمضان و نذر معین و اعتکاف واجب ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے
چوتھے کفارہ قسم کے پانچوین کفارہ افطار رمضان کا چھٹے نذر معین ساتوین اعتکاف واجب کے و ستۃ یخیر فیھا نفل قضاء رمضان و صوم متعۃ
و فدیۃ حلق و جزاء صید و نذر مطلق اور چھہ قسمین وہ ہین جنمین رکہنے والے کو اختیار ہے فصل کا ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج تمتع
(اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت ذبیحہ کی نہو اور تین روزے ایام حج مین اور سات پہر نکلنے کے بعد رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے روزے
پانچوین جزاء صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنی جسمین معین مہینے یا پیاپے رکہنے کی قید نہین لگائی اور نہ نیت کی اذا نقول لغل بصحۃ
صوم رمضان و النذر المعین والنفل بنیۃ من اللیل جب یہہ ثابت ہوچکا پس صحیح ہے ادا ہونا رمضان کے روزے اور نذر معین اور نفل کی رات سے
نیت کرنے سے ھم ادا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضاء رمضان کے اور قضاء نذر معین اور نفل کی قضا کے لئے رات سے نیت کرنی اور تعیین شرط ہے
جیسا آویگا اور نفل سے مراد سوائے فرض اور واجب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر و النہر اختیار مین کہا ہے کہ نیت شرط ہے روزہ مین

یہی جانتا ہی کہ روزہ رکھونگا اور رمضان شریف کی راتون مین کوئی مسلمان اس سے خالی نہین اور زبان سی نیت کرنا شرط نہین اور سحری مین بھی نیت ہے
نقل کیا ہی کہ سحر کہانا نیت ہی قالہ الشامی نقلا عن قبل الغروب ولا عندہ پس نیت نہین صحیح غروب سے پہلے اور نہ غروب کے وقت ہم یعنی اگر نیت کریگا
غروب سی پہلے یا غروب کے وقت کہ مین کل روزہ رکھونگا پہر سو گیا یا بیہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یہانتک کہ اگلے دن آفتاب کے زوال کا وقت
آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تہی تو جائز ہی کذا فی الخانیہ قال الشامی ای الضحوۃ الکبری لا بعدہا ولا عندہا اعتبارا لاکثر الیوم ہم
ہو نیت رات سی لیکر ضحوہ کبری تک نہ اوسکے بعد اور نہ اسکے متصل بلحاظ اکثر یوم کے ہم ضحوہ کبری سی مراد نصف نہار شرعی ہی اور نہار شرعی شروع صبح
صادق سی ہی غروب شمس تک اور اسکو زوال شمس سے تعبیر نکیا جیسا قدوری و مجمع وغیرہ مین تعبیر کیا ہی کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہی طلوع
آفتاب سی حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سی ہے کذا فی البحر عن المبسوط ہدایہ مین جامع صغیر سے منقول ہی کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح
ہے کیونکہ وجود نیت کا اکثر روز مین ضروری ہی اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبری تک ہی نہ وقت زوال تک پس اوس سی پہلے نیت شرط ہی
تاکہ اکثر ہونا ثابت ہو قالہ الشامی و بمطلق النیۃ ای نیۃ الصوم فال بدل من المضاف الیہ اور درست ہی صیام مذکورہ مطلق سی یعنی روزہ کی
نیت سی پس الف لام بدلہ مضاف الیہ کے ہی ہم مطلق نیت یہ کہ اوسمین فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہو مطلق کہ تمام رمضان اپنی فرض روزون
کے لئے پورا وقت ہی اوسمین دوسرا صوم شروع نہین پس فرض ہی کے لئے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سی متعین ہے اوسمین اختلاف کیضرورت نہین اور
نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعیین سے متعین ہوا اور نذر ناذر کیطرف سی تو وہ تو تعیین مطلق نیت کافی ہی اور چونکہ بعض
لوگون نے اعتراض کیا تہا کہ مطلق نیت سی درست ہونا مستلزم ہی کہ کسی عبادت کی نیت سی روزہ درست ہونا چاہیئے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام
عوض مضاف الیہ کے ہی یعنی نیت سی مراد نیت صوم کی ہی کذا فی الشامی و بنیۃ نفل لعدم المزاحم اور درست ہی صوم مذکور نفل کی نیت سی کیونکہ رمضان
و نذر معین کا کوئی مزاحم نہین جیسا مطلق نیت مین بیان ہو چکا و بخطاء فی وصف کنیۃ واجب اخر فی اداء رمضان فقط لتعینہ بتعیین الشارع اور درست
ہی باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسی نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہہ صحت صرف اداء رمضان مین ہی (نفل اور نذر معین مین نہین)
کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے متعین ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب شعبان گذر جاوی تو پہر کوئی روزہ نہین سوا رمضان کے بخلاف
نذر کے کہ اوسکا وجوب ناذر کے قول سی ہی جب اوسنے دوسری واجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا کذا فی الشامی الا اذا وقعت النیۃ من مریض او
مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما یہہ استثناء ہی نیۃ نفل و بخطاء فی وصف سی یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سی تو روزہ وہ
ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کری کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہی واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق مین ہم یحتاج کی ضمیر یا مریض اور مسافر
کیطرف پہرتی ہے بتاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قالہ الشامی اور ہوسکتا ہی کہ یحتاج بصیغہ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فالاول عن
رمضان بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس واقع ہوگا روزہ رمضان سی بلکہ اوس سی واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنی نفل یا
واجب ہو جب اوس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہین کذا فی البحر مین کہتا ہون بحر مین جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہی تو وہ مریض کے حق مین ہے
اور مسافر کے حق مین یہہ تفصیل ہے کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اوسی واجب کیطرف سی واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی
نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو امام صاحب سی دو روایتین ہین اصح یہہ ہی کہ رمضان سی واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہی اور وہ فرض وقتی
مین زیادہ ہی قالہ الشامی وہو الاصح سراج وقیل انہ ظاہر الروایۃ فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر وہی اصح ہی کذا فی السراج اور کہا گیا ہی کہ یہہ
ظاہر الروایت ہی پس اسیلئے مصنف نے اسکو اختیار کیا درر کے اتباع سی لکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوی مسافر نوی واجبا
اخر و اختارہ ابن الکمال و فی الشرنبلالیہ عن البرہان انہ الاصح لیکن اوائل اشباہ مین ہی کہ صحیح یہہ ہی کہ سب صورتون مین رمضان ہی سی واقع ہوگا
سوا اوس صورت کے کہ مسافر نیت کرے کسی اور واجب کی اور اسیکو ابن کمال نے اختیار کیا ہی اور شرنبلالیہ مین برہان سی منقول ہی کہ یہی اصح ہم کل سی مراد

کہ مریض نیت کری نفل کی یا مطلق نیت کرے یا کسی واجب کی نیت کری یا مسافر اسیطرح نیت کری مگر یہہ کہ نیت کرے دوسری واجب کی تو اوسی واجب سے واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہی رمضان کو روزہ نرکہنی کی تو وہ اوسوقت کو دوسری واجب مین صرف کرسکتا ہے بخلاف مریض کے

تنبیہ کلام بحر سے مستنبط ہی کہ مریض کے بابمین تین قول ہین ایک وہ جو اشباہ سی یہان مذکور ہی اسکو فخر الاسلام اور شمس الائمہ اور عبد ... نے اختیار کیا ہی اور مجمع مین تصحیح کیا ہی اور دوسرا وہ جو متن مین مذکور ہے کہ جسکی نیت کی اوسی سے واقع ہوگا اور ہدایہ مین اسکو اختیار کیا ہی اور اکثر مشائخ نے اور کہتے ہین کہ یہی ظاہر الروایت ہی لیکن نفل کیصورت مین چاہیئے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیسا کہ گذرا تیسری قول مین تفصیل ہے یعنے اگر صوم اوسکو ضرر کرتا ہی تو رخصت متعلق خوف زیادت کے ساتھہ ہی تو اوسکا حال مثل مسافر کے ہی پس جو نیت کریگا اوسیکی موافق واقع ہوگا اور اگر صوم اوسکو ضرر نہین کرتا جیسے سوء ہضم مین تو رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھہ ہی پس واقع ہوگا فرض وقتی سی اور کشف اور تحریر مین اسکو اختیار کیا ہی کذا نے الشامی والنذر المعین لا یصح بنیۃ واجب آخر بل یقع عن المنذور مطلقا و قالوا ان تعیین الشارع للعبادۃ ونذر معین نہین درست ہوتی کسی دوسری واجب کی نیت سی بلکہ واقع ہوگا روزہ اوسی واجب سی جسکی نیت کی ہر صورت مین اسلئے کہ شارع کی تعیین (جیسے رمضان مین ہے) اور بندہ کی تعیین مین (جیسے نذر معین مین ہے) فرق ہے ہم مطلقا کے یہہ معنی کہ مقیم ہو یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیئے کہ نذر معین کیصورت مین جب روزہ اوس دوسری واجب کیطرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی اصح قول یہی ہے جیسے بحر مین منقول ہے نظیر یہی ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو جاہلا به ای برمضان فهو عنه لا عما نوى لحديث اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکہا اگرچہ رمضان کی ناواقفیت سی ہو تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہ اوسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف مین ہی جب آگیا رمضان تو روزہ نہین مگر رمضان ہی کا دیکہنا ہی صوم کل یوم من رمضان الی بنیۃ ولو معینا لتمیز العبادۃ عن العادۃ اور رمضان کے روزہ مین ہر روز نیت کی احتیاج ہے اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تا کہ عبادت عادت سی متمیز ہو ہم یعنی کبہی پرہیز کیوجہ سی یا عذر سی امساک کی عادت کرتے ہین وقال زفر ومالک تکفی نیۃ واحدۃ کالصلوۃ اور کہا ہی زفر اور مالک رحمہما اللہ نے کہ ایک نیت تمام مہینے کے لئی کافی ہے جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتون کے لئی کافی ہی ہم اور امام زفر سے روایت ہی کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہین اور اگر مسافر ہے تو نہین جائز یہانتک کہ رات سی نیت کرے اور ہماری علماء ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لئی جدید نیت چاہیئے رات کو ہو یا قبل ضحوہ کبرٰی مقیم ہو یا مسافر کذا فی السراج قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلوۃ ہم کہتے ہین امام زفر کے جواب مین کہ فاسد ہونا بعض روزونکا نہین موجب ہی سبکے فساد کا بخلاف صلوۃ کے یعنی قیاس روزونکا نماز پر درست نہین والشرط للباقی من الصیام قران النیۃ للفجر ولو حکما اور باقی صیام مین شرط ہی نیت کا متصل ہونا فجر کے ساتھہ اگرچہ حکما ہو ہم باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضاء نذر معین اور قضاء نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار قتل یمین افطار اور ... المتعات یعنی جزاء صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی وهو تبییت النیۃ للضرورۃ اور مقارنت حکمیہ رات سی نیت کرنا ہی ضرورت کی جہت سی ہم یعنی صبح کیوقت کی انکل شاق ہی اور حرج شرع مین مدفوع ہے اسلئی رات کو نیت درست ہوئی کذا قالہ الحلبی وتعیینہا لعدم تعین الوقت اور شرط ہی تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزونمین وقت معین نہین بخلاف ادای رمضان اور نذر معین کے کہ اونمین وقت معین ہے اور ایسا ہی نفل کیونکہ سوای رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہی قالہ الشامی والشرط فیہا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصوم اور شرط نیت معینہ مین یعنی مطلق نیت مین یہہ ہی کہ اپنی دل مین جانے کہ کونسا روزہ رکہتا ہی قال الحدادی والسنۃ ان یتلفظ بہا حدادی نے کہا کہ سنت یہہ ہی کہ نیت کا تلفظ کرے ہم سنت سی مراد مشائخ کی سنت ہی نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی رات ہو تو یون کہی کہ مین نیت کرتا ہون کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطی رکہونگا اور اگر دنکو نیت کری تو یون کہلے کہ آج خدا کیواسطی روزہ فرض رمضان کا رکہتا ہون قالہ الشامی ولا تبطل بالمشیۃ بل بالرجوع

استثنا بان یقول ملیا لاهل الفطر اور نیت نہین باطل ہوتی انشاء اللہ کہنی سی بلکہ نیت سی رجوع کرنے سی باطل ہو جاتی ہے اسطرح کہ رات سی
عزم کری افطار کا هم نہین باطل ہوتی یعنی استحسانا بھی صحیح ہے اسواسطے کہ یہہ حقیقت مین استثناء نہین ہی بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے
واسطے ہی یہانتک اگر ارادہ استثنا کا کری بالتحقیق تو صائم نہوگا جیسا تاتارخانیہ مین ہے قالہ الشامی ونیۃ الصائم الفطر لغو اور روزہ دار
کی نیت افطار کے باب مین لغو ہے یعنی ونکو صرف نیت افطار سی روزہ نجائیگا ونیۃ الصوم فی الصلوۃ صحیحۃ ولا تفسدها بلا تلفظ اور نیت روزہ
کی نماز مین درست ہی اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہین کرتی ولو نوی القضاء فظن انہ صار نفلا فیقضیہ لو افسدہ لان الجهل فی دار الاسلام
معتبر فلم یکن کالمظنون بحر اور اگر دن کو نیت قضاء روزہ کی کری تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اوسکو توڑ دے تو قضا کرے اسواسطے کہ دار الاسلام
مین جہل غیر معتبر ہے پس نہوا مثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر هم فتح القدیر مین ایک قول نقل کیا ہی کہ لزوم قضا اوس صورت مین ہی کہ جانتا ہو کہ قضا
کی نیت دنکو درست نہین لیکن جب نجانتا ہو تو شروع کرنے سی لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دار الاسلام مین جہل معتبر نہین خصوص اوس صورت مین
کہ عدم جواز نیت قضا کا دنکو ظاہر اتفق علیہ ہی اور ظنی روزہ کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے اس گمان سے کہ میری ذمہ روزہ ہی بشرط مذکورہ
روزہ شروع کیا پہر اوسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہین تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہین ہے کیونکہ اوسنی اپنا ذمہ بری کرنی
کے لئی شروع کیا تہا نہ یہہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قالہ الشامی ولا یصام یوم الشک هو یوم الثلثین من شعبان ان لم یکن علۃ اور نرکہا جاوی
روزہ یوم الشک کا یعنی تیسوین تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر وغبار نہو هم شارح نے شرح ملتقی مین کہا ہی کہ اس سی رد ہوگیا کلام قہستانی وغیرہ کا
یعنی انہون نی مقید کیا ہی کہ یوم الشک اوس صورت مین ہی کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسوین ہی یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے
یا دو فاسقون نے ہلال دیکہا اور اونکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہو اور کسی نے ندیکہا ہو تو یوم الشک نہین ہی اور ایسا ہی
سراج مین ہی کذا فی الشامی اھ علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک
ولا یصام اصلا شرح المجمع للعینی عن الزاهدی یعنی شک کا روز بنا بر اس قول کے ہی کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہوسکتا ہی کہ کسی دوسرے
شہر مین رویت ہوئی ہو لیکن بنا بر قول اعتبار اختلاف مطالع کے یعنی ہر جگہہ کا مطلع جدا جدا ہے ایک جگہہ کا دیکہنا دوسرے کے لئی کافی نہین تو اس
صورت مین وہ روز روز شک نہین ہی اور روزہ بالکل نرکہا جاوے کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاهدی یعنی ابتداء نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس
روزہ رکہنے مین کچھہ احتیاط نہین بخلاف یوم الشک کے قالہ الشامی الا نفلا ویکرہ غیرہ اگر یوم الشک مین بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نفل جائز
نہین اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہے هم فرض ہو یا واجب نیت معینہ سی ہو یا متردد ہے اور ایسی ہی مطلق نیت سی بھی مکروہ ہے کیونکہ
مطلق اپنی افراد کو شامل ہی کذا فی المعراج ولو صامہ لواجب اخر کرہ تنزیہا اور اگر یوم الشک مین کسی دوسری واجب کا روزہ رکہا تو مکروہ
تنزیہی ہے ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کرکے رکہا تو مکروہ تحریمی ہی هم اسلئے کہ اہل کتاب کی مشابہت
لازم آتی ہے کہ اونہون نے اپنے روزون مین کچہہ دن بڑہالئے ہین اور اسی پر حدیث شریف محمول ہی کہ رمضان سے ایکدو روز پہلے
روزہ مین سبقت نکرو کذا فی البحر ویقع عنہ فی الاصح ان لم یظہر رمضانیتہ اور واقع ہوگا واجب سی جسکی نیت کی تہی اصح روایت مین
اگر نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہی هم سراج مین ہی کہ جب کسی نے اور واجب کی نیت سی اوس روز روزہ رکہا تو اوسکی ذمہ سے
وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہے کہ یہہ دن رمضان کا ہو پس شک کی جہت سی واجب کا ادا ہو جانا ثابت نہوا اس سی معلوم ہوا
کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تہی اوسکی لئی بھی کافی نہین پس مصنف کو یون کہنا مناسب تہا جیسا ہدایہ مین ہی کہ اگر ظاہر ہوا کہ
وہ دن شعبان کا ہی تو جسکی نیت کی تہی اوسکی لئی کافی ہے اصح روایت مین اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہی تو رمضان مین مجرا ہوگا
کیونکہ اصل نیت موجود ہی قالہ الشامی والا بان ظہر رمضانیتہ فعنہ لو مقیما اور اگر ایسا نہو یعنی رمضانیت ظاہر ہو جاوے تو وہ روزہ رمضان

کا ہوگا اگر یہہ شخص مقیم ہے م کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ مسافر اگر رمضان مین دوسری واجب کی نیت کری تو اوسی واجب کا ہوگا اسلئی کہ
ادای رمضان اوسکی ذمہ واجب نہین والتنفل فیہ احب ای افضل اتفاقا ان وافق صوما یعتادہ او صام من اخر شعبان ثلثۃ فاکثر افا
اور نفل کی نیت سی روزہ رکہنا شک کے روز بالاتفاق افضل ہے اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان مین تین روزی
یا زیادہ رکہی نہ کمتر م یعنی مثلا اوسکی عادت دوشنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہے اور یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہہ کہ آخر
شعبان مین ستائیسوین یا چھبیسوین سے برابر روزہ رکہنی شروع کئی اسمین یوم الشک بہی آگیا تو ان صورتون مین روزہ افضل ہی لحدیث
لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہوا ہے کہ رمضان سی پیشدستی نکرو ایک دو روز کے روزہ کی م یہہ حدیث
صحاح ستہ مین ابوہریرہ سی مرفوعا روایت کی گئی ہے اسطرح کہ نہ سبقت کرو رمضان سی ایک روز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص کہ اوس
روز روزہ رکہا کرتا ہو تو وہ اوسکو رکھلے اور اس سی مراد نفل روزہ کے سوا ہی اور ہدایہ اور اوسکی شروح وغیرہ مین تصریح کی ہی
کہ ممنوع تقدم ایک دو روزی کا رمضان پر بقصد صوم رمضان کے ہی اور وجہ تخصیص ایکدو روزی کی یہہ ہی کہ اکثر نقصان کا احتمال ایک دو
مہینے مین ہوتا ہی پس ایکسو روزہ زیادہ رمضان سی پیشتر رکہی اور اسکو احتیاط تصور کری یہہ مکروہ ہے کذا فی الشامی مختصرا و اما حدیث من
صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل لہ مسکین یہہ حدیث کہ جسنی روزہ رکہا روز شک مین اوسنی نافرمانی کی ابو القاسم صلعم کی تو اسکی کچہہ اصل
م زیلعی نے بھی یہی کہا ہی پہر کہا ہی کہ موقوفا عمار بن یاسر سے یہہ حدیث منقول ہی اور وہ اس جیسی صورتون مرفوع کی مانند ہی مین کہتا
ہون کہ لا اصل لہ کو مرفوع ہونے پر حمل کرنا چاہیئے ورنہ یہہ حدیث موقوفا وارد ہی مجاہد سی اور ابو عبیدہ سی اور اوسکو بخاری نے
تعلیقا بیان کیا ہی اسطرح کہ قال صلۃ بن زفر عن عمار من صام الخ قالہ الشامی و تمامہ فی الفتح و لا یصوم الخواص یفطر غیرہم بعد الزوال بہ یفتی
نفیا لتہمۃ النہی اور اگر نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکہی تو خواص اوس دن کا روزہ رکہین اور عوام بعد
زوال کے افطار کرین اسی پر فتوی ہی تا کہ نہی پر اقدام کی تہمت سی بری رہین م فتح القدیر مین ہی کہ خواص اسطرح روزہ رکہین کہ عوام کو خبر نہو
تاکہ جہال کو شبہہ رمضان کی زیادتی کا نہو کذا فی الشامی فکل من علم کیفیۃ صوم الشک فہو من الخواص و الا فمن العوام اور جو شخص جانتا ہو
کیفیت صوم الشک کی وہ خواص مین ہی نہین تو عوام مین والنیۃ المعتبرۃ ہہنا ان یجزم بالتطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک
الیوم اما المعتاد فکما مر اور نیت معتبرہ کیفیت صوم الشک مین یہہ ہی کہ نفل کی نیت کری بطور یقین جو اوس دن کے روزہ کا عادی نہین ہی
اور جو عادی ہی اوسکا حکم سابق مین گذر چکا کہ مکروہ نہین و لا یخطر ببالہ انہ ان کان من رمضان فعنہ و گرنہ آنکہ نزاد اور اپنی دل مین
اسبات کا خطرہ بھی نرکہی کہ اگر یہہ دن رمضان کا ہی تو یہہ روزہ رمضان کا ہی ذکر کیا اوسکو اخی زادہ نے م حاصل یہہ کہ نیت مین تعد
نرکہی کہ اگر یہہ دن شعبان کا ہی تو روزہ نفل ہی اور اگر رمضان کا ہی تو روزہ فرض ہی بلکہ نفل محض کی نیت کری یقینا اور رمضانیت کا خطرہ دل
مین آنا بعد نیت نفل کے مضر نہین کیونکہ آخر احتیاطا روزہ رکہتا ہی کذا قالہ الشامی و لیس بصائم لو تردد فی اصل النیۃ بان نوی ان یصوم
غدا ان کان من رمضان و الا فلا اصوم لعدم الجزم اور اوس شخص کا روزہ نہین ہے جسنے اصل نیت مین تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان
ہوگا تو روزہ رہی نہین تو نہین کیونکہ یقین نیت کا نہین کما انہ لیس بصائم لو نوی انہ ان لم یجد غداء فہو صائم و الا فمفطر جیسا اوس شخص کا
بھی روزہ نہین ہی کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ ملا تو روزہ نہین نہین تو افطار و یصیر صائما مع الکراہۃ لو تردد فی وصفہا بان نوی ان کان من
رمضان فعنہ و الا فعن واجب اخر اور ہو جاویگا وہ شخص روزہ دار کراہت تنزیہی کے ساتہہ اگر نیت کے وصف مین تردد کی یعنی اسطرح
نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہی تو روزہ رمضان کا ہے نہین تو کسی دوسری واجب کا و کذا یکرہ لو قال انا صائم ان کان من رمضان و الا فعن نفل
اور ایسا ہی مکروہ ہی اگر کہا مین روزہ سی ہون اگر دن رمضان کا ہی ورنہ نفل ہے للتردد بین مکروہین او مکروہ و غیر مکروہ کیونکہ نیت مین

فی نسخہ ... (margin note, partly illegible)

تردد ہے درمیان دو مکروہون کے یعنی فرض و واجب کے پہلے مسئلہ مین یا درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض و نفل کے دوسری مسئلہ
مین فَاِنْ ظَهَرَ رمضانیته فمنه والا فنفل فیهما ای الواجب والنفل غیر مضمون بالقضاء لعدم التزام النفل فیهما پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہی
تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہین تو نفل ہوگا دونو صورتون یعنی واجب اور نفل مین ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم نآویگی کیونکہ قصداً
نفل نہین تہا ھ اسلئے کہ من وجہ اسقاطِ فرض کا قصد رکہتا تہا تو ظنی روزہ کی مانند ہوا اسوجہ سے کہ دونو مین اسقاط مد نظر ہی نہ التزام
قالہ الشامی واکل المتلوم ناسیا قبل النیة کاکله بعدها وہو الصحیح شرح وہبانیة منتظر کا کہانا بہولکر نیت سے پہلے ایسا ہی جیسا بعد نیت کے بہولکر
کہاتا اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح وہبانیہ ھ یعنی یوم الشک مین ایک شخص نے نصف روز تک انتظار کیا اور بہولے سے اسعرصہ مین کچہہ کہالیا
معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو اگر اب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہوگی اسواسطے کہ بہولکر کہانے سے روزہ نہین جاتا اور ایک قول یہہ ہے
کہ نہین جاتا ہے جیسا قنیہ مین ہی اور اسیکا جزم کیا ہی سراج اور شرنبلالیہ مین قالہ الشامی رأی مکلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدلیل شرعی
صام مطلقا وجوبا وقیل ندبا کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکہا یا عید کا اور اوسکا قول حجت شرعیہ کی روسے نمانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت
سے یا غلطی کیوجہ سے تو وہ روزہ رکہے ہر صورت مین عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوبا اور کہا گیا ہی کہ روزہ رکہے ندبا ھ عاقل بالغ یعنی اگرچہ
فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکہے تو واجب نہین اوسیکا حکم ہی اگر خود امام تنہا دیکہے اور لوگونکو روزہ ہی کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیرالدین رملی
نے کہا ہی کہ اگر دیکہنے والی جماعت ہو اور اونکی شہادت مسترد ہوگئی ہو جماعت عظیم نہونے کی جہت سے تو اسصورت مین بہی یہی حکم ہی فان افطر قضی
فقط فیهما للشبهة الدر پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہے دونو مین یعنی کفارہ نہین واسطے شبہہ مسترد ہونے شہادت کے ھ اور بعض نے کہا
کہ یہہ سقوط کفارہ کی ہے ہلال رمضان مین لیکن عید کے چاند مین اسجہت سے کفارہ نہین کہ اوسکے نزدیک وہ عید کا دن ہے کذا فی النہر
اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہین کیا قالہ الشامی واختلف المشایخ لعدم الروایة عن المتقدمین فیما اذا افطر قبل الرد لشهادته و
الراجح عدم وجوب الکفارة وصححه غیر واحد لان ما رآه یحتمل ان یکون خیالا لا هلالا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہی اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی
روایت نہین اسصورت مین کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہہ ہی کہ کفارہ واجب نہین اور اسکی تصحیح کی ہی بہتون نے کیونکہ جو اوسنے
دیکہا ہی شاید خیال ہو ہلال نہو ھ حضرت عمر سے منقول ہے کہ جسنے چاند دیکہا تہا اوسکو کہا کہ اپنی بہو ونکو دہو پانی سے پہر کہا اب تہا چاند کہان
ہے اوسنے کہا وہ تو گم ہوگیا جب فرمایا کہ بال بہو ونمین قائم ہوگیا تہا تو نے اوسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسے پہلے مذکور ہوا ہے
علت ہلال رمضان مین تو ہوسکتی ہی اور عید مین یہہ کہ اوسکے نزدیک وہ عید کا دن ہی قالہ الحلبی واما بعده فقوله فیجب الکفارة ولو فاسقا فی الاصح
لیکن بعد قبول شہادت کے یعنی رمضان کے چاند مین پس کفارہ واجب ہی اگرچہ فاسق ہو اصح روایت پر ھ کیونکہ وہ تو لوگونکے روزہ
رکہنے کا دن ہی پس اگر عدل ہی تو چاہیئے کہ وجوب کفارہ مین خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہہ ہی کہ فاسق کی شہادت پر حکم
کرنا جائز نہین اور وہ بیان منتفی ہے کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہی کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہی اگرچہ قاضی گنہگار ہوتا
ہے کذا قالہ الشامی وقبل بلا دعوی وبلا لفظ اشهد وبلا حکم ومجلس قضاء لانه خبر لا شهادة للصوم مع علة کغیم وغبار اور قبول کیا گیا ہے
روزہ رکہنے کیلئے خبر عادل کی آسمان مین روگ ہونے سے مثل ابر و غبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ اشہد کے اور بدون حکم اور مجلس قضا کے
بوجہ اسکے کہ یہہ خبر ہے شہادت نہین خبر عدل او مستور علی ما صححه البزازی علی خلاف ظاهر الروایة خبر عدل منقول مالم یتهم قائله ہی قبیل کا
یعنے قبول کیا جاویگی خبر ایک عدالت والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنا برانس قول کے کہ بزازی نے اوسکی تصحیح کی ہے
ظاہر الروایت کے خلاف ھ اور معراج اور تجنیس مین بہی اسکی تصحیح کی ہی اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ یہہ روایت ہی حسن کی اور حلوانی
نے اسیکو لیا ہی اور نور الایضاح والا بہی اودہر ہی گیا ہے مین کہتا ہون کہ یہہ بہی ظاہر الروایة ہے کیونکہ حاکم شہید نے یعنی جسنے امام محمد کے

اقوال اُن کی کتابون سے جمع کیے ہین جو ظاہر الروایت کہلاتی ہین کافی مین یہہ کہا ہی کہ قبول کیجاوے شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عادل ہو یا غیر عادل اور غیر عادل سے مراد مستور ہی قالہ الشامی لا فاسق اتفاقا نہین مقبول روزہ کے لئے قول فاسق کا بالاتفاق ہم اسواسطے کہ فاسق کا قول ایسے دینیات مین مقبول نہین جنکا حاصل ہونا عادلون سے میسر ہو سکتا ہو جیسے روایت احادیث بخلاف پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے کہ اوسکی خبر مین انکل کیجاتی ہے اسلئے کہ بعض اوقات ایسی چیزون کا ملنا عادلون سے میسر نہین ہوتا قالہ الشامی وہل لہ ان یشہد مع علمہ بفسقہ قال البزازی نعم لان القاضی ربما یقبلہ اور آیا فاسق مجاز ہے اسکا کہ شہادت دیوے باوجودیکہ اپنا فسق جانتا ہو بزازی نے کہا کہ ہان اسواسطے کہ قاضی کبہی فاسق کی شہادت قبول ہی کرلیتا ہے ہم حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہی اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اُس رات شہادت ادا کرے کہ کہین لوگ صبح کو افطار نکرلین اور یہہ شہادت فرض عین ہی لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اوسپر ادای شہادت واجب ہے اور مستور مین دو روایتین ہین کذا فی المعراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیة الرؤیة اولا علی المذہب اگرچہ عادل مذکور غلام ہو یا عورت یا زنا کی تہمت مین پٹا ہو کر توبہ کرلی ہو کیفیت رؤیت کی بیان کرے یا نکرے بنابر مذہب درست کے ہم برخلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہین کہ واحد عدل کی خبر جب مقبول ہوتی ہی کہ تفسیر کرے اور کہے کہ مین نے شہر کے باہر جنگل مین دیکہا ہی یا کہے کہ شہر مین ابر کے ٹکڑون مین دیکہا ہی اور بدون ایسی تفسیر کے مقبول نہین کذا فی الظہیریہ قالہ الشامی وتقبل شہادة واحد علی آخر کعبد وانثی اور مقبول ہی گواہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہی شہادت غلام اور عورت کی ہم یعنی بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام مین کہ وہ مقبول نہین جبتک ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایکمرد دو عورتین شاہد نہون کذا قالہ الحلبی ولو علی مثلہما اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنی مثل پر ہو ہم اِس تعمیم سے یہہ نکلا کہ ان دونون کی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول ہی اور اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہی اور کہا کہ مین نے نہین دیکہا وتجب علی الجاریة المخدرة ان تخرج فی لیلتہا بلا اذن مولاہا وتشہد کما فی الحافظیة اور واجب ہی لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردون مین آمد رفت نہین رکہتی کہ نکلے اُس رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے جیسا حافظیہ مین ہی ہم اور یہی حکم آزاد عورت کا ہے کہ نکلے بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا نکاح بطریق اولی نکلین قالہ الطحطاوی اور ظاہر یہہ کہ اسکا محل وہ ہی کہ اثبات رؤیت اسپر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہین قالہ الشامی وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشہادة ولفظ اشہد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العباد اور ہلال عید مین غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونیکے ساتہہ نصاب شہادت اموال (یعنی دو مرد یا ایکمرد دو عورتین) شرط ہی اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہونا شرط ہے کیونکہ اسمین نفع بندہ کا متعلق ہے ہم یہہ علت ہی اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر مین نہ صوم مین یعنی چونکہ صوم امر دینی ہے اوسمین یہہ شرطے نہین اور فطر مین نفع دنیاوی ہی پس اور حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزین حقوق مین شرط ہین وہ یہان بہی شرط ہونگی قالہ الشامی لکن لا تشترط الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامة وطلاق الحرة لیکن نہین شرط ہی دعوی جیسا نہین شرط ہی لونڈی کے عتق مین اور حرہ کی طلاق مین ہم لونڈی کی آزادی مین دعوی اسلئے شرط نہین کہ اوسمین حق العبد کے ساتہہ حق اللہ تعالی کا بہی ہے یعنی حفاظت اپنی فرج کی اسیطرح اگرچہ حق عبد ہی لیکن اوسمین بہی حق اللہ تعالی کا ہے یعنی صوم اُس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور صلوة عید کا واجب ہونا اسلئے اسمین بہی دعوی شرط نہین ہوا اور طلاق مین حرہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہی کہ زوجہ مملوکہ مین دعوی شرط ہے اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہی کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدة لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقة اور اگر لوگ ہون ایسے شہر مین کہ اوسمین حاکم نہو یعنی نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکہین ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکہنا فرض ہے ایسا معلوم ہوتا ہی مصنف کی شرح سے ہم مین کہتا ہون کہ ظاہر یہہ ہی کہ گانون والون پر روزہ لازم ہو توپون کی آواز سے یا قندیلون کی روشنی سے اسلئے کہ یہہ ظاہر علامت ہی اور غلبہ ظن کو مفید ہی اور غلبہ ظن حجت ہی عمل کیواسطے جیسا علما نے تصریح کی ہی اور یہہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور شے کیواسطے ہو بعید ہی کیونکہ یہہ امور حسب عادت

لیلۃ الشک مین نہین کہی جاتی مگر ثبوت رمضان کے لیے قالہ الشامی وأفطروا بإخبار عدلین مع العلۃ للضحی ھـ اور افطار کرین دو عدل کے خبر دینے
سے اگر آسمان مین غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے ھم یعنی اسوجہ سے ضرورت ہے کہ کوئی حاکم موجود نہین جسکے سامنے شہادت ادا کیجاوے
اور مع العلۃ متعلق ہے صاموا اور افطروا دونون کے ساتہہ قالہ الشامی ولو رآہ الحاکم وحدہ تخیر فی الصوم بین نصب شاہد وبین أمر الناس
بالصوم بخلاف العید کما فی الجوهرۃ ہ اور اگر اکیلے حاکم نے چاند دیکہا ہو تو روزہ کے چاند مین اسکو یہہ اختیار ہے کہ کوئی شاہد اپنے قول پر مقرر کرے
یا لوگونکو روزہ کا حکم دیوے بخلاف عید کے چاند کے کہ اوسمین ایک آدمی کافی نہین ہے کذا فی الجوہرہ ھم نصب شاہد سے یہہ غرض کہ اپنی شہادت
پر دوسرا شاہد معین کرے تاکہ دوسرا شخص شہادت پر شہادت ادا کرے افادہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت أن ینصب من یشہد عندہ الخ
ہے اور اسکے معنی ظاہرا یہہ ہین کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب مقرر کرے تاکہ اوس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علماء نے خصومت کی بابت
کہا ہے اگر حاکم کو کسیکے ساتہہ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے کہ اوسکے روبرو مقدمہ پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہین اور صحیح
جو یہہ معنی کہے اوسکی دلیل یہہ ہے کہ بعض نسخون درمختار مین نصب نائب ہے بدلہ نصب شاہد کے قالہ الشامی ولا عبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولا علی
المذہب اور نہین اعتبار نجومیون کا اگرچہ عادل ہون بنابر مذہب صحیح ھم یعنی وجوب صوم کے بابمین معراج مین کہا ہے کہ ان لوگونکا قول بالاجماع
معتبر نہین اور خود منجم کو نہین جائز ہے کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر مین ہے کہ منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکہائی دیگا روزہ لازم نہین
اگرچہ منجمین عدول ہون صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی الوہبانیۃ وقول أولی التوقیت لیس بموجب وقیل نعم والبعض إن
کان یکثر ھم وہبانیہ مین کہا ہے کہ قول اوقات ضبط کرنیوالونکا روزہ رکہنے کا موجب نہین اور کہا گیا ہے کہ ہان اور بعض کا قول یہی اگر کثیر ہون
ھم یہہ عبارت یعنی قیل نعم موہم ہے اسکو کہ دوسرا قول یہہ ہے کہ عمل کو موجب ہے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد مین ہے اور وہبانیہ
مین تینون قول نقل کیے ہین پس پہلے قاضی عبد الجبار و صاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہے کہ منجمون کے قول کے اعتبار کرنے مین کچہہ مضائقہ
نہین اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہے کہ وہ انسے پوچہا کرتے تہے اور انکے قول کا اعتبار کرتے بشرطیکہ انکی جماعت متفق ہوتی تہی پہر شرح سرخسی سے نقل کیا کہ یہہ
بعید ہے اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہی ہے اور منجمون کا قول ماخوذ نہین پہر مجد الائمہ ترجمانی سے نقل
کیا کہ اصحاب ابوحنیفہ سوائے شاذ ونادر کے اور شافعیہ سب متفق ہین کہ منجمون کے قول کا اعتماد نہین کذا قالہ الشامی وقیل بلا علۃ
جمع عظیم یقع العلم الشرعی وهو غلبۃ الظن بخبرهم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنی غلبہ ظن
اونکی خبر سے ھم یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہوگی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اوسی
کیطرف متوجہ ہین اور کوئی مانع نہین اور سبکی بینائی درست ہے اگرچہ بعض تیز نظر ہون اوسکی غلطی کی دلیل ہے کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت
مین اسلام اور عدالت شرط نہین جیسا امداد والفتاح مین ہے اور نہ حریت اور نہ دعوی جیسا قہستانی مین ہے مین کہتا ہون جو امداد کیطرف نسبت
کیا ہے سو مین نے اوسمین ملاحظہ کیا وہان نہین پایا اکہ اسلام شرط نہونے مین نظر ہے کیونکہ جمع عظیم سے بیان یہہ مراد نہین ہے کہ حد تواتر کو پہونچے
جس سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے کہ اوسمین اسلام شرط نہو بلکہ مراد یہہ ہے کہ غلبہ ظن کو مفید ہوا اور اوسمین اسلام شرط نہونا اسکے لیے کوئی تصریح
نقل چاہیے قالہ الشامی اور علم شرعی سے مراد اصطلاح اصولیون کی ہے جو موجب عمل کا ہوتا ہے نہ وہ علم جو یقین کے معنون مین ہے اسپر نص کی
ہے منانع اور غایۃ البیان اور بحر مین نقلا عن الفتح اور صدر الشریعہ نے جو علم بمعنی یقین لیا ہے ابن کمال نے اسکو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہہ
خطا ہے صدر الشریعہ سے قالہ الشامی وهو مفوض إلی رأی الإمام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب اور وہ امام کی راے پر مفوض ہے بغیر تعیین
عدد کے بنابر مذہب صحیح کے ھم سراج مین کہا ہے اس جماعت کی تعداد ظاہر الروایۃ مین معین نہین ہے اور ایک روایت مین ابو یوسف سے
پچاس مرد مین اور بعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد مین سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب نے کہا ہے کہ بلخ مین پانسو

اور ان سب میں سے صحیح یہی ہے کہ امام کی رای پر مفوض ہو اگر اپنے دل میں انکی وجہ سے اور صحت سمجھے تو صوم کا حکم دے اور مواہب میں اسکو
صحیح کہا ہے اور شرنبلالی نے اسیکا اتباع کیا ہو اور بحر میں فتح سے نقل کیا ہے کہ حق وہ ہے جو محمد و ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہے کہ
اعتبار خبر متواتر آنیکا ہے ہر طرف سے اور نہر میں کہا ہی کہ یہہ تصحیح سراج کے موافق ہے قالہ الشامی وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ
فی البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہہ ہے کہ اکتفا کیا جاوے دو گواہون پر اور بحر میں اسکو اختیار کیا ہے ہم بحر میں کہا ہی کہ اس
زمانہ میں چاہیے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسواسطے کہ لوگ چاند دیکھنے سے کاہلی کرتے ہیں پس علما نے جو لکھا ہے کہ جم غفیر ہلال کے طالب ہین
یہہ منتفی ہوگیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہے پہر اسکی تائید کی کہ ولوالجیہ اور ظہیریہ ظاہرا دلالت کرتی ہیں کہ ظاہر الروایت
صرف اشتراط عدد ہی نہ جمع عظیم اور عدد تو دو پر بھی صادق آتا ہے اور اسکو صادق رکہا ہی نہر میں اور منح میں قالہ الشامی وصحح
فی الاقضیة الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اقضیہ میں (جو ایک کتاب کا نام ہے)
تصحیح کی ہے کہ ایک شخص کفایت کرتا ہے اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسکو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہو ہم اور فتاوے
صغری میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی قول طحاوی کا ہو اور امام محمد نے اسیکی طرف اشارہ کیا ہو اصل کی کتاب الاستحسان میں مگر خلاصہ
میں کہا ہو کہ ظاہر الروایة یہہ ہے کہ شہر اور خارج شہر میں فرق نہیں ہو کذا فی السراج وغیرہ میں کہتا ہون کہ نہایہ میں کہا ہو کہ مبسوط میں ہے
کہ امام اسکی شہادت جب رد کرے کہ آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان میں ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر
ہو تو ہمارے نزدیک مقبول ہوگی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہے کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور محیط میں اسی پر جزم کیا ہو اور اسکے
مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہے پہر ذکر کیا ہو کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہہ ہو کہ رؤیت مختلف ہوتی ہے باعتبار ہوا کی صفائی و کدورت کے
اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہے شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہے
تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہوا بلکہ ظاہر کے موافق ہوا انتہی سو اس کلام میں تصریح ہے کہ یہہ ظاہر الروایت ہے اور حقیقت میں ایسا ہی ہو کیونکہ
مبسوط بھی کتب ظاہر الروایت سے ہو پس معلوم ہوا کہ دونون روایتیں ظاہر الروایت ہیں کذا فی الشامی وطریق اثبات رمضان والعید ان یدعی وکالة
معلقة بدخوله بقبض دین علی الحاضر فیقر بالدین والوکالة وینکر الدخول فیشهد الشهود برؤیة الهلال فیقضی علیه به فیثبت دخول الشهر ضمنا
لعدم دخوله تحت الحکم اور رمضان اور عید کے اثبات کا طریق یہہ ہو کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنیکی وکالت کا دعوی
کرے جو مشروط ہی رمضان یا عید کے آنے پر پہر یہہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پہر
رویت ہلال پر گواہی دیں پس حکم لگایا جاوے ادائے دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمنا ثابت ہوجاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہیں
ہم یدعی مجہول ہے یا معلوم ہے اور فاعل ضمیر مدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہی یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانی شخص
کے تیرے ذمہ اسقدر دراہم ہیں اور مجکو اوسنے کہدیا ہو کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہی دین کے قبض کرنیکے لئے اور مہینا زیر حکم
داخل نہیں اسکا مطلب یہہ ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر ثبوت بھی واجب ہوسکتا ہو یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات میں سے ہے اور وجوب صوم
سے ثبوت رمضان لازم نہیں آتا اور اسوقت میں فائدہ رمضان کے اثبات کا بطریق مذکور یہہ ہے کہ جماعت عظیم پر موقوف نرہیگا اگر
آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہے بروقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت دو گواہون سے ثابت
ہوسکتی ہے حق عبد ہونیکی جہت سے اور وکالت ثابت نہیں ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہو اور جب دخول ضمنا ثابت ہوا تو روزہ واجب
ہوا قالہ الشامی شهدوا انه شهد عند قاضی مصر کذا شاهدان برؤیة الهلال لیلة کذا وقضی القاضی به ووجد استجماع شرائط الدعوی
قضی ای جاز لهذا القاضی ان یحکم بشهادتهما بعض نسخون مین شهد بلفظ تثنیہ ہو اور جن نسخون مین شهدوا بلفظ جمع ہے اس سے مراد

ما فوق الواحد ہے یعنے اگر دو گواہوں نے گواہی اسبات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدوں نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی
دی اور وہانکے قاضی نے اوسپر حکم لگایا ہی اور شرائط دعوی کی سب پائی گئین تو اُس قاضی کو جائز ہے کہ انکی گواہی پر حکم لگا دے لان قضاء
القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ اسواسطے کہ اون کے قاضی کی قضا حجت ہی اور بیان کے گواہوں نے اوسکی شہادت دی لا لو شہدوا برویۃ غیرہم
لانہ حکایۃ نہ حکم دیوے قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رؤیت پر اسواسطے کہ یہہ حکایت ہی ہم یعنے اونہون نے اپنی رؤیت بیان کی نہ غیر کی رویت
کی شہادت دی صرف غیر کی رؤیت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر مین کہتا ہون کہ ایسا ہی ہے اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اسبات کی کہ اس
شہر کے قاضی نے لوگونکو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہہ فعل قاضی کی حکایت ہی انتہی و حجۃ نہین بخلاف قضاء قاضی کے اور اسیواسطے مجموع شرائط
کی قید لگائی بخلاف استفاضۃ الخبر فی البلدۃ الاخرۃ ہی لمکان یتعرف علی الصحیح من المذہب مجتبی و غیرہ یعنی اگر کسی دوسرے شہر مین بکثرت خبر شائع ہو جاوے تو انکو
لازم ہوگا روزہ رکہنا بنا بر مذہب صحیح کذا فی المجتبی ہم و غیرہ مین ہی کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارا مذہب مین یہہ ہی کہ خبر جب پہیلجاوے
اور متحقق ہو جاوے دوسرے شہر مین تو اونکو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہہ ہین کہ اُس شہر سے جماعات متعدد
آکر بیان کرین وہانکی خبر کہ اونہون نے روزہ رکہا چاند دیکہکر نہ مجرد شیوع بیکلی ہے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہر مین شہرت
پکڑ جاتی ہین اور نہین معلوم ہوتا کہ کسنے شائع کین چنانچہ حدیث مین وارد ہی کہ آخر زمانہ مین شیطان مجمع مین بیٹہکر ایکبات کہیگا اور لوگ اوسکا
مذکور کرینگے اور کہینگے کہ ہم نہین جانتے کسنے کہا ہی اسکو پس اس قسم کی بات لائق سماعت کے بھی نہین چہ جائیکہ اُس سے کوئی حکم ثابت ہو مین
کہتا ہون کہ یہہ خوب کلام ہی اور اسیکی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہی اذا استفاض وتحقق کذا قالہ الشامی وبعد صوم ثلثین بقول عدلین
حل الفطر لکیلا متعلقۃ بصوم وبعد متعلقۃ بحل لوجود نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول سے روزہ رکہا ہو تو بعد تیس دن کے فطار
حلال ہے بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ ب متعلق ہے صوم سے اور لبعد ظرف ہی فعل حل کا ہم یعنی اگر انتیسوین رات کو
ابر ہو تو بالاتفاق صبح کو افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہے ہدایہ اور خلاصہ اور بزازیہ مین اور اسکو بر خلاف
تصحیح کی ہے مجموع النوازل مین اور سید ناصر الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہی دوسری صورت مین بھی بدائع اور سراج
اور جوہرہ سے اور کہا ہی کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے سو بعض مشائخ کا ہے اور فیض مین ہی کہ فتوے
افطار کی حلت پر ہی کذا فی الشامی ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر لا یحل الفطر علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اور اگر روزہ رکہا ہو
ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز ہی اور حال یہ ہی کہ عید کے چاند کے دن ابر ہے تو افطار حلال نہین صحیح مذہب پر برخلاف قول محمد کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہی
ہم حیث یجوز مین حیثیت تقیید ہے یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر مین قبول کرلی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی اونمین سے ہی جو ایک
کی گواہی قبول کر لیتے ہین کذا فی الفتح یعنی شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لینے مین جب آسمان صاف ہو
بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر مین اونچے مکان پر ہو اور سابق مین اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور غم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہی اسکی قید اسواسطے لگائی
کہ محل خلاف ہی جیسا مصنف نے ذکر کیا ہے قالہ الشامی لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ
سے نقل کیا ہی کہ اگر ہلال عید کے نظر آنے کے روز ابر ہو تو بالاتفاق افطار حلال ہے ہم یہہ استدراک ہی اسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف
امام محمد کا اسوقت ہی کہ عید کے چاند کے دن ابر ہو اسطرح کہ ذخیرہ مین اور معراج مین مجتبی سے تصریح ہی کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے
اور خلاف اسصورت مین ہے کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہین حلال اور امام محمد کے نزدیک حلال ہے جیسا
شمس الائمہ نے کہا ہی اور شرنبلالی نے امداد مین تحریر کیا ہی غایۃ البیان مین کہا ہے کہ محمد کے قول کی وجہ کہ وہی قول اصح ہی یہہ ہی کہ افطار
ایک شخص کے قول سے ثابت نہین ہوا ابتداءً بلکہ تبعاً ثابت ہوا ہے اور بہتیری چیزین ضمناً ثابت ہو جاتی ہین اور قصداً نہین ثابت ہوتی اور اسکی

نسے پوچھا تو جواب مین یہہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا واحد کے قول سے نہین یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند مین ایک
آدمی کے قول پر حکم لگایا تو انہیں بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہوگیا قالہ الشامی وفی الزیلعی الاشبہ ان حکم حلال الاشہر الا اور
زیلعی مین ہے کہ مشابہ بحق یہہ ہے کہ اگر ابر ہو تو فطر ہلال ہو اور جو نہو تو نہین وھلال الاضحی وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب
اور بقر عید کا چاند اور باقی نو مہینون کا مانند عید کی ہے یہہ مذہب پر ہے قولہ والاضحی کالفطر یعنے ذوالحجہ شوال کی مانند ہی پس ابر
مین ثابت نہوگا مگر دو مرد وانسے یا ایکمرد دو عورتون سے اور صفائی کیحالت مین زیادتی عدد کی ضرور ہے اور نوادر مین امام صاحب
سے روایت نقل کی ہے کہ وہ مانند رمضان کے ہی اور تحفہ مین اسکی تصحیح کی ہے لیکن روایت اول ظاہر المذہب ہے اور اسکی تصحیح ہدایہ
اور اوسکی شروح اور تبئین مین کی ہے پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اسواسطے ہی کہ وہ مذہب ہی کذا فی البحر اور باقی نو مہینے
کا چاند مثل عید کے چاند کی ہے یعنی انمین مقبول نہوگی مگر گواہی دو مرد ونکی یا ایکمرد دو عورتونکی جو آزاد ہون اور تہمت زنا مین سزا یافتہ
نہون جیسے اور احکام مین کذا فی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد مین ذکر کیا ہی کہ ان مہینون کا حکم صفائی کیحالت مین مانند
رمضان اور عید کی ہے یعنی جماعت عظیم چاہیئے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہی کہ ظاہر یہہ ہے کہ باقی مہینون مین ابر اور غیر ابر مین کچھ فرق
نہین کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہین پائی جاتی یعنی سب لوگونکا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مرد دن نے گواہی دی صفائی
کیصورت مین شعبان کے چاند کی اور شعبان بہ ثبوت شرعی ثابت ہوگیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاویگا اگرچہ رمضان
صفائی کیحالت مین دو شخصونکی گواہی سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ اسصورتمین اوسکا ثبوت ضمنی ہی اور ضمنیات مین بہتیری باتون مین درگذر
ہوتی ہے جو قصدیات مین نہین ہوتی قالہ الشامی ورؤیتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذہب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دن کو
نظر آوسے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا ہر صورتمین صحیح مذہب پر ذکر کیا اوسکو حدادی نے ھ یعنی قبل زوال کے نظر آوی یا بعد
زوال کے اور مذہب کے معنی یہہ کہ قول ابی حنیفہ و محمد کا ہی بدائع مین کہا ہی پس وہ دن رمضان کا نہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف
کہتے ہین کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو نئے شک آیندہ شب کا ہے اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہی اور وہ دن رمضان کا
ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہے کہ طرفین کے نزدیک آیندہ شب کا ہی ہر صورتمین اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسف
کے نزدیک اگر زوال سے بیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہی اور یہہ دن عید کا ہی اسلئے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہین آتا عادۃً
مگر یہہ کہ دو رات کا ہو پس ہلال رمضان مین وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند مین عید کا دن اور طرفین کی نزدیک
اصل یہہ ہی کہ دنکی رویت کا اعتبار نہین اعتبار رویت بعد الغروب کا ہی کیونکہ حضرت نے امر فرمایا صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ پس امر
صوم و افطار کا رویت کے بعد ہی اسصورت مین امام ابو یوسف کا قول مخالف نص کے ہی انتہی ملخصا فتح القدیر مین ہی کہ حدیث شریف
موجب ہے رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور متبادر رویت سے ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہی نزدیک صحابہ اور تابعین و من بعدہم
کے بخلاف ما قبل الزوال کے تیسوین تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہے قالہ الشامی واختلاف المطالع ورؤیتہ نہارا قبل الزوال
وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ اور اختلاف مطالع کا اور دن کو چاند دیکھنا زوال سے
پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہے ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہین اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر عن الخلاصۃ ھ جاننا چاہیئے کہ
نفس اختلاف مطالع مین نزاع نہین ہی یعنی کبھی دو شہرونمین اتنا بعد ہوتا ہے کہ ایک مین ہلال ایک تاریخ نظر آوے دوسری مین
نظر نہ آوے کیونکہ انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف ملکون کے اور یہی حال ہی اختلاف مطالع شمس کا
کہ جب ایک ملک مین صبح ہوگی تو بعض مین سورج نکلیگا اور بعض مین غروب ہوگا اور بعض مین آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے مین خلاف

ہی کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا اعتبار لازم ہے اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہین یا یہہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہین بلکہ جس جگہہ چاند پہلی نظر آوے سبکو اوسی پر عمل کرنا لازم ہے یہانتک کہ اگر مشرق مین جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب مین ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہے کہ بموجب رویت اہل مشرق کے عمل کرین پس بعضے قول اول کے قائل ہوئے ہین اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہو اور شافعیہ کے نزدیک یہی صحیح ہے کیونکہ ہر قوم کو خطاب اللہ اونکے موافق ہی جیسا اوقات صلوۃ مین اور ظاہر الروایت قول ثانی ہے اور وہی ہمارے یہان معتمد ہے اور مالکیون اور حنبلیون کے نزدیک بہی کیونکہ خطاب عام ہی مطلق رویت کے ساتھہ حدیث صوموا لرؤیتہ مین بخلاف اوقات صلوۃ کے قالہ الشامی فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سی جبکہ ثابت ہو مشرق والونکو اون لوگونکی رویت اوس طریق سی کہ عمل کو موجب ہو جیسا سابق مین گذرا ہم یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دین یا حکم قاضی پر شہادت دین یا خبر مستفیض ہو بخلاف اوس صورت کے کہ دو آدمی شہادت دیوین کہ فلانے شہر والون نے دیکہا ہی کیونکہ یہہ حکایت ہی حلبی وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور زیلعی نے کہا کہ مشابہ بحق یہہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہی کہ ظاہر الروایت کے اخذ مین احتیاط زیادہ ہے

فرع مسئلہ لحقہ شارح کا اذا رأوا الھلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراھۃ البزازیۃ جب چاند دیکہین تو مکروہ ہی کہ اوسکی طرف اشارہ کرین کیونکہ عمل جاہلیت کا ہی جیسا سراجیہ مین ہی اور بزازیہ کے باب الکراہیۃ مین ہم تعنے اگرچہ بقصد دکہلانے دوسرے شخص کے ہو جسنے نہین دیکہا ہی اور علت بظاہر دلالت کرتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی +

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

یہہ باب ہے اون چیزون کے بیان مین جو روزہ کی مفسد ہین اور جو مفسد نہین ہم مفسد کی دو قسمین ہین ایک جس سی صرف قضا لازم ہو دوم جس سے قضا اور کفارہ دونو لازم ہون اور غیر مفسد کی بھی دو قسمین ہین ایک وہ جسکا کرنا مباح ہے دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہی الفساد والبطلان فی العبادات سیان فساد اور بطلان عبادات مین برابر ہین ہم اور معاملات مین فرق ہے اگر معاملہ کا اثر کچھ مترتب نہووے تو بطلان ہی اور اگر اثر مترتب ہو پہر اگر شرعاً فسخ مطلوب ہی تو فساد ہی نہین تو صحت ہی حلبی عن البحر بیان اسکا یہہ ہی کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اسپر غیر مترتب ہی تو یہہ بیع باطل ہوئی اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالے کر دیا تو مشتری اوسکا مالک ہو جاتا ہی لیکن اسکا فسخ کرنا دونون کے ذمہ واجب ہی تو یہہ بیع فاسد ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اوسکا مالک صحیح ملک کے ساتھہ ہوگا یہہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع حال کونہ ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدھا علی الصحیح بحر عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہی اسکی جزا لم یفطر آگے آویگی یعنی روزہ نہین ٹوٹتا جب کہاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع کرے بہولکر فرض مین یا نفل مین نیت سی پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن القنیۃ ہم علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھہ متعلق ہی اور اسکی تصحیح تتارخانیہ مین بھی نقل کی ہے اور اوسکی صورت یہہ ہی کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونیکے انتظار مین افطار کی چیزون سی توقف کیا اور بہولکر کچھہ کہا لیا تو بعد بہی نیت روزہ کی کر سکتا ہے اور یہہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف متنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کہالے تو اوسکو ناسی نہین کہتے اور ایسا ہی حکم ہے صوم قضا وکفارہ مین ہاں البتہ نسیان متصور ہو سکتا ہے اداے رمضان مین اور نذر معین مین قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر مگر جبکہ یاد دلایا جاوے پر نہ یاد کرے ہم یعنے جب بہولکر کہاوے پہر کوئی شخص اوسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پہر کہالے تو صوم فاسد ہو جاویگا صحیح روایت مین برخلاف بعض کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات مین مقبول ہی پس اوسپر واجب تہا کہ تامل کرتا اور اوسکی التفات کرتا کذا فی البحر مین کہتا ہون لیکن اوسپر کفارہ نہین یہی مختار ہے جیسا تتارخانیہ مین ہے منقول نصاب سی کذا فی الشامی وذکرہ لو قویا والا لا اور یاد دلاوے روزہ دار کو

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنے روزہ کے اتمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر ضعف کے اور اگر ایسا ہو کہ صوم کی جہت سے ضعف ہو لیکن کھالیوے تو عبادات کو
اچھی طرح ادا کرے تو گنجائش ہے کہ نہ یاد دلاوے کذا فی الفتح م بحر الرائق مین کہا کہ قوی آدمی کو بھولنے کی صورت مین یاد دلانا لازم ہے حتی کہ
نہ یاد دلانا مکروہ ہے ولیس عذرا فی حقوق العباد اھ نسیان حقوق العباد مین عذر نہیں ہے یعنی اگر ودیعت کو بھولکر کہا جاوے تو اوسکا ضمان
لازم ہوگا گو آخرت کا مواخذہ نہیں ہے کذا فی الشامی او دخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ
اور روزہ نہیں ٹوٹتا اگر حلق مین غبار داخل ہو یا مکھی یا دھوان اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سے بچاؤ نا ممکن ہے م اور قیاس مین
فاسد ہو جاتا ہے یعنی مکھی کی صورت مین کیونکہ مفطر پیٹ مین پونہچا اگرچہ غذا نہیں جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فی الہدایہ ومفادہ انہ
لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہ ہے
کہ اگر بقصد دھوان حلق مین پہنچاوے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئی سا دھوان ہو اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہے کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے پس چاہیے
کہ خبردار رہو اس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے م یعنی کسی صورت سے دھوان داخل کیا ہو یہانتک کہ اگر بخور کیا اور بقصد اوسکو سونگھا روزہ
کی یادگاری کیحالت مین تو روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہے اور اس سے اکثر لوگ غافل ہین اور اسکو پھول یا گلاب یا مشک کی
سونگھنے کی مانند سمجھنا نچاہیئے کیونکہ فرق ہے اسمین کہ ہوا خوشبودار ناک مین جاوے اور اسمین کہ خود دھوان اپنے فعل سے جوف مین پہنچاوے اور
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اسکی تصریح کی ہے قالہ الشامی او ادھن
او اکتحل او احتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ یا روزہ نہیں جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ اپنے حلق مین پاوے
م اور ایسا ہی اگر تھوک مین اوسکا رنگ پاوے اصح روایت پر کذا فی المجتبی نہر مین کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق مین ایک اثر ہے جو مسام کی
سمت سے داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو غذا کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی مین پہر اوسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا اور امام نے جو پانی مین داخل
ہونے اور تر کپڑا اوڑھنے کو روزہ مین مکروہ کہا ہے سو وہ بجہت اسکے کہ اس فعل سے عبادت کی بجا آوری مین تنگدلی معلوم ہوتی ہے نہ یہ کہ
موجب افطار کا ہے قالہ الشامی او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجہا مرارا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہوا
یا احتلام ہوا یا انزال ہوگیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر مکرر ہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی المجمع یعنی ان صورتون مین
روزہ نہیں ٹوٹتا او بقی بلل فی فیہ بعد المضمضۃ وابتلعہ مع الریق یا منہ مین تری باقی رہگئی کلی کرنیکے بعد اور اوسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا
م فتح اور ہدایہ مین اسکو مثل دخول غبار و دخان کے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یون چاہیئے کہ پانی منہ
سے گرانیکے بعد تھوکنا شرط ہو کیونکہ پانی تھوک مین طار رہتا ہے البتہ تھوکنے مین مبالغہ شرط نہونا چاہیئے قالہ الشامی کطعم ادویۃ ومص اھلیلج
جیسے مزہ دوائیون کا اور چوسنا ہڑ کا م یعنی دوائیونکے کوٹنے سے اونکا مزہ اگر اپنے حلق مین پاوے تو روزہ نہیں جاتا جیسا محیط مین ہے
اور اہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قالہ ابو عبیدہ والفراء یعنی اگر ہڑ کو چباوے اور تھوک اوسکا حلق مین جاوے لیکن اوسکے اجزاء مین سے کچھ
نجاوے تو روزہ نہیں جاتا کذا فی التتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف شکر جیسی چیز کے کہ اوسکے چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے
او دخل الماء فی اذنہ وان کان بفعلہ علی المختار یا داخل ہو پانی اوسکے کان مین اگرچہ اوسکے فعل سے ہو تو روزہ نہیں جاتا مذہب مختار پر م
ہدایہ اور تبیین مین اسکو اختیار کیا ہے اور محیط مین اسکی تصحیح کی ہے اور ولوالجیہ مین کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ مین یہ تفصیل کی ہے کہ اگر پانی
کان مین چلاگیا تو نہیں جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اوسکے فعل سے جوف مین پہنچا تو اوسمین صلاح بدن
کا اعتبار نہیں ہے اور یہی بزازیہ مین ہے اور فتح اور برہان مین اسکو قوت دی ہے کذا فی الشرنبلالیہ حاصل یہ ہے کہ اگر تیل کان مین ڈالا تو بالاتفاق
روزہ جاتا رہا اور اگر پانی کان مین چلاگیا تو بالاتفاق روزہ نہیں جاتا اور اگر بقصد پانی کان مین ڈالا تو اسمین اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

قال الشامی کما لو حك اذنه بعود ثم اخرجه وعليه درن ثم ادخله ولو مراراً جیسا کہ روزہ نہین جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اوسکو نکال لیا اور اوسپر میل تھا پھر اوسکو کان مین ڈالا اگرچہ چند بار ہو م اس مسئلہ کو شبہ یہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بزازیہ مین ہے کہ اسمین بالاجماع روزہ نہین جاتا اور ظاہر یہہ ہے کہ اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہے ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہے قال الشامی او ابتلع ما بين اسنانه وهو دون الحمصة لانه تبع لريقه ولو قدرها افطر كما سيجئ م یا نکل گیا جو دانتون مین ہے بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نجاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب کے تابع ہے اور بحر مین کہا ہے کہ اتنی چیز قلیل ہے اس سے احتراز غیر ممکن ہے پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کی برابر ہے تو روزہ ٹوٹ جاویگا چنانچہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بين اسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل الى جوفه یا نکلا خون دانتون سے اور چلا گیا حلق مین یعنے جوف تک نہین پونہچا م متن کی اطلاق سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہین جاتا اور وجیز مین اسی کی تصحیح کی ہے جیسا سراج مین ہے اھ اور کہا ہے کہ وجہ یہہ ہے کہ عادۃً اس سے احتراز ناممکن ہے اور چونکہ یہہ قول اکثر کے مخالف تھا اسلئے شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا اسپر کہ جوف مین نہ پونہچے مصنف کی اتباع سے کہ اوسنے اپنی شرح مین لکھا ہے اما اذا وصل فان غلب الدم او تساويا فسد والا لا الا اذا وجد طعمه بزازیہ لیکن جبکہ پونہچے جوف مین پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تھوک دونون برابر ہون تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہین تو نہین فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اسکا مزہ کذا فی البزازیہ واستحسنه المصنف وهو ما عليه الاكثر ونسيج اور اسکو مصنف نے پسند کیا ہے اور یہہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہی ہے جسپر اکثر مشائخ ہین اور قریب ہے کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا م یعنی اگر قول الا ان يجد الطعم نے حلقہ مین اور انتشار ضمائر کا اسجگہہ مخفی نہین ہے قال الشامی او طعن برمح فوصل الى الجوف وان بقي في جوفه یا کوچہ دیا جاوے نیزہ سے پھر پونہچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہین جاتا م اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک جماعت نے کی ہے اور جامع صغیر کی شرح مین کہا ہے کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوے تو اسکو کتاب مین ذکر نہین کیا اور اسمین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ روزہ ٹوٹجاتا ہے جیسا لکڑی دبر مین چڑھانے سے اور بعضون نے کہا ہے کہ نہین ٹوٹتا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اسکی طرف سے کوئی فعل نہین پایا گیا اور نہ اسمین اسکے بدن کی اصلاح ہے انتہی قال الشامی كما لو القي حجر في الجائفة او نفذ السهم من الجانب الاخر جیسے اگر ڈالی جاوے کنکری اوس زخم مین جو جوف تک پونہچا ہوا ہے یعنی غیر شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہین جاتا کیونکہ اسکا فعل کچھہ نہین اور نہ اوسکے بدن کی اصلاح ہے بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اوس سے روزہ جاتا رہیگا یا تیر اس طرف سے دوسری طرف نکل جاوے یعنی اس سے بھی روزہ نہین جاتا ولو بقي النصل في جوفه فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہگئی تو روزہ ٹوٹ گیا م یہہ ایک ہے دو قولون مذکورہ بالا مین کا اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال مین فرق نہین ہے فتح القدیر مین تصریح کی ہے کہ خلاف دونو مین جاری ہے اور روزہ باقی رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہے اور زیلعی نے جزم کیا ہے کہ دونون مین عدم افطار صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح مین اضطراب ہے کہ پہلے مین صحیح قول نقل کیا اور دوسرے مین اوسکا مقابل قال الشامی او ادخل عوداً ونحوه في مقعدته وطرفه خارج وان غيبه فسد یا داخل کردیا لکڑی وغیرہ کو دبر مین اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑہالے تو ٹوٹ جاویگا وكذا لو ابتلع خشبة او خيطاً ولو فيه لقمة مربوطة الا ان ينفصل منها شيء اور روزہ نہین جاتا اگر نگل لے لکڑی یعنی اگر حلق مین غائب ہو جاویگی تو جاتا رہیگا نہین تو نہین یا نگل لے دھاگا اگرچہ اوسمین لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہہ کہ اوسمین سے کچھہ جدا ہو جاوے یعنے پیٹ مین رہجاوے تو روزہ جاتا رہیگا ومفاده ان استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہہ ہے کہ اندر داخل ہونیوالی چیز کا ٹھہرنا پیٹ مین شرط ہے فساد صوم کی کذا فی البدائع م یعنی جب فقہا نے تصریح کردی کہ داخل ہونیوالی چیز مین سے اگر کچھہ جدا ہوگا تو روزہ جاویگا نہین تو نہین اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ مین رہجانا شرط ہے کذا فی الطحطاوی او ادخل اصبعه

الیابسۃ فیہ ای دبرہ او فرجہا ولو مبتلۃ فسد اور روزہ نہین جاتا اگر سوکہی اونگلی دبر مین دی یا عورت نے اپنی فرج مین اور اگر اونگلی تر ہو تو فاسد ہوگا ھ ادخل کی ضمیر شخص صائم کیطرف پہرتی ہے جو شامل ہے مذکر و مونث کو قالہ الشامی ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا اور اگر عورت نے اپنے اندر روئی رکہی اگر غائب ہوگئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج مین نکلی ہوئی رہی تو نہین ٹوٹا ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وھذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما اور اگر استنجاء مین مبالغہ کیا یہانتک کہ پانی حقنہ کی جگہہ تک پونہچگیا تو روزہ فاسد ہوگیا اور یہہ بہت کمتر ہوتا ہے اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہے ھ موضع حقنہ سے مراد وہ جگہہ ہے جہان دوا آلہ کے وسیلہ سے اپنچا مین کی جاتی ہے او نزع المجامع حال کونہ ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر ان کمن لا بعد النزع لانہ کالاحتلام یا جماع کرتا تہا بہولکر پہر نکال لیا یاد آتے ہی یعنے اِس سے روزہ نہین جاتا ایسا ہی روزہ نہین ٹوٹتا اگر قبل الفجر عمداً جماع کیا پہر نکال لیا فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہہ بمنزلہ احتلام کے ہے ولو مکث حتی امنی ولم یتحرک قضی فقط وان حرک نفسہ قضی وکفر اور اگر ٹہرا رہا یہانتک کہ منی خارج ہوگئی اور حرکت نہین کی تو صرف قضا لازم ہے اور اگر اپنی نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور کفارہ دونو لازم ہین ھ حتی امنی فساد کی شرط نہین ہے صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لئے ذکر کیا ہے شارح نے یہان صرف روایت وجوب کفارہ کا ذکر کیا ہے حالانکہ فتح القدیر وغیرہ مین دونو روایتین ذکر کی ہین بدون ترجیح کے اور بدائع مین ہے کہ عدم الفساد اوس صورت مین ہے کہ نکال لے بعد یاد آنے کے یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اسی حالت پر باقی رہا تو اوسپر قضا ہے کفارہ نہین ظاہر الروایت مین اور روایت ہے امام ابو یوسف سے کہ کفارہ صرف طلوع فجر مین واجب ہے نہ یاد آنیکی صورت مین اسواسطے کہ ابتداء جماع قصداً تھی اور جماع ابتداءً وانتہاءً ایک ہی ہے تو جماع بالقصد سے کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہہ ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے روزہ کے توڑنے سے اور توڑنا ہوتا ہے بعد وجود کے اور اسکا جماع مین مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہے پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسلئے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ عدم وجوب کفارہ یاد آنیکی صورت مین متفق علیہ ہے کیونکہ ابتداء جماع اسصورت مین عمداً نہ تھی اور جماع فعل واحد ہے پس اسوجہ سے شبہہ آگیا اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ اوسمین شبہہ ہے خلاف امام مالک کا یعنی اونکے نزدیک بہولکر کہانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے اب اگر قصداً جماع کریگا تو انکے نزدیک کفارہ نہین غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر مین ہے نہ یاد آنے کیصورت مین اور ظاہر الروایت کیوجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفس اور غیر تحریک مین کچھہ فرق نہین ہے قالہ الشامی کالو نزع ثم اولج حیث یجب الکفارۃ واجب ہے اگر نکال لیا پہر داخل کیا ھ یعنی دونو مسئلو نمین کیونکہ خلاصہ مین ہے اگر یاد آنے پر نکال لیا پہر عود کیا تو کفارہ واجب ہے اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ تذکر مین چاہیئے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم ہوچکا کہ اوسمین شبہہ خلاف امام مالک کا ہے اور شاید یہہ دوسری قول پر مبنی ہو جسمین اعتبار اسکا نہین ہے او رمی اللقمۃ من فیہ عند ذکرہ او طلوع الفجر ولو ابتلعہا ان قبل اخراجہا کفر وبعدہ لا یا پہینکدے لقمہ اپنے مُنہہ مین سے روزہ یاد آتے ہی یا فجر ہوتے ہی یعنی روزہ نہین جاتا اور اگر نگل لیا اسطرح کہ مُنہہ مین سے نہین نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہے اور اگر مُنہہ سے نکال کر اوگلی ہوئے کو کہا گیا تو کفارہ لازم نہین ھ کیونکہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور یہی اصح ہے جیسا شرح وہبانیہ مین محیط سے منقول ہے قالہ الشامی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسُرّۃ وفخذ یا جماع کیا غیر فرج مین یعنی قُبل اور دُبر کے سوا دوسری جگہہ مین مثل ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نجائیگا ھ یہان مراد فرج سے قبل اور دبر دونو ہین اسواسطے کہ فرج اگرچہ دبر کو شامل نہین لغۃ لیکن باعتبار حکم کے شامل ہے کیونکہ مغرب مین

کہا ہی کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہی باتفاق اہل لغت کے پہر کہا ہی کہ قبل اور دبر دونو فرج ہین حکم مین قالہ الشامی
وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا ہی منی نکالنا ہاتہہ سی غیر مفسد ہی اگرچہ مکروہ تحریمی ہے
بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے ہم یہہ حکم اسصورتمین ہے کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا لازم ہوگی جیسا مفطرات مین صریح
آویگی اور یہی مختار ہے مگر شارح کے کلام سی متبادر انزال ہی ہے بقرینہ مابعد کے پس یہہ مبنی ہے غیر مختار پر قالہ الشامی ولو
خاف الزنی یرجی ان لا وبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سی منی ہاتہہ سی نکالی ہو تو توقع ہے خدا سی کہ اس فعل کا اوسپر کچہہ وبال نہو
ہم سراج مین ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دلکو احاطہ کر رہی تہے اور یہہ شخص بینکاح ہے نہ بیبی ہی
نہ باندی ہی ہے لیکن اوسکو اوس تک پونہچنے کی قدرت نہین تو ابو اللیث نے کہا ہی کہ مین توقع رکہتا ہون کہ اوسپر وبال نہو لیکن
جس صورتمین کہ مزہ لینے کے لئی کریگا تو گنہگار ہوگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص
کسی چوپایہ مین داخل کیا یا انسان مردہ مین بغیر انزال کے یعنی اس سی صوم نہین جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس
فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشاب گاہ کو ہاتہہ لگایا یا اوسکا مونہہ چوم لیا پہر انزال ہوا ہم یعنی باوجود انزال کے اس
صورتمین روزہ نہین جاتا تو بغیر انزال بطریق اولے نجاویگا اور بحر اور زیلعی وغیرہ مین اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہین جاتا اس
صورتمین اگرچہ انزال بہی ہوجاوی قالہ الشامی او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا اپنے
عضو کے سوراخ مین پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پونہچ جاوی صحیح مذہب پر ہم یعنی اس سی بہی روزہ نہین جاتا یہہ قول ہی ابو حنیفہ کا
اور محمد بہی اونکے ساتہہ ہین اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور اختلاف مبنی ہی اسبات پر
کہ مثانہ اور جوف مین منفذ ہے یا نہین اور ظاہر یہہ ہی کہ اسمین منفذ نہین اور پیشاب اوسمین براہ مسامات مثل عرق کے جمع ہوجاتا ہے
اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہین زیلعی اس سی معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی مین رہجاوی تو بالاتفاق روزہ فاسد نہوگا قالہ الشامی
واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ مین ڈالنا روزہ کا مفسد ہی بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کی ہی
او اصبح جنبا وان بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت مین صبح ہوگئی اگرچہ تمام روز جنب رہا یا غیبت کی تب بہی روزہ
نہین جاتا او دخل انفہ مخاط فاستشمہ فادخلہ حلقہ ان نزل لرأس انفہ یا داخل ہوا اوسکی ناک مین یعنی مغز سے اوتر آیا رینٹ پہر اوپر
کو کہینچ لیا پس حلق مین چلا گیا اگرچہ ناک کی پہننگ تک آجاوی ہم یعنی ان سب سی روزہ فاسد نہین ہوتا کالو ترطب شفتاہ بالبزاق
عند الکلام ونحوہ فابتلعہ او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستنشقہ جیسا اگر تر ہوجاوین ہونٹہہ تہوک سی بات کرنے وغیرہ مین پہر
اوسکو نگلجاوی یا پونہچ جاوی لعاب اوسکا ٹہوڑی تک مثل دہاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پہر اوسکو سانس سے چڑہا لیوی ہم بعض نسخ مین
فاستشقہ ہی استنشاق سے اور وہ مناسب نہین کیونکہ استنشاق ناک سی ہوتا ہے ولو عمدا خلافا للشافعی والقادر علی طرح النخامۃ
فینبغی الاحتیاط اگرچہ اوپر چڑہالینا یا کہینچ لینا رینٹ اور تہوک کا بالقصد ہو یعنی ان سی روزہ نہین جاتا برخلاف امام شافعی کی اوسمین
جو قدرت رکہتا ہی کہنکار کے پہینک دینے پر یعنے باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو اونکے نزدیک روزہ فاسد ہوجاویگا پس احتیاط
چاہیئے ہم کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہی اور یہہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہی اور اس سی معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نگلجاوے
بعد اسکے کہ کہنکارنے کے باعث حلق سی منہ مین آگیا ہی تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہین ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان
کرہ یا چکہی کوئی چیز منہ سے اگرچہ چکہنا مکروہ ہی یعنی حلق مین نجاوی لم یفطر جواب لشرط نہین ٹوٹتا روزہ ان صورتون مذکورہ مین شارح نے کہا کہ لم یفطر
جواب ہی شرط کا جو شروع باب مین مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو قبل الخ ... مرارا وان ... فیہ مقتضی البزازیۃ اور یہی حکم ہی اگر

اگر دھاگا بانٹا تھوک مین تر کرکے چند بار اگرچہ اوسمین تھوک کی گرہ باقی رہگئی ہو ھم یعنی جب تاگا بانٹنے کا ارادہ کرے اور تھوک مین اوسکو
بھگو دیوے پہر اوسکو منہ مین چند بار ڈالے اگرچہ کچھہ تھوک مجتمع تاگے مین لگا رہجاوے تو روزہ بچا ویگا اور زندویسی کے نظم مین ہے
کہ روزہ جاتا رہتا ہے کذا فی القنیہ قالہ الشامی اِلّا اَن یکونَ مصبوغاً وظہر لونہ فی ریقہ ابتلعہٗ اگر مگر جبکہ ہو تاگا رنگین اور
اوسکا رنگ تھوک مین ظاہر ہو پہر اوسکو نگلجاوے اور روزہ یاد ہو تو اِسصورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا ونظمہ ابن الشحنۃ فقال ع مگر
بل الخیط بالریق فانّہ لا باِدخالہٖ فی فیہ لا ینتقض اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا کہ بار بار تاگا بھگونیوالا تھوک مین بانٹتے ہوئے
نہین نقصان اوٹھاتا ہے تاگا منہ مین داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد نہین ہوتا ھم مگر مبتدا مضاف ہے اور بالریق متعلق بل کے اور بادخالہ
متعلق خبر کے ہے ع وعن بعضہم اَن یبلع الریق بعد ذا یغیّر کصبغ لونہ فیہ یظہر اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر تھوک نگلجاوے بعد
تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہے جیسا رنگ کہ اوسکی رنگت تھوک مین ظاہر ہو ھم یعنی جیسا نگلنا رنگ کا روزہ توڑتا ہے اور ایسا
خلاف نہین ہے اور لونہ کی ضمیر صبغ کیطرف پہرتی ہے اور فیہ کی ضمیر ریق کیطرف اور یہہ متعلق ہے یظہر کے کذا فی الطحطاوی وان افطر خطأً
کان تمضمض فسبقہ الماء اوشرب نائماً اوتسحّر اوجامع علی ظنّ عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا سے جیسے کلی کی اور منہ مین پانی چلا گیا
یا پیلیا سوتے مین یا سحر کہائی یا جماع کیا اِس گمان پر کہ صبح نہین ہوئی ھم اَن افطر الخ شرط ہے اسکی جزا آگے مذکور ہوگی یعنی قضی فقط
اور یہان سے شروع ہے قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنیکے یہہ معنی کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے
روزہ ٹوٹجاوے لیکن قصد روزہ توڑنیکا نہو کذا فی النہر عن الفتح حاصل یہہ کہ اگر کلی کرتے ہوئے پانی حلق مین چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہے
تو جاتا رہا نہین تو نہین جاتا اور سوتے کو مخطی ٹہرانے مین یہہ کلام ہے کہ نائم کا فعل قصداً نہین ہان نہر مین البتہ تصریح کی ہے کہ مکرہ اور
نائم مخطی کی مانند ہین بہولنے والیکے حکم مین نہین کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہین اور بسم اللہ بہولنے والیکا ذبیحہ حلال ہے کذا فی البحر
عن الخانیہ رحمتی نے کہا کہ اسکے معنی یہہ ہین کہ نسیان عذر سمجہا گیا بسم اللہ نکرنے مین بخلاف نوم اور جنون کے سو اسیطرح مفطرات مین
نسیان عذر ہوا کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہے اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حالِ نوم مین یا جنون مین نادر الوقوع ہے اسلئے نسیان کے
ساتھہ ملحق نہوا قالہ الشامی او اوجر مکرہاً یا اوسکے حلق مین کوئی چیز ڈالیجاوے بزور ھم حلق مین ڈالنا شرط نہین ہے بلکہ اگر کہالیا یا پیلیا
زبردستی سے تب بہی روزہ فاسد ہوجاویگا پس لفظ اوجر اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہے تاکہ شامل ہو صور مذکورہ کو اور شامل ہو اوس
اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قالہ الشامی او نائماً یا حلق مین ڈالی جاوے کوئی چیز سونے کیحالت مین یعنی تب بہی قضا لازم ہوگی
واما حدیث رفع الخطأ فللاثم او رفع الاثم اور وہ حدیث جسمین خطا کے رفع کا ذکر ہے پس اوس سے مراد رفع گناہ کا ہے ھم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رُفِعَ عَن اُمّتی الخطاءُ والنسیانُ وما استُکرِہوا علیہ امام شافعی اِس حدیث سے استدلال کرتے ہین
کہ مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہے کیونکہ وے بمانند بہولنے والیکے مرفوع القلم ہین اسکی جواب کی تقریر یہہ ہے کہ حکم یہان سے تصحیح کلام
کے لئے مقدر ہے تو اقتضاءً ثابت ہے اور مقتضی کے لئے عموم نہین ہوتا یعنے جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم اخروی ہے تو دوسری معنون کا
ارادہ یعنی حکم دنیاوی کا کہ فساد صوم ہے درست نہین اور بہولنے والیکا روزہ جو سلامت رہتا ہے تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہے
کہ آپ نے فرمایا جو شخص بہولجاوے اور روزہ سے ہو پہر کہالے یا پی لے تو چاہیئے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اوسکو کہلا
پلا دیا ورنہ قیاس اوسمین بہی یہی چاہتا تہا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول مین ہے وفی التحریر المؤاخذۃ بالخطأ
جائزۃ عندنا خلافاً للمعتزلۃ اور تحریر مین ہے کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہے یعنی عقلاً کما فی شرح التحریر برخلاف معتزلہ کے
او اکل او جامع ناسیاً او احتلم او انزل بنظرٍ او ذرعہ القیٔ فظنّ انّہ افطر فاکل عمداً للشبہۃ یا کہایا یا جماع کیا بہولکر یا احتلام ہوگیا

یا انزال ہو گیا نظر سے یا قی آگئی اور ان صور مذکورہ مین اوسنے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پہر جانکر کہا لیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ
کفارہ شبہہ کے جہت سے ہم یعنی کفارہ اسجہت سے لازم نہین ہوا کہ گمان اشتباہ کیصورت مین ہوا اسلئے کہ کہانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہے
کہانے پینے جماع کرنے تعمدی کے تو جیسے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اوسنے جماع سہو کو اوسی پر گمان کرلیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہے
کیونکہ امام مالک کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہے بہولکر کہانے سے اور سے آنا مشابہ ہے قصداً نے کرنیکو اور البساینچا حتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہے شہوت
سے پس قضاء شہوت عمدا کے مشابہ ہے اور اگر وہ جانتا ہے کہ ان امور سے روزہ نہین گیا پہر کہا لیا تو بے شک کفارہ بہی لازم آویگا کیونکہ نہ شبہہ اختلاف
کا ہے نہ اشتباہ کا کذا فی الشامی ولو جامع عامدا فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسئلۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی المذہب لشبہۃ خلاف مالک
خلافاً لہما کما فی المجمع وشروحہ فقیدالظن انما ہو لبیان الاتفاق اور اگر جانتا ہے کہ روزہ نہین ٹوٹا تو اوسکو کفارہ لازم ہے مگر متن کے مسئلہ
مین یعنے جب بہولکر کہا وے یا جماع کرے پہر جانے کہ روزہ ٹوٹ گیا پہر کہالے قصداً کیونکہ اسمین کفارہ نہین ہر صورتمین صحیح مذہب پر یعنی افطار
کا علم ہو یا نہو بخلاف قول صاحبین کے کہ اونکے نزدیک متن کے مسئلہ مین بھی کفارہ لازم ہے جب جانتا ہے کہ روزہ نہین ٹوٹا جیسا مجمع اور اوسکی
شروح مین ہے پس ظن کی قید واسطے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہے نہ واسطے احتراز مسئلہ علم کے او احتقن او استعط فی انفہ شیئا او اقطر فی
اذنہ دہنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑہالی یا ٹپکایا کان مین تیل او داوی جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ
جائفہ اُس زخم کو کہتے ہین جو جوف تک پونچے یا پار ہو جاوے اور آمہ اوس زخم کو کہتے ہین جو ام الدماغ یعنی دماغ کی جہلی تک پونہچ جاوے
ہڈی توڑ تک یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پہر پہنچی دوا حقیقت مین جوف تک جائفہ مین اور دماغ تک آمہ مین ہم بحر مین کہا ہے کہ تحقیق یہہ ہے کہ
درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہے پس جو چیز سر مین پونہچی ہو وہ پیٹ تک پونہچ جاتی ہے اور حقیقت مین دوا پونہچنے سے اشارہ
ہے اسبات کی طرف کہ جو ظاہر الروایت مین واقع ہوا ہے کہ فساد دواء تر کے ساتھہ مقید ہے یہہ عادت پر مبنی ہے کہ دواء تر پونہچ جاتی ہے نہ خشک
ورنہ فی الحقیقت وصول معتبر ہے یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پونہچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دواء تر نہین پونہچی تو فاسد نہوگا
اور خلاف اُس صورتمین ہے کہ معلوم نہو یقیناً تو ترکیصورت مین فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظراً للعادۃ اور صاحبین کے نزدیک نہین کذا افادہ
فی الفتح قالہ الشامی او ابتلع حصاۃ ونحوہا مما لا یأکلہ الانسان او یعافہ او یستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہین
کہاتا ہے یا مکروہ جانتا ہے یا نفرت کرتا ہے ہم کنکر وغیرہ کے کہا لینے مین قضا واجب ہے کیونکہ صورۃً افطار موجود ہے اور کفارہ لازم نہین آتا
کیونکہ معنیً افطار نہین پایا گیا یعنے جوف مین پہنچنا ایسی چیز کا جسمین نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلئے کفارہ منتفی ہوا قالہ الشامی عن النہر
ونظمہ ابن الشحنۃ فقال وہ ومستقذر من غیر ماکول اصلہ فتکفیرہ بالمنع فیہ قد امنعا ہے اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا جو شئے کہ طبیعت اوس
نفرت کرتی ہے اور غیر ماکول ہے نوع انسانی کا تو اوسکو کہانے مین کفارہ لغو اور متروک ہے او لم ینو فی رمضان کلہ صوماً ولا فطراً مع الامساک لشبہۃ
خلاف زفر یا نیت نکی تمام رمضان مین نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک کے کیونکہ اسمین خلاف زفر کا ہے ہم یعنی صرف قضا لازم ہے کفارہ لازم آتا
نہین کہ امام زفر کا اختلاف ہے کہ انکے نزدیک وہ صائم ہے کیونکہ اونکے نزدیک صحت واقامت وامساک چاہیئے گو نیت نہو اور تعلیل مین اولی
یہہ ہے کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آتا اور تمسک شبہہ کے ساتھہ تو اصل کی تحقق کے بعد
ہوتا ہے جیسا مسئلہ آئندہ مین ہے قالہ الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمداً او لو بعد النیۃ قبل الزوال لشبہۃ خلاف الشافعی یا صبح کی اسحال مین
کہ نیت صوم کی نہین کی تہی پہر جانکر کہا لیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کہایا ہو تو قضا لازم ہے نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی کے
ہم کیونکہ صوم اونکے نزدیک نہین صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہین صحیح ہے تو اونکے نزدیک روزہ ہی نہین جسکے توڑنے سے کفارہ لازم
آوے قالہ الحلبی ومفادہ ان الصوم بمطلق النیۃ کذلک اور اس سے یہہ مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھہ بھی یہی ہے اھ

[illegible]

شہادۃ الاثبات [illegible]

[illegible]

[illegible]

اتصف ہوا اگر منہ سے نکالا پھر اوسکو کھالیا تو روزہ ٹوٹ جائیگا یعنی کے ہمارا ہے اوسپر کفارہ لازم ہونا افعال کے ادا سکی ... کیونکہ
بعض میں ہر ایک کا منع کیا ہے نہیں سمجھکر عقل کم ہو جاتی ہے تو قول ثانی کے بموجب کفارہ ہوگا لیکن طبیعت اوسکی طرف میل کرتی ہے
کی خواہش منع ہوتی ہے تو کفارہ واجب ہوگا ہو جب قول اول کے اور نہر میں کہا ہے کہ یہی تحقیق ہے اسلیے جو اسیا ہو کہ اس تقدیر پر
کا قول ہو گا ... ہو جائیگا اور غیرہ منقول ہو مختصرات نے ذکر کیا ہے کہ نطق مجھے معنی ہیں حروف ہیں ہو نہیں ایسی چیز کہ جسمیں صلاح ہو
کی بحث ... یا دو ایسے بھی ... ہوگا کیونکہ یہہ قول مقابل ہو اصل قول کی کہ اور محل خلاف کی تحقیق میں بھی مناسب ہے انتہی میں کہتا ہوں کہ
... کے معلوم ہوتی اختلاف نہیں ہے بلکہ نفس کے مضمون میں لیکن ... جو محققین سے نقل کیا ہو اور یہ ہے
یہہ لازم نہیں آتا کہ ... میں اختلاف نہ ہو لیکن ... ہے کہ ... کے معنی میں اختلاف ہو ... ذکر کیا ہے کہ
کفارہ واجب نہیں ہو مگر جس میں ... کہ افطار صورۃً و معنیً ہو پس اکل میں افطار صورۃ ہو و ہی یعنی نکلنا ... یہہ کہ اس سے
... کی اصلاح ہو ... یا غذا ... یہہ نکلتا ہو کہ کفارہ واجب نہوگا ... کیونکہ صرف صورت اکل کی ہو اور
... جیسا کہ ... اکل معنوی ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ... کیا ہو اور ... ذکر کیا ہو کہ کفارہ واجب ہوتا ہے
اس چیز کے ... جس سے مقصد تغذی کا یا دوا ... ہو ... کے بموجب کفارہ واجب نہوگا اگر
... ثابت ... کیونکہ اکل صورۃ ہو معنی نہیں ... ایسی اشیاء کو ... عادت نہیں تو ... کنکری
... کھانا ... ہو گا کیونکہ اوس سے مقصود تغذی یا ... نہیں ہو ... اچھا ہو
... اگر ... تو کفارہ واجب ہو ... صرف قضا لازم ہو اور ... اگر ... کسی ... نکلا پھر ... لیا کسی ... ہو
... اسکو طبیعت مکروہ جانتی ہو اور اگر کسی ... کا لعاب ہو تو کفارہ واجب ... کیونکہ طبیعت ... کرتی ہو اور
سے ظاہر ہوا کہ ... جس میں صلاح ... ہو ... کہ ... تغذی ... یا ...
... الکل لفظ ... کے ساتھ متعلق ... اکل ... جماع ... ہو ... اور ... کی ...
... کہ ... کیا ... اور ... کے ... قصد افطار کا ہو ... انتہی ... لیکن ...
تعمدا جس کو ... اذا تعمد ای فعل الاکل ... بلا ... الا ... فیہ
... کہ جیسے ... افطار کا گمان نہیں ہوتا جیسا ... کا ... جماع ...
... کہ ... شارح نے ... فعل ... اشارہ کیا کہ یہہ حکم ... کا نہیں ہوا اور ... افراز ...
... گمان ... افطار کا ... مثلاً ... تو کفارہ لازم نہیں شبہہ کی
... گمان کیا کہ حجامت وغیرہ ... ٹوٹ گیا پھر ... کہا ...
... کفارہ ... کفارہ کا بیان ...
... جیسا ... ابو یوسف کہتے ہیں کہ ... اور ابو حنیفہ ... کفارہ
... گمان ... کفارہ ...
... اگر کسی مفتی ... فتوی ... یا حدیث ... اور
... ہو تو کفارہ نہیں ... کا ... کہا ...
... مفتی ... فتوی ... کیونکہ ... شبہہ ہوگا اور

اونکو غیر کے فتوی کا اعتبار نہیں اور اسی سے معلوم ہوا کہ مقتدا جسنے بہ جہل کہا ہے پس اسکے لیے سائل کا اعتقاد کافی نہیں اور حدیث سے مراد یہہ حدیث ہے کہ پچھنے لگانے والا اور جسنے لگوائی دونو کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنے سے اگر کوئی شخص پچھنے کے بعد کہا لیگا تو کفارہ واجب نہیں اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول اقوی ہے مفتی کے قول سے پس اسمین شبہہ کی جہت سے کفارہ ساقط ہونا واجب ہے لیکن امام ابو یوسف اسکے خلاف کہتے ہیں اونکا قول یہہ ہے کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت پر نہیں پہنچ سکتا ہے تو کفارہ ساقط ہونے میں حدیث کا سننا اوسکو کافی نہیں اور حدیث مذکور کی تاویل یہہ ہے کہ وہ منسوخ ہے یا وہ جنکی شان میں حدیث وارد ہوئی وہ غیبت کرتے تہے پس مراد یہہ ہے کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمداً پچھنے کے کہا لیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلیے کہ شبہہ نرہا کذا فی الشامی ملتقطاً وان اخطأ المفتی ولم یثبت الاثر اگرچہ اس فتوی میں مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب میں اثر ثابت نہیں ہے م مراد یہہ ہے کہ سوا حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ یہہ تو صحیح اور ثابت ہے قال الشامی الا اذا ادهن یہہ استثنا ہے م یعنی اگر تیل لگایا پھر کہا لیا تو کفارہ ہے کیونکہ اسنے عمداً یہہ کام کیا بدون کسی دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہان کارآمد نہیں کیونکہ یہہ صورت شبہہ نہیں ہے ایسے اشخاص میں جنکو دخل فقہ میں ہے اسیطرح کمال نے نقل کیا ہے بدائع سے لیکن اسکی مخالف ہے جو خانیہ میں ہے کہ جو شخص سر پر تیل ملے یا تیل لگاوے مونچھون کو پھر کہا لیوے قصداً تو اوسپر کفارہ ہے مگر اوس صورت میں کہ جاہل ہو اور کسی نے اوسکو افطار کا فتوی دیا ہو اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح یہہ ہے کہ استثنا نچاہیے پس شارح کو اوسی پر تہا کہ استثنا ترک کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبة عند العامة من حلوانی اور یہی حال غیبت کا ہے کہ اگر غیبت کرنیکے بعد بقصد روزہ توڑدے تو اسمین بھی کفارہ لازم ہے اکثر علماء کے نزدیک کذا فی الدر المختار م کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہے اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے کی بالاجماع تاویل کی گئی ہے یعنی مراد یہہ ہے کہ ثواب جاتا رہتا ہے بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علماء نے اوسکے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہے جیسے امام احمد اور اوزاعی کذا فی الامداد اور علماء ظاہریہ کا خلاف غیبت میں معتبر نہیں کیونکہ یہہ خلاف حادث ہوا ہے بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کر چکے تہے کذا فی الفتح لکن جعلها فی الملتقی کالحجامة وجزم شارحه بالشبهة لیکن غیبت کو ملتقی میں حجامت کی مانند کہا ہے اور اسکو بحر میں ترجیح دیا ہے شبہہ کی جہت سے م تمکو معلوم ہو چکا کہ یہہ مخالف اجماع کے ہے اس سے شبہہ نہیں ہوتا اگرچہ اوسپر جسپر اکثر مشایخ ہیں واللہ اعلم قالہ الشامی

وکفارته ککفارة المظاهر الثابتة بالکتاب واما هذه فبالسنة کفارہ روزہ کا دور مثل کفارہ ظہار کے ہے لیکن کفارہ ظہار کتاب اللہ سے ثابت ہے اور کفارہ روزہ کا سنت سے م یعنی اوسکی مثل ہے ترتیب میں پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نپاوے تو دو مہینے کے پے درپے روزے رکھے اور اگر اسکی بھی طاقت نہو تو ساٹھ مسکینونکو کہانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ میں مذکور ہے پس اگر بیچ روزہ رکھنے میں افطار کرے اگرچہ عذر سے ہو تو از سر نو رکھے مگر حیض کے عذر سے از سر نو نرکھے اور کفارہ قتل میں بھی تتابع شرط ہے اور ایسا ہی ہے کفارہ کہ اوسمین عتق مقدم ہے کذا فی النہر اور وجوب کفارہ میں حر و عورت میں غلام آزاد و … بادشاہ وغیرہ … نہیں قال الشامی من حیث تشبیهها بها اور اسی حیثیت سے کفارہ صوم کو کفارہ ظہار کے ساتھ تشبیہ دی ہے م یعنی چونکہ کفارہ ظہار ثابت بالکتاب ہے تو اعلے درجہ کا ہے کفارہ صوم سے کہ ثابت بالسنة ہے … کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہہ مقتضی ہے کہ اسکی … ظہار کا منکر کافر ہوا اور کفارہ صوم کا منکر کافر نہو تنبیہ تشبیہ میں اشارہ ہے کہ روزہ … کفارہ کی مثل ہو … نہیں اسواسطے کہ جماع … کفارہ میں تتابع کو قطع کرتا ہے کفارہ ظہار میں مطلقاً عمداً ہو یا سہواً دن کو ہو یا رات کو بخلاف کفارہ صوم و قتل کے کیونکہ جماع تتابع کو ان دونو میں نہیں قطع کرتا مگر جو افطار … بعد … عذر سے مراد …

جاتی رہی ہو کہ اگلے تابع کرے اور اسی قطع نہیں کرتی رات کو قصداً یا دن کو لیا یا بخلاف کفارہ ظہار کے قال الشامی فلو لنا یکفی ان ینوی
لیلاً ولکن ینوی نہاراً لعدم صحتہ الکفارۃ بتبعیض بکفارہ اسیصورت میں لازم ہو کہ روزہ کفارہ رات سے نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت
میں شافعی کا خلاف ہو پس شبہہ سے کفارہ لازم نہوگا اور اسپر کسیکی طرف سے اکراہ نہو اور نہ مسافر ہو بعد عمداً افطار کرنیکے کوئی عذر سماوی
کہ کفارہ کو ساقط کرے جیسا مرض جسمیں افطار مباح ہو یا حیض کہ عذر ہو جائے اور اگر ایسے عذر میں بھی کفارہ لازم نہ آویگا ولو اخرجے
مالو حرض منفسہ او مسوفر بہ مکرھا فالمعتمد ان لا یسقط اور اختلاف کیا ہے اس صورت میں کہ بیمار ہو جاوے اپنے آپ کو زخم لگا کر یا زبردستی کوئی
اوسکو سفر میں لیجاوے اور صحت یہہ ہے کہ کفارہ لازم ہو ہم سفر کو اکراہ کے ساتھہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر اپنی خوشی سفر کریگا تو بالاتفاق
کفارہ ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر افطار کرے بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ واجب نہیں کذا فے النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اوسی حرام
ہے اگر سفر کرنے کے بعد کیا جیسا آگے مذکور ہوگا قال الشامی وفی المعتادۃ حیث قال فی الملتقی والعبد لو افطر واجب العیدان المعتمد تقع
اور اختلاف ہو اسمیں جسکو عادت مقررہ ہو تپ کی یا حیض کی یا یقین کرتا ہو دشمن کے مقابلہ کا اگر افطار کیا اور عذر مقرری نہ پایا گیا اور معتمد
یہہ ہو کہ کفارہ ساقط ہو ہم اسکی تصحیح کی ہو بزازیہ میں اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہو
لیکن یہہ خلاف ہو بحر کے کہ اوسمیں کہا ہو کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال پر کہ اوسکی حیض کا دن ہو اور اوسکو حیض نہ آیا تو اظہر یہہ ہے
کہ کفارہ واجب ہو جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہہ یوم المرض ہے اور صحیح یہہ ہو کہ کفارہ واجب ہو جیسا تاتارخانیہ میں منصوص ہو اور
اسیطرح سراج اور فیض میں وجوب کا جزم کیا ہو دونو مسئلوں میں اور حاصل یہہ ہے کہ تپ اور مرض کی عادت والو نمیں تصحیح کا اختلاف ہو اور جو قتال
دشمن کا یقین رکھتا ہو اوسپر سے سقوط کفارہ میں میں نے کسیکا خلاف نہیں دیکھا اور فرق یہہ ہو کہ قتال دشمن کے لئے تقدیم افطار کیطرف
احتیاج ہوتی ہے تاکہ قوت ہو بخلاف مریض کے جامع الفصولین میں یہ فرق لکھا ہو قال الشامی ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ
واحد ولو فی رمضانین عند محمد علیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبی وغیرہما اور اگر اوسنے مکرر روزہ توڑا اور پہلے کا کفارہ ادا نہیں
کیا تو اوسکو ایک ہی کفارہ بس ہے گو دو رمضانو نمیں کے روزے ہوں امام محمد کے نزدیک اور اسی پر اعتماد ہو کذا فی بزازیہ ومجتبی وغیرہما
ہم بحر میں اسکو اسرار سے نقل کیا ہو اور جوہرہ سے نقل کیا ہو کہ اگر دو رمضانو نمیں کے ہوں تو دو کفارہ لازم ہیں اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا
نکیا ہو ظاہر الروایت میں اور یہی صحیح ہے میں کہتا ہوں کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسری کی تقویت اسجہت سے ہو کہ ظاہر الروایۃ ہو قال الشامی
واختار بعضہم للفتوی ان الفطر بغیر الجماع تداخل والا لا اور بعضو نے فتوی کے لئے یہہ اختیار کیا ہو کہ اگر افطار کہانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل
ہوگا یعنی ایک ہی ہوگا اور اگر افطار مکرر جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہوگا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نکیا ہو ہم کیونکہ جماع بڑا قصور ہے
اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک جماع ہی میں کفارہ ہو کہانے پینے میں نہیں قال الشامی ولو اکل عمداً شہرۃ بلا عذر یقتل وتمامہ فی
شرح الوہبانیۃ اور اگر کہاوے قصداً علی الاعلان تو عذر رمضان میں تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ میں اوسکو پورا بیان کیا ہو ہم
وہبانیہ میں کہا ہے ولو اکل الانسان عمداً وشہرۃ ولا عذر فیہ قیل بالقتل یؤمر شرنبلالی نے کہا ہو اسکی صورت یہہ ہو کہ بقصد کہا یا کسی
شخص نے بیوی سے جماع کیا سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین کے ساتھہ تمسخر کرتا ہو یا منکر ہو اوسکا جو دین میں بالضرورت ثابت ہو اور اسکے
قتل کی حلت میں اور حکم مرتد میں خلاف نہیں ہو پس قیل جو مؤلف وہبانیہ نے کہا ہو ضعف کے سبب سے نہیں ہو قال الحلبی وان ذرعہ القی
وخرج لم یفطر مطلقاً ملأ او لا اور اگر قے آ گئی اور نکل گئی اور منہ میں اگر پھر حلق میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا ہو صورتمیں یعنی
منہ بہر کے ہو یا نہیں ہم یہہ ظاہر ہو سکتا ہو کیونکہ قے آپ سے آئی ہو یا قصداً کر کیا وہ دونو صورتمیں بھر منہ ہو یا کم یا عود کیا اسکا
حلق میں یا اعادہ کیا جاوے یا عود حلق میں عود کرے یا بالقصد نگلے میں اور تلہ دیا ہو اس بارہ صورتمیں ہوئیں کہ ملتقط میں ہیں بیان ہوا

نہیں ٹوٹتا جب صورت نہیں پائی گئی ظاہر الروایت کے مگر اعادہ واعادہ استقاء میں یعنی بقصد ہو وکرنے سے ہوا اور بقصد قے کرنے میں بعض [illegible]
اور روزہ یاد ہو کذا فی شرح الملتقی [illegible] [illegible] اور خروج [illegible]
ہو یا دوبارہ روزہ یاد ہو روزہ نہیں ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسف کے [illegible] [illegible]
ان علا الفصد [illegible] اور اگر قصداً قے کو اندر پھیر لیا یا ایک چنے سے ایک چیز کی مقدار یا زیادہ [illegible] تو بالاجماع روزہ جاتا
رہا اگر منہ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہیں ہے اور اگر قے بلا منہ بھر ہو [illegible] روزہ فاسد [illegible]
[illegible] صحیح ہے اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہے [illegible] اور قدر نخود میں اشارہ ہے کہ حکم میں فرق نہیں اعادہ کل کا [illegible]
ایک چنے کی مقدار [illegible] منہ بھر ہو [illegible] سراج میں کہا ہے کہ [illegible] ابو یوسف [illegible] منہ بھر کا اعتبار کرتے ہیں اور محمد
اس شخص کے فعل [illegible] منہ بھر کو [illegible]
[illegible] ظاہر ہوتا ہے [illegible] کہ منہ بھر ہوا [illegible] تو بالاجماع روزہ [illegible] امام ابو یوسف کے نزدیک [illegible]
نہیں اور امام محمد کے نزدیک [illegible] اس شخص کے فعل کو [illegible] منہ بھر ہوا [illegible] اعادہ کیا [illegible]
[illegible] بالاجماع [illegible] منہ بھر نہیں ہوا اور اسکو اعادہ کیا [illegible]
کے نزدیک [illegible] روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہیں ٹوٹتا [illegible] منہ بھر
[illegible] امام ابو یوسف کے نزدیک [illegible] امام محمد کے نزدیک نہیں اور یہی صحیح ہے کذا فی الشامی والبحر
استقاء ای طلب القی عامداً ای متذکراً للصوم ان کان ملأ الفم فسد بالاجماع مطلقاً اور اگر قصداً قے کی اس طرح کہ روزہ یاد ہو اگر قے بلا منہ
[illegible] فتح القدیر میں کہا ہے [illegible]
[illegible] قال الشامی [illegible] الثانی [illegible]
[illegible] نہیں ٹوٹتا امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے لیکن ظاہر الروایۃ
[illegible] کما فی الفتح [illegible] لیکن ظاہر الروایت [illegible] فتح میں نقل کیا ہے [illegible]
[illegible] اور اگر بقصد اعادہ کیا [illegible]
[illegible] نہیں ٹوٹتا [illegible] ابو یوسف [illegible]
[illegible]
[illegible] ہے [illegible] روزہ ٹوٹ جاتا ہے
[illegible] غالب ہو [illegible] معلوم ہوا [illegible]
[illegible] یعنی خود سے [illegible] ہو یا [illegible] اعادہ [illegible]
[illegible] فاسد ہو جاتا ہے [illegible]
[illegible] امام ابو حنیفہ اور محمد [illegible]
[illegible]
[illegible] الشامی [illegible]
[illegible] گوشت [illegible] ایک چیز کی [illegible]

اگر مین روزہ دار نہین جاتا مٹھی کی مقدار کو مصنف شہید نے اختیار کیا ہی اور دلوسی نے بہہ اختیار کیا ہے کہ جسکا نکلنا ممکن ہو یعنی دانتون سے
باہر نکالے اور نکال نے اسکو بسبب جلنی اسلئے کہ مانع افطار ہے تو وہ چیز ہے جسکسی بچاؤ مشکل ہو اور بہہ اسیطرح نہین ہی کہ خود حلق کے
اندر جوف میں چلی جاوی پس بہہ تفصیل یہین ہوگا ورنہ الا اذا التہما من فاکلہ مگر جبکہ نہ سے نکال کے پہر کہا جاوے یعنی اس صورت مین
روزہ ٹوٹ جاوے گا یعنی وہ کفارہ لا تابی النفس تعافہ اور کفارہ لازم نہین ہی کیونکہ نفس اسکو مکروہ سمجھتا ہی واکل مثلہا من خارج یفطر
اور کہا لینا مقدار ایک تل کے بھی خارج سے روزہ توڑتا ہی اور کفارہ بھی لازم ہو اسح روایت پر الا اذا مضغ بحیث تلاشت
فی فمہ مگر جبکہ چبا وے یہانتک کہ اسکے اجزا متفرق ہوجاوین منہ میں ہم کہتی اسواسطے کہ وہ تو نہین جہٹ جاویگا اور حلق میں
مزہ نہ سمجہا اور نہ تہوک کے تابع ہوگا کذا فی المعراج پس روزہ سلامت رہیگا الا ان یجد الطعم فی حلقہ کا مثل مگر یہہ کہ مزہ پاوے اپنی حلق
کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق مذکور ہوا واستحسنہ الکمال قال وہو الاصل فی کل قلیل مضغہ اور اسکو کمال نے پسند کیا ہی
اور کہا ہی کہ یہی قاعدہ کلیہ ہی ہر قلیل شی مین جسکو چبا وے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا رہیگا ورنہ بچا رہیگا وکرہ لہ
ذوق شئ وکذا مضغہ بلا عذر قید فیہما قالہ العینی اور مکروہ ہے صائم کو چکہنا کسی چیز کا اور ایسی ہی چبانا بلے عذر یہہ قید دونون مین ہے
قالہ العینی ہم ظاہر ہے کہ یہہ کراہت تنزیہی ہے قال الرملی کمن ذوجہا او سیدہا سیئ الخلق مثل اسکی کہ عورت کا خاوند یا مالک
بد خلق ہو اور وہ نمک چکہنے ہم یہہ مثال چکہنے کی ہے اور چبانی کی مثال یہہ ہے کہ کوئی شخص بچے کے منہ مین کچہ چبا کر دیوی جبکہ کوئی
شخص چبا ہوا نہ ملے جیسے حائض یا لڑکا وغیرہ موجود نہو وفی کراہۃ الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کو کیفیت چکہنے مین دو قول ہین
ووفق فی النہر بانہ ان وجد بدا ولم یخف غبنا کرہ والا لا اور نہر مین دو قولون مین توفیق کی ہی اسطرح کہ اگر بدون چکہنے کے کسی اور طرح
لے سکتا ہی اور غبن کا خوف نہین تو چکہنا مکروہ ہے اور اگر بدون چکہے چارہ نہین اور غبن کا خوف ہی تو مکروہ نہین ہم نہر مین کراہت کو
اسی قید کے ساتھ مقید کیا کہ چکہنے کے سوا کوئی تدبیر ہو سکے لیکن غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا
اسکے مخالف ہی البتہ والا لا نہر کے موافق ہے قال الشامی وہذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا وفیہ کلام لحرمۃ الفطر فیہ بلا عذر علی
المذہب فیکرہ هذا اور چکہنا فرض مین مکروہ ہے نہ نفل مین اسطرح علما نے کہا ہی لیکن اسمین کلام ہے کیونکہ نفل مین بھی افطار بے عذر
حرام ہے صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی ہم رملی نے کہا ہی کہ فرض مین مکروہ ہی اسکی قوت کی جہت سے کہ اسکی حفاظت کرنی
چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل مین مکروہ نہین اسواسطے کہ نفل روزہ اصل مین جائز الفطر ہی
یعنی اگر اسوقت شروع کے بعد توڑتا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے پیچہے رکہا گیا جو چیز اکثر افطار کو نوبت نہین پہنچاتی تو اسکو نفل
مین جائز رکہا نہ فرض مین قال الشامی وکرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر اور مکروہ ہے چبانا گوند کا جو سفید ہوتا ہے
چبانے کا ہل بندھا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹ جاویگا ہم علک کو جدا بیان کیا اسلئے کہ عورتین اسکو بجائے مسواک چبایا کرتی ہین تو اس سے شبہہ
ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہہ کہ ایسے قسم کا گوند جوف مین عادۃ نہین پہنچتا اور سیاہ گوند تازہ جسکو نہین چباتے اور بندھا ہوا
جوف مین چلا جاتا ہی پس اگر یہہ بہی جوف مین پہنچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر دبلا گوند بھی جوف مین نہ پہنچیگا تو روزہ
نہین ٹوٹیگا ذکرہ الشمنی الا فی الخلو فیعذر او مکروہ ہی استعمال علک کا مفطر کو مگر خلوت مین عذر سے اسواسطے کہ دلیل یعنی
مردون کی مشابہت مختص ہی کراہت کو مردون کے حق مین اور عورتون کو اسکا استعمال تحسین اور ظاہر یہہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے
عینی نے فصلا ونحی وقیل یباح اور ایک قول یہہ ہی کہ گوند کا چبانا مباح ہی ہم فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد کے کلام سے
مستفاد ہی کہ غیر صائم کے لئے مکروہ نہین ہی لیکن مردونکو اسکا ترک مستحب ہی مگر عذر کی جہت سے مثلا منہ مین بدبو ہو کذا فی الشامی

اثر ہو تو کچھ مضائقہ نہیں فتح اور مستحب ہے ہر مرد کے لئے کیونکہ وہ ہمیشہ تر ہو نگی مسواک ہے ہم یعنی اسی سبب سے کہ مردوں میں ضعیف ہو تو مسواک شاید مسوڑھوں
کو نقصان پہونچا دے اگر ہو تو نگلا کذا فی الفتح و کرہ قبلۃ ان لم یأمن علی نفسہ و مباشرۃ فاحشۃ ان لم یأمن المفسد و ان امن لا باس اور مکروہ ہے
بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر اسکا خوف نہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہم سراج وہاج میں
لکھا ہے کہ حیلہ فاحشہ یعنی اسکو ہونٹوں کو اپنے منہ میں لیکر دبانا مطلقاً مکروہ ہے خوف ہو یا نہو لا باس بالکحل ودہن الشارب والاکتحال اذا لم
یقصد بہ الزینۃ فان کانت بقدر المسنون و ہو القبضۃ نہیں مکروہ ہے تیل لگانا مونچھوں کو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہو یا اسلیے
کرے کہ ہیہ مقصود داڑھی کی درازی ہو جبکہ بقدر مسنون یعنی یکمشت موجود ہے ہم واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہے اور قصد جمال اور شی
دیگر کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا اظہار بطور شکر مقصود ہوتا ہے نہ فخر کے طور پر اور ہیہ بات نفس کی
طہارت اور دل کا اثر ہے اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہے اوسمین فخر و تکبر کا لحاظ ہوا کرتا ہے کذا فی الفتح ملخصا و صرح فی النہایۃ
بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم و مقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ میں تصریح کی ہے کہ جو زیادہ یکمشت سے ہوا سکا کاٹنا واجب ہے
اور ہیہ اسبات کو چاہتا ہے کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہو ہم کیونکہ نہایہ میں کہا ہے و ما وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیۃ من طولہا و عرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی سراج میں ہے اور فتح القدیر میں
اسکو نقل کیا ہے اور برقرار رکھا ہے نہر میں کہا ہے کہ بعض حواشی سے میں نے سنا ہے کہ نہایہ میں یجب بجاء حطی ہے تو اسصورت میں زائد کو نہ کاٹنے
کا مضائقہ نہیں شیخ اسمعیل نے کہا ہے کہ ہیہ خلاف ظاہر ہے کیونکہ ایسے مواقع میں یستحب استعمال کرتے ہیں قالہ الشامی الا ان یحمل الوجوب
علی الثبوت مگر ہیہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لئے جاوین ہم اسکی موید ہیہ ہے کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ لفظ
کان بفعل تکرار و دوام پر دلالت نہیں کرتا اسلیئے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا و ما زاد یقص اور اسیطرح شرح شیخ اسمعیل میں اور
حنفیہ میں ہے اور ہیہ سنت ہے جیسے مجتبی میں ہے اور مجتبی اور ینابیع وغیرہا میں مذکور ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں داڑھی کترانے میں اطراف سے جب دراز
ہو اور نہ بڈھے بال اکھاڑنے میں مگر بوجہ زینت کے اور نہ بھوون کے بال لینے میں اور منہ کے بالوں میں جبتک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور
حلق کے بال نہ منڈاوے اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے و اما الاخذ منہا و ہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ
و مخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد و اخذ کلہا فعل یہود الہند و مجوس الاعاجم فتح اور داڑھی میں سے لینا اسحال میں کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض
مغربی اور مخنث کرتے ہیں پس اسکو کسی نے نہیں مباح کیا اور کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہے اور عجم کے مجوسیونکا کذا فی الفتح و حدیث
التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء صحیح و احادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ لا موضوعۃ کما زعمہ ابن عبد العزیز و حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے
روز صحیح ہے اور حدیثیں سرمہ لگانے کی اُس روز میں ضعیف ہیں نہ موضوع جیسا ابن عبد العزیز نے گمان کیا ہے ہم حدیث توسعی ہیہ ہے کہ جو شخص
دسویں محرم کو اپنے عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکوا دے تو اللہ تعالی تمام سال اوسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ میں نے اسکو تجربہ کر کے
کبھی خلاف نہیں پایا اور اکتحال کی حدیث و ہیہ جو بیہقی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ضعیف ہے جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اسکی آنکھ
کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح میں کہتا ہوں کہ مناسبت اسکو ذکر کی بیان ہیہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہے اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ
نہیں ہے اسطرح کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے پر عاشورا کے روز اور انہیں روزہ کے روزہ کی طرف ہیں نہر میں کہا کہ ابن العز
نے ہدایہ پر اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت صلعم سے اس روز میں روزہ رکھنا ثابت نہیں ہوا ہے کہ ہاں بعض نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کئے اسکے جواب میں جاہل
سنیوں نے اظہار سرور و طعام و اکتحال نکال کھڑے کئے اور احادیث موضوعہ اکتحال اور توسعہ میں روایت کیں اور قول ابن العز کا مردود ہے اسطرح کہ
احادیث اکتحال کی ضعیف ہیں موضوع نہیں اور اسکا کیا معلوم ہوا کہ قائل ابن العز ہے جیسا نہر اور حواشی سعدیہ سے واضح ہوتا ہے اور ابن العز ایک شخص ہے

ہو مکروہات سے بچاوے پیٹ کا نکالنا ہی ہے لانہ یورث الضعف لو مثقالا [illegible] بالکحل یعنی سرمہ لگانا مکروہ نہین کیونکہ مسواک کرے بعد زوال کے بھی اور [illegible] پانی سے
یہ نہین سمجھے کہ بعض ابو یوسف پانی نہین تر مسواک کو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ بغیر ضرورت تری منہ مین جاتی ہو اسکا جواب یہ ہے کہ آخر کلی کرنے سے
پانی منہ مین ہو [illegible] انہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کرے روزہ دار [illegible] بعد الزوال امام شافعی نے مکروہ کہا ہو مسواک کو بعد زوال کے کہ عکس
[illegible] خلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک [illegible] جیسا ہی مکروہ نہین [illegible]
[illegible] کرنا اور کمین پانی [illegible] ابو یوسف کے نزدیک [illegible] یہ فتوی ہی کہ [illegible] الشرنبلالیہ عن البرہان
[illegible] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرت [illegible] کی حدت سے [illegible] اور ابن عمر کپڑا تر
کرکے اپنے اوپر لپیٹ لیتے تھے [illegible] عبادت پر [illegible] تنگی کا دفع ہے اور امام ابو حنیفہ نے مکروہ کہا کہ
اس مین [illegible] ہو کہ عبادت مین ملالت کا اظہار ہے کذا فی البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار
وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہی سحر کھانا اور سحری مین تاخیر کرنا اور افطار مین جلدی کرنا کہ حدیث شریف مین وارد ہی تین چیزین رسولونکی عادت
مین سے ہین افطار مین جلدی کرنا اور سحر کھانے مین تاخیر کرنا اور مسواک کرنا ہم بحر مین کہا ہی کہ مینے فقہا کے کلام مین صریح نہین دیکھا کہ اکیلے
پانی سے بھی سنت سحر ادا ہو جاتی ہے کہ نہین لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہی اسپر دلالت کرتی ہی کہ سنت ادا ہو جاتی ہی چنانچہ فرمایا
سحر کھانا بالکل برکت ہی تو تم اوسکو ترک نکرو اگرچہ کوئی تم مین سے ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اسلئے کہ اللہ تعالی اور اوسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہین
سحر کھانیوالونپر اور تاخیر اوس مقام تک مستحب ہی کہ رات باقی رہنے مین شک نہو پس اگر شک ہوگا تو کھانا مکروہ ہے صحیح روایت پر اور تعجیل افطار
مستحب ہی مگر ابر کے دن جبتک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہو تاخیر کرے اگرچہ موذن اذان کہدیوے اور تعجیل مستحب یہ ہے کہ تارے دن کے چمکنے سے
پہلے ہو کذا فی الشامی تنبیہ فیض مین کہا ہی کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نکرے جبتک اوسکے نزدیک شمس غروب
نہو جاوے اور شہر والے اوس سے پہلے افطار کرسکتے ہین اگر اونکے نزدیک غروب ہو جاوے اوس سے پہلے اور یہی حال ہی طلوع کا فجر مین یا سحر مین فرع
مسائل ملحقہ شارح کے لا یجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف فیخبز نصف النہار ویستریح الباقی نہین جائز ہی کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے
ضعف ہو جاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلا یون کرے کہ آدہے روز پکاوے اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء پس
اگر وہ شخص کہے کہ اسقدر عمل مجکو کفایت کے لائق نہین ہے تو تکذیب کیا جاوے جاڑے کے سب سے چھوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہی ہم
علی نے کہا ہی کہ جامع الفتاوی مین ہی کہ اگر ضعیف ہو اشتغال کی جہت سے روزہ سے ضعیف ہو جاوے تو اوسکو افطار جائز ہی اور ہر روزہ کے بدلے
نصف صاع کھانا [illegible] روزہ رکھنے کی طاقت ورنہ قضا واجب ہوگی اور علی ہذا القیاس اگر کھیتی کا کاٹنے والا [illegible]
[illegible] کھیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا مین کچھ شک نہین اور یہی حال نانبائی کا ہی مگر جو [illegible] ذکر جو شارح نے کیا اسمین نظر
ہے [illegible] کی کفایت مین [illegible] کہ [illegible] پر محمول کرنا چاہیے انتہی لیکن نور الایضاح
مین جامع الفتاوی سے مسئلہ بصورت اس شخص کے لئے بیان کیا ہی [illegible] روزہ [illegible] رمضان مین ہر پس
[illegible] کہنا چاہیے کہ جب اوسکے پاس اوسکو اور اوسکے عیال کی کفایت ہو تو اوسکو افطار حلال نہین ہے کیونکہ اوسکو سوال
حرام ہے [illegible] افطار [illegible] حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہو تو اوسکو عمل کرنا اوس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہے اور بغیر افطار کئے اگر عمل نہو سکتا ہو
تو افطار جائز ہوگا [illegible] دوسرا کام نہین کر سکتا [illegible] روزہ [illegible] اگر خوف ہو کھیتی کے ہلاک ہونیکا یا چوری جانیکا اور کوئی
[illegible] ایسا [illegible] اجرت [illegible] تو افطار جائز ہے اسواسطے کہ ایسی کثرت نماز کا توڑنا جائز ہے
[illegible] الحنث [illegible] افطار [illegible] مشقت [illegible] بیان [illegible]

جو بعض ہو گیا پھر افطار کیا تو اس کے کفارہ میں دو قول ہیں کذا فی المضمرات ہم کہتے ہیں بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہوا اور بعض نے کہا نہیں اور قیاس کی
شے اسی پر تھی ... اور آزاد کی قید اس لئے لگائی کہ لونڈی ہی غلام اگر کام کی مشقت سے مریض ہو کر افطار کریں تو اون پر بالاتفاق کفارہ نہیں کیونکہ وہ
بسبب ورزش اور مولا کے حکم سے مجبور ہیں اور ان کو یہ پہنچتا ہے کہ الیس ... نہیں ... تعلیل سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آزاد ہو اور کفارہ
واجب ہو ... شرح ... میں اسکی ترجیح بیان کی ہے کذا فی الشامی وفی القنیۃ لو صام ... جعل ...
اور مزار عین ... کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے سے ... ہو کہ ... تو وہ شخص روزہ رکھ ...
مبادا نہیں ... واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ہے ان عوارض میں جن سے
روزہ نہ رکھنا جائز ہے وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض میں سے پانچ ذکر کئے یعنی سفر اور حمل اور ... روزہ ...
اور ... اور حقیقت میں ... چنانچہ شامی نے ... ہے ... اکراہ یعنی ... اور شدت کر بھوک پیاس کی
اسلئے شارح نے کہا وبقی الاکراہ وخوف ہلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ اور باقی رہ گیا اکراہ اور خوف ہلاک کا یا خوف
نقصان عقل کا یعنی خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے ہو لسعۃ حیۃ معطوف ہے عطش پر جو متعلق ہے خوف ہلاک سے
قالہ الحلبی یعنے جب کسی کو سانپ کاٹ لے اور وہ دوا پینے کے لئے افطار کرے ہوا اور اکراہ سے مراد ایسی چیز ہے جو زبردستی کرنے پر مضطر کرتی ہو جیسے
قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہے اور خوف کی مثال جیسے بادشاہ یا حاکم کسی شخص کو گرمی کے موسم میں عمارت کے کام پر پکڑ لے ...
اور کام میں جلدی ہو اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو افطار درست ہے اور خلاصہ ...
ہے کہ جب غازی یقینا جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہوگا رمضان میں اور وہ بسبب صوم افطار کے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصرا
لمسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ مسافر خبر مقدم ہے اور الفطر جو آگے آتا ہے مبتدا مؤخر ہے اور لام سے اشارہ اس طرف ہے کہ افطار جائز ہے لیکن روزہ
رکھنا افضل ہے اگر نقصان نہ دے یعنے افطار جائز ہے مسافر کو کہ سفر شرعی جو کہا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ میں سفر ہوا ہو
او حامل او مرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر اور افطار جائز ہے جس کو حمل ہو یا بچہ کو دودھ پلاتی ہو خواہ ماں ہو یا دایہ ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے اور دایہ تو اس
بہت سے کہ عقد کے سبب سے دودھ پلانا واجب ہے اور ماں اس سبب سے کہ اسکو دودھ پلانا دیانۃ ہر حالت میں واجب ہے اور قضاء جب کہ
لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودھ نہ پیتا ہو ... اور دایہ کو افطار جائز ہے اگرچہ عقد رمضان ہی میں واقع ہوا ہو بخلاف ... الشرنبلالیۃ
کے کہ جلت کو مقید کیا ہے اور کہا ہے کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہے خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا دودھ پلانے والی کو افطار جائز
ہے اگر خوف کرتی ہو ضرر غالب کی رو سے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البہنسی تبعا لابن الکمال بما اذا تعینت للارضاع اور مقید کیا ہے اسکو
بہنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھ اس صورت کے کہ وہی متعین ہو ... بچہ ... تو ... پینا ہو ... جواز ...
خاف الزیادۃ لمرضہ یا جائز ہے افطار بیمار کو کہ روزہ رکھنے سے زیادتی مرض کا خوف رکھتا ہو ... یا ... اچھا ہونے میں دیر ہو ...
فی البحر ... کے درد ... ہو ... کہ ... اور ... سے ... کرتا ہے ...
کی خبر ... ضعف کی جہت سے ... تو اسکو بھی افطار جائز ہے ... وخادمۃ خافت الضعف ...
... کا ... وخادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ ...
سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور ... طبیب ... مسلمان ...
طبیبوں ... قول ...
... نماز ... تیمم ... اور ...

[illegible]

... النفاس فقط ... [illegible] ... نقل کیا ہے ... [illegible] ... روزہ ... [illegible]

... [illegible] ... اور اسکو ... [illegible] ... تنگ ہو ... [illegible] ... حکم ... [illegible]

ہونگی اور ان ہی سے معلوم ہوا کہ اگر ... [illegible] ... کی طاقت کی ... [illegible] ... تو ... لازم ہوگا کذا فی الشامی ... [illegible]

... مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہے ... [illegible] ... فدیہ ... [illegible] ... یعنی جس ... [illegible]

اتمام واجب ہے کذا فی الحلبی وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کریں مسافر اور حاملہ وغیرہ جنکو ... افطار کریں ... بدون فدیہ کے

... اشارہ ہے امام شافعی کے خلاف کا کہ انکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہے ... [illegible]

ولاء لا تتصل التراخی لذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوٰۃ اور قضا کریں بدون شرط پیاپے ہونے کے ... [illegible] ... قضا ... صوم ... [illegible]

... سے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہے اور اگر علی الفور وجوب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ غیر واجب کی ... [illegible] ... تنگ ... [illegible]

ہے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص ... نماز سے سو جاوے ...

اوسکو بھول جاوے تو چاہیے کہ اوسکو پڑھے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہے قضا پڑھنے کی اور جزا شرط سے ... نہیں ہوا کرتی ... معلوم ہوا کہ

نماز فوت شدہ کو فوراً یاد آتے ہی پڑھے اور ظاہر ہے کہ جسکے ذمہ فوائت ہوں ... [illegible] ... نہیں دیکھا کہتا

ہے النہر میں کہتا ہوں کہ ... [illegible] ... ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہیں مگر سنت مؤکدہ ... نہیں کذا فی الطحطاوی ... [illegible]

... [illegible] ... الشافعی فان جاء رمضان آخر قدم الاداء علی القضاء ولا فدیۃ ... خلافا للشافعی اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ

لازم نہیں کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہیں ہے برخلاف امام شافعی کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کا کھانا دینا بھی ہر روز کے لیے ...

ہیں قالہ الحلبی وندب للمسافر الصوم لآیۃ وان تصوموا خیر لکم ... [illegible] ... اور مستحب ہے مسافر کو روزہ ... [illegible]

وان تصوموا خیر لکم کہ یعنی تمہارا روزہ رکھنا اچھا ہے تمہارے لیے اگر نقصان نہ کرے یعنی خوف ہلاک کا نہ ہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی ...

اور خیر بمعنی ... افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل ... بمعنی ہوگی کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہے اور افطار بھی بہتر ... [illegible]

... کذا فی الطحطاوی فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقتہ الجماعۃ ... [illegible]

... [illegible] ... اسم جنس ہے شامل ... [illegible]

... [illegible] ... افطار افضل ... [illegible] ... جماعت کی موافقت ... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible] ... قضا ... واجب ... وصیت ... [illegible]

... [illegible] ... واجب ہوگی ... کذا فی شرح الملتقی ... [illegible]

اکی کا ہو کہ وقت قضا صوم ایام اخیر میں اور اگر ہو بیچ میں مال خضر کے بعد تو وصیت جاہئے شامی یا بات الدایہ کے ہوا تو کیے یا مثل آفطر عدم
قوتہ بحکم علیہ بالاولی لیکن جب شرح وہابیہ میں عدم انطاق کیا ہو تو بیچ پر وصیت اسکو نہ ہو الحاق انہی پر ہو صحیح کہا کہ ایک بیٹی کو
فرض ہے اور اگر زمانے قضا کی شرط نہیں کیونکہ اعتبار ہے بعد کہ نہیں سکا تھا اوکی وقت کو بیچہ کیوں یا وقت ہی اور نمامہ التکون الدیعی علی
تمیم کو عیاں الفطر قد گذا وہ فدیہ دیوے وصیت کیے بعد نکا ولی جو اسکو مال میں سے نصف کا ہے یا اسنے قبول نکی ہی یعنی ثلث
الخرہ الاکثر ثلث مالی سے لازم ہے چاہئے وصیت کی ہو اور نہیں لازم نہیں بلکہ تو دوسرے کا ہو کہ اسکو زکوۃ ہی وارث کے ہوا دکا
لازم نہیں مگر وصیت پر مگر کیونکہ تبرع ہے اگر وہ ہے الذی علی تبرع میں اسی اشارہ ہے کہ لفظ علی ہی ہی کو کچھ شامل ہے کیونکہ فی المنبر اور تشبیہ فطرہ کی بنا
فدیہ مقدار اور ادا میں وصیت کے ہوا نہیں ہے یا تملیک کہ تملیک جیسا کہ شرط نہیں بلکہ اباحت کافی ہے خلاف فطرہ کے اور تشبیہ اسی کہنے کہ
الاالی کلام کا دلالت کرتا ہے کہ اگر ایک فقیر کو سب فدیہ دیدیگا تو جائز ہے متعدد و شرط ہے مقدار لیکن اگر نصف صاع ہے کم دیگا تو وہ شمار میں نہیں
اس میں تو ہی یعنی بخلاف فطرہ کے ایک قول پر جیسا کہ گذرا قال الشامی بعد قدرتہ علیہا علی قضاء الصوم دونہا ای فوتہ القضاء بالموت
الخ کہ میت کو قدرت قضاء صوم کی حاصل ہوئی پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہوئی اور ظرف یعنی انما مثلاً متعلق قدرت کے ہے اور فوتہ کا عطف قدرت
فلیقا فاتہ عشرۃ ایام وقدر علی خمسۃ فدیۃ خمسۃ فقط یعنی اگر دس روزے میت سے فوت ہوئے پھر اسکو پانچ روزہ کی قدرت ملی تو پانچ ہی کا فدیہ دے ہم
اس تقریر میں اشارہ ہے کہ طحطاوی نے جو کہا ہے کہ یہہ قول محمد کا ہے اور شیخین کے نزدیک جمیع ایام فدیہ تمام روزوں کا واجب ہے اگر ایکروز کی بھی
قدرت ملی سو یہہ قول محمد کا مرادہ ہے اسواسطے کہ یہہ خلاف صرف نذر میں ہے نہ رمضان میں کیونکہ وجوب بقدر قدرت کے ہوتا ہے جیسا ہدایہ وغیرہ میں
تنبیہ کی ہے یوصیتہ من الثلث متعلق بقولہ وفدی عنہ ولیہ بہذا ان کان لہ وارث والافمن الکل یعنی میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ دے ثلث مال
میں سے اور مصور نہیں ہے کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہو تو کل مال سے دیوے کذا فی القہستانی ہم اسلیے کہ زیادتی کی ممانعت وارث کے
حق کے سبب سے ہے جب وارث نہو تو منع نہیں ہے جیسا اسمیں متصور نہیں کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہے اگر وارث ایسا ہو جس پر رد نہیں
یعنی زوجین میں سے کوئی ہو تو وارث کے حصہ کے بعد زیادت علی الثلث کی گنجایش ہے قالہ الشامی وان لم یوص وتبرع ولیہ بہ جاز ان شاء
اللہ ویکون الثواب للولی اختیار اور اگر میت نے وصیت نہیں کی اور ولی نے بطور احسان فدیہ دیا تو جائز ہے ان شاء اللہ اور ثواب واسطے ولی کے ہو
کذا فی الاختیار ہم اختیار کی عبارت میں ہے اسطرح دیکھی ہے وان لم یوص لا یجب علی الورثۃ الاطعام لانہا عبادۃ فلا تؤدی الا بامرہ
وان فعلوا ذلک جاز ویکون لہ ثوابہ انتہی اور کچھ شبہہ نہیں کہ ضمیر لہ کی میت کیطرف ہے اور یہی ظاہر ہے کیونکہ جو صدقہ میت ہی کیطرف سے صدقہ دیا ہے
اپنی طرف سے نہیں تو ثواب میت کو ہوگا جیسا ہدایہ میں تصریح کی ہے کہ انسان کو پہنچ سکتا ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ
وغیرہ ہاں اگر کسی غیر کیطرف سے صدقہ دیگا تو اسکے ثواب میں کچھ کمی نہو گی قال الشامی وان صام او صلی عنہ الولی لا لحدیث النسائی لا یصوم احد عن
احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ ولیہ اور اگر روزہ رکھا یا نماز پڑھے میت کیطرف سے اور ولی تو نہیں جائز ہے اسواسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ
رکھے کوئی کسی کیطرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کیطرف سے لیکن کھانا دیوے اسکی طرف سے اسکا ولی وکذا لا یجوز لو تبرع عنہ ولیہ بکفارۃ یمین او قتل
بالعتاق کسی بغیر ایصاء اور اسیطرح جائز ہے اگر تبرع کیا ولی نے اسکی طرف سے کفارہ قسم یا قتل میں ساتھ کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے
سے جائز ہے اگر نہ ہو اسیطرح اور ظاہر ہی لیکن شرح ملتقی میں کہا ہے کہ تبرع وارث کا کفارہ قتل میں کسی چیز کے ساتھ صحیح نہیں
ہو سکتا کیونکہ اسمیں اعتاق رقبہ کا ہے اور وارث کا اعتاق اسکی طرف سے صحیح نہیں جیسا کہ گذرا اور اعتاق کا حال ظاہر ہوا اسمیں ضمیر کی
اور اطعام اور کسوہ اس کفارہ میں ہوتا ہی نہیں تو کفارہ قتل کو کفارہ یمین کے ساتھ بیان کرنا جیسا کہ شرح ملتقی وکذا فی البحر وغیرہ اور علامہ
نے جو جواب دیا ہے وہ یہ ہے کہ شاید اسکو نقل کیا ہے کہ قتل سے مراد قتل الصید ہے نہ قتل النفس یعنی کتنا ہے کہ حرم میں شکار کرنا یا محرم کا قتل صید

[illegible] بدل ہو [illegible] کہ اسکی قیمت [illegible] ہے [illegible] [illegible]
[illegible] یا ہر نصف [illegible] کرے [illegible] ہے کہ جو شخص ایسا [illegible] ہے اوسکو جائز ہے کہ بدلے [illegible] کفارہ [illegible] اور قتل
[illegible] اپنی جنایت [illegible] کہ شیخ فانی ہو تو نہیں ہے [illegible] کفارہ نہیں اور اگر وصیت کی [illegible] تو [illegible]
[illegible] کیا تو کفارہ و قتل میں [illegible] نہیں کیونکہ اوسمین [illegible] اور [illegible] اسکا درست نہیں اور کفارہ [illegible] میں [illegible]
[illegible] اعتاق [illegible] یہ مقام [illegible] سمجھنا چاہیے غنیمت جانکر کہ یہان بہت [illegible] قدم [illegible] کہا [illegible]
[illegible] بخلاف اعتاق [illegible] یعنی اعتاق [illegible] ولی کا [illegible] جائز نہیں کہ اوسمین میت کے ذمہ [illegible]
[illegible] یعنی اگر اعتاق میت کیطرف سے [illegible] یعنی ترکہ غلام آزاد ذکر کا درست نہونے [illegible] کسی وارث [illegible] میت
[illegible] ہوتا کہ [illegible] علاوہ برین ولاء نفع خالص نہیں کیونکہ آقا اپنے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہے کہ اوسکی طرف
[illegible] اور [illegible] عصبات بعد اوسکی موت کے [illegible] نہیں وار [illegible] ہدایہ مین مذکور ہے کہ انکو جائز نہیں کہ جمل کا ثواب
[illegible] کیونکہ یہان مراد اعتاق بطور نیابت ہے میت سے [illegible] بخلاف اوس صورت کے کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور
اوسکا ثواب میت [illegible] اعتاق میت کیطرف سے اصالۃ ہوا اور ولاء [illegible] ثواب میت کو ہوا اور بخلاف [illegible] کسوۃ و اطعام
کرنا [illegible] ہو سکتا ہے [illegible] قال الشامی و فدیۃ کل صلوٰۃ ولو وترا کا فطرۃ [illegible] الفوائت [illegible] المذہب [illegible] فدیہ ہر نماز کا
[illegible] قرائت مین مذکور ہوا [illegible] فدیہ ایک روزہ کے [illegible] امام محمد بن مقاتل نے امام محمد [illegible] کیا ہے کہ
[illegible] ہر نماز فرض ہے جیسا ہر روزہ [illegible] صحیح ہے کہ
[illegible] الفطرۃ اور [illegible] فطرہ ہم یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزہ کے ہے چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا اور [illegible]
[illegible] کہا [illegible] کے معنی یہ ہیں کہ ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قال الشامی ولا [illegible] یطعم عنہ لکل [illegible]
کالفطرۃ [illegible] اور [illegible] مین کہانا کھلایا جاوے میت کیطرف سے ہر روزہ کے لئے مانند فطرہ کے یعنی مقدار مین کذا فی [illegible] ہم اگر
میت نے وصیت کی [illegible] ثلث [illegible] والحاصل [illegible] کان [illegible] فان الوصی یطعم عنہ [illegible]
[illegible] اللبن [illegible] اور حاصل یہ ہے کہ جو عبادت بدنی ہو جیسے نماز روزہ [illegible] میت
[illegible] مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالی ہو جیسے زکوٰۃ [illegible] میت کیطرف سے [illegible] اور جو عبادت مرکب
بدنی اور مالی [illegible] یعنی حج تو [illegible] ایک شخص کو بھیجکر میت کے مال سے کذا فی البحر [illegible] العاجز عن الصوم [illegible]
[illegible] افطار جائز ہے اور [illegible] اگرچہ مہینے کے شروع مین دیدے ہم فدیہ [illegible] واجب ہوا کہ
[illegible] رمضان کا اول و آخر برابر ہے کذا فی البحر [illegible] کالفطرۃ [illegible]
[illegible] فطرہ کے [illegible] اور نہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے ہم استغفار [illegible]
[illegible] معیشت مین مشغول ہو جاوے [illegible] ساتھ متعلق ہم
[illegible] کیونکہ شیخ فانی [illegible] تقصیر نہیں [illegible] بخلاف [illegible] کرے [illegible] معیشت
[illegible] معیشت کی مشغولی [illegible] اوسمین [illegible] قال الشامی [illegible]
[illegible] فیہ [illegible] وغیرہ [illegible] اصل ہوا اور [illegible] ہم [illegible]
[illegible] مین گذر گیا تو فدیہ جائز ہے کذا فی البحر [illegible]

[illegible] الفدیۃ [illegible] الشیخ الفانی [illegible]

بیان خبر کا بدل ہے [illegible] کہ صوم [illegible]

سے عاجز ہو [illegible] کے سبب [illegible] روزہ [illegible] زیادت [illegible] بالفعل جائز [illegible]

کا بدل نہیں ہے بلکہ صیام بدل ہے الطعام کا [illegible] الشرح اور [illegible] غایۃ البیان [illegible]

میں [illegible] سے اور [illegible] کی [illegible]

پھر روزہ کے بدلے کھانا دیا تو جائز ہوا کیونکہ [illegible]

پر [illegible] اقامت [illegible] فدیہ کی وصیت [illegible] واجب نہیں [illegible]

[illegible] واجب نہیں [illegible] صیام [illegible]

اور جب [illegible] فدیہ [illegible] روزہ [illegible]

کیا ہو کہ صوم کی [illegible] واجب [illegible]

سے صرف [illegible] بالفعل [illegible]

[illegible]

تملیک [illegible] جائز ہیں بخلاف [illegible]

[illegible]

[illegible] اگر شروع کیا واجب [illegible] روزہ [illegible]

قضا اور [illegible]

اگر بعد [illegible] ایک ساعت [illegible] روزہ [illegible] قضا لازم [illegible]

کی [illegible] التجنیس [illegible] اتمامہ فان فسد [illegible] فی الاصح وجب القضاء لازم

نفل [illegible] قضاء یعنی واجب [illegible]

فی العیدین وایام التشریق [illegible]

[illegible] قضا [illegible] روزہ کے شروع کرنے [illegible]

[illegible] اور وجوب قضاء یعنی وجوب [illegible]

ہو جاتی ہو [illegible] ایام [illegible]

[illegible] الصلوۃ [illegible]

[illegible] مسئلہ [illegible]

[illegible] شروع [illegible] واجب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] یعنی [illegible] اور دوسری روایت میں [illegible] اختلاف ہی بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسیکو کمال نے اختیار کیا ہی
[illegible] اور [illegible] کی شرح میں ہم [illegible] صاحب نہر کا اتباع کیا ہی اس عبارت میں حالانکہ تصریح [illegible]
[illegible] الا اذا کان [illegible] ولو اخبر بمن [illegible] فنیا ذی تیری الافطار [illegible]
[illegible] کے الا عورت کو نفل روزہ توڑنے میں نہ فرض و واجب
[illegible] صاحب [illegible] افطار کرے تو افطار نکرے یہی صحیح مذہب ہی کذا فی الظہیریہ
[illegible] قول [illegible] قبل الزوال [illegible] کہا گیا ہی کہ اگر بھروسا اپنے اوپر اسکا ہو کہ قضا رکہیگا تو توڑدے
[illegible] کہتا ہوں کہ قول [illegible] قضا ضروری ہی کیونکہ جب وثوق قضا کا نہیں حاصل ہی
[illegible] قبل الزوال کے ساتھ [illegible] آگے تا ہی تو اس سے سب اقوال کا جمع حاصل ہوگیا
[illegible] لو کان صائما [illegible] الا [illegible] اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم
[illegible] کہ [illegible] افطار کرے یعنی [illegible] اگر چہ روزہ قضاء رمضان ہو اور اسکو قسم میں حانث
[illegible] قبل الزوال [illegible] فلا الا لاحد ابویہ الی العصر لا بعدہ [illegible] اور نہر میں [illegible]
[illegible] کہ افطار قبل الزوال [illegible] لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہیں مگر ماں باپ کی عصر تک افطار جائز ہی نہ بعد عصر کے
[illegible] اور اشباہ میں ہی کہ کسی بھائی نے دعوت کی تو افطار کرے وہ نہیں ہی اگر
روزہ [illegible] قضاء رمضان کے [illegible] قضاء رمضان [illegible] کا حکم ہی کذا فی الظہیریہ اور قضاء رمضان پر [illegible]
ظاہر دلالت کرتا ہی کہ صوم کفارہ اور نذر میں [illegible] افطار نکرے وہ نہیں ہی اور یہ روایت ابو یوسف کی لیکن انکی نزدیک قضاء رمضان میں بھی
استثنا نہیں جیسا کہ محیط میں ہی کہ امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ صوم قضاء اور کفارہ اور نذر میں افطار کرلے تو ظاہر یہہ ہی کہ مصنف اسی روایت پر چلا
ہی اور [illegible] قضاء رمضان کا استثنا [illegible] قال الشامی [illegible] فلا تصوم المراۃ نفلا الا باذن الزوج الا اذا کان [illegible] اور نفل روزہ نہ رکہے
عورت مگر خاوند کی اجازت سے لیکن جب خاوند کو کچھہ ضرر نہو تو جائز ہی [illegible] مریض ہو یا مسافر ہو تو اسکو منع نہیں پہنچتا
عورت روزہ [illegible] منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا [illegible] کی جہت سے ہی یعنی وطی کے سبب تو ان حالات میں روزہ سے اسکا کچھہ حرج نہیں
[illegible] السراج اور ظہیریہ میں منع کو مطلق لکہا ہی اور صاحب [illegible] کی تقویت کی ہی کہ روزہ عورت کو [illegible] اگر چہ بالفعل وطی نکرے نہر میں کہا ہی
[illegible] منع [illegible] رہنا [illegible] کا روزہ [illegible] نہیں ہی [illegible] مگر حق وطی تو اگر یہہ ضرر نہو یعنی خاوند
[illegible] مسافر ہو تو جائز ہی قال الشامی ولو فطرھا وجب القضاء [illegible] اور اگر افطار کرادیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا
[illegible] کی اجازت سے [illegible] کے [illegible] مرد کو افطار کرادینا جائز ہی اور اسیطرح غلام کا حال ہی اور بحر میں خانیہ سے نقل کیا
[illegible] نے حج کا احرام باندہا تو مرد کو اوسکا کہلوانا جائز ہی اور یہی حال نماز و نکاح ہی کذا فی الشامی ولو صام العبد وطی
[illegible] بلا اذن [illegible] ولو قضا [illegible] اور اگر غلام نے روزہ رکہا یا اوسنے حج ادا کیا حکم میں ہی یعنی باندی اور مدبر اور ام الولد
[illegible] اجازت مولی کے تو نہیں جائز ہی اور اگر افطار کرادیا تو قضا کرین جب کی اجازت سے [illegible] کے ہم نہیں جائز بلکہ مکروہ ہی خانیہ
[illegible] کہ مولی غائب ہو [illegible] اسکا کچھہ ضرر نہو [illegible] حال [illegible] عورت کی ہی لیکن محیط وغیرہ میں ذکر کیا ہی کہ غلام کو روزہ کرنا
[illegible] منع [illegible] کے بخلاف عورت کے کہ اوسکو منع زوجہ کے ملوک نہیں ہی مرف [illegible]
[illegible] کی تقویت کی ہی [illegible] اجیر کا حال بیان نہیں کیا سو سراج میں ہی کہ اگر اوسکا روزہ مستاجر کو

نقصان کرتا ہو تو نفل روزہ رکہنا بچا ہیے بدون اجازت اور اگر نقصان نہین کرتا تو اوسکو روزہ جائز ہو ولو نوی المسافر الفطر او نوی الصوم فی فرضہا قبل الزوال صح مطلقا مسافر نے نیت کی سافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پہر مقیم ہو گیا اور نیت کرلی روزہ کی نیت کے وقت میں زوال سے پہلے یعنی نصف النہار شرعی سے پہلے اور کہا میسو طہ پر سمجھ پر صورتین ہم یعنی نقل ہو یا نذر معین یا ادا رمضان اسی سے معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہے جسمین رات سے نیت کرنی شرط نہین پس اگر اس روزہ کی نیت کی جسمین رات سے نیت ضرور ہو تو نفل ہو گا کذا فی الطحطاوی قال الشامی ویجب علیہ الصوم لو کان فی رمضان لزوال المرخص اور واجب ہی روزہ اوسپر اگرچہ واقعہ رمضان مین ہو بسبب زائل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت تہی جب سفر زائل ہو گیا اور نیت اقامت کی کرلی روزہ واجب ہو گیا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای رمضان سافر فیہ ای فی ذلک الیوم جیسا واجب ہے مقیم پر تمام کرنا اوس روزہ رمضان کا جسمین سفر واقع ہوا ہی ہم اسواسطے کہ سفر روزہ شروع کرنے کو مباح کرتا ہی نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہین ہی بحر مین کہا ہی کہ یہی حکم ہی اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہو گئی اس نیت کو نہین توڑا پہر روزہ رکہا تو اوس روزہ افطار حلال نہین اور اگر افطار کرے تو کفارہ لازم نہین ولا کفارۃ علیہما لو افطرا فیہما للشبہۃ فی اولہ واخرہ اور لیکن کفارہ نہین لازم اگر افطار کیا دونون سے یعنی مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا اسلئے کہ شبہہ ہی اول اور آخر مین یعنی اول مسئلہ مین شبہہ اول وقت مین ہی اور دوسرے مسئلہ مین آخر مین یہہ لف ونشر مرتب ہے قال الشامی الا اذا دخل مصرہ لشیئ نسیہ فافطر فانہ یکفر کما مر صورتین کہ اپنے شہر مین داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بہول آیا تہا پہر افطار کرلیا تو اسصورتین کفارہ ہی ہم اسواسطے کہ کہانے کے وقت وہ مقیم ہی کہ گہر آنے کی جہت سے سفر کو چہوڑ دیا اور یہان قیاس پر عمل ہی نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہو چکا کہ اگر کسی شخص نے کہالیا پہر سفر کیا یا اگر اہ سفر کرایا گیا تو کفارہ نہین ساقط ہوتا کذا فی الشامی ولو نوی الصائم الفطر لم یفطر کما لو نوی التکلم فی صلوتہ ولم یتکلم شرح الوہبانیہ قال فیہ خلافا للشافعی اور اگر روزہ دار نے نیت افطار کی کی تو مفطر نہو جاویگا جیسا مذکور ہوا یعنی لا ایصام یوم الشک سے پہلے جسطرح نماز مین نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیہ ابن شحنہ نے کہا کہ اسمین خلاف ہی شافعی کا ہم طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بہی یہہ ہی کہ ایسی نماز نہین فاسد ہوتی وقضی ایام اغمائہ ولو کان الاغماء مستغرقا للشہر لندرۃ امتدادہ اور قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑہ جانا نادر ہی ہم یعنی بغیر کہانے پینے کے اسقدر مدت جینا ہی یہہ نادر ہی اور نادر واقعات مین حرج نہین ہی کذا فی زیلعی سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ سوا اوس روز کے جسمین بیہوشی طاری ہوئی یا اوسکی رات مین سوا اسکو قضا نکرے مگر جب جانے کہ اوسکی نیت نہین کی ہم قضا نکرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہی کہ رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہی تو بطریق اولے اسپر حمل کرسکتے ہین یہانتک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان مین کہانے کی عادت رکہتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کذا قالوا کذا فی الشامی وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی اور جنون مین اگر تمام ماہ نہ رہا ہو تو جسقدر ایام گذرے ہون اونکی قضا کرے ہم اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقا قضا لازم نہین بلا خلاف قال الشامی وان استوعب جمیعہ ما یمکنہ انشاء الصوم فیہ فلا قضاء علیہ والمراد من جملۃ اوقات مکرا حاملہ کر بی جنمین صوم شروع ہو سکتا ہی جیسا اول کتاب الصوم مین گذرا تو نہ قضا کرے بالکل یعنی اصلی وقت جو ہر جہ کے ہم انشاء صوم جسمین ہو سکتا ہی وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہی ہر دن مین پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہین ہی ہم اگرچہ نیت اسمین ہو سکتی ہی لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہین ہو سکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہہ مخالف ہی مصنف کی مراد کو کہ اونسے استیعاب کہا ہی یعنی وہ مقتضی ہی کہ اگر ایکساعت کا بہی افاقہ ہوا اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے وہ نہین اور یہہ اول کتاب الصوم مین اختلاف کا بیان کیا ہی اور یہہ کہ دونو قول صحیح ہین اور معتمد دوسرا کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہی اور متون میں مذکور ہوا اور مطلقا سے مراد یہہ ہی کہ جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہو گیا ہو اور یہہ ظاہر الروایت ہی اور امام محمد سے ایک روایت ہی کہ ان دونو مین فرق ہی اصلی کو عذر مان کر

دلالت ہو اون دنون مین ترجیح کے ساتھہ لحق ہوا پس خطاب انکی رخصت شروع ہوا بخلاف اوس صورت کے کہ بالغ ہوا حالت عقل مین پہر مجنون ہو گیا اور یہی مختار بعض متاخرین کا کذا فی الہدایہ اور شرح ہدایہ مین بیان سی اوسکی سبب طویل سے نقل کیا ہو کہ مجنون اصلی پر پچھلے ایام کی قضا نہین ہو
دنون مین جنون اون ایام کی کہ تا ممتد رہی پہلے گذرے تو قال الشامی ولو نذر صوم الایام المنہیۃ او صوم ہذہ السنۃ صح مطلقا علی المختار ایام
روزہ ہی ایام منہیہ کے یا اس برس کے تو نذر صحیح ہے مطلقا مذہب مختار پر کیونکہ ہیان سو شروع ہے ان ایام میں صیام کا جو بندہ ادا کرے تو قول سے
لازم کرے اور سابق میں ان روزہ دن کا یہ کہنا کہ اللہ تعالی کی طرف سو لازم ہو ملتقی کی شرح مین کہا ہو کہ نذر عمل زبان کا ہے اور
اسکی صحت کی شرط یہ ہے کہ معصیت نہو جیسے شراب پینا اور نذر ادا مین حلال واجب ہو جیسا نماز فرض جو واجب ہو چکی ہے آئندہ کو واجب ہو
نماز روزہ جو آئندہ کو واجب ہونگے اور یہ شرط ہے کہ اوسکی جنس کا کوئی واجب لعینہ مقصود موجود ہو اور اسمین قضا کی قاضی کو دخل نہین
مطلق کے بعد معنی کہ منہی عنہ کا ذکر صریح ہو یا نہو جیسا بحر مین ہے اور جو زبان سے بولا ہو وہ مقصود ہو یا نہو یعنی اگر چوک کر کچھہ کا کچھہ کہدیگا تب بہی
نذر منعقد ہو جاویگی چنانچہ ولوالجیہ مین کہا ہے کہ کسی شخص نے کہنا چاہا للہ علی صوم یوم اور اوسکی زبان سے نکل گیا صوم شہر تو وہ سہر ایک مہینے کے
روزہ لازم ہونگے کذا فی البحر اور اسی طرح اگر کوئی اور کلام بولنا چاہتا تہا اور اوسکی زبان سے نذر کا کلمہ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر میں
ہزل بمنزلہ جد کے ہو مثل طلاق کی کذا فی الفتح اور علی المختار اسواسطے کہا کہ ابو یوسف نے امام صاحب سے روایت کی ہو کہ یہ نذر نہیں صحیح ہے اور
یہی قول زفر کا ہے اور حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہو کہ اگر معین کہا تو صحیح نہین اور اگر کل کے روزہ کی نذر کی اور اتفاقا وہ دن یوم النحر
کا ہو تو صحیح ہو کذا فی الشامی و فرقوا بین النذر والشروع فیہا بان نفس الشروع معصیۃ ونفس النذر طاعۃ فصح و نذر کرنے اور اوسمین
شروع کرنے مین فقہا نے اسطرح فرق بیان کیا ہو کہ شروع کرنا گناہ ہے اور نذر نفس عبادت ہے پس نذر درست ہوئی یعنی لازم ہوئی ولکنہ افطر
الایام المنہیۃ وجوبا تحامیا عن المعصیۃ و قضاہا اسقاطا للواجب لیکن ان ایام منہیہ مین افطار کرے وجوبا تاکہ گناہ سے بچے پہر انکی قضا کرے
اپنے ذمہ سے واجب ساقط کرنے کو وان صامہا خرج عن العہدۃ مع الحرمۃ اور اگر انہین دنون روزہ رکھہ لیا تو عہدہ سے بری ہو گیا مگر یہ فعل حرام
ہو وہذا اذا نذر قبل الایام المنہیۃ فلو بعدہا لم یقض شیئا وانما یلزمہ باقی السنۃ علی ماہو الصواب اور یہ اسوقت ہے کہ نذر ایام منہیہ سے پہلے
واقع ہوئی ہو پس اگر بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلا جو دہوین ذیحجہ کو تو کچہہ قضا کرے اور اوسکو صرف باقی سال کے روزے یعنی ذیحجہ کی تمامی کے
لازم ہونگے اور یہی صواب ہے م ہذا کا اشار الیہ وہ مسئلہ ہے کہ اگر سال معین کے روزہ کی نذر کی تو قضا ایام منہیہ کی لازم ہوتی ہے اور بقیہ ایام سال
کے روزہ رکہنا لازم ہونا صواب اسواسطے ہے کہ سال معین عربی ایک مدت معین ہے محرم سے ذیحجہ تک تو ہذہ السنۃ کا اشارہ دلالت کرتا ہے کہ وہی
مدت معینہ مراد ہے جسمین وہ شخص ہے پس نذر حقیقت مین زمان ماضی اور زمان مستقبل پر واقع ہوئی پس جس قدر زمان ماضی کے مقابلہ مین ہوئی
وہ قدر لغو ہوگی اور زمان مستقبل کی لازم ہوئی چنانچہ اگر کہے للہ علی صوم امس تو لغو ہوتا ہے کذا فی الشامی وکذا الحکم لو نکر السنۃ او شرط
التتابع فیفطرہا اور یہی حکم ہے یعنے جو معین سال مین مذکور ہوا اگر سنہ کو نکرہ کہا یا پیاپے رکہنا شرط کیا پس افطار کرے ایام منہیہ کو اور اگر
انہین ایام مین روزہ رکہلے تو عہدہ سے خارج ہو جاویگا کیونکہ جیسا التزام کیا تہا ویسا ادا کیا لکنہ یقضیہا ہنا متتابعۃ لیکن بیان ایام
منہیہ کی قضا کرے پے در پے ہم یعنی آخر برس کی تمامی سے ملی ہوئی بغیر فصل کے تاکہ تتابع بقدر الامکان متحقق ہو ویعید لو افطر یوما لفوات
التتابع اور اعادہ کرے یعنی جتنے ایام کے روزے افطار سے پہلے رکہہ چکا ہے اگر ایکروز کا روزہ بہی توڑے اگرچہ سارے رکہہ چکا ہو صرف
ایک ہی رہا ہو بخلاف سال معین کے کہ اوسمین قضاء ایام منہیہ کی پے در پے واجب نہیں ہے اور اوسمین تتابع صرف بضرورت وقت کی لازم
ہے اسواسطے اگر ایک دن افطار کرے تو صرف اوسیدن کی قضا لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو لم یشترط التتابع یقضی خمسۃ وثلثین یوما
متوالیۃ فی ہذہ الصورۃ اور اگر تتابع شرط نکیا ہو تو وہ ۳۵ روز قضا کرے اور اسمین تمین مرتبہ پانچ روز کے روزے نہیں کافی مین ہے م ہے یہ حکم

یا اس سبب سے کہ ادھر ختم دن رمضان کے اور پھر روزہ دن ہو شخص رکھنا چاہتا ہے نہیں اگر فصل کرے تب بھی جائز ہے [illegible]
کرے [illegible] النذر یعمل بالعموم اولا کان سنة صوموا کما لو قال اور جان کہ صیغہ نذر کا خلاف کرتا ہے قسم کا [illegible] یمین [illegible]
ذکر کیا ہے اس قول سے فوقال لوی یحیى ... والصوم ... ای النذر ... ای الیمین ... والنذر ... [illegible]
[illegible] اصطلاحا [illegible] ابو حنیفہ پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہیں کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی نفی قسم ہونے کی
تو ان تینوں صورتوں میں نذر ہی ہوگی فقط بالاجماع و اسطے عمل کرنے کے ساتھ حقیقت کے ہم یعنی جو عامل ہیں اور اعلی ہے اور اگر تیسری ہے [illegible]
وان نوى اليمين ان لا يكون نذرا كان في هذه الصورة يمينا فقط اجماعا عملا بتعيينه ولما كان فيه نوع تعيين اقول [illegible] قسم کی نیت کی
اور نفی کی نذر ہونے کی تو اس صورت میں صرف قسم ہوگی بالاجماع بسبب معین کرنے اس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ ثابت ہو گیا
قسم یعنی قول ناذر کا کہ [illegible] سوئم دلالت کرتا ہے التزام پر اور جب یہ نذر میں پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ [illegible]
جب نیت کرے کہ نذر نہ ہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم ہوا اور ملزوم مراد لیا اس واسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے ہوا اسکے ترک کی تحریم لازم آتی ہے اور مباح کا
حرام کرنا یمین ہے قالہ الشارح وان نواهما او نوى اليمين بلا نفي النذر كان في الصورتين نذرا ويمينا حتى لو افطر يجب القضاء للنذر والكفارة لليمين
[illegible] بعموم المجاز [illegible] اور اگر نیت کی دونوں کی یا نیت کی قسم کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونوں صورتوں میں نذر اور قسم ہوگی یہاں تک کہ اگر افطار
کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا واسطے عمل کرنے کے عموم مجاز پر برخلاف قول ابو یوسف کے ہم امام ابو یوسف کے نزدیک
اول صورت میں نذر ہوگی اور دوسری میں قسم اسلئے کہ استعمال صیغہ کا نذر میں حقیقی ہے اور قسم میں مجازی تو اول صورت میں حقیقت کو ترجیح ہوگی اور دوسری صورت میں
نیت کے باعث مجاز متعین ہوا اور چونکہ نذر و قسم کا ہونا بدون ترجیح ہو جانا حقیقت اور مجاز کا ہے ایک لفظ میں اور یہ ہو نہیں سکتا اسلئے شارح نے کہا
کہ عموم مجاز پر عمل کیا جیسے یہ معنی لئے گئے یعنے نذر اور یمین میں منافات نہیں ہے کیونکہ دونوں وجوب کو تقاضا کرتے ہیں مگر نذر بنفسہ وجوب کو چاہتی
ہے اور یمین [illegible] یعنی بواسطہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس ہے دونوں جمع کر دیا اور دونوں دلیلوں پر عمل ہو باقی کتب اصول میں مذکور ہے قالہ
[illegible] الطحاوي ... وندب تفريق صوم الست من شوال ولا يكره التتابع على المختار خلافا للثاني ... اور مندوب ہے کہ متفرق چھ روزے رکھے
شوال میں اور اسکا پے در پے رکھنا مکروہ نہیں ہے مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسف کے کذا فی الحاوی والاتباع المكروه ان يصوم الفطر وخمسة بعده
فلو افطر الفطر لم يكره بل يستحب ويسن ابن كمال اور رمضان کے پیچھے روزہ رکھنا مکروہ ہے کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ دن بعد
اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب و مسنون ہے قالہ ابن کمال چنانچہ جامع ترمذی میں وارد ہے کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ
روزے شوال کے اسکے ساتھ ملاوے تو یہ تمام سال کے روزے ہوں گے ولو نذر صوم شهر غير معين متتابعا فافطر يوما ولو من الايام المنهية استقبل
[illegible] بالوصف ... ايام منهية ... التتابع اور اگر نذر کی کہ ایک غیر معین مہینے کے روزے پے در پے رکھوں گا پھر ایک روز افطار کر لیا اگرچہ
افطار کیا ان ایام منہیہ میں کا ہو تو پھر نئے سرے سے روزہ رکھے کیونکہ اوسنے کہا وصف تتابع کو باوجود یکہ ایسا ممکن تھا اسلئے [illegible]
[illegible] کذا فی النہر بخلاف برس کے پے در پے روزے رکھنے کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اوس میں ایام منہیہ بلاشک واقع ہونگے [illegible]
اسکا جیسا سال معین کی نذر میں ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہاں بھی صرف اوس سفر کی قضا لازم آتی ہے جو مہینے کے [illegible]
[illegible] الا يستقبل ... ثلاثة ... في غير الوقت ... استیناف کرے جس جگہ کہ معین مہینے کے روزہ کی نذر کی ہو تاکہ نذر ہی کا
[illegible] ہم کلمہ کی تفسیر اس صورت میں ظاہر ہوتی ہے کہ مہینے کے آخر کار روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر درمیان میں افطار کیا ہو
تو ظاہر ہے کیونکہ کل مہینے کے سوا استیناف کرے اور ایسا ہی روزہ رکھے تو بعض روزے وقت میں ہونگے اور بعض غیر وقت میں قالہ الشارح
[illegible] ... ولو صام [illegible] مع [illegible] ... نذر ... [illegible]

[illegible]

کی قضا ہر رمضان میں و قد لبط الشافی ہو کالمحیا فذلک [illegible] قبل [illegible]
کے ایام ادراک العید [illegible] اند تقدر [illegible] کی [illegible]
جست ہیں بیٹے کی لازم ہو بلا اجماع جیسا جنتہ [illegible] قضاء رمضان [illegible]
رمضان فوت ہو جاوے کسی عذر سے پھر بعض مدت کی [illegible] روزہ [illegible]
لا تعلق لازم ہو ہم [illegible] ظاہر [illegible]
شارح نے [illegible] قال اللہ اصوم [illegible] مثال [illegible]
لا اگر روزہ رکھے [illegible] کتاب الایمان میں [illegible] قضاء [illegible]
ساتھ ہو اور نون تاکید [illegible] مثال مذکور میں [illegible]
کہ یہ حکم سابق میں تھا [illegible] ازراہ تو [illegible]
فارسی [illegible] سے قسم کے [illegible] قال الشافعی [illegible]
کیا اور یہ فرض میں [illegible] قضا [illegible]
آنکھ [illegible] کی بدنیت کے روزہ کو [illegible]
کے حکم میں [illegible] فطرہ کے [illegible] قال الکاتب [illegible]
[illegible] شخص آ [illegible] کہا [illegible]
[illegible] قد لا تقدیر [illegible] کہا کہ اگر [illegible]
کہا کہ [illegible] ونور اس میں [illegible]
قضاء اقضا [illegible] رمضان [illegible]
کی نیت کرے [illegible] لازم نہیں ہوتا [illegible]
اور اگر نیت کی [illegible] نذر سے یمین کی تو [illegible]
جہت سے [illegible] روزہ رمضان کا واقع ہوا [illegible]
و غیرہ میں اسطرح [illegible]
او وہ اس قول سے یمین کا ارادہ کیا [illegible]
نیت [illegible]
جہت سے [illegible] رمضان [illegible]
[illegible]
[illegible] القضاء والنذر [illegible]
[illegible] نیت [illegible]
مثل [illegible] الاسبوع [illegible]
فصح البیت [illegible] ایام [illegible]

[illegible] شنبہ کے [illegible] روزہ [illegible] شنبہ کے [illegible] سات دن [illegible] شنبہ [illegible]
[illegible] شنبہ کا [illegible] نہیں [illegible] سات دن پر محمول ہوا بخلاف [illegible]
[illegible] جو کہ [illegible] مراد ہوا کہ یا یوں کہا کہ شنبہ [illegible]
[illegible] اور [illegible] ہے اور سرقت [illegible] نذر [illegible]
[illegible] کذا فی [illegible] بما علم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من
الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام [illegible]
[illegible] کا تقرب حاصل ہو سو یہہ سب باطل [illegible]
[illegible] نذر مخلوق کیلئے جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے [illegible]
[illegible] نہیں ہوتا [illegible] کہتا ہے کہ مردہ [illegible]
[illegible] اگر یوں کہے کہ یا اللہ میں تیرے لئے نذر کرتا ہوں کہ اگر تو میرے مریض کو شفا [illegible]
[illegible] فقیر [illegible] کو کھانا کھلاؤں جو دروازہ پر [illegible]
[illegible] یا اللہ سوا اسکے [illegible] فقیر [illegible]
[illegible] جو لوگ مستحق ہیں وہ [illegible]
[illegible] عالم پر جائز نہیں ہے جبتک کہ محتاج نہو [illegible]
[illegible] نذر کا دیا جانا [illegible]
[illegible] اسکا لینا جائز نہیں مگر یہہ کہ خود فقیر ہو یا [illegible] عیال فقرا عاجز ہوں تو [illegible]
[illegible] تقرب [illegible]
[illegible] الامام [illegible] وقد ابتلی الناس [illegible]
[illegible] واقع ہوتی ہے اور جو دراہم وغیرہ لئے جاتے ہیں حرام ہیں [illegible]
[illegible] شرح درر البحار میں بسط سے بیان کیا ہے
[illegible] نذر [illegible]
[illegible] قسم کی [illegible] نذر [illegible]
[illegible] حضرت سید عبد القادر جیلانی [illegible] نذر کیا [illegible]
[illegible]
[illegible] قال الامام محمد لو کان العلم [illegible]
[illegible] امام محمد نے کہا ہے کہ اگر [illegible]
[illegible] سب لوگوں کو [illegible]
[illegible] ساقط ہوتا کذا فی [illegible]

باب الاعتکاف

[illegible] احکام میں وجہ المناسبۃ [illegible]

[illegible] الملک الاکبر [illegible] اعتکاف [illegible]

مسائل اعتکاف میں اور طلب [illegible]

تقدم کیا [illegible] رمضان میں اعتکاف [illegible]

بدین قال الشامی [illegible]

[illegible] مقام میں [illegible]

میں [illegible] شرط نہیں [illegible]

[illegible] اعتکاف [illegible]

میں [illegible]

[illegible] اور [illegible]

[illegible] اعتکاف [illegible]

[illegible] اعتکاف [illegible] مسجد [illegible]

[illegible] مسجد [illegible]

[illegible] مسجد [illegible] افضل [illegible]

[illegible] مسجد [illegible]

[illegible] قال الشامی [illegible] مسجد [illegible]

[illegible]

[illegible] اعتکاف [illegible] مسجد [illegible]

[illegible]

[illegible] اعتکاف [illegible]

[illegible] قال الشامی [illegible]

[illegible] اعتکاف [illegible]

[illegible]

[illegible] اعتکاف [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اعتکاف [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] قال الشامی [illegible]

[illegible] نفل کے تئیں ایسی نماز بہ نیت [illegible] شروع کرے [illegible] کہ [illegible] بیان کرنا ضروری

[illegible] کی قسم [illegible] جو حاصل کرنا ہے [illegible] شروع کرنے سے واجب ہوتا قول [illegible]

[illegible] نفل [illegible] نفل ہے [illegible] ایک ساعت ہو تمام

[illegible] جیسا [illegible] حلف [illegible] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نذر اور [illegible] اور

[illegible] شروع [illegible] نذر ہے تو شارح کو [illegible] سب [illegible]

[illegible] کسی شرط [illegible] مشروط ہو جیسا بحر میں

[illegible] سنت ہو [illegible] رمضان کو آخر عشرہ میں

[illegible] قال [illegible] جیسا برہان میں ہے

[illegible] سنت [illegible] ترک پر مواظبت

[illegible] ترک واجب کی نسبت [illegible]

[illegible] حضرت نے انکار نہیں کیا

[illegible] اعتکاف سنت مؤکدہ ہے

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] عشرہ [illegible] مواظبت [illegible] سنت ہونے کی [illegible]

[illegible] سنت [illegible] انکار نہیں کیا اگر [illegible]

[illegible] تیسری قسم اعتکاف مستحب [illegible]

[illegible] مستحب یعنی سنت غیر مؤکدہ [illegible] شرط [illegible] روزہ [illegible] صحت قسم

اول یعنی واجب [illegible] بالاتفاق [illegible] اصل [illegible]

[illegible] اعتکاف [illegible] اختلاف [illegible] نفل میں [illegible] یوم کی

[illegible] شرط نہیں [illegible] روایت میں یوم کی قید [illegible]

[illegible] روایت [illegible] اعتکاف مسنون [illegible]

[illegible] کہ اگر اعتکاف [illegible] صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے [illegible]

[illegible] سنت [illegible] حاصل نہ ہو قال الشامی [illegible] اعتکاف لیلۃ [illegible]

[illegible] الیوم [illegible] رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہیں صحیح ہو [illegible]

[illegible] نہیں [illegible] رات [illegible] اور یوم ارادہ کرے تو درست ہے اور فرق مخفی نہیں

[illegible] جب متبوع میں [illegible] درست ہوئی تو تابع میں بھی [illegible] درست ہوئی اور [illegible]

[illegible] مطلق زمانہ میں استعمال کیا [illegible] مطلق [illegible]

[illegible] مطلق زمانہ پر جائز ہے لیل کا [illegible]

[illegible] آسمان کا زمین پر [illegible]

[illegible] قال الشامی [illegible]

ان لم یکن باللیل لعدم الصوم لا تقبل محل اللیل تبعا بخلاف اگر کہ [illegible] دن میں [illegible] اعتکاف [illegible]

نہیں ہے کیونکہ رات بالخصیص [illegible] واعتراف [illegible] الصوم [illegible] لا [illegible]

میں شرط ہے بخلاف روزہ کے موجود ہونا [illegible] اعتکاف [illegible]

کا وجود ضروری ہے نہ ایجاد [illegible] اعتکاف [illegible]

اعتکاف شہر رمضان [illegible] پس اگر [illegible] اعتکاف [illegible]

ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا لیکن [illegible]

ولا یتطوع [illegible] لیکن [illegible] اگر نفل [illegible]

شروع میں نفل تھا پھر اوسکو واجب کرنا [illegible] اعتکاف [illegible]

ہے کذا فی الشامی [illegible]

کسی روزہ کے بیچ میں ساتھ صوم مقصود کے ہم [illegible] اعتکاف [illegible]

قضا بھی پائے ہوگی جب اگر واجب کیا [illegible] رجب [illegible]

[illegible] رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے [illegible]

سبب شرف رمضان کے ساقط ہو گیا تھا جب رمضان گذر گیا [illegible]

کی قید شہر تو اوسکی شرط نے کمال [illegible] اعتکاف [illegible]

یعنی رمضان کے [illegible] الشامی [illegible]

[illegible] الاحوط [illegible] پس جائز ہوگا اعتکاف [illegible] رمضان [illegible]

رمضان خلیفہ ہو اول کا یعنی ادا رمضان کا [illegible]

او عارضا [illegible] محمد وهو ظاهر الرواية [illegible] اعتکاف [illegible]

دن کی نزدیک امام محمد کے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام صاحب [illegible] نفل [illegible]

میں آسانی کی جہت سے وہ باتیں جائز ہیں [illegible] واجب [illegible]

والساعة فی عرف الفقهاء جزء من الزمان لاجزء من اربعة وعشرین کما هو المشهور [illegible]

اصطلاح میں ایک ادنیٰ جزو ہے زمانہ کا نہ چوبیسواں حصہ [illegible]

فی نفلہ [illegible] لا یلزمہ قضاءہ لانہ لا یشترط له الصوم علی الظاهر [illegible] اعتکاف [illegible]

لازم ہے قضا اوسکی کیونکہ صوم شرط نہیں ہے اعتکاف نفل کے لئے [illegible]

قاله العینی وغیرہ [illegible] اعتکاف شروع [illegible]

ذکر کیا اوسکو [illegible] اعتکاف [illegible]

وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل [illegible]

واجب کرلیا [illegible] اعتکاف [illegible]

ہو گا کہ نفل اعتکاف کی کثرت مدت [illegible] اعتکاف واجب [illegible]

[illegible] الا لحکم [illegible] الجمعة [illegible] حاجت [illegible]
[illegible] حاجت انسانی [illegible]
[illegible] مسجد [illegible]
[illegible] الا لحاجة [illegible]
[illegible] حاجت شرعی [illegible] اور اذان [illegible] مسجد [illegible] جمعہ کے وقت [illegible]
[illegible] مؤذن [illegible]
[illegible] مسجد [illegible]
[illegible]
[illegible] مسجد [illegible]
[illegible] منارہ میں بھی ممنوع ہے مثل بول وغیرہ کے لیکن مشابہ ہوا مسجد سے [illegible]
[illegible] اسکو مقید کرنا چاہیے [illegible] منارہ [illegible] مسجد [illegible]
ہے اور اس قید پر کلام شارح کا [illegible]
[illegible] مسجد [illegible] حاجت [illegible]
[illegible] مسجد سے نکلے [illegible] وقت [illegible]
[illegible] خطبہ سے [illegible] الخلاف [illegible]
[illegible] بعد جمعہ کے چار یا چھ بنا بر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے [illegible]
فی البدائع ولو سلک [illegible] الاربعة [illegible] مسجد [illegible]
[illegible] مسجد [illegible] اعتکاف [illegible]
[illegible] منارہ [illegible] مسجد میں [illegible] حاجت کے [illegible]
[illegible] فرق ہے کہ گھر میں [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] عیادت مریض اور صلوٰۃ جنازہ [illegible] اعتکاف [illegible]
[illegible]
[illegible] مسجد [illegible]
[illegible]
[illegible] ایک جز و زمانہ [illegible] اعتکاف [illegible]
[illegible]
[illegible] اعتکاف [illegible]
[illegible]
[illegible]

فوت ہوا ہے تو اوسیقدر قضا کرے فقط اوسکا قضا کرنا واجب نہیں اور اگر کل فوت ہوا ہو تو کل کی قضا کرے ہمیشہ لیس اگر قادر ہوا اور قضا اوسکی یہانتک کہ مرگیا
تو وصیت کرے ہر روز کے لئے مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہے اگر وقت نذر کے صحیح وسالم ہو اور اگر وقت نذر کے تندرست
نہیں تھا پھر اگر ایک روز بھی تندرست ہوگیا تو وہ اوسی خلاف پر ہے جو روزہ کے باب میں مذکور ہوا اور اگر ایکروز کو بھی تندرست نہیں ہوا تو اوس پر
کچھ لازم نہیں کذا فی البدائع لتعلق الاثم الاعتکاف بالردۃ گو جبکہ فاسد کر دیا اعتکاف مرتد ہو کر ہم اسواسطے کہ لیتا ہوا وساقط کرتا ہے اوسکو جو
پہلے واجب ہوا تھا خواہ خدا تعالی کے ایجاب سے ہو یا بندہ کے اور نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہے قالہ الشامی واختیر اکثر النہار قالوا وھو
الاستحسان اور خروج میں صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہے علماء نے کہا ہے کہ یہی استحسان ہے ہم اسواسطے کہ خروج قلیل میں ضرورت ہے کہنا
نے الہدایہ اور شارح نے اسکو بلفظ قالوا بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کیطرف اشعار ہوا سو جہ سے کہ کمال نے اوسمیں بحث کی ہے قالہ الشامی
وبحث فیہ الکمال اور اسمیں کمال نے بحث کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مدار تخفیف کا ضرورت ہوتی ہے اور بیعذر نکلنے میں ضرورت نہیں ہے اسکا تسلیم
ہونا مسلم نہیں ہے وان خرج بعذر یغلب وقوعہ وھو ما مر لا غیر لا یفسد اما ما لا یغلب کانجاء غریق وانھدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا
لکان النسیان اولی بعدم الفساد کما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہے اور وہ سابقا مذکور ہو چکا یعنی طبعی یا شرعی نہ سوا اسکے
تو نہیں فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہیں ہے جیسا ڈوبتے کو بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہے نہ بطلان کو ورنہ نسیان کیصورت میں
بطریق اولے فاسد نہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہے خلافا لما فصلہ الزیلعی وغیرہ بخلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہے ہم زیلعی نے منجملہ
میں شمار کیا ہے نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غریق کے بچانے کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام ہو اور ادائے شہادت کو نکلنا
اسکو کہ مسجد کے انہدام کی جہت سے کہیں دوسری مسجد میں چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہو گئے کہ اسمیں نہیں صلوۃ جمعہ کی جماعت نکلیگی یا ظالم نے بزور نکالدیا
یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہوا لکن فی النہر وغیرہ جعل عدم الفساد لا مفلتہ بطلان جماعۃ للخارج کما استحسانا لکن نہر وغیرہ میں ہے کہ اگر مسجد
گر جاوے یا جماعت باطل ہو جاوے یا کوئی شخص بزور نکالدے تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا بدلیل استحسان ہم حاصل یہ ہے کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ اعتکاف خروج
سے فاسد ہو جاتا ہے مگر بول و غائط اور جمعہ کی نماز کے لئے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل میں عدم فساد کو مستحسن کہا ہے اور شامی نے اسجگہ بسط کیا ہے
وفی التاتارخانیۃ عن الحجۃ لو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادۃ مریض وصلوۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ اور تاتارخانیہ میں حجہ سے
نقل کیا ہے کہ اگر شرط کیا وقت نذر کے کہ نکلیگا مریض کی عیادت کو اور نماز جنازہ کے لئے اور مجلس علم میں حاضر ہونیکے لئے تو جائز ہے یہ یاد رکھو ہم فقط
شرط سوا یا ہو کہ صرف نیت پر اکتفا نہیں حاصل یہ ہے کہ اسباب غالب الوقوع مثل مستثنے ہیں اگرچہ شرط نکی ہو اور جو غالب الوقوع نہیں ہیں تو وہ مستثنے
نہیں ہیں مگر جبکہ شرط کرلی قالہ الشامی وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ اور مخصوص ہیں معتکف ساتھ کہانے اور پینے
اور سونے کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو خواہ اپنے لئے یا اپنے عیال کے لئے یعنی مسجد میں ہم پ داخل ہو مقصود علیہ یعنی معتکف مقصود ہو کہانے وغیرہ
سے مسجد میں اوسکو یہ چیزیں حلال ہیں سوا مسجد کے یہ معنی نہیں کہ کہانا اور عقد وغیرہ معتکف کے سوا دوسرا مسجد میں نکرے کیونکہ عقد نکاح اور رجعت بھی
معتکف کو بھی مسجد میں مکروہ نہیں قالہ الشامی بخلاف عقد التجارۃ فیکرہ پس اگر عقد تجارت کے لئے ہو تو مکروہ ہے ہم یعنی اگرچہ اسباب تجارت کا مسجد
میں حاضر نکیا جاوے اور اسیکو قاضی خان نے اختیار کیا ہے اور زیلعی نے تصحیح دی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی کیطرف متوجہ ہے دنیا سے منقطع ہو اسکو لائق
اعمال دنیاوی کیطرف اشتغال نچاہئے کذا فی البحر قالہ الشامی کبیع لنحو تجارۃ وتحقیقہ فی النہر لا اختلاف لعلہ الظہر مثل بیع اور نکاح اور رجعت
کی رجعت کا حلف اکل پر ہے کیونکہ بیع پر عطف نہیں ہو سکتا جب تک عقد میں ایسی تاویل نکریں کہ جس سے رجعت کو بھی شامل ہو کذا فی الشامی لیکن بطلان اسکا
لئے تو اعتکاف فاسد ہو گیا کیونکہ ضرورت خروج کی نتھی ہم تطہیر ہے کہ نکلے بعد غروب کے کہانے پینے کے لئے تو اسپر محمول ہونا چاہئے اسصورت پر
کہ اوسکو اپنی کوئی آدمی ایسا نہو کہ کہانا پہنچاوے اسلئے کہ اسوقت یہ نکلنا حوائج ضروریہ میں ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر لکن لا اخفی لا اعمل

۵۱ صوم وصال کا بیان یہ ہے کہ پہلے روزہ رکھے یعنی کچھ نہ کھائے پئے اور صوم صمت یہ ہے کہ روزہ رکھے اور بات نکرے

الملازمہ فیہ او احضار مبیع فیہ اور مکروہ ہے حاضر کرنا مبیع کا مسجد مین یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ کراہت تحریمی محل ہے فقہا کے مطلق رکھنے کا کذا فی البحر یعنے جسجگہہ مطلق مکروہ بولتے ہین وہان انکی مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقا للنہی جیسا مکروہ ہے مسجد مین بیع وشراء غیر معتکف کے لئے مطلقا یعنی اپنے نفس کیواسطے ہو یا عیال کے یا تجارت کے لئے مبیع حاضر ہو یا نہو بسبب نہی کے جو اسباب مین وارد ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے بیع وشرا سے مسجد مین اور گم شدہ کی تلاش سے مسجد مین اور شعر پڑھنے سے اور منع فرمایا حلقہ باندہ کر بیٹھنا نماز سے پہلے جمعہ کے روز کذا فی الفتح وکذا الاکل ونومہ الا لمعتکف وغریب آشباہ اور اسیطرح مکروہ ہے غیر معتکف کو کہانا اور سونا مسجد مین مگر مسافر کو کذا فی الاشباہ وقد قدمنا قبیل الوتر مدہم اسکو بیان کر چکے ہین وتر سے کچھ پہلے لکن قال ابن کمال لا یکرہ الاکل والشرب والنوم فیہ مطلقا ونحوہ فی المجتبیٰ لیکن ابن کمال نے کہا ہے کہ نہین مکروہ ہے کہانا پینا سونا مسجد مین بالکل اور مثل اسکے مجتبیٰ مین ہے

م ابن کمال نے اسبیجابی سے نقل کیا ہے کہ غیر معتکف کو جائز ہے سونا مسجد مین مقیم ہو یا مسافر لیٹ کر یا تکیہ لگا کر پانو جانب قبلہ کی ہون یا کسی اور طرف پس معتکف کو بالاولے جائز ہے انتہی اور معراج مین بہی اسکو نقل کیا ہے اور اس سے مطلقا کی تفسیر واضح ہو جاتی ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ قول کہ پانو قبلہ کیطرف ہون غیر مسلم ہے کیونکہ علما نے اسکی کراہت پر تصریح کی ہے اور شارح کے کلام کا مفاد ترجیح اس استدراک کی ہے اور ظاہر یہہ ہے کہ کہانا پینا بہی مثل نوم کے ہے جبکہ مسجد کو نہ روکے اور نہ ملوث کرے کیونکہ مسجد کی صفائی اور تنظیف واجب ہے لیکن وقایہ مین کہا ہے کہ معتکف کہاوے پیوے سووے بیع وشرا کرے مسجد مین نہ غیر معتکف اور ملا علی نے اوسکی شرح مین کہا ہے کہ غیر معتکف کچھہ نکرے ان اشیاء مذکورہ مین سے مسجد مین اور اسیکی مانند قہستانی مین ہے پہر مجتبے کی عبارت نقل کی ہے قالہ الشامی ویکرہ تحریما صمت ان اعتقدہ قربۃ والا لا لحدیث من صمت نجا اور مکروہ تحریمی ہے اعتکاف مین چپ رہنا اگر اوسکو عبادت جانتا ہو ورنہ مکروہ نہین کہ حدیث مین آیا ہے جو شخص چپ رہا نجات پائی اور امام ابو حنیفہ نے ابوہریرہؓ سے مسندا روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قالہ الشامی ویجب ای الصمت کما فی غرر الاذکار عن شر لحدیث رحم اللہ امرأ تکلم فغنم او سکت فسلم اور چپ رہنا واجب ہے بری کلام سے کذا فی غرر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے تو سلامت رہے ہم یجب کہا نفترض نہین کہا تاکہ شامل ہو واجب کو بہی کیونکہ کلام کبہی حرام ہوتی ہے جیسے غیبت مثلا اور کبہی مکروہ ہوتی ہے جیسے بری شعر پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا چیز کی بکری کیوقت پکارنا اول قسم سے فرض ہے اور دوسری قسم سے واجب قالہ الشامی وتکلم الا بخیر وھو ما لا اثم فیہ اور مکروہ ہے اعتکاف مین بولنا مگر بہلی بات اور خیر وہ ہے کہ جسمین گناہ نہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وھو محمل ما فی الفتح انہ مکروہ فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب کالحطب فی النہر اور جسمین گناہ نہین اوسمین داخل ہے کلام مباح جب اوسکی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے (یعنی امور دنیا مین کلام کرنا جسوقت اوسمین قصد تقرب کا نہو ورنہ اوسمین ثواب ہے کذا فی الشامی اور یہی تفسیر ہے تو کلام کرنا محمل ہے فتح القدیر کی عبارت کا کہ کلام کرنا مسجد مین مکروہ ہے حسنات کو اسطرح کہاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر مین اسکو محقق کیا ہے ہم مسجد مین کلام مکروہ اسوقت ہے کہ کلام کے لئے مسجد مین بیٹھے جیسا ظہیریہ مین قید لگائی ہے ذکرہ فی البحر اور معراج مین شرح ارشاد سے نقل کیا ہے کہ مسجد مین بات کرنیکا کچھہ مضائقہ نہین ہے اگر قلیل ہو پس اگر مسجد کا قصد باتون کے لئے کرے تو مکروہ ہے اور وعید سے ظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے قالہ الشامی کقراءۃ قرآن وحدیث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکتابۃ امور الدین اور کلام خیر مثل ان چیزون ہین جیسے قرآن پڑھنا اور حدیث اور علم دین اور پڑھانا سیرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیاء علیہم السلام کے اور حکایتین صلحا کی اور لکھنا دینی باتون کا وبطل بوطی فی فرج انزل اولا اور باطل ہوتا ہے اعتکاف وطی سے فرج مین یعنی اگلے مقام مین یا پچھلے مین انزال ہو یا نہو ولو کان ذلک خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا او ناسیا فی الاصح لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصدا ہو یا سہوا لکن

اصح روایت مین ہی اسواسطے کہ اعتکاف کی یاد دلاتی ہے ہم نے جو کہ اتمام سے یہہ تعمیم کی ہی اسمین اشارہ ہے کہ مانحن فیہ مین جو مذکور ہی وہ مراد
ہے یعنی معتکف تو مسجد مین رہتا ہی اوسکو وطی کہان میسر ہی پہر کہا کہ اسکی تاویل علمانے یہہ کی ہی کہ جب اپنی حاجت کے لیے نکلے تو اسوقت وطی
کرنی حرام ہے اور شرح تاویلات مین ذکر کیا ہے کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضاء حاجت یعنی جماع کر کے غسل کر کے پہر اعتکاف کے مقام مین
چلے جاتے تھے اوسپر یہہ آیت نازل ہوئی ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد انتہی یعنی اُن سے صحبت نکرو جسوقت کہ تم مسجد مین معتکف
ہو شیخ اسمعیل نے کہا کہ اسمین نظر ہے کیونکہ مسجد مین وطی ممکن ہے اگرچہ اسمین حرمت دوسری جہت سے ہو یعنی مسجد مین بحالت جنابت
رہنا علاوہ برین ہو سکتا ہے کہ زوجہ معتکف ہو اپنے گہر کی مسجد مین اور اُسکا خاوند اوس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل
ہو جاویگا اور اصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہے کہ بہولکر وطی سے اعتکاف نہین جاتا صوم پر قیاس کر کے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی
علت یہہ ہی کہ اعتکاف اور صوم مین فرق ہے کیونکہ اعتکاف مین حالت یاد دلانیوالی موجود ہی یعنے مسجد مین ہونا بخلاف صائم کے
قال الشامی وبطل بانزال بقبلة او لمس او تفخيذ اور باطل ہوتا ہی اعتکاف انزال سے بسبب بوسہ لینے کے یا ہاتہہ لگانے یا ران مین دینے کے
کہ یہہ فعل انزال ہو جانے سے بمنزلہ جماع کے ہو گئی ولو لم ينزل لم يبطل وان حرم الكل لعدم الحرج اور اگر انزال نہو تو نہین باطل ہوتا اگرچہ
دواعی وطی کی تمام حرام ہین واسطے نہونے حرج کے اور عدم بطلان سے حلت لازم نہین آتی ولا يبطل بانزال بفكر او نظر ولا بسكر ليلا
اور نہین باطل ہوتا اعتکاف انزال سے ساتہہ فکر یا نظر کے اور نہ نشے سے رات کو ولا باكل ناسيا لبقاء الصوم بخلاف اكله عمدا او ردته وما
نہین باطل ہوتا اعتکاف کہانے سے بہولکر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہی بخلاف اسکے کہ عمدا کہالے یا مرتد ہو جاوے کہ ان سے باطل ہو جاتا ہی ہم قاعدہ
یہہ ہی کہ جو ممنوعات اعتکاف کے ہین یعنی اعتکاف کی جہت سے منع ہوئی ہین نہ روزے کی جہت سے تو اونمین سہوا اور عمدا اور دن اور رات برابر
ہین جیسے جماع اور خروج مسجد سے اور جو محظورات صوم کے ہین یعنی روزہ کی جہت سے اعتکاف مین ممنوع ہوئی ہین تو اونمین عمدا اور سہوا اور رات اور
دن مین فرق ہے جیسے کہانا پینا کذا فی البدائع وكذا اغماء وجنون ان دام اياما فان لم يجن سنة قضاه استحسانا اور اسیطرح باطل نہین ہوتا
بیہوشی اور جنون سے اگر چند روز رہین (ایام سے مراد یہہ کہ صوم فوت ہو جاوے بسبب عدم امکان نیت کے) پس اگر ٹہر گیا جنون برس روز تو اعتکاف
قضا کرے استحسانا ہم اور قیاس یہہ ہی کہ قضا نکرے جیسا صوم رمضان مین وجہ استحسان کی یہہ ہی کہ رمضان کے روزون مین جو قضا ساقط
ہوئی تو دفع حرج کی جہت سے ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہی تو کمتر جاتا ہی چونکہ رمضان ہر سال آتا ہی تو روزونکی قضا مین تنگی ہوگی
اور اعتکاف مین یہہ بات متحقق نہین کذا فی الفتح قاله الشامی ولزمه الليالي ايضا بنذر اعتكاف ايام ولاء اي متتابعة وان لم يشترط
التتابع یعنے ... اور لازم ہونگی اوسکو بہی راتین یعنے اونمین اعتکاف کرنا بسبب نذر کرنیکے زبان سے اعتکاف ایام کا مثلا دس دن کا اگرچہ پیاپے
ہونے کی شرط نکی ہو ہم ولاء حال ہی لیالی سے اور اصل یہہ ہی کہ جب رات اور دن اعتکاف مین داخل ہونگے تو دونو پیاپے لازم
ہونگے اگر متفرق اعتکاف کریگا تو کافی نہوگا کذا فی البحر اسیطرح اگر مہینے غیر معین کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے
کا کوئی سا ہو پے درپے رات دن بخلاف روزہ کے کہ جب نذر کرے مہینے غیر معین کے روزونکی اور پیہم کا ذکر نکرے اور نہ نیت کرے تو اسکو
اختیار ہے کہ متفرق رکہلے اسواسطے کہ اعتکاف عبادت دائمہ ہی اور اسکی بنا اتصال پر ہے وعكسه لان ذكر احد العددين بلفظ الجمع
كذا التثنية يتناول الاخر جیسا اسکے برعکس اور وہ یہہ کہ نذر کرے راتون کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہونگی اسواسطے کہ ذکر ایک کا دونو
عددون مین سے لفظ جمع کے ساتہہ اور اسیطرح تثنیہ کے ساتہہ شامل ہی دوسرے کو بہی ہم یعنی بحکم عرف اور عادت کے مثلا عرف مین کہتے
ہین کہ ہم وہان تین روز رہے یعنے تین دن مع راتون کے اللہ تعالی نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ مین فرمایا ثلث ليال سويا اور ثلثة
ايام الا رمزا ایک جگہہ لیالی سے تعبیر کیا اور دوسری جگہہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہی پس مراد دونو جگہہ رات اور دن دونو ہین اور جمع عام

خواہ صریح ہو جیسے ایام اور لیالی کہنا خواہ ضمناً ہو جیسے ثلثین یوماً کہنا اور تشنیہ کی صورت مین اعتکاف دو روز کا مع دو راتون کے طرفین کے نزدیک لازم ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی رات اوس مین داخل نہین قال الشامی فلو نوی فی نذر الایام النہار خاصۃ صحت نیتہ لنیۃ الحقیقۃ پس اگر نذر کیے ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنے نہ رات کی تو اوسکی نیت صحیح ہے کیونکہ اوس نے حقیقت لغوی کی نیت کی گو عرف مین یوم آٹھ پہر کو یعنی مجموعہ شب و روز کو کہتے ہین اور جب کسی لفظ کیواسطے حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت عرفی کے طرف مصروف ہوتا ہے اسی جہت سے یہان نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اوسکی نیت صرف نہار مین درست ہوئی تو اوسکو اعتکاف ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد مین داخل ہوا کرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قال الشامی وان نوی بہا ای بالایام اللیالی لا بل یلزمہ کلاہما اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہہ نیت صحیح نہین ہے بلکہ لازم ہونگے رات اور دن دونو ہم کیونکہ ایسی نیت کی جو کلام کی محتمل نہین ہے کذا فی البحر اور حاصل یہہ کہ یا لفظ مفرد ہے یا تشنیہ یا جمع اور ہر ایک ان مین سے یا یوم ہو یا لیل اور ہر ایک مین ان چھون مین سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونون کی یا بالکل نیت نہو یہہ چوبیس صورتین ہوئین اور تثنیہ اور مجموع کا حکم مع اون کی اقسام کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اوسکی کرے یا نکرے اور اگر اوسکے ساتھ رات کی بھی نیت کی ہے تو دونون لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہو تو دن لازم نہوگا جب تک اوس مین نیت یوم کی نہو کذا فی البحر قال الشامی کما لو نذر اعتکاف شہر و نوی النہر خاصۃ او عکسہ ای اللیل خاصۃ فانہ لا تعمل نیتہ لان الشہر اسم لمقدر یشتمل الایام و اللیالی فلا یحتمل ما دونہ جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنون کی خاص کر یا نیت کی اسکے عکس یعنی راتون کی صرف تو انکی نیت صحیح نہوگی کیونکہ شہر یعنی مہینا نام ہے ایک مقدار معین کا جو مشتمل ہے ایام و لیالی کو پس اوس مین کمتر پر اطلاق کا احتمال نہین ہے ہم یہہ جب ہے کہ بلفظ شہر تعبیر کرے اور اگر ثلثین یوماً کہو گا تو اوسکا حال سابق مرقوم ہو چکا قال الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنہر مگر اس صورت مین کہ استثنا کرے راتون کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنون ہی کا ہم نہر بالضم جمع ہے نہار کی ولو استثنی الایام صح ولا شئ علیہ لانہ اور اگر دنون کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہے اور اوسپر کچھہ لازم نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنے باب اول مین کہ رات محل صوم نہین حاصل یہہ کہ جب ایام کا یعنی دنون کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتین رہگئین اور انمین اعتکاف منذور صحیح نہین ہے کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنے صوم کے ساتھہ منافات ہے قال الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ ولیالی النحر فتبع للنہر المستضیۃ رفقاً بالناس کما فی اضحیۃ الولوالجیۃ ہذا ۲ اور جان لو کہ راتین تابع ہین ایام کے مگر عرفہ کی رات اور قربانی کی راتین سو یہہ تابع ہین گذشتہ روز کے لوگون کی سہولت کے لیے جیسا ولوالجیہ کی اضحیہ مین مذکور ہے اسکو یاد کر لو ہم یعنی ہر شب تابع ہے اوس روز کی جو اوسکے بعد ہے چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب مین پڑھی جاتی ہین نہ شوال کی اول شب مین تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے نذر مین تشنیہ یا جمع کو تو مسجد مین داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہونے کے دن غروب کے بعد چنانچہ خانیہ مین اسکی تصریح کی ہے اور یہہ بھی تصریح کی ہے کہ جب یاآ بولی تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد مین طلوع فجر سے پہلے الخ سو اس تقدیر پر لیل داخل نہوگی ایام کی نذر مین مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہے یوم النحر کے اور نحر کی راتین تابع ہے عرفہ کے یہان تک کہ دسوین رات کو وقوف عرفات جائز ہے ولیلۃ القدر دائرۃ فی رمضان اتفاقاً الا انہا تنتقل عندہما خلافاً لہما اور شب قدر رمضان مین دائر ہے

۵۰ لیکن ذی الحجہ کی بارہوین تاریخ کے بعد کی رات ماقبل کے تابع نہین اسی واسطے تیرہوین شب مین امام کے نزدیک قربانی جائز نہین بخلاف شافعی کے اور لیالی رہوین تیرہوین رات مین قربانی جائز ہے ۱۲

بالاتفاق مگر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی تاریخوں میں مقدم موخر ہوتی رہتی ہے بخلاف صاحبین کے کہ اون کے
نزدیک تاریخ معین سے مقدم موخر نہیں ہوتی و ثمرۃ فیمن قال بعد لیلۃ منہ انت حر او انت طالق
لیلۃ القدر فعند لا یقع حتی یبلغ شہر رمضان الاتی لجواز کونہا فی الاولی فی الاولی
وفی الاتی فی الاخیرۃ وقالا یقع اذا مضی مثل تلک اللیلۃ فی الاتی ولا خلاف انہ لو قال قبل دخول
رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اوس صورت میں کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی
تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہے یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہے شب قدر میں تو امام اعظم کے نزدیک
عتق و طلاق واقع نہوں گے جب تک کہ دوسرا رمضان تمام نگذر جاوے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس
رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہوچکی ہو اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ میں ہو اور صاحبین کہتے ہیں
کہ اس رمضان کی جس تاریخ یہہ قول کہا ہے جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق و طلاق واقع
ہو گئے اور اگر رمضان کے شروع سے پہلے یہہ قول کہا ہے تو بالاتفاق اوسی رمضان کے گذرنے
پر عتق و طلاق واقع ہوں گے قال فی المحیط والفتوی علی قول الامام لکن قیدہ
بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والا فہی لیلۃ السابع والعشرین
واللہ اعلم محیط میں کہا ہے کہ فتوے امام صاحب کے قول پر ہے لیکن صاحب محیط نے قول امام پر فتوی کو مقید
کیا ہے اس بات سے کہ جس نے عتق و طلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہو وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام
میں سے ہے تو شب قدر ستائیسویں ہے کیونکہ اول تو عوام اوسیکو شب قدر کہتے ہیں دوسرے ایک قول اقوال میں سے یہہ بھی منقول
کہ ستائیسویں رات کو شب قدر ہوتی ہے اور احادیث کثیرہ اس پر دلالت کرتی ہیں امام صاحب نے یہہ جواب دیا ہے
کہ اوس برس اوسی تاریخ میں تھی اور یہہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان میں دائر ہے آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے
یہہ ایک قول ہے امام کا اور بحر میں خانیہ سے منقول ہے کہ مشہور قول امام صاحب کا یہہ ہے کہ تمام سال میں دائر ہے
کبھی رمضان میں ہوتی ہے کبھی غیر مہینے میں میں کہتا ہوں کہ اسی کا موید ہے وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے
فتوحات مکیہ میں ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے لیلۃ القدر کی تاریخ میں اختلاف کیا ہے سو بعض کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر ہے
اور میں بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ میں نے اوسکو کبھی شعبان میں دیکھا اور کبھی ماہ ربیع الاول میں اور اکثر رمضان
کے عشرۂ اخیرہ میں اور ایک بار عشرۂ اوسط میں اور کبھی جفت راتوں میں کبھی طاق میں سو مجھکو یقین ہے
کہ وہ سال بھر میں دائر ہے مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب میں علما کے اور اقوال ہیں جو شمار میں چالیس کو پہونچتے ہیں

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہے اوسکی طلب مستحب ہے اور وہ برس میں افضل شب ہے قرآن مجید میں اوسکو
ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہے ہر عمل خیر اوس میں ہزار عمل کے برابر ہے بہ نسبت دوسرے اوقات میں کرنیکے مسلمانو
یہی ہے جسکو خدا تعالی چاہے یہہ دولت نصیب کرتا ہے اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہئے کہ چھپا دے اور خلوص سے یہہ دعا کرے اللہم انا نسألک الاخلاص فی القول و
العمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل واللہ اعلم قال الشامی والحمد للہ اولا و آخرا والصلوۃ والسلام علی سیدنا و مولنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

یہان تک ترجمہ مترجم ثلثے کا تمام ہوا وللہ الحمد

له یعنی طاق راتین یعنی بعض سالون مین شب قدر کبھی طاق رات مین ہوتی ہے اور جب دوسرا سال ہوا تو اوس مین شب قدر کبھی جفت رات مین ہو گئی ۱۲

کتاب الحج

یہ کتاب ہے احکام حج کا بیان ہے حج کو بعد صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم کے اسواسطے مذکور کیا کہ یہ عبادت حج مرکب
کا اور مرکب ہے عبادت مالی اور بدنی سے قلّوبھو الصلوٰۃ وکسبوالبَیِّنَۃ القصدالی شیٔ عظیم یعنی القصد کا لطلاق بمعنا بستو کے لغوی
میں عظمت ان چیز کیطرف قصد کرنے کو کہتے ہیں مطلق پر قصد کو چنانچہ بعضے علما نے گمان کیا ہے مگر یہ تحقیق ہو ما حبۃ الفقہ پر کی لیکن
کتب لغت سے معلوم ہوتا ہو کہ حج عبادت ہے مطلق قصد سے اور قصد خاص سے بھی یعنی کہ سفر کا قصد کرنا واسطے ادا عبادت کے تو شیوخ کہتے ہیں
اَی طَوَافٌ وَوُقُوفٌ فِی مَکَانٍ مَخْصُوصٍ اَیِ الْکَعْبَۃِ وَعَرَفَۃَ فِی زَمَنٍ مَخْصُوصٍ فِی الطَّوَافِ مِن طُلُوعِ فَجْرِ النَّحرِ اِلَی اٰخِرِ العُمُرِ وَفِی الوُقُوفِ مِن
زَوَالِ الشَّمْسِ عَرَفَۃَ اِلَی الفَجرِ النَّحرِ بِفِعْلٍ مَخْصُوصٍ بِاَنْ یَکُونَ مُحْرِمًا بِنِیَّۃِ الحَجِّ سَابِقًا کَاسْتِیْفَاءِ الْاَرْکَانِ لِاَدَاءِ رُکْنٍ مِنْ اَرْکَانِ الدِّیْنِ لِیَعُمَّ
حَجَّ النَّفْلِ اور اصطلاح شرع میں حج عبارت ہے زیارت سے مکان خاص میں زمانہ مخصوص میں بطریق مخصوص فعل ہے یا اتصحو لیا طواف اور وقوف ہے مکان
خاص سے کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہو جیسے بیت اللہ کے گرد اور مناحیہ قربانی کی فجر سے آخر عمر تک اور عرفات میں ٹھہرنا عرفہ کے دن دوپہر ڈھلے
سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھکر طواف اور وقوف سے پہلے خلاصہ یہہ ہو کہ حج کی نیت سے اول احرام باندھکر طواف اور
وقوف اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا اسکا نام حج ہے چنانچہ تفصیل ہر اجمال کی آگے آ ویگی مصنف نے حج کی تعریف میں یون نہ کہا کہ حج عبارت ہے زیارت
مکان خاص سے زمانہ مخصوص میں واسطے ادا کرنے ایک رکن کے ارکان دین سے تاکہ حج نفل کو بھی تعریف شامل ہو اور اگر ادا ہی رکن کی قید لگاتا
تو حج نفل تعریف حج سے نکلجاتا اسواسطے کہ رکن تو فرض کو کہتے ہیں نہ نفل کو ہم ارکان دین پانچ ہیں کلمۂ شہادت اور نماز اور زکوٰۃ اور صوم اور
حج بیت اللہ فُرِضَ الحَجُّ سَنَۃَ تِسْعٍ وَاِنَّمَا اَخَّرَہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِعُذْرٍ لِعَدَمِ عِلْمِہٖ بِبَقَاءِ حَیَاتِہٖ لِیَکْمُلَ التَّبْلِیغُ حج فرض ہوا ہجرت کی نوین
سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا حج میں دسوین برس تک تاخیر فرمائی بسبب عذر کے اسکی ساتھ یہہ بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقاء حیات کا
علم تھا کہ تبلیغ رسالت کامل ہو جاوے ہم نوین سال یہہ آیت نازل ہوئی وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا یعنی
خدا کیواسطے لوگون پر لازم ہے حج بیت اللہ کا جسکو استطاعت راہ ہو اوسکی طرف اس آیت سے فرضیت حج کی ثابت ہوئی بعد حضرت نے جو نوین سال
حج نکیا تو عذر سے نکیا عذر یہہ کہ آیت بعد گذر جانے ایام حج کے اتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین اوسپر ہجوم کرینگے یا مشرکین کے
ساتھہ حج کرنا مکروہ جانا جب نوین سال صدیق اکبر اور علی مرتضےٰ کو بھیجکر کافرونکو بیت اللہ میں آنے سے منع کر دیا تب دسوین سال حج ادا کیا
بعد ہذہ بر دلیل اوینہ کہ تقدیم افضل ہے بالاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہوتا تو تاخیر کرنا متصور نہ تھا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الزیلعی مَرَّۃً لِاَنَّ سَبَبَہٗ
البَیْتُ وَہُوَ وَاحِدٌ وَالزِّیَادَۃُ تَطَوُّعٌ تمام عمر میں ایکبار حج فرض ہے اسواسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہے اور وہ ایک ہی لہذا سبب بھی ادا
ہوا اور ایکبار سے زیادہ حج کرنا نفل ہے عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ
یا رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایکبار فرمایا بلکہ ایکبار سو جو کہ ایکبار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اخرجہ ابوداؤد چونکہ فرضیت
حج کی قرآن مجید اور احادیث کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہذا اوسکا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے اوسکا تارک فاسق ہو وقد
یجب کما اذا جاوز المیقات بلا احرام فانہ کما یجب علیہ احد النسکین فان اختار الحج اتصف بالوجوب اور کبھی واجب
ہو جاتا ہے چنانچہ جب احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام طی کر جاوے تو اوسپر حج یا عمرہ ادا ہو جاتا ہے چنانچہ ذکر اسکا آویگا سو اگر وہ
شخص حج کرنا اختیار کریگا تو وہ حج واجب کہلاویگا وقد یتصف بالحرمۃ کالحج بمال حرام اور کبھی حج حرام کہلاتا ہے چنانچہ مال حرام سے
حج کرنا جیسے رشوت یا چوری یا غصب یا سود لینے کے مال سے حج کرنا اوسکا حج کرنا حرام ہے جسکو حج کا شوق ہو اوسکو اول حلال مال پیدا کرنا لازم
ہے طبرانی نے معجم اوسط میں ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی حج کو نکلتا ہے مال حلال
لیکر اور رکاب میں پاؤن رکھکر لبیک کہتا ہے تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے لبیک وسعدیک تیرا زاد حلال ہے اور حج تیرا مقبول ہے اور جب

نقل غیبت کیجئے منحرف ہے اور کتاب میں مانوذ ذکر غیبت کیا ہو تو آسمان سے پکار نیوالا پکارتا ہو لا لبیک ولا سعدیک ہے نفل حج سے پہلے حج فرض
مقبول نہیں کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وما لکراہۃ کالحج بلا اذن ممن یجب استیذانہ بدو کا ہو حج مکروہ کہلاتا ہو چنانچہ حج کرنا
بلا اجازت اس شخص کی جس سے اذن لینا واجب ہو چنانچہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسیطرح زوجہ اور جسمیں اتا ہو جنکا نفقہ اس شخص پر فرض
ہے تو شامی کے بیان سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہے واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر ہے حج جو نہیں ہو سکتا اسوا سطے
کہ اصل عبادت ہو کذا فی حاشیۃ الطحاوی وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی یلتحی اور نوازل میں ہو کہ اگر لڑکا خوبصورت ہو
تو باپ اسکے باپ کو جائز ہے کہ اوسکو سفر حج سے منع کرے واڑھی نکلنے تک بلکہ گھر سے نکلنے سے بھی روک سکتا ہے کذا فی رد المحتار ثم الحج علی الفور
فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام ومالک واحمد الحج فی الفور فرض ہے پہلے سال میں نزدیک ابی یوسف
اور امام مالک اور امام احمد کے اور امام اعظم کی اصح روایت میں اسواسطے کہ احتیاط یہی ہے کہ اول سال امکان میں ادا حج ہو کیونکہ سال
بھر میں حج کا ایک وقت معین ہو اور موت کا کوئی وقت معین نہیں تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا مصر ہونا ہو امام ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے
جو امام احمد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اوسکو جلدی کرنا لازم ہے
اسواسطے کہ کبھی آدمی بیمار ہو جاتا ہے اور کبھی جانور گم ہو جاتا ہے اور کبھی حاجت ضروری پیش آجاتی ہے کذا فی العینی شرح الکنز اور امام محمد اور شافعی
کے نزدیک حج علی الفور فرض نہیں بلکہ علی التراخی فرض ہے بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ ای سنین لان تاخیرہ صغیرۃ
وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر ووجہہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان اداء
وان اثم بموتہ قبلہ پھر جب حج علی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اوسکی گواہی مردود ہوگی حج میں تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی تاخیر
سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہے اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہیں ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق ہوتا ہے کذا
فی البحر اور دلیل اس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہے نہ کبیرہ یہ ہے کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہے اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی چنانچہ قول سابق کے بیان میں
مذکور ہو ظنی ہے نہ قطعی اور گناہ کا کبیرہ ہونا ثابت نہیں ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے ولہذا فقہا کا اجماع ہے اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر
چند سال تاخیر کی اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار ہوگا وقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ
ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر علی وفائہ ویرجی ان لا یؤاخذ اللہ بذلک ای لو ناویا وفاء ان قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ
اور فقہا نے کہا ہو کہ اگر مقدور والے نے حج نکیا یہانتک کہ اوسکا مال تلف ہوگیا تو اوسکو جائز ہے کہ قرض لیکر حج کرے اگرچہ اوسکو قدرت نہو
ادائے قرض کی اور امید ہے کہ حق تعالی اسکا مواخذہ نکریگا اگر بدون ادا کے مرگیا بشرطیکہ اوسکو ادا کرنے کی نیت ہو بعد حصول قدرت چنانچہ یہی قید
لگائی ہو صاحب مواہب کی ظہیریہ میں ہم طحاوی نے کہا کہ تتارخانیہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ ایسی صورت میں قرض لینا حج کیواسطے الخ نعم
مسلم لان الکافر غیر مخاطب بفروع الایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہے مسلمان پر نہ کافر پر اسلئے
کہ کافر مخاطب نہیں فروع احکام کے ادا کرنے کے حق میں ہان بحق اعتقاد احکام کیساتھ مخاطب ہو اور البتہ ہمنے اس مسئلہ اصولی کو شرح منار میں
محقق کیا ہو ہم یہان سے تفصیل شرائط حج کی شروع کرتے ہیں تو اجمالا دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہیں ایک شرائط وجوب یعنی حج کی
اور دوسری شرائط وجوب ادا یعنی حج ادا کی اور تیسری شرائط صحت حج کی پس شرائط وجوب کی آٹھ ہیں بنا بر قول اصح کے اسلام عقل بلوغ
حریت وقت یعنی قدرت زاد و قدرت راحلہ اور ثبت حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہیں بقول اصح صحت بدن کی قدرت زوال موانع حسیہ
امن راہ عدم قیام عدت عورت کے حق میں محرم یا شوہر عورت کے ساتھ ہو اور شرائط صحت حج کی چار ہیں احرام حج اسلام زمانہ خاص
مکان خاص کذا فی منح الغفار و عمدۃ المناسک وغیرہ یعنی اسکو مسلمان ہونا اور بالغ عاقل ازاد اور مستطیع حج فرض ہو حج مکلف ہو حج

جو ایک فرض ہی ہو سکو جانتا ہو یا بداً الاحسان ہو جسکی پہنچ ہو تی یا اور اسالمحرمین ایک متقی نیک نے خبر دی ہو یا ان دو شخصون نے خبر دی ہو جنکا تقویٰ
اور خلق پوشیدہ ہو تو معلوم ہوا کہ ظالم اور لونڈی ہو اور مقتیان مجنون اور بیہوش پر بقول فخر الاسلام اور اسی مسلمان پر جو دار الحرب مین
جو سیکھے اسپر حج واجب نہیں حج فرض نہیں ہیں بر صحیح البدن حج فرض ہے تندرست پر تو جا بندہ اور اپاہج یا پاؤن قائم والے اور جسکو دونون پاؤن
کٹے ہو ن اور بہاری اور ایسے بوڑھے پر جو اونٹ پر نہیں ٹھہر سکتا حج کرنے کو جانا فرض نہیں اور یہی صحیح ہو جو خلاف ہو سلطان کی
جسمانی عبادت ولے پر جو قید مین اور حاکم سے ڈرتا نہیں جو اوسکو حج کرنے سے روکتا ہو تو قیدی اور خائف نذکور اور اندھے پر
حج فرض نہیں اگرچہ اسکو ہاتھ پکڑ کے لیجانے والا ملے تو بھی اسپر حج فرض نہیں یا یہ قول اسی مشہور کے امام سے ہی اسواسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہیں کہتے کذا فی
حاشیة الطحطاوی ذی زاد یصح بہ بدنہ فالمعتاد اللحم ونحوہ اذا قدر علی خبز وجبن لا یعد قادرا حج فرض ہی صاحب زاد پر ایسا توشہ
جس سے اوسکا بدن صحیح سالم رہے تو جسکو گوشت وغیرہ نفیس خوراک کہانے کی عادت ہو جبکہ اوسکو روٹی اور پنیر پر قدرت ہو یہ ویسا گوشت کے تو وہ
قادر نہیں گنا جاتا اسواسطے کہ خلاف عادت سے صحت بدن دشوار ہو وراحلة مختصة بہ وھو المسمٰی بالمتقب ان قدر والا فشق تطیق
القدرة علی المعادة اور حج فرض ہے صاحب راحلہ پر جو اسکے واسطے مخصوص ہو یعنی اوسکو نوبت بنوبت اترنا چڑھنا نہ پڑے اور راحلہ کو متقب کہتے
ہین یعنی جسمین کاٹھی ہو یا اوٹ سواری کہاں سے کا فی ہو اگر اسپر سوار ہو سکے اور اگر کاٹھی پر بیٹھنا پڑے ہو سکے جیسے فی الحال کے اوٹ یا کرایہ کے تو فرضیت حج
کی شرط یہ ہو کہ محمل پر قادر ہو اسواسطے کہ صرف فی الحال سے کاٹھی پر سفر نہیں ہو سکتا بلکہ اسطرح اوسکی ہلاکی کا خوف ہی تو ہر شخص کیواسطے وہ راحلہ معتبر ہی جسپر وہ
پہنچ جاوے کذا فی المضمرات روایت ہے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے فرمایا
زاد اور راحلہ سے اور ابن عباس سے روایت کی کہ حضرت نے استطاعت سبیل کی زاد اور راحلہ سے تفسیر فرمائی راحلہ اونٹ اور اونٹنی کو کہتے ہین جو کجاوہ باندھنے کے
لائق ہو اور بعضے ہر مرکب شتر کو راحلہ بولتے ہین نر ہو یا مادہ کذا فی الصراح للآفاقی لا المکی یستطیع المشی للشبہ بالسعی الجمعة راحلہ شرط ہے
آفاقی کیواسطے جو مکہ معظمہ سے بہ دور رہتا ہو نہ مکی کیواسطے جو عرفات تک پیدل چل سکتا ہے اسواسطے کہ مکہ سے عرفات تک چلنا نماز جمعہ کیواسطے چلنے کی
مشابہ ہی اور اگر بسبب شدت نقاہت کے نہ چل سکے تو اوسکو بھی راحلہ شرط ہے کذا فی النہر وافاد انہ لو قدر علی غیر الراحلة من بغل وحمار
لم یجب قال فی البحر ولم ارہ صریحا وانما صرحوا بالکراھة اور مشابہ راحلہ سے مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلہ کے سوا اور سواری
پر قدرت ہو جیسے خچر یا گدہے پر تو حج واجب نہیں بحر الرائق مین کہا کہ مین نے یہی مسئلہ کو کتب فقہ مین مصرح نہیں دیکھا اور فقہا نے تو گدہے اور خچر کی
سواری کی کراہت جو کیواسطے صاف بیان کی ہے یعنی کراہت تنزیہی کذا فی حاشیة الطحطاوی حاشیہ تحفة الاخیار مین حلبی نے کہا کہ سوائے اونٹ کے
اور سواری سے حج کو نہ واجب کہنا مسلم نہیں اسواسطے کہ ہر چند اصل لغت مین راحلہ اونٹ کو کہتے ہین لیکن راحلہ سے مراد وہ ہی جسپر سواری ہو ذکر
قہستانی نے تصریح کی ہے کہ راحلہ سے مراد وہ ہی جسپر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کہانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے
اوسپر لادی جاتی اور کتنے انہی اور شرح منسک متوسط مین ہی کہ شرط وجوب حج یہ ہے کہ مسلمان قادر ہو اونٹ یا گہوڑے یا خچر پر لیکن گدہی کی سواری
مسافت بعیدہ مین مکروہ ہی تکلیف کشی کے سبب ہو وفی السراجیة الحج راکبا افضل منہ ماشیا بہ یفتی والمقتب افضل من المحارة اور
سراجیہ مین ہی کہ سوار ہوکر حج کرنا پیدل سے بہتر ہے چلکر حج کرنے سے اسواسطے کہ پیدل چلنے والا اکثر بداخلاق ہو جاتا ہے اور رفیقون سے سخت کلامی کرتا
ہے اور اگر بد مزاج نہو تو پیدل افضل ہے سواری کی اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہے کہ اسمین ریا اور فخر کا خوف نہیں کذا فی الطحطاوی
وفی ایجادة الخلاصة حمل الجمل ثمان وار بعون منا والحمار بالة وخمسون والظاهر ان البغل کالحمار اور خلاصہ کی کتاب الاجارہ مین
ہی کہ اونٹ کا بوجھ ۴۸ من ہے اور گدہے کا بوجھ ۱۵۰ من اور ظاہر یہ ہے کہ خچر بوجھ مین گدہے کی برابر ہے یہ من شرعی من ہے اسکا ہے اور ستارہ سات ...
بتم کا ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ولو وھب لہ الاب مالا لیحج بہ لم یجب قبولہ لان شرائط الوجوب لا یجب تحصیلہا وھذا اجماع

باتفاق الفقہاء خلافاً للاصولیین اور اگر باپ اپنے بیٹے کو مال دے کہ حج کرے تو اوسپر مال کا قبول کرنا واجب نہیں اسواسطے کہ وجوب کی شرط کا
حاصل کرنا واجب نہیں اور یہہ یعنی قدرت زاد و راحلہ کی شرائط وجوب سے ہی باتفاق فقہا بخلاف اہل اصول کے کیونکہ انکے نزدیک وجوب ادا کی شرائط سے ہی
فضلاً عما لا بد منہ کما مر فی الزکوۃ یعنی زاد و راحلہ فاضل ہو ضروریات سے جیسا کہ اوسکی تصریح کتاب الزکوۃ میں ہو چکی منح الغفار میں ہی کہ ضروریات
انسانی جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور استعمال کا لباس اور اسباب خانگی تو ان اشیا کے ہونے سے استطاعت ثابت نہیں ہوتی ودونہ المسکن
ومرمتہ ولو کبیرا یمکنہ الاستغناء ببعضہ والحج بالفاضل فانہ لا یلزمہ بیع الزائد نعم ہو الافضل وعلیہ یحمل ما عن الامام من لزوم بیع الکل لو
امکنہ الاکتفاء بسکنی الاجارۃ بالاولی اور ضروریات مین داخل ہے گھر اور اوسکی مرمت اگرچہ ایسا بڑا گھر ہو کہ اوسمیں سے تھوڑا مکان رہنے کو کفایت کرے اور باقی
بیچکر حج ہو سکے تو بھی زائد از حاجت کا بیچنا حج کیواسطے اوسپر لازم نہیں ہان زائد مکان کا بیچ ڈالنا اور حج کیواسطے افضل ہی اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ
مکان کا بیچنا اور کرایہ کے مکان مین رہنا بطریق اولی لازم نہیں وکذا لو کان عندہ ما لو اشتری بہ مسکنا وخادما لا یبقی عندہ ما یکفی
الحج لا یلزمہ خلاصہ اور اسیطرح اگر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اگر اوس مال سے گھر اور خادم کو مول لیوے تو اوسکے پاس اتنا مال باقی نہ رہے
جو حج کو کفایت کرے تو اوسپر لازم نہیں کہ حج ہی کرے اور گھر نہ لے کذا فی الخلاصۃ اسواسطے کہ یہہ مال حاجت اصلی سے زائد نہیں اور حج فرض نہیں ہوتا مگر
اوس مال سے جو حاجت اصلی سے زیادہ ہو وحرر فی النہر انہ یشترط بقاء راس المال لحرفۃ ان احتاجت لذلک والا لا اور تحریر کی ہے
نہر الفائق مین کہ وجوب حج مین باقی رہنا راس المال کا اپنے پیشہ کیواسطے شرط ہی اگر اوسکے پیشہ مین مال کی حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو بقاء مال شرط نہین
خلاصہ یہہ ہی کہ بعضے اہل حرفہ کیواسطے بعد حج کے بقاء مال شرط نہین چنانچہ درزی کہ اوسکے پیشہ مین مال کی حاجت نہین بخلاف کاشتکار کے کہ وہ آلات کاشتکاری
کا محتاج ہوا اور سوداگر کہ بدون مال کے تجارت نہیں وفی الاشباہ معہ الف وخاف العزوبۃ ان کان قبل خروج اہل بلدہ فلہ التزوج
ولو وقتہ لزمہ الحج اور اشباہ مین ہی کہ ایک شخص کے پاس ہزار درہم ہین اور وہ مجرد رہنے سے ڈرتا ہی تو اگر حج کے قافلہ چلنے سے پہلے وہ ہزار کا مالک ہوا
تو اوسکو نکاح کر لینا جائز ہی اور اگر شہر سے قافلہ چلنے کیوقت مالک ہوا تو اوسپر حج لازم ہے وفضلا عن نفقۃ عیالہ ممن تلزمہ نفقتہ لتقدم حق
العبد اور زاد و راحلہ زیادہ ہو اوسکے اہل و عیال کے خرچ سے اہل و عیال سے مراد وہ لوگ ہین جنکا نفقہ اوسپر لازم ہو بسبب مقدم ہونے حق العبد کے یعنی
بندہ کا حق خدا کے حق پر مقدم ہی بحکم شرع اسواسطے کہ خدا بے نیاز ہی اور بندہ محتاج الی حین عودہ وقیل بعدہ بیوم وقیل بشہر توشہ زائد ہو
عیال کے خرچ سے حج سے پھرنے تک اور بعضے علما نے کہا کہ بعد پھرنے کے ایک دن کا نفقہ زیادہ ہو اور بعضون نے کہا کہ مہینے کا نفقہ زیادہ ہو اور ایک
روایت امام محمد اور حسن کی روایت ابو یوسف سے اور نفقہ سے متوسط نفقہ مراد ہے نہ تنگی کا نہ اسراف کما کذا فی حاشیۃ الطحطاوی مع امن الطریق
بغلبۃ السلامۃ امن راہ کے بسبب غلبہ سلامتی کے یعنی امن ایک شرط ہی وجوب حج کی اسواسطے کہ بدون امن کے حصول حج متعسر ہی اور امن قافلہ
جانے کیوقت چاہئے اگرچہ غیر وقت مین امن نہو اور امن راہ سے مراد یہہ ہی کہ لوگ اکثر باسلامت آتے جاتے ہون اور خوف قلیل الوجود معتبر نہین
اور یہی قول فقیہ ابو اللیث کا مختار ہے اور یہی معتمد ہی اسکے سوا اور اقوال لائق اعتماد کے نہین اور جس ملک سے بدون سواری جہاز کے حج نہو سکتا ہو
چنانچہ ہندوستان تو ایسے ملک کے سقوط حج مین اختلاف ہی کرمانی نے کہا کہ اگر سمندر مین سلامتی غالب ہو اور اوس ہند سے سواری جہاز کی مروج ہو تو
حج واجب ہو اور اگر غلبہ سلامتی کا نہین تو حج بھی واجب نہین اور یہی قول اصح ہی کذا فی منح الغفار ہم بالفعل ہندوستان مین امن راہ خشکی اور تری مین
بخوبی حاصل ہے اور امن بھی یعنی سلامتی کی بسبب انتظام نصاری کے جو اب حاصل ہو کبھی نہیں تو اب اہل ہند پر وجوب حج مین ہرگز تردد نہین ہزاروں شخص
ہر سال ہند سے جاتے ہین اور حج کرکے باسلامت پھر آتے ہین ولو بالرشوۃ علی ما حققہ الکمال اگرچہ امن راہ رشوت دیکر حاصل ہو بنابر تحقیق کمال الدین
محقق کے یعنی اگر قطاع الطریق کو رشوت دیکر امن حاصل ہو تو رشوت دینا واسطے دفع ظلم ظالم کے جائز ہی اور حرام رشوت وہ ہی جو کسیکی حق تلفی کیواسطے
وسیجی آخر الکتاب ان قتل بعض الحجاج عذر اور آخر کتاب مین آویگا کہ مقتول ہونا بعضے حاجیون کا عذر ہو یعنی اگر ہر سال یا اکثر کچھ حاجی مارے

جانے ہوں تو سقوط ہو جس میں عذر صریح ہو اسواسطے کہ غلبہ سلامتی کا نہیں وھل ما یؤخذ فی الطریق من المکس والخفارۃ عذر قولان والمعتمد
کما فی القنیۃ والمجتبی وحلیۃ الفتوی انہ یعتبر فی الفاضل عما لا بد منہ القدرۃ علی المکس ونحوہ کما فی مناسک الطرابلسی اور کیا
جاوے مال بطور خفارہ یا بطریق وہ یک اور راہ داری کے لیا جاتا ہے راہ میں عذر ہو سکتا ہے سقوط حج کا اسمیں دو قول ہیں اور قول معتمد یہ ہے کہ اسطرح دینا الخ
کذا فی القنیۃ والمجتبی اور اسی قول پر فتوی ہے تو اس صورت میں ایسے مال دینے کی قدرت کو بھی زائد از ضروریات میں حساب کرنا چاہیئے اسیطرح مذکور ہے
طرابلسی کی مناسک میں ومع زوج او محرم ولو عبدا او ذمیا او برضاع اور شرط ہے ساتھ ہونا زوج یا محرم کا اگرچہ زوج اور محرم غلام ہو یا
ذمی محرم ہو یا رضاعی محرم عورت کا وہ ہے جس کا ہی نکاح اس عورت سے درست نہو خواہ نسب سے یا رضاعت یا مصاہرت سے کذا فی النہر مسلم اور ابوداؤد
میں حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مومنہ کو حلال نہیں تین منزل یا زیادہ سفر کرنا بدون اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے یا
شوہر یا محرم کے کذا فی العینی شرح الکنز بالغ قید لہما فی النہر بحثا بالغ زوج اور محرم دونوں کی قید ہے کما فی النہر بحثا تو اگر زوج یا محرم صغیر ہو
تو عورت پر حج واجب نہو گا عاقل ہمراہی زوج یا محرم میں ہوشیاری کی شرط ہے تو مجنون زوج یا محرم سے وجوب نہیں والمراہق کبالغ جوہرہ اور قریب
البلوغ بالغ کی مانند ہے کذا فی الجوہرۃ غیر مجوسی ولا فاسق لعدم حفظہما بشرطیکہ محرم مجوسی نہو اور مسلم فاسق نہو بسبب عدم حفاظت دونوں کے
اسواسطے کہ مجوسی کے دین میں ماں بہن حلال ہے اور فاسق بھی لائق اعتماد کے نہیں مع وجوب النفقۃ لمحرمہا علیہا لانہ محبوس علیہا ساتھ وجوب
ہونے نفقہ محرم کے عورت پر یعنی جب محرم ساتھ ہوا تو اوسکا نفقہ عورت پر واجب ہے اسواسطے کہ وہ اوسکے کام میں بند ہو گیا کما [illegible]
فی سفر حج میں حرہ عورت کیواسطے زوج یا محرم مشروط ہے اگرچہ عورت بڑھی ہو وھل یلزمہا التزوج قولان اور کیا لازم ہے عورت کو نکاح
کر لینا اسمیں دو قول ہیں یعنی اگر عورت مالدار ہو اور اوسکا کوئی محرم نہو تو وہ حج کیواسطے نکاح کر لے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اوسپر نکاح لازم نہیں
ولیس عبدہا بمحرم لہا اور عورت کا غلام عورت کا محرم نہیں اگرچہ وہ خصی ہو تو غلام کے ساتھ سفر کرنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البزازیۃ
ولیس لزوجہا منعہا عن حجۃ الاسلام اور زوج کو جائز نہیں کہ عورت کو حج اسلام سے منع کرے یعنی حج فرض سے بشرط محرم ہاں حج نفل سے روک سکتا
ہے کذا فی منح الغفار ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراہۃ اور اگر عورت نے بدون محرم کے حج کیا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ کراہت سے مراد کراہت
تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی ومع عدم عدۃ علیہا مطلقا ایۃ عدۃ کانت ابن ملک اور بشرطیکہ عورت پر مطلقا عدت نہو کوئی عدت کیوں نہو
خواہ عدت وفات کی خواہ طلاق بائن یا رجعی کی ہکذا صرح ابن ملک والعبرۃ لوجوبہا ای العدۃ المانعۃ من سفرہا وقت خروج اہل بلدہا
کذا سائر الشروط اور اعتبار اوس عدت کے واجب ہونیکا جو عورت کو سفر سے مانع ہے اوسکی شہر والوں کے نکلنے کیوقت کا ہے یعنی جب اہل شہر حج کیواسطے
نکلیں اگر عورت عدت میں ہوگی تو سفر حج نکر سکیگی کہ عدت میں سفر کرنا جائز نہیں اور اگر بعد سفر کرنیکے عدت واجب ہوئی تو اسکی تفصیل کتاب العدۃ
میں مذکور ہے اور چنانچہ اعتبار وجوب عدت کا خروج کیوقت معتبر ہے اسیطرح سب شروط سابقہ کا اعتبار خروج ہی کیوقت ہے یعنی اسلام اور حریت
اور عقل اور بلوغ اور صحت بدن اور بینائی اور قدرت زاد اور راحلہ کو وقت خروج معتبر ہے نہ قبل خروج کے نہ بعد خروج کے مثلا قبل خروج قافلہ
مقدور زاد کا تھا اور خروج کیوقت مفلس ہو گیا یا خروج کیوقت مفلس تھا اور بعد قافلہ چلے جانے کے مقدور والا ہو گیا تو اس سال کا حج اسپر لازم
نہیں فلو احرم صبی عاقل او احرم عنہ ابوہ صار محرما وینبغی ان یجردہ قبلہ ویلبسہ ازارا ورداء مبسوط وظاہرہ ان احرامہ
عنہ مع عقلہ صحیح فمع عدمہ اولی سو اگر احرام باندھا صغیر ہوشیار نے یا اوسکی طرف سے اوسکے باپ نے اوسکا احرام باندھا تو دونوں طرح سے صغیر محرم
ہوگا اور باپکو چاہیئے کہ صغیر کو لباس سے برہنہ کرے اور اوسکو تہبند اور چادر پہناوے کذا فی المبسوط اور ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ صغیر کا
اگر باپ کا صغیر کیطرف سے باوجود اوسکی عقل اور ہوش کے صحیح ہے تو اسکی بے عقلی میں بطریق اولی صحیح ہوگا فبلغ
او عبد فعتق قبل الوقوف فمضی کل علی احرامہ لم یسقط فرضہما لانعقادہ نفلا اگر صغیر احرام باندھنے کے بعد بالغ ہو گیا یا غلام [illegible]

باندھکر آیا اور ہوگیا غلام قبل ٹھہرنے عرفات کے پہر اوسی اگلے احرام پر پہر ایک چلا گیا یعنے دوسرا احرام نہ باندھا تو دونوں کا فرض حج ساقط نہوگا اسلئے
کہ شروع ہونے سے نفل تہا پہر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو پہر تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم رہیگا فلو جدد الصبی الاحرام
قبل الوقوف بعرفة ونوى حجة الاسلام اجزأه پہر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اوس احرام جدید سے
فرض حج کی نیت کی تو کافی ہے یعنی فرضیت ادا ہوگی ف احرام جدید اسطرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہاں دوسرا احرام باندھکر
حج کی نیت سے لبیک کہے ولو فعل العبد كالعتق ذلك التجديد المذكور لم يجزه لانعقاده لازما بخلاف الصبي والكافر والمجنون
اور اگر آزاد و غلام اسطرح سے نیا احرام باندھیگا تو اوسکو کفایت نکریگا یعنی اوسپر سے فرض حج ساقط نہوگا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم
ہوگیا تو اوسکو توڑ نہیں سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صغیر کا احرام لازم نہیں تو اوسکو احرام توڑنا جائز ہے اور کافر کا احرام
سرے سے صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے والحج فرضه ثلثة الاحرام اور حج مین تین کام فرض ہین اول احرام باندہنا فرض وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل
ہو جاوے اور برسال آیندہ مین اوسکی قضا لازم آوے وهو شرط ابتداء وله حكم الركن انتهاء حتى لم يجز لفائت الحج استدامته ليقضى
من قابل اور احرام شرط ہے باعتبار ابتدا کے ولہذا اوسکی تقدیم حج کے مہینوں پر جائز ہے جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہے اور احرام کو رکن
کا حکم ہے باعتبار انتہا کے تا اینکہ جسکا احرام باندھکر حج فوت ہوگیا ہو اوسکو احرام کا باقی رکہنا تاکہ سال آیندہ اوسی حج کی قضا کرے جائز نہیں اور
اگر شرط ہوتا ہر طرحسے تو اوسکا باقی رکہنا جائز ہوتا والوقوف بعرفة في اوانه سميت بها لان آدم عليه السلام وحوا تعارفا فيها ٢ اور دوسرا
فرض عرفات کا ٹھہرنا اوسکے خاص وقت مین عرفات کا نام اسواسطے رکہا گیا کہ آدم اور حوا علیہ السلام مین وہین تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق
اوترے پہر بعد مدت عرفات مین یکجا ہوئے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا ومعظم طواف الزيارة وهما ركنان اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت اور
دونوں یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ رکن ہین حج کے لیکن وقوف عرفات زیادہ تر ہے طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور
جماع قبل طواف سے فاسد نہین ہوتا کذا فی العالمگیریہ وواجبه نيف وعشرون اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہین چنانچہ پچیس کام ہین چنانچہ
شمار واجبات کا رقم ہندسہ سے معلوم ہوگا واجب وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل نہین ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہے وقوف جمع وهو المزدلفة سميت
بذلك لان آدم اجتمع بحواء وازدلف اليها اى دنا منها ١ ٹھہرنا جمع کا یعنے مزدلفہ کا اوسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے
ساتھ وہان جمع ہوئے اور اوسے قریب ہوگئے والسعي وعند الائمة الثلاثة هو ركن بين الصفا سمي به لانه جلس عليه آدم صفوة الله والمروة
لانه جلس عليها امرأة وهي حوا ولذا انثت ٢ اور چلنا صفا اور مروہ کے درمیان اور تینوں اماموں کے نزدیک سعی کرنا رکن ہے صفا اور
مروہ دو پہاڑیان ہین مسجد الحرام کے پاس صفا اسواسطے اوسکا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اوسپر بیٹھے اور مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امراۃ یعنی عورت اوسپر
بیٹھی عورت سے حوا مراد ہین اور اسیواسطے لفظ مروہ مونث ہے ف بعض علما نے وجہ تسمیہ یون بیان کی ہے کہ صفا ایک مرد کا نام تہا اور مروہ ایک عورت کا نام
تہا سو دونون نے بیت اللہ مین حرامکاری کی حق تعالی نے اونکو پتھر کردیا لہذا دونون صورتون کو دونون پہاڑیون پر لوگون کی عبرت کیواسطے رکہدیا کذا
فی حاشیۃ الطحطاوی واللہ اعلم ورمي الجمار لكل من يحج ٣ اور کنکریان مارنا جمرات ثلثہ پر ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ منفرد وطواف
الصدر اى الوداع للآفاقي غير الحائض ٤ اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف آفاقی کو سواے حائضہ کے تو مکی اور بستانی اور حائضہ پر طواف
الصدر واجب نہین والحلق او التقصير ٥ اور سر منڈانا یا کترانا وانشاء الاحرام من الميقات ٦ اور احرام کا شروع کرنا میقات سے
یعنی احرام کے مقام سے ومد الوقوف بعرفة الى الغروب ان وقف نهارا ٧ اور دراز کرنا وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن مین وقوف کیا ہو
پہر دن ہی اسکے پہلے آوے تو رات کو جمع کرنا واجب والبداءة بالطواف من الحجر الاسود على الاشبه لمواظبته عليه السلام عليها وقيل فرض
وقيل سنة ٨ اور واجب ہے حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنابر اشبہ قول کے اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ابتداء طواف حجر اسود سے کرتے

اور بعضون کے نزدیک یہہ فرض ہے اور بعضون کے نزدیک سنت ہے والتیامن فیہ ای فی الطواف فی الاصح ۹ اور طواف کرنا اپنے داہنی طرف سے
کرنا یہہ قول اصح ہے یعنی جب حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی داہنی جانب سے طواف کرے یہہ لازم اور واجب ہے بیت اللہ کا والمشی فیہ
لمن لیس لہ عذر یمنعہ منہ ولو نذر طوافا زحفا لزمہ ماشیا ولو شرع متنفلا زحفا فمشیہ افضل ۱۰ اور واجب ہے طواف مین اپنے پانو
چلنا جسکو ایسا عذر نہین جو چلنے کا مانع ہو اور جسنے نذر مانی طواف کی زمین گھسٹکر تو اوسپر پیدل طواف کرنا لازم ہے اور اگر نفل طواف زمین پر گھسٹکر
شروع کیا تو اوسکو طواف مین پانون سے چلنا افضل ہے والطہارۃ فیہ من النجاسۃ الحکمیۃ علی المذہب قیل والحقیقیۃ من ثوبہ وبدنہ و
مکان الطواف والاکثر علی انہ سنۃ مؤکدۃ کما فی شرح لباب المناسک ۱۱ طواف مین طہارت نجاست حکمی سے واجب ہے بنابر قول مذہب کے اور
قول ضعیف یہہ ہے کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے واجب ہے اور اکثر علما کا یہہ قول ہے کہ نجاست حقیقی کی طہارت
سنت مؤکدہ ہے نہ واجب چنانچہ لباب المناسک کی شرح مین مذکور ہے وستر العورۃ فیہ ویکشف ربع العضو فاکثر کما فی الصلوۃ یجب الدم
۱۲ اور شرمگاہ کا ڈھکنا طواف مین اور چوتھائی عضو یا زیادہ کھلنے سے طواف مین ذبح کرنا واجب ہوتا ہے چنانچہ کشف عضو کا بیان کتاب الصلوۃ مین گذرا
ولو بدا بالسعی بین الصفا والمروۃ من الصفا ولو بدا بالمروۃ لا یعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳ اور صفا اور مروہ کے درمیان
کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے سعی شروع کریگا تو شوط اول مین اوسکا شمار نہوگا قول اصح مین یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک یہہ شوط اول مین
داخل نہین بسبب ترک واجب کے بلکہ شوط اول عبارت ہے ابتدا ہے صفا سے مروہ تک والمشی فیہ فی السعی لمن لیس لہ عذر کما مر ۱۴ اور چلنا سعی مین
جسکو چلنے مین کچھ عذر مانع نہین چنانچہ طواف مین مذکور ہوا وذبح الشاۃ للقارن والمتمتع ۱۵ اور ذبح کرنا بھیڑ بکری کا قارن یا متمتع کو و
صلوۃ رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکہا ہل علیہ دم قیل لا وقیل نعم فیوصی بہ ۱۶ اور دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے سات بار
بیت اللہ کے گرد گھومنے کے بعد کوئی طواف کیون نہو یہانتک کہ طواف نفل مین بھی دو رکعتین واجب ہین سو اگر دو رکعت کو طواف کرنیوالے نے ترک کیا
تو اوسپر ذبح کرنا کیا واجب ہے بعضے علمانے کہا کہ ہان واجب ہے تو اگر قبل ذبح کے موت اوسکو آوے تو ذبح کرنے کی وصیت کرجاوے والترتیب الآتی
بیانہ بین الرمی والحلق والذبح یوم النحر ۱۷ اور ترتیب کرنا درمیان کنکریان مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ
بیان اس ترتیب کا آویگا واما الترتیب بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شیء علیہ ویکرہ لباب
اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریان مارنے اور سر منڈانے کے درمیان مین ہے سو تو سنت ہے واجب نہین تو اگر طواف کیا
قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اوسپر لازم نہین لیکن مکروہ تنزیہی ہے بسبب ترک سنت کے کذا فی لباب المناسک وسیجیء ان المفرد لا ذبح علیہ
تحقیقہ اور آگے آویگا کہ مفرد پر یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران وبلا تمتع اوسپر ذبح واجب نہین اور عنقریب باب الجنایات مین ہم اسکی
تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضۃ ای الزیارۃ فی یوم من ایام النحر ۱۸ اور طواف الافاضہ یعنی طواف الزیارۃ کا کرنا کسی دن مین قربانی
کے دنون سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹ اور واجبات سے ہے طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھ ہم حطیم اس جگہہ کا نام
ہے جو بیت اللہ کی جانب مغرب اور شمال واقع ہے اوسکے گرد چھوٹی دیوار ہے کمان کی مانند حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت مین
حطیم بیت اللہ کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت مین جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت مصارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کردیا پھر جب حطیم بیت اللہ مین
داخل ٹھہری لہذا طواف مین اوسکا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہوا کہ دخول اوسکا بیت اللہ مین بدلیل قطعی ثابت نہین واللہ اعلم
وکون السعی بعد طواف معتد بہ ۲۰ اور سعی کا ہونا بعد ایسے طواف کے جو شمار کے لائق ہو یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد ہو اسلئے کہ تین
شوط سے طواف معتبر نہین وتوقیت الحلق بالمکان والزمان ۲۱ اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص مین یعنی حلق کرنا
حرم کے اندر ایام نحر مین واجب ہے وترک المحظور کالجماع بعد الوقوف ۲۲ اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے

واسطے مزدور وغیرہ جہان جائز ہو وہاں پیدل دوڑ کر جانا ہو بشرطیکہ ان چیزوں سے جو ممنوع ہیں پرہیز کرے ۲۴ اور جسم پر سلا ہوا کپڑا نہ پہنے یعنی لباس کے پہننے کو ترک کرنا و تعلیم والتقی

والوجہ بالمیم ۲۴ اور سر کو نہ ڈھکنا ۲۵ اور چہرہ کو نہ ڈھکنا والاضطباع کل طواف بعدہ سعی وھو واجب صرح بہ فی الفتح وسیجی

فی الجنایات اور قاعدہ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنیکا یہہ ہے کہ جس فعل کے ترک کرنے سے دم لازم ہو وہ فعل واجب ہے چنانچہ

ملتقی میں اور جن افعال سے دم لازم ہوتا ہے اونکا بیان باب الجنایات میں آئیگا ہم نے شارح کے بعد شمار واجبات کا قاعدہ دیا

واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات جو ان ۲۵ امور میں منحصر نہیں ہیں کہ جو کرنا عرفات سے امام کے واجبات سے ہے اور حالانکہ اوسکو

مصنف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وقایہ اور اوسمیں پانچ چیزونکو واجب کہا یعنی وقوف مزدلفہ اور سعی بین الصفا

والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہے کہ سوای فرائض اور ان واجبات کے باقی افعال سنت ہیں یا مستحب حالانکہ یہہ صحیح

نہیں اسواسطے کہ واجبات پانچ میں منحصر نہیں اور ایسے مقام میں شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا ہے کذا فی منح الغفار فائدہ جلیلہ اکثر کتب فقہ

میں افعال خمسہ مذکورہ کو واجبات میں شمار کیا ہے اور بعضی کتابوں میں دریافت واجبات کا ضابطہ مذکورہ مندرج ہے چنانچہ ملتقی الابحر میں

شارح نے نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہیں جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات میں اسکی خود تصریح موجود ہے لیکن

ماتن اور شارح نے ۲۵ واجبات شمار کئے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وغیرہا سنن وآداب کان یوسع فی النفقۃ ویحافظ علی

الطھارۃ وعلی صون لسانہ اور فرائض اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہیں اور مستحب چنانچہ کشائش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اور پرائے

واسطے حج کے اور اسلئے کہ حج میں خرچ کرنا ثواب میں جہاد کے خرچ کی برابر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور

سخت گوئی اور دشنام سے بچانا ہر چند زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہے علی الخصوص حج میں زیادہ تر اسکا اہتمام لازم ہے قال اللہ تعالی فمن فرض

فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ویستأذن ابویہ ودائنہ وکفیلہ اور مستحب ہے حج کی اجازت لینا اپنے ماں اور باپ سے اور

قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اسکی کہنے سے اوسنے ضمانت کی ہو اور اگر اسکے بدون امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہیں

کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویودع المسجد برکعتین ومعارفہ ویستحلھم ویلتمس دعاءھم اور مستحب ہے محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھکر

رخصت ہونا اور اپنے دوستوں سے رخصت ہونا تاکہ وہ دعای خیر کریں اور مستحب ہے دوستوں اور آشناؤں سے اپنے قصور معاف کروانا اور ان سے دعا

کی درخواست کرنا فتح القدیر میں ہے کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کرکے آوے تو دوستونکو اوسکے پاس آنا چاہیئے ویتصدق

بشیء عند خروجہ ویخرج یوم الخمیس فقد خرج علیہ السلام فی حجۃ الوداع او الاثنین او الجمعۃ بعد التوبۃ والاستخارۃ ای

فی انہ ھل یشتری او یکتری وھل یسافر برا او بحرا وھل یرافق فلانا او لا لان الاستخارۃ فی الواجب والمکروہ لا محل لھا ف

تح ملتقی الابحر اور مستحب ہے کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اسواسطے کہ صدقہ دافع بلا کا اور سنت ہے سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطے کہ رسول خدا صلے

اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اسیدن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہے بعد توبہ اور استخارہ کرنیکے یعنی اسمیں استخارہ کرے

کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی میں کرے یا دریا میں اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نکرے اور یوں استخارہ نکرے کہ میں حج

کروں یا نکروں اسواسطے کہ واجب اور مکروہ میں استخارہ بیموقع ہے ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ❊ اور پورا بیان اسکا نہر الفائق میں

ہے ھ اور باقی مضمون نہر الفائق کا یوں ہے کہ استخارہ کا طریقہ یہہ ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور دوسری

رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھے پھر استخارہ کی دعا جو احادیث میں ثابت ہے پڑھے پھر توبہ کرے شرائط توبہ کی تمام ادا کرے یعنی جن حق تلفی کی

ہو اونسے معاف کرا وے اور جسکا مال چوری یا دغا بازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اوسکو پھیر دیوے حتی الامکان اور جن عبادات میں قصور ہوا ہو تو

قضا کرے اور پچھلے گناہوں سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر ان گناہوں کو نکریگا اسواسطے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دربار میں ان تجاسا

کو لیجانا کمال بے ادبی ہے اور نفقہ حلال کی طلب مین نہایت کوشش کرے اور اس سفر مین ضرور ہے رفیق صالح کی صحبت کہ غفلت کے وقت مین ہوشیار
کر دے اور بیصبری اور ناشکیبائی کیحالت مین صبر کی تعلیم کرے اور جب یہہ عاجز ہو تو وہ اعانت کرے اور حج کرنیوالے کو مناسب ہے کہ کرایہ
والیکو اپنا اسباب دکھلا دیوے اور بدون اوسکی اجازت کے زیادہ سواری پر نہ لادے اور بعد اجازت کے بھی جانور کی طاقت سے زیادہ بوجھ
نہ رکھے اور سفر حج مین بہتر یہہ ہے کہ تجارت کی نیت نکرے اگرچہ تجارت سے ثواب کم نہین ہوتا مانند غازی کی اور لازم ہے کہ اس سفر مین ریا اور سمعہ
اور تفاخر سے آپکو بچاوے ولہذا محمل کی سواری بعضے علمانے مکروہ جانی ہے انتہی ما فی البحر الرائق اور فتح القدیر مین ہے کہ تحصیل نفقہ حلال
مین کوشش بلیغ لازم ہے اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہین ہوتا اگرچہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور سقوط حج اور عدم قبول حج مین کچھہ مخالفت
نہین عدم قبول کی یہہ معنی کہ ثواب حاصل نہین ہوتا اور سقوط کا یہہ مطلب کہ آخرت مین عذاب نہین جیساکہ تارکین حج کو ہوگا اور فتاوی قاضیخان
مین ہے کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اوسمین کچھہ شبہہ ہو حرمت کا تو اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ نفقہ حج کیواسطے قرض لے اور اپنے اوس مال سے قرض
کو ادا کرے اور نہایہ مین ہے کہ عیال کا خرچ دیجاوے اور خوش خرم سفر کرے اور راہ مین تقوی اختیار کرے اور ذکر اللہ کی کثرت کرے اور
بد خلقی اور غضب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگونکی بدخلقی اور غصہ سہا کرے حلم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریۃ اور سفر کی دعائین حصن حصین
وغیرہ کتب احادیث سے یاد کرلے یا لکھہ لے تاکہ اونکو اپنی موقع پر پڑھا کرے ہم یہہ مستحبات اور آداب سفر تھے جو بقدر ضرورت مذکور ہوئے اب
سنن اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیئے طواف القدوم اور طواف مین رمل کرنا یعنی اکڑنا اور صفا مروہ کے اندر دو سبز میناروں کے درمیان
شتاب چلنا اور ایام نحر کی راتون مین منا مین رہنا اور عرفہ کے دن بعد طلوع آفتاب کے منا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منا کیطرف چلنا
قبل طلوع آفتاب کے سنت ہے کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ مین رات کو رہنا سنت ہے اور جمرات ثلثہ کی رمی مین ترتیب سنت ہے کذا فی العالمگیریۃ من البحر
اور ممنوعات حج دو قسم ہین ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ چھہ طرح پر ہے جماع کرنا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر
اور چہرے کو ڈہکنا اور سیا کپڑا پہننا اور دوسری قسم وہ ہے جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر مین کرے جیسے شکار کرنا حل اور حرم مین اور حرم کے
درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریۃ واشهره شوال وذو القعدة بفتح القاف وتكسر وعشر ذي الحجة بكسر الحاء وتفتح عند الشافعي
ليس منها يوم النحر وعند مالك ذو الحجة كله عملا بالآية قلنا اسم الجمع يشترك فيه ما وراء الواحد اور حج کے مہینے شوال اور ذیقعد
اور دس دن ذی الحجہ کے ہین اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینونمین نہین اور امام مالک کے نزدیک تمام ذی الحجہ
حج کے مہینون مین داخل ہے بدلیل آیت قرانی کے حق تعالی نے فرمایا الحج اشهر معلومات یعنی حج کے مہینے معلوم اور مشہور ہین لفظ اشہر جمع
ہے اور اقل جمع تین ہے شارح کہتا ہے ہم جواب دیتے ہین امام مالک کے استدلال کا کہ صیغہ جمع مین ما وراء واحد بھی مشترک ہے یعنی دو اور دو سے
زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قران مجید مین ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا (فقد صغت قلوبكما) یعنی تم دونون کے دل مائل ہوگئے قلوب جمع ہے
اور مراد مثنی ہے یعنی دو چنانچہ زمخشری نے اسکو مصرح کیا ہے توجب جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور بعض ثالث پر بطریق
اولی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرہ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا ہے شارح نے اسکا جواب قول آئندہ مین دیا وفائدة
التوقيت انه لو فعل شيئا من افعال الحج خارجها لا يجزيه اور فائدہ اس توقیت اور تعیین کا یہہ ہے کہ اگر افعال حج مین سے کوئی
فعل اس مدت سے باہر کرے تو کفایت نکریگا یعنی مثلاً اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھین شوال سے پہلے تو جائز نہین یا کوئی سعی کرے بعد طواف القدوم
کے اشہر حج سے پہلے تو صحیح نہین اور احرام باندھنا اشہر حج مین مکروہ نہین اور اس سے قبل جائز ہے مع الکراہت جبکہ یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا
چاہیئے کہ شارح کو لازم تہا کہ بجای لا یجزیہ کے لا یحل کہتا تاکہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے کفایت
کرتا ہے مگر حلال نہین قہستانی نے کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارة بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہین لیکن حلال نہین بلکہ حرام ہین کذا فی

تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی وانہ یکرہ الاحرام لہ قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظور لشبہہ بالرکن کما مر وَاطلاقُھا
یفید التحریم اور البتہ مکروہ ہی احرام باندہنا قبل ان مہینون کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ
ہونے احرام کے ساتہہ رکن کے چنانچہ اسکا بیان فرائض حج مین گذرا اور مطلق بولنا کراہت کا تحریم کا مفید ہوا یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہے
والعمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ مؤکدۃ علی المذھب اور عمرہ کرنا تمام عمر مین ایکبار سنت موکدہ ہی بنا بر قوی مذہب کے اور بعضی علماء حنفیہ کے
نزدیک فرض کفایہ ہی کذا فی الکافی وصحح فی الجوھرۃ وجوبھا اور جوہرہ مین وجوب عمرہ کی تصحیح کی اگر کوئی کہے کلام مجید مین ارشاد ہوا
(اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنے تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کیواسطے اس آیت مین اتمام بصیغہ امر ارشاد ہوا اور امر مفید ہی وجوب کا اسکا جواب
شارح نے آیندہ قول مین دیا قلنا المامور بہ فی الایۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول ہم جواب مین کہتے ہین کہ آیت مین امر
اتمام کا اور اتمام نہین ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اسکے تو ہم قائل ہین کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہو جاتی ہی ہم عمرہ مشتق ہی
اعتمار سے اور اعتمار لغت مین آباد مکان کیطرف جانے کو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وھی احرام وطواف وسعی و
حلق او تقصیر اور شرع مین عمرہ عبارت ہی احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط
ومعظم الطواف ذکن وغیرھما واجب ھو المختار سو احرام باندہنا عمرہ مین شرط ہی اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گہومنا گرد بیت اللہ
کے فرض ہے اور باقی واجب ہی اور یہی قول مختار ہی یعنی سعی اور حلق کا عمرے مین واجب ہونا ویفعل فیھا کفعل الحاج اور عمرے کے احرام
اور طواف اور سعی مین ویسا کرے جیساکہ حج کرنیوالا کرتا ہی اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈاوے تو احرام سے نکلے
ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وجازت فی کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہی عمرہ کرنا تمام سال مین سوا ایام منہیہ
کے اور مستحب ہی رمضان شریف مین ہم سنن ابی داؤد مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان
مین عمرہ کرنا میرے ساتھہ حج کرنے کی برابر ہی اور نسائی مین عبد اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہون کو
دور کرتے ہین جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کا میل صاف کرتی ہی وکرھت تحریما یوم عرفۃ واربعۃ بعدھا ای کرہ انشاؤھا بالاحرام
حتی یلزمہ دم وان رفضھا لا اداؤھا فیھا باحرام سابق کقارن فاتہ الحج فاعتمر فیھا لم یکرہ سراج وعلیہ
فاستثناء الخانیۃ القارن منقطع فلا یختص بیوم عرفۃ کما توھمہ فی البحر اور مکروہ تحریمی ہی عمرہ کرنا عرفے کے دن اور اوسکے
بعد چار دن اور یعنی احرام باندہ کر عمرہ شروع کرنا ان دنونمین مکروہ ہی یہانتک کہ اوسپر ذبح کرنا لازم اویگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد
احرام کے اوسکو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنونمین مکروہ نہین چنانچہ قران کرنے والیکو حج نملا سو اوسنے ان دنونمین عمرہ
کیا تو مکروہ نہین کذا فی السراج اور بنا بر روایت سراج کے استثنا خانیہ کا قارن کو استثنای منقطع مین داخل ہے یعنی خانیہ بین جو یون کہا ہے
کہ عمرہ ان دنونمین مکروہ ہے مگر قارن کو مکروہ نہین تو یہہ استثنا متصل نہین بلکہ منقطع ہی اسواسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہی اور مکروہ ان دنون
کا احرام ہی تو مستثنی داخل نہین مستثنے منہ مین اسیکا نام منقطع ہے پہر جب سراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ پانچ دن عمرہ مکروہ ہی تو کراہت فقط
عرفے کے دن کو مخصوص نرہی جیساکہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہی والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزھا مرید مکۃ الا محرما ستۃ
اور مواقیت یعنی وہ مکان جنسے بدون احرام کے گذرنا مکے کے جانیوالے کو درست نہین پانچ ہین ہم مواقیت جمع ہی میقات کی لفظ میقات
مشترک ہی درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہان مکان ہی کذا فی المنح تبعا للبحر اور نہر الفائق مین ہے کہ میقات عبارت ہی وقت
معین سے اور مکان احرام کیواسطے مستعار ہی اور جوہری کا صحاح مین یون کہنا کہ میقات موضع احرام ہی وہ ہمارے قول کے مخالف نہین اسواسطے کہ جوہری
کی عادت نہین تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز مین اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے دہوکہا کہا یا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہے کلامہ

معلوم کرنا چاہیئے کہ شاہنشاہ علے الاطلاق نے کعبہ معظمہ کو بزرگی دیکر اوسکو بارگاہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اوسکا جلوخانہ بنایا اور
شہر مکہ کو مسجد الحرام کا احاطہ کیا اور حرم کو شہر کا پیشگاہ ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجراگاہ قرار دیا اور وہان سے احرام باندھنا واجب
کیا اوس بقعہ مبارکہ کے اظہار شرف کیواسطے تو اسمین سب قاصدین مکہ داخل ہین خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاوین خواہ بہ نیت سکونت یا تجارت
خواہ بہ نیت تجارت بہر صورت احرام واجب ہو ذُو الحُلَيفَةِ بِضَمٍّ فَفَتحٍ مَكَانٌ عَلَى سِتَّةِ أَميَالٍ مِنَ المَدِينَةِ وَعَشرِ مَرَاحِلَ مِن مَكَّةَ تُسَمِّيهَا
العَوَامُّ أَبَارَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنهُ يَزعُمُونَ أَنَّهُ قَاتَلَ الجِنَّ فِي بَعضِهَا وَهُوَ كَذِبٌ ایک میقات ذو الحلیفہ ہے بضم حا و فتح لام وہ مکان چھہ
کوس پر ہی مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہے مکہ معظمہ سے وہانکے کنوؤنکو عوام عرب ابار علی کہتے ہین اونکا گمان یہہ ہے کہ علی مرتضی نے جنون سے
قتال کیا وہان کے کسی کنوئین مین اور حالانکہ یہہ جھوٹ ہی کہین ثابت نہین یہہ میقات ہو اہل مدینہ کا سب مواقیت سے یہہ میقات دور ہی مکہ معظمہ سے
وَذَاتُ عِرقٍ بِكَسرٍ فَسُكُونٍ عَلَى مَرحَلَتَينِ مِن مَكَّةَ اور ذات عرق بکسر عین وسکون ثانی یہہ میقات مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہی جانب مشرق کی
وَجُحفَةٌ عَلَى ثَلَاثِ مَرَاحِلَ بَقِيَ بَعِيدًا رَابِغٌ اور جحفہ بضم جیم وسکون حا مکہ سے تین منزل پر ہی قریب رابغ کے اور بالفعل عوام اوسکو رابغ کہتے ہین کذا فی
النہر اور یہہ قریہ ہی مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہہ میقات ہی اہل مصر اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان
باقی نہین رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وَقَرنٌ عَلَى مَرحَلَتَينِ مِن مَكَّةَ وَفَتحُ الرَّاءِ خَطَأٌ وَنِسبَةُ أُوَيسٍ إِلَيهِ خَطَأٌ
آخَرُ اور قرن بفتح قاف وسکون ثانی پہاڑ کا نام ہی عرفات سے نظر آتا ہی مکہ سے دو منزل پر ہی اور قرن کو بفتح را کہنا خطا ہی جوہری کی اور اویس
کی نسبت کرنا اوسکی طرف یہہ دوسری خطا ہی اسواسطے کہ اویس قرنی اُس قبیلہ کیطرف منسوب ہین جسکو بنو قرن کہتے ہین کذا فی المنح وَيَلَملَمُ جَبَلٌ عَلَى
مَرحَلَتَينِ أَيضًا اور یلملم بفتح مثناۃ تحتانی و دو لام ملک تہامہ کا پہاڑ ہے یہہ بھی دو منزل پر ہی مکہ معظمہ سے جانب جنوب لِلمَدَنِيِّ وَالعِرَاقِيِّ ذو الحلیفہ
میقات ہی اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہی اہل عراق کا عراق اوس ملک کا نام ہی جسمین بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہی اور اہل
خراسان اور ماوراء النہر کا بھی میقات ہی وَالشَّامِيِّ الغَيرِ المَارِّ بِالمَدِينَةِ بِقَرِينَةِ مَا يَأتِي اور جحفہ میقات ہی اُس شامی کا جو مدینہ مین ہو کر مکہ مین
نہین آیا یہہ قید شارح نے بقرینہ آیندہ لگائی وَالنَّجدِيِّ وَاليَمَنِيِّ لَفٌّ وَنَشرٌ مُرَتَّبٌ اور قرن میقات ہی اہل نجد کا اور یلملم میقات ہی اہل یمن اور
اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطور لف ونشر مرتب کے مذکور کیا واسطے اختصار کے وَيَجمَعُهَا قَولُهُ عِرقُ العِرَاقِ يَلَملَمُ اليَمَنِيِّ وَبِذِي
الحُلَيفَةِ يُحرِمُ المَدَنِيُّ وَلِلشَّامِ جُحفَةٌ إِن مَرَرتَ بِهَا وَلِأَهلِ نَجدٍ قَرنٌ فَاستَبِنهُ جمع کیا ہی مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے اپنے قول مین کہ
حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہی اور یلملم یمنی کا اور ذو الحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہے اور واسطے شام کے جحفہ ہی اگر گذری
تو اسی شامی جحفہ کیطرف سے اور اہل نجد کیواسطے قرن میقات ہی سو ظاہر سمجھ لے وَكَذَا هِيَ لِمَن مَرَّ بِهَا مِن غَيرِ أَهلِهَا كَالشَّامِيِّ يَمُرُّ بِمِيقَاتِ أَهلِ المَدِينَةِ
فَهُوَ مِيقَاتُهُ قَالَهُ النَّوَوِيُّ الشَّافِعِيُّ وَغَيرُهُ اور اسیطرح یہہ مکانات اوسکے واسطے بھی میقات ہین جو ان مکانات کیطرف ہو کر نکلے دوسری طرف والا
چنانچہ شام کا رہنیوالا اہل مدینہ کی میقات پر ہو کر نکلے تو وہی اوسکا میقات ہو جاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تہا سو وہ اودہر نگیا ذو الحلیفہ مین
ہو کر نکلا تو اب یہین سے اوسکو احرام باندھنا چاہیئے جحفہ کیطرف جانا اسپر ضرور نہین امام نووی شافعی وغیرہ نے اسطرح ذکر کیا ہی ہم شارح نے
اشارہ کیا کہ یہہ مسئلہ اتفاقی ہے حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمین اختلاف نہین وَقَالُوا لَو مَرَّ بِمِيقَاتَينِ فَإِحرَامُهُ مِنَ الأَبعَدِ أَفضَلُ وَلَو أَخَّرَهُ
إِلَى الثَّانِي لَا شَيءَ عَلَيهِ عَلَى المَذهَبِ اور علمانے کہا ہی کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اوسکا احرام باندھنا اوس میقات سے افضل ہے جو
مکہ معظمہ سے دور تر ہو اور اگر تاخیر کریگا احرام باندھنے مین دوسری میقات تک تو اوسپر کچھہ گناہ اور کفارہ نہین بنا بر قوی مذہب کے وَعِبَارَةُ
اللُّبَابِ سَقَطَ عَنهُ الدَّمُ اور لباب کی عبارت یہہ ہی کہ ساقط ہو گیا اوسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اوسپر
لازم ہو گیا تہا جب دوسری میقات پر اوسنے احرام باندہا تو اوسپر سے ذبح کرنا ساقط ہو گیا وَلَو لَم يَمُرَّ بِهَا تَحَرَّى وَأَحرَمَ إِذَا حَاذَى أَحَدَهَا و

ابعدھا افضل فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سی مکہ کو جاوی کہ کوئی میقات نہو تو وہان سی چاہیئے اندازہ کری اور
سے احرام باندہی جو مقابل اور برابر پڑی کسی میقات کے اور اگر کسی مکان مین دو میقات سی مقابلہ ہوتا ہو تو جو زیادہ تر دور ہو وہ افضل ہی اور اگر ایسی
پیش آوی کہ وہان سی کبھی میقات کا سامنا نہوتا ہو یا اشکل مین نہ آتا ہو تو جب مکہ معظمہ دو منزل پر رہی تو وہان سی احرام باندہی اسواسطی کہ کوئی میقات
دو منزل سے کم نہین وحرم تاخیر الاحرام عنہا کلہا لمن ای لآفاقی قصد دخول مکۃ یعنی الحرم ولو لحاجۃ غیر الحج اور حرام ہی احرام
کا تاخیر کرنا ان سب مواقیت سی اوس باہر والیکے واسطی جسنی دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور حاجت کیواسطی وہان گیا سوا حج اور عمرے
کیہ اسواسطی کہ احرام اس مکان پاک کی تعظیم کیواسطے ہے تو اسمین ہر طرح کے جانیوالے برابر ہین اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ مین بلا احرام تشریف
لیگئے تہے تو یہہ امر حضرت کو مخصوص تہا چنانچہ احادیث صحیح مین اسکی تصریح موجود ہے کذا فی النہر اما لو قصد موضعا من الحل کخلیص وجدۃ
حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحق باھلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وھو الحیلۃ لمن یرید ذلک الا لمامور بالحج لمخالفتہ
لیکن اگر آفاقی چلنے باہر والا حرم کے سواحل مین کسی مکان کے جانیکا ارادہ کرے جو اندر ہے میقات کے چنانچہ فقط خلیص کا اور جدۃ کا ارادہ
کرے تو اوسکو میقات سی بلا احرام گذرنا حلال ہے پہر جب وہان گیا تو وہان کے لوگون مین ملگیا اور وہان کے لوگون کو مکہ مین جانا بلا احرام درست ہے
تو اسکو بھی بلا احرام جانا جائز ہے اور یہہ حیلہ ہی اوس شخص کیواسطی جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہہ حیلہ کرنا جائز نہین بسبب اوسکی مخالفت
کے ہی اسلیئے کہ اوسکا سفر حج کیواسطی مخصوص تہا اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ وہ حج آفاقی کا مامور تہا پہر جب مکہ مین بلا احرام داخل ہوا تو اسکا حج مکی ہو گیا
نہ آفاقی اور یہہ مسئلہ دریا ی شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلا ایک شخص مامور بالحج ہے اور سال کے درمیان کنارے پر پونہچا تو اسکو جائز نہین
کہ بندر جدہ کا کہ وہ حرم سی باہر ہی قصد کرے تاکہ مکہ مین بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندہی رہنا نہ پڑے اور اگر مامور نے احرام حج کا باندہا
تو اوسکو عمرہ کرکے احرام چہوڑنا درست نہین بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہرا اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پہر جب ایام حج کے قریب
ہوین تو کسی نزدیک میقات پر جاکر وہین سی احرام باندہ کر آوے تو جائز ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولا یحرم التقدیم للاحرام علیھا بل ھو الافضل ان
فی اشھر الحج وامن علی نفسہ حرام نہین تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سی افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینون مین ہو
اور اپنی ذات پر اعتماد ہو ممنوعات کے نکرنیکا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سی احرام باندہنا افضل ہے کذا فی الجوہرۃ اور شوال سے پہلے احرام
باندہنا بالاتفاق مکروہ ہے اعتماد ہو یا نہو کذا فی منح الغفار وحل لاھل داخلھا یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر
محرم مالم یرد نسکا للحرج کما لو جاوزھا حطابو اھلہ اور ان لوگون کے واسطی جو مواقیت کے اندر رہتے ہین خواہ عین میقات مین ہون یا علیحدہ
حرم کیطرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے بوجہ تخفیف کے کثرت آمد و رفت سی تا وقتیکہ حج یا عمری کا قصد نکیا ہو اور اگر حج یا عمری کا
ارادہ ہوگا تو بدون احرام کے اونکو بھی دخول جائز نہوگا جیسی حلال ہی بلا احرام داخل ہونا مکہ والونکو جو لکڑیون کیواسطی مکہ سی باہر نکلتی ہین بشرطیکہ
مواقیت آفاقی سی تجاوز نہوا ہو اور اگر کوئی وہان سی بھی باہر نکلیگا تو وہ آفاقی ہو جاویگا اب اوسکو بدون احرام کے مکہ مین داخل ہونا جائز نہین
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فھذا میقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم سو اسکا میقات حل ہے یعنی جو میقات کے اندر ہی وہ حج یا عمرہ کے
واسطی حل سی احرام باندہی حل بکسر اول وتشدید لام اوس موضع کو کہتے ہین جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہے والمیقات لمن بمکۃ یعنی من داخل
الحرم للحج الحرم وللعمرۃ الحل اور مکہ والون کا یعنی جو حرم کے اندر ہین اونکا میقات حج کیواسطی حرم ہے چاہین اپنی گہرون کے اندر سے
احرام باندہین اور عمری کیواسطی حل میقات ہے لیتحقق نوع سفر اہل حرم کیواسطی میقات حج اور عمری کا اسواسطی مختلف ہوا تاکہ کچہہ سفر کرنا ثابت ہو
اسلیئے کہ حج ہوتا ہے عرفات مین اور وہ حل مین واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم مین احرام باندہا تو عرفات تک احرام باندہی جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے
بیت اللہ مین اور وہ حرم مین ہی تو جب عمری کا احرام حل مین باندہا تو بیت اللہ تک احرام باندہے آنا پڑا دونو صورتون مین سفر کا معنی پایا گیا

و التنعیم افضل اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہے ہم تنعیم ایک مکان کا نام ہے مکہ سے تین کوس تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہوا
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو فرمایا کہ عمرے کیواسطے وہین سے احرام باندھین ونظم حدود الحرام ابن الملقن
فقال شعر وللحرم التحدید من ارض طیبۃ + ثلثۃ امیال اذا رمت اتقانہ + وسبعۃ امیال عراق وطائف + وجدۃ عشر
ثم تسع جعرانۃ + ومن یمن سبع بتقدیم سینہا + وقد کملت فاشکر لربک احسانہ اور ابن ملقن نے حرم کی حدون کو یون نظم
کیا ہے کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کیجانب سے تین کوس ہے جبکہ ای مخاطب تو اوسکی حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کیطرف سے ہے اور
جدہ کیطرف سے دس کوس ہے پھر جعرانہ کیطرف سے نو کوس ہے اور یمن کیجانب سے سات کوس ہے اور البتہ ہر طرف سے حد و حرم کی پوری ہو گئی سو
اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر مین لفظ سبع کا بتقدیم سین ہے تا تسع کے لفظ سے مشتبہ نہو

فصل فی الاحرام

وصفۃ المفرد بالحج اس فصل مین مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہے مفرد بالحج اوسکو کہتے ہین جو خالص حج کیواسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت
احرام مین نکرے ومن شاء الاحرام اور جو احرام کا ارادہ کرے ہم احرام لغت عرب مین دخول فی الحرمۃ کو کہتے ہین یعنی بیحرمتی نکرنا
اور شرع مین احرام عبارت ہے حرمات مخصوصہ کے دخول سے بشرط نیت مع الذکر یا سوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنہر الفائق وهو شرط صحۃ
النسک کتکبیرۃ الافتتاح للصلوۃ فالصلوۃ والحج لهما تحریم وتحلیل بخلاف الصوم والزکوۃ اور احرام شرط ہے حج یا عمرے کی صحیح
ہونیکی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول بار اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہے تو نماز اور حج کیواسطے تحریم اور تحلیل ہے بخلاف صوم اور زکوۃ کے کہ اونکی لئے
تحریم اور تحلیل نہین ہم نسک بمعنی مطلق عبادت کے ہے لیکن حج اور عمرہ مین کثیر الاستعمال ہے ثم الحج اقوی من وجہین الاول ان یقضی
مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلوۃ پھر حج تو تیرے نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہہ کہ حج کا قضا کرنا بہر صورت لازم ہے اگرچہ حج مظنون ہو بخلاف نماز
کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھپر حج واجب ہے اور اوسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہین تو اوسکو ادا کرنا لازم ہے اور اگر ترک کریگا
تو اوسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اوسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر الثانی انہ اذا اتم
الاحرام للحج او عمرۃ لا یخرج عنہ الا بعمل ما احرم بہ وان افسدہ الا فی الفوات فبعمل العمرۃ والا الاحصار فبذبح الہدی دوسری
وجہ یہہ ہے کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کیواسطے تو احرام سے نکلے اوسکے بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اوسکو
فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہو جانے مین البتہ احرام سے نکلے عمرہ کرکے اور احصار مین احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلا
حج کیواسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہین مگر دو صورتین ایک یہہ ہے کہ حج فوت ہو جاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرے
کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہہ ہے کہ بسبب احصار کے حج کیواسطے نجا سکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اوسمین
کلام سے بعض منوی کے عمل سے نکلنا جائز ہو جاتا ہے مثلا ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہے اور کوئی چیز اوسپر
لازم نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی توضأ وغسلہ احب وهو للنظافۃ لا للطہارۃ فیجب لجماع مہملا فی حق حائض ونفساء وصبی جو
احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اوسکا مستحب ہے اور یہہ غسل صفائی اور ستھرائی کیواسطے ہے نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے
تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق مین بھی غسل کرنا مستحب ہے والتیمم لہ عند العجز عن الماء لیس بمشروع لانہ ملوث بخلاف جمعۃ
وعیدین ذکرہ الزیلعی وغیرہ لکن سوی فی الکافی بینہما وبین الاحرام ورجحہ فی النہر اور تیمم کرنا احرام کیواسطے پانی نملنے کیوقت مشروع نہین
اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہے نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عیدین کے کہ اونمین تیمم مشروع ہے اگر غسل کیواسطے پانی نملے
چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور کافی مین جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو عدم مشروعیت تیمم مین برابر کیا ہے اور کافی کی روایت کی ترجیح
دی ہے نہر مین اس دلیل سے کہ مٹی کو تحصیل نظافت مین کچھہ اثر نہین اسواسطے کہ مٹی ملوث اور مغیر ہے کذا فی النہر وشرطہ لنیل السنۃ ان یحرم

وهو حلى طهارته اور شرط غسل کی اسلئے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہہ ہو کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹ
پھر احرام باندھیگا اور وضو کریگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فے النہر عن البنایۃ وکذا یستحب لمرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ
وعانتہ وحلق رأسہ ان اعتادہ والا فیسرحہ اور غسل کی طرح مستحب ہو آزاد کرنے والیکو اپنی ناخن کا دور کرنا اور مونچھون کا کترانا
زیر ناف کے بالونکا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر منڈانے کی عادت ہو اور اگر سر پر بال ہون تو انہین کنگھی کرے ہم بدن اور بالونکا گرد اور
غبار اور میل چھڑانا خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہو کذا فے حاشیہ طحطاوی وجماع زوجتہ او جاریتہ لو معہ ولا مانع منہ کحیض اور
مستحب بلکہ سنت ہو اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کر لینا قبل احرام کے اگر اوسکی ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو جیسا نچہ حیض ولبس
ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہنے یعنی تہ بند باندھے ناف سے زانو تک ورداء علی ظہرہ ویسن ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ
علی کتفہ الایسر فان زررہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کو اپنی پیٹھ پر ڈالے اور مسنون یہہ ہو کہ چادر کو پیٹھ پر ڈالکر
داہنے ہاتھ کے بغل کے نیچے کر کے اپنے بائین مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر مین گھنڈی لگائی یا اوسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو
برا کیا لیکن یہہ ایسا قصور نہین کہ دم کرنا اوسپر لازم آوے جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین ککفن الکفایۃ وھذا بیان السنۃ
والا فستر العورۃ کاف تہہ بند اور چادر نئی ہون یا دونون پرانی دھوئی پاک سفید ہون جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہی اور یہہ جو مذکور ہوا تہہ بند
اور چادر کا سو بیان ہے سنت کا والا احرام کیواسطے ستر عورت کافی ہے وطیب بدنہ ان کان عندہ لا ثوبہ بما یبقی عینہ ھو الاصح اور بعد
غسل اور لباس کے اور قبل احرام کے اپنے بدن مین خوشبو لگاوے اگر اوسکی پاس ہو اور نہو تو کسی سے طلب نکرے اور اپنے کپڑے مین ایسی خوشبو
لگاوے جسکا نشان باقی رہے اور نظر آوے یہی قول صحیح تر ہے دوسرے قول سے ہم بدن مین خوشبو لگانا ہر طرح سے درست ہی ظاہر الروایت مین
خواہ اوسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہو کہ احرام کیوقت رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے سر مبارک پر مینے مشک لگایا اور اوسکی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے مین ایسی خوشبو لگانا درست نہین جو نمودار ہو
وصلی ندبا بعد ذلک شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروہ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب پڑھے اوسوقت مین جو مکروہ
نہین اور کافی ہو اوسکو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے وقال المفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی لمشقتہ
وطول مدتہ وتقبلہ منی لقول ابراھیم واسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور مفرد حج کا کرنیوالا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہہ دعا
کرے اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی یعنی خداوندا مین حج کا ارادہ کرتا ہون سو اوسکو میرے واسطے آسان کر دے اور اوسکو قبول کر میری
جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے ہے کہ حج مین مشقت زیادہ ہے اور مدت دراز اوسکے ادا کرنے مین لگتی ہو تو اسمین درخواست آسانی کی مناسب ہے اور
قبول ہونے کی خواہش کی قید باقتداء دعاء ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام کے کہ دونون حضرات نے فرمایا کہ اے ہمارے رب قبول کر ہم کو ہماری
جانب سے بلاشک تو سمیع اور علیم ہے وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان مدتہا یسیرۃ کذا فی الھدایہ اور اسیطرح سے عمرہ
کرنیوالا اور قران کرنیوالا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اوسمین آسانی کی دعا ضرور نہین اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل
ہوتی ہے بلا مشقت کذا فی البدایہ وقیل یقول کذلک فی الصلوۃ وعممہ الزیلعی کل عبادۃ وما فی الھدایۃ اولی اور بعضے علمانے یعنے
صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمد سے روایت کی کہ نماز مین بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت مین اسکو عام کہا ہے اور
جو ہدایہ مین ہے وہی بہتر ہے ثم لبی دبر صلوتہ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ ولو بقلبہ لکن بشرط
مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ وان احسن العربیۃ پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک کہے
اور لبیک کہنے سے حج کی نیت کرے یہہ بیان ہے شروع حج کا بطریق کامل تر والا حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہو اگرچہ دل ہی مین نیت حج کی کرلے زبان سے

نہ تھا ہے لیکن بشرط متصل کرنے نیت کے ساتھ ایسے ذکر کے جس سے تعظیم رب العالمین مقصود ہو چنانچہ بعد نیت کے سبحان اللہ کہنا اور لا الہ الا اللہ کہنا
اگرچہ یہہ ذکر فارسی زبان میں ہو۔ اگرچہ زبان عربی کا خوب ماہر ہو ھم لبیک کہنے سے نیت حاصل نہیں ہوتی اسواسطے کہ زبان سے بولنا دوسرا امر ہے
ارادہ کے سوا اور معلوم ہوا کہ نیت کا کہنا زبان سے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے والتلبیة علی المذهب هی لبیک اللهم لبیک لبیک لا شریک
لک لبیک ان الحمد بکسر الهمزة وتفتح والنعمة لک بالفتح والرفع مبتدأ وخبر والملک لا شریک لک اور تلبیہ بنابر مذہب یہہ ہے
جو ماتن نے مذکور کیا یعنی حاضر ہوں تیری خدمت میں خداوندا تیری بجا آوری حکم میں بار بار حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں حاضر ہوں تیری
حضور میں بلاشک سب تعریفیں اور سب نعمتیں تیری واسطے ہیں اور بادشاہی تجکو مخصوص ہے کوئی تیرا ساجھی نہیں لفظ ان کا ہمزہ مکسور ہے لغت فصیح میں
اور فتحہ بھی جائز ہے اور نعمت کی ت کو فتحہ ہے یا نعمۃ لک مبتدا اور خبر ہیں تو اس صورت میں ت کو ضمہ ہوگا اور یہہ تلبیہ صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر رض سے
منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسیطرح احرام کے وقت فرماتے تھے وزاد ندبا فیها ای علیها لا فی خلالها مندبا دہ کرنا بنابر استحباب اس
تلبیہ میں یعنی اس تلبیہ کے بعد اور الفاظ کا بڑہانا مستحب ہے اور اس تلبیہ کے الفاظ کے اندر اور الفاظ کا زیادہ کرنا بہتر نہیں ھم حلبی کی مناسک میں
ہے کہ بعد تلبیہ ماثورہ کے یوں کہے لبیک وسعدیک والخیر بیدیک والرغباء الیک والعمل لبیک الہ الخلق غفار الذنوب لبیک کذا فی المنح ولا
ینقص منها فانه مکروہ لانه تحریما لقول الفقهاء انها مرة شرط والزیادة سنة ویکون مسیئا بترکها وبترک رفع الصوت بها اور اس
تلبیہ مسنونہ سے کوئی لفظ کم نکرے اسواسطے کہ کم کرنا مکروہ تحریمی ہے بدلیل قول فقہا کہ تلبیہ مذکورہ ایکبار کہنا شرط ہے اور ایکبار سے زیادہ کہنا سنت ہے اور
محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے اور تلبیہ میں آواز نہ بلند کرنے سے بدکار ہوجاتا ہے واذا لبی ناویا نسکا او ساق الهدی او قلد ای ربط قلادة علی
عنق بدنة نفل او جزاء صید قتله فی الحرم او فی احرام سابق ونحو کجنایة ونذر ومتعة وقران اور جب لبیک کہہ حج کی نیت کرکے یا ہدی کو
ہانک لیچلا یا نفل کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا یا جس شکار کو کہ حرم میں یا احرام سابق میں قتل کیا تھا اوسکے بدلے کے اونٹ یا گائے کی گردن میں
پٹا ڈالا اور مانند اسکی کسی قصور اور نذر اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا وتوجه معها والحال انه یرید الحج اور خود لیچلا
اس اونٹ یا گائے کو حج کے قصد پر وهل العمرة کذلک ینبغی نعم امد کیا عمرہ بھی امور مذکورہ میں حج کی مانند ہے یوں لائق ہے جواب دیا کہ ہاں عمرہ
بھی حج کی مانند ہے یعنی ایسے افعال سے عمرہ کا احرام بھی ثابت ہوتا ہے او بعثها ثم توجه ولحقها قبل المیقات فلو بعده لزمه الاحرام بالتلبیة
من المیقات یا اونٹ یا گائے کو پٹا ڈالکر اول روانہ کردیا پھر خود متوجہ ہوا اور اوسکو ملگیا میقات سے پہلے سو اگر بعد میقات کے ملیگا تو اوسکو
احرام کرنا میقات سے لبیک کہکر لازم ہوگا یعنی اس صورت میں پٹا ڈالکر اونٹ کا بھیجنا قائم مقام تلبیہ کے نہوگا او بعثها لمتعة او قران وکان التقلید
والتوجه فی اشهره والا لا یصیر محرما حتی یلحقها وتوجه بنیة الاحرام وان لم یلحقها استحسانا فقد احرم لان الاجابة کما تکون بکل ذکر
تعظیمی تکون بکل فعل مختص بالاحرام یا اونٹ یا گائے کو تمتع یا قران کیواسطے روانہ کیا اور حالانکہ پٹا ڈالنا اور متوجہ ہونا حج کے مہینوں میں تھا
ہوا اور اگر دونوں کام موسم حج میں نہوئے تو یہہ شخص محرم نہوگا جبتک کہ اونٹ یا گائے کو نہ ملجاوے سو اگر تمتع یا قران کی اونٹ یا گائے کو روانہ کیا اور خود متوجہ
ہوا احرام کی نیت سے اگرچہ اوسکو قبل میقات کے نملا بنابر استحسان کے تو البتہ وہ شخص محرم ہوگیا ان سب صورتوں میں اسواسطے کہ اجابت حج کی جسطرح ہر تعظیمی
ذکر سے ہوتی ہے اسیطرح ہر ایک اس فعل سے ہوتی ہے جو فعل کہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہہ افعال مذکورہ احرام ہی سے خصوصیت رکھتے ہیں ھم فقدنا
احرم جزاء او اذا لبی کی خلاصہ یہہ ہے کہ احرام کا ثبوت دو طریق سے ہے ایک یہہ کہ حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر تعظیمی کرے اور دوسرا طریقہ یہہ ہے کہ حج
کی نیت کرکے یہہ افعال مذکورہ بشروط مفصلہ عمل میں لاوے ثم صحة الاحرام لا تتوقف علی نیة النسک لانه لو ابهم الاحرام صح حتی لو طاف شوطا
واحدا صرف للعمرة کما شارح کہتا ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ صحیح ہونا احرام کا موقوف نہیں مخصوص حج یا عمرہ کی نیت پر اسواسطے کہ اگر محرم نے مبہم احرام کیا یعنی
احرام باندھنے کیوقت بالخصوص حج یا عمرہ کا خیال دل پر نہ آیا یہانتک کہ بیت اللہ کے گرد ایکبار گہوما تو اس احرام کو عمرہ کیطرف پھیرینگے یعنی عمرہ ادا کرے

اور قبل شروع افعال کے اوسکو اختیار ہے تعیین کا چاہے اُس احرام کو حج کیواسطے ٹھہرا دے یا جو عمرہ کیواسطے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق
نیۃ الحج صرف للفرض ولو عین نفلاً فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج نفل
کی تعیین نکی تو فرض حج کیطرف پھیری یعنی فرض حج اوس احرام سے ادا کرے اور اگر اوسنے نفل حج کو معین کرلیا تو نفل حج صحیح ہوگا اگرچہ اوسنے ہنوز فرض
حج نکیا ہو کذا فی الشرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو استعرها بجراحۃ سنامها الایسر او جللها بوضع الجل او بعثها لا للمتعۃ و قران ولم یلحقها کما مر
او قلد شاۃ لا یکون محرماً لعدم اختصاصہ بالنسک اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنے کوہان کی بائین طرف ہلکا سا زخم کردیا تاکہ ہدی کا نشان
ہوجاوے یا اوسکی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اوسکو روانہ نکیا بہ نیت تمتع یا قران کے اور اوسکو جاکرنہ مل گیا چنانچہ ملجانے کا مسئلہ مذکور ہوچکا یا بھیڑ بکری
کی گردن مین پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہوگا اسواسطے کہ یہہ کام حج یا عمرہ کیواسطے مخصوص نہین ہم اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا
امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ حیوان کی تعذیب ہے اور صاحبین کے نزدیک خوب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اسواسطے کہ رسول
علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہے ابو جعفر طحاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ نہین اور کیونکر مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث
مشہورہ سے ثابت ہے اور امام نے مکروہ نہین کہا مگر اُس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام نے اونکو دیکھا کہ نہایت زخم کاری
لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تہا تو سد باب کیواسطے اونکے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اس طرح زخم لگا دے کہ کہال کٹے نہ گوشت تو جائز ہے اور بعضے
علما نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہے جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کے نکاح مسلمہ پر مکروہ ہے کذا فی العینی شرح الکنز وبعدہ
اے الاحرام بلا مہلۃ یتقی الرفث اے جماع النساء او ذکرہ بحضرۃ النساء والفسوق اے الخروج عن طاعۃ اللہ والجدال
فانہ من المحرم اشنع اور بعد احرام باندہنے کے فوراً اجتناب کرے اور دور بہاگے عورتوں کے جماع سے یا عورتوں کے سامنے جماع کی بات
چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور اطاعت الہی کے چھوڑنے سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق مین یہہ زیادہ تر قبیح ہے یعنی
خادمون اور رفیقون اور کرایہ دارون سے ترشی نکرے بلکہ اونکی سخت گوئی اور زبان درازی کا تحمل کرے کہ یہہ امور نص قرانی سے ممنوع ہین
فرمایا فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج وقتل صید البر لا البحر والاشارۃ الیہ فی الحاضر والدلالۃ علیہ فی الغائب ومحل
تحریمہا ما اذا لم یعلم المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار سے اسواسطے کہ دریا کا شکار
محرم کو درست ہے بموجب آیت قرانی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کیطرف اشارہ کرنے سے اور غائب شکار کے بتا دینے سے اور اشارہ کرنا اور بتا دینا
شکار کا وہان حرام ہے جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نجانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے محرم پر کچھہ جرم نہین قول اصح
مین والتطیب وان لم یقصدہ ویکرہ شمہ اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن مین خوشبو لگاوے نہ کپڑے مین اور
مکروہ ہے سونگہنا خوشبو کا اور اسیطرح پہول اور میوے کا سونگہنا مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجہ کلہ او بعضہ
کفمہ وذقنہ نص فی الخانیۃ لا بأس بوضع یدہ علی انفہ اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈہکنے سے نہ سب چہرہ چھپاوے نہ تھوڑا
چنانچہ اپنا مُنہ اور ٹھُڈی بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہان خانیہ مین ہے کہ کچھہ مضائقہ نہین اپنی ناک پر ہاتھہ رکھنے سے والرأس بخلاف المیت
وبقیۃ البدن اور پرہیز کرے سر ڈہکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مرجاوے تو اوسکا سر اور چہرہ ڈہکنا ممنوع نہین
اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی بدن کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بیحاجت ہو ممنوع نہین لیکن اسحالت مین مکروہ ہے کذا فی النہر وحمل
علی رأسہ ثیاباً کان تغطیۃ لا حمل عدل وطبق ما لم یمتد یوماً ولیلۃ فتلزمہ صدقۃ اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑے رکھکر اونکو اوٹھایا تو
سر کا ڈہکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق کے اوٹھانے سے ڈہکنا ثابت نہوگا جب تک کہ ایکدن یا ایک رات سر پر نہ لئے رہے اور اگر اسقدر لئے رہیگا
تو اوسپر صدقہ دینا لازم ہوگا کما فی خانیہ مین ہے کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہین بطور عادت کے اوسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کی

پیٹ کی چربی وغیرہ سے نہیں بنا ہے تو اسمیں کچھ لازم نہیں ہے کیونکہ وہ خوشبو نہیں ہے کذا فی الطحطاوی وقال ابی دخل الحمام الخ ملکہ قطعا
جسمیں مشکی والاتفاق لانہ منقضاء لیس اگر محرم نے اپنا سر یا داڑھی خطمی سے دھویا تو امام کے نزدیک دم لازم آتا ہے
الا کہ بیضا نقہ نہیں وغسل راسہ بالخطمی لانہ طیب ویقتل الھوام اور محرم نے اپنا سر یا داڑھی خطمی سے دھویا
تو بسبب خطمی امام کے نزدیک خوشبودار چیزوں میں داخل ہے تو دم دینا محرم پر لازم ہوگا یا خطمی کیڑوں کو مارتی ہے اور بالوں کو نرم کرتی ہے اور صاحبین
کے نزدیک صدقہ واجب ہوگا بخلاف صابون وَدَلُوکِ واشنان اتفاقا بخلاف صابون یا مسور کے آٹے اور اشنان کے کہ اگر ان چیزوں
سے یا ادرک کو دھویا تو باتفاق امام اور صاحبین اوسپر کچھ لازم نہوگا ھ دلوک بفتح دال مشدد کے آٹے کو کہتے ہیں جس سے ہاتھ دھوتے ہیں اور اشنان
ایک گھاس ہے کہ میل کو صاف کرتی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی مزاد فی الجوھرۃ وسدر یا وھو مشکل یا وہ کیا ہے جوہرہ میں کہ بیر کے پتوں سے
دھونے میں باتفاق امام اور صاحبین کے کچھ لازم نہیں آتا اور یہ قول مشکل ہے وجہ اشکال کی یہ ہے کہ خطمی اور بیر دونوں سے کیڑے مرتے ہیں اور بال نرم
ہوتے ہیں تو لائق یوں تھا کہ صاحبین کے نزدیک بیر کے استعمال سے بھی صدقہ واجب ہوتا کذا فی منح الغفار الطحطاوی محشی نے کہا کہ یہ امر تو صابون میں
زیادہ موجود ہے یا وجود خوشبو کے واللہ اعلم وقصہا اے اللحیۃ وحلق راسہ وابزالہ شعر بدنہ الا الشعر النابت فی العین فلا شئ
فیہ وعندنا ہذا اور محرم داڑھی کترنے سے اور اپنے سر کے منڈانے سے اور اپنے بدن کے بال دور کرنے سے گنہگار ہوگا اور بال جو آنکھ کے اندر جمتے ہیں بال کہتے
ہیں تو اوسکو دور کرنے میں کچھ نہیں ہمارے نزدیک ھ محرم کو بالوں کا دور کرنا کسیطرح جائز نہیں نہ کترانے سے نہ منڈانے سے نہ اکھاڑنے سے نہ نورہ
لگانے سے کذا فی النہر ولبس قمیص وسراویل اے کل معمول علی قدر بدنہ او بعضہ کزردیۃ وبرنس اور پرہیز کرے محرم کرتا اور پاجامہ
لباس سے یعنی اُس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہے اسطرح پر کہ خود بدن پر ٹھہر جاوے وہ خواہ سیکر
یا چپکانے سے یا کسی اور طرح سے جیسے لوہے کی زرہ یا بارانی کی مانند دامن دراز ٹوپ کذا فی النہر والطحطاوی وقباء وان لم یدخل یدیہ فی کمیہ جاز الا
ان یزرہ او یخللہ اور بچو قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونوں آستینوں میں اپنے ہاتھ نہ ڈالے تو اسطرح کا پہننا جائز ہے مگر یہ کہ اوسکو گھنڈی سے یا کانٹے
لگا دے تو جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ اگر ایسا کریگا تو ظاہر اوسپر دم کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ از قبیل لباس معتاد کے ہے ویجوز ان یرتدی
بقمیص وجبۃ ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقا اور باتفاق یہ جائز ہے کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اوسکو سونے وغیرہ میں
بدن پر لپیٹے بطور لحاف کے بشرطیکہ سر اور چہرہ کو نہ ڈھکے وعمامۃ وقلنسوۃ وخفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعہما اسفل من الکعبین
عند معقد الشراک فیجوز لبس الزرموزۃ لا الجوربین یا اور بچو پگڑی اور ٹوپی اور موزوں کے پہننے سے مگر یہ کہ نعلین کو نہ پاوے تو دونوں موزوں کو
ٹخنوں کے نیچے سے کاٹے کعب سے یہاں قدم کا درمیان والا جوڑ مراد ہے جہاں نعل کا تسمہ لٹکا جاتا ہے کعب سے یہاں ٹخنہ مراد نہیں تو سر موزہ
کا پہننا محرم کو جائز ہے نہ جراب کا اسواسطے کہ سر موزہ میں قدم کی پشت کی ہڈی نہیں بند ہوتی اور جراب میں بند ہو جاتی ہے ھ نعل کو چپل کہتے ہیں
چمڑے کی تلی پیتا اور تسمہ سیا ہوتا ہے ہندوستان میں کہار اور بعضے محترفہ پہنتے ہیں اور سرموزہ اُن جوتیوں کو کہتے ہیں جنکو موزوں کے اوپر پہنتے ہیں الخ
وثوب مصبوغ بما لہ طیب کورس وھو الکرکم وعصفر وھو زھر القرطم الا بعد زوالہ بحیث لا ینفح فی الاصح اور پرہیز کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے
جو خوشبودار چیز سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پھول سے مگر بعد دور ہونے رنگ کے اسطرح پر کہ اُس سے خوشبو نہ آوے پھر اوسکا پہننا درست ہے قول اصح
میں ورس ایک خوشبودار گھاس ہے کہ یمن میں ہوتی ہے جسکو کرکم کہتے ہیں اور اسکا رنگ زرد ہوتا ہے ھ یہ مسائل اُس حدیث سے ماخوذ ہیں جو صحاح ستہ میں
عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البرنس ولا السراویل ولا ثوبا مسہ ورس
ولا زعفران ولا الخفین الا ان لا یجد نعلین فلیقطعہما حتی یکونا اسفل من الکعبین لا یتقی الاستحمام لما رواہ البیہقی انہ علیہ الصلوۃ والسلام
دخل الحمام فی الجحفۃ محرم پرہیز نکرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام

مین تشریف لیگئے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ مین عبداللہ بن عباس سے بھی مروی ہے کذا فی البرہان اور مسلم کی حدیث مین ثابت ہے کہ حضرت نے حالت احرام مین غسل فرمایا طحطاوی نے کہا غسل جائز ہے لیکن میل کا چھڑانا مکروہ ہے ولا بأس بالاستظلال بالبيت والمحمل ولو أصاب رأسه او وجهه فلو أصاب أحدهما كره اور بیت اللہ اور محمل کے سایہ مین ہونے سے ڈر نہیں بشرطیکہ عماری کی چھت اوسکے سر یا چہرے کو نہ لگے سو اگر سر یا چہرہ کو لگیگا تو مکروہ ہے چنانچہ کپڑون کا سر پر لیٹنا سجدہ گاہ مین داخل ہو اور کعبہ کا غلاف سر کو لگتا محرم کیواسطے مکروہ ہے وشد الهميان في وسطه اور نہ پرہیز کرے اپنی کمر پر ہمیانی کے باندھنے سے خواہ اوسمین اپنا نقد مال ہو یا غیر کا کذا فی المنتقی ومنطقة وسيف وسلاح وتختم لعدم التغطية واللبس اور نہ پرہیز کرے کمر بند اور تلوار اور ہتھیار کے باندھنے سے اور انگوٹھی پہننے سے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ کمر اور ہمیانی کا باندھنا تغطیہ نہین اور ہمیانی وغیرہ کا باندھنا لباس مین داخل نہین واكتحال بغير مطيب فلو اكتحل بمطيب مرة او مرتين فعليه صدقة ولو كثيرا فعليه دم اور نہ پرہیز کرے سرمہ لگانے سے بشرطیکہ خوشبودار سرمہ نہو سو اگر خوشبو ملا سرمہ ایک دو بار لگاویگا تو اوسپر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر تین بار یا زیادہ لگاویگا تو اوسپر ذبح کرنا جانور کا واجب ہوگا کذا فی السراجیہ ولا يتقي ختانا وفصدا وحجامة وقلع ضرسه وجبر كسر وحك رأسه وبدنه لكن برفق ان خاف سقوط شعره او قمله ولو كان في الواحد يتصدق بشيء وفي الثلث كف من طعام غرر الاذكار اور محرم پرہیز نکرے ختنہ کرنے اور فصد اور پچھنے لگوانے اور ڈاڑہ اوکھاڑنے سے اور ٹوٹی ہڈی کے باندہنے سے اور اپنے سر اور بدن کے کھجلانے سے لیکن آہستہ کھجلا دے اگر بال یا جون جھڑنے کا خوف ہو اور اگر خوف نہو تو زور سے کھجلا دے کذا فی النہر ایک جون مین کچھ صدقہ دے اور تین جون مین مٹھی بھر گیہون خیرات کرے کذا فی غرر الاذکار اور اسکا بیان آگے آویگا واكثر المحرم التلبية متى صلى ولو نفلا او علا شرفا او هبط واديا او لقي ركبا جمع راكب وجمعها ركبان او مشاة وكذا اذا لقي بعضهم بعضا اور محرم اکثر لبیک کہا کرے بنا بر استحباب کے جبکہ نماز پڑہے اگرچہ نفل نماز ہو یا جب بلندی پر چڑھے یا جب نالے مین اترے یا جب شتر سوارون یا پیدلون سے ملے اسیطرح اگر اپنے قافلہ مین سے جب ایک دوسرے کو ملے تو لبیک کہے شارح کہتا ہے رکب بسکون ثانی جمع ہے راکب کی جیسے صحب جمع صاحب کی اور ان دونون کی جمع رکبان ہے او اسحر اي دخل في السحر یا جب سحر کیوقت مین داخل ہو تو لبیک کہے سحر کہتے ہین رات کے پچھلے چھٹے حصے کو قبول ہونے دعا کا وہ وقت ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لان التلبية في الاحرام كالتكبير في الصلوة حالات اور اوقات مذکورہ مین لبیک کہنا اسواسطے مستحب ہوا کہ لبیک کہنا احرام مین ایسا ہے جیسے اللہ اکبر کہنا نماز مین تو جیسے نماز مین ایک حال سے دوسرے حال کے انتقال کیوقت اللہ اکبر کہتے ہین ویسے ہی احرام مین انتقال حالات مین لبیک کہنا چاہیئے رافعا صوتها بلا جهد كما يفعله العوام لبیک اکثر کہا کرے اپنی آواز کو بلند کرکے سنت جانکر نہ چلا کر جیسے عوام لوگ کرتے ہین واذا دخل مكة بدأ بالمسجد الحرام بعدما يأمن على امتعته داخلا من باب السلام نهارا ملبيا متواضعا خاشعا ملاحظا جلالة البقعة اور جب مکہ معظمہ مین داخل ہو تو اول مسجد الحرام مین جاوے بعد اسکے کہ اپنے اسباب اور سامان سے خاطر جمع ہو یعنی اول اسباب سفر کو مکان محفوظ مین رکہکر مسجد الحرام مین داخل ہووے لیکن بنابر استحباب کے اُس دروازہ سے جسکو باب السلام کہتے ہین اور سابق مین اوسکو باب بنی شیبہ کہتے تھے لبیک کہتا خاکساری کرتا گڑگڑاتا عظمت اور جلال اُس مکان با قدس کا دھیان کرتے ہوئے اندر جاوے ہم شہر مکہ کی زمین ایک جانب کو اونچی ہے اور دوسری جانب نیچی تو مسنون یہ ہے کہ داخل ہو بلندی کیطرف سے جدہر قبرستان ہے جسکو جنت المعلا اور کدا بالفتح کاف کہتے ہین اور نکلتے وقت نیچی جانب سے نکلے جسکو کدا بالضم کاف بولتے ہین اور دن داخل ہونا ہر وقت جائز ہے اور دن کو مستحب ہے لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کیوقت داخل ہوتا ہے اور مستحب ہے کہ مکہ مین داخل ہونے کیوقت یہ دعا کرے اللهم هذا حرمك وامنك وقلت وقولك الحق ومن دخله كان آمنا اللهم فحرم لحمي ودمي على النار وقني عذابك يوم تبعث عبادك كذا في شرح المختار والبرهان ويسن الغسل لدخولها وهو للنظافة فيجب للحائض والنفساء اور مسنون ہے غسل کرنا داخل ہونے کیواسطے

بعد ہی غسل صفائی کیوا سطے ہی نہ طہارت کیواسطے تو حیض اور نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنا مستحب ہی وحِینَ شَاھَدَ الْبَیْتَ کَبَّرَ ثَلٰثًا وَمَعْنَاہُ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ مِنَ الْکَعْبَۃِ وَھَلَّلَ ثَلٰثًا عَلَیْھِمْ مَعَ جَمِیْعِ الْمَدِیْنَۃِ اور جس وقت کہ بیت اللہ کو دیکھو تو تین بار اللہ اکبر کہے اور معنی اللہ اکبر کے یہہ کہ اللہ
بزرگ تر ہے کعبہ سے یعنی یہہ خیر نہ سو بڑا تو کعبہ بھی اسمین داخل ہوگیا اور بیت اللہ دیکھکر لا الٰہ الا اللہ کہے تاکہ اس عبادت مین کسیطرح شرک نہ واقع ہو یعنی سوا
خدا کے کوئی لائق عبادت کے نہین تو بیت اللہ کی عبادت کی بھی نفی ہوگئی کذا فی حاشیۃ الطحاوی جابر کی حدیث مین ثابت ہی کہ حضرت سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھکر تین بار تکبیر فرمائی اور فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کذا فی
المنح اور عطا سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کو دیکھکر یہہ دعا فرمائی اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَیْتِ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِیْقِ الصَّدْرِ
اور رفع الیدین کرتے تھے اور شب اوجہ سے یہہ دعا ضرور پڑھو کہ طلب جنت بلا حساب کرے اسواسطے کہ بیت اللہ کے نظر پڑنے کیوقت دعا قبول
ہوتی ہے اور امام شافعی نے بسند ابن جریج نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو رفع الیدین کرتے تھے
اور فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَتَعْظِیْمًا وَتَکْرِیْمًا وَمَھَابَۃً وَزِدْ مَنْ شَرَّفَہٗ وَکَرَّمَہٗ مِمَّنْ حَجَّہٗ اَوِ اعْتَمَرَہٗ تَشْرِیْفًا وَتَعْظِیْمًا
وَتَکْرِیْمًا وَبِرًّا اور بیہقی مین مروی ہی کہ عمر فاروق جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا
بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ کذا فی فتح القدیر ثُمَّ ابْتَدَأَ بِالطَّوَافِ لِاَنَّہٗ تَحِیَّۃُ الْبَیْتِ مَا لَمْ یَخَفْ فَوْتَ الْمَکْتُوْبَۃِ اَوْ جَمَاعَتِھَا
اَوِ الْوِتْرِ اَوْ سُنَّۃٍ رَاتِبَۃٍ پہر طواف شروع کرے اسواسطے کہ طواف بیت اللہ کا تحیہ ہی جبتک کہ فرض نماز کا یا فرض کی جماعت کا یا وتر کا یا سنت موکدہ کا خوف نہو فوت ہوجانیکا
اور اگر خوف ہو تو نماز کے بعد طواف کرے سنت موکدہ جانیکی یہہ صورت ہی کہ مثلاً بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہنچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا وقت باقی رہے سنت کا نہ رہے
تو اس صورتمین اول سنت اور فرض سے فراغت کرے پہر طواف مین مشغول ہو کذا فی حاشیۃ الطحاوی فَاسْتَقْبَلَ الْحَجَرَ مُکَبِّرًا مُھَلِّلًا رَافِعًا یَدَیْہِ کَالصَّلٰوۃِ وَاسْتَلَمَہٗ
بِکَفَّیْہِ وَقَبَّلَہٗ بِلَا صَوْتٍ پہر سامنے جاوے حجر اسود کے تکبیر کہتا اور کلمہ توحید پڑھتا رفع الیدین کرتا مانند نماز کی اور چھووے حجر اسود کو اپنی دونو
ہتھیلیون سے اور اوسکو چومے بدون آواز کے یعنی لبون کے لگانے مین آواز نہ نکالے استلام حجر یہہ کہ دونون ہاتھ اوسپر رکھے اور اوسکو چومے سنن
ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونون لبون کو اوسپر رکھا اور دیر تک روئے
پہر جو التفات کیا تو عمر کو روتے دیکھا تو فرمایا ای عمر یہان آنسوؤنکو بہانا چاہیئے اور صحاح ستہ مین مروی ہی کہ عمر فاروق نے حجر اسود کو چوما
اور کہا کہ مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہے اگر مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو مین تجکو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہی کہ
استلام کیوقت یہہ دعا کرے اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِنَبِیِّکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ
لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَکَفَرْتُ بِالطَّاغُوْتِ کذا فی شرح النقایۃ وَھَلْ یَسْجُدُ عَلَیْہِ قِیْلَ نَعَمْ اور کیا سجدہ کرے حجر اسود پر
بعضے علمانے کہا کہ ہان سجدہ کرنا جائز ہے ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس حجر اسود پر سجدہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کا فعل نقل کرتے تھے اور امام مالک نے اسکو بدعت کہا کذا فی النہر بِلَا اِیْذَاءٍ لِاَنَّہٗ سُنَّۃٌ وَتَرْکُ الْاَذٰی وَاجِبٌ فَاِنْ لَمْ یَقْدِرْ یَضَعُھُمَا ثُمَّ
یُقَبِّلُھُمَا اَوْ اَحَدَھُمَا استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی وہانکے لوگونکو نہ دہکیلے اسواسطے کہ استلام سنت ہی اور تکلیف رسانی کا
ترک کرنا واجب ہی تو سنت کیواسطے واجب کو ترک کرنا جائز نہین سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونو ہاتھونکو اوسپر رکھے پہر
ہاتھونکو چومے یا ایک کو اوسپر رکھے اور اوسکو چومے والا یَمَسُّہٗ شَیْئًا فِیْ یَدِہٖ کَالْعَصَا ثُمَّ قَبَّلَہٗ اَیِ الشَّیْءَ اور اگر ہاتھ لگانا بہی نہ ہوسکے
تو اپنے ہاتھ کی کسی چیز کو حجر اسود مین لگا دے اگر چہ ہاتھ مین عصا ہو تو اوسیکو لگادے پہر اوس شی کو چوم لے وَاِنْ عَجَزَ عَنْھُمَا اِسْتَلَمَ
وَالْاِسْتِلَامُ اَنْ یَسْتَقْبِلَہٗ مُشِیْرًا اِلَیْہِ بِبَاطِنِ کَفَّیْہِ کَاَنَّہٗ وَاضِعُھُمَا عَلَیْہِ اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور کسی چیز کے لگانے سے عاجز ہو تو حجر
اسود کے سامنے کھڑا ہو اپنی دونون ہتھیلیون کے اندر کیجانب سے اوسکی طرف اشارہ کرے گویا اس تصور سے کہ گویا ہتھیلیونکو حجر اسود پر رکھے ہے

وکبر وهلل وحمد الله تعالى وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يقبل كفيه اور الله اكبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور الله تعالى
کی حمد کرے اور نبی صلے الله علیه وسلم پر درود پڑھے پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو چومے وفي بقية الرفع في الحج يجعل كفيه نحو السماء الا عند الحجر فانه يجعلهما نحو الكعبة
اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مکانات میں رفع الیدین کے وقت ہتھیلیوں کے اندر جانب آسمان کیطرف کرے اور الحجر اسود کے پاس ہتھیلیوں کو
وہاں کعبہ معظمہ کیطرف کرے ظاہر الروایت میں کذا فی النہر عن الخانیۃ وطاف بالبیت طواف القدوم ویسن هذا الطواف للآفاقي لانه
القادم اور بعد استلام کے بیت اللہ کا طواف کرے اسی پہلے طواف کو طواف القدوم کہتے ہیں یعنی داخل ہونے اور آنے کا طواف اور یہ
طواف کرنا آفاقی کو مسنون ہے اسواسطے کہ آنا اور داخل ہونا آفاقی پر صادق آتا ہے نہ اہل مکہ پر چنانچہ تحیۃ المسجد آنے والے پر سنت ہے مسجد کے بیٹھنے
والے پر واخذ الطائف عن يمينه مما يلي الباب فتصير الكعبة عن يساره لان الطائف كالمؤتم بها والواحد يقف عن يمين
الامام اور طواف کرنیوالا طواف کو اپنے داہنی سے شروع کرے جدھر بیت اللہ کا دروازہ ہے تو اسصورت میں کعبہ طواف کرنیوالے کے بائیں طرف کو واقع ہوگا
اور وجہ داہنی سے شروع کرنے کی یہ ہے کہ طواف کرنیوالا گویا مقتدی کعبہ کا ہے اور کعبہ گویا امام ہے اور حالانکہ ایک مقتدی امام کے داہنی
طرف کھڑا ہوتا ہے طواف میں جب ملتزم کے سامنے ہو تو یہ دعا کرے اللهم لك مددت يدي وفيما عندك عظمت رغبتي فاقبل دعوتي واقلني عثرتي
وارحم تضرعي وجد لي بمغفرتك واعذني من مضلات الفتن اللهم ان لك علي حقوقا فتصدق بها علي اور بیت اللہ کے دروازے کے سامنے
پہنچے تو کہے اللهم هذا البيت بيتك وهذا الحرم حرمك وهذا الامن امنك وهذا مقام العائذ بك من النار فاعذني منها اور جب
رکن عراقی کے پاس آوے تو کہے اللهم اني اعوذ بك من الشك والشرك والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنقلب في المال والاهل
والولد اور جب میزاب رحمت کے مقابل ہو تو کہے اللهم اني اسألك ايمانا لا يزول ويقينا لا يفنى ومرافقة نبيك محمد صلى الله عليه وسلم اللهم اظلني
تحت ظل عرشك يوم لا ظل الا ظلك واسقني بكأس محمد صلى الله عليه وسلم شربة لا اظمأ بعدها ابدا اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے اللهم
اجعله حجا مبرورا وسعيا مشكورا وذنبا مغفورا وتجارة لن تبور يا عزيز يا غفور اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے اللهم اني اعوذ بك من الكفر
واعوذ بك من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنة المحيا والممات واعوذ بك من الخزي في الدنيا والآخرة اور واقدی نے کتاب المغازی میں بسند صحیح
مرفوع نقل کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان یوں فرماتے تھے ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا
عذاب النار معلوم کرنا چاہیے کہ یہ دعائیں اسوقت ہو سکیں گی جب طواف میں ٹھہرتا ہو تو جس طواف میں رمل سنت ہے اوسمیں استیعاب انکا نہیں ہو سکتا
اور یہ دعائیں صحابہ اور تابعین سے متفرق منقول ہیں علماء متاخرین نے انکو یکجا جمع کر لیا ہے کذا فی فتح القدیر ولو عكس اعاد ما دام بمكة فلو
رجع فعليه دم وكذا الواجبات من غير الحج كما مر اور اگر اسکے بالعکس کرے یعنی اپنی بائیں جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ
کرے جب تک کہ مکہ میں مقیم ہے اور اگر وہاں سے چلا آیا تو اوسپر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسیطرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع
کریگا تو اوسپر ذبح کرنا واجب ہوگا چنانچہ واجبات حج میں مذکور ہو چکا کہ ابتداء طواف حجر اسود سے واجب ہے قال في النهر وينبغي ان يكون جميع بدنه على جميع الحجر
فقہا نے کہا ہے کہ شروع طواف میں اپنے تمام بدن کو سارے حجر اسود کے سامنے کر کے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہو کر طواف
شروع کرے اسطرح کل بدن کا کل حجر سے سامنا ہو جاویگا جاعلا قبل شروعه رداءه تحت ابطه الايمن ملقيا طرفه على كتفه الايسر استنانا وراء
الحطيم وهو ما لان منه ستة اذرع من البيت فلو طاف من الفرجة لم يجز استقبالا احتياطا قبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی
بغل سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالے اور حطیم سمیت بیت اللہ کا طواف کرے لغت عرب میں اسطرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہیں سو یہ سنت ہے اور
حطیم کو ملا کر طواف کرنا واجب ہے اسواسطے کہ حطیم میں چھ ہاتھ بیت اللہ کی زمین داخل ہے سو اگر طواف کرے اوس کشادگی اور رخنے میں گھسکر جو حطیم اور
بیت اللہ کے درمیان میں ہے تو یہ طواف جائز نہو گا جیسے نماز کی وقت فقط استقبال کرنا حطیم کا جائز نہیں بنا بر احتیاط کے یعنی استقبال کعبہ کا نص

قرآنی سے فرض ہی اور حطیم کا بیت اللہ مین داخل ہونا خبر واحد سے ثابت ہے دلیل قطعی سے تو احتیاط اسکو مقتضی ہے کہ طواف مین تو حطیم کو داخل کیجئے اور
نماز مین خارج ۔ ورویہ قبر اسمعیل و ھاجر ہے حطیم مین حضرت اسمعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کی قبر ہے سبعۃ اشواط فقط بیت اللہ کے گرد فقط سات
بار گھومو ھم اشواط جمع ہے شوط کی شوط ایکبار گھومنے کو کہتے ہین یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک گھوم کر پہونچنا یہہ ایک شوط ہو اور سات بار گھومنے سے ایک
طواف ہوتا ہو فلو طاف ثامنا مع علمہ بہ فالصحیح انہ یلزمہ اتمام الاسبوع للشروع لانہ شرع فیہ ملتزما بخلاف ما لو ظن انہ
سابع لشروعہ مسقطا لا ملتزما بخلاف الحج ۔ اگر آٹھواں شوط گھوما آٹھوان جانکر تو مذہب صحیح یہہ ہی کہ اوسپر لازم ہوگیا پورا کرنا سات شوط
کا یعنے دوسرا طواف سات شوط والا لازم ہوا بسبب شروع کردینے کے اسواسطے کہ اوسنے دوسرا طواف شروع کردیا التزام کرکے بخلاف اسکے کہ اگر آٹھوین شوط
کو ساتوان گمان کرکے شروع کریگا تو دوسرا طواف اوسپر لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسکا شروع کرنا بنا بر اسقاط کے ہو نہ بنا بر التزام کے بخلاف حج کے اسلئے کہ
بطور اسقاط شروع کرنے سے بھی اتمام حج کا لازم ہوجاتا ہی بنسبت بقیہ عبادات کے کذا فی النہر من البحر واعلم ان مکان الطواف داخل المسجد الحرام
ولو وراء زمزم لا خارجہ لصیرورتہ طائفا بالمسجد لا بالبیت ۔ اور معلوم کر کہ طواف کرنیکا مکان تمام مسجد الحرام ہو اندر کیطرف سے اگرچہ زمزم کو بھی طواف
مین داخل کرلے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کا مکان نہین اسواسطے کہ اگر باہر مسجد الحرام کے طواف کریگا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہوگا نہ بیت اللہ کا ہم
ہر چند تمام مسجد الحرام مین طواف جائز ہے لیکن بیت اللہ کے گرد چند ستون قائم ہین اونکے اندر طواف ہوتا ہی اوسکو مطاف کہتے ہین اور نقشہ بیت اللہ کا
مجملا یون ہی کہ درمیان مین بطور کوٹھری کے بیت اللہ ہی اوسکے گرد مطاف کے ستون ہین پھر چارو نطرف بڑا صحن ہی جسمین زمزم کا کنوان اور مقام ابرہیم
اور چارون امامون کے مصلے ہین پھر چارو نطرف مسجد الحرام کے عمارت ہی یک منزلہ تین درجہ کی پھر پشت کی دیوار ہی اور مسجد الحرام کی پشت پر ایکطرف
صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہی اور صفا اور مروہ کے درمیان مسجد الحرام کے دیوار سے متصل دو سبز منارے ہین جنمین سعی کرتے ہین
اور بیت اللہ کے چار کونے ہین جنکو ارکان کہتے ہین ایک کونے پر تخمینا تین ہاتھ کی بلندی پر حجر اسود منصوب ہے پہر جب حجر اسود سے طواف کیجئے بیت اللہ
دروازہ کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہی اوسکو رکن عراقی کہتے ہین پہر اوسکے بعد تیسرا کونا ہے جسکو رکن شامی بولتے ہین پہر چوتھے کونے کو رکن یمانی
کہتے ہین اور حجر اسود سے تا در کعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہی اور بیت اللہ سے جانب مشرق تین کوس پر منا ہے جہان قربانی ہوتی ہی اوسکے آگے تین کوس
پر مزدلفہ ہی جہان مغرب اور عشا کی نماز ملاکر پڑھتے ہین اوسکے آگے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہے جہان حج ہوتا ہی اسقدر جان لینے
سے مسائل حج کا دریافت کرنا آسانی سے ہوتا ہے ولو خرج منہ او من السعی الی جنازۃ او مکتوبۃ او تجدید وضوء ثم عاد بنی ۔ اور اگر درمیان
سات شوط کے طواف سے نکلے یا سعی کرنے سے نکلے نماز جنازہ کیواسطے یا فرض نماز کیواسطے یا نیا وضو کرنے کیواسطے پہر وہین آوے جہان سے طواف اور
سعی کو قطع کیا تھا تو وہین سے جوڑ لے ۔ وجاز فیہما اکل وبیع وافتاء وقراءۃ لکن الذکر افضل منہا ۔ اور طواف اور سعی مین جائز ہی کھانا اور
بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہی کذا فی النہر ۔ اور جائز ہی فتوی دینا اور قرآن پڑھنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہی قرآن کے پڑھنے
سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ
واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کوئی بات نکرے تو اوسکے دس گناہ مٹائے جاتے ہین اور دس درجہ اوسکے سبب سے بلند کئے جاتے ہین کذا فی النہر
وفی منسک النووی الذکر المأثور افضل واما فی غیر المأثور فالقرآن افضل علی الاصح ۔ اور نووی شافعی کی منسک مین یون ہی کہ ذکر منقول
افضل ہے اور غیر منقول سے تو قرآن افضل ہی طواف مین تو اسکی تلاش کرنا چاہیئے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ طواف مین تو مجرد ذکر اللہ
معروف ہی اور مجھکو کوئی حدیث ایسی معلوم نہین جسمین قراءۃ قرآن طواف مین مروی ہو تو اب ابن ماجہ کی حدیث مرقوم مین طواف کے اندر تسبیح اور تہلیل
اور تحمید اور تکبیر اور حوقلہ مروی ہی ۔ ورمل ان سعی بعدہ وہو مشی بسرعۃ مع تقارب الخطا وہز کتفیہ فی الثلثۃ الاول استنانا فقط
اور رمل کرے یعنی جلد چلے نزدیک نزدیک قدم رکھکر اور دونون مونڈھون کو ہلاکر جیسے جوانمرد پہلوان صف جنگ مین اکڑتے ہین اسطرح چلکر

فقط پہلے تین شوطون میں رمل مسنون ہے اور کتب احادیث میں ثابت ہے کہ اکڑنے کا ابتدا میں یہہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ اصحاب کے مدینہ سے عمرہ کرنے کو تشریف لائے مشرکین نے کہا کہ مدینہ کے تپ نے مسلمانونکو توڑ دیا اور دبلا بیطاقت کر ڈالا حضرت نے فرمایا مسلمانونکو کہ اکڑ کے طواف کرین تا کافر دیکھیں اور رعب پڑے پھر جب مکہ فتح ہوا تو دسوین سال ہجرت کی حجۃ الوداع کیواسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت الٰہی کی یاد کرنے کو کہ بعد خوف کے امن عطا کیا پھر ہمیشہ یہہ عمل ٹھہرا اور تابعین میں جاری رہا صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ امیر المومنین عمر فاروق نے کہا کہ ہمکو اس اکڑنے سے کیا حاصل یہہ اکڑنا تو ہمنے مشرکونکو دکھلایا تھا اور اب تو خدا نے انکو ہلاک کر ڈالا پھر فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہیں چاہتے ہیں کہ اسکو چھوڑ دین اور ابو داؤد نے یون روایت کی عمر فاروق سے کہ یہہ اکڑنا اور مونڈھے سے کپڑے کا کھولنا کسواسطے ہے اور حالانکہ حق تعالی نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹایا لیکن باوجود اسکے ہم چھوڑینگے اوس چیز کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم کرتے تھے فان ترکہ او نسیہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو شوط اول میں ترک کیا یا بھول گیا تو رمل نکرے مگر اون دونون شوطون میں جو اول کے بعد ہین اور اگر تینون شوطون میں رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چار شوطون میں رمل نکرے ہکذا فی الفتح والنہر والعالمگیریۃ عن البحر ہم شارح کے کلام میں ظاہرا شرط اول کی جزا ساقط ہو گئی ہے یعنی صحیح عبارت تینون کتابون کے موافق یون ہے فلو ترکہ او نسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فی الشوطین بعدہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے پوری عبارت کا ترجمہ کیا غالب ہے کہ یہہ اسقاط کاتبون کی جہت سے ہو مترجم نے دو نسخون میں اسیطرح پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا اور اگر ہجوم ہو لوگونکا اور رمل کرنے کی جگہہ نملے تو ٹہر جاوے یہانتک کہ کشادگی پاوے تب رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اوسکے واسطے بسبب ہجوم کے توقف کرنا بیجا ہے اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہے یعنی استقبال اور رمل کیواسطے کوئی عوض نہیں ومن الحجر الی الحجر فی کل شوط رمل کرے حجر اسود سے حجر اسود تک تین بار ہر شوط میں وکلما مر بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام اور ہر شوط میں جب حجر اسود کے پاس ہو کر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہانتک بسبب ہجوم کے نجا سکے تو عصا یا مثل اوسکے لگا دے اور اگر اسکو بھی ہجوم اور اگر یہہ بھی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے واستلم الرکن الیمانی وھو مندوب لکن بلا تقبیل وقال محمد ھو سنۃ ویقبلہ والدلائل تؤیدہ ویکبر باستلام خیرھا اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہہ مستحب ہے امام اعظم کے نزدیک بلا تقبیل یعنی فقط اوسپر ہاتھ رکھے لیکن اوسکو بوسہ نہ دے اور امام محمد کہتا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہیں بلکہ سنت ہے اور اوسکو بوسہ بھی دے اور دلائل احادیث امام محمد کے قول کی تائید کرتی ہین اور سوا حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کرنا مکروہ ہے بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہا میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ مینے نہین دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ ہاتھ لگاتے ہون بیت اللہ کو سواے حجر اسود اور رکن یمانی کے کذا فی البرہان اور ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے کذا فی شرح المصابیح وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلی شفعا فی وقت مباح یجب علی الصحیح بعد کل اسبوع عند المقام حجارۃ ظہر فیہا اثر قدمی الخلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنابر مسنون ہونیکے پہر مباح وقت میں دو رکعتین نماز پڑھے جو واجب ہین بنابر قول صحیح کے ہر سات بار گھومنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جسمین ابراہیم علیہ السلام کے دونون قدمونکے نقش ظاہر ہین جب اسمعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کے دیکھنے کو تشریف لاتے تو سواری پر سے اتر کر اوسی پتھر پر قدم مبارک رکھتے اور ایک روایت ہے کہ جب بحکم الٰہی حج کیواسطے سب خلق کو بلایا تو اسی پتھر پر قدم رکھے ہوے تھے کذا فی البحر اور طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالی نے زمین پر اتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر یہہ دعا کی اللھم انک تعلم سریرتی وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما عندی فاغفر لی ذنوبی اللھم انی اسألک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت لی ورضنی بقضائک تب حق تعالی نے آدم

ہم معصی اُلقی ہی اللہ تو نا یا ای آدم تمنا الیس وہ دعا جسسے مانگی کہ مین نے عمل کی اور تیری گناہ بخشو اور میرے غم اور ہموم کو دفع کیا اور جو تیری اطاعت
لئے بیعہ ہو کر گناہ اوسکو ساتھ تیری ایمان کے لگا اور اوسکی محتاجی کو دور کر و کذا فی کنز العمال للسیوطی المتقی وفتح القدیر وغیرہ من السعو
یا مقام ابراہیم کے نزدیک او کہین مسجد الحرام میں دو رکعت طواف کا پڑھے اگر وہان جگہ نہ پاوے کذا فی البرہان وهل یتعین المسجد فقولان مدرکیا
اس مسئلہ کو واسطے مسجد الحرام ہی متعین ہے یا نہیں دو قول ہیں محققین نے کہا قول مستند یہ ہے کہ تعیین مسجد الحرام کی فضیلت کیواسطے ہے وضم الی الملتزم
و [illegible] ثمّ [illegible] پھر بعد دو رکعت طواف کے ملتزم کو چپٹے اسطرح کر اپنا سینہ اور پیٹ اور داہنا رخسارہ اوسمین لگاوے اور دونوں ہاتھوں کو
کھولے اوپر کی طرف کرکے دیوار میں چپٹا رہے اور زمزم کا پانی پیئے اور یہ دعا پڑھے اللھم انی اسئلک رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل
داء کذا فی فتح القدیر وعاد الی الحجر ان اراد السعی اور پھر آوے حجر اسود کیطرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہو تو بعد دوگانہ
طواف کے حجر اسود کیطرف نہ آوے [illegible] طواف القدوم کے بعد سعی کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ قربانی کے دن طواف فرض اور ذبح اور رمی جمار کے اشغال
در پیش ہیں پس افضل یہی ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تاخیر کرے طواف فرض کے بعد ادا کرے اسواسطے کہ سعی واجب ہے تو بہتر یہ ہے کہ فرض کے تابع ہو
کذا فی النہر [illegible] واستلم الحجر وکبر وهلل وخرج من باب الصفا اور حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے
اور مستحب ہے کہ باب الصفا سے نکلے بایان قدم آگے بڑھا کر اور یہ دعا پڑھے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اغفر لی ذنوبی
وافتح لی ابواب فضلک واعذنی من الشیطان کذا فی فتح القدیر فصعد الصفا حیث یری الکعبۃ من الباب واستقبل البیت
وکبر وهلل وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] صفا پر اتنا چڑھے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور
اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید [illegible] پڑھے بلند آواز سے کذا فی [illegible] ہم سنن ابو داؤد میں جابر سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آیا پھر حق تعالی کی توحید اور تکبیر کی اور یہ فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و
یمیت وهو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وهزم الاحزاب وحدہ) پھر اسکے درمیان میں دعا کی اسیطرح تین بار
[illegible] ورفع یدیه [illegible] ودعا لحاجتہ [illegible] العبادۃ [illegible] لان محمد [illegible] تبارک [illegible]
ہاتھ اٹھاوے [illegible] کرکے چاہئے [illegible] کے بعد معمول ہوا اور چونکہ تمامی عبادات کا یہ وقت ہے تو جو چاہے دعا کرے [illegible] اسلیے
کہ امام محمد نے مناسک حج میں کوئی دعا خاص معین نہیں کی اسلیے کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا مانع ہے دعا وہی بہتر ہے جو اپنے جوش دل سے ہو
اور اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو یہی خوب ہے بلکہ اکثر لوگوں کے حق میں ادعیہ منقولہ بہتر ہیں چنانچہ مترجم نے کچھ دعائیں ذکر کی ہیں اور کچھ
آیندہ ذکر کریگا مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادت میں نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا کی اللھم انی اسئلک موجبات
رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ
الا قضیتہا اور شیخ عبد الحق کی شرح سفر السعادۃ میں موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمر کہ صفا پر یہ دعا کرے اللھم انک قلت ادعونی استجب لکم
وانک لا تخلف المیعاد وانی اسئلک کما ہدیتنی للاسلام ان لا تنزعہ منی حتی تتوفانی وانا مسلم ثم یمشی نحو المروۃ ساعیا بین المیلین
الاخضرین [illegible] پھر صفا سے اوتر کے مروہ کیطرف چلے اور [illegible] میلان [illegible] کے درمیان جب کہ مسجد الحرام کی پشت کی دیوار
میں [illegible] ہیں ہم جب [illegible] تو یہ دعا پڑھے اللھم استعملنی بسنۃ نبیک وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن رب اغفر
وارحم [illegible] وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم [illegible]
[illegible] منقول ہے کذا فی الفتح اور سفر السعادت میں دعا مذکور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ [illegible]
ویفعل علیها فعله علی الصفا [illegible] پھر مروہ پر چڑھے اور جو صفا پر کیا [illegible]

سات شوط ہوں یا کہ وہ صفا سے شروع کرے اور صفا ہی پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا ہوا ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا
یہ دوسرا شوط ہوا اسیطرح سات ہونگے اور مروہ پر تمام ہوگا فلو بدأ بالمروة لم یعتد بالاول ھو الاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط
شوط اول میں نہ معتبر ہوگا یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا
کرو اس سے جس سے حق تعالی نے ابتدا کی یعنے فرمایا قران مجید میں ان الصفا والمروة من شعائر اللہ کذا فی حاشیة الطحاوی ویصلی بعد ختمہ رکعتین
فی المسجد لختم الطواف اور مستحب ہے ختم کرنا سعی کا دو رکعتوں پر جو کہ مسجد الحرام میں جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد میں حدیث مروی
ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتیں مسجد الحرام میں جاکر پڑھیں سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو بیان کیا مطالب
اولی النہی کذا فی فتح القدیر ثم سکن بمکة محرما بالحج ولا یجوز فسخ الحج بالعمرة عندنا پھر ٹھہرا رہے کہ مکہ میں حج کا احرام باندھے ہوئے اور عمرہ کرکے
حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیوں کے مذہب میں جائز نہیں یعنی جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کرکے احرام حج کا چھوڑنا درست نہیں اور
وہ جو صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حجة الوداع میں اصحاب سے عمرہ کرکے حج کو فسخ کرا دیا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا
اسواسطے کہ صحیح مسلم میں ابوذر سے حدیث مروی ہے کہ حج کو فسخ کرنا عمرہ سے یہ اصحاب کبار کو مخصوص تھا وطاف بالبیت نفلا کما شاء بلا رمل وسعی
ھو افضل من الصلوة نفلا للافاقی وعلیہ للمکی اور نفل طواف کیا کرے بیت اللہ کا جتنا چاہے بدون رمل اور سعی کے اور طواف کرنا افضل ہے نفل
پڑھنے سے مسافر کے حق میں اور اہل مکہ کیواسطے نماز افضل ہے طواف سے وفی البحر ینبغی تقییدہ بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوة
مطلقا کذا فی البحر الرائق میں ہے کہ افضلیت صلوة میں موسم حج کی قید لگانا اولی ہے یعنی کیونکہ اسوقت ایام حج میں طواف سے نماز افضل ہے تاکہ بسبب ہجوم
کے مسافر طواف سے نہ محروم رہیں اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہے نفل پڑھنے سے ہر طرح طحاوی اور ابن حبان نے روایت کی کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر یہ کہ خدا نے طواف میں کلام کرنا حلال کر دیا ہے سو جو کہ کلام کرے تو سواے خیر کے نہ بولے
کذا فی النہر والبرہان اور ترمذی اور نسائی میں یون مروی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتیں پڑھیں گویا اسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اسی کتاب میں ابوہریرہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے اللھم انی اسئلک العفو والعافیة فی الدنیا والاخرة
ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں ترمذی میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا پچاس بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جاویگا جیسا اس دن بیگناہ تھا جب ماں کی پیٹ
سے ہوا تھا کذا فی تیسیر جامع الاصول وخطب الامام اولی خطب الحج الثلث سابع ذی الحجة بعد الزوال وبعد صلوة الظہر وکرہ قبلہ
وعلم فیھا المناسک اور حج کے تین خطبوں میں سے پہلا خطبہ ساتویں تاریخ ذی الحجہ کی امام پڑھے دوپہر ڈھلنے اور ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہے
اور اس خطبہ میں حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندھنا اور منا اور عرفات کا جانا اور وہاں کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہان سے پھرنا
تو لوگونکو سکھلادے جو حج کے تین خطبے ہیں ایک ساتویں تاریخ کو مکہ میں اور دوسرا عرفات میں اور تیسرا گیارہوین کو منا میں اور سب خطبے بعد زوال اور
نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہیں مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہے اور سب خطبوں میں اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید واجب ہے مانند خطبہ عید کے
کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ نکاح میں تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے کذا فی النہر والطحاوی فاذا صلی بمکة الفجر یوم الترویة ثامن
الشہر خرج الی منی واقام بھا الی ان یصلی الفجر من یوم عرفة ثم راح الی عرفات پھر جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ فجر کی نماز مکہ میں پڑھ
چکے تو منا کیطرف چلا جاوے اور وہاں رہے آٹھویں تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہیں اور منا ایک گاؤں ہے حرم کی حد میں مکہ سے تین میل
وقت مکہ میں جمیع حالات میں لبیک کہتا ہو اور طواف کر اور منا کیطرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے اللھم ایاک ارجو ولک ادعو

وَاِلَيْكَ اَرْغَبُ اللّٰهُمَّ بَلِّغْنِيْ صَالِحَ عَمَلِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ پھر جب منا مین داخل ہو تو یہہ دعا پڑہے اللّٰهُمَّ هٰذَا مِنًى وَهٰذَا مِمَّا دَلَلْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ الْمَنَاسِكِ فَمُنَّ عَلَيْنَا بِجَوَامِعِ الْخَيْرِ كُلِّهِ وَبِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِكَ وَمُحَمَّدٍ حَبِيْبِكَ وَبِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اَهْلِ طَاعَتِكَ فَاِنِّيْ عَبْدُكَ وَنَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ جِئْتُ طَالِبًا مَرْضَاتَكَ اور منا مین مستحب یہہ ہی کہ مسجد الخیف کے پاس اترے کذا فی فتح القدیر ثم بعد طلوع الشمس الی عرفات على الطريق ضب پہر آفتاب کے نکلنے کے بعد منا سے عرفات کو جاوے ضب کی راہ پر کہ یہی سنت ہی اور عرفات کے چلنے کیوقت یہہ دعا پڑہے اللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَوَجْهَكَ اَرَدْتُ فَاجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَحَجِّيْ مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِيْ وَلَا تُخَيِّبْنِيْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِيْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور لبیک کہے اور کلمہ توحید پڑہے پہر جب عرفات کے قریب پہنچے اور جبل رحمت نظر آوے تو کہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پہر لبیک کہتا رہے یہانتک کہ عرفات مین داخل ہو کذا فی الفتح وعرفات كلها موقف الا بطن عرنة بفتح الراء وضمها واد من الحرم غربي مسجد عرفة اور تمام عرفات ٹہرنے کا مکان ہی مگر بطن عرنہ مین ٹہرنا جائز نہین عرنہ بضم اول وفتح ثانی اور ضمہ بہی اوسکو جائز ہے نالہ ہے حرم مین مسجد عرفہ کی مغرب کیطرف اور عرفات حل ہین ہے فبعد الزوال قبل صلوة الظهر خطب الامام في المسجد خطبتين كالجمعة پہر دو پہر ڈہلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد مین دو خطبہ پڑہے مانند جمعہ کی یعنی جیسے خطبہ جمعہ مین امام درمیان دو خطبون کے منبر پر بیٹہتا ہے ویسے ہی اسمین بہی بیٹہے اور جیسے جمعہ مین امام کے سامنے موذن اذان کہتا ہے ویسا ہی یہان بہی اذان کہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وعلم فيهما المناسك وبعد الخطبة صلى بهم الظهر والعصر باذان واقامتين وقرأ سرية ولم يفصل بينهما شيئا على المذهب ولا بعد اداء العصر في وقت الظهر اور امام اس خطبہ مین احکام حج کی تعلیم کرے یعنی وقوف عرفات اور مزدلفہ اور وہان سے پہرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکہلاوے اور بعد خطبہ کے لوگونکو ظہر اور عصر کی نماز پڑہاوے ایک اذان اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کیواسطے اور دوسری عصر کیواسطے اسلئے کہ عصر خلاف عادت ظہر کے وقت پڑہی جاتی ہے تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور ہوا اور امام قرأت کو آہستہ پڑہے اور ظہر اور عصر کے درمیان کوئی نماز نہ پڑہے یہانتک کہ سنت موکدہ بہی نہ پڑہے بنا بر مذہب صحیح کے اور نہ بعد ادا کرنے عصر کے کوئی نماز پڑہے ظہر کیوقت مین اسواسطے کہ نفل پڑہنا بعد عصر کے مکروہ ہی وشرط لصحة هذا الجمع الامام الاعظم او نائبه والا صلوا وحدانا والاحرام بالحج فيهما اے الصلوتين اور واسطے صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر شروط مین امام اعظم کے نزدیک ایک شرط یہہ ہی کہ بادشاہ ہو یا اوسکا نائب چنانچہ قاضی اور اگر بادشاہ یا اوسکا نائب نہو تو لوگ علحدہ علحدہ نماز پڑہین بلا جماعت اور دوسری شرط یہہ ہی کہ حج کا احرام ہو دونون نماز دن مین تو اگر ظہر کی نماز عمرہ کے احرام سے پڑہی اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہین اسواسطے کہ دونون نمازون مین حج کا احرام شرط ہی اور اسیطرح اگر بدون احرام کے دونون نمازونکو جمع کریگا تو بہی جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلا يجوز العصر للمنفرد في احدهما في وقت الظهر وحده لم يصل العصر مع الامام تو جائز نہین عصر کی نماز ظہر کیوقت پڑہنا اوس شخص کو جسنے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑہی ہو اگر کسی نے ظہر کی نماز تنہا پڑہی تو امام کے ساتھہ عصر نہ پڑہے بلکہ عصر کیوقت پڑہے ولا يجوز العصر لمن صلى الظهر بجماعة قبل احرام الحج ثم احرم الا في وقته اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت سے پڑہی پہر اوسنے حج کا احرام باندہا تو اوسکو عصر کا پڑہنا جائز نہین مگر عصر کیوقت نہین امام کے ساتھہ ظہر کیوقت مین اسواسطے کہ شرط ثانی مفقود ہی وقالا لا يشترط لصحة العصر الا الاحرام وبه قالت الثلاثة وهو الاظهر مشى عليه الكمال عن البرهان اور صاحبین نے کہا کہ مشروط نہین صحت عصر کیواسطے مگر احرام یعنی جمع بین الصلوتین کیواسطے فقط احرام حج کافی ہی امام کا ہونا شرط نہین اور یہی مذہب ہی تینون اماموں کا اور یہی قول ظاہر تر ہی باعتبار دلیل کے کذا فی ابن الشرنبلالی عن البرہان ہم برہان مین کہا کہ یہہ قول صاحبین کا اظہر ہے کہ عرفات مین جمع بین الصلوتین اسواسطے ہی کہ امتداد دعا وقوف عرفہ ہو سکے ... اور حنیفہ اور موقف کی ترغیب نہایت الخ

یہی ہے مغرون کا وہان برابر ہونا ممکن نہیں تو اگر عصر اپنی وقت پہ ہوتی تو وہان سے نکلنا پڑتا اور وقوف نہ ملتا اس ضرورت سے جمع
بین الظہر والعصر جائز ہوا تو اس حاجت مین منفرد اور جو کہ امام کے ساتھ نماز پڑھی دونون برابر ہین ثم ذهب الى الموقف فيغتسل ويسن ان
وقف الامام على ناقته بقرب جبل الرحمة عند الصخرات الكبار مستقبلا القبلة پھر نماز کے بعد جاوے طرف موقف کی یعنی ٹہرنے کے مکان کے
جاوے غسل کرکے کہ مسنون ہے اور امام وقوف کرے اپنے اونٹ پر سوار ہوکر جبل رحمت کے قریب بڑے بڑے کالے پتھرون کے پاس قبلہ رو ہوکر
یہین کھڑا ہونا سنت ہے اور یہہ جو عوام کی عادت ہے کہ پہاڑ پہ چڑھ کر کھڑے ہوتے ہین سو نے اصل ہے والقيام والنية فيه اي الوقوف ليس
بشرط ولا واجب فلو كان جالسا جاز حجه وذلك لان الشرط الكينونة فيه فهو وقوف مجتاز او هارب وطالب غريم او نائم
ومجنون وسكران اور کھڑا ہونا اور وہان کے ٹھہرنے مین نیت وقوف کی کرنا نہ شرط ہے نہ واجب سو اگر موقف مین بیٹھا رہیگا حج اوسکا جائز ہوگا
یہہ جائز اسواسطے ہے کہ وہان کا ہونا شرط ہے حج کی کسیطرح سے ہو تو صحیح ہے وقوف راہ چلتے اور بھاگتے کا اور دیون کی تلاش کرنیوالےکا اور سوتے
والےکا اور دیوانے اور مست کا اور اسیطرح حائض اور جنب کا وقوف اور جسنے ہنوز بین الصلوتین نہین کی اوسکا وقوف بھی صحیح ہے کذا فی النہر ودعا جہرا
بجهد وعلم المناسك ووقف الناس خلفه بقربه مستقبلين القبلة سامعين لقوله خاشعين باكين اور آواز بلند کرکے دعا کرے نہایت جہد
اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنے اونٹ پر سے اور لوگ امام کے پیچھے ٹھہرین متصل اوسکے رو بقبلہ ہوکر امام کے قول پر کان لگائے گڑگڑاتے روتے
ہوئے کیونکہ امام مالک نے موطا مین حدیث صحیح مرفوع نقل کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہے اور جو افضل دعا کہ
مینے کی اور مجھسے پہلے پیغمبرون نے کی وہ یہہ ہے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لا يموت
بيده الخير وهو على كل شيء قدير توحید اور ثنا کو دعا فرمایا اسواسطے کہ کریم کی تعریف کرنا درحقیقت دعا ہے مثل مشہور ہے کہ فقیر کی حمد سوال
ہے خصوصا جب تعریف بھی کرنے لگو اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبد اللہ بن عباس سے کہ فلانا شخص رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ سوار تہا سو وہ شخص عورتون کیطرف دیکھنے لگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے اس دن مین جو اپنے کان اور آنکھ اور
زبان کو محفوظ رکھے تو اوسکی مغفرت ہوتی ہے اور بزار وغیرہ نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ مین نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ
عرفہ کے دن دونون ہاتھ پہیلائے دعا کرتے تھے جیسے کہانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پہیلاکر مانگتا ہے کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہے کہ موقف مین حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ دعا کی اللهم لك الحمد كالذي نقول وخيرا مما نقول اللهم لك صلوتي ونسكي ومحياي ومماتي واليك مآبي
ولك رب تراثي اللهم اني اعوذ بك من عذاب القبر ووسوسة الصدر وشتات الامر اللهم اني اعوذ بك من شر ما تجيء به الريح
اللهم انك تسمع كلامي وترى مكاني وتعلم سري وعلانيتي ولا يخفى عليك شيء من امري انا البائس الفقير المستغيث المستجير الوجل
المشفق المقر المعترف بذنوبي اسالك مسألة المساكين وابتهل اليك ابتهال المذنب الذليل وادعوك دعاء الخائف الضرير
من خضعت لك رقبته وفاضت لك عيناه وذل جسده ورغم انفه اللهم لا تجعلني بدعائك شقيا وكن لي رؤفا رحيما يا خير
المسئولين ويا خير المعطين اخرجه الطبراني في المعجم اور سنن بیہقی مین مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا اور باقی
پیغمبرونکی دعا عرفات مین یہہ ہے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم اجعل في قلبي نورا و
في سمعي نورا وفي بصري نورا اللهم اشرح لي صدري ويسر لي امري واعوذ بك من وساوس الصدر وشتات الامر وفتنة القبر
اللهم اني اعوذ بك من شر ما يلج في الليل وشر ما يلج في النهار وشر ما تهب به الرياح ومن شر بوائق الدهر كذا في سفر السعادة للفيروزابادي
اور اختیار شرح مختار مین ہے کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا مین کثرت سے احادیث ثابت ہین تو لائق یہہ ہے کہ دعا مین بہت کوشش کرے
اور جو دعا کہ یاد ہو کرے اور اگر حفظ پر قادر نہ ہو تو کتاب مین لکہکر پڑھے اور مستحب ہے کہ اس دن بعد نماز عصر کے سورہ فاتحہ اور اخلاص ہزار بار پڑھکر

وما کرسے لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد یحیی ویمیت بیده الخیر وهو علی کل شیء قدیر وسبحان الله والحمد
لله ولا اله الا الله والله اکبر ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم یا دافع البلیات یا قاضی الحاجات یا منزل البرکات یا فاطر الارضین
والسموات ضجت لک الاصوات بصنوف اللغات تسألک الحاجات وحاجتی ان ترحمنی فی دار البلی اذا نسینی اهل
الدنیا اسألک ان توفقنی لما افترضت علی وتعیننی علی الطاعة واداء حقک وقضاء المناسک التی اریتها ابراهیم
خلیلک ودللت محمدا حبیبک اللهم لکل متضرع الیک اجابة ولکل مسکین لدیک رأفة وقد جئتک متضرعا الیک مسکینا
لدیک فاقض حاجتی واغفر ذنبی ولا تجعلنی من خیبته فذلک وقد قلت وانک لا تخلف المیعاد ادعونی استجب لکم وقد دعوتک متضرعا سائلا فاجب دعائی و
تقبل منی انک انت الغفور الرحیم ولجمیع المؤمنین والمؤمنات برحمتک یا ارحم الراحمین الغرض اس دن اور اس مکان مقدس مین کریم مطلق کی رحمت اور مغفرت کا جو
ہی سمندر دل سے جو بیان انکو سو یاد ہو تسبت والو کو بخشے ہوتی ہو الٰہی اس عاجز مسکین کو بھی اپنی دولت پر کمال ذوق اور شوق سے حاضر کر اور
اپنے کرم سے جو سب پر عنایت فرمائے مین وهو من مواضع الاجابة وهی بمکة خمسة عشر نظمها صاحب النهر فقال دعاء البرایا یستجاب
بکعبة وملتزم والموقفین کذا الحجر طواف وسعی مروتین وزمزم مقام ومیزاب جمارک تعتبر اور موقف عرفات ان مکانات سے ہے کہ جہان
دعا قبول ہوتی ہے اور مواضع اجابت دعا کے مکہ معظمہ مین پندرہ ہین جنکو نہر الفائق کے مصنف نے دو بیتون مین نظم کیا ہے سو یون کہا ہے کہ دعا
خلق کی مقبول ہوتی ہے کعبہ مین یعنی بیت الله کے اندر اور ملتزم مین اور موقف عرفات مین اور موقف مزدلفہ مین اور حجر اسود کے پاس اور طواف
مین اور سعی کرنے مین اور صفا اور مروہ پر اور زمزم کے پاس اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب یعنی کعبہ کے پرنالے کے نیچے اور تینون جمار
کے پاس هم صاحب نهر الفائق نے نظم مین بیان نہین مذکور کیا کہ ان مواضع مین کون وقت دعا مقبول ہوتی ہے لیکن حاشیہ دلائل الاسرار مین
مناسک حسن نقاش سے ساعات مذکورہ کی بیان تفصیل ہے کہ بیت الله کے اندر عصر کیوقت دونون ستون کے آگے دعا مقبول ہوتی ہے اور ملتزم مین
آدھی رات کو اور موقف عرفات مین آفتاب غروب ہونے کیوقت اور موقف مزدلفہ مین آفتاب طلوع ہونے کیوقت اور طواف مین ہر وقت بلا قید دعا
مقبول ہے اور سعی مین اور صفا اور مروہ پر عصر کیوقت اور زمزم کے پاس آفتاب ڈوبنے کیوقت اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب رحمت کے نیچے
سحر کیوقت اور جمار کے پاس طلوع آفتاب کیوقت دعا مقبول ہو اور اجابت ان مکانات کی حسن بصری کے اس مکتوب سے ثابت ہے جو اہل مکہ کو لکھ بھیجا
تھا کذا فی النهر زاد فی اللباب عند رؤیة الکعبة وعند السدرة والرکن الیمانی وفی الحجر وفی منی فی نصف لیلة البدر اور طرابلسی نے لباب کی
مین جو مواضع اجابت کے اور زیادہ بیان کئے ہین یعنی کعبہ نظر آنے کیوقت اور بیری کے درخت کے پاس اور رکن یمانی کے پاس اور حطیم مین اور منا مین اور
ذی الحجہ کی چودھوین رات کے نصف مین منا کے اندر طحطاوی نے کہا کہ مین نے کسی کتاب مین اس درخت کا محل نہین دیکھا کہ وہ کس مقام پر ہے واذا غربت
الشمس اتی علی طریق المازمین مزدلفة وحدها من مازمی عرفة الی محسر اور جب عرفات مین آفتاب غروب ہو تو وہان سے مزدلفہ مین
آوے مازمین کی راہ سے اور مزدلفہ کی حد عرفات کی مازمین سے محسر کی مازمین تک ہے مازمین بصیغہ تثنیہ تنگ راہ ہے مزدلفہ اور عرفات کے درمیان
ہے اور دوسرا مازمین منا اور مکہ کے درمیان نہین ہے کذا فی القاموس اور حاشیہ دلائل الاسرار مین احکام ماوردی سے منقول ہے کہ مازمین ایک پہاڑ ہے
عرفات اور مزدلفہ کے درمیان بالجملہ سنت یہ ہے کہ منا سے عرفات کو ضب کی راہ سے جاوے اور عرفات سے مزدلفہ کو مازمین کی راہ سے آوے ویستحب ان
یأتیها ماشیا وان یکبر ویهلل ویحمد ویلبی ساعة فساعة اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ مین پیدل آوے اور تکبیر اور تہلیل اور تحمید اور تلبیہ کہتا
رہے دمبدم اور تفسیر شرح مختار مین ہے کہ اس راہ مین کثرت استغفار کے لائق ہے کہ حق تعالی نے فرمایا ثم افیضوا من حیث افاض الناس واستغفروا
الله ان الله غفور رحیم یعنی رجوع کرو جہان سے لوگ رجوع کرتے ہین اور مغفرت مانگو الله سے البتہ الله غفور و رحیم ہے والمراد منه کما مر فیه
الا وادی محسر وهو واد بین منی ومزدلفة فلو وقف به او ببطن عرنة لم یجز علی المشهور اور مزدلفہ تمام ٹھہرنے کا مقام ہے سوا محسر کے [illegible]

ایک نالہ ہی ہے منا اور مزدلفہ کے درمیان میں سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ مین ٹہریگا تو جائز نہوگا بقول مشہور ہم صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین معدہ ہے کہ عرفات مین بطن عرنہ سے اور مزدلفہ مین محسر سے منع فرمایا کہ وہان کوئی نہ ٹہرے محسر بضم میم و تشدید سین مکسورہ اس وادی کا نام ہی جہان اصحاب الفیل غارت ہوئی تہی محسر کے معنی تہکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہان عاجز ہو گئی لہذا اوسکا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی و

نَزَلَ عِنْدَ جَبَلِ قُزَحَ بضم قاف و فتح زا نہیں منصرف للعلمیۃ والعدل من قازح بمعنی مرتفع اور مزدلفہ مین قزح کے پہاڑ پاس اوترے قزح بضم اول و فتح ثانی لفظ غیر منصرف ہی بسبب علمیت اور عدل کے یعنی معدول ہی قازح سے جسکی معنی اونچا والاصح انہ المشعر الحرام وعلیہ میقدۃ میل کانوا ادم اور قول صحیح یہ ہی کہ مشعر الحرام یہی جبل قزح ہے کذا فی الکشاف اور اس پہاڑ پر آگ جلنے کا ایک مکان ہی بعضون نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی بشتی ہے ہم قرآن مجید مین فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام کے پاس حق تعالی کو یاد کرو لہذا شارح نے تصریح کر دی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہے وَصَلَّى الْعِشَائَيْنِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ لِأَنَّ الْعِشَاءَ فِي وَقْتِهَا فَلَمْ يَحْتَجْ إِلَى الْإِعْلَامِ كَمَا لَا احْتِيَاجَ هُنَا لِلْإِمَامِ اور مغرب اور عشا کی وہان نماز پڑہے ایک اذان اور ایک اقامت سے اسواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت پر ہی تو اعلام کی حاجت نہین چنانچہ یہان جمع بین الصلوتین مین امام کی حاجت نہین ہم یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ یہان جمع بین الصلوتین مین کیون دوبار اقامت نہوئی جیسی عرفات کی جمع بین الصلوتین مین ہوئی تہی شارح نے جواب دیا کہ یہان دوسری نماز یعنی عشا اپنی اصلی وقت پر ہی اور لوگ سب مجتمع ہین تو اعلام کی کچہ حاجت نہین کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان دوسری نماز اپنے وقت پر نہین لہذا اعلام کی حاجت ہی اور امام اعظم کے نزدیک اس جمع بین الصلوتین مین امام اور جماعت مشروط نہین جیسے کہ عرفات مین مشروط ہی حالانکہ احادیث سے دونون مین جماعت ثابت ہی اسواسطے کہ مغرب یہان اپنے وقت سے متاخر ہی اور نماز کو پڑہنا وقت گذرنے کے بعد امر معقول ہی بخلاف عرفات کے کہ وہان عصر اپنے وقت سے متقدم ہی اور تقدیم نماز کی اپنے وقت پر مخالف قیاس ہی ہر طرح سے لہذا اوسمین مورد کی جمیع شروط وارد وہ واجب الرعایت ہین کذا فی دلائل الاسرار عن ابن ملک اور دونون نمازون کے بیچ مین سنت اور نفل نہ پڑہے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑہے کذا فی المنسک المتوسط لملا رحمۃ الله

لَوْ صَلَّى الْمَغْرِبَ أَوِ الْعِشَاءَ فِي الطَّرِيقِ أَوْ فِي عَرَفَةَ أَعَادَ لِحَدِيثِ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ مین یا عرفات مین پڑہی تو مزدلفہ مین دوسری بار پڑہے بدلیل اس حدیث کی کہ نماز تیرے آگے ہی ہم صحیحین مین اسامہ بن زید سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوئے تو راہ مین اوترے اور پیشاب کیا پہر ناتمام وضو کیا سو مین نے عرض کیا کہ نماز پڑہیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہی پہر حضرت سوار ہوئے تو جب مزدلفہ مین آئے تو پورا وضو کیا پہر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑہی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ مین نماز جائز نہین تو واجب الاعادہ ہوگی فَتَوَقَّتَتَا بِالزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَالْوَقْتِ فَالزَّمَانُ لَيْلَةُ النَّحْرِ وَالْمَكَانُ مُزْدَلِفَةُ وَالْوَقْتُ وَقْتُ الْعِشَاءِ حَتَّى لَوْ وَصَلَ مُزْدَلِفَةَ قَبْلَ الْعِشَاءِ لَمْ يُصَلِّ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَدْخُلَ وَقْتُ الْعِشَاءِ فَتُصَلَّى الْمَغْرِبُ مِنْ وَجْهٍ تو بمقتضاے حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کرو اسواسطے زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہی اور مکان خاص مزدلفہ ہی اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہی یعنی مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ مین لیلۃ النحر عشا کیوقت مخصوص ہی یہانتک کہ اگر کوئی مزدلفہ مین پہونچے قبل عشا کی تو مغرب کی نماز نہ پڑہے یہانتک کہ عشا کا وقت آوے تو یہ مسئلہ چیستان اور پہیلی کی لائق ہے چند وجہ سے یعنی یہان ایسے سوال مقصود ہین جنکی جواب مین فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو مذکور کرتا ہی طحطاوی سے نقل کرکے **سوال** کون فرض نماز ہی جسمین اذان ہو نہ اقامت **جواب** عشا کی نماز ہی مزدلفہ مین بشرطیکہ مغرب اور عشا مین فاصلہ نہو **سوال** کون نماز ہی جو بوقت پڑہی جاوے اور قضا نہو بلکہ ادا ہو **جواب** مزدلفہ کی مغرب ہی **سوال** کون نماز ہی جو اپنے وقت پر پڑہی جاوے اور واجب الاعادہ ہو **جواب** مزدلفہ کی مغرب ہی اور اسیطرح عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات مین پڑہی جاوے **سوال** کون عشا ہی جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑہے اور صحیح ہو **جواب** مزدلفہ کی عشا ہی جبکہ

وقت بیت گئی پہر صبح صادق ہوگئی **سوال** کون نماز ہے جسکا پڑہنا ایک خاص مکان میں واجب ہے **جواب** مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہے
ما لم يطلع الفجر فيجب اعادتهما الى المزدلفة هذا اذا لم يخف طلوع الفجر في الطريق فان خاف صلاهما راہ کی نماز کا اعادہ اوسوقت تک ہے
جبتک صبح صادق نہو وے نہیں ہوئی اسکا سبب یہ ہے کہ وہ نماز جائز ہو جاویگی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اسواسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوتین کے
تہا جب تک وقت میں جمع باقی ہو اور پہر یعنی مغرب اور عشا کا راہ میں نہ پڑہنا اوسوقت تک ہے جب تک طلوع فجر کا خوف نہو راہ میں سو اگر خوف
ہو طلوع کا تو دونوں نماز کو راہ میں پڑہ لے اسواسطے کہ اگر جلدی میں نہ پڑہیگا تو قضا ہو جاوینگی کذا فی منح الغفار ولو صلى العشاء قبل المغرب
بمزدلفة صلى المغرب ثم اعاد العشاء فان لم يعد حتى طلع الفجر عاد العشاء الى الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑہی قبل مغرب
کی نماز کے مزدلفہ میں تو پہر مغرب پڑہے اور عشا کا اعادہ کرے سو اگر عشا کا اعادہ نکیا یہانتک کہ فجر ظاہر ہوگئی تو وہ عشا اب جائز ہو جاویگی
چنانچہ امام اعظم کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پہر اوسکے بعد پانچ وقت کی نماز پڑہی حالانکہ ظہر متروک اوسکو یاد ہو تو پانچون نمازین جائز
نہیں پہر اگر اوسنے چہٹی نماز پڑہی تو اب سب نمازین صحیح ہوگئین کذا فی المنح عن البحر عن الظهيرية وينوي المغرب اداء ويترك سنتها اور مزدلفہ میں
عشا کے وقت ادا ہی مغرب کی نیت کرے نہ قضا کی اور مغرب کی سنتو نکو ترک کرے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الطحطاوی ويحييها فانها افضل من
ليلة القدر كما افتى به صاحب النهر وغيره اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے اسواسطے کہ وہ رات لیلۃ القدر سے شریف تر ہے چنانچہ صاحب نہر فائق
نے اسکا فتوی دیا ہے ہم نہر الفائق کا یہ مضمون ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلۃ النحر لیلۃ الجمعہ سے اشرف ہے یا نہیں اور میرا میلان خاطر اسیطرف
تہا پہر میں نے جوہرہ میں دیکہا کہ لیلۃ النحر سارے سال کی راتوں سے افضل ہے طحطاوی نے کہا کہ اسقدر کلام سے فتوی ثابت نہیں ہوتا بالجملہ یہ شب برکت
مکانی اور زمانی کی جامع ہے تو مناسب ہے کہ نماز اور تلاوت قرآن اور تضرع میں بسر ہو وے فضیلت لیلۃ النحر کی فقط مزدلفہ میں منحصر نہیں بلکہ یہ فضیلت
اوس وجہ سے ہے کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجزم شراح البخاري سيما القسطلاني بان عشر
ذي الحجة افضل من العشر الاخير من رمضان اور یقین کیا ہے صحیح بخاری کے شارحون نے خصوصا قسطلانی نے اسپر کہ دنوں عشرہ ذی الحجہ کے افضل
ہیں رمضان کے عشرہ اخیر سے ہم صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا
نہیں جنمیں عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہو ان دنوں سے یعنی عشرہ ذی الحجہ سے اور طبرانی میں یوں ہے کہ ان دنوں میں عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم
اور محبوب تر ہے سو ان دنوں میں تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغيب والترهيب لابن حجر وصلى الفجر بغلس لاجل
الوقوف اور فجر کی نماز پڑہے اندہیرے میں یعنی بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑہے واسطے وقوف مزدلفہ کے ثم وقف بمزدلفة و
من طلوع الفجر الى طلوع الشمس ولو مارا كالوقوف بعرفة لكن لو تركه بعذر كزحمة لا شئ عليه پہر وقوف کرے مزدلفہ میں اور مزدلفہ کے ٹہرنیکا
وقت طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک اگر یہ وہان گذران چلا جاوے مانند عرفات کی لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب بہیڑ کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم
کے سبب سے تو اوسپر کوئی چیز لازم نہیں وكبر وهلل ولبى وصلى على المصطفى صلى الله عليه وسلم ودعا اور وہان حالت وقوف میں
تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہتا رہے اور دعا کرے آسمان کیطرف اتہہ اوٹہا کر یہی سنت ہے
چنانچہ حدیث جابر میں مصرح ہے اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ یون دعا کرے اللهم انت خير مطلوب وخير مرغوب اليه الهي لكل وفد جائزة
وقرى فاجعل جائزتي وقراي في هذا المقام ان تتقبل توبتي وتتجاوز عن خطيئتي وتجمع على الهدى امري وتجعل اليقين من الدنيا
همي اللهم ارحمني واجرني من النار واوسع علي الرزق الحلال اللهم لا تجعله آخر العهد بهذا الموقف وارزقنيه ابدا ما احييتني
برحمتك يا ارحم الراحمين) واذا اسفر جدا اتى منى بالا مهملا فاذا بلغ بطن محسر اسرع قدر رمية حجر لانه موقف النصارى
اور جب خوب روشنی ہو جاوے تو منا کیطرف چلے تہلیل کرتا اور درود پڑہتا اور استغفار کی یہ صورت ہے کہ جب طلوع شمس تک دو رکعت پڑہنے کی مقدار باقی

رہو کذا فی النہر عن المحیط والظہیریۃ پھر جب محسّر کے اندر پہنچے تو شتاب چلے بقدر پھینکنے ایک پتھر کے اسواسطے کہ وہ موقف نصاریٰ ہو
یعنے اصحاب الفیل کی ہلاکی کا مقام ہے غضب الٰہی وہان نازل ہوا تھا تو وہان سے بھاگنا چاہیے اگر پیدل ہو تو دوڑتا چلے اور اگر سوار ہو
تو مرکب کو تیز کرے یہی مسنون ہے طحاوی نے کہا کہ مسافت وادی محسّر کی ۵۴۵ ہاتھ ہے توجیہ جو شارح نے سرعت کی مقدار بیان کی سو
تحدید نہین بلکہ تقریب ہے و رمی جمرۃ العقبۃ من بطن الوادی ویکرہ ان یرمیہا من فوق ... کذا فی التبیین ... الاصابع
جب منا مین آوے تو جمرۃ العقبہ کو نالی کے اندر سے سات کنکریان ماوے ٹھیکرون کے سے اور نالی کے اوپر سے مارنا مکروہ تحریمی ہے کہ خلاف سنت
ہے جمرہ مفرد ہو اور جمع اسکی جمار ہو اور جمار چھوٹی چھوٹی پتھریون کو کہتے ہین اور منا مین جمار اون تین ٹھکانون کا نام ہے جنپر کنکریان اور پتھریان
پھینکتے ہین ایک کو جمرہ اولی کہتے ہین جو مسجد الخیف کے پاس ہے اور دوسرا جمرہ وسطی اور تیسرا جمرۃ العقبہ اور خذف بخاء معجمہ و ذال معجمہ
ٹھیکری وغیرہ کے پھینکنے کو کہتے ہین کلمہ کی دونون انگلیون سے کذا فی القاموس اور مغرب مین کہا خذف یہہ ہے کہ ابہام کے سرے کو سبابے
کے سرے پر رکھکر مارے اور ولوالجی نے قول ثانی کی تصحیح کی ہے اسواسطے کہ اس طریق مین شیطان کی زیادہ تر اہانت ہو اور جسطرح پھینکنا اور مارنا سنت کا جانے
ہے ورنہ جسطرح سے ماریگا جائز ہے کذا فی النہر صحیح ابن خزیمہ مین عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم
خلیل اللہ مناسک کے ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبہ کے پاس حضرت خلیل نے اوسکو سات کنکریان مارین یہانتک کہ زمین کے
اندر دھنس گیا پھر جمرۃ ثانیہ کے پاس سامنے آیا حضرت نے اوسکو سات کنکریان مارین یہانتک کہ وہ زمین مین گھس گیا پھر جمرۃ ثالثہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اوسکو سات کنکریان
مارین یہانتک کہ زمین کے اندر دھنس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب والترہیب
لابن حجر ویکون بینہما خمسۃ اذرع اور مارنیوالے اور جمرہ مین پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذا فی الہدایہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے
کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہے کذا فی الفتح ولو وقعت علی ظہر رجل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا وثلثۃ اذرع
بعید وما دونہ قریب جوہرہ اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری کسی مرد یا اونٹ کی پیٹھ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑی جمرہ کے نزدیک تو جائز
ہے اور اگر اوسکے قریب نہین گری تو جائز نہین یعنی اوسکو حساب مین شمار نہ کرے دوسری مارے اور جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید مین داخل ہے
اور اس سے کمتر مین گرنا قریب مین داخل ہے کذا فی الجوہرۃ ویکبر بکل منہا اور اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار
شرح مختار مین ہے کہ مارنے کیوقت یون کہے بسم اللہ واللہ اکبر رغما للشیطان وحزبہ فتح القدیر مین ہے کہ یہہ حسن بن زیاد کی
روایت ہے وقطع التلبیۃ باولہا اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ اسواسطے کہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہے کہ رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہانتک کہ جمرۃ العقبہ کی رمی کی اور قطع تلبیہ مین مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہین فلو
رمی باکثر منہا ای السبع جاز لا لو رمی باقل فالتقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریون سے زیادہ ماری تو
جائز ہے اور اگر سات سے کم ماریگا تو جائز نہین سات کی قید لگانا کمی کے منع کرنے کیواسطے ہے نہ زیادتی کے روکنے کو جاز الرمی بکل ما
کان من جنس الارض کالحجر والمدر والطین والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفا من تراب فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ
اور جائز ہے مارنا ہر ایک اوس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہے جیسے پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور اسیطرح چونہ اور ہرتال اور نمک سنگ اور جس چیز
سے کہ تیمم کرنا درست ہو اگرچہ مٹھی بھر خاک ہو کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہوگی لا بخشب وعنبر ولؤلؤ کبار وجواہر لانہ اعزاز لا
اہانۃ وقیل یجوز نہ جائز نہین مارنا جمرات کا لکڑی اور عنبر اور بڑے بڑے موتیون اور جواہرات سے اسواسطے کہ موتی اور جواہرات کے مارنے مین
عزت دینا ہے نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے سے شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہے کذا فی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ
جواہرات سے مارنا جائز ہے مناسک فارسی مین ہے کہ یاقوت سے مارنا جائز ہے کذا فی النہر وذہب وفضۃ لانہ یسمی نثارا لا رمیا وبعر

اور کسی مین جنبی کا لکن و مکان ہو قرۃ الاعشیا لاعین جواز بال بلجرات الذہب اور جائز نہین ملنا سونے اور چاندی سے اور یہہ
کہ بیولے انہون مین مخلکو بھیکنا کو نماز کرنا کہتی ہین نماز مارنا الیہ بلکنی سے مارنا بھی جائز نہین ہو اسواسطرکہ معدنین کی جنس سے نہین اور اشباہ کے فروق
کے فن مین ہو بکنگ کے ابکا جواز ذکر ہو کہ حوالت کہ گرچہ اوسمین اہانت ہی لیکن جنس ارض سے نہین ویکرہ اخذ الحصی من عند الجمرة
لانھا مردودۃ لما جاء من قبل منہ حج رفعت حصاته اور مکروہ ہی کنکریان لینا جمرات کے پاس سے اسواسطرکہ جو کنکریان کہ وہان پڑی رہتی
ہین وہ مردود ہین مقبول نہین اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہی اوسکی کنکریان اوٹھالی جاتی ہین حم یہہ جو بعضے کتب اور رسالون
مین مذکور ہی کہ کنکریان مزدلفہ سے اوٹھاوی یا اوس پہاڑ سے لاوی جو مزدلفہ اور منا کے درمیان ہی سو یہہ سنت نہین بلکہ جہان سے چاہے اوٹھالے مگر جمرات
کے پاس سے نہ لے اسواسطرکہ سعید بن جبیر سے منقول ہو کہ مین نے ابن عباس سے سوال کیا کہ کیا سبب ہے اسکا کہ خلیل علیہ السلام کے وقت سے جمرات پر کنکریان
پہینکے جانے مین سو جمرات ایسے بڑے پہاڑ کیون نہو گئے جو آسمان کے کنارے کو بند کر لیتے تو ابن عباس نے جواب مین کہا کہ مجکو معلوم نہین کہ جسکا حج
مقبول ہوتا ہے اوسکی کنکریان مرفوع ہو جاتی ہین اور جسکا حج مقبول نہین ہوتا اوسکی پڑی رہتی ہین راوی نے کہا جب مین ابن عباس سے سنا تو مین نے
کنکریون کو نشان بنایا اور جمرہ کو ہر طرف سے مارا پہر اونکو مین نے تلاش کیا تو اونکو نہ پایا کذا فی فتح القدیر ویکرہ ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ سبعة
حجرا صغارا لان یوجد حجارة متفرقة بیقین اور یہہ مکروہ ہی کہ ایک پتہر کو اٹھاوے پہر اوسکو توڑ کر سات چہوٹی پتہریان بناوے چنانچہ اکثر عوام کرتے
ہین اور جو کنکری بالیقین معلوم ہو کہ نجس ہے اوس سے مارنا بھی مکروہ ہی حم کنکری کی مقدار مین اختلاف ہی اور مختار یہہ ہی کہ بقدر باقلا ہو اور
اگر اوس سے بڑی یا چہوٹی سے مارے تو بھی جائز ہے اور سب جمرات کی کنکریون کا شمار ستر ہے سات جمرة العقبه کی یوم النحر مین اور منا کے تین دنون
مین ہر دن تینون جمرات کو سات سات کنکریان مارتے ہین تو سب ملاکر ستر ہوئین اور بعضے علما نے کنکریون کا دہونا مستحب کہا ہی تا کہ بالیقین طہارت
معلوم ہو جاوے کذا فی الاختیار ووقته من الفجر الی الغروب ومن طلوع ذکاء لزوالها ویباح لغروبها ویکره للفجر اور جمرة العقبه کی رمی
کا وقت دسوین تاریخ کی فجر سے گیارہوین فجر تک اور مسنون وقت طلوع آفتاب سے دوپہر ڈہلنے تک اور مباح وقت ہی زوال سے غروب تک اور مکروہ وقت
ہے غروب سے فجر تک اور اسیطرح قبل طلوع آفتاب دسوین تاریخ بھی مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم بعد الرمی فیذبح ان شاء لانه مفرد ثم بعد الذبح
اگر چاہے اسواسطرکہ مفرد حج کا ہوے اور مسافر پر ذبح کرنا واجب نہین افضل ہی قارن اور متمتع پر ذبح واجب ہے ثم قصر بان یأخذ من کل شعرة قدر الانملة وجوبا وتقصیر الکل مندوب
والربع واجب پہر بال کتروا ڈالے اسطرح کہ ہر بال سے انگلی کے پورے کے برابر کاٹے بطریق وجوب کے اور سارے سر کے بالون کا کتروانا مستحب ہے اور چوتہائی سر کے بالون کا کتروانا واجب ہے ویجب اجراء الموسی علی الاقرع
وذی قروح ان امکن الا سقط اور واجب ہے استرہ پہیرنا اوسکے سر پر جسکے سر پر بال بہی نہون اگر ممکن ہو اور اگر سر پر زخم ہو اور استرہ پہیر نہ سکے تو ساقط ہو گیا ومتی تعذر احدهما
لعارض تعین الآخر فلو لبده بصمغ بحیث تعذر التقصیر تعین الحلق اور جب کتروانا یا منڈانا کسی ایک سبب سے متعذر ہو تو دوسرا متعین ہو جاتا ہے سو اگر بالون
کو گوند سے ایسا چپکایا کہ کترنا متعذر ہوا تو منڈوانا مقرر ہو گیا یعنی کتروانے اور منڈوانے مین اسوقت تک اختیار ہے جب تک دونون
ممکن ہین اور جب ایک نہو سکیگا تو دوسری کا کرنا لازم اور متعین ہو جاویگا کذا فی النہر یہہ عبارت بعضے نسخون مین نہین ہے وحلقه اکمل
افضل اور منڈوانا تمام سر کا افضل ہی اسواسطرکہ سنت ہے اور چوتہائی سر کا منڈانا واجب ہے اور کتروانے سے منڈوانا افضل ہی اسواسطرکہ صحیح
مین ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الہی سر منڈوانے والون پر رحم کر اور ہر بار صحابہ عرض کرتے تھے کہ کتروانے والون کیواسطے
بھی دعا کیجیے پہر چوتھی بار فرمایا کہ الہی کترانے والون پر رحم کر اور اگر بالون کو چونہ لگاکر دور کرے یا اکہاڑ ڈالے تو
جائز ہی حم سر منڈانے کیوقت یہہ دعا مستحب ہے الحمد للہ علی ما ہدانا وانعم علینا اللہم هذه ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی
اللہم اکتب لی بکل شعرة حسنة وامح بها عنی سیئة وارفع لی بها درجة اللہم اغفر لی وللمحلقین والمقصرین یا واسع المغفرة آمین
اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہہ دعا کرے الحمد للہ الذی قضی عنا نسکنا اللہم زدنا ایمانا ویقینا وعونا واغفر لنا

والجیم المثلثة) اور مستحب ہے کہ بالونکو دفن کرے ... انقضاء تمام ... یعنی طواف سے پہلے ... فتح القدیر وحل له
کل شیء الا النساء وقیل والطیب والصید ... بعد اسکے کہنے الا النساء یعنی سب چیزین کہ احرام سے ... مگر
عورتین ہنوز حلال نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہیں ... صاحب بحر نے
اوسکو ضعیف کہا ہے اور ابو اللیث فقیہ کے نزدیک شکار حلال نہیں صاحب بحر الرائق نے تضعیف کی ... حدیث ...
بلکہ حلق محلل ہے طحاوی اور دارقطنی کی اس حدیث سے جو عائشہ سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رمیتم وحلقتم فقد حل لکم کل شیء الا
النساء یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تمکو حلال ہو گئی سوا عورتوں کے ... امام شافعی
کے نزدیک رمی محلل ہے بدلیل حدیث ابوداود و ابن ماجہ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارة یوما من ایام النحر الثلثة بیان لوقته الواجب
پھر طواف الزیارة کرے ایام نحر کے تین دنوں میں سے کسی دن ... ایام نحر میں طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہے سبعة بیان للکمال
والا فالرکن اربعة اشواط یعنی سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہے ورنہ طواف میں رکن تو چار ہی شوط ہیں ہم طواف الزیارة کو طواف یوم النحر
طواف الرکن اور طواف الافاضہ بھی کہتے ہیں بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل هذا الطواف والا فعلیهما لان تکرارهما لم یشرع طواف الزیارة
کرے بدون رمل اور بلا سعی کے اگر اس طواف سے پہلے سعی کر چکا ہو اور اگر نہ کر چکا ہو تو اب دونوں کو کرے اسواسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہیں
وطواف الزیارة اول وقته بعد طلوع الفجر یوم النحر وهو فیه ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل وهو ممتد الی آخر العمر اور طواف
الزیارة کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے ہے قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن میں افضل ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن
عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارة کا وقت
ممتد ہے آخر عمر تک یعنی تمام عمر میں جب طواف کریگا فرض ادا ہوگا وحل له النساء بالحلق السابق حتی لو طاف قبل الحلق لم یحل له شیء فلو قلم
اظفاره مثلا کان جنایة لانه لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارة کے اسپر عورتیں حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس
طواف کے یہانتک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اوسپر حلال نہوگی اور اگر اپنا ناخن مثلا کاٹیگا تو گناہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ احرام سے
محرم نہیں نکلتا بدون حلق کے ہم درحقیقت محلل حلق ہی ہے نہ طواف لیکن حلق کا عمل حق نسا میں ظاہر نہیں ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا
عمل انقضاء عدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے کذا فی المنح فان اخره عنها ای ایام النحر ولیالیها منها کره تحریما ووجب دم لترک الواجب پھر
طواف الزیارة کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہے اور ایام نحر کی راتیں بھی دنوں کے حکم میں داخل ہیں اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب ہوگا
بسبب ترک کرنے واجب کے وهذا عند الامکان فلو طهرت الحائض ان قدرت علی اربعة اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور یہ یعنی
تاخیر سے ذبح لازم ہونا اوس وقت ہے جبکہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث میں قریب غروب آفتاب کے سو
اگر طواف الزیارة کے چار شوط پر قادر تھی اور ادا نکیا تو اوسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہیں بعد طہارت کے یا مطلقا
نہوئی تو اوسپر ذبح لازم نہیں بسبب عدم امکان کے ثم اتی منی فیبیت بها للرمی پھر طواف الزیارة کے بعد منا میں آوے اور وہیں رات کو رہے
رمی جمار کیواسطے یہی سنت ہے منا کے سوا اور کہیں رات نہ رہے ... کذا فی الطحطاوی وبعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث
بادئا بما یلی مسجد الخیف بعد یوم النحر کے دوسرے دن ... بعد تینوں جمار کی رمی کرے شروع کرے
جمرہ سے جو مسجد الخیف کے پاس ہے ... خیف ... مکان کو کہتے ہیں ...
... مسجد الخیف کہتے ہیں ثم بالتی تلیها الوسطی پھر اوس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولی کے قریب ہے جسکو جمرة الوسطی کہتے ہیں ...
اور جمرة الوسطی میں ... کا فرق ہے کذا فی الطحطاوی ثم بالعقبة ... مکبرا لکل حصاة پھر جمرة العقبہ کو رمی کرے تینوں جمار

سات کنکریان مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے جمرۃ العقبہ مین اور ان دونون کے درمیان جو ہاتھ کا فاصلہ ہو اور مخفی

نفس بیمار یا بیہوش ہوا اور رمی نکر سکے تو اوسکی طرف سے دوسرا آدمی رمی کرے کذا فی الطحطاوی اور رمی جمار مین یہ ترتیب مسنون ہے واجب نہیں کذا

النہر و وقف حامدا مہللا مکبرا مصلیا قدر قرأۃ البقرۃ بعد تمام کل رمی بعدہ رمی فلا یقف بعد الثالث ولا بعد رمی یوم النحر لانہ

لیس بعدہ رمی اور ٹھہرا رہے تحمید اور تہلیل اور تکبیر کہتے ہوئے اور درود پڑھتے ہوئے بقدر پڑھنے سورہ بقر کے اور قہستانی مین مضمرات سے مروی

ہے کہ بقدر بیس آیت پڑھنے کے توقف کرے اور یہی زیادہ تر آسان ہے کذا فی الطحطاوی توقف کرنا اس رمی کے بعد چاہیے جسکے بعد دوسری

رمی ہو یعنی جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی کے بعد تو تیسرے جمرہ کے بعد یعنی جمرۃ العقبہ کے بعد ٹھہرنا نچاہیے تینون دنون مین اسواسطے کہ اسکے

بعد رمی نہین اور نہ یوم النحر کے رمی کے بعد ٹھہرنا چاہیے اسلئے کہ اوسکے بعد بھی رمی نہین شارح نے توقف مین تمامی رمی کی قید لگائی یعنی

سات کنکریون کے مارنے کے بعد ٹھہرے نہ بدون اسکے ودعا لنفسہ وغیرہ رافعا کفیہ نحو السماء او القبلۃ اور دعا کرے اپنے واسطے

اور غیرون کیواسطے دونون ہتھیلیان آسمان کیطرف اوٹھاکر چنانچہ بعد نماز کے منقول ہے یہ قول ہے ابو یوسف کا یا دعا کیوقت کعبہ معظمہ

کیطرف ہتھیلیان کرے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی النہر ثم رمی غدا کذلک ثم بعدہ کذلک ان مکث وھو احب پھر جمرات ثلثہ کی

رمی کرے اسیطرح بارہوین تاریخ کو پھر تیرہوین تاریخ کو بھی اسیطرح سے رمی کرے اگر وہان رہے اور تیرہوین تاریخ کا رہنا منا مین مستحب ہے

وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان وقت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب واما فی الثانی والثالث

فمن الزوال الی طلوع ذکاء اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرہوین تاریخ رمی کو دوپہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہے کراہت کے

ساتھ امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ اوسدن مین رمی کا وقت فجر سے ہے غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارہوین اور بارہوین

رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہے آفتاب کے طلوع ہونے تک لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہے اور باقی مکروہ کذا فی الطحطاوی

ولہ النفر من منے قبل طلوع فجر الرابع لا بعدہ لدخول وقت الرمی اور جائز ہے کوچ کرنا منا سے قبل طلوع ہونے تیرہوین تاریخ کی فجر کے بعد طلوع

ہونے فجر کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہین وجاز الرمی کلہ راکبا ولکنہ فی الاولیین الاولی والوسطی

ماشیا افضل لانہ یقف لا فی الاخیرۃ ای العقبۃ لانہ ینصرف والراکب اقدر علیہ والحلق افضلیۃ المشی فی الظہیرۃ وصححہ الکمال وغیرہ

اور کل رمی سوار ہوکر درست ہے لیکن جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی مین پیدل افضل ہے اسواسطے کہ دونون کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہے تو اگر وہان سوار ہوگا تو اور ٹھہرنے

والون کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ مین یعنی جمرۃ العقبہ مین سوار ہوکر رمی کرنا افضل ہے اسواسطے کہ انسان اوسکے پاس نہین ٹھہرتا بلکہ اوسکو رمی کرنیکے بعد پھرنا

ہے اور سوار پھرنے پر زیادہ تر قادر ہے اور یہ تفصیل ابو یوسف سے منقول ہے اور ظہیریہ مین افضلیت پیدل ہونے کی مطلقا بیان کی ہے یعنی تینون مقام

مین پیدل رمی کرنا افضل ہے اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور خشوع سے قریب تر ہے علے الخصوص

اس زمانہ مین کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہین جاہلہ کرمی مین تو سوار ہونے مین اونکو تکلیف رسانی ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سوار ہوکر رمی

کی تھی تو تعلیم کیواسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنیکا طریقہ سیکھین اور اقتدا کرین چنانچہ حضرت کا طواف کرنا بھی سوار ہوکر کذا فی المنح ولو قدم ثقلہ ای متاعہ

وخدمہ الی مکۃ واقام بمنی او ذھب لعرفۃ کرہ ان لم یامن لا ان امن کذا ایکرہ للمصلی جعل نحو نعلہ خلفہ لشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب

اور خادمونکو مکہ کیطرف آگے روانہ کیا اور خود منا مین رہا یا مکہ مین اسباب چھوڑکر عرفات کو گیا تو مکروہ ہے اگر اطمینان نہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب

محفوظ رکہا ہو کچھ تردد نہو تو منا سے مکہ مین اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو آنے کہ مین چھوڑ آنا مکروہ نہین یعنے اسیطرح نماز پڑھنے والے کو اپنا اسباب پیچھے

رکھنا مکروہ ہے بسبب تعلق خاطر کے کذا فی المنح من الجوہرۃ یعنی عبادت مین تسکین خاطر چاہیے ایسا کام نکرے جسمین دل کو تشویش ہو کہ اسمین عبادت کا

لطف نہین رہتا واذا نفر الحاج الی مکۃ نزل استنانا ولو ساعۃ بالمحصب بضم ففتحتین الابطح ولیس المقبرۃ فانہ تحیۃ حاجی پیاسے

اور کنکریاں پھینکی تو سنون یہہ ہے کہ اول محصب میں اُترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہاں ٹھہرے محصب بضم اول وفتح ثانی وثالث مشدّدہ یہہ اوس مکان کا نام ہے جو مکہ
اور منا کے درمیان میں ہے اوسمیں کنکریان کثرت سے ہیں اوسکو ابطح اور بطحا اور حصبا بھی کہتے ہیں اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہے محصب میں داخل
نہیں ہے محصب میں اُترنا سنت ہے اوسکا رتبہ یہہ ہے کہ ساعت بھر ٹھہرے اور اعلی رتبہ یہہ ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا وہیں پڑھے اور ایک نیند
لیکر مکہ معظمہ میں آوے کذا فی الفتح والنہر صحیح بخاری میں انس سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب عشا پڑھی اور محصب میں تھوڑی
نیند لی پہر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا امام شافعی نے کہا کہ نزول محصب اتفاقی تہا سنت موکدہ نہیں اور امام اعظم کے نزدیک سنت موکدہ
ہے اسلیئے کہ نزول قصدی تہا نہ اتفاقی اسلیئے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب ہم منا میں تھے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہا
کہ کل ہم بنی کنانہ کے خیف میں اُترینگے یعنی محصب میں کذا فی البرہان **ثم اذا اراد السفر طاف للصدر سبعة اشواط بلا رمل**
وسعی وهو واجب الا علی اهل مکة ومن فی حکمهم فلا یجب علیهم بل یندب لهم کما سنذکره پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع
یعنی پہرنے اور رخصت ہونیکا طواف کرے سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہہ طواف الوداع واجب ہے مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کی برابر
ہیں حکم میں یعنی مواقیت کے اندر والے لوگ سو انپر طواف الوداع واجب نہیں بلکہ مستحب ہے چنانچہ اُس مسافر آفاقی پر مستحب ہے جو حج کے بعد وہان رہ گیا
ہو امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہے مثل طواف القدوم کی اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس نے کہا کہ لوگون کو حکم ہوا کہ اپنے
آخر حال میں بیت اللہ کا طواف کریں اور مسلم میں یون ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نکرے بدون طواف کے کذا فی البرہان
ثم النیة للطواف شرط فلو طاف هاربا او طالبا لم یجز پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ طواف کیواسطے نیت شرط ہے سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف کے
بیت اللہ کے گرد گہومے کسی شخص سے بہاگ کر یا کسیکے پکڑنے کو تو جائز نہوگا **لکن یکفی اصلها فلو طاف بعد ارادة السفر ونوی التطوع**
اجزأه عن الصدر کما لو طاف بنیة التطوع فی ایام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف میں اصل نیت کفایت کرتی ہے یعنی طواف کی نیت میں صفت
فرضیت اور وجوب ضرور نہیں سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہو جاویگا چنانچہ اگر طواف
کیا نفل کی نیت سے ایام نحر میں تو طواف فرض ادا ہو جاویگا یعنی طواف الزیارہ **ثم بعد رکعتیه یشرب من ماء زمزم** پہر طواف الوداع کے دوگانہ
نماز کے بعد زمزم کا پانی پیئے دار قطنی نے حدیث موقوف روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیئے حاصل ہے
اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کیواسطے پیا تو اللہ تجکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کیواسطے پیا تو حق تعالے
تسکین دیگا اور یہہ زمزم جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہے اسمعیل علیہ السلام کے پینے کیواسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق میں یون
ہے کہ زمزم کے پاس آوے اور خود پانی نکالے اور رو بقبلہ کہڑے ہو کر خوب پیٹ بہر کے تین بار میں پیئے اور ہر بار آنکہہ اوٹہاکر بیت اللہ کو دیکہا جاوے
اور منہہ اور سر اور بدن کو اوسکا پانی چپڑے اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے عمق زمزم کا ۶۹ ہاتھہ ہے اور اوپر کا عرض چار ہاتھہ ہے کذا
فی حاشیة الطحطاوی اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس زمزم کا پانی پیکر یہہ دعا کرتے تھے **اللهم انی اسئلک علما نافعا ورزقا**
واسعا وشفاء من کل داء کذا فی فتح القدیر **ویقبل العتبة تعظیما للکعبة ویضع صدره ووجهه علی الملتزم ویتشبث بالاستار ساعة**
کالمستشفع بها اور بیت اللہ کے آستانہ فیض کاشانہ کو چومے کعبہ مقدسہ کی تعظیم کیواسطے اور اپنا سینہ اور منہہ ملتزم پر رکہے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایک ساعت
پکڑے رہے بطور درخواست شفاعت کے کعبہ معظمہ سے اسواسطے کہ جو کسی انسان کی طرف ملتجی ہوتا ہے تو اوسکا کپڑا پکڑتا ہے ملتزم اُس مکان کا نام ہے جو حجر اسود اور
دروازہ بیت اللہ کے درمیان میں ہے چار ہاتھہ کی اوسکی مسافت ہے جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھہ آستانہ کعبہ پر رکہے یہہ کہے **السائل ببابک یسئلک**
من فضلک ومعروفک ویرجو رحمتک اور ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیة الطحطاوی وقوله ومثلها کفیه ید یه علی راسه
مبسوطتین علی الجدار [illegible] **بالجدار** اوسکی اور اگر غلاف کعبہ کو نپاوے تو دونون ہاتھہ اپنے سر پر رکہ کر

وہ بوسہ چہانگاوے اور اپنے منہکو دیوار کعبہ سے چپٹا دے اور خوب کوشش کرکے دعا کرے اور روے یا رونے کیصورت بنا دے ہم کافی مین ہے کہ آپنا رخسار دیوار سے لگادے اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ تکبیر اور تہلیل اور تحمید کرے اور درود پڑہے اور دعا کرے اور محیط مین ہے کہ حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے کذا فی العالمگیریۃ ویرجع القہقری اے الی خلفہ حتی یخرج من المسجد وبصرہ ملاحظ للبیت اور پہرے الٹے پانون روتا فرقت بیت اللہ پر افسوس کرتا بیت اللہ کو دیکہتا ہوا چلا تک کہ مسجد الحرام سے باہر نکلے ہم رخصت کیوقت یہہ دعا کرنا مستحب ہے اللہم ان ہذا بیتک الذی جعلتہ مبارکا وہدی للعلمین فیہ ایات بینات مقام ابراہیم ومن دخلہ کان امنا الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اللہم فکما ہدیتنا لذلک فتقبلہ منا ولا تجعلہ اخر العہد من بیتک الحرام وارزقنی العود الیہ حتی ترضی عنی برحمتک یا ارحم الراحمین کذا فی الاختیار شرح المختار ویسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفۃ ساعۃ عرفیۃ وہو الیسیر من الزمن وہو المحمل عند اطلاق الفقہاء قبل دخول مکۃ ولا شیء علیہ بترکہ اور ساقط ہو طواف القدوم اُس شخص سے جسنے عرفات مین وقوف کیا ایک ساعت قبل آنے مکہ کے اور کچہ نہین ہے اوسپر بسبب طواف القدوم کے ترک کرنے سے ساعت سے مراد عرفی ساعت ہے یعنی اندک زمانہ اور یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہے فقہا کے کلام مین تو ساعت کہ مطلق بولین

ومن وقف بعرفۃ ساعۃ من زوال یومہا اے عرفۃ الی طلوع فجر یوم النحر او اجتاز مسرعا او نائما او مغمی علیہ وکذا لو اہل عنہ رفیقہ کذا غیر رفیقہ بہ ای بالحج مع حلوعہ بنفسہ فاذا انتبہ او افاق واتی باعمال الحج جاز اور جو ٹہرا عرفات مین ایکساعت یوم عرفہ کے دوپہر ڈہلی سے یوم نحر کے طلوع فجر تک یا وہان ہوکر نکل گیا جلد یا ٹہرا سونے کیحالت مین یا بیہوشی کے حال مین اور اسیطرح اگر بیہوش کیطرف سے اوسکے رفیق یا غیر رفیق نے کذا فی الفتح حج کا نام لیکر لبیک کو بلند کہکے کہا بشرطا وسکے احرام باندہ چکنے کے یعنی ایک شخص نے اپنا احرام باندہا پہر بدون لبیک کہنے کے وہ بیہوش ہوگیا یا سوگیا اور کسی شخص نے اوسکی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لیکر پہر جب سونیوالا جاگا یا بیہوش ہوشمین آیا اور اوسنے حج کے افعال ادا کئے تو اوسکا حج جائز ہوگیا اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا کہ اوسکی حاضری فقط احرام مین تہی تو نیابت صحیح ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بدون اوسکے امر کے نیابت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ولو بقی الاغماء کذلک ان الاغماء بعد احرام طیف بہ المناسک وان تحولوا عنہ اکتفی بمباشرتہم اور اگر بیہوشی باقی رہی ایام حج کے آخر تک تو اگر بعد احرام باندہنے کے بیہوشی ہوئی تو اوسکو گہانا چاہیئے مکانات حج مین یعنی عرفات اور مزدلفہ اور منا اور مکہ مین اسواسطے کہ وہ نیت حج کی کر چکاہے تو تمام افعال حج کا وہی فاعل ٹہیریگا اور اگر احرام کیوقت بیہوش تہا اور اوسکے رفیقون نے اوسکی طرف سے احرام کی نیت کی تو رفیقون کی مباشرت افعال حج کافی ہے بیہوش کا مناسک حج مین لیجانا ضرور نہین ولم ار ما لو جن فاحرموا عنہ وطافوا بہ المناسک ہذا کلام النہر یعنی الجوا شارح کہتا ہے مین نے نہین دیکہا کسی کتاب فقہ مین حکم اُس شخص کا جو قبل احرام باندہنے کے مجنون ہوگیا پہر رفیقون نے اوسکی طرف سے احرام باندہا اور اوسکو مناسک حج مین گہایا اور کلام فتح القدیر اسکا مفید ہے کہ اسطرحکا حج بہی جائز ہو اسواسطے کہ بیہوش اور مجنون قصد حج اور زوال عقل مین برابر ہین ہم شارح نے مریح لکہا کہ یہہ حج جائز ہے اسواسطے کہ فتح القدیر مین مسئلہ بیہوش کا مذکور ہے نہ مجنون کا او جہل انہا عرفۃ صح حجہ لان الشرط الکینونۃ فی النیۃ یا ایک شخص عرفات مین ٹہرا اور یہہ نجانا کہ عرفات یہی ہے تو حج اوسکا صحیح ہے اسواسطے کہ وقوف عرفات کی شرط یہی وہان کا ہونا نیت وقوف کی کرنا شرط نہین ہے وہان کا ہونا چلنیوالے اور سونیوالے اور بیہوش اور جاہل پر صادق ہے ومن لم یقف فیہا فات حجہ لحدیث الحج عرفۃ اور جو شخص عرفات مین نہ ٹہرا کسیطرح اوسکا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج عرفۃ فمن ادرک عرفۃ ساعۃ من لیل او نہار فقد تم حجہ یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفات ہے جو شخص کہ عرفات مین ایکساعت شب یا دن کو تو اوسکا حج پورا ہوا اس حدیث کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کیا ہے اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہے کذا فی العینی شرح الکنز فطاف وسعی وتحلل اے باعمال العمرۃ وقضی ولو حجۃ نذر ہا ولو تطوعا من قابل ولا دم علیہ جسکا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرے اور احرام توڑے یعنی عمرہ کے افعال کرکے اور اپنے حج کو سال آئندہ مین قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا اور اس فوت ہوجانے سے اسپر دم کرنا واجب نہین والمرأۃ فیہا کالرجل

لعموم الخطاب مالم یقم دلیل الخصوص ۔ اور عورت مرد کی مانند ہے احکام حج مین جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنی عورت اور مرد کو بسبب ہونے
کے حکم شرع برابر ہے جبتک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ مین عورتین مردون کے شامل نہین الا انہا تکشف وجہہا لا
رأسہا ولو سدلت شیئًا علیہ وجافتہ عنہ جاز بل ندب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اسواسطے کہ عورت کا احرام اوسکے
چہرہ مین ہے نہ اوسکے سر مین تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اوسکو جدا رکھے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے کذا فی فتح
القدیر اسواسطے کہ کشف وجہ سے مراد یہہ ہے کہ کوئی چیز چہرہ سے نہ لگی رہے ولہذا برقع ڈالنا مکروہ ہے کہ وہ چہرے کو لگا رہتا ہے معمول ہے کہ ایک چیز
مانند قبہ لکڑیون سے بناتے ہین عورت اوسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہے اور کپڑا اوسپر ڈال لیتی ہے تو چہرہ بھی نظر نہین آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہین لگتا
کذا فی المنح سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ شتر سوار ہمارے سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرہ پر سر پر سے ڈال لیتے تھے پھر جب ہم سے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھولدیتے
تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرًا بل تسمع نفسہا دفعًا للفتنۃ وما قیل انہ عورۃ ضعیف اور عورت پکار کے لبیک نہ کہے تاکہ فساد کی
نوبت نہ پہونچے بلکہ اسطرح کہے کہ آپ سنے اور یہہ جو بعضون نے کہا ہے کہ عورت کی آواز عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے سو قول ضعیف ہے ولا ترمل ولا تضطبع
ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرہا کما مر اور عورت طواف مین رمل نہ کرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نہ نکالے جیسا مرد
نکالتا ہے اور دونون مینارون کے درمیان جھپٹ کر نہ چلے اور سر نہ منڈاوے اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہے جیسے مرد کو داڑھی منڈانا بلکہ چوتھائی
سر کے بال پور کی برابر کترا دے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا وتلبس المخیط والخفین والحلی اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہنے بشرطیکہ کپڑا ورس
اور زعفران سے رنگین نہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام مین پہننا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر فی الزحام لمنعہا من مماسۃ
الرجال اور حجر اسود کے قریب نجاوے ہجوم کیوقت اسواسطے کہ عورت کو مردون سے بدن لگانا ممنوع ہے والخنثی المشکل کالمرأۃ فیما ذکر احتیاطًا
اور خنثی مشکل عورتکی مانند ہے جمیع امور مذکورہ مین بنابر احتیاط کے وحیضہا لا یمنع نسکًا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا
مانع نہین سوای طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام مین ہوتا ہے اور حائضہ کو مسجد مین جانا جائز نہین ولا شیء علیہا بتأخیرہ اذا لم تطہر الا بعد
ایام النحر فلو طہرت فیہا بقدر اکثر الطواف لزم الدم بتأخیرہ لباب اور عورت پر کوئی چیز لازم نہین نہ صدقہ نہ ذبح کرنا طواف کی تاخیر سے جبکہ
وہ حیض سے پاک نہوئی مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر مین بقدر اکثر طواف کے پاک ہوئی اور طواف کیا تو اب ذبح کرنا اوسپر لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے
کذا فی لباب المناسک وہو بعد حصول رکنیہ یسقط طواف الصدر ومثلہ النفاس اور حیض دو رکن کے بعد یعنی وقوف عرفات اور طواف زیارت
کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہے اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کی مانند ہے جمیع احکام مذکورہ
مین والبدن جمع بدنۃ من ابل او بقر اور بدنہ لغت اور شرع مین اونٹ کو بھی کہتے ہین اور گائے کو بھی لیتے ہین تو جسپر شرع مین بدنہ واجب ہوا وہ
گائے ذبح کرے تو واجب ادا ہو جاویگا اور امام شافعی گائے کو بدنہ نہین کہتے والہدی منہما ومن الغنم کما سیجیٔ اور ہدی اونٹ اور گائے کی ہوتی
ہے اور بھیڑ بکری کی بھی ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہدی وہ جانور ہے جو مکہ معظمہ مین جاکر ذبح ہو ۔

باب القران

یہہ باب ہے قران کے احکام مین قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے ہو افضل لحدیث اتانی آت
من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اہلوا بحجۃ وعمرۃ معًا ولانہ اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہے تمتع اور افراد اور عمرہ
سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنیوالا میرے رب کے پاس سے آیا اور مین عقیق مین تھا سو اوسنے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام
باندہو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہے تمتع وغیرہ سے ہم لفظ وانا بالعقیق اور معًا حدیث مین داخل نہیں طحاوی نے ام سلمہ سے یہ روایت
کی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اہلوا یا آل محمد بعمرۃ فی حجۃ یعنی مین نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندہو عمرہ کا

حج مین ملاکر یعنی دونو کا ایک ساتھ احرام کرنا اور صحیح بخاری مین عمر فاروق سے یون روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وہو
بوادی العقیق اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ہذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ اور صحیحین مین انس سے روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یلبی بالحج والعمرۃ یقول لبیک بحجۃ وعمرۃ کذا فی البرہان عقیق ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کے پاس والصواب انہ علیہ الصلوۃ والسلام
احرم بالحج ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قارنا اور قول فیصل یہہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ
کو حج مین داخل کر لیا واسطے بیان جواز کے تو آپ قارن ہو گیا ام کفار عرب عمرہ کرنے کو موسم حج مین بڑا گناہ جانتے تھے لہذا نبی علیہ السلام نے
ہوتی کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ملا دین تا وہ گمان باطل ہو جاوے مجد الدین فیروزآبادی نے اس مقام کو سفر السعادت مین خوب محقق بیان کیا ہے خلاصہ اوسکا
یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام مین اختلاف ہے بیشتر احادیث صحیحین مین کہ شمار مین ۲۰ سے زیادہ ہین یون مصرح ہے کہ احرام حج اور عمرہ
کا معا تہا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث مین یون ہے کہ فقط حج کا احرام تہا اور بعضی احادیث مین تمتع بھی ثابت ہے تو ان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق
یہہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندہا تہا بعد اوسکے عمرہ کو بھی اوسمین داخل کر لیا تو قران ہو گیا اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہین بلکہ تمتع لغوی مراد
ہے یعنی فائدہ ملنا اسواسطے کہ قران کی انتفاع مین شک نہین کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہو گئین حج بھی اور عمرہ بھی اور اصحاب رضی اللہ عنہم
تین قسم تھے بعضے قارن تھے اور بعضون نے فقط احرام حج کا کیا تہا لیکن اونکے ساتھ ہدی تھی تو یہہ دونون قسم کے لوگ اپنے احرام پر قائم رہے
یوم النحر تک اور بعضون نے فقط حج کا احرام باندہا تہا لیکن اونکے ساتھ ہدی نہ تھی اونکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالین یعنی عمرہ کرکے احرام اتار دین
مکہ سے حج کیواسطے دوسرا احرام باندہین فسخ کرنا حج کا عمرہ سے اسیکو کہتے ہین ثم التمتع ثم الافراد پھر قران کے بعد تمتع افضل ہے پھر افراد حج نرے عمرہ
سے افضل ہے والقران لغۃ الجمع بین الشیئین وشرعا ان یہل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ بحجۃ وعمرۃ معا حقیقۃ او حکما بان یحرم بالعمرۃ
اولا ثم بالحج قبل ان یطوف لہا اربعۃ اشواط او عکسہ بان یدخل احرام العمرۃ علی الحج قبل ان یطوف للقدوم وان اساء او بعدہ ولکن
لزمہ دم [illegible] اور قران لغت عرب مین دو چیز کے ملانے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین قران یہہ ہے کہ محرم لبیک پکار کر کہے بلفظ حج اور عمرہ ساتھ حقیقی
معیت ہو اسطرح کہ دونون کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو یعنی یون کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ یا حکمی معیت ہو اسطرح کہ اول عمرہ کا احرام کرے بعد اوسکے
حج کا احرام کرے عمرہ کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اسکو بالعکس کرے اسطرح کہ عمرہ کا احرام حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے
سے پہلے اگرچہ اوسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرہ کا حج پر داخل کیا اگرچہ اسصورت مین ذبح کرنا اوسپر لازم ہوگا
بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرہ کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو تمتع ہو جاویگا قران باقی رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من المیقات
او القارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرہ کا معا احرام کرے میقات سے اسواسطے کہ قارن نہین ہوتا مگر آفاقی مکی
یا قبل میقات کے حج کے مہینون مین دونون کا احرام باندہے یا حج کے مہینون سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام قبل اشہر حج کے مکروہ ہے ویقول امتثالا
للراجح النیۃ او مستانف فی المراد بیان السنۃ اذ النیۃ بقلبہ وتکفی کالصلوۃ عقیب بعد الصلوۃ اللہم انی ارید الحج والعمرۃ فیسرہما لی
وتقبلہما منی اور قران کرنیوالا احرام کی نماز کے بعد یہہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خدا وندا مین حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہون سو اونکو مجھپر آسان
کر دے اور اونکو قبول کر میرے طرف سے شارح کہتا ہے لفظ یقول کا متن کے کلام مین یا تو منصوب ہے یحل پر عطف ہو کر اسصورت مین تعریف قران کا تتمہ ہوگا اور
قول سے نیت مراد ہوگی یا لفظ یقول کا مرفوع ہے اور جملہ کلام ہے لہذا زبان سے قران کا اظہار کرنا اسسے مقصود بیان سنت ہے نہ فرض اسواسطے کہ نیت دل
سے کرنا کافی ہے مانند نماز کی کذا فی المجتبی ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل اور مستحب ہے عمرہ کا اول کہنا ذکر مین بسبب مقدم ہونے
عمرہ کے فعل مین یعنی قران مین اول عمرہ ادا کرتے ہین پھر حج تو اسطرح مناسب ہے کہ ذکر مین بھی عمرہ کو حج پر مقدم کرین صاحب کنز اور صاحب مجمع
نے بنظر استحباب عمرہ کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متون مین حج مقدم ہے وطاف للعمرۃ اولا حتی لو نواہ للحج لا یقع الا لہا اور قران کرنیوالا

پہلے عمرہ کا طواف کرے یہانتک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کریگا تو وہ طواف فقط عمرہ کا ہوگا اور اسکی نیت لغو ہو جاویگی لیکن اس نیت سے ذبح
کرنا لازم نہوگا اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی ذبح کو واجب نہیں کرتی کذا فی المحیط وہی سبعۃ اشواط یرمل فی الثلثۃ الاول منہا ویسعی بلا
حلق عمرہ کا طواف سات شوط کرے اور پہلے تین شوطوں میں رمل کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرے مگر سر نہ منڈانے کے فلو حلق لم یحل
من عمرتہ ولزمہ دمان ہو اگر قارن نے بعد عمرہ کے سر منڈایا تو اسکو عمرہ کا احرام نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ فارغ ہونا عمرہ کے احرام سے یوم النحر کو ٹوٹتا ہے
اسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو احرام میں بسبب حلق کے نے ادائی ہوئی کذا فی السراج الوہاج ثم یحج کما مر فیطوف للقدوم
ویسعی بعدہ ان شاء پھر حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور ہو چکی تو طواف القدوم کرے اور اسکے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے تو طواف الافاضہ
کے بعد سعی کرے اور یہی افضل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا فان اتی بطوافین متوالیین ثم سعین لہما جاز واساء ولا دم علیہ سو عمرہ اور حج
کیواسطے اگر دو طواف متصل کئے یعنی پے در پے وہ شوط بلا فاصلہ کئے پھر دو بار سعی کی یعنی ہر سعی میں سات شوط کئے تو جائز ہے اور اسنے برا کیا کہ طواف القدوم کو
عمرہ کی سعی پر مقدم کیا لیکن اسپر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہیں وذبح للقران وہو دم نسک فیأکل منہ بعد رمی یوم النحر لوجوب
الترتیب اور بعد رمی یوم النحر کے یعنی جمرۃ العقبہ کے رمی کے بعد بکری یا گائے کو ذبح کرے بسبب قران کرنے کے اور یہہ قربانی ادائے شکر کی ہے کہ
ایک احرام میں دو عبادتیں ادا ہوئیں تو قارن اس قربانی سے کھاوے یہاں تک نے قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اسواسطے کہ ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہیں
بسبب وجوب ترتیب کے ہے قران مجید میں ارشاد ہوا فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الہدی فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج
وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ یعنی جو شخص کہ ملاوے عمرہ سے حج تک سو جو ہدی میسر آوے یعنی ذبح کرے اور جو نپاوے تو تین روزے حج میں
اور سات جبکہ تم رجوع کرو یہہ پورے دس روزے ہیں تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قران کو بھی شامل ہے تو قارن پر ذبح کرنا اور درصورت عدم
قدرت دس روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہوا وان عجز صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ آخرہا یوم عرفۃ ان رجاء القدرۃ علی الاصل
اور اگر قربانی کرنے سے عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کرکے رکھے بعد احرام کے مگر تیسرا روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہے بسبب
قادر ہونے کے اصل پر یعنی شاید عرفہ کے دن تک قربانی خریدنے کا مقدور ہو جاوے وسبعۃ بعد تمام حجہ فرضا او واجبا وہو بمضی ایام التشریق
وسبعۃ لکن ایام التشریق [illegible] وسبعۃ اذا رجعتم من افعال الحج [illegible] من وطنہ [illegible] اور سات روزے
تمام ہونے حج کے یعنی فرض حج ہو خواہ واجب اور تمامی حج کی بعد گذرنے ایام تشریق کے ہے اور یہہ سات روزے جہان چاہے رکھے خواہ منا
میں خواہ مکہ میں خواہ اپنے وطن میں لیکن ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ صوم سات دن کا جبکہ تم رجوع کرو یعنی
جبکہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہے اوسکو بھی شامل ہے جسکا اپنا وطن ہو یا جسنے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہیں وطن
نہیں خلاصہ یہہ کہ رجوع اس آیت میں معنی فراغت کے مجازا استعمال ہوا نہ بسبب رجوع کرنیکے طرف وطن کی اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی
پر رکھا [illegible] کذا فی السراج وان فاتت الثلثۃ تعین الدم ہو اگر تین روزے فوت ہوگئے یعنی ایام حج یعنی یوم النحر
آگئے تو اب ذبح کرنا لازم ہوگیا [illegible] قربانی کے [illegible] مخصوص ہے [illegible] وقت جاتا رہا اب روزہ رکھنا کافی نہیں اور
[illegible] فلو لم یقدر علی الہدی تحلل وعلیہ دمان [illegible] بعد فوت ہونے روزوں کے قربانی پر قادر نہو تو احرام اتارے اور اوسپر دو قربانیاں
واجب ہیں [illegible] وعلیہ [illegible] الحلق قبل اوانہ اور اگر قارن قادر ہوا قربانی
پر ایام نحر میں [illegible] عدم قدرت [illegible] قدرت حاصل ہوئی تو قربانی اوسپر لازم ہوگی
اور اگر [illegible] قربانی [illegible] فان وقف القارن بعرفۃ قبل اکثر طواف العمرۃ
بطلت عمرتہ ہو اگر [illegible] عرفات میں وقوف کیا [illegible] باطل ہوگیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرہ کا متعذر ہو

کیونکہ افعال حج پر عمرے کے افعال کرنا خلاف مشروع ہے اور وقوف عرفات کی قید سے معلوم ہوا کہ بعد وقوف عرفات کے عمرہ باطل نہین ہوتا قول مصنف مین
کذا نے الشہر فلو اتی باربعۃ اشواطٍ ولو بقصد القدوم والتطوع لم تبطل وبنیٰ علیہا یوم النحر والاصل ان الباقی من جنس ما ہو متلبس بہ
فی وقت یعطیٰ لہ حکم الکل ینصرف الی المتلبس بہ سو اگر قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط کئے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے کئے
تو عمرہ قارن کا باطل نہوگا اور عمرے کو پورا کرلے یوم النحر مین یعنی باقی تین شوط اور سعی کرلے اور اصل اس مسئلہ کی یہہ ہے کہ جو چیز لائی جاوے ہم جنس
اوسکی جس سے مکلف مختلط اور شاغل ہو رہا ہے ایسے وقت مین کہ اوسکا لائق ہوسکے تو وہ چیز اوسی امر کیطرف پھر جاویگی جسکا وہ شاغل ہے ہم
ہم جنس مشغولی کے فعل سے یہان چار شوط مراد ہین جو قبل وقوف عرفات کے حاصل ہوئے لہذا قارن کی عمرہ مین بسبب مجانست اور صلاحیت وقت
کے شمار ہو گئی وقضیت لشروعہ فیہا اور جو عمرہ کہ باطل ہوگیا قضا کیا جاوے بسبب شروع کے اسواسطے کہ شروع لازم کر دیتا ہے عبادت کو مانند
نذر کی ووجب دم الرفض للعمرۃ اور واجب ہوگا ذبح کرنا بسبب چھوڑنے عمرے کے وسقط دم القران لانہ لم یوفق للنسکین اور قران کا
ذبح ساقط ہوجاویگا اسواسطے کہ دو عبادتون کے جمع کرنے سے فائز نہین ہوا

باب التمتع

ہو تفعّل من المتاع والمتعۃ یہہ باب ہے تمتع
کے احکام مین تمتع باعتبار لغت یا متاع سے ہے یا متعہ سے اور وہ بمعنی نفع لینے کے ہے یا نفع پہنچانے کے وشرعاً ان یفعل العمرۃ او اکثر
اشواطہا فی اشہر الحج اور اصطلاح شرع مین تمتع یہہ ہے کہ عمرہ کیا جاوے یا عمرے کے اکثر شوط یعنی چار شوط کئے جاوین حج کے مہینون مین سو اگر قبل اشہر
حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فلو طاف الاقل فی رمضان مثلاً ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامہ کان متمتعا فقال المصنف
فلتغیر الی ہذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلاً رمضان مین یعنی قبل اشہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال مین کیا پھر
اوسی سال حج کیا تو یہہ شخص متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین ہوا مصنف نے کہا تو تعریف کتب فقہ کو اس تعریف کیطرف
بدلنا چاہیے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین تصریح کی ہے کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور مجمع سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع مین احرام عمرے کا اشہر
حج مین کرنا مشروط ہے حالانکہ فتح القدیر مین مصرح ہے کہ اشہر حج کا احرام شرط نہین اور اختیار شرح مختار مین صریحاً موجود ہے کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام
کیا اور عمرہ اشہر حج مین ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا صاحب کنز نے اشہر حج کے احرام کی قید نہین لگائی تو اب یہہ منقح ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہے
کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہو خواہ قبل اشہر کے احرام کیا ہو یا مین اشہر حج مین لہذا ہمنے یہی تعریف اختیار کی و دیکھو ف ویسعیٰ کما مر
اور طواف کے بعد سعی کرنا چنانچہ مذکور ہوچکا ہم طحطاوی نے لکھا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عمرہ طواف اور سعی سے عبارت ہے پھر جب عمرہ تمتع
کی تعریف مین مذکور ہوچکا تو اوسکی کیا حاجت رہی ویحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کتراوے اگر چاہے ہم منڈانا یا کترانا متمتع پر
شرط نہین متمتع کو اختیار ہے چاہے محرم بنا رہے چاہے سر منڈاوے اور مصنف نے حلق کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہوجاوے کہ عمرہ تمام ہوگیا کذا فی النہر
ویقطع التلبیۃ فی اول طوافہ للعمرۃ واقام بمکۃ حلالاً اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف مین اور بدون احرام کے مکہ مین رہے
ہم متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہین خواہ مکہ مین رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی سفر واحد حقیقۃً او حکماً بان یلم
باھلہ الماماً غیر صحیح پھر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر مین وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہہ کہ عمرہ کرکے اصلا اپنے گھر کو نہ آوے اور وحدت حکمی
یہہ ہے کہ اپنے اہل مین آوے المام غیر صحیح کر کے المام غیر صحیح اسکو کہتے ہین کہ مکہ کیطرف پھر جانیکا ارادہ لگا ہو یا ہدی لیجا کر یا قبل حلق کے وطن مین آیا
ہو اسواسطے کہ جو ہدی لیجاتا ہے وہ احرام نہین اتار سکتا ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اوسکو حرم مین پھر جانا حلق کیواسطے
واجب ہے امام اعظم اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک حرم مین جانا مستحب ہے اور المام صحیح یہہ ہے کہ حرم مین سر منڈا کر اپنے گھر کو آوے اور ہدی کو
نہ لیگیا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی یوم الترویۃ وقبلہ افضل وحج کالمفرد لکنہ یرمل فی طواف الزیارۃ ویسعیٰ بعدہ ان لم یکن قدمہما
بعد الاحرام وذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ مکہ سے یا مسجد الحرام سے احرام باندھنا اور آٹھوین تاریخ کے پہلے احرام باندھنا

افضل بعد بہتر ہے اور حج کو ادا کرے مانند تنہا حج کرنیوالیکی لیکن متمتع طواف الزیارۃ مین رمل کرے اور صفا مروہ کی سعی طواف الزیارۃ کے بعد کرے
اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نکر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل قارن کی یعنی جیسے قارن پہ ذبح واجب ہے ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہے واسمہ
نسک الا انہ لا تجب الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہیں ہو سکتی ہے اسواسطے کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں اور یہ نظم ہے فان عجز صام
کالقارن پھر اگر متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کیطرح روزے رکھے یعنی تین روزے ایام حج مین اور سات بعد فراغت کے وجاز
صوم الثلثۃ بعد احرامہا ای العمرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہ ای الاحرام وتاخیرہ افضل لرجاء وجود الھدی کما مر اور جائز ہے تین
روزے رکھنا عمرہ کے احرام کے بعد لیکن حج کے مہینوں مین اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہیں اور تاخیر کرنا صوم مین عرفہ کے دن تک افضل ہے
ہدی کے پا جانے کی امید پہ چنانچہ قران مین گذرا وان اراد المتمتع السوق للھدی وھو افضل احرم وساق ھدیہ اور اگر متمتع ارادہ
ہدی کے ہانک لیجانیکا اور یہ افضل ہے اس تمتع سے جسمین ہدی ساتھ نہو اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہے تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے
لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لیجاوے اپنے ساتھ اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے ہانکنے سے بھی احرام جائز ہے لیکن افضل نہیں وھو اولی من
قودہا الا اذا کانت لا تنساق فیقودہا اور ہدی کا ہانک لیجانا بہتر ہے اوسکو کہینچ لیجانے سے مگر جبکہ اوسکا ہانکنا مشکل ہو جانور کی تکلیف سے یا
اوسکی وحشت سے تو کہینچ لیجاوے وقلد بدنتہ وھو اولی من التجلیل اور پٹا گلے مین ڈالے اپنے اونٹ یا گائے کے اور پٹا ڈالنا افضل ہے جھول
ڈالنے سے اسواسطے کہ جھول کبھی آرایش کیواسطے بھی ہوتی ہے بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کیواسطے مخصوص ہے تقلید یہہ کہ جانور کے گلے مین پٹا ڈالا
جاوے اوسمین باندہی یا ٹکڑا چمڑے کا یا کہجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہہ جانور سواری کا نہین بلکہ حرم کو جاتا ہے وکرہ الاشعار وھو شق سنامہا
من الایسر او الایمن لان کل واحد منہما مثلۃ فاما من احسنہ بان قطع الجلد فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہے اشعار یہہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کو
بائین یا داہنی طرف سے چیرے اشعار اسواسطے مکروہ ہے کہ ہر شخص اسکو خوب نہین کر جانتا گوشت اور ہڈی تک صدمہ پہنچاتا ہے سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے
یعنی فقط کہال کو کاٹ دے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھہ مضائقہ نہین بلکہ ایسا اشعار مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ھم بحث احرام مین مفصل مذکور ہو چکا
کہ امام اعظم کے نزدیک اپنے اہل زمانہ کا اشعار مکروہ تھا جو بہت زخم کر دیتے تھے اور یہہ نہین کہ مطلقا اشعار مکروہ ہے واعتمر ولا یتحلل منہا حتی
یحرم للحج کما مر فیمن لم یسق اور عمرہ ادا کرے اور عمرہ کرنے سے احرام نہ اتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہے احرام اتارنے سے یہان تک کہ پہر
آٹھوین تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اوس متمتع کے بیان مین جسنے ہدی کو نہین ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ
علی الظاہر اور سر منڈاوے یوم النحر مین اور جبکہ اوسنے سر منڈایا تو حلال ہو گیا اپنے دونون احرام سے یعنی حج اور عمرہ کے دونون احرام حلق کے
بعد موقوف ہو گئے بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرہ کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تہا سر منڈانے تک والمکی ومن فی حکمہ یفرد
فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اوسکے حکم مین ہے یعنی جو مواقیت کے اندر رہتا ہو وہ نرا حج کرے فقط یعنی قران اور تمتع نکرے اسواسطے کہ حق تعالی
نے فرمایا ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام یعنی وہ تمتع اس شخص کیواسطے ہے جسکے اہل و عیال مسجد الحرام مین حاضر نہین ف
لو قرن او تمتع جاز واساء وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہے اور برا اوسنے کیا اور
اوسپر بعوض اس نقصان کے ذبح کرنا واجب ہے اور اوسکو روزہ رکھنا کافی نہوگا اگر وہ محتاجی سے ذبح نکر سکے ھم ماتن نے اپنی شرح مین کہا
کہ کتب فقہ مین جو یہہ مذکور ہے کہ مکی قران اور تمتع نکرے تو نفی سے مراد حلت کی نفی ہے نہ صحت کی نفی ومن اعتمر بلا سوق ھدی ثم عاد
الی بلدہ وحلق فقد الم الماما صحیحا فبطل تمتعہ پس متمتع نے عمرہ کیا بدون ہدی ہانکنے کے پھر بعد عمرہ کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو
اوسنے المام صحیح کیا تمتع اوسکا باطل ہو گیا ومن ساقہ تمتع کالقارن اور اگر متمتع ہدی لیگیا اور عمرہ کرکے اپنے گھر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع
کرنے مین اوسکو اختیار ہے اور اگر بعد اس عمرہ کے اس سال حج نکرے تو اوسپر کچھہ مواخذہ نہین اسواسطے کہ حج ہنوز شروع نہین کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے

احرام مکہ میں باندھا تو متمتع نہ ہوگا اور اسکا حکم مانند قارن کی یعنی جیسے قارن کے دو دم ہیں اسپر بھی قران باطل نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی وان طاف لها اقل

من اربعة قبل اشهر الحج فاتمها في اشهر الحج وحج من عامه تمتع وان طاف اربعة قبلها لا اعتبار الا لكثر اور اگر عمرہ کیواسطی چار شوط سے کم طواف

کیا حج کے مہینون سے پہلے اور طواف کو باقی چار شوط سے پورا کیا حج کے مہینون میں تو اوسکا تمتع صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہوا اور اگر

چار شوط کا طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر حج میں کیے تو تمتع صحیح نہیں بنا بر اعتبار اکثر طواف کے کوفی اذا اعتمر من عامه فيها اى

الاشهر وسكن بمكة اى اتخذ المكى وطنا او بصرة اى اتخذها دارا ثم حج من عامه متمتع بمقام سفره کوفی یعنے آفاقی نے اشہر حج میں عمرہ کرکے احرام

اوسکا کھولا اور مکہ میں رہا مراد یہ کہ داخل میقات رہا یا بصرہ میں رہا بصرہ سے مراد یہ کہ اپنے شہر کے سوا کہیں رہا اور اوسی سال اوس نے حج کیا تو یہ شخص متمتع ہوا

اسواسطے کہ اوسکا سفر ختم نہیں ہوا ولو افسدها واحرم من البصرة لمكة وقضاها وحج لا يكون متمتعا لانه كالمكى اور اگر اشہر حج میں عمرہ کو فاسد کر ڈالا

بسبب جماع کے یا پھر آیا بصرہ میں یا کہیں اور قضا کیا عمرے کو اور حج کیا تو متمتع نہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ کوفی بسبب فساد عمرہ کی مانند مکی کی ہوگیا یعنی

اوسکو مکہ میں رہنا واجب ہوگیا عمرہ قضا کرنے کیواسطی پھر جب وہ اہل مکہ میں ملگیا تو متمتع نہ رہا اسواسطے کہ عمرہ اوسکا مکی ہوگا نہ آفاقی کذا فی الطحطاوی الا ان

اذا رجع الى اهله ثم اتى بها اى بالعمرة والحج لانه سفر انشاه ولا يكون العمرة منه عاما فاسدا مگر جبکہ بعد فاسد کر ڈالنے عمرہ کے اپنے گھر

چلا گیا پھر گھر سے مکہ میں احرام باندھ کر پلٹ آیا اور عمرہ ادا کیا اور حج کیا اوسی سال میں تو البتہ متمتع ہوگا اسواسطے کہ جب اپنے وطن میں پہنچا تو سفر اول ہو چکا پھر جب دوبارہ

مکہ میں آیا تو یہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اسکا آفاقی ہوگا اور حج مکی اور یہ امر تمتع کو مضر نہیں کہ یہ عمرہ قضا ہے اس عمرہ کی جسکو فاسد کر چکا وای النسكين

افسده اتمه ولا دم للمتمتع بل القضاء اور دو عبادتونمیں سے جس عبادت کو متمتع فاسد کر ڈالے خواہ عمرہ کو خواہ حج کو تو اوسکو تمام کرے اسواسطے کہ

احرام سے نکلنا بدون ادا افعال کے نہیں ہوسکتا اور متمتع کا دم ساقط ہو جائیگا اسلئے کہ دونون عبادتون کے ادا کرنیکا سفر واحد میں وہ متمتع

نہیں ہوا بلکہ فاسد کر ڈالنے سے دم کرنا اوسپر البتہ لازم ہوگا کذا فی شرح الکنز

باب الجنايات

الجناية هنا ما تكون حرمته بسبب الاحرام او الحرم یہ باب ہے جنایات کے بیان میں جنایات جمع ہے جنایت کی اور جنایت لغت میں عبارت ہے ایسے امر سے جو برا ہو اور اصطلاح شرع میں جنایت ایسے

فعل کا نام ہے اور یہان یعنی کتاب الحج میں جنایت اوس فعل کو کہتے ہیں جسکی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندھنے کے یا حرم میں داخل ہونے کے وقد يجب

بها دم او دمان او صوم او صدقة فصلنا تفصيلا اور جنایت سے کبھی دو دم واجب ہوتے ہیں یا ایک دم یا صوم یا صدقہ سو انہیں امور کی تفصیل

کہتے ہیں اونہوں نے ایضاً اور قوله والواجب دم على محرم بالغ فلا شئ على الصبى خلافا للشافعى لو ناسيا او جاهلا او مكرها فيجب على نائم غطى

راسه دم واجب ہے محرم بالغ پر تو صبی محرم پر کچھ واجب نہیں بخلاف امام شافعی کے اگرچہ بالغ محرم بھولکر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اوسکو اختیار نہ ہو یعنی جنایت

کرنے میں مجبور ہو تو دم واجب ہوگا انسی سونیوالے پر جسکا سر کسی انسان نے ڈھکدیا اور عدم اختیار میں گناہ نہیں جز اکذا فی البحر ان طيب عضوا كاملا او

لونا او كحل او مسك او زعفران او نحوهما بقدر ما يجزم کرنا واجب ہے اگر محرم نے خوشبو دار چیز لگائی کسی پورے عضو میں جیسے سر اور پنڈلی اور ران میں اگرچہ

عضو خوشبو دار ہوگیا ہو بسبب مہندی وغیرہ کے یا ملک الکعبہ یعنی خوشبو لگائی اسقدر کہ اگر اسکو جمع کیجئے تو بقدر ایک عضو کے ہو جائے والبدن كله

كعضو ان اتحد المجلس والا فلكل طيب كفارة اور تمام بدن ایک عضو کی بابت ہے اگر مجلس متحد ہو اور نہیں تو ہر خوشبو کا کفارہ جدا ہے یعنی اگر

ایک مجلس میں خوشبو لگائی تو ایک دم لازم ہے اور اگر چند مجالس میں خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانیکا جدا کفارہ ہے کذا فی النهر ولو ذبح ولم

يزله لزمه دم آخر لتركه اور اگر خوشبو لگاکر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چھڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اوسپر لازم ہوا بسبب باقی رکھنے خوشبو کے

وكذا الثوب المطيب كذا في شرح الكنز واللازم دم وان لبسه يوما اور جو کپڑا کہ اکثر خوشبو دار ہو تو محرم کے واسطے پہننا اوسکا بشرطیکہ دن بھر اوسکو

پہنے ہو ایسا ہے جیسے خوشبو لگانا او خضب راسه بحناء فانها طيب مائعة فيه مكان یا محرم نے اپنے سر یا داڑھی میں پتلی مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑھی مہندی سر کو

لگائی تو دو دم واجب ہونگے ایک خوشبو لگانیکا اور دوسرا سر ڈھکنے کا بشرطیکہ ایک دن یا ایک رات مہندی لگی رہی یا تمام سر کو مہندی سے چھپا لے

كذا في المحيط وهي عن البحر۔ پہلے میں حدیث مرفوع ہے کہ الحناء طیب یعنی مہندی خوشبو ہے چونکہ مہندی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر نہ تھا لہذا
بعد ذکر مطلق خوشبو کے اسکو بھی ذکر کر دیا کذا فی النہر۔ او ادّهن بزيت او حلّ بحت اي الشيرج فعليه دم عند ابي حنيفة لانه اصل الطيب
بخلاف بقية الادهان۔ یا روغن زیتون یا میٹھا تیل بدن میں ڈالا اگرچہ دونوں خالص ہوں خوشبو سے اسواسطے کہ دونوں تیل اصل ہیں خوشبو کی امام اعظم
کے نزدیک اس راہ سے کہ خوشبودار پھول مثل گلاب اور بیلا اور چمیلی کے انمیں ڈالے جاتے ہیں تو دونوں خوب خوشبودار ہو جاتے ہیں بخلاف اور تیلوں
کے کہ انکے لگانے سے دم کرنا لازم نہیں ہوتا ہے حل بفتح حاء مہملہ و تشدید لام میٹھا تیل ہے یعنی تلوں کا تیل جسکو عرب شیرج کہتے ہیں کذا فی المستصفی [illegible]
ہیں اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور میٹھے تیل کے لگانے میں صدقہ واجب ہے نہ دم اور خوشبودار تیل میں بالاتفاق دم واجب ہے فلو اكله
او استعط او داوى به جراحة او شقوق رجليه او اقطر في اذنيه لا يجب دم ولا صدقة اتفاقا۔ اگر محرم نے روغن زیتون یا میٹھا تیل کھایا یا
ناک میں ڈالا یا اس سے زخم کی دوا کی یا دونوں پاؤں کی بوائی میں لگایا یا اپنے دونوں کانوں میں ٹپکایا تو اوسپر نہ دم کرنا واجب ہے نہ صدقہ بخلاف
المسك والعنبر والغالية والكافور ونحوها مما هو طيب بنفسه فانه يلزمه الجزاء بالاستعمال ولو على وجه التداوي۔ بخلاف مشک اور عنبر اور
غالیہ اور کافور اور اسیطرح کی چیزوں کے جنمیں ذاتی خوشبو ہے اسواسطے کہ انکے استعمال سے جزا لازم آتی ہے اگرچہ بطریق دوا انکو استعمال کرے لیکن محرم کو انکی
جزا میں اختیار ہے چاہے ذبح کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلادے کذا فی المحیط وہی ولو جعله في طعام قد طبخ فلا شيء فيه وان
لم يطبخ وكان مغلوبا كره اكله كشم طيب وتفاح۔ اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے میں ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمیں کوئی جزا لازم نہیں خواہ کھانے میں
خوشبو باقی رہی یا نہ رہی اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کھانے میں اوپر سے ڈالا اور خوشبودار مغلوب ہے یعنی کھانے سے کمتر ہے تو اوسکا کھانا مکروہ ہے اگر خوشبو
معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبو اور سیب کا سونگھنا مکروہ ہے م جس خوشبودار چیز کا کھانا معمول ہے جیسے گرم مصالح مانند لونگ اور الائچی اور دارچینی کے جبکہ وہ
کھانے میں مخلوط ہو جاوے تو اوسکا کھانا جائز ہے کذا فی منح الغفار۔ او لبس مخيطا لبسا معتادا فلو اتزر به او وضعه على كتفيه لا شيء عليه
یا محرم نے سیا کپڑا پہنا اسطرح جسطرح پہننے کی عادت ہے مثلاً قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہبند کے باندھا یا پاجامہ اپنے دونوں مونڈھوں پر
رکھا تو کوئی جزا اسپر واجب نہیں نہ ذبح نہ صدقہ او ستر راسه بمعتاد وهو ما يستعمل للبس او حمل فلا شيء عليه یا اپنا سر چھپایا معمولی لباس سے
جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا تغار یا گٹھری کے اٹھانے سے تو کوئی جزا اسپر واجب نہیں يوما كاملا او ليلة كاملة وفي الاقل صدقة پورا
دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو دم کرنا اوسپر واجب ہے اور اس سے کم میں یعنی دو تین پہر کے پہننے میں یا ساعت بھر میں صدقہ
واجب ہے نہ دم والزائد على اليوم كاليوم وان نزعه ليلا واعاده نهارا ولو جميع اللبس۔ اور ایک دن سے زیادہ پہننا دن کے برابر ہے یعنی جیسے ایک
دن کے لباس میں دم واجب ہے ویسے ہی [illegible] میں اگرچہ محرم رات میں لباس کو اتار ڈالتا ہو اور دن میں پھر اوسکو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اکٹھی پہنی ہو یعنی
ٹوپی اور قبا اور پاجامہ پھر صورت ایک ہی جزا واجب ہے ما لم يعزم على الترك عند النزع فان عزم عليه ثم لبس تعدد الجزاء
كفر للاول اولا۔ ایک روز اور چند روز کا لباس اسوقت تک برابر ہے جبتک محرم نے لباس اتارنے کیوقت ترک لباس کا ارادہ نہیں کیا سو اگر اسنے
کیوقت ترک لباس پر عزم کر چکا اور پھر اسنے سیا کپڑا پہنا تو اب جزا متعدد ہوگی یعنی جتنے بار ترک کا ارادہ کر چکا اوتنی بار [illegible] اسپر واجب ہوگا
خواہ اول قصور کا اوسنے کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو وكذا يتعدد الجزاء لو لبس يوما فاراق دما ثم دام على اللبس يوما آخر فعليه الجزاء ايضا
لانه معلق وكان للدوام حكم الابتداء۔ اور اسیطرح متعدد ہوگی جزا اگر اسنے سیا کپڑا ایک دن پہنا سو اوسنے اوسکی جزا میں ذبح کیا پھر اوسکا پہننا [illegible]
رہا تو دوسری جزا بھی اوسپر واجب ہوگی اسواسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہے تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتداء لباس کا ہے یعنی جیسے ابتدائی
لباس میں جزا واجب ہوئی تھی ویسے ہی بعد ذبح کے دوام لباس سے دوسری جزا واجب ہوئی ولو دام اللبس [illegible]
[illegible]

ہو جو احرام کیوقت پہنے تھا بعد احرام کے بھی دن بھر پہنے رہیگا تو اوسپر ذبح کرنا واجب ہوگا اگرچہ پہننے والے پر کسی نے زبردستی کی ہو یا وہ سوتا ہو کذا فی
النہر الفائق والتعدد بسبب اللبس فقد الجزاء اور اگر لباس پہننے کا سبب متعدد ہو تو اوسکی جزا بھی متعدد ہوگی چنانچہ محرم کو تپ آئی اور اوسنے مثلاً
قمیص پہنا پھر اوسکو صحت ہوگئی بعد اوسکے دوسری بیماری ہوئی یا دوسری قسم کی تپ آئی پھر اوسنے قمیص پہنا تو اوسپر دو کفارہ ہونگے کذا فی فتح القدیر لازم
ہونگے ولو اضطر الی لبس قمیص فلبس قمیصین او الی قلنسوة فلبسها مع عمامة لزمه دم واحد اور اگر محرم کو ایک قمیص کی حاجت ہوئی سو اوسنے دو
قمیص پہنین یا ایک ٹوپی کی حاجت ہوئی سو اوسنے ٹوپی کو پگڑی کے ساتھ پہنا تو اوسپر ایک ہی خون واجب ہوگا اسواسطے کہ سبب واحد ہے کذا فی النہر اور گنہگار
ہوگا کہ حاجت سے زیادہ پہنا کذا فی المحیط ولو تیقن زوال العذر ودام فاستمر کفر اخری اور اگر محرم کو یقین ہوگیا کہ لباس کی حاجت نہ رہی پھر بھی پہنے رہا
ایکدن یا دودن تو دوسرا کفارہ ہے اور اگر زوال حاجت مین شک ہو تو اوسپر ایک ہی کفارہ لازم ہے کذا فی النہر وتغطیة ربع الراس او الوجه کالکل
اور چوتھائی سر کا یا چہرہ کا ڈھکنا تمام سر اور چہرہ کی مانند ہے کفارہ مین ولا باس بتغطیة اذنیه وقفاه ووضع یدیه علی انفه بلا ثوب اور کچھ مضائقہ
نہین محرم کے دونون کان اور گدی کے ڈھکنے مین اور ناک پر بدون کپڑے کے ہاتھ رکھنے مین او حلق ربع راسه او ربع لحیته یا محرم اپنے چوتھائی
سر یا چوتھائی داڑھی کو مونڈے یعنی بالونکو دور کرے تو کسیطرح خواہ مونڈ کر یا اکھاڑ کر یا نورہ لگا کر او حلق محاجمه یعنی واجب الاحاجم کذا فی العصر
القفا یا محرم اپنے سر کے پیچھے اوس جگہ کو مونڈے جہان پچھنے لگاتے ہین ائمہ کی مراد یہ ہے کہ وہان مونڈے اور پچھنے بھی لگاوے تب اوسپر ذبح کرنا لازم ہوگا
اور اگر دونون فعل جمع نکرے یعنی فقط مونڈے بدون پچھنے کے یا پچھنے لگاوے بدون مونڈنے کے تو اوسپر صدقہ لازم ہوگا نہ ذبح یہ قصر بحر الرائق مین
منقول ہے فتح القدیر سے اسواسطے کہ [illegible] حلق چہارم سر سے قلیل ہے تو ذبح کرنے کو نہ واجب کریگا کذا فی الفتح او حلق احدی ابطیه او عانته او رقبته کلها
او قص اظفار یدیه او رجلیه او الکل فی مجلس واحد فلو تعدد المجلس تعدد الدم الا ان یتحد المحل کحلق الابط فی مجلسین او راسه فی اربع
یا محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موئے زہار مونڈے یا سب گردن کے بال مونڈے یا اپنے دونون ہاتھون کے ناخن یا دونون پاؤن کے ناخن کاٹے
یا دونون ہاتھ اور پاؤن کے ساتھ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس مین یعنی سب صورتون مین ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجلس متعدد ہوگی تو خون بھی متعدد
ہونگے یعنی ایک مجلس مین ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس مین دوسرے ہاتھ کے اور تیسری مجلس مین ایک پاؤن کے اور چوتھی مجلس مین دوسرے
پاؤن کے تو چار بکریان ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے مگر جب محل متحد ہوگا تو تعدد مجالس سے تعدد خون کا نہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو
دو مجلس مین مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس مین مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اسواسطے کہ محل جنایت متحد ہے اگرچہ مجالس متعدد ہوئی کذا فی
الطحطاوی او یدا او رجلا اذ الربع کالکل یا محرم نے ایک ہاتھ کے ناخن یا ایک پاؤن کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ
چوتھائی کل کی برابر ہے یعنی کل ہاتھ اور دو پاؤن مین ذبح واجب تھا تو ایک ہاتھ یا ایک پاؤن مین بھی ذبح واجب ہوگا اسواسطے کہ ایک ہاتھ جو چوتھائی
ہے کل کی اور چوتھائی کل کی قائم مقام ہوتی ہے چنانچہ حلق سر مین معلوم ہوچکا کذا فی المدد او طاف للقدوم لوجوبه بالشروع او للصدر جنبا
او حائضا یا محرم نے طواف القدوم اور طواف الصدر کو جنابت یا حیض کیحالت مین کیا بسبب اسکے کہ واجب ہو جاتا ہے طواف القدوم کے شروع کرنے سے یعنی ہرچند طواف
القدوم سنت ہے اور طواف الصدر واجب لیکن جب طواف القدوم کو شروع کیا تو اوسکا ادا کرنا واجب ہوگیا تو وجوب مین دونون طواف برابر ہوگئے
او للفرض محدثا یا فرض طواف یعنی طواف الزیارة کو بے وضو کیا تو ذبح کرنا بکری کا واجب ہے [illegible] اسواسطے کہ حالت طواف مین تو ذبح
یا صدقہ واجب نہین لیکن [illegible] مسجد الحرام مین [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] ان لم یعده اور اگر جنابت مین طواف الزیارة کیا
تو اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نہین کرلیا اور اگر طواف القدوم اور طواف الصدر اور طواف الزیارة کو بعد غسل اور وضو
کے اعادہ کیا تو اب کوئی چیز اوسپر واجب نہین نہ ذبح نہ صدقہ کذا فی الطحطاوی [illegible] فی الجنابة [illegible] المحدث والاول المعتبر
[illegible] کا اعادہ واجب ہے اگر جنابت مین کیا ہو اور مستحب ہے اعادہ اگر [illegible]

کیا ہو اور یہی قول اصح ہے کہ در صورت اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہے اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کو دور کرنیوالا ہے تو جب پہلا طواف معتبر ٹھہرا تو
صفا اور مروہ کی سعی کا اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی الجوہرۃ وفی الفتح لو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہ دم وکذا لو ترک من
طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر جنابت یا وضو نہونے میں عمرے کا طواف کیا تو اوسپر خون واجب ہے اور
اسیطرح خون واجب ہے اگر عمرے کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرہ کی جنایات میں صدقہ کو دخل نہیں او افاض من عرفۃ ولو لند بعیرہ
قبل الامام والغروب یا محرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے اگرچہ وہاں سے آنا اوسکا اونٹ کی بھاگنے سے ہو تو بھی
وجوب دم میں اختیاری آنا اور نہ اختیاری دونوں برابر ہیں ویسقط الدم بالعود قبل الغروب کذا فی الاختیار اور قول اصح میں ساقط نہیں ہوتا خون
عرفات میں پہر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہاں پہر گیا ہو کذا فی الغایۃ او ترک اقل من سبع الفرض یعنی ولم یطف غیرہ حتی لو طاف الصدر
انتقل الی الفرض ما یکملہ ثم ان بقی اقل الصدر فصدقۃ والا فدم یا طواف فرض کے سات شوط میں سے کمتر کو ترک کیا یعنی طواف الزیارۃ سے تین
شوط یا اس سے کم ترک کئے یعنی اسقدر کے ترک کرنے سے اوسوقت دم واجب ہوگا جبکہ اوسنے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف نکیا ہو یہانتک
کہ اگر اوسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کیطرف منتقل ہو جاوینگے جتنے میں کہ وہ پورا ہو جاوے خواہ ایک شوط یا دو یا
تین پہر بعد اس تکمیل کے اگر اوسکے ذمہ پر طواف الصدر کے اقل شوط باقی رہیں تو صدقہ واجب ہے اور اکثر شوط رہیں تو خون واجب ہے مثلا طواف الزیارۃ کے
تین شوط کم کئے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط تھے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط
کی اور یہ اقل طواف ہیں تو اسمیں صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہوں تو چار شوط کی کمی پڑیگی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف
ہیں تو اسمیں دم کرنا واجب ہوگا وبترک اکثرہ بقی محرما ابدا ای فی حق النساء حتی یطوف فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجلس الا ان
یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم رہیگا عورتوں کے حق میں یہانتک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو
جتنی بار کہ وہ جماع کریگا اوتنی بار اوسپر دم کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس جماع کی متعدد ہوں مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار دم کرنا
اوسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم رہیگا اسواسطے کہ اکثر بجائے کل ہے تو گویا اوسنے
اصلا طواف نہیں کیا کذا فی الطحطاوی او ترک طواف الصدر او اربعۃ منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرم طواف الصدر کے سب شوط
یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہوگا مکہ سے بدون نکلنے کے اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہیں عزم سفر پر موقوف ہے او ترک السعی
او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر کے ترک کرے یا سعی سوار ہو کر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہو کر
سعی کرے بسبب عذر کے تو اوسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او
اکثرہ ای اکثر رمی یوم یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ کے کل رمی کو یا ایک دن کے رمی کو یا پہلی رمی یعنی جمرۃ العقبہ کے رمی کو یا ایک دن
کے اکثر رمی کو ترک کرے ہم کل رمی کا ترک کرنا جبھی ہوگا کہ یوم النحر سے تیرہویں تک رمی نکرے کیونکہ جبتک کہ یہ دن باقی ہیں تو اعادہ رمی کا
ممکن ہے بترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک دم کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا جیسے کہ یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریاں ماریں تو چار
ترک ہوئیں یا ایام ثلثہ میں کسیدن گیارہ کنکریاں ترک کریں اور سب ایام کے رمی اور ایک دن کی رمی ترک کرنے میں ایک ہی بار دم کرنا اسواسطے واجب
ہوا کہ متحد الجنس ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی او حلق فی حل بحج فی ایام النحر فلو بعدہا فدمان او بعمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا حج کے محرم
نے سر منڈایا حل میں ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہے سو اگر بعد ایام نحر کے منڈوائیگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرہ کے محرم نے حل میں
سر منڈایا تو ایک خون واجب ہے بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم میں لا معتمر خرج ثم رجع من حل الی الحرم ثم قصر کذا الحاج ان رجع
فی ایام النحر والا فعلیہ دم یعنی خون واجب نہیں اوس عمرہ کرنیوالے پر جو حرم سے باہر نکلا پہر حل میں سے حرم کیطرف لوٹ آیا پہر اوسنے بال کتروائے

سر منڈاتو اور ایسا ہی جامع کا حکم ہے اگر ایام نحر کے اندر حرم میں پلٹ آوے اور اگر بعد ایام نحر کے حرم میں آیا اگر لوٹ آیا ہو یا نہ لوٹ آیا ہو تو اوسپر دم دینا واجب ہوگا التبیین اور غیرہ کے ۔ او قبل بعد الحلق ۔ یا محرم نے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہو لفظ قبیل کا حلق کے لفظ پر عطف ہو اور لمس کیا ہو یا الاول او لامس او استمنیٰ بکفّہ او جامع بھیمۃ وانزل ۔ یا عورت کا بشہوت مساس کیا انزال ہو یا نہو خون واجب ہو قول اصح مین یا اپنی کف دست آلہ تناسل مین لگا کر منی نکالی یا جانور سے جماع کیا اور انزال بھی ہوا تو خون واجب ہوگا اور بدون انزال کے خون واجب نہین کذا فی المطاوی من البحر او اخر الحاج للحلق وطواف الفرض عن ایام النحر لتوقتہما بہا ۔ یا حاجی نے سر مونڈانے اور طواف الزیارۃ مین ایام النحر سے تاخیر کیا اسواسطے کہ حلق اور طواف الزیارۃ ایام نحر مین متعین ہین بنا بر وجوب کے اور صاحبین کے نزدیک مناسک کی تاخیر مین خون واجب نہین ۔ او قدم نسکا علی آخر فیجب فی یوم النحر اربعۃ اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف ۔ یا مقدم کیا ایک عبادت کو دوسری عبادت پر جو یوم النحر مین چار عبادتین علی الترتیب واجب ہین اول جمرۃ العقبہ کی رمی پھر ذبح کرنا قارن اور متمتع کے حق مین نہ تنہا حج کرنیوالیکو پھر ذبح کے بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارۃ کرنا ان مناسک کی تقدیم اور تاخیر سے امام اعظم کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہو اور صاحبین کے نزدیک تقدیم تاخیر سے کچھہ واجب نہین اس دلیل سے کہ بخاری اور مسلم مین حدیث صحیح ثابت ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع مین منا کے اندر تھے اور لوگ مسائل دریافت کرتے تھے سو ایک مرد آیا اور اوسنے کہا کہ مجکو معلوم نہ تھا سو مین نے سر منڈایا ذبح کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھہ حرج نہین اور دوسرا شخص آیا اوسنے کہا یا رسول اللہ مجکو معلوم نہ تھا مین نے نحر کیا قبل رمی کے حضرت نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھہ حرج نہین سو حضرت سے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر کا سوال نہوا مگر حضرت نے یہی فرمایا کہ کر یعنی اب اوسکو کرلے اور کچھہ حرج نہین امام اعظم کیطرف سے یہہ جواب ہو کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی فساد حج البتہ متحقق ہو لیکن نفی جزا کی ثابت نہین اور صاف ظاہر ہے کہ تقدیم اور تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل نے اپنی نادانستگی کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہوتا تو سوال اور عذر کی کیا حاجت تھی اور حق یہہ ہو کہ یہہ حدیث ترتیب کی مسنون ہونی اور واجب ہونی دونونکی محتمل ہو اور چونکہ ابتداء اسلام تھی لہذا حضرت نے بسبب جہل کے اونکو معذور رکھا اور جزا کا حکم نہ دیا تو مقام اضطراب مین بنا بر احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہو علاوہ اسکے ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے نسک پر مقدم کرے اوسپر خون واجب ہو اور بعض نسخون مین بجای ابن مسعود کے ابن عباس مذکور ہین ہر چند اسکی سند مین ابراہیم بن مہاجر داخل ہو اور وہ ضعیف ہے لیکن طحاوی مین اس قول کو عبد اللہ بن عباس سے دوسری سند سے ذکر کیا ہو جسمین ابراہیم بن مہاجر مذکور نہین تو استدلال بیدا ہو گیا کذا فی فتح القدیر لکن لا شیء علی من طاف قبل الرمی والحلق نعم یکرہ لبّا وقد تقدم کما لا شیء علی المفرد الا اذا حلق قبل الرمی لان ذبحہ لا یجب ۔ لیکن کچھہ واجب نہین اوس شخص پر جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے کے ہان یہہ تقدیم مکروہ ہو کذا فی اللباب اور یہہ پیشتر گذر چکا جیسا کہ کچھہ مفرد پر خون واجب نہین تنہا حج کرنیوالے پر مگر اسصورت مین کہ سر منڈاوے پہلے رمی کے کیونکہ اوسپر ذبح کرنا واجب نہین یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر سبب سے دم واجب ہو اوسکو کچھہ ضرر نکریگی کذا فی الطحطاوی ابتداء باب سے یہانتک وہ مسائل مصنف نے مذکور کیے جنمین ایک خون واجب ہوتا ہو ۔ یجب دمان علی قارن حلق قبل ذبحہ دم للتاخیر ودم للقران علی المذہب کما حررہ المصنف وقال وبہ اندفع ما توہمہ بعضہم من جعل الدمین للجنایۃ ۔ اور واجب ہین دو خون اوس قارن پر جسنے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنیکے ایک خون جنایت کا بسبب تاخیر ذبح کے واجب ہے اور دوسرا قران کا بنا بر مذہب درست کے چنانچہ اسکو منقح کرکے بیان کیا ہو مصنف نے منح الغفار مین اور کہا ہو کہ اس تقریر سے دفع ہو گیا وہم جو بعض علما کو پیش آیا یہہ تصور کرکے کہ یہہ دونون خون جنایت کے ہین مصنف نے منح الغفار مین بیان کیا ہو کہ محمد بن الحسن جامع صغیر مین تصریح کی ہو کہ ایک خون قران کا ہو اور دوسرا تاخیر نسک کا تو اس تقریر سے صاحب ہدایہ کا اشتباہ دفع ہو گیا کہ دونو خونکو جنایت کا سمجھا ہو ۔ وان طیب جواب قولہ الا تی تصدق اقل من عضو او ستر رأسہ او لبس اقل من یوم ۔ اور اگر خوشبو لگائی عضو سے کمتر مین یعنی تمام عضو مین نہ لگائی یا اپنے سر کو ڈھک لیا یا سیا کپڑا پہنا ایکدن سے کم تو صدقہ دے بقدر نصف صاع کے شارح کہتا ہو ماتن کی عبارت مین ان طیب کا جواب اسکا اگلا قول ہو یعنی تصدق فی الخزانۃ فی الساعۃ نصف صاع وفیما دونہا قبضۃ وظاہرہ ان الساعۃ فلکیۃ ۔ خزانہ مین ہے کہ ایک ساعت کے لباس مین نصف صاع کا صدقہ ہو اور اس کم مین ایک مٹھی بھر کا صدقہ ہو شارح کہتا ہو اور ظاہر کلام خزانہ کا اسپر دلالت کرتا ہو کہ ساعت سے مراد ساعت نجومی ہو یعنی ایک گھنٹہ اس بات کو ضبط کرنا کہ ایک گھنٹہ ہوا کہ ہے یا نہین یہ فقہ میں مستعمل نہیں ہے طحطاوی نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہے

تو بشرط جیسہ تھوڑا سا جو سکو ذکر کرتا اوحلق شاربہ او اقل من ربع رأسہ او لحیتہ او بعض رقبتہ یا محرم نے اپنی مونچہ کو مونڈا یا ربع سر
یا داڑہی کو جو تہائی سے کم مونڈا یا اپنی گردن کے تہوڑے بال مونڈے او قص اقل من خمسۃ اظافیر او خمسۃ الی ستۃ عشر متفرقۃ من کل
عضو اربعۃ وفیہ یصدق بکل ظفر نصف صاع الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء یا پانچ ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق
ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنی ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پاؤن سے چار اور دوسرے پاؤن سے چار سب سولہ ناخن ہوئے
اور یہہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا میں نصف صاع کا صدقہ ہے تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھہ صاع ہوئے جسکے تخمیناً کچہہ اوپر ۲۴ سیر گیہون
ہوتے ہین تو اسقدر دینا چاہیے مگر اوس صورت مین جبکہ یہہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کی برابر ہو جاوے تو جتنا چاہے کم کرڈالے تاکہ اقل عضو کی
جزا عضو کامل کی جزا کی برابر نہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہے یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کتب معتمدہ مین
مثل ہدایہ اور اوسکی شروح مین یہی مذکور ہے کہ ہر ناخن کی جزا نصف صاع ہے بخلاف وقایہ اور دُرر کے کہ انمین ایک ہی صدقہ پر اکتفا کی ہے

او طاف للقدوم او للصدر محدثا او ترک ثلثۃ من سبع الصدر ویجب لکل شوط منہ ومن السعی نصف صاع او احدی الجمار الثلث
ویجب لکل حصاۃ صدقۃ الا ان یبلغ دما کما مرّ وافاد الحدادی انہ ینقص نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو طواف
کیا یا طواف الصدر کے سات شوط سے تین شوط کم کرڈالے اور طواف کے ہر شوط اور سعی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہے یا
جمرات ثلثہ سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہے یعنی نصف صاع کا مگر یہہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کی برابر ہو جاوے
تو کچہہ کم کرڈالے چنانچہ ابہی مذکور ہو چکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہے کہ نصف صاع کم کرڈالے ھم طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف
ہے معتمد وہی ہے جو متون مین مذکور ہے یعنی جتنا چاہے کم کرڈالے او حلق رأس غیرہ او حلق غیرہ او رقبتہ او قلم ظفرہ بخلاف الطیب
عضو غیرہ او البسہ مخیطا فانہ لاشیء علیہ اجماعا ظہیریۃ یا محرم کسی غیر شخص کا سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے
یا اوسکے ناخن کاٹے بخلاف اسکے کہ اگر غیر کے کسی عضو مین خوشبو لگا دے یا اوسکو سیا کپڑا پہنا دے تو اوسپر کچہہ لازم نہین بالاتفاق نہ خون نہ صدقہ
کذا فی الظہیریۃ تصدق بنصف صاع من بر کالفطرۃ تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے مانند صدقہ عید الفطر کے ھم یہہ جواب ہے ان طیب کا
یعنے اگر ایک عضو سے کم مین خوشبو لگاوے یا ایک دن سے کم سر کو ڈہکے یا سیا کپڑا پہنے یا مونچہ یا ربع سر سے کم مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے
یا طواف القدوم اور طواف الصدر کو بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر کے کم کرے یا کسی جمرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا سر مونڈے تو نصف
صاع گیہون کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہون کی قید اتفاقی ہے چاہے نصف صاع گیہون دے چاہے ایک صاع کہجور یا جو دے لہذا شارح نے
صدقہ فطر کی تمثیل دی وان طیب او حلق او لبس بعذر خیر ان شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع علی ستۃ مساکین این شاء
او صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کرتے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اوسکو اختیار ہے اگر اوسکا جی چاہے تو حرم
مین ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہون چہہ محتاجونکو صدقہ دے جہان چاہے حرم مین یا غیر حرم مین یا تین روزے رکہے جہان چاہے اگرچہ روزے
متفرق ہون طحطاوی نے کہا عذر یہہ ہے کہ خوف ہلاکی کا ہو بسبب شدت سرما کے یا بیماری ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہر اخوف سے
مراد یہہ ہے کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا نہ وہم لیکن اس شرط سے کہ موضع ضرورت سے زیادتی نکرے یعنی اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت دفع ہوتی ہو تو
پگڑی نہ باندہے اور اگر بے ضرورت باندہیگا تو حرام ہے لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آویگا جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے گمان کیا ہے چنانچہ
شرنبلالی نے اسکی تصریح کردی ہے ھم صحاح ستہ مین کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مین اپنی
ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تہا اور جوئین میرے منہ پر جہڑ رہی تہین سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجکو تکلیف دیتی ہین تیرے سر کے کیڑے مین نے کہا ہان فرمایا
کہ مونڈ ڈال اور تین روزے رکہہ یا چہہ محتاجونکو کہانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجکو معلوم نہین کہ ان تین چیزون مین سے کونسی چیز

جیسے بتلانی پھر یہہ حدیث اور یہی یعنی فمن کان منکم مریضًا او به اذی من رأسه ففدیة من صیام او صدقة او نسك یعنی پھر شخص
تم مین سے بیمار ہو یا اوسکے سر مین تکلیف ہو تو اوسکو سر منڈانے سے تین روزے ہین یا صدقہ یا ذبح کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور صحیحین کی ایک
روایت مین ہے کہ حضرت نے کعب بن عجرہ سے فرمایا کہ بکری میسر ہو اوسنے کہا نہین فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکین کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف
صاع ہو چونکہ صدقہ اور روزہ قرآن مین مجمل تھے حضرت نے اوسکی تفصیل بیان فرمائی و نظمه فان اهدی للسبیلین من ادمی ولو ناسیا او
مکرها او نائمة او صبیا او مجنونا ذکره الحدادی لکن لا دم ولا قضاء علیه قبل وقوف فرض فسد حجه اور محرم کا جماع کرنا انسان
سے پہلے وقوف عرفات کے اوسکے حج کو فاسد کرتا ہے خواہ قبل مین جماع کیا ہو خواہ دبر مین محرم نے عمدًا جماع کیا یا بھولکر اپنی خوشی کیا یا زبردستی
جاگتی عورت سے صحبت کی یا سوتی سے مجرم صغیر ہو یا جوان ہوشیار ہو یا دیوانہ صغیر اور مجنون کی حدادی نے تصریح کی ہے لیکن صغیر اور مجنون پر اس
جماع سے نہ دم ہے اور نہ قضا حج لازم ہے اور علما دی نے کہا وطی انسان کی ہر صورت مفسد حج کی انزال ہو یا نہو اور جانور کی وطی مطلقا مفسد نہین
لہذا شارح نے آدمی کی قید لگائی اور یہہ جو فتح القدیر مین ہے کہ وطی صغیر کی مفسد حج نہین سو قول ضعیف ہے ولوالجیہ اور مناسک ابن ضیا کے
مخالف ہے کذا فی النہر ولکن المواسنة مخالف کرہنا او ذکرًا مقطوعًا فسد حجها اجماعًا اور اسیطرح اگر عورت نے ذکر حمار کو یا ذکر مقطوع کو اپنی
شرمگاہ مین داخل کر لیا تو اوسکا حج فاسد ہو گیا باتفاق ویمضی وجوبًا فی فاسده کجائزه ویذبح ویقضی ولو نفلا اور واجب ہے
کہ اپنے فاسد حج کو کیے جاوے جیسے حج جائز کو کرتے ہین یعنی فاسد جانکر اوسکو بالکل ترک نکرے بلکہ جسقدر مناسک باقی رہگئے ہون اونکو پورا کرے اور
ذبح کرے اور اگلے سال اس حج کی قضا کرے اگرچہ یہہ حج فاسد فرض نہو بلکہ نفل ہو تو بھی قضا واجب ہے اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے جو
ابوداؤد کے مراسیل مین مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونون محرم تھے سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ
پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونون اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اگرچہ یہہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل
امام اعظم کے نزدیک حجت ہے علاوہ اسکے دارقطنی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہے سائل نے پوچھا جب حج
باطل ہوا تو بیٹھہ رہے کہا نہین بلکہ لوگونکے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہین سو وہ بھی کرے یعنی مناسک کو عمل مین لاوے اور سال آیندہ قضا کرے
اور ہدی لاوے اور عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا فتوی اسکے موافق ہے بیہقی نے کہا کہ ان آثار کی اسناد صحیح ہین اور امام مالک
کی موطا مین علی مرتضی اور عمر فاروق اور ابوہریرہ سے اسی قسم کا فتوی ثابت ہے کذا فی فتح القدیر ولو افسد القضاء هل یجب قضاء القضاء لم اره
ولذا یظهر ان المراد بالقضاء الاعادة اور اگر سال آیندہ مین قضا حج کو بھی فاسد کر دے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہے یا نہین شارح
کہتا ہے مین نے یہہ مسئلہ کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا اور ظاہرا قضا سے مراد یہان اعادہ ہے حج کا یعنی لغوی معنی مراد ہین ہم یہہ تقریر کتاب
نہر کی ہے جو مصنف کے جامع ازہر مین کسی طالب علم کے سوال کے جواب مین مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر ولم یتفرقا وجوبًا بل ندبا ان خاف
الوقاع اور واجب نہین قضا حج کو دوسرے سال آوین تو اونپر جدا رہنا واجب نہین بلکہ مستحب ہے اگر وقوع جماع کا خوف ہو اسواسطے کہ مشقت
قضا حج کی ترک جماع مین کافی ہے ووطؤه بعد وقوفه لم یفسد حجه و یجب بدنة وبعد الحلق قبل الطواف فشاة لخفة الجنایة اور جماع
محرم کا بعد وقوف عرفات کے حج کو فاسد نہین کرتا اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہو چکا کہ جو عرفات مین ٹھہرا اوسکا حج تمام ہوا یعنی فساد سے محفوظ
ہوا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے چنانچہ ابن عباس سے بھی مروی ہے کذا فی فتح القدیر اور بعد سر منڈانے طواف
الزیارت کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہے اسواسطے کہ جنایت قاصر ہے کیونکہ بعد حلق کے سوا عورتون کے سب اشیا محرم
کو حلال ہو جاتے ہین تمام متون فقہ مین یہی روایت ہے ابن ہمام نے کہا کہ اسمین بھی اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا ہے اور بحرالرائق مین اسکو
رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی ووطؤه فی عمرته قبل طوافه اربعة مفسد لها فیمضی ویقضی وذبح شاة وبعد اربعة ذبح ولم

تفسيدُ حلالًا فالشاة فيه اور وطی محرم کا عمرہ مین قبل طواف کرنے چار شوط کے مفسد ہی عمرہ کو تو بعد فاسد ہونے کے عمرہ کے افعال کو کرتا رہے
اور ایک بکری ذبح کری اور عمرہ کو قضا کری بنا بر وجوب کے اور وطی کرنا محرم کا عمرہ مین بعد چار شوط کے مفسد عمرہ کا نہین لیکن لیس تجھ پر کی
جزا مین ایک بکری ذبح کری بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک چار شوط کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہوتا ہی اسواسطے کہ عمرہ اونکے نزدیک فرض
ہے کذا فی الطحاوی فان قتل محرم صیدا ای حیوانا بریا متوحشا باصل خلقته اگر قتل کری محرم صید یعنی شکار کو تو اوسپر جزا واجب ہے
صید کہتے ہین خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو مع خشکی کا جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل خشکی مین ہو اگرچہ پانی مین رہا کرتا ہو اور
دریائی جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل پانی مین ہو اگرچہ وہ خشکی مین رہا کرتا ہو چنانچہ مچھلی اور مینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا اور کچھوا اور
اور مگر تو انکے قتل مین محرم پر جزا واجب نہین اور خشکی کے جانور مین دوسری قید یہہ ہی کہ اپنی اصل خلقت مین وحشی ہو وحشی سے یہہ مراد ہی کہ جب اسکو
پکڑا چاہی تو بھاگ جاوی خواہ پانون سے خواہ پرون سے تو پلاؤ ہرن صید مین داخل ہی اسواسطے کہ اصل مین وحشی ہے اور وحشی اونٹ اور گای صید
مین داخل نہین اسواسطے کہ انکی اصل خلقت مین وحشت نہین اور صید جانور ماکول اور غیر ماکول دونونکو شامل ہی تو سبکا قتل محرم کو حرام ہی حل اور حرم
دونون مین سوای اون جانورون کے جو مستثنے ہین اور مصنف انکو بیان کریگا کذا فی الفتح والطحاوی او دل علیه قاتله ومصدقًا غیر عالم والمتصل
القتل بالدلالة والاشارة والدال والمشیر باق علی احرامه واخذه قبل ان ینفلت عن مکانه یا محرم نے صید پر اوسکی قاتل کو دلالت کی یعنی
قاتل کو شکار بتا دیا کہ فلانے مکان مین ہی دلالت کی پانچ شرطین ہین ایک یہہ کہ قاتل دلالت کرنیوالی کی تصدیق کری تصدیق کا یہہ مطلب نہین کہ محرم سے
یون کہی کہ تو اس دلالت مین سچا ہی بلکہ تصدیق سے یہہ مراد ہی کہ اوسکی تکذیب نکری تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکذیب کی اور دوسری محرم کی دلالت
کی تصدیق کرکے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہوگی اور دوسری شرط یہہ ہی کہ قاتل صید سے واقف نہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی دلالت
سے جزا لازم نہوگی تیسری شرط یہہ ہی کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہہ ہی کہ محرم دلالت کرنیوالا اور اشارہ کرنیوالا
اپنے احرام پر باقی رہے صید کے قتل ہونے تک تو اگر بتانے کیوقت احرام ہو اور قتل کیوقت احرام اُتار چکا ہو تو اوسپر جزا لازم نہوگی پانچوین شرط یہہ ہی
کہ قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اسکے کہ وہ اپنی جگہہ سے بھاگے یعنی جہان محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہین اوسنے اوسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہان
سے اوٹھ گیا اور دوسری مکان مین گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہوگی دلالت اور اشارہ مین یہہ فرق ہی کہ دلالت غیبت مین ہوتی ہی اور اشارہ سامنے
ہوتا ہو بدأ او عاد ناسیًا او عامدًا مبتدئا او عائدًا محرم کا قتل کرنا صید کو یا اوسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول مرتبہ مین ہو یا دوسری تیسری مرتبہ مین اور
بار قتل یا دلالت واقع ہوئی ہو یا دوبارہ بھولکر ہو یا جانکر صید مباح ہو یعنی جنگلی یا کسیکا مملوک لیکن صید مملوک مین دو قیمتین محرم پر واجب ہونگی
ایک قیمت مالک کیواسطے اور دوسری قیمت احرام کی جزا مین کذا فی حاشیة الطحاوی فعلیه جزاؤه ولو سبعا غیر صائل مستانسا او حماما ولو
مسرولا بفتح الواو ما فی رجلیه ریش کالسراویل یعنے اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کری تو اوسپر اوسکی جزا واجب ہی اگر صید ایسا درندہ جانور
ہو جسنی حملہ نہین کیا یا صید مانوس یا مدہ مالوف ہو جیسے پلاؤ ہرن یا کبوتر ہو اگرچہ مسرول کبوتر ہو مسرول بضم میم و فتح سین وسکون را و فتح واو اوس کبوتر کو
کہتے ہین جسکی پانوں مین پر ہون مانند پاجامہ کی امام مالک کے نزدیک مسرول کبوتر صید نہین اسواسطے کہ وہ مانوس ہی وحشی نہین تو اوسکا حکم بطی کی
برابر ہی ہم کہتے ہین کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہی لیکن وہ اپنی بھاری پرون کے اُڑ نہین سکتا کذا فی المنح ولو مضطرا الی اکله
کما یلزمه القصاص لو قتل انسانا واكل لحمه یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کہانے مین مجبور اور مضطر ہو تو بھی اوسپر جزا واجب ہی جیسا کہ
محرم پر قصاص لازم ہی اگر وہ کسی انسان کو قتل کری اور اوسکا گوشت کہاوی اضطرار مین یعنی اضطرار سے صید کی جزا اور انسان مقتول کا قصاص ساقط
نہین وتقدم المیتة علی الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قیل والخنزیر اور حالت اضطرار مین مردہ جانور کہانا مقدم ہی صید پر اور صید
مقدم ہی مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف مین صید مقدم ہی سور پر ہم تقدیم مردار کی صید پر اسمین اختلاف روایت ہی خاوی

فاسی ہان مین مردار کو تقدیم ہے صید پر اور مبسوط مین صید کو تقدیم ہے مردار پر واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر و لو قیمت ثبت تنبیہا کہ حل امساکہ
کما لا یحل کل طعام مضطر یا اجر اور اگر میت نہو تو کسی حالمین حلال نہین جیسے ایک مضطر کو دوسرے مضطر کا طعام کہانا جائز نہین و فی البزازیہ الصید
للمحرم اولی اتفاقا لعدم بنازیہ مین ہے کہ ذبح کیا ہوا شکار کا کہانا بہتر ہے مردار کہانے سے بالاتفاق اسواسطے کہ مردار مین حرمت ذاتی ہے اور
شکار مین عارضی کذا فی الطحطاوی علی الزیلعی و الجزاء عند ابی حنیفۃ و ابی یوسف رحمہما اللہ ان یقوم الصید فی المکان الذی قتل فیہ او فی اقرب المواضع
منہ ان کان فی بریۃ فیقومہ ذوا عدل لا التقویم لا التقسیم ید صید کی جزا وہ قیمت ہے جسکو دو عادل مسلمان مقرر کر دین جسجگہ مین کہ صید مقتول ہوا
یا اوس مکان سے قریب جو مقتل کے نزدیک تر ہو اگر اوسکو مقتل مین قیمت نہو بسبب جنگل ہونے کے تو کلمہ او کا مصنف کی عبارت مین تقسیم کیواسطے ہے نہ اسواسطے
بہ اختیار دیتے ہین اور قول ضعیف مین ایک عادل کا قیمت مقرر کر دینا کافی ہے اگرچہ قاتل ہی قیمت کو ٹہراوے ہم ایک عادل کا قیمت ٹہرانا اسواسطے
ضعیف ہے کہ ظاہر نص قرآنی کے مخالف ہے اور نص مین ظاہرا دو عادل کا ہونا واجب معلوم ہوتا ہے نہ مستحب کذا فی فتح القدیر امام اعظم اور ابو یوسف
کے نزدیک جزا ہر صید مین قیمت لازم ہے اور امام شافعی اور محمد کے نزدیک مثل ہونا صید کا جزا مین ضرور ہے چنانچہ ہرن مین بکری اور خرگوش مین بکری
کا بچہ اور شتر مرغ مین اونٹ اور گورخر کے قتل مین گاے اونکے نزدیک لازم ہے حق تعالی نے فرمایا لا تقتلوا الصید و انتم حرم و من قتلہ منکم متعمدا
فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ہدیا بالغ الکعبۃ او کفارۃ طعام مساکین او عدل ذلک صیاما یعنی صید کو نہ مارو محرم ہوکر اور جو تم مین سے
قصدا مارے تو جزا ہے مثل اوسکی جسکو مارا جانورون مین سے وہ جزا جسکو دو عادل شخص تم مین سے حکم کرین نیاز پہنچے کعبہ کو یا کفارہ طعام مساکین کا یا برابر اوسکی صیام
تو امام شافعی کے نزدیک مماثلت ظاہری لازم ہے اور امام اعظم کے نزدیک مماثلت معنوی واجب ہے یعنی باعتبار قیمت کے اسواسطے کہ مماثلت مطلقہ تو
وہ ہے جو صورۃ اور معنی دونون ہو چنانچہ مشترک النوع مین سو مماثلت مطلقہ تو یہان بالاتفاق مراد نہین لہذا مماثلت معنوی مراد ہوئی اسواسطے کہ
شرع مین مماثلت معنوی ہی متعین ہے چنانچہ حقوق العباد مین کذا فی الہدایہ و شروحہا و الجزاء فی سبع حیوان لا یؤکل لحمہ و لو خنزیرا او فیلا
لا یزاد علی قیمۃ شاۃ و ان کانت السبع اکبر منہا لان الفساد فی غیر الماکول لیس الا باراقۃ الدم فلا یجب فیہ الا دم و کذا لو قتل
مثلما اضمنہ لحق اللہ تعالی غیر معلم و لمالکہ معلما اور درندہ جانور کا بدلا زیادہ نہ کیا جاوے بکری کی قیمت سے درندہ جانور سے یہان
وہ جانور مراد ہے جو حلال نہین اگرچہ سور ہو یا ہاتھی یا بندر تو غیر ماکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم مین بڑا ہو بکری سے اوسکی قیمت زیادہ نکی جاوے گی اسلئے کہ
غیر ماکول اللحم کے قتل مین سواے خون ریزی کے کوئی فساد نہین کیونکہ اوسکا گوشت لائق کہانے کے نہین تو اوسمین واجب نہین مگر خونریزی سو بکری
مین حاصل ہے اور اسیطرح اگر محرم نے معلم درندہ کو قتل کیا مثلا شکاری چیتا یا باز تو حق اللہ مین غیر معلم کی جزا دیوے اور اوسکے مالک کو معلم کی قیمت
دیوے اسواسطے کہ ضمان مالک کا باعتبار اوسکی انتفاع کے ہے اور حق شرع باعتبار اوسکی ذات کے ہے نہ بلحاظ تعلیم کے کذا فی النہر ثم لہ ای للقاتل ان
یشتری بہ ہدیا و یذبحہ بمکۃ او طعاما و یتصدق این شاء علی کل مسکین و لو ذمیا نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعیر
کالفطرۃ پہر دریافت کیا چاہیئے کہ جب مقتول صید کی دو عادل قیمت ٹہرا دیوین تو قاتل کو اختیار ہے کہ اوس قیمت سے ہدی مول لے اور اوسکو مکہ مین
جاکر ذبح کرے یا اوس مقدار قیمت کا طعام مول لے اور جہان چاہے تصدق کرے ہر محتاج کو نصف صاع گیہون یا پورا صاع کہجور یا جو مانند صدقہ
عید الفطر کے اگرچہ محتاج ذمی ہو اور طحطاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ صدقات واجبہ کا ذمی کو دینا جائز نہین چنانچہ
کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوچکا لا یجزیہ اقل او اکثر منہ بل یکون تطوعا کفایت نہین کرتا اس سے کمتر دینا یا اکثر دینا بلکہ اکثر دینا نفل صدقہ ہوگا
نہ واجب او صام عن طعام کل مسکین یوما یا ہر ہر مسکین کے طعام کی عوض ایکدن روزہ رکہے خلاصہ یہ ہے کہ قاتل کو تین امرمین اختیار ہے کہ
صید کی قیمت سے گائے یا بکری خرید کرکے حرم مین لیجا کر ذبح کرے یا اوس قیمت سے مثلا گیہون مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا بجاے
نصف صاع کے ایک روزہ رکہے یعنی اگر پانچ فقیرونکو نصف نصف صاع گیہون پہنچتے ہوتے تو پانچ روزے رکہے اور اگر دس کو پہنچتے ہون تو دس روزے رکہے

ولا تفصل عن طعام مسکین فان کان الواجب ابتداء اقل منہ تصدق بہ او صام یوما بدلہ اور ایک مسکین کے حصہ سے کم لازم آوے بدلے
سے نصف صاع سے تھوڑا ہی واجب ہوا ہو مثلاً گنجشک کے قتل سے ربع صاع گیہوں واجب ہو تو وہ تمامی مسکین کو دیدے یعنی نصف صاع
سے کم دیا دسکو عوض ایک دن روزہ رکھے ولا یجوز ان یفرق نصف صاع علی مساکین قال المصنف تعالی ہکذا ذکر ہا ہنا وذکر
فی الفطرۃ المطوی انہ یجوز کذلک ہنا اور جائز نہیں نصف صاع کو چند مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح مسمی الکافی میں بحر الرائق کی پیروی
کرکے کہا کہ اسیطرح فقہا نے یہاں یعنی جزاء صید میں ذکر کیا ہے اور صدقہ فطر میں اسکا جواز مقدم ہو چکا ہے تو یہاں بھی اسیطرح لائق ہے کیونکہ منصوص
نص قرآنی یہاں مطلق ہے تو اپنی اطلاق پر جاری رہیگی کذا فی النہر ولکن لا بالتملیک ہنا کدفع القیمۃ اور یہاں اباحت طعام کافی ہو بخلاف
قیمت دینے کی یعنی اطعام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مساکین کو طعام کا مالک کر دیوے دوسری یہ صورت ہے کہ کھانا پکا کر دونوں وقت اونکو بیٹھا
بٹھلا کے کھلا دیوے جتنا وہ کھاویں یا نصف نصف صاع کی قیمت ہر مسکین کو دیدے ولا ان یدفع کل الطعام الی مسکین واحد ہنا بخلاف
الفطرۃ لان العدد منصوص علیہ اور جائز نہیں دینا سب طعام کا ایک مسکین کو یہاں بخلاف صدقہ فطر کے اسواسطے کہ جزاء صید میں عدد مساکین
مصرح ہو قرآن میں بلفظ جمع کما لا یجوز دفعہ ای الجزاء الی من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وان علا وفرعہ وان سفل وزوجتہ وزوجہا
وہذا ہو الحکم فی کل صدقۃ واجبۃ کما عرف فی المصرف جیسا کہ جائز نہیں دینا اس جزا کا ان لوگوں کو جنکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں جیسا
اصل محرم کی اگرچہ اونچی ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچی ہو یعنی اپنے اصول اور فروع کو قریب ہوں یا بعید دینا جائز نہیں اور زوج کو اپنی زوجہ کا
دینا اور زوجہ کو اپنے زوج کا دینا جائز نہیں اور یہی حکم ہے جمیع صدقات واجبہ میں کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا جائز نہیں چنانچہ اسکی
تفصیل مصرف زکوۃ میں مذکور ہو چکی ووجب بجرحہ ونتف شعرہ وقطع عضوہ ما نقص فی الرقیقین الا صلاح فان قصد التخلیص کحمام
من مخلب سنور او شبکۃ فلا شیء علیہ وان مات اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی جزا بقدر نقصان کے
بشرطیکہ یہ سب حرکتیں بقصد اصلاح نہ واقع ہوئی ہوں سو اگر بقصد اصلاح ہوئی ہوں چنانچہ کبوتر کے چھڑانے بلی سے یا جال سے کچھ پر اکھڑ گئے تو اسصورت میں
محرم پر کوئی چیز واجب نہیں اگرچہ وہ اس حال میں مر بھی جاوے ہم جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہے کہ صحیح سالم جانور کی قیمت کیجاوے پھر ناقص کی قیمت ٹہرائی
جاوے تو جسقدر دونو قیمتوں میں تفاوت ہو اوتنا محرم پر واجب ہے مثلاً صحیح سالم جانور کی ۳۰ درم قیمت ہو اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۲
درم قیمت ہو جاوے تو دس درم محرم پر واجب ہونگے اس دس درم سے خواہ ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دیوے یا
بقدر اسکے روزے رکھے ووجب بنتف ریشہ وقطع قوائمہ فخرج من حیز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پاؤں کاٹنے سے کل قیمت اسکی
واجب ہوگی اسواسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع سے یعنی اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پروں کے سبب سے اڑ جاتا ہے اور چرند اپنے پاؤں سے بھاگ جاتا
ہے پھر جب پرندہ کے پر اکھاڑ ڈالے یا چرند کے پاؤں کاٹے تو وہ اب اپنے کو بچا نہیں سکتا تو گویا اسکی جان سے مارا لہذا کل قیمت اسکی واجب ہوتی
کذا فی النہر والطحطاوی وکسر بیضہ غیر المذر اور اسکے انڈے کو توڑنے سے کل قیمت انڈے کی واجب ہے بشرطیکہ گندہ نہ ہو اور اگر انڈا گندہ ہو گا تو محرم
پر کچھ واجب نہیں وخروج فرخ میت بہ ای بالکسر اور قیمت واجب ہے مردہ بچہ نکلنے سے بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو
واجب ہے اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے میں بچہ مردہ ہے تو کچھ واجب نہیں اور اگر معلوم نہو کہ توڑنے سے پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو احتیاطاً
قیمت واجب ہے کذا فی الدرر وذبح حلال صید الحرم اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہے یعنی جس شخص کا احرام نہیں باندھا ہے وہ حرم
کی شکار کو ذبح کرے تو اوسپر واجب ہے کہ اوسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے عوض روزہ رکھنا
جائز نہیں اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نکرے بلکہ دوسرا شخص اوسکی دلالت سے ذبح کرے تو اوسپر کچھ گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی وحلبۃ قیمتہ
اور قیمت دودہ کی واجب ہے صید حرم کے دودھ دوہنے سے وقطع حشیشہ وشجرہ حال کونہ غیر مملوک ولیس مما ینبت الناس بنفسہ سواء کان مملوکا

او کاٹنے میں کچھ جزا واجب نہیں فی ملکہ او ملک غیرہ لان قطعہا انسان فعلیہ قیمتہ لمالکہا اور یہ ملتقی الشرح بنا علی قولہما المفتی بہ من ان ارض
الحرم مملوکۃ اور قیمت واجب ہو حرم کی گھاس اور حرم کے درخت کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنی خودرو جو آدمی کا بویا ہوا نہ ہو اور نہ ایسا ہو کہ انسان کے بونے کا عادی ہو
ہوا نہو یہانتک فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر ببول کا درخت جسکو کیکر بھی کہتے ہیں حرم میں کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر خود اُگا ہوا اور کوئی اوسکو
کاٹ ڈالے تو کاٹنے والے پر دو قیمتیں واجب ہیں ایک قیمت اوسکے مالک کے واسطے اور دوسری قیمت حق شرع کے واسطے اس مسئلہ کی بنا پر صاحبین کے مفتیٰ بہ
قول پر کہ زمین حرم کی مملوک ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک زمین حرم وقف ہے تو مملوک نہیں ہو سکتی ولا منبت لیس من جنس ما ینبتہ الناس
فلو من جنسہ فلا شی علیہ اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہے کہ وہ جمانیکا درخت نہو یعنی اُس قسم کا درخت نہو جسکو لوگ باعتبار اپنی عادت
کے بوتے اور جماتے ہیں تو اگر اسکی ہم جنس ہو یعنی ایسا خودرو درخت ہو جسکو لوگ بوتے اور جماتے ہوں تو اوسکو کاٹنے سے اوس شخص پر شرعا
مواخذہ نہیں ہاں اگر کسیکی مملوک زمین پر ہوگا تو مالک کو البتہ قیمت دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی تمام کتب فقہ مع التبیین و شرح ہدایہ میں
مصرح ہے کہ حرم کی گھاس اور حرم کا درخت دو قسم ہیں ایک قسم تو وہ درخت ہے جسکو لوگوں نے بویا اور دوسری قسم وہ ہے جو خودرو ہو جیسے اکثر
جنگلی درخت تو جو انسان کا بویا ہوا اوسکی دو قسمیں ہیں یا ایسا درخت ہے جسکو لوگ بوتے ہیں بطور عادت کے یا ایسا ہو جسکے بونے کی عادت نہیں ان
دونون قسمون کے کاٹنے میں جزا واجب نہیں اور جو خودرو درخت ہے اوسکی بھی دو قسم ہیں یا اُس جنس سے ہے جسکو لوگ بوتے ہیں تو اسکے کاٹنے میں بھی
جزا واجب نہیں یا ایسا خودرو درخت ہے جسکو انسان نہیں بوتا تو فقط اسی چوتھی قسم کی گھاس اور درخت کاٹنے میں جزا واجب ہے کذا فی الدرر اور
اس امر میں اصل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر حمد الہی کی
بعد اوسکے فرمایا کہ حق تعالی نے مکہ سے ہاتھی کو یعنی اصحاب الفیل کو روک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو مکہ پر مسلط کیا اور میرے واسطے ساعت بھر کو
حلال ہوگیا پھر اوسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جاوے اسکا درخت اور نہ ستایا جاوے یہان کا شکار اور نہ کاٹی جاوے یہانکی گیلی گھاس اور
حلال نہیں یہانکی گری چیز تو عباسؓ نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہماری قبرون اور گھرون کے واسطے تو حضرتؐ نے فرمایا مگر اذخر یعنی اوسکا
کاٹنا حرام نہیں ہر چند ظاہر حدیث میں سوائے اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنی نہیں لیکن فقہاء نے بدلیل اجماع کے اقسام ثلثہ مذکورہ کو مستثنیٰ کیا ہے
اسواسطے کہ حضرتؐ کے وقت سے ابتک وہان زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہے بلا انکار علماء وہ جسکو منع ہے تو حرم کا درخت اور گھاس ہی تو حرم
کیطرف اوسی درخت اور گھاس کی نسبت کاملہ ہوگی جو خودرو ہو اور انسان کیطرف منسوب نہیں اور جسکو انسان نے بویا خواہ اوسکی بونے کی عادت ہو یا نہو
وہ انسان کیطرف منسوب ہوگیا کذا فی الہدایۃ والاختیار شرح المختار کمقطوع و فی قولہ لم یقید بالشجر یعنی لا لاجل قطع الشجر المثمر لان بانسان آلیہ مقطع
الانبات چنانچہ حرم کے مقطوع درخت اور پتون میں مواخذہ شرع کا نہیں بشرطیکہ پتون کا توڑنا درخت کو ضرر نکرے اور چونکہ اُس گھاس اور درخت کی
کاٹنے میں کچھ جنایت نہیں جو منافی ہو انسان کے بونے کا لہذا حلال ہے کاٹنا اُس درخت کا جو پھلدار ہو اسواسطے کہ اوسکا پھلنا قائم مقام ہے اوسکے بونے
اور جمانے کے فیمتہ فی کل ذکر الا ما جف او انکسر لعدم النماء وذھب بحترم کا فعال او ضرب فسطاط لعدم امکان الاحتراز عنہ کما فی
مجتبی واجب ہے قیمت اُس چیز کی جسکے یہ اقسام مذکورہ ہیں مگر جو سوکھ گیا یا مقطوع یا مکسور یا مذبوح ہوئی جمیع مسائل مذکورہ میں چنانچہ تفصیل اوسکی ترجمہ میں مفصل مذکور ہو چکی
مگر جو گھاس یا درخت خشک ہوگیا یا ٹوٹ گیا تو اوسکی قطع کرنے میں قیمت واجب نہیں بسبب عدم نمو کے اسواسطے کہ جب درخت میں نمو نرہا تو وہ
درخت نرہا حطب ہوگیا یا درخت ضائع ہوگیا بسبب اونٹنی کو دوڑنے یا خیمہ گاڑنے کے اسواسطے کہ ایسے امر سے بچنا ممکن نہیں اور دوسری علت یہ ہے کہ
اسطرح سے ضائع ہونا بالتبع ہو نہ بالاصالت والعبرۃ للاصل لا للغصن اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہے نہ شاخ کا لیکن اگر ایک درخت کی جڑ حرم میں ہے
اور شاخیں اوسکی حل میں تو وہ درخت حرم کا ہے اوسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اوسکی حل میں ہے اور شاخیں حرم میں تو وہ حل کا
درخت ہے نہ حرم کا وفی بعضہ اسے الاصل کی وفی بعضہا للحرمۃ اور تشدید ہر گاہ ہونا حرم میں تمام جڑ کی برابر ہے بنا بر ترجیح حرمت کے والعبرۃ

اعتبار القوائم دون الرأس ... فالصید ان کان حلالا ... فهو صید الحرم ... اور اعتبار ... اوسی سکان ہی سوا
... یہ ہے کہ اگر شکار کے پاؤں حرم کی زمین میں ہوں تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر حرم میں نہ ہوں تو وہ حرم کا شکار نہیں ولو کان قوائم الصید
القائم فی الحرم ورأسه فی الحل فالعبرة للقوائم وبعضها ککلها لا للرأس فهو قد ... القائم فلو نائما فالعبرة للرأس ... اعتبار القوائم
فاجتمع المبیح والمحرم ... اور اگر کھڑے ہوئے صید کے پاؤں حرم میں ہوں اور اوسکا سر حل میں ہو تو اعتبار اوسکے پاؤں کا ہے یعنی وہ شکار حرم کا گنا جاویگا
اور بعضے پاؤں کا حرم میں ہونا سب پاؤں کی برابر ہے یعنی اگر ایک پاؤں بھی حرم کی زمین میں ہوگا تو وہ حرم کا شکار ہی ہے نہیں اعتبار ہے شکار کے سر کا بھی
اگر اوسکے پاؤں حل میں ہوں اور سر حرم میں تو وہ شکار حل کا ہے نہ حرم کا اور یہ حکم کھڑے ہوئے شکار کا ہے سو اگر صید سوتا ہو یعنی لیٹا ہو تو اوسکے سر کا اعتبار ہے
سو اسلیئے کہ اس حال میں اوسکے پاؤں کا اعتبار ساقط ہے تو جب یہاں دو امر جمع ہوئے ایک اباحت کا اور دوسرا تحریم کا تو تحریم کا غلبہ ہوگا سو اگر صید لیٹا ہوا ہو
اسکا سر حرم میں ہو اور پاؤں حل میں تو وہ حرم کا صید ہے اور اگر سر اوسکا حل میں ہو تو وہ حل کا صید ہے والعبرة للحالة التی کان اذا رماه من الحل
فی الحل ... مع الصید فی الحرم ... استحسانا کذا ... اور اعتبار پھینکنے کے حال کا ہے یعنی اگر غیر محرم نے حل سے بندوق یا تیر مارا شکار کو اور اوسپر جزا
نہیں ہے تو بنا بر استحسان کے اوسپر جزا واجب ہے بلکہ اگر حل سے مارا اور حرم میں تیر گیا اور شکار کو لگا کذا فی البدائع ثم قال فی عالمگیری میں ہے کہ اگر رامی اور رمی
دونوں حرم میں ہوں یا ایک حرم میں ہو تو جزا واجب ہوگی اور اگر دونوں حل میں ہوں تو جزا واجب نہیں بشرطیکہ تیر حرم میں ہو کر نہ نکلا ہو اور یہی حکم ہے بار اور
شکاری کتا چھوڑنے کا ولو شوی بیضا او جرادا او حلب لبن صید فضمنه المحرم اکله وجاز بیعه ویکره ویجعل ثمنه فی الفداء ان شاء الله
الذکاة علی ... ذبح المحرم او صید الحرم میتة ... اور اگر محرم کا انڈا یا ٹڈی کو پکائی یا شکار کا دودھ دوہا اور اوسکی قیمت کا ضمان دیا تو اوسکا کھانا حرام
نہیں اور اوسکا بیچنا جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر چاہے تو اوسکو بیچکر اوسکی قیمت کو جزا میں دے تو آئندہ ہو اور ٹڈی کا کھانا اور بیچنا اسواسطے جائز ہے کہ اوسمیں ذبح
کرنا شرط نہیں بخلاف ذبح محرم کے اور شکار حرم کے کہ وہ مردار ہے یعنی اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل میں ہو خواہ حرم میں یا غیر محرم نے حرم میں شکار ذبح کیا
تو وہ مردار ہو گیا اسواسطے کہ ذبح کرنا فعل مشروع ہے سو محرم پر اور حرم کی صید پر حرام ہے تو اسکا کھانا اور بیچنا جائز نہیں کذا فی الفتح ... اور
مرصید کا زندہ بیچنا بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا محرم پر کہ تم پر حرام ہے صید خشکی کا تو شکار اوسکے حق میں ایسا ہوگیا جیسے شراب کذا فی فتح القدیر
ولا یحتش حشیشه بلا ... ولا یقطع ... الا الاذخر ... اور نہ چرائی جاوے گھاس حرم کی امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی البدایہ اور نہ کاٹی جاوے گھاس سو
اذخر کے ... کا ٹانا درست ہو گیا باتماس عباس کے چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث میں مذکور ہو چکا اذخر بکسر اول و ثالث ایک خوشبودار گھاس ہے جسکو ہندی
میں ... کہتے ہیں ... کی گھاس کہتے ہیں ... باخذہا ... کالجاف ... نہیں حرم کو کھینچنے کے لیئے میں اسواسطے کہ ...
سو ... گھاس نہیں ہے ... تو ... اپنے بدن کی جوں مارے تو ...
... یا اپنے کپڑے کو دھوپ میں ڈالدے تاکہ وہ مرجاوے تو صدقہ دے جتنا چاہے جیسے ٹڈی کے مارنے میں صدقہ دینا واجب ہے یعنی ...
... اپنے بدن کی جوں کا مارنا اسواسطے منع ہے کہ وہ بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور میل کا دور کرنا بدن سے محرم کو جائز نہیں مانند بالوں کی ...
... بدن کے جوں ... زمین کی کہ جوں کو مارنا جائز ہے اور اگر کپڑا دھوپ میں ڈالے اور جوں مارنے کی نیت ہو تو اوسپر جزا واجب نہیں
کذا فی ... اور ترمذی میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کو کہا کہ وہ دریا کا صید ہے تو جب یہ حدیث
ٹڈی کے قتل میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن امام مالک نے موطا میں عمر فاروق سے ثابت کیا کہ محرم کو ٹڈی مارنے میں فرمایا التمرة خیر من جرادة یعنی ایک کھجور
دینا اسواسطے کہ کھجور بہتر ہے ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور تمام اصحاب مذاہب ... فرق ...
... میں ... کذا فی فتح القدیر ... بالدلالة ... اور واجب ہی جزا جوں میں ... چنانچہ صید میں ...
... یعنی اگر محرم نے اپنے بدن کی جوں کے ... دکھائی یا اشارہ کیا اور اوسنے مار ڈالی تو محرم پر جزا واجب ہوگی ... الکبیر ...

صاع والكثير هو الزائد على ثلثة وللجراد كالقمل بجزى اور كثرت سے جون ارنے مین نصف صاع كا صدقه واجب هے اور كثير وه هے جو تین سے زائد هو
اور تهوڑی جون کی برابر هے قلیل اور کثیر کی وجوب جزا مین کذا فے البحر اور فتاوی قاضیخان مین هے که دش یا زیاده کثیر هین اور اس سے کم قلیل کذا فے
الطحطاوی ولا شئ بقتل غراب الا العقعق على الظاهر ظهيرية وتعميم البحر رده في النهر اور کچهه جزا نهین نه محرم پر نه غیر محرم پر کوے کے
قتل کرنے مین سواے عقعق کے بنا بر قول ظاهر کے کذا فی الظهیریة اور بحر الرائق کی تعمیم کو رد کیا هے نهر الفائق مین بحر الرائق مین کها که تینون قسم کے کوے کا
مارنا درست هے تو اسمین عقعق بهی آگیا که موذی هے همیشه جانور کے پیٹهه پر چونچ سے کهودتا هے نهر الفائق مین کها که بدائع مین ابو یوسف سے مصرح روایت هے که
حدیث مین انهین کوے کے قتل کرنیکا حکم هے جو نجاست کهاتا هے یا دانه اور نجاست دونون کهاتا هے اور یهی قسم موذی هے اور معراج الدرایه مین هے که عقعق جانور کو
اکثر نهین ستاتا هے تو دوام ایذا رسانی کا دعوی منتفی هوگیا اور ظهیریه مین هے که عقعق مین دو روایتین هین ظاهر روایت یهه هے که وه صید مین داخل هے طحطاوی
نے کها که عقعق ایک پرنده هے اسکا رنگ سیاه اور سفید هوتا هے اوسکی آواز عین اور قاف کے مشابه هے وحدأة بكسر ففتح وجوز البرجندى ضمها
فتح الحاء اور چیل کے قتل مین کچهه نهین شارح کهتا هے حدأة بکسر حا و فتح دال و همزه اور برجندی نے حا کا فتحه بهی تجویز کیا هے اما حدأة بفتح
اول وه نوک کی تیر کو کهتے هین اور ظاهر تو بکسر اول هے کذا فی القاموس وذئب وحية وعقرب وفارة بالهمزة وجوز البرجندى التسهيل وكلب
عقور اى وحشى اما غيره فليس بصيد اصلا اور بهیڑیے اور سانپ اور بچهو اور چوهے اور کلب عقور یعنی وحشی کتے کے قتل مین کچهه جزا نهین اور وحشی
کتے کے سوا یعنی اهلی کتا هرگز صید نهین شارح کهتا هے که فاره کا لفظ بهمزه ساکنه هے اور برجندی نے اسمین تسهیل بهی جائز رکهی هے یعنی همزه اور الف
کے بین بین مین پڑهنا اور وحشی کتا هر چند صید هے لیکن بسبب اوسکی ایذا رسانی کے جزا اوسکی قتل کے ساقط هوگئی صاحب نهر الفائق نے اپنی کتاب مین
سقوط جزا کی علت اسیطرح بیان کی هے اور بخاری اور مسلم مین هے که رسول خدا صلے الله علیه وسلم نے فرمایا که پانچ موذی جانور هین که حل اور حرم مین مارے
جانے هین کوا اور چیل اور بچهو اور چوها اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت مین سانپ مذکور هے بچهو کے عوض اور صحیح کی دوسری روایت عبد الله بن عمر سے
یون هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا که انکی مارنے مین محرم پر کچهه گناه نهین اور دار قطنی اور طحاوی کی حدیث مرفوع مین محرم کو بهیڑیے کے
قتل کی اجازت هے اور سنن ابی داود کی حدیث مرفوع مین سبع عادی کے قتل کرنے کی محرم کو اجازت هے یعنی وه درنده جو حمله کرے کذا فی فتح القدیر
وبعوض ونمل لكن لا يحل قتل ما لا يؤذى ولذا قالوا لم يحل قتل الكلب الاهلى اذا لم يؤذ والامر بقتل الكلاب منسوخ كما في الفتح اى ذا الم يضر اور مچهر اور چیونٹی کے
قتل مین کچهه نهین خواه بڑی قسم کا هو یا چهوٹا اور چهوٹی چیونٹی هو یا بڑی مارنا سب کا جائز هے لیکن اگر ایذا نه دے تو مارنا حلال نهین کذا فی النهر طحطاوی
فقهانے کها هے که کلب اهلی یعنی پالتو کتا جبکه موذی نهو تو اوسکا مارنا حلال نهین اور کتون کے قتل کرنیکا حکم جس حدیث مین هے سو وه منسوخ هے کذا
فی الفتح یعنی او سکا ضرر نهین هے جبکه کتے ضرر نکرتے هون اسواسطے که منقط مین مصرح هے که جب کتے ایک گانو مین زیاده هو جاوین اور وهان کے لوگونکو
ضرر پهنچاتے هون تو وهان کے لوگ کتون کو قتل کروا دالین کذا فی النهر وبرغوث وقراد وسلحفاة بضم ففتح فسكون وفراش وذباب و
وزغ وزنبور وقنفذ وصرصر وصياح ليل وابن عرس وام حبين وام اربعة واربعين وكذا جميع هوام الارض لانها ليست بصيود
ولا متولدة من البدن اور پسو اور چیچڑی اور کچهوا اور پتنگا اور مکهی اور گرگٹ اور بهڑ اور سیهی اور جهینگر اور نیولا اور ام حبین اور
کنکهجورا اور ایسی جمیع حشرات الارض کے قتل کرنے مین محرم پر کوئی چیز لازم نهین اسواسطے که یهه جانور اور کیڑے صید نهین هین اور نه انسان کے بدن سے
پیدا هوتے هین جنکے قتل سے جزا لازم آوے ام حبین دو چهوٹے جانور هین کذا فی القاموس وسبع اى حيوان ما صائل لا يمكن دفعه
الا بالقتل فلو امكن بغيره فقتله لزمه الجزاء كما تلزمه قيمته لو مملوكا اور درنده یعنی ایسی کسی جانور حمله کرنیوالے کے قتل سے جزا لازم نهین
جسکا هٹانا مگر قتل کے ممکن نهو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن هو اور پهر بهی اوسکو قتل کریگا تو اوسپر جزا لازم هوگی جیسے که قاتل پر قیمت
لازم هوگی اگر حمله کرنیوالا جانور کسیکا مملوک هو کذا فی النهر طحطاوی نے کها که شارح کی تشبیه دینے سے معلوم هوا که سبع مملوک مین دو قیمتین لازم هونگی ایک

حق شرع کی قیمت سو بکری کی قیمت سو زیادہ نہوگی اور دوسری حق مالک کی قیمت جسقدر کہ ہو قولہ وذبح شاۃ ولو ابوھا ظبیا لان الام ہی
الاصل و بقر و بعیر و دجاج و بط اھلی اور جائز ہی محرم کو ذبح کرنا ہر بکری کا اگرچہ اوسکا باپ ہرن ہو اسواسطی کہ بچہ مین ماں ہی اصل ہوتی ہے
اور جائز ہی ذبح کرنا گائی اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا اسواسطی کہ یہہ جانور اصل خلقت مین وحشی نہین تو یہہ صید مین داخل نہین کہ محرم کو ذبح
کرنا حرام ہو بط اہلی سے وہ بط مراد ہی جو گہرونمین اور حوضونمین رہتی ہون اسواسطی کہ وہ بنا بر اصل خلقت کے مالوف اور مانوس ہوتی ہی بخلاف
وحشی بطکے جو جنگل مین اڑتے پہرتے ہین کہ اوسکو ذبح کرنے مین محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی واکل ما صادہ حلال لمحرم وذبحہ
فی الحل بلا دلالۃ محرم ولا امر بہ ولا اعانتہ فلو وجد احدھا حل للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہی محرم کو کہانا اوس شکار کا
جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل مین ذبح کیا ہو اگرچہ محرم ہی کیواسطی شکار کیا ہو تو بہی جائز ہی بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی
ہو شکار کرنیکی اور نہ اوسپر اعانت کی ہو سو اگر ان امور ثلثہ سی ایک امر بہی پایا جاویگا تو وہ شکار غیر محرم کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہوگا بنابر
قول مختار کے جسکو طحاوی نے روایت کیا ہی اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کریگا محرم کیواسطی تو اوسکا کہانا محرم کو حلال نہین بدلیل ترمذی
اور ابوداود کی حدیث کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صید تمپر حلال ہی جبتک کہ تم نہ شکار کرو یا تمہارے واسطی شکار کیا جاوے اسکا
جواب یہہ ہی کہ اس حدیث کی یحیی بن معین نے تضعیف کی ہی اور اگر صحیح بہی ہو تو یہہ مطلب ہی کہ جب محرم کے امر سی شکار ہوا ہو تو حلال نہین اور امام اعظم کی
دلیل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین ابو قتادہ سی مروی ہی کہ حضرت کے اصحاب بعضی محرم تھی اور بعضے غیر محرم سو انہون نے ایک گدہہ خر کو دیکہا اور اوسکو
شکار کیا اور اصحاب نے اوسکو کہایا اور اسکا سوال حضرت سی کیا فرمایا کہ کسی نے تم سی امر کیا تہا شکار کا یا اوسکی طرف اشارہ کیا تہا اصحاب نے کہا کہ نہین
حضرت نے فرمایا تو کہاؤ باقی گوشت کو اور مسلم کی روایت یون ہی کہ کیا تمنے اشارہ کیا تہا یا اعانت کی تہی اصحاب نے کہا کہ نہین فرمایا کہ کہاؤ
طحاوی نے کہا کہ ابو قتادہ نے فقط اپنے واسطی شکار نکیا تہا بلکہ محرم اصحاب کیواسطی بہی کیا تہا پہر بہی حضرت نے اسکو مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز
وتجب قیمتہ بذبح حلال صید الحرم و تصدق بھا ولا یجزئہ الصوم لانھا غرامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزاہ الصوم وقید بالذبح
لانہ لا شی فی دلالتہ الا الاثم صید حرم کے ذبح کرنے سی غیر محرم پر قیمت اوسکی واجب ہی تو اوس قیمت کو تصدق کرے یا اوس سی ہدی مول لیکر
مکہ مین ذبح کرے کذا فی الطحطاوی اور کفایت نہین کرتا اوسکو روزہ رکہنا اسواسطی کہ یہہ جزا غیر محرم پر ڈانڈ ہے نہ کفارہ یہانتک کہ اگر ذبح کرنیوالا صید
حرم کا محرم ہوگا تو اوسکو روزہ رکہنا کافی ہوگا اور مصنف نے ذبح کی قید لگائی اسواسطی کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو اوسپر کچہ جزا واجب
نہین سوا گناہ کے ومن دخل الحرم ولو حلالا او احرم ولو فی الحل وفی یدہ حقیقۃ یعنی الجارحۃ صید وجب ارسالہ ای اطلاقہ او
ارسالہ الی الحل ودیعۃ قہستانی علی وجہ غیر مضیع لہ لان تسییب الدابۃ حرام بحر اور جو شخص کہ حرم مین داخل ہو اگرچہ احرام نہ باندہی ہو یا جسنے
کہ احرام باندہا اگرچہ حل کے اندر احرام باندہا ہو اور اوسکی حقیقی ہاتہہ مین صید ہو حقیقی ہاتہہ سی جسمی ہاتہہ مراد ہی جسکو جارحہ کہتی ہین تو اوس شخص کو
واجب ہی صید کا چھوڑ دینا یعنی اوڑا دینا طائر کا یا حل مین اوسکو بہیجدینا کسیکو پاس بطور امانت کی کذا فی القہستانی حل مین جانور کو اسطرح روانہ کرے کہ وہ
ضائع نہو یعنی چوپایہ کو مطلق العنان نکردے اسواسطی کہ چوپائے کا چھوڑ دینا بطور سانڈ کے حرام ہی کذا فی البحر حرم مین جانور کا چہوڑ دینا اسلئی
واجب ہوا کہ جب حرم مین داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہوگیا کذا فی النہر وفی کراھیۃ جامع الفتاوی شری عصافیر من الصیاد واعتقھا جاز
ان قال من اخذھا فھی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ تضییع للمال انتہی قلت وحینئذ فتقید الاطارۃ بالاباحۃ قبل
اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے شکاری سی چڑیان مول لین اور اونکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اگر چھوڑتے وقت یہہ کہا ہو کہ جو انکو
پکڑلے وہ انکا مالک ہی اور اسکے چھوڑ دینی سی یہہ اسکی ملک سی وہ باہر نہین ہوتی خواہ کلام مذکور کہے یا نہ کہے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ انکا چھوڑنا
جائز نہین کہ مال کا ضائع کرنا ہی انتہی کلام الفتاوی پوشیدہ نرہے کہتا ہی جبکہ جامع الفتاوی سے اطلاق طیر کا مفصل حکم معلوم ہوا تو ظاہر کہ اوڑا دینیکو اباحت کی

سفید کرنا چاہیے قبل اڑانے کے یعنی اڑانے سے پہلے یوں کہنا چاہیے کہ جو اسکو پکڑ لے وہ اسکا مالک ہے کذا فی الملتقط وفی کراہیۃ مختارات
النوازل سَیَّبَ دابّۃً فاخذہا اٰخر واصلحہا فلا سبیل للمالک علیہا ان قال عند تسییبہا ھو لمن اخذہا وان قال
لاحاجۃ لی بہا فلہ اخذہا والقول بعینہ انتہٰی اور مختارات النوازل کی کتاب الکراہیۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے
چوپایہ چھوڑ دیا سو دوسرے شخص نے اوسکو پکڑ لیا اور اوسکو آراستہ کیا تو مالک اول کو اوسپر اختیار نہیں بشرطیکہ چھوڑتے وقت اوسنے یہ کہا کہ
اوسکا یہ جو اسکو لیوے اور اگر چھوڑتے وقت یوں کہا ہو کہ مجکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو مالک اول کو اوسکا لینا جائز ہے اور مالک ہی کا قول اسمین
قسم کے ساتھ معتبر ہوگا انتہی کلامہ لا یجب ان کان الصید فی بیتہ لجریان العادۃ الفاشیۃ بذلک وھی من احدی الحجج چھوڑنا واجب
نہیں اگر صید محرم کے گھر میں ہو بسبب جاری رہنے عادت ظاہرہ کے اسمین اور جریان عادت دلائل شرعیہ میں سے ایک دلیل ہے کیونکہ صحابہ کبار
احرام باندھتے تھے اور اونکے گھروں میں صید اور دواجن موجود رہتے تھے اور اونسے منقول نہیں کہ وہ چھوڑ دیتے ہوں تو یہ اجماع فعلی ہوا اور اجماع
حجت شرعی ہے دواجن اوس جانور کو کہتے ہیں کہ جو مکان سے مالوف ہو اصل اوسکی وحشی ہو یا انوس چنانچہ ہرن اور کبوتر اور بکری کذا فی النہر
والمنح ثم جریان عادت قرون ثلثہ یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی البتہ حجت ہے کہ اونکے حق میں خیر القرون وارد ہے اور یہ مطلب نہیں کہ
ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہے واللہ اعلم او فی قفصہ ولو القفص فی یدہ بدلیل اخذ المصحف بغلافہ للمحدث یا صید پنجرے
میں ہو تو بھی اوسکا چھوڑ دینا واجب نہیں اگرچہ پنجرا محرم کے ہاتھ میں ہو بدلیل لینے مصحف کے ساتھ غلاف کے محدث کو یعنی جیسے بے وضو کو مصحف کا
ہاتھ میں لینا جائز نہیں لیکن اگر جزدان میں ہو تو لینا اوسکا درست ہے اسیطرح محرم کو صید کا ہاتھ میں لینا جائز نہیں لیکن اگر وہ پنجرے میں ہو تو پنجرے
کا ہاتھ میں لینا درست ہے اسواسطے کہ صید پنجرے میں ہے نہ ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا کہ پنجرے میں لینا ہاتھ میں لینے کی برابر ہے اس دلیل سے کہ جو
پنجرے کو غصب کرے وہ صید کا غاصب شمار ہوگا کذا فی النہر ولا یخرج الصید عن ملکہ بہذا الارسال فلہ امساکہ فی الحل ولہ اخذہ من
انسان اخذہ منہ لانہ لم یرسلہ عن اختیار اور صید اس چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جاویگا تو اوسکو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑ رکھنا
حل میں جائز ہے اور اوسکو لینا صید کا اوس آدمی سے جائز ہے جسنے صید کو اوس سے لے لیا تھا اسواسطے کہ اوسکا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ مجبوری احرام
یا بضرورت دخول حرم تھا فلو کان جارحًا کبازٍ فقتل حمام الحرم فلا شیء علیہ لانہ فعل ما وجب علیہ پھر اگر صید پھاڑنیوالا ہو چنانچہ باز سو وہ حرم کے
کبوتر کو مار ڈالے تو چھوڑ دینے والے پر کچھ جزا لازم نہیں اسواسطے کہ اوسنے وہ کیا جو اوسپر واجب تھا یعنی محرم پر صید کا چھوڑ دینا واجب تھا سو اوسنے چھوڑ دیا اب
اگر وہ کسی جانور کو مارے تو اسکا کیا قصور فلو باعہ ردّ البیع ان بقی والا فعلیہ الجزاء لان حرمۃ الحرم والاحرام تمنع بیع الصید سو اگر صید کو
بیچا تو بیع کو پھیر دے اگر صید باقی ہو اسواسطے کہ بیع فاسد ہے اور اگر صید مر گیا ہو یا مشتری نہ ملتا ہو تو بائع پر جزا واجب ہے اسواسطے کہ حرمت حرم اور احرام
باندھنے کی صید کے بیچنے کی مانع ہے اور اگر بائع اور مشتری حرم میں ہوں اور صید حل میں ہو تو شیخین کے نزدیک بیع جائز ہے کذا فی المنح ولو اخذ حلالٌ صیدًا
فاطلقہ محرم ضمن مرسلہ من یدہ الحکمیۃ اتفاقًا ومن الحقیقیۃ عندہ خلافًا لہما وقولہما استحسان کما فی البرہان اور اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا
پھر احرام باندھا تو ضمان دیگا اوسکا چھوڑ دینے والا اوسکے حکمی ہاتھ سے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی اگر گھر میں سے یا پنجرے سے کوئی شخص اوس صید کو
چھوڑ دیگا تو اوسکو بالاتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اوسکے حقیقی ہاتھ سے کوئی چھوڑ دیگا تو امام اعظم کے نزدیک اوسپر ضمان لازم ہوگا نہ صاحبین
کے نزدیک اور صاحبین کا قول ثابت ہے بدلیل استحسان کے کما فی البرہان استحسان یہ ہے کہ چھوڑ دینا اوسکے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا وما علی المحسنین
من سبیل جیسے خلاف شرع باجوں کے توڑنے میں ضمان نہیں صاحب بحر نے کہا کہ صاحبین کا قول الیق بفتوی کے ہے چنانچہ آلات لہو کے توڑنے میں انہیں کا
قول مفتی بہ ہے کذا فی المنح ولو اخذہ محرم لا یضمن مرسلہ اتفاقًا لان المحرم لا یملکہ وحینئذٍ فلا یاخذہ ممن اخذہ اور اگر محرم کا صید محرم نے پکڑا
تو اوسکے چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم نہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ محرم اوسکا مالک ہی نہیں ہوتا مانند خمر اور خنزیر کے اور اسوقت میں یعنی جبکہ محرم

مالک ہی ہوا تو محرم نہ لیگا صید کو اوس شخص سے جس نے اُس سے لیا اگرچہ حل میں ہو کذا فی الطحطاوی والصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری کشراء
وہبۃ بل بسبب جبری والسبب الجبری فی احد عشر مسئلۃ مبسوطۃ فی الاشباہ واقل اقلہ تبعاً للبحر عن المحیط کالارث وجعلہ فی
الاشباہ بالاتفاق لکن فی النہر عن السراج انہ لا یملک بالمیراث وہو الظاہر اور صید کا مالک نہیں ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ
اور وصیت کے بلکہ جبری سبب سے مالک ہوتا ہے اور جبری سبب جس سے ملک حاصل ہوتی ہے گیارہ مسئلے ہیں جو اشباہ میں شرح سے مذکور ہیں سو اسکو
باتباع بحر الرائق عن المحیط مصنف نے جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنی محرم صید کو بوراثت المیتہ مالک ہوتا ہے اور اسکو اشباہ میں صاحب بحر نے
اتفاقی قول قرار دیا ہے لیکن نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ محرم صید کو میراث سے بھی مالک نہیں ہوتا اور یہی قول ظاہر ہے اسواسطے کہ محرم کے حق میں
صید محرم العین ہے مطلقاً لقولہ تعالے (وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما) شارح نے اشارہ کیا کہ ماتن کا قول خلاف ظاہر ہے تو متن میں داخل کرنا
اسکا مناسب نہ تھا فان قتلہ محرم آخر بالغ مسلم فعلی کل منہما الجزاء ویرجع الاخذ علی القاتل بالقتل پھر اگر محرم کی پکڑی صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے
قتل کیا تو وہ دونون محرم دو جزا کا ضامن ہیں پکڑنیوالا محرم تو پکڑنیکی جزا دیگا اور قاتل قتل کرنیکی اور محرم قاتل میں جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویسا ہی قاتل
کی بھی قید لگانا تھا تاکہ مجنون نکلجاتا جیسے کہ صغیر اور نصرانی وہ دونون قید دونون سے نکل گیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ورجع الاخذ مطلقاً قائلہ لانہ قرر علیہ
ما کان بمعرض السقوط اور پکڑنے والا محرم قاتل محرم سے پھیر لے جسقدر کہ اوسنے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنیوالے پر اوسکو ثابت کردیا جو معرض سقوط
میں تھا یعنی اگر قاتل اوسکو قتل نکرتا اور پکڑنیوالا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہوجاتی اور جبکہ قاتل نے اوسکو قتل کرڈالا تو اب جزا پکڑنیوالے پر متعین ہوگئی
… ان جنتو فلا لعطی ما اختارہ الکمال لانہ لم یغرم شیئاً اور یہ پھیر لینا قاتل سے اُس شرط پر ہے جبکہ پکڑنیوالے نے مال کا کفارہ دیا
ہو اور اگر اوسنے اوسکی جزا میں روزے رکھے ہون تو پھیر لینا نہیں۔ یہ تنبیہ بنا بر اُس قول کے جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر نے پسند کیا ہے اسواسطے کہ
اوسنے کچھ ڈانڈ نہیں دیا جسکو پھیر لے اور زیلعی نے بھی اسی قول پر تیقن کیا ہے اور بحر میں مستصفی سے بھی قول اصح مرقوم ہے کذا فی النہر ولو کان القاتل بہیمۃ
لا یرجع علی ربہا ولو صبیاً او نصرانیاً فلا جزاء علیہ للہ تعالی ولکن یرجع الاخذ علیہ بالقیمۃ لانہ یلزمہ حقوق العباد دون حقوق اللہ تعالی
اور اگر صید محرم کا مارڈالنے والا جانور ہو تو اوسکے مالک سے نہ پھیرلے اور اگر اوسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مرد نصرانی سے کافر ہے تو اوسپر جزا واجب نہیں
بنا بر حق اللہ کے ولیکن محرم صید کا پکڑنیوالا کافر سے اوسکی قیمت پھیر لیگا اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہیں نہ حقوق اللہ وکل ما علی المفرد بہ دم بسبب
الجنایۃ علی احرامہ یعنی بفعل شیء من محظوراتہ لا مطلقاً اذ لو ترک واجباً من واجبات الحج او قطع نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ
لیس جنایۃ علی الاحرام فعلی القارن ومثلہ متمتع ساق الہدی دمان اور جس قصور میں تنہا حج کرنیوالے پر ایک خون واجب ہوتا ہے بسبب اوسکے
احرام کے جنایت کی تو اوس فعل میں قارن پر دو خون واجب ہوتے ہیں ایک حج کا خون اور دوسرا عمرہ کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہے
اور جنایت احرام سے اس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہو نہ ہر طرحکی جنایت اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنیوالا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک
کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اوسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن اوس واجب کو ترک کریگا تو اوسپر جزا متعدد نہوگی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلئے
کہ یہ جنایت احرام پر نہیں اور قارن کی مانند تعدد جزا میں وہ متمتع ہے جو ہدی کو ہانک لیچلا اسواسطے کہ وہ بعد عمرہ کے احرام نہیں اتار سکتا بدون حلق
یوم النحر کے وکذا الحکم فی الصدقۃ فتثنی ایضاً لجنایتہ علی احرامیہ اور ایسا ہی حکم ہے وجوب صدقہ میں تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن
پر بسبب اوسکی قصور کرنے کے اپنے دو احرام پر الا بجاوزۃ المیقات غیر محرم استثناء منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن
مگر آگے بڑھنے میں میقات سے بدون احرام کے تو اوسپر ایک خون لازم ہے اسواسطے کہ اسوقت میں وہ قارن نہیں کیونکہ ہنوز اوسنے احرام نہیں
باندھا تو یہ استثنا منقطع ہے کہ صدر کلام میں داخل نہیں ولو قتل محرمان صیداً تعدد الجزاء لتعدد الفعل اور اگر دو محرم نے ایک صید کو قتل
کیا تو جزا متعدد ہوگی بسبب تعدد فعل کے یعنی اگر وہ دو ہیں تو جزا بھی دو لازم ہونگی ولو حلالان صید الحرم لا لاتحاد المحل اور اگر دو غیر محرم

نے صید کو قتل کیا تو جزا متعدد نہوگی یعنی ایک ہی جزا لازم ہوگی جب تک وہ حمل کے یعنی صید ایک ہے تو جزا بھی ایک ہی ہوگی [illegible]
صیدہ ای کذا اکل بغرض [illegible] اذ [illegible] ہو الاقبالبیع کما [illegible] اسنے بیچا محرم کا صید کو یا قتل ہو اور اسیطرح بیع [illegible]
مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہی اور محرم کو اسکا خرید کرنا بھی باطل ہے اگر اوسکو حالت احرام میں پکڑا ہو اور اگر احرام کی حالت میں نہ گرفتار کیا ہو
بیع فاسد ہے فلو قبض المشتری فعطب بیدہ فعلیہ وعلی البائع الجزاء یعنی اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر سپرد او سکو ہاتھ میں ہلاک ہو گیا
تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہے اگر دونوں محرم ہوں اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی المنح وفی [illegible] یضمن قیمتہ
ایضا کما ہو فی بیع فاسد میں مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا وجوب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو گرفتار
کیا اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مر گیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت کا دینا بھی پڑیگا اسواسطے کہ بائع اوسکا
مالک تھا بخلاف بیع باطل کے کہ اوسمین بائع مالک نہیں ہوتا لہذا اوسمین مشتری پر ضمان قیمت کا نہین یہہ حکم اوس صورت میں ہے جبکہ مشتری محرم ہو اور
اگر محرم نہوگا تو اوسپر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی المنح والطحطاوی ولدت ظبیۃ بعدما اخرجت من الحرم وماتا غرمہما ہرنی جو
حرم سے نکالی گئی بعد اوس کے بچہ ہوا اور ماں اور اوسکا بچہ دونوں مر گئے تو نکالنے والا دونوں کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق امن کا
شرعا ہے لہذا اوسکا حرم میں پہونچا دینا واجب ہے تو یہہ صفت شرعی امن کی اوسکے بچہ میں بھی سرایت کر گئی تو دونوں کا ضمان برابر لازم ہو گیا فان
ادی جزاءہا ای الام ثم ولدت لم یجزہ ای الولد لعدم سرایۃ الامن حینئذ وہل یجب ردہا بعد الاداء الظاہر نعم اور اگر ہرنی کی
اوسنے ادا کی پہر وہ جنی تو بچہ کی جزا نہ ہی بسبب سرایت نکرنے امن کے اسوقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو وہی مستحق امن نہ رہی تو بچے میں کاہیکو امن
سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کے جزا کے کیا واجب ہے اوسکا پہونچا دینا حرم میں ظاہر جواب یہہ ہے کہ ہاں واجب ہے کذا فی النہر آفاقی
مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرۃ فلو لم یرد واحدا منہما لا یجب علیہ دم بمجاوزۃ المیقات وان وجب حج او عمرۃ اذا اراد
دخول مکۃ او الحرم علی ما سیاتی فی المتن فجاوز وقتہ ظاہر ما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادۃ عند المجاوزۃ ثم احرم لزمہ دم
کما اذا لم یحرم آفاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج یا عمرہ کا قصد کیا اور میقات سے آگے بڑھ گیا پہر اوسنے احرام باندھا تو اوسپر دم کرنا
لازم ہوا جیسا کہ احرام نہ باندھنے میں لازم ہے اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ کیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے میں دم کرنا واجب نہوگا اگرچہ حج یا
عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن میں یہہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق میں جو بدائع سے منقول ہے اوسکا ظاہر
مطلب یہہ ہے کہ میقات سے بڑھنے کے وقت ارادہ کا اعتبار ہے یعنی بعد مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر نہیں فان عاد الی میقات ما ثم
احرم او عاد الیہ حال کونہ محرما لم یشرع فی نسک صفۃ محرم کطواف ولو شوطا وانما قال ولبی لان الشرط عند الامام تجدید
التلبیۃ عند المیقات بعد العود الیہ خلافا لہما سقط دمہ پہر لوٹ آیا یعنی میقات کیطرف پہر اوسنے وہان احرام باندھا یا جیسا محرم ہو کر
کیطرف پہر لوٹ آیا جسنے کوئی عبادت ہنوز نہیں شروع کی مثلا طواف کا ایک پھیرا بھی نہیں کیا اور میقات پر لبیک کہا تو دم کرنا اوسپر [illegible]
ہو گیا [illegible] لبیک کہنے کو اسواسطے کہا کہ امام اعظم کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات [illegible] بعد پہر آنے کے شرط ہے کہ بدون [illegible] دم
کرنا ساقط نہین ہوتا بخلاف صاحبین کہ اونکے نزدیک تجدید تلبیہ مشروط دم میں شرط نہین میقات کیطرف [illegible] آنا کافی ہے والافضل عدمہ ای العود
اذا خاف فوت الحج اور افضل ہے لوٹ آنا میقات کیطرف مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہو جانیکا تو پہر نہ [illegible] والا ای وان لم یعد [illegible]
لا یسقط الدم اور اگر میقات کیطرف نہ لوٹ آیا یا پہر آیا بعد شروع کرنے طواف یا عمرہ کے تو دم کرنا ساقط نہوگا [illegible]
[illegible] وصار مکیا [illegible] حاجا من الحرم [illegible] بالحج من الحل [illegible] لزمہ دم لمجاوزۃ میقات المکی بلا احرام [illegible]
وبالعمرۃ [illegible] فیسقط الدم [illegible]

احرام باندھنا واجب ہوا تو وہ نہ فوت ہوگا کیونکہ واجب ہی یہ سبب بلا احرام گزرنے کے میقات اہل کہ سے اسواسطے کہ اہل کہ کا میقات حج کیواسطے حرم ہی نہ حل اور اسیطرح
اگر کہا اور حرم سے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو ذبح کرنا اوس پر واجب ہوا اسواسطے کہ میقات عمرہ کا حل ہی اور میقات کیطرف پلٹ آنیسے جسطرح کہ مذکور ہوا
ذبح کرنا ساقط ہو جاتا ہی وحل کوفی ای آفاقی البستان ای مکانا من الحل داخل المیقات لحاجة قصدها ولو عند المجاوزة حل له مکة ولو
نیة مدة الاقامة لیست بشرط علی المذهب له دخول مکة غیر محرم کوفی داخل ہوا بستان میں یعنی آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں
کسی مکان میں کسی حاجت کیواسطے بالقصد آیا اگرچہ مجاوزت میقات کی نزدیک ارادہ اوس حاجت کا کیا ہو چنانچہ یہی مضمون نہر الفائق سے مذکور ہوا
تو اوس آفاقی کو جائز ہی یہ داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھے اور مدت اقامت کی نیت شرط نہیں بنا برمذہب صحیح کے یعنی پندرہ روز یا زیادہ رہنا
بستان میں مشروط نہیں احرام کے عدم وجوب میں بستان بنی عامر ایک بستی ہی داخل میقات خارج حرم کے اور بالفعل اوسکا نام نخلہ محمود ہے
وہاں سے مکہ معظمہ چوبیس کوس ہی کذا فی الطحطاوی ووقته البستان ولا شیء علیه لانه التحق باهله کما مر اور میقات اس آفاقی کا جو بستان
مین کسی کام کو گیا البستان ہی یعنی حل میقات ہی حج اور عمرہ کا اور اوسپر مجاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اسواسطے کہ آفاقی بستان میں آنیسے
اہل بستان میں مل گیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہی ویسے ہی اسکو بھی جائز ہی اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرہ کا حل ہی ویسے ہی آفاقی
کا بھی حل ہی چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گذر گئی وهذه حیلة للآفاقی یرید دخول مکة بلا احرام اور یہ حیلہ ہی آفاقی کے حق میں جو کہ میں جانا
چاہے بدون احرام کے ویجب علی من دخل مکة بلا احرام لکل مرة حجة او عمرة اور جو کہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام
جانے میں اوسپر ایک حج یا ایک عمرہ واجب ہی اس مکان اقدس کی تعظیم کیواسطے فلو عاد فاحرم بنسك اجزأه عن آخر دخوله وتمامه فی الفتح
سو اگر کہ میں بلا احرام جا کر پھر میقات کیطرف پلٹ آیا سو حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اوسکو کافی ہوگا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر
میں ہی یعنی مثلاً دو بار بلا احرام داخل ہوا تھا تو اس احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہوگا اسواسطے کہ اول بار
کا حج یا عمرہ اوسپر دین ہوگیا سو وہ بدون تعیین نیت کے ساقط نہ ہوگا کذا فی الفتح وصح منه ای اجزأه عما لزمه بالدخول ولو احرم عما علیه من
حجة الاسلام او نذر او عمرة منذورة لکن فی عامه ذلك لتدارکه المتروك فی وقته لا بعده لصیرورته دینا بتحول السنة اور صحیح
ہوگا اوس سے یعنی کفایت کر جائیگا اوس حج یا عمرہ سے جو اوسپر بلا احرام داخل ہونے سے لازم ہوگیا اگرچہ اوسنے احرام باندھا ہو اوس عبادت کیواسطے
جو اوسپر واجب تھی منجملہ حجۃ الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرہ نذر کے لیکن یہ اوس صورت میں ہی جب اوسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک
ہوگیا تھا اوسکے اپنے وقت میں تدارک کر لینا کافی ہوگا دخول بلا احرام سے بعد اوس سال کے اسواسطے کہ متروک دین ہوگیا سال پلٹنے سے جاوز المیقات بلا احرام
فاحرم بعمرة ثم افسدها مضی وقضی ولا دم علیه لترك الوقت لجبره بالاحرام منه فی القضاء ایک شخص بڑھ گیا میقات سے بلا احرام پھر
عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرہ کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرہ کو پورا کرے اور اوسکی قضا کرے اور اوسپر قربانی نہیں میقات کے ترک احرام سے اسواسطے
قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھنے میں اوسکا تدارک ہو جاویگا مکی ومن فی حکمه طاف لعمرته ولو شوطا ای اقل اشواطها فاحرم بالحج رفضه
وجوبا بالحلق لنهی المکی عن الجمع بینهما مکی نے اور اندر میقات کے رہنے والے نے اپنے عمرہ کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہ کہ تین شوط یا اس
کم کیے پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر بنا بر وجوب کے اسواسطے کہ اہل مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرہ کا منع ہی وعلیه دم لاجل الرفض وحج وعمرة
لانه کفائت الحج حتی لو حج فی سنته سقطت العمرة ولو رفضها قضاها فقط اور اوسپر ذبح کرنا واجب ہوا بسبب ترک کرنیکے اور حج اور عمرہ واجب
اسواسطے کہ یہ شخص مثل اوسکی ہوا کہ جسکا حج فوت ہوگیا اور رفات الحج عمرہ کرکے احرام سے نکلتا ہی اور دوسرے سال حج قضا کرتا ہی تو مانا اسکا آگر بکی مذکور اوسی سال حج
کریگا بعد عمرہ کرنیکے تو دوسرا عمرہ اوس سے ساقط ہو جاویگا اور اگر عمرہ کو ترک کریگا نہ حج کو تو فقط عمرہ کی قضا کرے کذا فی المنح فلو اتمهما صح ولیسا
وذبح وهو دم جبر وفی الآفاقی دم شکر سو اگر بکی مذکور نے حج یا عمرہ ترک نکیا بلکہ دونوں کو ادا کیا تو یہ صحیح ہی اسواسطے کہ جسکا التزام کیا تھا اسکو ادا

لیکن برا کیا کہ ممنوع کام کیا اور دم لازم ہے اور بعد ذبح کرنا جبر نقصان کے واسطے ہے تو خود کھا سکتا ہے اور آفاقی کے حج اور عمرہ جمع کرنے میں دم شکر کا واسطے شکر کے ہے تو خود اوسکو کھا سکتا ہے کذا فی المنہ و من احرم بالحج ثم احرم یوم النحر باخر فان کان قد حلق للاول لزمہ الاخر فی العام القابل بلا دم لانتہاء الاول اور جسنے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر میں دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈا چکا ہو اور لیکن یوم تحرم دوسرا حج اوسپر لازم ہو گیا دوسرے سال میں لیکن دم واجب نہیں اسواسطے کہ پہلا حج تمام ہو چکا تو یہ شخص باعتبار اوس کے جامع بین الاحرامین نہیں وان لم یحلق للاول فعلیہ دم قصر او لم یقصر لبقاء المراد او لا لجنایۃ علی احرامہ بالتقصیر او بالتاخیر اور اگر حج اول کے واسطے سر نہ منڈایا تو دوسرے سال اوسپر دوسرا حج لازم ہوگا ساتھ ذبح کرنیکے بالون کو کتر یا نہ کتر اہو بالتحقیق لفظ تقصیر اسواسطے تعبیر کی تاکہ یہ مسئلہ عورت کو بھی شامل ہے ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ اوسنے جنایت کی بال کتر اسکے اپنے دوسرے حج کے احرام پر یا اسواسطے تاخیر کے واجب ہوا جب یوم النحر میں قبل حلق کے دوسرے حج کا احرام کیا تو ہر طرح سے اوسپر ذبح کرنا لازم ہو گیا اسواسطے کہ وہ حال سے خالی نہیں کہ اول حج کے احرام اوتار نیکو اوسنے سر منڈایا یا نہیں منڈایا اگر منڈایا تو حج ثانی کے احرام پر جنایت واقع ہوئی اسواسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر سر نہیں منڈایا تو اول حج کی عبادت میں یعنی یوم النحر کے سر منڈانے میں تاخیر واقع ہوئی تو بھی ذبح کرنا لازم ہو گیا کذا فی المنہ ومن اتی بعمرۃ الا الحلق فاحرم باخری ذبح الاصل ان الجمع بین الاحرامین لعمرتین مکروہ تحریما فیلزم الدم للجمع فی ظاہر الروایۃ فلا یکرہ اور جسنے کہ عمرہ ادا کیا سوائے سر منڈانیکے پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل یہ ہے کہ دو عمرون کے دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے اسواسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور دو حج کے احراموں کو جمع کرنا ظاہر الروایت میں مکروہ نہیں کذا فی البحر عن المحیط لہذا اوسمین ذبح کرنا واجب نہیں اور غایۃ البیان میں جو دو حج کے احراموں کو حرام اور بدعت کہا ہے صاحب بحر الرائق نے غلط کہا وہ سہو ہے کذا فی المنہ افاقی احرم بحج ثم احرم بعمرۃ لزماہ وصار قارنا مسیئا کما مر ولذا بطلت عمرتہ بالوقوف قبل افعالہا لانہا لم تشرع مرتبۃ علی الحج لا بالتوجہ الی العرفۃ آفاقی نے حج کا احرام کیا پھر عمرہ کا احرام کیا تو دونوں اوسپر لازم ہوئے اور یہ شخص قارن بدکار ہو گیا چنانچہ گذرا اور اسیواسطے باطل ہوگا عمرہ اوسکا بسبب وقوف عرفات کے قبل افعال عمرہ کی اسواسطے کہ عمرہ مشروع نہیں حج پر مرتب ہو کر نہ باطل ہوگا عمرہ عرفات کیطرف متوجہ ہونے سے سوا اگر بدون وقوف کے عرفات کیطرف سے پھر آوے اور عمرہ اول ادا کرکے حج کرے تو ممکن ہے کذا فی المنہ فان طاف لہ طواف القدوم ثم احرم بہا فمضی علیہما ذبح وہو دم جبر وندب رفضہا لتاکدہ بطوافہ فان رفض قضی لصحۃ الشروع فیہا واراق دما لرفضہا پھر اگر آفاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرہ کا احرام کیا پھر دونو کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح اسواسطے جبر نقصان کے ہے کہ حج کے افعال میں عمرہ داخل کر دیا اور مستحب ہے ترک کرنا عمرہ کا اسواسطے کہ طواف القدوم کرنے سے حج متاکد ہوگا سو اگر اوسنے عمرہ ترک کیا تو اوسکی قضا کرے بعد حج کے اسواسطے کہ صحیح ہوئے شروع کے اور ذبح کرے بسبب ترک کرنے عمرہ کے فان اہل بعمرۃ یوم النحر او فی ثلثۃ ایام بعدہ لزمتہ بالشروع ولکن مع کراہۃ التحریم ورفضت وجوبا تخلصا من الاثم وقضیت مع دم للرفض وان مضی علیہا صح وعلیہ دم لارتکابہ الکراہۃ فہو دم جبر ایک شخص نے حج کیا پھر عمرہ کا احرام کیا یوم النحر میں یا اوسکے بعد کے تین دن میں تو عمرہ کرنا اوسکو لازم ہو گیا بسبب شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ اسواسطے کہ افعال حج سے ہنوز فراغت نہیں ولہذا عمرہ کا ترک کرنا واجب ہے تاکہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرہ کی قضا کیجاوے ساتھ ذبح کرنیکے ذبح واجب ہے بسبب ترک کے اور اگر عمرہ کو ترک نہ کرے اور ادا کرے تو صحیح ہوگا اور اوسپر ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب مرتکب ہونے کراہت کے تو یہ ذبح جبر نقصان کے واسطے ہے فائت الحج اذا احرم بہا او بحجۃ رفض لان الجمع بین احرامی الحجتین او العمرتین غیر مشروع فالحاصل ان الجمع بین احرامی الحجتین او العمرتین مکروہ اور جب کہ جسکا حج فوت ہو گیا اوسنے حج یا عمرہ کا احرام کیا تو اوسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہے اسواسطے کہ دو حج کے احراموں کو اور دو عمرہ کے احراموں کو جمع کرنا مشروع نہیں کیونکہ وہ شخص حج کے احرام فوت ہونے کے بعد احرام عمرہ میں ہے ایک احرام اوس حج کا جو فوت ہو گیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اسیواسطے وہ عمرہ کرے دو احرام ہوں گے

ایک احرام تو شروع حج کے کیا اور دوسرا احرام اسلئے کہ فات الحج عمرہ کرکے احرام سے باہر آتا ہو چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوتا ہے و لما فاته الحج و فوت
احرامه فیلزم ان یتحلل بعمل العمرة تحقیقا بتعین ما شرع به لتعذر الشروع و یلزم القضاء قبل اوانه بالرفض اور جب کہ
حج فوت ہوا تو احرام اسکا باقی رہا تو اسپر لازم ہے کہ احرام الحج ادا عمرہ کی افعال کرکے باہر ہو بعد اسکے قضا کرے اور اسکی قضا احرام کیا اسواسطے کہ شروع
کرنا اوسکا صحیح تھا اور ذبح کرے اسواسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ حلال ہوگیا اسکے وقت سے پہلے یعنی واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ
کے احرام ثانی سے باہر آتا لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کو ترک واجب ہوگیا لہذا ذبح کرنا لازم ہوا والله اعلم کذا فی حاشیہ

باب الاحصار

هو لغة المنع و شرعا منع عن رکن یہ باب ہو احصار کے احکام میں احصار لغت میں معنی منع اور حبس کے ہے اور
اصطلاح شرع میں احصار عبارت ہو منع رکن سے خواہ حج کا رکن ہو خواہ عمرہ کا اکثر کتب فقہ میں منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہو لیکن اسمیں عمرہ داخل
نہیں رہا حالانکہ عمرہ میں بھی احصار ہوتا ہو لہذا شارح نے احصار کی تعریف منع رکن سے کی تا عمرہ بھی داخل رہے اقول احصر بعدو او مرض او موت
محرم او هلاك نفقة حل له التحلل جب کہ محرم بند ہو جاوے بسبب دشمن یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مرجانیکے عورت محرمہ بند ہوجاوے یا خرچ کے ہلاک
ہوجانے سے تو حلال ہو اوسکو تحلل یعنی احرام کا اوتارنا عام دشمن عام ہو کافر آدمی ہو یا غیر اسکے اور وہ بیماری مانع ہو جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوگی
ہو اور ہلاکی نفقہ یا دیں اس شرط سے مانع ہو کہ پیدل چلنے کی قدرت نہو بعد شروع کے اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہیں اگرچہ گرستے پیدل جانا حج
کیواسطے لازم نہیں جیسے حج فقیل ابتداءً لازم نہیں لیکن بعد شروع لازم ہوا اور یہ قول محمد کا ہو کذا فی المحیط اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر
قادر ہو اور آیندہ خوف ہو کہ عاجز ہوگا اور تھک جاویگا تو اوسپر حج لازم نہیں کذا فی النهر فیبعث بعث المفرد دما او قیمته فان لم یجد بقی محرما
حتی یجد او یتحلل بطواف وعن الثانی انه یقوم الدم بالطعام و یتصدق به فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوما جب مفسد
مذکورہ سے محرم حج کو نہ جاسکے تو اوس وقت میں تنہا حج کا کرنیوالا ایک خون یعنی ایک بکری یا بہشر حرم میں بہیجے یا اوسکی قیمت روانہ کرے تا کہ خرید کرکے حرم
میں ذبح کیجاوے سو اگر بکری یا اوسکی قیمت نپاوے تو محرم بنا رہے یہانتک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کرکے احرام اوتارے اور ابو یوسف
سے منقول ہے کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اوسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نپاوے تو ہر ہر نصف صاع کی عوض
ایک ایک دن روزہ رکہے علماء نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف کی نسبت بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو مذکور نکرتا والقارن دمین اور قارن دو بکریاں
روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے احرام کے بدلے اور دوسری عمرہ کے احرام کی عوض فلو بعث واحدا لم یتحلل عنه سو اگر قارن ایک بکری بہیجے
ایک احرام کیواسطے تو اوس احرام سے باہر نہوگا اسواسطے کہ مشروع یہ ہو کہ دونوں احراموں سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے
احرام سے ہوکر اوتارنا خلاف مشروع ہے کذا فی الطحطاوی وعین یوم الذبح لیعلم متی یتحلل اور معین کرے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہوگی ذبح کرے
تا معلوم ہو کہ کب احرام اوتارے اسواسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہیں و یذبحه فی الحرم ولو قبل یوم النحر خلافا لهما اور ذبح کرے ہدی کو حرم
میں یوم النحر سے پہلے ہو بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک احصار حج میں یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں لیکن عمرہ کے احصار میں جائز ہو
والمحلل و یجب القضاء بعد التحلل … حتی ان لحق الى الوقوف جاز و ان ادرك الحج … و قضت المحصر بالعمرة … القضاء بالعمرة
انما هو للحصر … زیلعی اور اگر محرم محصر نے ہدی کو نہ روانہ کیا اور اپنے گھر کو پلٹ گیا احرام باندہے ہوئے
باندہے ہوئے وہیں ٹھہرا رہا یہانتک کہ خوف زائل ہوگیا اور مانع مرتفع ہوا تو جائز ہو بعد زوال خوف اور رفع مانع کے اگر حج کو پالے تو کیا خوب بات ہوا
اگر حج نہ ملا تو عمرہ کرکے احرام کو اوتارے اسواسطے کہ ذبح کرکے احرام کا اوتارنا بسبب حرج کے مقرر کیا تھا تا کہ احرام کی مدت دراز ہو
کہ اوسپر مشکل پڑے … کذا فی الزیلعی و بذبحه یحل ولو بلا حلق و تقصیر اور ہدی کے ذبح کرنے سے احرام سے خارج ہو جاویگا اگرچہ حلق نہ کرے
اور نہ بال کترے … لیکن حلق افضل ہے کذا فی النهر فلو ظن ذبحه ففعل ما یفعله الحلال فظهر انه لم یذبح …

نہ حرم میں ذبح ہوئی تھی یا حل میں ذبح ہوئی تھی پھر ظاہر ہوا کہ ہدی ذبح نہیں ہوئی اور محرم نے ذبح ہونا گمان کر کے ممنوعات احرام سے کوئی عمل کیا تب بھی
تو اوسپر انہی جنایات کرنیکی سزا لازم ہوگی ویجب علیه ان تحلّل من حجة ولو نفلا حجة بالشروع وعمرة للتحلل ان لم یحج من عامه اور اگر
حج کا احرام تھا اگرچہ نفل ہی کا حج ہو تو اوسپر حج واجب ہے بسبب شروع کرنیکے اور عمرہ واجب ہے بسبب تحلل کے بشرطیکہ اوس سال حج نکیا ہو اور اگر
اوسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحطاوی وعلی المعتمر عمرة اور عمرہ کا احرام باندھا ہو الا اگر روکا جاوے
تو اوسپر فقط ایک عمرہ واجب ہے وعلی القارن حجة وعمرتان احدٰهما للتحلل اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہیں ایک عمرہ بسبب تحلل
کے اور دوسرا قران کا جو قضا ہوا اور دیکھو کہ قضا میں قران کرے چاہے تو حج علحدہ اور عمرہ علحدہ قضا کرے کذا فی الطحطاوی فان بعث ثم زال
الاحصار وقدر علی ادراک الهدی والحج معا توجه وجوبا پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اوسکے احصار زائل ہوگیا اور وہ قادر ہو گیا ہدی
اور حج کے پانے پر ساتھ ہی تو اوسپر واجب ہے کہ حج کو روانہ ہو اور اوس وقت میں ہرگز جائز نہیں احرام سے فارغ ہونا ہدی کے ذبح ہونے سے
اسواسطے کہ تحلیل کا اور حالانکہ اب خود اصل پر قادر ہوگیا تو عوض کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی المنح والا یقدر علیهما لا یلزمه التوجه وهی
رباعیة اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر ساتھ ہی قادر نہو تو اوسپر روانہ ہونا لازم نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتوں کا محتمل ہے پہلی صورت
یہ ہے کہ ہدی اور حج دونوں کو پاوے دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں کو نہ پاوے تیسری صورت یہ ہے کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ ہے کہ فقط حج
کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت میں تو جانا لازم ہے اور باقی تین صورتوں میں لازم نہیں لیکن اگر تحلل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے
کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل یوم النحر کے جائز ہے تو اور اگر حج کا بدون ہدی کے ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک اور اگر
حج کو ہدی لازم ہو اسواسطے کہ اونکے نزدیک قبل یوم النحر کے ذبح کرنا جائز نہیں کذا فی شرح الوقایة ولا احصار بعد ما وقف بعرفة للامن من
الفوات اور احصار نہیں بعد وقوف عرفات کے اسواسطے کہ بعد وقوف عرفات کے فوت ہوجانا حج کا متصور نہیں تو امن حاصل ہوگیا پھر اگر بعد وقوف
عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک واجبات سے یعنی وقوف مزدلفہ اور رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسیطرح تاخیر حلق اور طواف الزیارة
سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والممنوع ولو بمکة من الرکنین محصر علی الاصح اور جو شخص کہ دو رکن یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارة
سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ میں ہو وہ محصر ہے بقول اصح والقادر علی احدهما لا اما علی الوقوف فلتمام حجه به واما علی الطواف فلتحلله به
کما مر اور جو کہ قادر ہو ایک رکن پر وہ محصر نہیں جو وقوف عرفات پر قادر ہو اوہ اسواسطے محصر نہیں کہ وقوف سے حج تمام ہوگیا اور جو طواف پر قادر
ہو اوہ اسواسطے محصر نہیں کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہوگیا چنانچہ مذکور ہوچکا کہ طواف اصل ہے تحلل میں اور ذبح کرنا ہدی کا اوسکا بدلہ ہے
اصل کے ہوتے بدلہ کی کچھ حاجت نہیں

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہے غیر شخص کیطرف سے حج کرنیکا یعنی بطور نیابت کے دوسرے
کیطرف سے حج کرنا الاصل ان کل من اتی بعبادة ما له جعل ثوابها لغیره وان نواها عند الفعل لنفسه لظاهر الادلة اصل یہ ہے کہ جو
شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قراءة قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں تو اوسکو جائز ہے کہ اوسکا ثواب غیر شخص کیواسطے
کردے اگرچہ عبادت کرنیکے وقت اپنی ذات کیواسطے نیت کی ہو یہ اصل ثابت ہے دلائل قرآن اور احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ارتکاب تاویل کے قرآن
مجید میں والدین کیواسطے دعا کا ارشاد ہوا کہ رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا یعنی اے میرے رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ
انہوں نے مجھ کو چھوٹا پالا اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق میں بیفائدہ ہوتی حالانکہ یہ غلط ہے اور حق تعالی
نے خبر دی ہے کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعا و مغفرت کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہے اور احادیث تو نہایت اور ثواب بہالی
میں کثرت سے ہیں از انجملہ صحیحین بخاری اور مسلم میں یہ حدیث متفق علیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو قربانی کیا ایک مینڈھا اپنی طرف سے
اور دوسرا اپنی امت کیطرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی میں نیابت صحیح ہے اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل

باب الحج عن الغیر

طبرانی

اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزاز اور دار قطنی نے چند صحابہ سے روایت کیا ہے تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک یہہ حدیث مشہور ہے دار قطنی نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ تھے جنسے مین اونکی زندگی مین نیکی کرتا تہا سو اب کیونکر مین اونکے ساتھ نیکی کرون تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہہ ہے کہ نماز پڑھا کر اونکے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھا کر اونکے واسطے اپنے صوم کے ساتھ اور یہہ بھی اوسنے علی مرتضی سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور اوسکا ثواب مردون کو بخشے تو اوسکو ثواب دیا جاویگا بقدر انکو اموات کے اور ابو حفص عسکری نے روایت کی کہ انس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہین اپنے مردونکی طرف سے اور حج کرتے ہین اونکی طرف سے اور دعا کرتے ہین انکے واسطے کیا اونکو یہہ پہونچتا ہے فرمایا کہ ہان البتہ اونکو پہنچتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہین اوس سے جیسے کوئی تم مین خوش ہوتا ہے طبق سے جب کوئی اوسکو تحفہ بھیجے اور حسن ابو داؤد مین مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون پر یس پڑھا کرو تو ان احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہے کذا فی فتح القدیر

واما قوله تعالى وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ اى الا اذا وهبه له كما حققه الكمال او اللام بمعنى على كما فى لهم اللعنة اور یہہ قول ہے حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہین مگر جو کہ اوسنے خود کیا تو مراد یہہ ہے کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہین مگر جبکہ غیر بخشے اوسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے فتح القدیر مین یا لام اس آیت مین بمعنی علی کے ہے چنانچہ لہم اللعنة مین بمعنی علی ہے تو اس صورت مین یہہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہین سوا اپنے عمل کے تو نفی مضرت کی ہوئی نہ منفعت کی اور معتزلہ کا یہہ مذہب ہے کہ عبادت کا ثواب سوا اوس فاعل کے غیر کو نہین پہنچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج مین وصول ثواب جائز ہے اور عبادت بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قرأۃ قرآن وغیرہ مین وصول جائز نہین معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہین اپنے مذہب پر کہ انسان کو غیر کا عمل مفید نہین اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دئے ہین جواب اول یہہ ہے کہ یہہ آیت منسوخ ہے بقول ابن عباس اس آیت سے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ جواب ثانی یہہ ہے کہ یہہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما السلام کی قوم کو مخصوص ہے جواب ثالث یہہ ہے کہ انسان سے مراد اس آیت مین کافر ہے تو مومن کے حق مین نفی نہین جواب رابع یہہ ہے کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہین لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہے جواب خامس یہہ ہے کہ لام بمعنی علی ہے کذا فی العینی شرح الکنز لیکن محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ ہر چند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہین لیکن حکم دعای والدین اور استغفار ملائکہ مومنین کے حق مین اور حدیث قربانی کی امت کیطرف سے اوسکو سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہین تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی مرافقت اور اطلاق پر باقی نہین بلکہ مقید ہے بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ مسکی توضیح ترجمہ آیت مین مذکور ہوگئی اور تقیید آیت بہتر ہے نسخ آیت کے قائل ہونے سے اسواسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہے حالانکہ خبر مین نسخ جاری نہین اور ابطال معتزلہ کے ضمن مین مالک اور شافعی کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنی احادیث اور آثار سابقہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہوگیا واللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد افصح الزاہدی عن اعتزاله ههنا واللہ الموفق اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال میان کہول دیا اور توفیق خیر کی دینے والا اللہ تعالی ہے یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہے مجتبی کی کتاب الحج مین اموات کی ایصال ثواب کا منکر ہوگیا ہے اور اوسکو مذہب اہل حق اور اہل عدل کا ٹھہرایا ہے اور آیات اور احادیث ثواب رسانی کو تاویلات بعیدہ کر کے ظاہر سے پہیرا ہے کذا فی الطحطاوی اللہم بحق النبی محمد وآلہ ہمکو صراط مستقیم پر ثابت رکہنا اور تعصب اور کج فہمی سے بچانا اور مرنیکے وقت اس عاجز مسکین کی دستگیری کرنا آمین

العبادة المالية كزكوة وكفارة تقبل النيابة عن المكلف مطلقا عند القدرة والعجز ولو النائب ذميا لان العبرة لنية الموكل ولو عند دفع الوكيل عبادت مالی جیسے زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوۃ نیابت کو قبول کرتی ہے مکلف کیطرف سے ہر طرح قدرت کے وقت بھی اور عاجز ہونیکے وقت بھی اگرچہ نائب کافر ذمی ہو اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ موکل نے

وکیل بنے دیگا کہ وقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہے ہم عبادات مالی مین نیابت اسواسطے جائز ہے کہ عبادات مالیہ مین ازالۂ مالیت بالدار او بدفع حاجت محتاج مقصود
اصلی ہے سو یہ نائب کے فعل مین بھی حاصل ہے اور چونکہ عبادت بدون نیت کے صحیح نہین اوسکا فرض ادا ہونا نیت کا نہین لیکن جب منیب کی نیت معتبر
ٹھہری نہ نائب کی تو مسلم او روہی نیابت مین دونو برابر ہو گئے اور منیب کو اختیار ہے نائب کے دینے کے وقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اوسوقت
نیت کرے یا درمیان مین اداء عبادت کی نیت کرے کذا فی المنح والطحطاوی والنہر والبدنیة کصلوٰة وصوم لا تقبلها مطلقًا اور عبادت بدنی
جیسے نماز اور روزہ اور اعتکاف اور قراۃ قرآن اور اذکار نیابت کو نہین قبول کرتے ہر طرح سے نہ قدرت مین نہ عجز مین اسواسطے کہ عبادات بدنیہ مین
غرض اصلی یہ ہے کہ افعال مخصوصہ سے نفس اور بدن پر محنت ومشقت پڑے تاکہ نفس کو صفائی اور قرب الہی حاصل ہو تو یہ امر حاصل نہین ہو سکتا نائب کے
فعل سے جب تک خود نکرے لہذا اسمین مطلقا نیابت جائز نہوئی نہ قدرت مین نہ عجز مین اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد
عن احد اخرجه النسائی عن ابن عباس یعنی کوئی روزہ نرکھے کسیکی طرف سے اور نماز نہ پڑہے کوئی کسیکی طرف سے یعنی نیابت صوم اور صلوٰة سے فرض
ساقط نہین ہوتا نفس سے ہان نفل کا ثواب متوقع ہے چنانچہ اوس حدیث مین مصرح ہے کہ ملد اپنے والدین کیواسطے نماز پڑھے اور روزہ رکھے والمرکبة منهما
کحج الفرض تقبل النیابة عند العجز فقط اور جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہے جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہے عاجز ہونیکے وقت فقط
ہر چند کہ حج کی حقیقت مین مال کو دخل نہین اسواسطے کہ حج عبارت ہے وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہ امر غالبا بدون زاد اور راحلہ کے حاصل نہین ہوتا تو
گویا حج مالی جز ہو گیا کذا فی الطحطاوی حج مین عجز کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت مین نیابت جائز نہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر
لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانه فرض العمر حتی تلزم الاعادة بزوال العذر یعنی عاجز کی نیابت حج کی جائز ہے بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ
برابر رہے اور اگر عجز دائمی نہین تو نیابت صحیح نہین اسواسطے کہ حج تمام عمر مین ایک بار فرض ہے یہانتک کہ اعادہ لازم ہے زوال عذر سے یعنی ایک شخص حج
کرنے سے عاجز ہو سو اوس نے مال دیکر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پھر بعد اسکے عاجزی کا عذر جاتا رہا تو اوسپر واجب ہے کہ خود دوبارہ حج کرے
اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نرہا وبشرط نیة الحج عنه ای عن الامر فیقول احرمت عن فلان ولبیت عن فلان ولو نسی اسمه
فنوی عن الامر صح وتکفی نیة القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہے کہ نائب اپنے منیب آمر کیطرف سے حج کرے سو یون کہے احرام کیوقت کہ مین نے
احرام باندہا فلانے شخص کیطرف سے اور مین نے لبیک کہا فلانیکی طرف سے اور اگر منیب کا نام بھول جاوے اور امر کرنیوالیکی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہے اور
دل کی نیت کافی ہے تو تصریح بلفظ ضرور نہین هذا ای اشتراط دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زواله وان
لم یکن کذلک کالعمی والزمانة سقط الفرض بحج الغیر عنه فلا اعادة مطلقًا سواء استمر ذلك العذر ام لا یہ یعنی مشروط ہونا
دوام عجز کا موت تک اوسوقت تک ہے کہ عاجزی مانند قید اور بیماری کے زوال پذیر ہو اور اگر ایسی نہو یعنی ایسا عجز ہو کہ اوسکو زوال کی امید نہو
جیسے اندھا ہونا اور لولا ہونا تو اوسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہو جاویگا تو اس حالت مین اعادہ حج کا مطلقا لازم نہین خواہ یہ عذر
عدم بصارت وغیرہ کا ہمیشہ جاری رہے یا نرہے اسواسطے کہ عجز لازمی بجای موت ہے کذا فی النہر مگر کنز وغیرہ متون مین مرض زوال پذیر اور عدم زوال پذیر کا
کچھ فرق مذکور نہین لیکن ماتن اور شارح نے باقتدای صاحب بحر یہ تفصیل محیط اور فتاوی قاضیخان اور مبسوط سے نقل کی اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ
اعلم کذا فی المنح ولو احج وهو صحیح ثم عجز واستمر لم یجزه لفقد شرطه اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف سے حالت صحت مین پھر بعد
فراغت ہونے نائب کے حج سے عاجز ہو گیا اور ہمیشہ عاجز بنا رہا موت تک تو وہ حج سقوط فرض مین کافی نہوگا بسبب پائے جانے شرط کے یعنی نائب کی حج کرنیکے
وقت منیب عاجز نتہا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی وبشرط الامر به ای بالحج عنه فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنه الا اذا
حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة اور جائز ہے نیابت بشرطیکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنیکا تو جائز نہین
حج فرزند کا باپ کیطرف سے بدون اجازت باپ کے مگر جب کہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کراوے اپنے مورث کیطرف سے تو البتہ جائز ہے بسبب پائے جانے

امر مورث کے بنا بر دلالت حال کے یعنی جب وارث مورث کے مال پر متصرف ہوا تو گویا مورث نے اوس سے کہا کہ میری طرف سے فرض ادا کر کذا فی اللباب
ويقع عن الشرائط النفقة من مال الآمر كلها او اكثرها ويحج المأمور بنفسه وتعيينه إن عينه فلو قال يحج عني فلان لم يجز حج
غيره ولو لم يقل لا يحج عني غيره فسیاق اور شرائط نیابت حج سے یا تو یہ شرط ہے کہ کل نفقہ نائب کا بھیجنے والے کے مال سے ہو یا اکثر نفقہ اوسکے مال سے ہو اگر کسی
شخص کا مال لیوے اپنے مال سے حج کرے بطور احسان کے تو غیب کیطرف سے حج نہ ادا ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع اور جبکہ کہ امر کا اپنے ... واسطے حج کیا
متعین ہونا مشروط ہے اگر اوسکو متعین کردیا ہو سو اگر آمر نے یوں کہا ہو کہ مثلا زید میری طرف سے حج کرے نہ غیر اوسکا تو غیر زید کا حج کرنا جائز نہیں اور اگر
غیر کی نفی نکی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہے واوصلها في اللباب الى عشرين شرطا منها عدم اشتراط الاجرة فلو استأجر رجلا بان قال
استأجرتك على ان تحج عني بكذا لم يجز حجه وانما يقول امرتك ان تحج عني بلا ذكر اجارة كذا في لباب المناسك یعنی شرائط نیابت میں سے
سمجھا یا ہوا و نہیں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نیابت میں اجرت مشروط نہو تو اگر اجارہ ٹھہرا لیا کہ یوں کہے کہ اس قدر کے بدلے کہا کہ میں نے تجھے ٹھیکہ کیا اپنی طرف
سے حج کرنیکا اتنے مال کے عوض تو ایسا حج جائز نہیں بلکہ یوں کہے کہ میں نے تجھکو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنیکا بلا ذکر اجارہ ہم شارح کا کلام اسکو مقتضی ہے
کہ اجیر کو اجرت نہ ملے اور حج اجیر کا ہو نہ مستاجر کا اور خانیہ میں مصرح ہے کہ ظاہر الروایت میں حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجرت مثل ملیگی
تو عبارت خانیہ اسکو مقتضی ہے کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو انفق من مال نفسه او خلط النفقة بماله وانفق كله او اكثره
جاز وبرئ من الضمان اور اگر مامور نے کچھ اپنے ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ خرچ کے نفقہ میں وضع کر لینے کی گنجایش ہے یا مامور نے خرچ کے نفقہ
میں اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر یعنی بقدر اکثر مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہے اور مامور ضمانت سے بری ہوگیا کذا
في الطحطاوی وشرط العجز المذكور للحج الفرض لا للنفل لا تساع بابه اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کیواسطے ہے نہ نفل حج کیواسطے اسلئے
کہ نفل میں وسعت ہے تو قادر کو نائب سے حج نفل کروانا صحیح ہے ويقع الحج عن الآمر على الظاهر من المذهب وقيل عن المأمور نفلا
وللآمر ثواب النفقة كحج النفل اور حج فرض آمر کیطرف سے واقع ہوتا ہے بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مامور کیطرف سے حج نفل واقع ہوتا ہے
اور آمر کو نفقہ دینے کا ثواب ہے جیسے نفل حج میں اور یہ قول امام محمد کا قول ہے لیکن اس اختلاف کا کچھ ثمرہ نہیں اسواسطے کہ سب متفق ہیں اس بات پر کہ آمر
سے فرض ساقط ہوجاتا ہے اور مامور سے ساقط نہیں ہوتا کذا فی المنح اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع
میں ایک عورت خثعم کی قوم کی آئی اور اوسنے کہا یا رسول اللہ میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بڈھا ہے اور اوسکو طاقت نہیں کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا میں
اوسکی طرف سے حج کروں حضرت نے فرمایا ہاں اور بخاری اور مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اوسنے کہا کہ
میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مرگئی حضرت نے فرمایا کہ اگر اوسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اوسنے کہا ہاں میں ادا کرتا فرمایا تو خدا کا قرض ادا
کر وہ احق بالقضا ہے کذا فی التیسیر تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آمر کیطرف سے حج واقع ہوتا ہے نہ مامور کیطرف سے ولكنه تشترط لصحة النيابة
اهلية المأمور لصحة الافعال ثم فرع عليه بقوله فجاز حج الصرورة بمهملة من لم يحج والمرأة ولو امة والعبد وغيره كالمراهق
وغيره معه اولى لعدم الخلاف لیکن صحت نیابت کیواسطے مشروط ہے اہلیت مامور کی یعنی اسلام اور عقل مامور میں لازم ہے تاکہ اوسکے افعال صحیح ہوں
پھر ماتن نے اشتراط اہلیت پر اکلا قول متفرع کرکے کہا تو جائز ہے حج کرنا اوس شخص کا جسنے خود حج نہیں کیا اور عورت کا حج جائز ہے اگرچہ وہ لونڈی ہو اور
غلام وغیرہ کا جیسے مراہق قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہے اور ان اشخاص کے سوا اور شخص بہتر ہے نیابت کیواسطے تا خلاف شافعی سے بچو
اسواسطے منقول ہے اوسکو کہتے ہیں جسنے ہنوز حج نہیں کیا کذا فی القاموس پس جسنے نیابت عورت اور غلام اور جسنے حج کا حق نہیں کیا اور مراہق کی جائز ہے
بسبب اہلیت صحت افعال کے لیکن چونکہ کراہت سے خالی نہیں اور علماء شافعیہ کے بھی مخالف ہیں تو انکے سوا اوروں کو نائب کرنا بہتر ہے مناسک ملا علی میں لکھا ہے
کہ غیر کیطرف سے حج کرنیکی افضل یہ ہے کہ وہ نائب ایسا ہو جو افعال حج اور طریق حج کا عالم ہو اور پہلے حج اپنی طرف سے کرچکا ہو کذا فی الحموی

ولو أمر ذمّياً او مجنوناً لا یصحّ اور اگر ذمی یا مجنون کو اپنی طرف سے حج کرنیکو امر کیا تو صحیح نہین بسبب عدم اہلیت کے واذا مرض المأمور بالحج فی
الطریق لیس له دفع المال الی غیرہ لیحجّ ذلك الغیر عن المیت الّا اذا اذن له بذلك بان قیل له وقت الدفع اصنع ما شئت فیجوز له
ذلك مرض او لا لانه صار وکیلاً مطلقاً اور جب کہ حج کا مامور راہ مین بیمار ہوگیا تو اوسکو جائز نہین غیر کو مال دینا تاکہ یہ شخص غیر میت کیطرف سے حج کرے
مگر اوس صورت مین جب کہ اوسکو غیر کے مال دینے اور حج کروانیکی اجازت دیگئی ہو اسطرح پر کہ اوس سے کہا گیا ہو مال دینے کیوقت کہ جو تیرا جی چاہے تو اب اسکو
غیر سے حج کروانا جائز ہے خواہ وہ بیمار ہو یا نہ بیمار ہو اسواسطے کہ اس اجازت مطلقہ سے وہ وکیل مطلق ہوگیا خواہ آمر زندہ ہو یا میت کذا فی اللمعات وخرج
المکلف الی الحج ومات فی الطریق واوصی بالحج عنه انما تجب الوصیة به اذا اخّرہ بعد وجوبه اما لو حجّ من عامه فلا ایک مرد عاقل بالغ نکلا
حج کیواسطے اور راہ مین مرگیا اور اوسنے اپنی طرف سے حج کرنیکی وصیت کی شارح کہتا ہے وصیت کرنا حج کا اوسوقت واجب ہے جب اوسنے بعد وجوب حج کے
اوسے حج مین تاخیر کی ہو اور اگر اوسی سال حج کو چلا جس سال حج فرض ہوا تو اوسپر حج کی وصیت کرنا واجب نہین فان فسّر المال او المکان فالامر علیه
ای علی ما فسّرہ والّا فیحجّ عنه من بلدہ قیاساً لا استحساناً فلیحفظ پہر اگر میت نے وصیت مین مال یا مکان کی تفصیل کردی ہو کہ اسقدر مال سے
یہان سے حج کیا جاوے تو اوسیکے بموجب ہوگا اور اگر مال یا مکان کو اوسنے متعین نکردیا ہو تو اوسکی طرف سے حج کیا جاوے اوسکے شہر سے بنا بر قیاس کے نہ بنا بر
استحسان کے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم دلیل ظاہر کو قیاس کہتے ہین اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہین اور جہان قیاس اور استحسان مجتمع ہو وہان استحسان
مقدم ہوتا ہے لیکن یہ مسئلہ اون مواضع سے ہے جہان قیاس مقدم ہے استحسان پر لہذا شارح نے آگاہ کردیا کہ اسکو یاد رکہنا چاہئے کذا فی اللمعات اور قیاس
قول ہے امام کا اور استحسان قول ہے صاحبین کا وجہ قیاس کی یہہ ہے کہ جسقدر میت نے سفر کیا وہ باطل ہوگیا احکام دنیا کے حق مین اگرچہ آخرت کا ثواب
قائم ہے اسواسطے کہ مسلم کی حدیث مین ثابت ہے کہ جب ابن آدم مرگیا تو اوسکا عمل منقطع ہوگیا اور وصیت کا جاری کرنا بہی دنیا کے احکام سے ہے تو میت کے
وطن سے وصیت باقی رہیگی اور جب کہ حج نہ حاصل ہوا تو سفر میت کا کالعدم ہوگیا اور وجہ استحسان یہہ ہے کہ قرآن مجید مین ثابت ہے کہ جو اپنے گہر سے نکلے
اللہ اور رسول کیطرف ہجرت کرکے اور راہ مین مرے تو اوسکا ثواب عند اللہ ثابت ہے اور طبرانی اور ابو یعلی اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کیواسطے نکلا اور مرگیا تو اوسکو حج کرنیوالے کا ثواب قیامت تک لکہا جاویگا تو اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر
اوسکا موت سے باطل نہین ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہوگی نہ وطن سے کذا فی الہدایہ وفتح القدیر فلو احجّ عنه الوصیّ من غیرہ لم یصحّ پہر اگر میت
کیطرف سے وصی حج کروادے اپنے سوا کسی غیر سے تو صحیح نہین ان وفی به ای بالحج من بلدہ ثلثه وان لم یف ففی حیث یبلغ استحساناً میت کے شہر
سے حج کیا جاوے اگر میت کا ثلث مال اوسکو کفایت کرے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے ہوسکے وہان سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان مذکور ولوصیّ
المیت او وارثه ان یسترد المال من المأمور ما لم یحرم اور میت کے وصی یا اوسکے وارث کو جائز ہے مال کا پہیر لینا مامور سے جبتک کہ اوسنے احرام
نہ باندہا ہو اور بعد احرام کے پہیر لینا کسیکو جائز نہین ثم ان ردّہ لخیانة منه فنفقة الرجوع من ماله والّا فمن مال المیت پہر اگر مال کو پہیر لیا مامور
کی خیانت کی جہت سے تو پہرنیکا خرچ مامور کے مال سے ہوگا اور اگر پہیر لینا خیانت کے سبب سے نہین تو پہرنیکا خرچ میت کے مال مین ہوگا اوصی بحج فتطوّع
عنه رجل لم یجزہ وان امرہ المیت لانه لم یحصل مقصودہ وهو ثواب الانفاق وصیت کی ایک شخص نے حج کرنیکی اپنی طرف سے سو ایک
مرد نے اوسکی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اوسکا مال نہ لیا تو یہہ حج کفایت نکریگا یعنی میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہوگا اگرچہ میت نے اوسکو حج کرنیکا
امر بہی کیا ہو اسواسطے کہ اوسکا مقصود نہ حاصل ہوا یعنی مال خرچنے کا ثواب نملا لکن لو حجّ عنه ابنه لیرجع فی الترکة جاز ان لم یقل من مالی و
کذا لو احجّ لا لیرجع کالدین اذا قضاہ من مال نفسه لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اوسکے بیٹے نے اوسکی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کرکے
اس نیت سے کہ ترکہ سے بہر لیگا تو جائز ہے بشرطیکہ باپ نے وصیت مین یون نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر وارث کسی سے
حج کروادے اور جائز نہین حج تو ذمہ باعدم رجوع کی نیت سے جیسا کہ میت کے قرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو ترکہ سے رجوع کر لینا درست ہے لیکن

قرض ادا کرنا بلا نیت عدم رجوع بھی جائز ہی بخلاف حج کے اسواسطے کہ عاجز کیطرف سے حج کرنا بدون اوسکے امر کے جائز نہیں اور قرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہی کذا فی المنح عن التجنیس ومن حج عن کل من ابویہ وقع عنہ وضمن النفقۃ لانہ خالفہما او لا یعدل جعلہ عن احدہما بعد ما جعل الا ولو تبعہ ادا اور جسنے حج کیا دو امر کرنیوالون کے واسطے یعنی ایک حج مین دو شخصون کو شریک کیا تو وہ حج مامور کیطرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر ان دونکا مال خرچ کیا ہو تو دونون کے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ اونکی مخالفت کی کہ ہر ایک کو بلا شرکت حج مقصود تھا اور مامور قادر نہیں کہ حج کو ایک کیواسطے پھیرے بسبب عدم ترجیح کے وینبغی صحۃ التعیین لو اطلق الاحرام اور لائق یون ہو کہ تعیین صحیح ہو اگر احرام کو مطلق کیا ہو یعنی آمر کا ذکر کیا ہو احرام کیوقت نہ بطور تعیین نہ بطور ابہام ولو ابہمہ فان عین احدہما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر آمر کو مبہم ذکر کیا یعنی یون کہا کہ مین لبیک کہتا ہون ایک آمر کیطرف سے پھر بعد اسکے اگر دو مین سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہو طرفین کے نزدیک کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو اہل بحج عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانہ متبرع بالثواب فلہ جعلہ لاحدہما او لہما وفی الحدیث من حج عن ابویہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج وبعث من الابرار بخلاف سابق کے مسئلہ ہو کہ اگر کسی شخص نے حج کیا اپنے والدین کیطرف سے یا والدین کے سوا اور اجنبی شخصون کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون اونکے مال کے حج کیا پھر بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہی بلا عوض اور حج تو فقط فاعل کیطرف سے واقع ہوگا تو اسکو اختیار ہو جاتا ہے ایک کو ثواب دے یا دونون کو دے اور حدیث مین وارد ہو کہ جو حج کرے اپنے والدین کیطرف سے تو اوسنے اونکا حج ادا کیا اور یہ ہوگی اوسکو دس حج نفل دس حج کی اور یہ شخص قیامت مین نیکون مین مبعوث ہوگا جابر سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے باپ اور ماں کیطرف سے حج کرے تو اوسنے اونکا حج ادا کیا اور اوسکو دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے اپنے والدین کیطرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اوسکی طرف سے اور اونکے والدین کیطرف سے اور اون دونونکی روحین خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک یہ شخص نیکوکار لکھا جائیگا اور ابن عباس سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کیطرف سے حج کرے یا اونکا قرض ادا کرے تو قیامت کے دن نیکون کے ساتھہ وہ شخص اوٹھایا جاویگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے ذکر کیا ہو یہ جو باتین اور شارح نے مذکور کیا تو نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین مین سے کسی پر فرض حج ہو اوسکی دو صورتین ہین کہ حج کی وصیت اوسنے کی یا نہین اگر وصیت کی اور وارث نے اپنے مال حج کیا مورث کیطرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہوگا اور اگر اوسنے وصیت نہین کی حج کی اور وارث نے اپنی خوشی اوسکی طرف سے حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظم نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر ودم للاحصار ولا غیرہ علی الامر فالیہ دم لو میتا قیل من الثلث وقیل من الکل لقران فانہ لتقصیر منہ ضمن وان بافۃ سماویۃ لا اور احصار کا خون آمر پر واجب ہو اوسکے مال سے اسواسطے کہ آمر نے مامور کو اسمین پھانسا تو اوسی پر چھوڑنا بھی لازم ہو اگرچہ آمر میت ہو آمر سے مراد وہ ہو جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو اسمین میت بھی داخل ہے کذا فی المنح بعضون نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے دم کرنا چاہیے اور بعضون نے کہا کہ کل مال سے اور احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہین پھر اگر حج فوت ہو گیا مامور کی تقصیر سے یعنی اپنے کسی کام مین ایسا مشغول ہو گیا کہ موسم حج کا گذر گیا تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا مسکین یا سواری کے مر جانے سے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہو گیا تو مامور پر ضمان لازم نہین کذا فی الطحطاوی ودم القران والتمتع والجنایات علی الحاج الا اذا اذن لہ الامر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنیوالے پر واجب ہو نہ آمر پر لیکن جب آمر نے امر کو قران اور تمتع کرنیکا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہین دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا آمر کا تو ماموری ضامن ہوگا وضمن النفقۃ ان جامع قبل وقوفہ فیعید بمال نفسہ وان بعدہ فلا لحصول المقصود اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا اگر اوسنے جماع کیا قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہو گیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

بعض حدیثین

بعد وقوف کیا تو ضمان نہیں بسبب حصول مقصود کے اسواسطے کہ حج تمام ہو گیا وان مات المأمور او سرق نفقته في الطريق قبل وقوفه حج من منزل آمره بثلث ما بقي من ماله فان لم يف فمن حيث يبلغ فان مات او سرق ثانيا يحج من ثلث الباقي بعدهما هكذا الى ان لا يبقى من ثلثه ما يبلغ الحج فيبطل الوصية ۂ اور اگر مامور رستہ میں مر گیا یا اوسکا نفقہ چوری گیا راہ میں قبل وقوف عرفات کے تو حج کیا جاوے آمر کے وطن سے اوسکے تہائی باقی مال سے یعنی باقی متروکہ میت کے ثلث سے سو اگر ثلث باقی کفایت نکرے وطن سے تو جس مکان سے پہنچ سکے وہاں سے حج کیا جاوے پھر اگر دوسری بار بھی مامور مر جاوے یا نفقہ چوری جاوے تو اوسکے بعد پھر میت کے باقی مال کے ثلث سے حج کیا جاوے ہمیشہ اسیطرح تیسری بار اور چوتھی بار حج کروایا جاویگا یہانتک کہ متروکہ میت سے اتنا نہ باقی رہے جسکے ثلث سے حج ہو سکے پھر جب بقدر حج باقی نہ رہے تو وصیت حج کی باطل ہو جاویگی یہہ قول ہے امام اعظم کا اور ابو یوسف کے نزدیک کل مال کے ثلث سے حج کیا جاوے نہ باقی بچے کے اور محمد کے نزدیک اگر اوس مال سے جو مامور کو دیا کچھ باقی ہو بقدر کفایت تو حج کیا جاوے اور نہیں تو وصیت باطل ہے کذا فی فتح القدیر ولہم قلت وظاهره انه لا يرجع في تركة المأمور فليراجع شارح کہتا ہے ظاہر قول ماتن یعنی ثلث ما بقی سے حج کروانا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ترکہ مامور سے مصرف حج کا پھیر لینا نہ جائز ہو تو اوسکی تصریح کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا میں نے مراجعت کی کتب فقہ کیطرف تو اوسکو دیکھا کہ ترکہ مامور سے پھیر لینا جائز ہے ہ لیکن طحطاوی نے کسی کتاب کا نام مذکور نکیا واللہ اعلم لا من حيث مات خلافا لهما وقولهما استحسان یعنی اگر مامور راہ میں مر جاوے تو پھر آمر کے وطن سے حج کیا جاوے نہ وہاں سے جہاں مامور مر گیا بخلاف صاحبین کے اور قول صاحبین کا استحسان ہے اور قول امام کا قیاس ہے لیکن یہان بمقابلہ قیاس کے متروک ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا **فروع** مسائل لمحہ شارح کے بعضہم مخالفا بالقران او التمتع كامر لا بالتاخير عن السنة الاولى وان عينت لانه للاستعجال لا للتقييد مامور مخالف ہوگا آمر کے قران یا تمتع کرنے سے چنانچہ مذکور ہوچکا نہ مخالف ہوگا سال اول سے تاخیر کرنے سے اگرچہ آمر نے سال اول کا حج مقرر کر دیا ہو اسواسطے کہ یہہ تعیین جلدی کیواسطے ہے نہ تقیید کے واسطے اسواسطے کہ سب سال برابر ہیں ادای فرض میں لیکن اول سال افضل ہے کہ شاید نفقہ باقی نہ رہے کذا فی الطحطاوی والافضل ان يعود اليه اور افضل یہہ ہے کہ مامور بعد حج کے آمر کے وطن کیطرف پھر آوے اور مکہ میں اقامت نکرے تاکہ اسنے جانیکی نفقات آمر کو ثواب ملے وعليه رد ما فضل من النفقة وان شرط له فالشرط باطل الا ان يوكله بهبة الفضل من نفسه او يوصي الميت به لمعين اور مامور پر واجب ہے کہ جو خرچ آنے جانے سے زیادہ بچے اوسکو پھیر دیوے وارث یا وصی کو اور اگر مامور نے فاضل مال کی اپنے واسطے شرط کر لی ہو تو یہہ شرط باطل ہے مگر اسطرح فاضل مال کا لینا درست ہے کہ مامور کو اپنی طرف سے فاضل مال کے ہبہ کر دینے کا وکیل کر دیا ہو یعنی یون کہا ہو کہ جو فاضل مال بچے اوسکی ہبہ میں نے تجکو وکیل کیا تو اوس مال پر اپنی ذات کیواسطے قبضہ کر لیجیو کذا فی الفتح یا میت نے مال زائد کی وصیت کی ہو شخص معین کیواسطے اور شخص معین خواہ مامور ہو یا غیر اوسکا کذا فی الطحطاوی یا وارث فاضل کو اپنی خوشی سے مامور کو دیدیں پھیر دینا اسواسطے لازم ہوا کہ نفقہ مامور کا مملوک نہیں ہو گیا حج کروانے سے آنے جانے میں فقط ضروریات کے صرف کرنے میں اوسکو اختیار ہے بلکہ وہ مال میت کا مملوک ہے اسواسطے کہ اگر مامور مالک ہوتا تو بطور اجارہ مالک ہوتا حالانکہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر ولہذا مامور کو اپنے ساتھ کسی کو کھلانا اور حمام کی اجرت دینا اور چراغ کا تیل مول لینا اور حجام کو اجرت دینا اور دوا خریدنا اس مال سے جائز نہیں الا باجازت میت یا وارث کذا فی النهر والفتح ولوارثه ان يسترد المال من المأمور ما لم يحرم اور میت کے وارث کو جائز ہے کہ مال پھیر لے مامور سے جبتک اوسنے احرام نہ باندھا ہو وكذا ان احرم وقد دفع اليه ليحج عنه بلا وصية فاحرم ثم مات الآمر اور اسیطرح اگر احرام باندھا اور حالانکہ اوسکو مال دیا تھا میت کیطرف سے حج کرنیکو بلا وصیت پھر اوسنے احرام باندھا پھر آمر مر گیا تو اوسکے وارث کو مال لینا بعد احرام کے بھی درست ہے وللوصي ان يحج بنفسه الا ان يأمره بالدفع او يكون وارثا ولم تجز البقية اور وصی کو جائز ہے کہ خود میت کیطرف سے حج کرے مگر اس صورت میں اوسکو حج کرنا جائز نہیں کہ میت نے اوسکو حکم کیا ہو مال دینے کا یعنی یون کہا ہو کہ اسقدر مال دینا اوسکو جو میری طرف سے حج کرے کذا فی الفتح یا وصی وارث ہو اور باقی وارث اوسکو حج کرنیکو جائز نرکہیں تو بھی اوسکو بذات خود حج کرنا جائز نہیں ولو قال المأمور منعت وكذبه الورثة لم يصدق الا ان يكون امرا ظاهرا اور اگر مامور نے کہا کہ میں حج کرنے سے روکا گیا فلانے عذر سے اور وارثوں نے اوسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق نکیجاویگی اور اگر مال خرچ کیا ہو گا تو اوسکو دینا پڑیگا

مگر یہ کہ کوئی ظاہر امر اوسکے صدق کا شاہد ہو مثلاً راہ میں حاجیوں کا قافلہ لٹ گیا یا مدت تک مینہ کی جھڑی لگ گئی تو البتہ اوسکی تصدیق ہوگی کذا فی المحیط
ولو قال حججت وكذبوه صدق بيمينه الا اذا كان مديون الميت وقد اقر بالانفاق اور اگر امر نے کہا کہ مین نے حج کیا ہے اور میت کیطرف سے اور وارثون نے اوسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق کیجاویگی قسم کے ساتھ مگر اوسوقت تصدیق نہوگی جبکہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اوسکو قرض میں سے راہ خرچ کرنیکا امر ہوا ہو ولا تقبل بينتهم انه كان يوم النحر بالبلد الا اذا برهنوا على اقراره انه لم يحج اور مقبول نہونگے وارثون کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اس شہر میں تھا کیونکہ نفی پر گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثون کو یہ ہے کہ حج کی نفی ہو جاوے تو اگرچہ وہ قول ظاہر میں اثبات ہے لیکن دراصل نفی ہے مگر جب وارث گواہ گذارین مامور کے اس اقرار پر کہ مین نے حج نہیں کیا تو البتہ گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ لفظ کرنا اس کا ان الفاظ کو اثبات ہے نہ نفی کذا فی المحیط

باب الهدی

هو فی اللغة والشرع ما یهدی الی الحرم من النعم لیتقرب به فیه یہ باب ہدی کے احکام میں ہدی لغت اور شرع میں اوسکو کہتے ہیں جو حرم محترم میں چوپایہ حلال جانور کا تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اوسکو ذبح کرنے سے حرم میں حق تعالیٰ کا قرب اور رضامندی حاصل ہو ادناه شاة ہدی کا ادنی رتبہ بھیڑ بکری ہے وهو ابل ابن خمس سنين وبقر ابن سنتين وغنم ابن سنة اور ہدی کی اعلی قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گائے بیل ہے اور ادنی قسم ایک برس کی بھیڑ بکری دنبہ ہے ولا يجب تعريفه بل يندب فی دم الشكر اور واجب نہیں ہدی کو عرفات میں لیجانا یا پٹہ گردن میں ڈالکر یا کوہان کی کھال چیر کر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون میں اشتہار مستحب ہے یعنی قران اور تمتع اور نفل کے ہدی میں اشتہار بہتر ہے اور جنایات کے ہدی میں اخفا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی المنح ولا يجوز فی الهدايا الا ما جاز فی الضحايا کما سیجیء فصح اشتراك ستة فی بدنة شريت لقربة وان اختلف اجناسها اور جائز نہیں ہدی میں مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہو قربانیون میں چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الاضحیہ میں آویگی تو صحیح ہے شریک کر لینا ایک شخص کا چھ شخصون کو اپس اونٹ اور گائے میں جو بہ نیت قربت کے خریدی ہوئی ہو اگرچہ اجناس قربت کے مختلف ہون چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزاء صید وغیر ذلک لیکن قربت کا متحد الجنس ہونا مستحب ہے کذا فی المنح ويجوز الشاة فی الحج فی كل شیء الا فی طواف الركن جنبا او حائضا ووطی بعد الوقوف قبل الحلق كاملا اور جائز ہے بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شی میں مگر طواف الزیارت کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں کرنے سے اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے میں بھیڑ بکری کافی نہیں بلکہ اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا بھان واجب ہے چنانچہ باب الجنایات میں مذکور ہوچکا ويجوز اكله بل يندب كالاضحية من هدی التطوع اذا بلغ الحرم والمتعة والقران فقط ولو اكل من غيرها ضمن ما اكل اور جائز ہے کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کی مانند مستحب ہے کھانا نفل کے ہدی کا جب کہ وہ حرم تک پہنچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہے فقط اور سوا نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھاویگا تو بقدر کھانے کے قیمت دینا لازم ہوگا ہم اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے پہنچنے کے ذبح کیا تو اوسکا کھانا جائز نہیں کہ وہ صدقہ ہے ہدی نہیں تو اوسکا کھانا بھی جائز نہیں کذا فی المنح وتعين يوم النحر ای وقته وهو الايام الثلثة لذبح المتعة والقران فقط فلو ذبح قبله بل بعده حل ولا دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کے ذبح کرنیکے واسطے یوم النحر متعین ہے لفظ یوم کا بیان مطلق وقت ہے تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن میں یعنی دسوین گیارھوین بارھوین تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل یوم النحر کے بالاجماع جائز نہیں بلکہ بعد بارھوین کے البتہ کافی ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اوسپر دوسرا خون واجب ہے امام کے نزدیک صاحبین کے نزدیک اور سوا تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر میں مخصوص نہیں کذا فی المحیط وتعين الحرم بمعنى الكل لا الفقير الا لتطوع اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنیکے واسطے حرم متعین ہے منا کی کچھ خصوصیت نہیں بقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کیواسطے مخصوص نہیں بنابر وجوب کے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے غیر سے ویتصدق بجلاله وخطامه ای زمامه اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کر دے اسواسطے کہ صحاح ستہ میں علی مرتضی سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم کیا اونٹون کے گوشت اور جھولون اور کھالون کے تصدق کرنیکا محتاجون

[illegible] فان اخطأ [illegible] الا ان يصلي عليه جاز اور [illegible]

[illegible] اگر [illegible] ہو گا [illegible]

[illegible] روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قربانی کے [illegible]

[illegible] صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو [illegible]

[illegible] حاجت [illegible] معلوم ہوا کہ بلا ضرورت چڑھنا جائز نہیں کذا فی فتح القدیر فان اضطر الی رکوبہ ضمن ما نقص بركوبه

وحمل متاعه وتصدق به على الفقراء [illegible] البيان [illegible] منه ضمنه [illegible] قيمته [illegible] پھر اگر مضطر ہو سواری کی طرف تو ضمان دے [illegible]

نقصان [illegible] ضمان نقصان کو فقیروں پر خیرات کرے کذا فی الشرنبلالیہ سو اگر ضمان میں سے مالدار کو کھانا

دیگا تو [illegible] قیمت کا ضمان [illegible] کذا فی المبسوط ولا يحلبه وينضح ضرعه بالماء البارد لو المذبح قريبا ولا حلبه

وتصدق به [illegible] دودھ [illegible] دوہنا بند ہو جاوے بشرطیکہ ذبح کرنیکا مکان قریب ہو اور اگر [illegible]

دودھ [illegible] خیرات کر دے ويقيم بدل هدي واجب عطب او تعيب بما يمنع الاضحية

وصنع بالمعيب ما شاء [illegible] قائم کرے [illegible] جو ہلاک ہو گئی یا اوسمیں ایسا عیب ہو گیا جو قربانی کا مانع ہے یعنی لنگڑی ہو گئی یا

[illegible] ذبح کرکے کھا جاوے ولو كانت المعيبة [illegible] نحرها وصبغ قلادته بدمها وضرب به صفحة

سنامه ليعلموا انه هدي للفقراء ولا يطعمه غنيا لعدم بلوغه محله اور اگر نفل کے ہدی میں عیب ہو گیا ہو یا قریب الہلاک ہو تو اوسکو نحر کرے

[illegible] اوسکے خون میں رنگین کرے [illegible] کوہان کی ایک جانب پر رکھدے اس فعل سے غرض یہہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہہ ہدی محتاجوں کیواسطے ہے

[illegible] نہیں پہنچی کہ مالداروں کو اوسکا کھانا جائز ہوتا صحیح مسلم اور مسند احمد میں قبیصہ سے مروی ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ہدی کو بھیجا کرتے تھے اور فرماتے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اوسکو نحر کرنا اور نعل کو اوسکے خون میں ڈبونا اور اوسکے

ایک جانب کو رکھدینا اور تو اوسمیں سے نہ کھانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھاوے کذا فی العینی شرح الکنز ويقلد بدنة التطوع ومنه النذر والمتعة

والقران فقط لانه دم شكر [illegible] والسنة تعيين هدي [illegible] اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گاے کی گردن میں پٹا ڈالنا چاہئے

اور نفل میں نذر کے ہدی بھی داخل ہے [illegible] عبادت کے ساتھہ لائق ہے اور غیر عبادات ہیں یعنی جنایات وغیرہ میں چھپانا سزاوار تر ہے [illegible]

[illegible] لا تقبل شهادة [illegible] الوقوف صحيح استحسانا حتى الشهود للحرج [illegible] گواہوں نے گواہی دی بعد

وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیوں کا وقوف بعد اوسکے وقت کے ہوا یعنی عرفہ کے دن نہوا بلکہ دسویں تاریخ واقع ہوا تو اونکی گواہی مقبول نہو گی اور وقوف

حاجیوں کا [illegible] کہ گواہوں کا وقوف بھی صحیح ہے [illegible] حرج شدید کے یعنی اس قسم کا اشتباہ اکثر ہو جاتا ہے کہ اوس سے بچنا ممکن

نہیں [illegible] حکم دیا جاوے [illegible] کوشش کرنیکے تو سخت حرج پیش آویگا [illegible] نے دین میں حرج کو نفی کر ڈالا ہے

قال [illegible] وما جعل عليكم في الدين من حرج اور [illegible] اشارہ ہے اوس حدیث میں کہ حضرت نے فرمایا تمہارا روزہ اوسی دن ہے جس دن تم روزہ

رکھتے ہو [illegible] اور عرفہ تمہارا وہی دن ہے جسدن تم عرفات میں ہوتے ہو اور قربانیکا دن وہی جسدن

تم قربانی کرتے ہو [illegible] اہل اسلام [illegible] اور [illegible] عرفہ کا دن جانتے ہیں اور اوسمیں وقوف کرتے

[illegible] حاکم [illegible] اوسکو [illegible] کہ حاکم کی سماعت مشہور ہو جاوے

[illegible] شک واقع ہونے سے کہ حج صحیح ہوا یا نہیں [illegible]

[illegible] گواہی [illegible] حاکم [illegible]

گواہی نہیں سنتے تو لوگوں کا حج پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر وقبله ای قبل وقته قبلت ان امکن التدارک لیلا مع اکثرهم والا لا اور قبل وقت
عرفات کے گواہی مقبول ہو گی یعنی اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ میں لوگوں نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم اونکی گواہی قبول کرے
بشرطیکہ تدارک وقوف عرفات کا ممکن ہو رات کو اکثر لوگوں کے ساتھ اور اگر تدارک نہو سکے تو گواہی مقبول نہیں ہے اگر آٹھویں تاریخ گواہوں نے گواہی
دی کہ یہ دن عرفہ کا ہے تو غور کرنا چاہیئے اگر امام کو سب لوگوں کے ساتھ یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہو گی قیاس میں بھی
اور استحسان میں بھی اسواسطے کہ وقوف عرفات کی ہنوز قدرت حاصل ہے تو اگر اوسدن دوپہر ڈھلے وقوف نہو گا تو اونکا حج فوت ہو گا اور اگر رات کو
امام کل یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف کر سکے تو بھی گواہی مقبول ہو گی لیکن استحسان میں نہ قیاس میں اور اگر رات کو بھی اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف
نہو سکے تو گواہی مقبول نہو گی اور امام اونکو حکم کرے کہ دوسرے دن دوپہر ڈھلے کے بعد وقوف کریں کذا فی المنح وغیرہ رمی فی الیوم الثانی
او الثالث او الرابع الوسطی والثالثة ولم یرم الاولی فعند القضاء ان رمی الکل بالترتیب فحسن وان قضی الاولی جاز لسنیة
الترتیب ایک شخص نے ذی الحجہ کی گیارھویں یا بارھویں یا تیرھویں تاریخ جمرہ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی کی اور جمرہ اولی کی رمی نکی تو قضا کیوقت اگر
جمرات ثلثہ کی بہ ترتیب رمی کی تو خوب ہے اور اگر فقط جمرہ اولی کی رمی کی قضا کی اور جمرہ ثانیہ اور ثالثہ کی نکی تو جائز ہے اسواسطے کہ رمی جمرات کی
ترتیب مسنون ہے نہ واجب اسواسطے کہ ہر جمرہ قربت مستقلہ ہے ایک دوسرے کا تابع نہیں کذا فی المنح نذر المکلف حجا ماشیا مشی من منزله وجوبا فی
الاصح حتی یطوف الفرض لانتهاء الارکان نذر کی عاقل بالغ نے حج کی پیدل تو پیادہ پا چلے اپنے گھر سے بنا بر وجوب کے قول اصح میں یہانتک کہ
طواف الزیارة سے فراغت کرے اسواسطے کہ طواف الزیارة تک سب ارکان حج آخر ہو گئے ولو رکب فی کله او اکثره لزمه دم وفی قلیله بحسابه اور اگر پیدل
حج کا نذر کر کے تمام راہ یا اکثر راہ سوار ہو گا تو اوسپر ذبح کرنا لازم ہو گا اور کمتر راہ کی سواری میں موافق اوسکے تصدق بلادم ہو گا یعنی اگر چہارم راہ
سوار ہوا تو چہارم حصہ بکری کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف راہ سوار ہوا ہے تو نصف قیمت خیرات کرے ولو نذر المشی الی المسجد الحرام او مسجد
المدینة او غیرهما لا شیء علیه اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد الحرام تک یا مسجد مدینہ تک یا سوا ان دو کے اور مساجد کیطرف پیدل جانیکی تو اوسپر کچھ واجب
نہیں اور یہی حکم ہے حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور آستانۂ کعبہ اور باب کعبہ اور میزاب رحمت اور مزدلفہ اور بیت المقدس اسواسطے کہ التزام
نسک ان الفاظ اور مکانات سے معروف نہیں کذا فی الطحطاوی اشتری محرمة ولو باذن له ان یحللها بلا کراهة لعدم خلف وعده بقص
شعرها او قلم ظفرها او مس طیب ثم یجامعها وهو اولی من التحلیل بالجماع ایک شخص نے خرید کیا محرمہ لونڈی کو اگرچہ اوس نے بائع کے اذن سے احرام
باندھا ہو تو مشتری کو جائز ہے لونڈی کو احرام سے خارج کرنا اوسکے بال کتر کر یا ناخن کاٹ کے یا خوشبو لگا کر پھر بعد اس تحلیل کے قربت کرے یہی اولی ہے جماع کر کے تحلیل
کرنے سے بلحاظ تعظیم امر حج اور مشتری کو تحلیل لونڈی کی بلا کراہت جائز ہے کیونکہ مشتری کی طرف سے خلاف وعدگی نہیں اسواسطے کہ اوسنے بائع کے اذن سے
احرام باندھا تھا نہ مشتری کے اذن سے۔ وکذا لو نکح محرمة بنفل بخلاف الفرض ان لها محرم والا فهی محصرة فلا تحلل الا بالهدی
اور اسیطرح اگر ایکمرد نے اوس حرہ سے نکاح کیا جو نفل حج کا احرام باندھی تھی تو زوج کو اوسکی تحلیل جائز ہے بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھ اوسکا کوئی
محرم ہو اور اوسنے نکاح کیا ہو تو زوج کو اوسکی تحلیل کا اختیار نہیں اور حج کے جانیسے اوسکو روک بھی نہیں سکتا درصورت اجتماع شرائط اور اگر اوسکا
محرم اوسکے ساتھ اوسکا محرم نہو تو وہ محصرہ ہے یعنی شرعا وہ بند ہو گئی بدون محرم یا زوج کے حج کو نہیں جا سکتی اور زوج پر واجب نہیں کہ اوسکو ساتھ سفر
میں جاوے پھر جب وہ محصرہ ہوئی اور زوج اوسکی تحلیل چاہے تو وہ حلال نہو گی بدون ہدی بھیجنے کے اور بعد ہدی بھیجنے کے فورا تحلیل جائز ہے ذبح
ہدی پر موقوف نہیں کذا فی الفتح والمنح ولو اذن لامرأته بنفل لیس له الرجوع فیه لملکها منافعها وکذا المکاتبة بخلاف الامة اذا
اذن لامته فلیس لزوجها منعها اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو نفل حج کی تو اوسکو اسمین پھر جانا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ اپنے
منافع کی مالکہ ہے اور اسیطرح لونڈی مکاتبہ کا حکم ہے بخلاف خالص لونڈی کے کہ بعد اذن دینے کے بھی مالک کو پھر جانا درست ہے اسواسطے کہ اوسکے منافع مالک کے

حج الغنی افضل من حج الفقیر کے شارح مسائل الحجۃ فرع ۶۰۹ لونڈی کو اون نے رد کیا ہو سمجھا کہ تو لونڈی سکنے وجہ کو اوسکا رد کرنا جائز نہیں بلکہ جگہ جب ملک میں
الفقیر لان الفقیر ما کان حج افضل ہے محتاج ہے کہ حج سے اوس واسطے کہ محتاج پر حج فرض نہیں مگر بعد پہنچنے مکہ کے اور گھر سے وہان تک جانا اوسپر فرض نہیں بلکہ نفل ہے اور والد
کو بعد فرضیت شروع ہوئی حالانکہ فضیلت فرض کی افضل ہے فضیلت نفل سے اور اگر دونو کا نفل حج ہو تو افضلیت نہیں کذا فی الخلاصۃ و حج الفرض اولی
من طاعۃ الوالدین بخلاف النفل فرض حج بہتر ہے ماں باپ کی فرمان برداری سے اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت جائز نہیں خالق کی معصیت میں بخلاف نفل
حج کے اسواسطے کہ والدین کی طاعت افضل ہے نفل حج سے علی الخصوص کہ والدین اوسکی خدمت کے محتاج ہوں بناء الرباط افضل من حج النفل بنا خانقاہ
اور مسافرخانہ کا افضل ہے نفل حج سے اسواسطے کہ اوسکی منفعت عام ہے اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط اوسیکو خاص ہے واختلف فی الصدقۃ و حج النفل البزازیۃ
افضلیۃ الحج لمشقتہ فی المال والبدن جمیعا قال و بہ افتی ابو حنیفۃ حین حج و عرف المشقۃ اور اختلاف ہے علما میں کہ خیرات افضل ہے
یا نفل حج اور فتاوی بزازیہ میں ترجیح دی ہے حج کے افضل ہونے کو اسواسطے کہ حج میں مال اور بدن دونو پر مشقت اور محنت ہے اور خیرات میں فقط مال کا صرف
ہے نہ بدن کا کہا بزازیہ کے مصنف نے اور اسیکا فتوی دیا امام ابو حنیفہ نے جب حج کیا اور اوسکی مشقت کو پہچانا ہم فتاوی بزازیہ میں پورا بیان یون ہے کہ امام اعظم
سے مروی ہے کہ صدقہ افضل ہے نفل حج سے لیکن جب امام نے حج کیا اور مشقت کو دریافت کیا تو اوسکا فتوی دیا کہ حج افضل ہے اور مراد امام کی یہہ ہے کہ نفل حج
کرے اور ہزار صرف کرے تو اگر اس ہزار سے محتاجون کو خیرات کریگا تو وہ افضل ہے اور یہہ مراد نہیں کہ حج بدون خیرات کے افضل ہے فی سبیل اللہ ہزار
درم کے دینے سے اور چونکہ حج میں مال اور بدن دونون پر مشقت ہے لہذا حج افضل ہے خیرات سے قول مختار یہی ہے انتہی کلامہ لوقفۃ الجمعۃ مزیۃ سبعین
حجۃ و یغفر فیہا لکل فرد بلا واسطۃ جمعہ کے وقوف عرفات کو فضیلت ہے ستر حج سے اور مغفرت ہوتی ہے اوسمین ہر شخص کی بلا واسطہ یعنی جب جمعہ کے دن عرفہ
ہو تو اوسکی یہہ فضیلت ہے اور اسیکو عوام میں حج اکبر کہتے ہیں اور اگر عرفہ جمعہ کے دن نہو تو اوسمین مغفرت بلا واسطہ نہیں بلکہ عوام مومنین کی مغفرت بواسطہ
صالحین کے ہوتی ہے کذا فی الخلاصۃ عن البحر ضاق وقت العشاء و الوقوف یدع الصلوۃ و یذہب للعرفۃ للحرج تنگ ہوا نماز عشا اور وقوف
عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑے اور عرفات جاوے بلحاظ مشقت شدید یعنی دسوین رات ذی الحجہ کی اتنی کم باقی ہے کہ اگر عشا پڑھے تو وقوف عرفات فوت
ہوتا ہے اور اگر وقوف عرفات کرتا ہے تو عشا کا وقت جاتا ہے تو یہان وقوف عرفات مقدم ہے اسواسطے کہ اگر عشا پڑھیگا تو حج دوسرے سال پر موقوف رہیگا پھر اوسکا
اعلم خرچ باقی رہے دوسرے سال تک یا نرہے پھر آنیکا اتفاق ہو یا نہو بخلاف نماز عشا کے کہ اوسکا قضا کرنا ہر وقت ممکن ہے ہل الحج یکفر الکبائر قیل نعم
کالحربی اذا اسلم کیا حج مٹا ڈالتا ہے کبیرہ گناہون کو بعض علما نے کہا کہ ہان حج کبیرہ گناہون کو مٹا ڈالتا ہے اگرچہ مظالم اور حقوق العباد ہوں جیسے کافر
حربی کے گناہ اسلام سے مٹ جاتے ہیں یعنی اوسکا فر حربی نے کسیکو قتل کیا ہو یا کسی کا مال چھین کر دار الحرب میں چلا گیا ہو اور پھر وہ مسلمان ہو تو اوسپر ان
اور مال کا مواخذہ نہیں دلیل اس قول کی صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گراتا ہے اگلے گناہون کو اور ہجرت گراتی
ہے اگلے گناہون کو اور حج گراتا ہے پہلے گناہون کو و قیل غیر المتعلقۃ بالآدمی کالذمی اذا اسلم اور بعض علما نے کہا کہ حج مٹاتا ہے اون کبیرہ گناہون کو
جو آدمی سے متعلق نہیں یعنی حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں نہ حقوق العباد چنانچہ کافر ذمی کے مسلمان ہونے سے ترک صوم و صلوۃ کا مواخذہ نہیں لیکن قتل اور
غصب کا مواخذہ ہے و قال عیاض اجمع اہل السنۃ ان الکبائر لا یکفرہا الا التوبۃ اور قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ اہل سنت و جماعت کا اجماع
ہے اس بات پر کہ کبیرہ گناہون کو سوا توبہ کے کوئی عمل صالح نہیں مٹاتا یعنی جو کبائر کہ منجملہ حقوق اللہ ہیں مانند زنا اور شرب خمر کے بدون توبہ کے معاف
نہیں ہوتے کذا فی الخلاصۃ و لا قائل بسقوط الدین و لو حقا للہ تعالی کدین صلوۃ و زکوۃ نعم اثم المطل و تاخیر الصلوۃ و نحوہا یسقط
وہذا معنی التکفیر علی القول بہ اور کوئی قائل نہیں سقوط دین واجب الادا کا اگرچہ وہ حق اللہ ہو جیسے صلوۃ اور زکوۃ کا دین ہان سے البتہ ہو
کہ ادا کی دین میں دیر لگانیکا گناہ اور تاخیر صلوۃ اور اسیطرح تاخیر زکوۃ اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے حج کرنے سے اور یہی مطلب ہے حج کے کفر
سیئات ہونیکا بر جب اوس قول کے جو حج کو واجب علی الفور کہتا ہے الخلاصہ یہہ ہے کہ مسئلہ تکفیر سیئات کا ظنی ہے نہ قطعی اسواسطے کہ حج میں تکفیر کبائر کی منجملہ

حقوق اللہ کے بالیقین ثابت نہیں ہوجاتی حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہوئے تو بھی اسکا یہہ مطلب نہیں ہے کہ ...
ہیں کہ حج سے لوگون کا قرض و ابم ساقط ہوجاتا ہے اور اسیطرح صلوۃ اور صوم اور زکوۃ کی قضا ساقط ہوجاتی ہے بلکہ یہہ مطلب ہے کہ ادا کی تاخیر کا گناہ
ساقط ہوجاتا ہے بالجملہ حج میں جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہیں اونکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہیں کذا فی المنح من البحر وحدیث ابن ماجۃ
انہ علیہ الصلوۃ والسلام استجیب لہ حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا
مقبول ہوئی یہان تک کہ خون ریزیون اور مظالم میں ہم پوری روایت ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یون ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت
کی مغفرت کیواسطے عرفات میں دعا کی سو اوسی مظالم کے اور گناہون کی مغفرت ہوگئی اور ارشاد ہوا کہ میں مظلوم کیواسطے ظالم سے مواخذہ کرونگا حضرت نے عرض کیا کہ
اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اوس سانجھ دعا قبول نہوئی پھر حضرت نے صبح کو مزدلفہ میں پھر یہی دعا کی سو جو حضرت نے مانگی تہی
اوسکی اجابت ہوئی علماء حدیث نے کہا کہ یہہ حدیث ضعیف ہے اسواسطے کہ عباس بن مرداس اسکا راوی منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہے گرچہ یہہ حدیث ضعیف
ہے لیکن اسکی شواہد احادیث صحیحہ کثرت میں اور انجملہ چند احادیث مذکور ہوتی ہیں حافظ منذری نے کہا عبد اللہ بن مبارک نے روایت کی سفیان ثوری سے اور
اونہون نے زبیر بن عدی سے اور اونہون نے انس بن مالک سے کہا انس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف کیا اور قریب تہا کہ آفتاب
ڈوبے سو حضرت نے فرمایا کہ اے بلال لوگون کو خاموش کر سو بلال نے کہڑے ہوکر لوگون کو خاموش کیا پھر فرمایا اے لوگو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے
اور میرے رب کا مجکو سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ عزوجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور اونکی تبعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب کہڑے ہوئے
اور کہا یا رسول اللہ یہہ فضیلت ہم لوگون کو مخصوص ہے حضرت نے فرمایا تمہارے واسطے ہے اور جو لوگ کہ تمہارے بعد آوینگے قیامت تک اونکے واسطے
بھی تو عمر بن خطاب نے کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور طیب ہے اور امام مالک کی موطا میں طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن
عرفہ سے زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غضبناک شیطان نہیں ہوتا اور اسکا سبب کچھہ نہیں مگر یہہ کہ دیکھتا ہے نزول رحمت کو اور ذنوب عظام کی مغفرت کو
کذا فی فتح القدیر اور صحیح بخاری میں حدیث مرفوع ہے کہ جسنے حج کیا سو عورتون کی طرف مخاطب نہوا اور گناہون سے بچا تو گناہون سے ایسا پاک ہوجاتا ہے
جیسے مان کے پیٹ سے پیدا ہوا شیخ الاسلام زکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث میں صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہے یا فقط صغائر
کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونون کی مغفرت معلوم ہوتی ہے اور بعض احادیث میں اسکی تصریح بھی ہے لیکن حقوق العباد کے سوا اور صغائر پر
محمول کرنا اقرب بدلیل ہے اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی سے اسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہے
اسواسطے کہ طبرانی اور بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کے دن دوپہر
ڈہلے حق تعالی فرشتون سے فرماتا ہے کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہیں میری رحمت کے امیدوار ہوکر تو اگر اونکے گناہ مانند
شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا سمندر کے کف کے برابر ہون تو البتہ میں بخشونگا جاؤ میرے بندو مغفور ہوکر واللہ اعلم کذا فی منح الغفار اور ملا علی قاری نے
کی منسک متوسط شرح لباب المناسک نام میں اوسمین مذکور ہے کہ حج اونکے صغیرہ گناہون کو جو منجملہ حقوق اللہ ہیں بالاتفاق قطعا ہدم کردیتا ہے اور کبائر
متعلقہ حق اللہ اور مطلقا مظالم میں خلاف ہے طیبی قائل ہے کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہے لیکن قول معتمد یہہ ہے کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت مالک
علی الاطلاق میں تمام اہل سنت والجماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ تورپشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو مصرح مذکور کیا ہے اور احادیث مغفرت حج میں اور
جمہور اہل سنت کے قول میں کچھہ منافات نہیں اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدۂ مغفرت پر محمول ہیں صورت مشیت حق میں اور ان لوگون کی مغفرت مظالم سے مراد ہے
جنکا حج مقبول ہو چنانچہ روایت میں ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اوسکے مظالم معاف ہوجاوینگے اسطرح کہ حق تعالی اہل حقوق کو ایسا کچھہ عطا کریگا
کہ وہ راضی ہوجاوینگے واللہ اعلم فیُندب دخولُ البیتِ اذا لم یشتمل علی ایذاءِ نفسہ او غیرہ مستحب ہے داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی
ذات کو یا غیر کو تکلیف نہو اور ہجوم میں تکلیف نہونا قلیل الوجود ہے اور اندر جانیوالے کو مستحب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلی پر نماز پڑہے اور ...

بن عمر جب داخل ہوتے تھے تو دروازہ کعبہ کو پس پشت ڈال کر سیدھے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کا فاصلہ رہتا تھا پھر وہاں نماز پڑھتے تھے
اور لائق ہے کہ جتنا ہو سکے ظاہر اور باطن سے وہاں با ادب رہے اور بائیں رخسارہ اوس دیوار پر رکھے جہاں حضرت نے نماز پڑھی ہے اور حق تعالی سے مغفرت مانگے اور حمد
الہی بجا لاوے پھر چاروں کونوں کی طرف آوے اور تہلیل اور تسبیح اور تکبیر کہے اور جو چاہے سو دعا مانگے اور آنکھ کو چھت کی طرف نہ اٹھاوے کہ ادب کے خلاف ہے کذا
فی النہر صحیحین میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ فتح مکہ میں حضرت بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہ نے اندر سے دروازہ بند
کر لیا پھر دیر کے بعد کھولا عبد اللہ بن عمر نے کہا میں سب سے پہلے وہاں پہنچا تو بلال کو دروازہ پر پایا میں نے پوچھا کہ حضرت نے کہاں نماز پڑھی بلال نے کہا
دونو مقدم ستونوں کے اندر اور دوسری روایت یوں ہے کہ اوس وقت بیت میں چھ ستون تھے سو حضرت نے تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائیں
طرف اور دو ستونوں کو داہنی طرف کر کے نماز پڑھی اور تاریخ مکہ میں مذکور ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے عبد اللہ بن عمر سے پوچھا کہ حضرت نے کہاں نماز پڑھی تھی
کہا کہ دیوار سے دو تین ہات ہٹ کر نماز پڑھنا چاہیے کذا فی شرح سفر السعادة وما یقوله العوام من العروة الوثقی والمسمار الذی فی وسطها انه سرة
الدنیا لا اصل له اور یہ جو عوام وہاں کے حلقہ کو عروۃ الوثقی کہتے ہیں اور اوس کیل کو جو اوسکے درمیان ہے ناف دنیا کہتے ہیں سو بے اصل ہے ولا یجوز
شراء الکسوة من بنی شیبة بل من الامام او نائبه اور جائز نہیں خرید کرنا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جنکے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہے بلکہ بادشاہ یا
نائب سے خرید کرنا جائز ہے ھ بالفعل یوں واقع ہوا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ جب غلاف کعبہ نیا بدلا جاوے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے اور بادشاہ
کو اوسکا اختیار ہے اور ہماری علما نے اسواسطے اوسکی بیع سے منع کیا تھا وہ بیت المال کا مال ہے اور بلاشبہ بیت المال میں بادشاہ کا تصرف ہے پھر جب
بادشاہ نے کسیکو دیدالا تو اوس سے خرید کرنا جائز ہے اور اسی قول کو امام نووی شافعی نے شرح مہذب میں پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کو اختیار ہے
کہ غلاف کو مصارف بیت المال میں صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا ہے کہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کو
بدلتے تھے اور پرانا حاجیوں کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اوس میں تصرف نہ جائز ہو تو بعد مدت دراز تلف ہو جاوے کذا فی حاشیة الطحطاوی وله لبسها
ولو جنبا او حائضا اور جو غلاف کو خرید کرے اوسکو پہننا جائز ہے جنابت اور حیض کی حالت میں بھی ولا یقتل فی الحرم الا اذا قتل فیه ولو قتل فی
البیت لا یقتل فیه خون کا بدلا نہ لیا جاوے حرم میں مگر اوس وقت بدلا لینا جائز ہے جب کسی نے حرم میں خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا
تو اوسکا قصاص اندر نہوگا ھ اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم میں جا چھپا تو اوسکا قصاص حرم میں نہوگا بلکہ خرید فروخت اوس سے موقوف کیجاوے
اور کھانا اوسکو نہ دیا جاوے تاکہ وہ مضطر ہو کر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر جان سے نہ مارا بلکہ آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا تو اوسکا
بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہے امام اور صاحبین کا اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک حرم میں قصاص لینا ہر طرح درست ہے اور امام کے نزدیک
سارق کا ہاتھ حرم میں نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبین کے اور اگر کافر حربی حرم میں داخل ہو تو اوس سے تعرض کرنا نہ چاہیے بلکہ اوسکا کھانا اور پانی بند
کرنا چاہیے تاکہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک الطرابلسی ویکره الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم کے پانی سے اور
غسل کرنا مکروہ نہیں اور وضو کرنا بھی جائز ہے اور حرم کی کنکریاں اور مٹی اور اسیطرح بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک حل میں لانا جائز ہے بشرطیکہ قدر قلیل ہو
اور تخریب عمارت کا موجب نہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہے اور زمین حرم کا بیچنا نہیں لیکن عمارت کا اور گھاس کا بیچنا جائز ہے کذا فی المنح لاحرم للمدینة
عندنا مدینہ کیواسطے حرم نہیں ہے ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ میں شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہے ویسا مدینہ میں حرام نہیں اور اگر مدینہ کا حرم
مکہ کی مانند ہوتا تو بدون احرام باندہے وہاں کا جانا جائز نہوتا حالانکہ حضرت سے اور اصحاب سے احرام باندہنا دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہیں باقی تفصیل
اس مسئلہ کی کتب مبسوطہ میں ہے واللہ اعلم ومکة افضل منها علی الراجح الا ما ضم اعضاءه الشریفة صلی اللہ علیه وسلم فانه افضل مطلقا
حتی من الکعبة والعرش والکرسی اور مکہ معظمہ افضل ہے مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جسقدر زمین پاک سید کائنات کے اعضاء شریفہ مقدسہ سے ملی ہے
سو قاضی عیاض نے اجماع نقل کیا ہے کہ موضع قبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل بقاع ارضی ہے بلکہ مطلقا افضل ہے یہانتک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی

سے بھی افضل ہو امام اعظم رو امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک کعبہ افضل ہو مدینہ سے اور امام مالک کے نزدیک مدینہ افضل ہو کذا فی اللمع و زیارۃُ قبرِ الشریف
مندوبۃٌ بل قیل واجبۃٌ لمن لہ سعۃٌ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہے بلکہ بعضے علمانے اسکو واجب کہا ہو جسکو مقدور اور طاقت ہو انشاء اللہ
تعالی عنقریب طریق زیارت کا بتفصیل تمام خاتمہ حج مین مذکور کیا جاویگا واسطے انتفاع مسلمین مشتاقین کے ویبدأ بالحج لو فرضًا ویخیّر لو نفلاً مالم یمرّ بہٖ
علیہ الصلوٰۃ والسلام فیبدأ بزیارتہٖ لا محالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اخبران الصلوٰۃ فیہ خیرٌ من الف صلوٰۃ
فی غیرہٖ الا المسجد الحرام وکذا بقیۃ القرب اور پہلے حج ادا کرے اگر فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اوسمین مختار ہے چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن
نفل حج مین اختیار اوسوقت تک ہے جب تک مدینہ مین ہو کر نہین نکلا اور اگر حج کیواسطے مدینہ مین ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہے خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف
کی زیارت کے ساتھہ چاہیے کہ حضرت کی مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اوسکی ایک نماز ہزار
نماز سے افضل ہو اوسکی غیر مسجد مین سوای مسجد الحرام کے اور اسیطرح باقی عبادات مانند اعتکاف اور جاروب کشی کے کہ اونکا ثواب سوای مسجد الحرام کے اور
مساجد سے زیادہ تر ہو مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان مین عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری
اس مسجد مین اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہو سوای مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام مین افضل ہو اوسکی سو نماز دن سے یعنی مسجد مدینہ سے ابن ہمام نے
فتح القدیر مین لکھا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہہ ہو کہ سفر مدینہ مین فقط قبر شریف کی زیارت کیواسطے نیت کو خالص کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمین اسیکو
مقتضی ہے اور تاکہ ظاہر حدیث دارقطنی کی موافق ہو جاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سوای میری زیارت کے اوسکا مین شفیع ہونگا قیامت کے دن وکرہ لکل
المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ اور مکروہ نہین رہنا مدینہ کا اور اسیطرح مکہ کا اوس شخص کو جسکو اپنی نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین
شریفین کا مجاور رہ مکہ معظمہ مین اختلاف ہو علما کا بعض شافعیہ نے مذکور کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہے مگر جب وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہے
صاحبین کا اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہو اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہہ ہو کہ معیشت مین خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل
اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہو اور کثرت مشاہدات سے جیسے تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہین رہتی غالبا اور یہہ بھی ہو کہ انسان خطا سے محفوظ نہین اور
حرم مین تضاعف معاصی کا خوف ہو چنانچہ ابن مسعود سے مروی ہو اگر یہہ روایت صحیح ہو ورنہ الا اسمین تو شک نہین کہ وقوع معاصی حرم مین زیادہ تر قبیح
اور خوفناک تر ہو ولہذا عبد اللہ بن عباس نے طائف کا رہنا اختیار کیا تہا اور فرماتے تھے کہ اگر مین پچاس گناہ طائف مین کرون تو میرے نزدیک
محبوب تر ہین مکہ مین ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود سے روایت ہو کہ کسی شہر مین سوای مکہ کے ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے
فرمایا ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم یعنی جو حرم مین کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اوسکو عذاب دردناک چکھاوینگے اور
عمر فاروق سے روایت ہو کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ مین ہو جاوے وہ غالب تر ہو اور شہر کے ستر گناہون سے ہان بعضے خالص بندے اللہ تعالی کے جو کشاکش مقتضے
طبیعت انسانی سے پاک ہین وہ اہل ہین اس سعادت عظمی کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب ہو بلکہ ہو ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مکہ مین رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اوسکو واسطے لاکہہ رمضان لکھے جاوینگے اور
حق تعالی ہر دن مین ایک گردن آزاد کرنیکا اور ہر رات مین ایک گردن آزاد کرنیکا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور
ہر چند مدینہ مین تضاعف سیئات کا خوف نہین لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہو کہ وہ مخالف ہو احترام اور توقیر کے تو وہان کی مجاورت کراہت
سے خالی نہین مگر اہل صبر اور اہل ادب کیواسطے وہان کا رہنا اور وہان کا مرنا عمدہ وسیلہ ہو نجات کا صحیح مسلم مین حدیث مرقوم ہو کہ جو تکلیف اور
شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت مین سے ہوگا مین اوسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا احمد ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا مرنا وہ وہان مرے کہ مین مقرر شفاعت کرونگا وہان کے مرنیوالیکی کذا فی فتح القدیر اور مناسک
طرابلسی مین ہو کہ امام ابو حنیفہ اور جماعہ محتاطین بخوف ملال اور قلت ادب اور رقت قلب بجہنے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہین اور ابو یوسف

اور محمد کے نزدیک کچھ مضایقہ نہین اور یہی افضل اور مستحب ہے اور اسی پر بالفعل لوگون کا عمل ہے کذا فی المنح خاتمہ مشتمل ہے دو فصل پر **فصل اول**
کیفیت حج مصطفوی مین مترجم نے چاہا کہ بقصد تبرک رسول کریم کے حج کا طریقہ بروایت صحیح بیان کرے تا موجب اطمینان اور باعث مزید شوق مشتاقین کا ہو اور
چونکہ کتب حدیث مین مثل حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی حدیث جامع اکثر مسائل کی ابتدای سفر حج سے آخر تک نہین لہذا اوسکا ترجمہ کرنا
اندک اختصار کے ساتھہ مقدم جانا سنن ابی داؤد مین امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ امام محمد باقر نے جابر بن عبد اللہ سے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے حج کرنیکا طریقہ بتلاؤ تو جابر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک حج نہین کیا پھر دسوین برس اعلام کیا اپنے حج کرنیکا تو بہت لوگ مدینہ
مین آئے ہر شخص چاہتا تھا کہ حضرت کی پیروی کرے اور آپکے عمل کی مانند عمل کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے یعنی مدینہ سے اور ہم لوگ بھی آپ کے
ساتھہ نکلے یہانتک کہ ذو الحلیفہ مین پہونچے تو وہان اسما بنت عمیس محمد بن ابی بکر کو جنی سو اسما نے حضرت کے پاس کسیکو بھیجا کہ اب مین کیا کرون
فرمایا کہ غسل کر اور کپڑے کا لنگوٹ باندھکر احرام باندہ پھر حضرت نے مسجد مین احرام کی نماز پڑہی پھر اوس اونٹنی پر سوار ہوئے جسکا قصوا نام تھا یہانتک
کہ اونٹنی حضرت کو لیکر کھڑی ہو گئی بیدا مین جابر نے کہا کہ مین نے جو اپنے آگے منتہائے نظر تک دیکھا تو سوار اور پیدل تھے اور داہنی طرف بھی اسیقدر اور
بائین طرف بھی اسیقدر اور پیچھے بھی اسیقدر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے تھے اور اونپر قرآن اوترتا تھا اور وہ اوسکے مقصود کو جانتے
تھے سو جو کچھ حضرت نے عمل کیا ہمنے بھی اوسی پر عمل کیا سو حضرت نے توحید کو پکار کے اسطرح فرمایا لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ
لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اور لوگون نے بھی اسیطرح لبیک کہا جیسے تم کہتے ہو حضرت نے اونمین لوگون پر کچھ
رد و انکار نکیا اور حضرت نے لبیک کہنا لازم کر لیا جابر نے کہا کہ حج کے سوا ہمکو کچھ نیت نتہی ہم عمرہ کو نجانتے تھے یعنی اشہر حج مین عمرہ کرنا معروف نتھا
یہانتک کہ ہم حضرت کے ساتھہ بیت اللہ مین پہنچے تو حضرت نے رکن کا استلام کیا یعنی حجر اسود کو چوما پھر تین بار رمل کیا اور چار بار آہستہ چلے یعنی طواف
مین پھر حضرت مقام ابراہیم پاس آئے سو یہ آیت پڑہی وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان
یعنے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑہی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قرأت سے پھر حضرت بیت اللہ کیطرف پھر گئے اور حجر الاسود کا استلام
کیا پھر دروازہ سے صفا کیطرف نکلے جب صفا سے قریب ہوئے تو یہ پڑہا إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ہم بھی اوسی سے ابتدا کرتے ہین
جس سے اللہ نے ابتدا کی تو صفا سے ابتدا کی سو اوسپر چڑہ گئے یہانتک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی تکبیر اور توحید کی اور فرمایا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَ
نَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ پھر اسمین ان اذکار کے دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا پھر اوترے مروہ کی طرف تا اینکہ آپکے قدم نیچے آگئے تو بیچ
نالہ کے اندر رمل کیا یہانتک کہ جب چڑہ گئے تو آہستہ چلے یہانتک کہ مروہ پر پہنچے تو مروہ پر اوسکی مانند کیا جو صفا پر کیا تھا یہانتک کہ آخر طواف مروہ
پر ہوا فرمایا کہ اگر مجکو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچھے معلوم ہوا تو مین ہدی کو نہانک لاتا اور اس عبادت کو مین عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگون مین سے
جسکے ساتھہ ہدی نہو وہ حلال ہو جاوے اور اوسکو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کترائے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جنکو ساتھہ ہدی
تھی وہ محرم ہی رہے پھر سراقہ بن جعشم کھڑے ہوئے سو کہا یا رسول اللہ عمرہ کرنا اشہر حج مین اسی سال کو مخصوص ہے یا ہمیشہ کو ہے تو دونو ہاتھہ کی
اونگلیون کو قینچی کیا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج مین اسطرح اسکو دو بار فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کے ہمیشہ کو جابر نے کہا اور علی رضی
یمن سے آئے حضرت کے ہدی کے اونٹ لیکر تو پایا فاطمہ زہرا کو کہ احرام نہین باندہے ہین اور رنگین کپڑے پہنے ہین اور سرمہ لگائے ہین تو علی مرتضی
ناخوش ہوئے اونپر اور کہا کسنے تمکو اسکا حکم دیا ہے تو فاطمہ زہرا نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو جابر نے کہا کہ علی مرتضی عراق کے ملک مین
کہتے تھے مین گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ زہرا پر خفگی کروانے کو بسبب اوس امر کے جو اونہون نے کیا تھا اور حضرت کی اجازت کو
دریافت کرنے گیا جو فاطمہ زہرا نے مذکور کی سو مین نے کہا کہ مین اونپر ناخوش ہوا تھا سو اونہون نے کہا کہ مجسے میرے باپ نے کہا [illegible]

وسلم کہا حضرت نے فرمایا تو نے کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضی نے جواب مین یون کہا تھا کہ الٰہی مین وہ نیت کرتا ہون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی حضرت نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہے سو تو حلال نہو پھر جابر نے کہا کہ جو ہدی کہ علی مرتضی یمن سے لائے تھے اور جو حضرت کے ساتھ ہدی تھی سو سب ملا کر سو اونٹ تھے پھر جب یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ منا کو چلے تو حج کا احرام کیا اور حضرت سوار ہوئے اور منا مین جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کی نماز پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت کے حکم سے کملی کا خیمہ نمرہ مین کھڑا کیا گیا پھر حضرت روانہ ہوئے اور اس مین شک نتھا قریش کو کہ حضرت وقوف کرینگے مزدلفہ مین مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کفر مین قریش وہان وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت وہان سے بڑھ چلے گئے یہانتک کہ عرفات مین پہنچے تو خیمہ کو استادہ پایا نمرہ مین سو اوسمین اوترے یہانتک کہ آفتاب ڈھلا پھر موجب حکم کے قصوا اونٹنی پر کجاوہ باندھا گیا سو حضرت سوار ہوئے یہانتک کہ نالے کے اندر آئے پھر خطبہ پڑھا لوگون کے واسطے سو فرمایا کہ تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہین جیسے یہہ تمہارا دن اس تمہارے شہر مین اس تمہارے مہینہ مین حرام ہے خبردار ہو کہ ہر چیز رسوم جاہلیت سے میرے پاؤن کے نیچے دبا لی گئی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیان مٹا دی گئین یعنی اونکا دعوے کرنا اب جائز نہین اور پہلا خون جو مین دباتا ہون اپنے خاندان کے خونون سے ابن ربیعہ یا ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب کا خون ہے جو شیرخوار تھا بنی سعد مین جسکو ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیاج دبا دیا گیا اور پہلا بیاج جسکو مین دباتا ہون اپنے خاندان سے عباس بن عبد المطلب کا بیاج ہے سو وہ بالکل سب دبا ڈالا گیا پھر ڈرو اللہ سے عورتون کے مقدمہ مین تم نے اونکو لیا ہے اللہ کی امانت سے اور اونکی شرمگاہون کو حلال کرلیا ہے تم نے اللہ کے کلمہ یعنی حکم سے اور تمہارا عورتون پر یہہ حق ہے کہ تمہارے بسترون کو نہ روندا وین اوس شخص سے جسکو تم نہین پسند کرتے یعنی زنا کرین اور غیر کو اندر آنے دین سو اگر ایسا کرین تو اونکو مارو ایسی مار جو سخت اور قبیح اعضا نہو اور عورتون کا حق تم پر کھانا اور کپڑا ہے دستور کے موافق اور مین نے تم مین ایسی چیز چھوڑی ہے کہ تم کبھی گمراہ نہوگے بعد اسکے اگر تم اوسکو مضبوط پکڑے رہوگے وہ چیز کتاب اللہ ہے اور تم سے سوال کیا جاویگا میری پیام رسانی کا سو تم کیا کہوگے لوگون نے کہا ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ نے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور خیرخواہی کی پھر حضرت نے شہادت کی اونگلی آسمان کیطرف اٹھائی اور لوگونکی طرف جھکائی اور فرمایا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا پھر بلال نے بعد اس خطبے کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت نے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت نے عصر کی نماز پڑھی اور دونو فرضون کے درمیان مین کچھ نماز نہین پڑھی یعنی سنت اور نفل کچھ نہ پڑھے پھر حضرت قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہانتک کہ موقف مین یعنی ٹھہرنیکے مقام مین آئے سو اپنی اونٹنی قصوا کا پیٹ پتھرون کی طرف کو کیا اور جبل المشاة کو اپنے سامنے کیا پھر حضرت قبلہ کیطرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہانتک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور تھوڑی زردی بھی جاتی رہی یہانتک کہ گردا آفتاب کا غائب ہو گیا اور سوار اونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے اور اونٹنی کی نکیل کی رسی حضرت تانے ہوئے تھے یہانتک کہ اوسکا سر کجاوہ کو لگ جاتا تھا اور حضرت داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو اے لوگو آہستہ چلو تسکین سے چلو یعنی جلد بازی نیکوکاری نہین اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت باگ کو تھوڑا ڈھیلا کردیتے تھے تاکہ چڑھ جاوے یہانتک کہ مزدلفہ مین پہنچے تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان مین نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہانتک کہ فجر نمودار ہوئی پھر نماز فجر کی پڑھی جب فجر ظاہر ہو گئی اذان اور اقامت سے پھر حضرت قصوا پر سوار ہوئے یہانتک کہ مشعر الحرام مین آئے اور اوسپر چڑھ گئے اور متوجہ بقبلہ ہوکے حق تعالی کی تحمید اور تکبیر اور توحید کہتے فرماتے رہے یہان تک کہ خوب روز روشن ہو گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباس کو پیچھے بٹھلایا یہان تک کہ محسر مین آئے تو اونٹنی کو تھوڑا تیز چلایا پھر حضرت وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبری یعنی جمرۃ العقبہ تک پہنچتی ہے یہان تک کہ حضرت جمرۃ العقبہ تک پہنچے جو درخت کے پاس ہے سو اوسکو سات کنکریان مارین مانند سنگ ریزہ کے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالہ کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے پھرے اور نحر کرنیکے مقام مین آئے سو اپنے دست مبارک سے ترسٹھ اونٹ نحر کئے اور علی مرتضی کو حکم کیا سو باقی

[illegible] ... کیا ہے ... [illegible]
[illegible] ... عبد المطلب ... پاس آئے ... [illegible]
[illegible] ... عبد المطلب کی ... [illegible]
[illegible] ... عبد المطلب کی اولاد سے حضرت ... [illegible] ... صلی اللہ علیہ وسلم نے ... [illegible]
ہیں اور ابن ابی شیبہ اور نسائی اور عبد بن حمید ... [illegible] ... شریف ... [illegible]
سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہیں جو سلام کرے مجھپر مگر حق تعالیٰ میری روح کو میرے جسم [illegible]
تک اینکہ میں اسکو سلام کا جواب دیتا ہوں ... [illegible] ... جو کہ مجھپر سلام کرنیکے حضرت اس عالم کیطرف متوجہ ہوتے ہیں سلام کے جواب دینے کو [illegible]
ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھیگا میری قبر کے پاس میں اوسکو سنتا ہوں اور جو درود
پڑھتا ہے دور سے مجھکو پہنچتا ہے جیسے فرشتے پہنچاتے ہیں دارقطنی اور ابو بکر بزار نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
میری قبر کی زیارت کریگا میری شفاعت اوسکے واسطے واجب ہوگئی یعنی بالضرور ثابت ہوگئی بخبر صادق کے وعدہ صادقہ سے اور دارقطنی نے ... [illegible]
مقری نے اپنے معجم میں اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں بسند معتمد عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت
کرنیکو آویگا اسطرح کہ اوسکا کچھ مطلب اور حاجت نہو سوا میری زیارت کے تو مجھپر یہہ لازم ہوگیا کہ میں اوسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن حضرت کی زیارت
عام ہے حیات میں ہو یا بعد ممات کے چنانچہ اگلی حدیث میں مصرح ہے دارقطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو گویا اوسنے میری زیارت کی میری حیات میں اور دارقطنی اور ابن عدی نے روایت
کی عبد اللہ بن عمر سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری زیارت نکی تو اوسنے مجھپر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے یہہ مضمون
انس بن مالک سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوسکا کچھ عذر نہیں جسکو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت
نکرے کذا فی المنح و تاریخ المدینۃ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے
ویسا ہی ہے جیسا علم میرا حیات میں ہے اور ابن عدی اور ابو یعلی نے بروایت ثقات روایت کیا انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہیں اپنی قبروں
میں نماز پڑھتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے قاضی عیاض نے شفا میں لکھا ہے کہ زیارت قبر سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہے اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع
کیا ہے قولا و فعلا کذا فی تاریخ المدینۃ جب اندک فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف
کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل نجات ہے بلکہ قریب ہے درجہ واجبات سے مقدور والیکو اسواسطے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بمزید شفقت ہماری
کیواسطے کیسی کچھ ترغیب دلائی اور کیا کچھ مبالغہ اسمیں فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ سے معلوم ہوچکا کذا فی شرح المختار و منسک الطرابلسی اور مذہب محبت
زیارت محبوب رب العالمین کی فرض عین ہے علی الخصوص کہ معشوق عاشق نواز مزید کرم سے اپنے مشتاقوں کو بلاوے اور سرافرازی کا مژدہ سناوے [illegible]
حاضر ہونیکے ... [illegible] ... از دوست یک اشارت وز ما بسر دویدن - بالجملہ جب بعد ادای حج کے دولت مصطفوی کا ارادہ کرے
تو ... [illegible] ... شوق اور ... [illegible] ... مدینہ طیبہ کیطرف روانہ ہو اور راہ میں کثرت درود کی کرے اور فراغت کے اوقات کو درود
[illegible] ... حضرت کو جسکو حاضر ہونیکی اطلاع ہو رہی ہے پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر آویں
[illegible] ... درود کثرت کرے اور یہہ دعا پڑھے اللّٰہُمَّ ہٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِکَ فَاجْعَلْہُ وِقَایَۃً لِّیْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ
الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ اللّٰہُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَۃِ قَبْرِ رَسُوْلِکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَہٗ اَوْلِیَآءَکَ
وَاَہْلَ طَاعَتِکَ وَاغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ یَا خَیْرَ مَسْئُوْلٍ اور مستحب ہے کہ قبل داخل ہونیکے غسل کرے یا ... وضو ... [illegible]

ہوا یعنی تحیۃ المسجد کو۔ اور چاہئے کہ اجلے صاف کپڑے پہنو اور خوشبو لگا دے کہ یہہ ادب ہی تعظیم سے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہے اور یہہ جو بعضے لوگ مدینہ مشرفہ کو دیکھکر سواریون سے اوتر پڑتے ہین اور پیدل چلتے ہین تو اسکا کچھہ مضایقہ نہین اسواسطے کہ قوم عبد القیس جب مدینہ مین داخل ہوئے تو حضرت کو دیکھکر اپنے اونٹون پر سے کود پڑے تھے اور حضرت نے اوسپر کچھہ انکار نہین فرمایا تھا اگرچہ اونکی سواریکی جو بعد غسل کرنے اور پوشاک بدلنے کے جنکین تمام خدمت مین حاضر ہوا تھا تعریف فرمائی کرمانی نے کہا کہ اگر باہر شہر کے غسل نہوسکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرنے اور اس سے پرہیز کرے جو بعضے جاہل سیا کپڑا نہین پہنتے ہین بمشابہت احرام پھر جب قبہ شریفہ نظر آوے تو اوسکی عظمت اور فضیلت کو دہیان کرے کہ یہہ وہ مکان پاک ہے جسکو حق تعالی نے اپنے حبیب مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے پھر جب مدینہ شریفہ مین داخل ہوتون کہے بسم اللہ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ اور لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو دہیان کرتے ہوئے درود پڑھتا داخل ہو اور یہہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے رہنے سے شرف وجلالت حاصل ہے یہہ وہ مقام ہے کہ حق تعالی نے اپنے نبی کریم کا ہجرت گاہ ٹہرایا اور یہہ مکان مظہر مہبط وحی اور اصل احکام اور بیخ اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہے فتح القدیر مین عائشہ صدیقہ سے منقول ہے کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے اور چاہئے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت مصطفوی سے بھر لیوے اور وہان چلتے ہوئے یہہ تصور کرے کہ یہہ گذرگاہ جناب سرور عالم ہے شاید میرا قدم حضرت کے موضع قدم مبارک پر پڑجاوے لہذا امام مالک مدینہ مین سوار نہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو حیا آتی ہے کہ مین وہان سوار ہون جہان خود بدولت موجود ہون پھر جب مسجد شریف مین داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد مین کرتے ہین یعنی داہنا پانون پہلے رکھے اور یون کہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور روضہ شریفہ کا اول قصد کرے مسجد شریف مین روضہ اوس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہے حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان مین روضہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیۃ المسجد اوس ستون کے آگے جسکے نیچے صندوق ہے پڑہے اسطرح کہ منبر کا عمود داہنے مونڈہے کے مقابل ہو اور جو مقوس لکڑی کہ قبلہ مسجد مین ہے وہ دونو آنکھون کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت کے کہڑے ہونے کا کذا فی فتح القدیر کرمانی اور صاحب اختیار نے کہا پھر بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہہ دولت نصیب ہوئی اور اوسکی تمامی اور مقبولیت کی دعا کرے اور حق تعالی سے اوسکی مدد چاہے کہ حضور مصطفوی کی رعایت آداب مین کوئی ادب مجھسے فوت نہو پھر قبر شریف کیطرف کمال عجز اور انکسار سے آنکھین جھکائے متوجہ ہو اور وہان کی آرایش اور زینت کیطرف نظر نڈالے کہ ادب سے بعید ہے اور مسمار فضہ کے سامنے کہڑے ہوکر زیارت کرے اسواسطے کہ حجرہ شریفہ کے گرد شباک نحاسی یعنی تانبے کی جالیان بن گئین ہین مدت سے اور سابق مین موقف سلف جالیون کے اندر حجرہ شریفہ کے دیوار کے قریب تہا لہذا مناسک قدیمہ مین مذکور ہے کہ دیوار سے چار ہاتھہ یا تین ہاتھہ ہٹکر کہڑا ہو کذا فی تاریخ المدینۃ للسید سمہودی بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر زیارت کیواسطے کہڑا ہوا اور اکثر کتب فقہ مین مذکور ہے کہ زیارت کے وقت حضرت کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کہڑا ہو اور ابن ہمام محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ استقبال قبلہ فقیہ ابو اللیث کی روایت لائق اعتماد نہین اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ نے اپنی مسند مین ابن عمر سے روایت کی ہے کہ سنت یہہ ہے کہ حضرت کی قبر کیطرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کیطرف کرکے اور حضرت کی قبر شریف کیطرف منہ کرے پھر کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہی کلامہ اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ کا الحاصل زیارت کیوقت ہو دب بطور نماز کہڑے ہوکر صورت مقدسہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تصور کرے گویا حضرت لحد مبارک مین آرام فرما رہے ہین اور میرے حاضر ہونیکو جانتے ہین اور میرا کلام سنتے ہین اسواسطے کہ حضرت کی حیات اور سماعت حدیث سے منصوص ہے پھر کمال حیا و ادب سے یون عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ تین بار اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَلسَّلَامُ
سلام تمپر اے نبی اور رحمت اللہ کی اور اسکی برکتین سلام تمپر اے رسول پروردگار عالم کے سلام تمپر

يا خير الخلائق أجمعين السلام عليك يا سيد المرسلين وخاتم النبيين السلام عليك يا إمام المتقين السلام

اے بہترین سب خلق کے سلام تم پر اے سردار پیغمبروں کے اور ختم کرنیوالے نبیوں کے سلام تم پر اے پیشوا پرہیزگاروں کے سلام

عليك يا قائد الغر المحجلين السلام عليك أيها المبعوث رحمة للعالمين السلام عليك يا شفيع المذنبين السلام عليك

تم پر اے پیشوا منہ اور ہاتھ پاؤں چمکنے والوں کے سلام تم پر اے بھیجے ہوئے واسطے رحمت عالم کے لوگوں کے سلام تم پر اے سفارشی گناہگاروں کے سلام تم پر

يا حبيب الله السلام عليك يا خيرة الله السلام عليك يا صفوة الله السلام عليك يا أيها الهادي إلى صراط مستقيم

اے حبیب اللہ کے سلام تم پر اے پسند کئے ہوئے اللہ کے سلام تم پر اے برگزیدہ اللہ کے سلام تم پر اے راہ بتانیوالے سیدھی راہ کے

السلام عليك يا من وصفه الله بقوله وإنك لعلى خلق عظيم وبقوله بالمؤمنين رؤوف رحيم السلام عليك

سلام تم پر اے وہ کہ انکا وصف کیا اللہ نے اپنے اس قول سے کہ تم پیدا ہوئے بڑے خلق پر اور اس قول سے کہ ایمان والوں پر شفقت کرنیوالے مہربان سلام تم پر

يا من سبح الحصى في يديه وحن الجذع إليه السلام عليك يا من أمرنا الله بطاعته والصلوة والسلام عليه السلام

اے وہ کہ تسبیح پڑھی کنکروں نے انکے ہاتھوں میں اور مشتاق ہوا ستون چوبین انکی طرف سلام تم پر اے وہ کہ ہمکو حکم کیا اللہ نے انکی طاعت کا اور درود و سلام پڑھنے کا اور نیز سلام

عليك وعلى سائر الأنبياء والمرسلين وعلى ذريتك الطيبين وأزواجك الطاهرات أمهات المؤمنين وأصحابك

تم پر اور تمام انبیا اور مرسلین پر اور آپ کی اولاد پاک پر اور آپ کی بیبیوں پاک مسلمانوں کی ماؤں پر اور آپکے سارے صحابہ

أجمعين كثيرا دائما أبدا كما يحب ربنا ويرضى جزاك الله عنا أفضل ما جزى به رسولا عن أمته أشهد

بہت سا سلام ہمیشہ مدام کو جیسا کہ پسند کرے رب ہمارا اور خوش ہو آپ سے خدا جزا دے تمہیں ہماری طرف سے بہتر اس سے کہ جزا دی ہو کسی رسول کو انکی امت کی طرف سے میں گواہی دیتا ہوں

أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أنك عبده ورسوله وخيرته من خلقه أشهد أنك

کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اور کوئی اسکا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ انکے بندے ہو اور رسول اور بہترین انکی خلق کے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے

قد بلغت الرسالة وأديت الأمانة ونصحت الأمة وكشفت الغمة وأقمت الحجة وأوضحت المحجة وجاهدت

رسالت کو پہنچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیرخواہی کی اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا آپ نے

في الله حق جهاده وقاتلت عن دين الله حتى أتاك اليقين فصلى الله على روحك وجسدك وقبرك

اللہ کے باب میں حق اسکے مجاہدہ کا اور آپ لڑے اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف سے یہانتک کہ آپ کو وفات آئی پس رحمت کرے اللہ آپ کی روح اور آپکے بدن اور آپ کی قبر پر

أفضل وأكمل وأزكى وأنمى صلوة دائمة إلى يوم الدين يا رسول الله نحن وفدك وزوار قبرك جئناك

افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھنے والی ہمیشہ کو قیامت تک اے رسول اللہ کے ہم آپکے پاس آئے ہیں اور آپکی قبر کی زیارت کرنیوالے آئے ہیں

من بلاد شاسعة ونواحي بعيدة قاصدين قضاء حقك والنظر إلى مآثرك والتيامن من زيارتك والاستشفاع

بہت مسافت کے شہروں اور دور کے ملکوں سے قصد کرکے آپکے حق پورا کرنیکو اور دیکھنے کو آپکے نشانات اور برکت لینے کو آپکی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو

بك إلى ربنا فإن الخطايا قد قصمت ظهورنا والأوزار قد أثقلت كواهلنا وأنت الشافع المشفع الموعود

آپ سے طرف اپنے رب کے کیونکہ خطاؤں نے ہماری کمریں توڑ دی ہیں اور گناہ ہمارے مونڈھوں پر بھاری پڑ گئے ہیں اور تم سفارش کرنیوالے شفاعت قبول کئے ہوئے ہو وعدہ کئے گئے ہو

بالشفاعة والمقام المحمود وقد قال الله تعالى ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاؤوك فاستغفروا الله و

سفارش کرنے اور مقام محمود کا. اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ جب برا کیا تھا اپنا آپ آتے تیرے پاس اور بخشواتے اللہ سے اور

استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما وقد جئناك ظالمين لأنفسنا مستغفرين لذنوبنا فاشفع لنا

بخشواتا انکو رسول تو پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان اور ہم آئے ہیں برا کرکے اپنی جانوں کا بخشش مانگنے اپنے گناہوں کی پس سفارش کیجئے ہماری

إلى ربك واسأله أن يميتنا على سنتك وأن يحشرنا في زمرتك وأن يوردنا حوضك وأن يسقينا بكأسك

[illegible]

غير خزايا ولا نادمين الشفاعة الشفاعة يا رسول الله ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من

[illegible] سفارش کیجیے سفارش کیجیے اے رسول اللہ کے [illegible]

لدنك رحمة إنك أنت الوهاب ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في

اپنے پاس سے رحمت بیشک تو ہی بڑا دینے والا [illegible]

قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رؤوف رحيم پھر سلام پہنچاوے اس کا جس نے حضرت کو سلام کہا ہو اس طرح السلام

ہمارے دلوں میں کینہ [illegible] بیشک تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان

عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين پھر درود پڑھے

[illegible]

جتنا ہو سکے پھر اپنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے بڑھ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے ہو اور یوں کہے السلام عليك يا خليفة

سلام تم پر اے نائب

رسول الله السلام عليك يا صاحب رسول الله في الغار السلام عليك يا رفيقه في الأسفار السلام عليك

رسول خدا کے، سلام تم پر اے ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تم پر اے اون کے رفیق سفروں میں سلام تم پر

يا أمينه في الأسرار جزاك الله أفضل ما جزى إماما عن أمة نبيه فلقد خلفته بأحسن خلف وسلكت

[illegible]

طريقه ومنهاجه خير مسلك قاتلت أهل الردة والبدع ومهدت الإسلام ووصلت الأرحام ولم تزل

[illegible]

قائما بالحق ناصرا لأهله حتى أتاك اليقين فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته اللهم أمتنا على حبه ولا تخيب

[illegible] پس سلام آپ پر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت [illegible]

سعينا في زيارته بكرمك يا كريم پھر ایک ہاتھ بھر اپنی طرف کو بڑھ کر عمر فاروق کی قبر کے سامنے ہو اور کہے السلام عليك يا أمير المؤمنين

[illegible]

السلام عليك يا مظهر الإسلام يا مكسر الأصنام جزاك الله عنا أفضل الجزاء ورضي عمن استخلفك فلقد كفلت الأيتام ووصلت الأرحام

[illegible]

وقوي بك الإسلام وكنت للمسلمين إماما مرضيا وهاديا مهديا جمعت شملهم وأغنيت فقيرهم وجبرت كسرهم [illegible]

[illegible]

پھر بقدر نصف ہاتھ کے پیچھے ہٹ کر [illegible] السلام عليكما يا ضجيعي رسول الله ورفيقيه ووزيريه ومشيريه والمعاونين له على القيام في الدين

[illegible]

القائمين بعده بمصالح المسلمين جزاكما الله أحسن الجزاء جئناكما نتوسل بكما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليشفع لنا [illegible]

[illegible]

سبحتنا وشیبنا علی ملته وتمیتنا علیہا وتحشرنا فی زمرته پہر اپنے واسطے اور والدین کے واسطے اور جنہنے دعا کو کہا ہو اور جمیع مسلمین کے واسطے دعا کرے پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطور سابق کہڑا ہو اور یون کہے اللھم انک قلت وقولک الحق ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئناک سامعین قولک طائعین امرک مستشفعین الیک بنبیک اللھم ربنا اغفر لنا ولاٰبائنا ولامھاتنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین اور ان الفاظ زیارت مین اختیار ہے چاہے بڑہائے اور چاہے گہٹائے اور جس شخص کو اسقدر یاد نہو تو اتنا کہنا کفایت ہو السلام علیک یا رسول اللہ ورحمة اللہ وبرکاتہ وعلی صاحبیک ابی بکر الصدیق وعمر الفاروق اور بقدر توفیق جو دعا یاد ہو سو کرے پہر ابو لبابہ کے ستون کے پاس اوسے جو کہ اوسے ستون سے آپ کو باندہا تہا یہانتک کہ اونکی توبہ قبول ہوئی تہی اور وہ ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہے سو وہان دو رکعت نماز پڑہے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پہر روضہ مین آوے جہان بالفعل امام نماز پڑہاتا ہے سو جتنا ہوسکے وہان نفل نماز پڑہے اور دعا کرے اور تسبیح اور تہلیل اور استغفار کرے پہر منبر کے پاس آوے اور بہ نیت برکت اوس جگہ پر ہاتہ رکہے جسکو رمانہ کہتے ہین جسپر حضرت خطبہ پڑہنے کے وقت دست مبارک رکہتے تہے پہر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت کے فراق مین رویا تہا اور قصہ اوسکا احادیث صحیحہ مین مشہور ہے اور اس امر کی کوشش کرے کہ ایک رات مسجد نبوی مین بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور ان دونکے مابین مین قرأت قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا مین بسر کرے کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہین اور جبتک مدینہ طیبہ مین رہے مستحب ہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی مین نہ فوت ہو کہ سواے مسجد الحرام کے اور مساجد سے ہزار مرتبہ وہان کی نماز افضل ہے پہر حضرت کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ کی زیارت مستحب ہے جسکو بقیع الغرقد کہتے ہین حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلة البدر اوٹہینگے اور جنت مین بلاحساب داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ مین مذکور ہے کہ دس ہزار صحابی بقیع مین مدفون ہین پہر جب بقیع مین داخل ہو تو یہہ دعا کرے السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد اللھم اغفر لنا ولھم اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبہ اہل بیت مین غربی قبر ہے حضرت عباس عم رسول اللہ کی اور شرقی قبر ہے سبط اکبر امام حسن اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المؤمنین عثمان بن عفان کی زیارت کرے اور صفیہ عمہ رسول اللہ کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضیٰ کی ماں کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہہ قبور مشہور ہین اور بقیع مین فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے ہین اور وہان نماز پڑہے اور ایک روایت یون ہے کہ اونکی قبر بہی وہین ہے اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کو شہداے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑہ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف مین ملے فوت نہو اور ابتدا زیارت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ عنہ سے کرے اور یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اور آیة الکرسی اور سورة الاخلاص پڑہے کذا فی الاختیار شرح المختار اور کوہ جبل احد کی زیارت کرے کہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ احد پہاڑ ہے ہمکو چاہتا ہے اور ہم اوسکو چاہتے ہین اور ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے یعنی شہداے احد مین پہر وہان کہڑے ہوئے اور فرمایا

کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم خدا کے نزدیک زندہ ہو سو تم لوگو زیارت کیا کرو اور ان کو سلام کیا کرو قسم ہے اوس ذات پاک کی جسکے
قابو مین میری جان ہے کہ جو انکو سلام کرے گا اوسکو جواب دینگے قیامت کے دن تک کذا فی فتح القدیر اور مستحب ہے کہ شنبہ کے
روز مسجد قبا کو جاوے اسواسطے کہ صحیحین مین عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کرتے
تھے ہر شنبہ کے دن سوار اور پیدل اور اوسمین دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور نسائی مین سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد قبا کو گیا پھر وہان دو رکعت نماز پڑھی تو اوسکو عمرہ کی برابر ثواب ملیگا مسجد قبا اول مسجد ہے
جو اسلام مین تعمیر ہوئی اور اول اوسمین حضرت نے پتھر رکھا ہے پھر صدیق اکبر نے پھر عمر فاروق نے اور مستحب ہے کہ قبل دخول مسجد
یہ دعا کرے یَا صَرِیْخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَیَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ وَیَا مُفَرِّجَ الْکَرْبِ عَنِ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَیَا مُجِیْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّیْنَ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاکْشِفْ عَنِّیْ کَرْبِیْ وَحُزْنِیْ کَمَا کَشَفْتَ عَنْ رَسُوْلِکَ کَرْبَهٗ وَحُزْنَهٗ فِیْ هٰذَا الْمَقَامِ
یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا کَثِیْرَ الْمَعْرُوْفِ یَا دَائِمَ الْاِحْسَانِ پھر اوس کنوے پر آوے جسکو بیر اریس کہتے ہین جسمین حضرت نے لعاب دہن مبارک
ڈالا تو وضو کرے اور اوسکا پانی پیئے پھر مسجد الفتح مین آوے جو خندق کے اوپر ہے اور اوس
مین دعا کرے جو ابھی مذکور ہوئی اسیطرح جمیع مشاہد متبرکہ اور مساجد معظمہ مین جاوے جو شمار مین تیس ہین جنکو اہل مدینہ جانتے ہین اور
وہان سات کنوئین مشہور ہین تلاش کرے اور ان سے وضو کرے اور اونکا پانی پیئے باتباع سنت اور بہ نیت شفا کے کذا فی مناسک الکرمانی
و فتح القدیر اور جب رجوع وطن کا قصد کرے تو یہ مستحب ہے کہ رخصت ہونے کو قبر شریف مصطفوی کے پاس آوے اور جو دعا
کہ اول زیارت مین مذکور ہوچکی ہین اون کو اعادہ کرے پھر یون کہے وَدَّعْنَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ غَیْرَ مُوَدِّعِیْنَ وَلَا سَاۤئِمِیْنَ
بِفُرْقَتِکَ وَنَحْنُ نَسْاَلُکَ اَنْ تَسْاَلَ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ لَّا یَقْطَعَ اٰثَارَنَا مِنْ زِیَارَتِکَ وَاَنْ یُّبَارِکَ لَنَا فِیْمَا وَهَبَ لَنَا مِنَ الْاَ
ذْکَارِ مِنَ النِّعَمِ وَاَنْ یَّرْزُقَنَا الشُّکْرَ عَلٰی ذٰلِکَ بِمَنِّهٖ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِیَارَةِ قَبْرِ نَبِیِّکَ اَللّٰهُمَّ
فَاِنْ تَوَفَّیْتَنِیْ قَبْلَ ذٰلِکَ فَاِنِّیْ اَشْهَدُ فِیْ مَمَاتِیْ مِثْلَ مَا شَهِدْتُ عَلَیْهِ فِیْ حَیَاتِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ
لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ سُبْحٰنَ
رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پھر مسجد کے اندر [illegible]
[illegible] دو رکعت نماز پڑھے اور دعا مانگے عافیت کرے اور مسجد سے نکلنے کے وقت پہلے بایان پانون نکالے [illegible]
اور قبر مبارک سے شکل غمناک اور متاسف ہو اور چند قطرات آنسو نکالے اسواسطے کہ فراق قبر سید المرسلین مین رونا علامت [illegible] قبول
پھر یون کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ بِنَبِیِّکَ وَحُطَّ اَوْزَارِیْ بِزِیَارَتِهٖ
فِیْ سَفَرِیْ هٰذَا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَیَسِّرْ رُجُوْعِیْ اِلٰۤی اَهْلِیْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ پھر مساکین مصطفوی یعنی اہل مدینہ کو جہ خیرات
[illegible] ہوسکے کہ اس خیرات کو مقبولیت اور سلامتی راہ مین اثر ہے پھر روانہ ہو سو اگر مدینہ سے مکہ کو نیت [illegible]
تعلق ہوا ہے تو ذی الحلیفہ سے احرام باندھے حج کا یا عمرہ کا اور حرمین کے درمیان مین مساجد متبرکہ بسبیل بہیرہ [illegible]
[illegible] نماز پڑھے کذا فی مناسک الکرمانی پھر جب کہ اپنے وطن کے قریب پہنچ تو آگے سے اپنے لوگون کو اطلاع کرے اور [illegible]
رات کو گھر مین نجاوے کہ حدیث مین ممنوع ہے پھر جب اپنے شہر مین پہنچے تو مسجد مین دو رکعت نماز پڑھے پھر جب گھر مین جاوے
تبھی دو رکعت نماز پڑھے اور حمد اور شکر بجا لاوے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور عافیت اور سلامتی سے اپنے اہل و عیال کو ملا اور
حاجی کے لازم ہے کہ آخرت کو نہ بھولے اور معاصی سے پرہیز کرے اسواسطے کہ حج کا اثر یہی ہے یعنی ایسا شفا اور صحت کے پلٹا کر

آداب زیارت

پیدا ہو جاوے اور اپنے مولی کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہو جاوے کہ حج مقبول کی یہی علامت ہے کہ اسکے بعد بہتر ہو جاوے کذا فی فتح القدیر واللہ تعالی حق تعالی ہمکو اور ہمارے احباب و مخلصین کو حج مبرور اور زیارت مقبول نصیب کرے اور کرم سے عنایت کرے اور جلدی دستگیری فرما دے آمین ثم آمین **فائدہ جلیلہ** بعض آداب زیارت کے واسطے انتفاع مخلصین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے مذکور ہوتے ہیں منجملہ آداب زیارت کے یہ ہے کہ قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھوے نہ چومے نہ وہاں طواف کرے کہ گرد اسکے طواف کہ طواف بیت اللہ کیلئے مخصوص ہوا اور پیٹ اور پیٹھ کو دیوار سے لگانا بھی مکروہ ہے بلکہ مقتضای ادب یہی ہے کہ دور رہے جیسے حضرت کی حیات میں اگر حاضر ہوتا تو دور رہتا یہی حق ہے اور اسی پر علما کا اجماع ہے اور یوں نہ سمجھے کہ چھونے اور چومنے میں محبت اور برکت زیادہ ہے تو یہ اسکی جہالت اور غفلت سے اسواسطے کہ برکت اور محبت پسندیدہ اسی میں ہے جو شرع شریف کے موافق اور قول اہل علما کے مطابق ہے احیاء العلوم میں مصرح ہے کہ قبر کا چھونا اور چومنا یہود اور نصاری کی عادت ہے انس بن مالک صحابی نے ایک آدمی کو دیکھا کہ حضرت کی قبر شریف پر ہاتھ رکھے ہے تو اسکو منع کیا اور کہا کہ یہ امر حضرت کے زمانہ میں معروف نہ تھا اور آداب سے یہ ہے کہ قبر شریف کے پاس جھک کر سلام نہ کرے کہ بدعت ہے اور اس سے زیادہ برا یہ ہے کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے ہیں کہ یہ تعظیم کا کام ہے حالانکہ یہ غلط ہے علامہ عز الدین بن جماعہ نے کہا کہ مجکو جاہلوں سے تعجب نہیں آتا بلکہ بعض علما سے مجکو تعجب آتا ہے جو اسکی خوبی کا فتوی دیتے ہیں جان بوجھ کر اور آداب سے یہ ہے کہ قبر مقدس کو پشت نہ کرے نہ نماز میں نہ غیر نماز میں اور نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبد السلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجرہ شریفہ کو پیٹھ دیکر نہ کھڑا ہو اور نہ نماز کے آگے کرے اور لازم ہے کہ قبر شریف کے ادب سے آنکھ نیچے کئے رہے اور بیہودہ گفتگو نہ کرے اور چلا کر نہ بولے اسواسطے کہ حضرت کا ادب بعد وفات کے اسیطرح واجب ہے جیسا کہ حیات میں اسواسطے کہ حیات اور سماعت حضرت کی حدیث میں مصرح ہے اور جب قبر شریف کی طرف ہو کر نکلے اگرچہ خارج مسجد کیطرف سے نکلے تو لائق ہے کہ کھڑا ہو جاوے اور سلام عرض کرے امام مالک کا یہ مذہب ہے کہ اہل مدینہ کو لازم نہیں کہ جب مسجد میں آویں تو سلام کریں لیکن مسافروں کو لازم ہے اور باقی مذاہب ثلثہ میں ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہے ہر بار بطور استحباب کے اسواسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہے مجد الدین صاحب قاموس نے کہا کہ حجرہ شریفہ کا دیکھنا عبادت ہے بقیاس رؤیت کعبہ کے اور مسجد سے باہر قبہ شریفہ کو نہایت تعظیم اور محبت سے دیکھتا رہے اور آداب سے یہ ہے کہ قیام مدینہ کی مدت میں درود کی کثرت کرے اور روزے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حریص رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد میں رہے اور قرآن ختم کرے اور مستحب ہے کہ بعد سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر روز بقیع میں جایا کرے امام نووی نے کہا علی الخصوص جمعہ کے دن اور آداب سے یہ ہے کہ مدینہ کے رہنے والوں سے محبت رکھے خصوصا علما اور صالحین اور سادات اور مسجد کے خادمین سے علی حسب المراتب یہانتک کہ عوام اور وہاں کے غلام جنہیں کوئی فضیلت نہیں وہ بھی واجب الاحترام ہیں بسبب ہمسایگی خیر الانام کے علیہ الصلوۃ والسلام اگرچہ وہاں کے عوام تارک السنت اور مرتکب بدعت ہوں لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسایگی حضرت بلاشبہہ انکو ثابت ہے بہرصورت ہمارے تئیں واجب التعظیم ہیں امید ہے کہ خاتمہ انکا بخیر ہو اور قرب ظاہری قرب باطنی میں تاثیر کرے ؎ فَيَا سَاكِنِي أَكْنَافِ طَيْبَةَ كُلُّكُمْ ۔ إِلَى الْقَلْبِ مِنْ أَجْلِ الْحَبِيبِ حَبِيبُ کذا فی تاریخ السید السمہودی ہم جیسے اہل مدینہ واجب التعظیم ہیں ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہیں اسواسطے کہ اہل مدینہ ہمسایہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اہل مکہ ہمسایہ بیت اللہ ہیں تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین انسان ایمانی کی نور العینین ہے

خاتمۃ الطبع

احقر العباد محمد احسن صدیقی عرض کرتا ہے کہ نہ میری زبان کو قوت نہ قلم کو طاقت کہ بشکر منعم حقیقی کا کہوں یا لکہوں جسنے محض اپنے کرم و فضل سے اس کتاب عالی جناب کو میری تصحیح اور تکمیل اور تحشیہ سے اتمام کو پہنچایا اور چہ دن اس سے فراغت پانیکا شہر اللہ المحرم رجب المرجب ۱۲۹۰ ہجری میں دکہلایا میں نے حتے المقدور اسکی تصحیح میں بہت خون جگر کہایا ہے اگر اسپر بہی کہین غلطی ناظرین ملاحظہ فرماوین تو بمقتضای علو ہمتی اصلاح فرما کر اس عاجز کو دعای خیر سے یاد کرین سے بپوش گر خطا ہی رسی و طعنہ مزن کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود • اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ حِزْبِهٖ وَتَابِعِيْهِ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

اشتہار

اس کتاب کے حقوق بموجب قانون السبتم ۱۸۶۷ء کے محفوظ کر لئے گئے ہیں کوئی صاحب بدون اجازت تحریری احقر البریہ کے قصد طبع نفرماوین

التماس

جس جلد پر مہر طغرای احقر ناظرین نپائیں اوسکو مسروق تصور کرکے قصد خریدا نفرمائین •

تنبیہ

واسطے سند اثبات کے کہ یہہ کتاب مطبوع مطبع صدیقی سے سطر عنوان اور ح بتغنن مادہ تاریخ لکہی گئی •